جلد ہفتم

الہلال

۱۰؍ جون تا ۹؍ دسمبر ۱۹۲۷

ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

سورۂ والتین	۴، ۵	۲۵	۱۴۵
جوزہ شیعہ کالج	۱۵–۱۷	۱۸	۳۳۰
مرحوم مولانا شبلی نعمانی	۴، ۵	۱۳	۱۱۳
مسئلہ تسمیہ طٰہٰ و یٰسین	۱۵–۱۷	۱۴	۳۲۶
مطبوعات جدیدہ:			
معراج العقول (۱)	۱۲	۱۲	۲۶۰
مقالات:			
اسلام اور تربیت عسکری	۱۰	۱۱	۲۱۱
اسیرانِ جنگ (۱)	۳	۱۹	۹۵
اسیرانِ جنگ (۲)	۴، ۵	۹	۱۰۹
اصلاح معاشرت اور اسلام	۱۲	۱۸	۲۶۶

الدین والسیاست (۱)	۶–۸	۹	۱۴۵
امن اور اسلام	۲	۱۳	۵۵
تربیت عسکریہ اور قرآن حکیم	۹	۹	۱۸۵
جنگ کا اثر فن روایت پر (۱)	۱	۵	۲۳
مواعظ وخطب:			
الحریت فی الاسلام	۴، ۵	۲۲	۱۳۲
سورۂ کریمہ ماعون	۱۳–۱۴	۲۳	۱۹۵
ماہ ربیع الاوّل	۶–۸	۸	۱۴۰
نظرے خوش گذرے۔ معاونین البلاغ:			
بعض اہم مسائل	۳	۸	۸۴

فہرست تصاویر

عنوانات	شمارہ نمبر	صفحہ نمبر	اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر
آثارِ محل۔ عادل شاہی کتب خانہ کی عمارت	۱	۱۴	۳۲
آثارِ محل۔ عادل شاہی کتب خانہ کا نقشِ پا	۲	۲۹	۶۸
انسان کے ابتدائی عہد کا ایک صناعی عمل	۱۱	۱۷۶	۲۳۰
بغداد کا جدید پل	۱۲	۱۹۶	۲۵۴
بیجاپور کی جامع مسجد	۲	۲۵	۶۷
تاج باؤلی۔ تاج سلطانہ بیگم سلطان			
ابراہیم ثانی کا حوض	۲	۲۷	۶۹
تصویر نمبر (۱)	۱۱	۱۷۶	۲۳۰
تصویر نمبر (۲)	۱۱	۱۷۷	۲۳۱
جامع مسجد بیجاپور کا محراب و مصلّی	۱	۱۳	۳۱
جامع مسجد کا صحن	۱	۱۴	۳۲
سفارت خانہ برطانیہ بغداد	۱۲	۱۹۶	۲۵۴

عنوانات	شمارہ نمبر	صفحہ نمبر	اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر
عادل شاہ کا مقبرہ	۱	۱۴	۳۲
علی عادل شاہ ثانی کا ناتمام مقبرہ	۲	۲۷	۶۹
عمارہ کا منظر، دجلہ کی طرف سے	۱۲	۱۹۵	۲۵۳
عہدِ عادل شاہی کی ایک توپ			
"لنڈا کاسب"	۲	۲۵	۶۷
غار "یو" کی ایک دیوار کا نقش	۱۱	۱۷۷	۲۳۱
قبہ زبیدہ خاتون	۱۲	۱۹۷	۲۵۵
گول گنبد	۲	۲۵	۶۷
مشہد مبارک حضرت امام حسینؑ	۱۲	۱۹۷	۲۵۵
مشہد فاتح توپ "ملک میدان"	۲	۲۹	۶۸
مہتر محل۔ ایک صحن مسجد کا			
خارجی دروازہ	۲	۲۷	۶۹

پیش لفظ

جون ۱۹۸۴ء میں جب اتر پردیش اردو اکادمی کی تشکیلِ نو ہوئی اور میں کوئی چار سال کے وقفے کے بعد اس کی مجلسِ انتظامیہ کا ایک بار پھر چیرمین نامزد کیا گیا تو میرے ذہن نے اس کا جو ترقیاتی منصوبہ مرتب کیا، اس میں مولانا ابو الکلام آزاد کی صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کو سرِ فہرست جگہ ملی، اور سچ بات تو یہ ہے کہ میں کسی طرح یہ عہدہ قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا لیکن چھ ماہ کی طویل کشمکش کے بعد میرے اندازِ فکر میں تبدیلی رونما ہوئی اور اس جذبے نے میری انفعالی کیفیتوں کو شکست دے دی کہ مولانا کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا ہمارے واجبات میں ہے اور اردو اکادمی اس قومی کام میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

میں نے جب اکادمی کی مجلسِ انتظامیہ کے اراکین سے آزاد صدی کے مختلف پہلوؤں پر غیر رسمی گفتگو کی تو ان کے اندر اس منصوبے کی تکمیل کا ذوق مجھ سے کہیں زیادہ ملا اور آخر کار مجلسِ انتظامیہ نے اپنی پہلی نشست میں الہلال کی مکمل فائلوں کے عکس کی طباعت و اشاعت کا منصوبہ بڑے عزم و حوصلے کے ساتھ منظور کر لیا۔ مجلسِ انتظامیہ نے محسوس کیا کہ مولانا آزاد کو اس سے زیادہ مخلصانہ خراجِ عقیدت اور کیا ہوگا کہ الہلال کا عکس ملک کے کونے کونے میں پہنچا دیا جائے۔

اکادمی کا سالانہ بجٹ محدود اور متعین ہوتا ہے۔ اس کی مدیں مقرر ہیں اور ریاستی حکومت ان مدوں کے پیشِ نظر ہر سال گرانٹ دیتی ہے۔ آزاد صدی کا بجٹ الگ سے مرتب کیا گیا اور حکومت کو منظوری اور اضافی گرانٹ کے لیے بھیج دیا گیا۔

بجٹ، ضمنی بجٹ، گرانٹ، اضافی گرانٹ، متواتر اور غیر متواتر گرانٹ —— یہ ایسے موضوعات ہیں جن کی جزئیات ہمیشہ میرے دائرۂ فہم سے باہر رہی ہیں۔ ایک مدت تک جب اضافی گرانٹ کے سلسلے میں حکومت سے کوئی جواب نہیں ملا اور اکادمی کے افسروں نے اس کے مالہ و ماعلیہ کی تفصیلات مجھے بتائیں تو میرے شب و روز کے معمولات متاثر ہو گئے اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ الہلال کے عکس کی اشاعت کیوں کر ممکن ہوگی۔ عوام و خواص سے کسی طرح کا چندہ وصول کرنا ہمیشہ اور ہر حال میں میرے معمولات سے خارج رہا ہے۔ جب کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو میں نے گرانٹ کی منظوری کی توقع پر کام کا آغاز کر دیا۔

اسی اثنا میں گورکھپور ایئرپورٹ پر جناب ویر بہادر سنگھ (سابق وزیر اعلا) سے ملاقات ہو گئی اور میں نے آزاد صدی کا ذکر چھیڑ دیا۔ انھوں نے اس خیال سے اتفاق کیا کہ اتر پردیش میں "آزاد صدی تقریبات" اس طرح منائی جائیں جو ہر لحاظ سے مولانا آزاد کے شایانِ شان ہوں۔ انھوں نے اضافی گرانٹ کے سلسلے میں کہا کہ اس کی فکر نہ کیجیے، لکھنؤ آ جائیے، گرانٹ مل جائے گی۔ میں نے ۲۲ مارچ ۸۸ء کو جب شری ویر بہادر سنگھ سے لکھنؤ میں ملاقات کی تو انھیں ایئرپورٹ والی بات یاد آ گئی۔ بجٹ کے جو کاغذات اکادمی سے بھجوائے گئے تھے، ابھی ان کی نظر سے نہیں گذرے تھے مگر انھوں نے بطیبِ خاطر ایک دوسرے کاغذ پر پانچ لاکھ کی رقم منظور کی اور کہا کہ جتنی مزید رقم کی ضرورت ہوگی، حکومت ادا کرے گی۔

جون ۸۸ء میں جناب نراین دت تیواری نے وزیر اعلا کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۸ جولائی ۸۸ء کو اکادمی کی مجلسِ عام کا اجلاس منعقد ہوا جس میں تیواری جی نے بھی شرکت کی۔ اکادمی کی صدر بیگم حامدہ حبیب اللہ نے آزاد صدی تقریبات کے لیے مزید پانچ لاکھ کی رقم کا مطالبہ کیا۔ تیواری جی نے اسی اجلاس میں اس مطالبے کو منظور کر لیا اور اس طرح آزاد صدی تقریبات کے لیے ریاستی حکومت نے مجموعی طور پر دس لاکھ روپے کا عطیہ منظور کیا۔

الہلال کے عکس کی اشاعت کوئی اہمیت رکھتی ہے کہ نہیں، اس سوال کا جواب —— منفی تو ہرگز نہیں۔ ہمارے سامنے اس کے بہت سے مثبت پہلو ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ مولانا آزاد پر کوئی تحقیقی اور تنقیدی کام اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک الہلال کے سارے شماروں کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر لیا جائے۔ مولانا آزاد کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں صرف اس لیے راہ پا گئی ہیں کہ الہلال کی فائلیں کمیاب ہیں اور خواہش کے باوصف لوگوں کو اس کے مطالعے کا موقع نہیں ملتا۔ الہلال مولانا کی دینی، سیاسی، علمی اور ادبی شخصیت کا حرفِ آغاز بھی ہے اور حرفِ آخر بھی۔

اہم معروضات

- الہلال کے عکس کی اشاعت سات جلدوں میں کی جا رہی ہے جن کی تفصیل یہ ہے :

جلد اوّل	۱۳، جولائی ۱۹۱۲ء	تا	۲۵، دسمبر ۱۹۱۲ء	۲۳	شمارے،
جلد دوم	۸، جنوری ۱۹۱۳ء	تا	۲۵، جون ۱۹۱۳ء	۲۴	شمارے
جلد سوم	۲، جولائی ۱۹۱۳ء	تا	۲۴، دسمبر ۱۹۱۳ء	۲۵	شمارے
جلد چہارم	۷، جنوری ۱۹۱۴ء	تا	۲۴، جون ۱۹۱۴ء	۲۱	شمارے
جلد پنجم	یکم جولائی ۱۹۱۴ء	تا	۱۸، نومبر ۱۹۱۴ء	۱۸	شمارے
جلد ششم	(البلاغ) ۱۲، نومبر ۱۹۱۵ء	تا	۳۱، مارچ ۱۹۱۶ء	۱۱	شمارے
جلد ہفتم	۱۰، جون ۱۹۲۷ء	تا	۹، دسمبر ۱۹۲۷ء	۲۴	شمارے

شماروں کی مجموعی تعداد ۱۴۶

- البلاغ کو تسلسل قائم رکھنے کے لیے الہلال میں شامل کر لیا گیا ہے اور اکادمی نے اس کا ذکر جلد ششم کی حیثیت سے کیا ہے۔
- الہلال کی سات جلدوں کو تین مجلّدات میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی مجموعی قیمت کچھ کم ہو جائے۔ مجلّدات کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اوّل اور جلد دوم ———— ایک ساتھ مجلد ہیں
جلد سوم اور جلد چہارم ———— ایک ساتھ مجلد ہیں
جلد پنجم، جلد ششم اور جلد ہفتم ———— ایک ساتھ مجلد ہیں

- الہلال کا متن لائن نگیٹو سے طبع ہوا ہے: تصویریں ہاف ٹون نگیٹو سے چھپی ہیں۔
- کوشش کی گئی ہے کہ الہلال میں شائع شدہ سارے اشتہارات کا عکس بھی شائع ہو جائے۔
- متن میں (اور صفحات کے تسلسل میں بھی) کئی جگہ غلطیاں نظر آئیں لیکن ان کی تصحیح صرف اس لیے نہیں کی گئی کہ ہم 'نقل مطابق اصل' کے اصول سے انحراف نہیں کرنا چاہتے۔
- بعض جلدوں کی فہرست الہلال میں شائع ہوئی تھی۔ اسے متعلقہ جلدوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ جن جلدوں کی فہرست الہلال نے شائع نہیں کی تھی، اسے اکادمی نے مرتب کر کے متعلقہ جلدوں میں شامل کر دیا ہے۔
- یوں تو الہلال میں صفحہ نمبر کی صراحت ہوتی تھی لیکن اشتہارات صفحہ نمبر سے عاری ہوتے تھے۔ آسانی کے لیے اکادمی اڈیشن کے صفحہ نمبر کا بھی اندراج کر دیا گیا ہے جو اشتہارات اور تصاویر کو بھی محیط ہے۔ اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر نیچے نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔
- الہلال کی فروخت سے اکادمی اپنی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتی اس لیے یہ لاگت سے کم قیمت پر فراہم کیا جا رہا ہے۔

ان موضوعات کا کون سا ایسا نکتہ ہے جس کی تصریح الہلال میں نہیں ہے۔ آزاد اور الہلال لازم و ملزوم ہیں اس لیے اگر آزاد صدی کے موقع پر بھی مولانا آزاد کا مطالعہ ادھورا رہتا ہے تو موجودہ نسل ہمیشہ مورد الزام رہے گی کہ وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہوئی۔ اتر پردیش اردو اکادمی اس الزام سے اپنے معاصرین کو بری کر رہی ہے۔

الہلال کسی الف لیلوی داستان کے زمرے میں شامل ہوتا جا رہا ہے۔ اردو کے مختلف درجات کے نصاب میں مولانا آزاد کی تحریریں بجا طور پر شامل کی گئی ہیں اور جب اساتذہ ان تحریروں پر درس دیتے ہیں تو الہلال اور اس کی گوناں گوں خصوصیات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ طلبہ کے اندر الہلال کے دیدار کی خواہش بیدار ہو جاتی ہے۔ مگر اساتذہ ان کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتے کہ الہلال ایک جنس نایاب ہے۔ اگر کہیں کسی کے پاس کوئی شمارہ ہے بھی تو وہ اتنے پر اسرار طریقے سے اس کی جلوہ گری کا سامان بہم کرتا ہے کہ یہ "جلوہ گری" "ہرچند کہیں کہ ہے، نہیں ہے" کے ذیل میں آ جاتی ہے۔ الہلال کے عکس کی اشاعت سے نئی نسل کی شکایت دور ہو جائے گی۔ کم از کم اتنا دعویٰ تو وہ کر سکتی ہے کہ اصل الہلال کو نہ سہی اس نے اس کا عکس تو دیکھا ہے۔ الہلال کی یہ نئی جامہ پوشی اس کے انداز قد کی بہر حال غمازی کرے گی۔

اسلاف علم و ہنر اور سیم و زر کے مابین جو امتیازی لکیر کھینچتے آئے ہیں، اس کی حقانیت کا بارہا تجربہ ہوا لیکن الہلال کی فائلوں کی تلاش نے اسے آئینہ کر دیا۔ اس کی اشاعت کے لیے ریاستی حکومت سے گرانٹ تو مل گئی لیکن اس کے صحیح سالم اوراق کی فراہمی مرحلۂ جوئے شیر ثابت ہوا۔ میں ۱۹۵۸ء میں گورکھپور آ گیا تھا اور برابر یہاں کے ذاتی کتب خانوں کی تلاش اور ان سے استفادے میں مصروف رہا۔ بعض ذاتی کتب خانوں کی فہرستیں بھی میں نے مرتب کر لی تھیں، مجھے یقین تھا کہ الہلال کے سارے شمارے مجھے گورکھپور میں مل جائیں گے اور اگر دو چار شماروں کی کمی ہوگی تو وہ باہر کے کتب خانوں سے پوری ہو جائے گی۔ میرے اس یقین نے دھوکا نہیں دیا، قریب قریب سارے شمارے یہاں مل گئے بلکہ بعض بعض شماروں کی تو چھ چھ کاپیاں ملیں لیکن دستبرد زمانہ نے ان شماروں کی جو گت بنا دی تھی، اس نے میرے عزم و حوصلے کو متاثر کر دیا۔ کسی کا سرورق غائب ہے، کسی کے بیچ کے صفحات غیر حاضر، بعض فائلیں ناقص الاول، بعض ناقص الآخر اور بعض ناقص الطرفین نکلیں۔ بعض شماروں سے تصویریں غائب تھیں ـــــ اور اعجوبے کی حد یہ تھی کہ بعض شماروں کے ایک کالم کو دیمک چاٹ گئی تھی اور بعض کے دوسرے کالموں کو۔ غرض الہلال کی دستیابی کی جہاں خوشی تھی وہاں اس کا غم تھا کہ اس کا عکس کیوں کر لیا جائے گا۔

بہت سی تدبیریں اور ترکیبیں ذہن میں آئیں لیکن میں نے یہ کیا کہ سب سے پہلے سارے شماروں کے کارڈ بنا لیے اور اس کے اندراجات اس طور پر مکمل کیے جن سے بعض علمی اشارات کی نشاندہی بھی ہو جائے اور عاریت دینے والوں کے نام اور شماروں کی ہیئت کذائی بھی واضح ہو جائے۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے میں نے سارے شماروں کے الیکٹرو اسٹیٹ عکس حاصل کر لیے۔ اصل مرحلہ اس کے بعد پیش آیا جسے میں تنہا طے نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی بیوی کے سامنے مسائل رکھے اور اس سے کہا کہ میں ہفتے دو ہفتے کے لیے سارے گھر کو اس کام میں لگانا چاہتا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ گھر کے معمولات میں فرق بھی نہ آئے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق گھر کا ہر فرد اس کام میں میری مدد بھی کر دے۔ ماں کا حکم ہوا تو میرا بیٹا شہود اور بیٹیاں عذرا، بشریٰ، قدسیہ، فوزیہ اور زیبا الہلال کے کام میں لگ گئیں۔ سارا گھر الہلال کی اصل فائلوں اور ان کی الیکٹرو اسٹیٹ کاپیوں سے بھر گیا۔ کرسیوں پر، میزوں پر، فرش پر، ہر جگہ الہلال کے شمارے بکھرے ہوئے تھے اور اللہ کا نام لے کر ہم سب نے ہر شمارے کے ایک ایک ورق کو دیکھنا شروع کیا اور جہاں کوئی نقص نظر آتا اسے فوراً اسی شمارے کی دوسری کاپیوں کی مدد سے درست کر لیا جاتا۔ اس کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ متاثرہ عبارت پر صاف عبارت والا فوٹو چپکا دیا جاتا اور پھر اس طرح کے اوراق کا دوبارہ الیکٹرو اسٹیٹ کرایا جاتا تاکہ اس کی نگیٹیو بننے میں دشواری نہ ہو۔ دن بھر بلیڈ سے کاٹ کاٹ کر زخمی اوراق پر پنبۂ مرہم رکھا جاتا اور شام کو ان کا الیکٹرو اسٹیٹ کرایا جاتا۔ صبح کو تین چار بجے جب میں سو کر اٹھتا تو ان نئے اوراق کا حرفاً حرفاً مطالعہ کرتا اور ماخذ اصل سے موازنہ کرتا کہ کہیں کوئی نقطہ یا حرف متاثر تو نہیں ہو گیا ہے۔

ہرچند ہم نے کوشش کی ہے کہ الہلال کا ایک ایک لفظ اصل حالت میں قارئین کے سامنے آ جائے لیکن ہم انسان ہیں، ہم سے ضرور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ہم عفو اور درگذر کے مستحق ہیں۔

جن لوگوں نے الہلال کی فراہمی اور اس کی ترتیب میں میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرے واجبات میں داخل ہے۔ احسان کرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن جن لوگوں کے احسانات مجھے ہر موقع پر اور ہر حال میں یاد رہیں گے، ان میں سب سے پہلے جناب مصطفےٰ کمال، اسسٹنٹ لائبریرین، گورکھپور کا نام آتا ہے۔ موصوف ایم۔ اے میں میرے شاگرد رہ چکے ہیں، انھوں نے الہلال کی فراہمی میں بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ روزنامہ قومی آواز کے سب ایڈیٹر جناب قطب اللہ نے الہلال کے بعض شمارے صرف فراہم نہیں کیے بلکہ گھنٹوں کھڑے رہ کر ان کی فوٹو کاپیاں نکلوائیں۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کے مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے بھی بعض شماروں کی فراہمی میں بروقت مدد کی۔ ڈاکٹر رضیہ حامد نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ الہلال کی ایک فائل میرے پاس بھجوا دی۔ میں ان سب کا اپنی طرف سے اور اکادمی کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر ریاض الدین اور ڈاکٹر تحریر انجم نے فہرست سازی اور ترتیب میں غیر معمولی دلچسپی لی، ڈاکٹر محمد شعیب نے کتابت اور تزئین کا بار سنبھالا۔ یہ تینوں میرے شاگرد رہ چکے ہیں۔ شاگرد بھی اولاد کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان کا شکریہ ادا کیے بغیر میں اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

یہ کام مجلس انتظامیہ کے فیصلے سے انجام پذیر ہوا ہے۔ اس نے مجھے جو حکم دیا، میں نے اس کی تعمیل کی۔ میں مجلس انتظامیہ کے ہر رکن کا فرداً فرداً شکریہ ادا کر رہا ہوں۔

"آزاد صدی تقریبات" کے لیے مجلس انتظامیہ نے جس سب کمیٹی کی تشکیل کی تھی، اس میں ڈاکٹر عابد رضا بیدار، ڈائرکٹر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، جناب احمد سعید ملیح آبادی، چیف ایڈیٹر آزاد ہند، کلکتہ اور پروفیسر ریاض الرحمٰن شیروانی، صدر شعبۂ اسلامیات، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر خصوصی مدعوئین کی حیثیت سے شامل کیے گئے تھے۔ ان حضرات کے سرگرم تعاون کو اکادمی ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اگر الہلال کے اس عکسی ایڈیشن کی پذیرائی ہوئی تو جناب سید ظہر مسعود رضوی، پبلی کیشن آفیسر اور جناب رام کرشن ورما، سکریٹری اکادمی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ طباعت و اشاعت کا سارا بار انھوں نے اٹھا لیا تھا۔ اس میں جو خامیاں ہیں تو صدق دل سے میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں اتنا ضرور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے احساس فرض کو کبھی مرنے نہیں دیا۔ میں نے اپنی علمی زندگی کی تشکیل میں مولانا آزاد کی تحریروں سے ہمیشہ کام لیا۔ میری خواہش رہی ہے کہ نئی نسل بھی ان تحریروں سے استفادہ کرے۔ الہلال کی اشاعت میں مجھے اس خواہش کی تکمیل کے آثار نظر آتے ہیں!

اتر پردیش اردو اکادمی
قیصر باغ، لکھنؤ
یکم اگست ۱۹۸۵ء

محمود الٰہی
چیرمین، مجلس انتظامیہ

مضامین و تصاویر کی فہرست

الہلال

جلد ہفتم

۱۰ جون ۱۹۲۷ء تا ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء

فہرست مضامین

عنوانات	شمارہ نمبر	صفحہ نمبر	اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر
ابن بطوطہ	۲۰	۶	۵۳۸
آثارِ عتیقہ :			
ازمنۂ وسطیٰ میں عربی طبابت	۶	۳	۱۴۹
اندلس میں اسلامی تمدن کا آخری نقشِ قدم	۱	۱۲	۲۸
ایک قدیم مرقع	۱۶	۵	۴۲۵
ٹکسلا	۳ – ۴	۲۰	۱۰۶
سات عجائبِ عالم (۱) (ڈائنا کا مندر)	۱۰	۱۰	۱۶۶
سات عجائبِ عالم (۲) (مقبرۂ موسوس)	۱۰	۱۱	۲۶۷
سات عجائبِ عالم (۳) (اسکندریہ کا منارہ)	۱۱	۸	۲۸۸
سات عجائبِ عالم (۴) (مشتری کا مجسمہ)	۱۱	۹	۲۸۹
سات عجائبِ عالم (۵) (روڈس کا عظیم بت)	۱۲	۲	۳۱۰
سات عجائبِ عالم (۶) (بابل کے معلق باغ)	۱۲	۳	۳۱۱
سات عجائبِ عالم (۷) (اہرامِ مصر)	۱۲	۴	۳۱۲
شہرِ قدیم کا انکشاف	۱۸	۱۱	۴۸۷
علم الآثار	۹	۸	۲۳۸
علم الآثار مصر (۲)	۷	۳	۱۷۷
علم الآثار مصر کا جدید ذخیرہ	۲۳	۹	۶۲۵
فرانس کی نئی اثری دریافت	۲۴	۱۰	۶۵۴
آخری مملوک سلطانِ مصر	۲۵	۳	۶۷۵
ادبیات :			
تین ہزار سال پہلے کی شاعری	۷	۱۳	۲۸۷
حکمت اور شعر کے مختارات	۹	۱۲	۲۴۲
سعد پاشا زغلول کے اقوال	۱۲	۲۰	۳۲۸
قدیم یونانی ادب کا ایک نمونہ	۱۱	۱۱	۲۹۱
مرحوم سعد پاشا زغلول کی بلیغ تقریریں	۱۴	۲۰	۳۸۴
موجودہ ترکی شاعری کا ایک نمونہ	۲	۵	۵۵
اردو طباعت کا مسئلہ اور افکار و آرا (اردو ٹائپ)	۱۰	۷	۲۶۳
اسلام اور سزائے قتل	۱۳	۱۶	۳۵۲
اسلام اور سزائے قتل	۱۶	۱۹	۴۳۹
اسلام اور سزائے قتل	۱۷	۱۷	۴۶۵
اسلام اور سزائے قتل	۲۵	۲۱	۶۹۳
اعتذار	۱	۱	۱۷
افتتاحیہ	۱	۲	۱۸
افتتاحیہ (الہلال کا تیسرا دور)	۲	۲	۵۲
افسانہ :			
ترکی کی تاریخ کا ایک مجہول صفحہ (شہزادہ جم کا افسوسناک انجام)	۱۵	۴	۳۹۶
حقیقت کہاں ہے	۹	۲	۲۳۲
خط استوا کے افریقی قبائل	۲۴	۱۵	۶۵۹
روحانیات کی مجلس	۱۸	۱۳	۴۸۹
زرقا بنت عدی دربارِ خلافت میں	۲۱	۲۰	۵۸۰
غضب ناک محبوبہ (پال ہیس)	۱۶	۱۳	۴۳۳

مکتوب فرانس	۶	۸	۱۵۴
مکتوب فرانس	۱۴	۲	۳۶۶
مکتوب لندن	۶	۷	۱۵۳
میڈونا کے لیے ہندوستانی نمونے	۲۴	۱۱	۶۵۵
یورپ کا ایک نیا نقشہ	۲۳	۱۰	۶۲۶
یورپ میں ایک مشرقی درویش	۲۱	۹	۵۶۹
ہوائی سفر کا ایک نیا تجربہ	۲۰	۶	۵۴۱

بصائر وحکم :

انسانیت موت کے دروازہ پر	۲	۱۳	۶۳
انسانیت موت کے دروازہ پر	۵	۱۳	۱۳۱
انسانیت موت کے دروازہ پر	۶	۱۴	۱۶۰
انسانیت موت کے دروازہ پر	۷	۱۴	۱۸۸
انسانیت موت کے دروازہ پر	۸	۱۳	۲۱۵
انسانیت موت کے دروازہ پر	۹	۲۰	۲۵۰
انسانیت موت کے دروازہ پر	۱۱	۱۸	۲۹۸
عالم انسانیت موت کے دروازہ پر	۱۶	۱۶	۴۳۶
عالم انسانیت موت کے دروازہ پر	۱۷	۱۹	۴۶۷
عالم انسانیت موت کے دروازہ پر	۱۸	۲۱	۴۹۷
ماہ ربیع الاول کا اختتام	۱۵	۱۹	۴۱۱
مرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا	۱	۲۰	۳۶
پروپاگنڈہ	۱۲	۱۶	۳۲۴
پنجاب ہائی کورٹ کا ایک فیصلہ	۳	۱	۸۳

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں :

مدحت پاشا	۱۸	۱۶	۴۹۲
مدحت پاشا	۱۹	۱۴	۵۱۸
مدحت پاشا	۲۰	۱۳	۵۴۵
مدحت پاشا	۲۱	۱۳	۵۷۳

تاریخ وعبر :

آزادی کی راہ میں	۲۱	۱۹	۵۷۹
تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ	۱۴	۱۳	۳۷۷
تاریخ جنگ صلیبی کا ایک صفحہ	۲۳	۱۳	۶۲۹
تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ	۱۲	۱۳	۳۲۱
حکومت ترکیہ (۲)	۱۸	۶	۴۸۲
حکومت ترکیہ (۳)	۱۹	۲	۵۰۶
عرب خلفاء وسلاطین کے مختصر جواب	۲۴	۱۳	۶۵۷
عہد امیہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس	۱۵	۱۳	۴۰۶
غدر ۱۸۵۷ء تصویر کا دوسرا رخ (۲)	۲۵	۱۳	۶۸۵
فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام	۷	۸	۱۸۲
مسیحیت اور بت پرستی	۱۷	۹	۴۵۷
ہندوستان	۲۰	۱۶	۵۴۸
ہندوستان	۲۲	۱۳	۶۰۱
ہندوستان اور حکیم ابوریحان بیرونی	۱۱	۱۰	۲۹۰
ہندوستان کی تجارت پر شرق وغرب کا تصادم	۱۳	۱۰	۳۴۶
ترکی حکومت	۱۷	۱۱	۴۵۹
ترکی قالین	۱۱	۱۷	۲۹۷
تفریح وترویح فکر بعض مشہور آدمیوں کے لطیفے	۱	۲۳	۳۹
جدید مذہبی روح	۲۵	۲	۶۷۴
جولائی ۱۹۲۶ء میں جولائی ۱۹۲۵ء پر ایک نظر (دیش بندھو چترنجن داس)	۳ — ۴	۱۱	۹۳
حسن وعشق اور تاج وتخت	۱	۱۰	۲۶
خدیو عباس کے مقدمے کا فیصلہ	۱۱	۱۷	۲۹۷

خواطر وسوانح :

زندگی پر آخری نظر	۱۱	۲۳	۳۰۳
میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ	۱	۲۸	۴۴
میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ	۲	۲۷	۷۷
میری صحیفہ نگاری کی زندگی کا ایک لمحہ (۳)	۸	۲۰	۲۲۲
ڈاک کی تاریخ	۱۵	۱۲	۴۰۴
زمین پر کائنات حیات کا آغاز	۹	۵	۲۳۵
سعد پاشا زغلول کے اقوال	۱۵	۲۰	۴۱۲

سیر فی الارض :

سیاحان عالم کے مشاہدات وتاثرات	۳ — ۴	۱۳	۹۹
سیاحان عالم کے مشاہدات وتاثرات	۶	۱۳	۱۵۹
سیاحان عالم کے مشاہدات وتاثرات	۱۱	۲۲	۳۰۲
سیاحان عالم کے مشاہدات وتاثرات	۱۳	۱۳	۳۴۹
سیاحان عالم کے مشاہدات وتاثرات	۱۴	۱۵	۳۷۹

غضب ناک محبوبہ (۲) (پال ہیس)	۱۷	۲۰	۴۶۸
فرانس کا آخری مقبول ڈراما	۲۱	۱۷	۵۷۷
ماں کی محبت	۱۲	۱۵	۳۲۳
محبت اور قربانی یا سزا اور انتقام	۵	۵	۱۲۳
محبت اور قربانی یا سزا اور انتقام (۳)	۶	۲۰	۱۶۶
نپولین پر دوسرا حملہ	۱۹	۱۹	۵۲۳
نپولین پر قاتلانہ حملے	۱۱	۲۴	۳۰۴

بریدِ شرق :

امیر البحر بریسٹل اور ترکی انقلاب	۳ — ۴	۱۵	۱۰۱
انگورہ قیصریہ ریلوے	۳ — ۴	۱۵	۱۰۱
ترکی کا محرم	۳ — ۴	۱۴	۱۰۰
سابق خلیفہ عبدالمجید کی فرانسیسی شادی	۲۲	۱۸	۶۰۶
سعد پاشا زغلول کی زندگی پر ایک نظر	۱۵	۱۷	۴۰۹
شمالی افریقہ	۲۱	۱۵	۵۷۵
غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا تاریخی خطبہ	۲۲	۱۵	۶۰۳
فلسطین	۳ — ۴	۱۷	۱۰۳
فلسطین کی چٹھی	۱	۲۷	۴۳
مکتوب آستانہ	۱۱	۱۹	۲۹۹
مکتوب آستانہ	۱۳	۱۸	۳۵۴
مکتوب آستانہ	۱۷	۱۵	۴۶۳
مکتوب آستانہ	۲۱	۱۵	۵۷۵
مکتوب آستانہ	۲۵	۱۵	۶۸۷
مکتوب انگورہ	۱	۲۴	۴۰
مکتوب انگورہ	۷	۲۰	۱۹۴
مکتوب چین	۲	۲۵	۷۵
مکتوب چین	۵	۱۹	۱۳۷
مکتوب حجاز	۱۱	۲۰	۳۰۰
مکتوب حجاز	۱۸	۱۴	۴۹۰
مکتوب حجاز	۱۹	۱۶	۵۴۰
مکتوب حجاز	۲۴	۱۹	۶۶۳
مکتوب شام	۳ — ۴	۱۸	۱۰۴
مکتوب شام	۶	۱۱	۱۵۷
مکتوب شام	۱۳	۱۹	۱۵۵
مکتوب عراق	۳ — ۴	۱۶	۱۰۲
مکتوب فلسطین	۲	۲۳	۷۳
مکتوب قسطنطنیہ	۲	۲۱	۷۱
مکتوب قسطنطنیہ	۵	۱۹	۱۳۷
مکتوب قسطنطنیہ	۸	۱۸	۲۲۰
مکتوب قسطنطنیہ	۹	۱۹	۲۳۹
مکتوب قسطنطنیہ	۱۶	۱۱	۴۳۱
مکتوب قسطنطنیہ	۲۳	۱۶	۶۳۲
مکتوب مصر	۱	۲۵	۴۱
مکتوب مصر	۲	۲۳	۷۳
مکتوب مصر	۳ — ۴	۱۹	۱۰۵
مکتوب مصر	۶	۱۰	۱۵۶
مکتوب مصر	۱۳	۱۷	۳۸۱
مکتوب مصر	۱۷	۱۶	۴۶۴
مکتوب مصر	۲۵	۱۸	۶۹۰
نوجوان لڑکی پر ایک نظر	۹	۱۸	۲۴۸

بریدِ فرنگ :

اب میں مرد ہوں	۱۹	۶	۵۱۰
اٹلی کے نئے اصولِ حکمرانی	۸	۱۶	۲۱۸
امریکہ میں الحاد کی قبولیت	۱۱	۱۷	۲۹۷
بدنصیب کروڑپتی	۱۶	۱۰	۴۳۰
ترکی کی نسوانی تحریکات	۲۵	۱۰	۶۸۲
جرمنی کی چٹھی	۲	۲۶	۷۶
دنیا کی مشترک اور عام زبان	۱۸	۴	۴۸۰
دوسرا طوفانِ نوح	۲۴	۱۲	۶۵۶
حجاز اور سمرقند	۲۴	۱۱	۶۵۵
جمہوریت اور شہنشاہیت کی نئی کشمکش	۱	۸	۲۴
روس کا نفس پرست شاہی راہب راس پوٹین	۹	۱۵	۲۴۵
روسی انقلاب کی جوبلی (دسویں سالگرہ کا جشن)	۲۵	۹	۶۸۱
ریاست ہائے متحدہ امریکہ (بین الاقوامی سیاست سے علیحدگی)	۱۱	۱۶	۲۹۶
فرانسیسی اولوالعزمی کی قربانی	۳ — ۴	۶	۹۱
مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات	۲۲	۱۱	۵۹۹
مکتوب امریکہ	۷	۱۹	۱۹۳
مکتوب امریکہ	۱۳	۲۰	۳۵۶
مکتوب جرمنی	۱۸	۱۹	۴۹۵
مکتوب فرانس	۲	۲۶	۷۶
مکتوب فرانس	۳ — ۴	۲۳	۱۰۹

برتر انسان	۱۵	۲	۳۹۴
برقی مچھلیاں	۲	۸	۵۸
ذرۂ آب کی سرگزشت	۱	۵	۲۱
ریڈیم	۸	۳	۲۰۵
عالم سماوی	۱۷	۷	۴۵۵
علوم مادیہ کی ترقی	۱۹	۹	۵۱۳
قانون تورات جسمانی و معنوی	۱۴	۲	۳۳۸
قدما کی مفقود صنعتیں	۲۵	۸	۶۸۰
لاسلکی کا راز	۱۲	۸	۳۱۹
نظریہ ارتقا کا گم شدہ حلقہ	۸	۲	۲۰۴
نظریہ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل	۲۰	۲۰	۵۵۲
نظریہ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل (۲)	۲۱	۱۶	۵۸۶

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں :

سید جمال الدین افغانی	۱۱	۶	۲۸۶
مصطفےٰ فاضل پاشا اور لائحہ اصلاحیہ	۱۶	۶	۴۲۶
مصطفےٰ پاشا الفاضل اور لائحہ اصلاحیہ (۲)	۱۷	۱۳	۱۶۱
مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ	۲۵	۱۸	۶۹۰

مطبوعات جدیدہ :

استحضار و مخاطبات ارواح	۱۰	۴	۲۶۰
ایک صدی قبل ایک مشرقی خاتون کی شرقیت	۶	۳	۱۲۱
پان یورپین تحریک اور امن عالم	۷	۱۲	۱۸۶
رستم بن رضا	۲۳	۲	۶۱۸
سفیروں کا استقبال	۱۹	۸	۵۱۲
شخصی آزادی	۱۴	۶	۳۷۰
علم الآثار مصر	۶	۱۲	۱۵۸
غدر ۱۸۵۷ء اور تصویر کا دوسرا رخ	۱۲	۱۸	۳۲۶
غدر ۱۸۵۷ء اور تصویر کا دوسرا رخ	۱۳	۱۴	۳۵۰
غدر ۱۸۵۷ء تصویر کا دوسرا رخ	۲۴	۱۷	۶۶۱
فتوح الشام کی سریانی تاریخ	۱	۴	۲۰
قابلیت کا مقیاس و میزان	۳ - ۴	۶	۸۸
کیونزم اور اس کے مقاصد	۲۰	۲	۵۳۴
کیا یورپ میں عربی نسل موجود ہے	۲	۷	۵۷
نپولین اور اس کی اخلاقی زندگی	۲۲	۲	۵۹۰
نپولین اور اس کی اخلاقی زندگی	۲۴	۲	۶۲۶

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں :

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ	۷	۴	۱۴۸
انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ	۸	۷	۲۰۹
انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ	۹	۱۰	۲۴۰
انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ	۱۰	۲	۲۵۸

مقالات :

اسلام اور نیشنلزم (۱)	۱	۱۷	۳۳
اسلام اور نیشنلزم (۲)	۲	۱۵	۶۵
اسلام اور نیشنلزم (۳)	۳ — ۴	۲۵	۱۱۱
جدید مذہب روحی	۲۴	۷	۶۵۱
علم اور دین	۱۳	۶	۳۴۲
علم الاجتماع (۱)	۱۵	۸	۴۰۰
علم الاجتماع (۲)	۱۶	۲	۴۲۲
علم الاجتماع (۳)	۱۷	۴	۴۵۲
علم اور کلیسا کا معرکہ	۱۸	۲	۴۷۸
عہد انقلاب اور شخصی استبداد	۱۳	۴	۲۳۰
قانون کی تنقید اور قانون کی توہین	۱۴	۴	۳۶۸
کیونزم اور اس کے مقاصد	۲۲	۹	۵۹۷
لیلیٰ مجنوں	۱۰	۱۵	۲۷۱
لیلیٰ مجنوں	۱۱	۳	۲۸۳
محرم الحرام ۱۳۴۶ھ	۵	۲۱	۱۳۹
محرم الحرام ۱۳۴۶ھ	۷	۲۱	۱۹۵
مستشرقین اور استشراق	۲۱	۴	۵۶۴
مقرر یا سپاہی	۱۲	۹	۳۱۷
معاہدۂ حجاز اور برطانیہ	۱۸	۲۰	۴۹۶

ہندوستان اور مجموعۂ عالم (۱)	۲۰	۱۲	۵۴۴
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (۲)	۲۱	۲	۵۶۳
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (۳)	۲۲	۲۰	۶۰۸
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (۴)	۲۳	۱۴	۶۳۰
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (۵)	۲۴	۱۴	۶۵۸
ہندوستان اور مجموعۂ عالم (۶)	۲۵	۱۶	۶۸۸

سیاحانِ عالم کے مشاہدات وتاثرات	۱۵	۱۳	
سیاحانِ عالم کے مشاہدات وتاثرات	۱۶	۱۸	۴۳۸
صحیح بخاری کا ایک تاریخی نسخہ	۱۴	۹	۳۷۳

عالم شرق واسلام :

شام کی حرکت استقلال	۱	۱۶	۳۲
مرحوم سعد پاشا زغلول	۱۲	۱۰	۳۱۸
مکتوب شام	۸	۱۰	۲۱۲

عالم مطبوعات وصحائف :

آزادی پر دنیا کی نئی نظر	۲	۱۹	۶۹
آشور وبابل کی نئی تاریخ	۲	۱۹	۶۹
امام ابن قیم کی کتاب العلم والعلماء	۸	۲۴	۲۲۶
امریکہ کے شامی اور استقلالِ شام	۲	۲۰	۷۰
انسان کا مستقبل	۲۵	۲۰	۶۹۲
برطانی شہنشاہیت کا تنزل	۲۳	۱۹	۶۳۵
بیگم فہمی کا عجیب مطالبہ	۱۵	۱۱	۴۰۳
پارہ کا فوری علاج	۲	۲۰	۷۰
پروفیسر ہوار کی یادداشت کتب	۸	۲۳	۲۲۵
پریم	۲	۱۸	۶۸
تاریخ کا سب سے بڑا سوانگ	۲	۱۸	۶۸
تاریخ کبیر ذہبی	۲	۱۹	۶۹
تجہیز وتکفین کی فضول خرچیاں	۲	۲۰	۷۰
ترک اور نسلِ ابراہیمی	۲	۱۹	۶۹
ٹرکی کی جدید مردم شماری	۲	۱۹	۶۹
جاپانی اخبارات کی حیرت انگیز ترقی	۲۳	۱۹	۶۳۵
جدید روس کا جدید تمدن	۲	۱۹	۶۹
جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ	۲۲	۱۹	۶۰۷
حجاز کی علمی سرگرمیاں	۲۴	۲۰	۶۶۴
حیوانات کی عمر	۲۲	۱۹	۶۰۷
دنیا کا جدید ترین شہر آسٹریلیا کا نیا دارالحکومت	۱۲	۱۷	۳۲۵
روح (ساتھ اطباء کے مباحث)	۱۹	۱۳	۵۱۷
روسی راہب راسپوٹین کا قتل	۲۳	۱۷	۶۳۳
زلزلے سے پہلے اس کا اعلان	۲۴	۲۰	۶۶۴
شام وفلسطین کے فرقے	۱۵	۱۱	۴۰۳
صناعی آفتاب	۲۴	۲۰	۶۶۴

صناعی آنکھ جورات کو دیکھتی ہے	۲۴	۲۰	۶۶۴
العبر فی اخبار البشر	۸	۲۴	۲۲۶
فلسطین میں آثارِ قدیمہ	۲۳	۱۸	۶۳۴
قدیم ہندوستان میں سانپ کی حیثیت	۲	۱۹	۶۹
کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہے	۲۴	۱۹	۶۶۳
مشتری کے متعلق تازہ معلومات	۲۵	۲۰	۶۹۲
نہایت العرب اور مسالک الابصار	۱	۲۹	۴۵
لوران کی آئندہ مسیحی کانفرنس	۲	۱۹	۶۹
مدبرین انگلستان کے بعض اقوال	۲۳	۲۰	۶۳۶
ہمسٰی	۲۳	۳۰	۲۳۶
علم اور مسیحی کلیسا	۲۳	۱۹	۶۲۷

علمی خبریں :

ترکی خواتین کا لباس	۵	۲۴	۱۴۲
جدہ میں عربی بنک	۵	۲۴	۱۴۲
فرانس کا جنگی نظام	۵	۲۴	۱۴۲
ہوا سے الاسکا کی پیمائش	۵	۲۴	۱۴۲
عمالیق یا دراز قد آدمی	۳—۴	۵	۸۷
عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت	۲۰	۱۹	۵۵۱
فلسطین کی چٹھی	۱	۲۷	۴۳
کیمونزم اور اس کے مقاصد	۲۱	۷	۵۶۷
کیمونزم یا اشتراکیت	۲۳	۱۲	۶۲۸
کیا قانون کی نکتہ چینی قانون کی توہین ہے	۱۳	۱۸	۳۴۴
ماں (مادری محبت وشعور پر چند خیالات)	۲	۶	۵۶
مختارات	۱	۲۰	۲۷۶
مختارات	۱۳	۱۲	۳۴۸
مختارات (بادشاہوں کو ہدیہ)	۱۶	۴	۴۲۴
مختارات (حب ذات کس میں زیادہ ہے مرد میں یا عورت میں)	۱۵	۷	۳۹۹
مختارات (علماء کی خوش مزاجی)	۱۶	۴	۴۲۴
مختارات (عورت کی طاقت)	۱۶	۴	۴۲۴

مذاکرۂ علمیہ :

انسان کی تخلیق وظہور کا اولین محل	۳—۴	۴	۸۶
انسان کی عمر درازی اور اعادۂ شباب	۶	۵	۱۵۱
انسان کی عمر درازی اور اعادۂ شباب	۹	۵	۱۲۷

دنیا کی سب سے پرانی کتاب طب	۹	۸	۲۳۸
دوزی	۲۱	۶	۵۶۶
دو شہیدانِ وطن کی پھانسی کا ایک منظر	۱	۱۶	۳۲
ڈائنا کے مندر کا بقایا	۱۲	۳	۳۱۱
ڈاکٹر ورونوف	۵	۱۰	۱۲۸
ڈاکٹر ورونوف	۶	۵	۱۵۱
ڈاکٹر گورسکی	۵	۱۰	۱۲۸
ڈاکٹر منڈل	۱۳	۲	۴۱
رستم بن رضا	۲۰	۱۰	۵۴۲
رشید مصر کا مشہور پتھر	۹	۹	۲۳۹
روح کا ابتدائی ظہور	۲۴	۸	۶۵۲
روح کا تمثل اور تشکل	۲۴	۸	۶۵۲
روح کا تمثل ایک سفید دھویں کی شکل میں	۱۰	۵	۲۶۱
روسی ماشنوف	۳ - ۴	۵	۸۷
ریمیسس ثانی اور اس کی لڑکی کا مجسمہ	۲۳	۹	۶۲۵
سابق قیصر جرمنی	۱	۸	۲۴
سرکونن ڈائل	۱۰	۵	۲۶۱
سرمایہ داری کی ہمہ گیری کی مجسم تمثیل	۲۰	۱۰	۵۴۲
سلطان پاشا اطرش اور دروزی مجاہدین	۱۰	۱۳	۲۶۹
سلطان عبدالحمید	۱۸	۶	۴۸۲
سلطان عبدالحمید	۱۸	۸	۴۸۴
سلطان عبدالحمید کے دورِ حکومت کا خاتمہ	۱۸	۹	۴۸۵
سلطان عبدالعزیز	۱۸	۷	۴۸۳
سلطان عبدالعزیز ابن سعود	۲۴	۱۱	۶۵۵
سلطان محمد فاتح	۱۵	۵	۳۹۷
سلطان محمود مصلح	۱۸	۶	۴۸۲
سلطان مصر کے وزرا	۲۵	۵	۶۷۷
سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوری	۲۵	۴	۶۷۶
سلوسٹر دی ساسی	۲۱	۵	۵۶۵
سمرقند کے ایک اجتماع کا مرقع	۲۴	۱۱	۶۵۵
سولی پر لٹکتی ہوئی ایک نعش	۱	۱۶	۳۲
سویت کے اعلیٰ حکام	۲۵	۱۰	۶۸۲
سید جمال الدین اسد آبادی (مصر کا پہلا سفر ۱۸۶۹ء)	۱۱	۶	۲۸۶

سید جمال الدین اسد آبادی (قسطنطنیہ میں ۱۸۷۰ء)	۱۱	۶	۲۸۶
سید جمال الدین اسد آبادی (کلکتہ میں ۱۸۷۹ء)	۱۱	۶	۲۸۶
سید جمال الدین اسد آبادی (پیرس میں ۱۸۸۳ء)	۱۱	۶	۲۸۶
سید جمال الدین اسد آبادی (بصرہ میں ۱۸۸۹ء)	۱۱	۶	۲۸۶
سید جمال لدین اسد آبادی (ایران میں باردوم ۱۸۹۰ء)	۱۱	۷	۲۸۷
سید جمال الدین اسد آبادی (قسطنطنیہ میں باردوم ۱۸۹۲ء)	۱۱	۷	۲۸۷
شام کے پایۂ تخت دمشق کا ایک منظر	۸	۱۱	۲۱۳
شہر دمشق کا ایک عمومی منظر	۱۰	۱۳	۲۶۹
شیخ خلیل بکری	۷	۱۱	۱۸۵
شیخ خلیل بکری	۲۳	۳	۶۱۹
شیخ عبداللہ شرقاوی	۷	۱۰	۱۸۴
شیخ سلیمان فیومی	۷	۱۱	۱۸۵
صحرا گوبی کے ایک سرسبز گوشہ کا منظر	۳ - ۴	۴	۸۶
صحیح بخاری کے نسخۂ ربوی کا عکس	۱۴	۱۰	۳۷۴
طاہر بے	۲۱	۹	۵۶۹
طاہر بے تابوت سے نکالا گیا ہے	۲۱	۱۰	۵۷۰
طلعت بے	۱۹	۲	۵۰۶
عبدالرحمٰن بن محمد ابن خلدون	۱۵	۸	۴۰۰
عرب اطبا اٹلی کے شاہی محل میں	۶	۳	۱۴۹
عربی فوج کا ایک منظر	۱	۱۵	۳۱
عرضِ عبودیت	۱۸	۹	۴۸۵
عرفات میں حاجیوں کا اجتماع	۲	۱۱	۶۱
عملی آدمی (تصویر ۳)	۳ — ۴	۸	۹۰
عملی دماغی آدمی (تصویر ۲)	۳ — ۴	۸	۹۰
غازی مصطفیٰ کمال پاشا	۱۳	۴	۳۴۰
غازی مصطفیٰ کمال پاشا	۱۸	۱۰	۴۸۶

فہرست تصاویر

عنوانات	شمارہ نمبر	صفحہ نمبر	اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر
آئرلینڈ کا ایک عملاق	۳ — ۴	۵	۸۷
ابو عبداللہ	۱	۱۴	۳۰
ابو عبداللہ کی ایک مزرکش قبا	۱	۱۴	۳۰
ابیڈس مندر کی دیوار کا ایک مرقع	۲۳	۹	۶۲۵
احمد سعد زغلول، فقید الشرق	۱۲	۱۱	۳۱۹
اطراف دمشق کا ایک تاریخی قصبہ	۱۰	۱۴	۲۷۰
اسکندریہ کا شہرۂ آفاق منارہ	۱۲	۴	۳۱۲
اسموئیل کرومبٹن	۶	۹	۱۵۵
الدیر	۶۹	۵	۵۰۹
امیر محمد بن عبدالکریم	۱۹	۱۲	۵۱۶
انسان اور گوریلا کا دماغ	۸	۲	۲۰۴
ایڈیدن کا ترمیر	۲۱	۵	۵۶۵
ایک اسرائیلی فرقہ کا رہنما	۲۴	۱۲	۶۵۶
ایک بچاسی برس کا بوڑھا آدمی	۵	۱۱	۱۲۹
ایک بچہتر برس کا بوڑھا آدمی	۵	۱۱	۱۲۹
ایک پھانسی کا منظر	۲	۱۲	۶۲
ایک جرمن عورت	۳ — ۴	۵	۸۷
ایک دوسری نعش مکمل حالت میں	۹	۸	۲۳۸
ایک زنانہ اسکول کی ترک لڑکیاں	۲۵	۱۲	۶۸۴
ایک قدیم مرقع	۱۶	۵	۴۲۵
بالشویک روس کی عدالت	۲۰	۱۰	۵۴۲
برف کے بلوری ٹکڑے	۱	۶	۲۲
بہرام آغا خواجہ سرا	۱۸	۱۰	۵۹۹
بیگم زغلول	۲۲	۱۱	۴۸۶
پادری کینن ویبسٹر	۲۳	۱۱	۶۲۷
پرائمرڈی ریوا	۱۳	۵	۳۴۱
پیرس کی مسجد اور عربی چمنستان کا مصور نمونہ	۱۹	۱۲	۵۱۶
تارپیڈو برقی مچھلی	۲	۹	۵۹
تارپیڈو کا برقی خزانہ	۲	۹	۵۹

عنوانات	شمارہ نمبر	صفحہ نمبر	اکادمی اڈیشن کا صفحہ نمبر
ترک خواتین کی ایک انجمن کا اجلاس	۲۵	۱۱	۶۸۳
تھریسا اور راہبہ	۲۰	۱۱	۵۴۳
تھریسا بے ہوشی کی حالت میں	۲۰	۱۱	۵۴۳
توت آنخ آمون کا تابوت	۹	۹	۲۳۹
ڈونگس میں جوکھو پڑی ملی ہے	۸	۳	۲۰۵
جان جاک روسو	۸	۷	۲۰۹
جاوید بے	۱۹	۲	۵۰۶
جدید ترکی خواتین	۲۵	۱۰	۶۸۲
جدید ترکی خواتین	۲۵	۱۰	۶۸۲
جلوس کا ایک خاص حصّہ	۲۵	۱۰	۶۸۲
جمال پاشا	۱۹	۲	۵۰۶
جی۔ براؤن	۲۱	۶	۵۶۶
جیک اپسٹین، سنیا اور انور	۲۴	۱۲	۶۵۶
چترنجن داس	۳ - ۴	۱۲	۹۴
چترنجن داس، موت سے دو دن پہلے	۳ - ۴	۱۲ الف	۹۵
چرچل، مسٹر	۶	۵	۱۵۱
حسین رامی پاشا	۱۸	۱۰	۴۸۶
خالدہ ادیب خانم	۲۵	۱۲	۶۸۴
داراشاہ ایران کے نقوش خط میخی میں	۹	۹	۲۳۹
دارجلنگ میں جنازہ کا کلکتہ کی طرف کوچ	۳ - ۴	۱۲ ب	۹۶
دمشق کی ایک قدیم مسجد	۱۰	۱۴	۲۷۰
دمشق کی تاریخی مسجد "جامع التکیہ" کا داخلی منظر	۱۰	۱۴	۲۷۰
دمشق کے محلہ میدان کا ایک منظر	۲	۱۲	۶۲
دمشق میں دو وطن پرست کی نعشیں	۲	۱۲	۶۲
دماغی آدمی	۳ - ۴	۸	۹۰
دماغی عملی آدمی	۳ - ۴	۸	۹۰

جلد ہفتم

الہلال

۱۰ر جون تا ۹ر دسمبر ۱۹۲۷

ابوالکلام آزاد

اترپردیش اردو اکادمی
لکھنؤ

غازی مصطفیٰ کمال پاشا	۱۹	۳	۵۰۷
غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور ان کی سابق بیوی	۲۵	۱۱	۶۸۳
غرناطہ کے قاضیوں کی مجلس	۱	۱۵	۳۱
فرانس اعلان کرتا ہے	۱۰	۱۳	۲۶۹
فواد اول سلطانِ مصر	۶	۷	۱۵۳
فیلپ نیل	۶	۸	۱۵۴
قانونِ توارث کا ایک عملی مشاہدہ	۱۳	۳	۳۳۹
قدیم ترکی فوج کا ایک منظر	۱۸	۶	۴۸۲
قربان گاہ	۱۹	۴	۵۰۸
قسطنطنیہ کی مسلمان عورتوں کا مظاہرہ (۱۹۲۱ء میں)	۲۲	۱۲	۶۰۰
قسطنطنیہ میں خواتین کے ایک خیراتی بازار کا افتتاح	۲۲	۱۲	۶۰۰
کپتان نجیسر	۳ - ۴	۹	۹۱
کلکتہ کی تمام آبادی سڑکوں پر	۳ - ۴	۱۲- ج	۹۷
گلوزل کے آثار کا ایک حصہ	۲۴	۱۰	۶۵۴
لاسلکی عکاسی (عورت)	۲۰	۱۰	۵۴۲
لاسلکی عکاسی (مرد)	۲۰	۱۰	۵۴۲
لیڈی اسٹن ہوپ	۵	۴	۱۲۲
لیڈی اسٹن ہوپ لامارٹین کے ہمراہ	۵	۵	۱۲۳
لینن	۱۳	۵	۳۴۱

"محبت اور قربانی" کا ایک منظر	۵	۷	۱۲۵
محمود شوکت پاشا	۱۹	۳	۵۰۷
مدحت پاشا	۱۸	۸	۴۸۴
مراد بک مملوک	۷	۱۰	۱۸۴
مصر کی ایک محفوظ ممی	۹	۸	۳۱
مصری خواتین کا نقاب	۲۲	۱۱	۵۹۹
مصری دیوتا ممفن کابت	۲۳	۹	۶۲۵
مصریوں کے دو دیوتا	۲۳	۹	۶۲۵
مصطفیٰ فاضل پاشا	۱۸	۷	۴۸۳
منجمد نہر کا ایک منظر	۱	۷	۲۳
منیٰ میں حاجیوں کا پڑاؤ	۲	۱۰	۶۰
موسم حج میں مسجد حرام کا اجتماع جمعہ	۲	۱۰	۶۰
موسولینی	۱۳	۵	۳۴۱
نپولین مصری اسلامی لباس میں	۷	۱۰	۱۸۴
والٹیئر	۷	۵	۱۷۹
وہ کھوپڑی جو ٹونگس میں ملی ہے	۸	۲	۲۰۴
ہوائی سفر کا ایک نیا تجربہ	۲۰	۹	۵۴۱
ہوائی سفر کا ایک نیا تجربہ	۲۰	۹	۵۴۱
ہوٹو یک دیرنبرگ	۲۱	۶	۵۶۶
یورپ کا ایک نیا نقشہ	۲۳	۱۰	۶۲۶
یونان کی ایک دیوی کا مجسمہ	۹	۲	۲۳۲

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الكريم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱ — کلکتہ : جمعہ ۹ ذوالحج ۱۳۴۵ ھجري — جلد ۱
Calcutta : Friday, June 10. 1927.

فہرس

افتتاحيہ ۲

مطبوعات جديدہ

فتوحات شام کي سرياني تاريخ ۳

مذاکرۂ علميہ

ذرۂ آب کي سرگذشت ۵

بريد فرنگ

جرمني ميں جمہوريت اور شاہيت کي کشمکش ۸
حسن و عشق اور تاج و تخت ۱۰

آثار عتيقہ

اندلس ميں اسلامي تمدن کا آخري نقش قدم ۱۲

عالم عربي و اسلام

شام کي جنگ استقلال ۱۶

مقالات

اسلام اور نيشنلزم ۱۷

بصائر و حکم

مدبر اور مومن کا ايک دلچسپ مکالمہ ۲۰

تفريح و ترويح فکر

بعض مشہور آدميوں کے لطيفے ۲۳

بريد شرق

مکتوب انقرہ ۲۴
مکتوب مصر ۲۵
مکتوب فلسطين ۲۷

خواطر و سوانح

اخباري زندگي کا ايک لمحہ ۲۸

عالم مطبوعات و صحائف

نہاية الارب اور مسالک الابصار ۲۹
مذہب اور دنياے جديد ۲۹

اعتذار

(۱) الہلال کي اشاعت ميں اندازہ سے زيادہ تاخير ہوئي۔ اميد تھي کہ نئے ٹائپ کي مطلوبہ مقدار پہلي مئي تک مل جائيگي اور پہلے ہفتہ سے پرچہ نکل جائيگا ' ليکن پہلي مئي کي جگہ مئي کے اواخر تک بھي ٹائپ کي کافي مقدار طيار نہوسکي ' اور سارا مہينہ اسي انتظار ميں نکل گيا - اب بھي جسقدر ٹائپ مہيا ہوا تھا وہ کافي نہ تھا - کم از کم ايک ہفتہ اور انتظار کي ضرورت تھي ليکن چونکہ اب زيادہ تاخير نا قابل برداشت تھي ' اسلئے کسي نہ کسي طرح پہلا نمبر مرتب کرکے شائع کر ديا جاتا ہے - اميد ہے کہ اس ہفتہ ٹائپ کي پوري مقدار حاصل ہوجائيگي ' اور جرمني اور قاہرہ کا ٹائپ بھي پہنچ جائيگا جسکا ايک عرصہ سے انتظار تھا .

(۲) اسي سبب سے اس نمبر کے بعض اہم مضامين درج ہونے سے رہگئے - " باب التفسير " کا حصہ ٹائپ کيلئے چھوڑ ديا گيا تھا ' ليکن ٹائپ کي کمي کي وجہ سے کمپوز نہ ہوسکا اور اسي طرح " مطبوعات جديدہ " کا ايک صفحہ ديکر فارم پورا کرديا گيا - حالانکہ اسکي جگہ اِس فارم ميں نہ تھي - انشاء اللہ آيندہ نمبر سے تمام ابواب اپني اصلي ترتيب ميں درج ہوسکينگے .

(۳) ايک اہم سوال آيندہ الہلال کے مضامين اور انکے طرز بيان کا ہے - يہ ظاہر ہے کہ الہلال کے فوائد عام نہيں ہوسکتے جب تک کہ اسکا دايرۂ بحث و نظر عام فہم نہو - اور عام فہم جبھي ہوسکتا ہے جبکہ مطالب کے سہل ہونے کے ساتھہ انکا اسلوب بيان اور زبان بھي سہل ہو - ليکن مشکل يہ ہے کہ ہر طرح کے مطالب کا عام فہم طريقہ پر بيان کرنا آسان نہيں ' بعض دقيق اور علمي مطالب ايسے ہوتے ہيں کہ انہيں کتنا ہي کھولکر بيان کيا جاے ' ايک حد تک مشکل اور گراں ضرور ہونگے - اس مشکل کا ہم نے يہ حل سونچا ہے کہ آيندہ الہلال ميں دونوں قسم کے مضامين درج کئے جائيں ' بڑا حصہ تو سہل و عام فہم ہو ' ليکن کچھہ حصہ بلند اور خاص قسم کا بھي ہو - اس طرح عوام و خواص ' دونوں کے ذوق و نظر کا سامان مہيا ہوجايگا - باقي رہا زبان کا معاملہ ' تو وہ ہر حال ميں حتي الوسع سہل اور صاف اختيار کي جائيگي ' کسي درجہ کا موضوع ہو ' ليکن اسلوب بيان مشکل اور دير فہم نہوگا .

کي رهائي سے نئي اميديں فروغ پانے لگيں ' هندو مسلمان کے باهمي تفرقه اور اسکے پيچ در پيچ معاملات کے جنکي ابتدا سنه ۱۹۲۳ ميں هوچکي تهي ' اب زياده وسيع اور گہري حالت اختيار کرلي ' اور اسلئے اصلاح حال کي کوششوں کي اهميت اور مقدار بهي نه چند هوگئي - نتيجه يه نکلا که دنوں نے هفتوں کي شکل اختيار کي ' هفتے تيزي کے ساتهه مهينے بنے ' اور مهينوں نے ديکهتے ديکهتے برس کا دائره پورا کرديا - اس طرح سنه ۱۹۲۴ - کا خاتمه بهي سامنے آگيا اور مجهے سر اٹهانے کي مهلت نه ملي .

⁂

اب جو چيز ميرے ارادوں کي تعميل ميں سب سے بڑي روک تهي ' وه مسٹر سي ' آر ' داس کا وجود تها - وه کسي طرح بهي اس پر راضي نهيں هوتے تهے که ميں کلکته کا قيام ترک کروں ' اور ميں محسوس کرتا تها که ميرے تمام ارادوں کي تعميل کے لئے کلکته کا قيام ترک کرنا سب سے پہلي چيز هے - کئي ماه اسي کشمکش ميں نکل گئے - بالآخر ستمبر سنه ۲۴ - ميں ميں نے اراده کرليا که کسي نه کسي طرح يه منزل طے کرليني چاهيے - چنانچه دهلي کے قيام کا اراده کيا اور نقل مکان کے تمام ضروري انتظامات عمل ميں لانا شروع کرديے - يہانتک که اواخر دسمبر ميں کتب خانه بهي صندوقوں ميں بند هوکر کلکته سے دهلي پہنچ گيا که ميرے نقل مکان کي سب سے بڑي متاع يهي تهي .

ليکن جنوري سنه ۱۹۲۵ - ميں جب بلگام کانگرس سے واپس هوا اور ميرے نقل قيام کے معامله نے شهرت پائي ' تو مسٹر سي ' آر ' داس اپنے اوصاف و محاسن کي ساري گيرائيوں اور محبت و رفاقت کي تمام کششوں کے ساتهه کچهه اس طرح راه روک کر کهڑے هوگئے که ميرے لئے دهلي کي طرف قدم اٹهانا ناممکن هوگيا - يقيناً ميرا اراده متزلزل نه هوتا اگر ان کے ساتهه ملک کے بعض اهم مقاصد کي اميديں بهي صف آرا نه هوجاتيں - يه وه وقت تها جب ملک کي عام حالت کي طرف سے ميں نهايت افسرده دل رکهتا تها ' اور نهايت اضطراب کے ساتهه محسوس کر رها تها که اگر کانگرس کے هندو رهنماؤں ميں سے ايک اولوالعزم شخص بهي ايسا نکل آئے جو هر طرح کي سياسي مشغوليتيں اور انکے سود و زياں کي آلودگياں چهوڑ کر صرف ملکي مسئله کے حل کے لئے اٹهه کهڑا هو ' تو ميں باوجود هر طرح کے افسرده کن حالات کے اميد و مراد کا ايک کامياب قدم اٹها سکتا هوں - ميرے دل پر اس جوانمرد سياست کي خوبياں نقش تهيں - مجهے يقين تها که مهاتما گاندهي کے بعد يهي ايک شخص هے جو اگر آماده کار هوگيا تو بهت ممکن هے راه کي رکاوٹيں دور کي جاسکيں - وه مجهے همرهي و رفاقت کا يقين دلاتے تهے اور مستعد تهے که بنگال کونسل کے آينده معرکه کے بعد همه تن اس کام کيلئے وقف هوجائينگے - نتيجه يه نکلا که اتني دور تک قدم اٹها دينے کے بعد ' پهر واپس لوٹنا پڑا اور اس سلسله ميں وقت و مصارف کے جو گراں قدر نقصانات پيش آئے ' برداشت کرلينے پڑے

ليکن اس اثنا ميں مشيت الٰهي ايک دوسرا هي فيصله کر چکي تهي - مسٹر داس مجهے روک کر دارجلنگ گئے ' ليکن وهاں پيک اجل خود انهيں روک لينے کي طياري کر رها تها - جولائي ميں يکايک ان کا انتقال هوگيا ' اور کلکته واپس آئے تو اس طرح واپس آئے که هميشه کے لئے رخصت هوچکے تهے ' اور انکے ساتهه وقت کي وه اميديں بهي رخصت هوچکي - تهيں جنکي صف کهڑي کرکے انهوں نے پانچ ماه پہلے ميري راه روکي تهي !

درپي چمن که بهار و خزاں هم آغوش ست
زمانه جام بدست و جنازه بردوش ست

⁂

بهر حال کهانتک اس افسرده کن داستان کو طول ديا جاے ؟ مختصر يه هے که يکے بعد ديگرے اس طرح کے حالات پيش آتے رهے اور وقت جو اپني تيز رفتاري ميں کبهي همارے حالات کي پروا نهيں کرتا ' برابر نکلتا گيا ' اور ديکهتے ديکهتے سنه ۱۹۲۳ - کي جگه سنه ۱۹۲۶ - کا خاتمه سامنے آگيا !

يک لمحه غافل بودم و صد ساله راهم دور شد !

اب بهي طبيعت کا ميلان کسي ايسي ذمه داري قبول کرنے کي طرف نه تها - ليکن انساني طبيعت کے انفعال و تاثر کا کچهه عجيب حال هے - گزشته ستمبر ميں اشغال کے پے در پے التوا اور ملک کي اجتماعي و ذهني ضروريات کے تقاضے سے طبيعت کچهه اس طرح متاثر هوگئي که جب ايک موقعه پر بعض دوستان عزيز نے خصوصيت کے ساتهه الهلال کي اشاعت پر زور ديا اور اس کي ضرورت کے مختلف پهلوؤں پر توجه دلائي تو طبيعت انکار کي طرف مائل نه هو سکي - خيال هوا که ميرے ذاتي حالات کا مقتضا کچهه هي کيوں نه هو ' ليکن ترجيح وقت کي ضرورت هي کو هے ' اور کام کرنے والوں کيلئے ناگزير هے که اسکے سامنے سر تسليم خم کرديں -

ايک حقيقت بالکل واضح تهي ' اور اس کا ميرے پاس کوئي جواب نهيں تها - يه واقعه هے که اگر سنه ۱۲ - اور سنه ۱۶ - ميں الهلال ضروري تها تاکه مقصد و عمل کي مسدود راه قوم پر کهول دے ' تو سنه ۲۷ - ميں بهي وه ضروري نهيں هے تاکه سفر کي سب سے بڑي نازک اور پر خطر منزل ميں وقت کي رهنمائي کرے - مجهے تسليم کرنا پڑا که اگر تقسيم عمل کے فقدان سے اس ضرورت کا کوئي دوسرا انتظام موجود نهيں ' تو چاهيے که اپني تمام ناتوانيوں اور درماندگيوں کے ساتهه غيرت و عمل کے مختلف گوشوں ميں جسقدر بهي کام کرسکتے هيں ' کرتے رهيں - اقلاً کوشش سے باز نه آئيں - سعي کي تکميل اور توفيق کي مساعدت مشيت الٰهي کے فيصله پر موقوف هے ' اور جو اسکے کرنے کي چيز هے وه اسي کے حواله کردني چاهيئے .

⁂

الهلال کے تيسرے دور کا پهلا پرچه شائع کرتے هوے معلوم نهيں وقت کے فکر و تصور کے هر گوشے ميں جنبش پيدا کردي هے - افکار و مطالب کا هر طرف سے هجوم هے - قلم کي درماندگي اور گنجائش اوراق کي کوتاهي کسي طرح بهي اسکا ساتهه نهيں دے سکتي - جي چاهتا هے ' گياره سال کي خاموشي کي تلافي ايک هي مجلس ميں کرديجيے :

روي بازار مراد امروز ترقي با منست
ديدهٔ ترمي فروشم دامن تر مي خرم !

ليکن مشکل يه هے که طبيعت ميں طوالت بيان کي متحمل نهيں اور رشتهٔ بيان کا يه حال هے که ايک مرتبه کهل جاے تو پهر جلد لپيٹا نهيں جا سکتا :

اين رشته به انگشت نه پيچي که درازست !

مجبوراً قلم روکتا هوں - آج کے ليے اس سے زياده کي ضرورت نهيں - باقي مطالب جو اس موقعه کے لحاظ سے ضروري تهے ' انکے ليے آينده اشاعت کا انتظار کيجيے - اب گياره برس کے بعد يه برهم شده مجلس دوبارہ پهر آراسته هوتي هے تو جهانتک جوش بيان اور ذوق سماع ساتهه ديگا ' مجهے کهنا هے اور حريفان بزم کو سننا هے :

زخمه بر تار رگ جاں مي زنم
کس چه داند تا چه دستاں مي زنم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مئے کہ می رود امروز در گلوئے دو کون
کمینہ جرعۂ تہ شیشہ ہائے دوش من ست!

الحمد لله وحده - الہلال کا پہلا نمبر جون سنه ۱۹۱۲ - میں شائع ہوا تھا اور آخري نمبر نومبر سنه ۱۹۱۴ میں - پھر نومبر سنه ۱۹۱۵ سے دوسرا سلسلۂ اشاعت "البلاغ" کے نام سے شروع ہوا اور مارچ سنه ۱۹۱۶ میں ختم ہوگیا - اب یه تیسرا سلسلۂ اشاعت ہے جو کامل گیاره برس کے بعد از سر نو شروع ہوتا ہے :

ربنا آتنا من لدنک رحمة وهيء لنا من امرنا رشدا .

⁂

اس دنیا میں انسان کي بے چارگي اور مشیت الہي کے حکم و سلطان کا سب سے بڑا مظہر انساني ارادوں کي نا کامي اور قضاء مشیت کا فیصله ہے - اسي لئے بعض عرفاء نے کہا ہے که "عرفت ربي بفسخ العزائم" یه عجیب بات ہے که سنه ۱۹۱۶ - کے اواخر سے لیکر گذشته ستمبر تک کوئي خیال بھي میرے ذہن سے اسقدر بعید نه تھا جسقدر الہلال کي سه باره اشاعت اور اسکي ذمه داریاں قبول کرنے کا خیال تھا - میري شخصي زندگي اور اسکي احتیاجات ' نیز قومي و علمي مقاصد اور انکا مقتضي ' دونو اس بات کے مخالف تھے که الہلال جیسے رساله کي هفته وار اشاعت کي ذمه داري تیسري مرتبه اپنے اوپر لیتا - جہانتک میري شخصي حالت کا تعلق ہے ' سب سے پہلا سوال صحت کا تھا اور میں دیکھه رہا تھا که وه روز بروز کمزور ہو رہي ہے ' اور یه زندگي کي ابتدائي احتیاطوں کے خلاف ہوگا اگر سنه ۱۹۱۲ اور سنه ۱۹۱۶ کي سي محنتیں پھر اسکے لئے مہیا کي جائیں - قومي و علمي مقاصد کا یه حال تھا که بعض اہم تصنیفات کي تکمیل و اشاعت عرصه سے ملتوي چلي آتي تھي ' اور الہلال جیسے رساله کي هفته وار اشاعت کا بوجھ اٹھا لینے کے بعد مشکل تھا که انکے لیے فراغ خاطر میسر آسکتا - اسکے علاوه طبع و فکر کي کاوشوں اور طلب و نظر کي وسعت پیمائیوں نے بے شمار ارادے نہاں خانۂ دل میں جمع کر رکھے تھے - ان سب کیلئے بھي اوقات فراغ کي ضرورت اور خلوت و انزوا کي جستجو تھي - یہي وجه ہے که ۶ - جنوري سنه ۱۹۲۳ - میں جب قید خانه سے نکلا تو اس بارے میں ایک طے شده اراده اپنے سامنے رکھتا تھا - خیال تھا که جونہي وقت کي سیاسي مشغولیت مہلت دیگي ' پہلا کام یه کرونگا که چار پانچ سال کیلئے کسی ایسے گوشے میں که صحت کي درماندگیوں کیلئے سودمند اور چند رفقاء علم و عمل کي موجودگي سے دلپسند ہوگا ' مقیم ہوجاؤنگا اور اپنے پیش نظر علمي و عملي مقاصد کي مشغولیت و تکمیل کے سوا اور کسي کام سے علاقه نہیں رکھونگا :

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے !

احباب و مخلصین میں جن حقیقت شناسوں کي نظر ان کاموں کي اہمیت پر تھي وه تو انھي کے متمني تھے ' لیکن عام طور پر لوگوں کو طلب الہلال کي تھي - کوئي وقت بھي اسکي طلب و اصرار سے خالي نہیں جاتا تھا ' تاہم میري طبیعت کا یه حال تھا که کسي طرح بھي اسکے لئے آماده نہیں ہوتي تھي - تمام تر جستجو اسي بات کي تھي که فراغ خاطر اور جمعیت طبع کے ساتھه اپني علمي زندگي میں مشغول ہوجاؤں اور ان ارادوں کي تکمیل کي سعي کروں جو مدتوں سے وقت و مہلت کے منتظر ہیں -

⁂

لیکن اس تمام طلب و جستجو کا بالآخر نتیجه کیا نکلا ؟

یه نکلا که وقت کے تقاضے ' احباب کے پیہم اصرار ' اور التوا و انتظار عمل کي ناقابل برداشت حالت سے عاجز آکر مشغولیت کي وہي صورت اختیار کرلیني پڑي جس سے سالہا سال تک اس درجه گریزاں رہا تھا - یعني فیصله کرلینا پڑا که الہلال جاري کردیا جائے ' اور ساتھه ہي تصنیف و تالیف کا سلسله جاري رکھنے کي بھي کوشش کي جائے - اگر دونوں کاموں کا بیک وقت انجام دینا دشوار ہے تو دشواري پر غالب آنا چاہئے - اگر صحت ساتھه نہیں دیتي تو کیا مضائقه ؟ آئیے ساتھه لیتا چلئے - ضرورت ہماري درماندگیوں اور معذوریوں کا انتظار کیوں کرے ؟ کیوں وہي نہو جو ہماري پسند اور انتخاب ہے ؟ کیوں وه نہو جو وقت کا حکم اور مشیت الہي کا فیصله ہے ؟

سالہا سال سے جس تمناے فراغ اور کیمیاے سکون کي جستجو تھي ' بالآخر اسکا نتیجه نکلا تو یه نکلا :

این رسم و راه تازه ز حرمان عهد ماست
عنقا به روزگار کسے نامه بر نبود !

⁂

جنوري سنه ۲۰ - سے لیکر دو سال تک کا زمانه تحریک خلافت و لا تعاون کا زمانه تھا اور اسکي خود فروشانه سرگرمیوں میں اتني مہلت ہي نہیں مل سکتي تھي که مستقبل کي طرف نظر اٹھائي جائے - لیکن ۱۰ - دسمبر سنه ۱۹۲۱ - کو جب میں گرفتار ہوگیا ' اور اسکے چند ماه بعد مہاتما گاندھي کي گرفتاري پر تحریک کي عملي سرگرمیاں ختم ہوگئیں ' تو قید خانه کي کوٹھري میں موقعه ملا که مستقبل کي طرف نظر اٹھاؤں اور وقت کي ضرورتوں اور اپني استعداد کار کو سامنے رکھتے ہوئے آیندہ کاموں کا فیصله کروں - میں نے فیصله کیا ' اور اسي مطمئن دل و دماغ لیکر ۶ - جنوري سنه ۲۳ - کو باہر نکلا ' لیکن باہر نکلنے کے بعد ملک کي جو صورت حال سامنے آئي ' وه بھي [illegible] نظر انداز کردي جاتي - تحریک کي عملي قوتیں ختم ہوچکي تھیں ' تفرقه و انتشار ہر گوشے میں نمایاں تھا ' کانگریس دو متحارب جماعتوں میں بٹ گئي تھي ' اور ایک دوسرے کے خلاف صف آرائي شروع ہوگئي تھي - ضروري تھا که بقدر استطاعت اصلاح حال کي کوشش کي جاتي - لیکن جب کوشش شروع کي تو بتدریج اسکا دامن پھیلتا گیا - یہانتک که پورا سنه ۱۹۲۳ - اسي میں نکل گیا -

جنوري سنه ۲۴ - میں حالات نے نئي صورتیں اختیار کیں - کانگریس کي ایک جماعت نے اسمبلي اور کونسلوں کیلئے [illegible] اور ملک کي سیاسي خاموشي میں ہلچل پیدا کردي - مہاتما گاندھي

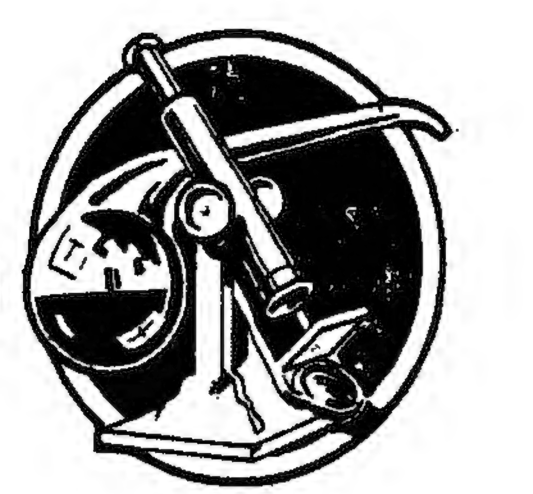

مذاکرہ علمیہ

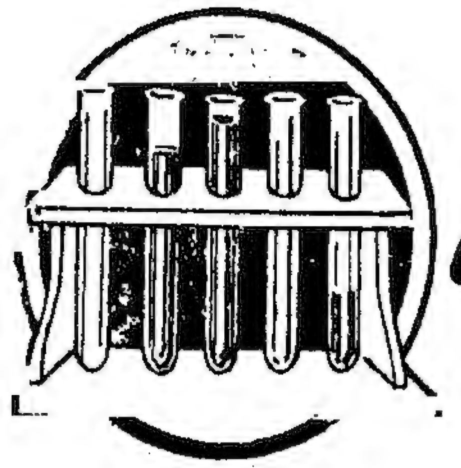

ذرۂ آب کی سرگزشت

علمی مطالب کے بیان کا ایک دلچسپ اور دلنشیں طریقہ یہ ہے کہ تمثیلات و حکایات کے پیرایہ میں بیان کیے جائیں تاکہ وہ لوگ بھی دلچسپی لے سکیں جو علمی مطالب کے خشک مباحث کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ یورپ کے بعض اہل قلم اس قسم کی ادبیات لکھنے میں شہرت و امتیاز حاصل کر چکے ہیں۔ منجملہ انکے مسٹر وبر شیلڈ ہیں جو شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے رسالہ سائنٹفک امریکن میں ایک دلچسپ سلسلہ لکھنا شروع کیا تھا جسکے ہر نمبر میں کوئی ایک علمی موضوع بطریق تمثیل و حکایت بیان کرتے تھے۔ ہم آج اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ یہ ذرۂ آب کی سرگزشت ہے اور خود اسی کی زبانی بیان کی گئی ہے۔ پانی کا وہ چھوٹا سے چھوٹا خوردبینی (Microscopic) ذرہ جو چشم غیر مسلح (Naked eye) سے دکھائی بھی نہیں دیتا۔ اپنے نشو و بلوغ کے مختلف درجوں سے گزر کر کس طرح ایک عظیم اور بے کنار سمندر کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے؟ اور پھر ابتدا کی اس بے مایگی سے لیکر انتہا کی عظمت بے پایاں تک کیسے کیسے عجیب تغیرات و تاثرات اس پر گزرتے ہیں؟ وہ کبھی بادلوں کی چادر ہے۔ کبھی بارش کی بوند ہے۔ کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کی سطح منجمد ہے۔ اور کبھی نہروں کی روانی کی صورت میں گنگا جمنا اور دجلۂ و فرات ہے۔ حکمت الٰہی اور فطرۃ کائنات کے یہ تمام عجائب اس مختصر سی داستان میں آپ سن لینگے۔ اس مضمون کے ساتھ دو تصویریں بھی درج کی جاتی ہیں جو ذرۂ آب کے تبدلات کے دو مختلف منظر پیش کرتی ہیں۔ ایک تصویر میں پہاڑی نہر کا منظر دکھلایا ہے جب وہ جم کر بالکل برف ہو گئی ہے۔ دوسری تصویر میں قلم فطرۃ کی نہایت ہی عجیب گلکاری ہے۔ یعنے منجمد پانی کے وہ بلوری مربع ہیں جن میں طرح طرح کے نقوش بن گئے ہیں۔

میں پانی کا ایک ننھا سا ذرہ ہوں۔ اتنا چھوٹا ہوں کہ انسانی آنکھ لاکھ کوشش کرے مجھے دیکھ نہیں سکتی۔ قوی سے قوی خوردبین میں بھی میں نظر نہیں آسکتا۔ تاہم میں موجود ہوں۔ یقینی طور پر موجود ہوں۔ میرے وجود میں ہرگز کوئی شبہ نہیں کرسکتا۔ میں اپنے ہی جیسے ننھے ننھے ذروں سے مل کر موسلادھار مینہ کی صورت میں شور برپا کرتا ہوں، دریا کی شکل میں موجیں مارتا ہوں، پھر بے پایاں سمندروں کی نیلگوں سطح بنکر زمین کے چاروں طرف پھیل جاتا ہوں۔ میں اس سے بھی بڑھ کر ایک چیز ہوں۔ میں تمام حیوانات و نباتات کے جسموں میں موجود ہوں۔ بلکہ اکثر جسم مجھی سے بنے ہیں۔ میں زمین کے بھی تقریباً ہر مادہ میں موجود ہوں۔ حتیٰ کہ سنگلاخ چٹانوں اور ٹھوس دھاتوں تک میں سمایا ہوا ہوں۔ میری سرگزشت بہت طولانی ہے۔ اگر سننا چاہتے ہو تو مجھے انکار نہیں۔

(میری پیدایش)

میں کس طرح پیدا ہوا؟ یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے۔ بے شمار صدیاں گزر چکی ہیں۔ کم سے کم دس کروڑ برس پہلے میں پیدا ہوا تھا۔ اس تمام مدت کے اندر کیسے کیسے عجیب و غریب حالات مجھپر گزرے؟ یہ ایک نہایت طویل داستان ہے۔ تم اسے شروع سے آخر تک کسی طرح بھی نہیں سن سکتے۔ اس کیلئے کئی سو برس درکار ہونگے۔ تمھاری عمر زیادہ سے زیادہ سو برس کی ہوتی ہے حالانکہ یہ بمشکل میری زندگی کی ایک ساعت ہے!

ایک زمانہ ایسا گزرا ہے جب میں پانی نہ تھا۔ کوئی دوسری ہی چیز تھا۔ پھر ایک عجیب طریقہ پر میری ہستی کی ابتدائی بناوٹ ہوئی۔ یہ کروڑوں برس پہلے کی بات ہے۔ دراصل میری ولادت ایک آتش فشاں پہاڑ یعنی آگ کے پہاڑ کی گردن میں ہوئی تھی۔ یہ پہاڑ اب موجود نہیں ہے۔ بجھکر خاک ہوگیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب زمین نئی نئی جمی تھی۔

میں اس طرح پیدا نہیں ہوا جس طرح نر اور مادہ کے ملنے سے حیوان اور پھول پتے پیدا ہوتے ہیں۔ میری پیدائش دو ذاتوں سے نہیں، تین ذاتوں سے ہوئی ہے۔ "ہیڈروجین" کے دو جوہر "آکسیجن" کے جوہر سے مل گئے۔ انکے ملتے ہی میں اچانک ظاہر ہوگیا!

یہ تین جوہر جنکے ملنے سے میری خلقت ہوئی ہے، بہت پہلے سے موجود تھے۔ اتنے پہلے سے جسکا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ میرے ان اجداد کی تاریخ ضرور عجیب اور عظیم الشان واقعات سے لبریز ہوگی۔ اگر مجھے کسی طرح معلوم ہوجاتی تو میں آفتاب کی اصلیت اور ستاروں کے گزشتہ انقلابات کے تمام اسرار فاش کردیتا۔ یہ تینوں جوہر اثیر (ایتھر) یا لامتناہی فضا میں موجود تھے جس سے وہ آفتاب کی تکوین ہوئی ہے۔ پھر جب ستارے آفتاب سے جدا ہوئے تو میرے ان تینوں بزرگوں نے اپنے لئے زمین پسند کر لی۔ وہ شاید جانتے تھے کہ زمین ہی زندوں کا مسکن بنیگی، لہذا انہوں نے کمال دانشمندی سے باقی تمام ستاروں پر اسے ترجیح دی۔ صرف ترجیح ہی نہیں دی بلکہ یہ احسان عظیم بھی کیا کہ اسے کرہ بننے کیلئے جس ابتدائی سروسامان کی ضرورت تھی، اسکے بنانے میں اس کا ہاتھ بھی بٹایا۔ حالانکہ وہ خود اس وقت نہایت کمزور اور کم مقدار تھے۔

میری تکوین کے وقت یہ تینوں حضرات، جیسا کہ ابھی کہہ چکا ہوں، آتش فشاں کی گردن میں معلق تھے۔ انکے لئے پہاڑ کے آتشیں پیٹ میں باہم ملاقات و معانقہ ناممکن تھا۔ کیونکہ وہاں سخت گرمی تھی اور دباؤ بھی بے حساب تھا۔ لہذا وہ اوپر کو چلے۔ یہاں انہوں نے حرارت میں جو ذرا کمی پائی تو بے صبری سے بیچ گردن ہی

مطبوعات جديده

فتوح الشام كي سرياني تاريخ

پهلي صدي هجري كي اسلامي فتوحات پر عربي زبان ميں تاريخ كا وافر ذخيره موجود هے ' ليكن يه كمي هميشه محسوس كي گئي هے كه تمام تر بعد كے مورخين كے قلم سے مدون هوا هے. خود اس عهد كي كوئي قلمي شهادت موجود نهيں - يهي وجه هے كه فتوحات مصر و شام كي تاريخي روايات پر زمانۂ حال كے نكته چينوں نے اعتراضات كئے هيں ' اور بعض سرگزشتوں كي نسبت خيال كيا هے كه مبالغه سے خالي نهيں هيں .

ليكن حال ميں مشهور انگريز مستشرق ڈاكٹر رائٹ كو ايك سرياني تاريخ كا پته چلا هے - خيال كيا جاتا هے كه يه دمشق كے كسي مسيحي عالم كي تحرير هے جو فتوحات شام كے زمانه ميں موجود تها اور اكثر واقعات اپني آنكهوں سے ديكهه چكا تها - بد قسمتي سے اسوقت تك پوري كتاب دستياب نهيں هوئي هے - صرف ايك صفحه ملا هے - وه بهي دست برد زمانه سے محفوظ نهيں - اس ميں كل ۲۹ سطريں هيں - سات ابتدائي سطريں تو كيڑے نے بالكل كها ڈالي هيں - باقي سطور ميں بهي جا بجا الفاظ مٹ گئے هيں يا كرم خورده هيں - زمانۂ حال كے مشهور جرمن مستشرق پروفيسر نولڈك Noeldeke نے اس صفحه كي عبارت حل كي هے اور اس پر ايك مختصر رساله شائع كيا هے - چونكه يه ايك نهايت قيمتي تاريخي شهادت هے اسلئے اسكا خلاصه بعض ضروري تشريحات كے ساتهه هم شائع كر ديتے هيں .

اس صفحه ميں جنگ يرموك كا حال لكها هے - معلوم هے كه فتوحات شام ميں يه جنگ سب سے بڑي اور فيصله كن جنگ تهي - اسي لئے يه كرم خورده صفحه مورخين كي نظر ميں غير معمولي اهميت ركهتا هے - ذيل ميں اسكي هر سطر كا ترجمه ملاحظه هو :-

۱ — ۷ ... (پڑهي نهيں گئي)

۸ — ... كانون ثاني (جنوري) ميں معاهده قرار پايا اور هماري جانيں بچيں .

۹ — حمص اور دوسرے بهت سے گاؤں برباد اور انكے باشندے قتل هوے .

۱۰ — ... (كرم خورده) ... محمد ... مقتول اور قيدي بكثرت تهے .

۱۱ — ... (كرم خورده) جليل سے بيت ...

۱۲ — عرب اطراف (دمشق ؟) ميں پهيل گئے -

۱۳ — هر جگهه نمودار هوے -

۱۴ — اور آئے ... اور ... انكي طرف ... اور ... دوران -

۱۵ — سنه ... اور بيس ميں فوج كا هراول روانه هوا اور بهيڑوں كے گلے ضبط كر لئے .

۱۶ — اطراف حمص ميں ' اور رومي انكے مقابله پر آگئے -

۱۷ — ... اور تاريخ دس

۱۸ — ماه آب — (يعني اگست) ميں رومي دمشق سے مفرور هوگئے .

۱۹ يهي انكي تعداد دس هزار كے قريب تهي ' اور

۲۰ — ايك سال بعد رومي آئے اور ماه آب (اگست) كي ۲۰ تاريخ سنه

۲۱ — ۹۴۷ ميں رومي جابيه كے مقام ميں جمع هوگئے .

۲۲ — اور روميوں كے بهت زياده آدمي قتل هوئے

۲۳ — تقريباً پچاس هزار

۲۴ — سنه (۷) ۹۴ ميں ... ۲۵ — ... اور پهيل گئے

۲۶ — ... خوش هوے ۲۷ — ...

۲۸ — ... ۲۹ — ليكن رومي رنجيده هوے

(قوسين كے مابين جتنے الفاظ هيں مستشرق نولڈك كے بڑهائے هوے هيں)

اس كرم خورده صفحه نے ايك اهم اور قيمتي بات دنيا كي معلومات ميں اضافه كر دي هے - ابتك جنگ يرموك كي ٹهيك تاريخ معلوم نهيں تهي - اسلامي مورخين نے كوئي معين تصريح نهيں كي هے - انكا بيان صرف اس قدر هے كه رجب سنه ۱۵ ه ميں هوئي تهي - ليكن اس سرياني صفحه نے اسكي تاريخ متعين كر دي - اسميں ۲۰ آب سنه ۹۴۷ مذكور هے - يه سنه مسيحي نهيں " سلوكيدي " هے - سلوكيدي تاريخ شاه " سوليكوس " كي تخت نشيني سے شروع هوتي هے - يه سكندر اعظم كي وفات كے بعد (سنه ۳۲۳ قبل مسيح) شام كا بادشاه تها - قديم زمانے ميں يهي تاريخ شام ' عراق ' فلسطين اور اناطوليه وغيره ممالك ميں رائج تهي - يهوديوں كي بول چال ميں اس سنه كا نام " منيان هشطاروت " هے - غرضكه اس سرياني سند كے بموجب جنگ يرموك ۲۰ آب سنه ۹۴۷ سلوكيدي ميں هوئي تهي - يعني ۲۰ - اگست سنه ۶۳۶ عيسوي ميں - هجري حساب سے يه تاريخ ٹهيك ۱۲ - رجب سنه ۱۵ ه هوتي هے .

اس صفحه سے ايك اور اهم نقطه بهي حل هو جاتا هے - يعني جنگ كے اصلي محل كا تعين - عرب مورخ اسے خود " يرموك " ميں قرار ديتے هيں - ليكن يه سرياني مورخ " جابيه " بتاتا هے . جابيه درياے يرموك سے كچهه فاصله پر هے - غالباً لڑائي جابيه هي ميں هوئي تهي - ليكن چونكه يرموك عرب ميں زياده مشهور تها اس لئے عربي مورخين نے اسے يرموك هي كي طرف منسوب كر ديا - پهر يه وجه بهي هوسكتي هے كه اسلامي لشكر نے ابتدا پڑاؤ يرموك هي كے كنارے ڈالا هوگا - كيونكه يه لڑائي اگست كے مهينه ميں هوئي تهي جبكه شام ميں پاني كي قلت هوتي هے - ضروري هے كه عرب دريا كے قريب رهنے پر مجبور هوئے هوں .

عرب مورخوں نے اس جنگ ميں رومي فوج كي تعداد كئي لاكهه بتائي هے - مورخ بلاذري وغيره قريب دو لاكهه كے قرار ديتے هيں . مقتولين كي تعداد بهي بلاذري نے تقريباً ستر هزار بتائي هے - بعض يورپين مورخ اسے مبالغه كهتے تهے - ليكن اس سرياني صفحه نے عرب مورخين كي تصديق كر دي - اس ميں رومي مقتولين كي تعداد كا تخمينه پچاس هزار هے جو عرب مورخين كے بيان كے قريب قريب هے - ظاهر هے مقتولين كي اتني بڑي تعداد اسي فوج ميں هوسكتي هے جو ڈيڑه دو لاكهه سے كم نه هو .

ہوتے بھی بدلی ایک عظیم الشان کالی گھٹا کی صورت میں تبدیل ہوگئی - وہ پورے آسمان پر چھاگئی تھی اور سورج کو زمین کے ایک حصہ سے چھپادیا تھا - اب ہم دو مخالف اور متضاد قوتوں کے بیچ میں تھے - ایک طرف قوت جاذبہ تھی - یہ ہمیں مجبور کرتی تھی کہ ایک دوسرے سے ملیں اور باہم پیوست ہوں تاکہ بڑے بڑے قطرے وجود میں آئیں - دوسری طرف قوت دفع کرنے والی تھی اور اسکی کوشش یہ تھی کہ ہم باہم ایک دوسرے سے جدا رہیں اور منتشر ہوجائیں - لیکن یہ قوت آہستہ آہستہ کمزور ہوتی گئی اور پہلی قوت قوی ہوتی گئی - لہذا ہماری باہمی پیوستگی برابر بڑھتی رہی اور بڑے بڑے قطرے بنتے گئے ۔

ہوتے ہوتے یہ قطرے اتنے بڑے اور وزنی ہوگئے کہ ہوا میں انکے اٹھانے کی قوت باقی نہ رہی - اب ایک عظیم انقلاب پیش آیا - قطرے مینہہ کی صورت میں زمین پر آکر گرے، اور میں جو [illegible] تھا زمین بوس ہوگیا - یا تو ہوا کی گود میں اتنی بلندی پر آزاد اڑا پھر رہا تھا، یا اب گر کر دریائے زخار کا ایک نہایت ہی حقیر جزو ہوکر رہ گیا - اتنا حقیر کہ تم شاید تصور بھی نہیں کرسکتے - سوئی کی نوک پر پانی کی جتنی بڑی بوند ٹھہر سکتی ہے، اس سے بھی کہیں زیادہ میں چھوٹا تھا - اس بوند میں میرے جیسے کروڑوں ذرے موجود ہوتے ہیں!

(سمندر میں واپسی)

سمندر میں پہنچکر ایک اور انقلاب میں نے دیکھا - فضا میں موجود میں آزاد تھا [illegible] ہوا کے واسطہ ہی میں تھا - ہوا مجھے تھوڑے اور [illegible] تھی - لیکن اب سمندر میں خود میں نے [illegible] ہوئے مواد گھلنا اور پکڑنا شروع کردیے - یہ مواد مختلف قسم کے ہیں اور تمہارے علماء نے انکے الگ الگ نام رکھے ہیں-

ان میں سب سے زیادہ مشہور کھانے کا نمک ہے - اس کا نام اصطلاح میں "کلورائیڈ سوڈیم" یا "کلورائیڈ سوڈیات" ہے - اسکے بعد "کلورائڈ مگنیشیم" پھر "سلفائڈ مگنیشیم" اور "کلسیم" اور "پوٹیشیم" اور "کاربن" اور "بروماٹڈ" اور "آیوڈائڈ" اور "فلورائڈ" وغیرہ ہیں - انہی مواد میں سونا چاندی بھی داخل ہیں - چونکہ سمندر کا پانی اس سے خالی نہیں ہے - ہم نے باوجود رقیق ہونے کے بہت سے مواد جذب کرلئے، جس طرح ہوا نے کبھی ہمیں قید کر رکھا تھا - ہم نے صرف یہی نہیں کیا بلکہ خود ہوا سے بھی اپنی پرانی قید کا بدلہ لے لیا - لیکن وہ بھی انتقام پر اتر آئی - اسنے غیظ و غضب سے ہم پر حملے کیا اور موجوں کی شکل میں ہمیں اچھالنا شروع کیا - دوسری مصیبت یہ پیش آئی کہ بعض علاقوں میں سورج بھی ہم پر نہایت سختی سے اپنی گرم شعاعیں ڈالنے لگا - اس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارا وزن کم ہوگیا اور رفتار سست پڑگئی - اس دوران میں میری حالت ناقابل بیان تھی - کبھی میں ساحل پر آکر گرتا تھا، کبھی دھارے میں پڑکر خط استوا سے قطب تک چلا جاتا تھا، اور کبھی زمین کے چاروں طرف چکر کھاتا پھرتا تھا۔

ستم یہ ہوا کہ ہوا اور سورج دونوں مخالف ہوکر ہمیں نیچا دکھانے پر تل گئے - ایک مرتبہ میرے بہت سے بھائی بند آبی ذرے سطح سمندر پر غفلت میں پڑے تیر رہے تھے کہ ایکایک ہوا نے حملہ کردیا اور قید کرلینا چاہا - سورج بھی فوراً اسکی مدد پر مستعد ہوگیا اور اپنی شعاعوں کا لشکر اتار دیا - اب مقابلہ ناممکن تھا - یہ تمام ذرے قید ہوگئے - میری جو شامت آئی تو میں بھی تماشہ دیکھنے اوپر آگیا - ہوا اور سورج نے دیکھا تو مجھے بھی [illegible] صاف کیا اور قید کرکے اوپر لے چلے - میری نادانی دیکھو کہ میں اس قید پر بہت خوش ہوا - میں نے خیال کیا کہ سمندر میں رہنے سے ہوا میں رہنا کہیں اچھا ہے - چنانچہ بغیر کسی عذر کے روانہ ہوگیا - بہت اوپر لیجاکر ہوا نے مجھے چھوڑ دیا - میں خوش و خرم لامتناہی فضا میں رقص کرنے اور دوڑنے لگا - اب مجھے کوئی غم نہ تھا - جب ذرا جی گھبراتا تو نیچے نظر کرکے خشکی اور تری کا تماشہ دیکھ لیا کرتا - مجھے معلوم نہ تھا کہ میری اس خوشی کی عمر بہت تھوڑی ہے ۔

(برفانی دریا اور پہاڑ میں)

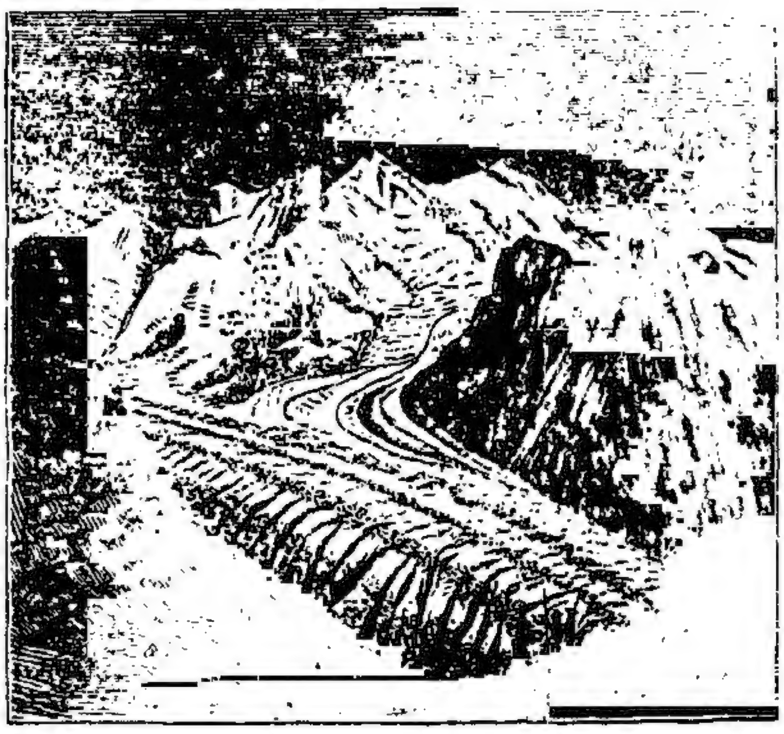

منجمد نہر کا ایک منظر جو کوہ الپس کی چوٹیوں سے [illegible] ہے

مدت دراز تک میں اسی حالت سے آسمان پر سیاحی کرتا رہا - کبھی میں تنہا پھرتا - کبھی بھاپ کے ابر کے ساتھ ہواخوری کرتا - [illegible] ایک دن میں سیر و تفریح میں مصروف تھا کہ سخت سردی نے آ پکڑا - [illegible] میں [illegible] برف کے ایک [illegible] قطرہ [illegible] اور [illegible] میں [illegible] دوسرے برفانی [illegible] کے ساتھ سرد ہوا میں قائم تھا اور [illegible] بڑھتیں اور مسدس [illegible] کی شکل میں سورج اور خلا کے گرد نظر آتیں - اسکے بعد میں برفانی حالت سے آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا - یہانتک کہ مسدس شکل کی ایک برفانی چادر سی بن گئی - یہی حال دوسرے [illegible] کا بھی ہوا - پھر سب باہم مل گئے، اور برف کا ہمارا بادل [illegible] میں [illegible] - چلتے چلتے ایک بہت ہی قدیم اور سربفلک پہاڑ ملا - میں نے [illegible] کبھی نہیں دیکھا تھا - اس پر برف جمی پڑی تھی - ہمارا بادل اچانک اس کی چوٹی پر آ پڑا - اب بھی نکلنا ممکن تھی، مگر غضب یہ ہوا کہ ہمارے بادل پر دوسرے اور بہت سے برفانی بادل بھی آگرے - میں انکے نیچے بالکل دفن ہوگیا - یہاں کی سردی ناقابل بیان تھی - یا تو میں خط استوا کے سمندروں میں گرم سورج کے نیچے رہتا تھا، یا اب برف کی بے شمار تہوں کے نیچے دبا پڑا تھا!

لیکن خوش نصیبی سے میرے اوپر کی برف [illegible] - شاید خود اسے بھی سردی لگی اور وہ آہستہ آہستہ پہاڑ سے نیچے کی طرف پھسلنے لگی - اب مجھے پھر اس مصیبت سے نکلنے کی امید بندھی - مگر ابھی قسمت میں آرام نہ تھا - اوپر سے اور برف برابر گر رہی تھی - قبل اسکے کہ میری برف پگھل کر پانی ہو

میں ہم آغوش ہوگئے - انکا ملنا نہ تھا - ایک طلسم تھا - فوراً میرا وجود ظہور میں آگیا!

لیکن یہ نہ سمجھنا کہ ان تینوں بزرگوں کو صرف ایک ہی فرزند نصیب ہوا - اکیلا میں ہی پیدا نہیں ہوا تھا - میرے ساتھ بیک وقت میرے کروڑوں بھائی بہن بھی پیدا ہوگئے تھے - سب ٹھیک میری ہی طرح پیدا ہوئے اور بالکل میرا ہی سا قد و قامت پایا - میں کیا کہوں ہم سب کس دوزخ میں تھے؟ ہماری جنم بھومی میں قیامت کی گرمی تھی - دم منہہ کر آتا تھا - گلا گھٹا جاتا تھا - ایک پر ایک گرا پڑتا تھا - آخر اسکے سوا کوئی صورت نظر نہ آئی کہ کسی طرح باہر نکل کھڑے ہوں - چنانچہ ہم آہستہ آہستہ اٹھکر پہاڑ کی گردن تک پہنچے - یہاں جو ذرا دباؤ میں کمی ہوئی اور ہماری قوت بڑھی تو ہم سب نے ایک ساتھ زور مارا اور اچانک باہر کود پڑے - ہمارا نکلنا کوئی معمولی سی بات نہ تھی - ایک ہولناک دھماکا تھا - پہاڑ کی پوری چوٹی اڑکر ریزہ ریزہ ہوگئی - پھر ہم نے فوراً بھاپ کے ایک ستون کی شکل اختیار کرلی - یہ ستون بہت لمبا تھا - ہم سیدھے اوپر کی طرف اٹھتے رہے - اب ہم اپنی سب سے پہلی قید سے آزاد ہوگئے تھے .

(فضا میں پرواز)

پہاڑ کی چوٹی توڑ کر جب ہم باہر نکلے تو میں نے اپنے آپ کو فضا میں اڑتا پایا - گرم ہوا مجھے بہت اونچی بلندیوں پر لے گئی - میں نہیں کہہ سکتا کتنی دور تک پہنچا - مجھے بلندی کا کوئی اندازہ نہ تھا - تاہم مجھے یقین ہے کہ زمین سے دس میل تو ضرور اوپر ہونگا - وہاں پہنچکر میں ٹھہر گیا - آکسیجن اور نائٹروجن کے عناصر جن سے ہوا مرکب ہے - مجھسے ملتے تھے - میرے گرد کروڑوں آبی ذرے رقص کر رہے تھے - کسی کو قرار نہ تھا - حیرت انگیز سرعت سے اوپر نیچے ہوتے رہتے تھے - ساتھ ہی سخت تصادم بھی جاری تھا - ہر لحظہ لاکھوں ذرے آپسمیں ٹکریں مارتے اور ہوا کے عناصر بھی ان سے متصادم ہوتے - میں کہہ نہیں سکتا کس غرض سے یہ تمام رقص و تصادم جاری تھا؟ بلکہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں انکے وجود سے مقصود اصلی کیا تھا؟ میں صرف اپنا مشاہدہ بیان کر رہا ہوں - اسرار اور علل کا شناسا نہیں ہوں .

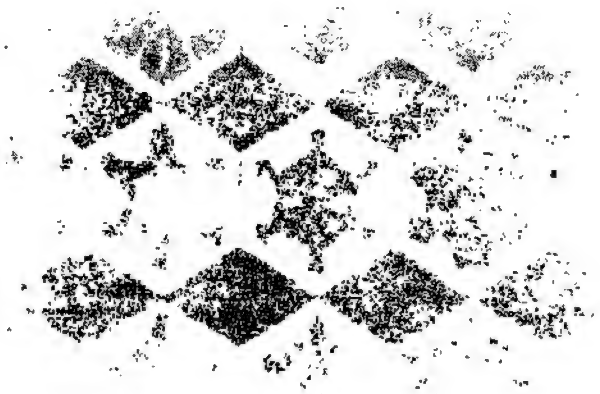

برف کے بلوری ٹکڑے جس طرح کہ خوردبین میں نظر آتے ہیں

بہرحال ہواؤں نے ہمیں اپنی گود میں اٹھا لیا اور مشرق کی سمت لے چلیں - تم کہوگے مشرق کی طرف کیوں لے گئیں؟ یہ اس لئے کہ ان بلندیوں پر ہوائیں ہمیشہ پچھم سے پورب ہی کی طرف چلتی ہیں - ہواؤں کی گود میں آرام سے بیٹھکر میں نے اپنے دوسرے ساتھیوں آبی اور خاکی ذروں کے ساتھ پورے کرۂ زمین کا پہلی مرتبہ دورہ لگایا .

یہ بڑے اچھے دن تھے - ہمارے لئے خوشی ہی خوشی تھی - ہوا نہایت لطیف تھی - ہم پانی کے ذرے پوری آزادی اور وسعت کے ساتھ چلتے پھرتے تھے - یہ آزادی ہمارے لئے سب سے بڑی نعمت تھی - کیونکہ حرکت ہماری فطرت میں ہے - ہم ایک دم بھی ٹھہر نہیں سکتے - اس وقت حرکت کی ہمیں پوری آزادی تھی - لیکن اسکا نتیجہ یہ ضرور تھا کہ ہم میں ہر وقت سخت تصادم جاری رہتا تھا - ایک لمحہ میں لاکھوں مرتبہ باہم ٹکراتے تھے!

اس زمانہ میں ہمارا مسکن بادلوں اور ہواؤں سے اوپر تھا - یہ تمام چیزیں نشیبی فضا میں رہتی ہیں اور ہم اتنی بلندی پر تھے - ہم اپنے اوپر آسمان کو سیاہ دیکھتے اور آفتاب کالا دکھائی دیتا - تارے ہمیں ٹھیک دوپہر کو بھی نظر آجاتے تھے - وہاں ہوا از بس لطیف ہے - زمین سے دسواں حصہ بھی اس میں کثافت نہیں - لیکن ہوا کی اس لطافت نے آفتاب کی شعاعیں بہت تیز کردی تھیں - کیونکہ لطیف ہوا دھوپ بہت کم جذب کرتی ہے - یہی باعث ہے کہ وہاں سردی بھی بلا کی پڑتی ہے - سورج کی شعاعیں بہت تیز تھیں لیکن مجھپر انکا کوئی اثر نہیں پڑتا تھا - انکا اثر صرف انہیں جسموں پر پڑسکتا ہے جو بہت سے ذروں سے مرکب ہوکر بنے ہوں - مجھپر کیسے اثر پڑتا؟ میں تو محض ایک ننھا سا ذرہ تھا .

(بادلوں میں داخلہ)

مدت دراز تک ہم اسی حالت میں رہے - پھر ہوا کا وہ حصہ ٹھنڈا پڑگیا جہاں ہم تھے - میں فوراً اپنے لاکھوں ساتھیوں کے ساتھ خاک کے ایک ذرہ سے لپٹ گیا جو پاس ہی اڑرہا تھا - اسی حالت کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اور [illegible] ایک مکمل قطرہ بن گیا - لیکن یہ قطرہ نہایت ہی چھوٹا اور ہلکا تھا - اسی وجہ سے وہ ہوا میں برابر اڑتا رہا - [illegible] قطرہ کی طرح اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] حیوان انسان اور موجود [illegible] معطلیں موجود تھیں - اگر وہ اس وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تو انہیں اس نیلگوں فضا میں بادل کی ایک خوبصورت چادر ہلتی نظر آتی :—

اس اثنا میں کبھی کبھی ہوا کی ہلکی موجیں ہم سے ٹکراتی تھیں اور ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیتی تھیں - اس حالت میں ہمارا بادل غائب ہوجاتا تھا کیونکہ ہوا کے تصادم سے گرمی بڑھ جاتی تھی اور ہماری بخاری فطرت غالب آکر ہم اوجھل ہوجاتے تھے - یہ عمل مدت تک جاری رہا - آخرکار ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم اتفاق سے نشیبی فضا میں سیر کر رہے تھے - اچانک ہوا کی موجیں آکر ٹکرا گئیں - اس وقت انکی رفتار بہت زیادہ تیز تھی - اس سرعت کا لازمی نتیجہ حرارت کی زیادتی ہوئی - ہم نے غبار کا ایک ذرہ پکڑ کر سہارا لینا چاہا - مگر اچانک سیال پانی کی ننھی بوند بنکر رہ گئے - یہی حال میرے دوسرے بھائی بندوں کا بھی ہوا - سب پانی کی بوندیں بن گئے - پھر ان سب بوندوں نے مل کر ایک چھوٹی سی ننھی بدلی کی شکل اختیار کرلی - یہ بدلی کی دوسری حالت تھی جو ہم پر طاری ہوئی .

ہماری یہ دوسری بدلی آہستہ آہستہ بھاری اور موٹی ہوتی گئی - کیونکہ بے شمار آبی ذرے اس میں آکر جمع ہونے لگے - ہوتے

تحقیقات کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ شاہي کے قیام میں زیادہ تر اس وجہ سے تاخیر ہو رہي ہے کہ خود شاہ پسندوں میں بہت بڑي پھوٹ ہے - انکي دو پارٹیاں ہوگئي ہیں اور ایک دوسرے کو آگے بڑھنے سے روک رہي ہے -

عجیب بات یہ ہے کہ دونوں پارٹیوں کے لیڈر دو ضدي عورتیں ہیں - دونوں میں سخت عداوت ہے - ایک دوسري کو پیس ڈالنے پر تلي ہوئي ہے اور پس پردہ سخت جنگ ہو رہي ہے - صدیوں کے بعد آج جرمني پھر عورتوں کي سازشوں کا آماجگاہ بن گیا ہے .

یہ دونوں لڑنے والي عورتیں کون ہیں ؟ ساس اور بہو! سابق قیصر ولیم کي نئي دلہن اور سابق ولي عہد کي بیگم - یہ ہیں وہ دو آتش مزاج اور اولوالعزم عورتیں جو پروشیا کے تخت کے لئے خانہ جنگي کي طیاریاں کر رہي ہیں !

یہ ایک کھلا راز ہے کہ شاہزادي ہرمائن (سابق قیصر کي دوسري بیوي) اپنے بڈھے شوہر کے دل و دماغ پر پوري طرح حاوي ہے - خود قیصر ولیم امریکا کے ایک مشہور اخبار میں ایک حد تک اس کا اعتراف کرچکے ہیں - قیصر نے اپنے مضمون میں اپني دو محبتوں کي سرگزشت لکھي تھي - پہلي محبت کا تعلق متوفي ملکہ آگسٹا سے ہے - اس کے بارے میں قیصر نے یہ جملہ لکھا تھا : " اسکي جدائي کا داغ میرے قلب سے کبھي مٹنے والا نہیں " لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ داغ مٹ گیا اور بدنصیب شہنشاہ کے آنسو زندگي کي ایک نئي دلچسپي نے بہت ہي جلد خشک کردیے - ایک دن یہ غمزدہ انسان اپني ڈاک کا تھیلا دیکھ رہا تھا - اچانک ایک خط نظر آیا - یہ خط ایک بیوہ کے لڑکے نے لکھا تھا .

قیصر کہتا ہے " مجھے فوراً اپنے ایک مرحوم وفادار افسر کا نام یاد آگیا اور اس مناسبت نے دلچسپي پیدا کردي " چنانچہ خط و کتابت جاري ہوگئي اور قیصر کے دل میں محبت کي گدگدي پیدا ہونے لگي - شاہزادي ہرمائن کي شادي اسي اتفاقي خط و کتابت کا نتیجہ ہے - قیصر نے بڑي گرم جوشي سے اپني نئي بیوي کا ذکر کیا ہے - ڈورن میں آنے جانے والے واقف ہیں کہ بوڑھا شہنشاہ کس طرح اپني نئي دلہن کے قبضہ میں ہے - سابق ملکہ کے ساتھ وہ ایک سخت گیر شوہر تھا - مگر اب وہ پورے معنوں میں مطیع خاوند ہے .

یہ واقعہ ہے کہ جنگ میں ناکامي کے بعد قیصر کي طبیعت بجھ گئي تھي - وہ بقیہ زندگي گوشہ نشیني میں گزارنا چاہتا تھا - مگر شاہزادي ہرمائن نے آکر اس میں ایک نئي روح پھونک دي - یہ اسي کے اصرار کا نتیجہ تھا کہ قیصر نے کھوئے ہوئے تاج و تخت کا پھر خیال کیا اور برلن واپس جانے کي کوشش شروع کردي .

جاننے والے جانتے ہیں کہ ہرمائن کیسي بلند حوصلہ اور مستقل مزاج عورت ہے ؟ وہ اپنے سر پر تاج دیکھنے کیلئے سخت بیچین ہے - ممکن ہے وہ پورے جرمني کي ملکہ نہ بن سکے - لیکن پروشیا کے آبائي تخت پر بیٹھنے کا تو اسنے عزم مصمم کرلیا ہے - قیصر کي اس وقت بھي یہي ضد ہے کہ اسے سب لوگ " امپریس " شہنشاہ ملکہ کے) لقب سے پکاریں .

میدان میں ایک طرف ہرمائن ہے اور پوري قوت سے لڑ رہي ہے - دوسري طرف شاہزادي سیسیلیا سابق ولي عہد کي بیوي کھڑي ہے - یہ شاہزادي اپنے شوہر کي طرف سے بالکل نا امید ہوگئي ہے - اب اسکي امیدوں کا مرکز اس کا لڑکا ہے جسکي عمر اس وقت ۲۱ برس کي ہوگي - جسے وہ تخت شاہي پر بٹھانا چاہتي ہے - قیصر ولیم کا یہ پوتا نہایت خوبصورت ، خوش اخلاق ، ملنسار اور بہادر ہے - ہر شخص اس سے محبت کرتا ہے - اس کي شخصیت کے متعلق طرح طرح کے عقیدتمندانہ قصے تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں .

ان دونوں شاہزادیوں میں جان توڑ مقابلہ ہو رہا ہے - دونوں اس جنگ میں غیر معمولي ہمت و مہارت ظاہر کر رہي ہیں ' اور دونوں نے لاکھوں دلوں پر قبضہ کرلیا ہے - مگر ایسے آثار موجود ہیں جو ہرمائن کي فتحمندي کا زیادہ یقین دلاتے ہیں - بلکہ اس وقت تک وہ کئي کامیابیاں حاصل بھي کرچکي ہے - چنانچہ اپنے اور اپنے شوہر کیلئے حکومت سے دو لاکھ پچاس ہزار ایکڑ زمین اور ایک لاکھ پونڈ نقد حاصل کرچکي ہے - روز بروز اسکا اقتدار بھي بڑھتا جاتا ہے - بظاہر اسکي کامیابي قریب ہے - معزول قیصر کي واپسي کے خلاف جو قانوني بندش کئي سال سے قائم تھي ' چند مہینے بعد ختم ہوجائیگي - خیال کیا جاتا ہے کہ اس وقت قیصر کو کوئي قوت بھي جرمني میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتي !

یہ عجیب بات ہے کہ اس لڑائي میں دونوں کے شوہر بڑي حد تک بے غرض ہیں - معزول قیصر کي زندگي ختم ہونے پر ہے - اس لئے اسے اپني ذات کے لئے اب کچھ کرنا نہیں ہے - صرف اپني محبوب بیوي کي رضا جوئي پیش نظر ہے - اسي طرح سابق ولي عہد بھي تاج و تخت سے دستبردار ہے - صرف اپنے بیٹے کي محبت اسے مجبور کر رہي ہے کہ اپني بیوي کي کوشش کا ساتھ دے .

پاؤں کي کیلیں

بعض آدمیوں کے پیروں میں کیلیں نکل آتي ہیں - یہ کیلیں گھٹوں سے مختلف ہوتي ہیں - گھٹا پڑتا ہے تو اس میں پاؤں کي کھال موٹي ہوجاتي ہے - کیل میں بھي کھال موٹي ہوجاتي ہے مگر ساتھ ہي گوشت میں آھني کیل کي طرح ایک اصلي سي کیل بھي پڑ جاتي ہے جو سخت تکلیف دیتي ہے - عام طور پر اسے کاٹ دیا جاتا ہے اور عارضي آرام ہوجاتا ہے مگر یہ پھر بڑھ جاتي ہے اور پریشان کرتي ہے - بہت سے لوگ اسے دوا وغیرہ سے داغ دیتے ہیں مگر زیادہ فائدہ نہیں ہوتا .

یہ لعنتي کیلیں تنگ جوتا پہننے سے پیدا ہوتي ہیں - کبھي پاؤں کے تلوے میں ہوتي ہیں - کبھي انگلیوں کے اوپر ' اور کبھي ان کے درمیان پڑ جاتي ہیں - تنگ جوتے سے جس مقام پر زیادہ دباؤ پڑتا ہے ' وہاں التہابي کیفیت پیدا ہوجاتي ہے - اگر جوتا اتارا نہ جائے تو کھال کٹ جاتي ہے لیکن اتارنے کے بعد یہ التہاب اکثر کیل کي شکل اختیار کرلیتا ہے .

یہ کیلیں تندرستي کے لئے نہایت مضر ہیں - سینہ اور حلق پر بہت برا اثر ڈالتي ہیں - یہي وجہ ہے کہ یورپ اور امریکا میں اس سے بچنے کے لئے عام طور پر ڈھیلے جوتے پہنے جاتے ہیں - انگریز اس بارے میں سب سے زیادہ محتاط ہیں - حتی کہ کبھي کبھي ان کے جوتے اتنے ڈھیلے ہوتے ہیں کہ برے معلوم ہوتے ہیں - انگریزوں کي احتیاط کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ لارڈ ولنگٹن سے پوچھا گیا سپاہي کو سب سے زیادہ کس چیز کي ضرورت ہے ؟ انھوں نے کہا : " تین چیزوں کي : ڈھیلا جوتا - ڈھیلا جوتا - ڈھیلا جوتا "

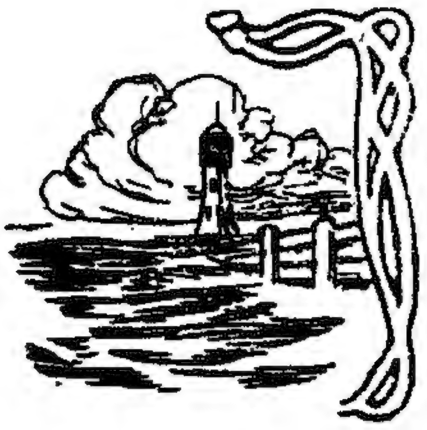

بريد فرنگ

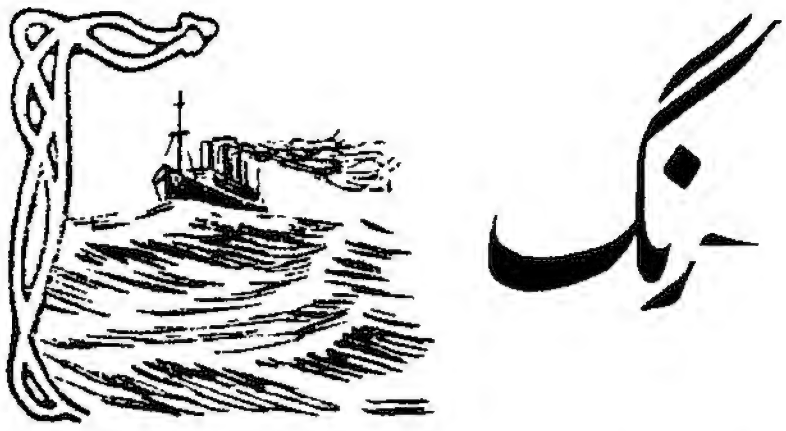

جمهورية اور شهية كي نئي كشمكش

تاج كيلئے دو جرمن عورتوں كي مخفي جنگ

الهلال كے مقاله نگار مقيم برلن كے قلم سے

(اصل انگريزي سے ترجمه كيا گيا)

چند دن هوئے برلن كي سڑكوں نے ايک هيبت ناک منظر ديكها - شاهراهوں پر اِس طرح گولياں چلتيں اور لاشيں گرتي تهيں جس طرح عام بغاوتوں كے زمانه ميں هوا كرتا هے - يه لڑائي جمهوريت پسندوں اور شاه پسندوں كے درميان تهي - پوليس بهي بے دهڑک فير كر رهي تهي اور علانيه جمهوريت پسندوں كے خلاف تهي - لڑائي كي اهميت كا اندازه اِس سے كيا جاسكتا هے كه پريسيڈنت هيڈنبرگ كا حريف هرتيلان بهي اِس ميں شريک تها اور سخت زخمي هوا .

سابق قيصر جرمني

ليكن يه لڑائي كتني هي سخت هو ' مجهے اُس كي تفصيلات پر بحث كرنے كي ضرورت نهيں - ريوٹر ايجنسي نے اِس فرض سے سبكدوش كرديا هے - مجهے اِس وقت اصلي معامله پر غور كرنا هے - يه لڑائي اور اِس جيسي بهت سي لڑائياں جو جرمني ميں هوتي رهتي هيں ' بجاے خود زياده اهميت نهيں ركهتيں - اصلي اهميت اِس سبب كو حاصل هے جو اِن خانه جنگيوں كي موجب هے .

دنيا جانتي هے كه جرمني ميں اگرچه جمهوري حكومت قائم هوگئي هے مگر ملک كا عام رجحان شاهي كي طرف هے - جرمني آج بهي اُسي طرح تاج و تخت كي پرستش كرتا هے ' جس طرح جنگ سے پہلے كرتا تها - معزول قيصر اس وقت بهي جرمن دلوں كا ويسا هي ديوتا هے جيسا اپنے عروج كے زمانه ميں تها - جرمني ميں جمهوري حكومت اِس لئے قائم نهيں هوگئي هے كه باشندوں كي اكثريت اُسے چاهتي هے ' بلكه اس وجه سے هے كه جرمني كے لئے انگلستان اور فرانس كو خوش ركهنا ضروري هے اور وه سابق قيصر اور خاندان هوهنزولرن كي حكومت پسند نهيں كرتے .

پهر دنيا يه بهي خوب جانتي هے كه اب اِن دونوں طاقتور حريفوں كا رعب كم بلكه تقريبا زائل هوگيا هے - اب جرمن علي الاعلان اپنے شاه پسندانه ميلان كا اظهار كرتے اور جنگي سپهسالار اپنے آقا ولهلم كي وفاداري كے كهلے بندوں مقر هيں - خود جنرل هنڈنبرگ موجوده رئيس جمهوريت بهي اپنے اِس رجحان كے لئے مشهور هوچكا هے - ابهي حال هي ميں تو اُس نے صاف صاف اعلان كرديا تها كه " سابق قيصر كي وفاداري كي جو قسم ميں نے كهائي تهي ' اُس سے ابتک آزاد نهيں هوا هوں " يهي باعث هے كه جب وه رئيس جمهوريت منتخب هوا تو عام طور پر دنيا نے خيال كيا كه يه قيصر كے واپس آنيكي تمهيد هے - يه خيال بے بنياد بهي نه تها - يه واقعه هے كه اس بوڑهے جنرل نے سياسي زندگي كي بوجهل ذمهداريان زياده تر اسي غرض سے قبول كيں كه اپنے پرانے آقا كے لئے زمين طيار كرے - برلن كے سياسي حلقوں ميں تو يهانتک كها جاتا هے كه هنڈنبرگ نے يه منصب خود قيصر كے اصرار و حكم سے قبول كيا هے - صرف هنڈنبرگ هي نهيں ' جو جماعت إس وقت برسر حكومت هے ' اُسكي اكثريت بهي سراسر شاه پسند هے .

ميں جس پهلو پر روشني ڈالنا چاهتا هوں ' وه ابتک عام نظروں سے تاريكي ميں هے - باوجود شاه پرستي كے عام ميلان كے ابتک شاهي حكومت كا قيام كيوں وجود ميں نهيں آ سكا ؟ يه سوال اكثر دلوں ميں پيدا هوتا هے مگر صاف جواب حاصل كرنا دشوار هو جاتا هے .

نئي برف نے آكر اُسے ٹهوس يخ بنا ديا - اب ميں سخت اور شفاف برف كي چٹان كا ايک جزء بن گيا تها - قدرت كے كرشمے ديكهو ! ايک وقت ميں بهاپ كا ذره تها ' هر طرف اُڑتا پهرتا تها - اب ايک نهايت ٹهوس جسم كا جزء بن گيا - جب تک هوا ميں رها ' آزادي سے حركت كرتا تها - سمندر ميں بهي زياده بندش نه تهي - ليكن برف ميں پڑكر مجهے صديوں ايک تنگ اور سرد قيدخانه ميں رهنا پڑا - نه وهاں روشني نظر آتي تهي - نه كسي طرف جنبش كرسكتا تها - اندهيرا گهپ - موت كي سي خاموشي - قبر سے بدتر قيدخانه !

(سمندر ميں واپسي)

صدياں گزرگئيں - ميں نا اميد هوچكا تها - سمجهتا تها كبهي رهائي نصيب نه هوگي - مگر يه بهي ميري غلطي تهي - جس برف ميں ميں مقيد تها وه برابر نيچے اُترتي جاتي تهي در اصل اُسنے ايک برفاني سيلاب كي شكل اختيار كر لي تهي - اُترتے اُترتے وه زمين كے كنارے پهنچ گئي - ميں بالكل غافل تها - اچانک اُسكا ايک بڑا ٹكڑا ٹوٹ كر سمندر ميں گر پڑا اور زور كا دهماكا هوا - ميں سمجها پهاڑ پهٹ پڑا هے - پهر خاموشي چهاگئي اور ميري نا اميدي لوٹ آئي - ليكن بالآخر ايک دن جبكه ميں غافل تها ' برف كا وه ٹكڑا ايک چٹان سے ٹكراكر پاش پاش هو گيا ' اور ميں قيد سے آزاد هوگيا - اب ميں پهر اُسي سمندر ميں پڑا تير رها هوں جس سے كسي زمانه ميں هوا قيد كرکے آسمان پر لے اُڑي تهي - يه هے ميري سرگزشت كا ايک حصه - باقي حصے كسي دوسري فرصت ميں بيان كرونگا .

اسنے مجھے دیکھتے ہی جوش کے ساتھ کہا "میرا نام ایلن ہے" ایلن واقعی اپنے پورے معنوں میں منظر جمال ہے - قد میانہ' جسم سڈول' نہ فربہ نہ لاغر' ہاتھ پاؤں تناسب اعتدال کا نمونہ - اسکا رنگ صاف بتا رہا تھا کہ یہودی نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہوگیا ہے .

میرے خیال میں اسکی سب سے زیادہ عجیب چیز اسکی آنکھیں ہیں - سچ مچ کو سحر کار' جادو بھری آنکھیں' نہ چھوٹی نہ بڑی' صاف اور سنہری' دراز پلکوں کے نیچے ساکن' لطیف ابروؤں کے سایہ میں مطمئن' لیکن ہزاروں معانی و مطالب حسن سے لبریز!

اپنے خندۂ جانستاں سے بجلیاں گراتی ہوئی میرے استقبال کو بڑھی - رسمی سلام و کلام کے بعد ایک صوفے پر بیٹھ گئی اور بعد کسی انتظار کے اپنی باریک' ٹھنڈی' مگر سنجیدہ آواز میں تقریر شروع کردی :

"اب مجھے بے لاگ حقیقت کا اعلان کردینا چاہئے" اسنے کہا "میں بہت دن خاموش رہی لیکن کب تک خاموشی کے ساتھ دنیا کی تہمتیں برداشت کرتی رہوں؟ میں نے سخت عذاب جھیلا ہے - آہ! کیسا نا قابل تحمل عذاب! عالمگیر انسانی تحقیر کا عذاب! دشمنوں نے دنیا بھر میں مشہور کردیا ہے کہ میں ایک بدچلن اور آوارہ گرد عورت ہوں! کیا میں بد چلن عورت ہوں؟ یہ کیسی خوفناک تہمت ہے!"

اب اسکے چہرہ پر ہلکی سی زردی چھا گئی :

"انہوں نے سب ہی کچھ کہا اور لکھا - وہ کون سا برا لفظ تھا جو میری نسبت نہیں لکھا گیا - کیا یہ سچ نہیں ہے؟"

ایک لمحہ خاموشی کے بعد اسنے پھر تقریر شروع کی :

"دشمنوں نے دنیا کو یقین دلانے کی پوری کوشش کی کہ مجھہ میں وہ تمام رذالتیں جمع ہیں جو کسی عورت میں ہوسکتی ہیں - میں ساحرہ ہوں - غارت گر ہوں - آوارہ ہوں - ہرجائی ہوں - پرنس کارل کو برباد کرنے والی ہوں - اسکی بیوی بچے سے اسے جدا کرنے والی ہوں - میں اسے بھگا لائی ہوں - اسکے خاندان میں پھوٹ ڈالنے والی ہوں - آہ! غریب و ناتواں ایلن رومانیا کی جملہ مصائب کی تنہا ذمہ دار ہے! جب میں اپنی انگلی یوں ہلاتی ہوں (اسنے اپنی مخروطی انگلی اٹھاکر کہا) تو رومانیا کا قدیم شاندار تخت شاہی لرز جاتا ہے - الٹ کر پاش پاش ہو جاتا ہے!"

اس نے ایک غم ناک قہقہہ مارا "بلا شبہ یہ عجیب ہے اگر ہولناک نہیں ہے" یہ کہکر وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی - پھر بیٹھ گئی اور سنجیدگی سے کہنے لگی :

"میں تمہیں حقیقت بتاتی ہوں - تم نے سنا ہوگا میں گزشتہ سال میلانو میں تھی - تمام اخباروں نے لکھ مارا کہ پرنس کارل میرے ساتھ بھاگ آیا ہے - حالانکہ یہ قطعاً جھوٹ تھا - اصلیت صرف اتنی ہے کہ رومانیا میں سخت سیاسی مشکلات درپیش تھیں - مصائب نے پرنس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا - اتفاقیہ میری اس سے ملاقات ہوگئی - اسے ایک سچے رفیق و مونس کی ضرورت تھی - اس نے میری طرف دیکھا اور میں نے اس کی رفاقت و ہمدمی کا فیصلہ کر لیا"

اس نے پہلو بدلا اور کرسی اپنی انگلی سے کریدنے لگی :

"تم سمجھ سکتی ہو" اس نے رنجیدہ پیرایہ میں کہا "میں کیسی سخت مشکل میں پڑ گئی تھی؟ صرف یہی ایک خیال مجھے تسلی دیسکتا تھا کہ سچی دوستی کے معنی ہیں نفس کی کامل قربانی' اور میں اپنی قربانی کرکے فرض دوستی ادا کر رہی ہوں - بلا شبہ جب کبھی میں دشمنوں کی تہمتیں سنتی تو میرا دل پاش پاش ہو جاتا - لیکن پھر صبر و عزم سے کام لیتی اور سمجھتی کہ یہ حالت زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہ سکتی - در اصل دشمنوں کی یہ تمام شرارت اسلئے تھی کہ شاہزادہ کو ہمیشہ کے لئے [illegible] کردیا جائے - اس میں شک نہیں شرارت بہت دنوں تک کامیاب رہی - حتی کہ ایسا وقت بھی ہم پر گزرچکا ہے جب اس دنیا میں ایک انسان بھی ہمارا ہمدرد نہ تھا"

"تم نے بروقت کیوں ان تہمتوں کی اصلیت ظاہر نہیں کردی؟" میں نے سوال کیا .

"میں متکبر تھی" اس نے تیزی سے جواب دیا "ہاں میں متکبر تھی - میری خودداری کو سخت ٹھیس لگی تھی - میں دنیا کو مخاطب کرنا پسند نہیں کرتی تھی - میں اس دنیا سے جو سنگ دل انسانوں سے بھری ہوئی ہے نفرت کرتی ہوں - شاید میں ہمیشہ نفرت کرتی رہوں - میں کیوں دنیا کی کمینہ تہمت تراشیوں کے جواب میں اپنے آپ کو نمایا کرتی؟ تم خود دیکھتی ہو معاملہ بالکل صاف تھا - کسی صفائی کی ضرورت ہی نہ تھی - مجھے یقین ہے کہ میرا دامن بے داغ ہے - پھر میں اپنی صفائی کی کیوں کوشش کرتی؟ جو آدمی اپنی صفائی کرتا ہے وہ گویا خود اپنے اوپر تہمت اوڑھ لیتا ہے"

تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد وہ پھر بولی :

"اس تمام قصہ کی بنیاد صرف اتفاق پر ہے - بالکل اتفاقیہ طور پر پرنس سے میری ملاقات ہوگئی - میں پرنس سے دوستی کا رشتہ جوڑنے پر مجبور ہوگئی کیونکہ اس وقت اسے دوستی کی ضرورت تھی - میں نے کوشش کی کہ ٹھیک وہ روش اختیار کروں جو ایسے حالات میں کسی مخلص دوست کی ہو سکتی ہے - کیا ایک دوست کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ اپنی دوستی کیلئے اپنی برأت ثابت کرے؟"

"پھر اب کیوں تم نے رائے بدل دی؟ کیا تمہارے اور پرنس کے درمیان کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے یا عنقریب ہونے والی ہے؟" میں نے سوال کیا -

اسنے شانے ہلاکر بے صبری سے جواب دیا :

"ہمارے درمیان کوئی بات بھی واقع نہیں ہوئی اور نہ کبھی ہوسکتی ہے - کیونکہ ہمارا معاملہ ایسی محبت کا معاملہ نہیں ہے جو ہوا و ہوس کی محبت ہو اور جیسا کہ لوگ یقین کرتے ہیں - ہمارا علاقہ نفس انسانی کے ان پست درجوں سے کہیں بالا تر ہے - کہا جاتا ہے کہ دوستی' حقیقی دوستی: سورج کے نیچے نایاب ہے - اور مرد اور عورت کے درمیان تو اور زیادہ - لیکن میں یہ کہنے کی جرأت کرتی ہوں کہ میں نے اس دنیا میں ایک انسان کے ساتھ دوستی کی ہے - پرنس کو ایک دوست کی ضرورت تھی - میں اسکی دوست بن گئی - اسے ابتک دوست کی ضرورت ہے' اس لئے میں ابتک اسکے ساتھ ہوں - میں چونکہ اسکی دوست ہوں اسلئے اسکی تمام مصالح و فوائد کی بھی دوست ہوں' اور ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہیں کرسکتی کہ اسکی خوشحالیوں کی راہ میں روک ثابت ہوں"

مدام جوش سے تقریر کررہی تھی - وہ مجھے یقین دلانا چاہتی تھی کہ پرنس اور اسکی بیوی ہیلینا کے ملاپ اور مفاہمت کو وہ ناپسند نہیں کرتی .

حسن و عشق اور تاج و تخت

رومانیا کا تخت شاھي ایک فتنہ گر حسن کے رحم پر

(قیس کي داستان لیلی کي زباني)

الہلال کے مقالہ نگار پیرس کے قلم سے

اس وقت دنیا کے کسي ملک میں بھي وہ عجیب صورت حال درپیش نہیں ہے جو ایک برس سے رومانیا کو ایک سخت داخلي اضطراب میں مبتلا کیے ہوئے ہے - ملک میں ہر وقت خانہ جنگي اور خونریزي برپا ہو جانے کا اندیشہ ہے - نہیں کہا جاسکتا حالات کي یہ نازک صورت حال کس حد تک پہنچکر رکیگي ؟

یہ تمام اضطراب و اختلال کیوں ہے ؟ صرف اسلیے کہ پرنس کارل سابق ولي عہد رومانیا پر کماندار عشق کا بے پناہ تیر چل گیا اور وہ ایک فتنہ گر حسن کي نگاہ برق پاش کا مقابلہ نہ کرسکا :

عشق ازین بسیار کرد ست و کند !

دوران جنگ میں جب جرمن فوجیں بخارست (دارالحکومت رومانیا) پر قابض تھیں ' تو یہ شاھزادہ اپني فوج کے ایک افسر کي لڑکي پر فریفتہ ہوگیا اور اس سے اوڈیسا میں خفیہ شادي کرلي - لیکن جنگ کے بعد جب دونوں رومانیا واپس آئے تو بادشاہ پر یہ رشتہ گراں گزرا اور اسنے علحدگي کا حکم دیدیا .

ملکہ اور بھي زیادہ سخت تھي - عرصہ تک کشمکش جاري رھي - بالآخر شہزادہ کو مجبور ہو جانا پڑا اور اپني بیوي کو طلاق دیدي - ایک شیر خوار بچہ اسکي گود میں تھا - طلاق کے بعد مع اپنے بچے کے رومانیا سے جلا وطن کردي گئي .

اسکے بعد شاھزادہ کي شادي یوناني شاھزادي ھیلینا سے کردي گئي - اسوقت عام طور پر یقین کیا جاتا تھا کہ اب ولي عہد مطمئن ہوکر شاھي زندگي بسر کریگا اور یہ ناگوار حادثہ فراموش ہوجایگا - لیکن واقعات اسکے برخلاف ثابت ہوئے - چند ھي برس بعد شاھزادہ کو اپني نئي بیوي سے نفرت ہوگئي اور اس نفرت نے عشق و الفت کا ایک نیا محل ڈھونڈھ نکالا - دسمبر سنہ ۱۹۲۵ کي صبح کو اچانک معلوم ہوا کہ شاھزادہ بخارست سے پوشیدہ نکل گیا ہے ' اور میڈم لوپسکو نامي ایک عورت بھي اسکے ساتھ فرار ہوگئي ہے - شہزادہ کي ایک تحریر اسکي نشست کے کمرہ سے ملي - اس میں لکھا تھا کہ میں اب ولي عہدي سے دست بردار ہو جاتا ہوں - جس ولي عہدي سے مجھے اپني زندگي کي ابتدائي راحت بھي نہیں مل سکتي ' بہتر ہے کہ اسے کسي دوسرے کیلئے چھوڑ دوں !

اس واقعہ نے تمام یورپ میں ھلچل مچادي - ۴ - جنوري سنہ ۱۹۲۶ - کو روماني پارلیمنٹ کا جلسہ ہوا اور اسنے طے کیا کہ شہزادہ کا پانچ برس کا لڑکا جو پرنس ھلینا کے بطن سے ہے ولي عہد مقرر کیا جاے - ساتھ ھي اعلان کیا گیا کہ بیس برس کیلئے پرنس کارل کا داخلہ رومانیا میں ممنوع قرار دیا جاتا ہے .

پرنس پر یہ کارروائي شاق گزري - اب وہ اپنے ملک میں واپس آنا اور اپنا حق واپس لینا چاھتا ہے - اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک دو گروھوں میں بٹ گیا ہے - حلقۂ حکومت پرنس کے خلاف ہے ' مگر رعایا کي اکثریت اسکي حمایت پر تلي ہوئي ہے - پرنس کي مخالفت میں سب سے زیادہ سرگرم خود اسکي ماں ہے - اس ملکہ کي سختي اس حد تک پہنچ گئي ہے کہ اب " دل میں خنجر رکھنے والي ماں " کے لقب سے خود رومانی پکارنے لگے ہیں .

ولي عہد کي موجودہ روش کي تمام ذمہ داري اسکي نئي محبوبہ میڈم لوپسکو کے سر ڈالدي گئي ہے - یورپ کے اخبارات اسکے خلاف مضامین شائع کر رہے ہیں - اور اسے " خوفناک ساحرہ " اور " قزاق " کا لقب دیا جا رہا ہے - وہ سال بھر تک تو خاموش رھي ' لیکن اب پہلي مرتبہ زبان کھولي ہے - حال میں ایک انگریز اخبار نویس خاتون اس سے پیرس میں ملي تھي - اس خاتون نے اپني ملاقات کي سرگذشت حسب ذیل بیان کي ہے :

" میں نے رومانیا کا تخت شاھي نہیں ھلایا - نہ پرنس کارل میري وجہ سے تخت شاھي سے دست بردار ہوا ہے جیسا کہ دنیا نے ھمارے دشمنوں کے کہنے سے یقین کر رکھا ہے - میں نہ تو ساحرہ ہوں - نہ قزاق ہوں - میں محض پرنس کي ایک مخلص دوست ہوں - میں پرنس کے فرائض کي راہ میں کبھی رکاوٹ نہیں بن سکتي "

ان الفاظ سے مڈم لوپسکو نے اپني گفتگو شروع کي :

" میں نے پرنس کارل کو تخت شاھي سے علحدہ نہیں کیا " میڈم نے کہا " میں انہیں بادشاہ بننے سے ھرگز نہیں روکتي - میں تو محض انکے رنج میں شریک اور جلاوطني کي رفیق ہوں - اس سے زیادہ میري کوئي حیثیت نہیں "

انگریز خاتون لکھتي ہے : مڈم لوپسکو پیرس کے مضافات میں مقیم ہے - مکان اچھا خاصہ دو منزلہ ہے - مکان کے گرد احاطہ ہے اور اسمیں مضبوط دروازے لگے ہیں - ہمیشہ خفیہ پولس کے دو آدمي نگراني کرتے ہیں - پھاٹک کي کنجي ایک وفادار دربان کے پاس رہتي ہے - وھي کھولتا اور بند کرتا ہے .

مکان کے اندر میں نے ہر چیز آراستہ اور گھریلو پائي - نرم ریشمي فرش بچھا تھا - جابجا نفیس کرسیاں رکھي تھیں - خوبصورت گلدستے قرینے سے میزوں پر چنے تھے - غرضکہ گھر کي مجموعي ھیئت صاف بتا رھي تھي کہ اس میں کوئي با سلیقہ عورت رہتي ہے .

میرے لیے دروازہ کھلا - میں معترف ہوں کہ مڈم لوپسکو کو اچانک اپنے سامنے دیکھکر میں دم بخود رہ گئي - یہي وہ سحر والي ساحرۂ حسن ہے جسنے رومانیا کي پوري سلطنت اپني چشم و ابرو کے ایک اشارہ سے ھلا ڈالي ! یہي وہ شہرۂ آفاق مگر پر اسرار عورت ہے جسے بہت کم آدمیوں نے دیکھا ہے مگر سب نے اسکے بارے میں خیال آفریني کي ہے ! اسي کي نسبت مشہور ہے کہ اسکي جانستاں اداؤں کے مستقبل کے ایک بادشاہ سے اسکا تاج و تخت چھڑوا دیا ! میں تسلیم کرتي ہوں کہ میں نے اسکي جو تصویر اپنے ذھن میں کھینچ رکھي تھي ' وہ اس سے بالکل مختلف نکلي .

یہ ایک نہایت حسین عورت ہے - عمر بیس برس سے بھي کم ہوگي - بال سرخ نہیں ھیں جیسا کہ عام طور پر مشہور ہوا ہے - اسکے بالوں کا رنگ پکے گیہوں کا رنگ ہے جب ڈوبتے ہوئے سورج کي زرد شعاعوں سے وہ چمک دار ہوجاتا ہے - چہرہ کے گرد گھنے ' ریشمیں ' سنہري ' بالوں کا ھجوم ہے - بال نہایت شاندار ھیں نئے فیشن کے خلاف اپني پوري درازي رکھتے ھیں - وہ عورت نہیں ہے - گلاب کا نازک ' تازہ ' شگفتہ ' خنداں ' اور دلفریب پھول ہے !

یونانی زبان کو حاصل تھا۔ اس عہد کی صنعت کتابت و تزئین کے آثار بھی محفوظ ہیں۔ یعنی ایسی کتابیں بھی محفوظ ہیں جو مطلا و مذہب یا مصور لکھی گئی تھیں، اور کاغذ کی جگہ ہرن کی جھلی استعمال کی گئی تھی۔ مذہبی اعمال و رسوم کی بعض اشیاء بھی پائی جاتی ہیں جو اسپین کے آخری مسیحی فرمانروا راڈرک کے استعمال میں آتی تھیں۔

عمارت کا ایک دوسرا حصہ اندلس کے اسلامی عہد تمدن کی یادگاروں پر مشتمل ہے۔ اسمیں تقریباً دو ہزار مجلدات عربی کتابوں کی ہونگی۔ کچھ ذخیرہ تصاویر و نقوش اور صنعتی اشیاء و نوادر کا بھی ہے۔

(اسکوریال کی خاموش شہادت)

لیکن کیا اندلس کے آٹھ سو برس کے اسلامی تمدن کا صرف اتنا ہی ذخیرہ دنیا کے حصہ میں آیا تھا جو اسکوریال میں محفوظ ہے؟ اور کیا یہ ذخیرہ بھی اندلس کے دوسرے مسیحی دور کی علمی حفاظت کا نتیجہ ہے؟

نہیں، تاریخ ان دونوں سوالوں کا جواب نفی میں دیتی ہے۔

دنیا کی تاریخ میں شاید ہی علم و تمدن کیلئے ایسے تاریک و المناک ایام آئے ہوں جیسے اسلامی حکومت کے زوال و اخراج کے بعد اندلس میں آئے۔ سنہ ۱۴۹۱ع میں جب غرناطہ کا آخری مسلمان فرمانروا ابو عبد اللہ اسلامی حکومتوں کی اعانت سے مایوس ہوکر مجبور ہوگیا کہ غرناطہ دشمن کے حوالہ کردے، تو اسوقت فرڈی ننڈ اور اہالی غرناطہ میں ایک معاہدہ ہوا تھا۔ اسمیں ۹۷ شرطیں تھیں جو آجتک صفحات تاریخ پر ثبت ہیں۔ ان شرطوں میں بعض شرائط اسلامی مدرسوں اور کتب خانوں کے بارے میں بھی تھیں۔ جس طرح فرڈی ننڈ نے مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور شہری و مدنی حقوق کے احترام کا عہد کیا تھا، اسی طرح اس بات کا بھی عہد کیا تھا کہ تمام اسلامی مدرسے قائم رکھے جائینگے، اور اسلامی کتب خانے مسلمانوں کی ملکیت تسلیم کئے جائینگے۔ لیکن اس معاہدہ اور اسکی ۹۷ شرطوں کا نتیجہ کیا نکلا؟ مشہور مورخ لارس اور رامبو کے لفظوں میں یہ نکلا کہ "دنیا میں شاید ہی کسی انسانی گروہ نے انسانوں کے قتل، آبادیوں کی ویرانی، علم و مدنیۃ کی بربادی، اور وحشت و بربریۃ کی اشاعت میں ایسی مجنونانہ بیتابی دکھلائی ہوگی جیسی کہ اسپین کے عام برادران مسیحیت نے دکھلائی۔ پچاس برس کے اندر نہ صرف مسلمانوں سے، بلکہ علم و مدنیۃ کی تمام علامتوں اور نشانیوں سے پورا جزیرہ نماے اندلس صاف کر دیا گیا"!

اسپین میں علوم و کتب کی سرپرستی اسلامی حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت تھی، لیکن جب مسیحی حکومت کا علم لہرانے لگتا تو اسکا پہلا نتیجہ یہ نکلتا کہ مدرسوں کی عمارتیں منہدم ہوجاتیں اور کتابوں کے انبار آگ کے حوالے کردیے جاتے۔ کامل ڈیڑھ سو برس تک (جو اندلس میں اسلامی حکومت کے زوال اور مسیحی اقتدار کے عروج کا زمانہ ہے) اسکا سلسلہ جاری رہا۔ جب کسی شہر سے عرب خارج کئے جاتے، تو فاتح جماعت کا پہلا کام یہ ہوتا کہ ڈھونڈ ڈھونڈھکر کتابیں جمع کی جاتیں اور آگ کے حوالے کردی جاتیں۔ آخری کتب خانہ جو جلایا گیا، وہ غرناطہ کا شاہی کتب خانہ تھا جسکی حفاظت کا خصوصیت کے ساتھ فرڈی ننڈ نے معاہدہ تسلیم میں عہد کیا تھا۔ مورخین یورپ نے اس کتب خانہ کی کتابوں کی تعداد اسی ہزار سے ایک لاکھ تک بیان کی ہے۔ تاریخ سے جس انسان کو اتنے بڑے ذخیرہ علم و مدنیۃ کے ضائع کردینے کی لازوال شہرت حاصل ہوئی، وہ تاریخ اسپین کا مشہور کارڈینل فرانسسکو زی مینس Cardinal Francisco Ximens ہے۔

کارڈینل مذکور کو اسپین کی تاریخ میں وہی درجہ حاصل ہے جو ایک دوسرے کارڈینل ریشیلیو Richelieu کو فرانس کی تاریخ میں حاصل ہوا ہے۔ دونوں مذہبی حلقہ سے نکلکر حکومت و فرمانروائی کے حلقہ میں آئے، اور ترقی کرتے کرتے نائب السلطنت کے عہدہ تک پہنچ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ مورخین نے دونوں شخصیتوں کا مقابلہ کیا ہے اور انکے خصائص پر بحثیں کی ہیں۔ زمانہ حال کے بعض مورخوں نے زی مینس کو ریشیلیو پر ترجیح دی ہے، کیونکہ وہ آخر الذکر سے کہیں زیادہ علم و فن کا شائق تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اسی کی کوشش سے اسپین کی پہلی یونیورسٹی وجود میں آئی جو الکالا Alcala میں قائم ہوئی تھی اور جسکی نسبت فرانسس اول نے کہا تھا "تمہارے زی مینس نے تنہا وہ کام کیا جو فرانس میں بادشاہوں کی ایک پوری صف کرسکتی ہے" اور پھر یہ اسی کی ہمت و توجہ کا نتیجہ تھا کہ سنہ ۱۵۱۷ع میں کتب مقدسہ کی مختلف زبانوں کا ایک مکمل ایڈیشن مع ضمیموں اور تشریحات کے چھ جلدوں میں چھپکر شائع ہوا۔

لیکن مذہبی تعصب و جنون کی یہ کیسی عجیب مثال ہے کہ سنہ ۱۴۹۹ میں یہی کارڈینل جو یونیورسٹی کا موسس اور فن طباعت کا قدردان ہے، ایک دوسرے مقدس آدمی فرڈیننڈ دی ٹالویرا Ferdinand de Talavera کے ساتھ ملکر یہ فتوی صادر کرتا ہے کہ غرناطہ کا شاہی کتب خانہ جلا دیا جائے، کیونکہ خود اسی بانی دارالعلوم کے لفظوں میں "اسکی کتابیں انجیل کی تعلیم سے مطابقت نہیں رکھتیں"!

مشہور مورخ کانڈی Conde لکھتا ہے۔

"ان اسی ہزار کتابوں کے علمی مطالب کی قدر و قیمت بجائے خود رہی، ان میں سے ہر کتاب کی جلد اس درجہ نقش و نگار [illegible] عجائب و غرائب صنعتوں سے آراستہ ہوتی تھی کہ لوگوں نے جلتے ہوئے انباروں میں سے جلدوں کو نکال لیا تاکہ [illegible] سونا چاندی اور قیمتی زیوروں کی بڑی مقدار حاصل کرلیں"!

یہ معاملہ یہیں تک ختم نہیں ہوگیا۔ شاہی کتب خانہ جلادینے کے بعد محکمہ تفتیش مقدس Inquisition نے تمام شہر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ مسلمانوں کے گھروں کی تلاشی لی جائے اور عربی کی جس قدر کتابیں ملیں ضبط کرلی جائیں۔ مشہور ولندیزی مستشرق پروفیسر ڈوزی Dozy کی تاریخ مسلمانان اندلس Histoire des Musalmans d' Espagne کی شہادت کے مطابق اس ذخیرہ کی مقدار شاہی کتب خانہ کے ذخیرہ سے بھی کچھ کم نہ تھی۔

کتب خانۂ اسکندریہ کے جلائے جانے کی کہانی میں بیان کیا گیا ہے کہ کتابیں چھ مہینے تک شہر کے حماموں میں ایندھن کی جگہ جلتی رہی تھیں۔ افسانہ میں کتابیں چھ ماہ تک جلسکتی ہیں، لیکن سچے واقعہ میں آگ کا عمل اتنا کمزور نہیں ہوسکتا کہ چھ ماہ تک کتابوں کو مہلت زندگی دیدے۔ غرناطہ کا حادثہ افسانہ نہیں ہے، واقعہ ہے، اس لئے جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ "کامل سات دن تک کتابوں کے ڈھیر جلتے رہے"!

ان حالات کے بعد ظاہر ہے کہ اندلس کے اسلامی تمدن کا کوئی علمی ذخیرہ ایسا باقی نہیں رہا تھا جو موجودہ دنیا تک پہنچ سکتا۔

آثار عتیقہ

وہ اچانک کرسي کي پشت سے ٹیک لگاکر بیٹھ گئي اور چھت کي طرف نظر اٹھاکر دیکھنے لگي - مجھے سخت حیرت ہوئي کیونکہ اب اسنے ایک دلربا نازنین کي جگہ اچانک ایک حکیم اور فلسفي کا لب و لہجہ اختیار کر لیا تھا :

" دوستي اُس چیز سے بہت بلند ہے جسے محبت کہتے ہیں - دوستي سراسر قرباني اور اعتماد ہے ، مگر محبت سراسر انانیت اور خود پرستي ہے - یہي سبب ہے کہ جب میں دیکھتي ہوں لوگ ہمارے باہمي تعلق کو عشق و محبت کا تعلق بتاتے ہیں تو میرے جذبات سخت مجروح ہوجاتے ہیں - اگر ہم میں عشق ہوتا تو میں اِتني خوش نصیب اور مطمئن نہ ہوتي جتني اِس وقت ہوں - محبت چند ہفتے ، چند مہینے ، شاید چند برس رہتي ہو - لیکن دوستي زندگي کا ایک ابدي معاہدہ ہے - جوں جوں وقت گذرتا ہے ، اسکا جوش افسردہ نہیں پڑتا بلکہ اور زیادہ بڑھتا جاتا ہے "

" اعلی خیال ہے " میں نے اسکي تصدیق کي " لیکن اب کیا ارادہ ہے ؟ آیندہ کا پروگرام کیا ہے ؟ "

مدام لوپسکو کرسي سے اٹھ کر کھڑکي کے پاس گئي - ریشمیں پردہ ہٹاکر سورج پر نظر ڈالي - پھر لوٹ آئي :

" سچ یہ ہے میں نے ابتک کچھ بھي غور نہیں کیا ہے ". اُس نے بے پروائي سے جواب دیا " در اصل کوئي پروگرام نہیں ہے - قدرتي طور پر معاملہ کا دار مدار ...... " وہ اچانک رک گئي " میں پیرس میں بہت خوش ہوں " بات ٹالنے کے لئے کہنے لگي " میري دلي تمنا ہے کہ لوگ مجھے تنہا چھوڑ دیں - بالکل بھول جائیں - میں خاموش زندگي بسر کرنا چاہتي ہوں "

یہ اُس نے سچ کہا - یہ عجیب عورت پیرس سے صرف پندرہ منٹ کے فاصلہ پر مقیم ہے - مگر تین تین ہفتہ تک شہر نہیں جاتي - واقعي وہ تنہائي پسند ہے -

" میں یہاں رہنا پسند کرتي ہوں " اُس نے کہا " کیونکہ یہاں ہر طرف خاموشي ہے - موسم بہار میں یہ درخت ہرے بھرے ہو جائینگے "

میں نے اِس افواہ کے متعلق سوال کیا کہ دونوں عاشق و معشوق عنقریب سیاحي شروع کرنے والے ہیں - اُس نے جواب دیا :

" مجھے سیاحي کا شوق نہیں ہے - میرے خیال میں رومانیا دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت ملک ہے "

درحقیقت یہ نازنین حیرت انگیز جاذبیت اور کشش رکھتي ہے - کوئي شخص بھي اُس کے تاثیر جمال سے اپني حفاظت نہیں کرسکتا - اُس کي شخصیت سادہ لیکن پورے معني میں موثر ہے - اِس ملاقات کے بعد مجھے کوئي تعجب نہیں اگر رومانیا کا تخت شاہي اِس عورت کے خوف سے تھر تھرا رہا ہے !

اندلس میں اسلامي تمدن کا آخري نقش قدم

(نفیسۂ اسکوریال کے عربي آثار)

اندلس (اسپین) کے موجودہ دارالحکومت میڈرڈ سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر ایک عظیم الشان مسیحي خانقاہ " اسکوریال " کے نام سے موجود ہے جسے شاہ فلپ ثاني کے سنہ ۱۵۸۴ میں تعمیر کیا تھا - جہانتک عمارت کے طرز و قسم کا تعلق ہے ، وسعت و بزرگي کے سوا اسمیں کوئي خاص بات ایسي نہیں جو قابلِ ذکر ہو - اندلس کے آخري مسیحي عہد کي تمام عمارتوں کي طرح یہ عمارت بھي تعمیري فنون لطیفہ کي تمام خوبیوں سے خالي ہے - با ایں ہمہ اسکي دلکشي میں کلام نہیں - ہمیشہ دنیا کے سیاح اور محقق اسکي زیارت کیلئے آتے رہتے ہیں اور دنیا کي مشہور عمارتوں کے سلسلے میں اسکا نام بھي برابر لیا جاتا ہے .

یہ اسلئے ہے کہ اسي عمارت کے ایک حصہ میں اندلس کا شاہي کتب خانہ محفوظ ہے - اندلس کے قبل از اسلام اور بعد از اسلام عہد کے متعلق جو کچھ بھي موجودہ دنیا کي وراثت میں آیا ہے ، وہ اسي خانقاہ کي سنگین دیواروں کے قبضہ میں ہے ، اور اسلئے علم و تاریخ کے سراغ رسانوں کیلئے یہ مقام بھي لندن کے برٹش میوزیم ، پیرس کے قومي کتب خانے ، قاہرہ کے دارالآثار ، اور برلن کے کتب خانۂ مشرقي سے کم قدر و قیمت نہیں رکھتا - بلکہ بعض حالتوں میں کہیں زیادہ قیمتي ہے .

(کتب خانے کے دو حصے)

اس کتب خانے میں تقریباً ۴۵ ہزار نسخے کتابوں کے محفوظ ہیں - پرانے سکوں ، تصویروں ، نقوش ، اور مختلف قسم کي تاریخي اشیاء و نوادر کي بھي ایک کافي مقدار جمع کي گئي ہے - ایک حصہ اُن کتابوں اور تاریخي آثار کا ہے جو اندلس کے قبل از اسلام عہد سے تعلق رکھتے ہیں - دوسرا حصہ وہ ہے جسکا تعلق عہد اسلام کے آثار سے ہے - ان دونوں حصوں کي موجودگي بجائے خود تاریخ کي ایک نہایت عبرت انگیز داستان ہے !

پہلے حصہ میں قبل از اسلام عہد کے وہ تمام نوادر و آثار موجود ہیں جنکي اُس عہد کي تمدني استعداد دیکھتے ہوئے توقع کي جا سکتي ہے - تورات و انجیل کا وہ نسخہ جو اسپین کے مسیحي حکمرانوں کي تلاوت کا خاص نسخہ تھا ، اپني کامل و اصلي حالت میں موجود ہے - ایک سو سے زیادہ لاطیني زبان کي مذہبي کتابیں بھي اُس عہد کي یادگار ہیں - ایک بڑي تعداد اُن نوشتوں کي بھي ہے جو قدیم اندلسي زبان میں لکھے گئے تھے اور اندلس کے ملکي و سیاسي انقلابات انکے وجود پر کوئي مخالفت اثر نہ ڈال سکے - ایک خاص مقدار مسیحي مذہبي کتب کي یوناني زبان میں بھي ہے ، اور اس سے اُس مذہبي و علمي اقتدار کا سراغ لگتا ہے جو ازمنۂ وسطی میں

ہوتا ہے اور [illegible] محل کي کنجیاں فرڈیننڈ اور ازابلا کے حوالے ہو رہا ہے ۔

(۳) ابو عبد اللہ کي تلوار اور ڈھال ۔

(۴) ابو عبد اللہ کي ایک ریشمیں اور [illegible] تھا ۔

(۵) [illegible] کي ایک طلائي رحل جو سلاطین موحدین کي خیال کي جاتي ہے ۔

(۶) ایک قدیم تاریخي موقع جس میں غرناطہ کے اسلامي دار القضاء کا منظر دکھلایا گیا ہے اور جو قصر الحمراء کي ایک دیوار کے مرقع سے نقل کیا گیا ہے ۔

(۷) "اے ري زوس دي گریت" یعني قاضي ابن رشد اعظم کي تصویر جو اُس سنگي بت کي نقل ہے جو اُس کے بعض یہودي شاگردوں نے طیار کیا تھا ۔

(۸) اندلس کے عرب جنگ آزماؤں کا ایک منظر ۔

(۹) غرناطہ کے محل شاهي کي طلائي کنجیاں جو عبد اللہ نے فرڈیننڈ کے حوالے کي تھیں ۔

(۱۰) الحمراء کے ایک سنگي بت کي نقل جسکي نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ وہ اسلامي عہد وسطی کے ایک مسلمان فرمانروا کي شبیہ ہے ۔

(پروفیسر امیلیو کي منتخبات)

ہم پروفیسر ایم امیلیو (M. Emilio) کے نہایت شکرگزار هیں کہ انہوں نے الہلال میں شائع کرنے کیلئے کتب خانۂ اسکوریال کے آثار و نوادر کے عکسي فوٹو اور ضروري تشریحات بھیج دي هیں - پروفیسر موصوف اسپین کے مستشرقوں میں اپنے ذوق علم اور مستعدي تصنیف کے لحاظ سے ممتاز درجہ رکھتے هیں اور متعدد کتابیں عربي علوم و آثار پر مرتب کرچکے هیں - ہم وقتاً فوقتاً انکي فراهم کردہ معلومات الہلال کے صفحات پر شائع کرتے رهینگے - آج اس سلسلہ میں اسکوریال کے چار آثار هدیۂ ناظرین هیں :

(۱) سب سے پہلا منظر اسلامي اندلس کي آخري نگاہ تودیع ہے - یہ غرناطہ کا آخري فرمانروا ابو عبد اللہ ہے جو سنہ ۸۹۷ هجري میں اندلس سے خارج کیا گیا - اسکے اخراج پر یورپ کے هشت صد سالہ عربي حکومت کا همیشہ کے لئے خاتمہ هوگیا - تمام مورخین عرب و فرنگ متفق هیں کہ یہ نہایت کمزور دل و دماغ کا انسان تھا - اُسکا ارادہ پست ، دماغ وهمي ، اور طبیعت عیش پسند واقع هوئي تھي - وہ اپني نسل کا ویسا هي کمزور انسان تھا جیسا نسل عباسي کا آخري فرمانروا المعتصم باللہ یا نسل تیموري کا آخري نام لیوا بہادر شاہ تھا - لیکن تاریخ اِن شخصیتوں کو انکي شخصیتوں میں نہیں دیکھتي - اُنکے زوال میں ایک پورے عہد و ایام کا زوال اُسکے سامنے آجاتا ہے - ابو عبد اللہ اپني ذات سے کتنا هي برا هو ، لیکن وہ سر زمین یورپ میں اسلامي و عربي تمدن کا آخري نقش قدم تھا - اُسکے مٹنے سے صرف اُسکي شخصیت هي نہیں مٹ گئي ۔ بلکہ اسلام کا

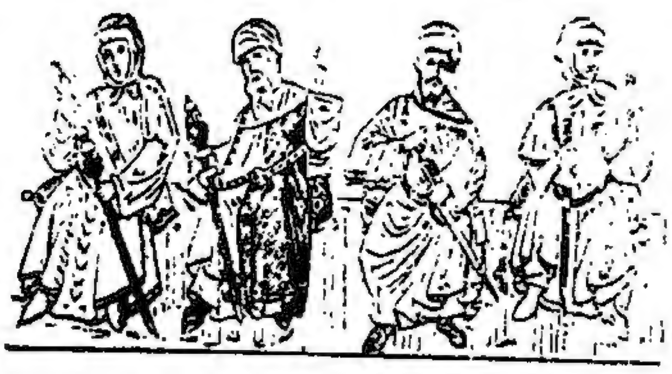

غرناطہ کے قاضیوں کي مجلس

عربي تمدن [illegible] نقش تمدن و حضارت [illegible] هي مٹ گیا ۔ [illegible] [illegible] [illegible]

ابو عبد اللہ [illegible] خاندان بھي [illegible] سے آخري فرمانروا کي شبیہ بھي [illegible] اسے شاں رحلے کے بیچھے تاریخ عرب کي [illegible] رفتہ کا ایک طویل سلسلہ دیکھا جاسکتا ہے - اگر ممکن هو تو هم اپنے اقوال رفتہ کا ایک موقع عالم تخیل میں [illegible] اور [illegible] [illegible] اندلس سے ابو عبد اللہ اور دهني مرحوم سے بہادر شاہ [illegible] [illegible] حسرت ڈال لینے اور [illegible] [illegible] چھوڑ دینے کیلئے ایک سامان عبرت [illegible] [illegible] شخصیتیں دراصل همارے عظمت ماضي کے [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] قوم [illegible] !

(۲) دوسرا موقع اسی منظر حسرت کا ایک دوسرا نوشتہ ہے - یہ ابو عبد اللہ کي ایک ریشمي اور [illegible] ہے جو اِس وقت تک اپني اصلي حالت و شکل میں محفوظ ہے - اِس سے نہ صرف اُس عہد کے وضع و قطع لباس کا ایک شاهي نمونہ حضرت علم میں آجاتا ہے ، بلکہ اسلامي اندلس کي مختلف صنعتوں کا بھي پورا سراغ لگتا ہے - [illegible] [illegible] کے مشجر اور گل بوٹے جن سے اسکا حاشیہ اور متن مزین ہے ، اس درجہ قیمتي اور صنعت گرانہ هیں کہ بعض اهل نظر کے نزدیک اس قبا سے مستقبل صنائع پر ایک بڑي تکوار لکھي ہے ۔

(۳) تیسرا منظر ایک موقع ہے جسمیں غرناطہ کے قاضیوں کي ایک مجلس دکھلائي گئي ہے - موقع کے نیچے جو عبارت درج ہے ، اُس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ موقع مشہور قصر " الحمراء " کي ایک دیوار پر منقش تھا - سولہویں صدي کے وسط میں ایک مصور نے اُس سے یہ نقل طیار کي - اس موقع کي هر تصویر فن مصوري کے لحاظ سے اس درجہ صحیح اور باقاعدہ ہے کہ موجودہ زمانہ بھي بمشکل کوئي نقص نکال سکتا ہے - الحمراء کي دوسري تصویروں کي طرح یہ موقع بھي اندلس کے عربي عہد کي اُن ترقیات پر گواہ ہے جو فن مصوري کي اعلی اقسام میں اُسے حاصل تھیں ۔ تاریخي قدر و قیمت کا پہلو یہ ہے کہ اُس عہد کے سرداروں و علماء کي وضع قطع اور طریق لباس و نشست کا ایسا واضح منظر سامنے آجاتا ہے جسکا کسي دوسرے ذریعہ سے علم ممکن نہیں ۔

(۴) چوتھا منظر عربي فوج کي ایک جماعت کا منظر ہے جسکي نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ قرون وسطی میں [illegible] صناع نے طیار کیا تھا اور اُن عرب سپاهیوں کا ایک سادہ سا [illegible] خاکہ تھا جنھوں نے فرانس پر فوج کشي کي تھي - اس سے عربي فوج کي وضع و قطع اور آلات و اسلحہ پر نہایت قیمتي روشني پڑتي ہے ۔

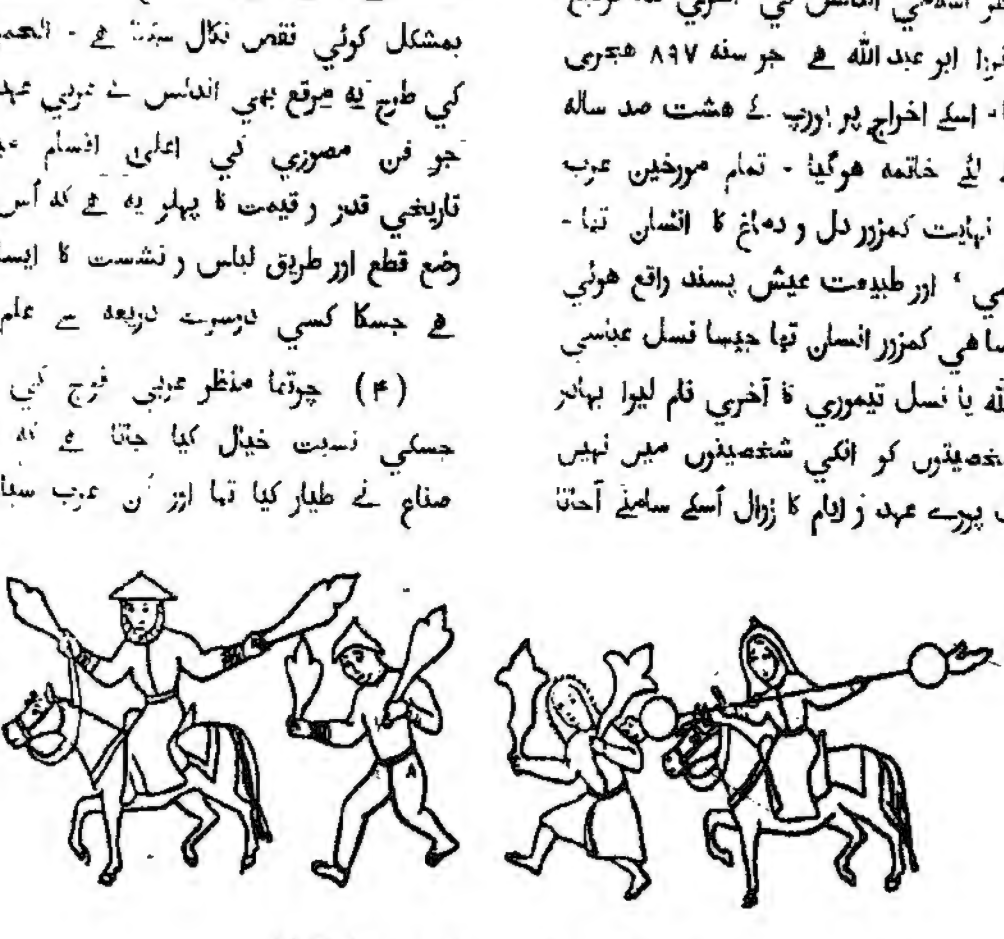

عربي فوج کا ایک منظر جسنے فرانس پر حملہ کیا تھا

ایک مدت کے بعد جب اسپین کو مذہبی تعصب کے جنون سے نجات ملی تو عہد اسلامی کے ذخیرۂ علم و ادب کی جستجو شروع ہوئی۔ [illegible] قرطبہ اور غرناطہ کے کھنڈروں [illegible] جستجو کا کیا حاصل ہوتا؟

[illegible] پشیمانی [illegible]!

لیکن اتفاق سے [illegible] ایک حادثہ ایسا پیش آیا جس [illegible] ایک بڑا ذخیرہ [illegible] آخر [illegible] کے دو جہازی [illegible] جنگ ہو [illegible] جو [illegible] زیدان [illegible] کتابیں کے ذخیرے لے جا رہے تھے۔ اسپینی جہازوں نے [illegible] اسپین [illegible] اسپین کی عدالت [illegible] کے حوالے نہیں کیا گیا۔ کتب خانۂ اسکوریال میں رکھوا دیا گیا۔ موجودہ کتابیں اسی ذخیرہ کا ایک حصہ ہیں۔ پروفیسر ہارٹوگ ڈرنبرگ Hartiwig Derenbourg نے کتب خانۂ اسکوریال کی عربی مخطوطات پر ایک مفید کتاب Les Manuscrits de L'Escurial لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ ذخیرہ اگرچہ اندلس کا ذخیرہ نہ تھا۔ مولائی زیدان کی کتابیں تھیں جو اس نے غالباً [illegible] مصر و شام سے منگوائی تھیں۔ تاہم اگر یہ کتابیں بھی [illegible] رہتیں تو عربی علوم کے ذخائر کا ایک نہایت قیمتی سرمایہ ہوتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کے اخراج کے بعد اندلس کی قسمت میں علم و تہذیب کی دائمی بربادی ہی آئی تھی۔ جب مذہبی جنون نے کتابوں کا جلانا ضروری نہ سمجھا تو حوادث و ایام نے یہی عمل شروع کر دیا۔ اس ذخیرہ کے اسکوریال میں رکھنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد یکایک وہاں آگ لگ گئی اور دیگر اشیاء و نوادر کے ساتھ عربی ذخیرۂ کتب کا بھی ایک بڑا حصہ جل گیا۔ اب جس قدر ذخیرہ موجود ہے یہ وہ ہے جو اس آتش زدگی سے [illegible] رہ گیا تھا۔ یہ زیادہ سے زیادہ دو ہزار کتابیں ہونگی۔ مشہور اسپینی مستشرق [illegible] نے بھی (جنہوں نے اسی کتب خانے سے ابن بشکوال کی کتاب الصلہ وغیرہ حاصل کر کے شائع کی ہے) قریب قریب ایسا ہی لکھا ہے۔

(تاریخ کی صدائے عبرت)

کتب خانے کے ان دونوں حصوں کی موجودگی سے تاریخ کی ایک درد انگیز صدائے عبرت پیدا ہوتی ہے جو ہر زائر کو [illegible] سنائی دیتی ہے۔

پہلے حصے میں اندلس کے قبل از اسلام عہد کا تمام ذخیرۂ کتب و آثار موجود ہے۔ [illegible] بھی موجود ہے جسکی سلاطین اسپین تلاوت کیا کرتے تھے۔ ان اشیاء کی موجودگی اس حقیقت کا قطعی ثبوت بہم پہنچاتی ہے کہ عربوں نے فتح اندلس کے بعد جس قدر

بھی ذخیرہ [illegible] اور [illegible] اسکے [illegible] پہنچنے [illegible] جس [illegible] آسکی [illegible] یہ بڑا [illegible] جستجو [illegible] ہے [illegible] مسلمانوں کے [illegible] [illegible] ہے [illegible] مسلمانوں [illegible] کی [illegible] اندلس [illegible] کوشش [illegible] اندلس کے [illegible] [illegible] بھی ہوا۔ خود مسلمانوں کے اندر ہو۔ اندلس کا مذہبی ذخیرہ ہمیشہ محفوظ رہا۔ اندلس کی پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ کسی [illegible] نظر [illegible] مسیحی خانقاہوں کا [illegible] ذخیرہ [illegible] ہو۔ اگر ایسا کیا گیا ہوتا تو آج اندلس کے [illegible] عہد کی ایک چیز بھی اسکوریال میں موجود نہ ہوتی۔

لیکن اسکے مقابلہ میں کتب خانے کے دوسرے حصہ کی حالت کیا ہے؟ یہ ہے کہ ایک ایسے عظیم و وسیع تمدن کا [illegible] مثال اس عہد کی تاریخ میں موجود نہیں [illegible] ذخیرۂ علم و [illegible] انتہائی وحشت و جنون کے ساتھ ضائع کیا گیا [illegible] جو [illegible] بھی موجود ہے [illegible] اندلس کا نہیں ہے [illegible] مراکش کے ایک مسلمان فرمانروا کے علمی ذوق کی بچی کھچی نشانی ہے!

اگر [illegible] سنائی ہے [illegible] اسکوریال کے [illegible]

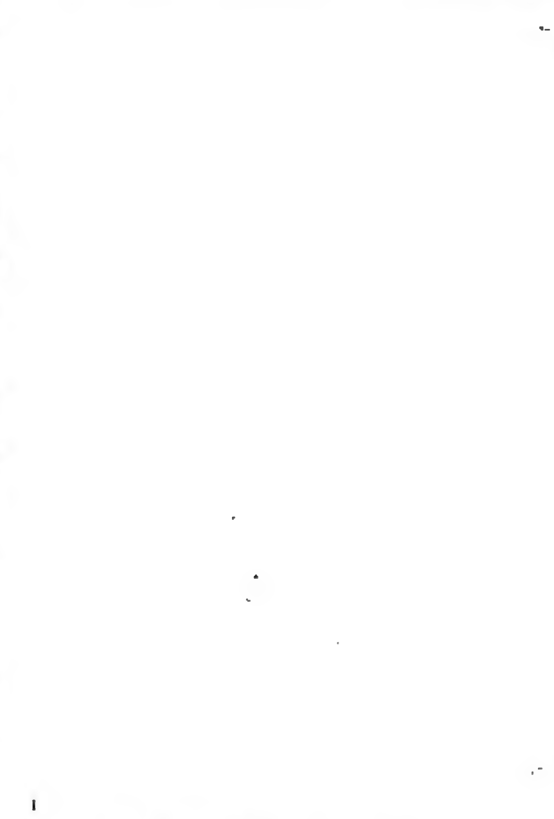
[illegible] کی [illegible]

ابو عبداللہ کی ایک مزرکش قبا

([illegible] آثار)

[illegible] موجود [illegible] کے بعد [illegible] [illegible] حصہ [illegible]

(۱) غرناطہ کے آخری [illegible] ابو عبداللہ کی تصویر جو [illegible] سے طیار کی گئی تھی۔

(۲) اس منظر کا [illegible] جب ابو عبداللہ معاہدۂ تسلیم کے بعد غرناطہ سے

مقالات

اسلام اور "نیشنلزم"

بہ بدمستی سزد گر متہم سازد مرا ساقی
ہنوز از بادۂ دوشینہ ام پیمانہ بو دارد

یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان میں جو زمانہ سب سے زیادہ باہر کے اسلامی معاملات کے انہماک کا زمانہ تھا۔ یعنی حرکت خلافت کا زمانہ، اُس وقت کسی شخص کو بھی یہ خیال نہیں گزرا کہ باہر کے اسلامی معاملات میں اس قدر دلچسپی لینا ہندوستانی قومیت کے نقطۂ خیال سے کہاں تک موزوں ہو سکتا ہے؟ یا یہ کہ نام نہاد پان اسلامیزم اور ہندوستانی نیشنلزم دو متضاد جذبے ہیں جو بہ یک وقت جمع نہیں ہو سکتے۔ بلاشبہ اُس وقت بھی ایک گروہ حرکت خلافت کا مخالف تھا، لیکن اس میں ہندو مسلمان دونوں تھے، اور اُس کی مخالفت بھی اس بنا پر نہ تھی کہ یہ معاملہ ہندوستان کے جغرافیائی حدود سے باہر کا ہے، بلکہ اس لئے تھی کہ وہ اس قدر دُور تک جانا پسند نہیں کرتا تھا جس قدر دور یہ حرکت جانا چاہتی تھی۔ مطالبات خلافت پر موقوف نہیں، خود ہندوستان کے سیاسی مطالب کے لئے بھی وہ اس طریق عمل سے متفق نہ تھا۔

لیکن جونہی سنہ ۱۹۲۲ء میں حرکت کی سرگرمیاں رکیں اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں بیکار ہوئے فوراً طرح طرح کی بحثیں اور کاوشیں شروع ہو گئیں۔ اب ہر شخص سوچنے لگا کہ ہندوستان کے جغرافیائی حدود سے باہر کے معاملات میں اس قدر دلچسپی لینا کہاں تک قومیت و وطنیت کے جذبات کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ مسئلہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور مسلمانوں سے گزر کر اسلام کی تعلیم تک پہنچ گیا۔ اب سیکڑوں دماغ و قلم ہیں جنھیں اس سوال کی بحث و کاوش سے فرصت نہیں ملتی کہ اسلام کی دینی تعلیم کی روح قومیت کے موافق ہے یا مخالف؟

یہ حالت بظاہر کتنی ہی عجیب معلوم ہوتی ہو مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہے۔ علم الاجتماع کے مطالعہ کرنے والے ایسے ہی احوال و تغیرات میں جماعت کے ذہنی قوانین کی جستجو کیا کرتے ہیں۔ جب آدمی بیکار ہوتا ہے تو ضرورت سے زیادہ سوچنے لگتا ہے۔ مشغول آدمی کو زیادہ خیال آرائیوں کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ یہی حال جماعتوں اور قوموں کا بھی ہے۔ جس وقت تک وہ عملی زندگی میں مشغول رہتی ہیں، ذہن و فکر کو ضرورت سے زیادہ دقیقہ سنجیوں کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ لیکن جونہی ہاتھ پاؤں بیکار ہو جاتے ہیں، ذہن و خیال اُبھر آتا ہے اور اپنی کارستانیاں شروع کر دیتا ہے۔ پہلے ارادہ کی ساری قوت عمل میں مشغول تھی۔ اب عمل کی جگہ تخیل کے لئے وقف ہو جاتی ہے۔ پہلے کسی کو ذہنی بلند پروازیوں کی فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ اب جس کسی کو دیکھو غیر ضروری بحثوں، بے محل کاوشوں، فرضی صورتوں، تخمینی سوالوں، بے قید تخیلات، اور مطلق العنان اوہام و ظنون سے سرگراں ہو جاتا ہے!

ذہن و عمل کے قویٰ کا یہی عدم توازن ہے جس سے جماعتوں کی زندگی میں عملی استعداد کی افسردگی اور تعطل کی بنیاد پڑتی ہے، اور بعض اوقات یہ علت یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ عمل کی استعداد بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ یا اس درجہ کمزور پڑ جاتی ہے کہ کوئی نمایاں اور عظیم قدم نہیں اُٹھایا جا سکتا۔

ہر قوم کی تاریخ میں اس حالت کی مثالیں ڈھونڈھی جا سکتی ہیں۔ قومی عروج کے زمانے پر نظر ڈالو گے تو وہ سراپا عمل نظر آئے گا، لیکن تنزل کا عہد دیکھو گے تو عمل کی جگہ تخیل کی فرمانروائی ہوگی۔ پہلی حالت میں تخیل محدود مگر قدم بے روک ہوتا ہے۔ دوسری حالت میں قدم رک جاتا ہے مگر خیال آسمان پیمائیاں شروع کر دیتا ہے۔ عربوں نے جب روم اور ایران کے تخت الٹ دیئے تھے تو اُن کی سادگیٔ فکر کا یہ حال تھا کہ قضا و قدر کے مسئلہ میں وہم و گمان کا دخل بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن جب قضا و قدر اور جبر و اختیار کی گتھی سلجھانے کے لئے اُنھوں نے پچاس سے زیادہ مذہب گڑھ لئے، تو وحشی تاتاریوں کے جولانِ قدم سے اُن کے تمام دار الخلافے پامال ہو رہے تھے!

آج بھی یورپ کی قوموں میں اس کی مثالیں صاف نظر آ رہی ہیں۔ اینگلو سکسن نسل کے مقابلے میں فرانسیسی قوم زیادہ ذہنی اور تخیل پسند ہے، اور اس لئے کسی طرح بھی اپنا روز افزوں تنزل روکنے پر قادر نہیں ہے۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں حالات کی تبدیلی نے ذہن و تخیل کو زیادہ بے لگام چلنے کی مہلت ہی نہیں دی تھی، جماعت کا ذہن نے مسئلہ خلافت کو محض اس کی سادہ اور عملی شکل میں دیکھا اور اسے اُٹھا کھڑے ہوئے۔ اُنھوں نے اس سے زیادہ سوچنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی کہ مسلمانوں کا مطالبہ حق و انصاف کے خلاف نہیں ہے، اور اگر ہندوؤں نے اُن کا ساتھ دیا تو اس سے دونوں کے دل زیادہ قریب و متحد ہو جائیں گے۔ وہ اصل میں ملک کو اُس کی موجودہ منزلِ حیات میں اس سے زیادہ کاوش کی ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ نہایت تیزی کے ساتھ اُٹھے، اور قبل اس کے کہ ذہن و خیال کو چون و چرا کی مہلت ملے، کام شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چند مہینوں کے اندر ایک عام حرکت ظہور میں آ گئی۔ مطالبۂ خلافت ہندو مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ بن گیا تھا۔ سیکڑوں ہزاروں ہندوؤں نے اسمیں ویسی ہی گہری اور بے ریا دلچسپی ظاہر کی جیسی خود مسلمان ظاہر کر رہے تھے، بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعض حالتوں میں خود مسلمانوں سے بھی آگے قدم پیش پیش تھے۔

لیکن جب عملی مشغولیت کا دور ختم ہو گیا تو ذہنی تعطل کا عمل در آمد شروع ہو گیا۔ وہی چیز جو چند دن پہلے ملک کا سب سے زیادہ مقبول عمل تھی، اب ایک مشتبہ اور بحث طلب چیز بن گئی، اور فکر و خیال نے طرح طرح کی کاوشیں شروع کر دیں۔ جس وقت ہزاروں کی تعداد میں لوگ قید خانے جا رہے تھے تاکہ ٹرکی کے ساتھ انصاف کیا جائے، اُس وقت کسی کو بھی یہ بات نہ سوجھی کہ اس مطالبہ کا اس درجہ انہماک ہندوستانی قومیت کے ساتھ میل کھاتا ہے یا نہیں؟ لیکن اب ہر شخص اسی خیال سے متفکر ہے، اور کوئی قلم و زبان نہیں جس پر یہ سوال طاری نہ ہو!

ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو نکتہ چینی کے رنگ میں اس مسئلہ پر بحث کر رہے ہیں، دوسری طرف مسلمان اہل قلم ہیں، اور چونکہ خود ان کے سامنے بھی کوئی صاف اور واضح حقیقت نہیں ہے، اس لئے کچھ عجیب طرح کے افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے اعتدال کے پچھلے [illegible] قسم کی بحثیں دیکھی تھیں کہ اسلام کی وسعت نظر وطنیت کی تنگ نظری کی متحمل نہیں، [illegible] موقع پر ان کی نظر نہیں ہے، اس لئے وہ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام "نیشنلزم" [illegible] اور کسی مسلمان کو "نیشنلسٹ" نہیں ہونا چاہئے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مسلمانان ہند کی سیاسی [illegible] سے سخت نالاں ہیں۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ باہر کے اسلامی مسائل کے لئے ان میں جس قدر دلچسپی پیدا ہوتی ہے اُس قدر خود اپنے ملک کے لئے نہیں ہوتی تو وہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی وسعت نظر کا احساس ہی اس صورت حال کے لئے ذمہ دار ہے، اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اب اسے خیرباد کہہ دینا چاہئے۔ حالانکہ نہ تو اسلام کی وسعت نظر کے یہ معنی ہیں کہ وہ قومیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا، نہ قومیت کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اسلامی ذہنیت کا دائرہ تنگ کیا جائے۔ یہ دونوں صورتیں افراط و تفریط میں داخل ہیں، اور دوسرے معاملات کی طرح یہاں بھی حقیقت اطراف میں نہیں بلکہ وسط میں ڈھونڈھنی چاہئے۔

وہ "وسط" کیا ہے؟

اس تحریر سے مقصود اُسی کی جستجو و تحقیق ہے۔ چونکہ مسئلہ کے اطراف وسیع ہیں اس لئے ضروری ہے کہ انھیں چند حصوں میں منقسم کر دیا جائے۔ آج پہلا حصہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

۱

حیاۃ اجتماعیہ اور اس کا سلسلۂ ارتقاء

"قومیت" کیا ہے؟ انسان کی اجتماعی زندگی کے احساس و اعتقاد کی ایک خاص حالت کا نام ہے۔ یہ انسانوں کے کسی ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ممتاز کرتی ہے اور اس کے ذریعہ اُس کی ایک بڑی جمعیت باہم مربوط ہو کر زندگی بسر کرتی اور اجتماعی زندگی کے کشاکش سے عہدہ برآ ہوتی ہے۔ اس لئے قبل اس کے کہ اس بارے میں اسلام کی تعلیم و دعوت پر نظر ڈالی جائے خود انسان کی حالت پر نظر ڈالنی چاہئے کہ اُس کے اجتماعی رشتوں اور رشتوں کے احساس و اعتقاد کا کیا حال ہے؟

جس طرح کائنات ہستی کی ہر شے پر قانون نشو و ارتقاء جاری ہے۔ یعنے ہر چیز ابتدائی حالت سے انتہائی درجہ تک، طفولیت سے رشد و بلوغ تک، تنگی سے وسعت تک، پستی سے بلندی تک، اور نقص سے کمال تک بہ تدریج ترقی کرتی ہے، اور اس رفتار ترقی میں اُسے مختلف درجوں اور منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، اُسی طرح انسان کا احساس اجتماع بھی تدریجی ترقی کا ایک پورا ارتقائی سلسلہ ہے۔ یہ ایک نہایت محدود اور تنگ دائرہ سے شروع ہوتا ہے لیکن بہ تدریج بڑھتا اور پھیلتا ہے

عالم شرق و اسلام

شام کي حرکت استقلال

فرانسیسي مظالم کے چند خونیں مناظر

الهلال کے مقالہ نگار مقیم بیروت کے قلم سے

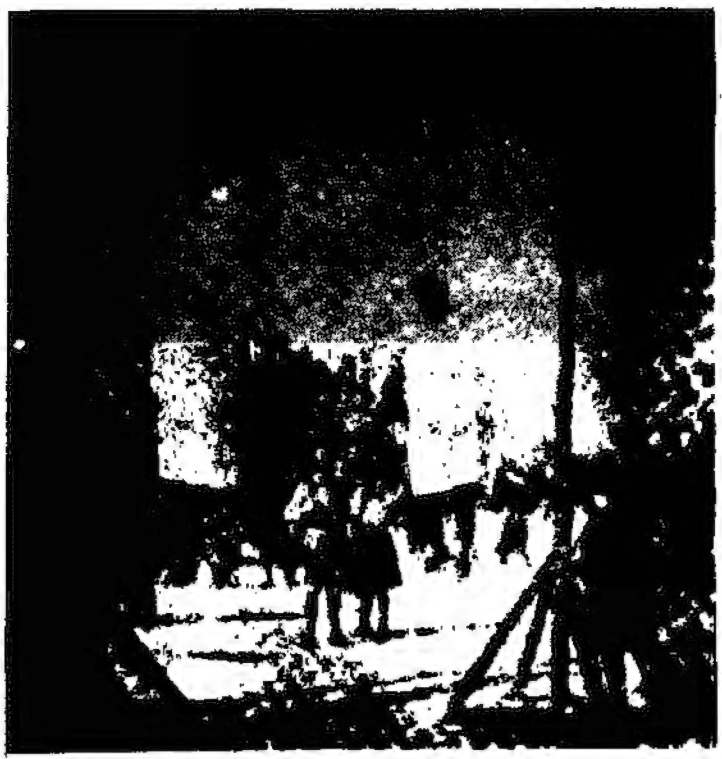

شام کي حرکت استقلال پر کامل بیس مهینے گذر چکے - ان بیس مهینوں کے اندر اسکے فرزندوں کا خون جس بے دردي کے ساتهہ بہایا گیا ہے ' اور خود انہوں نے بهي جس بے پروائي کے ساتهہ اپنا خون بہنے دیا ہے ' وہ ایک ایسي سرگزشت ہے جو ظلم و مظلومي جبر و استبداد کي تاریخ میں ایک بڑے هي دردانگیز داستان کا اضافہ کرتي ہے !

میں آج آپ کو چند تصاویر بهیجتا هوں - فرانسیسي حکومت نے محکمہ ڈاک اور تار پر جیسا جابرانہ احتساب قائم رکها ہے ' اسے دیکهتے هوئے امید نہیں کہ یہ بسلامت پہنچ سکیں - لیکن اگر پہنچ گئیں تو کم از کم ایک لمحہ کے لئے آپ ان قتیلان حریت و استقلال کي یاد سے اپنا دل و دماغ غمگین کرسکینگے جنهیں بیسویں صدي کے سورج کي روشني میں یورپ کي سب سے بڑي متمدن قوم نے علانیہ قتل کیا ہے ' اور صرف اسلیے قتل کیا ہے کہ اپنے وطن عزیز کي غارتگریوں پر دل دردمند اور زبان ماتم سرا رکهتے تهے !

فرانس ' " انقلاب فرانس " کے مبادي حریت و استقلال کا فرانس ' بے شمار انسانوں کا علانیہ قتل جائز رکهتا ہے - اسلیے کہ وہ اپنے وطن کیلیے حق اور استقلال کا لفظ بولنے کي جرات کرتے هیں !

ان تصویروں میں پہلا منظر دو شہیدان وطن کي نعشوں کا ہے جنهیں دمشق کے میدان مرجہ (ساحة المرجة) میں پهانسي دي گئي تهي اور پهانسي کے بعد انکي نعشیں چهوڑ دي گئي تهیں تاکہ دو دن تک لٹکتي رهیں ' اور تمام باشندگان دمشق اپني آنکهوں سے دیکهہ لیں کہ جرم وطن پرستي کي سزا اس دنیا میں کیا ہے ؟ ان میں پہلي نعش جسکے سر پر طربوش ہے شیخ احمد خیاط کي ہے - یہ مشہور شامي زعیم حرکة سعید عکاش کا عزیز تها - دوسري نعش جسکے سر پر عمامہ ہے شیخ عبدالعزیز سلامي کي ہے - یہ اطراف دمشق کے ایک دروزي قبیلہ کے شیخ تهے .

ان دونوں شہیدان وطن کا جرم کیا تها ؟ یہ تها کہ ۱۹ مئي سنه ۲۶ کو دروازۂ دمشق کے سامنے دروزي قبائل کي ایک جانفروش جماعت نے فرانسیسي فوج کو سخت هزیمت دي تهي ' اور اُس هزیمت کي ذلت مٹانے کیلئے . اس مہذب قوم کو ضرورت تهي کہ چند بے گناہ انسانوں کا خون بہاکر اپنے دل انتقام پرست کو تسکین دے - چنانچہ بہت سے آدمي گرفتار کئے گئے اور انمیں سے شیخ خیاط اور شیخ سلامي کو فوراً پهانسي پر چڑها دیا گیا - ان کا جرم یہ قرار دیا گیا کہ یہ شیخ سعید عکاش کے دوستوں میں سے هیں جسکا گروہ دمشق سے باهر فرانسیسي فوجوں کو پے در پے شکستیں دیرها ہے - جب انسے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ عکاش کے دوستوں میں نہیں هیں ؟ تو ان دونوں سرفروشان حق نے بے تامل جواب دیا " شام کا کون ایسا بے عزت انسان هوسکتا ہے جو عکاش جیسے بهادر اور جانفروش وطن کي دوستي سے انکار کرے ؟ "

دوسرے موقع میں بهي ایک نعش سولي پر لٹک رهي ہے ' یہ بهي ایک وطن پرست شیوز کي ہے جسے " باغیوں " میں شمار کیا گیا - اسکا نام احمد دباغ تها اور یہ ان لوگوں میں سے تها جنہوں نے فرانسیسي فوج کي خدمت و اعانت سے انکار کردیا تها - اگر آپ تصویر کو غور سے دیکهینگے ' تو نعش کے سینے پر کچهہ حروف لکهے نظر آئینگے - دراصل یہ ایک کاغذ ہے جو پهانسي دیدینے کے بعد هر نعش کے سینے پر چسپاں کردیا جاتا ہے اور اسپر " مجرم " کے جرم کي نوعیت اور مقدار لکهدي جاتي ہے - جب تک نعش لٹکي رهتي ہے یہ کاغذ بهي چسپاں رهتا ہے تاکہ جب کبهي کسي شخص کي نظر پڑجائے تو وہ اسکا جرم و گناہ معلوم کرلے - کونسا جرم ؟ کونسا گناہ ؟ حقوق وطن کي حفاظت کا جرم ! اور حق کي [illegible] حمایت کا گناہ ! اس سے بڑهکر آج یورپ کي عدالت میں [illegible] کا کوئي جرم نہیں ہے :

فمن شاء فلینظر الي فمنظري
نذیر الي من ظن ان الهوي سهل

اکتوبر سنه ۲۵ سے لیکر اسوقت تک جتنے آدمیوں کو پهانسي کے ذریعہ قتل کي سزا دي گئي ہے انکي تعداد سینکڑوں سے کسي طرح کم نہوگي - صرف دمشق کے میدان مرجہ میں سینکڑوں سے زیادہ آدمي سولي کے تختے پر کهڑے هوچکے هیں - انمیں سے چند سولیوں کي تصویر لینے کا ایک مقامي عکاس کو موقعہ ملگیا تها - بعض ذرائع سے انکي نقلیں مجهہ تک پہنچ گئیں - اگر آپکے ذریعہ یہ مناظر شائع هوسکے تو ممکن ہے برادران هند کي آنکهیں چند قطرات اشک بہانے میں بخل نہ کریں - ان جاندادگان عشق وطن کیلئے آنسوؤں کے یہ چند قطرے بهي بہت قیمتي هونگے - جنکي اپني قربانیاں اسوقت تک دنیا کي نظروں سے پوشیدہ هیں ' اور [illegible] مدتوں انتظار کرنا ہے .

وسکان کی وحدت نمایاں ہوئی اور اس نقطۂ وحدت نے نسلی دائرہ سے زیادہ وسیع و عام دائرہ اپنے گرد کھینچ لیا۔ یہ دائرہ مختلف قبیلوں اور نسلوں کو باہم دگر مربوط و متحد کر دیتا ہے۔

«وطنیۃ» کے بعد جذبۂ اجتماع کے لئے «جنسیت» کی منزل نمایاں ہوتی ہے۔ اس سے مقصود انسانی علائق کا ایک ایسا وسیع دائرہ ہے جو تمام پچھلے دائروں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے، اور ان سب بالاتر رشتۂ اشتراک پیدا کرتا ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ رشتہ کسی خاص اصل پر مبنی ہو۔ کہیں وطنیۃ نے ایک زیادہ وسیع صورت اختیار کر لی ہے اور دوسری وطنیتوں کو بھی اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ کہیں ایسا ہوا ہے کہ کوئی بعید تاریخی نسل کا اشتراک نقطۂ اتحاد بن گیا ہے اور جس قدر انسانی جماعتیں اس سے وابستگی پیدا کر سکتی ہیں، پیدا کر لیتی ہیں، اگرچہ مختلف اقطاع ارضی میں آباد ہوں۔ رنگ اور زبان بھی اسمیں وجہ اشتراک کا کام دیتی ہے اور وہ تمام مختلف وطنیتیں اور نسلی جماعتیں شامل ہو جاتی ہیں جو رنگت میں یا زبان کے ابتدائی مواد میں اشتراک رکھتی ہوں۔ «جنسیت» کا یہ دائرہ تمدن کی وسعت و ترقی اور ملکی و سیاسی مقاصد کی کش مکش سے بہ تدریج ظہور پذیر ہوا۔ مختلف وطنیتوں نے دیکھا کہ وہ وطنیۃ کے دائرہ سے بھی زیادہ وسیع دائرہ اتحاد اور ہمرشتگی کا پیدا کر سکتی ہیں جو مختلف وطنیتوں کو اپنے اندر سمیٹ لے گا، اس لئے انھوں نے «جنسیت» کی طرف قدم بڑھایا۔ آریکن جنسیت دنیا کی مختلف نسلوں اور وطنیتوں کا مجموعہ ہے۔ فرانسیسی جنسیت ہر اُس فرد کو اپنے میں شامل کر لیتی ہے جو چند خاص اجتماعی و معیشتی عقائد و اعمال میں شریک ہو جاتا ہے۔ لاطینی جنسیت اُن تمام قوموں کو منسلک کرتی ہے جو لاطینی حلقہ کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ سفید، سُرخ، زرد، اور گندمی رنگت کی بھی تقسیم پیدا ہو گئی، اور جنس کا کام دینے لگی۔

بہرحال احساس اجتماع کا یہ ایک ایسا دائرہ ہے جو تمام پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے اور انسانوں کی بڑی بڑی تعداد اسمیں سمٹ آتی ہے۔

«جنسیت» کے بعد اس سے بھی زیادہ وسیع دائرہ اُس رشتہ کا پیدا ہو جاتا ہے جو جغرافیہ کی بڑی بڑی تقسیموں سے پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً ایشیا، افریقہ، مشرق، مغرب۔ اس دائرہ میں پہونچکر انسان محسوس کرنے لگتا ہے کہ اُس کے باہمی علائق کی دُنیا وطن و جنس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ ایشیا کا باشندہ تمام ایشیا کو اپنا وطن سمجھنے لگتا ہے، اور یورپ کا باشندہ تمام براعظم یورپ پر اپنے لئے جذبۂ وطنیۃ محسوس کرتا ہے۔

جغرافیہ کی تقسیم پر پہنچکر اضافی وسعت کی تمام کڑیاں ختم ہو جاتی ہیں، اور وہ منزل سامنے آ جاتی ہے جو حقیقت کے عموم و اطلاق کی آخری منزل ہے اور جہاں پہونچکر یہ سلسلۂ ارتقا درجۂ بلوغ و تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ منزل «انسانیت» اور «ارضیۃ» کی منزل ہے۔ یہاں پہونچکر انسان محسوس کرتا ہے کہ رشتوں و علاقوں کی تمام حد بندیاں اور اضافی نسبتیں جو اُسنے بنا رکھی تھیں، ان میں سے کوئی بھی حقیقی و فطری نہیں ہے۔ حقیقی رشتہ صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام کرۂ ارضی انسان کا وطن ہے، تمام نسل انسانی ایک ہی گھرانے کے افراد ہیں اور ہر انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے۔ اس منزل پر پہونچکر انسان کے اجتماعی علائق کا سفر ختم ہو جاتا ہے اور وحدۃ نسلی، وحدۃ مکانی اور وحدت جنسی کی جگہ فاطر السماوات والارض کی بنائی ہوئی ایک ہی وحدۃ انسانی اپنی کامل اور بے پردہ صورت میں آشکارا ہو جاتی ہے!

انسانی علم و معرفت کے سفر میں یہ منزل وحدت اور کل کی منزل ہے، اُس کا ہر سفر جزو و فرد سے شروع ہوتا ہے، اور کل اور نوع کی وحدۃ پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں تعین اور تشبیہ کے تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں، اضافت اور نسبت کی تمام تنگ نظریاں اور حد بندیاں دور ہو جاتی ہیں، اور عارف منزل شناس دیکھ لیتا ہے کہ اس کائنات کثرت میں حقیقت بجز وحدۃ کے اور کچھ نہیں ہے۔ ہر گوشہ میں پہلے کثرت ہے، افراد ہیں، اجزا ہیں، لیکن اگر جستجوئے حقیقت کا قدم رُکے نہیں تو بالآخر وحدۃ، نوع، اور کل کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ نسل، وطن، قوم، جنس، سفید، سیاہ، افریقی، ایشیائی، بہت سے اسما گڑھ لئے گئے تھے، حالانکہ مسمّٰی ایک سے زیادہ نہ تھا اور وہ صرف «انسان» ہے:

عبارا تنا شتّٰی و حسنک واحد
و کل الی ذاک الجمال یشیر!

وحدت سے کثرت کی طرف

تم نے نوع انسانی کو اُس کی طفولیت کے گہوارہ میں دیکھا؟ یہ وہی انسان ہے جسکی وسعت نظر و علائق کے لئے آج کرۂ ارضی کا پورا دائرہ بھی کافی نہیں ہے۔ وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے کہ نظام شمسی کے دوسرے ستاروں سے اپنا رشتۂ وجود جوڑ لے، لیکن اُسوقت کیا حال تھا؟ اُسوقت اس کے ادراک و احساس کی غفلت و محجوبیت کا یہ حال تھا کہ خود اپنے وجود کی وسعت و نوعیت کی بھی خبر نہیں رکھتا تھا۔ وہ اس طرح باہمگر علحدگی اور بے رشتگی کی زندگی بسر کرتا تھا گویا ایک نوع کی جگہ مختلف انواع کے افراد ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کے علم و ادراک کی بند آنکھیں کھلنے لگیں۔ وہ محسوس کرنے لگا کہ اپنے انفرادی وجود میں تنہا نہیں ہے۔ ایک ایسے مجموعہ کا فرد ہے جس کا ہر فرد اسی کی طرح انسان ہے۔ لیکن چونکہ علم و احساس کی یہ رفتار قرب سے بُعد کی طرف تھی، اس لئے سب سے پہلے وہ رشتہ نمایاں ہوا جو سب سے زیادہ قریب تھا، اور سب کے آخر اُس رشتہ کا سرا اُبھرا جو سب سے زیادہ دُور تھا۔ قُرب و بُعد کے ان دونوں کناروں کے درمیان جس قدر منزلیں پیش آئیں، اُن میں سے ہر منزل اپنی ماقبل منزل سے دُور تر لیکن مابعد منزل سے قریب تر تھی۔ انسانی ادراک و احساس کے لئے سب سے زیادہ قریبی اور سامنے کا رشتہ کیا تھا؟ ماں باپ کا رشتہ، اس لئے سب سے پہلے اُسی کا احساس بیدار ہوا۔ سب سے زیادہ دُور کا رشتہ کیا تھا؟ «انسانیۃ» اور «انسانی اخوت» کا رشتہ۔ اس لئے سب سے آخر اسی منزل کی نمود ہوئی۔

انسانی اخوت کا رشتہ دُور کا رشتہ اس لئے ہوا کہ یہ ایک غیر محدود کثرت کو وحدت میں لانے کے بعد نمایاں ہو سکتا تھا اور چونکہ ہمیشہ کثرت و تعدد کی وسعت میں انسانی عقل گم ہو جایا کرتی ہے، اس لئے وحدت تک پہنچتے پہنچتے اُسے بہت دیر لگ جاتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ کائنات ہستی وحدت و کثرت کی صورت آرائیوں کا ایک عجیب فریب طلسم ہے، اس لئے جب کبھی کارروان عقل جستجوئے حقیقت میں نکلتا ہے، تو اُسے کثرت سے وحدت کی طرف بڑھنا پڑتا ہے، اور جب تک منزل بہ منزل پوری مسافت طے نہیں کر لیتا، حقیقت تک پہنچ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حقائق ہستی کے ہر گوشہ میں انسانی علم کی تاریخ ایک پوری داستان سیاحت ہے۔ درجہ بدرجہ اور منزل بہ منزل علم نے ترقی کی ہے اور جستجو نے سُراغ پایا ہے۔ جس طرح انسان کو صرف اتنی بات معلوم کرنے کے لئے کہ ایک ہزار شکل جانور ایک ہزار ہستیں نہیں ہیں، بے شمار زمانہ مطلوب تھا، اسی طرح وہ خود اپنے وجود کی نوعی وحدت اور اسکے عالمگیر رشتے کا علم و احساس بھی فوراً حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ ناگزیر تھا کہ ایک پوری مسافت منزل بہ منزل طے کی جائے، چنانچہ طے کی گئی، اور بالآخر وحدت انسانی کی منزل نمودار ہو گئی!

انسان کی حیات انفرادی

یہ انسان کی نوعی زندگی کی سرگزشت تھی اب کچھ دیر کے لئے اُس کی انفرادی زندگی پر بھی ایک نظر ڈال لو۔ نوعی زندگی کے علم کے لئے تاریخ کے اوراق اُلٹنے پڑے تھے، لیکن فرد کی زندگی کا صفحہ تو ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ یہاں بھی دیکھو، کس طرح احساس اجتماع کا فطری سلسلۂ ارتقا درجہ بدرجہ ظہور کرتا ہے اور منزل بہ منزل آگے لے جاتا ہے؟ جب ایک بچہ ماں کی گود میں آنکھیں کھولتا ہے تو ماں کے سوا اور کسی انسانی رشتے کا احساس نہیں رکھتا۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کا ادراک اُبھرتا اور پھیلتا ہے، اور احساس کی وہ کڑیاں نمودار ہونے لگتی ہیں جو قرب سے بُعد کی طرف اُس کی رہنمائی کرتی ہیں۔ پہلے صرف ماں باپ ہی کے دامن سے لپٹا تھا، یہ «اُمومۃ» اور «اُبوۃ» کی ابتدائی کڑیاں تھیں۔ پھر اُس کے گھر کی چار دیواری اُسکی دُنیا ہو گئی۔ نظر طفولیت کی نارسائی اس سے آگے نہیں دیکھ سکتی تھی یہ «عائلہ» کی منزل تھی۔ پھر اُس کی عمر کچھ زیادہ ہوئی تو اپنے گھرانے اور خاندان کے تمام رشتہ داروں کو بھی جاننے پہچاننے لگا اگرچہ وہ اُس کے گھر کی چار دیواری میں نہ رہتے ہوں۔ یہ وہی منزل ہے جسے پہلے «قبیلہ» کے نام سے پہچان چکے ہو۔ اس اثنا میں مسکن و مکان کا رشتہ بھی بوجہ قریبی ہونے کے دائرہ احساس و ادراک میں آ جاتا ہے۔ پہلے اپنے ہمسایہ سے پھر اپنے محلے کے لوگوں سے پھر پوری بستی اور شہر سے مانوس ہو جاتا ہے۔ یہ وہی منزل ہے جو «بلدیۃ» کے نام سے نوع کو پیش آ چکی ہے۔

ان ابتدائی احساسات کے بعد وہ وقت آتا ہے جب طفولیت کا عہد ختم ہو جاتا ہے اور نظر و ادراک اس حد تک نشو و نما پا لیتے ہیں کہ مشاہدہ کی طرح سماع سے بھی علم و احساس حاصل کریں، تو تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اس کی ذہنیت اسی سانچے میں ڈھلنا شروع ہو جاتی ہے جو انسان کی تمدنی زندگی نے پیدا کر لی ہے۔ لیکن اب بھی احساس اجتماع کی رفتار وہی رہتی ہے جو قرب سے بُعد کی طرف ہونی چاہئے۔ وہ اپنے دل میں پہلی کشش وطن کی طرف پاتا ہے۔ پھر قوم و جنس کا سرا کھینچتا ہے، سب سے آخر میں انسانیت آتی ہے اور اس کے دل کے دروازہ پر دستک دینے لگتی ہے!

اگر ایک بچہ کو باقاعدہ تعلیم و تربیت کی ہوا نہ لگے، تو اس صورت میں بھی اُسے ایسی ہی منزلیں پیش آئیں گی۔ البتہ بعض کڑیاں جو تہذیب و تمدن کے افکار و عقائد سے پیدا ہو گئی ہیں اُس کے سامنے نہ آئیں۔ وہ قدرتی طور پر پہلے اپنے مولد و مسکن کا رشتہ محسوس کرے گا۔ پھر اطراف و جوانب کی طرف کھنچے گا۔ پھر اپنے ملک و اقلیم کا تصور کرے گا، اور سب سے آخر دنیا اپنے رشتۂ انسانیۃ کے ساتھ نمود کریگی!

جامع الشواہد
طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

سنہ ۱۹۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دیے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲)

منیجر الہلال کلکتہ

اور بالآخر وسعت و بلوغ تک پہنچ جاتا ہی۔ دنیا کی تمام چیزوں کی طرح اُس کی بھی ایک کڑی ابتدا کی ہی اور ایک انتہا کی ہی۔ ابتدائی کڑی میں اُس کا احساس اُس کے جسم و دماغ کی طرح گہوارۂ طفولیت میں سوتا نظر آتا ہی۔ پھر جوں جوں دماغی ادراک نشو و نما پاتا ہی، اجتماعی رشتوں، علاقوں کا احساس بھی وسعت پذیر ہوتا جاتا ہی۔ یہاں تک کہ بڑہتے بڑہتے اور پھیلتے پھیلتے اُس نقطۂ بلوغ و کمال تک پہنچ جاتا ہے جو اس سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی ہی۔

حلقات تسعۂ ارتقا

انسانی حالت پر ہمیشہ دو مختلف حیثیتوں سے نظر ڈالی جاتی ہی: نوعی اور انفرادی۔ نوعی سے مقصود یہ ہی کہ بہ حیثیت ایک نوع کے اُس پر جو کچھ گزر چکا ہی اس کی جستجو کی جائے۔ انفرادی سے مقصود یہ ہی کہ ہمیشہ ایک انسانی وجود پر جو کچھ گزرتا ہی اس کی تحقیق کی جائے۔ پہلی کے لئے تاریخ و آثار کا اور دوسری کے لئے خود انسان کی زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہی۔

اس اعتبار سے اگر انسان کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہی کہ اجتماعی احساس و ادراک کا یہ سلسلۂ ارتقا نوع اور فرد دونوں زندگیوں میں یکساں طور پر موجود ہی، اور اس کی بڑی اور اصولی کڑیاں حسب ذیل ہیں:

(۱) امومۃ۔
(۲) ابوۃ۔
(۳) عائلہ۔
(۴) قبیلہ۔
(۵) بلدیۃ۔
(۶) وطنیۃ۔
(۷) جنسیت و قومیۃ۔
(۸) براعظمیت یا تقسیم بلحاظ جغرافیہ۔
(۹) انسانیت و ارضیۃ۔

"امومۃ" کے معنی عربی میں ماں ہونے اور ماں کے رشتے کے ہیں۔ اس سے مقصود انسان کی وہ ابتدائی حالت ہی جب وہ پیدا ہوتا ہی اور اس کی ساری دنیا صرف ماں کی گود ہوتی ہی۔ اس ابتدائی منزل میں انسان کا علاقۂ اجتماع صرف "امومۃ" میں محدود ہوتا ہی۔ فطرۃ کا فرشتہ اُس کی رہنمائی کرتا ہی اور اس کے معصوم ہاتھ ماں کی گردن میں حائل ہو جاتے ہیں۔ یہ فردیۃ سے اجتماعیت کی طرف انسان کا پہلا قدم ہی۔

"ابوۃ" سے مقصود باپ کا رشتہ ہی۔ ماں بچے کو باپ کے آغوش محبت میں رکھ دیتی ہی اور اب وہ ماں کے ساتھ ایک دوسرے وجود کا رشتہ بھی محسوس کرنے لگتا ہی۔ یہ اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔

تمدن کے وجود میں آنے سے پہلے انسان انفرادی اور خلقی زندگی بسر کرتا ہوگا۔ اُس وقت ازدواج مدنی (یعنی تعین و التزام کے ساتھ مرد و عورت کے ملنے) کا وجود نہ تھا۔ ممکن ہی عام حیوانات کی طرح والد کا بنیادی رشتہ محض امومۃ کا رشتہ ہو اور ابوۃ کا تعین اور تشخص بہ وجود میں نہ آیا ہو۔ میں نے "ممکن ہی" کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا کہ اس بارے میں علماء علم الانسان کے نظریات مختلف ہیں اور کوئی واضح روشنی موجود نہیں۔ بہرحال ابتدا میں ابوۃ کا تشخص ہو یا نہ ہو، جس دن سے یہ تشخص شروع ہوا ہے، امومۃ کے بعد احساس اجتماع کی دوسری منزل یہی ہی۔

"عائلہ" عربی میں خاندان کو کہتے ہیں لیکن خاندان کا لفظ ہماری زبان میں زیادہ وسعت رکھتا ہی۔ "عائلہ" کا اطلاق اُس سے کم تر دائرے پر ہوتا ہی۔ اس سے مقصود وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن کے اکٹھے ہونے سے ایک گھرانے کی مشترکہ زندگی کا نظام قائم ہوتا ہی۔ یہ اس سلسلۂ ارتقا کی تیسری کڑی ہی۔ انسان نے جب انفرادی زندگی کی جگہ مل جُلکر رہنا شروع کیا تو اس کا پہلا منظر یہ تھا کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کا حلقہ بنا کر رہتا تھا تاکہ زندگی کی کش مکش میں تنہا رہنے کی جگہ ایک جتھا پیدا ہو جائے۔ "قریبی رشتہ داروں" کے اس احساس ہی سے اجتماعی ارتقا کی تیسری منزل وجود میں آئی ہی۔ کیونکہ اب ماں باپ کے علاوہ دوسرے انسانوں کا بھی رشتہ محسوس کیا جانے لگا اور اجتماعیۃ کے احساس میں وسعت ہو گئی۔

"قبیلہ" اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہی۔ اور یہ بہ نسبت "عائلہ" کے زیادہ وسیع حلقہ ہوا کرتی ہے۔ تمدن کے ابتدائی ایام میں جب کچھ عرصہ تک "عائلہ" کا نظام جاری رہا تو ہر خاندان کی نسل بڑہتی اور پھیلتی گئی۔ یہاں تک کہ پانچ پانچ دس دس پشتیں گزرنے کے بعد ہر خاندان کے افراد کی تعداد سینکڑوں ہزاروں تک پہنچ گئی۔ اتنی بڑی تعداد صرف "عائلہ" کی چار دیواری میں سمٹ نہیں سکتی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر ایک وسیع تر حلقۂ تعارف پیدا ہو گیا، اور باوجود مختلف جگہوں میں رہنے کے ہر فرد اُس حلقہ کی نسبت سے پہچانا جانے لگا۔ جنگ و صلح کے موقعوں پر بھی یہ حلقے ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوتے ہونگے۔ اس طرح "قبیلہ" کی بنیاد پڑی، اور اب اس منزل میں پہنچکر وہی انسان جس کا احساس اجتماع صرف "امومۃ" اور "ابوۃ" میں محدود تھا، اپنے آپ کو ایک وسیع حلقۂ انسانی کا رکن سمجھنے لگا۔ یہ پورا حلقہ ایک خاص مورث اعلیٰ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا اور اس کے وجود کو اپنی رشتہ داریوں اور قرب جوئیوں کے لئے اعتقاد و شرف کا مرکز ٹھہراتا۔ یہیں سے نسب کی بنیاد چلی اور اس کی حفاظت کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ عرب، افریقہ، ہندوستان، امریکہ، اور آسٹریلیا وغیرہ میں آجتک قبائل کا نقش قدم ڈھونڈھا جا سکتا ہی۔ عرب میں تو قبائل کی تقسیم اور نسب کی حفاظت کا ایسا دور دورہ رہا کہ تمدنی اور شہری زندگی کا اختلاط بھی اسے نہ مٹا سکا۔ اسوقت بھی اندرون عرب میں ہر قبیلہ بہ حیثیت قبیلہ کے اُسی طرح موجود ہی جس طرح چھٹی صدی عیسوی سے پہلے تھا۔ ہندوستان میں راجپوتوں کے مختلف نسلی سلسلے اور سورج بنسی اور چندر بنسی کا انتساب بھی اسی کا نتیجہ ہی۔

یہ جو نسل انسانی کی آج بڑی بڑی اصولی تقسیمیں کی جا رہی ہیں۔ مثلاً سامی، آرین، منگولین، تو ان کی بھی بنیاد جب پڑی ہوگی، اسی "قبیلہ" کی منزل میں پڑی ہوگی۔ اب اگرچہ نسل انسانی اس منزل سے بہت آگے بڑھ چکی ہی لیکن اس کی انفرادی زندگی میں یہ اب بھی ویسی ہی درمیانی منزل ہی جیسی بہ حیثیت نوع کے تاریخ میں پیش آئی تھی۔ اب بھی جب انسان کا بچہ بڑا ہوتا ہی اور طفولیت کے سادہ احساسات کی جگہ تربیت و سماع کے اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں، تو وہ اپنے گھرانے کے حلقہ سے ایک زیادہ وسیع حلقۂ رشتہ داریوں کا محسوس کرتا ہی۔ یہی احساس "عائلہ" کے بعد "قبیلہ" کا احساس ہی۔

اس چوتھی کڑی پر نسل کا دائرہ ختم ہو جاتا ہی، اور مکان کا رشتہ ظہور کرتا ہی۔ ابتک انسان کا احساس اجتماع صرف نسل کے رشتے میں محدود تھا۔ کیونکہ اُس کے دماغ کے لئے سب سے زیادہ قریبی رشتہ یہی تھا اور ہمیشہ اُس کے ادراک کا سفر قرب سے بعد کی طرف ہوتا ہی۔ لیکن اب ایک دوسرا رشتہ بھی دعوت اعتقاد دینے لگا۔ ابتدا میں انسان کی زندگی محض انفرادی زندگی تھی، پھر عائلہ اور خاندان کی بنیاد پڑی، لیکن پھر بھی وہ عرصہ تک ویسی ہی غیر شہری زندگی بسر کرتا رہا جیسی آجکل بھی صحرائی قبائل یا ایشیا اور یورپ کے جپسیوں کی زندگی ہی۔ وہ پانی، چارہ، اور غذا کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کرتا رہتا تھا۔ لیکن جب ایک کافی مدت اِس حالت پر گزر گئی، تو ہر قبیلہ اور گروہ کے لئے کوئی خاص حصۂ زمین مسکن و مولد کی شکل میں متعین ہو گیا۔ مثلاً کوئی خاص قبیلہ تھا جو خزاں میں ایک جگہ رہتا اور بہار میں دوسری جگہ چلا جاتا۔ عرصہ کے تواتر قیام سے یہ دونوں مقام اُس کے لئے مسکن و موطن بن گئے۔ یا کسی جماعت نے کسی ایک ہی مقام پر قیام اختیار کر لیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ اس جگہ میں اپنے لئے خصوصیت محسوس کرنے لگی۔ ساتھ ہی ایسا بھی ہوا کہ مختلف قبائل کسی ایک ہی حصۂ ارضی میں آس پاس رہنے لگے اور عرصہ تک قریب رہنے کی وجہ سے ان میں باہمی قرب و علائق کی ایک خاص حالت پیدا ہو گئی۔ ان اسباب سے اُس اجتماعی احساس اور جذبہ کی بنیاد پڑی جسے میں نے "بلدیۃ" سے تعبیر کیا ہی۔ یہ اس احساس کی پانچویں منزل ہی۔ اس منزل میں پہنچکر انسان ایک نیا رشتہ محسوس کرنے لگا جو کسی ایک ہی جگہ رہنے سہنے اور وہیں پیدا ہونے کے اشتراک کا رشتہ ہی۔

ایک مدت تک جس مقام پر انسان رہتا ہی قدرتی طور پر اُس سے زیادہ مانوس ہو جاتا ہی۔ اس اُنس کے اسباب ایک سے زیادہ ہیں۔ اوّل تو اُس مقام کی ارضی خصوصیات کے ساتھ اُسکی زندگی کے حالات کچھ اس طرح مل جل جاتے ہیں کہ وہاں کے ہر موسم اور ہر حالت کے ساتھ اُس کی زندگی کی کوئی نہ کوئی حالت وابستہ ہو جاتی ہی، اور اس کے تصور میں اُس کے لئے کشش پیدا ہو جاتی ہی۔ ثانیاً، مشاہدہ کے استمرار و تواتر میں بجائے خود حیوانی دماغ کے لئے تاثیر ہے۔ جن چیزوں سے اُس کا لگاتار واسطہ رہتا ہی قدرتی طور پر اُن سے زیادہ مالوف ہو جاتا ہی۔ ثالثاً، مکان و قیام کے ساتھ نسل و رفاقت کے بھی تمام رشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ جس مقام پر انسان پیدا ہوا ہو اور پرورش پائی ہو وہیں اس کے تمام عزیز و اقارب اور جانے پہچانے ہوئے آدمی ہوتے ہیں اور اس لئے اُن کی محبتوں کی یاد وہاں کے چپہ چپہ میں بس جاتی ہی۔ غرضکہ انسان نے نسل کے بعد مکان و وطن کا رشتہ بھی محسوس کیا اور بہ تدریج اس کی گیرائیاں بڑہتی گئیں۔ یہاں تک کہ یہ اس کے جذبات محبت کا مرکز اور مکانی دل بستگی کے ولولوں کا محور بن گیا!

الا لیت شعری ہل ابیتن لیلۃ
بواد، وحولی اذخر وجلیل!

"بلدیۃ" کے بعد چھٹی کڑی "وطنیۃ" کی آتی ہی۔ وطنیۃ "بلدیۃ" کے رشتہ کی ایک خاص ترقی یافتہ صورت کا نام ہی۔ جب تمدن میں مزید ترقی و وسعت ہوئی، بکثرت آبادیاں اور شہر بس گئے، اور انسان کے باہمی علائق بھی زیادہ وسیع ہوئے، تو "بلدیۃ" کے جذبات میں بھی وسعت شروع ہو گئی، اور اب انسان نہ صرف اپنے مسکن و مولد ہی کو بلکہ اُس تمام علاقے کو اپنا وطن محسوس کرنے لگا جس کے ایک گوشہ میں وہ آباد تھا۔ پھر بتدریج اس دائرہ میں اور وسعت ہوئی، چھوٹے چھوٹے علاقوں کی جگہ زمین کے بڑے بڑے حصے داخل ہو گئے، یہاں تک کہ اب ایک پوری اقلیم بھی مفہوم وطنیۃ میں داخل ہو جاتی ہی!

نسل کے اجتماعی احساس نے افراد کی کثرت نسل کے نقطۂ وحدت میں سمیٹ دی تھی۔ اب مکان

علم ترقی کرے گا ان عناصر کے شمار میں تخفیف ہوتی جائے گی۔ بہت ممکن ہو ایک زمانہ آئے جب ہم دعوی سے کہہ سکیں کہ صرف ایک ہیڈروجین ہی تمام عناصر و کائنات کی اصل ہے، سب کچھ اُسی سے ظہور پذیر ہوا ہے"

میں "شاباش! اگر کائنات، ہیڈروجین سے بنی ہے تو بتاؤ مُرغی کی وہ معزز پردادی کیونکر وجود میں آئی جسنے پہلا انڈا دیا تھا؟ ظاہر ہے وہ خود تو انڈے سے پیدا نہیں ہوئی"

وہ "یہ سب سے پہلی مُرغی پیدا نہیں ہوئی بلکہ ظہور پذیر ہوئی تھی"

میں "کس چیز سے ظہور پذیر ہوئی؟"

وہ "میں نہیں جانتا"

میں "تو تم اُس کا وجود ثابت نہیں کرسکتے؟"

وہ "میں ہر چیز کا عالم نہیں ہوں"

میں "تمھارے اس صریح اعترافِ عجز کی داد دیتا ہوں، لیکن تم کہہ چکے ہو کہ اولین مادۂ حیات پیدا نہیں کیا گیا۔ اب ہم کائنات کی اصل و ابتداء کے موضوع پر پہنچ گئے۔ ہیڈروجینی انڈے کی بحث پر مگر تم نے اپنے جہل کا اعتراف کرلیا اور نہیں بتا سکے کہ وہ انڈا پیدا کیا گیا یا پیدا نہیں کیا گیا؟"

وہ "یہی سہی، لیکن میں برابر مدعی ہوں کہ کائنات اُس طرح پیدا نہیں ہوئی جس طرح توراۃ میں لکھا ہے"

میں "مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کائنات کس طرح خلق ہوئی، مگر بہرحال کسی نہ کسی طرح وجود میں ضرور آئی ہے"

وہ "میں صفائی سے اعتراف کرتا ہوں کہ علم اس گتھی کے سلجھانے میں ناکام رہا ہے اور بقول "سٹرلاینگ" کبھی مستقبل میں اس کا فیصلہ ہو سکے گا"

میں "تمھارے اس اعترافِ جہل کی بھی میں قدر کرتا ہوں۔ اچھا اب بحث کا رخ ذرا پھیر دیں۔ کیا تم یقین کرتے ہو کہ تمام ذی روح مخلوقات سبزیاں، اور حیوانات صرف ایک ہیڈروجین کے مختلف مرکبات ہیں"

وہ "ہاں"

میں "کیا خالی ظرف سے کسی چیز کا نکالنا ممکن ہے؟"

وہ "ہرگز نہیں۔ لیکن جناب! میں نے یہ کب کہا کہ ہیڈروجن ایک خالی ظرف ہے؟"

میں "لیکن میں بھی تو یہ نہیں کہتا، اچھا یوں سہی، کیا کسی ظرف سے اُتنا نکالا جا سکتا ہے جتنا اُس میں نہیں ہے؟"

وہ "نہیں"

میں "تو کیا ہیڈروجین سے اُتنا حاصل کیا جا سکتا ہے جتنا اُس کے اندر نہیں ہے؟"

وہ "نہیں"

میں "کیا تم خیال کرتے ہو کہ مادۂ حیات ہیڈروجین سے وجود میں آیا ہے؟"

وہ "بیشک، تمام آلی اجسام (Organism)، نباتات، حیوانات تمام اہل فن، مصور، شاعر، مصنف، فلاسفر، علماء، غرضکہ تمام کائنات اُسی اصلی ہیڈروجینی انڈے کی پیداوار ہیں"

میں "اس عجیب طلسمی انڈے کے خواص ممیزات کیا ہیں؟"

وہ "اسمیں کوئی طلسم یا جادو نہیں۔ یہ نیچر، کائنات کی ماں ہے"

میں "ہاں والدہ ماجدہ! لیکن ضرور ہے کہ اس اصلی ہیڈروجینی انڈے میں کچھ خاصیتیں تھیں۔ خود ہیڈروجین کہاں سے آیا؟"

وہ "نہیں معلوم"

میں "یہ عجیب خواص اُس میں کیونکر پیدا ہوگئے؟"

وہ "نہیں معلوم"

میں "تم قائل ہو کہ ہیڈروجین میں کچھ خاصیتیں تھیں جنھوں نے بتدریج کائنات کو ظاہر کیا۔ لیکن کیا تم یہ تصور کرسکتے ہو کہ ہیڈروجین میں یہ خواص بغیر کسی صاحبِ ادراک اور عاقل ہستی کے عمل کے خود بخود موجود ہوگئے؟"

وہ "موضوع نہایت دقیق ہے۔ میری ناقص عقل اُس کے فہم کی قابلیت نہیں رکھتی"

میں "میرا سوال یہ ہے کہ ان عجیب خواص کا انڈا یا ہیڈروجینی کتلہ جس سے تمام کائنات رونما ہوئی اور جس سے مادۂ حیات اُچھل کر برآمد ہوا، ممکن ہے کہ بغیر کسی ذہانت اور عقلی قوت کے وجود کے موجود ہوگیا ہو؟ اگر ہیڈروجین میں عقل و ادراک نہیں تو تم جو اُس سے بنے ہو، کیونکر عاقل اور صاحبِ ادراک ہو؟"

وہ "میں آج مزید گفتگو نہیں کرسکتا۔ شب بخیر"

تیسری مجلس

میں ایک رسالہ اُٹھا کر دیکھنے لگا۔ اتفاق سے اسمیں یہ قصہ لکھا تھا کہ ایک شہزادے نے اپنی محبوبہ کو ایک آہنی انڈا تحفتہً بھیجا۔ محبوبہ اُسے دیکھ کر سخت برہم ہوئی اور اُسے زور سے زمین پر دے مارا۔ انڈا ٹوٹ گیا، اُس کے اندر سفیدی چاندی کی تھی، زردی سونے کی زردی کی ڈلی کے اندر چھوٹا سا طلائی تاج اور الماس کی انگوٹھی رکھی تھی۔ یہ قصہ پڑھ کر مجھے خیال ہوا کہ شاہزادہ کا بھیجا ہوا یہ انڈا اس عظیم انڈے کے مقابلہ میں ہیچ ہے جس کے اندر سورج، چاند، ستارے، ثریا، زمین، عالم نباتات و حیوان اور دُنیا بھر کی عقل و حکمت بھری ہوئی ہے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرا بھائی آگیا اور کہنے لگا:

"کس سوچ میں ہو؟"

میں "کیا تم بتا سکتے ہو کہ دُنیا میں کوئی دریا بھی ایسا ہے جو کسی سرچشمہ سے نہ پھوٹا ہو؟"

وہ "بالکل معمولی سوال ہے۔ نہیں"

میں "کیا اثرات، بغیر موثرات کے موجود ہوسکتے ہیں؟"

وہ "ہر اثر کے لئے موثر و سبب کا وجود ضروری ہے۔ لیکن لوازم اسباب کی بحث نہایت پیچیدہ ہے، شاید آپ ڈیوڈ ہیوم کے اس قول سے متفق نہیں کہ مسبب اور سبب کے مابین وہی تعلق ہے جو رات اور دن کے درمیان؟"

میں "ہاں میری یہ رائے نہیں۔ رات، دن کے بعد ضرور آتی ہے لیکن دونوں میں کوئی سببی علاقہ نہیں ہے۔ خیر آؤ، ہم اُسی عجیب طلسمی انڈے پر غور کریں۔ "نیچر" کیا ہے؟ کہاں سے آیا؟ کیسے آیا؟ کب آیا؟ کیا تم "نیچر" کی تعریف بیان کرسکتے ہو؟"

وہ "نیچر کی تعریف آسان نہیں۔ بقول ایک حکیم کے "آسمان کے نیچے چلو اور نیچر کی تعلیمات و قوانین سے آگاہ ہو" یا بقول ایک دوسرے حکیم کے "نیچر کی بوقلمونی پر نظر کرو۔ ذرّے باہم وابستہ ہیں، جذب کرتے ہیں اور جذب ہوتے ہیں۔ نیچر کا قرب تمھیں اُس کے وصل سے شاد کام کردے گا"

میں "تم کہہ چکے ہو کہ نیچر نے سب سے پہلا انڈا پیدا کیا اور اُسے مختلف الاشکال زندہ پُر جمال مرکبات بنانے کی قوت بخشی، میں بغیر مزید حقوق حاصل کئے نیچر کی یہ قابلیت تسلیم نہیں کرسکتا۔ آخر بتاؤ تو نیچر ہے کیا بلا؟ فرشتہ ہے؟ بھوت ہے؟ کیا نیچر سنٹے کلاز (فرضی گلابی رنگ کا بوڑھا جو کرسمس میں اچھے بچوں کے لئے تحفے لاکر غائب ہوجاتا ہے) ہے، رات کو چپ چپاتے آتا اور صبح ہوتے ہی غائب ہوجاتا ہے؟"

وہ "براہ عنایت مذاق نہ کیجئے"

میں "تم کہتے ہو نیچر ہر چیز کی ماں ہے اور اُس کی اولاد سمندر کے کناروں پر بکھری ہوئی ریگ کے ذرّوں سے بھی زیادہ ہے، لیکن پھر بھی تم میری اس سے تقریب نہیں کراتے"

وہ "نیچر ہر قسم کی تعریف و تعارف سے برتر ہے۔ اُس کے دامن میں زمین آسمان دونوں بچوں کی طرح پڑے ہیں"

میں "تمھارے خیال میں نیچر ایک اَن دیکھی قوت نہیں ہے جس کی شخصیت، ذرات سے الگ ہوکر کارفرمائی کرتی ہے؟"

وہ "ہرگز نہیں۔ حکیم سٹوارٹ مل کہتا ہے "نیچر ہر ہونے والی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ وہ صرف اُس چیز کا نام ہے جو انسان کی قوت و ذات کے بغیر واقع ہوتی ہے۔" وہ نیچر ہی ہے جسنے ہمیں آسمان، زمین، پھول، پتی، کھیتیاں اور سمندر کی مچھلیاں بخشی ہیں"

میں "لیکن تم کہہ چکے ہو کہ ہر چیز اولین ہیڈروجینی انڈے سے ہوئی ہے۔ اور اس طلسمی انڈے نے اپنی قوت نیچر سے حاصل کی ہے پس اب بتاؤ اس انڈے اور نیچر میں کیا فرق ہے؟"

وہ "دونوں کا تجزیہ و فصل بہت مشکل ہے۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ ایک دوسرے کا مسبب نہیں ہے"

میں "خیر ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ شروع میں ہیڈروجینی انڈا موجود تھا اور اُسی سے تمام کائنات وجود میں آئی، لیکن کیا تم یہ نہیں تسلیم کروگے کہ اس انڈے کے لئے بھی کوئی خالق ہونا چاہیے اور اُسی خالق کو اُس کا نگراں اور مربی ہونا چاہیے؟ کائنات کا یہ ارتقا صرف ازلی و ابدی خدا ہی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہونا چاہیے"

وہ "میں یہ تسلیم نہیں کرتا"

میں "پھر خدا کی جگہ یہ کسے رکھتے ہو؟ اگر انڈا مثلاً موجود تھا تو اُس کے لئے کسی عاقل ہستی کا وجود ضروری ہے۔ اگر انڈا خود بخود موجود ہوا اور خود اُسی نے اپنے آپ کو بنایا ہے اور خود ہی اپنا مربی و محافظ تھا تو بس یہی وہ ہستی ہے جسے ہم خدا کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن اگر اس انڈے میں اپنے سنبھالنے اور حرکت کرنے کی ذاتی قوت نہیں تو ضرور کوئی اُس سے بھی بڑی قوت ہوگی جسنے اُسے حرکت دی اور اُس میں حسب مرضی تصرف کیا"

اسپر اُسنے غور کرنے کی مہلت مانگی۔

چوتھی مجلس

دوسرے روز آنے کے ساتھ ہی کہنے لگا:

"جس چیز کو تم خدا کہتے ہو وہ محض "نظام" ہے جو کائنات میں جاری و ساری ہے۔ سٹوارٹ مل کہتا ہے: بلا استثنا تمام ظہور اٹل قوانین کے ماتحت ہیں جن کی راہ میں کوئی طبیعی یا غیر طبیعی قوت حائل نہیں ہوسکتی"

میں "آپ نے واقعی، علم منطق پر نفیس کتابیں تصنیف کی ہیں، کیا اچھا ہوتا اگر فلسفہ پر گفتگو کرتے: تب بھی وہ منطق ہی کی پیروی کرتا۔ مگر افسوس اس بحث میں آکر وہ اپنی ساری منطق بھول جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے "تمام ظواہر یعنی ستاروں کی حرکت، آلو کی پیداوار، کرکٹ کا کھیل، شراب کا نشہ" اگر وہ گردش ستاروں ہی تک محدود رکھتا تو شاید ہم مخالفت میں زبان نہ کھول سکتے۔ مگر شراب، آلو، کرکٹ کے ذکر پر آکر ہم اُسے فراموش کر سکتے ہیں۔ سادہ لوح کہہ سکتا ہے کہ ان امور کا کسی دوسری قوت سے کوئی تعلق نہیں لیکن عقلمند جانتا ہے کہ اٹل قوانین کے اندر کوئی حقیقی قوت موجود ہے جو نیکی اور تقویٰ کی طرف آدمی کو لے جاتی ہے۔ خود مل بھی اپنی منطقی کتاب میں تصریح کی ہے کہ اٹل قوانین کے اندر قوت مخفی ہے۔ یہ قوت، اگرچہ حکومت نہیں کرتی مگر موجود ضرور ہے۔ پس اب بتاؤ "نیچر" سے تمھارا مقصود کیا ہے؟ "نیچر" اور "نیچر کے قوانین" میں کیا فرق ہے؟ میں ہکسلے اور ٹنڈل وغیرہ کی کتابیں پڑھتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ خواص اعضاء، بجلی، کیمیا، نباتات، حیوانات، وغیرہ مباحث پر بڑے سلیقہ سے گفتگو کرتے ہیں، لیکن جہاں فلسفہ میں آئے اُنکے حواس گم ہوگئے، محض معمولی سطح کے آدمیوں کی طرح گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ اُن کی تمام تر ذہانت اسپر صرف ہوتی ہے کہ "خدا"، "معجزہ" اور "خلق" کے الفاظ پر بحث شروع کردیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ یہ ہنر دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کو دوسرے الفاظ "نیچر"، "فطرت"، "قانون"، "ناموس" سے بدل دیتے ہیں۔ میں "نیچر" اور "قانون" دونوں کی علحدہ علحدہ تعریف جاننا چاہتا ہوں۔ تم کہتے ہو قانون، قوتِ فعالہ ہے یعنی زبردست محرک۔ لیکن اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کرتے۔ یہ محض زخرف

بصائر و حکم

مُرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟

مومن اور مُنکر کا ایک دلچسپ مکالمہ

جدال فی اللہ بغیر علم!

چھ مجلسیں

پہلی مجلس

میرا بھائی ایک ایسا ہی "آزاد خیال" شخص ہو جیسے آزاد خیال اشخاص بیسویں صدی کی عام پیداوار ہیں۔ بحث و مناظرہ کا اسے بہت شوق ہو۔ اپنے تیز اور تلخ خیالات کے اظہار میں کبھی تامل نہیں کرتا اور جب کبھی گفتگو کرتا ہو تو اس کا معارضہ سخت اور حجت بے جھجک ہوتی ہو۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا:

"مجھے یقین نہیں آتا کہ "بلعام" کی گدھی بولی ہو جیسا کہ توراۃ میں بیان کیا گیا ہو!"

میں نے جواب دیا:

"میں نہایت خوش ہوں گا اگر دُنیا بھر کے گدھوں کا منھ باندھ دیا جائے اور وہ کبھی اپنی کرخت آواز دنیا کو نہ سنا سکیں"

میرا جواب بھائی نے مذاق پر محمول کیا وہ سنجیدہ تھا اور علمی مباحث میں ہرگز مذاق گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اُسنے چین بجبیں ہو کر کہا:

"میں ہزل گفتگو پسند نہیں کرتا۔ سنجیدہ دقیق مباحث میں میرا جی لگتا ہو"

میں نے کہا:

"بہت بہتر۔ کوئی سنجیدہ مسئلہ پیش کرو تاکہ میں بھی سنجیدگی سے گفتگو کروں"

ایک لمحہ غور کرنے کے بعد کہنے لگا:

"تعجب ہو آپ ہمیشہ مجھی سے سوال چاہتے ہیں۔ یہ کیا ضرور ہو کہ سدا میں ہی حملہ آور ہوں اور آپ مدافعت کریں؟ آج خود آپ ہی کیوں نہ پہلا گولا پھینکیں؟ کیا مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے؟"

میں نے جواب دیا:

"کیوں نہیں! کسی عمارت کا ڈھا دینا تعمیر سے زیادہ آسان ہو لیکن مشکل یہ ہو کہ تم کوئی عمارت ہی نہیں رکھتے۔ تمھارے پاس کوئی مثبت چیز ہے ہی نہیں۔ صرف انکار اور منفی پہلو ہو۔ پھر میں کس چیز پر حملہ کروں؟ تاہم ایک مسئلہ میں تمھاری زبان سے اُمراء الحاد کے فتوے سننا چاہتا ہوں"

اُسنے وعدہ کیا کہ میرے ہر سوال پر سنجیدگی کے ساتھ بحث کرے گا اور ملحدین کے افکار پوری وضاحت سے پیش کرے گا۔

میں نے سوال کیا۔

"مُرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟"

ساتھ ہی میں نے کہا،

"سوال بالکل آسان اور صاف ہو۔ متقدمین علماء نے اسے ضرور حل کیا ہوگا، تمھاری کیا رائے ہو؟"

وہ کچھ گھبرا سا گیا:

"یہ سوال بے فائدہ معلوم ہوتا ہو۔ اسپر بحث کی کیا ضرورت ہو؟"

اسنے جواب دیا۔

"ممکن ہو تمھارا خیال صحیح ہو"

میں نے کہا:

"لیکن اگر میری ذاتی رائے پوچھتے ہو تو میں اس سوال کو بہت اہم سمجھتا اور تمھارے جواب کا بے چینی سے منتظر ہوں۔ خود تم نے مجھ سے سوال کی خواہش کی تھی۔ اب تمھیں جواب سے گریز نہیں کرنا چاہیئے"

وہ "یہ سوال بظاہر بالکل معمولی ہو لیکن در اصل اپنے اندر ایک دقیق فلسفی بحث چھپائے ہو۔ یا تو آپ اسے کسی دوسری شکل میں پیش کیجیے یا اپنا مقصود واضح کر دیجیے"

میں "تم بہت ڈر رہے ہو۔ حالانکہ تمھیں ڈرنا نہیں چاہئے۔ یہ سوال کچھ جال نہیں ہو جسمیں پھنس جاؤ گے۔ مجھے اس موضوع کے متعلق صرف اتنی ہی واقفیت ہو کہ انڈا مرغی کے پیٹ سے نکلتا ہو اور مرغی بچے سے بنتی ہو"

اُسنے میری تصدیق کی۔ پھر میں نے کہا:

"اگر یہ صحیح ہو تو کیا علم طبقات الارض کے ماہر سر چارلس لائل نے یہ اصل قرار نہیں دے دی ہو کہ "ماضی کو حاضر کے دلائل سے واضح کرنا چاہیے؟"

وہ "بیشک"

میں "تو انڈے اور مرغی کا یہ معاملہ ہمیشہ سے یوں ہی چلا آرہا ہو؟"

وہ "ہاں"

میں "یہ تو ضرور ہو کہ پہلی مرغی اور پہلے انڈے کا وجود اپنی اپنی جگہ پر مستقل ہوگا؟"

وہ "بیشک"

میں "اگر یہ صحیح ہو تو پہلی مرغی انڈے سے پہلے وجود میں آئی کیونکہ وہ انڈے سے پیدا نہیں ہوئی ہو۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو سر چارلس لائل کا اصول ٹوٹ جاتا ہو۔ کیونکہ حاضر کا مشاہدہ اس کے خلاف ہو اور ماضی کو واضح نہیں کرتا۔ ہم دیکھتے ہیں ہر مرغی انڈے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حاضر کی اس دلیل و مشاہدہ سے ہمیں یہی کہنا چاہیے کہ ہمیشہ مرغی انڈے ہی سے پیدا ہوتی رہی ہو۔ مگر تمھیں ابھی تسلیم کرنا پڑا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے سے پیدا نہیں ہوئی"

اسپر وہ دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولا:

"آپنے بلا بحث یہ کیسے تسلیم کر لیا کہ سب سے پہلی مرغی بغیر انڈے کے موجود ہوئی؟ خود مرغی کوئی مستقل وجود نہیں ہو۔ اُسی انڈے کی ترقی یافتہ کامل صورت ہو۔ اگر ہم صحیح علمی اصول کی روشنی میں غور کریں تو فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ انڈا پہلے ہوا ہو، لہذا ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلی مرغی بھی انڈے ہی سے وجود میں آئی ہو"

میں "بہت خوب۔ تو اب یہ طے پا گیا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے سے پیدا ہوئی ہو۔ یعنی انڈے کا وجود مرغی کے وجود سے پہلے ہوا یعنی سب سے پہلا انڈا مرغی کے پیٹ سے نہیں نکلا۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی لائل کا نظریہ ٹوٹ جاتا ہو۔ کیونکہ حاضر، ماضی کی تائید نہیں کر رہا ہے سراسر مخالف ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں ہر انڈا مرغی ہی سے پیدا ہوتا ہو۔ پھر یہ بھی بتا دو کہ اگر سب سے پہلا انڈا مرغی سے پیدا نہیں ہوا تو کہاں سے آیا؟ کیونکر آیا؟ کب آیا؟"

وہ "میں سمجھ گیا۔ آپ مجھے یہ کہنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ انڈا خدا نے پیدا کیا"

میں "میں سائل ہوں، مجیب نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہو کہ آسمانی کتابوں کے قائل اس سوال کا یہ صاف اور معمولی جواب دے کر سبکدوش ہو جاتے ہیں کہ سب سے پہلا انڈا خدا نے خود پیدا کیا تھا لیکن یہ بے دلیل ہو۔ اگر تم علمی دلائل براہین سے کوئی فیصلہ کن جواب دے سکو تو میں نہایت ممنون ہوں گا"

وہ "کیا انڈے کا مسئلہ تمام حقائق کائنات پر چسپاں ہو سکتا ہو؟"

میں "بیشک۔ ضرور ہو کہ شروع شروع گیہوں کا سب سے پہلا دانہ موجود ہوا ہو، سب سے پہلی بلی ہو، سب سے پہلی گائے ہو، سب سے پہلی بکری ہو۔ سب سے پہلا انسان ہو۔۔۔ اگر تم انڈے کی گتھی سلجھا دو تو میں باقی تمام کائنات کو اُسی پر قیاس کر لوں گا، اور ہم آفرینش کا راز دنیا پر کھول سکیں گے"

وہ "آفرینش کا سوال بہت قدیم سوال ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہو کہ کائنات، تدریجی ارتقا کے ساتھ وجود میں آئی ہے"

میں "صحیح ہو۔ لیکن اصل حیات اس سے مستثنیٰ ہو۔ زندگی کا پہلا تخم ضرور ہو کہ پیدا کیا گیا ہو۔ نظریۂ ارتقا مجھے مرعوب نہیں کر سکتا ارتقا کے لئے ضروری ہو کہ پہلے سے کوئی وجود موجود ہو، اور اُس میں تدریجی ترقی ہوئی ہو۔ لیکن عدم محض میں کیونکر ترقی ممکن ہو؟ ضرور ہو کہ پہلے انڈے کا وجود تسلیم کر کے پھر اُس پر خلقت کی عمارت کھڑی کرو۔ پس میرا سوال یہی ہو کہ وہ سب سے پہلا انڈا کہاں سے آیا؟"

وہ "میں ڈاکٹر باسٹن کے اس نظریہ سے بالکل متفق ہوں کہ ہر جاندار غیر عضوی بے جان مواد سے وجود میں آیا ہو"

میں "لیکن ہکسلے اور ٹنڈال نے اس نظریہ کو باطل قرار دیا ہو اور تمام علماء نے وہی قدیم نظریہ تسلیم کیا ہو کہ جاندار جاندار سے موجود ہوا ہو"

اسپر وہ لاجواب سا ہو گیا اور کہنے لگا باقی گفتگو کل ہوگی،

دوسری مجلس

دوسرے دن میں نے اُس سے کہا:

"کل میں زندگی کی اصل کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ میرا سوال ایک ایسے انڈے کے متعلق تھا جو زندہ عناصر سے مرکب ہو لیکن تم نے ڈاکٹر باسٹن کا قول پیش کر دیا کہ انڈا غیر جاندار مواد سے وجود میں آیا ہو۔ حالانکہ میرا سوال جاندار انڈے کے متعلق تھا، مردہ انڈے سے بحث نہ تھی۔ لیکن خیر میں تمھاری خاطر فرض کیے لیتا ہوں کہ سب سے پہلا غیر عضوی مردہ مواد سے ظہور پذیر ہوا تھا مثلاً ہم کہیں سب سے پہلے انڈے کی اصل، ریت کا ایک ذرہ تھا۔ مگر یہ کہنے کے بعد بھی سوال بدستور قائم رہتا ہو۔ اب اُس کی صرف لفظی شکل بدل جاتی ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہو کہ وہ ریت کا ذرہ کہاں سے آیا؟"

وہ "ریگ کا ذرہ اور ہر عنصر بہت سے ایسے دقیق ذرات واجزا سے مرکب ہو جنھیں انسانی نگاہ کسی طرح بھی مشاہدہ نہیں کر سکتی لیکن باوجود اس کے ہم ان غیر مرئی ذرات کے وجود کے قائل ہیں۔ سر دست ۸۰ عناصر کا وجود تسلیم کیا جاتا ہو لیکن جو لوگ

میں "عجیب سہی، معجزہ نہ سہی"

اس کے بعد میں نے سوال کیا:

"کیا تم اسپنسر کے متبعین کا یہ عقیدہ تسلیم کرتے ہو کہ تمام ظواہر زمین و آسمان، ایک مجہول مخفی قوت کا اعلان ہیں جو اُن کے پسِ پردہ کارفرما ہے؟ اسی قوت کا نام میری بول چال میں "خدا" ہے"

اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا:

"انسان اپنے افعال و اعمال میں کچھ اختیار رکھتا ہے یا محض مشین کے ایک پُرزے کی طرح بغیر اپنے ارادہ و اختیار کے عمل کرتا ہے؟"

وہ "قانون کا مذہب یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے، قاتل اس لئے قتل کا ارتکاب کرتا ہے کہ وہ اس پر مجبور ہوتا ہے۔ قضا و قدر سے وہ بالکل بے بس ہو چکا ہوتا ہے"

میں "اس عقیدے کے ماننے والوں کا علاج یہ ہے کہ سب کے سب ایک ساتھ پھانسی پر لٹکا دیئے جائیں اور ہمیشہ کے لئے دنیا کو اُن سے نجات دے دی جائے"

آخر میں میں نے ایک سوال کیا،

"ہم کس منزل کی طرف جا رہے ہیں؟"

وہ "موت کی طرف۔ موت ہی ہم سب کی منزل مقصود ہے۔ جس دن تم مر گئے، اُس دن سے تم معدوم ہو گئے۔ یہ سچ ہے کہ جسم کے ذرات غیر فانی ہیں، ہمیشہ باقی رہیں گے۔ لیکن وہ چیز جسے تم شخصیت یا ضمیر کہتے ہیں، دائمی طور پر فنا ہو جائے گی۔ مجھے قیامت یعنی دوسری زندگی کا ہرگز یقین نہیں ہے۔ میں دوبارہ زندگی کے لطف اُٹھانے کا متمنی نہیں ہوں۔ مرتے ہی، عدم محض طاری ہو جائے گا۔ روز لوگوں کو مرتے دیکھتے ہو۔ اُن کی زندگی کا چراغ گُل ہو جاتا ہے۔ آخری سانس کے ٹوٹتے ہی عقلی قوتیں ختم ہو جاتے ہیں اور انسان خاک میں مل جاتا ہے، خاک ہی سے اُٹھا تھا، خاک ہی میں مل گیا۔ اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا، نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ!"

میں "تو تمہارا نظریۂ ارتقا، ایک منحوس مذہب ہے اور آخرت میں اُس سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، وہ انسان کو کس قدر جلد فنا کر دیتا ہے؟ پہلے تو وہ انسان کو ابدیت کا سبز باغ دکھاتا ہے اور جب وہ مسکین قبضہ میں آ جاتا ہے تو نا اُمید کر کے چھوڑ دیتا ہے اس کے پاس اس بدبخت انسان کے لئے اُمید اور یقین کا کوئی سراغ نہیں"

وہ "ہمیں حقیقت کی پیروی کرنا چاہیئے، نتائج کو چھوڑ دینا چاہیئے"

میں: "تو تمہارا عقیدہ ہے کہ عمر ختم ہونے پر جسم انسانی کے اجزا اور عناصر مضمحل ہو کر اپنا عمل چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی قوت اصلیہ محرکہ ختم ہو جاتی ہے اور پورا کارخانہ اچانک رُک جاتا ہے۔ اگر یہی ہے تو پھر وہی طلسمی انڈا ہمارے سامنے آ موجود ہوتا ہے قدرتی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ انڈے میں کوئی محدود قوت پوشیدہ کر دی گئی تھی، جس نے ایک معین زمانے کے بعد وہ [illegible] نکال دیتا ہے۔ اس کے بعد دو ہی صورتیں ممکن ہیں، یا تو اُس کی موت یا نئی زندگی کا آغاز، میرے دوست کیا یہ ممکن نہیں کہ جس نیچر نے ایک مرتبہ ہمارے طلسمی انڈے کو اپنی قوت کا مظہر بنایا تھا وہی کچھ مدت آرام لینے کے بعد پھر انگڑائی لے کر اُٹھے اور نئی قوت نئی مستعدی اور نئے جوش میں اپنی نمود کرے؟ یہ خیال ہماری خودداری اور شرف کے کس قدر خلاف ہے کہ ہمارا آغاز نطفہ سے ہو اور خاتمہ دائمی فنا پر ہو جائے! یہ زندگی اور یہ موت دونوں نہایت مکروہ و نامبارک ہیں! انسان میں جو چیز سب سے افضل ہے یعنی اُس کی شخصیت، ضمیر، عقل، اور اگر خفا نہ ہو تو [illegible] کی طرح، یہ سب تو فنا ہو جائیں اور ادنیٰ چیزیں، گوشت و پوست کی ڈبیاں کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ برقرار رہیں؟ یہ کیسی عجیب منطق، کیسی عجیب عقلیت، اور کیسا عجیب فلسفہ ہے؟"

اس گفتگو پر میرے مخاطب کے چہرے کا رنگ بدل گیا، وہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔ دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہنے لگا "پھر ملیں گے"۔

استدراک

مضمون مندرجۂ صدر ایک انگریز اہل قلم مسٹر جیکب اِرٹر کی کتاب سے ماخوذ ہے جو حال میں شائع ہوئی ہے۔ ہم نے یہاں "ترجمہ" کی جگہ "اخذ" کا لفظ اس لئے اختیار کیا کہ اردو میں انگریزی تحریر کے مطالب بہ تصرف منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ انگریزی عبارت کا بجنسہ ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس قسم کے مطالب کو کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں نقل کرنے کا بہتر اور مؤثر طریقہ یہی ہے۔ بعض مقامات میں حذف و اضافہ بھی کیا گیا ہے جو ہمارے خیال میں ضروری تھا۔

تفریح و ترویج فکر

بعض مشہور آدمیوں کے لطیفے

انگلستان میں ایک مشہور ممثل (ایکٹر) تھا اُس کے زمانہ میں کوئی آدمی بھی اس فن میں اُس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا، ایک مرتبہ وہ اپنا تھیٹر لے کر مانچسٹر گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں مخلوق دیکھنے آئی۔ خیال کیا گیا کہ ایکٹر یہاں بہت کامیاب ہوگا۔ مگر اتفاق سے اُنھیں دنوں میں ایک خوبصورت رقاصہ بھی مانچسٹر پہونچی۔ یہ عورت اگرچہ اپنے فن میں ذرا بھی مہارت نہیں رکھتی تھی، لیکن تھی نہایت حسین اور دلفریب۔ پبلک نے سُنا تو ایکٹر کو چھوڑ کر رقاصہ کی طرف رُخ پھیر دیا۔ شہر کے ایک معزز آدمی نے یہ حالت دیکھی تو فن سے دلچسپی ظاہر کرنے کے لئے ایکٹر کے پاس گیا، اور ہمدردی کی راہ سے کہنے لگا "افسوس، لوگوں کو فن کی قدر نہیں۔ تمھارے جیسے ماہر کو چھوڑ کر اُس جاہل عورت کے ہو گئے ہیں!" ایکٹر نے فوراً جواب دیا "نہیں حضرت! افسوس کیجئے، فن، نیچر کا مقابلہ نہیں کر سکتا" ایکٹر کا مقصود یہ تھا کہ میں تو صرف فن کا ماہر ہوں، لیکن رقاصہ، نیچر کی دولت یعنی حُسن کی مالک ہے، میرا اُس کا کیونکر مقابلہ ہو سکتا ہے؟

ایک مرتبہ انگلستان کی ایک کمسن شاہزادی اپنی ماں کے ساتھ نہایت شان و شوکت سے لندن کی ایک سڑک پر جا رہی تھی، راستہ میں فاقہ زدہ مزدوروں کی ایک بڑی بھیڑ دکھائی دی جو غل مچا رہی تھی، شاہزادی نے اپنی ماں سے دریافت کیا "یہ کون لوگ ہیں اور کیوں چلا رہے ہیں؟" ماں نے جواب دیا "یہ مزدور ہیں، روٹی کے لئے پریشان ہیں" شاہزادی نے تعجب سے کہا "روٹی نہیں ملتی تو کیک کیوں نہیں خرید لیتے!"

پرنس آف ویلز کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں ایک مرتبہ شاہی دعوت میں تھے۔ دسترخوان پر بڑے بڑے معزز لوگ جمع تھے اور بادشاہ اُن سے گفتگو میں مصروف تھا۔ کھانے کے دوران میں ولیعہد نے اچانک بادشاہ سے کہا "بابا، بابا!" بادشاہ نے لڑکے کو جھڑک دیا اور خاموش رہنے کا حکم دیا، جب گفتگو ختم ہوئی تو بادشاہ نے لڑکے سے کہا "کہو کیا کہتے تھے؟" ولیعہد نے کہا "اب کچھ نہیں، اُس وقت آپکے کیک میں ایک کیڑا تھا، میں اُسی کی بابت کہنا چاہتا تھا مگر آپنے مجھے چپ کر دیا اور کیڑا کھا گئے!"

شاہ ایڈورڈ کا قصہ ہے کہ ولیعہدی کے زمانہ میں اُنھوں نے ایک مرتبہ اپنی والدہ ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھا اور ۵ پونڈ طلب کئے۔ ملکہ نے روپیہ کے بجائے لمبا چوڑا خط بھیجا اور کفایت شعاری کی خوبیاں بتائیں۔ ایک ہفتہ بعد ولیعہد نے ماں کو شکریہ کا خط لکھا "آپکا خط موصول ہوا۔ اب مجھے ۵ پونڈ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں نے آپ کا خط ۲۰ پونڈ میں فروخت کر ڈالا!"

موجودہ شاہ جارج کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں انھوں نے اپنی ایک کھلائی سے فرمائش کی کہ انھیں کوئی کہانی سنائے۔ کھلائی نے کہا نہیں تم خود کوئی کہانی لکھ کر مجھے سناؤ۔ چنانچہ شہزادہ نے حسب ذیل کہانی لکھی:

"ایک حقیر جھونپڑے میں میاں بیوی رہتے تھے، دونوں بالکل مفلس تھے۔ کچھ بھی کھانے کو نہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ دو دن گزر گئے اور انھیں کھانے کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ ملا۔ شوہر نے اپنی بیوی کو روتے دیکھ کر پوچھا:

"پیاری کیا بات ہے؟"

"بھوک سے میرا دم نکلا جاتا ہے" عورت نے روتے ہوئے جواب دیا۔

شوہر نے کہا "میں ابھی بندوبست کرتا ہوں"

چنانچہ اُٹھا، گھنٹی بجائی، خادم دوڑا آیا، اور اُسنے اُس سے کہا "میری بیوی کے لئے ابھی پلیٹ میں روٹی اور مکھن لاؤ"

۱۹۱۵ء میں مسٹر لائڈ جارج اپنی موٹر میں جا رہے تھے، راستہ میں شام ہو گئی، ڈرائیور موٹر روک کر اُترا اور لالٹین جلانے لگا۔ مسٹر لائڈ جارج بھی اُتر پڑے اور پیچھے کی بتی دیکھنے لگے۔ ڈرائیور اپنے کام سے فارغ ہو کر تیزی سے اپنی جگہ پر آ بیٹھا اور موٹر چھوڑ دی، اُسے کیا معلوم تھا کہ لائڈ جارج گاڑی کے پیچھے کھڑے ہیں، موٹر چلدی اور یہ پیچھے کھڑے چلاتے رہ گئے، اب رات اندھیری ہو گئی تھی۔ لائڈ جارج سخت پریشان تھے، اُن کا مکان ۵ میل دور تھا، مجبوراً پیدل چلے تھوڑی دور پر پاگل خانہ تھا، اُنھوں نے خیال کیا شاید یہاں کوئی سواری مل جائے، اطمینان سے آگے بڑھے اور پھاٹک پر دستک دی، دربان آرام کر رہا تھا، دستک سنکر خفا ہوا، اور دروازہ کھولا، وزیر نے اپنی ضرورت بیان کی اور موٹر کے لئے درخواست کی، مغرور دربان نے حقارت سے سر ہلایا اور دروازہ بند کرنے لگا۔ لائڈ جارج نے اُسے روکا اور کہا "تم جانتے نہیں میں وزیر مال ہوں!" دربان نے کہا "درست، درست! وزیر صاحب اسوقت ہمارے پاگل خانے میں آپ جیسے چھ وزیر بند ہیں، اگر پسند کریں تو اُن سے حضور کی ملاقات کرا دوں! بہتر یہ ہے کہ اسی سڑک پر سیدھے چلے جاؤ، زیادہ مسافت نہیں ہے۔ تڑکے تڑکے گھر پہنچ جاؤ گے!"

وزیر کی پھر کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑی اور خاموش روانہ ہو گئے، مگر خوش قسمتی سے ڈرائیور اُن کی تلاش میں موٹر واپس لایا۔

ایک مرتبہ ایک دولتمند عورت نے اپنے محلہ کے تمام لڑکوں کی دعوت کی۔ لڑکے کھاتے جاتے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ ایک لڑکے نے دوسرے سے کہا "کل میرے باپ نے مجھے ایک چمچہ خرید کر دیا ہے جسپر لکھا ہے "آپ کا تحفہ بچے کو" اسپر دوسرے لڑکے نے کہا "بہت شیخی نہ بگھارو کل میرے باپ نے بھی مجھے ایک چمچہ دیا ہے جسپر لکھا ہے "سیوائے ہوٹل" اس طرح لڑکے نے اپنے باپ کی چوری نادانستہ کھول دی،

ایک فلسفی کہتا ہے "شادی کا مطلب یہ ہے کہ ۳ ہفتے تعارف کے، تین مہینے محبت کے، تین سال باہمی تکرار اور جھگڑے کے، پھر تیس سال درگزر اور چشم پوشی کے!"

نہیں بلکہ سراسر دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔"

وہ "لیکن اب تمام علماء بالاتفاق یہی کہہ رہے ہیں کہ ہر چیز بلا کسی استثنا کے "قانون" ہی کے ذریعہ واقع ہوتی ہے۔"

میں "ہمارے ملک کی تمام تجارت، "مال" کے ذریعہ چل رہی ہے لیکن ظاہر ہے خود مال اپنے ارادہ سے تجارت نہیں چلا رہا ہے۔ مال، مادہ یا جاندار قوت نہیں ہے۔ تمام سلطنت قانون سے چل رہی ہے، مگر خود قانون حکمران نہیں ہے لیکن جج اور مجسٹریٹ قانون کے بموجب عمل کرتے ہیں، کہا جاتا ہے نیچر میں کچھ قدیم موروثی قوتیں ہیں اور ڈارون کے بقول وہی فعال و مؤثر قانونی قوت ہے جو نظام عالم میں جاری و ساری ہے، بہت بہتر، مگر آپ کچھ بہت دور کی کوڑی نہیں لائے۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کرتے ہیں کہ "خدا" کے لفظ کی جگہ دو لفظ: "نیچر" اور "قانون" رکھ دیے۔ یعنی دو اندھے، بہرے، گونگے وجود۔ تم تو ان یونانیوں سے بھی بدتر ہو جو ایک نامعلوم دیوتا کی پرستش کرتے تھے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ وجود میں کوئی ایک قوت یا فعال ہستی موجود ہے۔ یا یہ کہ "ہیڈروجینی انڈے" میں حیات پائی گئی ۔ لیکن اس بارے میں کچھ نہیں جانتے کہ آخر یہ انڈا بنا کیسے؟ کیونکر محفوظ رہا؟ کس طرح ایسے عجیب روپ بھر سکا جو انتہائی عقل و ذہانت پر دال ہیں؟ سچ یہ ہے کہ تم واجب الوجود خدا کی جگہ ایک غیر موجود کو بٹھاتے ہو حالانکہ ساتھ ہی ایک فعال قوت کے وجود کو بھی مانتے ہو اور یہ کہ ذرات، ازلی ابدی قوتوں سے دوچار ہوئے ہیں۔ اب براہ عنایت مجھے بتا دو کہ اس ہیڈروجینی انڈے کا جھڑا کس سے لگا؟ کیونکر لگا؟ کب لگا؟ کون اس کے نیچے اپنے پیٹ کے نیچے رکھ کر سینے بیٹھا؟ کس نے بچہ پیدا کرایا؟ تمھیں "خدا" پسند نہیں۔ "قانون" اور "نیچر" کے لفظوں پر فریفتہ ہو گئے ہو، بہت بہتر، یہ رشتہ مبارک ہو، اور پھل پھول لائے، لیکن تم یہ بتانے پر راضی نہیں کہ آخر "میاں قانون" نے "بی نیچرہ" سے کیونکر شادی کی اور بچے کیسے جنے؟ انسانی قلوب میں کوئی حکمران قوت ضرور موجود ہے لیکن ہربرٹ اسپنسر کہتا ہے "ہم اس قوت کو ہرگز نہیں جان سکتے" میں تم سے اس معاملہ میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں کہ عقل حق کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے۔ مسٹر اسپنسر بھی کہتا ہے کہ نیچر ایک نامعلوم قوت کا مظہر ہے اور یہ کہ انسان اس قوت کے بھید سے قطعاً جاہل ہے۔ لیکن اسپنسر کیونکر سمجھ سکے کہ قانون قدرت کے پیچھے ایک قوت موجود ہے؟ نیز مسٹر ڈیل نے اس خیال کی کس بنیاد پر تائید کی اور کیوں یقین قائم کیا کہ ہم سبب اول کا علم کسی طرح بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ ان اقوال کی روشنی میں تم دیکھ سکتے ہو کہ مذہبوں اور اہل مذاہب میں فقط لفظی جھگڑا ہے۔ اہل مذاہب جس چیز کو "خدا" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں بعینہ اسی چیز کو لامذہب "نیچر کے مافوق قوت" بتاتے ہیں۔ دونوں گروہ اس قوت کو فعال اور ازلی ابدی قرار دیتے ہیں۔ سارا جھگڑا صرف لفظ "خدا" میں ہے۔"

وہ "لیکن فلاسفہ تمھارے خدا کا مذاق اڑاتے ہیں کیونکہ تم نے اسے ایک خاص شخصیت، اخلاق، اور عقلی و ذہنی اوصاف کا مالک بنا رکھا ہے۔"

میں "لیکن تم بھی تو تسلیم کرتے ہو کہ اگر وہ مافوق فطرت قوت معدوم ہو جائے تو کائنات میں کوئی چیز بھی رونما نہیں ہو سکتی۔ یہ تسلیم کر کے تم بھی میرے اس ایمان میں شریک ہو جاتے ہو کہ ایک فعال قوت موجود ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ کیا یہ قوت کوئی ایسا اثر ظاہر کر سکتی ہے جو اس کے اندر ذاتی طور پر موجود نہیں؟ زیادہ صاف لفظوں میں یوں سمجھو کہ اگر وہ قوت خود عاقل و مدرک نہیں تھی تو اس نے تمھیں کیونکر عاقل و مدرک بنا دیا؟ تمھارے اندر یہ ذہانت و عقل کس سرچشمہ سے آئی؟"

وہ "مجھے اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملی ہے۔"

میں "درست! اور یہ بھی مسلّم ہے کہ تمھارے ایک جدّ امجد حضرت بندر بھی ہیں؟"

اس جملہ پر وہ خفا ہو گیا۔ میں معذرت کر کے آگے بڑھا:

"اسپنسر وغیرہ فلاسفہ تسلیم کرتے ہیں کہ نیچر کے پرے ایک مجہول قوت موجود ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی بکواس کرتے ہیں۔ ذرات و جزئیات کا ذکر کرتے ہیں، ان کا حجم و وزن بتاتے ہیں اور انھیں جمع کرنے والی قوت کا بیان کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر جب میں پوچھتا ہوں یہ ذرات و جزئیات کیا چیز ہیں؟ تو کوئی جواب نہیں دیتے۔ مثلاً کہتے ہیں "۶۴ عنصر موجود ہیں اور یہ سب ہیڈروجینی کی مختلف شکلیں ہیں" بہتر۔ لیکن خود ہیڈروجینی کیا ہے؟ کہاں سے آئی؟ کیونکر آئی؟ جواب ندارد۔ اصل یہ ہے فلاسفہ کا گروہ علم اور دین دونوں سے بے بہرہ ہے۔ قانون کشش کو بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اسی قانون کے بموجب سیب زمین پر گرتا ہے۔ سورج، زمین کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور زمین، سورج کو۔ مانتا ہوں مگر خود کشش، جذب، جاذبیت کیا چیز ہے؟ کوئی جواب نہیں ملتا۔ "ایتھر" کا ذکر کرتے ہیں جو ہوا سے کہیں زیادہ لطیف ہے۔ اور کہتے ہیں "روشنی اسی ایتھر کے اہتزاز و ارتعاش کا نتیجہ ہے" بہت خوب۔ مگر خود "ایتھر" کیا ہے؟ خاموشی! آخر مجبور ہو کر لانگیٹ تک کو اعتراف کر لینا پڑا کہ "ہمیں یقین ہے ہم اشیاء کی ماہیت و حقیقت نہیں جانتے۔ لیکن باایں ہمہ یہ بھی یقین ہے کہ اشیاء کا سلسلہ معقول ہے۔"

اس پر گفتگو ختم ہو گئی۔

پانچویں مجلس

دوسرے دن پھر میں نے کہا:

"کیا تمھیں یقین ہے کہ ذرہ سے لے کر سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان حتیٰ کہ انسان تک کی پوری زنجیر میں کوئی کڑی الگ نہیں ہے؟"

وہ "ہرگز نہیں، اگرچہ پروفیسر ولیس کہتا ہے کہ نیچر میں متعدد ایسے دور اور بکثرت ایسے حالات پائے گئے ہیں جن میں خارجی مؤثرات نے مداخلت کی ہے لیکن ڈارون نے اس قول سے اختلاف کیا ہے۔ اول الذکر کی رائے اگرچہ قابل احترام ہے لیکن محض ایک بے دلیل دعویٰ ہے۔"

میں "ولیس یہ بھی تو کہتا ہے کہ انسان میں موسیقی، ریاضی، ذہانت اور رقت کے اوصاف اسے ہرگز اپنے اسلاف حیوانات سے ورثہ میں نہیں ملے ہیں۔"

وہ "یہ دعویٰ ہے مگر دلیل؟"

میں "نیز وہ کہتا ہے: انسان میں جو ایک خاص قابلیت ہے وہ اس کے اندر ایک خاص روح یا طبیعت کا پتہ دیتی ہے۔"

وہ "لیکن یہ بھی کوئی دلیل نہیں۔"

میں "اگر ہم اس علامہ کے قول سے متفق نہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ نیچر ایک اندھی بڑھیا تھی، اس کے پیٹ میں مردہ اندھی غبار کے ذرات بھرے پڑے تھے جو تاریکی میں محض اتفاقات سے ٹکرائے اور چلے۔ حالانکہ اس فیلسوف کا نظریہ یہ ہے کہ عالم مادہ میں ایک دوسرا عالم روح بھی ہے جو ذرات کی امداد کرتا اور ان میں قوت و حرکت پیدا کرتا ہے۔"

وہ "لیکن یہ بھی دلیل نہیں۔"

میں "تم قائل ہو کہ بسائط (غیر مرکب) یا جزئیات یا ذرات اولین مادہ ہیں۔ یہی سب سے پہلے ہوئے اور تمام کائنات انھی سے بنی۔ نیز تم یہ بھی مانتے ہو کہ یہ بسائط یا ذرات اپنی حرکت اور نشوونما کے لئے ایک اور قوت کے محتاج تھے۔ لیکن جب میں تم سے اس قوت کی حقیقت دریافت کرتا ہوں تو تم سے کوئی جواب نہیں بنتا۔ اس بارے میں زیادہ سے زیادہ تمھاری پرواز یہ ہو سکتی ہے کہ گذشتہ [illegible] دیکھو کہ اس قوت کے متعلق کچھ نظریے [illegible] کردو۔ لیکن پروفیسر ولیس کا نظریہ یہ ہے کہ غیر عنصری جواہر نے [illegible] تخم حیات [illegible]۔ اس تخم سے نباتات کا ظہور ہوا۔ نباتات سے حساس حیوان پیدا ہوا اور حساس حیوان سے عاقل و ذہین حیوان یا انسان ظاہر ہوا۔ یہ علامہ کہتا ہے "یہ تمام ادوار ایک عجیب دانائی اور کامل نظام پر دلالت کرتے ہیں۔ انھیں دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ ایک عالم روحانی ضرور موجود ہے جس کی ہمہ گیری کے سامنے عالم مادی محض دوسرے درجہ کی چیز ہے۔""

وہ "یہ تو اس علامہ کا قول ہے مگر عالم روح کے وجود کا ثبوت؟"

میں "قطعی ثبوت پیش کرنا تو بہت مشکل ہے۔ لیکن ہمیں تمام نظریوں کو سامنے رکھ کر اس نظریہ کو بہرحال قبول کرنا پڑتا ہے جو عقل سے زیادہ قریب ہو۔ جذب، اتصال، کشش یعنی یہ مقناطیسی قوت کہاں سے آئی؟ نظریۂ ارتقاء ہمیں کوئی جواب نہیں دیتا۔ نیچر کا قانون ہے کہ سیب آسمان پر اڑ کر نہیں چلا جاتا بلکہ ہمیشہ ٹوٹ کر زمین ہی پر گرتا ہے۔ لیکن کل میری بیوی اس قانون کی راہ میں سدِ راہ ہو گئی۔ اس نے سیب ہاتھ سے روک لیا اور زمین پر گرنے نہیں دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اور مخفی قوت بھی ضرور موجود ہے۔"

وہ "اگر تم اس عالم روح کا مجھے یقین دلا دو تو از حد ممنون ہوں گا۔"

صحبت کل کے لئے ملتوی ہو گئی۔

چھٹی مجلس

میں: "مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش سے پست ترین اقوام تک میں بھی مذہب موجود تھا؟"

وہ "ہاں"

میں "تو انسان میں مذہب کا خیال اسی طرح جبلی ہے جس طرح چڑیوں میں اپنا گھونسلہ بنانے کا اور شہد کی مکھی میں چھتا طیار کرنے کا؟"

وہ "ہاں"

میں "مذہب کا یہ خیال انسان کی فطرت میں کیسے پیدا ہوا؟"

وہ "ترقی و ارتقاء کے ذریعہ"

میں "یعنی جس طرح سیب جنگلی سیب سے، بادام جنگلی بادام ترقی کر کے ظاہر ہوا ہے اسی طرح انسان نے بندر کے درجہ سے ترقی کی ہے؟"

وہ "ہاں، علماء و فلاسفہ کا یہی خیال ہے"

میں "تو بندر میں بھی، کہ جس سے انسان نے ترقی کی ہے، ضرور ناقص اخلاقی شعور یعنی ضمیر موجود ہوگا؟ ضرور ہے حیوانات میں اس قسم کا کچھ نہ کچھ شعور موجود ہو، ورنہ ان کی ترقی یافتہ صورت انسان میں ہرگز نہ پایا جاتا ... اگر یہ صحیح ہے تو انسان کی اخلاقی ذہنیت نے اسی بندر سے بتدریج ترقی کی ہوگی اور وہ آہستہ آہستہ مذہب، عقائد وغیرہ پر غور کرنے لگا ہوگا پھر مثلاً اسنے تورات بنائی، اسنے انجیل لکھی، قرآن مرتب کیا، اور دنیا میں مذہب پھیل گیا؟"

وہ "بیشک"

میں "تو اب ہمیں بندر سے اتر کر سانپ بچھو، مچھلی اور چڑیوں کی بابت بھی یہی کہنا چاہئے کہ ان میں بھی یہ دینی شعور موجود تھا، پھر اور نیچے اتر کر کیڑے کو دیکھنا چاہئے جو مادۂ حیات کا ابتدائی سرچشمہ ہے۔ پھر چونکہ کیڑے ننھے ننھے ذرات و جزئیات سے مرکب ہے اس لئے ان ذرات میں بھی اس شعور کو تسلیم کرنا چاہئے۔ پھر اور چند سیڑھیاں نیچے اتر کر ہیڈروجینی یعنی اسی انڈے کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا چاہئے جو تمام کائنات کی اصل الاصول ہے اور بصد ادب مان لینا چاہئے کہ اس انڈے میں بھی یہ شعور موجود تھا۔ واقعی یہ عجیب انڈا تمام معجزوں کا باپ ہے!"

وہ خفا ہو گیا کیونکہ میں نے معجزہ کا لفظ استعمال کیا تھا، کہنے لگا:

"معاف کیجئے مگر براہ عنایت معجزہ نہ کہئے۔"

کے ختم ہونے سے پہلے اُن کی تعداد ۹۰۰۰ تک پہنچ جائے گی، وزارت کا ایک بڑا کارنامہ، وہ قانون ہے جو حکام کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس قانون نے حکام کے فرائض و اختیارات صاف صاف واضح کردیئے ہیں اور اُنھیں بے سبب معزولی کے خطرہ سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا ہے۔"

تعزیری قوانین کے متعلق وزیر نے بیان کیا:

"ضابطۂ قوانین صرف دس مہینے سے جاری ہوا ہے۔ پہلے ضابطہ میں صرف ۲۶۰ دفعات تھیں مگر اس میں ۶۴۰ دفعات ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے انصاف کی جو راہیں بند تھیں، اب کھل گئی ہیں۔ پہلے انصاف، سب کے لئے یکساں نہ تھا، امیروں اور طاقت وروں کے ساتھ رعایتیں کی جاتی تھیں اور غریبوں اور کمزوروں کا حق مارا جاتا تھا۔ مگر اب یہ ناممکن ہے۔ قانون کی نظر میں سب بالکل برابر ہوگئے ہیں۔"

وزیر کے بیان میں سب سے اہم حصہ وہ تھا جس میں اُنھوں نے موجودہ ترکی عدالتوں کی حیثیت کے متعلق یورپین مبصروں کی شہادتیں پیش کی تھیں، اُنھوں نے کہا۔

"معاہدۂ لوزان کے بموجب ہمنے ۵ سال کے لئے چار یورپین قانونی مشیر ملازم رکھے تھے۔ ہمنے اُن سے اپنی عدالتوں کی موجودہ حیثیت کے متعلق رپورٹ طلب کی تھی۔ اُنھوں نے اب یہ رپورٹ پیش کردی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اس تمام مدت میں ترکی عدالتوں کے خلاف ہمارے سامنے ۷ شکایتیں پیش ہوئیں۔ ہم نے جانچ کرکے معلوم کرلیا کہ وہ سب کی سب بالکل بہتان ہیں۔ ہماری ملازمت عنقریب ختم ہونے والی ہے۔ ہم اپنے ملکوں کو واپس جائیں گے اور ہر جگہ یہ اعلان کرینگے کہ موجودہ ترکی عدالتیں، اپنے افسروں کی دیانت، قابلیت، انصاف پسندی، اور مقدمات کے جلد سے جلد فیصلہ کرنیکی وجہ سے دُنیا کی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ عدالتوں سے کسی طرح بھی کم درجہ نہیں ہیں"

وزارت تعلیم

مصطفےٰ نجاتی بک وزیر تعلیم نے اپنے محکمہ کے متعلق بیان کیا:

"سنہ ۱۹۲۳ء میں ابتدائی مدارس کی تعداد ۵،۶۵۵ تھی، مدرسوں کی تعداد ۱۰،۵۳۹ اور طالب علموں کی ۳،۴۶،۴۵۹ تھی لیکن اب مدرسے ۵،۸۸۶ ہیں، مدرس ۱۲،۷۴۶ ہیں اور طالب علم ۳،۸۵،۴۵۵ ہیں"

اس کے بعد وزیر نے پُوری تفصیل سے اپنی وزارت کی کوششوں پر تبصرہ کیا اور بتایا ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں کیا کیا ترقیاں ہوئی ہیں۔ پھر تعلیم و تربیت کے اُس بورڈ کا ذکر کیا جو انگورہ میں قائم ہوا ہے۔ نیز تعلیمی انسپکٹروں کی کارگزاریاں سنائیں جو تمام ملک میں دورہ کرتے پھرتے ہیں، اُنھوں نے اپنی تقریر اس تصریح پر ختم کی "اس سے پہلے ہمارے ملک میں تعلیم نہ دنیا کے لئے مفید تھی نہ دین کے لئے، لیکن اب اُس کی حالت بالکل بدل گئی ہے۔ اب ہماری تعلیم ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہے، دل و دماغ کو آزاد کرتی ہے۔ جدید ترین علمی اصول پر جاری ہے۔ ترکی قومیت کا جذبہ جگاتی ہے، ترکی قوم کو صحیح معنوں میں زندہ قوم بنا رہی ہے۔ مختصر یہ کہ اب ہماری تعلیم کا مطمح نظر ترکی صدر جمہوریت کے لفظوں میں یہ ہے۔

"تعلیم کی غرض یہ نہیں ہونی چاہئے کہ اُس سے مستفید ہوکر لوگ باتونی اور مغرور بنیں۔ تعلیم کا اصلی مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اپنی مادی و معنوی زندگی میں کامیابی حاصل کی جائے۔"

بری و بحری فوج

رجب بک وزیر جنگ نے بری فوج کے متعلق یہ نہایت مختصر کلام پیش کی،

"جمہوری فوج، اپنے جملہ تنظیمات و ترقیات کے ساتھ اپنا فرض ادا کرنے کے لئے تیار ہے۔ فوج کی صحیح حالت بیان کرنے کے لئے میں صرف اسی قدر کہوں گا کہ وہ مستقبل قریب میں وطن مقدس کی کامیاب حفاظت کے لئے پُوری طرح آراستہ ہے۔ مستقبل قریب سے میری مُراد یہ ہے کہ "کل"!

وزیر بحر احسان بک نے کہا،

"بحری وزارت جمہوری بیڑے کی تقویت کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے"

ہیٹ کا قضیہ

جزیرۂ قبرص کے شرعی محکمہ نے ایک مسلمان کو اس جرم پر میراث پانے سے محروم کردیا ہے کہ اُسنے ہیٹ پہننا شروع کردیا ہے۔ ٹرکی میں یہ خبر پہنچی تو اخبارات کے نامہ نگار یہاں کے مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے سوال کیا۔ مفتی کا جواب حسب ذیل تھا:

"ٹرکی میں لاکھوں مومن، ہیٹ پہنتے ہیں۔ مگر اس سے اُن کے دینی عقائد میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ قبرص کے شرعی محکمہ کا یہ حکم، جہالت، تعصب اور ریاکاری پر مبنی ہے۔ شریعت کی نظر میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں"

مزدوروں کا قانون

عنقریب انگورہ کی قومی پارلیمنٹ اُس مسودۂ قانون پر غور کرنے والی ہے جو مزدوروں اور کارخانہ داروں کے متعلق طیار کیا گیا ہے۔

اس قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ دس سال سے کم عمر بچوں کو مزدور نہیں بنایا جائے گا۔ مزدوری کا وقت روزانہ دس گھنٹے ہوگا، درمیان میں ایک گھنٹہ آرام کے لئے مخصوص ہوگا لیکن اگر کوئی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو حکومت کی اجازت سے ۱۱ گھنٹے بھی مزدوروں سے کام لیا جاسکتا ہے۔ مگر اس صورت میں زیادہ گھنٹوں کی مزدوری علحدہ دی جائے گی اور اس کے بعد مزدور کو بارہ گھنٹے آرام کے لئے دیئے جائیں گے۔ کوئی مزدور اچانک کام سے علحدہ نہیں کیا جاسکے گا۔ طرفین کو پندرہ دن پہلے نوٹس دینا ضروری ہے۔ علحدگی کے وقت مزدور کو اُس کی پُوری اُجرت دی جائے گی۔ کارخانہ داروں کے لئے ضروری ہے کہ مزدوروں کی تندرستی کی حفاظت کریں۔ اُنکے لئے مفت دواخانے اور ڈاکٹر مہیا کریں اور اُنھیں زیادہ سے زیادہ آرام دینے کی کوشش کریں۔ جو مزدور کام کے دَوران میں مرجائیں، اُن کی تجہیز و تکفین کارخانہ داروں کے ذمہ ہوگی۔ نیز اُنکے خاندان کو اُن کی روزانہ مزدوری کا چھ سو گنا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔

پٹرول کے چشمے

عباس حلمی پاشا سابق خدیو مصر کا قائم کردہ صنعتی و تجارتی بینک "موقتہ" اور "شارکوئی" کے علاقہ میں پٹرول کے چشمے تلاش کر رہا ہے۔ حکومت نے اُسے زمین کھودنے کی اجازت دے دی ہے اگر یہ چشمے مل گئے تو اُن سے کام لینے کے لئے بینک سرمایہ داروں سے معاملہ طے کرے گا۔

ترکی کلب

جدید قومی حرکت کے ساتھ اناطولیہ کے طول و عرض میں بکثرت کلب قائم ہوگئے تھے، یہ کلب پچھلے نازک زمانہ میں وطنی جہاد کے مرکز تھے، اور اب امن کے زمانہ میں قومیت کے مدرسے بن گئے ہیں۔ حال میں تمام کلب گھروں کی ایک بڑی کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی، دو سو دس نمائندے مختلف علاقوں سے منتخب ہوکر شریک ہوئے۔ محمود اسعد بک وزیر محاکم عدلیہ نے صدارت کی۔ اُن کا خطبہ اس جملے سے شروع ہوا "جمعیۃ ہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر ترکی کلب قائم ہیں" اور اس عبارت پر ختم ہوا "قومی جذبہ جیسا کہ ہمارا وطنی شاعر کہتا ہے، ایک بے روک سیلاب ہے جو زمانہ کا شکم توڑ کر بہتا اور راہ کی تمام رکاوٹیں اپنی قوت قاہرہ سے دُور پھینک دیتا ہے۔" میں اس پر یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ قومی جذبہ، روشن حقیقت کا سیلاب ہے جو تمام تاریکیاں نابود کردیتا ہے اور قوموں کو اُن کی قومی زندگی کی درخشاں صبح میں پہنچا دیتا ہے"

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں۔
منیجر "الہلال" کلکتہ

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(اصل عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

جدید وزارت

عدلی پاشا یکن کی وزارت پچھلے دنوں مستعفی ہوگئی تھی۔ استعفا کا سبب بالکل معمولی تھا۔ پارلیمنٹ میں مصری بینک کی اعانت کے سلسلہ میں بعض ممبروں نے تجویز پیش کی تھی کہ اس اعانت پر وزارت کا شکریہ ادا کیا جائے۔ مجلس نے اتنی ذراسی بات پر شکریہ غیرضروری سمجھا اور تجویز مسترد کردی۔ وزارت نے پارلیمنٹ کے اس فعل کو بے اعتمادی پر محمول کیا اور استعفا دیدیا۔ حالانکہ یہ محض غلط فہمی تھی جیسا کہ سرکاری طور پر اعلان ہوچکا ہے۔ لیکن چونکہ استعفا پیش کیا جاچکا تھا اس لئے وزارت نے واپس لینے میں اپنی سُبکی دیکھی اور فیصلہ پر قائم رہی۔

مقام مسرت ہے کہ اس واقعہ سے سیاسی پارٹیوں کے اتحاد میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ مصر کے برطانی "دوستوں" نے اس کی بہت کوشش کی تھی۔ چنانچہ نئی وزارت میں پارٹیوں کا وہی تناسب ہے جو پُرانی وزارت میں تھا۔ بلکہ اُس کے تمام رُکن بھی وہی ہیں جو سابق وزارت میں تھے۔ صرف سابق وزیر اعظم عدلی پاشا نہیں ہیں لیکن اُنھی کی پارٹی کے ایک رُکن عبدالخالق ثروت پاشا وزیر اعظم ہیں۔

مصر ٹرکی کی روش اختیار کررہا ہے

ٹرکی کے موجودہ انقلاب نے مصر کی اجتماعی و ذہنی حالت پر بہت اثر ڈالا ہے۔ مصر اگرچہ موجودہ تمدن سے مدت ہوئی متاثر ہوچکا تھا لیکن علماء ازہر کا رسمی اقتدار نئی اصلاحات کا مخالف تھا، اور نیا طبقہ ان کی مخالفت پر قادر نہ تھا۔ اب ترکی انقلاب نے ملک میں ایک نئی ذہنیت پیدا کردی ہے۔ مواد پہلے سے پختہ ہوچکا تھا۔ ایک نئی جنبش کی ضرورت تھی اور وہ ٹرکی کے انقلاب سے پیدا ہوگئی۔ اب اچانک صورت حال اسدرجہ منقلب ہوگئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ازہر کا اقتدار بھی ختم ہوچکا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ اور موجودہ پارلیمنٹ، دونوں کی کوشش ہے کہ ٹرکی کی طرح مصر کی سیاسی زندگی پر سے بھی سرکاری علماء کا اثر اُٹھادیں تاکہ سیاسی اصلاحات بے روک ٹوک نافذ کی جاسکیں۔ لیکن جو لوگ قدیم و جدید کی نزاع میں معتدل روش رکھتے ہیں وہ اس پر اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ علماء قدیم کے جمود کا یہ رد عمل [illegible] افراط و تفریط تک پہنچ جائے گا۔

یہ جد و جہد اخبارات کے کالموں، کتابوں کے صفحوں، پارلیمنٹ کے جلسوں، مقرروں کی تقریروں، اسکولوں کے کمروں، حتی کہ قہوہ خانوں تک میں نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ علماء پر بُری طرح لے دے ہو رہی ہے اور اُنھیں ترقی و اصلاح کا دشمن ثابت کیا جا رہا ہے۔ یہ جد و جہد اتنی وسیع اور قوی ہے کہ علماء اُس کے مقابلہ میں پیچھے ہٹتے چلے جارہے ہیں اور شکستوں پر شکستیں اُٹھا رہے ہیں چنانچہ نکاح و طلاق اور تعدد ازدواج کے مسائل میں علماء ازہر کی رائے کے خلاف حکومت نے بے تامل فیصلہ کردیا۔ نئے اصلاحی قوانین معیشت کے سلسلے میں یہ مسائل زیر بحث تھے۔

علماء ازہر کی بے وقعتی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ گزشتہ پارلیمنٹ میں شیخ الازہر پر خیانت، غبن، اور فریب دہی کا علانیہ الزام لگایا گیا، اور سربرآوردہ ممبروں نے مطالبہ کیا کہ اُن پر مقدمہ چلایا جائے۔ اس معاملہ کا تعلق اُس خلافت کانفرنس سے تھا جو دو برس پہلے علماء ازہر نے منعقد کی تھی۔ شیخ ازہر نے محکمہ اوقاف سے تین ہزار پونڈ (۴۵ ہزار روپیہ) یہ کہکر وصول کئے تھے کہ دینی مدارس پر خرچ کئے جائیں گے، لیکن اب یہ راز طشت از بام ہوگیا ہے کہ یہ رقم

برید شرق

مکتوب انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

ٹرکی اور بلغاریہ

مشہور "معاہدہ ٹیرانا" کے بعد بلقان میں ایک نئی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ یہ معاہدہ اٹلی اور البانیا کے مابین اسی سال ہوا ہے اور اس کی رو سے البانیا تقریباً اٹلی کی ماتحتی میں آگیا ہے۔ اس معاہدہ نے یوگوسلاویا (سرویا) کو بہت ناراض کردیا ہے، اور اٹلی کے میدان میں آجانے کے بعد بلقان کا سیاسی توازن ٹوٹ گیا ہے۔ اس کے بعد ہی اٹلی نے ہنگری سے بھی ایک معاہدہ حال ہی میں سرانجام دیا ہے اس نے صورت حال میں اور بھی زیادہ پیچیدگی پیدا کردی ہے۔ یہی نہیں بلکہ عنقریب رومانیا بھی اٹلی کی گود میں جارہا ہے۔ اور کوشش کی جارہی ہے کہ بلغاریہ کو بھی ملالیا جائے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ بلقان میں ایک نئی سرگرمی رونما ہوئی ہے اور اٹلی، ہنگری، رومانیہ، البانیہ اور بلغاریہ کا جتھا بن گیا ہے یا عنقریب بن جانے والا ہے۔ اس جتھے کی اصلی غرض کیا ہے؟ دو سمجھی جاتی ہیں:

(۱) البانیہ پر اٹلی کا قبضہ

(۲) بالشویک روس کے خلاف مشرقی یورپ کی سلطنتوں کا اتحاد۔

درحقیقت یہ صورت حال برطانیہ کی خارجہ پالیسی نے پیدا کی ہے اور روس کے خلاف عالمگیر جہاد شروع کرنے کی طرف یہ ایک خطرناک عملی قدم ہے۔

اس بلقانی پیچیدگی نے یوگوسلاویا کی پوزیشن بہت خراب کردی ہے، وہ اس جتھے میں شریک نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ البانیہ پر اٹلی کا اقتدار اسے کسی حال میں بھی گوارا نہیں ہوسکتا۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ وہ بالکل بے یار و مددگار رہ گیا ہے اور اس کی سلامتی کو واقعی خطرہ درپیش ہے۔ یوگوسلاویا کے بعد اس صورت حال کا سب سے زیادہ اثر ٹرکی پر پڑتا ہے، کیونکہ بلقان کی ہر تبدیلی اس کے حال و مستقبل پر گہرا اثر ڈال سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹرکی بھی پریشان ہے اور یوگوسلاویا کے ساتھ علانیہ ہمدردی ظاہر کررہی ہے۔

ٹرکی کی بظاہر یہ کوشش ہے کہ مذکورۂ بالا جتھے کے مقابلہ میں یوگوسلاویا، بلغاریہ، یونان اور ٹرکی مل کر ایک جتھا قائم کریں۔ مگر اس راہ میں سخت مشکلات ہیں۔ یوگوسلاویا، بلغاریہ کے بہت سے علاقے دبائے بیٹھا ہے اس لئے بلغاریہ اس سے ملنے پر طیار نہیں۔ ادھر یونان اپنی ناقابل فراموش بربادیوں کی وجہ سے ٹرکی کا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں۔ تاہم کوشش ہورہی ہے۔ اس کوشش کی ایک تازہ مثال وہ اہم مضمون ہے جو محمود بک نے اپنے نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملیہ" میں بلغاریہ کے متعلق شائع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ترکی جمہوریت نے بلغاریہ سے تعلقات بڑھانے میں ہر ممکن سعی کی اور پورے اخلاص سے کام لیا۔ چنانچہ ایک خاص سفیر صوفیا بھیجا اور تجارتی معاہدہ کے لئے گفت و شنید کی۔ بڑی جد و جہد کے بعد بالآخر معاہدہ پر دستخط ہوگئے۔ مگر بعض مخفی اسباب کی وجہ سے دوستانہ تعلقات پھر بھی قائم نہ ہوسکے۔ ہمیں تعجب ہے کہ بلغاریہ کا سرکاری اخبار "ابلکارہ" بلقانی اتحاد پر شرح و بسط سے گفتگو کرتا ہے مگر اس سلسلہ میں ٹرکی کا مطلق ذکر نہیں کرتا۔ بلغاریہ، بلقانی جتھے میں تنہا شامل ہوجانا چاہتا ہے مگر اپنے قریبی پڑوسی، ٹرکی، کا کوئی خیال نہیں کرتا۔"

اس کے جواب میں بلغاری اخبار کا یہ جملہ بہت معنی خیز ہے:

"محمود بک بلغاریہ کو الزام دیتے ہیں مگر یہ حقیقت بالکل بھول جاتے ہیں کہ بلغاریہ نے اب تک کوئی عملی کارروائی نہیں کی ہے۔ بلاشبہ بلقانی اتحاد کی بحث درپیش ہے، لیکن اسے بلغاریہ نے پیش نہیں کیا ہے، بلغاریہ اس وقت اپنی داخلی مشکلات میں اس درجہ منہمک ہے کہ ہرگز اس قسم کے کسی اتحاد کا خیال نہیں کرسکتا۔ اٹلی سے بلغاریہ کے تعلقات دوستانہ ہیں اور ان کی بنیاد بلقان کے امن و سلامتی پر ہے۔ پھر ترکی جمہوریت اور اس کے محترم صدر سے بھی ہمارے اخلاص میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ ہم ٹرکی کے موجودہ انقلاب کی پوری عزت کرتے اور اس کے حیرت انگیز نتائج سے ہرگز چشم پوشی نہیں کرسکتے۔"

بہرحال سنہ ۱۹۱۲ء کی طرح اسوقت بھی بلقان کی گتھی بہت زیادہ الجھی ہوئی ہے۔ مستقبل کے متعلق سردست پیشین گوئی کرنا مشکل ہے۔

پورا ملک سپاہی بنجائے

قومی مدافعت کی کمیٹی کے اس مسودۂ قانون کو تحقیقاتی کمیٹی نے پاس کرکے وزارت کے حوالہ کردیا ہے جو تمام ملک کو سپاہی بنادینے کے متعلق ادھر ایک برس سے زیر غور تھا۔ وزارت نے بھی اسے منظور کرلیا ہے اور عنقریب پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے والی ہے۔

اس اہم باشان قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ ۲۰ بیس سال کی عمر سے ۴۶ سال کی عمر تک ہر باشندہ فوجی خدمت کے لائق ہے۔ فوجی خدمت جبری ہوگی۔ پیدل فوج میں خدمت کی مدت ڈیڑھ سال ہے۔ جنگی موسیقی میں دو سال۔ جندرمہ میں ڈھائی سال اور بحری فوج میں تین سال۔ بحری فوج، جندرمہ اور افسروں کے مدرسہ میں اٹھارہ سال سے کم عمر کا کوئی رضاکار منظور نہیں کیا جائے گا۔

اس قانون نے طالب علموں کے لئے بڑی سہولتیں پیدا کردی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتوں کے لئے فوجی خدمت کی مدت صرف ۶ مہینے رکھی گئی ہے۔ ثانوی (سکنڈری) تعلیم پانے والوں کے لئے ۸ مہینے، ابتدائی ڈگری حاصل کرنے والوں کے لئے دس مہینے۔ نیچے درجوں میں پڑھنے والے طالب علم اسوقت تک معاف ہیں جب تک اپنی تعلیم ختم نہ کرلیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ زمانہ انتیس ۲۹ سال کی عمر سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ جو طالب علم اس عمر میں بھی فارغ التحصیل نہیں ہوگا اسے فوجی خدمت میں زبردستی داخل کردیا جائے گا، جو لوگ فوجی خدمت سے مستثنیٰ رہنا چاہتے ہیں انھیں چھ سو ترکی پونڈ ادا کرنا چاہئے۔ نیز کم از کم ۶ مہینے کسی مقام پر جنگی قواعد سیکھنا چاہئے۔

اس قانون سے حکومت کا صاف مقصد یہ ہے کہ پوری ترکی قوم کو سپاہی بنادینا چاہتی ہے، یہ موجودہ حکومت کی بیدار مغزی اور مستقبل بینی کی ایک بین دلیل ہے۔ امید ہے کہ اس کے نتائج بہت قریب میں نہایت شاندار ظاہر ہونگے۔

ٹرکی کا میزانیہ

سنہ ۲۷ء کے میزانیہ (بجٹ) کی تحقیقات ختم ہوگئی۔ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی آمدنی ۱۹،۴۵،۸۰،۱۵۵،۴ ترکی پونڈ ہے اور خرچ ۱۹،۴۴،۷۴،۴۰۰ پونڈ ہے۔ یعنی آمدنی خرچ سے کسی قدر زیادہ ہی ہے۔

کمیٹی کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ بری بحری فوج، جندرمہ (یعنی فوجی پولیس) اور چند دوسرے محکموں کے علاوہ حکومت کے پاس ۴۸،۷۲۰ چھوٹے بڑے عہدے دار اور ۸۱،۷۷۹ معمولی ملازم اور خدمت گار ہیں۔

ذیل کے نقشہ سے موجودہ سال کے مصارف کی اہم مدیں معلوم ہونگی:

قومی پارلیمنٹ	۱۹،۹۶،۱۴۴	پونڈ ترکی
صدر جمہوریت کا عملہ	۳۱،۳۰،۳۴	〃
محکمۂ حسابات	۴،۴۴،۳۳۵	〃
محکمۂ مشورت	۲،۳۴،۴۲۴	〃
صدر معاملات مذہبی کا عملہ	۱۷،۹۶،۲۴۰	〃
وزارت مال	۲،۹۳،۸۱،۸۱۱	〃
عام قرضے	۹۸،۷۴،۷۰۹	〃
وزارت داخلیہ	۵۸،۷۲،۷۷۴	〃
ڈاک اور تار	۵۴،۷۱،۵۶۸	〃
امن عام	۵۹،۵۵،۶۳۳	〃
جندرمہ	۵۱،۹۵،۲۹۲	〃
مہاجرین کی آبادی	۲۵،۷۵،۸۵۹	〃
وزارت خارجیہ	۳۲،۱۴،۰۹۶	〃
مطبوعات	۳،۹۴،۰۶۸	〃
محکمۂ حفظان صحت	۳۲،۰۲،۸۸۰	〃
محکمۂ عدالت	۵۱،۹۵،۷۵۶	〃
وزارت تعلیم	۶۱،۵۸،۹۳۰	〃
پبلک ورکس	۲۱،۵۷،۲۳،۰۴۳	〃
وزارت تجارت	۱۰،۰۵،۶۱۱	〃
بندرگاہوں کا محکمہ	۴،۲۴،۱۲۳	〃
وزارت زراعت	۳۷،۲۷،۲۹۸	〃
وزارت جنگ	۵،۸۰،۹۶،۱۳۴	〃
جنگی ضروریات	۵۱،۹۰،۴۵۷	〃
محکمۂ نقشہ کشی	۷،۴۵،۰۶۷	〃
وزارت بحر	۵۶،۲۷،۱۸۰	〃

محکمۂ قانون و عدالت

بجٹ پر بحث کے سلسلہ میں حکومت کے مختلف شعبوں کی کارگزاری پر بھی پارلیمنٹ میں دلچسپ تبصرے ہورہے ہیں۔ چنانچہ محمود اسعد بک نے محکمۂ عدالت کے متعلق حسب ذیل تصریحات کیں۔

"عدالتوں کی وزارت پوری کوشش کررہی ہے کہ اپنے عہدے داروں کو خوشحال بنادے تاکہ وہ دیانت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ چنانچہ عدالت عالیہ کے ججوں کی تنخواہ پہلے ۱۹۰ پونڈ تھی اب ۴۰۰ پونڈ (ترکی) ماہوار کردی گئی ہے۔ اسی طرح تمام عہدہ داروں کی تنخواہ میں ۵۰ فی صدی کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ اس وقت پورے ملک میں سات سو سے زیادہ چھوٹی بڑی عدالتیں موجود ہیں، وزارت نے پوری کوشش کی ہے کہ اس کے تمام ملازم، مدارس کے باقاعدہ تعلیم یافتہ ہوں۔ چنانچہ خاص اس مقصد سے اس نے بکثرت تعلیم گاہیں جاری کی ہیں، وزارت کی مستعدی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس قلیل مدت میں اس کے ۸۰ فیصدی ملازم باضابطہ تعلیم یافتہ ہوگئے ہیں، انگورہ کے مدرسۂ قانون (لا کالج) میں جو صرف ۲ سال پہلے جاری ہوا ہے، اسوقت ۶۰۰ طالب علم موجود ہیں۔ سال بعد

..مسجد کا انتظام شمالی افریقہ کے محکمہ اوقاف کے ہاتھ میں ہو۔ مسجد کے لئے تین امام اور ایک مفتی مقرر کیا گیا ہو۔ ان چاروں کا فرض یہ بھی ہو کہ مسلمانوں کی مختلف ضروریات پوری کرنے کی کوشش کریں۔

مراکشی حاجیوں کے متعلق سوال کیا گیا تو موصوف نے کہا:

"گزشتہ برسوں میں مراکش اور شمالی افریقہ کے حاجیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ کیونکہ حجاز کی حالت ابتر اور بدامنی عام تھی۔ مگر اب جبکہ سلطان ابن سعود نے حجاز میں امن امان قائم کر دیا ہو تو شمالی افریقہ کے مسلمانوں میں حج کا شوق بھی عام ہو گیا ہو۔ اس سال بکثرت حاجی جا رہے ہیں"

جزیرۃ العرب اور مسیحی تبلیغ کا مجنونانہ عزم

مسیحی یورپ، جزیرۃ العرب کی آزادی سلب کرنے پر ہی قانع نہیں بلکہ اب اس کے تبلیغی حلقے کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام کے اس گہوارے کو مسیحیت کا حلقہ بگوش بنا لیا جائے۔ یہ کوشش زیادہ تر برطانیہ کی تبلیغی جماعتوں کی طرف سے ہوتی رہتی ہو۔ اس کی تازہ مثال وہ اعلان ہو جو حجازی حکام کے ہاتھ فلسطین میں لگا ہے۔ یہ اعلان "انجمن تبلیغ مسیحیت در عالم و جزیرۃ العرب واقع نمبر ۱۹ ہلینڈ روڈ، اپر نورووڈ۔ لندن" کی طرف سے خفیہ عیسائیوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس پر مسٹر راشد صدر انجمن اور پادری پارکر کے دستخط ثبت ہیں۔

مصری اخبارات نے یہ اعلان شایع کر دیا ہو۔ اس کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہو:

یسوع مسیح جزیرۃ العرب کے لئے

"دیکھ میں ایک نئی چیز کروں گا۔ اب وہ نمود ہوگی۔ کیا تم اس کا لحاظ نہ کرو گے؟ ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤں گا"

(یسعیاہ باب ۴۳ آیت ۱۹)

"عرب کے لئے نماز پڑھو"

"عرب کا رقبہ ۱۰ لاکھ مربع میل ہو۔ آبادی ۴۰ لاکھ سے ایک کروڑ ۱۰ لاکھ تک ہو۔ لیکن اب تک وہاں انجیل نہیں پہنچی ہو۔ باشندے بت پرستی کی موت مر رہے ہیں۔ جزیرۃ العرب اسلام کا گہوارہ ہو۔ اسی میں کعبہ ہو جس کی طرف ۲۲ کروڑ مسلمان شیطان کی ترغیب سے منہ کرتے ہیں تاکہ روزانہ جھوٹی اور ریاکارانہ نماز پڑھیں۔ اے مسیحیو! عرب کے لئے نماز پڑھو اور دعائیں کرو تاکہ خدا انھیں نجات دے۔ انھیں شیطان نے دھوکہ دیا ہو اور ان کے لئے ایک جعلی کتاب بنائی ہو۔ یہ کتاب "قرآن" ہو۔ یہ قرآن، خدا کے زندہ اور نجات دینے والے کلمہ کی جگہ قائم ہو گیا ہو۔ عرب تک انجیل کون پہنچائے گا؟ وہ کون مرد خدا ہو جو اپنے گھر سے نکلے گنہگاروں پر روئے، اچھی کھیتی کرے، اور خوش و خرم اپنی لگائی ہوئی کھیتی کاٹے؟

یسوع مسیح نے یہ حکم دیئے ہیں:

(۱) "اور دیکھو، جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہو میں اس کو تم پر نازل کروں گا لیکن جب تک عالم بالا سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو"

(لوقا باب ۲۴ آیت ۴۹)

(۲) اور اُس نے اُن سے کہا کہ تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو" (مرقس باب ۱۶۔ آیت ۱۵)

(۳) "پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور انھیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو اور انھیں یہ تعلیم دو کہ ان سب باتوں کو مانیں جن کا میں نے تم کو حکم دیا ہو اور دیکھو میں دنیا کے آخر تک ہر روز تمھارے ساتھ رہوں گا"

(متی باب ۲۸ آیت ۱۹ و ۲۰)

مسیح کے حکم پر عمل ہماری قدرت سے باہر نہیں ہو

"یسوع نے پاس آ کر ان سے باتیں کیں اور کہا کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا" (متی باب ۲۸، آیت ۱۸)

لفظ "اور" اور "دنیا کے آخر تک" کے صاف معنی یہ ہیں کہ مسیح کا حکم ہر زمانہ میں اُس کے شاگردوں کے لئے عام ہو۔ اور ہم بھی اُسکے مخاطب ہیں۔ مسیح سب کی طرف سے فدیہ ہو کر مرا اور مر کر زندہ ہو گیا۔ وہ تمھاری طرف سے فدیہ ہوا، میری طرف سے فدیہ ہوا اور عرب کی طرف سے فدیہ ہوا۔ پس جو مسیح کے حکم کا مطیع ہو وہ یہ دعوت لیکر عرب میں جائے۔

"بے شمار حاجی سالانہ عرب کا ریگستان طے کر کے مکہ حج کو جاتے ہیں اسی شہر میں ..... نبی پیدا ہوا تھا (نبی کے ساتھ "کاذب" کا لفظ ہو) مدینہ میں اس کی زیارت کرتے ہیں، اسی میں اُس کی قبر ہو۔ پس مسیح کے حاجیوں میں کون ہو جو ان بے شمار حاجیوں کی ہدایت کے لئے جائے تاکہ وہ ایک اکیلے مسیح کے حاجی بن جائیں؟ اگر ہم عذاب جھیلنے میں مسیح کے شریک ہوئے ہیں تو ہم ملکوت الٰہی میں بھی اُس کے شریک بنیں گے۔ اللہ نے بیٹے سے کہا تیرا تخت ہمیشہ باقی رہنے والا ہو۔ پس اے مسیح کے حاجیو! چلو۔ آؤ دوڑیں اور بادشاہت لے آئیں!

"وہ برّے سے لڑینگے، اور برّہ اُن پر غالب آئے گا۔ کیونکہ وہ خداوندوں کا خداوند اور بادشاہوں کا بادشاہ ہو۔ اور جو بلائے ہوئے اور برگزیدہ اور وفادار اُس کے ساتھ ہیں وہ بھی غالب آئیں گے"

(مکاشفہ باب ۱۷۔ آیت ۱۴)

"اور خدا جو اطمینان کا چشمہ ہو، شیطان کو تمھارے پاؤں سے جلد کچلوا دے گا۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل تمھارے شامل حال ہو"

(رومیوں باب ۱۶۔ آیت ۲۰)

"اسرائیل کے بیٹوں سے کہہ کہ آگے بڑھیں۔ ملک عرب کی طرف — تمام جہان کی طرف کیونکہ ... کیونکہ بادشاہ کا حکم فوری تھا"

(سموئیل اول باب ۲۱، آیت ۸؟)

"مسیح کے ساتھ میں نے نماز پڑھی۔ میں زندہ نہیں ہوں بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہو جسم کے اندر میری زندگی در اصل ایمان کی زندگی ہو خدا کے بیٹے کی زندگی جس نے مجھ سے محبت کی اور میرے لئے اپنی جان دی اور انھوں نے شہر آگ سے جلا دیا"

(یشوع باب ۶ آیت ۲۴ (؟)

"مشنری کار مبلغوں کی شدید ضرورت ہو۔ وہ بے خوف و خطر قبائل عرب میں جائیں اور انھیں انجیل کی دعوت پہنچائیں۔ وہاں ستر قبیلے ایسے موجود ہیں جنھیں انجیل کی دعوت آسانی سے پہنچائی جا سکتی ہو۔ یہ قبیلے خیموں میں (ویسی ہی) زندگی بسر کرتے ہیں جیسی "ابراہیم" بسر کرتے تھے۔ ان میں ایک قبیلہ "صلیبی" کہلاتا ہو اور ان قدیم "صلیبی مجاہدوں" کی نسل سے ہو جنھیں عربوں نے قید کر لیا تھا۔ دو مرتبہ مجھے زیارت میسر آ چکی ہو حالانکہ وہ اس سے زیادہ زیارت کا خواہشمند ہو۔ اس قبیلہ کے لوگ ابتک چند انگریزی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً "گو" (یعنی جاؤ) کام کرنے والے کم ہیں۔ کیا ان قبیلوں کو فنا ہو جانے کے لئے چھوڑ دینا روا ہو؟ کیا اللہ کے کنیسہ کو، جسے اُس نے اپنے خون سے خریدا ہو، مناسب نہیں ہو کہ اللہ کی دعوت کو لبیک کہے؟ اے شخص! تیرا جواب کیا ہو؟ کیا تو ندامت میں گرنا اور ہمیشہ کے لئے حقارت کا مورد بننا چاہتا ہو؟ یا تو اُس عمل کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا ہو جو اُس ذات کو پسند ہو جس نے ہم سے محبت کی، ہماری طرف سے فدیہ ہوئی اور اپنے خون سے ہمارے گناہ دھو ڈالے؟

"کیا تو یہ چاہتا ہو کہ تیری بابت اور دوسروں کی بابت ابد الآباد تک کہا جائے کہ تیرے اور تیرے بھائیوں کے گناہ مسیح کے سب سے زیادہ قیمتی خون سے دھوئے گئے؟ تم نے اُس کے حکم جان لئے۔ ضرورت معلوم کی، خدا کی پکار سنی، مسیح سے قوت و حاجت حاصل کی، مگر اسکے بعد بھی تم نہیں گئے؟

"میری تجھ سے درخواست ہو کہ عرب کے لئے دعا کر۔ خود عرب میں جا۔ دوسروں کو عرب میں بھیج۔ کتاب مقدس عرب میں بھیجا۔ کبھی اپنی نمازوں میں عرب اور عربوں کو نہ بھول۔ عرب اور عربوں کو مسیح کی طرف بلا۔ ۲۰۰ ملین مسلمانوں کو دین مسیح کی طرف دعوت دے۔ ستر مبلغوں کے لئے دعا کر، کیونکہ عرب میں اُن کی سخت ضرورت ہو۔ دعا کر کہ کتاب مقدس عرب میں پہنچ جائے۔ دعا کر کہ خدا ستر مبلغوں کو برکت دے۔ مسیح نے کہا ہے: "میں بہت جلد آؤں گا" آمین"

اس اعلان کی مجنونانہ و متعصبانہ اسپرٹ دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بیسویں صدی کی ایک صدا و دعوت ہو جو جدید تمدن کے مرکز اعظم لندن کی ایک مشنری سوسائٹی سے بلند کی گئی ہو، لیکن واقعہ یہی ہو، اور اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہو کہ انگلستان کی مذہبی جماعتیں عرب کی طرف کس نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ یقیناً تاریخ اسلام کے اوراق شریف حسین اور اس کے لڑکوں کو کبھی معاف نہ کریں گے جس نے عرب کا دروازہ یورپ کے داخلہ کے لئے کھول دیا۔

فلسطین کی چٹھی

بحر میت۔ شرق اردن۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیت المقدس کے قلم سے)

(عربی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا)

بحر میت سے نمک

کچھ مدت سے تجویز تھی کہ بحر میت (مردہ سمندر) کے پانی سے کیا جائے۔ اب مجھے معتبر ذریعوں سے معلوم ہوا ہو کہ یہ تجویز عملی صورت اختیار کرنے والی ہو۔ اس سلسلہ میں ایک اہم کام والا ہے کہ دو ریلوے لائن قائم کی جائیں گی۔ ایک شہر سے شروع ہو کر عمان اور جیفا تک جائے گی۔ دوسری خود متصل کرے گی۔ ان دونوں لائنوں سے بیشمار فوائد نہر سویز سے یہ علاقے بلکہ دور دور کے علاقے بھی بے نیاز ہو یہی نہیں بلکہ پورے مشرق قریب میں بحر میت، کا نمک جرمنی کے مقابلہ کر سکے گا اور فلسطین میں ایک نیا تجارتی مرکز قائم ہو انھی اسباب سے یہودی سرمایہ دار ان علاقوں میں زمینیں لگے ہیں۔ عربوں کو ابھی صورت حال سے پوری واقفیت نہیں لئے زیادہ قیمت کی لالچ میں آ کر اپنی زمینیں فروخت کر رہے ہیں۔

شرق اردن میں نئی بیداری

عرب قوم کے حالات سمجھنے والے اس صورت حال سے متعجب ہوا چاہتے کہ شرق اردن میں رونما ہوئی ہو۔ اب سے پہلے میں کوئی سیاسی حرکت موجود نہ تھی۔ لیکن گزشتہ ہفتہ عرب باشندوں نے برطانوی وصایت اور شریف عبد اللہ کی نام نہاد حکومت کے بہت موثر طریقہ پر آواز بلند کی ہو۔

دار الحکومت عمان میں پہلی مرتبہ سیاسی انجمن قائم ہوئی ہو تمام سربرآوردہ عرب مشائخ اور روشن خیال نوجوان شریک نے برطانیہ اور امیر عبد اللہ سے اپنے وعدے پورے کرنے ہو۔ انجمن کے نمائندوں نے امیر عبد اللہ سے ملاقات کی اور مجلس یا پارلیمنٹ کے قیام پر زور دیا۔ امیر عبد اللہ نے دو ہفتے کی مہلت طلب کی ہو اور وعدہ کیا کہ وہ انگریزی حکومت سے گفت و شنید کرینگے۔

انجمن نے اپنے عام جلسے میں اعلان کر دیا ہو کہ امیر عبد اللہ کی حکومت کو برطانیہ سے براہ راست معاہدہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہو، اور یہ کہ وہ تمام معاہدے کالعدم ہونگے جو ملک کی باضابطہ منظوری حاصل کئے بغیر کئے جائینگے۔ انجمن نے بلا تامل یہ اعلان بھی کر دیا ہو: "اگر شرق اردن میں ظلم و استبداد کا اسی طرح دور دورہ رہا تو باشندگان فلسطین خطرناک سے خطرناک راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے" برطانوی حلقوں کی پریشانی کا بڑا سبب یہ بھی ہو کہ عربی قبائل میں

رقم خلافت کانفرنس پر صرف کر دی گئی۔ اخبارات نے اس معاملہ کو بہت اُچھالا اور علماء کے خلاف مظاہرہ شروع کر دیا حتیٰ کہ بات پارلیمنٹ تک پہنچ گئی۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ شیخ الازہر کی حیثیت محض ایک عالم اور پرنسپل ہی کی نہیں ہے، اُن کا درجہ مصر میں وہی تھا جو ٹرکی میں شیخ الاسلام کا تھا اور وہ ہمیشہ اس لقب سے مخاطب بھی کئے جاتے تھے۔ مگر دوران بحث میں پارلیمنٹ کے ممبروں نے صاف اعلان کر دیا کہ "مصر میں شیخ الاسلام کا کوئی عہدہ نہیں ہے" اس اہم اعلان پر نہ کسی ممبر نے اعتراض کیا نہ صدر نے ٹوکنے کی ضرورت محسوس کی۔ گویا اعلان مان لیا گیا کہ مصر کسی شیخ الاسلام کا وجود تسلیم نہیں کرتا!

یہ اور اسی قسم کے واقعات یقین دلاتے ہیں کہ مصر میں بھی ٹرکی جیسا ایک انقلاب انگیز ذہنی انقلاب جلد رونما ہونے والا ہے۔ در اصل بلاد اسلامیہ کے لئے اب اس انقلاب کی منزل سے گزرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔ علماء قدیم اصلاح و تجدید کی جگہ اصلاح کی مخالفت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ زمانہ کا مزاج اس سختی کا متحمل نہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کسی معتدل اور صحیح امتزاجی حالت کی جگہ ردِّ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے افراط تھی، تو اب تفریط کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ ٹرکی میں یہی ہوا، مصر میں ہو رہا ہے، اور دیگر اسلامی ممالک بھی جلد یا بدیر اسی حالت میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ شاید اس افراط و تفریط کے بعد اعتدال و قوام کا دور شروع ہو۔ بظاہر حال تو اصحاب اعتدال کے لئے کوئی قریبی اُمید نظر نہیں آتی۔

عربی انسائیکلوپیڈیا

مصر میں علمی بیداری غیر معمولی وسعت اختیار کر رہی ہے۔ جنگ کے بعد سے رفتار ترقی بہت تیز ہو گئی ہے۔ اچھے اچھے اہل علم و قلم پیدا ہو گئے ہیں۔ بڑی سرگرمی سے کوشش ہو رہی ہے کہ ملک جلد سے جلد متمدن ملکوں کے قریب پہنچ جائے۔ اسوقت تصنیف و ترجمہ کی سطح بھی سابق سے بلند ہو گئی ہے۔ قومی اخبارات نے بھی بہت زیادہ ترقی کی ہے اور قریب ہے کہ یورپین اخبارات کے درجہ پر پہنچ جائیں۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم تجویز عربی انسائیکلوپیڈیا (دائرۃ المعارف) کی تجویز ہے۔ یہ تجویز اگرچہ پرانی ہے اور گیارہ جلدوں کی ایک ابتدائی دائرۃ المعارف موجود بھی ہے لیکن اس پر پہلے کبھی سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کیا گیا تھا اب خود حکومت نے اس کی طرف عملی قدم اُٹھایا ہے۔ وزیر اعظم اور وزیر تعلیم دونوں نے ملکر ایک کمیٹی مقرر کی ہے جس کا کام یہ ہوگا کہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے طریقوں پر غور کرے۔ وزیر اعظم نے تصریح کی ہے کہ انگریزی، فرانسیسی اور دوسری زبانوں کی انسائیکلوپیڈیا کا عربی زبان میں حذف و اضافہ کے ساتھ ترجمہ عربی انسائیکلوپیڈیا مرتب کرنے کی بہترین صورت ہے۔ ملک کے علمی حلقے اس رائے کی تائید کر رہے ہیں۔ بلکہ بعض اہل علم نے تو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے متعدد مقالوں کا ترجمہ بھی شروع کر دیا ہے۔ ایک موقر مصری اخبار نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے اُس کی انڈیکس (یعنی فہرست اسماء و الفاظ) ترجمہ کر لی جائے تاکہ علمی اصطلاحات کے وضع و انتخاب کا مرحلہ طے ہو جائے۔ عربی انسائیکلوپیڈیا کی تجویز جس درجہ اہم ہے، حاجت بیان نہیں لیکن ہمیں اس رائے سے قطعاً اختلاف ہے کہ انگریزی اور فرنچ انسائیکلوپیڈیا کا ترجمہ حصول مقصد کے لئے کافی ہوگا۔ بغیر مستقل ادارۂ تصنیف و ترتیب کے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور جب خود حکومت کا محکمۂ تعلیم اس کے لئے آمادہ ہو گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس درجہ کا اہتمام ناقابل عمل ہو۔

عربی کا موجودہ ملک الشعراء

چند دن ہوئے مصر میں بڑی ادبی چہل پہل دیکھی گئی۔ اسمیں تقریباً تمام سربرآوردہ ادباء و شعراء نے حصہ لیا۔ صرف مصری ہی کے ادباء نے نہیں بلکہ فلسطین، شام، عراق، بحرین وغیرہ عربی ممالک نے بھی کافی دلچسپی ظاہر کی۔ بہت سے ادیب و شاعر بلکہ خود آکر شریک ہوئے، بہتوں نے اپنا کلام بھیجا۔ تقریب یہ تھی کہ مصر کے مشہور اور سابق درباری شاعر شوقی بک کے کمال فن کے اعتراف میں قومی مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مؤتمر عربی (عربی کانفرنس) منعقد کی جائے۔ سلطان مصر نے مؤتمر کی سرپرستی کی اور جملہ ارکان حکومت اور اسلامی سلطنتوں کے سفراء شریک ہوئے۔

مؤتمر کے جلسے کئی روز تک جاری رہے۔ عربی زبان اور اسکی شاعری پر مبسوط مضامین پڑھے گئے۔ متعدد قصیدے سنائے گئے۔ فلسطین کے مفتی اعظم سید امین حسینی اور یہودیوں کے "حاخام اکبر" بھی مؤتمر کی شرکت کی غرض سے مصر آئے تھے۔

در اصل مصریوں میں وطنیت کے جذبات بہت ترقی کر گئے ہیں، وہ اپنے وطن کی عزت بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور اسمیں کبھی کبھی حد اعتدال سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ مثال میں خود یہی واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ احمد شوقی موجودہ عصر کے کہنہ مشق شاعر ہیں۔ مگر اس درجے کے نہیں جو مصریوں نے اپنی مبالغہ پسندی سے انھیں دے دیا ہے۔ انھیں "امیر الشعراء" اور "ملک الشعراء" کا خطاب دینا اصلیت سے زیادہ ہے، وقت کے عربی شعرا میں ان سے بلند پایہ رکھنے والے شعراء خود مصر میں موجود ہیں۔

ہمارے خیال میں عراق کے مشہور فلسفی شاعر جمیل صدقی زہاوی نے شوقی پر صحیح تنقید کی ہے۔ ہم اُسے یہاں نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ زہاوی لکھتے ہیں:

"شوقی بڑے شاعر ہیں مگر ملک الشعراء نہیں ہیں۔ شوقی حال کے نہیں ماضی کے شاعر ہیں۔ شوقی آگے کی طرف چل رہے ہیں مگر اُن کا چہرہ پیچھے کی طرف مڑا ہوا ہے۔ موجودہ عربی نسل انھیں اس لئے پسند کرتی ہے کہ اُن کا کلام اُس کی ذہنیت و ذوق کے مطابق ہے۔ لیکن جب عربی عقل و ذہنیت مستقبل قریب میں اپنی موجودہ سطح سے بلند ہو جائے گی تو شوقی کا شعر مر جائے گا۔"

بہرحال یہ مظاہرہ نہایت شاندار اور پُراثر تھا۔ کئی دن تک عظیم الشان اجتماع جاری رہا جسمیں تمام ادباء و شعراء عصر کے برقی اور بریدی پیام نظم و نثر سنائے گئے اور شرکاء نے تقریریں کیں۔ تیسرے دن رات کو ایک عالیشان ڈنر ہوا۔

مسٹر فلبی اور حجاز

مشہور انگریز مستشرق مسٹر فلبی جو کچھ عرصہ سے جدہ میں مقیم ہیں، پچھلے دنوں مصر آئے تھے۔ مصری اخبارات نے اُن کی حسب ذیل گفتگو شائع کی ہے:

"میں حجاز کی موجودہ تاریخ مرتب کر رہا ہوں۔ اسمیں شریف حسین کی خودمختاری کے دن سے سلطان ابن سعود کے قبضہ تک تمام مستند حالات جمع کئے جائیں گے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں جزیرہ نمائے عرب کی مفصل تاریخ لکھوں گا۔ کیونکہ ایک انگریزی کمپنی نے اس کی فرمائش کی ہے۔"

سلطان ابن سعود کی شخصیت کے بارے میں مسٹر فلبی نے کہا۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ ابن سعود موجودہ زمانہ کے عظیم ترین آدمیوں میں سے ہے۔ وہ صرف سپہ سالار اور مدبر ہی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہے۔ بلاشبہ اب تک دنیا نے انکی صرف جنگی قابلیت ہی دیکھی ہے، انتظامی قابلیت نہیں دیکھی ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ انتظامی قابلیت میں کم درجہ ہیں۔ انتظامی قابلیت ملک کی تنظیم و ترتیب اور سیاسی اصلاحات کا نام ہے۔ یہ چیز ہفتوں اور مہینوں میں ظاہر نہیں ہو سکتی۔ ابن سعود کی انتظامی قابلیت کا یہ کارنامہ ہی کیا کم ہے کہ انھوں نے نہایت قلیل مدت کے اندر حجاز میں ایسا امن امان قائم کر دیا جیسا اس ملک میں عرصہ سے نہیں دیکھا گیا ہے۔"

"مسئلہ خلافت" کے متعلق مسٹر فلبی نے کہا:

"مجھے نہیں معلوم ابن سعود منصب خلافت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں لیکن مجھے بہ تحقیق معلوم ہے کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کر رہے ہیں۔ مجھے جہاں تک اس شخص کی ذہنیت کا پتہ چلا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ خود کسی چیز کی طرف بڑھنا نہیں چاہتے الا یہ کہ وہ خود انکے سامنے آجائے۔ فتح حجاز کی بھی انھوں نے کوئی کوشش نہیں کی تھی لیکن وہ خود بخود حاصل ہو گئی۔"

یمن و نجد کی کشیدگی کے متعلق اُنھوں نے کہا:

"ابن سعود نے بار بار اعلان کر دیا ہے کہ انھیں امام یحییٰ سے جنگ کرنے کا ہرگز شوق نہیں۔ وہ اس لڑائی کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور بغیر شدید مجبوری کے اس کی طرف کبھی قدم نہیں اُٹھائیں گے۔ شدید مجبوری کی خود انھوں نے یہ تفسیر کی ہے کہ امام یحییٰ اُن کی سرحدوں پر علانیہ حملہ کر دیں۔ میرے خیال میں امام یحییٰ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ الا یہ کہ اٹلی انھیں اسپر مجبور کر دے۔"

مسٹر فلبی کے اس آخری جملہ کو مصری اخبارات نے بہت اہمیت دی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اٹلی کا عرب کے دونوں بادشاہوں کی لڑائی میں بہت نفع ہے۔ اٹلی خوب جانتا ہے کہ امام یحییٰ ابن سعود کو کامل شکست دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ انکے حملہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ابن سعود بھی حملہ آور ہونگے۔ اُسوقت اٹلی سیاسی میدان میں آکودیگا اور سلطان نجد سے مطالبہ کرے گا کہ یمن میں پیش قدمی نہ کریں، کیونکہ یمن کے ساتھ اس کا معاہدۂ حمایت ہو چکا ہے۔ اس طرح اسے عرب کے معاملات و مسائل میں مداخلت کا پورا موقع مل جائے گا۔

جدید انگریزی نجدی معاہدہ کے متعلق مسٹر فلبی نے کہا

"ابھی تک معاہدہ طے نہیں پایا ہے۔ لیکن گفت و شنید جاری ہے۔ اُمید ہے طرفین جلد ایسی شرطوں پر پہنچ جائیں گے جو دونوں کے لئے باعزت اور مفید ہوں گی"

مسجد پیرس

سلطان مراکش کے وزیر تشریفات (چیمبرلین) قاہرہ آئے ہیں۔ ان کا نام سید قدور بن غبریط ہے۔ یہ مراکش کے سربرآوردہ شخص ہیں، جدید تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہیں۔ اپنے درباری عہدہ کے علاوہ شمالی افریقہ کے محکمۂ اوقاف کے صدر بھی ہیں۔ پیرس میں جو عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی ہے وہ زیادہ تر انہی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ آج کے مصری اخبارات میں ان کا حسب ذیل بیان شائع ہوا ہے:

"میں مصر اس لئے آیا ہوں کہ یہاں کے مخیر اور فیاض مسلمانوں سے مسجد پیرس کی بعض ملحقہ ناتکمل عمارتوں کی تکمیل کے لئے امداد حاصل کروں۔ یہاں سے میں فلسطین اور شام بھی جاؤں گا۔ شام میں میری ایک کوشش یہ بھی ہوگی کہ فرانسیسی حکام کو حجاز ریلوے کے دوبارہ اجراء پر آمادہ کروں تاکہ حاجیوں کو سفر میں آسانی ہو۔"

مسجد پیرس کی تاریخ تعمیر بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا۔

"پیرس میں جامع مسجد تعمیر کرنے کا خیال ۵۰ برس سے موجود تھا مگر عمل میں نہ آسکا۔ پہلے فرانس میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن حالات میں جلد جلد تبدیلی ہوئی اور مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ ۵۰ ہزار سے بھی زیادہ ہو گئی۔ ظاہر ہے اب مسجد کا قیام ضروری تھا چنانچہ سلطان مغرب "بائی ٹیونس" اور امراء الجزائر کی فیاضیوں نے یہ عظیم الشان مسجد عروس البلاد پیرس میں تعمیر کر دی

"مسجد ۵ ہزار مربع میٹر کے وسیع رقبہ میں بنائی گئی ہے۔ اُس کے ساتھ اندلسی وضع کا نہایت دلفریب باغیچہ ہے۔ صحن میں پانی کا عظیم الشان فوارہ ہے اور اُس کے گرد عربی طرز کے خوبصورت ستون کھڑے کئے گئے ہیں۔ مسجد کے ساتھ شفاخانہ بھی ہے، ہفتہ میں تین دن اُس کے دروازے کھلتے ہیں اور غریب مسلمانوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔ ایک کتب خانہ بھی قائم کیا گیا ہے یہ اگرچہ ابتدائی حالت میں ہے لیکن بتدریج ترقی کر جائے گا۔ اُس میں وہ تمام کتابیں جمع کی جائیں گی جو دنیا کی مختلف زبانوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ ایک علمی ایوان بھی ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم علماء و ادباء جمع ہونگے اور مبادلۂ خیالات کریں گے۔ ساتھ ہی مشرقی طرز کا ایک حمام بھی بنایا گیا ہے جو تمام یورپ میں اپنی وضع کا تنہا حمام ہے۔ ایک مشرقی ہوٹل بھی کھولا گیا ہے۔ اس میں مشرقی عربی کھانے معتدل قیمت پر ملتے ہیں۔ چائے خانہ بھی ہے جسمیں جوق جوق فرانسیسی آتے ہیں اور عربی قہوہ پیتے ہیں۔

والے پُوری سنجیدگی [illegible] ہیں اور اُن کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اپنے فوٹو بھی بھیجدیتے ہیں۔ صرف فوٹو ہی نہیں بلکہ اپنی آمدنی کا تخمینہ (انکم [illegible]) کی رسیدیں بھی روانہ کردیتے ہیں تاکہ اخبار نویس اُنھیں معمولی آدمی خیال نہ کرے۔

اخبارات کے بعض مباحث خاص طور پر اِن مجنونوں کا جنون خط نویسی اُبھار دیتے ہیں۔ مثلاً روحانیات، نباتیات، نسائیات وغیرہ۔ اِن مباحث پر اخبار میں ایک مضمون بھی ہماری بدبختی کے لئے کافی ہوتا ہو۔ ہر طرف سے مجنونوں کے خط آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہو کہ یہ جنون مردوں سے کہیں زیادہ عورتوں میں ہو۔ ویسے بھی عورتوں کی ایک جنسی خصوصیت یہ ہو کہ انھیں لکھنے کے لئے کسی مناسبت اور ربط مقصد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُنکے ہر خط میں ایک نئے موضوع پر بحث ہوتی ہو۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہر مجنون خاتون اپنے رازوں کے لئے کسی ایک اخبار نویس کو "صندوق" بنا دینا ضروری تصور کرتی ہو۔ بدبختی سے مجھے بھی ایک خاتون نے ایک مرتبہ اس عزت کا مستحق سمجھا مسلسل تین سال تک ہر روز ایک خط پہنچ جاتا۔ اِن خطوط میں اُس کی مفصل سوانحعمری ہوتی تھی۔ خانہ داری کے جھگڑے، شوہر کے معاملات، محبت کے اثرات، بیوفائی کے شکوے، غرضکہ کوئی بات نہ تھی جو اِن خطوں میں تفصیل سے موجود نہ ہو۔ میں نے کبھی کسی خط کی رسید نہیں بھیجی۔ مگر محترم خانم کو رسید کی چنداں پرواہ نہ تھی اُسے صرف خط لکھنے سے کام تھا۔

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو

لیکن یہ سلسلہ ایک مرتبہ اچانک ٹوٹ گیا اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ کہ محترم خاتون اب اپنے جنون سے شفا پا گئی۔ اور مجھے بھی نجات ملگئی!

عورتوں کا سب سے سخت جنون، مذہبی جنون ہوتا ہو۔ جب یہ کسی "خوش نصیب" اخبار نویس سے خوش ہو جاتی ہیں تو اپنے خطوط کے ساتھ گنڈے تعویذ بھی بھیجا کرتی ہیں، اور بڑی بڑی منتیں دلاکر مرسل الیہ کو مجبور کرتی ہیں کہ یہ تعویذ ضرور استعمال کرے۔ لیکن جب اخبار نویس سے وہ ناراض ہوئیں تو بس اُس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہو۔ وہ کون گالی ہو جو اُسے دی نہیں جاتی؟ اتنی بددعائیں اور لعنتیں آتی ہیں کہ غریب اخبار نویس کتنا ہی مستقل مزاج ہو ضرور کانپ اُٹھتا ہو!

بلاشبہ ہم مجنونوں کے خط پڑھنے پر مجبور نہیں ہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہو کہ بہت سے مجنوں خط کتابت ہی کافی نہیں سمجھتے بذات خود بھی ملاقات کو تشریف لے آتے ہیں اور یہ مصیبت بالکل لاعلاج ہوتی ہو!

ایک دن دفتر میں چپراسی نے ایک ملاقاتی کا کارڈ میرے حوالہ کیا۔ "مسیو گوبرنل"۔ نیچے کی سطر میں یہ لفظ تھے "ایک اہم شخصی معاملہ" میں نے اندر آنے کی اجازت دیدی۔ پہلی نظر میں خیال ہوا اچھا خاصہ سنجیدہ باوقار آدمی ہو۔

"جناب! میں آپکی کوئی خدمت بجالاسکتا ہوں؟" خاموش ملاقاتی سے میں نے سوال کیا۔

"آپ اُس معاملہ سے واقف ہیں جس کے لئے میں حاضر ہوا ہوں" اُسنے متین آواز میں جواب دیا۔

"مجھے افسوس کے ساتھ انکار کرنا پڑتا ہو" میں نے عاجزی سے کہا۔

"تجاہل عارفانہ نہ برتئے۔ آپ خوب جانتے ہیں" حضرت کا جواب تھا۔

"جناب، آج پہلی مرتبہ مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہو"

"لیکن آپ اپنے مضامین میں روز میرا ذکر کرتے ہیں!"

"عجیب! یہ پہلا موقعہ ہو کہ میں اسم گرامی سے واقف ہوا ہوں"

"ریاکاری چھوڑ دیجئے۔ بیوقوف نہ بنائیے... میں روز آپکے مضامین میں اپنا ذکر پڑھتا ہوں" اچانک اُس کی صورت بدل گئی۔ غصہ سے کانپنے لگا "تم میرے خاندان کے راز جانتے ہو۔ اپنے گندہ مضامین میں یہ راز لکھکر مجھے روز رسوا کرتے ہو... آہ! لیکن خیر اب اس کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ میں اس وقت اسی لئے آیا ہوں کہ اپنے آپ کو اور دنیا کو تمھاری شرارتوں سے نجات دیدوں..." آپ میری حیرانی کا اندازہ کرسکتے ہیں جب میں نے اس عجیب سلسلۂ کلام کے خاتمہ پر اچانک سُنا "میں قتل کرڈالونگا"

فوراً جیب سے بھرا ہوا پستول نکالا... "خدایا کیا کروں؟" میرے خیال کیا "اب میرا کام تمام ہوا.... عنقریب میرے دوست میرا جنازہ اُٹھانے آئیں گے... لیکن خود اس پاگل کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ عدالت جنون کے عذر پر اسے رہا کردے گی... میں نے ارادہ کیا اس عجیب ملاقاتی پر ٹوٹ پڑوں اور پستول چھین لوں لیکن یہ ناممکن تھا کیونکہ میری ایڈیٹری کا بڑا میز ہمارے مابین حائل تھا۔ افسوس اخبار نویسی کا منحوس میز! میں نے اپنے حواس بجا کئے:

"سگریٹ پیجئے" میں نے مصنوعی بے خوفی سے کہا اور فوراً کوٹ کی جیب سے سگریٹ کی خوشنما ڈبیا نکالکر پیش کردی۔ خلاف توقع سگریٹ نے اُس کا غصہ بالکل فرد کردیا۔ وہ خاموش بیٹھکر دھواں اُڑانے لگا۔

"واقعی میں خطاوار ہوں۔ مگر براہ عنایت مجھے وہ مضمون بتائیے جس میں آپ کو رسوا کرنے کی میں نے جرأت کی ہو" میں نے ڈرتے ڈرتے بڑی لجاجت سے کہا۔

مجنوں نے جیب سے ایک پلندا نکالا اور میرے سامنے پھینک دیا میں نے غور سے تمام مضمون دیکھے۔ اُن میں کوئی ایک بھی شخصی معاملات پر نہ تھا۔ کسی میں مکانوں کی گرانی پر بحث تھی۔ کسی میں بازار کے نرخ پر۔ کسی میں علمی نمائش پر، اور کسی میں عورتوں کے کترے ہوئے بالوں اور اونچے لباس پر گفتگو تھی۔ اسی طرح عام معاشرتی معاملات سے سب کا تعلق تھا۔ میں نے حیرت سے مجنوں کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ وہ میرا تعجب سمجھ گیا۔ کھڑا ہو گیا۔ اخبار اُٹھا کر جابجا سے پڑھنا اور ہر ہر فقرے پر مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھنا شروع کردیا۔ آخر میں اُسنے عورتوں کے کترے ہوئے بالوں پر مضمون پڑھنا شروع کیا اور جوش سے چلایا۔

"یہ دیکھو۔ اب بھی انکار کروگے؟ کیسے بند بند لفظوں میں میرے خاندان کا مضحکہ اُڑایا ہو؟ اس فقرے کے کیا معنی ہیں "جو عورت اپنے بال کٹواتی ہو وہ ایک نہ ایک دن ضرور گنجی ہو جائے گی" یہ میرے چچا ڈاکٹر بیگورنل پر کھلی چوٹ ہو! غلط کہتا ہوں؟ میرا چچا گنجا ہو۔ ایک دن وہ میڈم... پر خفا ہوئے۔ لیکن میں تفصیل کیوں بیان کروں؟ تمھیں سب معلوم ہو۔ میرے چچا کو بھی جانتے ہو۔ اس میڈم کو بھی اور اُس کی خفگی کے سبب کو بھی۔ تمھیں سب راز معلوم ہو۔ تم ہمیں بدنام کرنے پر تُلے ہوئے ہو۔ تم کمینہ ہو!"

خوش بختی سے اس سخت لفظ نے اُس کا غصہ پھر کم کردیا میں نے گھنٹی بجائی۔ نوکر کے آنے پر مجھے اطمینان ہوا۔ مجنوں نے ایک پُرناز حقارت نظر مجھ پر ڈالی اور کہا۔

"جناب! اس مرتبہ معاف کرتا ہوں۔ آئندہ احتیاط رہے مجھ اور میرے خاندان کو نہ چھیڑیئے ورنہ کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل ڈالونگا"

وہ بغیر سلام کئے چلا گیا۔ میں نے بھی شائستگی کی ضرورت محسوس نہیں کی، اور میں خیال کرتا ہوں اس ضرورت کے عدم احساس پر کوئی صاحب مجھے ملامت کرنا پسند نہ کرینگے۔

اشتہار

(امام ابن تیمیہ کے تازہ ترین رسالے)

شیخ الاسلام کے حسب ذیل رسالوں کا ترجمہ مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی کے قلم سے حال ہی میں شائع ہوا ہو۔ قابل دید رسالے ہیں:

(۱) **مجذوب**: شریعت میں مجذوب کا کیا حکم ہو؟ وہ ولی اللہ ہو سکتا ہو یا نہیں؟ قیمت ۴ر (۲) **حسین و یزید**: تاریخ اسلام کی یہ سب سے زیادہ پیچیدہ گتھی سلجھا کر رکھدی ہو۔ قیمت ۵ر (۳) **صداقت رسول**: پوری سیرت نبوی اس طرح سمیٹکر جمع کردی ہو کہ رسول اللہ صلعم کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جاتا ہو۔ قیمت ۴ر (۴) **مناظرۂ ابن تیمیہ**: صوفیوں سے بادشاہ کے سامنے عظیم الشان مباحثہ ہوا تھا خود شیخ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہو۔ قیمت ۵ر ملنے کا پتہ: مینیجر "ہند بک ایجنسی" پوسٹ بکس نمبر ۷۰۵۲ بالیگنج کلکتہ

عالمِ مطبوعات و صحائف

نہایۃ الارب اور مسالک الابصار

علمار تاریخ نے ہر زبان کی ادبیات کی طرح عربی علم ادب کے بھی تین دَور قرار دیے ہیں۔ پہلا دَور تحریر و تدوین کا ہو۔ دوسرا تکمیل و تنقیح کا۔ تیسرا توسیع و تہذیب کا۔ اس آخری دَور نے تصنیف و تالیف کی صناعۃ میں جو نئی نئی وسعتیں پیدا کیں، اُن میں ایک خاص قسم اُن کتابوں کی ہو جنھیں متاخرین "موسوعات" اور "مجامیع" سے تعبیر کرتے ہیں۔ "موسوعات" سے مقصود ایسی کتابیں ہیں جو کسی ایک موضوع پر نہیں لکھی جاتی تھیں بلکہ متعدد علوم و فنون کا مجموعہ ہوتی تھیں۔ بعض علمار نے اس کا دائرہ یہاں تک وسیع کیا کہ تمام علوم و فنون اور ان کی چھوٹی بڑی شاخیں اسمیں آگئیں۔ اس قسم کی "موسوعات" بیس سے لیکر ۵۰۔۶۰ جلد تک کی لکھی گئیں!

دراصل یہ موسوعات ایک طرح کی انسائیکلوپیڈیا تھیں، اُس عہد کے علمار موسوعات کا تاریخ علوم میں وہی درجہ ہو جو یورپ کی سترہویں صدی کے انسائیکلوپیڈین علمار کا موجدہ تاریخ علوم میں تسلیم کیا جاتا ہو۔ دونوں میں فرق یہ ہو کہ موسوعات کی ترتیب علوم کی ترتیب تھی جو ایک خاص حد تک پھیلکر ختم ہو جاتی ہو مگر انسائیکلوپیڈیا کے لئے لغت و قوامیس کی ترتیب اختیار کی گئی جس کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہو۔

اس عہد کی کتب موسوعات میں دو کتابوں کو بہت شہرت حاصل ہوئی تھی شہاب الدین احمد نویری کی نہایۃ الارب اور ابن فضل اللہ العمری کی مسالک الابصار، پہلی کتاب تیس سے زیادہ جلدوں میں ختم ہوئی ہو اور دوسری کم و بیش بیس جلدوں میں ہو۔

اِن دونوں کتابوں کے مکمل نسخے عزیز الوجود تھے۔ پچھلے دنوں مصر کے مشہور محقق کتب احمد زکی پاشا نے عرصہ کی محنت و کاوش کے بعد اِنکے وہ صحیح و کامل نسخے مرتب کئے اِنکا بڑا حصہ قسطنطنیہ کے کتب خانوں سے بذریعہ عکس حاصل کیا گیا تھا۔ چار سال ہوئے حکومت مصر نے اِن دونوں کتابوں کی اشاعت کا فیصلہ کیا اور کتب خانۂ خدیویہ کے "احیار کتب عربیہ" کے سلسلہ میں ان کی طباعت شروع ہوگئی۔ گذشتہ سال دونوں کتابوں کی تین تین جلدیں چھپ گئی تھیں اب دو دو جلدیں مزید چھپکر شائع ہوگئی ہیں اور ہمارے سامنے ہیں۔

اگرچہ یہ عہد متاخرین کی تصنیف ہیں اور جو کچھ ہے جمع و تالیف ہو تاہم چونکہ اب وہ ذخیرہ بھی ہمارے پاس موجود نہیں جو ان کتابوں کے عہد تالیف میں موجود تھا، اس لئے اِن دونوں کتابوں سے تاریخ و علوم کے مختلف اہم مسائل پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہو۔ ہم عنقریب اِن دونوں نئی جلدوں کے بعض مفید مطالب ہدیۂ قارئین کرینگے۔

مذہب اور دُنیائے جدید

حال میں پروفیسر وائیٹ ہیڈ کی ایک تصنیف:

"Religion in the Making"

کے نام سے شائع ہوئی ہو۔ یہ دراصل اُن کی چار تقریروں کا مجموعہ ہو جو انھوں نے گذشتہ سال بوسٹن یونیورسٹی میں کی تھیں۔ جو حضرات انگریزی کی جدید الطبع مصنفات پر نظر رکھتے ہیں، انھوں نے پروفیسر موصوف کی وہ کتاب ضرور دیکھی ہوگی جو پچھلے دنوں "علم اور دنیائے جدید" کے نام سے شائع ہوئی تھی، وہ بھی ان کی بعض تقریروں کا

نجدی تحریک نہایت تیزی سے پھیل رہی ہو۔ بکثرت قبیلے نجدی مذہب اختیار کرچکے ہیں اور بہت سے اختیار کرنے کی طیاری میں ہیں برطانوی حکام اس دینی تحریک سے خائف ہیں اپنے علاقوں میں دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ ابھی چند دن ہوئے برطانی حکام نے دو عرب سرداروں بُنیا باشا الجالی شیخ الشائخ اور مشقال باشا الفائز شیخ قبائل صخر کو طلب کیا تھا اور بڑی آؤ بھگت کی تھی۔ مگر انھوں نے حکومت کا ساتھ دینے سے صاف انکار کردیا۔

اس علاقہ کے باشندوں میں یہ تحریک بھی پھیل رہی ہو کہ امیر عبداللہ کی حکومت اُلٹ دی جائے اور ملک کا تعلق براہ راست برطانوی حکام سے ہوجائے۔ اس تحریک کا مقصد یہ ہو کہ اگر ملک برطانی اقتدار سے نجات حاصل نہیں کرسکتا تو کم از کم برائے نام عربی حکومت کی دوہری مصیبت سے تو نجات حاصل کرلے۔ یقیناً برطانیہ کی براہ راست حکومت اس سے کہیں زیادہ بہتر اور ذمہ دار ہوگی جسقدر اس کے بٹھائے ہوئے پتلے امیر عبداللہ کی ہو۔

(فوجی قانون کا اعلان)

شرق اردن کی مذکورۂ بالا بیداری اور دروزی مجاہدین کی آمدورفت کی وجہ سے امیر عبداللہ نے علاقہ "ازرق" میں فوجی قانون (مارشل لا) کا اعلان کردیا ہو۔ اس سے مقصود یہ ہو کہ ایک طرف ملک کی عام رائے مرعوب کردی جائے، دوسری طرف فرانس بھی خوش ہوجائے۔ فرانس مدت سے شاکی تھا کہ دروزی مجاہدین اس علاقہ میں پناہ لیتے اور یہاں سے تر و تازہ ہوکر واپس آتے ہیں۔

یہودی بیت المال

۱۹۲۵ء میں یہودی بیت المال کی آمدنی ۷۷۰،۱۰۰ پونڈ یعنی ۱۰۲۶۵۵ روپئے ہوئی۔ امریکہ کے یہودیوں کا عطیہ ۳۲۸۰۰۲ پونڈ، کنیڈا کا ۲۰ ہزار ۵۳۶ پونڈ اور برطانیہ کا ۹۰۰۵۰ پونڈ ہو۔ دنیا کی ترقی خواہ قوموں کی اولوالعزمیاں ایسی ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہماری ہمتوں کا جو حال ہو وہ معلوم ہو!

حضرت یوسف کی قبر

فلسطین کے ایک قدیم شہر "سیخم" میں کھدائی ہو رہی ہو اگر یہ تحقیقات کامیاب ہوئی تو ہم صدیوں کے راز دُنیا کے سامنے آجائیں گے۔ اس شہر میں یورپین محققین کی ایک جماعت حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر تلاش کررہی ہو۔ خیال کیا جاتا ہو کہ اس شہر سے بے شمار اسرائیلی روایات وابستہ ہیں اور اُن پر سے جلد پردہ اُٹھنے والا ہو۔

بروایت توراۃ سیخم ہی میں حضرت ابراہیم نے محراب بنائی تھی اور شاہ بلوط کے ایک بڑے درخت کو بطور مقدس علامت کے قرار دیا تھا۔ نیز اسی شہر میں حضرت یعقوب نے عامر کی اولاد سے زمین خریدی اور مقدس محراب بنائی۔ نیز سنگلاخ زمین میں ایک کنواں بنایا تھا جو ۸۰ فٹ گہرا اور ۹ فٹ کے قطر میں تھا۔ لیکن شیشام بن عامر جسنے زمین بیچی تھی، یعقوب کی لڑکی "دینا" پر عاشق ہوگیا اور اُسے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ عقد سے پہلے ہی اُس کے ساتھ زن و شوکی زندگی بسر کرے۔ اس پر یعقوب کے لڑکوں کو غصہ آیا اور انھوں نے "سیخامیوں" کو قتل کرڈالا۔ پھر یعقوب (علیہ السلام) اس علاقے سے چلے گئے۔ مگر جانے سے پہلے انھوں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ مخالف قبیلے کے تمام دیوتا اور عبادت کے آلات ایک غار میں پھینک دیئے جائیں۔

موجودہ کھدائی سے ایک غرض ان دیوتاؤں کی تلاش بھی ہو۔ سیخم میں یعقوب علیہ السلام کا کنواں ابتک موجود ہو۔ روایت ہو کہ یوسف علیہ السلام کی لاش بھی مصر سے لاکر اسی علاقہ میں دفن کی گئی تھی۔ ایک مقبرہ عرصہ سے حضرت یوسف کی طرف منسوب ہو چونکہ یہ عربی قبائل کے تحت و تصرف میں تھا اس لئے اب تک اسکی تحقیقات نہ ہوسکی۔ لیکن اب ڈاکٹر ارنسٹ سلین کو، جو اس تحقیقاتی جماعت کے صدر ہیں، قبر کھولنے کی اجازت مل گئی ہو۔ اُمید کی جاتی ہو کہ حضرت یوسف کی لاش مومیائی ہوئی صحیح و سالم دستیاب ہوجائے گی۔ نیز قدیم مصری کاغذ پر لکھی ہوئی تحریریں بھی نکلیں گی کیونکہ پہلے مصر میں انکی نعش مصری طریقہ پر دفن کی گئی تھی، وہاں سے کنعان میں لائی گئی۔ اگر یہ اُمیدیں کامیاب ہوئیں تو یقیناً اس سوال کا جواب بھی مل جائے گا کہ حضرت یوسف کے عہد کا فرعون کون تھا؟

اسی شہر میں ایک ٹیلہ پر کھدائی کرتے ہوئے ایک اور قدیم شہر اور تمدن کے نشان ملے ہیں۔ علماء آثار کا خیال ہو کہ یہ عمارت مشہور اسرائیلی بادشاہ "غزبوم اول" کا قلعہ ہو۔ خیال کیا جاتا ہو اسی ٹیلہ میں حضرت یعقوب کی قوم کے دیوتا اور دوسری یادگاریں بھی مدفون ہیں۔

سیخم فلسطین کا ایک نہایت ہی قدیم شہر ہو۔ اس کی تاریخ کا آغاز اُس وقت سے ہوا ہو جب نئے نئے عبرانی، کنعان کی سرزمین پر نمودار ہوئے تھے۔ خوش قسمتی سے اب تک اس شہر کے بہت سے آثار دستیاب ہوچکے ہیں۔ اُس کی شہر پناہ اور دو بہت ہی عظیم الشان پھاٹک نکل آئے ہیں۔ نیز ایک محل کی بُنیادیں بھی مل گئی ہیں جو نوستونوں پر قائم تھا اور اُس کے بڑے بڑے ٹکڑے بھی مل گئے ہیں۔

غرضکہ یہ تحقیقات دُنیا کے علم میں معقول اضافہ کرے گی اور اسرائیلی تاریخ کے وہ پہلو روشنی میں آجائیں گے جو اب تک تاریکی میں ہیں۔

(پارٹیوں کا اتحاد)

سیاسی جماعتوں کے اختلافات کی وبا فلسطین میں بھی انگریزی قبضہ کے ساتھ پہنچی اور قومی اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔ مصلحین مدت سے کوشش کررہے ہیں کہ سیاسی پارٹیوں میں اتحاد قائم ہوجائے مگر آجتک کوئی صورت نہ نکل سکی۔ اب کچھ مدت کی خاموشی کے بعد پھر اس قسم کی کوششیں شروع ہوئی ہیں، لیکن بظاہر کامیابی کی امید نہیں۔ کیونکہ اکثر لیڈر اپنی ذاتی اغراض کے بندے ہیں۔

ارتھوڈکس مسیحی

کل ارتھوڈکس مسیحیوں کی کانفرنس منعقد ہوئی، عیسائیوں میں یہ فرقہ یہاں سب سے زیادہ مظلوم ہو۔ کیونکہ کوئی طاقت و سلطنت اُس کی پشت پناہی پر موجود نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہو اب یہ فرقہ بھی اپنے حقوق کے لئے عملی کوشش شروع کرنے والا ہو۔

شریف علی

مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ شریف علی سابق شاہ حجاز بہت جلد یہاں آنے والے ہیں۔ آمد کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہو کہ محض تبدیل آب و ہوا مقصود ہو۔ لیکن بعض حلقوں میں یقین کیا جاتا ہو کہ انھیں اس لئے بلایا گیا ہو کہ فلسطین کے مسلمانوں میں برطانیہ کے موافق جذبات کو ترقی دیں۔ فلسطین میں شریف حسین اور اُن کے خاندان کا پروپیگنڈا سالہا سال سے جاری ہو۔ عوام کی ایک جماعت اُس سے متاثر ہوچکی ہو۔ برطانیہ کا ایک زمانہ میں خیال تھا کہ اگر اس ملک نے براہ راست برطانی حکومت منظور نہیں کی تو یہاں بھی شریف حسین کا کوئی لڑکا بٹھا دیا جائے گا، مگر بعد کے حالات نے یہ خیال پورا نہ ہونے دیا۔

شرفاء مکہ کے اس خاندان کی بدبختی پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہو۔ برطانیہ کے ہاتھوں ایسا روزِ بد دیکھنے کے بعد بھی وہ اب تک اُس کی انگلیوں پر ناچ رہا ہے۔ عراق میں امیر فیصل عبودیت کے فرائض انجام دے رہا ہو۔ شرق اردن میں امیر عبداللہ غلام بنا ہوا ہے، اور اب امیر علی فلسطین کو گمراہ کرنے آرہے ہیں!

* * *

"تذکرہ"

مولنا ابوالکلام صاحب آزاد کے زمانۂ نظربندی کی یادگار تصنیف تاریخ و ادب کے علاوہ حقائق دین اور معارف تجدید و دعوت کے اہم مباحث کا مجموعہ۔ آخر میں اپنے سوانح و خواطر حیات پر بے نظیر تحریر اب درجۂ اول کا کوئی نسخہ باقی نہیں رہا۔

درجۂ دوم قیمت ے ۔ درجۂ سوم عہ
منیجر البلاغ پریس۔ ۱۱۔ بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ

خواطر و سوانح

* * *

میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ

اخبار نویس کی ڈاک

حال میں ایک نہایت دلچسپ کتاب اس نام سے فرانس میں شائع ہوئی ہو۔ اس میں فن اخبار نویسی کے تیس فرانسیسی ائمہ نے اپنی اپنی صحافتی زندگی کا سب سے زیادہ دلچسپ اور یادگار واقعہ لکھا ہو۔ کتاب از حد مقبول ہوئی ہو۔ لاکھوں کی تعداد میں اُس کے نسخے نکل چکے ہیں۔ کئی دوسری زبانوں میں بھی ترجمے شائع ہوگئے ہیں ناظرین کی دلچسپی و آگاہی کے لئے ہم اُس کا ترجمہ بالاقساط درج کرینگے۔ آج اس کا پہلا مضمون ملاحظہ ہو۔ یہ مشہور اخبار نویس مسیو کلیمان دوٹیل نے جس کی سُرخی سے لکھا ہو:

اخبار نویس اور مجنوں

مجھ سے دماغی امراض کے ایک ماہر ڈاکٹر نے کہا:

"میں اپنے مریض سے پہلا سوال یہ کرتا ہوں "کیا تم اخبار نویسوں سے خط و کتابت رکھتے ہو؟ اگر وہ اقرار کرتا ہو تو سمجھ لیتا ہوں اسکے علاج میں کافی وقت لگے گا"

"یہ کیونکر؟" میں نے تعجب سے سوال کیا۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ اخبار نویسوں سے خط کتابت کرنے والے سب لوگ مجنوں ہوتے ہیں" اُسنے جواب دیا، "لیکن مجھے یقین ہو کہ اُن میں سے اکثر ضرور پاگل ہوتے ہیں!"

مدت کے بعد مجھے ڈاکٹر کی سچائی پر ایمان لانا پڑا۔ میرا تجربہ بھی یہی ہو کہ پراگندہ دماغ اور پاگل ہی زیادہ تر اخبار نویسوں سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ اس مصیبت کو میرے ہم پیشہ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

روز ڈاک میں میرے پاس ہزاروں خطوط آتے ہیں۔ لکھنے والے ان کی تزئین و آرائش میں غیر معمولی محنت کرتے ہیں، قسم قسم کی روشنائی استعمال کی جاتی ہو۔ کوئی عبارت سرخ ہو، کوئی نیلی، کوئی سبز کہیں بڑے بڑے حروف، کہیں ہر حروف کے گرد پھول پتیاں بنی ہوئیں۔ بسا اوقات عبارت کا آغاز سنجیدگی سے ہوتا ہو مگر چند سطروں کے بعد ہی معلوم ہوجاتا ہو کہ کسی مجنوں کا خط ہو!

مثلاً ایک واقعہ سنئے۔ پیرس کے باشندوں کو شکایت پیدا ہوئی کہ موٹروں کی کثرت نے راستہ چلنا مشکل کردیا ہو۔ اخبارات میں بھی اس کا ذکر ہوا۔ اب کیا تھا؟ ہزاروں خط روزانہ ہمارے پاس آنا شروع ہوگئے۔ ہر خط میں اس مشکل کا ایک نیا حل موجود ہوتا تھا۔ کیسا حل؟ ایسا حل کہ اگر میں بیان کردوں تو شاید آپ یقین نہ کریں۔ ایک صاحب نے لکھا "اس مشکل کا بہترین حل یہ ہو کہ دریائے سین اسفلٹ سے پاٹ دی جائے اور شہر کی سڑکوں کے بجائے اُسی پر موٹر چلیں!"

اور سنئے امن و امان کے حامیوں نے یہ تجویز لکھ بھیجی "تمام یورپ ایک جمہوریت کے ماتحت ہوجائے!" یہی نہیں بلکہ از راہ عنایت اس "افلاطونی جمہوریت" کا دستور العمل بھی مرتب کرکے بھیجدیا!

ایک "ماہر اقتصادیات" نے لکھا "حکومت، پارے کے بنک نوٹ تیار کرے تاکہ اقتصادی حالات کی تبدیلی کے ساتھ اُن کا رنگ، وزن، اور نرخ بھی خود بخود تبدیل ہوتا رہے"

یہ عاقلانہ تجویزیں، مذاق سے پیش نہیں کی جاتیں۔ اُنکے سوچنے

اطلاع ضروري

افسوس هے که الهلال کي اشاعت کي ابتدائي مشکلات يکے بعد ديگرے پيش آتي رهيں - اور تاريخ اشاعت تک ان کا سلسله جاري رها - يه پهلا نمبر جسکي تاريخ اشاعت ۱۰ - جون تهي، بعض مطبعه والوں کي وجه سے آج ۱۴ - جون کو ڈاک ميں ڈالا گيا هے - اب آينده جمعه تک صرف تين دن باقي رهگئے هيں، ممکن نهيں هے که نمبر ۲ وقت پر نکل سکے - اسليے مجبوراً آينده جمعه ناغه کرکے ' اسکے بعد کے جمعه سے اشاعت شروع کي جائيگي - بجاے اسکے که آينده ايک دن کي بهي تاخير پيش آئے ' بهتر هے که ابتدا ميں ايک مرتبه چند دنوں کي تاخير گوارا کر لي جاے -

مدير

Printed and Published by
Masud-Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

مجبور تھی۔ یہ دونوں کتابیں ایک کل نظریۂ علم و مذہب کی مثنیٰ ہیں پہلی کتاب میں علم کے مستقبل پر نظر ڈالی ہے۔ اور اس میں اسی اصول نظر کے ماتحت مذہب کے مستقبل پر بحث کی ہے۔

کتاب کے ۴ باب ہیں (۱) مذہب کی تاریخ (۲) مذہب اور عقل (۳) جسم اور روح (۴) تبصرہ۔

ان ابواب میں سب سے زیادہ اہم باب "جسم اور روح" کے مسئلہ پر ہے۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

"ہم اس مادی دنیا کے باہر دماغ ظاہری اجزا کے علاوہ جو اس کی وضع و ترتیب میں شامل ہیں کوئی واقفیت نہیں رکھتے یہ اجزا کیا کیا ہیں؟ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہے:

(۱) خالقیت (Creativity) جو ہر وجود کے وقتی ارتقا میں ظاہر ہوتی ہے۔

(۲) خیالی موجودات و اشکال کا عالم جو خود تو کوئی حقیقت نہیں رکھتا مگر ہر حقیقت رکھنے والی چیز میں ایک خاص مناسبت کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔

(۳) وہ حقیقی مگر غیر مادی قوت جس کا تصور کرتے ہوئے ہم ایک ایسی معین قوت کا تصور کرنے لگتے ہیں جس کے کاموں میں قصد و ارادہ کو دخل ہونا چاہیئے"

پروفیسر موصوف کے خیال میں "یہی غیر مادی اور حقیقی ہستی وہ ہے جسے انسان خدا کہتا ہے۔ وہی خدا جو ہر ذی عقل مذہب کا خدائے بزرگ و برتر ہے"

مذہب کے حقائق کی طلب و جستجو کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی سوال یہ ہے کہ یہ سفر کس نقطہ سے شروع کیا جائے؟ جن جن قدموں نے ٹھوکر کھائی ہے صرف اس لئے کھائی ہے کہ قدم اٹھائے مگر اس کا فیصلہ نہیں کیا کہ کس رخ سے قدم اٹھانا چاہیئے؟ نتیجہ یہ نکلا کہ جس قدر بڑھتے گئے، منزل مقصود سے دوری بھی بڑھتی گئی!

اسی لئے قرآن حکیم نے اس بارے میں عقل انسانی کی رہنمائی کی۔ وہ بتلاتا ہے کہ خدا کی ہستی اور اس کے اعمال و صفات کی جستجو دائرہ ہستی سے الگ ہو کر نہیں بلکہ خود اس کے اندر سے کرنی چاہیئے اور اس سفر کی صحیح جہت یہ ہے کہ کائنات کے حسن و جمال اور نظم و اتقان کے مطالعہ و تفکر کے نقطہ سے قدم اٹھائے جائیں۔

مذہب و عقل کے سلسلہ میں پروفیسر موصوف کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ انھوں نے کتب سماویہ کی یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی۔ مشہور حکیم کانٹ کا مذہب یہ تھا کہ خدا کی ہستی کا تصور دنیا کے نظام اخلاقی کی ایک ضرورت ہے، مگر پروفیسر موصوف اس سے متفق نہیں ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ "کائنات ہستی کے ہمہ گیر حسن و جمال کے مطالعہ سے ہم عالم ایجاد کا عقدۂ تخلیق حل کر سکتے ہیں۔ کانٹ کا نظام اخلاقی کیا ہے؟ وہ بھی اسی نظام جمال کا ایک منظر ہے"

پروفیسر موصوف نے صفات الٰہی کے موضوع پر بھی نظر ڈالی ہے۔ ان کی نظر اسی پہلو پر گئی ہے جو متکلمین اسلام میں معتزلہ نے اختیار کیا تھا۔ معتزلہ کی نظر تنزیہ کی طرف گئی تھی اور اشاعرہ کی نظر نسبت کی طرف۔ اس لئے معتزلہ عدل کی طرف گئے، وہ خدا سے کبھی شر کی نسبت گوارا نہیں کرتے۔ لیکن اشاعرہ کہتے ہیں کہ اس کی قدرت و خلقت کے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہیں، البتہ اس کے تمام احکام و اعمال حکمت و عدالت پر مبنی ہوتے ہیں۔

اسی طرح مسیحی علم کلام میں نفی شر کا مسئلہ سینٹ آگسٹائن کی طرف منسوب ہے۔

پروفیسر موصوف کہتے ہیں:

"خدا کی اچھائی ہی خدا کی حد ہے۔ خدا کی ابدی ہستی اسی وقت کامل کہی جا سکتی ہے جب شر کے منافی ہو"

اس سوال کے جواب میں کہ اگر خدا کی قدرت اس کے اعمال صرف خیر ہی میں محدود ہیں تو یہ قدرت کا نقص [illegible]

"اس کا ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے البتہ ہم حق حسن اور خیر کا ایک ہمہ گیر نظام محسوس کر رہے ہیں۔ یہ خود ہم میں بھی موجود ہے اور اس کا مبدء خدا کی کامل ہستی ہے۔ جب ہم اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اذعان ہو جاتا ہے کہ اس ابدی و ازلی مبدء میں شر کی گنجائش نہیں"

در اصل پروفیسر موصوف نے اس منزل پر پہونچکر سخت غلطی کی اور اسی لئے سوال اور جواب، دونوں حقیقت سے ہٹ گئے ہیں۔ یہ موقعہ بحث و تشریح کا نہیں، قارئین الہلال باب التفسیر کے مباحث کا انتظار کریں۔

* * *

الہلال کی قدیم جلدیں

نگاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جا سکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۸۔ روپیہ
" جلد پنجم
البلاغ (یعنے الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۵۔ روپیہ

متفرق پرچے
فی پرچہ ۸ر قیمت پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

منیجر الہلال

اشتہار — اشتہار

بیت المقدس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی جنگ

اور تمام یورپین حکومتوں کے صلیبی جہاد کے مقابلہ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے شجاعانہ کارنامے حیات صلاح الدین میں دیکھو جس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی زور آزمائیوں کے تفصیلی حالات کے علاوہ اس جنگ کی کیفیت بھی درج ہے جس میں انگریزوں کے بادشاہ "رچرڈ شیر دل" کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھا کر بھاگنا پڑا اور جس میں اسقدر خون ریزی ہوئی کہ میدان جنگ میں خون گھوڑوں کے سینہ تک بھر گیا تھا، ولائتی سرورق اور سلطان صلاح الدین کا فوٹو قابل دید ہے قیمت [illegible]

سیرۃ الصدیق :- اسے مولنا حبیب الرحمن صاحب شروانی صدر الصدور امور مذہبی حیدر آباد دکن نے مورخانہ انداز اور نہایت مؤثر پیرایہ میں خلیفہ اول کے حالات لکھے ہیں، جن لوگوں نے مولنا شبلی مرحوم کی الفاروق کو دیکھا ہے اسکو ضرور پڑھیں، کاغذ چکنا ولائتی، رنگین سرورق قیمت عہ (ایک روپیہ)

علمائے سلف :- اس میں علمائے سلف کی زندگی کے ہر پہلو پر نظر ڈالی گئی ہے اور انکے کمال، اخلاق، و تحصیل علم کے لئے ان کی محنتوں کا ذکر ہے۔ اسکے مطالعہ سے آپکو معلوم ہوگا کہ علمائے کسقدر آزادی سے اپنا فرض ادا کیا ہے، کاغذ چکنا ولائتی، رنگین سرورق، قیمت عہ (ایک روپیہ) **رادھا رانی** :- معصوم معشوقہ کی پراسرار زندگی [illegible]

الصالحات :- ۷۴ صحابی خواتین کے مذہبی و معاشرتی زندگی کے سبق آموز حالات، بچوں، بچیوں اور عورتوں کے لئے یہ کتاب بہت ضروری ہے کیونکہ اس کتاب کے مطالعہ سے صحابیات کی پاکیزہ زندگی اور صحیح عمل کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ جلی قلم، سرورق ولائتی رنگین، قیمت عہ

سیرۃ الغازی مصطفے کمال پاشا :- غازی مصطفے کمال پاشا کی مستند سوانح عمری جو ترکی و مصر وغیرہ سے مستند مواد فراہم کرکے تیار کی گئی ہے۔ اس میں غازی ممدوح کا فوٹو، چکنا ولائتی کاغذ اور رنگین سرورق لگایا گیا ہے قیمت عہ جنگ یونان و ترکی قیمت بارہ آنے (۱۲) سفرنامہ انگورہ قیمت ایک روپیہ (عہ)

مجاہدین ریف کے کارنامے :- یعنی تاریخ ریف جس میں مراکش و ریف کی کل تاریخ کے علاوہ ہسپانیہ و فرانس کے مقابلہ میں مجاہدین ریف کے حیرت خیز کارنامے بھی آپ پڑھ سکتے ہیں، قیمت چودہ آنے (۱۴) قتل زار روس، قیمت ۴ر جنگ روس و جاپان قیمت [illegible] پاربتی :- بنگالی لڑکی کے [illegible]

غازی جمال پاشا کی یادداشتیں :- ان یادداشتوں میں عرب کی بغاوت، مصر کے جنگی معرکوں کی تفصیل، درِ دانیال کی جنگوں کے حالات اور انور پاشا کے فوجی و جنگی کارنامے نہایت خوبی سے لکھے گئے ہیں اور یورپ کی ان سازشوں کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے ترکوں کے خلاف کی تھیں قیمت [illegible] (دو روپے آٹھ آنے)

شہید ترک کا جنگی روزنامچہ :- اس کتاب کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ خالدہ ادیب خانم وزیر تعلیم انگورہ اپنے قلم کے زور سے قسطنطنیہ کے کسی گوشہ میں علم جہاد بلند کر رہی ہیں، قیمت [illegible] **ترکی ہوا باز** :- جنگ اناطولیہ میں سلطان عبد الحمید مرحوم کے صاحبزادے شہزادہ عبد الرحیم کے کارنامے۔ یونانیوں پر ترکی ہوا بازی [illegible]

جہان ترکی :- مسٹر پکتھال (انگریز نو مسلم) اڈیٹر روزنامہ بمبئی کرانیکل کے معرکۃ الآرا ناول کا ترجمہ جسکو پڑھکر ترکوں کے حیرت انگیز کارنامے اور دلچسپ تماشا گویا آپ اپنی آنکھوں کے سامنے معلوم ہونگے، قیمت [illegible] **کلیات جعفر زٹل** :- میر جعفر زٹل مشہور ہزل گو شاعر کے کلام کا مجموعہ قیمت [illegible] ہمالیاں کی پریاں :- [illegible]

آزادی اسلام :- از مولنا ابو الکلام صاحب آزاد، قیمت ۴ر **لیڈران اسلام** :- علی برادران، مولنا حسرت، مولنا ابو الکلام آزاد، اور مسٹر فضل الحق کی تقریریں، قیمت [illegible] **جہنم کی آبادی** :- قیمت ۸ر **افسانۂ قیس** :- مجنون و لیلی کے حالات اور عاشقانہ جذبات قیمت ۴ر **حمو پیہ** :- ایک ترکی جاسوس کے کارنامے جسنے بڑے بڑے یونانی فوجی افسروں کو [illegible] انکی آنکھوں میں خاک ڈالکر اپنی خدمات انجام دی تھیں، قیمت ۸ر **آریوں پر اسلامی بم** اگر آپ دیکھنا چاہیں تو غازی محمود دھرمپال کی تصانیف، کفر توڑ، سر توڑ، آواگون توڑ، بت شکن، رشی ازم اور اسلام (وہ تقریر جو غازی موصوف نے آریہ دھرم ترک کرتے ہوئے فرمائی تھی) قیمت اصلی [illegible] رعایتی [illegible] قیمت تین پیسہ **ویدک ایشور کی حقیقت** :- آریوں کے ہزاروں دیوتاؤں کے حالات قیمت [illegible] **تحفۃ الہند** [illegible] ہندوؤں کے عقائد پر بحث از مولوی عبید اللہ صاحب سابق اننت رام قیمت [illegible] **ترکوں کی کہانیاں**، قیمت [illegible] انگور دیس ہندوستانی جاسوس [illegible]

تصانیف علامہ شبلی مرحوم :- **الفاروق** :- معہ نقشہ دنیائے اسلام [illegible] صفحات، خلیفہ دوم حضرت عمر کی جنگی و انتظامی تدابیر و فتوحات، اسلامی کا سیلاب مسلمانوں کی عظمت شوکت، دلیری، شجاعت، اور صاحب دولت و حکومت ہونے کے اسباب قیمت [illegible]

المامون :- خلیفہ مامون رشید کے حالات زندگی، قیمت عہ **الہارون** :- خلیفہ ہارون رشید کی سوانح عمری قیمت [illegible] **اورنگ زیب پر ایک نظر** شہنشاہ عالمگیر کے متعلق انگریز مورخوں کی شرارتیں اور غلطیاں اور شہنشاہ مرحوم کے صحیح حالات قیمت ۸ر **رسائل شبلی** :- مضامین علمی، تاریخی، [illegible]

مقالات شبلی :- مولنا شبلی کے بے بہا مضامین کا مجموعہ قیمت عہ مجموعہ نظم شبلی قیمت ۸ر **سیرۃ النعمان** :- امام ابو حنیفہ کی علمی و فقیہانہ زندگی، آپکے اجتہاد و مذہب حافظہ وغیرہ وغیرہ قیمت عہ **سفرنامہ روم، مصر و شام** :- بیروت، قسطنطنیہ، قاہرہ وغیرہ ممالک اسلامیہ کے حالات، ترکوں، عربوں، کے اخلاق، سلطان سے ملاقات۔ قیمت عہ **سوانح مولنا روم** :- آپکی پاکیزہ صوفیانہ زندگی کا تذکرہ قیمت عہ **الغزالی** :- امام ابو حامد محمد غزالی کے سوانح قیمت [illegible]

واجد علیشاہ کا ریحانہ - [illegible] امجد علیشاہ بادشاہ کے [illegible]

ملنے کا پتہ :- منیجر سنجات بک ایجنسی بجنور (یوپی)

الهلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

آب حیات

تمام اقسام کی انسانی و حیوانی بیماریوں کا فوری علاج جس کے متعلق
بیس (۲۰) سال میں تیس (۳۰) ہزار سرٹیفکیٹ وصول ہو چکے ہیں
قیمت فی شیشی صرف دو روپیہ (عہ) نمونہ کی شیشی مر

اکسیر عنبری مقوی اعضائے رئیسہ اور مردانہ طاقت بڑھانے
والی گولیاں قیمت فی شیشی چار روپیہ

نمک سلیمانی معدہ کی خرابیوں کو دور کرنے اور
خون صالح پیدا کرنے کی بہترین دوائی ہے
قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲/)

مفصل فہرست ادویہ مفت

منیجر کارخانہ آب حیات پنڈی بہاؤ الدین
(پنجاب)

Ab-i-Hayat Pharmacy,
PINDI BAHA-UD-DIN, PUNJAB.

ہندوستان کا بہترین قومی اور ادبی ہفتہ وار اخبار

استقلال ہند (دہلی)

ایڈیٹر — کیجن سنگھ

(دنیائے صحافت کا یہ روشن ستارہ ۲ جون سنہ ۱۹۲۷ کو طلوع ہوگا)
آپ کو استقلال ہند کیوں ضرور مطالعہ کرنا چاہئے؟ اس لئے کہ

(۱) استقلال ہند ہندوستانیوں کو پیغام اتحاد سنائیگا
(۲) استقلال ہند غلامی کی زنجیروں کو توڑیگا
(۳) استقلال ہند غریبوں کو سرمایہ داروں کے دام تزویر سے رہائی دلائیگا
(۴) استقلال ہند ہندوستانی ریاستوں کو غیر ملکی اقتدار سے بچائیگا۔
(۵) استقلال ہند میں بلند پایہ سیاسی و ادبی مضامین شایع ہونگے
(۶) استقلال ہند سے بہتر افسانے آپ کو دیگر اخبارات میں نہ مل سکینگے
(۷) استقلال ہند میں ہر ہفتہ غیر ملکی وقائع نگاروں کے مضامین شایع ہونگے
(۸) استقلال ہند میں ظریفانہ مضامین کا خاص اہتمام ہوگا۔
(۹) استقلال ہند میں واقعات حاضرہ کے متعلق پر لطف کارٹون شایع ہوا کریں گے۔
(۱۰) استقلال ہند نامور شعراء ملک کا تازہ ترین کلام پیش کریگا
(۱۱) استقلال ہند کے دائرہ ادارت میں اکثر محب وطن انشاء پرداز منسلک ہیں
(۱۲) استقلال ہند بہترین کاغذ پر دیدہ زیب اعلی چھپائی کے ساتھ شایع ہوگا۔

ان تمام محاسن کے باوجود قیمت فی پرچہ صرف ایک آنہ
قیمت سالانہ چار روپے — ششماہی دو روپے آٹھ آنے
آج ہی نمونہ کے لئے خط لکھئے
☞ منیجر استقلال ہند — چاندنی چوک - دہلی ☜

اسلامی مذاق کی کتابیں

قرآن۔ حدیث۔ تصوف۔ فقہ۔ تفاسیر۔ تاریخ اور علوم جدیدہ پر بہترین اور تازہ کتابیں دیکھنا چاہیں تو ہماری فہرست منگائیں۔ سرمایہ دار اگر مذہبی کتابوں کی تجارت پر روپیہ لگا کر فائدہ اٹھانا چاہیں تو قواعد منگا کر بالاحظہ فرماویں۔ پتہ یہ ہے

منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤ الدین پنجاب

The SUFI PRINTING and PUBLISHING Co. Ltd.
PINDI BAHA-UD-DIN, (PUNJAB)

قرآن مجید

(مترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رح)

یہ ترجمہ جسکے لئے مسلمان مدتوں سے سراپا انتظار تھے بفضلہ تعالی نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپ کر مکمل ہو گیا ہے اور باکثرت طلب کیا جا رہا ہے۔ آج تک جسقدر ترجمے قرآن پاک کے ہوچکے ہیں یہ ترجمہ بہت سی خوبیوں کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے تحت لفظی ہونے کے باوجود با محاورہ اور سلیس ہے۔ زبان ایسی شستہ اور صاف ہے کہ ہر معمولی لکھا پڑھا بھی بخوبی سمجھ سکے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلی زمین حنائی چھپی ہوئی پختہ ہے۔ ہدیہ مجلد چرمی منقش نقرئی پندرہ روپئے جلد اعلی منقش طلائی ۱۸ روپیہ محصولڈاک و خرچ پیکنگ ۲ روپیہ فرمایش کے ساتھ ۵ روپیہ پیشگی آنا ضروری ہیں۔ نمونہ مفت۔

◆

اخبار مدینہ (بجنور)

(ہفتہ میں دو بار)

سنہ ۱۹۱۲ء سے قابل اہل قلم اڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے خدمت قوم و ملک پاسداری مذہب و ملت اس کا شعار ہے۔ آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار' اردو جرائد میں تکثیر الاشاعت' سیاست حاضرہ کا مفسر حق و صداقت کا مشہر' عربی و انگریزی اخبارات کا خلاصہ' دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچنے والا' ملاحظہ و مطالعہ خود ہمارے بیان کی تصدیق کردیگا۔ نمونہ مفت۔ قیمت سالانہ ۶ روپیہ۔ ششماہی تین روپیہ آٹھ آنہ۔ سہ ماہی ۲ روپیہ فی پرچہ ایک آنہ ممالک غیر سے ۸ روپیہ سالانہ۔

◆

غنچہ رسالہ ہفتہ وار

بچوں کا معلم بچیوں کا اتالیق' طالب علموں کا استاد' علم و فن کا خزینہ' معلومات کی کان اخلاقیات و ادبیات کا گنجینہ' ہفتہ وار خاص ملک و ملت کے نونہالوں کیلئے شائع ہوتا ہے۔ زبان سلیس اور عام فہم ہے اپنے بچوں کیلئے ضرور طلب فرمائیے قیمت سالانہ ۴ روپیہ۔

◆

(محمد مجید حسن مالک اخبار مدینہ و غنچہ - بجنور)

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٢ کلکتہ : جمعہ ٢٣ ذوالحج ١٣٤٥ ہجری جلد ١
Calcutta : Friday, June 24, 1927.

فہرس

افتتاحیه ٢
ادبیات ٥
شاعر اور عامل
مادري محبت و شعور
مطبوعات جدیده ٧
فرانس میں عربي نسل
مذاکرۂ علمیه ٨
برقي مچھلیاں
عالم شرق و اسلام ١٠
حج سنه ١٩٢٧
شام کي حرکات استقلال
بصائر و حکم ١٧
انسانیت موت کے دروازہ پر
مقالات ١٥
اسلام اور اشتراکیت
عالم مطبوعات و صحائف ١٩

اطلاعات ضروري

(١) هر چیز کي ابتدا هوتي هے اور تکمیل - الہلال کے یہ دو نمبر نئے سلسلۂ اشاعت کي ابتدا تھے - همیں امید هے که تیسرے نمبر سے اسکي ظاهري و معنوي تکمیل شروع هو جائیگي -

(٢) ان دونوں نمبروں میں متعدد اهم ابواب شروع نه هوسکے - اب آئنده نمبر کي ترتیب ابتدا سے ایسي اختیار کي جائیگي که زیاده سے زیاده ابواب و اقسام کي گنجایش نکل آئے - خاص مضامین میں سے ملکي و سیاسي مباحث اور باب التفسیر کے مختلف عنوان' اور عام قسم کے مضامین میں سے افسانۂ و تاریخ کا حصه اهم هے - امید هے که آینده نمبر سے شروع هو جائیگا -

(٣) تصاویر کا بھي مطلوبه ذخیره طیار هوگیا هے - ٹائپ کے حصه کے تمام مضامین تقریباً مصور هونگے - ایک خاص صفحه صرف تصاویر کا بھي بڑھا دیا جائیگا - بعض مضامین کیلئے متعدد رنگوں میں چھپي هوي تصاویر ضروري تھیں - انکي لوحیں بھي بنکر طیار هوگئي هیں -

(٤) مصر اور جرمني کا ٹائپ بھي آگیا هے - امید هے که مزید حسن و زیبائش کا باعث هوگا -

(٥) عالم شرق و اسلام کے مشاهیر اهل قلم کے متعدد اهم مقالات (علاوه هفته وار چھٹیوں کے) پچھلي ڈاک میں آگئے هیں - اور آینده درج هونگے

(٦) شائقین الہلال سے امید هے که توسیع اشاعت کیلئے پوري کوشش کرینگے' کیونکه الہلال کے گرانقدر مصارف صرف اسکي غیر معمولي اشاعت هي سے پورے کیے جاسکتے هیں -

(٧) رساله کي خریداري وغیره امور کے متعلق جو خطوط هوں' براه عنایت انہیں مولانا ابوالکلام کے نام نه بھیجئے تو اسکي وجه سے تعمیل میں تاخیر هو جاتي هے - براه راست " منیجر " کے نام آنا چاهئیں -

منیجر

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ مع محصول	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	-	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	-	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(حکايت برق و خرمن)

اُس بارے ميں ميرے اجزاء فکر اور اوراق نظر کي پريشان حاليوں کا بهي کچهه عجيب حال هے - علم کي زندگي سياست کي زندگي سے کچهه اس طرح مختلف واقع هوئي هے که دونوں کا ايک وقت اور ايک محل ميں جمع هونا بهت مشکل هے - ميري زندگي کي مشکلات ميں پهلي مشکل يه واقع هوئي که ميں نے چاها دونوں کو به يک وقت اور به يک محل جمع کردوں :

پنبه را آشتي ايں جا به شرار اُفتاده ست !

دراصل ذوق کي وسعت ' طلب کي عدم قناعت ' نظر کي بلند پيمائياں ' اور فکر کي مشکل پسندياں نه تو ايک راه پر صبر کرسکتي هيں ' نه سهل و آسان روشيں اختيار کرسکتي هيں - دنيا نے فکر و عمل کے الگ الگ گوشے بنائے هيں ' اور استعداد و صلاحيت کے دائرے بناکر اُن ميں لکيريں کهينچ دي هيں ' تاکه تقسيم عمل کے حدود قائم هو جائيں - ليکن يه تقسيميں اور حد بندياں هميشه نهيں چل سکتيں - کبهي کبهي ايسا بهي هوتا هے که طبيعت کا جوش اور فکر کي وسعت ان چهوٹے چهوٹے خانوں کي تنگ نائيوں ميں قانع نهيں رهسکتي ' اور حد بندياں توڑ کر باهر نکل جاتي هے - ميں فکر کي يکسوئي اور ايک هي راه پر پڑ جانے کي آسانيوں سے بے خبر نهيں هوں - ليکن کيا کروں ؟ مبدءِ ازل نے طبيعتيں تقسيم کرتے هوئے مجهه نامراد کيلئے يهي پسند کيا که هر راه کي پيمائش اور هر کوچے کي گردش کا اضطراب اسميں وديعت کرديا جائے - علم کا استغراق اور سياست کي خود فروشياں دنيا کيليے متضاد هوں تو هوں ' ليکن ميرے ليے تو ايک هي دماغ کا سودا اور ايک هي دل کي تپش تهي :

روے دريا سلسبيل و قعر دريا آتش ست !

جهاں تک بن پڑا ' آب و آتش کي اس يک جائي اور برق و خرمن کي اس بزم آرائي ميں کوتاهي بهي نه هوئي - سياسي زندگي کي سرگردانياں کيسي هي سخت کيوں نه رهي هوں ' ليکن ذهن و فکر کي مشغوليتوں ميں کبهي خلل نه ڈال سکيں - لوگوں نے گوشه هائے چمن کے سکون اور مکتب خانوں کے بے خلل استغراق ميں علم و نظر کے مرحلے طے کيے هيں ' ليکن يهاں جو کچهه پيش آيا يه تها که سياسي و ملکي صف آرائيوں کے هنگامے تهے ' يا نظر بندي کي سختياں اور قيد خانے کي کوٹهڑياں تهيں - تاهم دماغ اپنے کاموں ميں مشغول اور فکر اپني کاوشوں ميں سرگرم تها :

تا دست رسم بود زدم چاک گريباں
شرمندگي از خرقهٔ پشمينه ندارم

ليکن اس کارخانهٔ طبيعت ميں کوئي چيز بهي اپنے قدرتي خواص معطل نهيں کرسکتي - برق کے ليے گرنا اور خرمن کے ليے جلنا ناگزير هے - نتيجه يه نکلا که اگر ايک طرف ذوق علم کاغذ و قلم کے انبار لگا رها تها ' تو دوسري طرف سياسي مشغوليت کي آتش افروزياں بهي اپنے کام ميں سرگرم تهيں :

متاعِ جمع کن شايد که غارتگر شود پيدا !

سنه ۱۶ - سے ليکر سنه ۲۱ - تک يکے بعد ديگرے اس طرح کے حالات پيش آتے رهے که ايک طرف ميں اپنا سرمايهٔ فکر جمع کرتا جاتا تها - دوسري طرف دست برد زمانه انهيں پوري بے دردي کے ساتهه منتشر کرتا جاتا تها - اور چونکه يه خود اپني اختيار کرده زندگي کا لازمي نتيجه تها ' اس ليے صبر کے سوا چارۂ کار بهي نه تها :

ايں کار چو خود کردم ' با خود چه توانم کرد ؟

(سنه ۱۶ - سے ۲۱ - تک)

سنه ۱۶ - ميں جب بنگال سے مجهے خارج کيا گيا اور رانچي گيا ' تو يه وه وقت تها که البلاغ اور دارالارشاد کي مشغوليت کے ساتهه ميں نے اپنے افکار و تحقيقات کي تحرير و ترتيب بهي شروع کردي تهي - جن امور کي تکميل و ترتيب پيش نظر تهي ' وه کسي ايک هي موضوع سے تعلق نهيں رکهتے تهے - بے شمار گوشے سامنے آتے تهے ' اور هر گوشهٔ نظر ميں اس کثرت سے متفرق اور منتشر حقيقتيں نماياں هوتي تهيں که ان سب کا جمع کرنا ' اور اصول و کليات کے ماتحت لانا آسان نه تها - ضرورت تهي که عرصه تک فکر و کاوش کا معامله جاري رهے - بهت سي چيزيں ابتدائي شکل ميں مرتب هوئي تهيں - بهت سي ناتمام تهيں - برسوں سے دماغ اس کا عادي هوگيا هے که هميشه کسي نه کسي گوشهٔ تحقيق کي فکر اور کسي نه کسي عقدهٔ کار کے حل ميں مشغول رهتا هے ' اور ايسے بے شمار ياد داشتيں جو في الحقيقت کسي نه کسي معاملهٔ علم و تحقيق کي اصولي بنياديں هوتي هيں ' قلم سے نکلتي رهتي هيں - اُسوقت تک کم از کم ايک هزار چهوٹے بڑے پرچے تو صرف ياد داشتوں هي کے سياه هوچکے هونگے !

تاليف نسخه هائے وفا کر رها تها ميں
مجموعهٔ خيال ابهي فرد فرد تها !

يه تمام ذخيره ' دماغ کا حاصل اور زندگي کا سرمايه تها - اسميں سے کچهه حصه تو اپنے ساتهه رانچي لے گيا تها - باقي حصه کلکته کے سکونتي مکان ميں چهوڑ ديا تها - کيونکه اُسوقت حالات کي رفتار کچهه عجيب طرح کي تهي - نهيں کها جاسکتا تها که مستقبل ميں کيا پيش آئے - ليکن جب پانچ ماه کے بعد حکومت هند نے ميري نظر بندي کے احکام جاري کيے ' تو ايک هي وقت ميں رانچي اور کلکته ' دونوں جگه خانه تلاشي کي گئي - اور پهر اُس وقت سے لگاتار سلسله اس کا جاري هوگيا - رانچي ميں دو مرتبه اور کلکته ميں تين مرتبه يه معامله پيش آيا - کلکته ميں نه صرف ميرے سکونتي مکان اور مطبع هي کي تلاشي لي گئي بلکه ان تمام مکانات کي بهي لي گئي جهاں کوئي ادنى سا شبه بهي ميرے کاغذات کي موجودگي کا هوسکتا تها - کاغذات زياده تر متفرق مسودات تهے - ياد داشتيں تهيں - مجمل اشارات تهے - ميں عموماً ياد داشت فارسي ميں يا عربي ميں لکها کرتا هوں کيونکه اردو ميں اختصار ممکن نهيں - تلاشي کا کام زياده تر انگريز حکام يا بنگالي ماتحتوں کے ذمه تها - اگر ان ميں کوئي مسلمان تها بهي تو ٹوٹي پهوٹي اردو کے سوا کچهه نهيں جانتا تها - نتيجه يه نکلا که هر کاغذ پُر اسرار اور هر سطر سياسي راز بن گئي ' اور سب کو ايک ذخيره کي شکل ميں جمع کرکے قبضه ميں لے ليا گيا - کاش احتياط کے ساتهه جمع کرتے اور احتياط کے ساتهه رکهتے - ليکن ان ميں کون تها جسے ان چيزوں کا درد هوتا ؟ نتيجه يه نکلا که نصف سے زياده اوراق تو تلاشي کے وقت کي بے احتياطيوں ميں ضائع هوگئے ' اور نصف جو باقي رهے ' انهيں بهي اس بے احتياطي کے ساتهه اِدهر اُدهر چهوڑ ديا گيا که کوئي ايک چيز بهي اپني اصلي شکل ميں باقي نه رهي - پهر اس پر طره يه که يه برباد شده ذخيره بهي پورا واپس نهيں ملا - جو کاغذات کلکته سے ليے گئے ' بيان کيا جاتا هے که کچهه دنوں تک پوليس کمشنر کے دفتر ميں رهے تهے - اتفاقاً وهاں کے ايک گوشه ميں آگ لگ گئي - اور دفتر کے سامان کے ساتهه بعض اوراق بهي جل گئے - پوليس کے دفتر ميں آگ بهي لگي تهي تو اُسي وقت ' جب يه دفتر پريشاني وهاں جمع تها !

گري تهي جسپه کل بجلي وه ميرا آشياں کيوں هو ؟

الہلال کا تيسرا دور

باز نوائے بلبلان عشق تو ياد مي دهد !
هر که بعشق نيست خوش عمر به باد مي دهد !

* * *

(مقاصد و مطالب)

جب کسي چيز کے اوصاف اسکي خصوصيات کا درجه حاصل کر ليتے هيں تو پهر ذات اور صفات کي تفريق اٹهه جاتي هے - ذات کا تصور هي اوصاف کے تصور کيلئے کافي هوتا هے - الہلال کے ظاهري و باطني اوصاف جانے بهي تهے اور جيسے کچهه بهي تهے، خصوصيات کا درجه رکهتے تهے، اور اب بهي که گياره برس کي کافي مدت گزر چکي هے، بدستور خصوصيات هيں - پس جہاں تک مقاصد و مطالب کا تعلق هے، کسي تشريح و تفصيل کي ضرورت نهيں - صرف اسقدر کهدينا کافي هے که الہلال تيسري مرتبه اسلئے نکل رها هے تاکه تيسري مرتبه الہلال نکلے - الہلال کے مقاصد و مطالب کي تشريح ميں اگر صفحے کے صفحے لکهڈالے جائيں، جب بهي اتني وضاحت نه هوسکے گي، جتني اس ايک جمله ميں موجود هے :

تو خود حديث مفصل بخوان ازين مجمل

ليکن ممکن هے بعض طبيعتوں کيلئے که معاني و حقيقت سے کہيں زياده صورت و لفظ سے آشنائي رکهتے هيں، يه کافي نه هو اور انکا انتظار باقي رهے، اسلئے بہتر هوگا که چند الفاظ اس بارے ميں بهي حوالۂ قلم کردیے جائيں -

(مقاصد خاص و مقاصد عام)

الہلال جب سنه ۱۹۱۲ - ميں نکلا تها تو اس کے پيش نظر کچهه مقاصد تو خاص قسم کے تهے اور کچهه عام قسم کے

عام مقاصد کا تعلق عام علم و ادب اور سياست و صحافت کے عام مباحث سے تها، اور مقصود يه تها که اردو زبان ميں هر اعتبار سے ايک ايسا بلند پايه رساله وجود ميں آجائے جو زمانه کي رفتار ترقي کا ساتهه دے سکے، اور فکر و نگارش کے هر ميدان ميں ايک نئي قسم کي بلندي پيدا کردے -

خاص مقاصد کا تعلق اس کي "دعوت" سے تها - وه دعوت جو مذهب ميں مجتهدانه نظر و فکر کا ايک نيا دروازه کهولني تهي، اور سياست ميں آزادي فکر و عمل اور علو نظر و رائے کي طرف مسلمانوں کو ليجانا چاهتي تهي - اس کي دعوت کا معامله اس درجه وسيع اور گہرا هے که يا تو صرف مجمل اشاره کيا جا سکتا هے، يا پوري تفصيل کي جاسکتي هے - ادهوري تفصيل يا تفصيل نما اجمال سود مند نهوگا - اس لئے صرف اشاره پر اکتفا کرتا هوں -

بہر حال اس کے مقاصد کا ايک حصه "دعوت" تها اور يه خاص تها - ايک حصه علم و ادب اور صحافت و کتابت کے اعلى نمونوں پر مشتمل تها اور يه عام تها - اس کي "دعوت" نے اگر قوم کي سياسي و ديني ذهنيت (مينٹيلٹي) ميں انقلاب پيدا کرنا چاها تها، تو تحرير و کتابت نے اردو صحافيات کي رفتار بدل ديني چاهي تهي - ان دونوں قسموں کے مقاصد ميں اسے کہاں تک کاميابي حاصل هوئي؟ اس کے جواب کا معامله اب تاريخ کے سپرد هوچکا هے - بہتر هے که اس ميں مداخلت نه کي جائے -

دنيا اور دنيا کے ساتهه هندوستان گياره باره برس آگے بڑهچکا هے سنه ۱۲ اور ۲۷ کے درميان تغير و ترقي کي ايک بڑي مسافت هے - تاهم جہاں تک الہلال کے عام و خاص مقاصد کا تعلق هے، صورت حا ميں کوئي تبديلي نهيں هوئي - اسلئے اب بهي دونوں ميدان عمل ويسے هي منتظر و باز هيں، جيسے سنه ۱۲ اور ۱۶ ميں تهے - اب بهي اسکي "دعوت" کيلئے وقت کي احتياج راه تک رهي هے - اور اسطرح تحرير و کتابت اور آرائش اوراق و صحائف کي جگه بزم سخن ميں خالي هے - البته حالات کي تبديلي نے سفر ميں نهيں ليکن منزل کے محل ميں ضرور تبديلي کردي هے - پہلے اگر اسکا سفر ابتدا نقطه سے شروع هوا تها تو آب بعد کي منزلوں سے شروع هونا چاهيے - پہلے دعوت کي ضرورت اسلئے تهي که راه کهلے اور سفر شروع هو - اب که دروازه کهل چکا هے اور قدم بهي رسم و راه سفر سے نا آشنا نه رهے، اسکي صدائيں اسلئے مضطرب هيں که راه کي مشکليں حل کي جائيں، اور سعي و طلب کے جو قدم اٹهه چکے هيں وه بے راهه روي سے محفوظ رهيں :

مرا چو خضر عقل گير بايد از چپ و راست
که گم رهي نه کنم ور نه عزم راه خطاست !

اس سلسله ميں اگرچه بہت سي چيزيں اهم هيں اور انہيں جلد از جلد بيان ميں آنا چاهئے، ليکن خصوصيت کے ساتهه تين موضوع وقت کي ضروريات کے اصلي موضوع هيں، اور اسليے الہلال کے صفحات پر انکا خصوصيت کے ساتهه انتظار کرنا چاهئے :

(۱) ملک کي موجوده سياسي زندگي کے عملي مسائل.

(۲) مسلمانوں کي اجتماعي زندگي کا موجوده ذهني اور عملي انتشار جو پچهلي حرکت کے رد عمل (ري ايکشن) کي صورت ميں نماياں هوا، اور اسکے عملي مسائل و مباحث.

(۳) مسلمانان هند کي قومي و اجتماعي ذهنيت کي تشکيل اور اسکے اهم مباحث.

(الہلال کے ديني اور علمي مباحث)

انکے علاوه ايک اور قسم بهي اهم هے - الہلال نے اپنے ديني و علمي مباحث ميں نظر و تحقيق کا ايک خاص دروازه کهولا تها، ليکن وه محض ابتدا تهي - ضرورت تهي که ان بنيادوں پر عمارتيں اٹهائي جاتيں - باره سال گزر گئے - لوگ انتظار کرتے کرتے تهک گئے - انتظار و طلب نے مايوسي کي شکل اختيار کرلي - ليکن مجهے مهلت نه ملي که اس کام کي تکميل و اشاعت کي طرف متوجه هوتا - جو اصحاب علم و ذوق ان چيزوں کے طالب گار تهے، ان پر ميري عملي مشغوليتيں شاق گزرتي تهيں - وه چاهتے تهے، همه تن انهي کاموں کيلئے وقف هو جاؤں - ميں اپني سياسي مشغوليت ترک کر دينے پر قادر نه تها - اب بهي قادر نهيں هوں - ليکن ساتهه هي يقين رکهتا هوں که نه صرف علمي و ديني تحقيقات کے لحاظ سے بلکه خود قوم کي عملي زندگي کي صحيح نشوونما کيلئے ان کاموں کي تکميل سب سے زياده ضروري هے -

موجوده ترکي شاعري کا ایک نمونه

شاعـر اور بلبل

موجوده عهد کے ترک اهل قلم نے جدید ترکي علم ادب کو دو قسموں میں منقسم کردیا هے - پهلي قسم "قبل از دستور" کي هے - دوسري "بعد از دستور" کي - "دستور" سے مقصود سنه ۱۹۰۸ کا انقلاب هے جب عثماني پارلیمنٹ قائم هوئي تهي -

عهد "بعد از دستور" کے شعرا میں ضیاء الدین خسرو زاده خصوصیت کے ساتهه قابل ذکر هیں - عالمگیر جنگ سے پهلے انکے کلام کا ایک مجموعه "نغمۂ فلک" کے نام سے شائع هوا تها اور اس درجه مقبول هوا تها که فرانسیسي اور طلیاني زبانوں میں بهي اسکا ترجمه هوگیا - اب انکے کلام کا ایک نیا مجموعه "نغمۂ ارض" شائع هوا هے - "نغمۂ فلک" میں اجرام سماوي کي بزم طرب آراسته کي گئي تهي - لیکن نغمۂ ارض زمین کے مناظر حسن اور سامان جمال کي طرف دعوت نظر اور صلاے ذوق هے !

اِس مجموعه میں پهلي نظم "شاعر اور بلبل" کے عنوان سے هے اور چار حصوں میں ختم هوئي هے - هم اُسکے ایک حصه کا ترجمه آج شائع کرتے هیں - اُردو کے شائقین ادب اِس سے اندازه کرسکینگے که موجوده ترکي شاعري کے ذوق و تخیل کا کیا حال هے ؟

⁂

"شاعـر اور بلبل"

شعراء نے بلبل دیکهي اور اُس سے سوال کیا :

"گانا ختم کرنے کے بعد تیري جگهه کهاں هوئي ؟"

بلبل نے جواب میں اپنے شیریں راگ شروع کردیے - سب کے دل گرما گئے - سب کے سر جهک گئے - ایک لمحه کامل خاموشي میں گزر گیا !

آخر ایک شاعر نے سر اُٹهایا :

"کیسي عجیب چڑیا هے ! دنیا کي تمام زبانیں سمجهتي هے - اسي لیے روئے زمین کے سب ملکوں کي سیاحت کرچکي هے !"

دوسرے نے کها :

"بے شک یه تمام زبانیں سمجهتي هے - لیکن خود ایک ایسي زبان بولتي هے جسے گو سمجهتے سب هیں مگر بول کوئي نهیں سکتا —"

سب گردنیں جهکاکر بحر خیال میں ڈوب گئے - پهر کسي نے ایک لفظ بهي نه کها !

⁂

شاعر جمع تهے - رات کا وقت تها - تاریکي پهیلي هوئي تهي - چمن زار سے بلبل نکلي - قریب کے درخت پر آبیٹهي - دلکش نغمے بلند هوئے - هر شاعر کا سر بے اختیار اُٹهه گیا -

مجمع پر [illegible] خاموشي چهائي تهي !

راگ دلفریب اور فضا غمناک تهي !

ایک شاعر کي آنکهیں اشکبار هوگئیں :

"جا ، جا — او خوش گلو گویے جا — دوست عزیز — آه تو نے میرے وطن کے شفاف آسمان کے نیچے پرورش پائي هے — میرے دل کے دروازے تیرے لئے کهل گئے — میں تجهسے محبت کرتا هوں — وطن عزیز اور میرے دوستوں کا حال سنا — مجهے وه دل کشا باغ و چمن یاد هیں — وه بلوریں نهر — وه چهوٹي سي پهاڑ کي چوٹي — زرافشاں کرنوں میں چمکتي هوئي — وه آباد شهر مجهے سب کچهه ابتک یاد هے — تیري شیریں آواز نے فراموشي کے بادل میرے دماغ سے هٹا دیے — یاد داشت رفته واپس آگئي — تذکار محزون نے پهر زخم دل کو نشتر چهو دیا - آه ! مجهے ایسا محسوس هوتا هے که میرے کان پاني بهنے کا شور سن رهے هیں — پهاڑوں اور جنگلوں سے پاني لهراتا هوا باغوں میں چلا آ رها هے - هرے بهرے باغ — سرد و شیریں پاني — افسوس ! میں پردیس کي مصیبتیں کیوں جهیل رها هوں ؟ رنج و کلفت میں کیوں اسیر هوں — ؟"

بلبل نے راگ میں جواب دیا :

"آسمان پر سورج چاند کي جوڑي همیشه بني رهے ! ستاروں کي بزم عشرت کبهي برهم نه هو ! هم هر وقت اُنسے لطف اٹهاتے هیں — چشموں کے منه هر انسان کیلئے کهلے هیں — امیدوں کا طائر میمون هر دل پر بازو کهولے اُڑ رها هے - محبت کي دیوي سب سے هم آغوش هونے کو طیار هے — مسرت کي مقدار لا متناهي هے — عیش حیات کي صراحي کبهي خالي نهیں هوئي — کامراني کا جام همیشه سے گردش میں هے — جتنا جي چاهے پي لو — آخر کار هم ایک هي مکان کے صحن میں جمع هونگے — وهاں ، اُس آخري وطن میں ، اپنے محبوب عزیز کو گلے لگائینگے —"

روتے هوئے شاعر نے ٹهنڈي سانس بهري اور چپ هوگیا ۔

⁂

دوسرے شاعر کي اکهڑي آواز بلند هوئي :

"میرے وطن کي سرحدیں کس طرح طے کیں ؟ — خوبصورت چڑیا ! هم وطنوں نے تجهے کیوں جانے دیا ؟ — کسي نے بهي تجهے نهیں روکا ؟ — کیا تو پهر وهاں جائیگي ؟ — اگر جائیو تو مجهے بهي ساتهه لیتي جائیو — پهولوں سے لدے پهندے باغ اپنے ساتهه لے چل ! آه وه باغ جنکي مخملي زمین پر میري مسین بهیگي تهیں — میں یهاں غمزده هوں — زندگي اور کامراني کا بوسه حاصل کرنے سے پهلے هي قبر کي آغوش میں چلا جاؤنگا - آه ، زندگي اور کامراني کا بوسه — نئے چمکتے هوئے آفتاب کا بوسه — ماه دو هفته کي سرد اور پر عیش کرنوں سے هم آغوشي — لیکن میري قبر پر ایک ناتمام آنسو بهي نهیں بهایا جائیگا —"

بلبل نے جواب دیا :

"آفتاب و ماهتاب کي جوڑي سلامت رهے — زندگي میں سب اُنسے مسرت لوٹتے هیں — هم سب کے سروں پر آسمان کي نیلي شبنمي تني هے — هر دل میں آرزوئیں هیں - [illegible] روح

ان مسودات میں حسب ذیل کتابیں ایک حد تک مرتب تھیں :

تاریخ معتزلہ - سیرۃ شاہ ولي اللہ - دیوان غالب اردو پر تبصرہ - خصائص مسلم - امثال القرآن - شرف جہاں قزویني پر تبصرہ - مقدمہ تفسیر کے تمام اجزاء - ترجمان القرآن کا مسودہ سورۂ ھود تک - تفسیر البیان سورۂ نساء کے ابتدائي حصہ تک - مضامین اور یاد داشتوں کا ذخیرہ اسکے علاوہ ہے - قیام رانچي کے ابتدائي زمانے میں دو رسالے نئے لکھنا شروع کیے تھے - ایک وحدۃ قوانین کائنات پر - دوسرا قانون انتخاب طبیعي اور معنویۂ کائنات پر - انکے اوراق بھي اسي ذخیرہ میں شامل ھوگئے -

اسکے بعد رانچي کي زندگي میں وہاں کي مقامي خدمات سے جسقدر وقت بچا' تصنیف و تالیف میں صرف ہوا - مقدمہ' ترجمہ اور تفسیر کے بارے میں بہت سي تبدیلیاں فکر و خیال میں ھوگئي تھیں - تقریباً از سر نو کام شروع ہوا تھا - جنوري سنہ ۲۰ - میں اپنا تمام نیا ذخیرہ لیکر رانچي سے نکلا - اس مرتبہ ارادہ کرلیا تھا کہ کم از کم ترجمان القرآن کسي نہ کسي طرح شائع کر دینا چاہئے - اسي خیال سے متن قرآن کي کاپیاں ایک دوست عزیز کے اپنے اہتمام و صرف سے لاہور میں لکھوالیں' اور ترجمہ کي کتابت کا کام بھي ستمبر ۱۹۲۱ - میں شروع ھوگیا -

اگر پانچ چھہ ماہ تک بھي یہ حالت باقي رہتي' تو باوجود ہر طرح کي سیاسي مشغولیتوں کي سرگرانیوں کے' عجب نہیں کہ کسي نہ کسي طرح یہ ایک چیز مکمل ہوجاتي - لیکن اسے کیا کیجیے کہ اگر ایک طرف ان خرمن سازیوں اور سرمایہ اندوزیوں کي کوششیں جاري تھیں - تو دوسري طرف نگاہ برق کي دعوت میں بھي کوتاہي نہیں ہوتي تھي - ۱۰ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو میں گرفتار ہوا' اور پھر خانہ تلاشیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا - مختلف اغراض سے (جنکي تشریح کا یہ موقعہ نہیں) پے در پے تلاشیاں کي گئیں -

نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف بے شمار مسودات و اوراق' بلکہ کتابت کي ہوئي کاپیوں کا بھي تمام ذخیرہ پریشان و منتشر ہوکر پولیس کے قبضہ میں چلا گیا - ۶ - جنوري سنہ ۲۳ - کو جب رہا ہوکر واپس آیا' تو سنہ ۱۹۱۶ - سے لیکر سنہ ۲۰ - تک کي تمام محنت تقریباً رائگاں ہوچکي تھي !

و متی یساعدنا الوصال و دھرنا * یومان' یوم نوی ؛ و یوم صدود

عرصہ کي رد و کد کے بعد اوراق واپس ملے' لیکن تمام تر ناقص' منتشر' اور برباد شدہ تھے - اب بغیر نئي محنت کے ان کا کوئي حصہ بھي کام نہیں دے سکتا تھا - یہ بربادي پہلي بربادي سے بھي زیادہ ہمت شکن تھي' لیکن چونکہ خود اختیاري حالت کا نتیجہ تھي اس لئے جس طرح پہلي مرتبہ صبر و خاموشي کے ساتھہ برداشت کرلي گئي تھي' اس مرتبہ بھي برداشت کرلیني پڑي - حتی کہ آج سے پہلے شاید اسکا تذکرہ بھي قلم و زبان سے آشنا نہیں ہوا -

جن لوگوں کو تصنیف و تالیف کے معاملات کي خبر ہے' وہ جانتے ہیں کہ ایک مفکر اور اہل قلم کے لئے یہ بات کتني مشکل اور اذیت دہ ہوتي ہے کہ اپني لکھي ہوئي چیز برباد دیکھے اور دوبارہ قلم اٹھانے پر مجبور ہو - مشہور ہے کہ جب کارلائل کي تاریخ انقلاب فرانس کا مسودہ جل گیا' تو عرصہ تک اس کا یہ حال تھا کہ قلم پکڑتا اور بغیر ایک حرف لکھے چھوڑ دیتا - کارلائل کا حادثہ اتفاقي تھا - اس کیلیے ایسے شکایت زیب دیتي تھي اور اس کي بے شکیبي بھي قابل ملامت نہیں - لیکن میرے [illegible] حوادث پیش آئے' اتفاقي نہ تھے - اختیاري تھے - اس لیے دل کے لیے کتنے ہي درد انگیز اور ہمت شکن ہوں' لیکن دماغ کے لیے ان میں کوئي وجہ شکایت نہیں ہوسکتي تھي - مجھے دونوں مرتبہ تسلیم کرلینا پڑا کہ یا تو اس طرح کي زندگي اختیار نہیں کرني تھي - یا کي ہے تو پھر اس کے تمام لازمي نتائج گوارا کرلینے چاہئیں - سرمد کا فیصلہ صرف ایک کشتۂ عشق ہي کا نہیں بلکہ انسان کي تمام مصیبتوں کیلئے عام و ابدي فیصلہ ہے :

یا تن بہ رضاء دوست مي باید داد * یا قطع نظر ز یار مي باید کرد !

قصد کے خلاف اس حصہ بیان میں بہت طول ہوگیا - مختصر یہ ہے کہ جہانتک میري مذہبي اور علمي تدوینات کا تعلق ہے' حالات کي رفتار کچھہ عجیب طرح کي رہي ہے عرصہ کے انتظار و التواء اور بار بار کي تعمیر و تخریب سے طبیعت کچھہ اس طرح اکتا گئي ہے کہ اب نہ تو ترتیب و ضبط کي طرف مائل ہے' نہ آرائش گفتار اور زینت بیان کا شوق ہے - صرف یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح بھي بنے' اور جس شکل و حالت میں بھي ممکن ہو' وہ تمام مطالب و تحقیقات ایک مرتبہ شائع ہو جائیں' جو اس تمام مدت کي دماغي کاوش و جستجو کا نتیجہ ہیں -

چنانچہ اب کہ الہلال تیسري مرتبہ شائع کرنا پڑا ہے' اسکے صفحات کا ایک خاص حصہ اس مقصد کیلئے بھي وقف رہیگا -

البتہ یہ یاد رہے کہ نہ تو ہر طبیعت ان مباحث کي شائق ہے اور نہ ہر مخاطب انکے بار فہم کا متحمل :

بزم میں اہل سخن بھي ہیں تماشائي بھي !

رسالہ کي حسن ترتیب بھي اسکي متحمل نہیں کہ کوئي ایک ہي قسم کي چیز زیادہ جگہ روک لے - اسلئے ناگزیر ہے کہ حسب گنجائش جستہ جستہ جگہ نکالي جائے' اور ترتیب اشاعت ایسي اختیار کي جائے کہ صحبت کا ذائقہ بدلتا رہے - ایک ہي سلسلۂ بیان سے طبیعتیں اکتا نہ جائیں -

(عام مقاصد)

لیکن اگر ان خاص مقاصد سے قطع نظر کر لي جائے' جب بھي عام مقاصد کي ضرورت و اہمیت کا یہ حال ہے کہ اگر الہلال کے درجہ کے دس رسالے بھي ملک میں شائع ہوں جب بھي ضرورت پوري نہوگي -

چند حقیقتیں صاف اور تسلیم شدہ ہیں - یقیناً ان میں دو رایوں کي گنجایش نہیں : موجودہ زمانہ "پریس" اور مطبوعات کا زمانہ ہے - نہ صرف علم و ادب کي ترقي کیلئے بلکہ قومي و اجتماعي زندگي کي نشو و نما کیلئے بھي انکا وجود ناگزیر ہے - علم و ادب کي صحیح ترقي بجاے خود قوم کے اجتماعي ذہن و فکر کي ترقي ہے - جیسي جیسي اسکي سطح بلند ہوگي' اتني ہي قومي زندگي کي سطح بھي بلند ہوتي جائیگي - جہانتک "پریس" اور صحافۃ (جرنلزم) کا تعلق ہے' دنیا اسقدر آگے نکل چکي ہے کہ اب دس برس پیشتر کي صحافۃ صدیوں کي پراني چیز معلوم ہوتي ہے - قومي زندگي کي تعمیر کیلئے ایک بنیاد کي اینٹ زبان ہے' زبان کي ترقي کے لئے پہلي چیز اسکي ادبیات (لٹریچر) ہیں' ادبیات کي نشو و نما بغیر اعلی درجہ کے رسائل و مطبوعات کے ممکن نہیں -

یہ' اور اس طرح کي وہ تمام باتیں جو معروف و معلوم ہیں' اگر صحیح ہیں' تو کیا اسکي ضرورت لوگ محسوس نہیں کرتے کہ تمام بر اعظم ہند میں کم از کم ایک رسالہ اردو کا ایسا موجود ہو جو اپني ظاہري اور باطني خصوصیات میں دنیا کي ترقي یافتہ صحافۃ کا نمونہ پیش کرسکے ؟

دنیا نے انیسویں صدي کے اوائل میں طباعت و صحافۃ کا کام جس نقطہ پر چھوڑا تھا' اردو زبان کي صحافۃ سنہ ۱۹۲۷ - میں اس پر قناعت کیے ہوئے ہے - آخر یہ حالت کب تک باقي رہیگي ؟

مطبوعات جدیده

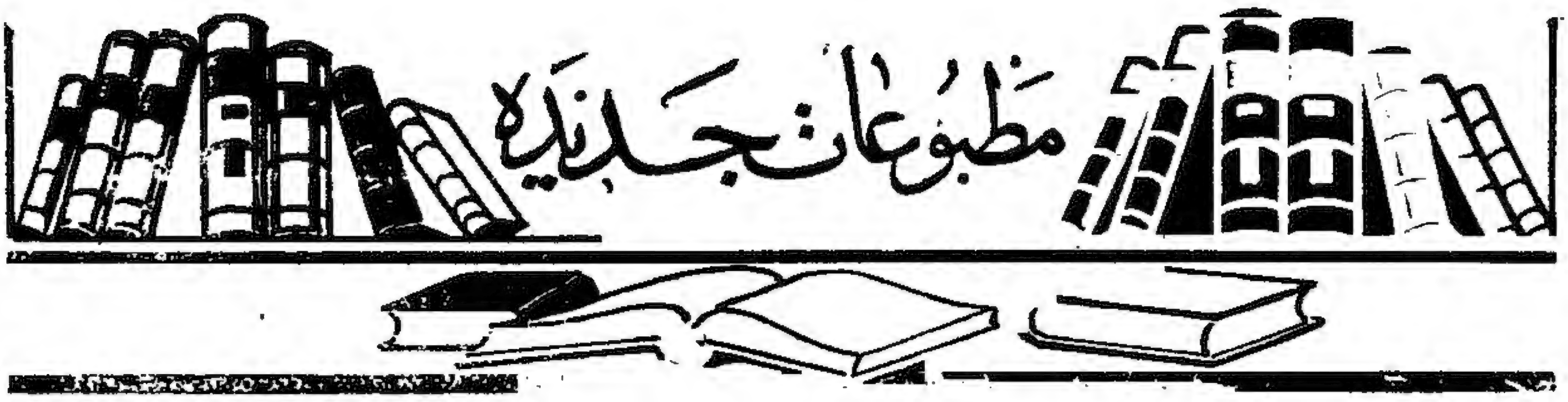

کیا یورپ میں عربي نسل موجود ھے ؟

مندرجۂ صدر سوال کے جواب میں ڈاکٹر احمد شاهین ایک مصري اهل قلم نے ایک دلچسپ کتاب شائع کي ھے جو مصر کي تازه ڈاک میں آئي ھے - اِس میں مختلف تاریخي اور جغرافیائي مصادر سے ثابت کیا ھے که اسوقت تک براعظم یورپ کے مختلف مقامات میں عربي نسل کي آبادیاں موجود ھیں - غالباً اس موضوع پر یه پهلي کتاب ھے جو تاریخي تحقیقات کا ایک نیا میدان اهل نظر کیلئے مهیا کرتي ھے - مصنف نے فرانس کي عربي النسل آبادي کے بارے میں جو کچهه لکها ھے' هم اس کا خلاصه یهاں ترجمه کر کے درج کرتے ھیں :

" ساتویں صدي کے اوائل میں عربوں نے فرانس پر حکمراني کي تهي - ناسون کے علاقه پر اُنکا پورا قبضه تها اور یگور' رویگ' جیود' ژان ڈگلے' لورا' اور وادي رون تک اُنکي فوجیں بڑهتي رهتي تهیں - اُنکا سب سے بڑا حریف ڈیوک ڈائٹن تها' اور برابر مقابلے کر رها تها - لیکن جب اُسکا ایک نیا دشمن پرنس چارلس مارٹل پیدا هو گیا' تو اُس نے عربوں سے صلح کرلي اور اپني لڑکي عرب سپه سالار عثمان بن علي سے بیاه دي - اسکے بعد سنه ۲۵۵ ھ میں خود عربوں میں پهوٹ پڑ گئي - سپه سالار عثمان نے خلیفۂ اندلس سے الگ هو کر خود مختاري کا اعلان کر دیا - خلیفه نے اُسکي سرکوبي کیلیے ایک فوج گراں بهیجي - اهل یورپ نے یه حالت دیکهي تو باهم متفق هوکر عربوں کے مقابله پر آ گئے اور " بواتیه " کا تاریخي معرکه واقع هوا - عربوں کو شکست هوئي' اور وه فرانس میں هر طرف بهاگ نکلے - فرانس کے عام باشندوں نے انکے ساتهه بد سلوکي نهیں کي' بلکه مفرورین کا گرم جوشي سے خیر مقدم کیا - اُنکي شرافت' نیکي' اور اخلاق کي شهرت وه مدت سے سنتے آئے تهے .

فرانسیسیوں کا یه حسن ظن آج تک باقي ھے - دیهاتوں میں ابتک عربوں کي شجاعت اور فیاضي کي داستانیں پهیلي هوئي ھیں جب کاموں سے فارغ هوکر فرانسیسي کسان رات کے وقت بیٹهتے ھیں تو یه پراني کهانیاں ایک دوسرے کو سنایا کرتے ھیں .

مقام مونٹر کسونل کے قریب ایک گاؤں " کرنلیه " نام موجود ھے - یهاں کے باشندے عام فرانسیسیوں سے بالکل علحده زندگي بسر کرتے ھیں - اُنسے رشته داریاں بهي منظور نهیں کرتے - اِنکي زبان بهي خاص ھے دوسرے لوگ اُسے نهیں سمجهتے - کیونکه اُس میں عربي الفاظ بکثرت موجود ھیں - یه لوگ شادي کي تقریب میں فرانسیسیوں کي طرح ناچ کے جلسے بهي نهیں کرتے - اپني عورتوں کو باهر نکلنے سے بهي روکتے ھیں - اُنکي اکثر عورتیں ابتک برقعه پهنتي ھیں .

فرانس کے علاقوں میں بکثرت ایسے دیهاتي موجود ھیں جو اپنے رنگ' ذهانت' اور محنت و مشقت میں عام فرانسیسیوں سے بالکل مختلف ھیں - یه لوگ بهي دراصل عربي نسل سے ھیں - ملک کي آب و هوا نے اُنپر زیاده اثر نهیں ڈالا - صرف زبان بدل گئي ھے - تاهم " الله " کا تلفظ اسوقت تک صاف کرتے ھیں - اِس لفظ کا استعمال اُنکي زبان میں عام ھے - اور بهي بهت سے عربي لفظ اُنکي بول چال میں موجود ھیں .

یهي باعث ھے که مشهور فرانسیسي مورخ مسیو حمبر نے لکها ھے :

" جب کسي کسان کو دبلا' سانولا' تیز نظر' اور جري باؤ' تو سمجهه لو که وه قدیم عربوں کي نسل سے ھے "

ایک دوسرا مورخ تصریح کرتا ھے :

" میں نے بهت سے فرانسیسي کسان ایسے دیکهے ھیں جنکے نام ابتک عربي ھیں - مثلاً فتح الله' عبد الله' باب الله وغیره - اُن کي زبان بهي عربي ھے اگرچه بگڑ گئي ھے - میرے سوال پر اُنهوں نے بتایا که اُن کا نسب محفوظ ھے اور یه که وه عربي النسل ھیں "

قرسب اور ڈوریان بوگے کے علاقوں کے باشندے ابتک عربوں کو یاد کرتے اور اُن کي بڑي تعریفیں کرتے ھیں - وه تمام قدیم آثار اور شکسته قلعوں کو عربي بتاتے ھیں - مغربي اور متوسط فرانس میں ابتک بهت سي عربي یادگاریں مثلاً پهاٹک اور تڈویں وغیره موجود ھیں - اُن کے نام بهي عربي ھیں - اگرچه اُنهیں فرانسیسي لب و لهجه نے مسخ کر ڈالا ھے .

تاریخ عربي فتوحات کي برکتوں کے ذکر سے لبریز ھے - اُنهوں نے صرف یهي نهیں کیا که اُن تاریک زمانوں میں علم کا نور فرانس میں پهیلایا بلکه هر طرح کي تمدني اصلاحات بهي جاري کیں - چنانچه آب پاشي کے ذرائع اُنهي نے مهیا کیے اور باشندوں کو اُنسے فائده اُٹهانے کے طریقے سکهائے - مختلف قسم کے غلے لے گئے اور اُنکي کاشت رائج کي - الپس کے پهاڑوں پر عمده گهاس مویشیوں کیلئے اُنهي کي پیدا کي هوئي ھے - اوبوسوں کے علاقے میں دري اور قالین بننے کے کارخانے قائم کیے - کورتین نامي گاؤں میں ابتک اِن کارخانوں کے عرب مزدوروں کي نسل موجود ھے - عربوں کے جانے سے پہلے فرانسیسي کشتي اور جهاز بنانا نهیں جانتے تهے - عربوں هي سے اُنهوں نے یه فن سیکها - موسیو فرومنتین اور تعلوجید زنده مورخین نے اپني کتابوں میں ثابت کیا ھے که اهل فرانس نے فن تعمیر بهي عربوں هي سے سیکها تها - اِسکا زنده ثبوت ابتک موجود ھے - فرانس کا موجوده فن تعمیر صاف بتا رها ھے که عربي ذوق اُس میں کار فرما ھے "

ميں اميدوں کا بسيرا هے — سب کا مسرت ميں حصه هے — نه تو سورج کي کرنوں نے کبهي بخل کيا - نه چاند کي بخشش جمال ميں کبهي کوتاهي هوئي — آخر کار هم سب ايک هي چار ديواري ميں جمع هونگے — وهاں اپنے محبوب عزيز کے بوسه هاے عشق سے لذت دوام حاصل کرينگے ! "

* * *

عين اُس وقت کالي گهٹائيں هٹ گئيں - ستاروں کے جهرمٹ ميں بدر منير جهومتا هوا بر آمد هوا -

تمام تاريکياں معدوم هوگئي تهيں - آسمان کي مجلس شب افروز آراسته تهي - نور کے فرشتے صف بسته کهڑے تهے !

ايک شاعر نے دبي زبان سے کها :

" بلبل اپني نغمه سرائي ميں صادق اور اپنے زيرٌ و بم ميں معصوم هے — يه ديکهو ماهتاب سامنے هے — اُسکي روپهلي چاندني هميں دعوت نشاط دے رهي هے ! آخر کار دوستوں سے ملاقات يقيني هے — پهر هم کيوں رنج کريں ؟ کيا سورج کي چمک ' چاند کي مسکراهٹ ' ستاروںکي شب افروزي ' پهولوں کا قهقهه ' شاخوں کا رقص ' باد صبا کي اٹکهيلياں ' درياؤں کي خوش خرامي ' اور پهر فطرة کے اس تمام جلوه زار عيش و جمال کے سامنے اس مطرب کائنات کي نغمه سنجي ' همارے سرور روح کيليے کافي نهيں ؟ "

سب کے چهروں پر اطمينان کا سکون پهيل گيا - لبوں پر تبسم دوڑنے لگا - گويا اِس طائر ميمون نے فکروں کا پهاڑ سر سے گرا ديا -

اب هجر و فراق کا تلخ جام سب کے سامنے سے هٹ گيا تها - عيش دوام کي صراحي سب کے منه سے لگي تهي !

* * *

آتش دان کے سامنے ايک بوڑها چپ بيٹها تها - افسرده نگاهيں آگ پر تهيں - ٹهنڈي سانس ليکر بولا :

" آه ! ميں اِس ايندهن کي طرح هوں — قريب هے که سب لکڑي جل جائيگي — بالکل جل جائيگي — اِسي طرح ميں بهي عنقريب جل جاؤنگا — سر تا سر جل جاؤنگا — "

ليکن فوراً بلبل کي آواز کان ميں آئي - مايوس بوڑها جهنجهلا کر بولا :

" چپ اَو زبان دراز چڑيا چپ — جواني کے دن ياد نه دلا — وه دن جب جسم ميں قوت اور چستي تهي — جب نه آنکهيں ديکهنے سے تهکتي تهيں ' نه کان سننے سے — خوشي کے دنوں کي ياد تازه نه کر — ميں اب زنده اور پر اميد انسان کي جگه هڈيوں کا ايک ڈهير هوں — مجهے پچهلا زمانه بهول جانے دے — "

بلبل نے جواب ديا :

" ماضي بعينه مستقبل هے — اگر مستقبل تاريک هے تو ماضي کي ياد اُسے روشن کرديگي — ماضي کي روح پرور نسيم ' حاضر کي گرمي هلکا کرديگي — آفتاب زندگي هر وقت درخشاں هے — خود هم اُسے اپنے فکروں کے بادلوں سے چهپا ديتے هيں — "

ماضي ' حاضر ' مستقبل ' تينوں بوڑهے کے دماغ ميں آگئے اور مل جل گئے - دل ميں گدگدي پيدا هوئي - آرزوں کے معطر پهول شگفته هوگئے - وه پهول جو چاليس برس کي عمر ميں کليوں کي پنکهڑياں توڑ کر مسکرائے تهے !

بوڑهے نے آهسته سے کها :

" بلبل نے سچ کها — بے شک زندگي کا آفتاب هر وقت روشن هے — شباب اور پيري ايک هي هے — عاقل پيري کو بهي جواني بنا سکتا هے — بشرطيکه جواني کا پرجوش پاني بڑهاپے کے ساکن پاني ميں ملا دے — مسرت کے دنوں کي ياد سے بڑهکر بهي کيا اس دنيا ميں کوئي مسرت هوسکتي هے ؟ "

پهر وه چارپائي پر ليٹ گيا اور بلبل کے نغموں ميں بے خبر سو گيا !

ماں

(مادري محبت و شعور پر چند خيالات)

" دنيا کا سب سے زياده دلکش اور موثر منظر کيا هے ؟ ماں کے وجود کا منظر هے جب وه اپنے بچه کو محبت بهري نظروں سے ديکهتي هے ! اِس سے زياده دلفريب نظاره کوئي نهيں هوسکتا که هر قسم کے افکار و خيالات سے خالي الذهن ' ساده دل بچه کودتا اچهلتا پهرتا هے ' اور اُسکي ماں مادرانه محبت و هوشياري سے اُسکي معصومانه حرکتوں کي نگراني کر رهي هے !- " (نامق دمال)

* * *

" اُس احساس سے زياده خوشگوار احساس شايد کوئي نهيں جو ماں کے دل ميں اپنے بچه کو کهلانے کے وقت پيدا هوتا هے - اس احساس سے زياده الم ناک احساس کوئي نهيں جو ماں اپنے بچه کو تکليف ميں ديکهکر محسوس کرتي هے - اِس باب ميں عورت ' مرد سے کهيں زياده زندگي اور زندگي کي حقيقت کا شعور رکهتي هے "

" انسان ' باپ سے زياده ماں سے متاثر هوتا هے - سب سے پهلي صورت جو همارے ذهن ميں قائم هوتي هے وه هماري ماں هي کي صورت هوتي هے - هم زندگي بهر اُس صورت سے متاثر رهتے هيں - جب هم حسن کا احساس کرتے هيں تو همارے سامنے اپني ماں کا وه چهره آجاتا هے جو هميں هنسايا کرتا تها - کبهي هم اُسي کے خط و خال کو نادانسته حسن کا معيار قرار ديتے هيں - هم اپني ماں کے کس قدر مزاج دان هوتے هيں ؟ صرف اُس کي آنکهيں ديکهکر هم سمجهه جاتے هيں که وه خوش هے يا ناخوش ' حالانکه هم بالکل بچه هوتے هيں اور همارا ساده ذهن دنيا کي کوئي بات بهي سمجهنے کي صلاحيت نهيں رکهتا " (بوفي)

* * *

" دنيا کي کوئي زبان بهي مادري محبت کي قوت ' خوبصورتي اور بهادري کو الفاظ ميں بيان نهيں کرسکتي - مرد جهجک کر ره جاتا هے - اُس کي قوت جواب دے جاتي هے ' مگر ماں اپنے بيٹے کي محبت ميں کبهي کمزور اور سست نهيں پڑتي - ماں هميشه امانت و اخلاص کا ستاره بنکر زندگي کے اِس صحرا ميں اپنے بچے کي رهنمائي کرتي رهتي هے " (شاپن)

* * *

" باپ بے اعتنائي کرسکتا هے - بهائي دشمن بن سکتا هے - زن و شو ميں عداوت پيدا هوسکتي هے - ليکن ماں کي محبت ميں کبهي فتور نهيں پڑ سکتا - وه زندگي بهر يکساں حالت ميں تر و تازه رهتي هے - لڑکا کتنے هي قصور کرے ' ماں کي محبت برقرار رهتي هے - وه هميشه آس لگائے بيٹهي رهتي هے که کسي نه کسي دن اُس کا لخت جگر نادم هوکر اُس کي شفقت بهري گود ميں ضرور آجائيگا - ماں زندگي بهر بچه کي مسکراهٹ ياد رکهتي هے - وه مسکراهٹ جو اُس کے سينه کو مسرت سے لبريز کرديتي تهي ! اِس يادکي موجودگي ميں وه کسي طرح بهي اپني مادري محبت سے دست بردار نهيں هو سکتي " ([illegible])

ذریعه جسم انساني تک پہنچ جاتي هیں - یه اثر اگرچه خطرناک نہیں هے مگر کافي گهبراهت اور دهشت طاري کردیتا هے - اس مچھلي کي یه برقي قوت ایک مرتبه عمل کرنے کے بعد پھر عارضي طور پر ختم هوجاتي هے اور جب تک کچھه عرصه سکون و آرام کي زندگي بسر نه کرلے کام نہیں دیسکتي .

تارپیدو کي تقریباً بیس قسمیں گرم اور نیم گرم سمندروں کے متفرق حصوں میں پائي جاتي هیں.

(نیل کي برقي مچھلي)

برقي مچھلیوں کي دوسري جنس دریاے نیل میں پائي جاتي هے ' جس کو علمي اصطلاح میں الکٹریکس مالپٹیرورس (Electricus Malapterurus) کہتے هیں - اس کي صورت تارپیدو مچھلي سے مختلف هے - یه ایک چھوٹي سي مضبوط وزن دار مچھلي هے جس کي کھال چکني اور پر چھوٹے چھوٹے هوتے هیں - اسکي مونچھیں بھي هوتي هیں مگر چھوٹي - بھورے جسم پر چھوٹے بڑے سیاه داغ هوتے هیں - اس مچھلي کا بھي برقي آله بعینه تارپیدو مچھلیوں کي طرح هوتا هے .

(ستاره بیں)

برقي مچھلیوں کي تیسري قسم داغدار هے - اس کا اصطلاحي نام اسٹروسکوپس گوٹیٹس (Astrascopus guttatus) هے - اسکي شکل سب سے علحده اور عجیب هوتي هے یه ایک چھوٹي مگر قوي الجثه مچھلي هے ایک حد تک لمبي اور صورت میں مینڈک سے مشابه هوتي هے - اسکا سر بڑا اور اوپر کي طرف چپٹا هوتا هے - اسکے ہونٹ اور کھردرے بدن پر چھوٹے چھوٹے چھلکے هوتے هیں جسم کے اوپر کا حصه چھوٹے چھوٹے گول داغوں سے بھرا هوتا هے

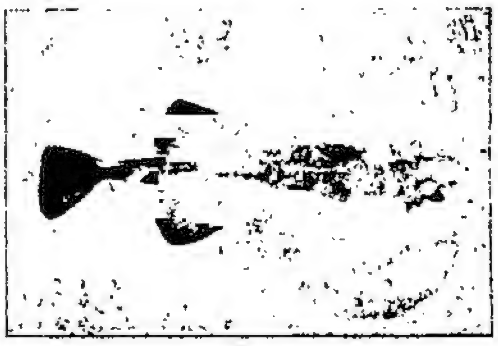

تارپیدو برقي مچھلي

اس کي اصلي خصوصیت اسکے سر کي ساخت هے - یه سر ایک مربع بکس کي طرح هوتا هے - دونوں آنکھیں سرے پر اس طرح لگي هوتي هیں که ادهر ادهر یا نیچے نہیں دیکھه سکتیں - یہي وجه هے که اسکا نام ستاره بیں (Star gazer) رکھا گیا هے -

اس مچھلي کي آنکھوں کے پیچھے دکئے جهڑے کے دو چھوٹے چھوٹے برقي خزانے هوتے هیں - پرنسٹن یونیورسٹي کے پروفیسر اُلرک ڈاہلگرن (Ulric Dahlgren) نے اس برقي خزانے کے اجزاء کا مطالعه کیا هے - اس برقي آله کي ساخت بالکل نئي وضع کي هے - اس میں بہت سے مسطح پرت مساوي مقدار کے هوتے هیں جنکو الکٹروپلیکس (Electroplax) کہتے هیں ' اور هر دو پرتوں کے درمیان ایک گاڑھا قوام هوتا هے - ستاره بیں مچھلیوں کي بہت سي دوسري قسمیں جاپان اور یورپ کے ساحلوں پر ملتي هیں - چونکه یه مچھلیاں گوشت خوار هیں ' اسلئے قرینه یہي هے که چھوٹي چھوٹي مچھلیاں برقي صدمے سے بیحس هوکر انکے وسیع دهانے کا نواله بن جاتي هونگي -

(برقي ایل)

جس مچھلي میں سب سے زیاده برقي قوت ودیعت کي گئي هے وه برقي ایل (Eel) هے جسکا اصطلاحي نام الکٹریکس الکٹروفورس (Electricus Electroforus) هے - یه مچھلي برازیل اور گائنا کے دریاؤں میں پائي جاتي هے - ایل مچھلي کو هندوستان میں بام مچھلي کہتے هیں اور کھائي بھي جاتي هے - برقي ایل اگرچه اپني لمبي اور سانپ نما شکل میں بام مچھلي سے مشابه هوتي هے مگر علم حیوانات [illegible] تحقیقات میں اسکي داخلي ساخت بام سے مختلف هے -

برقي ایل اپني برقي قوت میں تمام برقي مچھلیوں سے زیاده طاقتور هے - یه برقي آلات کے دو جوڑے رکھتي هے اور دونوں میں به کثرت چھوٹي چھوٹي کوٹھریاں هوتي هیں - اس برقي آله کا ایک جوڑا اسکي دم کے اوپر هوتا هے ' دوسرا پچھلے بازو کي جڑ میں برازیل کي برقي ایل کي لمبائي چھه فٹ تک هوتي هے - اس کا برقي صدمه ایسا تیز و شدید هوتا هے که مس هوتے هي جسم کو بالکل سل کردیتا هے .

ڈاکٹر ایم ' اي ' بلاک (M. E. Block) اپني کتاب مچھلیوں کي طبعي تاریخ (Natural History) میں برقي ایل پر متعدد تجربوں کا بیان کرتے هیں - ان سے ظاهر هوتا هے که یه مچھلیاں حسب معمول [illegible] میں هوتي [illegible] برقي صدمه [illegible] [illegible] لہر اٹھنے لگتي هے - ایسي جسقدر سخت صدمه آئیگا ' اتنا هي زیاده برق کا صدمه بھي شدید هوگا - جب یه اپني آزادي کي حالت میں پاني کے اندر هوتي هیں تو ان میں برقي قوت زیاده رهتي هے ' مگر جب بند کرلي جاتي هیں تو گھٹ جاتي هے -

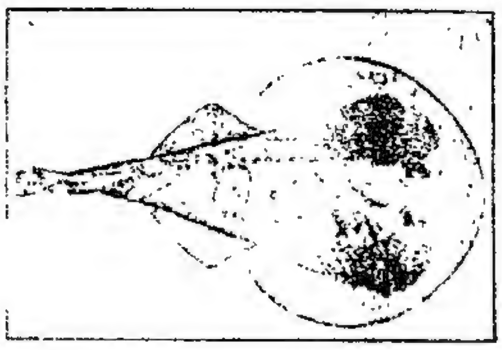

تارپیدو کا برقي خزانه اکس ریز کي تصویر میں

جب برقي مچھلي مرنے لگتي هے تو اسکي برقي قوت بھي کم هوتي جاتي هے - یہانتک که مرنے کے بعد بالکل زائل هوجاتي هے - ان مچھلیوں کي برقي لہر دهات کي اشیا اور تمام برق بردار conductor اشیاء میں فوراً سرایت کرجاتي هے مگر شیشه اور ریشم پر اثر نہیں کرتي - چھوٹي مچھلیاں ان سے مس هوتے هي شل هوجاتي هیں اور یه به آساني اُن کا شکار کرلیتي هیں .

بعض لوگوں نے دعوا کیا هے که اگر دهات کے دو ٹکڑوں سے یه مچھلي چھو دي جائے تو دونوں ٹکڑوں کے درمیان ایک برقي شراره پیدا هوجائیگا - مگر یه دعوی ابھي تجربے کا محتاج هے - ایک ماهر بیان کرتا هے که اٹھائیس آدمي ایک دوسرے کا هاتھه پکڑکر حلقه میں کھڑے هوگئے ' اور اس حلقه کے ایک سرے پر برقي ایل کا جسم چھو دیا گیا - معاً حلقه کے تمام آدمیوں کو اسي طرح کا برقي صدمه محسوس هوا جیسا کسي بہت بڑے برقي آله کے استعمال سے هوسکتا هے !

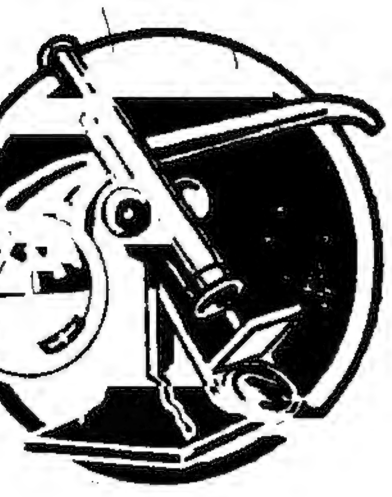

مذاکرۂ علمیّہ

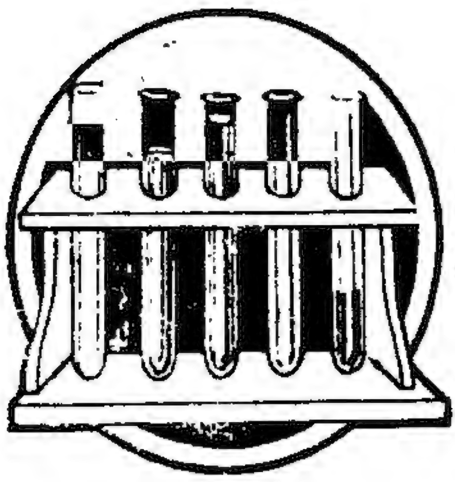

برقی مچھلیاں

حکمت الہی کی کارفرمائیاں بھی کیسی عجیب و غریب ہیں! انسان نے لاکھوں برس کی سراغ رسانیوں کے بعد کائنات کی ایک سب سے بڑی قوت کا کھوج لگایا جسکا نام قوت برق ہے - یہ قوت آج اس کی کاربرآری کا سب سے بڑا خزانہ ہے - زمین اس سے روشن ہوتی ہے - آسمان پر طیارے اسی کے ذریعہ اڑتے ہیں - سواری کیلئے سب سے بڑا مرکب یہی ہے - کارخانوں کیلئے سب سے بڑی قوت حرکت اسی سے ملتی ہے - خبر رسانی میں اسی کی پیغام بری پر آج تمام تر دار و مدار ہے - زمین کی طاقت کے تمام خزانے خالی ہو جائیں، لیکن اس لازوال خزانے کے ختم ہو جانے کا کبھی اندیشہ نہیں -

لیکن جب انسان نے اس عجیب خزانۂ قوت پر قبضہ کر کے فخر و غرور سے سر اٹھایا، تو قدرت نے اپنے پردۂ اسرار کا ایک نیا گوشہ کھول دیا - انسان نے دیکھا اور دیکھکر ششدر رہگیا کہ جس چیز کو وہ اپنی طاقتوں کا سب سے بڑا خزانہ سمجھکر اسقدر مغرور ہو رہا ہے، وہ قدرت کے کارخانۂ حیات میں اس سے زیادہ قدر و قیمت نہیں رکھتی کہ چند حقیر اور مجہول جانوروں کے جنگ و شکار کا ایک معمولی سا ہتھیار ہے!

قدرت نے ہر جاندار کو اسکی غذا کے حصول کیلئے مختلف قسم کی قوتیں اور طرح طرح کے آلات دیے ہیں - کسی جانور کے پاس بڑے بڑے پنجے ہیں - کسی کے پاس لمبے لمبے دانت ہیں، کوئی سینگ کے ہتھیار سے لڑتا ہے، کوئی اپنی تیز سانس کے ذریعہ اپنا شکار کھینچ لیتا ہے - ایسا ہی ایک ہتھیار برقی قوت کا خزانہ (بیٹری) بھی ہے - جن جانوروں کے پاس یہ خزانہ ہے، وہ اسے ایک ہتھیار کی طرح کام میں لاتے ہیں - جب انکا شکار قریب آتا ہے، تو برقی قوت کی لہریں اسے بے ہوش یا شل کر دیتی ہیں، اور وہ اسے بہ آسانی اپنا نوالہ بنا لیتے ہیں!

ان جانوروں کا برقی خزانہ انکے دوران خون کی حرارت سے کچھ عجیب تعلق رکھتا ہے کہ ہمیشہ برقی قوت اسی سے حاصل کرتی رہتی ہے - قوت کی تیزی اور اجراء کیلئے محرک کی ضرورت ہے - یہ کام انکے جوش اور غضب کے ہیجان سے لیا جاتا ہے - جونہی وہ جوش میں آتے ہیں، غضب و ہیجان کی حرارت برقی خزانہ کیلئے تازہ قوت بہم پہنچا دیتی ہے، اور برقی لہریں تیزی کے ساتھ اٹھنے اور ٹکرانے لگتی ہیں!

ان جانوروں میں سب سے زیادہ عجیب برقی مچھلیاں ہیں - آج ہم انکی بعض اقسام کی تشریح کرتے ہیں - یہ تشریح اس دلچسپ اور محققانہ مضمون سے ماخوذ ہے جو رسالہ سائنٹفک امریکن کی پچھلی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔

([illegible])

سنہ ۱۸۸۴ کے موسم سرما میں جب [illegible] مشرقی علاقہ کی ویسٹ Key west کی مچھلیوں کی قسم و تعداد کی تحقیق میں سرگرم تھا، تو ایک سنہری رنگ کی چھوٹی سی مچھلی اسکے ہاتھ میں لگی - اس نے [illegible] ایک [illegible] تھا - اس نے [illegible] کہ یہ مچھلی ساحل کے [illegible] میں نے اس کے جسم میں [illegible] اس سے مس ہوا، ایک سخت [illegible] جدا [illegible] ہوگیا!

برقی مچھلی کا یہ پہلا انکشاف تھا -

(تارپیڈو مچھلی)

یہ مچھلی اس جنس کی ہے جسے [illegible] Torpedo یا برقی رے (Electric ray) کہتے ہیں - اس جنس کی [illegible] سب سے چھوٹی قسم کی مچھلی ہے - بہاما (Bahama) [illegible] کی (Key west) کے [illegible] "[illegible]" (numb fish) یعنی شل کر دینے والی مچھلی کہتے ہیں - [illegible]

ان مچھلیوں کا جسم [illegible] عموماً [illegible] ہوتی ہے - یہ برقی [illegible] ساحل کے قریب [illegible] جو امریکہ کی [illegible] بحر الکاہل کی تارپیڈو [illegible] اور وزن ایک من دس سیر سے زیادہ نہیں ہوتا - رنگ [illegible] ہے - عام طور پر [illegible] استعمال میں نہیں کی جاتی۔

تمام تارپیڈو مچھلیوں کا برقی آلہ ساخت [illegible] ایک ہی قسم کا ہوتا ہے - یہ آلہ ایک بڑی تھیلی کی طرح ہوتا ہے جس میں شہد کی مکھیوں کے چھتے کی طرح چھوٹی چھوٹی مسدس [illegible] بنی ہوتی ہیں - بڑی جسامت میں ایسی کوٹھریاں چار سو تک دیکھی گئی ہیں - اس طرح کی تھیلیاں کھال کے نیچے، سر کے دونوں جانب، آنکھوں کے پیچھے، اور بازؤں کے پٹھوں کے جڑ سے ملی ہوئی پائی گئی ہیں - اس تھیلی کی ہر کوٹھری گویا جسم کے پٹھوں کی ایک تبدیل شدہ صورت ہے - وہ ایک شفاف اور متحرک گاڑھے قوام (Jelly) سے بھری ہوتی ہے۔

تارپیڈو مچھلی میں اس تھیلی کا برقی خزانہ سب سے بڑا ہوتا ہے - وہ اپنے دشمن پر اسی ہتھیار سے حملہ کرتی اور اسے شل کر دیتی ہے - چاقو، برچھی، تلوار سے اس پر حملہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دھات کی اشیاء فوراً برقی لہر قبول کر لیتی ہیں اور ان کے

موجوده زمانے کي سب سے بڑي خصوصيت يه بتلائي جاتي هے که علوم و تمدن کي ترقي اور سير و حرکت کے حيرت انگيز وسائل نے قوموں اور ملکوں کا تفرقه دور کر ديا هے ' بحر و بر کے ڈانڈے مل گئے هيں ' اور ساري دنيا ايسي هوگئي هے ' جيسے ايک مسلسل آبادي کے مختلف محلے اور حصے هوتے هيں !

ليکن اس پر بهي هم ديکهه رهے هيں که قوموں اور ملکوں کے مکان کا تفرقه جسقدر کم هوتا جاتا هے ' دل اور دماغ کا تفرقه اُتنا هي بڑهتا جاتا هے - جسقدر تيزي سے بيسويں صدي کي موٹريں اور طيارے دوڑ رهے هيں ' آتني هي تيزي سے قوموں کے دل بهي ايک دوسرے سے برگشته هو رهے هيں !

ليکن اب سے تيره سو برس پهلے جب دنيا موجوده زمانے کے تمام وسائل قرب و اجتماع سے محروم تهي ' بحر احمر کے کنارے ' ريگستان عرب کے وسط ميں ' حجاز کي " چٹيل اور بے زراعت وادي " کے اندر ' ايک صداء اجتماع بلند هوئي ' اور نسل انساني کے منتشر افراد کا ايک نيا گهرانا آباد کيا گيا - انساني اجتماع و يگانگت کي يه پکار صرف اتنا هي نهيں چاهتي تهي که ملکوں کي سرحديں اور جغرافيه کي حديں ايک دوسرے سے قريب هوجائيں ' بلکه اس کا مقصد نسل انساني کے بکهرے هوئے دلوں اور برگشته روحوں کو ايک دوسرے سے جوڑ دينا تها -

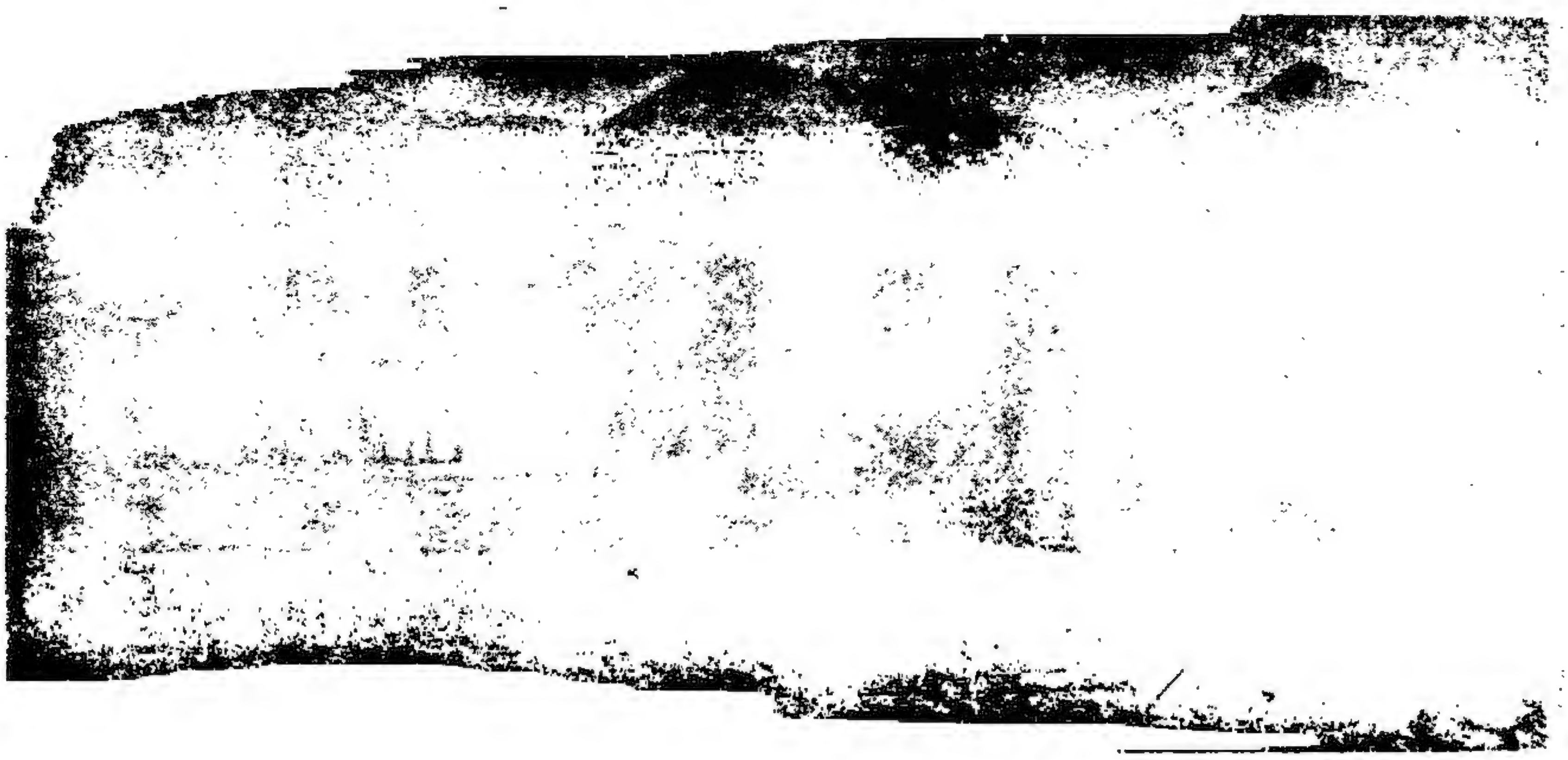

عرفات ميں حاجيوں کا اجتماع !

يه پکار سني گئي - کرۂ ارضي کے سارے گوشوں اور خشکي اور تري کي ساري راهوں سے اس پکار کي بازگشت بلند هوئي - انجن اور برق کي برق رفتار سواريوں کے ذريعه نهيں ' تار اور لاسلکي کے گاڑے هوئے ستونوں پر سے نهيں ' بلکه دل کے اعتقاد اور روح کے ايمان کے ذريعه اُسکي پکار سب نے سني ' اور اسکي پکار کا جواب سب کي زبانوں سے نکلا !

يه اسلام کي پکار تهي ! يه اسلام کا فريضۂ حج تها !

اس نے ملکوں کو اکٹها کرديا ' قوموں کو جوڑ ديا ' نسل اور زبان و مکان کے سارے تفرقے دور کرديے ' گورے کو کالے کے ساتهه اور بادشاه کو فقير بے نوا کے ساتهه ايک هي مقام ميں ' ايک هي وضع لباس ميں ' ايک هي صورت و اعتقاد کے ساتهه ' اسطرح جمع کرديا که انساني گمراهي کے بنائے هوئے سارے امتيازات مٹ گئے ' انساني اخوت و وحدت اپني اصلي صورت ميں بے نقاب هوگئي !

الهلال کے مقاله نگار مقيم جده ۲۸ - مئي کے مراسله ميں لکهتے هيں :

" آجکل بحر احمر کا يه ساحلي مقام تمام کرۂ ارضي کے انسانوں کا مرکز بن گيا هے - خشکي اور تري ' دونوں راهوں سے قوموں اور ملکوں کے قافلے پهنچ رهے هيں - ايسا معلوم هوتا هے که جده کي زمين شق هوگئي هے اور انسانوں کے انبوه اُگل رهي هے -

اخبارات سے آپکو معلوم هوچکا هوگا که برطانيي نمائنده جده ميں مقيم تها تاکه سلطان ابن سعود سے نئے معاهده کے مواد پر گفتگو کرے - نمائنده [illegible] ساتهه سکريٹريوں کا بهي ايک بڑا اسٹاف تها - ايک دن ميں نے مغرب کي نماز ساحل کي ريگ پر ادا کي جهاں بعض رؤساء جده نے کلب کي طرح ايک روزانه اجتماع " نادي الصلوة " کے نام سے قائم کر رکها هے - نماز کے بعد جب ميں لوٹا اور بازار کے قريب پهنچا ' تو ديکهتا هوں برطانيي نمائنده کے اسٹاف کے چند انگريز کهڑے بازار کے نظاره ميں غرق هيں - ان ميں ايک شخص مسٹر رابرٹس نامي تهے جن سے ميں ايک دو مرتبه مل چکا تها - ميں نے انسے پوچها " آپ کس چيز کے نظاره ميں اسقدر [illegible] هو رهے هيں ؟ " انهوں نے کها :

" ديکهو ! يه هندوستانيوں کا گروه هے - يه [illegible] جاوي [illegible] هيں - انکے ساتهه ايک حبشي کي [illegible] رهي هے - دوسري طرف ايک افغاني کي [illegible] کي بڑي سي پگڑي هے - انکے برابر ايک [illegible] جيسے پهنے جا رها هے اور انکے ساتهه [illegible] هنس هنس کر باتيں کر رها هے - تيسري طرف دو حبشي کهڑے هيں اور ايک مصري طربوش لگے بيٹهے نظر آرهے هيں [illegible] قوموں کي آباديان جغرافيه کے نقشے ميں ڈهونڈهي جاتي هيں ' جن کے بيچ ميں کيسے عظيم سمندر اور بے کنار صحرا ان ميں حائل نظر آتے هيں ' ليکن يهاں ان سب کو جمع کر ديا گيا هے - [illegible] اس موسم ميں [illegible] دنيا کے تمام گوشے اس جگه يک جا هوجاتے هيں - [illegible] حصے ميں بهي ايسا منظر نظر آسکتا هے ؟ [illegible] کوئي منظر هے جو انساني اجتماع کي [illegible] پته دے ؟ ميں سوچ رها هوں که کس کے هاتهوں ميں [illegible] سرا هے جس سے بحر و بر کے يه تمام گوشے کهينچ [illegible] هيں ؟

اسلام کے هاتهه ميں ! چهٹي صدي کے صحراء عرب [illegible] اسلام آج بهي انساني اخوت کي سب سے بڑي زنده قوت هے "

عالم شرق و اسلام

حج سنه ۱۳۴۵

"وادي غير ذي زرع" میں قوموں کا هجوم اور ملکوں کا اتصال !

واذن في النا[illegible] حج يأتوك رجالاً وعلى كل ضامر يأتين من كل فج عميق !

منی میں حاجیوں کا ورود

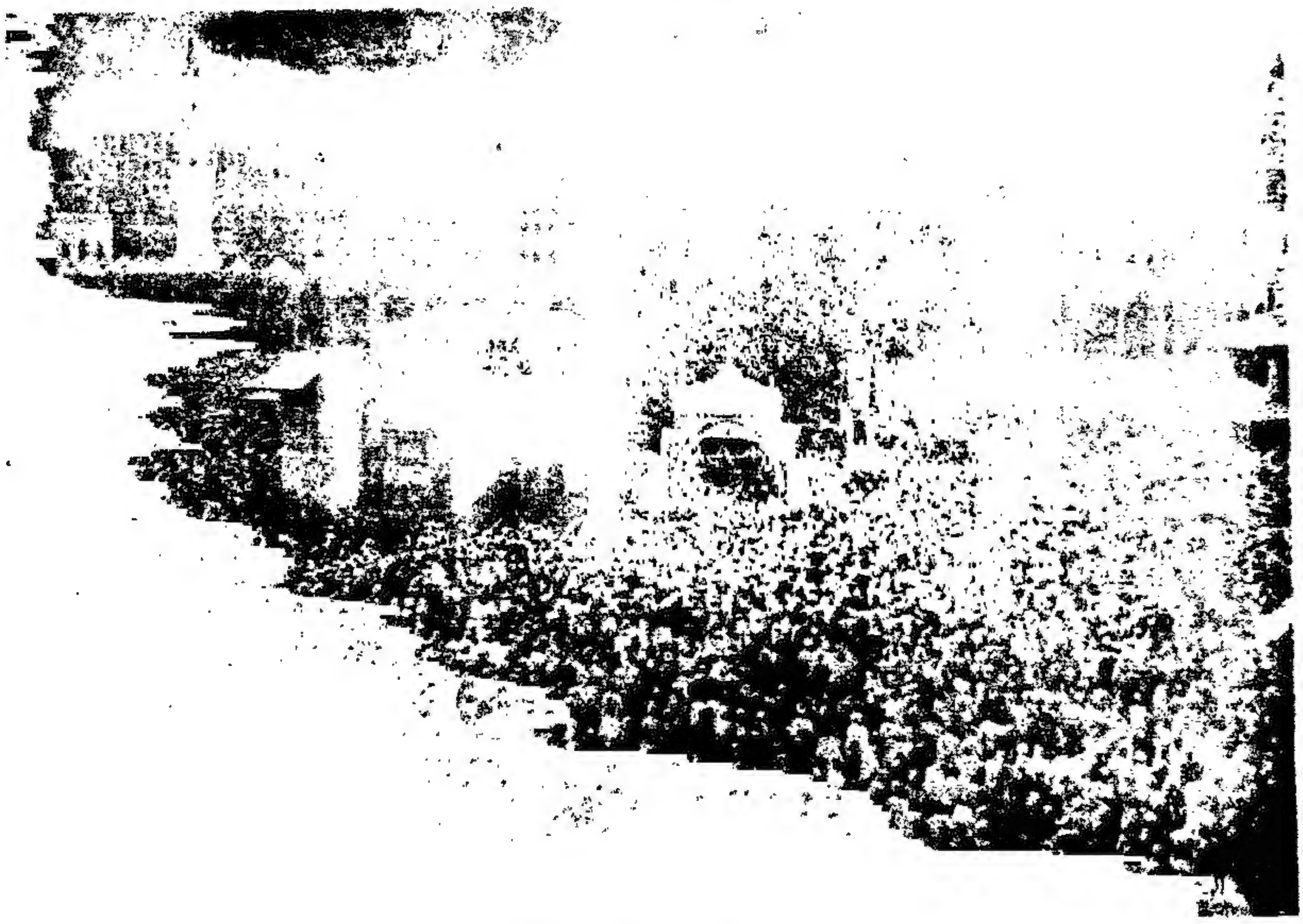

موسم حج میں مسجد حرام کا اجتماع جمعه

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنی زندگی کے آخری اوقات میں!

امام علی علیہ السلام

ایک مغربی شاعر کہتا ہے: "اگر تم ایک انسان کو اس کے تمام اوصاف و خصائل اور ضمیر و معنویت کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتے ہو تو انتظار کرو۔ اُس وقت تک انتظار کرو جب موت کا دروازہ اُس پر کھل جائے۔ اُس وقت وہ سارے بناوٹی پردے ہٹ جائینگے جو انسان اپنی حقیقی صورت پر ڈال لیا کرتا ہے۔ اُس کی روح کی وہ شکستگی ہوتی ہے جو نقاب پھاڑ ڈالتی ہے اور بے حجاب ہو کر دنیا کے سامنے آ جاتی ہے"۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ انسانی حقیقت کا بے پردہ معائنہ صرف اُس کی زندگی کے آخری لمحوں ہی میں کیا جا سکتا ہے۔ ایک مرتبہ ہمیں خیال ہوا کہ اگر دنیا کے اکابر و مشاہیر کے صرف وہ حالات جمع کر دیے جائیں جن کا تعلق اُن کی زندگی کی آخری گھڑیوں سے ہے، تو یہ اخلاق، حکمت اور موعظت کا نہایت عبرت انگیز مجموعہ ہوگا، اور انسانی طبیعت و اخلاق کے بے شمار نکتے اُن سے حل ہو جائینگے۔ چنانچہ اسی خیال سے مشاہیر عالم کے حالات پر نظر ڈالی گئی، اور جستجو و تحقیق کے بعد ایک ضخیم مجموعہ مرتب ہو گیا۔ اس میں تاریخ اسلام کے تمام اکابر و مشاہیر خلفاء راشدین سے لیکر علماء و حکماء تک آ گئے ہیں۔ ان کے علاوہ عام مشاہیر عالم کی وفات کا بھی کافی ذخیرہ ہے۔ بہ حیثیت مجموعی جب اس ذخیرہ پر نظر ڈالی گئی، تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہی متفرق حالات جو اپنی انفرادی صورت میں کوئی خاص اثر نہیں رکھتے تھے اب یکجا ہو کر تاریخ عالم کی کیسی مفید، پُر تاثیر، اور قیمتی چیز بن گئے ہیں؟ آج ہم اس مجموعہ میں سے حضرت علی علیہ السلام کی وفات کے حالات شائع کرتے ہیں۔ آئندہ بھی اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود صرف قبل از موت حالات کا بجنسہ جمع کر دینا ہے۔ کسی طرح کی بحث و نظر مقصود نہیں ہے۔ البتہ حالات کے جمع کرنے میں پوری کاوش و جستجو کی گئی ہے۔

جنگ جمل کے بعد اسلامی خلافت کی نزاع دو شخصوں میں محصور ہو گئی تھی: امام علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان۔ ان کے درمیان تیسری شخصیت عمرو بن العاص کی تھی اور وہ اپنے سیاسی تدبر کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی۔

جنگ صفین نے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ "خوارج" کا پیدا کر دیا تھا۔ یہ اگرچہ تمام تر سیاسی اغراض و مقاصد رکھتا تھا لیکن مسلمانوں کے دوسرے سیاسی فرقوں کی طرح اُس کے عقائد بھی دینی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اسنے اپنا سیاسی مذہب یہ آیت قرار دی تھی کہ "ان الحکم الا للہ" یعنی حکومت کسی آدمی کی نہیں ہونی چاہئے۔ دراصل تاریخ اسلام کے خوارج موجودہ تمدن کے انارکسٹ تھے۔ لہذا وہ کوفہ اور دمشق، دونوں حکومتوں کے مخالف تھے۔

مکہ میں بیٹھکر خارجیوں نے سازش کی۔ تین آدمیوں نے بیڑا اُٹھایا کہ پوری تاریخ اسلام بدل دینگے۔ اور اُنھوں نے بدل ہی دی۔

عمرو بن بکیر تمیمی نے کہا "میں حاکم مصر عمرو بن العاص کو قتل کر دوں گا، کیونکہ وہ فتنہ کی متحرک روح ہے!"

برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا "میں معاویہ بن ابی سفیان کو قتل کر دوں گا کیونکہ اُسنے شام میں قیصریت قائم کی ہے!"

ایک لمحہ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ علی بن ابی طالب کے نام سے دل تھرا نے تھے۔ بالآخر عبدالرحمن بن ملجم مرادی نے مہر سکوت توڑی: "میں علی کو قتل کر دوں گا!"

اِن ہولناک مہموں کے لئے ۱۷ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی۔ دو پہلے شخص اپنی مہم میں ناکام رہے۔ لیکن عبدالرحمن بن ملجم کامیاب ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

مکہ سے چلکر عبدالرحمن کوفہ پہونچا۔ یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ عبدالرحمن اُن کے ہاں آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دن قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں سے اُس کی ملاقات ہو گئی۔ انہی میں ایک خوبصورت عورت قطام بنت شجنہ بن عامر بھی تھی۔ عبدالرحمن اُس پر عاشق ہو گیا۔ سنگدل نازنین نے کہا "میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ جو مہر طلب کروں وہ ادا کرو"۔ ابن ملجم راضی ہو گیا۔ قطام نے اپنا مہر یہ بتایا: "تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز، اور علی کا قتل!" عبدالرحمن نے کہا "منظور، مگر علی کو کیونکر قتل کروں؟" خونخوار معشوقہ نے جواب دیا "چھپکر اگر تو کامیاب ہو کر لوٹ آئے گا تو مخلوق کو شر سے نجات دے گا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا۔ اگر مارا جائے گا تو جنت اور لازوال نعمت حاصل کرے گا"۔ عبدالرحمن نے مطمئن ہو کر یہ شعر پڑھے:

ثلاثۃ آلاف وعبد وقینۃ ۔۔۔ وضرب علی بالحسام المصمم له

فلا مہر اغلی من علی وان غلی ۔۔۔ ولا فتک الا دون فتک ابن ملجم له

(طبقات ابن سعد۔ کامل مبرد وغیرہ)

روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی کے قلب میں آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ عبدالرحمن ابن ملجم کی طرف جب دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے تھے "خدا کی قسم! مجھے آں حضرت صلعم نے بتلایا ہے کہ میری موت قتل سے ہوگی"

عبدالرحمن بن ملجم دو مرتبہ بیعت کے لئے آیا مگر آپنے لوٹا دیا۔ تیسری دفعہ آیا تو فرمایا "سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو کون چیز روک رہی ہے؟ واللہ یہ چیز (اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا) اس کے خون سے (سر کی طرف اشارہ کر کے) ضرور رنگ جانے والی ہے"۔ (ابن سعد)

کبھی کبھی جب اپنے ساتھیوں سے خفا ہوتے تو فرماتے "تمہارے سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کون چیز روک رہی ہے؟ خدایا میں ان سے اُکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اُکتا گئے ہیں۔ مجھے ان سے راحت دے، اور انھیں مجھ سے راحت دے"۔ (ابن سعد)

ایک دن خطبہ میں فرمایا "قسم اس پروردگار کی جسنے بیج اُگایا اور جان پیدا کی! یہ اس سے ضرور رنگ جانے والی ہے (اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا) بدبخت کیوں انتظار کر رہا ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا "امیر المومنین! ہمیں اُس کا نام بتائیے۔ ہم ابھی اُس کا فیصلہ کر ڈالیں گے"۔ فرمایا "تو تم ایسے آدمی کو قتل کر دو گے جسنے مجھے ابھی قتل نہیں کیا ہے"

عرض کی گئی "تو پھر کسی کو خلیفہ بنا دیجئے" فرمایا "نہیں، میں تمہیں اُسی حال میں چھوڑ جاؤں گا جس حال میں تمہیں رسول اللہ صلعم چھوڑ گئے تھے"

لوگوں نے عرض کیا "اس صورت میں آپ خدا کو کیا جواب دینگے؟"

فرمایا "کہوں گا: خدایا میں ان میں تجھے چھوڑ گیا ہوں، تو چاہے تو اُن کی اصلاح کرے اور چاہے اُنھیں بگاڑ دے"

(مسند امام احمد۔ مسند علی)

حادثہ سے پہلے

آپکی کنیز ام جعفر کی روایت ہے کہ واقعہ قتل سے چند دن پہلے میں آپکے ہاتھ دھلا رہی تھی کہ آپنے سر اُٹھایا۔ پھر داڑھی ہاتھ میں لی اور فرمایا "حیف تجھ پر، تو خون سے رنگی جائے گی" (ابن سعد)

آپکے بعض اصحاب کو بھی اس سازش کا کچھ پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ خود بنی مراد میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا "امیر المومنین ہوشیار رہئے۔ یہاں کچھ لوگ آپکے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں"

(الامامۃ والسیاسۃ)

یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ کس قبیلہ میں سازش ہو رہی ہے؟ چنانچہ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے آ کر عرض کی "ہوشیار رہئے کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپکے قتل کی فکر میں ہیں" (ابن سعد)

یہ بھی واضح ہو گیا تھا کہ کون شخص ارادہ کر رہا ہے؟ اشعث نے ایک دن ابن ملجم کو تلوار لگائے دیکھا اور اُس سے کہا "مجھے اپنی تلوار دکھاؤ" اُسنے تلوار دکھائی تو وہ بالکل نئی تھی۔ اُنہوں نے کہا "تلوار لگانے کی کیا وجہ ہے حالانکہ یہ زمانہ جنگ کا نہیں؟" عبدالرحمن نے کہا "میں گاؤں کے اونٹ ذبح کرنا چاہتا ہوں" اشعث سمجھ گئے اور اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت علی کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا "آپ ابن ملجم کی جرأت و شجاعت سے واقف ہیں" آپنے جواب دیا "لیکن اُسنے مجھے ابھی تک قتل نہیں کیا ہے!"

(الکامل)

ایک دن آپ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ ابن ملجم منبر کے پاس بیٹھا تھا۔ لوگوں نے سنا کہ وہ دانت پیسکر کہہ رہا ہے "واللہ میں انھیں تیرے شر سے نجات دیدوں گا" امیر المومنین جب مسجد سے اپنے گھر لوٹے تو لوگ اُسے گریبان سے پکڑ کر لائے اور تمام واقعہ سنایا۔ آپنے فرمایا "لیکن ابھی تک اسنے مجھے قتل نہیں کیا ہے۔ چھوڑ دو" (الکامل)

ابن ملجم کا ارادہ اس قدر مشہور ہو گیا تھا کہ خود آپ بھی اُسے دیکھکر عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

ارید حباءہ ویرید قتلی ۔۔۔ عذیرک من خلیلک من مراد

ابن ملجم برابر براءت ظاہر کیا کرتا تھا لیکن ایک دن جھنجھلا کر کہنے لگا "جو بات ہونے والی ہے ضرور ہو کر رہیگی"

اس پر بعض لوگوں نے کہا: آپ اسے پہچان گئے ہیں۔ پھر اسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے؟ فرمایا "اپنے قاتل کو کیسے قتل کروں؟" (کامل)

صبح شہادت

اقدام قتل جمعہ کے دن نماز فجر کے وقت ہوا۔ رات بھر ابن ملجم، اشعث بن قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں کرتا

له تین چیزیں یعنی مہر قطام [illegible] سے کوئی مہر علی سے زیادہ مہنگا نہیں اگرچہ کتنا ہی مہنگا ہو [illegible] ابن ملجم [illegible]

شام كي حركت استقلال

فرانسيسي مظالم كے چند خونين مناظر!

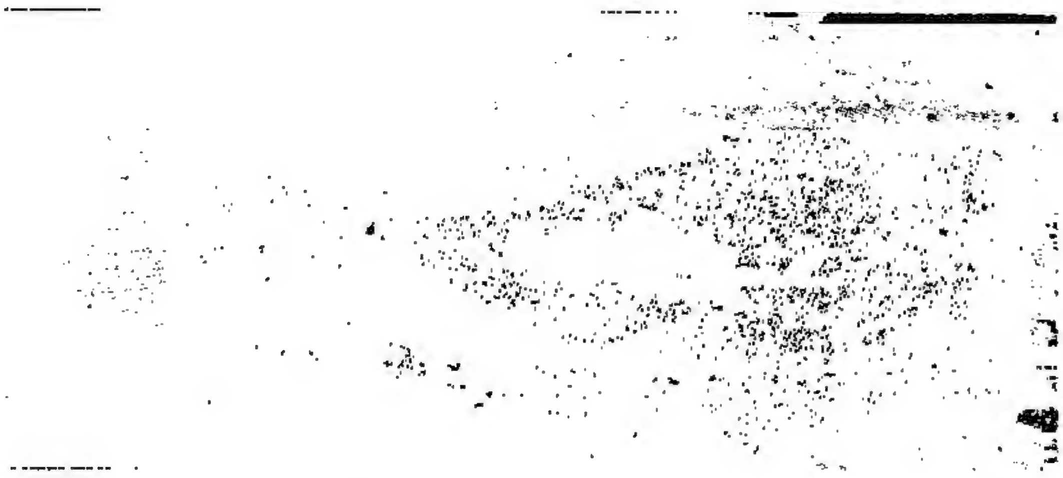

غوطه (دمشق) میں دو وطن پرست عیرر گوریلیوں سے مار ڈالے گئے اور انکي نعشیں سڑک پر چھوڑ دي گئیں

۷ - اکتوبر کے حادثه کے بعد بے شمار آدمي پھانسي پر چڑھاے گئے - ایک پھانسي کا منظر جسمیں تین نعشیں لٹک رهي هیں !

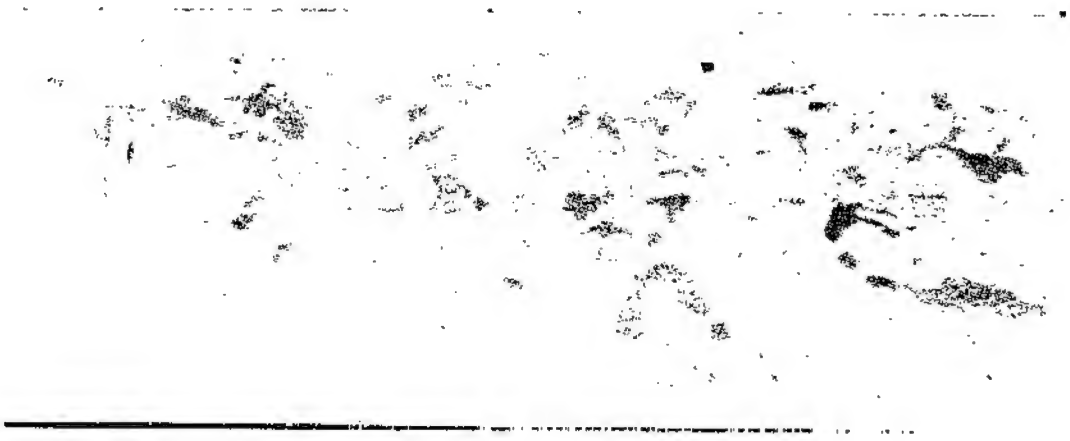

دمشق کے محله میدان کا ایک منظر - بے گناه اور غیر مسلم آبادي کا قتل عام - بے شمار لاشیں سڑک پر پڑي هیں - عرصه تک یه اسي طرح پڑي رهیں !

میں تمھیں خداہی کے سپرد کرتا ہوں۔ تمھارے لئے سلامتی اور رحمت چاہتا ہوں"

اس کے بعد "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ (طبری جلد ۶)

دفن کے بعد

دفن کے بعد دوسرے دن حضرت امام حسن نے مسجد میں خطبہ دیا:

"لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہوگیا ہے جس سے نہ اگلے علم میں پیشقدمی کرسکے اور نہ پچھلے اُس کی برابری کرسکیں گے۔ رسول اللہ صلعم اُسے جھنڈا دیتے تھے اور اُس کے ہاتھ پر فتح ہوجاتی تھی۔ اُسنے چاندی سونا کچھ نہیں چھوڑا۔ صرف اپنے روزینے میں سے کاٹ کر ۷۰۰ درہم گھر کے لئے جمع کئے تھے" (ایک درہم تقریبًا چار آنے کا ہوتا تھا) (مسند حسن)

زید بن حسین سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کی خبر کلثوم بن عمر کے ذریعہ مدینہ پہنچی۔ سنتے ہی تمام شہر میں کہرام پڑ گیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو روتی نہ ہو۔ بالکل وہی منظر درپیش تھا جو رسول اللہ کی وفات کے دن دیکھا گیا تھا۔ جب ذرا سکون ہوا تو صحابہ نے کہا "چلو ام المومنین عائشہ کو دیکھیں کہ رسول اللہ کے بھتیجے کی موت سنکر اُن کا کیا حال ہے؟"

حضرت زید کہتے ہیں "سب لوگ ہجوم کرکے ام المومنین کے گھر گئے اور اجازت چاہی۔ انھوں نے دیکھا کہ حادثہ کی خبر پہلے سے پہنچ چکی ہے اور ام المومنین غم سے نڈھال، آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموش لوٹ آئے"

حضرت زید فرماتے ہیں "دوسرے دن مشہور ہوا ام المومنین رسول اللہ کی قبر پر جارہی ہیں۔ مسجد میں جتنے بھی مہاجرین و انصار تھے، استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کرنے لگے۔ مگر ام المومنین نہ کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں، نہ بولتی تھیں! ..... شدت گریہ سے زبان بند تھی۔ دل تنگ تھا۔ چادر تک سنبھلتی نہ تھی۔ بار بار پیروں میں الجھتی اور آپ لڑکھڑا لڑکھڑا جاتیں۔ بدقت تمام پہنچیں۔ لوگ پیچھے پیچھے چلے آرہے تھے۔ حجرہ میں داخل ہوئیں تو دروازہ پکڑ کر کھڑی ہوگئیں اور ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا:

"اے نبی ہدایت! تجھ پر سلام! اے ابو القاسم تجھ پر سلام! اے رسول اللہ! آپ پر اور آپکے دونوں ساتھیوں پر سلام! میں آپکے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپکو سنانے آئی ہوں! میں آپ کو آپکے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں! بخدا آپ کا چنا ہوا حبیب، منتخب کیا ہوا عزیز، قتل ہوگیا! واللہ وہ قتل ہوگیا جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی! واللہ وہ قتل ہوگیا جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اترا! میں رونے والی غمزدہ ہوں! میں اُسپر آنسو بہانے اور دل جلانے والی ہوں! اگر قبر کھل جاتی تو تیری زبان بھی یہی کہتی کہ تیرا عزیز ترین اور معزز ترین وجود قتل ہوگیا! ..." (عقد الفرید ج ۲)

ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین عائشہ نے جب امیر المومنین کی شہادت سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا "اب عرب جو چاہیں کریں! کوئی انھیں روکنے والا باقی نہیں رہا" (استیعاب)

مرثیہ

آپکے مشہور صحابی ابو الاسود الدؤلی نے مرثیہ کہا تھا جس کا پہلا شعر کتب ادب و محاضرات میں عام طور پر نقل کیا جاتا ہے:

الا ابلغ معاویة بن حرب ٭ فلا قرت عیون الشامتینا

* * *

مقالات

اسلام اور "نیشنلزم"

لا تقل دارہا بشرقی نجد
کل نجد للعامریة دار!

(۲)

انسان اپنی نوعی زندگی میں اپنے اجتماعی رشتوں کی مختلف منزلوں سے درجہ بدرجہ کیونکر گزرا؟ اُس کی انفرادی زندگی میں آج بھی یہ تمام منزلیں کس طرح یکے بعد دیگرے پیش آتی ہیں؟ اسکی مختصر سرگزشت تمھاری نظروں سے گزر چکی۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:

(۱) قومیت اور وطنیت انسان کے اجتماعی رشتہ کی ایک مخصوص حالت کا نام ہے۔ لیکن یہ کوئی مستقل حالت نہیں ہے۔ ایک سلسلۂ دراز کی مختلف کڑیوں میں سے ایک کڑی ہے۔

(۲) یہ سلسلہ "انسان کی اجتماعی زندگی اور اجتماعی ربط و علائق کے احساس و اعتقاد" کا سلسلہ ہے۔ جس طرح کائنات ہستی کی ہر چیز اپنے ابتدائی نقطہ سے شروع ہوکر بہ تدریج بلوغ و کمال تک پہنچتی ہے اور جس طرح انسان نے اپنے علم و عمل کے ہر گوشے میں بہ تدریج ترقی کرکے حقیقت و کمال تک رسائی حاصل کی ہے، اُسی طرح اس معاملہ میں بھی اُس کا سفر ابتدا سے انتہا تک، طفولیت سے رشد و بلوغ تک، اور نقص سے کمال تک پہنچتا اور ختم ہوتا ہے۔ اس ارتقائی سلسلہ کی ابتدائی کڑی "امومة" اور انتہائی "انسانیة" ہے۔ جس رشتہ کو قومیت اور جنسیت سے آج تعبیر کیا جاتا ہے، وہ دراصل اسی سلسلۂ ارتقا کی ایک درمیانی کڑی ہے۔

(۳) چونکہ درمیانی کڑی ہے، اسلئے وہ اجتماعی رشتہ کی کوئی حقیقی حالت نہیں ہے۔ محض ایک اضافی چیز ہے۔ جس طرح ایک زمانے میں انسان نظر کی تنگی اور علم کی کوتاہی سے صرف "امومة" اور "ابوة" یا "عائلہ و قبیلہ" کے رشتہ پر قانع تھا، اُسی طرح جب وسعت معلومات کے ایک دو قدم اور آگے بڑھے، تو قومیت و جنسیت کا دائرہ پیدا ہوگیا۔ بلاشبہ یہ دائرہ پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے، لیکن فطرة کی حقیقی وسعت کے مقابلے میں پھر تنگ اور ناتمام ہے۔ فطرة اور حقیقت کی اصلی وسعت کیا ہے؟ "انسانیت" اور "ارضیة" کا عالمگیر رشتہ۔ یہی انسان کی اجتماعی زندگی کے لئے ایک ہی فطری رشتہ ہے۔ باقی سب اضافی، اور اس لئے غیر حقیقی ہیں۔

(۴) اس معاملہ کی پوری وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ اسی قسم کی دوسری حالتیں بھی سامنے لائی جائیں۔ انسان نے صرف اپنے ہی کو نہیں بلکہ اپنے سے باہر کی بھی ہر چیز اسی طرح پائی ہے۔ اُسنے پہلے زمین کے اُس ٹکڑے کو سب کچھ سمجھا تھا جس میں پیدا ہوا تھا۔ اب بھی جب پیدا ہوتا ہے تو گھر کی چار دیواری ہی اس کی دنیا ہوتی ہے۔ اُسنے زمین کی عام مخلوقات پر نظر ڈالی، اور ان میں سے ہر قسم اور نوع کو مدتوں کے بعد پہچان سکا۔ اُسنے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، اور ہزاروں لاکھوں برس کے بعد یہ حقیقت معلوم کرسکا کہ سورج کا ایک نظام اجتماع ہے اور خود کرۂ ارضی بھی اُسی کا ایک ذرہ ہے۔

علم و ادراک کے ان تمام سفروں میں اُن کی درمیانی منزلیں جو درجہ رکھتی ہیں، وہی درجہ یہاں کی بھی درمیانی منزلوں کا ہے۔ زمین کے بارے میں انسانی علم کی ایک درمیانی منزل یہ تھی کہ آبادی صرف اس کے نصف حصہ میں ہے، باقی سمندر ہے۔ یہ منزل علم اور حقیقت کی منزل تھی، یا جہل اور محجوبیت کی؟ اگر علم اور حقیقت کی منزل نہ تھی، تو پھر بعینہ وطنیت اور جنسیت بھی اس سفر کی ویسی ہی درمیانی منزلیں ہیں۔ یہ انسان کے جہل و نقص کی منزلیں کیوں نہ ہوں؟ انسان نے جب پہلے پہل جہازرانی شروع کی تھی تو (مثلاً) ہر سمندر کے گوشہ کو پانی کی ایک مستقل دنیا یقین کرلیا تھا اور الگ الگ نام رکھ دیئے تھے۔ پھر ایک وقت آیا جب اُسے معلوم ہوا کہ یہ اُسکے علم و نظر کی ناتمامی تھی۔ دراصل زمین کا سمندر ایک ہی ہے۔ اُسی کے مختلف گوشے ہیں جو ادھر اُدھر پھیل گئے ہیں۔ جب اُسنے ایک سمندر کو بجائے سمندر خیال کیا تھا، تو یہ منزل علم و حقیقت کی منزل تھی، یا نقص و جہل کی؟ اگر نقص و جہل کی تھی تو انسانی جماعت و اعتقاد کی وہ حالت کیوں جہل و نقص کی حالت نہ ہو جب وہ یقین کرتا ہے کہ انسانیت کا ایک ہی رشتۂ اجتماع، ایک ہی رشتۂ اجتماع نہیں ہے، بلکہ بہت سے ٹکڑے اور بے شمار قسمیں ہیں؟ بلاشبہ جس طرح زمین کے ایک حصہ کا علم و یقین، اُس حالت کے مقابلے میں جب انسان کو زمین کا اتنا علم بھی حاصل نہ تھا، علم کی وسعت تھی اور حقیقت سے قرب تھا۔ اُسی طرح یہاں بھی قومیت و جنسیت کی حالت اُس حالت کے مقابلہ میں جب انسان عائلہ اور قبیلہ کے تنگ دائروں پر قانع تھا، علم کی زیادہ وسعت اور حقیقت سے زیادہ قرب ہے، لیکن ایک اضافی حالت ہوئی۔ علم اور حقیقت نہیں ہے۔ علم و حقیقت کی منزل اگر مقصود ہو جائے تو پھر وہ کمال کا نقطہ اور ارتقا کی انتہا ہوگی۔ اُس وقت کسی پچھلی منزل پر قانع رہنا ترقی نہیں ہوگی۔ تنزل ہوگا۔

اگر آج ایک شخص امریکہ کے وجود سے منکر ہو اور کہے کہ کرہ کا صرف ایک ہی حصہ آباد ہے، تو تم کیا کہوگے؟ یقینًا یہی کہوگے کہ چھ سو برس پیشتر کا جہل قبول کرنے کے لئے دنیا طیار نہیں ہوسکتی۔ اچھا، تم اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو کہتا ہے کہ انسان کو نسل و مکان یا جنس و قوم کے رشتے پر قناعت کرلینی چاہئے کیونکہ ایک زمانے میں اُس کا علم و ادراک انہی دائروں میں محدود تھا؟ تم نے ابھی کہا تھا کہ "دنیا چھ سو برس پیشتر کا جہل قبول کرنے کے لئے طیار نہیں" کیا اب تمھیں ٹھیک اُسی طرح یہ نہیں کہدینا چاہئے کہ "دنیا ہزاروں برس پیشتر کا جہل قبول

(۱)۔ اُسنے کوفہ میں شبیب بن بجرہ نامی ایک اور خارجی کو بھی اپنا شریک بنا لیا تھا۔ دونوں تلواریں لے کر چلے اور اُس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے امیرالمومنین نکلا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

اُس رات امیرالمومنین کو نیند نہیں آئی۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو فرمایا "فرزند! رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی۔ خواب میں رسول اللہ صلعم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپکی اُمت سے میں نے بڑی تکلیف پائی" فرمایا۔ "دعا کر کہ خدا تجھے ان سے چھٹکارا دیدے" (کامل)

اسپر میں نے دعا کی "خدایا! مجھے ان سے بہتر رفیق عطا فرما اور انھیں مجھ سے بدتر ساتھی دے" (ابن سعد)

حضرت حسن (علیہ السلام) فرماتے ہیں اسی وقت ابن النباح مؤذن بھی حاضر ہوا اور پکارا "الصلوۃ!" (نماز) میں نے آپکا ہاتھ تھام لیا۔ آپ اُٹھے۔ ابن النباح آگے تھا۔ میں پیچھے تھا۔ دروازے سے باہر نکل کر آپنے پکارا "لوگو، نماز!" روز آپ کا یہی دستور تھا کہ لوگوں کو نماز کے لئے مسجد میں جگاتے پھرتے تھے (ابن سعد)

ایک اور روایت میں ہے کہ مؤذن کے پکارنے پر آپ اُٹھے نہیں۔ لیٹے رہے۔ مؤذن دوبارہ آیا مگر آپ سے پھر بھی اُٹھا نہ گیا۔ سہ بارہ اُس کی آواز دینے پر آپ بہ مشکل اُٹھے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے مسجد کو چلے:

اشدد حیازیمک للموت　　فان الموت لاقیکا
(موت کے لئے کمر کس لے کیونکہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنیوالی ہے)
ولا تجزع من الموت　　اذا حل بوادیکا
(موت سے نہ ڈر اگر وہ تیرے یہاں نازل ہو جائے)

(احیاء العلوم جلد ۴)

"فزت برب الکعبۃ!"

آپ جوں ہی آگے بڑھے، دو تلواریں چمکتی نظر آئیں، اور ایک آواز بلند ہوئی "حکومت خدا کی ہے نہ کہ علی تیری!" شبیب کی تلوار طاق پر پڑی۔ لیکن ابن ملجم کی تلوار آپکی پیشانی پر لگی اور دماغ تک اُتر گئی۔ (ابن سعد)

زخم کھاتے ہی آپ چلائے "فزت برب الکعبۃ" (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) (احیاء ج ۴)

نیز پکارے "قاتل جانے نہ پائے" لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ شبیب تو نکل بھاگا۔ (ابن سعد)

عبدالرحمن نے بھی تلوار گھمانا شروع کر دی۔ اور مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ قریب تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے لیکن مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جو اپنے وقت کے پہلوان تھے دوڑے اور بھاری کپڑا اُس پر ڈال دیا اور زمین پر دے مارا (الکامل)

قاتل اور مقتول

امیرالمومنین گھر پہنچائے گئے۔ اپنے قاتل کو طلب کیا جب وہ سامنے آیا تو فرمایا "اے دشمن خدا! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کئے تھے؟" اسنے کہا "ہاں" فرمایا "پھر تو نے یہ حرکت کیوں کی؟" کہنے لگا "میں نے اسے (تلوار کو) چالیس دن تیز کیا تھا اور خدا سے دعا کی تھی کہ اس سے اپنی بدترین مخلوق قتل کرائے" فرمایا "میں سمجھتا ہوں تو اسی سے قتل کیا جائے گا۔ اور خیال کرتا ہوں تو ہی خدا کی بدترین مخلوق ہے" (طبری جلد ۶)

آپکی صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے پکار کر کہا "اے دشمن خدا تو نے امیرالمومنین کو قتل کر ڈالا!" کہنے لگا "میں نے امیرالمومنین کو قتل نہیں کیا البتہ تیرے باپ کو قتل کیا ہے!" انھوں نے چلا کر کہا "واللہ میں امید کرتی ہوں امیرالمومنین کا بال بیکا نہ ہوگا" کہنے لگا "پھر کیوں آنسو بہاتی ہو!" پھر کہا "بخدا میں نے مہینہ بھر اسے (تلوار کو) زہر پلایا ہے۔ اگر اب بھی یہ بے وفائی کرے تو خدا اسے غارت کرے" (ابن سعد)

امیرالمومنین نے حضرت حسن سے کہا "یہ قیدی ہے۔ اس کی خاطر تواضع کرو۔ اچھا کھانا دو، نرم بچھونا بچھا دو۔ اگر زندہ رہونگا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعویدار میں ہونگا۔ قصاص لونگا یا معاف کر دونگا۔ اگر مر جاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا۔ رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کرونگا۔ (ابن سعد) اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی شروع کر دو اور کہو کہ امیرالمومنین قتل ہو گئے! امیرالمومنین قتل ہو گئے! خبردار میرے قاتل کے سوا کوئی دوسرا قتل نہ کیا جائے۔ اے حسن اگر میں اس کی اس ضرب سے مر جاؤں تو ایسی ہی ضرب سے اُسے بھی مارنا۔ اس کے ناک کان کاٹ کر لاش خراب نہ کرنا کیونکہ میں نے نبی صلعم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار ناک کان نہ کاٹو اگرچہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو" (طبری)

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا "اگر تم قصاص لینے ہی پر اصرار کرو تو چاہیئے کہ اسے اسی طرح ایک ضرب سے مار دیں جس طرح اسنے مجھے مارا ہے لیکن اگر معاف کر دو تو یہ تقوی سے زیادہ قریب ہے (کامل) دیکھو زیادتی نہ کرنا۔ کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" (ابن سعد)

وصیۃ

پھر آپ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو جندب بن عبداللہ نے حاضر ہو کر کہا "خدا نخواستہ اگر ہم نے آپ کو کھو دیا تو کیا حسن کے ہاتھ پر بیعت کریں؟" آپنے جواب دیا "میں تمھیں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ اپنی مصلحت تم بہتر سمجھتے ہو" (طبری)

پھر اپنے صاحبزادوں حسن اور حسین کو بلا کر فرمایا "میں تم دونو کو تقوی الہی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا اگرچہ وہ تمھارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دور ہو جائے اُسپر نہ رونا۔ ہمیشہ حق کہنا۔ یتیم پر رحم کھانا۔ بیکس کی مدد کرنا۔ آخرت کے لئے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمن بننا۔ مظلوم کے حامی ہونا۔ کتاب اللہ پر چلنا۔ خدا کے باب میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا"

پھر اپنے تیسرے صاحبزادہ محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھا "جو نصیحت میں نے تیرے بھائیوں کو کی تو نے حفظ کر لی؟" انھوں نے عرض کی "جی ہاں" فرمایا "میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں نیز وصیت کرتا ہوں کہ اپنے ان دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا۔ ان کی اطاعت کرنا۔ بغیر انکی رائے کے کوئی کام نہ کرنا"

پھر امام حسن و حسین (علیہما السلام) سے فرمایا "میں تمھیں اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمھارا بھائی ہے۔ تمھارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمھارا باپ اس سے محبت کرتا تھا"

پھر امام حسن سے فرمایا "فرزندا! میں تجھے وصیت کرتا ہوں خوف خدا کی۔ ٹھیک اوقات میں نماز قائم کرنے کی۔ میعاد پر زکوۃ ادا کرنے کی۔ ٹھیک وضو کرنے کی کیونکہ نماز بغیر طہارت ممکن نہیں اور مانع زکوۃ کی نماز مقبول نہیں۔ نیز وصیت کرتا ہوں خطائیں معاف کرنے کی۔ غصہ پی جانے کی۔ رشتے جوڑنے کی۔ بردباری کی۔ دین میں عقل و دانش کی۔ ہر معاملہ میں تحقیق کی۔ قرآن سے مزاولت کی۔ پڑوسی سے حسن سلوک کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی۔ فواحش سے اجتناب کی" (طبری جلد ۶)

پھر اپنی تمام اولاد کو مخاطب کر کے کہا "خدا سے ڈرتے رہو۔ اُس کی اطاعت کرو۔ جو تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے اُس کا غم نہ کرو۔ اپنے پروردگار کی عبادت پر کمر بستہ رہو۔ چست و چالاک بنو سست نہ بنو۔ ذلت قبول نہ کرو۔ خدایا ہم سب کو ہدایت پر جمع کر دے ہمیں اور انھیں دنیا سے بے رغبت کر دے۔ ہمارے اور انکے لئے آخرت اول سے بہتر کر" (الامامۃ والسیاسۃ)

آخری وصیت

وفات کے وقت یہ وصیت لکھوائی "یہ علی بن ابی طالب کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ پھر اے حسن میں تجھے اور اپنی تمام اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا خوف کرنا اور جب مرنا تو اسلام ہی پر مرنا۔ سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ کیونکہ میں نے ابوالقاسم (رسول اللہ صلعم) کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ قائم رکھنا روزے نماز سے بھی افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو، اُن سے بھلائی کرو، خدا تمپر حساب آسان کر دے گا۔ اور ہاں، یتیم! یتیم! یتیموں کا خیال رکھو۔ اُنکے منہ میں خاک نہ ڈالو۔ وہ تمھاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں۔ اور دیکھو تمھارے پڑوسی! تمھارے پڑوسی! اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ کیونکہ یہ تمھارے نبی کی وصیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم سمجھے شاید تم انھیں ورثہ میں شریک کر دینگے۔ اور دیکھو، قرآن! قرآن! ایسا نہ ہو قرآن پر عمل کرنے میں کوئی تم سے بازی لے جائے۔ اور نماز! نماز! کیونکہ وہ تمھارے دین کا ستون ہے۔ اور تمھارے رب کا گھر! اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ! جہاد فی سبیل اللہ! اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتے رہو۔ زکوۃ! زکوۃ! زکوۃ، پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اور ہاں، تمھارے نبی کے ذمی! تمھارے نبی کے ذمی! (یعنی وہ غیر مسلم جو تمھارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں) ایسا نہ ہو اُن پر تمھارے سامنے ظلم کیا جائے۔ اور تمھارے نبی کے صحابی! تمھارے نبی کے صحابی! یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے۔ اور فقراء و مساکین! فقراء و مساکین! انھیں اپنی روزی میں شریک کرو۔ اور تمھارے غلام! تمھارے غلام! غلاموں کا خیال رکھنا خدا کے باب میں اگر کسی کی بھی پرواہ نہیں کروگے تو خدا تمھارے دشمنوں سے تمھیں محفوظ کر دے گا۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو۔ جب بات کرو تو میٹھی زبان میں بات کرو ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ چھوڑنا، ورنہ تمھارے اشرار تم پر مسلط کر دئے جائینگے، پھر تم دعائیں کروگے مگر قبول نہ ہونگی۔ باہم ملے جلے رہو۔ بے تکلف اور سادگی پسند رہو خبردار ایک دوسرے سے نہ کٹنا اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا۔ نیکی اور تقوی پر باہم مددگار رہو۔ مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ خدا سے ڈرو کیونکہ اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! خدا تمھیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کو تم میں یاد رکھے

کی بولی میں "شہادت" کے لفظ کے ساتھ جب کسی عقیدے کا اظہار کیا جاتا ہو، تو اُس کی ایک خاص حیثیت ہوتی ہو۔ یہ موقعہ تفصیل کا نہیں۔ مختصراً یوں سمجھنا چاہئے کہ شہادت کے معنی گواہی دینے کے ہیں اور یہ اُسی وقت دی جاسکتی ہو جبکہ دو باتیں موجود ہوں:

ایک یہ کہ جس بات کی گواہی دی جائے، اُسپر گواہ کو پورا پورا یقین ہو۔ ایسا یقین جیسا اپنی آنکھ سے دیکھی بھالی چیز پر ہوتا ہو۔

دوسری یہ کہ وہ کوئی ایسی بات ہو جس کی سچائی اور حقیقت پوشیدہ ہوگئی ہو اور دنیا میں عام طور پر اُسے جھٹلایا جارہا ہو، اس لئے ضرورت ہو کہ اُسپر گواہی دیکر اُسے نمایاں اور عالم آشکارا کردیا جائے۔ اگر ایسا نہیں ہو تو اُس کے لئے "شہادت" کا لفظ موزوں نہ ہوگا۔ اظہارِ خیال کے دوسرے الفاظ کافی ہونگے۔

یہی وجہ ہو کہ اسلام نے "شہادت" کے لفظ کے ساتھ جن جن امور کا اعلان کیا ہو، وہ تمام تر وہی ہیں جو عقائد و ایمان کی بنیادی سچائیاں ہیں اور جن کی حقیقت انسان کے جہل و گمراہی سے اس درجہ پوشیدہ ہوگئی تھی کہ اُنکے جھٹلانے پر تمام دنیا نے ایکا کرلیا تھا۔ ضرورت تھی کہ اُنکے لئے نوعِ انسانی کے دل و زبان سے از سرِ نو گواہی دلوائی جائے۔ تاکہ ایک طرف اُنکے یقین و اعتقاد کا اعلان ہوجائے، دوسری طرف اُنکے جھٹلانے کی تکذیب ہوجائے۔ پھر اس شہادت کے بھی مراتب اور اقسام ہیں لیکن ان کی تشریح کا یہ موقعہ نہیں۔

اب غور کرو کہ اس دعا میں جس طرح توحید اور رسالت کا اقرار لفظ "شہادت" کے ساتھ کیا گیا ہو، ٹھیک اُسی طرح انسانی برادری کی حقیقت پر بھی "شہادت" دی گئی ہو۔ اس سے تین باتیں واضح ہوگئیں:

اوّل یہ کہ اسلام کے نزدیک انسانی برادری کا قیام اس درجہ اہم تھا کہ اس کے اقرار کے لئے بھی "شہادت" کا لفظ اختیار کیا ہو جو اُسنے ایمان و عقائد کی بنیادی صداقتوں کے اقرار کے لئے مخصوص کردیا ہو۔

دوسرے یہ کہ یہ ایک ایسی بات تھی جس کے لئے زیادہ سے زیادہ مضبوط یقین و ایمان مطلوب تھا۔ ایسا یقین جو ایک گواہ گواہی دیتے ہوئے کسی بات کی واقعیت پر رکھتا ہو۔

تیسرے یہ کہ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جو ہر طرف جھٹلائی جارہی تھی۔ اور چونکہ جھٹلائی جارہی تھی، اس لئے ضرورت تھی کہ اُسپر "گواہی" دی جائے، اور اُس کی گواہی ہمیشہ کے لئے قائم کردی جائے۔

انسان کی عالمگیر اخوت کی راہ میں سب سے بڑی روک چار چیزیں تھیں: نسل۔ وطن۔ رنگت۔ زبان۔ انہی چار امتیازات کی بنا پر الگ الگ حلقے بنائے گئے تھے، اور انسانیت کا ایک دائرہ بے شمار چھوٹے چھوٹے دائروں میں بٹ گیا تھا۔ اسلام نے نہ صرف ان چاروں سے انکار کیا، بلکہ انکے خلاف اس درجہ واضح اور قطعی اعلانات کردیئے کہ کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ "نسل" کی نسبت صاف صاف کہدیا کہ سب کی نسل ایک ہی ہو۔ "وطن" کی نسبت کہدیا کہ عرب ہو یا عجم، سب ایک ہی خدا کی زمین کے باشندے ہیں۔ "زبان" اور "رنگت" کی نسبت فیصلہ کردیا کہ یہ خدا کی حکمت و قدرت کی نشانیاں ہیں۔ کسی جگہ کی آب و ہوا ایک رنگ پیدا کرتی ہو۔ کہیں کی آب و ہوا دوسرا رنگ۔ کہیں ایک خاص طرح کی زبان ادائے مطلب کے لئے وجود میں آگئی۔ کہیں دوسری زبان۔ لیکن یہ اختلافات انسان کے امتیاز اور تفرقہ کی بنیادیں نہیں ہیں۔

پھر اس کے ساتھ ہی اُسنے اپنے اعمال کا جو نظام طیار کیا، اُس کے ہر گوشہ کی وضع و قطع ایسی رکھی جس کے ساتھ امتیازِ نسل و قوم جمع ہی نہیں ہوسکتا۔ روزانہ اعمال و عبادات میں ایسی چیزیں رکھ دی گئیں کہ ہمیشہ انسانی وحدت و مساوات کا عملی اعتراف ہوتا رہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، سب میں یہ روح کام کررہی ہو۔ انسانی اخوۃ کے قیام و نفوذ کا ایک پورا نظام ہو جو اپنے ہر فرد کو مجبور کردیتا ہو کہ اس حقیقت کا اقرار کرے، اُس کے سامنے سرِ اطاعت خم کردے، اس کے یقین و ایمان کی عملی تصویر بنجائے!

اس بارے میں بے شمار چیزیں لکھنے اور بیان کرنے کی ہیں لیکن یہاں ذکر ضمناً آگیا ہو، اس لئے صرف اشارات پر اکتفا کیا گیا۔

اسلام کو اپنی اس دعوت میں کہاں تک کامیابی ہوئی؟ انسانی برادری کا گم گشتہ حلقہ قائم ہوگیا یا نہیں؟ اس کا مفصل بیان آگے آئیگا۔ لیکن تاریخ اور مشاہدہ کا یہ فیصلہ تو بلا نزاع مسلم ہو کہ:

(۱) عرب کی نسلی اور وطنی عصبیت پر ایسی کاری ضرب لگی کہ پھر سر نہ اُٹھا سکی۔

(۲) عرب سے باہر وہ جہاں جہاں پہنچا، ایک ایسی انسانی اخوۃ کی دعوت جو وطنی اور نسلی امتیازات سے بالاتر تھی، اُس کے ساتھ ساتھ گئی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں جب یورپ کی اجتماعی زندگی "عائلہ" اور "قبیلہ" کی سرحد سے آگے نہیں بڑھی تھی، اسلام اسپین اور فرانس میں انسانی اخوۃ کا پیغام سنا رہا تھا!

(۳) اُسنے ایک ایسا عالمگیر معاشرتی نظام قائم کردیا جو ہر طرح کے نسلی و وطنی تعصبات سے بالاتر ہو، اور جس کی بنیاد انسانی اخوۃ اور وحدۃ پر ہو۔

(۴) قرونِ وسطیٰ (مڈل ایجز) کے بعد یورپ کے تمدن کا نیا دور شروع ہوا، اور اُسنے قومیت و جنسیت کا صور اس زور سے پھونکا کہ تمام دنیا اس کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھی۔ اب "انسانیۃ" کی راہ میں جنسیت و قومیت کی کڑی حائل ہوگئی ہو لیکن اسلام نے اب سے تیرہ سو برس پہلے یہ تمام کڑیاں ختم کرلی تھیں۔

(۵) اگر کہا جائے کہ اسلام کی دعوت سے بھی انسانیۃ کا عام حلقہ پیدا نہ ہوسکا۔ بلکہ "اسلامیت" کا ایک نیا حلقہ بن گیا، تو یہ صحیح ہو لیکن چند حقیقتیں تسلیم کرلی پڑیں گی:

اولاً یہ قصور زمانے کی استعداد کا ہو نہ کہ اسلام کی دعوت کا۔ مختلف وجوہ سے جن کی تشریح آگے آئیگی دنیا کو منزلِ انسانیت تک پہنچنے کے لئے ابھی بڑا وقت درکار تھا۔

ثانیاً اگرچہ "اسلامیت" کا ایک نیا حلقہ پیدا ہوگیا مگر کیسا وسیع حلقہ؟ ایسا وسیع حلقہ کہ اسوقت تک کے تمام اجتماعی حلقوں میں سب سے زیادہ وسیع حلقہ وہی ہو۔ بلاشبہ وہ بھی ایک چار دیواری کھینچ دینے پر مجبور ہوگیا، لیکن کیسی چار دیواری؟ اس درجہ وسیع چار دیواری کہ دنیا کے تمام بنائے ہوئے حلقے اُس کے پھیلاؤ کے اندر آگئے۔ اُسنے کسی گوشے، کسی دائرے، کسی ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کو بھی اپنی چار دیواری سے باہر رہنے نہیں دیا۔ اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہو کہ کم از کم اسلام کی دعوت نے انسانی اجتماع کا ایک ایسا دائرہ پیدا کردیا جو نوعِ انسانی کے تمام پچھلے دائروں سے اوپر اور صرف ایک ہی دائرہ مطلقہ انسانیۃ سے نیچے ہو۔ وہ انسان کو تمام پچھلے درجوں سے بلند کرکے ایک ایسی سطح تک پہنچا دیتا ہو جہاں سے "انسانیت" کی آخری بلندی صرف ایک درجہ بلند ہو۔ وہ قدم اُس سطح تک پہنچا دیتا ہو جہاں سے صرف ایک قدم آ۔ بڑھنا رہجاتا ہو۔ حالانکہ دنیا کی تمام قوموں کے سامنے منزلوں کی منزلیں باقی ہیں!

اس اعتبار سے اگر گذشتہ اجتماع کی تمام کڑیوں پر نظر ڈالی جائے، تو اُن میں ایک نئی کڑی ساری کڑیوں اور پھر آخری "انسانیۃ واضحیۃ" سے نیچے بڑھا دینی پڑیگی۔ اور اس سلسلۂ ارتقا کی نو منزلوں کی جگہ دس منزلیں ہوں گی:

(۱) امومۃ
(۲) ابوۃ
(۳) عائلہ
(۴) قبیلہ
(۵) بلدیۃ
(۶) وطنیۃ
(۷) قومیت و جنسیت
(۸) براعظمیت یا تقسیم بلحاظ جغرافیہ
(۹) اسلامیت
(۱۰) انسانیۃ واضحیۃ

"اسلامیت" کی سرحد "انسانیۃ" کی سرحد سے [illegible] اگر دنیا چاہے تو صرف ایک قدم میں منزل مقصود تک [illegible] جاسکتی ہو!

لیکن کیا دنیا میں اس نصب العین [illegible] موجود ہو؟ اس کے لئے ہمیں دوسری مجلس کا انتظار کرنا چاہئے۔

دُنیا کی بہترین پنسل
امریکن کارخانہ "شیفر"
کی
"لائف ٹائم" پنسل ہو
اسلئے کہ
(۱) "لائف ٹائم" یعنے عمر بھر کے لئے کافی ہو۔
(۲) اُس کا خول اسقدر خوشنما اور دیدہ زیب ہو کہ دنیا کی کوئی پنسل خوبصورتی میں اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔
(۳) ارزانی میں بھی تمام قسموں کی پنسلوں کا مقابلہ کرتی ہو۔
یاد رکھئے
آپکو "لائف ٹائم" پنسل خریدنی ہو!

کرنے کے لئے طیار نہیں"؟ کیسی عجیب بات ہے کہ تم ایک ہی چیز کو ایک جگہ ٹھکراتے ہو اور دوسری جگہ اپنے سر پر جگہ دیتے ہو؟ اس سے بھی بڑھ کر انسان کی عالمگیر غفلت و محجوبیت کا کوئی منظر ہو سکتا ہے کہ اُسے چھ سو برس پیچھے ہٹنے سے تو انکار ہے، لیکن اس سے انکار نہیں کہ ہزاروں برس پیچھے دھکیل دیا جائے؟

۳

اسلام اور عصبیت قوم و جنس

ان مقدمات کی تشریح کے بعد اب دیکھنا چاہیے کہ اسلام نے اس بارے میں دنیا کو جس طرف لیجانا چاہا تھا، وہ کونسی منزل اور کونسا نقطہ ہے؟

وہ منزل "انسانیۃ" کی منزل ہے۔ وہ نقطہ اس سلسلہ ارتقا کا نقطہ کمال ہے!

چھٹی صدی عیسوی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو دنیا کے قدم "قبیلہ" اور "وطنیۃ" کی منزل سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ اسلام کا ظہور عرب میں ہوا، اور عرب کی آبادی قبیلوں کا مجموعہ تھی۔ ہر قبیلہ اپنی نسلی جنسیت کے دائرہ کے اندر محدود تھا، اور اس سے باہر کی کوئی وسعت قبول نہیں کرتا تھا۔ ان تنگ دائروں کے اعتقاد سے فخر و غرور، نسل انسانی کی تحقیر و تذلیل، اور باہمدگر غلبہ و تسلط کے جس قدر بھی جذبات پیدا ہو جایا کرتے ہیں (جن کی تشریح آگے آئے گی) وہ سب کے سب اس شدت و قوت کے ساتھ اُن کے خمیر میں سرایت کر چکے تھے کہ شاید ہی کسی قوم کی تاریخ میں اس کی نظیر مل سکے۔ اُن میں کا ہر فرد اپنے قبیلہ کے انتساب سے بڑھ کر دنیا کی کوئی عظمت و بڑائی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ سیکڑوں ہزاروں جانیں ان کی آن میں قربان ہو جاتی تھیں تاکہ قبیلہ کے شرف و غرور کو صدمہ نہ پہنچے۔ یہ معاملہ اس درجہ معلوم و مسلم ہے کہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حماسہ میں آج بھی انکے اشعار پڑھتے ہیں تو جذبات نسل و نسب کی شدت و حرارت سے دل و دماغ تنور کی طرح گرم ہو جاتا ہے۔ دنیا کی کسی قوم کی شاعری ان جذبات میں عرب جاہلیۃ کا مقابلہ نہیں کر سکتی!

عربی میں قبیلہ، خاندان، نسل، وطن و مکان کی اس حد بندی کے اعتقاد اور اس کے غلو کو "عصبیت" سے تعبیر کرتے تھے۔ اس عصبیت کی پہلی بنیاد عربیت پر تھی، یعنے غیر عرب کے مقابلہ میں عرب کی فضیلت؛ اور اس کے بعد عربیت میں بھی ہر قبیلہ اپنے نسلی امتیاز کے غرور سے سرگراں تھا۔

عرب سے باہر بھی دنیا کا تمام آباد حصہ قبیلہ اور وطن سے زیادہ وسیع دائرہ کوئی نہیں رکھتا تھا۔ رومی تمدن نے رومن قومیت کی بنیادیں استوار کی تھیں، لیکن اُس کی بنیاد بھی نسل اور وطن ہی پر تھی۔ سسلی کے حاکم نے جب ایک رومانی کو گرفتار کر کے دُرّوں سے پٹوایا تھا تو وہ اُسکی ہر ضرب پر چیختا تھا "میں رومانی ہوں"۔ مشہور رومی خطیب سیسرو نے اس حاکم کے خلاف تقریر کرتے ہوئے کہا تھا "ایک رومانی فورم کے وسط میں لٹایا جاتا ہے اور دُرّوں سے پیٹا جاتا ہے۔ وہ نہ تو درد و اذیت کی شکایت کرتا ہے، نہ روتا دھوتا ہے۔ صرف اس جملہ کی تکرار کرتا ہے کہ میں رومانی ہوں! اہل مجلس قضاۃ! اس مظلوم کو یقین تھا کہ میں اپنے آپ کو رومانی کہکر ساری تکلیفوں اور بے عزتیوں سے بچا سکتا ہوں۔ کیونکہ ابھی تھوڑے دن کی بات ہے کہ رومانی ہونا تمام جہان کے لئے حفاظت اور شرف کی سب سے بڑی ضمانت تھی"۔ یہ سیسرو کی قانونی تقریروں میں سب سے زیادہ فصیح تقریر خیال کی گئی ہے۔ سیسرو نے صرف اس پر زور دیا کہ وہ رومانی تھا۔ یہ نہیں کہا کہ انسان تھا۔ اُسے انسانیت کا نہیں، رومانیت کا استغراق تھا!

لیکن اسلام ان منزلوں میں رُک نہ سکا۔ اسنے اُن تمام رشتوں اور رشتوں کی بنیادوں سے انکار کر دیا جو انسان کے علم و نظر کی کوتاہیوں نے بنا رکھے تھے۔ وہ نسل، وطن، جنس، رنگ، زبان، کسی غیر حقیقی رشتے کو تسلیم نہ کر سکا۔ اُسنے انسان کو صرف ایک ہی رشتے کی دعوت دی۔ انسانیت اور انسانی برادری کے فطری رشتہ کی!

یا ایها الناس! انا خلقناکم من "اے مجمع انسانی! ہمنے تم سب کو ایک مرد اور
ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و ایک عورت سے پیدا کیا ہے، پھر
قبائل لتعارفوا، ان اکرمکم عند اللہ ایسا کیا کہ تمھیں مختلف شاخوں
اتقاکم، ان اللہ علیم خبیر (۴۹: ۱۳) اور قبیلوں کی صورت دے دی
بہت سے گروہوں اور ملکوں میں بکھر گئے۔ لیکن شاخوں اور قبیلوں کا یہ اختلاف صرف اس لئے ہوا تاکہ ایک گروہ سے دوسرا گروہ پہچانا جا سکے۔ باقی رہی یہ بات کہ انسان کے شرف و عزت کا معیار کیا ہے تو اسکی بنیاد یہ طرح طرح کی گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی ہے۔ اللہ کے حضور وہی سب سے زیادہ شریف ہے جو سب سے زیادہ اپنے کاموں میں پرہیزگار ہے"!

اس آیت کی ساری روح "لتعارفوا" کے لفظ میں ہے۔ اس لفظ نے اس حقیقت کا اعلان کر دیا کہ انسانوں کے گروہوں اور جماعتوں کے جتنے بھی حلقے بنے ہیں، خواہ وہ نسل کی بنا پر بنے ہوں خواہ وطن و جنس کی بنا پر، ان کی ساری قدر و قیمت صرف اتنی ہے کہ باہم دگر پہچان کا ذریعہ ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی اثر نہیں رکھتے۔ تمام کرہ ارضی پر پھیلی ہوئی نسل انسانی کے لئے ضروری تھا کہ مختلف حصوں اور گروہوں میں منقسم ہو جائے اور جب منقسم ہو گئی تو ناگزیر ہوا کہ ایک گروہ کو دوسرے سے پہچاننے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ تعارف پیدا ہو جائے۔ یہ تمام حلقے تعارف کا ذریعہ ہیں۔ یہ افریقی ہے، یہ عربی ہے۔ یہ آرین ہے، یہ منگولین ہے۔ اس طرح ہر جماعت کی پہچان ہو جاتی ہے۔ لیکن اس تقسیم میں نہ تو کوئی امتیاز ہے، نہ یہ کوئی حقیقی تقسیم ہے۔ حقیقی امتیاز صرف ایک ہی ہو سکتا ہے، اور وہ انسان کی سعی و عمل کا امتیاز ہے۔

اب تمام نسل انسانی ایک سطح اور ایک صف میں کھڑی ہو گئی۔ حقیقت کسی کو بلندی نہیں دیتی، مگر اُس کو جو اپنے عمل سے شرف و رفعت کا استحقاق ثابت کر دے!

جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں، مینا اُسی کا ہے!

رشتہ انسانیت کی وحدۃ و اخوۃ کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کر دیا کہ "خلقناکم من ذکر و انثی" تمام نوع انسانی ایک ہی نسل، ایک ہی خاندان، ایک ہی گھرانا ہے۔ پس جب فی الحقیقت نہ تو نسل میں امتیاز ہے کیونکہ نسل ایک ہی ہے، نہ وطن میں تفرقہ ہے کیونکہ وطن بھی سب کا ایک ہی کرۂ ارضی ہے، تو پھر ان میں کا ایک گروہ دوسرے گروہ سے کیوں الگ ہے؟ کیوں ایک ہی خاندان اور ایک ہی گھرانے کے رشتہ دار ایک دوسرے سے کٹ کر غیر اور اجنبی بن جائیں؟

اس بارے میں اسلام کی بنیادی تصریحات اس درجہ مشہور و معلوم ہیں کہ یہاں اُن کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ مقصود صرف اشارہ ہے۔ منجملہ اُن قرآنی تصریحات کے جو انسانی وحدۃ کا اعلان کرتی ہیں، وہ تمام آیتیں ہیں جن میں ظاہر کیا گیا ہے کہ مجمع انسانی کی اصل وحدۃ تھی۔ تفرقہ گمراہی اور فطرۃ الٰہی سے دُوری کا نتیجہ ہے! وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا، ولولا کلمۃ سبقت من ربک لقضی بینھم فیما فیہ یختلفون (۱۰: ۱۹)

اسلام کے داعی اول کی تعلیم اور عمل کا جو کچھ حال تھا، وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ آپنے نسل و جنس کے غرور و تنگ نظری کو عصبیۃ جاہلیۃ سے تعبیر کیا اور بار بار اعلان کر دیا کہ "لیس منا من مات علی العصبیۃ۔ لیس منا من دعی الی العصبیۃ۔ لیس منا من قاتل علی العصبیۃ" یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کی عصبیت کے تعصب پر دنیا سے جائے۔ وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کے تعصب کی طرف دعوت دے۔ وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کی بنا پر کسی دوسری جماعت سے لڑائی لڑے۔ حجۃ الوداع یعنی آخر حج کے موقعہ پر جو آپ کی زندگی کا آخری حج تھا، آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی۔ کلکم ابناء آدم" (صحیحین)، "لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقوی الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب" (رواہ الجامع) آج کے دن سے نسل و قومیت کے سارے امتیازات مٹ گئے۔ اب نہ کسی عرب کو عرب ہونے کی وجہ سے عجمی پر فضیلت ہو سکتی ہے۔ نہ عجمی کو عرب پر۔ فضیلت اسی کے لئے ہے جو اپنے عمل میں فضیلت رکھتا ہے۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اور اس لئے سب ایک ہی خاندان کے اور ایک ہی درجہ کے ہیں!

اسلام کی دعوت میں انسانی وحدت و اخوۃ کی حقیقت کو کس درجہ اہمیت حاصل تھی؟ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ آنحضرت (صلعم) سے جو دعائیں پانچ وقت کی نمازوں میں ثابت ہیں، اُن میں سے ایک دعا یہ ہے۔ زید بن ارقم نامی ایک راوی کہتے ہیں کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتے تھے: (کان رسول اللہ صلعم یقول فی دبر کل صلوۃ):

اللھم ربنا و رب کل شئ۔ انا شھید	"خدایا! ہمارا اور ساری کا
انک الرب وحدک لا شریک لک!	ہستی کا پروردگار! میں گو
اللھم ربنا و رب کل شئ، انا شھید	کہ صرف تو ہی پروردگار ہے
ان محمدا عبدک و رسولک! اللھم	تیرے سوا کوئی نہیں۔ خدایا! ہم
ربنا و رب کل شئ، انا شھید ان	اور ساری کائنات ہستی کا پرور
العباد کلھم اخوۃ (مسند امام احمد و ابوداؤد)	دگار! میں گواہ ہوں کہ محمد اس

سے زیادہ نہیں ہے کہ تیرا بندہ ہے اور تیرا رسول ہے! خدایا! ہمارا اور تمام کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ تیرے سارے بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انھوں نے کتنے ہی تفرقے پیدا کر رکھے ہوں لیکن تونے اُن سب کو ایک ہی رشتہ انسانیت میں جوڑ دیا ہے"!

غور کرو، اس دعا میں یکے بعد دیگرے تین شہادتیں ہیں۔ پہلی پروردگار عالم کی توحید و ربوبیت کی ہے۔ دوسری رسول کی رسالت اور بندگی کی ہے۔ یہ دونوں شہادتیں اسلام کے دینی عقائد کی بنیاد اور اولین اصول ہیں۔ اب ان دو اہم ترین عقیدوں کی شہادت کے ساتھ ہی تیسری شہادت جس بات کی دی جا رہی ہے ضروری ہے کہ وہ بھی اسلام کے نقطۂ نگاہ سے اس درجہ اہم ہو کہ ان دونوں کے بعد تیسری جگہ پا سکے۔ وہ کیا ہے؟ "ان العباد کلھم اخوۃ" خدایا! اگرچہ انسان نے تیری بنائی ہوئی انسانی برادری چھوڑ کر طرح طرح کی نئی برادریاں اور رشتے بنا رکھے ہیں، لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ جس طرح تیری وحدانیت اور تیرے رسول کی رسالت برحق ہے، اُسی طرح یہ بھی برحق ہے کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انھوں نے جہل و محجوبیت سے کتنا ہی یہ مقدس رشتہ بھلا دیا ہو، لیکن یہ رشتہ حقیقی ہے اور قائم ہے!

داعی اسلام توحید اور رسالت کے بعد جس حقیقت کا اعلان عام کرنا چاہتا تھا، وہ انسان کی انسانی برادری تھی!

اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے۔ کہ قرآن و اسلام

دوسری سیٹھ بدری پرشاد کی جو وہاں کے مالکان اراضی میں سے ہے اور ہندوستان کی زمیندارانہ خصائل کا کامل نمونہ ہو۔ مصنف کے قلم کو "پریم" سے زیادہ بدری پرشاد کی تصویر کھینچنے میں کامیابی ہوئی ہو۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ ہندوستانی زندگی کے جس افسانہ پر سر اوڈوداٹر کے قلم سے دیباچہ نکلے گا، سیاسی حیثیت سے اُسکی روح کیا ہوگی؟ افسانہ کا معاشرتی ماحصل جو کچھ بھی ہو لیکن سیاسی ماحصل یہ ہو کہ ہندوستان کی اصلی آبادی دیہات کی آبادی ہو۔ اُس کے حقیقی اور عملی مسائل اقتصادی اور زرعی ہیں نہ کہ سیاسی ضرورت اُنہی کے حل اور اصلاح کی ہو۔ سیاسی نظام کی ترقی نہ تو ضروری ہو نہ سود مند!

قصہ کوتہ گشت ورنہ درد سر بسیار بود!

آشور اور بابل کی نئی تاریخ

Ancient Records of Assyria And Babylonia

آشور (اسیریا) اور بابل کا ما بین النہرین تمدن، تاریخ قدیم کی وہ عجیب داستان ہو جو صرف ہزاروں برس پہلے کے کھنڈر اور زیر زمیں اینٹوں ہی کی زبانی سنی جاسکتی ہو۔ قلم و کتابت کے ذریعہ بہت کم صدائیں ہم تک پہنچی ہیں۔ علماء آثار نے اس عہد کے آثار سے بہت کچھ ذخیرۂ علم حاصل کرلیا ہو۔ یہ اب تاریخ کی ایک مستقل شاخ ہوگئی ہو۔ تاہم بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری ہو۔

حال میں شکاگو یونیورسٹی (امریکہ) کے ایک پروفیسر مسٹر ڈی۔ ڈی لکنبل (D. D. Luckenbill) نے اس موضوع پر دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہو جو پچھلے ماہ شائع ہوگئی اسمیں کوشش کی ہو کہ جس قدر بھی معلومات آثار قدیمہ کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں، وہ سب تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کردیجائیں تاریخ کی ابتدا اُس زمانہ سے کی ہو جو تاریخ کی ابتدائی روشنی کا زمانہ ہو، اور ختم اُس عہد پر کیا ہو جب سرزمین نینوا تباہ ہوجاتی ہو۔ مصنف نے دیباچہ میں تصریح کی ہو کہ:

"اس تاریخ کا تمام تر دار و مدار آثار قدیمہ ہو۔ آثار سے جو معلومات حاصل کی جاتی ہیں وہ بہت حد تک ایک خاص طریق استدلال پر مبنی ہوتی ہیں۔ اگر اس طریق استدلال کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ بھی غلط ثابت ہوجائے تو نتائج کا بہت بڑا سلسلہ نظر انداز کردینے کے قابل ہوجائے گا۔ اس لئے میں نے کوشش کی ہو کہ حتی الامکان استدلالی طریقہ کی جگہ استنباط و استخراج کے سادہ طریقہ پر قناعت کروں لیکن یہ ہر جگہ کام نہیں دے سکتا تھا۔ بعض مقامات ایسے ہیں کہ استدلال کے بغیر قدم بڑھایا ہی نہیں جاسکتا۔ ایسے موقعوں پر طریق استدلال کام میں لایا گیا ہو مگر یہ احتیاط کرلی ہو کہ اول تو صرف مستند علماء آثار کے بیانات پر قناعت کرلی جائے۔ ثانیاً حتی الوسع استدلال میں بھی قریبی اور صاف استدلال سے نکالے ہوئے نتائج لئے جائیں"

قدیم ہندوستان میں سانپ کی حیثیت

Indian Serpent-Lore or The Nagas in Hindu Legend

ڈاکٹر جے۔ ووجل Vogel نے مندرجہ صدر نام سے ایک کتاب لکھی ہو۔ ہندوؤں کے علم الاصنام میں سانپ کے وجود نے کیوں اہمیت حاصل کرلی؟ اور کس طرح اس کی پرستش کا رواج ہوا؟ اس کتاب میں اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی ہو۔ مصنف نے پہلے ہندوستان میں سانپوں کی کثرت اور انکے اثرات پر بحث کی ہو۔ پھر "ناگ" اور اس کے تخیل پر نظر ڈالی ہو اور اس سلسلہ میں وہ تمام افسانے بھی درج کردیئے ہیں جن کا تعلق ناگ بادشاہوں اور ناگ کی قوم سے ہو۔

کتاب بہ حیثیت مجموعی دلچسپ ہو اگرچہ تحقیقات کا پایہ بلند نہیں ہو۔ ہم اس کے بعض حصوں کا ترجمہ آئندہ شائع کریں گے

تجہیز و تکفین کی فضول خرچیاں

Funeral Customs: Their Origin and Development

مسٹر بی۔ اس۔ پکل Puckle نے یہ کتاب اس غرض سے لکھی ہو کہ مسیحی رسوم کے مطابق تجہیز و تکفین کے جو طریقے یورپ میں رائج ہیں، ان پر تاریخ و فلسفہ کے نقطۂ خیال سے نظر ڈالی جائے، اور اقتصادی حیثیت سے اُن کا مسرفانہ پہلو بھی واضح کیا جائے۔ کتاب کا موضوع اگرچہ صرف یورپ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہو لیکن تجہیز و تکفین کا مسئلہ عام ہو، اس لئے جا بجا نہایت دلچسپ اور مفید مباحث آگئے ہیں۔ یہ کیا بات ہو کہ موت جو زندگی کا خاتمہ اور حسرت و ماتم کا پیغام ہو، اُس ساز و سامان سے علیحدہ نہ ہوسکی جو انسان نے زندگی کی شان و شوکت اور ہنگامہ آرائیوں کے لئے اختیار کئے تھے؟ وحشی قوموں سے لے کر موجودہ عہد کی متمدن قوموں تک، کوئی بھی اسپر راضی نہیں ہوتا کہ موت کا مرحلہ محض خاموشی و غمگینی کے ساتھ طے کرلے؟ مصنف اس کے جواب میں چار سبب بتلاتا ہو:

(۱) یہ قدیم اور عالمگیر اعتقاد کہ بعض رسوم کی ادائیگی پر میت کی آئندہ عافیت موقوف ہو۔

(۲) اگر میت کے ساتھ انصاف اور فیاضی ملحوظ نہ رکھی گئی تو وہ زندوں کو ستانے لگے گا۔

(۳) رائے عامہ جسے حق حاصل ہو کہ جنازوں کی شان و شوکت یا سادگی و بے وقعتی پر اظہار خیال کرے۔

(۴) میت کے عزیزوں قریبوں کے دماغ کی وہ عارضی حالت جو کچھ عرصہ کے لئے دنیا اور دنیا کے تمام مصالح و فوائد سے بے پروا ہوجاتی ہو اور فضول خرچی کی مضرتوں کا احساس باقی نہیں رہتا۔

لوزان کی آئندہ مسیحی کانفرنس

معلوم نہیں قارئین الہلال کو اُس کانفرنس کا حال معلوم ہو یا نہیں جو سنہ ۱۹۲۰ء میں اس لئے قائم کی گئی تھی تاکہ تمام مسیحی ممالک کے مذہبی عقائد و نظام کی وحدت و یک جہتی کے لئے مسلسل کوشش شروع کی جائے؟ یہ کانفرنس لوزان میں منعقد ہوئی تھی جس کا نام ترکی معاہدۂ صلح کے سلسلہ میں کافی شہرت حاصل کرچکا ہو۔ اب آئندہ اگست میں اس کا دوسرا اجلاس منعقد ہوگا۔ پچھلی ڈاک کے تمام اخبارات اس کے تذکرہ سے لبریز تھے۔

یہ مسیحی مذہب کا حال ہو جسنے اول دن سے اصول و عقائد کے تفرقہ میں پرورش پائی تھی۔ لیکن اسلام کی بنیاد اس حالت میں پڑی کہ کلیسا اور کلیسا کے اختلافات کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رکھی گئی تھی۔ پھر کیا مسلمانوں کے لئے اسمیں کوئی عبرت نہیں ہوگی؟ کاش ہندوستان میں بھی کسی "لوزان" کی صدا بلند ہو!

ٹرکی کی جدید مردم شماری

ترکی حکومت نے نئی مردم شماری کا انتظام کیا ہو۔ اس سلسلہ میں اخبار نیر ایسٹ لندن نے لکھا تھا کہ "ترکی حکومت کی جانب سے بار بار ظاہر کیا گیا ہو کہ اُس کی موجودہ آبادی ساڑھے تیرہ ملین (ایک کروڑ پینتیس لاکھ) سے کم نہیں ہو لیکن واقعہ یہ ہو کہ اس سے بہت کم ہو" اسپر سطلت بے نے جو موجودہ ترکی حکومت میں دیوانی امور کے ڈائرکٹر جنرل ہیں، ایک بیان شائع کیا ہو اور نیر ایسٹ کی تغلیط کی ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ "یہ تخمینہ تمام سرکاری کاغذات سے ثابت شدہ ہو، اور بہت ممکن ہو کہ آئندہ مردم شماری میں اس سے بھی زیادہ تعداد ثابت ہو"۔

آزادی پر دُنیا کی نئی نظر

مئی کے کنٹمپریری ریویو میں سر ہربرٹ سیموئل نے ایک طویل مقالہ "لبرٹی" (آزادی) کے عنوان سے لکھا ہو۔ انگلستان کے درمیانی طبقہ کا زاویۂ نگاہ معلوم کرنے کے لئے یہ ایک نہایت مفید تحریر ہو۔ یہ نہ تو اس میدان میں زیادہ دور تک بڑھا چلا گیا ہو۔ نہ اسپر قانع ہو کہ قدم نہ اُٹھائے۔ پڑھنے والا محسوس کرتا ہو کہ اُسے ایک درمیانی جگہ مل گئی ہو۔

مقالہ نگار نے آزادی کی وہی پانچ قسمیں کی ہیں جو آجکل عام طور پر کی جاتی ہیں:

(۱) شخصی

(۲) دماغی

(۳) سیاسی

(۴) اقتصادی

(۵) قومی

پھر بتلایا ہو کہ ان میں سے ہر آزادی کا ایک حلقہ ہو لیکن مشکل یہ پیش آجاتی ہو کہ ہر حلقہ دوسرے حلقہ سے متناقض ہو جاتا ہو۔ مجبوراً ان سب میں اتنی کمی بیشی کردینی پڑتی ہو کہ مجموعی حالت میں اعتدال پیدا ہوجائے۔ کبھی شخصی آزادی گھٹا دی جاتی ہو تاکہ سیاسی آزادی کو صدمہ نہ پہنچے۔ کبھی سیاسی آزادی محدود کردی جاتی ہو تاکہ شخصی آزادی کا درجہ گھٹ نہ جائے۔ ان تمام حلقوں کے ایسے حدود قائم ہوجانا جو باہدگر موافق و مطابق ہوں، دنیا کی عملی مشکلات میں سے سب سے بڑی مشکل ہو۔ جس دن ہم یہ مشکل حل کرلینگے، آزادی کا عملی عقدہ بھی حل ہوجائے گا۔

جدید روس کا جدید تمدن

اسی رسالہ میں مسٹر سی۔ ایچ ہرفورڈ کا ایک نہایت دلچسپ مقالہ "بالشوزم کی تہذیب" پر نکلا ہو۔ مسٹر موصوف لکھتے ہیں:

"بالشوسٹ روس کو ہم اسوقت تک صرف تعصب ہی کی عینک میں سے دیکھتے رہے ہیں لیکن یہ حالت کب تک باقی رہیگی؟ کب تک حقیقت سے زیادہ ہم اپنے متعصبانہ جذبات کا پاس کرتے رہیں گے؟ روس کے اس انقلاب کو ہم: ہن کا تنزل

عالم مطبوعات و صحائف

اس باب سے مقصود یہ ہے کہ اس کے نیچے وہ تمام مفید اور دلچسپ معلومات جمع کی جا سکیں جو مشرق و مغرب کی مطبوعات و صحائف سے اخذ کی جا سکتی ہیں۔

”صحائف“ کے ساتھ ”مطبوعات“ کا لفظ اس لئے بڑھایا گیا ہے تاکہ اخبارات و رسائل کے علاوہ ہر قسم کی مطبوعہ چیزیں بھی اس کے دائرۂ نظر میں آ جائیں۔ ہر ہفتہ دنیا کے مختلف حصوں میں ایک بڑی تعداد کتابوں کی شائع ہوتی رہتی ہے۔ ان کا بڑا حصہ ایسا ہے جو یا تو بآسانی میسر آ جاتا ہے یا کم از کم علمی اخبارات و رسائل کے ذریعہ انکے ضروری مطالب و فوائد معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس عنوان کے نیچے اُن کا تذکرہ کیا جا سکے گا، ضروری مطالب اخذ و نقل کئے جا سکیں گے، اور بعض حالتوں میں مختصراً نقد و تبصرہ بھی ہو جائے گا۔

اخبارات و رسائل کا یہ حال ہے کہ اگر تمام زبانوں کے اخبارات میں سے صرف انگریزی، عربی، اور ترکی زبان کے اخبارات ہی چن لئے جائیں، اور ان میں سے بھی صرف وہی لئے جائیں جو نہایت وقیع درجہ کے ہیں، جب بھی ان کی تعداد اتنی بڑی ہوگی کہ نہ تو بآسانی خریدی جا سکتی ہے، نہ ہر شخص اپنے اوقاتِ فراغ میں اُن سب کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس لئے علم و اطلاع کا بہتر و سہل ذریعہ یہی ہے کہ اُن کا خلاصہ نظر سے گزر جائے۔ ہر اخبار میں خواہ وہ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا کیوں نہ ہو، کام کی چیزیں چند ہی ہوتی ہیں اور بآسانی چن لی جا سکتی ہیں۔ یہی حال کتابوں کا ہے۔ یورپ کی زبانوں میں متعدد رسائل کا موضوع ہی یہ ہے۔ اُردو پریس نے ابھی تقسیم عمل کے اس درجہ تک کہاں ترقی کی ہوگی کہ ہر قسم کے رسالے شائع ہوں؟ البتہ یہ ممکن ہے کہ چند صفحات اسی کے لئے مخصوص کر دئیے جائیں۔ الہلال میں یہ باب اسی غرض سے قرار دیا گیا ہے۔

اس باب کی اہمیت اور نفع کا اندازہ شاید فوراً نہ ہو سکے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ اس نمبر میں بہت کم جگہ اس کے لئے نکل سکی۔ لیکن اگر چند ہفتوں تک اس کا مطالعہ جاری رہا تو آپ محسوس کر لیں گے کہ یہ کس درجہ مفید اور دلچسپ چیز ہے؟ الہلال کے ان چند صفحات کا مطالعہ کر لینا مغرب و مشرق کی مطبوعات کے تمام وسیع ذخیرہ کا مطالعہ ہوگا۔

الہلال کے ان چند کالموں کے لکھنے کے لئے جس محنت و صرفہ کی ضرورت ہے، مشکل ہے کہ آپ اس کا اندازہ لگا سکیں۔ جو چیز ہفتہ بھر کی انتہائی کاوش کے بعد لکھی جائے گی، وہ زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ کے اندر آپ پڑھ لیں گے۔ ممکن ہے مطالب کی دلچسپی اثناء وقت بھی محسوس نہ ہونے دے۔ تاہم اس واقعہ سے آپ کو بے خبر نہیں رہنا چاہیے کہ سینکڑوں روپیہ کے صرف اور ایک اہلِ قلم کے پورے سات دن کی محنت سے یہ چند کالم تیار کئے جاتے ہیں۔ بسا اوقات اس کی صرف ایک سطر لکھنے کے لئے ضرورت ہوگی کہ کئی کئی سو صفحوں کی کتاب یا اخبارات و رسائل اول سے لیکر آخر تک پڑھ ڈالے جائیں، اور بعض اوقات تو ایسا ہوگا کہ صفحوں کے صفحے پڑھ کر دیکھنے پڑینگے اور ایک سطر بھی میسر آئے گی!

اسوقت دفتر الہلال میں مغرب و مشرق کے وسیع اخبارات و رسائل کا بہت بڑا ذخیرہ ہفتہ وار آتا ہے۔ انگریزی، فرانسیسی، طلیانی، جرمن، اسپینی، عربی، ترکی، فارسی اور جاپانی زبان کے روزانہ، سہ روزہ، ہفتہ وار، ماہوار، سہ ماہی، ہر قسم کے اخبار و رسائل مہیا کئے گئے ہیں۔ طلیانی اور اسپینی زبانوں کے سوا باقی تمام زبانوں کے مطالعہ اور اخذ و ترجمہ کا انتظام موجود ہے۔ اور امید ہے کہ بہت جلد ان دو زبانوں کے مطالعہ کا بھی انتظام ہو جائے گا۔ یہی حال نئی کتابوں کا ہے۔ شاید ہی کوئی ہفتہ اس سے خالی جاتا ہو کہ نئی مطبوعات کا دفتر و ذخیرہ یہاں نہ پہنچتا ہو۔ ہم کوشش کرینگے کہ حتی الوسع اس تمام ذخیرہ کا بہترین خلاصہ ہر ہفتہ جمع کر دیا کریں۔

یہ واضح رہے کہ ”عالم مطبوعات و صحائف“ کا باب ”مطبوعات جدیدہ“ سے مختلف ہے۔ ”مطبوعات جدیدہ“ کا عنوان اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ ان کتابوں پر نقد و تبصرہ کیا جائے، یا اگر کسی خاص کتاب کا کوئی اہم حصہ قبل از اشاعت ہو تو اسے بجنسہ نقل کر لیا جائے، لیکن عالم مطبوعات و صحائف کا دائرۂ نظر عام و وسیع ہے۔ اس میں ہر طرح کی مطبوعات سے ہر طرح کی ضروری معلومات منتخب کر کے جمع کی جائیں گی۔

تاریخ کبیر ذہبی

تاریخ اسلام کے عہد متاخرین میں امام شمس الدین الذہبی (المتوفی ۷۴۸ھ) کو علم و تصنیف کا جو درجہ حاصل ہے وہ اہلِ نظر سے مخفی نہیں۔ ان کا عہد آئمۂ فن کا عہد تھا، تاہم جو قبولیت و شہرت اُن کی مصنفات کو حاصل ہوئی، اُس سے اُن کے بڑے بڑے معاصر حتیٰ کہ شیوخ و اساتذہ بھی محروم ہیں۔ اُنکی مصنفات میں ایک بڑا حصہ تاریخ و رجال کا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اب تک میزان الاعتدال کے سوا (جسے سب سے پہلے ہندوستان کے ایک عالم مولانا عبدالحیٔ مرحوم فرنگی محلی نے چھپوا کر شائع کیا) اور کوئی مطول کتاب شائع نہ ہو سکی۔

تاریخ میں ان کی سب سے بڑی کتاب ”تاریخ الاسلام و طبقات المشاہیر الاسلام“ ہے جو ”تاریخ کبیر ذہبی“ کے نام سے مشہور ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد اسلام کی جسقدر تاریخیں لکھی گئیں، سب کی سب اس سے ماخوذ ہیں۔ کوئی متاخر مورخ ایسا نہیں جو اس کا حوالہ نہ دیتا ہو۔ اس کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں لیکن تمام ناقص ہیں۔ بدقسمتی سے کسی ایک مقام پر بھی کوئی مکمل نسخہ موجود نہیں۔

یورپ کے مستشرقین اور مستشرق جماعتوں کا ایک خاص طریق کار یہ ہے کہ وہ جب کوئی خاص کتاب شائع کرنی چاہتے ہیں تو پہلے اُس کے تمام موجودہ نسخوں کی ایک یادداشت طیار کر لیتے ہیں۔ یہ یادداشت نہایت قیمتی ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کے مختلف مقامات میں اس کے کون کون سے نسخے موجود ہیں، اور کیونکر اُن سب سے اس کا ایک مکمل اور صحیح نسخہ مرتب کیا جا سکتا ہے؟ ۱۹۱۱ء میں ہالینڈ کے مشہور مستشرق پروفیسر ڈی گوئے de Goeje نے ایک یادداشت اس کتاب پر شائع کی تھی۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پہلی اور پانچویں جلد پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہے۔ دوسری اور چوتھی آکسفورڈ میں ہے۔ تیسری روم اور قاہرہ میں ہے۔ چھٹی، ساتویں، اور آٹھویں برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہے۔ نویں سے لے کر بارہویں جلد تک قسطنطنیہ کے کتب خانہ ایا صوفیہ میں موجود ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر جلدیں ناقص ہیں اور جب تک اُنکے ناقص اجزاء کے مقابلہ میں دوسرے نسخوں سے کامل اجزاء نہ مل جائیں مکمل نسخہ کی ترتیب مشکل ہے۔ اس یادداشت میں ان اجزاء کا بھی حال درج تھا، اور امید کی گئی تھی کہ مکمل نسخہ مرتب ہو جائیگا۔

ہندوستان میں بھی اس کے نسخے جا بجا پائے جاتے ہیں مگر مکمل نسخہ کہیں نہیں ہے۔ رامپور کے کتب خانے میں تین جلدیں ہیں۔ لکھنؤ کے کتب خانہ مولانا حامد حسین مرحوم میں بھی تین ہیں۔ بانکی پور میں ایک جلد ہے۔ مولانا ابو الکلام . . کے کتب خانہ میں دو جلدیں تھیں دوسری اور چوتھی۔ غالباً حیدر آباد میں بھی بعض جلدیں پائی جاتی ہیں۔

اصل کتاب کی ایک کتابت میں بارہ جلدیں ہیں اور ایک میں تیرہ۔ مصنف نے ابتداء اسلام سے اپنے عہد تک یعنے ساتویں صدی ہجری تک کے حالات و تراجم جمع کرنے کا التزام کیا تھا۔ ترتیب یہ اختیار کی ہے کہ پوری مدت ستر بابوں میں منقسم ہے یعنی ہر بیس برس کے لئے ایک باب ہے۔ ہر باب میں پہلے وقائع و حوادث بہ ترتیب سنین جمع کئے ہیں۔ پھر وفیات و تراجم بہ ترتیب حروف تہجی بیان کئے ہیں۔ دوسری اور چوتھی جلد جو مولانا کے کتب خانہ میں موجود ہیں، ان میں سنہ ۴۱ھ سے سنہ ۱۳۰ھ تک کے، اور سنہ ۱۹۱ھ سے سنہ ۲۴۰ھ تک کے حالات ہیں۔

دنیا اس کتاب کی اشاعت سے مایوس ہو چکی تھی۔ لیکن اب شائقین علم یہ سنکر نہایت خوش ہونگے کہ نہ صرف اس کا مکمل نسخہ مرتب کر لیا گیا ہے، بلکہ اس کی طباعت کا کام بھی شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ جرمنی سے پروفیسر آرٹ من لکھتے ہیں کہ تاریخ کا مکمل نسخہ جو گذشتہ پندرہ سال سے زیر تصحیح و تکمیل تھا اب مکمل ہو گیا ہے۔ اور پہلی جلد کی چھپائی بھی شروع ہو گئی ہے۔

پروفیسر موصوف کا یہ خط مولانا ابو الکلام کے نام آیا ہے جن سے اُن کی خط و کتابت ۱۹۱۳ء سے جاری ہے۔ اس میں انہوں نے مولانا کے کتب خانہ کی دونوں جلدیں طلب کی ہیں، اور اس کام کی نہایت دلچسپ تاریخ بھی بیان کی ہے تاکہ الہلال میں شائع کی جائے۔ پروفیسر موصوف یورپ کے اُن مشاہیر اہل علم میں سے ہیں جنہوں نے ازراہ عنایت الہلال کے لئے تحریر مقالات کا وعدہ فرمایا تھا۔ ہم آئندہ اُن کی تحریر کا ترجمہ بسلسلۂ مقالات شائع کرینگے۔

پریم

A. Tale of Modern India

مندرجۂ صدر نام سے مسٹر ایچ۔ کے۔ گوردن نے ایک ناول لکھا ہے جو پچھلی ڈاک کی نئی کتابوں میں ہمارے پاس پہنچا ہے۔ اس میں پنجاب کی دیہاتی زندگی کی ایک دلچسپ داستان بیان کی گئی ہے، اور مصنف کا بیان ہے کہ یہ داستان نہیں ہے ایک سچی سرگذشت ہے۔ سر مائیکل اوڈوائر (سابق گورنر پنجاب) نے اسپر دیباچہ لکھا ہے اور یہ رائے قائم کی ہے کہ ”زمانہ حال کی ہندوستانی زندگی کے مسائل سمجھنے میں یہ سرگذشت بہت مدد دے گی“۔

اس افسانہ میں اگرچہ متعدد سیرتیں ذکر کی گئی ہیں لیکن دو سیرتیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ایک تو خود ”پریم“ کی جو اپنی کاشتکاری کی پُر صعوبت زندگی شروع کرتا ہے

بریدِ شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار قسطنطنیہ کے قلم سے)

دو تاریخی دشمن رو در رو

سابق خدیو مصر کا مقدمہ

عباس پاشا حلمی، دور حاضر کے سربرآوردہ مشاہیر میں سے ہیں۔ جنگ عمومی کے آغاز تک مصر کے فرمانروا تھے۔ برطانیہ سے ان کی مخالفت تاریخی واقعہ بن گئی ہے۔ باہمی عداوت کی سرگذشت خود لارڈ کرومر نے اپنے پرزور سیاسی قلم سے لکھی ہے اور "عباس ثانی" کے نام سے دنیا کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ لارڈ موصوف نے عباس کی مذمت میں اپنی تمام قوت کتابت صرف کر دی ہے۔ مگر شروع سے آخر تک کتاب پڑھ ڈالنے کے بعد اس کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ "یہ خدیو برطانیہ کا دشمن تھا" کیونکہ "برطانیہ نے اس کے ملک پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا"

یہاں ہم خدیو کی وطن پرستی کی تاریخ بیان کرنی نہیں چاہتے لیکن یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آخر کار اسی وطن پرستی نے عباس حلمی کو اپنے تاج و تخت سے محروم کرا دیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ برطانیہ نے مصر میں اس کی تمام ذاتی جائداد ضبط کر کے پورا پورا انتقام لے لیا۔

آج مصر میں خدیو کی کوئی ملکیت باقی نہیں ہے حالانکہ جنگ سے پہلے وہ مصر کا سب سے بڑا صاحب املاک تھا۔ خدیو کی سابق دولت کے متعلق بہت سے قصے مشہور ہیں۔ وہ اپنے عہد حکومت میں دنیا کے چند سب سے زیادہ دولتمند فرمانرواؤں میں سے تھا

بہرحال وہ قدیم تاریخی دشمنی آج پھر منظر عام پر آ گئی ہے۔ پہلے اس کا دائرہ شاہی محل، انگریزی ریزیڈنسی اور سیاسی حلقوں میں محدود تھا۔ آج وہ عدالت کے ایوان میں جلوہ آرا ہے اور جج اس پر محاکمہ کرنے بیٹھے ہیں۔"

مقدمہ کی نوعیت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سابق خدیو نے قسطنطنیہ کی مخلوط اعلیٰ عدالت میں حکومت برطانیہ پر دعویٰ دائر کیا ہے اور اپنی جائداد کا معاوضہ طلب کیا ہے جو دوران جنگ میں ضبط کر لی گئی تھی۔ خدیو کا دعویٰ یہ ہے کہ برطانیہ نے اس کی جائداد ضبط کر لینے کے بعد اسے صرف ۶،۰۰،۰۰۰ پونڈ معاوضہ ادا کیا یہ رقم بہت کم ہے۔ اسے ۲۸،۲۳،۸۰۲ پونڈ معاوضہ ملنا چاہئے۔

مدعا علیہ کا جواب دعویٰ

دعویٰ اپنے اجمال میں صاف اور سادہ ہے۔ لیکن تفصیلات نے بہت سی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں جن کے حل کرنے میں اس وقت ترکی، مصر، برطانیہ اور بعض دوسرے یورپین ملکوں کے قابل ترین علمائے قانون مشغول ہیں۔ یہ پیچیدگیاں دراصل برطانیہ کی طرف سے پیدا کی گئی ہیں۔ برطانوی وکیل مورس اموس نے کل عدالت میں اپنے اعتراضات پیش کئے تھے۔ سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ عدالت، جس کے سامنے مقدمہ پیش ہے، اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار نہیں رکھتی۔ برطانی نمائندے نے اس کے لئے متعدد دلیلیں پیش کی ہیں۔ اول مدعی کی شخصیت۔ ثانیاً دعوے کا موضوع۔

انگریزی وکیل نے کامل تین گھنٹے تقریر کی۔ اور ان دونوں نقطوں پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی۔ اس کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

"مدعی کی شخصیت، موجودہ عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ یہ اس لئے کہ خدیو کی جنسیت مصری ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ اس عدالت کے سامنے صرف انھی لوگوں کے دعوے آ سکتے ہیں جو ترکی جنسیت رکھتے ہوں اور برطانیہ یا اس کی رعایا کے خلاف دعویٰ رکھتے ہوں" اپنے دعوے کے ثبوت میں وکیل نے کہا "ابتک مصری حکومت سابق خدیو کو "مصری" ہی گردانتی ہے اور ان کی ترکی جنسیت تسلیم نہیں کرتی۔ اس بارے میں مصری اور ترکی حکومت میں گفت و شنید بھی ہو چکی ہے۔ مگر مصری حکومت اپنے فیصلہ پر قائم ہے۔ میرے لئے سرکاری کاغذات پیش کرنا مشکل ہے۔ لیکن میرے پاس موجودہ مصری وزیر اعظم عبد الخالق ثروت پاشا کا خط موجود ہے جو ان سے خاص اس موقع کے لئے حاصل کیا گیا ہے"

اس کے بعد وکیل نے وزیر اعظم مصر کا خط پیش کیا جو حسب ذیل ہے:

"آپ کا خط پہونچا۔ افسوس جواب میں بہت تاخیر ہوئی۔ اس کا اصلی سبب وزارت کا استعفا تھا۔ اسی استعفا کی وجہ سے اس نوٹ پر دستخط بھی دیر سے ہوئے جو سابق خدیو عباس پاشا کے متعلق مصری حکومت ترکی سفیر کے حوالہ کرنے والی تھی۔ آج اس نوٹ پر دستخط ثبت ہو گئے اور ترکی سفیر کو دے دیا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصری حکومت سابق خدیو کی جنسیت کی تبدیلی تسلیم نہیں کرتی۔ . . . میں آپ کی اس مہم میں پوری کامیابی کا خواہشمند ہوں"

خط سنانے کے بعد انگریزی وکیل نے کہا:

"اب یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا کہ عباس حلمی مصری ہیں۔ ترکی نہیں ہیں۔ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے مصر پر اپنے حمایت (پروٹیکٹوریٹ) کا اعلان کیا۔ اس وقت سے خدیو انگریزی رعایا ہو گئے۔ لہذا ان کا موجودہ دعویٰ برطانیہ کا ایک داخلی معاملہ ہے۔ یعنی برطانیہ کی ایک رعایا نے حکومت برطانیہ پر دعویٰ کیا ہے۔ موجودہ عدالت کو ایسے مقدمات سننے کا قانونی حق نہیں ہے۔ بنا بریں عدالت کو اس مقدمہ پر غور نہیں کرنا چاہئے"

اس کے بعد وکیل نے دوسرے نقطہ پر بحث شروع کی:

"خدیو اپنی جائداد کا معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ عدالت کو معاوضہ کے دعووں پر غور کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عدالت، معاہدۂ لوزان کے بموجب وجود میں آئی ہے اور اس معاہدہ میں صاف تصریح موجود ہے کہ ترکی برطانی عدالت صرف ان دعووں پر غور کرے گی جو ترکی یا دول اتحاد طرفین یہ کسی جائداد کے متعلق دائر کریں گے بشرطیکہ اس جائداد کا طرفین کو علم ہو۔ لیکن خدیو کسی جائداد کا مطالبہ نہیں کرتے ہیں بلکہ معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ معاوضہ کا معاملہ اس عدالت کے اختیار سے باہر ہے"

یہ کہکر وکیل نے معاہدۂ لوزان کی دفعہ ۵۸ پڑھی جس کا مضمون یہ ہے:

"ترکی اور دول اتحاد باہمی رضامندی سے ان تمام نقدی معاوضوں کے مطالبہ سے دست بردار ہوتے ہیں جن کا تعلق یکم اگست ۱۹۱۴ء سے تاریخ معاہدہ تک طرفین کی جائداد سے ہے عام اس سے کہ وہ جائدادیں تباہ ہو گئی ہوں یا ضبط کر لی گئی ہوں"

وکیل نے کہا "اس تصریح کے بعد خدیو کا دعویٰ بالکل بے بنیاد ہو جاتا ہے" یہاں پر انگریزی وکیل کو اعتراف کرنا پڑا کہ "لوزان کا معاہدہ ان معاہدوں سے بالکل مختلف ہے جو دول اتحاد نے جرمنی، آسٹریا، اور بلغاریہ سے کئے ہیں۔ یہ معاہدے غالب اور مغلوب کے مابین ہوئے تھے، اسی لئے ان میں غالب کی سخت شرطیں موجود ہیں۔ لیکن لوزان کا معاہدہ دو برابر کے حریفوں میں ہوا تھا غالب اور مغلوب میں نہیں ہوا تھا۔ اسی لئے اس کی تمام شرطوں کی بنیاد مساوات پر ہے"

یہ تاریخی واقعہ بھی اسے تسلیم کرنا پڑا کہ "لوزان کانفرنس میں اتحادیوں نے ترکی کو دبانے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ تین کرور پونڈ تاوان جنگ طلب کیا تھا۔ مگر ترکی نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد ڈیڑھ کرور طلب کیا۔ اس پر بھی ترکی راضی نہ ہوا۔ آخر ایک کرور بیس لاکھ پر اصرار کیا گیا۔ مگر ترکی نے اس بارہ میں گفتگو کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ مجبوراً اتحادیوں کو مذکورہ بالا دفعہ ۵۸ پر راضی ہونا پڑا، جس کی رو سے طرفین ہر قسم کے مالی معاوضوں سے دست بردار ہو گئے"

اس کے بعد وکیل نے معاہدہ کی دفعہ ۶۵ اور ۶۶ پر بحث کی "بلاشبہ ان دفعوں میں طرفین نے تسلیم کیا ہے کہ ضبط شدہ جائدادیں واپس کر دیں گے یا ان کی قیمت ادا کر دیں گے۔ مگر اس میں صاف تصریح موجود ہے کہ ایسے دعوے اس عدالت میں پیش ہو سکتے ہیں جو طرفین خاص اسی غرض سے مقرر کرینگے موجودہ عدالت کی یہ حیثیت نہیں ہے، لہذا اس مقدمہ پر غور کرنا اس کے اختیار سے باہر ہے"

اس کے بعد وکیل نے یہ اعتراض پیش کیا کہ "معاہدۂ لوزان کی رو سے طرفین ایسی ہی جائدادوں کا مطالبہ کر سکتے ہیں جو کسی ایک فریق کے قبضہ میں ہیں۔ کیونکہ اگر قبضہ میں نہیں ہیں تو ان کی واپسی بھی ناممکن ہے۔ مدعی عباس پاشا کی فی الحال کوئی

بتلاتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہو کہ وہ طرح طرح کے تمدنی اور تعلیمی ترقیات کے مدارج پُورے سرعت کے ساتھ طے کر رہا ہو۔ وقت آگیا ہو کہ ہم ہر طرح کے تعصبات سے الگ ہو کر اعتدال فکر کے ساتھ روسی انقلاب کا مطالعہ کریں"

ترک اور نسل ابراہیمی

پچھلے دنوں پروفیسر حقی بے نے جو جامعۂ قسطنطنیہ میں اسلامی تاریخ کے مدرس ہیں، ایک عجیب نظریہ اخبارات میں شائع کیا تھا۔ ماحصل اس کا یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نسل سے تھے جو ترکوں کی نسل ہو۔ نظریہ کے اثبات میں لغات قرآن، اور علم الاقوام سے دلائل پیش کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن جتنی باتیں ڈھونڈھ ڈھانڈھ کر نکالی گئی تھیں، اُن میں ایک بھی ایسی نہ تھی جو اہل علم کے لئے قابل التفات ہو۔ خصوصاً قرآن سے استدلال تو نہ صرف غیر مفید بلکہ عدم فہم و تدبر پر مبنی تھا۔

پچھلی ڈاک کے ترکی اخبارات میں پھر یہ بحث چھڑ گئی ہو۔ توحید افکار میں ایک اہل قلم نے طول طویل مضمون لکھا ہو، وقت کے مقالہ نگار نے اُس کے رد پر زور قلم صرف کر دیا ہو۔ توحید افکار کا مضمون حقی بک کی تائید میں ہو۔ وقت کا مضمون تغلیط میں۔ ضمناً یہ بحث بھی چھڑ گئی ہو کہ قدیم تقسیم اقوام کی بنا پر منگولین نسل کا ایک حلقہ قرار دیا گیا ہو۔ لیکن یہ کہاں تک نکتہ چینیوں سے محفوظ ہو؟ توحید افکار کے مقالہ نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہو کہ قدیم تاتاری نسل اپنی ایک مستقل شاخ رکھتی ہو۔ مشرق اقصیٰ اُس کا محل وطن نہ تھا۔ یہ دنیا کے وسطی حصوں سے وہاں پہنچی تھی۔

اس سلسلہ میں لفظ "تارخ" اور "آزر" کی اصلیت نے بھی ایک سخت نزاع پیدا کر دی ہو۔ یہ بحث بھی چھڑ گئی ہو کہ "تارخ" اور "آزر" اصلاً ایک ہی لفظ ہیں یا دو مختلف نام ہیں؟ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم کو "آزر" کا بیٹا بتلایا گیا ہو: اذ قال ابراهیم لابیه آزر۔ لیکن تورات میں "تارخ" ہو۔ مفسرین نے اس کی یوں توجیہ کی ہو کہ "آزر" حضرت ابراہیم کا باپ نہ تھا چچا تھا۔ باپ "تارخ" ہی تھا۔ لیکن چونکہ اُسی نے حضرت ابراہیم کی پرورش کی تھی۔ نیز عربی میں چچا پر بھی باپ کا اطلاق ہوتا ہے، اس لئے قرآن نے "آزر" کو باپ کے لفظ سے تعبیر کیا۔

بہر حال یہ، اور اس طرح کی بحثیں ایک طرح کی کاوش فکر اور تفنن طبع ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی کوئی وقعت نہیں۔ جہاں تک حضرت ابراہیم کے باپ کی شخصیت کا سوال ہے، صاف بات یہی معلوم ہوتی ہو کہ "تارخ" اور "آزر" سے ایک ہی شخصیت مراد ہو۔ قدیم الفاظ و اعلام میں اس طرح کے تبدلات بکثرت ہوئے ہیں۔

امریکہ کے شامی اور استقلال شام

قارئین الہلال کو غالباً معلوم ہوگا کہ امریکہ میں شامی مہاجرین کی بڑی بڑی نو آبادیاں ہیں۔ انھوں نے امریکن جنسیت قبول کر لی ہو۔ اور عام امریکن آبادی کی طرح تمول و خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے خاص عربی اخبارات ہیں، کلب ہیں، ہوٹل ہیں، جہاز رانی کی کمپنیاں ہیں، اور خاص نیویارک میں بڑے بڑے آباد محلے ہیں۔ غالب تعداد مذہباً کیتھولک مسیحی کی ہو۔ گو مسلمان بھی ہیں۔

چونکہ اِن کی جدید تمدنی زندگی کی ابتدائی نشو و نما فرانس کے زیر اثر ہوئی تھی، اس لئے قدرتی طور پر جذبات کا میلان اُسی طرف رہتا ہو۔ جنگ کے بعد جب فرانس نے شام پر غاصبانہ قبضہ کیا، تو انھوں نے شام کو مبارکباد دی۔ پھر جب شامیوں نے فرانسیسی مظالم سے عاجز آکر اعلان جنگ کر دیا، تو ان کے اخبارات علانیہ فرانس کے حامی اور دروزیوں کی "وحشت و جہالت اور ناشکر گزاری" پر متاسف تھے!

چونکہ مہاجرین امریکہ ابناء شام کی سب سے بڑی متمول اور طاقتور جماعت ہیں، اس لئے قدرتی طور پر انکے خیالات کا مسئلہ شام پر نہایت مضر اثر پڑتا تھا۔

یہ حال دیکھ کر متعدد شامی لیڈروں نے امریکہ کا سفر کیا۔ پچھلے دنوں ڈاکٹر عبد الرحمٰن شہبندر گئے تھے، جنھوں نے امریکہ کی تمام شامی آبادیوں میں لکچر دئیے اور صورت حال سے مطلع کیا۔ اُنکے بعد مشہور شامی زعیم، امیر شکیب ارسلان نے اسی غرض سے امریکہ کا سفر کیا اور کئی ماہ تک مقیم رہے۔ اب معلوم ہوتا ہو کہ یہ تمام کوششیں پوری طرح بارآور ہوئی ہیں اور امریکن شامیوں کی رائے عامہ میں بہت کچھ تبدیلی ہو گئی ہو۔ کئی ہفتہ سے امریکہ کے جس قدر عربی اخبارات آرہے ہیں، سب سے اس تبدیلی کا پتہ چلتا ہو۔ پچھلی ڈاک کے البیان اور الہدیٰ میں کئی مضامین شام کے مسئلہ استقلال پر نکلے ہیں۔ سب میں وہی نقطۂ خیال کام کر رہا ہو جو شام کا مخلصانہ وطنی نقطۂ خیال ہو۔ الہدیٰ لکھتا ہو:

"بلا شبہ ہم فرانس کے علم و ادب کے مقروض ہیں۔ ہمیں اس قرضہ کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن ہم اس کے لئے طیار نہیں کہ اس کے معاوضہ میں اپنا وطن عزیز اور اُس کا وطنی استقلال غنیمت کی طرح حوالہ کر دیں۔ ہم فرانس کے آگے عبودیت و غلامی کا سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں"

پارہ کا فوری علاج

ہر شخص جانتا ہو کہ کچا پارہ اگر جسم کے اندر چلا جائے تو نہایت مضر ہوتا ہو۔ پارہ کا پھوٹنا مشہور ہو۔ ایک مدت سے طبی حلقوں کو تلاش تھی کہ اسکا کوئی فوری اور قطعی علاج معلوم ہو جائے۔ اب امریکہ کے مشہور طبی رسالہ "جرنل آف دی میڈیکل ایسوسی ایشن" میں اس کا مجرب اور سہل علاج بتلایا گیا ہو۔ امریکہ کے تمام مستند طبی حلقے اس کی تصدیق کرتے ہیں:

"اگر کوئی شخص پارہ کھا گیا ہو تو پہلے ایک یا دو گلاس دودھ پلا دو۔ پھر چند کچے انڈے کھلا دو۔ یہ چیزیں جب پارے سے ملتی ہیں تو فوراً ایک نمک طیار ہو جاتا ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ معدہ میں پارہ ہضم نہ ہو سکے گا اور دودھ اور انڈے کی چکناہٹ معدہ کی دیواروں کو چکنا بھی کر دے گی تاکہ پارہ جذب نہ ہو سکے۔ البتہ یاد رہو کہ ہر حال میں دو باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ ایک یہ کہ پارہ کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہو یہ علاج عمل میں آجائے۔ دوسرے یہ کہ معدہ کی صفائی اچھی طرح کر دی جائے"

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں نیز نام اور پتہ صاف ہونا چاہیے ورنہ تعمیل میں دیر ہوگی۔

منیجر الہلال، کلکتہ

کیا آپکو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دُنیا میں بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہو؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی [illegible] نزاکت یا پیچیدگی ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا۔
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپ کی زندگی بھر کام دے سکتا ہو
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں [illegible] کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں۔

کم از کم تجربہ کیجیے
یاد رکھیے جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہیے!

مکتوب فلسطین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیت المقدس کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

جامعۂ عبرانی

فلسطین کی عبرانی یونیورسٹی نے اعلان کیا ہے کہ وہ عربی زبان کا شعری لغت مرتب کر رہی ہے۔ اس سے مقصود لغت کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں اُن تمام لفظوں اور محاوروں کی تحقیق کی جائے گی جو عربی اشعار میں استعمال ہوئے ہیں۔

یہ تجویز نہایت اہم اور ایک بڑی ضرورت پوری کرنے والی ہے۔ عربی علم ادب سے مہارت رکھنے والے جانتے ہیں کہ عہد جاہلیت اور مولدین کے کتنے اشعار محض اس لئے مشکل ہو گئے ہیں کہ موجودہ کتب لغت میں اُن کے الفاظ اور محاوروں کی پوری تحقیق موجود نہیں۔

تحقیقات سے مجھے معلوم ہوا کہ اس غرض کے لئے یونیورسٹی نے علمار کی ایک کمیٹی بنائی ہے۔ مشہور یہودی علامہ ہر فنسر اس کے صدر ہیں۔ کام شروع ہو گیا ہے لیکن اس کی تکمیل میں تقریباً پندرہ برس لگیں گے۔

اسی سلسلہ میں یونیورسٹی کی ایک اور تجویز بھی قابل ذکر ہے۔ عربی ادب سے دلچسپی رکھنے والوں نے جرمنی کے مشہور مستشرق پروفیسر بیکر کا نام سُنا ہوگا۔ یہ اس وقت پروشیا کے وزیر تعلیم ہیں۔ انھوں نے سالہا سال کی کوششوں سے عربی زبان کی بکثرت قدیم قلمی تحریریں جمع کی ہیں۔ علمی دنیا میں ان کا مجموعہ نہایت نادر اور قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ فلسطین کی یہودی یونیورسٹی نے گزشتہ ماہ یہ تجویز منظور کی ہے کہ پروفیسر مذکور سے یہ تاریخی مجموعہ خرید لیا جائے اور پورے اہتمام کے ساتھ شایع کر دیا جائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر یہ مجموعہ شایع ہوا تو دس جلدوں میں ختم ہوگا۔

عبرانی یونیورسٹی کے کارناموں میں مشرق کی اکثر قوموں کے لئے بڑی ہی عبرت ہے۔

عبرانی اپنے بولنے والوں کی پراگندگی و بربادی کے بعد خود بھی برباد ہو گئی تھی۔ مردہ زبانوں میں اُس کا شمار تھا۔ مذہبی کتابوں اور عبادت خانوں کے باہر اُس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا تھا لیکن سخت جان یہودیوں کی تیس برس کی کوششوں نے آج اُسے ایک زندہ زبان بنا دیا ہے۔ اسوقت فلسطین میں عربی کے بعد سب سے زیادہ مستعمل یہی زبان ہے۔ عدالتوں اور بازاروں تک میں بولی جاتی ہے، اسمیں نئے علوم و فنون ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہے۔ اپنی خاص یونیورسٹی رکھتی ہے جس کا شمار موجودہ عہد کی بہترین یونیورسٹیوں میں ہے!

عبرانی یونیورسٹی کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ دو سال کی قلیل مدت میں اُسنے ایک لاکھ ۳۰ ہزار کتابیں اپنے کتب خانہ میں جمع کر لی ہیں جو تمامتر یہودی علوم اور یہودی قوم سے تعلق رکھتی ہیں!

قومی مؤتمر

فلسطین کی قومی مؤتمر (کانگرس) نے ایک عام اجتماع منعقد کرنے کی دعوت شایع کی ہے۔ اس سے غرض اُس قانون پر بحث و اعتراض ہے جو گورنمنٹ نے فلسطینی قومیت یا جنسیت کے متعلق عمل میں بنایا ہے۔ یہ قانون اُن تمام لوگوں کو فلسطینی جنسیت سے خارج کرتا ہے جو فلسطین کے باہر بود و باش رکھتے ہیں۔ نیز اُنھیں اپنے ملک میں واپس ہونے سے بھی منع کرتا ہے۔ اس قانون کی وجہ سے باشندے سخت ہیجان میں ہیں۔

مجلس تشریع

ملک میں مجلس تشریع (لیجسلیٹو کونسل) کے قیام کا مطالبہ عام ہے گورنمنٹ بھی اسپر غور کر رہی ہے۔ اس راہ میں بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ جن لوگوں پر قوم کو اعتماد ہے، حکومت اُنھیں پسند نہیں کرتی۔ اور حکومت کے آدمیوں پر قوم کو اعتماد نہیں۔ اس صورت میں کونسل کا قیام کیسے ہو سکتا ہے؟ حکومت ڈرتی ہے کہ اپنا ایک نیا دشمن کیوں پیدا کرے؟ قوم خیال کرتی ہے حکومت کے ہاتھ میں ایک نیا ہتیار کیوں دے؟ لیکن متعدد سیاسی رہنماؤں نے اعلان کیا ہے کہ ہم حکومت کے ساتھ اتحاد عمل کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ وہ سچائی کے ساتھ قومی مطالبے کی طرف عملی قدم اُٹھائے۔ ایسے معاملات میں "سچائی" کی قید ہمیشہ مشتبہ ہوتی ہے!

ایک اہم انکشاف

پروفیسر ولیم یہاں آثار قدیمہ تلاش کر رہے ہیں۔ حال میں اُنھیں ”تل تنشبا“ پر زمین کے اندر ایک دیوار ملی ہے۔ سولہ سے بیس فٹ تک موٹی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے یہ ۱۸۰۰ء قبل مسیح میں تعمیر ہوئی تھی۔

ڈاکٹروں کی تعداد

آخری اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ اسوقت فلسطین میں کل ۵۴۴ ڈاکٹر ہیں۔ ان میں ۳۷۳ یہودی ہیں ۴۸ عرب ہیں ۱۲۳ یورپین ہیں۔ یہودی ڈاکٹروں میں ایک تہائی عورتیں ہیں۔

امیر عبد اللہ

اخبارات نے امیر عبد اللہ کی ایک ملاقات کا حال شایع کیا ہے جو اُنھوں نے ایک مصری اخبار نویس سے حال میں کی تھی۔ امیر نے کہا:

”مصر میں ذہنی بیداری اس طرح اُبل رہی ہے جس طرح کڑھتا اُبلتا ہے۔ اس کے مستقبل اور نتیجہ کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا قدیم خیالات و افکار کے باب میں فکر کی آزادی میرے نزدیک بہت نہایت مستحسن ہے۔ تجدید و اجتہاد میں جو چیز مجھے بہت پسند ہے وہ اعتدال ہے جلد بازی اور مشرقی فضائل و اخلاق کی تحقیر مجھے پسند نہیں“

مصر کی سیاسی بیداری کے متعلق امیر نے گفتگو کرنے سے انکار کیا۔ البتہ ڈرتے ڈرتے اتنی تصریح کی ”مصر کے دوستوں کو یہ بیداری بہت مرغوب ہے“

اپنی ریاست کے متعلق اُنھوں نے کہا ”میں اپنے ملک کو وہ تمام دستوری (پارلیمنٹری) حقوق دینا پسند کرتا ہوں جو اُسکے لئے مضر نہ ہوں“ اور ”اُس کی ”عقلی استعداد“ کے مطابق ہوں“

انگریزی معاہدہ کے متعلق کہا ”معاہدہ ابھی آخری منزل میں نہیں پہونچا ہے۔ البتہ گفت و شنید ختم ہو گئی ہے۔ ممکن ہے مزید ترمیم ہو۔ بہر حال مجھے یقین ہے کہ یہ ویسا ہی معاہدہ ہوگا جیسا برطانیہ نے عراق سے کیا ہے“

اپنے والد شریف حسین سابق شاہ حجاز کے بارے میں انھوں نے کہا ”اپنی آخری حاضری کے وقت میں نے عرض کیا تھا کہ کسی دوسرے ملک میں اقامت اختیار کریں۔ مگر اُنھوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے والد قبرص میں محض اپنی خوشی سے مقیم ہیں۔ وہ بالکل آزاد ہیں جس ملک میں چاہیں قیام کر سکتے ہیں“

فلسطین کی ایک بڑی شخصیت

فلسطین کے ایک ممتاز اور معمر سیاسی رہنما موسیٰ کاظم پاشا ہیں۔ شروع سے وطن کی آزادی کے لئے کوشاں ہیں۔ قومی انجمن کے فی الحال صدر ہیں۔ اخبارات نے اُن کی ایک سیاسی گفتگو شایع کی ہے۔ یہ فلسطین کی عام رائے کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ اُس کا خلاصہ ذیل ہے:

”ملک کا مطالبہ یہ ہے کہ قومی حکومت دستوری بنیادوں پر قائم ہو۔ قومی مجلس اُس کی پشت پناہ اور نگراں ہو دنیا کی تمام حکومتوں کی طرح یہ حکومت بھی صرف ملکی مجلس ہی کے سامنے جوابدہ ہو۔ ہم برطانوی حکمرداری تسلیم نہیں کرتے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ایک معین مدت تک کے لئے اپنے خارجی معاملات اجنبیوں کے ہاتھ میں رہنے دیں۔ لیکن ہم کامل اندرونی آزادی چاہتے ہیں ہم سر دست اپنے ملک کے لئے وہی سیاسی حیثیت چاہتے ہیں جو عراق کو حاصل ہے۔ یعنی ہم انگریزوں سے اس شرط پر معاہدہ کر سکتے ہیں کہ ملک کی اندرونی آزادی محفوظ رہے اور دستوری حکومت قائم کرنے دیجائے۔ ہماری راہ میں سب سے بڑی مشکل یہودی قوم ہے ہم یہودیوں سے کوئی عداوت نہیں رکھتے۔ ہم اپنے ملک میں اُن کا خیر مقدم کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ مگر وہ زیادتی کرنا چاہتے ہیں ہمارے ملک کو غصب کرنا چاہتے ہیں، یہ بات ہم کبھی منظور نہیں کر سکتے۔ عربوں کو برطانیہ سے بیشمار شکایتیں ہیں۔ سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ اُسنے اُن کی آزادی سلب کر لی۔ دوسری شکایت یہ ہے کہ تقریباً تمام اعلیٰ اور درمیانی عہدے یہودیوں اور انگریزوں کے لئے خاص کر دیے، تیسری یہ کہ انگریزی حکومت نے ہماری تعلیم اپنے قبضہ میں کر لی ہے جس سے ملک کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ چوتھی یہ کہ بیشمار ٹیکس غریب ملک کو تباہ کر رہے ہیں۔ پانچویں یہ کہ ظالمانہ قانون جاری کئے گئے ہیں۔ اس قانون سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ حکومت جسے مشتبہ سمجھے ۶ مہینے کے لئے بغیر مقدمہ چلائے قید کر سکتی ہے“

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(اصل عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

مصر و برطانیہ کی نزاع

”قوم کی روح کو نہ جنگی قانون مغلوب کر سکتا ہے نہ ظالم کا ظلم، نہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت“

(سعد پاشا زغلول)

مصر کی موجودہ سیاسی جدوجہد کی پوری تاریخ اس ایک جملہ میں پنہاں ہے۔ برطانیہ نے ہر ممکن ذریعہ سے اس چھوٹی سی قوم کو مغلوب و مقہور کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس ہتی قوم نے مغلوب ہونے سے ہمیشہ انکار کیا۔ برطانیہ کو مجبوراً ظلم و جبر کے ہتیار رکھ دینا پڑے۔ سیاسی بازی گری شروع کی۔ مگر اس قوم نے فریب کھانے سے بھی انکار کر دیا۔ برطانیہ کا آخری اور خطرناک حربہ، زیور پاشا کی وزارت تھی۔ یہ شخص مصری تھا مگر برطانیہ سے زیادہ مصر کے لئے مُضر تھا۔ اپنے ملک کی سیاسی زندگی کا گلا گھوٹنے کی پوری کوشش کی، مگر قوم نے اُسے بھی چشم زدن میں گرا دیا۔ آج مصر پر حکومت خود مصر ہی کی ہے۔ آج مصر کی حکومت، عام رائے کے ماتحت ہے۔ عام رائے برطانیہ کے خلاف ہے، اس لئے ملک کی حکومت بھی برطانیہ کے خلاف ہے۔ عام رائے ملک میں برطانیہ کا کوئی امتیاز باقی نہ

جائداد بھی برطانیہ کے قبضہ میں نہیں ہو۔ کیونکہ مصر اب ایک خود مختار سلطنت ہو اور برطانیہ کو اُس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا حق باقی نہیں رہا"

"علاوہ بریں" وکیل نے مزید استدلال کرتے ہوئے کہا "معاہدۂ لوزآن نے یہ بھی تصریح کردی ہو کہ برطانیہ اُنھی ملکوں کی جائدادیں واپس کرے گا جو اس معاہدہ کے وقت ٹرکی کے قبضہ سے نکلے ہیں۔ ظاہر ہے مصر کا شمار ایسے ملکوں میں نہیں ہو بلکہ جنگ سے پہلے ہی ٹرکی سے علحدہ ہوچکا تھا"

اس موقعہ پر وکیل نے لاہائی کی عدالت عالیہ کے مشہور جج موسیو کوبر کا یہ قول نقل کیا کہ کسی ملک کے اپنی سلطنت سے علحدہ ہونے کے لئے ضروری نہیں ہو کہ وہ سلطنت یہ علحدگی تسلیم بھی کرلے فعلاً کسی ملک کی حکومت کا بے اختیار ہوجانا اس کے لئے کافی ہو کہ اُسے حکومت کے اختیار سے محروم تسلیم کرلیا جائے"

اس قول سے وکیل نے یہ استدلال کیا کہ "ٹرکی نے اگرچہ مصر کی علحدگی سرکاری طور پر اُس وقت تسلیم نہیں کی تھی۔ مگر مصر فعلاً اُس سے علحدہ ہوچکا تھا اور اگر اُس وقت کی علحدگی قانونی جائز نہ ہو تو پھر ۱۹۱۴ء میں انگریزی حمایت نے تو مصر کو قطعاً الگ کردیا تھا اور دول نے بھی اسے تسلیم کرلیا تھا۔ اگر یہ بھی معتبر نہ ہو تو مارچ ۱۹۲۲ء میں مصر کے اعلان خود مختاری پر تو کوئی زد وقدح نہیں ہوسکتی۔ یہ اعلان صرف دول یورپ ہی نے نہیں بلکہ خود ٹرکی نے بھی تسلیم کرلیا ہو"

غرضکہ انگریزی وکیل نے ہر ممکن دلیل سے ثابت کرنا چاہا کہ خدیو عباس کا موجودہ دعویٰ اگر بے بنیاد نہ ہو تو بھی اس عدالت میں پیش نہیں ہوسکتا۔ عدالت میں ۶۰ سے زیادہ سربرآوردہ ترک اور سفرائے دول موجود تھے۔ مگر کسی نے بھی انگریزی وکیل کی تقریر پسند نہیں کی۔ اُس کی تقریر غیر دلچسپ اور افسردہ کن تھی تمام حاضرین اس بات پر مسکرا رہے تھے کہ وہ بار بار جوش میں آکر تمسخر انگیز حرکتیں کرنے لگتا تھا سب سے زیادہ تمسخر انگیز منظر اُس کی عینک میں تھا۔ وہ اپنی عینک کسی طرح بھی سنبھال نہیں سکتا تھا۔ بار بار ناک پر رکھتا اور پھر گھبرا کر اُتار دیتا۔ جب رکھتا تھا تو اس طرح ججوں کو دیکھنے لگتا تھا گویا کتاب پڑھ رہا ہو۔ جب اُتار دیتا تھا تو اس طرح نظریں اُٹھا دیتا تھا گویا اندھیرے سے اچانک روشنی میں آگیا ہو!

برخلاف اس کے خدیو کے پیروکار بڑے سلیقہ اور وقار کے وکیل تھے۔ انکے سرگروہ مشہور قانون داں طاہر بک ہیں۔ یہ آستانہ کے مدرسۂ قانون کے مہتمم ہیں اور لوزآن کانفرنس میں ترکی وفد کے قانونی مشیر تھے۔

خدیو کے وکلاء کی بحث

خدیو کی طرف سے تین وکیل تھے۔ تینوں نے انگریزی وکیل کی بحث کے تین اہم نقطوں کو باہم تقسیم کرلیا تھا۔

طاہر بک نے خدیو کی جنسیت پر بحث کی۔ اُنھوں نے کہا:

"خدیو، ترکی رعایا ہیں۔ کیونکہ ترکی قانون جنسیت اُنھیں ترکی رعایا قرار دیتا ہو اور مصری قانون جنسیت اُنھیں مصری تسلیم نہیں کرتا۔ خود برطانیہ معترف ہو کہ ۵ر نومبر ۱۹۱۴ء تک خدیو کا شمار ترکی رعایا میں تھا، پھر اس تاریخ کے بعد بقول اُس کے خدیو مصری رعایا ہوگئے۔ حالانکہ ۱۹۲۶ء کے مصری قانون جنسیت کی دفعہ ۲ خدیو کو مصری جنسیت سے خارج کررہی ہو۔ کیونکہ مصر میں اُن کی عدم موجودگی اور مصر میں اُن کے داخلہ کی ممانعت کی وجہ سے اُن پر وہ شرطیں عائد نہیں ہوتیں جو مصری رعایا ہونے کے لئے قانون میں درج ہیں۔ اس قانون میں صاف لکھا ہو کہ وہی لوگ مصری رعیت ہیں جو ۵ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کو مصر میں موجود تھے اور اسکے بعد بھی برابر وہاں بود باش رکھتے ہیں۔ خدیو عباس میں یہ دونوں شرطیں پوری نہیں ہوئیں۔ بلاشبہ ۱۹۱۴ء میں خدیو اپنے ملک واپس جانا چاہتے تھے مگر خود انگریزی سفیر مقیم قسطنطنیہ نے اُنھیں واپسی سے روک دیا"

اس کے بعد طاہر بک نے مصری وزیر اعظم عبد الخالق ثروت پاشا کے مذکورۂ بالا خط پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"یہ نام نہاد خط، اس مقدمہ میں پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ طرفین نے عدالت کے سامنے پہلے ہی طے کرلیا تھا کہ ایسے کاغذات پیش نہیں کئے جائیں گے جو پہلے سے طرفین کے معائنہ میں نہیں آچکے ہیں۔ انگریزی وکیل نے یہ کارروائی بالکل خلاف اصول کی ہو۔ تاہم میں اس خط پر چند لفظ کہے بغیر نہیں رہ سکتا یہ خط محض شخصی اور نجی کا خط ہو۔ سرکاری دستاویز نہیں ہوسکتا خود میرے پاس ترکی حکومت کے سرکاری کاغذات موجود ہیں جن سے میرے موکل کی ترکی جنسیت پوری طرح ثابت ہوتی ہو مگر میں نے پیش نہیں کئے کیونکہ میں کوئی کارروائی باہمی معاہدہ کے خلاف نہیں کرنی چاہتا۔ ثروت پاشا کے خط پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے ثابت ہوجاتا ہو کہ یہ خط صرف اس لئے حاصل کیا گیا ہو کہ مدعا علیہ مقدمہ پر اپنے موافق اثر ڈالے۔ نیز یہ ایک ایسی حکومت کے وزیر اعظم نے لکھا ہو جس کی مصلحت اسی میں ہو کہ میرا موکل مقدمہ ہار جائے۔ کیونکہ اُس کی جائداد اسی حکومت کے ہاتھ میں ہو اور وہ اس سے متمتع ہورہی ہو۔ اس خط کو کتنی ہی اہمیت دی جائے مگر وہ مصری قانون جنسیت کی دفعہ ۲ کو باطل نہیں کرسکتا جسنے خدیو کو مصری جنسیت سے محروم کردیا ہو"

اس کے بعد ترکی وکیل نے اپنے حریف کے اس بیان کی تردید کی کہ خدیو کی جنسیت کے بارے میں مصری اور ترکی حکومتوں کے مابین گفت و شنید ہوئی تھی۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی حکومت نے اس بارے میں مصری حکومت سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ترکی حکومت پوری تاکید سے خدیو کو ترکی سمجھتی رہی ہے۔ پھر وہ ایک ایسے صاف معاملہ پر گفتگو کرکے اُسے مشتبہ کیسے بنا سکتی تھی؟ ممکن ہو یہ حقیقت ثروت پاشا کے لئے تکلیف دہ ہو۔ ممکن ہو حکومت برطانیہ کو موجودہ مشکل سے نکالنے کے لئے مصری حکومت اپنے سر ذمہ داری لے لے مگر ان تمام کوششوں کے بعد بھی حقیقت، حقیقت ہی رہے گی۔ خدیو، ترکی سے مصری نہیں ہوجائیں گے۔ ہمارے موکل نے انگریزی وکیل کے اس بیان پر عصمت پاشا کو توجہ دلائی تھی۔ اسپر اُنھوں نے جو جواب بھیجا ہے وہ میں عدالت کے سامنے رکھ دیتا ہوں"

اس کے بعد اُنھوں نے عصمت پاشا کا حسب ذیل خط پڑھ کر سنایا:

"آپکی جنسیت کے متعلق ہمیں حکومت مصر کے کسی اعتراض کا آجتک علم نہیں۔ ہماری وزارت خارجیہ بھی اب تک ناواقف ہو کہ مصر میں ترکی سفیر کو مصری حکومت نے اس بارے میں کوئی نوٹ دیا ہو۔ آپکی جنسیت کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ یہ معاملہ کسی حال میں بھی معرض بحث میں نہیں لایا جاسکتا"

طاہر بک کے بعد خدیو کے دوسرے وکیل مسیو برگریہ نے اس نقطہ پر بحث کی کہ مصر، ٹرکی سے کب علحدہ ہوا؟ اُنھوں نے ثابت کیا کہ ٹرکی مصر سے معاہدۂ لوزآن کے وقت سے دست بردار ہوا ہے نہ کہ اس سے پہلے۔ معاہدہ کی دفعہ ۱۶ میں صاف لکھا ہو کہ ٹرکی اپنی حدود کے باہر جملہ مقبوضات سے دست بردار ہوتا ہو پھر مصر اور سوڈان کے متعلق اسی دفعہ میں مزید تصریح موجود ہو کہ ان دونوں ملکوں سے دست برداری ۵ر نومبر ۱۹۱۴ء سے تصور کی جائے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ مصر کی باضابطہ علحدگی معاہدۂ لوزآن سے ہوئی ہو۔ نہ کہ کسی اور معاہدہ یا واقعہ سے۔

اس کے بعد خدیو کے تیسرے وکیل مسیو گارز نے وکیل کے اس اعتراض پر بحث کی کہ موجودہ عدالت اس مقدمہ پر غور نہیں کرسکتی اُنھوں نے کہا:

"میرے موکل کی جائداد مصر میں تھی۔ برطانیہ نے اُسے ضبط کرلیا۔ ثبوت یہ ہو کہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کو جبکہ یہ واقعہ پیش آیا مصر برطانیہ کے قبضہ میں تھا اگرچہ اس قبضہ کا باضابطہ اعلان ۱۸ر دسمبر ۱۹۱۴ء میں ہوا ہو"

اس کے بعد وکیل نے بین الاقوامی قوانین کی بہت سی کتابوں کے حوالے پڑھ کر بتایا کہ کسی ملک پر قبضہ اگر فعلاً موجود ہو اور اس قبضہ کے لئے کوئی معاہدہ یا اعلان نہ بھی ہوا ہو جب بھی وہ قبضہ قانوناً تسلیم کیا جائے گا۔ فعلاً اُس کا موجود ہونا اُس کی موجودگی کی سب سے بڑی دلیل ہو۔ تمام علمائے قانون نے قبضہ کی تعریف یہ کی ہو کہ کسی ملک کی مدافعت کی ذمہ داری اور اُس کے معاملات میں مداخلت کا نام قبضہ ہو۔ یہ چیز اُس وقت سے موجود تھی جب سے برطانیہ کی فوجیں مصر میں داخل ہوئیں۔

اپنے دعویٰ کی دلیل میں وکیل نے لارڈ ملنر اور دوسرے ذمہ دار انگریزوں کی تصریحات بھی پیش کیں اور بتایا کہ مصر فعلاً انگریزی حمایت میں تھا اگرچہ اُس کا باضابطہ اعلان ۱۸ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو ہوا۔ وکیل کی سب سے بڑی دلیل جسنے پوری عدالت کو سکتہ میں ڈال دیا، انگریزی سپہ سالار مصر کا وہ اعلان تھا جو اُسنے اگست ۱۹۱۴ء میں شایع کیا تھا اور اسمیں لکھا تھا کہ برطانیہ نے اُسے مصر کی حمایت و مدافعت کے لئے مقرر کیا ہو۔

غرضکہ وکیل نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۱۴ء میں جبکہ خدیو کی جائداد ضبط ہوئی ہو، مصر برطانیہ ہی کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد وکیل نے اُن تمام اعتراضوں کو ایک ایک کرکے رد کردیا جو انگریزی وکیل نے معاہدۂ لوزآن پر بحث کرتے ہوئے ضبط شدہ جائدادوں اور اُن کے معاوضہ کے متعلق پیش کئے تھے۔

ترکی حکومت کا بیان

تمام کارروائی ختم ہونے کے بعد ترکی حکومت کے نمائندے صفی راشد بک نے عدالت کے سامنے ۱۹ بڑے صفحوں پر لکھی ہوئی ایک دستاویز پیش کی۔ اسمیں ترکی حکومت نے مقدمہ کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کئے تھے۔ اسکے بعد ترکی وزیر خارجیہ کا یہ پیغام پڑھا گیا:

"عباس حلمی پاشا ترکی جنسیت رکھتے ہیں۔ ہم نے مصری حکومت سے جو گفت و شنید کی تھی وہ خدیو کے بارے میں نہیں بلکہ مصری قانون جنسیت کے بارے میں تھی۔ چونکہ خدیو جنگ عمومی کے قبل ہی سے قسطنطنیہ میں مقیم ہیں اس لئے مصری قانون کی دفعہ ۲ و ۳ کی رُو سے وہ مصری رعایا نہیں ہوسکتے"

آخر میں عدالت نے انگریزی وکیل سے پوچھا کہ اُسے کچھ اور کہنا ہو؟ وکیل نے انکار کیا۔ اسپر عدالت برخواست ہوگئی فیصلہ کی تاریخ کا بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

کرینگے۔ مگر اُنھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اُس وقت مصر کے وزیر اعظم برطانیہ کے ساختہ پرداختہ احمد زیور پاشا تھے۔ اُنھوں نے اِس اہم واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اب لارڈ جارج کی سیاحت منیہ نے یہ سوال مصری پارلیمنٹ میں پیدا کر دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ لارڈ جارج مصر میں برطانوی نمائندے کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ اُنھوں نے شاہ مصر کے سامنے اپنے کاغذات پیش نہیں کیے؟

اِس قانونی سوال کا جواب وزیر اعظم نے یہ دیا ہے کہ سفراء کا اپنے کاغذات پیش کرنا، قرونِ وسطیٰ کی رسم ہے جبکہ بادشاہ باہم ایک دوسرے سے خط و کتابت کرتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں یہ رسم کوئی معنی نہیں رکھتی اور بعض حکومتوں، مثلاً سوئٹزرلینڈ نے اسے بالکل موقوف کر دیا ہے۔ تاہم ابتک یہ رسم اکثر ملکوں میں باقی ہے اور مصر میں بھی تھی۔ لہذا اگرچہ زیور پاشا کی وزارت نے برطانوی نمائندے کی اِس فروگذاشت پر کوئی اعتراض نہیں کیا تاہم ابھی وقت ہے، موجودہ وزارت حکومت برطانیہ سے اِس بارے میں گفتگو کریگی۔

”ہائی کمشنر“؟

دورانِ بحث میں ایک اور قانونی سوال پیدا ہو گیا۔ برطانوی نمائندہ ”ہائی کمشنر“ کیوں کہلاتا ہے؟ حالانکہ عام طور پر سیاسی نمائندے اِس لقب سے نہیں پکارے جاتے۔

اِس کے جواب میں وزیر اعظم نے بیان کیا۔ ”بین الاقوامی کتب قانون میں عام طور پر سیاسی نمائندوں کا لقب "Minstre Plenipotentiare" "Ambassadeur" ہے۔ لیکن بعد میں ایک نیا لقب ”ہائی کمشنر“ کے نام سے رائج ہو گیا۔ یہ لفظ بین الاقوامی کتب قانون میں [illegible] کہیں نظر آتا ہے۔ بین الاقوامی طریق عمل نے بھی اِس کے معنی ابتک پوری طرح متعین نہیں کئے ہیں۔ تاہم اِس قدر [illegible] ہے کہ یہ لقب ایسے دو ملکوں کے سیاسی نمائندوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن کے سیاسی علائق صاف بنیادوں پر قائم نہ تھے۔ یہی سبب ہے کہ معاہدۂ لوزان سے پہلے جدید ترکی میں انگلستان اور فرانس کے سیاسی نمائندے ”ہائی کمشنر“ کہلاتے تھے۔ اسی طرح اس وقت ولایاتِ متحدۂ امریکہ میں کنیڈا کا سیاسی نمائندہ ہائی کمشنر کہلاتا ہے۔ حالانکہ ایک لمحہ کے لئے بھی کنیڈا کو امریکہ کے برابر نہیں کہا جا سکتا۔ اعلانِ خودمختاری سے پہلے مصر میں انگریزی نمائندہ اسی لقب سے یاد کیا جاتا تھا اس لئے اب تک اسی لقب سے پکارا جاتا ہے، کیونکہ مصر اور برطانیہ کے سیاسی علائق متعین اور صاف بنیادوں پر قائم نہیں ہیں“

محملِ مصری

اِس سال محمل مصری مکہ معظمہ نہیں گئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ گزشتہ سال موسمِ حج میں ایک ناگوار واقعہ پیش آگیا تھا۔ کئی صدیوں سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ محمل کے ساتھ ایک مصری فوج اور توپخانہ جاتا ہے۔ اِس کی ضرورت اِس لئے پیش آئی تھی کہ اُس وقت حجاز میں امن پوری طرح قائم نہ تھا اور مقامی حکومت، محمل کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لیتی تھی۔ حسبِ عادت گزشتہ سال بھی محمل کے ساتھ مصری فوج گئی۔ نجدیوں سے اُس کا بعض اُمور میں اختلاف ہوا اور اختلاف نے کشت و خون کی صورت اختیار کر لی۔ اِس نزاع میں بہت سے نجدی مارے گئے کیونکہ وہ نہتے تھے اور مصری فوج کا کوئی قابلِ ذکر نقصان نہیں ہوا۔

اِس واقعہ کے بعد سلطان ابن سعود نے حکومتِ مصر کو لکھا کہ آئندہ سے محمل کے ساتھ مسلح فوج نہ آئے۔ مصری حکومت نے اسے منظور نہیں کیا کیونکہ گزشتہ سال کے واقعہ کے بعد خطرہ کا امکان اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محمل کی روانگی ملتوی رہی۔

سلطان ابن سعود نے اپنی خواہش کے جواز پر تین دلیلیں پیش کی تھیں۔ ایک یہ کہ اب حجاز میں ہر طرح امن امان ہے اور حجازی حکومت محمل اور حجاج کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی سلطنت میں غیر سلطنت کی مسلح فوج کا داخل ہونا، اُس کی خودمختاری کے منافی ہے۔ تیسرے یہ کہ شرعی احکام کے بموجب بھی یہ مناسب نہیں کہ ہتیار بند فوج بلاضرورت حدودِ حرم میں داخل ہو۔

مصری حکومت نے اپنے انکار کی دو وجہیں قرار دی ہیں: ایک یہ کہ کئی صدیوں سے برابر یہ رسم چلی آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اُسے حکومت حجاز کی اِس ذمہ داری پر پورا اطمینان نہیں ہے کہ وہ محمل اور مصری حاجیوں کی حفاظت کر سکے گی۔

بہرحال اِس سال محمل نہیں گیا۔ البتہ مصری حاجیوں کی ایک بڑی تعداد حج کے لئے روانہ ہو گئی ہے۔

مکتوبِ چین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

اِس وقت چین کی کیا حالت ہے؟

یہ سوال ہے جو بیرونی دنیا میں عام طور پر پوچھا جا رہا ہے۔ مگر کوئی صاف جواب نہیں ملتا۔ کیونکہ برطانی دعایۃ (پروپیگنڈا) نے اصلیت پر پردے ڈال دئیے ہیں اور اِس قدر غلط فہمیاں پھیلا دی ہیں کہ حقیقت معلوم کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔

برطانیہ کو پورے چین سے پرخاش نہیں ہے۔ شمالی حکومت تو اُس کے زیر اثر ہے۔ اِس لئے باوجود تند و رحم بد نظمی اور عام بدامنی کے اِس حکومت کے خلاف اُس کی زبان نہیں کھل سکتی۔ بلکہ اُلٹی تعریفیں کی جا رہی ہیں۔

لیکن چین کی جنوبی حکومت کے خلاف اُس کے پریس کی تمام توپیں وقف ہو گئی ہیں۔ جتنی بھی بُرائیاں ہیں، سب اُس کے سر تھوپی جا رہی ہیں۔ کیوں؟ اِس لئے کہ یہ حکومت قوم پرستوں کی حکومت ہے اور برطانی ملک گیر پالیسی کے خلاف شمشیر کف ہے!

بیرونی دنیا کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ جنوبی چین کمیونسٹ روس کے اثر و اقتدار میں ہے۔ وہاں سرے سے کوئی باضابطہ حکومت ہی نہیں ہے۔ قتل و غارت اور بدامنی عام ہے۔ حالانکہ یہ صریح کذب و افترا ہے۔

قوم پرست چین ہرگز روسی کمیونسٹوں کے اثر میں نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ اُس میں کمیونسٹوں کو بہت قوت حاصل ہے۔ مگر وہ کمیونسٹ بھی تو خود چینی ہیں۔ کمیونزم کچھ روس کی ذاتی جائداد نہیں ہے۔ وہ معاشرتی عقائد کا ایک مذہب ہے اور ہر قوم اُسے قبول کر سکتی ہے بغیر اِس کے کہ کمیونسٹ روس کے ماتحت یا زیر اثر ہو۔ بلاشبہ قوم پرست چین، روس کی طرف مائل ہے۔ لیکن اِس کی وجہ بالکل معقول ہے۔ وہ روس ہی ہے جس نے دول یورپ کے جتھے سے نکل کر چین کے ساتھ انصاف کیا اور وہ تمام مراعات از خود چھوڑ دیں جو اُسے پچھلے ظالمانہ معاہدوں کی مدد سے حاصل تھیں اور جن کے برقرار رکھنے کے لئے برطانیہ جنگ پر تلا ہوا ہے اور تمام دول یورپ اور امریکہ کو بھڑکا رہا ہے۔

اسی طرح قومی حکومت کی سرحدوں میں امن و امان بھی عام ہے اتنا عام جتنا دنیا کی باقاعدہ سے باقاعدہ حکومت میں ہو سکتا ہے۔ یہاں چوری قزاقی کی وارداتیں سنی نہیں جاتیں۔ تقریباً روزانہ بڑے بڑے شہروں میں عظیم الشان جلوس اور مظاہرے نکلتے رہتے ہیں، مگر انتظام ایسا مکمل ہے کہ کبھی کوئی تصادم نہیں ہوتا۔ پھر یہاں ہندوستان کی طرح مذہبی جھگڑے بھی پیدا نہیں ہوتے۔ کوئی مقام نہیں جہاں بودھ، کنفیوشس اور اہل اسلام موجود نہ ہوں۔ بہت سے علاقوں میں عیسائیوں کی بھی آبادیاں ملی جلی موجود ہیں۔ لیکن سب امن و صلح کے ساتھ رہتے ہیں۔ حکومت قومی ہے اِس لئے کبھی کوئی باہمی نزاع پیدا ہی نہیں ہوتی۔

دنیا بھر میں یہ بھی مشہور کر دیا گیا ہے کہ جنرل چنگ کے شیک کی علحدگی کے بعد قومی حکومت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ بلاشبہ جنرل مذکور یورپین اثرات سے متاثر ہو کر قومی حکومت سے باغی ہو گیا۔ یہ بھی سچ ہے کہ اُس کے ماتحت ایک بڑی فوج بھی ہے۔ کئی علاقوں پر قابض ہے اور نان کنگ اُس کا صدر مقام ہے لیکن اِس سے مرکزی حکومت کی قوت میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہے۔ وہ آج بھی کافی طاقتور ہے اور اُسکی مظفر و منصور فوجیں شمالی چین کو فتح کرتی ہوئی برابر بڑھ رہی ہیں۔

پھر جنرل کے شیک کی بغاوت بھی ابتک ایک معما ہے۔ اِس وقت تک مرکزی حکومت سے اُس کا کوئی قابل ذکر تصادم نہیں ہوا۔ اُسنے ہانکو پر حملہ نہیں کیا بلکہ سیدھا شمالی چین کی طرف روانہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اِس کی بغاوت برطانیہ کے لئے عملاً کچھ مفید نہ ہو سکی بلکہ سراسر نقصان ہی پہنچا۔ پہلے اُس کے حلیف شمالیوں پر صرف کنٹون کا دباؤ تھا۔ اب یہ جنرل الگ ہو کر نئی طاقت سے دہرا دباؤ ڈال رہا ہے۔

علاوہ بریں اگر قوم پرست حکومت کو اِس باثر سپہ سالار کی علحدگی سے نقصان پہونچا تو ساتھ ہی قدرت نے اُس کی فوراً تلافی بھی کر دی عین وقت پر چین کا مشہور عیسائی جنرل فینگ (جو کئی سال تک پیکن کا حاکم رہ چکا ہے) اُس سے آملا اور اپنی تازہ دم منظم فوج لاکر اُس کی قوت میں نمایاں اضافہ کر دیا۔ یہ جنرل اپنی جنگی قابلیت کی ایک پوری تاریخ رکھتا ہے۔ تمام یورپ و امریکہ اور جاپان کے اخبارات ایسے چند سال پہلے تسلیم کر چکے ہیں کہ جیسی باقاعدہ فوج اِس کے پاس ہے ویسی دوسرے چینی جنرل کے پاس نہیں ہے۔ لیکن اب جبکہ وہ کمیونسٹ ہو کر قوم پرست حکومت کے جھنڈے تلے آگیا ہے تو کہا جا رہا ہے کہ اُس کی [illegible] کوئی نہیں!

یہ اسی جنرل کے اتحاد کا نتیجہ ہے کہ قوم پرست فوجیں تیزی سے ”پیکن۔ ہانکو ریلوے“ اور ”ٹین سن۔ پاکو“ لائن پر بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ان کی قوت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ نئی نئی قومیں اُن کی فتوحات دیکھ کر اُن سے ملتی جاتی ہیں۔ اِس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم خبر یہاں کے چینی حلقوں میں یہ پھیلی ہوئی ہے کہ عنقریب ”صوبہ شانسی“ کا جنگی حاکم جنرل ”ین ہی شان“ قوم پرستوں کی جماعت میں شامل ہونے والا ہے۔ اگر یہ خبر صحیح نکلی تو قومی تحریک کو غیر معمولی قوت حاصل ہو جائیگی۔ (۱۳۔ جون کی سرکاری خبر مظہر ہے کہ یہ جنرل قوم پرستوں سے مل گیا۔ الہلال)

غرضکہ اس وقت چین کی حالت قومی نقطۂ نظر سے نہایت عمدہ اور امید افزا ہے۔ قومی حکومت روز بروز طاقت ور ہو رہی ہے۔ پیکن کی (شمالی) حکومت کو سخت زوال ہو رہا ہے۔ برطانیہ اور دوسری سلطنتوں میں اِس صورت حال سے سخت بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ پیکن کے بچانے کی فکر کر رہی ہیں۔ لیکن کامیابی کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ کیونکہ خود پیکن اور اُس کی حکومت میں قوم پرستوں کے اثرات گھر کر چکے ہیں۔

دینا نہیں چاہتی، اس لئے حکومت بھی برطانوی امتیازات اُٹھا دینے پر تلی ہوئی ہے۔

مصر کی "خود مختاری" تسلیم کرلینے کے بعد بھی برطانیہ نے اپنے لئے کئی حاکمانہ امتیازات باقی رکھے ہیں۔ انگریزی فوج مصر کی سرزمین پر موجود ہے۔ مصری فوج کا سپہ سالار انگریز ہے۔ متعدد انتظامی محکموں پر انگریز عہدہ داروں کی نگرانی ہے۔ طور سینا اور طرابلس کے سرحدی علاقے انگریز افسروں کی ماتحتی میں ہیں۔

ظاہر ہے یہ امتیازات ملکی آزادی اور قومی خود مختاری کے قطعی منافی ہیں۔ ان کی موجودگی میں مصر کا اعلان خود مختاری بالکل بے معنی اور مضحکہ انگیز رہجاتا ہے۔ مصر نے سالہا سال صبر کیا، لیکن اب وہ طیار ہوگیا ہے کہ اپنے حقوق کا آخری مطالبہ شروع کردے۔

انگریز افسروں اور سپہ سالار کی موقوفی

اس سلسلہ میں مصری حکومت کی پہلی کارروائی یہ تھی کہ اُسنے انتظامی محکموں کے تمام انگریز عہدہ دار برخاست کردیئے صرف محکمہ عدالت، محکمہ مال، اور بعض دوسرے عہدوں پر گنتی کے انگریز رہنے دیئے، لیکن انکے لئے بھی خاص خاص شرطیں مقرر کردی گئیں یہ واقعہ عدلی پاشا کی وزارت میں ہوا تھا۔ اب ثروت پاشا نے آکر دوسرا قدم اٹھایا ہے، اور یہ قدم نہایت نتیجہ خیز ہے۔ مصری پارلیمنٹ کی جنگی کمیٹی نے طے کردیا کہ سردار سپاہ کا عہدہ توڑ دیا جائے اور اُس کے اختیارات ایک جنگی مجلس کے سپرد کردیئے جائیں۔ حکومت نے بھی یہ تجویز پسند کی اور اُسے جاری کرنا چاہا۔ مگر انگلستان اپنے غاصبانہ دعووں سے دست بردار ہونے کے لئے طیار نہیں ہے۔

برطانیہ کا دعوی ہے کہ ۲۸ فروری ۱۹۲۲ء کی تصریح میں یہ طے پاگیا ہے کہ مصری فوج انگریزی سردار سپاہ کے ماتحت رہے گی۔ حالانکہ یہ دعوی سراسر بے بنیاد ہے۔ اس تصریح میں فوج کا مطلقاً کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ صرف اس تصریح میں بلکہ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۷ء تک کے کسی معاہدہ یا گفت وشنید میں اس کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ مصری حکومت کی حجت یہ ہے کہ انگریزی حمایت (پرٹکٹرٹ) کے زمانہ میں مصری فوج "سردار" کے ماتحت تھی لیکن اب اعلان خود مختاری کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ قدیم نظام باقی رکھا جائے۔

غرضکہ اس وقت یہ مسئلہ برطانیہ اور مصر کے درمیان سخت نزاع کا موجب ہوگیا ہے۔ طرفین اپنی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں اور ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا منظور نہیں کرتے۔ اس مسئلہ کی اہمیت صاف ظاہر ہے۔ انگریز سپہ سالار کی ماتحتی میں مصری فوج رہنے کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں ہیں کہ یہ فوج بھی انگریزوں ہی کی ہے۔ برطانیہ خوب سمجھتا ہے کہ "سردار" کی موقوفی کے بعد مصر کو جنگی قوت حاصل ہوجائے گی اور زبردستیوں کا وہ سلسلہ بند ہوجائے گا جو مدت سے برطانیہ جاری کئے ہوئے ہے۔

لارڈ جارج لائڈ کی بے ضابطگی

ابھی یہ معاملہ طے نہیں ہوا تھا کہ ایک اور نئی مشکل پیدا ہوگئی۔ یہ مشکل برطانوی ہائی کمشنر لارڈ جارج لائڈ نے پیدا کی ہے۔ موصوف چند سال پہلے ہندوستان کے ایک صوبہ کے گورنر تھے۔ ہندوستان سے انگلستان واپس ہوئے اور فوراً مصر بھیجدیے گئے۔ مصر پہونچکر انھیں یاد نہیں رہا کہ اب ایک ایسے ملک میں آئے ہیں جو ہندوستان کی طرح برطانیہ کے ماتحت نہیں ہے۔ بات بات میں حاکمانہ شان دکھانے لگے۔ قاہرہ میں اُن کی آنکھیں شاہی استقبال اور مظاہر عبودیت ڈھونڈھتی تھیں۔ جہاں اس کا امکان نہ تھا، مایوس ہوکر دیہاتی علاقوں پر نظر ڈالی۔ وہاں علاقہ "منیا" میں چند قدیم الدار خائن موجود ہیں۔ اُنھوں نے ممدوح کی خواہش پوری کردی۔ ایک پُرتکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ یہ اسپشل ٹرین پر دھوم دھام سے پہنچے۔ خشوع وخضوع کے مظاہرے قبول کئے، اور کسانوں میں بالکل ویسی ہی حاکمانہ تقریر کی جیسی تقریروں کے وہ ہندوستان میں عادی رہ چکے ہیں۔

لیکن جب اخبارات میں یہ خبر شایع ہوئی، تو عام رائے میں سخت برہمی پیدا ہوگئی۔ ہر طرف سے اعتراض شروع ہوا کہ برطانوی ہائی کمشنر کو اس کارروائی کا کیا حق تھا؟ اخبارات سے گزر کر یہ معاملہ پارلیمنٹ تک پہنچا۔ وہاں ممبروں نے نہایت سخت نکتہ چینی کی اور حکومت کو مجبور کیا کہ جواب طلب کرے۔

سب کو معلوم ہے کہ مصری پارلیمنٹ پر زغلول پاشا کی وطن پرست پارٹی حاوی ہے۔ اس واقعہ سے فائدہ اُٹھاکر انگریزی اخبارات نے لکھنا شروع کردیا ہے کہ برطانیہ کی مخالفت صرف یہی جماعت کر رہی ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ برطانیہ کی مخالفت پر تمام جماعتیں متحد ہیں۔ ذیل میں ہم چند اقتباس صرف اُن تقریروں کے دیتے ہیں جو معتدل جماعت کے سربرآوردہ ممبروں نے اس معاملہ پر پارلیمنٹ میں کی ہیں۔

حسین یوسف عامر آفندی نے کہا "ہمیں برطانوی نمایندہ سے صاف کہدینا چاہئے کہ مصر اپنی آزادی کسی قیمت پر بھی فروخت کرنے کے لئے طیار نہیں۔ اگر ہم نے برطانیہ کے ساتھ مفاہمت کی پالیسی پسند کی تھی تو صرف اس لئے کہ ہمیں یہ پالیسی مصر کی خود مختاری کے لئے مفید معلوم ہوئی تھی۔ اگر برطانیہ ہماری ملائمت سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے تو ہم اپنی پالیسی بدل ڈالنے میں ایک لمحہ بھی پس وپیش نہیں کرینگے"

ابراہیم دسوقی آفندی نے کہا "برطانوی نمائندے کو حق ہے کہ ملک کے جس حصہ میں چاہے سیر کرے۔ نیز ملک کے خائنوں کو بھی حق ہے کہ جس طرح چاہیں اُس کی آؤ بھگت کریں لیکن ساتھ ہی برطانوی نمائندے کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مصر ایک آزاد ملک ہے، اور یہ کہ اس سرزمین میں جب "ملک" کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مقصود صرف وہ ہستی ہوتی ہے جو مصر کے تخت پر بیٹھی ہے۔ میں اُس پالیسی کے ہرگز کوئی معنی نہیں سمجھتا جس کا نتیجہ ملک کی خود مختاری کی قطعی پامالی ہو"

طلعت علی آفندی نے کہا "مصر کی مصالحانہ پالیسی کو اُس کی کمزوری پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔ ہم کمزور نہیں ہیں۔ ہمارے پاس حق ہے اور ہم حق کی قوت سے قوی ہیں"

سب سے زیادہ اہم اور پُر زور تقریر، معتدل جماعت کے مشہور زعیم ابراہیم لہبادی بک کی تھی۔ یہ وہی شخص ہیں جو ایک زمانہ میں برطانیہ کے بڑے مداح اور مخلص خدمت گذار تھے۔ ۱۹۰۶ء کے مشہور حادثہ "دنشوائی" میں انہی نے انگریز مجرموں کی طرف سے قانونی پیروی کی تھی اور اُنھیں سزا سے بچالیا تھا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں کہا:

"بہت سی تقریریں ہوچکی ہیں۔ لیکن معاملہ اس قدر اہم ہے کہ میں بھی گفتگو کرنے پر مجبور ہوں۔ دنیا دیکھ لے کہ میں نوجوان نہیں ہوں، میرا سر سفید ہوگیا ہے۔ بڑھاپا اپنی جملہ کمزوریوں کے ساتھ مجھ پر ٹوٹ پڑا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ مصری پارلیمنٹ پُر جوش نوجوانوں کے تہوّر کا ساتھ دے رہی ہے۔ میں سعد پاشا کی جماعت میں سے بھی نہیں ہوں۔ البتہ میں مصری ہوں، اور چونکہ تمام مصر برطانوی نمائندے سے نالاں ہے اس لئے قدرتی طور پر میں بھی نالاں ہوں۔ اس برطانوی نمائندے نے سیاسی دستور عمل کی خلاف ورزی کی ہے۔ اُسنے ہمارے ملک کی آزادی کے لئے خطرہ پیدا کردیا ہے...."

پارلیمنٹ میں اُس مصری پولیس افسر پر بھی بڑی لے دے ہوئی جسنے "منیا" میں لارڈ جارج لائڈ کی تقریر ترجمہ کی تھی۔ ایک مقرر نے اس مناسبت سے نپولین اعظم کا یہ تاریخی واقعہ بیان کیا "ایک جنگ میں دشمن فوج کے ایک بڑے افسر نے نپولین کے لئے جاسوسی کی تھی جس سے بالآخر بادشاہ کو فتح ہوئی۔ فتح کے بعد جاسوس طرح طرح کی امیدیں لے کر نپولین کے خیمہ کی طرف دوڑا۔ وہ یقین کرتا تھا کہ نپولین اس شاندار خدمت پر اُس سے مصافحہ کرے گا اور اپنے سینہ سے لگائے گا۔ لیکن نپولین نے جونہی اُسے دیکھا، ناگواری کے ساتھ اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ایک لمبی لاٹھی کے سرے پر اشرفیوں کی تھیلی باندھ اور جاسوس سے کہا "یہ ہے تیرا صلہ، لے لے۔ تیرے جیسے خائن کو میں اپنا ہاتھ مس کرنا پسند نہیں کرتا""

ابراہیم لہبادی بک نے سلطان عبدالعزیز کا بھی ایک عجیب واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے کہا "ستر برس گزرے سلطان عبدالعزیز نے فرانس کی سیاحت کی تھی۔ ایک دن وہ پیرس میں جا رہے تھے۔ نپولین ثالث شاہ فرانس اُنکے پہلو میں بیٹھا تھا۔ سلطان فرانسیسی زبان نہیں جانتے تھے۔ لیکن ترکی وزیر خارجہ راشد پاشا جانتے تھے اور دونوں فرمانرواؤں کی گفتگو کا ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ نپولین نے راشد پاشا سے کہا "سلطان المعظم سے کہو کہ جزیرۂ کریٹ میں اپنی رعایا پر رحم کریں اور نئے اصلاحات جاری کریں" راشد پاشا نے اس جملہ کا ترجمہ ترکی میں اپنے آقا کو سنایا۔ اس پر سلطان کا جواب کیا تھا؟ وہ بالکل خاموش ہوگئے، گویا سنا ہی نہیں۔ نپولین نے خیال کیا سلطان مطلب نہیں سمجھے۔ راشد پاشا سے پھر ترجمہ کرنے کو کہا۔ مگر انھوں نے محسوس کرلیا تھا کہ سلطان ناراض ہوگئے ہیں چنانچہ دوبارہ ترجمہ کرنے سے معذرت کی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ سلطان نے اپنی قیامگاہ پر پہنچتے ہی عالی پاشا وزیر اعظم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ فوراً راشد پاشا وزیر خارجہ کو برطرف کردو۔ وزیر کو اس ناگہانی عتاب پر سخت تعجب ہوا۔ ڈرتے ڈرتے سبب پوچھا۔ سلطان نے کہا "راشد پاشا نے ایک ایسے جملہ کا ترجمہ مجھے سنایا جو ہرگز سنانا نہیں چاہئے تھا کیونکہ وہ میرے ساتھ بطور مترجم کے نہیں تھے۔ وزیر خارجہ کی حیثیت سے تھے۔ میرے وزیروں کو معلوم ہونا چاہئے کہ کون بات میری سلطنت کے مصالح اور عزت کے مطابق ہے کون مخالف ہے۔ جب ایک اجنبی بادشاہ نے ایک ایسی بات مُنہ سے نکالی تھی جس سے میری سلطنت کے معاملات میں مداخلت پائی جاتی ہے تو میرے وزیر خارجہ کا فرض تھا کہ اُس بات کا مجھے ترجمہ سنانے سے صاف انکار کردیتا""

ایک اور مشکل

لارڈ جارج لائڈ کی اس کارروائی نے ایک اور معاملہ کی یاد بھی تازہ کردی ہے۔ عام سیاسی دستور یہ ہے کہ جب کسی سلطنت کا سفیر یا نمائندہ دوسرے ملک میں پہنچتا ہے تو اُس ملک کی حکومت کے سامنے اپنی تقرری کے کاغذات پیش کرتا اور اُس کی منظوری حاصل کرتا ہے۔ مصر میں بھی یہی دستور جاری تھا۔ جنگ سے پہلے تک جتنے برطانوی نمائندے آئے اپنے کاغذات خدیو کے سامنے پیش کرتے رہے۔ لارڈ کچنر نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن دوران جنگ میں یہ رسم موقوف ہوگئی کیونکہ اب مصر خود مختار نہیں رہا تھا۔ برطانیہ کا ایک مقبوضہ ملک تھا۔ مصر کے اعلان خود مختاری کے بعد سب سے پہلا برطانوی نمائندہ، یہی لارڈ جارج لائڈ تھے۔ یہ دسمبر ۱۹۲۵ء میں پہنچے۔ خیال تھا کہ اپنے کاغذات شاہ مصر کے سامنے پیش

کے لئے موت! لیکن جری دل موت سے کب ڈرتے ہیں؟"

اضطراب و مسرت!

پورا پیرس ہمہ تن گوش تھا۔ دو دن گزر گئے۔ دوشنبہ کی شام کو میدانوں اور پبلک مقاموں میں ایسا ہجوم تھا جیسا جنگ کے بعد کبھی دیکھا نہیں گیا۔ مضطرب دل اور لڑکھڑاتی زبانیں چلا رہی تھیں "خبر؟ خبر؟" "یہ لو خبر آگئی!" اچانک شور مچا "نجیسر پہنچ گیا!" اخبارات کے ضمیموں کی جلی سرخی تھی۔ بھیڑ اخبار فروشوں پر ٹوٹ پڑی۔ کش کش اور ہجوم میں بہت سے اخبار پھٹ گئے۔ ایک خریدتا تھا اور دس اُس کے ہاتھ سے چھینتے تھے۔ کئی عورتیں بھیڑ میں گر پڑیں۔ کئی لوگ کچل گئے "سفید چڑیا نیویارک کے آسمان پر دیکھی گئی!" یہ خبر تھی جو اخبارات نے شایع کی تھی۔ اب کیا تھا؟ مسرت اور قومی فخر و غرور کی عام لہر دوڑ گئی۔ مصافحے اور معانقے ہونے لگے۔ ہر ہونٹ پر ہنسی تھی اور ہر آنکھ میں مسرت کے آنسو تھے۔

کپتان کی ماں!

اچانک مجمع میں ایک طرف جنبش ہوئی۔ انسانوں کا سیلاب ایک خاص گوشہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہجوم سے باہر نکلنا ناممکن تھا۔ سب نے بھی اپنی باگیں چھوڑ دیں۔ لاکھوں آدمی کی بھیڑ ایک سہ منزلہ مکان کے سامنے پہنچکر رک گئی۔ یہ کپتان کی ماں کا گھر تھا۔ سخت کش کش ہو رہی تھی سب کی خواہش تھی کہ میڈم کے کمرے میں پہنچ جائیں۔ خوش قسمتی سے مجھے اوپر چڑھنے کا موقعہ مل گیا۔ ساٹھ برس کی ایک باوقار بوڑھی خاتون ہمارے سامنے تھی! مسرت نے اُس کا عجب حال کر دیا تھا۔ ہر لمحہ شادی مرگ کا اندیشہ تھا۔ اسوقت وہ پورے فرانس کی ماں تھی پورا پیرس اُسے کھڑا سلام کر رہا تھا!

یقینی خبر

دو دن پھر گزر گئے۔ "سفید چڑیا" کی کوئی خبر نہیں آئی۔ آج پورا پیرس اُداس ہے۔ سب کے دل دھڑک رہے ہیں۔ انتظار سے تنگ ہو کر پیرس پھر میدانوں کی طرف چلا۔ پہلے سے کہیں زیادہ ہجوم تھا لیکن تمام آوازیں بند ہوگئیں کامل سکوت چھا گیا۔ ایک لمحہ کے بعد تالیوں کا شور بلند ہوا۔ یک وقت لاکھوں تالیاں بج رہی تھیں۔ پھر یکایک نعرے بلند ہونے لگے "نجیسر پہنچ گیا!" "سرکاری طور پر تصدیق ہوگئی!"

سرکاری عمارتوں پر جھنڈے اُڑا دئے گئے — پورے یورپ سے "مبارک! سلامت!" کے پیغام حکومت فرانس کے نام آنے لگے اب جبکہ پیرس کی خوشی ناقابل بیان تھی! فرانس نے امریکہ کو شکست دیدی!!

لیکن...

"لیکن؟"

"لیکن" کا حال کوئی پیرس کے دل سے پوچھے "افسوس! خبر غلط تھی" اخبارات کی اس سرخی نے پیرس کا تمام سرور و عیش رنج و الم سے بدل دیا۔ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ نیویارک کے آسمان پر جو "سفید چڑیا" منڈلاتی نظر آئی تھی، وہ فرانسیسی جہاز نہ تھا۔ امریکہ ہی کا ایک ہوائی جہاز تھا۔

اسوقت تمام پیرس اُداس ہے، کیونکہ اُس کے قومی فاتح کا کہیں پتہ نہیں۔ کیا وہ بحر اعظم کی موجوں پر ہے؟ کینیڈا کے پہاڑوں پر ہے؟ آئرلینڈ کے جنگلوں میں ہے؟ خدایا! وہ کہاں ہے؟ ہر زبان یہی سوال کرتی ہے مگر کوئی جواب نہیں ملتا۔ کپتان کے دو بھائی ہیں ایک اُسے انگریزی آبنائے میں تلاش کر کے نا امید واپس آچکا ہے۔ دوسرا ساحل امریکہ میں ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ مگر ابتک کہیں کوئی سراغ نہیں ملا!

عقاب موت

پیرس کی بے چینی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس بہادرانہ عزم سے پہلے بھی نجیسر اُسے محبوب تھا۔ دوران جنگ میں اس نوجوان نے ایسے حیرت انگیز کارنامے دکھائے تھے کہ اُس کا جنگی لقب "عقاب موت" ہو گیا تھا۔ جنگ میں اسے بار بار کاری زخم آئے۔ ۲۴ آپریشن کئے گئے۔ ڈاکٹروں نے فیصلہ کر دیا تھا کہ اب یہ فوج کے لائق نہیں رہا۔ مگر زخم بھرتے ہی وہ پھر فوج میں تھا۔ سپہ سالار نے کہا "تم فوج میں قبول نہیں کئے جاسکتے" اُسنے فوراً جواب دیا "لیکن میں فوج کو قبول کر سکتا ہوں" چنانچہ برابر لڑتا رہا۔ ۴۵ ہوائی معرکے سر کئے ۷۰ دشمن جہاز برباد کر ڈالے۔ فرانس کا سب سے بڑا جنگی تمغہ حاصل کیا۔ ۲۴ چھوٹے تمغے اور ستارے پائے۔ یہ سب حکومت فرانس کی طرف سے تھے۔ برطانیہ اور امریکہ کے تمغے اس کے علاوہ ہیں۔

کپتان کی ماں سے ملاقات

کپتان کی بوڑھی ماں کا کیا حال ہے؟

خوش قسمتی سے اس معزز خاتون نے چند لمحے مجھے بھی بخشے۔ میں اُس کی ملاقات کو بے اختیار اور بغیر اطلاع کے پہنچ گیا تھا۔ دروازہ پر میں نے دستک دی، دستک کے ساتھ ہی پٹ کھل گئے اور میں نے ایک مضطرب آواز سنی: "کوئی خبر لائے ہو؟" یہ غمزدہ ماں کی آواز تھی۔ افسوس، میرے پاس کوئی خبر نہ تھی۔ فرط تاثر سے میری آواز بند ہوگئی "خبر کا نہ ہونا خود اچھی خبر ہے" خاتون نے سر ہلا کر شکستہ آواز میں کہا۔ اس سے اُس جانگداز اندیشہ کا پتہ چلتا تھا جس میں اس کا الم زدہ دل مبتلا تھا! باایں ہمہ اس کے صبر و تحمل کا وقار بدستور قائم تھا۔ وہ اب بھی ہنستی تھی مگر ایسی ہنسی جس میں ہزاروں نالہ ہائے درد کی چیخیں پوشیدہ تھیں۔

"تمام دنیا آپکے قلق میں شریک ہے" میں نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا

"صاحب تمھیں بھی امید ہے نہ؟" خاتون نے اضطراب سے کہا۔

"بلاشک! مجھے کیا بہتوں کو یقین ہے کہ کپتان امریکہ کے کسی غیر آباد علاقے میں پہنچ گیا ہے" میرا جواب تھا۔

مادم اب اپنے آنسو روک نہ سکی۔ "ماما! روئیں نہیں" اُس کے ایک لڑکے نے کہا۔

"کیا؟" خاتون نے سخت جدوجہد سے اپنے کو سنبھال کر کہا "میں روتی نہیں ہوں۔ مجھے اب تک یقین ہے۔ وہ ضرور لوٹ آئے گا۔ تین مہینے گزر جائیں۔ ۹ مہینے گزر جائیں، مگر یہ امید میرے دل میں برابر زندہ رہے گی!"

میں اس گھر میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ بمشکل مجھ سے اجازت مانگی گئی۔ سڑک پر پہنچتے پہنچتے میرا رومال بھی تر تھا!

شاید اسوقت بھی وہ گرجا میں قربان گاہ کے سامنے اپنے گھٹنوں پر جھکی ہوئی "پیارے بیٹے" پیرس کے گم شدہ محبوب کے لئے دعا مانگ رہی ہو۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجدیں کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہیں؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے، [illegible] کو دے دیے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ قیمت ۸ آنے (۸)

مینجر الہلال کلکتہ

خواطر و سوانح

میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ

گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک کتاب کا ذکر کیا تھا جو حال میں شائع ہوئی ہے اور جس میں تیس فرانسیسی اخبار نویسوں نے اپنی اپنی زندگی کے اہم واردات و حوادث بیان کئے ہیں۔ اس کتاب کی ایک سرگزشت پچھلی اشاعت میں آپکی نظر سے گزر چکی ہے۔ آج ایک دوسری سرگزشت درج کی جاتی ہے۔ یہ موسیو گستن شیرو کے قلم سے نکلی ہے جو عرصہ تک اخبار طان پیرس کے مشرقی مقالہ نگار رہ چکے ہیں۔ اس سرگزشت میں انھوں نے اپنے قیام طرابلس کے زمانے کے بعض واردات لکھے ہیں جب اٹلی اور اندرون طرابلس کے عربوں میں لڑائی جاری تھی:

صحرا کے خونی راہ پر!

یورپین تہذیب سے دور، طرابلس، صحرائے افریقہ کے دامن میں پوشیدہ پڑا تھا۔ ۱۹۱۱ء میں یکایک اٹلی نے حملہ کیا اور مغربی ممالک پر اُس کے بند دروازے کھل گئے!

مجھے وہ رات عمر بھر یاد رہیگی جو میری اخباری زندگی کی سب سے زیادہ عجیب رات ہے۔ یہ رات مجھے طرابلس میں پیش آئی تھی۔

میں اپنے ہوٹل میں بیٹھا تھا کہ وہ نوجوان عرب کمرے میں آیا جو میری خدمت کرتا اور روز صبح گھوڑا تیار کر دیتا تھا۔ اُسنے کمرے میں ہر طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور میرے تنہا ہونے کا پورا یقین حاصل کر کے کہنے لگا:

"محمد سعید ملاقات کرنی چاہتا ہے۔ اگر آپ رازداری کا وعدہ کریں تو میں آج ہی رات آپکو اُسکے پاس لے چلوں"

پھر مجھے متعجب دیکھ کر بولا:

"آپ اُسے نہیں جانتے مگر وہ آپکو جانتا ہے"

میں غور کرنے لگا۔

علی میرے زین کی رکاب صاف کرنے لگا۔

"ملعون یوسف آج پھر رکاب صاف کرنا بھول گیا" علی بڑبڑا رہا تھا۔

"آج رات جب ڈاکخانہ سے نکلئے گا تو میں آپ کا پیچھا کرونگا بشرطیکہ کوئی ساتھ نہ ہو" اُسنے مجھے مخاطب کئے بغیر کہا۔

اُسوقت طرابلس محفوظ نہیں تھا۔ زرا سی بے احتیاطی بھی یورپین کے لئے موت کا باعث تھی۔ میرا فرانسیسی ہونا، میری زندگی کے لئے ضمانت نہ تھا۔ کسی طرف سے اچانک ایک گولی آکر میرا خاتمہ کر سکتی تھی۔ میں متردد تھا کہ بغیر کچھ معلوم کئے محمد سعید کے ہاں چلا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ میرا قاعدہ تھا کہ روز رات کو تار گھر جاکر اپنے دن بھر کی معلومات پیرس کے اخبارات کو بھیجدیا کرتا تھا۔

شاید گیارہ بجے میں تار گھر سے نکلا۔ رات نہایت تاریک تھی سڑکوں پر کوئی روشنی نہ تھی۔ میں تنہا نہ تھا۔ ایک اطالین اور ایک فرانسیسی اخبار نویس بھی میرے ساتھ تھے۔ تھوڑی دور چلکر وہ دونوں اپنے ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ اب مجھے اپنے ہوٹل کی طرف تنہا جانا تھا۔

ایک چوراہے پر پہنچکر مجھے محسوس ہوا کہ کسی کی پرچھائی میں نے دیکھی ہو۔ میرا خیال صحیح تھا۔ میرا خدمتگار علی میرے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

برید فرنگ

جرمنی کی چٹھی

کمزور قوموں کے لئے عبرت و موعظت

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

گزشتہ جنگ عظیم میں جتنی بربادیاں جرمنی پر آئیں، اُن کا تصوّر بھی بیرونی دنیا نہیں کر سکتی۔ جنگ نے جرمنی کو بالکل دیوالیہ کر دیا تھا۔ تمام خزانے خالی ہو گئے تھے۔ صنعت و حرفت فنا ہو گئی تھی۔ لاکھوں کی تعداد میں نوجوان قتل ہوئے تھے اور لاکھوں کی تعداد میں بیکار ہو گئے تھے۔ پورا ملک فقر و فاقہ میں مبتلا تھا پھر جنگ شکست پر ختم ہوئی۔ ایسی شکست جس کی نظیریں تاریخ میں کم ملتی ہیں۔ تمام بیرونی مقبوضات نکل گئے۔ ۱۳ فی صدی اصلی ملک کم ہو گیا۔ ۱۰ فیصدی آبادی نکل گئی۔ ۲۵ سے ۵۰ فی صدی تک قیمت کی خام پیداوار جاتی رہی۔ مزید برآں یہ کہ اس برباد شدہ ملک پر تاوانِ جنگ کا اتنا بھاری بوجھ ڈال دیا گیا جس کی مثال دنیا نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

جرمنی کے دوست اور دشمن دونوں یقین کرتے تھے کہ اب اس ملک کی تاریخ ختم ہو گئی۔ اتنی سخت ضربوں کے بعد کبھی کوئی بچا ہے؟ لیکن پورے دس برس بھی ابھی اسے نہیں گزرے تھے کہ یہ مردہ پھر قبر سے نکل آیا اور اس طرح زندہ ہو گیا کہ ہیچ ہیچ طلسم معلوم ہوتا ہے، جرمنی نے جو معجزہ دکھایا ہے اُس کے بیان کے لئے ہومر جیسے شاعر کی ضرورت ہے۔

آج جرمنی، پھر اول درجہ کی یورپین طاقت بنتی جاتی ہے۔ مجلس اقوام میں اسوقت اُسے وہی مرتبہ حاصل ہے جو برطانیہ اور فرانس کو ہے جنھوں نے آج سے ۸ برس پہلے ورسیلز کے محل میں بیٹھکر اُس کا گلا گھونٹا تھا۔ آج سے دو برس پہلے جرمنی کا سکہ تباہ ہو گیا تھا۔ نجات کی کوئی صورت بھی نظر نہ آتی تھی۔ مگر آج جرمنی دنیا کی تیسری اقتصادی قوت ہے اور برطانیہ اور امریکہ کے بعد سب سے بڑی تجارت کا مالک بن گیا ہے۔ اسوقت اُس کی صنعت و حرفت نہایت تیزی سے اُس سطح تک آ رہی ہے جہاں جنگ سے پہلے تھی!

آخر اس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا ہے؟ جواب بالکل صاف ہے۔ اس ملک پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جرمنی کو جس چیز نے موت کے منہ سے نکالا وہ اُسکی ہمت، محنت، اشتراکِ عمل، اور اپنی حالت کا صحیح اندازہ لگا لینا ہے۔ جرمن قوم کی یہ امتیازی صفت ہے کہ فتح و شکست دونوں حالتوں میں ہموار رہتی ہے۔ قوم کے تمام افراد اور جماعتوں میں اتنی بڑی خود اعتمادی موجود ہے جو دنیا کی کسی دوسری قوم میں پائی نہیں جاتی۔ در اصل یہی خود اعتمادی اُس کی کامیابی کا اصلی راز ہے۔

جرمنی کی موجودہ ترقی صرف پچھلے تین سال سے شروع ہوئی ہے۔ یہ ملک تقریباً اُن تمام اقتصادی مشکلات پر غالب آ گیا ہے جو یورپ کی اکثر سلطنتوں کی زندگی خطرے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ جرمنی نے سب سے پہلے اپنے سکے کی طرف توجہ کی۔ اسوقت دنیا میں جرمنی ہی وہ ملک ہے جس کا سکہ اپنی حقیقی قیمت پر قائم ہے۔

جن لوگوں نے جرمنی کو دورانِ جنگ میں دیکھا ہے وہ موجودہ حالت میں دیکھ کر ضرور دنگ ہو جائیں گے۔ جرمنی کے تاریک دن نکل گئے۔ درخشاں مستقبل صاف نظر آ رہا ہے۔ برلن اب پھر عروس البلاد ہے۔ جنگ سے پہلے پیرس، وائنا، اور برو کسل میں بھی وہ عظمت و جلال موجود نہ تھا جو آج برلن میں ہر طرف دیکھا جا سکتا ہے!

فتحمند فرانس منحوس دنوں کا انتظار کر رہا ہے جیسا کہ ایک فرانسیسی وزیر نے حال میں اعلان کیا ہے۔ صرف دولتمندوں نے پیرس کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے، اس لئے فرانس کے پائے تخت پر ہر جگہ اُداسی چھا گئی ہے۔ لیکن برلن کے تھیٹر اور کلب گھر عیش پسند امیروں سے لبریز ہیں۔

آج جبکہ تمام یورپ فقیر ہو رہا ہے اور روز بروز دولت کم ہو رہی ہے، جرمنی کی دولت میں روزافزوں ترقی ہے۔ سرکاری اعداد و شمار سے معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ سال جرمن عورتوں نے صرف اپنے لباس پر ۳۷ کروڑ روپیہ صرف کیا تھا! ممکن ہے آپ خیال کریں بحالت موجودہ یہ جرمن عورتوں کا تباہ کن اسراف ہے، لیکن ایک جرمن وزیر نے جس روشنی میں اسے دیکھا ہے وہ آپکے خیال سے بالکل مختلف ہے۔

وزیر موصوف نے عورتوں کے اس اسراف کے بارے میں کہا "گزشتہ زمانہ میں ہمارے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ سال میں کپڑوں کے دو جوڑے دیکر عورتوں کو مطمئن کر دیتے۔ ایک جوڑے میں بھی کام نکل جایا کرتا تھا۔ لیکن اب حالت بالکل بدل گئی ہے۔ پہلے سال بھر کے کپڑوں میں جتنا خرچ ہوتا تھا اُس سے زیادہ اب عورتوں کی رنگین جرابوں میں صرف ہو جاتا ہے۔ اگر گھر میں کم سے کم بارہ جوڑے موجود نہ ہوں تو عورت شکایت کرتی ہے کہ "پہننے کو کچھ بھی نہیں ہے!" لیکن میں عورتوں کو ہرگز ملامت نہیں کروں گا۔ در اصل ہمیں اُن کا شکرگزار ہونا چاہیے۔ اس اسراف سے وہ ملک کی بڑی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ جنگ نے ہماری ہمتیں پست اور ولولے سرد کر ڈالے تھے۔ ہم کمر کھولکر کاہلی کی زندگی پر اُتر گئے تھے۔ مگر ہماری عورتیں اُٹھیں دل کھولکر خرچ کرنے لگیں، اور اس طرح مردوں کو مجبور کر دیا کہ زیادہ سے زیادہ محنت کرکے ملک کے لئے دولت پیدا کریں"

تازہ ترین اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت افراد کی شخصی آمدنی ۵۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ مارک سالانہ ہے۔ گویا ہر فرد کی آمدنی ۷۹۰ مارک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی اپنی جنگ سے پہلے کی خوشحالی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ جنگ سے پہلے افراد کی آمدنی اس سے صرف ۱۵ فیصدی زیادہ تھی۔

جرمنی کی صنعتی ترقی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ گزشتہ ۱۹۲۲ء میں برآمد کی قیمت ۷،۱۵۵،۰۰۰،۰۰۰ مارک تھی لیکن ۱۹۲۶ء میں بڑھ کر ۹،۸۸۹،۰۰۰،۰۰۰ مارک تک پہنچ گئی ہے۔ جرمنی کا تجارتی بیڑہ تباہ ہو گیا تھا لیکن اب پھر اس کا بیڑہ سمندروں میں پھیلا نظر آ رہا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں یہ بیڑہ صرف ۹۰۰،۰۰۰ ٹن وزن کا تھا۔ اب ۱۹۲۵ء میں اُس کا وزن ۳،۲۰۰،۰۰۰ ٹن ہو گیا ہے۔ جرمنی کی خوشحالی اب اس درجہ پہنچ گئی ہے کہ حکومت نے ارادہ کیا ہے "ایسن" اور "ہالینڈ" کے دو زرخیز علاقے مجدد خرید لے!

جرمنی کی موجودہ خوشحالی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اسوقت کام کرنے والوں کی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ جنگ سے پہلے جو لوگ بیکاری کی زندگی بسر کرتے تھے اب وہ کام کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اسوقت ملک میں ۱۷،۵۰۰،۰۰۰ آدمی شدید محنت کے کام کر رہے ہیں، حالانکہ جنگ سے پہلے ایسے محنتی کارکنوں کی تعداد اس سے آدھی تھی۔

مکتوب فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

فرانس کی عظمت!

۸ مئی کو نور کے تڑکے پیرس کے آسمان پر ایک عظیم نقش اُبھرتی دکھائی دی۔ اس پر ایک بڑی انسانی کھوپڑی، دو بیٹھی ہڈیوں اور دو روشن شمعوں کی تصویریں بنی تھیں!

یہ نقش نہ تھی، فرانس کی قومی عظمت تھی۔ اور تاریخ کی ابدیت کی طرف جا رہی تھی۔ یہ علم و حکمت اور انسانی اولوالعزمی کے میدان میں فرانس اور امریکہ کا مقابلہ تھا، اور بالآخر خوفناک موت کی طرف جانے والا تھا۔

امریکہ کی طرف سے اعلان ہوا تھا "ہم بحر اعظم اٹلانٹک کو [illegible] ایک ہی پرواز میں عبور کر لیں گے۔ نیویارک سے اُڑینگے اور پیرس میں جا کر دم لیں گے!" فرانس نے سنا تو اسے اس اعلان میں اپنی عظمت کی تحقیر محسوس ہوئی۔ اُسنے کہا "قبل اس کے کہ تم پیرس آؤ اور تاریخ کی لازوال شہرت حاصل کرو، ہم تم سے بازی لے جائیں گے اور نیویارک پر اپنے جلال کا پرچم اُڑا آئیں گے!"

یہ بہادرانہ الفاظ تھے جو فرانس کی طرف سے کپتان ننجیسر نے کہے:

۳۵ سال کی عمر، بھرپور جوانی، دلفریب مردانہ حسن، نازنینانِ پیرس کی دل پسندیوں کا مرکز۔ یہ ننجیسر ہے! مگر فرانس کی عظمت سب سے بالاتر ہے!

وہ اُٹھا، اپنے ایک رفیق کو ساتھ لیا۔ اور ہوائی جہاز میں اُڑ چلا۔ اتنی بڑی مہم اور صرف ایک انجن کا جہاز! مخلوق چلائی "موت! موت!" مگر کپتان نے جواب دیا "ہاں فرانس کی عظمت"

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي۔ اُس نے ملک کے سیاسي، علمي، ادبي اور دیني افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب هے که مستقل عهد کا درجه [illegible] اور [illegible] اندر جو عناصر و عوامل [illegible] جن سے هندوستان کي سنه ۱۹۱۲ کے بعد کي جماعتي تحریکات ظهور پذیر هوئیں۔

[illegible] هفته وار مصور رساله تها [illegible] مختلف [illegible] کي [illegible] مجموعه تها۔ اُس کے هر حصه میں مختلف ابواب، مذهب، سیاسیات، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامه کے حصے هوتے تهے۔ اور اُس کا هر باب اپني منفردانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها۔ پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلى طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں۔ اردو کا وہ پهلا هفته وار رساله تها، جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں۔ اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي، مذهبي، سیاسي، اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں۔ اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید لیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے۔ جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نهیں۔ پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام سامان نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي مجموعه ملا [illegible] علم و ادب [illegible] مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں [illegible] اور جن جلدوں کي تکمیل میں [illegible] پرچوں کي کمي [illegible] چهپوا لیا جائے۔

چنانچه الحمدلله که [illegible] ایک جلد کے سوا [illegible] تمام متفرق پرچوں سے جلد سازوں کي [illegible] هیں۔ هم اِس اعلان کے ذریعه [illegible] اطلاع دیتے هیں که اِس علمي ذخیرہ کے حاصل [illegible] چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهي درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي۔ هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے۔

الهلال مکمل جلد دوم	۱۰ روپیه	الهلال مکمل جلد سوم	۱۰ روپیه
" " " چهارم	۱۰ روپیه	" " " پنجم	۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے۔ قیمت في پرچه ۸ آنه۔ محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے۔

منیجر "البلاغ پریس"

ہم دونوں شہر کے بازار سے گزر کر تنگ گلیوں میں داخل ہو گئے۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ پُورا شہر سو رہا تھا۔ بندوقوں کی آواز بھی بہت کم سنائی دیتی تھیں۔

میں نے اپنے تئیں اچانک عربوں کے محلہ میں پایا۔ الضالیلہ کے پُراسرار اور اونچی دیواروں سے گھرے ہوئے مکانات میرے دونوں طرف تھے!

علی ایک پست اور گول دروازے کے سامنے رُک گیا، اپنے دونوں ہونٹھ بھینچے اور ایک خاص قسم کی شیریں آواز میں چلایا:

"محمد! محمد!"

فوراً دروازہ کھلا۔ میں اندر داخل ہوا۔ خادم کے ہاتھ میں شمع تھی۔ اس کی روشنی میں مجھے ایک بھاری بھرکم شیخ دکھائی دیا۔

"آپ محمد سعید کے گھر میں ہیں" شیخ نے اپنی فصیح زبان میں کہا "گویا آپ خود اپنے گھر میں ہیں۔ محمد سعید میں ہی ہوں۔ میں آپکا منتظر تھا۔ میری زندگی آپکے لئے حاضر ہو۔ کیا آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں گے؟ یہاں جتنے لوگ ہیں، سب میرے فرمانبردار اور آپکے دوست ہیں"

محمد سعید کی ظاہری ہیئت بتاتی تھی کہ مالدار ہو اور دوسرے بہت سے شیخوں کی طرح اس فتنہ کی وجہ سے خانہ نشین ہو گیا ہو۔ وہ مجھے ایک غلام گردش میں لے چلا میں نے دیکھا وہاں بہت کم لوگ سو رہے ہیں۔ پھر ہم ایک بڑے ایوان میں پہنچے۔ شیخ نے تالی بجائی اور ایک خادم نے پیتل کی صینی لاکے رکھدی۔ صینی میں ٹھنڈے پانی سے لبریز گلاس، مٹھائی کی تشتری اور قہوہ کی پیالیاں تھیں۔

محمد سعید نے ایک بلند بیٹھک پر مجھے بٹھایا۔ سبز دبیز اور نرم قالین بچھا تھا۔ خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"میں اپنے مکان میں آپ کا استقبال کرتا ہوں" محمد سعید نے میرے چہرے پر اپنی تیز سیاہ آنکھیں جما کر کہا "یہاں آپکو آنے کی زحمت دیکر میں نے عربی اخلاق کے خلاف عمل کیا ہو۔ معافی چاہتا ہوں لیکن مجھے یقین تھا۔ آپ ایک ایسے شخص کو تسلی دینے کی غرض تکلیف گوارا کریں گے جس کی زندگی ختم ہو چکی ہو، اور جو یہاں اپنے گھر میں بیٹھا اپنے ملک کی بربادی دیکھ رہا ہو۔ میں بغیر کسی تمہید کے اپنی دعوت کا مقصد بیان کرتا ہوں۔ یہاں طرابلس میں آپ تین فرانسیسی موجود ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ ان غاصب طلیانوں کی طرح نہیں ہیں۔ آپ عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ محمد سعید اُس شخص کا بیٹا ہو جس نے آپ کی قوم کے ایک بڑے آدمی کی خدمت کی تھی اور اُس سے اپنے خدمت پر اعلیٰ سندیں حاصل کی تھیں۔ میرا باپ ٹیونس میں فرانس کے سپہ سالار اعظم ماسکوآٹ کا معتمد تھا"

محمد سعید نے میرا تعجب محسوس کر لیا۔ وہ مسکرایا: "چند دن ہوئے آپ خود اُس کا ذکر کر رہے تھے۔ مجھے خبر پہنچ چکی ہو" شیخ نے پہلو بدل کر کہا "مجھے آزادی سے گفتگو کرنے کی اجازت دیجئے۔ میں مطمئن ہوں کہ خدا کے سامنے بے خوف کھڑا ہوں گا۔ کیونکہ مجھے اپنا کوئی ایسا گناہ معلوم نہیں جسپر میں نادم ہوں۔ لیکن اس بدنصیب ملک کی قسمت معلوم کرنے سے پہلے مرجانا میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہو۔ آپنے خود اپنی آنکھوں سے پرسوں چودہ لاشیں پھانسی پر لٹکی دیکھی ہونگی۔ خدا اُنھیں کبھی معاف نہ کرے گا جنھوں نے ان معصوموں کی جان لی ہو! میں نے سُنا ہو آپ نے ان بے گناہوں کے لئے چند کلمے شفقت کے کہے تھے۔ آپ میری بات غور سے سنئے اور صاف جواب دیجئے۔ کیا واقعی میری قوم فنا کر ڈالی جائے گی؟"

میں نے مضطرب شیخ کو ہر طرح اطمینان دلایا اور دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر میں نے واپسی کا خیال کیا۔ وہ سمجھ گیا:

"میں آپکے ساتھ دو آدمی بھیجنے کو مستعد ہوں۔ وہ آپ کو حفاظت سے پہنچا دیں گے۔ لیکن ممکن ہو کسی کی تجسس نظر میں پڑ جائیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو آپ یہیں سو جائیں؟ صبح قریب ہو؟"

اُسنے پھر تالی بجائی۔ خادم کو قالین لانے کا حکم دیا۔ مجھ سے کہنے لگا: "آپ اسی جگہ سوئیں گے جہاں بیٹھے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کس چیز پر آپ بیٹھے ہیں؟ آپ محمد سعید کی تھوڑی سی مگر پُوری دولت پر بیٹھے ہیں"

یہ کہکر اُسنے اُس بیٹھک کا فرش حقارت سے اُلٹ دیا جسپر ہم بیٹھے تھے اور اوپر کا تختہ ہٹا کر جوش سے کہنے لگا:

"دیکھو"

میں نے دیکھا۔ مگر کیا دیکھا؟ عمر بھر اسے نہ بھولوں گا۔ میں نے دیکھا عظیم صندوق میں سونا اس طرح بھرا پڑا ہو جس طرح کوٹھی میں غلہ بھرا ہوتا ہو!

"یہ سب مجھے اپنے چچاؤں سے ملا ہو۔ قافلہ والوں سے اور خود میں نے کمایا ہو" اُسنے سادگی سے کہا "اگر اس سب کے لُٹا دینے سے میری قوم کی جان بچ سکتی ہو تو میں اسے لُٹا دینے پر بخوشی تیار ہوں"

پھر اُسنے بے پرواہی سے ڈھکنا چھوڑ دیا۔ وہ زور سے صندوق پر گرا۔ اور محمد سعید باہر چلا گیا۔ اُسنے اپنے خزانہ میں قفل تک نہیں لگایا۔ میں نے عربی شب بخیر کی آواز سنی، اور پھر اُس کا پُرجوش چہرہ غائب تھا!

میں آرام کی نیند سو گیا۔ میں اس قدر متاثر تھا کہ یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ میں صحرا کے خزانہ پر لیٹا ہوں!

کیا یہ خواب تھا؟

نہیں، لیکن جب غور کرتا ہوں تو یہ واقعہ بھی کم از خواب نہیں! محمد سعید کی آرزو پُوری نہیں ہوئی۔ آہ یہ کہ ملک اُس کی قوم کے لئے آزاد نہ ہو سکا۔ مگر اس کا پُراسرار خزانہ؟ کبھی کبھی اب بھی مجھے اُس عظیم تہ خاک صندوق کی یاد آ جاتی ہو!

بیسویں صدی کا آدم خور گروہ

یورپ کی زبانوں میں ایک لفظ قدیم سے موجود ہو جس کا تلفظ انگریزی میں Cannmi Lalism ہو۔ یعنی انسانی گوشت کھانے کا مذہب اور طریقہ۔ ازمنۂ وسطیٰ (مڈل ایجز) کی تاریخ شہادت دیتی ہو کہ یورپ میں انسانی گوشت کھایا جاتا تھا۔ صلیبی لڑائیوں کے یہی مجاہدین جب اسلامی ممالک میں پہنچے تھے تو جب کبھی غذا کی قلت ہوتی تو انسان کا گوشت کھانا شروع کر دیتے تھے۔ مشہور مورخ گبن اور دیگر شہادت دیتے ہیں کہ انطاکیہ، طرابلس، عکا، اور خود بیت المقدس میں صلیبی مجاہدین انسانی گوشت کا علانیہ استعمال کرتے تھے!

لیکن معلوم ہوتا ہو کہ اس مذہب کے پیرؤں سے اب بھی سرزمین یورپ خالی نہیں ہو۔ پچھلی ڈاک کے انگریزی اخبارات میں ایک عجیب تفصیل آئی ہو۔ وسط یورپ سے ایک [illegible] لکھتا ہو کہ "زیکوسلاویا میں چھبیس آدمی اس جرم میں گرفتار کئے گئے ہیں کہ ان کی سب سے زیادہ مرغوب غذا آدمی کا گوشت ہو"!

پولیس کی تحقیقات ظاہر کرتی ہو کہ یہ لوگ ایک جنگل کے قریب خیموں میں رہتے تھے۔ اُس طرف سے جو آدمی نکلتا تھا اُسے قتل کرکے کھا جاتے تھے۔ مجرموں نے عدالت میں اعتراف کیا ہو کہ انھوں نے ایک مہینے کے اندر صرف ۶ آدمی نوشجان کئے۔ پانچ عورتیں اور ایک طالب علم! یقیناً انکے نزدیک انسانی گوشت کی ایک خاص قسم طالب علم کا گوشت ہوگا!

اُنھوں نے اپنا عذر یہ بیان کیا کہ "ہم کام نہ ملنے کی وجہ سے بالکل غریب ہو گئے تھے۔ گوشت خرید نہیں سکتے تھے۔ صرف چاول اور آلو پر گزر تھی! مجبور ہو کر یہ طریقہ اختیار کیا"!

اُنھوں نے آدمی شکار کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہو: "جب کوئی شخص اُس راستہ پر نظر آتا تھا، ہم اُس سے بڑے اخلاق سے ملتے تھے۔ میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے اور دم دلاسا دیکر اپنے خیموں میں لے آتے تھے۔ پھر اُسے مانوس اور غافل کرنے کے لئے یورپ کی اقتصادی و سیاسی حالت پر گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا اور وقت کے سیاسی مباحث میں غور و فکر کرنے لگتا تو پیچھے سے اُس کے سر پر کلہاڑی مار دیتے تھے۔ پھر اُس کے کباب بنا کر کھا لیتے تھے!"

اس بیان کی سادگی اور واقعیت کا تو اعتراف کرنا چاہیے۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ کلہاڑی مارنے کے فیصلہ کن عمل سے پہلے "اقتصادی اور سیاسی مباحث" کا تذکرہ کیوں ضروری سمجھا گیا تھا۔

طالب علم جسکی عمر صرف ۸۰ برس ہے!

پچھلے دنوں فرانس کی شہرۂ آفاق یونیورسٹی سوربون کے علمی امتحان میں ایک طالب علم دیکھا گیا جس کی عمر صرف ۸۰ برس ہو۔ حاضرین کو زیادہ حیرت اس لئے بھی ہوئی کہ یہ عجیب معمر ملک کا ایک مشہور آدمی ہو۔ اس کا نام مسیو لوئی اندریہ ہو۔ یہ فرنچ پارلیمنٹ کا ایک سابق ممبر، پولیس کا سابق کمشنر، اور مدتوں فرانس کا دوسرے ممالک میں سفیر بھی رہ چکا ہو۔

لوگوں کی حیرت دیکھ کر اُسنے سنجیدگی سے کہا "میں بوڑھا ہو گیا ہوں مگر میرا علمی شغف بدستور جوان ہو!"

اسنے کامل ۳ گھنٹہ امتحان کی کمیٹی کے روبرو زبانی امتحان دیا۔ اور قوی دلائل سے اپنا تاریخی موضوع بحث ثابت کر دیا۔ ممتحنوں نے بڑی سختی برتی اور اعتراض کرنے میں اُس کی عمر کی کوئی رعایت نہیں کی۔ جب پوری طرح اُس کا علمی تبحر ثابت ہو گیا تو فن تاریخ میں ڈاکٹری کی سند دی گئی۔

امتحان کا ایوان بڑے بڑے علماء و مشاہیر سے پُر تھا۔ مشہور مسیو کلیمنسو بھی موجود تھے۔ یہ "طالب علم" کے پرانے دوست ہیں۔ کامیابی پر سب سے پہلے انہی نے تالی بجائی۔ پھر تحسین و آفرین کی صداؤں سے پورا ایوان گونج اُٹھا۔

یہ "طالب علم" اپنی حاضر جوابی میں قدیم سے مشہور ہو۔ اُس کا یہ واقعہ اب تک لوگوں کو یاد ہو کہ ایک مرتبہ وہ پارلیمنٹ میں تقریر کر رہا تھا۔ ایک ممبر نے اُٹھکر اُسپر اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ مقرر نے طعنہ زنی کی راہ سے معترض کو مخاطب کیا "میں "نامعلوم" محترم ممبر کا نہایت شکرگزار ہوں گا اگر وہ مجھے اپنی تقریر ختم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں" معترض نے غصہ سے کہا "مسیو اندریہ! میں نامعلوم نہیں ہوں، آپ مجھے خوب جانتے ہیں" مقرر نے فوراً یہ مسکت جواب دیا "میں نے کب کہا کہ آپ میرے لئے "نامعلوم" ہیں۔ البتہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ دنیا کے نزدیک بھی "معلوم" ہیں!"

الہلال

۱۳۴۶

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

آب حیات

جملہ اقسام کی انسانی وحیوانی بیماریوں کا فوری علاج جس کے متعلق
بیس (۲۰) سال میں تیس (۳۰) ہزار سرٹفکیٹ موصول ہوچکے ہیں
قیمت فی شیشی صرف دو روپیہ (عہ) نمونہ کی شیشی ۸

اکسیر عنبری مقوی اعضائے رئیسہ اور مردانہ طاقت بڑھانے
والی گولیاں قیمت فی شیشی چار (۴) روپیہ

نمک سلیمانی معدہ کی خرابیوں کو دور کرنے اور
خون صالح پیدا کرنے کی بہترین دوائی ہے
قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲/)

مفصل فہرست ادویہ مفت

منیجر کارخانہ آب حیات پنڈی بہاؤ الدین
(پنجاب)

Ab-i-Hayat Pharmacy,
PINDI BAHA-UD-DIN, PUNJAB.

اسلامی مذاق کی کتابیں

قرآن۔ حدیث۔ تصوف۔ فقہ۔ عقاید۔ تاریخ۔ اور علوم جدید پر بہترین اور تازہ کتابیں دیکھنا چاہیں تو ہماری فہرست منگائیں۔ سرمایہ دار اگر مذہبی کتابوں کی تجارت پر روپیہ لگا کر فائدہ اٹھانا چاہیں تو قواعد منگا کر ملاحظہ فرماویں۔ پتہ یہ ہے

منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤ الدین پنجاب

The Sufi Printing and Publishing Co Ltd
PINDI BAHA-UD-DIN, (PUNJAB

قرآن مجید

(مترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رح)

یہ ترجمہ جسکے لئے مسلمان مدتوں سے سراپا انتظار تھے بفضلہ تعالی نہایت آب و تاب کے ساتھہ چھپ کر مکمل ہو گیا ہے اور بکثرت طلب کیا جا رہا ہے - آج تک جسقدر ترجمے قرآن پاک کے ہوچکے هیں یہ ترجمہ بہت سی خوبیوں کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے - تحت لفظی ہونے کے باوجود با محاورہ اور سلیس ہے - زبان ایسی شستہ اور صاف کہ جس کو معمولی لکھا پڑھا بھی بخوبی سمجھہ سکے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلی رومن حنائی چھپی ہوئی پختہ ہے - ہدیہ مجلد رومی منقش نقرئی پندرہ روپئے - جلد اعلی منقش طلائی ۱۸ روپیہ محصولڈاک و خرچ پیکنگ ۲ روپیہ فرمایش کے ساتھہ ۵ روپیہ پیشگی آنا ضروری ہیں - نمونہ مفت -

---

اخبار مدینہ (بجنور)

(ہفتہ میں دو بار)

سنہ ۱۹۱۲ع سے قابل اہل قلم اڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے خدمت قوم و ملک پاسداری مذہب و ملت اس کا شعار ہے - آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار' اردو جرائد میں کثیر الاشاعت' سیاست حاضرہ کا مفسر حق و صداقت کا مشتہر' عربی و انگریزی اخبارات کا خلاصہ' دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچنے والا' ملاحظہ و مطالعہ خود ہمارے بیان کی تصدیق کردیگا - نمونہ مفت - قیمت سالانہ ۶ روپیہ - ششماہی تین روپیہ آٹھہ آنہ - سہ ماہی ۲ روپیہ فی پرچہ ایک آنہ ممالک غیر سے ۸ روپیہ سالانہ -

---

غنچہ رسالہ ہفتہ وار

بچوں کا معلم بچوں کا اتالیق' طالب علموں کا استاد' علم و فن کا خزانہ' معلومات کی کان اخلاقیات و ادبیات کا گنجینہ' ہفتہ وار خاص ملک و ملت کے نونہالوں کیلئے شائع ہوتا ہے - زبان سلیس اور عام فہم ہے اپنے بچوں کیلئے ضرور طلب فرمالویں - قیمت سالانہ ۳ روپیہ -

(محمد مجید حسن مالک [illegible]
مدینہ و غنچہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALL[illegible]AD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KAL[illegible]

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۳ و ۴ — کلکتہ : جمعہ ۱ - و ۸ - محرم ۱۳۴۶ ھجري — جلد ۱
Calcutta : Friday, 1 & 8 July 1927.

فہرس

پنجاب ھائي کورٹ کا ایک فیصلہ ۱

مذاکرۂ علمیہ
انسان کي پیدائش کا اولیں مقام ۴
عمالقہ یا دراز قد آدمي ۵

مطبوعات جدیدہ
انساني قابلیت کا مقیاس ۶

برید فرنگ
فرانس کي اولوالعزمي کي قرباني ۹

سنہ ۲۷ - میں ۲۵ - پر ایک نظر
[illegible] ۱۱

سیر في الارض
ایک سیاح کے تاثرات ۱۳

برید شرق
مکتوب قسطنطنیہ ۱۴
عراق ۱۶
فلسطین ۱۷
شام ۱۸
مصر ۱۹

آثار عتیقہ
[illegible] کے آثار ۲۰

برید فرنگ (بقیہ)
مکتوب فرانس ۲۳

مقالات
اسلام اور نیشنلزم ۲۵

پنجاب ھائیکورٹ کا ایک فیصلہ

کیا ھندوستان میں دلآزار اور نفرت انگیز مذھبي حملوں کي روک کیلیے کوئي قانون نہیں ہے ؟

مولانا ابوالکلام نے حسب ذیل تحریر بعض اخبارات میں بغرض اشاعت بھیجي ہے :

جناب من ! بکثرت لوگوں نے بذریعہ خطوط اور بار بار دریافت کیا ہے کہ " رنگیلا رسول " نامي کتاب کي اپیل کے فیصلہ سے جو صورت حال پیدا ہوگئي ہے ' اسکي نسبت میري رائے کیا ہے ؟ میں چاہتا ہوں مندرجہ ذیل سطور اس بارے میں شائع کردي جائیں ۔

میرے خیال میں بلاشبہ اس فیصلہ سے وقت کا ایک نہایت ضروري سوال پیدا ہوگیا ہے - وہ صرف مسلمانوں ہي کیلیے نہیں بلکہ اُن تمام لوگوں کیلیے قابل غور ہے جو چاہتے ہیں کہ ملک کي اخلاقي اور دماغي فضا شائستہ اور پاک رہے ' اور لوگ قلم و زبان کي گندگیوں سے آلودہ نہوں - ھندوستان جیسے مختلف المذاھب ملک میں تو صلح و امن کا قیام بھي بہت کچھ اسي پر موقوف ہے - اگر في الحقیقت اس بارے میں کوئي قانوني روک موجود نہیں ' تو ہمیں منتظر رہنا چاہیے کہ ہر مذہب کا پیرو دوسرے مذہب اور اسکے رہنماؤں کو علانیہ گالیاں دینا شروع کردیگا اور ظاہر ہے کہ اسکے نتائج کیا ہونگے ؟

میں نے کتاب زیر بحث نہیں دیکھي ہے ' لیکن اب اسکے دیکھنے کي ضرورت بھي باقي نہیں رہي - جسٹس کنور دلیپ سنگھ نے فیصلہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ " کتاب یقینًا باني (داعي) اسلام کي ہجو پر مشتمل ہے - طرز تحریر معاندانہ ہے - اور مسلمانوں کے احساسات مجروح ہونے کا احتمال ہے - بلکہ ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا ہونے کا خیال بھي حق بجانب ہے " با ایں ہمہ

دو نمبروں کا مجموعہ ہونے کي وجہ سے اس نمبر کي قیمت ۷ - آنہ ہے - نہ کہ ۵ - آنہ جیسا کہ لوح پر ہے -

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - دائي لدم سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت فی پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدي گئي هے

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جاتے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري مراسلات (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

دشمني اور نفرت کے جذبات بڑھرہے هیں اور اُنکا سب سے بڑا باعث اسي طرح کي مذهبي بد زباني اور مذهبي دلآزاري کي کوششیں هیں؟ کیا یه واقعه نهیں هے که اب مسلمانوں اور آریا سماجیوں سے بھي گزر کر معامله مسلمانوں اور هندؤں کا بن گیا هے' اور اس قسم کے حملوں سے روز بروز دونوں جماعتوں کے دلوں کي برگشتگي بڑھ رهي هے؟ یقیناً جج کي نظر قانون پر رهني چاهیے - لیکن قانون پر نظر رکھنے کے معني یه نهیں هیں که وه تعزیرات هند کے صفحات سے باهر کے لیے اپني آنکھیں میچ لے - یقیناً جج کے لیے ضروري هے که وه بیروني اثرات سے متاثر نهو' لیکن بیروني اثرات سے متاثر نهونے کا یه منشا نهیں هے که مقدمه کي نوعیت اور حالات کي اُفتاد کے لیے بھي اُسکے پاس کوئي گوشۂ نگاه نهو -

یاد رکھنا چاهیے که قانون اور اخلاق' دونوں کا حکم بہت حد تک حالات اور گرد و پیش کے تابع هوتا هے - ایک هي فعل ایک وقت اور جگهه میں جرم نهیں هوتا' مگر دوسري جگهه اور دوسري حالت میں جرم هوجاتا هے - میں تسلیم کرتا هوں که اگر یورپ یا امریکه میں اس قسم کي کتاب حضرت مسیح کي نسبت لکھي جاے' اور وهاں دفعه ۱۵۳ الف - کے مضمون کي کوئي دفعه موجود هو' تو اُسکي زد میں کتاب نهیں آئیگي - اُسے قانوني گرفت میں لانے کے لیے کسي دوسرے قانون کي ضرورت هوگي - یا غالباً گرفت میں لانے کي ضرورت هي پیش نه آئے - لیکن هندوستان جیسے ملک کي حالت وهاں سے بالکل مختلف هے - یهاں اگر ایک شخص اسطرح کي مذهبي بد زباني اور هجو سرائي کرتا هے' تو قطعاً اُسکے اثرات بهت زیاده شدید اور بهت زیاده وسیع هوتے هیں' اور اسکي وجهه سے صرف لکھنے والے هي کے برخلاف نهیں' بلکه اُسکے هم مذهبوں کے خلاف بھي نفرت کے خیالات پھیل جاتے هیں - کہا جاسکتا هے که هندوستان کے عوام کي یه ذهنیت غلط هے اور اس میں اصلاح هوني چاهیے - لیکن میں یاد دلاؤنگا که قانون اور عدالت کا فرض اصلاح (ریفارم) نهیں هے' بلکه صورت حال کے مطابق لوگوں کے عقائد و جذبات کا اعتراف کرنا هے - یه صورت حال اچھي هو یا بري لیکن موجود هے یا نهیں؟ اگر موجود هے' تو جبتک موجود هے' دفعه ۱۵۳ - الف کي زد میں اس طرح کے تمام مذهبي حملے آنے چاهئیں - تعزیرات هند کا مجموعه هندوستان کي دماغي اصلاح کیلیے مرتب نهیں هوا هے - امن و انصاف کے قیام کے لیے مرتب هوا هے - اُسے اس سے کوئي غرض نهیں که کیا هونا چاهیے؟ وه صرف یه دیکھتا هے که کیا هو رها هے؟ اور جو کچھه هو رها هے' اُسے ملحوظ رکھتے هوے باشندوں کے جذبات و مصالح کا کیونکر تحفظ کیا جاسکتا هے؟

اب دوسري دفعه ۲۹۸ - پر نظر ڈالیے - اپنے مقصد اور مقصد کے بیان میں یه کسقدر واضح هے؟ مگر جسٹس موصوف کہتے هیں' اس قسم کے افعال کے لیے یه بھي سودمند نهیں - دفعه میں "دلآزاري" کا لفظ هے - وه خود تسلیم کرتے هیں که کتاب دلآزار هے - تاهم اُنکے خیال میں یه دلآزاري وه "دلآزاري" نهیں هے جو ۲۹۸ - میں مقصود هے - وه کہتے هیں که اگر اس قسم کي کتابیں اس دفعه کے ماتحت لائي جائیں' تو نتیجه یه نکلیگا که هر طرح کي آزادانه نکته چیني جرم هوجائیگي - کیونکه کوئي نکته چیني کسي پیشواے مذهب کے خلاف کتني هي معتدل کیوں نهو' اُس کے پیروؤں کیلیے ضرور دلآزار هوگي -

مجھے افسوس کے ساتھه کہنا پڑتا هے که یهاں جسٹس موصوف کي تنقیح پهلي تنقیح سے بھي زیاده تعجب انگیز هے - اگر یه طرز تنقیح تسلیم کرلیا جاے تو مجھے خوف هے که صرف ۲۹۸ - هي نهیں بلکه تعزیرات هند کي پانچ سو گیاره دفعات میں سے اکثر دفعات کا نفاذ مشتبه هوجائیگا!

تین چیزیں هیں' اور تینوں کا حکم ایک نهیں هوسکتا - ایک چیز نکته چیني هے - ایک سخت نکته چیني هے - ایک بدزباني اور هجو هے - دفعه ۲۹۸ - مذهبي "دلآزاري" کو روکتي هے - دیکھنا یه چاهیے که ان تینوں قسم کي چیزوں میں سے کونسي چیز اس "قانوني دلآزاري" کے ماتحت آتي هے؟ بلا شبه هر مذهب کے ماننے والوں میں ایسے غیر روادار لوگ موجود هیں جو اپنے عقیده کے خلاف کسي طرح کي نکته چیني بھي نهیں سن سکتے - هر طرح کي نکته چیني ان کے لیے دلآزار هوجاتي هے مگر یه معلوم هے که اس طرح کے معاملات میں قانون کسي خاص انتهائي حالت کا اعتراف نهیں کرتا' بلکه هر طرح کي نرم و گرم حالتوں سے ایک معتدل اور مناسب اوسط نکال لیتا هے - دلآزاري کے احساس کي ایسي حالت ایک انتهائي درجه کي حالت هے - قانون اسکا لحاظ نهیں کرتا - وه هر طرح کي گرم اور نرم طبائع سامنے رکھکر معلوم کریگا که اس بارے میں احساس دلآزاري کا اوسط درجه کیا هوسکتا هے؟ یه اوسط بالکل واضح هے یه ایک ایسے آدمي کي جماعت کا احساس هے جو ایک طرف تو هر انسان کے آزادانه حق راے زني کا پورا احترام کرتا هے دوسري طرف اس حق کا بے اعتدالانه اور حمله آورانه استعمال بھي گوارانه نهیں کرتا - ایسے شخص یا ایسي جماعت کیلیے مذهبي نکته چیني' اگرچه کتني هي آزادانه کیوں نهو' کبھي "دلآزار" نهیں هوسکتي - البته هر طرح کي بد زباني' هجو' تذلیل و تحقیر' اور هنسي اوڑانے کي کوشش ضرور "دلآزار" هوگي - یهي "دلآزاري" دفعه ۲۹۸ - کي زد میں آتي هے' اور اگر زیر بحث رساله کي روش اور زبان ایسي هي هے (اور خود جسٹس موصوف نے تسلیم کیا هے که ایسي هي هے) تو پھر کوئي وجه نهیں که کیوں وه اس دفعه کي زد میں نه آئے؟

بهر حال هندوستان کي اعلی عدالتوں میں سے ایک عدالت کا فیصله اسکے خلاف هوچکا هے' اور اب اسکے سوا چاره نهیں که ایک صاف اور غیر مشتبه قانون کے ذریعه اسطرح کي مذهبي دلآزاریوں کا (نه که نکته چیني کا) سد باب کردیا جاے - هز ایکسلنسي گورنر پنجاب نے بھي مسلمانان پنجاب کے وفد کا جواب دیتے هوے اسکي ضرورت تسلیم کرنے پر میلان ظاهر کیا هے - میں پھر زیاده تفصیل کے ساتھه اس بارے میں اپنا نقطۂ خیال ظاهر کرونگا -

---

اطلاع

افسوس هے که همارا پچھلا اندازه صحیح نه نکلا اور طباعت و اشاعت کي مشکلات دور نه هوسکیں - اب اسکے سوا چاره نه تھا که هر هفته کے پرچے یکجائي نکالدیے جائیں - چنانچه یه نمبر ۳ اور ۴ کا مجموعه هے جو شائع هو رها هے - اسکے بعض فارم پہلے چھپ چکے تھے جنکي پیشاني پر صرف یکم جولائي هے - لیکن بعد کو جو فارم چھپے اُنپر ۱ — ۸ جولائي لکھدیا گیا هے - ضخامت بھي اسکي اس سے زیاده هے جسقدر آخري صفحه کے عدد سے معلوم هوتي هے ٹائپ کے آخري حصه میں ۱۲ الف - سے ۱۲ د تک چار صفحے مزید بڑھا دیے گئے هیں' اور رساله کي ضخامت پوري دو جزء هے -

همیں اس بد نظمي کے لیے جسقدر افسوس هے اُسکا اظهار الفاظ میں سودمند نه هوگا جب تک عمل کے ذریعه ظهور میں نه آئے - هم اس بارے میں بجز اسکے اور کچھه کهنا نهیں چاهتے که انتهائي کوشش جو مطبع کي دقتیں دور کرنے کے لیے کي جاسکتي هیں هم کر رهے هیں' اور انشاءالله همیں اُمید هے که یه اس مطبع کي آخري بدنظمي ثابت هوگي اور آینده هر نمبر ٹھیک اپنے وقت پر شائع هوگا -

متعدد باب جو اس وقت تک شروع نه هوسکے تھے' وه بھي آینده نمبر کے لیے کمپوز هو رهے هیں -

منیجر

وہ کہتے هيں که اس قسم کا فعل دفعه ۱۵۳ - الف کي زد ميں نہيں آتا جو پراسکيوٹر کے طرف سے لگائي گئي ہے - کيونکه انکے لفظوں ميں "یه دفعه ايسے وسيع مفہوم کيليے وضع نہيں هوئي ہے - یه صرف اسليے وضع هوئي ہے که کسي شخص يا جماعت پر جو اسوقت زنده موجود ہے کسي کو حمله کرنے کي جرأت نہو - گذشته مذهبي رهنماؤں کے خلاف حملے ' اگرچه کيسے هي شرارت انگيز اور سفيہانه کيوں نہوں ' اسکے مفہوم ميں داخل نہيں هوسکتے "

دوسرے لفظوں ميں جسٹس موصوف کي راے يوں بيان کي جا سکتي ہے که ۱۵۳ - الف کا تعلق ايسي تحرير و تقرير سے ہے جسکے ذريعه کسي جماعت کے خلاف دوسري جماعت ميں دشمني و نفرت پيدا کي جاے - ليکن اگر ايک شخص کسي مذهب يا باني مذهب کے خلاف بد زباني کرتا ہے ' تو اسے یه نہيں قرار ديا جا سکتا که اُس نے دو جماعتوں کے اندر دشمني و نفرت پيدا کرني چاهي ہے - کيونکه یه ايک شخص کا ذاتي فعل ہے - اسکي وجه سے خود اُسکي ذات اس مذهب کے پيروؤں کے نزديک قابل نفرت هو جاسکتي ہے' ليکن اسے " دو جماعتوں ميں دشمني و نفرت پيدا کرنا " نہيں کہا جا سکتا -

نتيجه اس سے یه نکلا که جسٹس موصوف نے دو صورتيں قرار دي هيں : ايک یه که مثلاً ايک شخص کوئي ايسي کتاب لکھے جس سے مسلمانوں کے خلاف هندوؤں کے اندر يا هندوؤں کے برخلاف مسلمانوں کے اندر دشمني و نفرت پيدا هو سکتي ہے - دوسري صورت یه ہے که کسي مذهب يا باني مذهب کے خلاف دلآزار حمله کيا جاے - وہ کہتے هيں دفعه ۱۵۳ - الف کا تعلق پہلي صورت سے ہے - دوسري صورت سے نہيں ہے -

اس ميں شک نہيں که یه دونوں صورتيں مختلف ضرور هيں - اس ميں بهي شک نہيں که دفعه ۱۵۳ - الف کا ابتدائي مفہوم جماعتوں سے تعلق رکھتا ہے نه که افراد سے - ليکن اسکے ساتھه هي ميں انکے اس خيال سے متفق نہيں هوسکتا که زير بحث معامله پر اس دفعه کي زد نہيں پڑتي اور وہ اس دائرۂ اثر سے بالکل باهر ہے -

بلاشبه ميں ماهر قانون نہيں هوں - ميں یه بهي پسند نہيں کرونگا که جسٹس موصوف کي قانوني قابليت کے اعتراف ميں کوتاهي کروں - ليکن ميں سمجھتا هوں ' معامله اسقدر صاف اور واضح ہے که اسميں کسي طرح کي قانوني موشگافي کي ضرورت هي نہيں ہے - هر شخص جو قانون کے منشاء ' الفاظ ' اور حالات پر معمولي درجه کي نظر بهي رکھتا ہے ' بغير کسي کاوش کے معلوم کرلے سکتا ہے که جسٹس موصوف کي نظر صرف ايک هي پہلو پر گئي ہے - دوسرا پہلو اُنہوں نے نظر انداز کرديا ہے -

علاوہ بريں اگر دفعه ۱۵۳ - الف کي زد اسطرح کے افعال پر نہيں پڑتي تو دفعه ۲۹۸ - بهي موجود ہے - ليکن مشکل یه ہے که جسٹس موصوف کي تنقيح ميں اسطرح کے معاملات دفعه ۲۹۸ - کے ماتحت بهي نہيں آسکتے -

پہلے ميں چند الفاظ ان دونوں دفعات کي نسبت کہنا چاهتا هوں -

سنه ۱۸۶۸ - ميں جب ايکٹ نمبر ۴۵ - يعني مجموعه تعزيرات هند نافذ هوا ' تو اس ميں کوئي دفعه ايسي موجود نه تهي جسکے ذريعه " مختلف طبقات ميں دشمني و نفرت پيدا کرنے " کے افعال صاف اور صريح لفظوں ميں روکے جاسکيں - اسميں آٹھواں باب ان جرائم کي نسبت موجود تها جو آسودگي عامۂ خلائق ميں خلل انداز هوسکتے هيں - ليکن اسکي تمام دفعات زيادہ تر بلوے اور بلوے کے اشتعال وغيره سے تعلق رکھتي تهيں - البته ايک باب " جرائم متعلق مذهب " موجود تها - اسميں ۲۹۵ - سے ليکر ۲۹۸ - تک چار دفعات رکھي گئي تهيں - پہلي دفعه کا تعلق مذهبي معابد اور متبرک مقامات کي توهين سے تها - دوسري کا مذهبي اعمال و رسوم سے ' تيسري کا اموات و قبور سے - چوتهي دفعه ۲۹۸ - تهي ' اور اُس کے الفاظ یه تهے :

" جو شخص سونچ بچار کر مذهب کي نسبت کسي شخص کا دل دکھانے کي نيت سے کوئي بات کہے ' يا کوئي آواز نکالے ' يا کوئي حرکت کرے ' يا کوئي چيز سامنے لائے ' تو شخص مذکور کو دونوں قسموں ميں سے کسي قسم کي قيد کي سزا دي جائيگي "

واضعان تعزيرات هند نے خيال کيا تها که یه دفعات کافي هيں ' ليکن بعد کو تجربے سے معلوم هوا که کافي نہيں هيں - سنه ۱۸۹۸ - ميں ايکٹ نمبر ۴ - کے ذريعه تعزيرات هند کي ترميم کي گئي اور دفعه ۱۵۳ - الف - کا اضافه کيا گيا - ميں تسليم کرتا هوں که اس دفعه کے الحاق سے اصلي مقصود گورنمنٹ کي سياسي اغراض کا پورا کرنا تها ' ليکن ميں یه تسليم نہيں کر سکتا که اس کا دائرہ اس درجه تنگ ہے جس درجه جسٹس موصوف نے قرار ديا ہے - اس دفعه کے الفاظ یه هيں :

" جو کوئي ايسي باتوں کے ذريعه جو تلفظ سے ادا کي جائيں ' يا لکھي جائيں ' يا اشاروں کے ذريعه ' يا نقوش مرئيه کے ذريعه ' يا اور کسي ذريعه سے ملک معظم کي رعايا کے مختلف طبقات کے درميان دشمني يا نفرت کے خيالات بڑھائے ' يا بڑھانے کا اقدام کرے ' تو اُسے ايسي قيد کي سزا دي جائيگي ... .. الخ "

اب تعزيرات هند ميں دو دفعه هوگئيں - ۲۹۸ - اور ۱۵۳ - الف -

پہلي دفعه هر طرح کي مذهبي " دلآزاري " کو جرم قرار ديتي ہے جو عمداً عمل ميں لائي جائے - دوسري دفعه هر ايسے فعل کو جس کے ذريعه برطانوي هندوستان کي دو مختلف جماعتوں کے درميان دشمني اور نفرت کے خيالات پيدا هوں يا هوسکتے هوں ' تعزيري جرائم ميں شمار کرتي ہے -

ميں نے اپني عادت کے خلاف بار بار یه دفعات پڑھيں اور صورت حال پر غور کيا - ميں کوئي معقول وجه نہيں ديکھتا که اس قسم کي تحريريں جيسي که زير بحث تحرير ہے ' کيوں ان دونوں دفعات کي زد ميں نہيں آتيں ؟ جسٹس دليپ سنگه کہتے هيں " ايسے کتني هي دلآزار اور سفيہانه کيوں نه هوں ' اس کي زد ميں نہيں آتيں " مگر ميں یه کہنے کي جرأت کرتا هوں که اگرچه کتني هي کم دلآزار اور کم سفيہانه کيوں نہو' هوں ليکن اگر وہ واقعي دلآزار اور سفيہانه هيں ' تو ان دفعات کي زد سے بچ نہيں سکتيں -

امر تنقيح طلب صرف یه ہے که اس قسم کي چيزوں سے " دو مختلف جماعتوں ميں دشمني اور نفرت کے خيالات " پيدا هوتے هيں يا نہيں ؟ نيز اس سے " کسي فرد يا جماعت کي دلآزاري " هوتي ہے يا نہيں ؟ سب سے پہلے دفعه ۱۵۳ - الف کو ليجيے - جسٹس موصوف کي نظر صرف فرد اور جماعت کے فرق کي طرف گئي ہے - بلاشبه یه فرق پيش نظر رکھنا چاهيے - مگر سوال یه ہے که دفعه کا منشا صرف فعل کي صورت اور اسکي لفظي نسبت سے تعلق رکھتا ہے ' يا اُسکا زور فعل کے اثر اور نتائج پر ہے ؟ اگر جواب اثبات ميں ہے ' اور ميں اميد کرتا هوں که قانوني نقطۂ خيال سے اسکا صرف يہي جواب هوسکتا ہے' تو پهر معامله کا فيصله نہايت آسان ہے - یه کوئي نظري مسئله نہيں ہے - تمامتر واقعه سے تعلق رکھتا ہے - ديکھنا یه چاهيے که اس قسم کي مذهبي بد زباني اور هتکِ‌حرمتي کا برطانوي هندوستان کي مختلف جماعتوں ميں کيا اثر پيدا هوتا ہے يا هوسکتا ہے ؟ کيا یه واقعه نہيں ہے که برسوں سے ملک کي دو جماعتيں يعني مسلمانوں اور آريا سماجيوں ميں باهمدگر

عمالیق یا دراز قد آدمی

درازی قد کی علمی توجیہہ

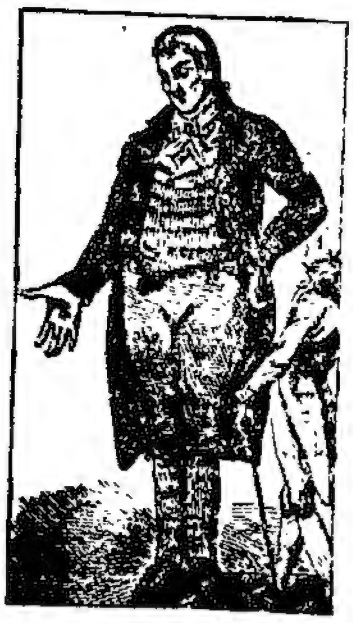

آئرلینڈ کا ایک عملاق جس کا قد ۲۵۵ سنٹی میٹر تھا -

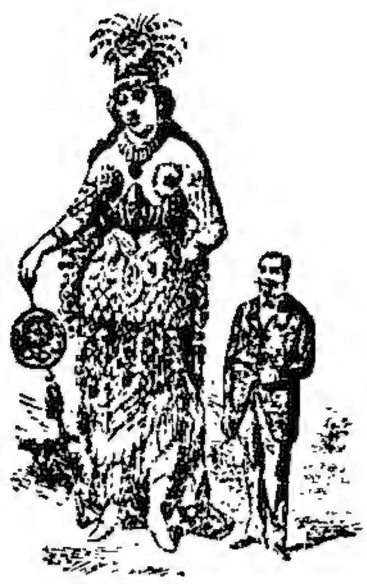

ایک جرمن عورت جس کا قد ۲۴۵ سنٹی میٹر تھا

قد کی درازی اگر ایک خاص معتدل حد تک ہو تو حسن و جمال کی دلاویزیوں میں سے شمار کی جاتی ہے - خواجہ حافظ نے اسی قد کی درازی میں اپنی "عمر دراز" کی "کوتاہی" کا پیغام سنا تھا :

بالا بلند، سرو قد خوش خرام من
کوتاہ کرد قصۂ عمر دراز من!

لیکن یہی "بالا بلندی" جب حد سے گزر جاتی ہے تو حسن و دلاویزی کی جگہ عجائب الخلقۃ میں شمار ہونے لگتی ہے - مختلف قوموں میں ایسے عجیب الخلقۃ دراز قد آدمی پائے گئے ہیں اور اب بھی پائے جاتے ہیں - عربوں کی ایک قدیم شاخ نے مصر پر حملہ کیا تھا - اسکے اکثر افراد قد آور تھے - اسی لیے عربی میں انکا نام "عمالیق" پڑ گیا تھا - غیر معمولی دراز قد کو عربی میں "عملاق" کہتے ہیں -

تھوڑی مدت گزری نیویارک میں ایک عجیب آدمی ظاہر ہوا تھا اسکی عمر ۲۴ سال تھی - یہ شخص اس قدر لانبا تھا کہ جب موٹر میں بیٹھتا تو اسکی چھت میں سوراخ کرنا پڑا تاکہ اسکا سر باہر نکلا رہے - کیونکہ وہ کسی طرح بھی موٹر میں سما نہ سکا تھا - بازاروں میں لوگوں نے اسے دیکھا تو تصویریں لینے لگے - اسکا قد ۸ - فٹ تھا!

سنہ ۱۹۲۴ع میں ومبلی (لندن) کی مشہور نمائش میں ایک عملاق نمودار ہوا تھا - اسکی عمر صرف ۲۳ سال تھی مگر قد دو میٹر ۸۴ - سنٹیمٹر تھا - یہ لندن اس لئے آیا تھا کہ اجرت لیکر اپنی نمائش کرے - وہ اپنے قد کی درازی کی وجہ سے ہمیشہ اپنی خاص چاردانی اور پانی کا ٹب ساتھہ رکھتا تھا - کیونکہ یہ دونوں چیزیں اسکے مناسب حال کہیں بھی دستیاب نہیں ہوتی تھیں - اسکی خوراک کتنی تھی؟ اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اسکے روز کے ناشتہ میں ۱۵ - انڈے، ۳ - بڑی مچھلیاں، ۵ - پلیٹ سالن کے، ۱۲ - روٹی ٹکیاں، اور ۸ - پیالیاں چاے کی ہونی چاہیں!

آج کل یورپ کے بعض علمی رسائل میں یہ بحث چھڑ گئی ہے کہ اس طرح کی غیر معمولی دراز قدی کی علت کیا ہے؟

عام طور پر علماء کا خیال ہے کہ اسکی علت دماغی گلٹی ہے - مشاہدہ سے معلوم ہوچکا ہے کہ ہر انسان میں دماغ کے نیچے اور ناک کے پیچھے ایک گلٹی ہوتی ہے - اسے عربی میں "العدة النكفية" اور انگریزی میں Parotid gland کہتے ہیں - یہی گلٹی قد کی کمی بیشی کی علت ہوا کرتی ہے -

انسانی جسم گلٹیوں سے بھرا پڑا ہے - وہی اسے قائم رکھتی ہیں اور اسکے اجزاء سے جسم کا توازن برقرار رہتا ہے - چنانچہ فربہی و لاغری، بلند قامتی و پستہ قدی، ذہانت و بلادت، دوران خون کی تیزی و سستی، سب کا تعلق انہی گلٹیوں سے ہے - اس دماغی گلٹی کا ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ وہ ایسے مواد خارج کرتی رہتی ہے جو خون کے ساتھ جاری رہتے اور ہڈیاں بڑھاتے رہتے ہیں - جب ان مواد کا اخراج کم ہوجاتا ہے تو انسان پستہ قد رہ جاتا ہے - جب ضرورت سے زیادہ ہوجاتا ہے تو ہڈیاں غیر معمولی طور پر بہت بڑھ جاتی ہیں اور آدمی کا قد بھی بہت بڑھ جاتا ہے۔

یہ دماغی گلٹی دو حصوں میں منقسم ہے : ایک حصہ آگے ہوتا ہے - دوسرا پیچھے ہوتا ہے - دونوں ایک عظمی (ہڈی کے) صندوقچہ میں بند ہوتے ہیں - یہ صندوقچہ کھوپڑی کے اندر بطور ایک چھوٹی سی کوٹھڑی کے رکھا ہوا ہے - ریڈیم شعاعوں کے ذریعہ تحقیق ہوا ہے کہ ایسے آدمیوں

موجودہ زمانے کا سب سے بڑا عملاق ایک روسی ماشنوف نامی ہے - قد ۲۸۵ سنٹی میٹر -

دبا گئے - معلوم ہوتا ہے ریگ کے بوجھہ سے انکا چھلکا چٹک گیا تھا اور ریگ کے ذرے اندر پہنچ گئے تھے - امتداد زمانہ سے اندرونی اور بیرونی دونوں حصے پتھرا گئے ہیں اور لاکھوں برس سے قائم ہیں۔

اسکے علاوہ بعض اور یادگاریں بھی دستیاب ہوئی ہیں - شاید وہ ان انڈوں سے بھی زیادہ قیمتی ثابت ہوں - وہ یادگاریں پتھرائے ہوئے انسانی دانت ہیں اور کئی ہزار برس کے پرانے ہیں - وہاں انکی موجودگی اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ کسی زمانہ میں یہ صحرا انسانوں سے معمور تھا - تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ دانت غاروں میں رہنے والے انسانوں کے نہیں ہوسکتے (کیونکہ اُن دنوں میں زمین پر غار موجود ہی نہ تھے) خیال کیا جاتا ہے کہ انسان نہروں اور جھیلوں کے کنارے رہتے ہونگے - مکان بھی نہ تھے - آسمان کی چھت کے نیچے سوتے ہونگے - اسکے بعد بتدریج گھر بنانا شروع کیا - پھر پتھر کے اوزار طیار کئے - اسی لئے اس عہد کو "عہد حجری" کہتے ہیں۔

یہ تحقیقاتی کمیشن اس صحراء میں ابھی تین سال اور رہیگا - اُسے یقین ہے کہ مزید تحقیقات کا دروازہ عنقریب کھلنے والا ہے - دنیا کا تمام حلقۂ علم اسکے آخری نتائج کی راہ تک رہا ہے -

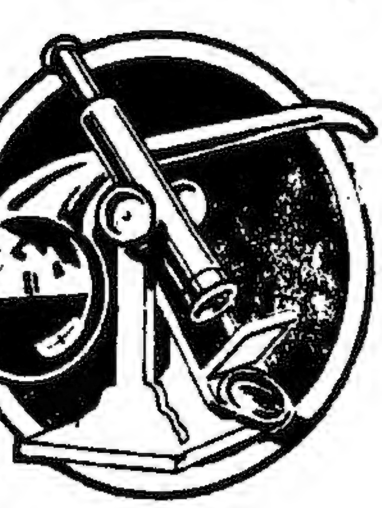

مذاکره علميّه

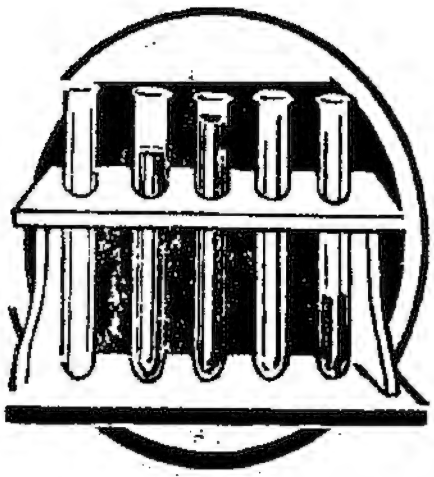

انسان کي تخليق و ظهور کا اولين محل

(صحراء "گوبي" انسانيت کا اولين گهوارا هے)

* * *

ايک نيا نظريه

صحراء "گوبي" واقع منگوليا ميں يورپين علماء کي ايک جماعت تحقيقات ميں مصروف هے - إسکي غرض يه جديد نظريه ثابت کرنا هے که يهي صحراء انسانيت کا اصلي گهواره هے - يهيں سے نکل کر انسان کي نسل تمام دنيا ميں پهيلي •

إس جماعت کے صدر پروفيسر انڈروز نے يورپ و امريکه کے علمي رسائل ميں حسب ذيل بيان شائع کيا هے :

"إس بات کے ثبوت ميں متعدد دلائل موجود هيں که انسان نے اپني سب سے پهلي نشوونما صحراء گوبي ميں حاصل کي هے - يه ثابت هوچکا هے که آن نهايت پرانے زمانوں ميں جبکه تمام يورپ اور امريکا برف سے ڈهکا هوا تها ' وسط ايشيا ميں ايک خطه ايسا موجود تها جو طوفان برف سے محفوظ تها - يه خطه يهي صحراء تها - أس وقت صرف يهي ايک زمين زندگي کي نشوونما کي صلاحيت رکهتي تهي -

پهر همارے سامنے إس امر کے بهي دلائل موجود هيں که انسان جس راسته سے دنيا کے دوسرے خطوں ميں آباد هونيکے ليے پهنچا ' وه راسته يورپ اور امريکا کے درميان واقع تها - علماء کو فرانس اور امريکا کي زمينوں کے اندر سے ايسے آثار دستياب هوے هيں جو باهمدگر پوري مشابهت رکهتے هيں ' اور صاف بتا رهے هيں که أنکي اصل اور سرچشمه ايک هي هے - نيز أنسے يه بهي ظاهر هوتا هے که وه وسط ايشيا سے تعلق رکهتے هيں -

اکثر علماء يقين کرتے هيں که هماري زمين ايک کروڑ برس پهلے عظيم الخلقت حيوانوں سے آباد تهي - يه تمام حيوان نابود هوگئے - بعض کي هڈياں ملتي هيں - إنميں سب سے اهم حيوان وه تهے جنهيں آجکل علماء علم حيوان "ڈينو سر" اور "مسٹوڈن" کے نام سے موسوم کرتے هيں - صحراء گوبي إن حيوانوں سے لبريز تها - اسي نامعلوم زمانه ميں يه منتشر هوے - ايک طرف سے چين پهنچے ' دوسري طرف سے امريکا ميں وارد هوے - يهي سبب أس مشابهت کا هے جو امريکا اور مشرق قريب کے زير زمين آثار ميں هم ديکهه رهے هيں •

ممکن هے اعتراض کيا جاے که ايسے بے آب و گياه ريگستان ميں زندگي کيونکر قائم ره سکي ؟

إس کا جواب يه هے که تقريبا ايک کروڑ سال پهلے يه صحراء ريگستان نه تها - پر سبز و شاداب علاقه تها - هر طرف درختوں کي کثرت تهي ' دريا بهه رهے تهے ' زمين صاف تهي ' اور پهلوں اور ترکاريوں سے لبريز تهي - أس وقت يه صحراء انسان کے ظهور اور نشوونما کيليے سب سے زياده موزوں مقام تها •

زندگي يهاں برابر بڑهتي اور ترقي کرتي رهي - يهانتک که ريڑهـ والے جاندار ظاهر هوے - پهر چهاتياں رکهنے والے حيوان پيدا هوے - پهر انسان نے ظهور کيا - قديم انسان موجوده انسان سے کسي قدر مختلف تها - امتداد زمانه کے ساتهه ساتهه أسنے بهي ترقي کي - أسکي نسل بڑهتي گئي - يهانتک که يه علاقه أسکے ليے تنگ هو گيا - پهر يه مصيبت بهي پيش آئي که يهاں کا جنگل خشک هونا شروع هوگيا - آهسته آهسته درخت سوکهنے لگے - پاني کم هونے لگا - مجبوراً انسان نے هجرت کي ' اور يه جنگل ريگستان هوکر رهگيا جيسا که إس وقت هم ديکهه رهے هيں •

يهاں سے نکل کر انسان سب سے پهلے چين ' هندوستان ' روس ' فرانس ' جرمني ' برطانيا ' اور امريکا پهنچا - أسکي جماعتيں برابر آگے بڑهتي اور نئي نئي زمينيں تلاش کرکے آباد هوتي گئيں - حتى که تمام قابل بود و باش سرزمينوں پر أسکا قبضه هوگيا "

يه إس جديد نظريه کا خلاصه هے - پروفيسر انڈروز کي جماعت بحث و تفحص کے بعد ايسے نتائج پر پهنچي هے جو إس نظريه کي پر زور تائيد کرتے هيں - چنانچه أسے "ڈائنوسر" اور "مسٹوڈن" اور چهاتي رکهنے والے حيوانات کي هڈياں ملي هيں - إن هڈيوں کي کثرت إس يقين پر مجبور کرتي هے که يه حيوانات إس صحراء ميں باهر سے آئے هوے مسافر نهيں تهے - بلکه مقيم تهے - يه ماننے کے بعد قدرتي طور پر يه بهي تسليم کرنا پڑيگا که أس وقت يه مقام صحراء نه تها - سرسبز جنگل تها - اور يه که إنميں سے بعض حيوانوں کي بلندي چهه ميٹر سے بهي زياده تهي •

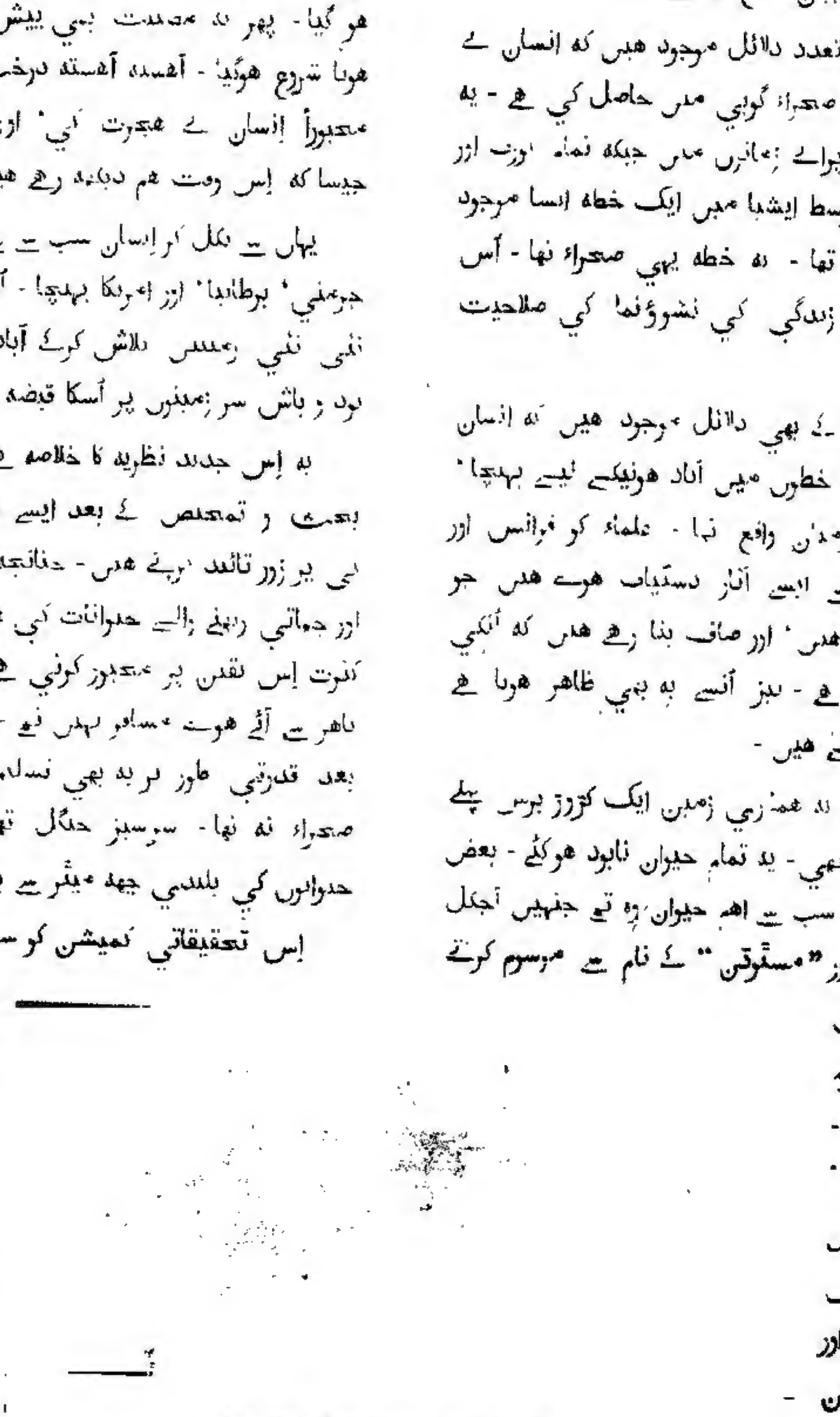

صحراء گوبي کے ايک سرسبز گوشه کا منظر

إس تحقيقاتي کميشن کو سب سے اهم چيز جو هاتهه آئي هے ' وه ڈينو سر جانور کے انڈے هيں - ايسے قرائن موجود هيں جنسے خيال کيا جاتا هے که ڈينو سر کي ماده نے حسب عادت ريت کے نيچے انڈے ديے تهے - مگر اچانک آندهي آئي اور ريگ نے انڈوں کو چهپا ليا - لاکهوں برس چهپے رهنے کے بعد بالآخر يه انڈے

عمدگي سے کیسے جاسکتے هیں - لیکن اگر دوسري صورت هوتي هے تو حیوان سے کام لیتا هوں - مثلاً اُن مقامات میں جهاں ریل اور سڑکیں نهیں هیں باربرداري کا کام جانور زیاده اچھا کرسکتے هیں - آخري درجه میں انسان سے کام لیتا هوں - یه اصول اگرچه همارے اسلاف کو معلوم تها مگر اُن سے عملاً کام لینا صرف پچاس برس هي سے شروع هوا هے -

اب غور کرنا چاهئے ' اهل و قابل اشخاص کا انتخاب کیونکر کیا جاے ؟ فرض کرو ' حکومت امریکا کو ایک مرد یا عورت کي ضرورت هے - امریکا کي آبادي دس کروڑ هے - وه کیا صفتیں هیں جو مطلوبه مرد اور عورت میں هوني چاهئیں ؟

عام طور پر پهلي شرط یه قرار دي جاتي هے که وه شخص امریکن هو - یهیں پیدا هوا هو ' یا امریکن قومیت اختیار کرچکا هو - دوسري شرط یه سمجهي جاتي هے که اُسکي عمر سوله برس سے زیاده اور ساٹهه سے کم هو - اِس شرط کي رو سے دو ثلث آبادي دائرۂ انتخاب سے باهر نکل جاتي هے -

حالانکه انتخاب میں همیں کسي ایک شرط یا صفت هي پر اڑ جانا نهیں چاهئے - کیونکه کبهي عمر کا معامله قومیت سے زیاده اهم هوتا هے - کبهي تربیت ' قدرتي قابلیت سے زیاده کار آمد هوتي هے - کبهي تجربه ' قابلیت سے زیاده ضروري هوتا هے - همیں اگر اصلح انسان کي ضرورت هے تو اسکے لیے قومیت ' وطنیت ' اور عمر کي شرطیں ابتدائي شرطیں کیوں سمجهي جائیں ؟

طویل غور و فکر اور تجربه کے بعد میں نے انساني انتخاب کا ایک پیمانه طیار کیا هے - اُسمیں ۲۳ - درجے رکهے هیں - انتخاب کے وقت اِس پیمانه سے فائده اٹهانا چاهئے - ذیل میں اُسکي تفصیل ملاحظه هو :

(۱) قومیت
(۲) نسل
(۳) شهریت
(۴) عمر
(۵) ابتدائي تربیت یا وراثت
(۶) ذهني قابلیت
(۷) جسماني قابلیت
(۸) عملي قابلیت
(۹) اولین ماحول
(۱۰) تعلیم
(۱۱) عام تربیت
(۱۲) تجربه
(۱۳) فطري قابلیت
(۱۴) فني مهارت
(۱۵) مزاج
(۱۶) سیکهنے کي قابلیت
(۱۷) حرکات و سکنات
(۱۸) علم ذهني یا بدني شکل
(۱۹) قد و قامت
(۲۰) سختي یا نرمي
(۲۱) رنگ
(۲۲) کاٹهي
(۲۳) مجموعي هیئت

جب مجهے کسي آدمي کي ضرورت هوتي هے تو میں یه پیمانه سامنے رکهه لیتا هوں اور هر شخص کو اِن تیئیس وجوه انتخاب کي بنا پر جانچتا هوں - جسکے نمبر زیاده نکلتے هیں ' اُسے انتخاب کرلیتا هوں - البته جانچنے والے کیلیے بهي صاحب نظر هونا ضروري هے -

عام طور پر لوگ انتخاب میں فني مهارت (اکسپرٹ نس) کو دیکهتے هیں اور دوسري تمام صفات نظر انداز کرجاتے هیں - حالانکه یه سخت غلطي هے - جانور اور چڑیاں پالنے والے مذکورۂ بالا صفات تمام کے تمام ملحوظ رکهتے هیں - کیونکه وه سب ضروري ' اور انسان و حیوان کے مفید و مضر هونے کا سبب هوتي هیں -

ان تیئس وجوه انتخاب پر نظر ڈالنے سے معلوم هوگا که ان میں کچهه تو ایسے هیں جنکے لیے خارجي معلومات حاصل کرنے کي ضرورت هوگي - مثلاً تعلیم ' جنسیت ' تربیت وغیره - اور کچهه ایسے هیں جنکے لیے بے خطا قیافه شناسي کي ضرورت هوگي - قیافه شناسي کي یه استعداد بغیر اسکے حاصل نهیں هوسکتي که انساني دماغ و جسم کے علوم میں سے هر علم سے ضروري واقفیت حاصل کرلي جاے -

انساني مزاج اور قابلیت کا صحیح طور پر معلوم کرنا بهت مشکل هے - قد و قامت ' رنگ روپ ' اور جسم کي کاٹهي سے بهي طبیعت کا اندازه کرنا آسان نهیں - اِس بارے میں انسان ' حیوان سے بهت کچهه مختلف هے - طویل تجربه کي ضرورت هے که انسان ' انسان شناس نگاه پیدا کرلے - بارها ایسا هوا که میں کسي مرد کي ذهانت یا کسي عورت کے حسن سے دهوکا کها گیا هوں -

اِنهي تجربوں کي بنا پر میري پخته راے هے که اگر کسي شخص کے متعلق یقین هوجاے که وه زندگي بهر کام میں لگا رهے گا ' تو اُسکے امتحان میں دس بیس هزار ڈالر اور چار پانچ سال خرچ کرڈالنا کچهه بیجا نه هوگا -

بلا شبه مناسب اور اصلح آدمي کا انتخاب مشکل هے - لیکن مذکورۂ بالا پیمانه اگر کام میں لایا جائے تو بڑي حد تک آساني هوجاتي هے اور انتخاب میں زیاده غلطي نهیں هوتي -

(ایک مثال)

کچهه مدت پہلے ریلوے میں ایک معمولي جگه خالي هوئي تهي - اسکے لئے آدمي کا انتخاب میرے سپرد کیا گیا - میں نے اخبارات میں حسب ذیل اعلان شایع کیا :

" ریلوے میں کام کرنے کیلئے ایک امریکن نوجوان کي ضرورت هے - اُسے تجربه کار اور خوش اخلاق هونا چاهئے - ساٹهه ڈالر تنخواه دي جائیگي - تین مهینے امتحان کیا جائیگا - پهر اضافۂ و ترقي کا سوال پیدا هوگا - درخواست کرنے والوں کو اپني تین تصویریں بهیجني چاهئیں : ایک اپنے رخسار اور کنپٹي کي - دوسري پورے چهره کي - تیسري پورے قد کي "

تین سو درخواستیں آئیں اور چهه گهنٹے معاینه میں صرف هوئے - ۲۹۰ - میں نے پهلي هي نظر میں مسترد کردیں - کیونکه اُنکي شکلوں میں کوئي نمایاں عیب موجود تها - بعضوں کے لباس اور خط و خال سے صاف معلوم هوتا تها که محض ناکاره هیں - بعضوں کي هیئت اور قطع بتلا رهي تهي که بڑے ضدي هیں - سیکهنے کي قابلیت نهیں رکهتے - بعضوں کے دل و دماغ اور اخلاق کي کمزوري عیاں تهي -

باقي دس تصویروں کي میں نے پوري دیده ریزي سے جانچ کي - دو آدمي مطلوب تهے - مگر جانچ میں چار پورے اترے - اور تجربه نے بتا دیا که میري جانچ درست تهي - خود آدمیوں سے ملاقات کرنے سے یه کهیں بهتر هے که اُن کي تصویریں منگا لي جائیں اور اُنکا دقت نظر کے ساتهه مطالعه کیا جاے "

(چار تصویریں)

اسکے بعد مصنف نے نو آدمیوں کي تصویریں درج کي هیں اور هر تصویر کے نیچے صاحب تصویر کے اوصاف بهي درج کردیے هیں :

(۱) دماغي آدمي — یه شکل ایک ایسے آدمي کي هے جو سنجیده ' مطمئن ' حلیم هے - کم منفعل هوتا هے - زیاده غور کرتا هے - سوچ سمجهکر راے قائم کرتا هے اور اُس سے کبهي هٹتا نهیں - حال سے زیاده ماضي پر نظر رکهتا هے - سست عمل هے - مگر هوشیاري سے کام کرتا هے - همیشه ایک هي طریقه پر رهتا هے -

مطبوعات جديده

قابليت کا مقياس و ميزان

انسان کے انتخاب ميں انتخاب اصلح

هر شخص جانتا هے که دنيا ميں وهي کام کامياب هوسکتا هے جسے اُس کا اهل اور قابل آدمي انجام دے - بهتر سے بهتر کام بهي کامياب نهيں هوگا' اگر اسکے ليے اهل آدمي ميسر نه آئينگے -

ليکن هر کام کيلئے اُسکي ضرورت کے مطابق اهل آدمي کيونکر چنا جائے ؟ اسکا فيصله آسان نهيں هے -

دنيا ميں قدرت الهي کے قوانين عمل ميں سے ايک قانون " انتخاب اصلح " کا هے - يعني قدرت هر چيز ميں اصلح اور بهتر کو چهانٹ ليتي هے - غير صالح اور کمتر کو چهوڑ ديتي هے - زندگي' صحت' طاقت' اور کامراني کي ساري بنياد اسي قانون پر هے - افسوس انسان کي نا مرادي پر' اگر وه خود اپني جنس کے انتخاب ميں ايسا نه کرسکے !

موجوده زمانے ميں " اهل آدمي کا انتخاب " ايک مستقل علمي موضوع هو گيا هے - اسکے بڑے بڑے ماهر فن هيں - حال ميں اس فن کے ايک بهت بڑے امريکن ماهر نے اس موضوع پر ايک کتاب لکهي هے جو امريکه کي ايک تجارتي انجمن کے اهتمام سے شائع هوي هے - يه دراصل اُن مقالات کا مجموعه هے جو مصنف کتاب نے وقتاً فوقتاً اس موضوع پر لکهے تهے' اور امريکه کے مختلف علمي رسائل ميں شائع هوے تهے - کتاب نهايت مفيد اور دلچسپ هے' اور چونکه ايک خالص نظري مسئله کو عملي اصول و قواعد کي شکل دي گئي هے' اسليے علمي حلقوں نے اُس کا نهايت پرجوش استقبال کيا هے - هم وقتاً فوقتاً اسکے بعض ضروري مباحث الهلال ميں شائع کرتے رهينگے - آج اسکے بعض ابتدائي مباحث کا ترجمه هديۀ قارئين کرتے هيں -

پہلے باب ميں انتخاب اهل کي ضرورت پر بحث کرتے هوے مصنف لکهتا هے :

(انتخاب اصلح)

" تمام کام جبهي انجام پاسکتے هيں جب اهل آدميوں کے سپرد کئے جائيں' ورنه آلات کي ايجاد' بجلي کے استعمال' اور کوئله کي کفايت سے کوئي فائده حاصل نه هوگا - يه چيزيں کام ميں مدد ديتي هيں' ليکن کام کو کامياب نهيں بنا سکتيں - کاميابي صرف اهل و اصلح کارکنوں کے انتخاب پر موقوف هے .

هم هر چيز انتخاب کرتے هيں - کوئي چيز خريدے انتخاب کرکے خريدے - هيں - تم بازار ميں ايک دانه سيب ليدے جاتے هو تو ايک چن کر ليتے هو - يه نهيں کهتے نه سب سيب هي هيں' بغير انتخاب کے لے ليں - يهي حال آدميوں کا بهي هے - سيب کي طرح سب آدمي بهي يکساں نهيں هوتے - کچهه اچهے هوتے هيں' کچهه برے - کچهه اهل هوتے هيں' کچهه نا اهل - لهذا انميں بهي انتخاب هونا چاهئے - اچها اور قابل لے لينا چاهئے - برا اور نا کاره چهوڑ دينا چاهئے - پهر محض اتناهي کافي نهيں هے که اهل و قابل کا انتخاب کرليا جاے' بلکه اُسے اُسي حيثيت ميں بهي رکهنا چاهئے جسکا وه مستحق هے - مثلاً اگر ايک موسيقي داں کو موسيقي کي خدمت کيلئے منتخب کيا جائے' تو اُسے در بدر پهر کر روٹي کمانے سے مستغني کردينا بهي ضروري هے - تاکه بے فکر هوکر اپني پوري قابليت سے فائده پهنچاسکے "

(معيار انتخاب)

اِسکے بعد اس سوال پر بحث کرتے هوے که " هر کام کيلئے اهل اور صالح شخصيت کے انتخاب کيلئے کوئي معيار اور قاعده بن سکتا هے يا نهيں " ؟ لکهتا هے :

" ميرے دفتر ميں چاليس آدمي کام کرتے هيں - جب ميں کوئي نيا کام شروع کرتا هوں اور نئے آدميوں کي ضرورت محسوس هوتي هے' تو سب سے پهلے غور کرتا هوں که يه کام آله کے ذريعه سے ليا جاسکتا هے' حيوان کے ذريعه' يا آدمي کي ضرورت هے ؟ اگر پهلي صورت ممکن هوتي هے تو وهي کام ميں لاتا هوں - کيونکه آلات حيوان و انسان سے بهتر کام کرتے هيں - مثلاً پن چکي' آب پاشي' بهاري بوجهه اٹهانا - ظاهر هے يه کام آلات کے ذريعه آساني اور

ميں يه گلٹي بهت بڑي هوتي هے' اور بونوں ميں بهت هي چهوٹي هوتي هے - اِس گلٹي کي ايک خاصيت يه بهي بيان کي جاتي هے که وه خون ميں نمکين ماده کو معتدل رکهتي هے' اور اُسے اُتني مقدار ميں کرديتي هے' جتني سمندر کے پاني ميں هوتي هے -

تاريخ ميں بهت سے عماليق کے نام محفوظ هيں - فرانس ميں ايک شخص " جان تورنر " نامي گزرا هے - ۱۵ - برس کي عمر ميں اُس کا قد غير معمولي سرعت سے بڑهنے لگا - يهاں تک که ۸ - فٹ ۳ - انچ تک پهنچ گيا - اُس کا جوتا ۱۴ - انچ لمبا هوتا تها -

مرنے پر اُس کے دماغ کا وزن کيا گيا تو دو سير تهائي اونس تها سر کي جانچ کرنے پر معلوم هوا که اُس کي دماغي گلٹي بهت بڑي تهي -

ڈاکٹروں کا خيال هے که وه زمانه جلد آنے والا هے جب انسان چند نشتر کي پچکارياں (يعني انجيکشن) ليکر اپنا قد جتنا چاهے گا بڑها لے گا - اگر کتے کو انجيکشن ديديا جائيگا تو وه گهوڑے کے برابر هو جائيگا - يه بات بظاهر عجيب معلوم هوتي هے - مگر علم جس سرعت سے ترقي کر رها هے' اُسے ديکهتے هوے اب کوئي بات بهي عجيب نهيں رهي هے -

بريد فرنگ

فرانسيسي اولو العزمي كي قرباني

كپتان ننجيسر كي مفقود الخبري !

بيسويں صدي كے تمام وسائل علم و احاطه كي شكست !

انسان كي علمي اولوالعزميوں اور قدرت كي قهرمان حكومت ميں ايك مسلسل جنگ جاري هے !

اس نے سمندر كے طوفانوں كا مقابله كيا اور طاقتور سے طاقتور جهاز طيار كر ليے !

اس نے زمين كي پهنائي كا مقابله كيا ' اور بهاپ اور بجلي پر قبضه كركے ايسي سوارياں بنائيں ' جو ايك مدت ميں دو دو منزل طے كرليتي هيں !

اسنے آسمان كي طرف ديكها - هوا ميں پرند هر طرف اڑ رهے تهے ' ليكن انسان كيليے كوئي جگه نه تهي - بالآخر اس نے يهاں بهي كاميابي حاصل كي ' اور ايسے طيارے ايجاد كرليے جو تمام كرهٔ ارضي كي فضا ميں چكر لگا رهے هيں !

ان پے درپے كاميابيوں كے بعد اسنے دم ليا ' اور فخر و غرور سے سر اٹهايا : خشكي ' تري ' هوا : تينوں مسخر هو چكے هيں !

ليكن قدرت ! ازلي ' بے پروا ' بے مهر ' اور قهرمان قدرت ! كيا اسكے حاكمانه قوانين بهي مسخر هونگے ؟ كيا سچ مچ كو انساني اولوالعزمي نے اسے شكست ديدي ؟

اولوالعزم انسان كا سر اپني بے بسي كے تصور سے جهك گيا - كيونكه اس نے ديكها كه ان ساري اولوالعزمانه كامرانيوں كے بعد بهي اس تناسب ميں كوئي فرق نهيں آيا هے جو اسكي بے بسي اور قدرت كي حاكمانه سطوت كا روز اول سے قائم هوچكا هے !

پہلے وه چهوٹي چهوٹي باد باني كشتيوں ' جانوروں كي سواريوں اور دشت و جبال كے قافلوں ميں قوانين قدرت كے سامنے بے بس تها - اب بيسويں صدي كے دخاني جهازوں ' زير آب كشتيوں ' برق رفتار ريلوں ' اور باد پيما طياروں كے اندر بے بس هے !

قدرت آگے بڑهنے سے نهيں روكتي - خود اكساتي رهتي هے كه آگے بڑهے - ليكن يه گوارا نهيں كرتي كه اسكي بے بسي كي حديں ٹوٹ جائيں - وه برابر بڑهتا رهيگا - قدرت اسے برابر دعوت اقدام ديتي رهيگي -

ليكن اس كي بے بسي ' بيچارگي ' بے دست و پائي : تو وه اٹل هے ' اٹمت هے ' نا قابل تغير هے ' ابدي هے ' اس كي پيشاني خلقت كي سر نوشت هے جو قلم قدرت نے صبح ازل كي روشني ميں نقش كردي هے - اس كا مقام بدلتا رهيگا - كل تك وه جس جگه كهڑا تها ' آج اس سے سيكڑوں كوس اونچا هوگيا هے - كل اس سے بهي بلندي پر هوگا - مگر فضاء عالم لا محدود هے - وه كتنا هي بلند هوتا جائے ' پهر بهي بلندي باقي هي رهيگي !

قارئين الهلال كپتان ننجيسر كي هوائي مهم اور اسكے نتيجه سے بے خبر نهيں هيں - گذشته نمبر ميں همارے مقاله نگار پيرس كي چٹهي شائع هوچكي هے جس كے نهايت موثر پيرايه ميں اس مهم كي مفقود الخبري كي سرگذشت سنائي تهي - اب كئي هفته اور گزر چكے - اس عرصه ميں رائٹر نے دو مرتبه ايسي خبريں ديں ' جسسے اميد بندهي كه كم از كم كپتان كي موت كا سراغ لگ جائيگا - ليكن بعد كو پهر انكي تغليط كردي گئي - نتيجه يه نكلا كه دنيا اب تك اس اولوالعزمي كے نتيجه سے بے خبر هے !

كپتان ننجيسر

هر ايجاد كي طرح طياروں كي ايجاد بهي علمي قربانيوں كي ايك بهت بڑي داستان هے ' ليكن موجوده عهد ميں هوائي مهموں كي مفقود الخبري كا يه غالباً چهٹا يا ساتواں واقعه هوگا - اس سے پہلے انگلستان ' امريكه ' اٹلي ' اور ڈنمارك كے متعدد طيارے مفقود الخبر هوچكے هيں -

ليكن موجوده عهد ميں انساني قافلوں كي مفقود الخبري ' اس درجه عجيب واقعه هے ؟ ريل ' تار ' تارِ لاسلكي ' نے تمام دنيا كو ايك كرديا هے ' خشكي اور تري كا چپه چپه اور گوشه گوشه ايك دوسرے سے ملگيا هے ' بيسويں صدي كي معلوم ' محكوم ' اور مسخر دنيا هے ' اور انسان كي علمي اور عقلي فتح مندياں اپنے منتهاء عروج تك پهنچ چكي هيں - تاهم قدرت كي حاكمانه سطوت كے مقابلے ميں انسان اب بهي اسدرجه بے بس هے كه دنيا كے تمام وسائل علم و اطلاع جواب ديچكے هيں ' اور اب تك نه تو اس هوائي مشين كا كچهه سراغ لگ سكا هے ' نه اسكے اولوالعزم سائق كا كچهه پته چلا هے - دنيا فرانس اور امريكه كے هوائي مقابله كے نتيجه كيلئے مضطرب تهي ' ليكن اسے ايك دوسرے هي مقابله كے نتيجه كي خبر سنني پڑي - وه مقابله ' جسميں ايك طرف قدرت الهي كي اٹل حاكمانه سطوت هے ' دوسري طرف انسان كے ناقص اور محدود علم كي بلند پروازياں هيں ! و ما اوتيتم من العلم الا قليلا

نمبر ۱

(۲) دماغی عملی آدمی — اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا ہے - بلند ہمت ہے - محنتی ہے - مضبوط ارادہ رکھتا ہے - شک کو پاس آنے نہیں دیتا - فصیح اللسان ہے - اپنی قوت اور اپنے کام کی اہمیت پر یقین رکھتا ہے - صاف دماغ کا مالک ہے -

(۳) عملی دماغی آدمی — خوش کلام - دلوں کا محبوب - سب کو راضی رکھنے والا، بلند ہمت، فراخ دل، ترقی اور محنت کا شیدائی - بہت حرکت کرنے والا، بہت نفع پہنچانے والا، تنہائی میں کام کرنے والا، مستقل مزاج -

(۴) عمل کی قوت نفوذ رکھنے والا آدمی — مضبوط ارادہ، مضبوط رائے، سخت مزاج، سنگ دل، جلد منفعل ہوجانے والا، تنہائی پسند، بھروسہ اور اعتماد کے لائق - اس کی مثال اس ہیرے کی سی ہے جو خراد سے ہنوز محروم ہے -

(۵) مستعد عملی آدمی — سخت اور درشت مزاج، عزم صادق کا مالک، کم غور کرنے والا، اپنے نفس پر بھروسہ رکھنے والا، کتنی ہی مشکلات ہوں مگر اپنے ارادہ پر عمل کرنے والا -

(۶) دماغی عملی آدمی — خوش گفتار، بڑی بڑی اسکیمیں سوچنے والا، دوسروں پر اثر ڈالنے والا، اپنے اصلی خیالات چھپانے والا، اپنی رائے پر جما رہنے والا، گرد و پیش پر نظر رکھنے والا، اپنے اوپر بہت بھروسہ رکھنے والا، صاف دماغ کا مالک -

(۷) دماغی عملی آدمی — مستقل رائے رکھتا ہے، زیادہ نفع پہنچاتا ہے - معاملات پر صحیح رائے رکھتا ہے - خوش تقریر ہے - صاف بیان ہے - فراخ دل ہے - ترقی اور رفاہ عام کے کام زیادہ پسند کرتا ہے -

(۸) دماغی آدمی — نرم مزاج، محبوب، حلیم، مضبوط رائے رکھنے والا، سست عمل، مفکر، متاثر نہیں ہوتا، حق کو سنتا ہے اور قبول کرلیتا ہے -

نمبر ۲

(۹) دماغی عملی آدمی — صاف رائے رکھتا ہے، بحث میں قوی دلیلیں لاتا ہے، مخلص ہے، حق کا جویا ہے، زندہ ضمیر کا مالک، معتمد ہے، مخاطب کو اپنی گفتگو سے قائل کردیتا ہے -

ان نو قسموں میں اصولی قسمیں در اصل چار ہیں : دماغی، عملی، دماغی عملی، عملی دماغی - اور انہی کے متعدد نمونے دکھائے گئے ہیں - دماغی اور عملی کا مطلب واضح ہے - " دماغی عملی " سے مقصود ایسی شخصیت ہے جسکے خصائل میں اگرچہ عملیت کا عنصر بھی موجود ہے لیکن غلبہ دماغیت کو ہے - " عملی دماغی " اسکے برعکس ہے - اسمیں عملیت غالب اور دماغیت مغلوب ہوتی ہے - خالص " دماغی " عملی قوت سے، اور خالص " عملی " دماغی اوصاف سے عاری ہوتا ہے -

ہم اس مضمون کی وضاحت کے لیے چار تصویریں اسی کتاب سے نقل کردیتے ہیں جن سے چار اصولی قیافے واضح ہو جائینگے :

(۱) دماغی

(۲) عملی

(۳) دماغی عملی

(۴) عملی دماغی

تصویر نمبر (۱) خالص دماغی کی ہے - ہر شخص جو انسان شناسی کی کچھ بھی نظر رکھتا ہے، پہلی نگاہ ہی میں رائے قائم کرلیگا کہ اسکے خط و خال کی مجموعی شہادت ذہن و فکر کا اعلان ہے - عملیت سے خالی ہے - مگر نمبر (۲) اسکے برعکس ہے - یہ ایک ٹھوس عملی قیافہ ہے جسمیں ذہنیت کی ہلکی سی جھلک بھی نظر نہیں آتی - نمبر (۳) اور (۴) میں پہلی ذہنیت کے غلبہ اور عملیت کی موجودگی کا پتہ دیتی ہے، اور دوسری میں عملیت کے غلبہ کے ساتھ ذہنیت کا عنصر بھی نمایاں ہے -

نمبر ۳

نمبر ۴

جولائی سنه ۱۹۲۷ مین جولائی سنه ۱۹۲۵ پر ایک نظر!

دیش بندھو چترنجن داس

۱۷ - جون سے پہلي جولائي تک تمام ملک نے دیش بندھو چترنجن داس کي یادگار میں جلسے منعقد کیے ہیں - یہ دیکھکر بے اختیار خیال سنہ ۱۹۲۵ - کي طرف منتقل ہوگیا - سنہ ۲۵ - اور سنہ ۲۷ - میں صرف دو برس کي مدت حائل ہے ' لیکن ان دو برسوں کے اندر ملک کي سیاسي و قومي زندگي میں کیسي کیسي عظیم تبدیلیاں ہوگئیں ؟ سنہ ۲۵ - اگرچہ سنہ ۲۰ - اور سنہ ۲۱ - نہ تھا - مگر پھر بھي سنہ ۲۵ - تھا - ۲۶ - اور ۲۷ - نہ تھا - کاش سنہ ۲۷ - میں ہم سنہ ۲۵ - کي زندگي ہي واپس لا سکیں !

اس تقریب سے مسٹر سي - آر- داس کي شخصیت بھي سامنے آگئي - في الحقیقت ملک کو اسکي موجودہ منزل حیات میں ایسے ہي سیاسي رہنماؤں کي ضرورت تھي - دو سال گزر گئے مگر ابتک داس کي جگہ ملکي رہنماؤں کي صف میں خالي ہے ' اور نہیں معلوم کب تک خالي رہیگي !

جولائي سنہ ۲۵ - میں مسٹر داس کي وفات پر ایک تحریر حوالۂ قلم ہوئي تھي ' تاکہ ایک مقامي انگریزي اخبار کے خاص نمبر میں شائع ہو - مناسب معلوم ہوا کہ اس موقعہ پر اسے شائع کردیا جائے - جولائي سنہ ۲۷ - میں جولائي سنہ ۲۵ - کے افکار و خیالات پر یہ ایک نظر باز گشت ہے !

(تاریخ کا انتظار)

فرانس کے مشہور مصنف ویکٹر ہیوگو Victor Hugo نے والٹیر Voltaire کي صد سالہ یادگار مناتے ہوے کہا تھا " زندگي کتني ہي شاندار و عظیم ہو لیکن تاریخ اپنے فیصلہ کیلئے ہمیشہ موت کي منتظر رہتي ہے " اگر یہ سچ ہے تو ہندوستان کے مورخ کا انتظار ختم ہوچکا - دیش بندھو چترنجن داس کي زندگي کي عزت اب تاریخ کے اوراق کیلئے ایک فیصل شدہ واقعہ ہے - وہ اپني زندگي میں اپنے لیے جو بات نہیں بتلا سکے تھے ' اپني موت سے دنیا پر آشکارا کرگئے !

ہندوستان نے اپني جدید تاریخ میں شاید ہي کسي قومي رہنما کي موت پر ایسا عالمگیر ماتم کیا ہوگا ' جیسا دیش بندھو کي ناگہاني وفات پر ہوا - ۱۹ - جون کو جب اُنکي نعش کلکتہ کي طولاني سڑکوں پر سے گزري تو اس عظیم الشان شہر نے اپني پوري آبادي استقبال کیلئے صف بستہ کردي تھي - ماتمي انسانوں کا ایک صحرا تھا جو ایک کنارہ سے دوسرے تک پھیلا ہوا تھا - غمگین دلوں اور اشکبار آنکھوں کي وہ ان گنت تعداد اسکے علاوہ ہے جو راس کماري سے لیکر کشمیر تک ' ہر جگہ ہندوستان میں دیکھي جا سکتي تھي !

پہلي جولائي کي مغموم اور خاموش سہ پہر کے اضافہ نے اس ماتم کي تاثیر اور زیادہ مکمل کردي - اس دن بر اعظم ہند کے گوشے گوشے میں ماتمي مجلسیں منعقد ہوئیں جنکي روئداد سے اسوقت تک اخباروں کے صفحے رنگے ہوئے ہیں -

ہندوستان جو بد قسمتي سے زندگي کے ہر گوشے میں طرح طرح کے تفرقوں میں بٹ چکا ہے ' موت کے اس ماتم میں کس طرح متحد ہوگیا تھا ؟ مذہب ' نسل ' جماعت ' کوئي اختلاف بھي یہ اتحاد نہ روک سکا - سب نے بہ یک وقت محسوس کیا کہ ہم میں سے ایک بڑي زندگي جدا ہوگئي ہے - ان میں بہت سے ایسے بھي تھے جو انکي زندگي میں اُنکي پیروي کا دم بھرتے تھے - بہت سے ایسے بھي تھے جنکے قدم ہمیشہ اُنکے خلاف اٹھا کرتے تھے - تاہم جب وہ مرگئے ' تو ان میں سے کوئي بھي اپنے آنسو اُنکي عزت سے نہ روک سکا - زندگي کیلئے موت کا یہي فیصلہ ہے جسکا تاریخ انتظار کیا کرتي ہے !

(موت کا ماتم اور زندگي کے آثار)

ہندوستان کے کروڑوں دلوں کا یہ متحدہ احساس ہندوستان کي موجودہ تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے - ایسے ہي واقعات سے احساس قومیت کے ضعف و قوت اور اس کے نشو و نما کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے - اس میں صرف ایک ہر دلعزیز انسان کي موت کا ماتم ہي نہیں ہے - بلکہ کروڑوں دلوں کي زندگي کي جھلک بھي دکھائي دے رہي ہے - یہ موت کي مایوسي میں زندگي کي امید ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کي عام زندگي میں غفلت اور افسردگي کتني ہي نمایاں ہوگئي ہو ' لیکن اس کي تہہ میں ایک گہري اور حقیقي بیداري جگہ پکڑ چکي ہے ' اور جیسا کہ تاریخ کا تجربہ شہادت دیتا ہے ' بیداري کي یہ اندروني روح جب ایک دفعہ جگہ پکڑلے تو پھر اسے پامال نہیں کیا جاسکتا - وہ اپنے نشو و نما اور تکمیل میں ہمیشہ سے اٹل رہي ہے اور ہمیشہ اٹل رہیگي !

(دیش بندھو کي کامیابي کا راز)

لیکن میں اسوقت اتنا دور نہیں جانا چاہتا - میں صرف اس بات پر غور کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخصیت نے [illegible] سیاسي رہنما کے جو کامیابي حاصل کي ' اسکا راز کیا تھا ؟ ہم سب کو معلوم ہے کہ ان کي ملکي رہنمائي کي عمر کوئي بڑي عمر نہیں ہے - اُن کي نمایاں قابلیتوں پر اگرچہ مدت سے نظریں پڑ رہي تھیں اور سنہ ۱۹۱۷ میں وہ اچھي طرح بنگال والوں کي نظر میں نمایاں ہوگئے تھے ' تاہم ان کي رہنمائي کا اصلي زمانہ تحریک لا تعاون (نون کوآپریشن) سے شروع ہوتا ہے - یہ زیادہ سے زیادہ چار سال کا زمانہ ہے - اتنے قلیل عرصہ کے اندر ہي انہوں نے ہندوستان کي تاریخ میں اپني نمایاں جگہ بنا لي اور تمام ملک کے دل مسخر کرلیے - ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ اس غیر معمولي کامیابي میں اُنکے ان غیر معمولي اوصاف کو زیادہ دخل تھا ؟

جس طرح ایک مکمل تصویر بنانے کیلیے کوئي ایک رنگ ہي کافي نہیں ہوتا - اسي طرح ایک بڑے آدمي کیلیے بھي کوئي ایک قابلیت کافي نہیں ہو سکتي - کتنے ہي مختلف رنگ چاہئیں جنسے کمال اور بڑائي کي ایک شاندار تصویر کھینچي جا سکتي ہے - دیش بندھو میں یہ مختلف اوصاف اپني کافي مقدار میں جمع ہوگئے تھے - وہ دماغي اور اخلاقي ' دونوں طرح کے وصفوں سے مالدار تھے - انکي ذہانت غیر معمولي تھي - اُنکي رائے تعجب انگیز حد تک صائب اور بحث و استدلال کي قوت اعلے درجہ

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پراني قلمي اور مطبوعہ کتابیں، پراني تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان اور هر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماري نمایش گاهوں اور ذخائر کي فهرستیں هي منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیرہ قیمتي هے -

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں همارے ایجنٹ همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ، امریکه، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهرہ کے نئے ایوان شاهی کے نوادر ابهي حال میں هم هی نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهي پہلے هم هي سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن هے که همارا سفري یا مقامي ایجنٹ آپسے مل سکے -

بات کے قائل نہیں تھے کہ انتظار کرو اور سوچو - " جو پتھر راستے میں آجائے اسے فوراً ھٹا دینا چاھیے اور رکنا نہیں چاھیے " یہی انکے سفر کا دستورالعمل تھا - شکسپیر نے ھملٹ میں انسانی دماغ کی وہ حالت بتلائی ھے جب وہ حیران ھوکر سوچتا ھے " کروں یا نہ کروں ؟ " یہ " کروں یا نہ کروں " ان میں نہ تھا !

انکا دوسرا وصف بھی ایک طرح اسی وصف کے ساتھہ بیان کیا جا سکتا ھے - ھندوستان کی قومیت کی راہ میں سب سے زیادہ مشکل روک ھندو مسلم مسئلہ کی پیچیدگیاں ھیں - حالات ایسے گہرے اور شدید ھیں کہ بسا اوقات ایک بڑا سے بڑا ھندوستانی محب الوطن بھی فرقہ وارانہ تنگ نظری سے اپنے دماغ کی نگہبانی نہیں کر سکتا - بڑی ھی ھمت، عشق وطن اور جنون آزادی کا بڑا ھی طاقتور جذبہ چاھیے جو ھمیں ایسی بلندی پر پہنچادے جہاں تک ان نچلے جذبات کی رسائی نہو - میں وثوق کے ساتھہ

جن لوگوں کو ھندو مسلم مسئلہ کی حالیہ مشکلات کا علم ھے، وہ جانتے ھیں کہ معاملہ کس درجہ مشکل اور پیچیدہ ھے ؟ معاملہ کی کوئی جانب اختیار کی جائے، ضروری ھے کہ مشکلوں اور مزاحمتوں کا ایک طوفان عظیم سامنے آ جائے - گزشتہ فروری (سنہ ۱۹۲۴) میں دھلی کی آل پارٹیز کانفرنس نے کامل ایک ھفتہ تک نشست جاری رکھی لیکن بالآخر بلا کسی فیصلہ کے منتشر ھوگئی - ایسا مشکل اور ھمت آزما معاملہ جب دیش بندھو کے سامنے اچانک آ گیا تو انہوں نے کیا کیا ؟ میں پہلی مرتبہ لوگوں کو بتلانا چاھتا ھوں کہ صرف پانچ منٹ کے اندر فیصلہ کردیا !

یہاں میں نے پانچ منٹ تھوڑے وقت کے معنی میں مجازاً استعمال نہیں کیا ھے - بلکہ سچ مچ گھڑی کے پانچ منٹ مراد ھیں - بنگال لیجسلیٹو کونسل کے انتخاب سنہ ۲۳ سے جب ھم فارغ ھوئے، تو مخالفین نے کانگرس کو ناکام رکھنے کے

موت سے دو دن پہلے

کہہ سکتا ھوں کہ چترنجن داس نے ایسی بلندی حاصل کرلی تھی اور وہ کسی حال میں بھی اس سے اترنے کیلئے طیار نہ تھے - اس بارے میں انکا دل فراخ اور فیاض تھا - وہ ملک کی آزادی اور نجات کیلئے وہ ساری چیزیں قربان کر دینے کیلئے طیار تھے، جو اس اعلی مقصد سے کمتر درجہ کی ھو سکتی ھیں - صرف یہی روح ھندوستان کا مسئلہ حل کر سکتی ھے - افسوس کے ساتھہ اعتراف کرنا پڑتا ھے کہ یہ مقام اسوقت تک بہت کم ھندوستانی رھنماؤں کو حاصل ھو سکا ھے -

(میثاق بنگال)

ھندو مسلم مسئلہ کے سلسلے میں " میثاق بنگال " (بنگال پیکٹ) ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ھے - اس پر موافق مخالف، دونوں طرح کی رائیوں کا نہایت پر جوش مظاھرہ ھوچکا ھے - لیکن اسوقت تک بہت کم لوگوں کو معلوم ھوگا کہ یہ میثاق وجود میں کیونکر آیا تھا ؟

لئے ھر طرح کے ھتیار آزمانا شروع کردیے - ان میں سب سے زیادہ موثر اور آزمودہ ھتیار فرقہ وارانہ حقوق کا مسئلہ چھیڑ دینا تھا - اس وقت کونسل کے اندر اور باھر، دونوں جگہ جماعت کی کامیابی بہت کچھہ اسپر موقوف تھی کہ مسلمان کیا طرز عمل اختیار کرتے ھیں ؟ جیسا کہ معلوم ھے، مسلمان دو جماعتوں میں منقسم تھے : ایک جماعت کانگرس کے ساتھہ تھی - ایک باھر - کانگرس کی کوشش تھی کہ تمام مسلمان کانگرس کا ساتھہ دیں - مخالفین کوشش کر رھے تھے کہ ھندو مسلم مسئلہ چھیڑ کر انھیں اس سے باز رکھا جائے - اس اثناء میں وہ ایک عجیب چال چلے - انہوں نے ممبران کونسل سے کہا کہ اگر کانگرس پارٹی میں شامل ھی ھونا چاھتے ھو تو کم از کم اس کا فیصلہ کرلو کہ مزید سیاسی حقوق ملنے پر مسلمانوں کی نمائندگی کا کیا حال ھوگا ؟ یہ انہوں نے اس لئے کہا کہ ان کا خیال تھا، مسلمانوں کی جانب سے جو مطالبات پیش ھونگے، انھیں کانگرس

تک دلنشین تھی۔ آنکا دماغ ایک ایسا سانچہ تھا جو کوئی ٹیڑھی اور ناہموار چیز قبول ہی نہیں کرتا تھا۔ کوئی معاملہ کتنا ہی الجھا ہوا ہو، وہ فوراً صاف اور صحیح پہلو پا لیتے تھے اور پھر تم بحث مغالطہ کتنا ہی اُلجھائے، آنکا دماغ متاثر نہیں ہوتا تھا۔ آنکی قوت تقریر ایک مانی ہوئی بات ہے۔ انکی تقریر میں نہ تو صرف نظر فریب فصاحت ہوتی تھی نہ صرف خشک استدلال، بلکہ خطابت (آریٹری) کے یہ دونوں ضروری عنصر اپنی مناسبت کے ساتھ مرتب ہوتے تھے، اور جیسا کہ یونانی مقرروں کا مقولہ ہے، ایک مقرر کیلئے سب سے بڑا وصف یہی ہے کہ ان دونوں عنصروں کی ترکیب میں بے اعتدالی سے محفوظ رہے۔ انکے دماغ سے کہیں زیادہ آنکا دل مالا مال تھا۔ حب الوطنی کے شعلوں سے آنکے دل کا تنور ہمیشہ گرم رہتا تھا۔ وہ اپنی زندگی میں بھی ایک جلتی ہوئی چتا تھے۔ آنکی فیاضی اور ابنائے جنس کی بے پایاں ہمدردی کا سب نے بطور ایک مسلّم واقعہ کے ذکر کیا ہے۔ آنکی فیاضی عامۂ اخلاق کے نزدیک اسراف سمجھی جاتی تھی۔ سب جانتے ہیں کہ انہوں نے لاکھوں روپئے کمائے [illegible] ماہانہ دس ہزار روپئے خرچ کیلئے پاس تھے [illegible] انہوں نے وطن کی خدمت کیلئے سچ مچ کو زندگی کی ساری آسائشیں قربان کردیں۔ وہ کلکتہ کی اعلیٰ آسائش پسند سوسائٹی کی شاندار زندگی ترک کرکے کھدر کی ایک چادر پر قانع ہوگئے تھے!

آپکے یہ تمام اوصاف آج عام طور پر مسلّم، سب کی زبانوں پر ہیں۔ لیکن میں صرف انہی پر قانع نہیں ہوسکتا۔ میں اس سے بھی زیادہ کوئی بات معلوم کرنی چاہتا ہوں۔ یہ اوصاف بلا شبہ غیر معمولی ہیں۔ لیکن ایسے نہیں ہیں جن میں دوسروں کا حصہ نہو۔ ہندوستان اسوقت رہنماؤں اور رہنمائی کی قابلیت رکھنے والوں سے مفلس نہیں ہے۔ اسکے رہنماؤں کی صف کافی طویل ہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو بجا طور پر ان اوصاف کا کم و بیش دعوا کر سکتے ہیں۔ پس ہمیں صرف اسی حد تک رک نہیں جانا چاہیے۔ ہمیں جستجو کرنی چاہیے کہ انکے رہنمایانہ خصائص کے وہ خاص اوصاف کیا تھے جنکی وجہ سے انہوں نے اتنے قلیل عرصہ میں ایسی ممتاز کامیابی حاصل کرلی؟

[illegible] حضرت صاحب [illegible] دلاور، سب سے سادہ فیاض اور دماغ والے [illegible] اور پھر دفتری اقتدار سے [illegible] چترنجن داس

(دو وصف)

میرے خیال میں انکے دو خاص وصف ایسے تھے جن میں آنکی رہنمایانہ زندگی کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ میں ان دو وصفوں کو آنکی ساری قابلیتوں میں ابھرا ہوا دیکھتا ہوں:

اول یہ کہ انکے اندر ایک نڈر اور بے باک قوت عمل موجود تھی۔

ثانیاً یہ کہ انکی حب الوطنی اور قومیت فرقہ وارانہ جذبات سے پوری طرح پاک و صاف تھی۔

یہ دو باتیں دیکھنے میں بہت معمولی ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ انہی دو وصفوں کے اندر ایک ہندوستانی رہنما کیلئے آج سب سے بڑی آزمائش مضمر ہے۔ میں خیال کرتا ہوں دوسرے وصف کے بغیر تو ہندوستان جیسے ملک میں سچی حب الوطنی اور قومیت کا نشو و نما ہو ہی نہیں سکتا۔

نڈر اور بے باک قوت عمل سے میرا مقصود یہ ہے کہ ہم میں ایک بے باک اور خطرہ میں کود پڑنے والے سپاہی کی طرح ہم کرنے کی روح موجود ہو۔ جو بات ہمارے اعتقاد میں سچی اور ضروری ہو [illegible] ایک [illegible] نپولین [illegible] آزما ڈھونڈھنا پڑیگا۔ نپولین نے جنگ مرینگو کا نقشہ [illegible] دے لیا تھا، لیکن کوہ الپس کی ناقابل عبور چوٹی سے جب فرانسیسی فوج گزر گئی تو یہ اسکے دماغ کا نہیں، اسکی بے باک شجاعت و ہمت کا کام تھا!

چترنجن داس نے اسی وصف کا مجسم خاص طور پر [illegible] ممکن ہے وہ سوچنے میں سست ہوں، لیکن [illegible] بے دھڑک اور بے باک تھے۔ کوئی معاملہ کتنا ہی [illegible] اور پیچ در پیچ کیوں نہ ہو، وہ فوراً ایک رائے قائم کرلیتے اور پھر بے دھڑک چل کھڑے ہوتے تھے۔ جھجھک اور تذبذب کو انکی سیرت (کیریکٹر) میں جگہ نہیں ملی تھی۔ وہ عملی سیاست میں اس

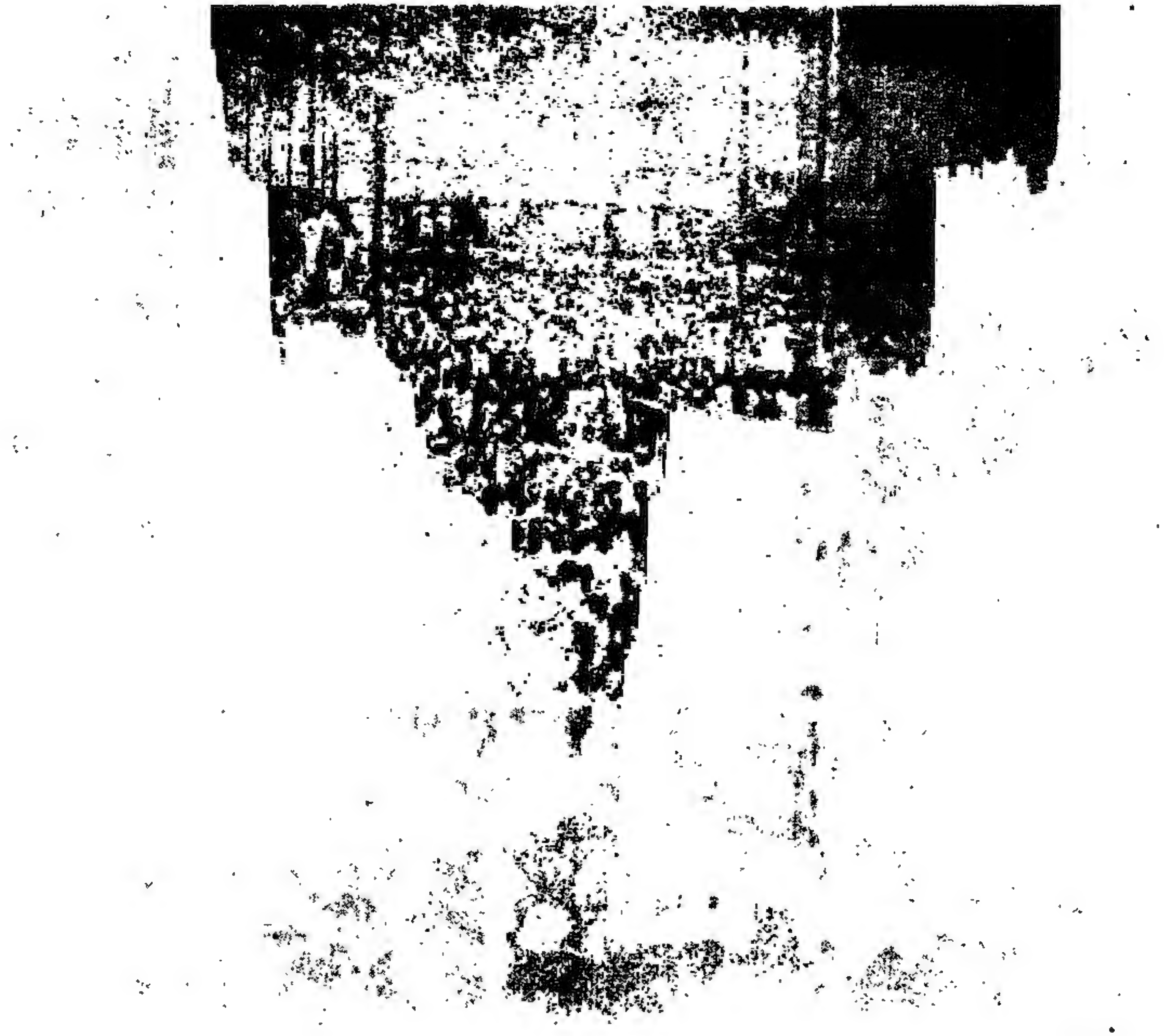

۱۹ - جون سنہ ۱۹۲۵ - کو کلکتہ کی تمام آبادی سڑکوں پر جمع ہوگئی تھی تاکہ مسٹر داس کی نعش کا استقبال کرے۔
لیکن اپریل سنہ ۲۶ - میں بھی آبادی سڑکوں پر دوبارہ جمع ہوگئی تاکہ ایک
دوسرے کا سر پھوڑے۔

پارٹی منظور نہ کر سکے گی - نتیجہ یہ نکلیگا کہ مسلمان مایوس ہوکر الگ ہوجائینگے ' اور مسلمانوں کی علحدگی کے بعد کانگرس پارٹی نہ تو کارنسل کے اندر کچھہ کر سکیگی - نہ باہر مضبوط ہو سکیگی -

چنانچہ مسلمانوں کے مطالبات کی ایک فہرست ایک بڑے سرکاری افسر کے یہاں طیار کی گئی - اچانک ایک دن صبح مجھے معلوم ہوا کہ آج مطالبات پیش کیے جائینگے - میں نے اسی وقت مسٹر داس سے بذریعہ ٹیلی فون گفتگو کی - میں نے دریافت کیا کہ اگر یہ مطالبات پیش ہوے تو آپکا طرز عمل کیا ہوگا ؟ انہوں نے بلا کسی تامل کے جواب دیا " میں فوراً منظور کر لونگا - کوئی وجہ نہیں کہ ایک معقول مطالبہ منظور نہ کیا جاے اگرچہ بے موقعہ پیش ہوا ہو " - یقیناً انہوں نے یہ فیصلہ پانچ منٹ سے بھی کم میں کردیا تھا !

دارجلنگ میں جنازہ کا کلکتہ کی طرف کوچ

اس طرح ایک سخت خطرہ سے فوراً نجات ملگئی - البتہ ایک دوسرا خطرہ پیدا ہوگیا - یعنے مخالفت کا وہ طوفان عظیم جو اس کے خلاف شروع ہوا - لیکن اسکے فرو کرنے کیلئے بھی ہم اس وقت کافی طاقتور تھے -

(کارپوریشن کی میرشپ)

شاید کلکتہ سے باہر بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ جب کارپوریشن کلکتہ کے پچھلے انتخابات میں کانگرس کو کامیابی ہوئی ' اور کارپوریشن کے لیے میر کے انتخاب کا مسئلہ پیش آیا ' تو مسٹر داس بالکل طیار نہ تھے کہ خود میر منتخب ہوں - پہلی مرتبہ جب اس بارے میں مجھہ میں اور ان میں مشورہ ہوا تو انہوں نے زور دے کر کہا " میں چاہتا ہوں پہلا میر ایک مسلمان ہو - یہ اس روح کا عملی ثبوت ہوگا جو کانگرس پارٹی نے مسلمانوں کی نسبت ظاہر کی ہے - اور چونکہ بجز تمہارے اور کوئی مسلمان ایسا موجود نہیں جسے ہم سب بالاتفاق منتخب کرلیں ' اسلیے تم اسکے لیے

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم؟
(۳۰: ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

مغرب اقصیٰ اور اندلس پر ایک نظرِ اعتبار!

ایک مصری سیاح کے تاثرات

الجزائر

۹۷ سال سے الجزائر پر فرانس کا قبضہ ہو۔ فرانسیسیوں کی چستی و چالاکی، ذہانت و ذوق مشہور ہو۔ الجزائر اس کی بہترین نمائش گاہ ہو۔ ملک کا اکثر حصہ، جنت کا نمونہ بن گیا ہو۔ اسمٰعیل پاشا خدیو نے مصر کے لئے دعا کی تھی کہ "افریقہ کا یہ خطہ یورپ بن جائے" خدا نے الجزائر میں اُن کی دعا قبول کرلی! محال ہو کہ کوئی سیاح اسے نیم متمدن افریقہ سمجھے۔ اب یہ یورپ کا ایک ٹکڑا اور بہترین ٹکڑا ہو، فرانس کا ٹکڑا ہو، بلکہ فرانس کا سب سے بہتر ٹکڑا — پیرس ہو!

الجزائر "پیرس" بن گیا ہو۔ یعنی الجزائر کی سرزمین؛ لیکن اس سرزمین کے باشندوں کا کیا حال ہو؟ کیا اُنھیں بھی "پیرس" کے باشندوں کی زندگی حاصل ہو؟ افسوس! اس سرزمین "بہشت" بن گئی ہو مگر اس کے بدنصیب باشندوں کے لئے غلامی اور غلامی کی زندگی کے "جہنم" کے سوا کچھ نہیں ہو! وہ نہ تو "عربی" رہے اور نہ "فرانسیسی" بن سکے۔ فرانسیسی تمدن اس سرزمین پر قبضہ کرتا جاتا ہو، اور وہاں کے اصلی باشندے جگہ چھوڑتے جاتے ہیں گویا نئی تہذیب انہیں دھکیل رہی ہو، اور ملک کے اُن گوشوں کے اندر قید کررہی ہو جو علم و تمدن کی روشنی سے محروم ہیں۔

الجزائر کے بڑے شہروں میں دیسی باشندوں کا کوئی گھر نظر نہیں آتا، بازاروں میں ان کی کوئی بڑی دوکان نہیں۔ چلئے خاص سیرگاہوں، درجہ اول کی گاڑیوں میں کبھی الجزائری نظر نہیں آئے گا۔ گویا پورا ملک اپنے اصلی باشندوں سے خالی ہوگیا ہو۔ بڑی تلاش کے بعد شہروں میں دو چار حقیر اور میلے کچیلے محلے ملتے ہیں۔ الجزائری انھیں محلوں میں قید ہیں۔ یہ اِن محلوں اور بازاروں میں اگر آتے بھی ہیں تو بھیک مانگنے، مزدوری کرنے، گاڑیاں چلانے! وما کان اللہ لیظلمہم ولکن کانوا انفسہم یظلمون!

الجزائر میں الجزائریوں کی تعداد برابر کم ہورہی ہو، اور فرانسیسی بڑھ رہے ہیں۔ اُن کا ٹڈی دل یورپ سے چلا آرہا ہو اور الجزائری جوق جوق پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف بھاگ رہے ہیں حتی کہ اس وقت ان کی آبادی چھ میں ایک رہ گئی ہو۔ بڑے بڑے شہروں میں ان کی تعداد اور بھی کم ہو۔ پائے تخت میں ایک چوتھائی سے بھی کم ہوگئے!

اگر تاریخ کا افسانہ صحیح ہو اور قومیں اُسی طرح فنا ہوجاتی ہیں جس طرح افراد اور حیوانات و نباتات، تو تاریخ کو اپنے دامن میں ایک نئے افسانۂ زوال کے لئے گنجائش نکال لینی چاہئے۔ عنقریب ایک بربری قوم صفحۂ روزگار سے حرف غلط کی طرح مٹ جانیوالی ہو۔ یہ قوم الجزائر کی سرزمین پر پڑی سسک رہی ہو۔ زیادہ سے زیادہ سو برس اُسے دم توڑنے میں اور لگیں گے۔ کون کہتا ہو جہل و غفلت کے ہاتھ پاؤں نہیں؟ جسے دیکھنا ہو الجزائر میں آئے۔ یہاں جہل کے ہاتھ ایک قوم کا گلا گھونٹ رہے ہیں، اور غفلت اپنے پیروں سے اُسے کچل رہی ہو!

مراکش

مراکش اور الجزائر میں بہت فرق ہو۔ زمین میں بھی اختلاف ہو۔ باشندوں کے طبائع و خصوصیات میں بھی اختلاف ہو۔ مراکش زیادہ سرسبز اور خوبصورت ہو۔ مراکش، اسپین سے بہت مشابہ ہو۔ وہ در اصل اسپین ہی ہو صرف سمندر کی گردن نے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کردیا ہو۔ مراکش اور اسپین کے باشندوں میں بھی بہت مشابہت ہو۔ ایک ہی خاندان کی دو شاخیں معلوم ہوتے ہیں!

اہل مراکش کی معاشرتی زندگی اور قدیم تاریخ، دونوں سے ثابت ہوتا ہو کہ ایک وقت میں یہ قوم بہت بڑے تمدن کی مالک تھی، مشرق اور مغرب کے مابین درمیانی کڑی تھی۔ آسمان تمدن پر ایک روشن سورج تھی اور چاردانگ عالم کو روشن کررہی تھی۔ لیکن جس قدر اس کی ترقی کی رفتار تیز رہی تھی، اُسی قدر اس کا زوال بھی سریع السیر تھا۔ یوں کہنا چاہئے کہ اسپر قبل از وقت بڑھاپا آگیا!

مراکشیوں کی موجودہ معاشرتی زندگی کی ایک عجیب خصوصیت اُنکے ہر طبقہ اور ہر درجہ کی یکساں معنویت ہو۔ ایسی معنویت جو ایک ادارۂ و تمدن رفتہ کی خبر دیتی ہو۔ سب پرانے پادشاہوں کا سا دراز اور طویل الذیل لباس پہنتے ہیں۔ سب کے چہروں پر بڈھوں کی سی متانت اور سنجیدگی نظر آتی ہو۔ ہر مراکشی اپنی داڑھی اور وضع قطع میں ایک پیر مرشد اور ثقہ عالم معلوم ہوتا ہو۔ سکون، سکوت، آہستگی، سنجیدگی، ہر حال میں ملحوظ رہیگی۔ ہاتھ ہلائینگے تو رُک رُک کر، سر گھمائیں گے تو سوچ سوچ کر، بولیں گے تو ٹھہر ٹھہر کر، چلیں گے تو متانت و تمکنت سے دامن لباس سنبھالتے ہوئے! میرے خیال میں یہ لباس عیش پسند پادشاہوں کا تھا لیکن پوری قوم عیش پسند ہوگئی، اور سب نے پادشاہوں کا لباس پہن لیا!

ناممکن ہو کہ آج کے مراکشی نے اسپین فتح کیا ہو اور آدھا فرانس تہ و بالا کرڈالا ہو۔ نازک جوتیاں پہننے والا پہاڑوں پر کیسے دوڑ سکتا ہو؟ لمبے لمبے جبے، بھاری بھاری عمامے انسان کو کب چست و چالاک بننے دے سکتے ہیں؟ لیکن نہیں وہ بھی مراکشی تھے۔ اُس وقت مراکش جوان تھا۔ اب بوڑھا ہوگیا ہو!

مراکشیوں اور جزائریوں میں فرق

اہل مراکش کے چہروں پر مجھے وہ نیکی دکھائی دی جو اہل جزائر کے چہروں پر موجود نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا یہ محض ظاہری فرق ہو یا حقیقی ہو؟ مراکشی داڑھیوں کی پرورش کرتے ہیں۔ خدا اُنکے گھنے بالوں میں برکت دے! برخلاف اُنکے جزائری کلوں کی صفائی کرتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔ خدا اُنھیں طول و عرض میں پھیلائے! مراکشی کتنے ہی غیظ و غضب کا اظہار کرے مگر بغض و کینے سے اُس کا دل خالی ہو۔ وہ واقعی نیک اور پاک دل ہوتا ہو۔

مراکشی کی ساکن نظریں اُس کے باطنی سکون کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن اس سکون کے ساتھ غفلت بھی نمایاں دکھائی دیتی ہو اور بسا اوقات حماقت تک پہنچ جاتی ہو۔ لیکن اُن میں یہ غفلت و حماقت کہاں سے آئی؟ حالانکہ وہ شراب اور ہر قسم کے نشوں سے قطعی طور پر دور ہیں۔ اگر واقعی ان میں غفلت و حماقت موجود ہو تو یہ اُس عیش و راحت کا نتیجہ ہوگی جس میں وہ صدیوں سے مبتلا ہیں۔

میرے خیال میں مراکشی غفلت و حماقت کے اس قدر شکار نہیں ہوئے ہیں جس قدر مصائب نے اُنکے حواس گم کردیئے ہیں۔ ہر طرف سے اُن کے وطن پر اغیار کی یورش ہو۔ وہ بے بس ہوگئے ہیں۔ چارۂ کار نظر نہیں آتا۔ اس حالت نے اُنھیں مدہوش بنادیا ہو حالانکہ وہ حقیقت میں مدہوش نہیں ہیں: وتری الناس سکاری، وما ہم بسکاری، ولکن عذاب اللہ شدید!

برخلاف اِن کے جزائری کی نظریں تیز اور ولولوں سے لبریز ہیں۔ لیکن کمزوری اُنھیں نیچا کئے دیتی ہو۔ اُن کی نظروں سے ایسا معلوم ہوتا ہو، گویا بیمار شیر ہیں، اور زنجیروں میں کسے ہوئے ہیں۔ اُن میں زندہ دلی بھی ہو، اور اتنی ہو کہ اگر میدان خالی پائے تو خطرناک صورت اختیار کرلے!

اہل مراکش کی عربیت میرے لئے بہت مشکل تھی۔ برخلاف اس کے الجزائر کی زبان مصر و شام کی عربی سے زیادہ قریب ہو۔ البتہ الجزائر کی زبان میں یہ خرابی بہت نمایاں ہوگئی ہو کہ انھوں نے بکثرت فرانسیسی لفظ داخل کرلئے ہیں۔ فصیح عربی وہاں تقریباً مفقود ہوتی جاتی ہو۔

اندلس

اندلس (اسپین) اسلام و عرب کی آٹھ صدیوں کا افسانہ بہت مفصل ہو۔ لاکھ مختصر کیا جائے مگر اس کا نقشہ کھینچا نہیں

طیار هو جاؤ " اسوقت تک الڈرمین کا انتخاب بهي نهیں هوا تها - انهوں نے پانچ الڈرمین میں ایک نام میرا اسي غرض سے رکها تها تاکه مجهے میر منتخب کیا جاسکے -

لیکن میں نے نهایت اصرار کے ساتهه اس سے اختلاف کیا - میں نے کہا - جهانتک میري ذات خاص کا تعلق هے میں نه تو اب اور نه کبهي آئنده اپنے آپ کو ان مناصب کے لئے مستعد کرسکتا هوں - میري زندگي کي رفتار ابتدا سے دوسري هے - وه کسي طرح ان مناصب کے ساتهه جمع نهیں هوسکتي - باقي رها کسي مسلمان کا میر هونا ' تو بلا شبه مسلمانوں کو پوري کشاده دلي کے ساتهه موقعه دینا چاهیے - لیکن اسوقت هر اعتبار سے ضروري هے که آپ هي میر منتخب کیے جائیں - خود مسلمانوں کي بهي خواهش یهي هے -

(میرا اُن کا باهمي تعلق)

میں چند الفاظ اپنے اور اُن کے باهمي تعلقات کي نسبت کہے بغیر نهیں ره سکتا - اُن کي برادرانه محبت کي یاد میرے دل کا ایک نا قابل اندمال زخم هے - همارا ایک دوسرے سے تعارف سوسائٹي میں نهیں هوا - نه هم میں اور کسي طرح کا ذاتي تعلق تها - محض قومي خدمت کے سلسله میں ایک دوسرے سے روشناس هوے - لیکن طبیعتوں کي مناسبت نے بہت جلد دلي علاقه کي صورت اختیار کرلي - حتی که هم محسوس کرنے لگے که دو بهائیوں کي طرح ایک دوسرے سے منسلک هوچکے هیں -

سنه ۱۹۱۷ - سے پہلے ان کي شهرت زیاده تر به حیثیت ایک کامیاب بیرسٹر کے تهي - اسي سنه میں وه پبلک پلیٹ فارم پر نمایاں هوئے - میں اسوقت نظر بند هوچکا تها اور رانچي میں مقیم تها - اخبارات میں ان کي سرگرمیوں کا حال پڑهتا رها - جنوري سنه ۲۰ میں جب رها هوکر واپس آیا ' تو پہلي مرتبه اُن سے شناسائي هوئي - ایک دعوت میں جو مجهے دي گئي تهي ' وه بهي شریک تهے - لیکن یه شناسائي محض سرسري تهي - اس کے بعد هي " نان کواپریشن " کي تحریک کا ابتدائي زمانه شروع هوگیا اور اگست میں کانگریس کا خاص اجلاس کلکته میں منعقد هوا - اس موقعه پر وه اس نظام عمل سے متفق نه هوسکے - سال کے آخر تک مخالف رهے - اور اس لئے یه زمانه هم دونوں نے باهمي مخالفت میں بسر کیا - وه ناگپور کانگریس کے لئے مخالفانه طیاریاں کر رهے تهے - میري کوششیں موافقانه تهیں -

ناگپور کانگریس میں وه اس لائحه عمل سے متفق هوگئے ' اور پهر هم دونوں از سرنو ملے تاکه بنگال کے کاموں کي نسبت مشوره کریں - في الحقیقت اسي زمانه سے میرے اُن کے تعلقات کا اصلي زمانه شروع هوتا هے - اس تاریخ سے لیکر اُن کے انتقال تک میرا اُن کا شب و روز ساتهه رها - روز بروز باهم ایک دوسرے سے قریب تر هوتے گئے - انهیں مجهپر اعتماد تها - اور میرے دل پر ان کي خوبیاں نقش تهیں -

باهمي علائق کا یه زمانه کچهه عجیب گونا گوں حالت میں بسر هوا - اس میں دسمبر سنه ۲۱ - کا وه یادگار وقت بهي شامل هے جب سب سے پہلے بنگال میں " سول ڈس اوبیڈینس " کا قدم اٹهایا گیا اور دو هفته کے اندر اس نے حکومت کو مجبور کردیا که سختي و مقابله کي جگه صلح و آشتي کا هاته بڑهائے - اس زمانه میں هم رات کے دو بجے تک اکٹهے بیٹهتے ' اور دوسرے دن کا پروگرام تجویز کرتے - ۹ دسمبر سنه ۲۱ - کو همیں معلوم هوگیا که اب هماري گرفتاري میں تاخیر نهیں کي جائیگي - اس دن رات کے گیاره بجے مسٹر کیرن شنکر رائے کے مکان پر همارا آخري اجتماع هوا ' اور دوسرے دن سه پهر کو به یک وقت گرفتار کرلیے گئے - قید خانه میں بهي هماري یک جائي قائم رهي - البته انهیں چهه ماه کي سزا دي گئي تهي - مجهے ایک سال کي - اس لیے وه مجهه سے چهه ماه پہلے رها هوگئے -

۶ - جنوري سنه ۲۳ - کو جب میں رها هوا ' تو کانگریس دو جماعتوں میں بٹ چکي تهي - اور نئي سواراجیه پارٹي کے لیڈر مسٹر داس تهے - دونوں جماعتیں مجهے اپني طرف کهینچ رهي تهیں لیکن میں کسي میں بهي شریک نهیں هوا ' اور اپنا وقت تمام تر اس کوشش میں صرف کر دیا که کسي طرح یه اختلاف دور هوجاے - یا کم از کم ایسي شکل اختیار کرلے که کانگریس کي مجموعي طاقت باهمي جنگ و جدال میں ضائع نه جاے - چونکه دونوں طرف جماعت بندي کے شدید جذبات کام کر رهے تهے ' اور متحده نقطۂ عمل اپني جگهه سے هٹ چکا تها ' اسلئے قدم قدم پر مشکلات پیش آئیں - بالاخر کامل آٹهه ماه کي جد و جهد کے بعد مجهے اپني کوشش میں کامیابي هوئي اور دهلي کے خاص اجلاس کانگریس میں ایک متفقه فیصله هوگیا -

اس کوشش کے اثنا میں مسٹر داس کا جو طرز عمل ظاهر و باطن رها ' اسنے میرے دل پر انکي غیر معمولي صفات کا اثر اور زیاده گهرائي کے ساتهه نقش کردیا - میں اس کام میں به حیثیت ایک صلح جو (پیس میکر) کے مجبور تها که حسب ضرورت دونوں طرف رد و کد کروں ' اور کبهي ایک جماعت کو دباؤں - کبهي دوسري کو - بارها هم میں نهایت تیز اور سخت بحثیں بهي هوئیں - مجهے جس طرح " نو چینجرز " کے جمود و تقلید سے اختلاف تها - اسي طرح " پرو چینجرز " کي بے قیدي سے بهي متفق نه تها - با این همه ان تمام حالات کے اندر بهي جو حقیقت برابر مجهپر کهلتي گئي ' وه به حیثیت ایک سیاسي قائد اور مدبر کے مسٹر داس کي شخصیت تهي -

جهانتک هندو مسلم مسئله کا تعلق هے ' میرا انکا معامله کچهه عجیب طرح کا تها - میں ڈرتا هوں که ملک کي موجوده آب و هوا میں بہت کم لوگ اسے ٹهیک طور پر سمجهه سکینگے - هم جب کبهي اس طرح کے معاملات پر گفتگو کرتے تهے ' تو بلا مبالغه همیں ایک ادنی احساس بهي کسي طرح کي تفریق کا نهیں هوتا تها - بارها وه کسي معامله میں هندوں کي کسي جماعت کے نقطۂ خیال کے خلاف راے دیتے - اور میں مسلمانوں کے کسي گروه کي راے سے متفق نه هو سکتا - میرے دل میں کبهي یه گمان بهي نهیں گزرتا که ان میں میرے هم مذهبوں کے خلاف کوئي فرقه وارانه جذبه هے - اسي طرح وه بهي کبهي اس کا خیال نهیں کر سکتے تهے که میري حق پسندي فرقه وارانه خود غرضي سے آلوده هو سکتي هے - وه تمام معاملات جو آج ملک میں فرقه وارانه نزاعات کا ایک طوفان برپا کردیتے هیں ' همارے سامنے آتے تهے ' اور هم اس آساني کے ساتهه فیصله کرلیتے تهے که هم دونوں کے علاوه کسي تیسرے کو کانوں کان خبر بهي نهیں هوتي تهي - بارها هم نے ایک دوسرے سے یه سوال کیا که کیا تمام ملک کے اندر دس بیس انسان بهي ایسے پیدا نهیں هو سکتے جو اسي طرح انصاف اور حق پسندي کے ساتهه هر معامله پر نظر ڈالیں ؟

بے خبر نہ تھا۔ عاشورہ کی مجلس کا خاتمہ انہی نازنینوں کے ہاتھوں پر ہوا کرتا تھا۔ انکے چہرے کھلے ہوئے زہد شکن حسن سے تر اُنکی آنکھوں سے شوخی ٹپک رہی تھی، اداءیں مستانہ۔ اور ہاتھوں میں جام اور بلوری صراحیاں، آموجود ہوئیں۔ دَور چلنے لگا۔ کس چیز کا دَور؟ پانی کا؟ نہیں۔ شربت کا؟ نہیں۔ مے کا!! درویشوں کی اصطلاح میں "شراب طہورہ" کا! محرم کی مجلس! حسین علیہ السلام کا ماتم! اور ساغر و پیمانہ! یہ ساقی! یہ سال بھر کے بھوکے خانقاہ نشین درویش!

ساقی نے تین پھیرے کئے۔ یاران قدح نوش پر مستی چھا گئی کچھ عجب "سرور" کا عالم ہوا۔ ہر پہلو میں ایک ایک ساقی نے جگہ لے لی۔ پھر "نغمۂ معرفت" شروع ہوا۔ تمام حاضرین نے وجد کے ساتھ گانا شروع کیا۔ صرف ایک میں اپنی خشک طبعی کی وجہ سے اس "سعادت" سے محروم رہا تھا۔

اس "نغمۂ معرفت" کے چند بند ملاحظہ ہوں:

"کاف اور نون "(کن) کے خطاب سے بھی پہلے ہم موجود تھے۔ قبل اس کے کہ کسی کو دیدار ربانی حاصل ہو، ہم رب سے قاب قوسین او ادنیٰ تھے!"

"آدم سے پہلے، حوا سے پہلے ہم حق تھے اور حق کے ساتھ "بستر مبہم" میں ہم آغوش تھے!"

"ہم ایک رات مریم بتول کے ساتھ لیٹے (معاذ اللہ) ہم ہی عیسیٰ مسیح کے باپ تھے!" (معاذ اللہ)

"ہمیں کو موسیٰ کلیم نے پکارا تھا "رب ارنی" (خدایا مجھے اپنا جلوہ دکھا)

"ہمیں نے موسیٰ کو جواب دیا تھا "لن ترانی" (تو مجھے ہرگز دیکھ نہیں سکتا)

"ہم ہی طور سینا پر جلوہ گر ہوئے تھے!......"

جب رات زیادہ گئی۔ درویش اور نازنین حجروں کی طرف مڑ گئے تو میں اپنے رفیق کے ساتھ دن بھر کی پیاس سے قریب موت، زینہ سے نیچے اُتر رہا تھا۔

حکومت نے اب "غم ماتم" کی یہ مجلسیں موقوف کر دی ہیں۔ استنبول کے عیاش، سابق خانقاہ نشین درویش اُنکے غم میں مدتوں روئیں گے۔

موجودہ ترکی حکومت کی اصلاحات الحاد و بے دینی سے تعبیر کی جاتی ہیں کہ آنے اس طرح کے تمام "مذہبی" اور "مقدس" اعمال و رسوم بند کر دیئے ہیں۔ لیکن کیا آپکے قارئین کرام میں سے کوئی بزرگ مجھے بتلائیں گے کہ اسلام کے نقطۂ خیال سے اس طرح کی رسوم کیا حکم رکھتی تھیں؟ اور ان کا "انسداد" "الحاد" اور "بے دینی" ہے، یا "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کا قیام ہے؟

امیر البحر برسٹل اور ترکی انقلاب

امیر البحر برسٹل، ٹرکی میں امریکہ کے سیاسی نمائندے ہیں اس ہفتہ انھوں نے ترکی انقلاب کے متعلق اپنے خیالات یہاں کے اخبارات میں شایع کئے ہیں۔ اُنکے خیالات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"مشرق قریب میں میری زندگی کے یہ ۸ برس میری پوری پچھلی زندگی کے اہم ترین سال ہیں۔ میں نے اس مدت میں بے شمار عقلی و ذہنی فوائد حاصل کئے۔ میں نے ایک قوم کی موت اور اُس کی دوبارہ زندگی اپنی آنکھوں سے دیکھی!

"ترکی کا موجودہ انقلاب، درحقیقت تاریخ جدید کا حیرت انگیز واقعہ ہے۔ یہ انقلاب اچانک نہیں ہو گیا جیسا کہ بہت سے لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں۔ یہ سالہا سال سے اندر ہی اندر اپنی منزلیں پکا رہا تھا، یہاں تک کہ اب سطح پر نمایاں ہو گیا۔ بلاشبہ انقلاب بہت جلد ہو گیا۔ لیکن اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ خوش قسمتی سے ٹرکی کو عین وقت پر ایسے اولوالعزم، مدبر، بہادر اور قابل رہنما مل گئے، جو بجا طور پر تاریخ کی عظیم ترین شخصیتوں کے ساتھ شمار کئے جا سکتے ہیں۔ ان ترکی رہنماؤں نے اپنی ان تھک کوششوں اور حیرت انگیز جوش سے ایک نہایت قلیل مدت کے اندر وہ نتائج حاصل کر لئے جنکے لئے قوموں کو صدیوں تک انتظار کرنا پڑتا ہے!

"کوئی شخص بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ٹرکی کی آخری جنگ، وطنی حکومت کا قیام، پھر سابق حکومت کی برطرفی، اور جمہوریت کی تاسیس، ایسے عظیم الشان واقعات ہیں جو ہمیشہ یادگار رہیں گے، اور اُنکے ساتھ غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور اُنکے رفقاء کے نام بھی ہمیشہ زندہ رہینگے!

۱۹۱۹ء میں جب میں یہاں پہونچا، تو قریب تھا، یہ ملک دنیا کے نقشے سے مٹ جائے۔ لیکن آج کیا حال ہے؟ آج ٹرکی صحیح معنوں میں خود مختار، طاقتور اور نو ملک ہے۔ ایک امید افزا مستقبل اُس کے سامنے ہے۔ میں بغیر کسی جھجک کے اعلان کرتا ہوں کہ جب کبھی مجھے ٹرکی کی جنگ آزادی کا خیال آتا ہے، میرا سر شرافت اور بہادر قوم کی عظمت کے سامنے جھک جاتا ہے!

"تلوار کا جہاد ختم ہو چکا۔ اب تجارتی و اقتصادی جہاد شروع ہوا ہے۔ یہ جہاد پہلے جہاد سے بھی زیادہ سخت ہے اور عظیم قربانیاں طلب کرتا ہے۔ اس میدان میں بھی ترک پوری طرح ساعی ہیں لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اب تک اُنھیں نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ملک کی ناتجربہ کاری ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر کوششیں جاری رہیں تو ترک یہ میدان بھی سر کر لینگے۔ نئی ریلوں کا جاری ہونا، نئی بندرگاہوں کا کھلنا، نئی سڑکوں کی تعمیر، زراعت کی ترقی، تعلیم کا عموم، حفظان صحت کا اہتمام اور اقتصادی معاملات سے عام دلچسپی، یہ ساری باتیں ایک نہایت روشن مستقبل کی خبر دے رہی ہیں!

"عدل و انصاف اور امن و امان کا دَور دورہ اور ماہرین فن الیات و اقتصادیات کی کثرت ہمیں بہت کچھ امیدیں دلا رہی ہے۔ پھر ٹرکی کا صلح جویانہ مسلک، اپنے پڑوسیوں سے دوستانہ تعلقات جنگی قوت کے عاجلانہ استعمال سے پرہیز، ایسی باتیں ہیں جو دنیا بھر میں ٹرکی کو معزز بنا رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ٹرکی، بدامنی اور فساد کے اس مرکز (مشرق قریب) کی ہمیشہ یوں ہی نگرانی کرتا رہے گا اور اُسے کبھی بھڑکنے نہیں دیگا۔

"میں خیال کرتا ہوں کہ اب امریکہ، ٹرکی کو پہلے سے زیادہ جاننے پہچاننے لگا ہے۔ اہل امریکہ عملی لوگ ہیں، اور ہمیشہ صرف نتائج ہی پر نظر رکھتے ہیں۔ قدیم ٹرکی کے متعلق مشہور تھا کہ یہاں ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن اگر موجودہ حکومت نے موجودہ مساوات کو ہمیشہ کے لئے قائم کر دکھایا (جیسا کہ مجھے اُمید ہے کہ وہ کر دکھائیگی) تو کوئی وجہ نہیں کہ امریکہ میں بہت جلد عزت و عظمت حاصل نہ کر لے۔"

انگورہ - قیصریہ ریلوے

گزشتہ ہفتہ "انگورہ - قیصریہ" ریلوے ...... لائن کا افتتاح ہو گیا۔ یہ ریلوے مختلف حیثیتوں سے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ جنگی نقطۂ نظر سے تو یہ ٹرکی کے لئے بمنزلۂ روح ہے۔ جنگ آزادی کے زمانے میں ترکوں نے یہ حقیقت معلوم کر لی تھی۔ دشمن انگورہ کے دروازوں پر کھڑا دستک دے رہا تھا اور ترکی فوجیں دور دراز علاقوں میں بکھری پڑی تھیں۔ کیونکہ اندرون ملک میں کافی ریلوے لائنیں نہ تھیں۔ پہلے انگورہ سے قیصریہ تک گھوڑوں اور گاڑیوں پر چھ اور نو دن لگتے تھے۔ فوجی نقل و حرکت کے لئے اس سے کتنی مدت صرف ہوتی تھی۔ اب ریل بنجانے کے بعد یہ پوری مسافت صرف چند گھنٹوں کی مسافت ہوا!

تجارتی اور اقتصادی لحاظ سے بھی یہ ریلوے بہت مفید ہوگی۔ اندرون ملک کی پیداوار بہ آسانی ہر جگہ منتقل کی جا سکے گی اور ضروری اشیاء بہ آسانی وہاں پہنچ جایا کریں گی۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس ریلوے نے ترکی عزم و ہمت کا ناقابل رد ثبوت بہم پہونچایا ہے۔ یہ ریلوے صرف ترکی سرمایہ اور ترکی محنت سے طیار ہوئی ہے۔ باہر کے کسی آدمی سے کوئی مدد نہیں لی گئی۔ جب ترکی پارلیمنٹ نے اس کی اسکیم منظور کی تھی تو یورپ کے سرمایہ دار ہنستے تھے۔ وہ کہتے تھے ترک یہ کام تن تنہا انجام نہیں دے سکیں گے۔ لیکن ترکوں نے حیرت انگیز عجلت کے ساتھ انجام دے دیا اور یورپ کی زبانیں حیرت سے بند ہو گئیں!

یہی سبب ہے کہ اس کے افتتاح پر تمام ملک نے مسرت کا عام مظاہرہ کیا۔ افتتاحی جلسہ بھی بڑا شاندار تھا۔ اس جلسہ میں عصمت پاشا وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"قیصریہ کے باشندے ۴۰ سال سے کوشاں تھے کہ کسی طرح اُنکے زرخیز علاقے میں ریل جاری ہو جائے۔ مگر پچھلی حکومتوں کو اس کی توفیق نہ ملی۔ موجودہ جمہوریت نے ملکی آزادی کی طرف سے اطمینان حاصل کرتے ہی سب سے پہلا کام اپنے سامنے یہی رکھا تھا جسکی تکمیل آج ہمارے سامنے ہے۔ جب ہم نے اپنے داخلی پروگرام پر عمل کرنا چاہا اور ریلوے لائنوں کی تعمیر کا ارادہ کیا، تو ہر طرف سے صدائیں اُٹھیں "یہ ناممکن ہے" ہم نے کہا "ناممکن کیسے ہے؟ ہر باشندے کا فرض ہے کہ اپنے ملک کی خوشحالی کے لئے کوشاں ہو۔ فرض بھی کبھی ناممکن ہوا کرتا ہے؟" ہم اپنی قدرت و قابلیت کا دعویٰ کرتے تھے۔ مگر دوسرے حلقوں سے ہماری بے چارگی اور بے قدرتی کا اعلان کیا جاتا تھا لیکن آج کسی کو ہمیں ناقابل کہنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ یہ ریلوے درحقیقت ہماری ایک داخلی اور خارجی فتح ہے۔ لیکن جس طرح ہماری جنگی فتوحات نے ہمیں مغرور اور غافل نہیں کیا تھا، اسی طرح یہ فتح بھی ہماری ہمتوں کو اور آگے بڑھائے گی۔ یہ ریلوے محض ایک ابتدا ہے۔ کئی اور اہم لائنیں طیار ہو رہی ہیں بہت سی عنقریب شروع کی جانے والی ہیں۔ ہم جلد تمام ملک میں، ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہنی خطوط کا جال بچھا دینگے"

روس، انگریزی جھگڑا اور ٹرکی

ادھر کئی مہینہ سے انگلستان اور روس کے تعلقات کی کشیدگی نے خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔ ابھی تک جنگ کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ لیکن اگر جلد تصفیہ نہ ہوا تو مستقبل قریب میں جنگ یقینی ہے۔ اگر یہ جنگ ہوئی تو اُس میں ٹرکی کی کیا حیثیت ہوگی؟

یہ سوال ہے جو اسوقت انگلستان، روس، اور خود ٹرکی میں ہر جگہ پوچھا جا رہا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس جنگ میں ٹرکی کو اپنے جغرافی محل وقوع کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی۔ طرفین کوشاں ہیں کہ اُسے اپنے ساتھ ملا لیں۔ مگر جہاں تک ترکی کی عام رائے کا تعلق ہے، روس کی طرف رجحان عام ہے ترکی اخبارات روس کی حمایت میں مضامین شایع کر رہے ہیں اور کہتے ہیں روس نے ٹرکی کی اُسوقت مدد کی تھی، جب انگلستان نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ ملکر اُسے نیست و نابود کر دینے کی

جاسکتا۔ اسپین کے چپہ چپہ میں عبرتیں ہیں۔ مختلف زمانوں کی یادگاریں ہیں، اس سے پہلے کی، اور اس کے بعد کی یادگاریں ہیں۔ لیکن متمدن تعلیم کے سرافرازاں عربی یادگاروں ہی کی قدر کرتے ہیں، اور انہی کے مشاہدے کے لئے تمام دنیا سے شدِ رحال کر کے آتے ہیں۔

اندلس میں ابتک بکثرت عربی آثار باقی ہیں اگرچہ متعصب ابلہ جاہل اسپینیوں نے ان کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی انھوں نے عرب اور عربوں کو انتہائی دینی جوش کے ساتھ برباد کیا عربوں کا سمندر تک پیچھا کیا، اور اب خود عربی ممالک میں ان کا قلع قمع کر رہے ہیں!

اسپینیوں نے عربی یادگاریں محو کرنے کی پوری کوشش کی مگر چند یادگاریں اتنی سخت جان نکلیں کہ ابتک موجود ہیں۔ پتھر اور چونے کی یادگاروں کے علاوہ بہت سی معنوی یادگاریں بھی ایسی قائم ہیں کہ انھیں کوئی انسانی قوت مٹا نہیں سکتی۔ اسپینی زبان، بے شمار عربی الفاظ سے لبریز ہے۔ ان الفاظ کا نکال دینا ناممکن ہے۔ انکے نکال دینے کے بعد اسپینی زبان، زبان ہی نہیں رہے گی۔ پھر اسپین میں کتنے بے شمار چہرے ہیں، جو پکار پکار کر اعلان کر رہے ہیں کہ ہم عربی ہیں! پیشانی کی ساخت، ناک کی قطع، بالوں کی سیاہی، نرمی، اور پیچ و خم، سب عربی ہیں۔ کتنی آنکھیں ہیں جو عربی سیاح کی آنکھوں سے لپک کر معانقہ کرتیں اور زبان حال سے پکارتی ہیں:

دنا نری اقدامنا فی نعالہم   وانفنا بین اللحی والحواجب!

پھر اسپین کی پوری سرزمین، اور اُس سرزمین کا ذرہ ذرہ عرب شہیدوں کے خون سے تر ہے! اسپینی لاکھ کوشش کریں، اپنی سرزمین سے شہیدوں کا خون جلاوطن نہیں کر سکتے!

اسپین میں ابتک عربوں کے محلے موجود ہیں اگرچہ عرب اُن میں آباد نہیں ہیں۔ مکین نہیں رہے۔ لیکن مکان اب تک موجود ہیں! عربی بازار ہیں، عربی قلعے ہیں، عربی محل ہیں، عربی باغ ہیں۔ مسجدیں بھی ہیں جن کے میناروں پر اب موذن کی صداؤں کی جگہ سنہری صلیبوں کی نمائش ہوتی ہے!

عبرت کے مقامات میں بھی کبھی کوئی ہنسا ہے؟ لیکن میں نے اپنے تئیں اندلس کی عبرتگاہوں میں حیرت سے دیکھا کہ مسکرا رہا ہوں! میں "قصر الحمراء" کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کیونکہ مجھے وہ بادشاہ اور امراء سرنیچے کئے اور کمر جھکائے رینگتے نظر آتے تھے جنھوں نے آباؤ اجداد کی عظمت اپنی عیش پسندی کی نذر کر دی اور خود ذلیل و خوار ہو کر خس و خاشاک کی طرح بہ گئے! میں نے اُنھیں پکار کر کہا "قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا، فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا؟" لیکن میرا یہ جذبہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ فوراً دل نے آہ کی اور دل کی آہ نے آنکھوں میں پہونچکر قطرات اشک کی صورت اختیار کر لی۔ قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ میری زبان پر تھی: کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم، ونعمۃ کانوا فیہا فاکھین! کذالک واورثنا قوما آخرین۔ فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین!

(علی عبدالرازق)

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

منیجر "الہلال" کلکتہ

بریدِ شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ٹرکی کا محرم۔ امیر البحر برسٹل کا بیان۔ انگورہ قیصریہ ریلوے۔ روسی انگریزی جھگڑا اور ٹرکی

ٹرکی کا محرم

ہجری سال ختم ہو رہا ہے۔ نئے سال کی آمد آمد ہے۔ یہاں چائے خانوں میں آجکل بعض لوگ جماہیاں لے رہے ہیں۔ اُنھیں سال نو کی ذرا بھی خوشی نہیں۔ محرم کے غم میں گھلے جاتے ہیں۔ محرم کے پرانے جلسوں اور مجلسوں کی موقوفی پر!

ان کا غم ایک حد تک بجا ہے۔ واقعی ٹرکی خصوصاً قسطنطنیہ کا محرم بہت دلچسپ ہوتا تھا۔ نئی حکومت نے جہاں اور بہت سی پرانی رسمیں موقوف کر دی ہیں، محرم کے جلسے بھی روک دئیے ہیں جنکو کی یہ کتنی ہی بڑی اصلاح کیوں نہ ہو لیکن جنھیں ان جلسوں کی چاٹ پڑ چکی ہے، انھیں ناراض ہونے سے نہیں روکا جا سکتا۔ وہ کہتے ہیں "زندگی کا آدھا مزہ جاتا رہا!"

حکومت نے سنہ ۱۹۲۵ء میں محرم کے مراسم موقوف کر دئیے۔ اب وہ افسانہ بن گئے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ دنیا انھیں فراموش کرے یا تاریخ اپنے صفحات میں ان کے لئے جگہ نکالے، ہم ایک دفعہ اور انھیں یاد کر لینا چاہتے ہیں۔

میں جو کچھ لکھنے والا ہوں، سنی سنائی باتیں نہیں ہیں، چشم دید واقعات ہیں۔ زیادہ تفصیل کا موقعہ نہیں۔ صرف خانقاہوں کے محرم کا ذکر کروں گا۔

حالت یہ تھی کہ خانقاہوں کے بے فکر ملا اور ملنگ بھی سال بھر تک محرم کا بے چینی سے انتظار کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی کمائی اور خوش وقتی کا اصلی موسم یہی تھا۔ پہلی محرم سے خانقاہوں میں سیاہ پردے پڑ جاتے تھے۔ اُنکے پُراسرار رہنے والے اپنے سفید اور سبز عمامے اتار کر سیاہ عمامے پہن لیتے تھے۔ پانی کے نل بند کر دئیے جاتے تھے۔ لاکھ پیاس لگی ہو مگر وہاں پانی مل نہیں سکتا تھا۔ پانی کے ظروف تک ہٹا دئیے جاتے تھے۔ جتلاتے تھے یہ لوگ اہل بیت کے محب ہیں، پانی تک نہیں پیتے! حالانکہ یہ محض فریب تھا۔ یہ محرم بھر سیراب رہتے تھے۔ پانی رنگین بوتلوں میں بھر کر مکان کے کونوں، غسل خانوں، اور پاخانوں میں رکھ دیا جاتا تھا! اور یہ محرم کے روزے دار وہاں جا جا کر اپنی پیاس بجھا لیا کرتے تھے!

مجھے بارہا خانقاہوں میں محرم کی مجلسیں دیکھنے کا موقعہ ملا۔ سب سے آخری مجلس کی یاد ابتک میرے دل میں تازہ ہے۔ چونکہ یہ سب سے آخری مجلس تھی۔ اس کے بعد قانون نے اس طرح کی مجلسیں ممنوع ٹھہرا دیں۔ اس لئے اسے ایک تاریخی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے میں اُس کا مختصر حال پیش کئے دیتا ہوں۔

پُرانی خانقاہ

باسفورس کی نیلگوں سطح کے کنارے، ایک سرسبز بلند پہاڑ پر، ایک عظیم خانقاہ تھی۔ محرم کے دنوں میں ایک دوست کے ساتھ میں اس خانقاہ میں گیا۔ تیسرا پہر تھا۔ پہاڑ دشوار گزار تھا۔ میں بہت تھک گیا تھا۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ عمارت میں داخل ہوتے ہی میں نے بے اختیار پانی مانگا۔ اپنی غلطی پر میں اب تک نادم ہوتا ہوں۔ ہر طرف سے درویشوں کی سیاہ تیز آنکھیں مجھ پر اُٹھ گئیں اور غیظ و غضب سے گھورنے لگیں ایک آواز بلند ہوئی "خارجی!" دوسری آواز بلند ہوئی "یزیدی!" تیسری آواز بلند ہونے والی تھی کہ میرے دوست نے اُسے روک دیا۔ درویش میرے رفیق سے واقف تھے۔ اُس نے اُنھیں یقین دلایا کہ یہ شخص (یعنی میں) خارجی نہیں ہے۔ محب اہل بیت کرام اور صوفیوں کا معتقد ہے۔ یہ حرکت محض نادانستہ ہو گئی ہے!" اگر میں اس مکاری اور ریاکاری کی حقیقت سے واقف نہ ہوتا تو یقیناً متاثر ہوتا اور عجب نہیں ان درویشوں کے ہاتھ چوم لیتا جو حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے غم میں پیاسے رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ہم ایک وسیع ایوان میں مدعو کئے گئے۔ نماز باجماعت ہوئی۔ پھر مرثیہ شروع ہوا۔ واقعی نہایت پُرتاثیر مرثیہ تھا۔ حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی۔

نماز کی جگہ دسترخوان

مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہم سمجھے اب نماز ہوگی۔ مگر نماز کے بجائے ہم "عاشوراء کی دعوت" پر بلائے گئے۔ درویشوں کو ہماری یہ حرکت بہت ناگوار گزری کہ ہم نے کھانے پر نماز پڑھنے کو کیوں مقدم رکھا؟ جب ہم دسترخوان پر پہونچے تو گھنی داڑھیوں کے اندر اُنکے گال غصے سے لال نظر آ رہے تھے!

کھانا پُرتکلف تھا۔ مگر پانی کا نام نہیں۔ میں شروع ہی سے بہت پیاسا تھا۔ حلق میں لقمے اٹکتے تھے۔ مگر خوف سے پانی کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا۔ کھانا ختم ہو گیا۔ اب پانی کی امید بندھی مگر بالکل عبث۔ جہنمی پیاس کے ساتھ بیٹھا میں دل ہی دل میں اپنے رفیق کو کوس رہا تھا۔

سیاہ پوش پریوں کا غول!

اچانک ایک دروازہ کھلا اور ایوان میں سیاہ پوش پریوں کا غول داخل ہو گیا! مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا کیونکہ حقیقت سے

فلسطین

قومیں مر کر پھر کس طرح جی اٹھتی ہیں؟

اسرائیل کے منتشر گھرانے کا اجتماع!

صیہونی تحریک

اس ہفتہ کی ڈاک میں ہمارے مقالہ نگار فلسطین کی کوئی تحریر نہیں آئی ہے۔ ممکن ہے کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو۔ لیکن مصری معاصر "السیاسۃ" میں اُس کے نامہ نگار کی ایک نہایت دلچسپ تحریر شائع ہوئی ہے۔ چونکہ اس کا موضوع اہم اور ضروری ہے اس لئے ہم بریدِ مشرق کے سلسلہ میں اس کا ترجمہ یہاں درج کر دیتے ہیں۔

یہودیوں کی پراگندگی

پہلی صدی مسیحی میں رومن بھیڑیے نے اسرائیل کی بھیڑوں کا سراغ لگا لیا، اور پھر اس طرح حملہ آور ہوا کہ اس گھرانے کا پورا گلہ یا تو ہلاک ہوگیا، یا منتشر ہوگیا۔ اپنے وطن سے بھاگ کر یہودی دنیا بھر میں بکھر گئے۔ لیکن جہاں کہیں بھی پناہ لی، مارے، ستائے، اور ذلیل کئے گئے۔ لیکن یہ قوم ایسی سخت جان تھی کہ ہر قسم کی بربادیوں اور قتل عام پر بھی زندہ رہی۔ صرف زندہ ہی نہیں رہی بلکہ اپنا اجتماعی شیرازہ بھی دستبردِ زمانہ سے محفوظ رکھا۔

عربوں یا مسلمانوں کا عہد، یہودیوں کے لئے سب سے زیادہ مبارک ثابت ہوا۔ اسلامی ملکوں میں وہ ظلم و ستم سے محفوظ ہوگئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انھیں پوری مذہبی اور مدنی آزادی حاصل ہوگئی۔ وہ اپنے تمام مذہبی شعائر قائم رکھ سکتے تھے اور اپنے تمام اجتماعی و معاشرتی اعمال میں خود مختار تھے۔ متعدد یہودی مورخوں نے تسلیم کیا ہے کہ اگر اسلام کی سیاسی قوت نہ [illegible] ہو جاتی، تو یہودی قوم قطعاً برباد ہو جاتی!

اپنی آخری بدنصیبی کے ابتدائی دور کے بعد اس قوم کے لئے سب سے زیادہ سخت زمانہ وہ تھا جب اسلامی سلطنتیں تہ و بالا ہونے لگیں اور مسیحیت نے از سر نو سنبھالا لیا۔ اس منحوس عہد میں یہودیوں کی پراگندگی آخری حد تک پہنچ گئی۔ تاریک قرون وسطیٰ (مڈل ایجز) کے مسیحی تعصب نے انھیں بری طرح برباد کیا۔ کوئی مسیحی ملک نہ تھا جہاں یہودیوں پر عام جہاد کا اعلان نہ کر دیا گیا ہو۔ اُن کے معبد بند کر دیے گئے۔ اُن کی انجمنیں توڑ دی گئیں۔ اُن کی کتابیں جلا دی گئیں۔ اُنکے علماء پھانسی پر لٹکائے گئے۔ انھیں مجبور کیا گیا کہ اپنا دین چھوڑ دیں یا قتل اور آگ میں جلنا منظور کریں!

بالآخر یہ تاریک دن بھی نکل گئے۔ نئی تہذیب کا سورج ظلمت کدۂ مغرب میں طلوع ہوا اور "اسرائیل" کی مردہ لاش نے آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کیا۔ دنیا سمجھی تھی یہ قوم فنا ہوگئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتی ہے کہ اس میں زندگی کے آثار پوری طرح موجود ہیں۔ اب یورپین ملکوں میں یہودیوں کو دینی و اجتماعی آزادی مل گئی اور وہ امن سے زندگی بسر کرنے لگے۔

مگر یہ دن زیادہ دراز نہیں نکلے۔ مسیحی یورپ نے یہودیوں سے سیاسی خطرہ محسوس کیا اور از سر نو ظلم شروع کر دیا۔ اس مرتبہ دینی تعصب کی جگہ سیاسی تعصب کار فرما تھا۔ انیسویں صدی کے آخر تک تو یہی حالت رہی۔ یہودیوں کی مخالف تحریک کو فرانس کی بول چال میں «L' ANTI-SEMETIONE» یعنی مخالف سامی تحریک کہتے تھے۔ حالانکہ یہودیوں کو غیر سامی قرار دینا خود ایک سخت ظلم تھا۔ یہودی ہی دنیا میں خالص ترین سامی ہیں۔

یہودی مفکرین نے نہایت دانشمندی سے اب یہ طے کیا کہ اس ظلم و ستم سے نجات حاصل کرنے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ اپنی ظاہری قومی خصوصیات، مثلاً زبان، لباس، طرز بود و باش سے دستبردار ہو جائیں، اور جس ملک میں رہیں، اسی کی وضع و قطع اختیار کر لیں تاکہ مخالفین کا تعصب اور ظلم کم ہو جائے۔ لیکن یہ تجویز بھی کچھ زیادہ سودمند ثابت نہ ہوئی۔ خصوصاً روس میں جہاں یہودیوں کا قتل عام جاری تھا۔

وطنی مرکز کی طرف عود

اب یہودیوں میں اچانک ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ فلسطین کی یاد ہر زمانہ میں انھیں بے چین رکھتی تھی۔ لیکن یہ یاد محض روحانی تھی۔ اب جو خیال پیدا ہوا اُس نے فلسطین کو ایک نئے روپ میں دکھایا۔ انھیں نظر آیا کہ یہ مقدس وطن جس سے نکلے ہوئے دو ہزار برس ہو چکے ہیں، از سر نو اُن کا وطن بن سکتا ہے۔

اس دعوت کا مبشر ایک روشن خیال، متدین، آسٹریا کا یہودی اخبار نویس تھا۔ اس کا نام ڈاکٹر تھیوڈور ہرٹزل تھا۔ اس نے اپنی دعوت اُس وقت شروع کی جبکہ روس اور فرانس میں یہودیوں کے حقوق تلف ہو رہے تھے۔ اس نے سنہ ۱۸۹۶ء میں ایک کتاب "یہودی سلطنت" کے نام سے شائع کی اور قوی دلائل سے ثابت کیا کہ "یہودی مسئلہ کا تنہا حل یہی ممکن ہے کہ تمام یہودی ایک ملک میں جمع ہو جائیں، اور تمام سلطنتیں اُنکے ملک کی خود مختاری تسلیم کر لیں"

یہ دعوت دنیا بھر کے یہودیوں نے پسند کی اور سنہ ۱۸۹۷ء میں اپنی پہلی کانفرنس شہر "بال" میں منعقد کی۔ اس میں مختلف ملکوں سے دو سو یہودی نمائندے شریک ہوئے تھے۔

اب سے تیس برس پہلے روس کے یہودیوں میں فلسطین کی طرف ہجرت کرنے کی تحریک موجود تھی۔ کئی سو یہودی ہجرت کر بھی چکے تھے اور بیت المقدس میں ایک انجمن "محبین صیہون" کے نام سے قائم بھی ہوگئی تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ دنیا بھر کے یہودیوں کو سرزمین مقدس کی طرف ہجرت کی دعوت دی جائے۔ مگر یہ انجمن کامیاب نہیں ہوئی۔ صرف چند زراعتی نوآبادیاں فلسطین میں قائم ہو سکیں۔

لیکن "بال کانفرنس" نے قومی وطن کی تحریک منظور کر لی اور اسے یہودیوں کی قومی تحریک بنا دیا۔ اس تحریک کا نام "صیہونی تحریک" قرار پایا (صیہون، ایک پہاڑ کا نام ہے جس کی بابت توراۃ میں لکھا ہے کہ بیت المقدس اسی پر تعمیر ہوا تھا) اور اس کے لئے ایک قابل عمل پروگرام طیار کیا گیا۔ یہ پروگرام حسب ذیل تھا:

"صیہونی تحریک کا مقصد یہ ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک ایسا قومی وطن پیدا کیا جائے جس کی حمایت بین الاقوامی قانون کے ذمہ ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے مندرجۂ ذیل وسائل اختیار کئے جائیں:

(۱) یہودی کاشتکاروں اور دستکاروں کو فلسطین کی طرف ہجرت پر آمادہ کیا جائے۔

(۲) مقامی اور بین الاقوامی انجمنوں کے ذریعہ یہودیوں کی شیرازہ بندی کی جائے۔

(۳) یہودی قومیت کا جذبہ تمام قوم میں جگایا جائے۔

(۴) عثمانی حکومت کو یہودی وطن کی تجویز قبول کر لینے پر آمادہ کیا جائے۔

عملی جدوجہد کا آغاز

اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے وائنا میں مرکزی انجمن قائم کی گئی اور ڈاکٹر ہرٹزل نے جدوجہد شروع کر دی۔ اُس نے سنہ ۱۸۹۹ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک کئی مرتبہ سلطان عبد الحمید سے ملاقاتیں کیں اور انھیں یہ تجویز قبول کر لینے پر بہت بہت راغب کیا، مگر وہ برابر انکار ہی کرتے رہے۔ جب اُدھر سے بالکل نا اُمیدی ہوگئی تو ڈاکٹر نے برطانیہ سے گفت و شنید شروع کی اور جزیرہ نمائے سینا میں یہودی نوآبادی قائم کرنے کی اجازت چاہی۔ برطانیہ نے اسے منظور کر لیا، اور مصری حکومت بھی آمادہ ہوگئی کہ یہ علاقہ یہودیوں کے حوالہ کر دے۔ مگر بعد میں اس تجویز پر عمل نہیں کیا جا سکا، کیونکہ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ یہ صحرا آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ڈاکٹر ہرٹزل نے پھر انگریزی حکومت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اُس نے یہودیوں کو جنوب افریقہ میں ایک وسیع علاقہ پیش کر دیا۔ لیکن چھٹی یہودی کانفرنس نے اسے بھی نامنظور کر دیا کیونکہ زمین کے ماہروں نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا "یہ سرزمین بھی آبادی کے لئے موزوں نہیں ہے"

ڈاکٹر ہرٹزل کا سنہ ۱۹۰۴ء میں انتقال ہوگیا۔ لیکن مرنے سے پہلے دو کام ایسے کر گیا جو یہودی قومیت کے لئے عملی بنیاد بن گئے۔ ایک "یہودی نوآبادی بینک"، اور دوسرا "یہودی [illegible]"

اس کے بعد بھی "یہودی کانفرنسیں" برابر منعقد ہوتی رہیں اور یہودیوں میں قومی روح پھونکتی رہیں۔ اُن کی نظر فلسطین پر لگی ہوئی تھی مگر مشکل یہ تھی کہ ترکی حکومت اس بات پر [illegible] ہوتی تھی۔ خود فلسطین کے مسلمان اور عیسائی باشندے بھی اسے گوارا کرنے کے لئے طیار نہ تھے۔

عالمگیر جنگ عالم

سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ [illegible] اور اُس [illegible] ساتھ یہودیوں [illegible] بھی نئی [illegible] پیدا ہو گئی۔ انکے [illegible] اتحادیوں کی فتح [illegible] ہوگا [illegible] ہوگا۔ لہذا انھوں نے برطانیہ کا ساتھ دیا اور جنگ میں اپنی دولت و اثر سے [illegible] بڑی مدد کی۔

اس تمام جدوجہد کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ یہودیوں کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوگئی۔ ۲ نومبر سنہ ۱۹۱۷ء کا دن ان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔ یہی وہ دن ہے جس میں برطانیہ نے یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کی تجویز منظور کی۔ یہ یادگار دستاویز "تصریح بالفور" کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اُس وقت لارڈ بالفور برطانیہ کے وزیر خارجہ تھے۔ انہی نے انگلستان کے مشہور یہودی ساہوکار لارڈ راتھ چائلڈ کے نام سرکاری رسالہ بھیجا تھا۔ اس [illegible] کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

تصریح بالفور

"میں انتہائی مسرت سے حکومت برطانیہ کی جانب سے آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ ہز مجسٹی کی حکومت فلسطین میں یہودی قومی وطن کا قیام پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ ہر ممکن کوشش کرے گی۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ برطانیہ کوئی ایسی بات نہیں کر سکتی جو فلسطین کے غیر یہودی باشندوں کے

ٹھان لی تھی۔

اس سوال پر ترکی حکومت بھی سنجیدگی سے غور کر رہی ہے، کیونکہ جنگ کی صورت میں اُسے لامحالہ کسی ایک فریق کا ساتھ دینا پڑے گا۔

مکتوب عراق

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بغداد کے قلم سے)
(عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

تعلیم

مجھے اپنے اس پہلے مراسلہ میں عراق کی تعلیمی حالت پر کچھ نہ کچھ تبصرہ ضرور کرنا چاہیے۔ کیونکہ تعلیم کا معاملہ نہایت اہم ہے خصوصاً عراق جیسے ملک کے لئے جو خود مختاری کے لئے بیچین ہے مگر فقدانِ علم کی وجہ سے اپنی آرزو پوری نہیں کر سکتا۔

بدنصیبی سے عراق میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کوئی درسگاہ موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عراقیوں کو بیرونی دنیا پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ تر طالب علم قسطنطنیہ اور بیروت جاتے ہیں۔ کچھ انگلستان بھی بھیجے گئے ہیں۔ یورپ اور امریکہ جانے والوں کی تعداد ابھی بہت کم ہے۔

موجودہ حکومت نے یا تو اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ ہی نہیں کی یا کی مگر موانع حائل ہو گئے۔ بہرحال عراق میں اعلیٰ تعلیم بالکل مفقود ہے۔ البتہ حکومت ابتدائی تعلیم کی اشاعت میں زیادہ مستعدی کا اظہار کر رہی ہے۔ اسوقت ابتدائی مدارس میں طالب علموں کی تعداد ۲۳۸۰۰ ہے۔ مکاتب میں ۱۳۴۵۵ ہے۔ اور شبینہ مدرسوں میں ۲۰۷۸ ہے یعنی کل تعداد ۳۹۳۳۳ ہے۔ یہ تعداد اگر گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں رکھی جائے، تو تقریباً ڈیوڑھی ہوگی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد ثانوی (سکنڈری) تعلیم کا درجہ ہے اور اسی تناسب سے اُس کی ترقی بھی ہونا چاہیے۔ لیکن یہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ حکومت نے بغداد، موصل، نجف، بصرہ، حلّہ، عمارہ، کرک، سلیمانیہ میں ثانوی مدرسے قائم کیے ہیں مگر طالب علموں کی تعداد ابتک ۷۶۱ سے زیادہ نہیں ہو سکی!

ابتدائی اور ثانوی کے علاوہ دو مدرسے معلمین کی تعلیم کے لئے بھی ہیں۔ ایک مردوں کے لئے اور ایک عورتوں کے لئے۔ اول الذکر میں طالب علموں کی تعداد ۲۹۵ ہے اور ثانی الذکر میں ۸۸۔

تعلیم کی زبان عربی ہے اور درجۂ تعلیم کچھ زیادہ پست نہیں ہے۔ البتہ مدرسۃ الحقوق (یعنی مدرسۂ قانون) اور مدرسۃ الہندسہ (یعنی انجینیری کے اسکول) میں تعلیم کا معیار نہایت ناقص ہے۔ اس لئے کہ یہاں بھی تعلیم عربی ہی میں ہوتی ہے۔ اور عربی زبان میں ان علوم پر کتابیں بہت کم ہیں۔ عراقی طالب علم چونکہ کوئی یورپین زبان جانتے نہیں، اس لئے مجبوراً یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا ہے کہ صرف اُن یادداشتوں کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے جو طلبا اساتذہ کی تقریروں سے طیار کر لیتے ہیں۔

البتہ ایک بات بہت امید افزا ہے اور وہ یہ ہے کہ اب حکومت نے اپنے خرچ سے طالب علموں کو یورپ اور امریکہ بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ اسوقت ان طالب علموں کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی ہے لیکن ابھی سال ۲۰ کا اور اضافہ بھی ہونے والا ہے۔ انکے علاوہ چند طالب علم وزارت جنگ نے انگلستان بھیجے ہیں اور محکمہ بیطاری نے چند لڑکوں کو کلکتہ کی درسگاہوں میں بھیجدیا ہے۔

امیر فیصل سے ملاقات

چند دن ہوئے امیر فیصل "شاہ عراق" نے ایک مصری اخبار نویس کو اپنی ملاقات کا موقعہ دیا۔ مقامی اخبارات نے ملاقات کی حسب ذیل تفصیل شائع کی ہے:

انگریزی عراقی معاہدہ کے متعلق امیر فیصل نے کہا "اس معاہدہ کی مدت، ۱۹۲۸ء کے آغاز میں ختم ہو جائیگی۔ معاہدہ میں ایک دفعہ اس بارے میں موجود ہے کہ ہر چار سال بعد معاہدہ کی تجدید یا ترمیم ہوا کرے گی۔ عراق میں جوں جوں قابلیت پیدا ہوتی جائے گی، برطانیہ اُسے زیادہ آزادی اور حقوق دیتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ایک دن مجلس اقوام (لیگ آف نیشنز) کا ممبر ہو جائیگا، اور دنیا کے دوسرے خود مختار ملکوں کی طرح ایک خود مختار ملک کی زندگی بسر کر سکے گا"

امیر فیصل نے کہا "مجھے یقین ہے عراق بہت جلد یہ درجہ حاصل کرلے گا۔ بہت جلد سے میری مراد ایک دو سال ہے"

مجھے اُمید ہے آپکے قارئین کرام کا ذوق سیاسی اس سے مستغنی ہوگا کہ میں امیر کے بیان پر رائے زنی کروں۔

عراق کی حکومت کو اب تک بیرونی سلطنتوں نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس کے متعلق امیر فیصل نے کہا:

"ہماری نظر میں اس مسئلہ کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ کیونکہ جن سلطنتوں کے فوائد عراق سے وابستہ ہیں، وہ ایک نہ ایک دن ہماری حکومت کے اعتراف پر ضرور مجبور ہو جائیں گی۔ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمارے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں۔ مستقبل قریب میں ہم ٹرکی سے سیاسی تعلقات قائم کر سکیں گے۔ حکومت ایران کے نمائندے نے اگرچہ مجلس اقوام میں عراقی حکومت کا وجود تسلیم کر لیا ہے مگر طہران کی مرکزی حکومت نے اب تک عملی اعتراف کا کوئی ثبوت نہیں دیا"

اب تک عراق کے قنصل دوسرے ملکوں میں موجود نہیں ہیں۔ بیرونی دنیا میں عراق کے معاملات کا ذمہ دار صرف برطانیہ ہے۔ اس صورت حال کی "تاویل" ہمارے "خود مختار بادشاہ" نے یہ کی:

"عراق کو اس کی ذرا بھی فکر نہیں ہے۔ کیونکہ بجز ایران اور ٹرکی کے بیرونی دنیا میں ہمارے مصالح کہیں بھی نہیں ہیں۔ جب ان دونوں پڑوسیوں سے ہماری مفاہمت ہو جائے گی تو ہم سیاسی نمائندوں کا تبادلہ کریں گے۔ دوسرے ملکوں سے اس طرح کے علائق پیدا کرنے کا ہمیں کوئی خیال نہیں ہے!"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ عراق کی "دو سال کے اندر ملنے والی خود مختاری" کے ساتھ یہ توجیہ کہاں تک جمع ہو سکتی ہے؟ مصر کے موجودہ ذہنی انقلاب کے متعلق امیر نے یوں اظہار خیال کیا:

"میں نے اس ذہنی انقلاب کی پوری تحقیق نہیں کی ہے: اس لئے میری رائے چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ تاہم اپنی محدود واقفیت کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اگر مصر برابر اسی طرح ذہنی ترقی کرتا گیا تو بہت جلد مغربی قوموں کے برابر ہو جائے گا۔ البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ ذہنی انقلابوں کی بنیادیں ہمیشہ قومی روایات پر قائم ہونا چاہئیں۔ اسوقت مصر، تمام عربی ممالک کے لئے شمع ہدایت بنا ہوا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسکی ذہنی ترقی صالح روایات پر مبنی ہو، تاکہ دوسری عربی قومیں بھی اپنی عربیت و قومیت قائم رکھتے ہوئے اس کا ساتھ دے سکیں۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ قومی بیداری صرف عقل و ذہن ہی تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔ عملی بیداری بھی ہونی چاہیے۔ مجھے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مشرق کی موجودہ بیداری محض ذہنی و نظری ہے۔ حالانکہ قومیں عملی بیداری ہی سے کامل قومی ترقی حاصل کر سکتی ہیں"

عراقی فوج اور برطانیہ

انگریزی عراقی معاہدہ کی ایک دفعہ یہ ہے کہ ۱۹۲۸ء میں معاہدہ پر نظر ثانی کی جائے گی، اور برطانیہ اپنی تمام فوجی قوت ملک سے ہٹالے گا۔

اب جبکہ یہ مدت ختم ہو رہی ہے تو قدرتی طور پر عراقی حکومت کو خیال ہوا کہ اپنی قومی فوج میں اضافہ کرے۔ چنانچہ اُسنے جبری بھرتی کی تجویز منظور کر لی۔ برطانی ہائی کمشنر پہلے تو برابر خاموش رہا، لیکن جب حکومت نے عملاً کارروائی شروع کر دینی چاہی تو اُسنے اعتراض کیا اور اس تجویز سے حکومت کی مخالفت ظاہر کی۔

اُسنے اپنے نوٹ میں لکھا ہے

"عراق کی مدافعت صرف عراقی فوج نہیں کر سکتی۔ اُسے برابر انگریزی قوت کی ضرورت ہے۔ عراق کے پاس ہوائی بیڑہ موجود نہیں ہے۔ اس بیڑے اور فوج کی تنظیم کے لئے کافی روپیہ بھی نہیں ہے۔ لہذا جبری بھرتی کی تجویز ناقابل عمل ہے۔ علاوہ بریں یہ غیر ضروری بھی ہے۔ کیونکہ برطانیہ اپنی "دوستی" میں برابر "وفادار" ہے اور عراق کی مدافعت کی ذمہ داری قبول کر چکا ہے"!

یہ ہے ہمارے امیر کی وہ موعودہ خود مختاری جس کا دو تین سال کے اندر انہیں انتظار ہے!

برطانی ہائی کمشنر کے اس اعتراض پر عراقی وزارت نے اپنا استعفا پیش کر دیا۔ مگر امیر نے منظور نہیں کیا اور اصرار کیا کہ حکومت برطانیہ سے مزید گفت و شنید جاری کی جائے۔

اسوقت صرف یہ فوج ہی کی مشکل درپیش نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا معاملہ بھی درپیش ہے۔ عراقی حکومت نے برطانیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ریلوے اور بندرگاہ سے دست بردار ہو جائے جیسا کہ اُسنے وعدہ کیا تھا مگر برطانیہ اسپر آمادہ نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ کیوں آمادہ ہو؟

کویت کی پنچایت

نجد و عراق میں کئی سال ہوئے ایک معاہدہ ہوا تھا اور فریقین نے اتفاق کیا تھا کہ وقتاً فوقتاً عراقی اور نجدی نمائندوں کی پنچایت منعقد ہوا کرے اور قبائل کے تمام باہمی معاملات کا فیصلہ اُسی کے ہاتھ میں ہو۔ چنانچہ اس قسم کی ایک پنچایت اسی ماہ کویت میں منعقد ہونے والی ہے۔ کیونکہ ادہر عراقی نجدی قبائل میں کئی لڑائیاں اور غارت گریاں ہو چکی ہیں۔

کردستان

سلیمانیہ کی کمشنری میں کُردوں کے دو علاقے "شاہ بانارہ" اور "بنجوین" اب تک حکومت عراق کے مطیع نہیں ہوئے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان علاقوں کے باشندے قرب و جوار کے علاقوں پر حملے بھی کرتے رہتے تھے۔ اس ہفتہ حکومت نے "بنجوین" کے شہر پر فوجی قبضہ کر لیا ہے اور مشہور کُردی زعیم شیخ محمود سے لڑائی ہو رہی ہے۔

* * *

ہے کہ ملک میں ہم نے پوری طرح امن امان قائم کر دیا ہو اگرچہ کبھی کبھی ہتیار بند ٹولیاں غارت گری کر جاتی ہیں۔ ایک اعتبار سے یہ بیان صحیح ہو۔ بلاشبہ اسوقت وروز کوئی قابل ذکر جنگی کاروائی نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہاں ہر شخص جانتا ہو اور خود حکومت فرانس بھی جانتی ہو کہ یہ سکون، ایک آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہو۔

شام کی قومی تحریک

اس نقطہ پر پہنچنے کے بعد قدرتی طور پر سوال ہوتا ہو کہ آخر شام کی قومی تحریک کیا ہو؟ اُس کے مقاصد کیا ہیں؟ اُس کی تاریخ کیا ہو؟ جواب کے لئے بڑی تفصیل کی ضرورت ہو اور وہ اس مراسلہ میں ممکن نہیں۔ تاہم ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہو تاکہ آپکے قارئین حقیقت حال سے بے خبر نہ رہیں۔

شام کی قومی تحریک کے متعلق یہ سمجھنا سخت غلطی ہو کہ وہ فرانس کی خصومت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو۔ یہ تحریک جنگ عظیم سے پہلے بھی موجود تھی اور خود عثمانی حکومت کے مقابلہ میں شروع ہوئی تھی۔

جنگ عام میں شام کا رجحان دول اتحاد کی طرف تھا اور اسی رجحان کی وجہ سے شام کو مرحوم جمال پاشا کے ہاتھوں طرح طرح کی سختیاں جھیلنی پڑیں۔ اتحادیوں کی طرف یہ رجحان محض اس لئے تھا کہ شام امید کرتا تھا وہ اتحادیوں کے ذریعہ اپنی وطنی آزادی حاصل کر سکے گا۔ اتحادیوں میں فرانس سے اُسے بڑی عقیدت تھی۔ کیونکہ فرانس ۵۰ برس سے یہاں اپنا اثر پھیلا رہا تھا، اور شامی تحریک کی علانیہ پیٹھ ٹھونکتا تھا۔ یہی وجہ ہو کہ جب جنگ کے خاتمہ پر فرانس کو شام کی وصایۃ (مینڈیٹ) ملی تو ملک میں مسرت کے نعرے بلند ہوگئے اور سادہ لوح باشندوں نے یقین کیا کہ اب فرانس کے ہاتھوں آزادی کی دولت ضرور ملجائے گی۔ مگر اُنھیں جلد ہی اپنی غلطی معلوم ہوگئی۔ اُنھوں نے دیکھ لیا کہ فرانس ترکوں سے بھی زیادہ مستبد اور سخت گیر ہے۔ صرف یہی نہیں کہ وہ آزادی دینی نہیں چاہتا، بلکہ اُن کی قومیت بھی برباد کر ڈالنا چاہتا ہو۔

فرانس نے قبضہ حاصل کرتے ہی یہ کیا کہ ملک کے چار ٹکڑے کر ڈالے، اور چاروں کو ایک دوسرے سے بالکل مختلف نظام اور دستور کے ماتحت رکھا۔ چنانچہ لبنان ایک علیحدہ "جمہوریت" بنا دی گئی۔ دمشق کی حکومت الگ کر دی۔ جبل حوران کو بھی ایک علحدہ قطعہ بنا دیا۔ اور اسی طرح بلاد علویین کو بھی ایک مستقل ملک قرار دے دیا۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے ان چاروں حصوں میں کسی قسم کا سیاسی، اجتماعی، اور انتظامی رشتہ وارتباط باقی نہ رہے، بلکہ الگ الگ ہو کر ایک دوسرے کی مخالفت شروع کر دیں۔

یہی نہیں بلکہ ہر حصۂ ملک میں فرقہ وار کش مکش بھی پیدا کر دی جو مشرق میں مغربی حکومتوں کا سب سے بڑا آلہ کار ہو۔ پہلے مسلمانوں، مسیائیوں، یہودیوں میں پھوٹ ڈال دی۔ پھر ان میں سے ہر فرقہ کی مختلف شاخوں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کر دیا۔ عرب اور غیر عرب کا جھگڑا، شیعہ اور سنّی کا جھگڑا، ترکوں اور چرکسیوں کا جھگڑا، ارمنی اور یہودیوں کا جھگڑا، غرضکہ بے شمار فتنے پیدا کر دیئے۔

لیکن باوجود ان تمام ریشہ دوانیوں کے مجموعی طور پر شام کے وطن پرست اب تک اپنی اصلی تحریک بچائے ہوئے ہیں۔ اُن کا مطالبہ صرف ایک ہو، اور وہ یہ ہو کہ فرانس شام کو خالی کر دے۔ وطنی جماعت سے اگر کوئی معتدل پارٹی ہو، اور اُسکا مطالبہ یہ ہو کہ شام کی موجودہ تقسیم منسوخ کر دی جائے، اور ملک کو اندرونی خود مختاری دیدی جائے۔ تیسرا گروہ ابن الوقت لوگوں کا ہو۔ وہ فرانس کے بھی حامی ہیں اور گاہ گاہ ملک کے بھی حامی ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں کا خیال ہو کہ جس طرح برطانیہ نے عراق اور شرق یردن میں دو برائے نام بادشاہ بٹھا دیئے ہیں، اسی طرح فرانس کو بھی شام میں ایک "بادشاہ" کا پتلہ بٹھا دینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں متعدد شاہزادوں اور امیروں کا نام لیا جاتا ہو جن کا ذکر اوپر آچکا ہو۔ لیکن زیادہ میلان عباس حلمی سابق خدیو مصر یا ان کے چھوٹے بھائی پرنس محمد علی اور پرنس یوسف کمال کی طرف ظاہر کیا جاتا ہو۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

انگریزی مصری نزاع

پچھلے مکتوب میں اس نزاع اور اُس کے بنیادی نقطوں پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ نزاع کی اصلی بنیاد درحقیقت مصری فوج کا معاملہ ہو۔ مصری حکومت انگریزی "سردار" کا عہدہ منسوخ کر کے فوج اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہو۔ برطانیہ اسے منظور نہیں کرتا۔ اور مصر کو مصنوعی آزادی اور نام نہاد خود مختاری دیکر بدستور محکوم رکھنا چاہتی ہو۔

اس نزاع میں برطانیہ نے اپنے وہ تمام حربے استعمال کئے جن کا وہ مدت سے عادی ہو۔ سر آسٹن چیمبرلین نے پارلیمنٹ کے ایوان میں کھڑے ہو کر اپنا وہی پرانا راگ الاپا "یورپین باشندوں کی زندگی خطرے میں ہو!" ساتھ ہی جنگی جہاز بھی بھیجدیئے۔ مزید برآں تمام یورپ میں مصر کے خلاف دعایۃ (پروپگنڈا) شروع کر دی گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس، اٹلی، اور بعض دوسرے یورپین ممالک کے اخباروں نے مصر کے خلاف زہر اُگلنا اور برطانیہ کو سخت سے سخت کارروائی کا مشورہ دینا شروع کر دیا۔ درحقیقت فرانس اور اٹلی، دونوں مصر کی بیداری سے اُسی طرح خائف ہیں، جس طرح خود برطانیہ ہو۔ اٹلی کو خوف طرابلس کی وجہ سے ہے فرانس کو الجزائر، ٹیونس، مراکش، اور خود شام کی وجہ سے۔

لیکن ان تمام دھمکیوں اور تہدیدوں کا اثر کیا ہوا؟ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ مصری حکومت انگریزی قوت کے سامنے فوراً جھک جائے گی۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہو کہ وہ زمانے لد گئے جب اس طرح کے مظاہرے رعب پیدا کر دیا کرتے تھے۔ مصری حکومت خلاف توقع اسوقت تک اپنے مسلک پر قائم رہی ہو۔

جان بل کی عادت ہو کہ جب دھمکی سے حریف مرعوب نہیں ہوتا تو خود نرم پڑ جاتا ہو۔ چنانچہ مصری حکومت کی استقامت دیکھتے ہی لارڈ لائیڈ جارج بہت کچھ نرم پڑ گئے ہیں اور اپنے مطالبات ہلکے کرتے جاتے ہیں۔ ابھی تک نزاع ختم نہیں ہوئی ہو۔ لیکن خیال کیا جاتا ہو کہ امروز فردا میں نرم گرم تصفیہ ہو جائے گا۔

انگریزی مصری گفت وشنید پردۂ راز میں ہو۔ لیکن یہاں کے اخبارات نے وہ بنیادی نقطے شایع کر دیئے ہیں جن پر مصری حکومت کی آخری یادداشت مبنی ہو۔ وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) مصری پارلیمنٹ بدستور تنفیذی قوت کی نگرانی کا حق رکھتی ہو۔

(۲) وزارت جنگ اور اُس کی تمام شاخوں پر مصری پارلیمنٹ کا اقتدار قائم رہے گا۔

(۳) وزارت جنگ کی تمام مجالس بدستور قائم رہیں گی اور اُن کی موجودہ قوت واختیار میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(۴) تمام سرزمین مصر پر مصری حکومت کا اقتدار برقرار رہے گا، اور پوری مملکت کی نگرانی مصری پارلیمنٹ کے ہاتھ میں رہیگی۔

اگر برطانیہ نے یہ بنیادیں تسلیم کر لیں، جس کا قوی امکان ہو، تو موجودہ نزاع کا خاتمہ ہو جائے گا۔

مصر کی ذہنی واجتماعی ترقی

جنگ عظیم کے بعد مصر نے صرف سیاسی ترقی ہی نہیں کی بلکہ اُسکی ذہنی واجتماعی حالت میں بھی عظیم تغیرات ہوئے۔ یہ تغیرات کس درجہ تک پہنچ چکے ہیں؟ اس کا جواب مشکل ہو۔ بیرونی دنیا اس کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ البتہ سیاسی ترقی، ہمیشہ ذہنی واجتماعی ترقی کا نتیجہ ہوتی ہو۔ مصر کی موجودہ سیاسی بیداری سے اُس کی ذہنی واجتماعی بیداری کا اندازہ کیا جا سکتا ہو۔ پچھلے دنوں یہاں "مؤتمر عربی" منعقد ہوئی تھی، جس کا تذکرہ اپنے پچھلے خط میں کر چکا ہوں۔ اس مؤتمر میں دوسرے عربی ممالک کے جو فضلا شریک ہوئے تھے، انھیں مصر کی حالت دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ ذیل میں صرف ایک مشہور شامی فاضل علامۂ محمد کرد علی کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں جن کا اظہار اُنھوں نے شام میں جا کر کیا ہو۔ موصوف لکھتے ہیں:

"سب سے پہلے میں نے ۱۹۰۱ء میں مصر کی زیارت کی تھی آخری سفر کا ۲۶ سال کے بعد اب اتفاق ہوا۔ مجھے وہ انقلاب عظیم دیکھ کر سخت حیرت ہوئی جو اس چوتھائی صدی کے اندر مصر پر طاری ہو گیا ہو۔ میں نے اپنے اس آخری سفر میں مصر کا پوری طرح مطالعہ کیا۔ ہر طبقہ کو غور سے دیکھا۔ تقریریں سنیں، قصیدے سنے، انجمنیں دیکھیں، تھیٹر دیکھے۔ اخبارات کا معائنہ کیا۔ کتبخانوں کی سیر کی۔ غرضکہ ہر پہلو پر نظر ڈالی۔ مجموعی طور پر میں نے یہ اثر قبول کیا کہ مصر نے حیرت انگیز ترقی کر لی ہو۔ سب سے زیادہ نمایاں حقیقت میں نے یہ دیکھی کہ فرانسیسی تہذیب، جس کی تخم ریزی فرانسیسی علماء نے انیسویں صدی کے اوائل میں کی تھی وہ مصر کے انگریزی اقتدار سے مغلوب نہ ہو سکی، بلکہ اُسنے انگریزی تہذیب کی خصوصیات کو شکست دیدی۔ مصر نے اس تمدن میں تراش خراش کر کے ایسی تبدیلی پیدا کر لی ہو کہ وہ فرانسیسی کی جگہ مصری یا عربی تمدن بن گیا ہو۔ اسوقت کا قاہرہ، پرانے زمانہ کا بغداد، قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ، غرناطہ ہے، اسے صحیح معنوں میں تمام عربی دنیا کا علمی وذہنی مرکز تسلیم کرنا چاہئے۔ اسوقت ملک میں دس ہزار مکتب جاری ہیں۔ لیکن مصری حکومت اسے کافی نہیں سمجھتی۔ دس ہزار مزید جاری کرنا چاہتی ہو۔"

دینی یا شہری حقوق کے منافی ہو۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ یہ تصریح صیہونی انجمن تک پہونچا دیں"

یہ تصریح دراصل ڈاکٹر حایم ویزمان کی کوششوں سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ اُسوقت صیہونی انجمن کی انتظامی مجلس کے ممبر تھے اور اب اُس کے صدر ہیں۔ اس تصریح کے صادر ہوتے ہی فرانس، اٹلی، جاپان، اور امریکہ نے اسے تسلیم کرلیا۔ یہودیوں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر عملی کارروائیاں شروع کردیں۔ ڈاکٹر ویزمان کی صدارت میں ایک نمائندہ وفد فلسطین بھیجا گیا تاکہ برطانوی حکام کی تائید سے یہودیوں کی ہاجرت اور آبادی کا سامان مہیا کرے۔

یہودیوں نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ مجلس اقوام سے بھی اس کی تصدیق چاہی۔ چنانچہ فلسطین کی برطانی وصایۃ (مینڈیٹ) کی دستاویز کے دیباچہ میں تحریر ہے " تمام دول اتحاد اس بات پر متفق ہیں کہ برطانی سلطنت اُس تصریح کو عملاً کامیاب بنانے کے لئے ذمہ دار ہے جو ۲ ر نومبر کو اُس کی جانب سے ظاہر کی گئی ہے"

اس دستاویز کی دفعہ ۲ میں ہے:

"حکمبردار حکومت اس امر کی ذمہ دار ہے کہ ملک (فلسطین) میں ایک ایسی سیاسی، انتظامی، اقتصادی صورت حال پیدا کرے جو یہودی وطن کے قیام کے لئے ضروری ہے"

چوتھی دفعہ میں ہے:

"یہ طے پا گیا کہ یہودیوں کی نمائندہ مجلس، فلسطین میں ایک ذمہ دار مجلس تسلیم کی جائے گی، اور اُن تمام اقتصادی واجتماعی معاملات میں اُس سے مشورہ لیا جائے گا جن کا تعلق "یہودی وطن" سے ہو۔ یہ بھی طے پا گیا کہ صیہونی انجمن ہی ایک ایسی مجلس ہے جو یہودیوں کی قائم مقام اور ذمہ دار ہے۔ لہذا وہ اُسوقت تک یہودیوں کی نمائندہ تسلیم کیجائے گی جب تک اپنی یہ حیثیت برقرار رکھے گی۔ لہذا صیہونی انجمن کو اختیار دیا جاتا ہے کہ برطانیہ کے مشورہ سے وہ تمام تدابیر اختیار کرے جن سے "قومی وطن" کے لئے دُنیا بھر کے یہودیوں سے امداد واعانت حاصل کی جا سکتی ہو"

غرضکہ اس دستاویز میں اسی طرح کی اور بھی کئی تصریحیں موجود ہیں۔

اجراء، عمل، اور ترقی!

جس دن سے بالفور کی تصریح جاری ہوئی ہے، یہودی اپنی تجویز کو حیرت انگیز سرگرمی اور جوش سے عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اُنھوں نے کئی مجلسیں بنا رکھی ہیں:

(۱) عام صیہونی انجمن۔ اس کی ۶۷ شاخیں ہیں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس انجمن میں ہر یہودی مقررہ فیس ادا کرکے داخل ہو سکتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں اس کے ممبروں کی تعداد ۷ لاکھ تیس ہزار تھی۔ اس انجمن کی سالانہ کانفرنس درحقیقت صیہونی تحریک میں سب سے زیادہ با اختیار مجلس ہوتی ہے۔ یہی پروگرام بناتی، عزل ونصب کرتی، میزانیہ منظور کرتی اور دوسرے سال کے لئے مختلف مجلسیں منتخب کرتی ہے۔

ان کمیٹیوں میں سب سے زیادہ اہم اُس کی جمعیۃ عاملہ اور مرکزی جمعیۃ ہے۔ جمعیۃ عاملہ میں دس ممبر ہوتے ہیں۔ ۵ ہمیشہ لندن میں رہتے ہیں اور ۵ بیت المقدس میں۔ ان کا کام اُن تمام اقتصادی سیاسی مسائل کا حل کرنا ہے جن کا تعلق فلسطین کے یہودیوں سے ہے۔

(۲) مالی مجالس۔ ان سے مقصود یہودی وطن کی مالی ضروریات کا پورا کرنا ہے۔ یہ مجالس دراصل تین بینک ہیں:

(۱) یہودی نوآبادی بینک۔ اس کا دفتر لندن میں ہے اور اس کا راس المال تیس لاکھ پونڈ ہے۔

(۲) فلسطینی انگریزی انجمن۔ اس کا راس المال بھی ۳۰ لاکھ پونڈ ہے۔

(۳) یہودی بیت المال۔ اس کا دفتر بھی لندن میں ہے اور سرمایہ ۲۲ لاکھ پونڈ ہے۔

یعنی یہودیوں کی قومی تحریک کے پاس اسوقت ۸۲ لاکھ پونڈ ۱۲ کروڑ روپیہ موجود ہے۔

یہ ہے وہ عملی قوت جس سے قومیں مرکر زندہ ہوتی ہیں! یہ وہ قوم تھی جس کا حوادث عالم خاتمہ کرچکے تھے جس کی پیشانی پر ذلت ومسکنت کی مُہر لگ چکی تھی۔ جو دنیا کے ہر گوشہ میں مظلوم، بے بس، اور تباہ حال تھی۔ جس کی کل تعداد چند ملین نفوس سے زیادہ نہیں۔ باایں ہمہ جب اُسنے زندہ ہونے اور زندہ رہنے کا فیصلہ کرلیا تو دنیا کی کوئی رکاوٹ بھی اس کی راہ نہ روک سکی۔ حتی کہ بڑی بڑی طاقتور حکومتوں کو بھی راستہ خالی کردینا پڑا!

لیکن اُس کے مقابلہ میں ہمارا کیا حال ہے؟ اُن مشرقی اقوام کا کیا حال ہے جو صدیوں سے حکمرانی کرتی آئی ہیں۔ جو اب بھی حکومت کی عزت سے محروم نہیں، جنھیں حکومت کے تخت سے اُترے ابھی پوری ایک صدی بھی نہیں گزری ہے۔ جن کی تعداد کروڑوں نفوس سے متجاوز ہے۔ اور جو اپنی قومی کامرانیوں اور فتحمندیوں کی ایک مسلسل اور قریبی تاریخ رکھتی ہیں؟

جواب کی ضرورت نہیں، لیکن یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا جب غفلت دُور ہوگی اور دانش رفتہ واپس آجائے گی؟ ان فی ذلک لذکری لمن کان لہٗ قلب او القی السمع وھو شھید!

مکتوب شام

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیروت کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

شام کا مستقبل

شام کے فرانسیسی ہائی کمشنر ایم ہنری ڈیلنو، مدت سے پیرس میں مقیم ہیں۔ ملک میں عام طور پر خیال کیا جارہا ہے کہ ان کی غیر حاضری محض اسوجہ سے ہے کہ نئی اصلاحات کے اجراء کے لئے وہ مرکزی حکومت سے مشورے کر رہے ہیں۔

کچھ نہیں کہا جاسکتا اُن کی اس پُر اسرار غیر حاضری کی اصلی وجہ کیا ہے؟ لیکن اس کی وجہ سے ملک میں عام بیچینی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک گروہ اس صورت کو نیک شگون سمجھتا ہے اور بڑے بڑے ہوائی قلعے بنا رہا ہے۔ دوسرا گروہ اسے شگون بد سمجھتا ہے اور نا اُمیدی کا اظہار کر رہا ہے۔ شاید ہائی کمشنر کے رُوپوش کردینے میں حکومت کی بھی یہی مصلحت تھی کہ ملک کے جذبات میں اختلاف حال پیدا ہوجائے اور متحدہ مطالبے کی قوت کمزور پڑ جائے۔ اگر یہی مصلحت تھی تو اسمیں شک نہیں کہ یہ ایک حد تک کامیاب ہوئی ہے!

آئندہ شام کا نظام حکومت کیا ہوگا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب اسوقت کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ حتی کہ خود فرانس بھی نہیں دے سکتا۔ شام کے بارے میں فرانس کی پالیسی ابتک نہایت مضطرب رہی ہے۔ کبھی وہ چاہتا ہے اس ملک کو الجزائر کی طرح اپنا ایک محکوم نوآبادی علاقہ بنالے۔ کبھی سوچتا ہے تونس کی سی برائے نام ریاست قائم کردے۔ کبھی امیر عبدالقادر الجزائری مرحوم کی اولاد کی طرف میلان ظاہر کرتا ہے۔ کبھی شام کے تخت کے لئے سلطان عبدالحمید کے کسی لڑکے کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ کبھی شریف حسین سابق شاہ حجاز کے بیٹوں پر اُس کی نظر پڑتی ہے۔ غرضکہ اُس کا مسلک ابتک استوار نہیں ہوا ہے۔

شام کی موجودہ مشکلات درحقیقت اسی سیاسی اضطراب کا نتیجہ ہیں۔ جب تک فرانس اپنی روش مضبوط بنیادوں پر قائم نہیں کرے گا، اُسوقت تک یہ مشکلات دُور نہیں ہوں گی۔

ایک نیا نظریہ

آجکل دمشق میں مغرب اقصیٰ کے ایک وزیر سید قدور بن غبریط آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی آمد کی غرض یہ بتائی ہے کہ پیرس کی مسجد کے لئے چندہ جمع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہاں کی عام رائے اسے تسلیم نہیں کرتی۔ لوگ کہتے ہیں یہ کام اتنا اہم نہ تھا کہ اس کے لئے ایک وزیر اپنے فرائض وزارت چھوڑ کر اتنا طویل سفر اختیار کرتا۔ پھر اگر یہ کام اتنا ہی اہم تھا تو بھی شام میں چندہ کی تحریک کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ ملک اندرونی شورشوں سے برباد ہورہا ہے۔ چندے کے لئے سب سے مناسب مقام، مصر اور ہندوستان تھے۔ (ہم اس پر اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ "سب سے مناسب مقام" اب اگر صرف مصر ہی کو سمجھا جائے تو ہندوستان کو کوئی شکایت نہ ہوگی!۔ الہلال)

پھر آخر سید قدور بن غبریط کیوں آئے ہیں؟ اس کا جواب وہی دیا جارہا ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں، یعنی فرانس کی سیاسی حکمت عملی کا اضطراب۔ خیال کیا جاتا ہے اب فرانس، شام کو مراکش کے ماتحت کردینا چاہتا ہے۔ اس کی صورت یہ تجویز ہوئی ہے کہ سلطان مراکش کے بھائی یا لڑکے کو شام کا "بادشاہ" بنا دیا جائے گا۔ اور حکومت کی باگیں مراکش کے فرانسیسی حکام کے ہاتھوں میں رہیں گی!

اگر یہ افواہ صحیح ہے تو بدنصیب شام کی طرح فرانس کے تدبر پر بھی ماتم کرنا چاہئے۔ شام، مراکش سے کہیں زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ ملک ہے۔ بھلا شامی یہ تجویز ایک لمحہ کے لئے بھی قبول کرسکتے ہیں کہ مراکش کے ماتحت ہو جائیں؟ جب سے یہ افواہ مشہور ہوئی ہے ہر طرف عام ناراضی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ شام کے باشندے بڑے مہمان نواز ہیں، مگر اس افواہ نے اُنھیں سید قدور سے سخت متنفر کردیا ہے۔ چند دن کی بات ہے کہ دمشق کی بلدیہ (میونسپلٹی) کے رئیس نے مراکشی مہمان کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا تھا اور معززین شہر کو خطوط کے ذریعہ دعوتیں بھیجی تھیں۔ مگر چونکہ اُسوقت تک یہ افواہ پھیل چکی تھی، اس لئے چھ سات آدمیوں سے زیادہ دعوت میں مجمع نہ ہوسکا اور اس مہمان "عزیز" نے معلوم کرلیا کہ شام اب اُنھیں اُنکے مقصد سفر سے الگ کرکے نہیں دیکھ سکتا!

جہاد آزادی

"دروز" ابتک جہاد آزادی سے تھکے نہیں ہیں۔ بلاشبہ اُنھیں سخت نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ مٹھی بھر قوم اور فرانس جیسی سلطنت سے جنگ! تاریخ کی بڑی سے بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ مگر یہ بہادر قوم کسی طرح بھی ہتیار رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی!

دروزیوں کی موجودہ قوت کیا ہے؟ اُن کا پروگرام کیا ہے؟ یہ بات بھی ویسی ہی مبہم ہے جیسی خود فرانس کی حکمت عملی ہے۔ ہائی کمشنر نے پیرس میں تقریر کرتے ہوئے شام کی حالت یہ بتائی

اولاد میدانِ عمل میں ہمیشہ سرگرمی دکھاتی رہی۔ پنجاب میں آباد ہونے والے عام یونانیوں کے برعکس اس کی جدوجہد برابر جاری رہتی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسی باختری یونانیوں نے سنہ ۸۰ قبل مسیح میں دوبارہ ٹیکسلا اور دیگر قریبی علاقوں پر اپنا قبضہ جما لیا۔

تورانیوں کا دَور

یونانیوں نے ٹیکسلا پر کچھ اوپر ایک سو سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد سیستان کے رہنے والے تورانیوں نے جو ہندوستان میں آکر شاکا کہلائے تھے، دریائے اٹک کو عبور کرلیا اور پنجاب پر حملہ کر دیا۔ قریب ایک صدی قبل مسیح میں ٹیکسلا پر اِن کا قبضہ ہوگیا تھا۔ اُن کے بعد اہل پارتھیا پہنچے اور اُن کا دَور دورہ رہا۔

اہل کشان کا حملہ

سنہ ۵ء یا سنہ ۶ء میں اہل کشان نے جو اول اول چین کے شمال مغرب سے آئے تھے، اہل پارتھیا کو مغلوب کرکے وادیٔ کابل اور ٹیکسلا پر قبضہ کرلیا۔ دوسری صدی عیسوی میں اہل کشان کا ایک عظیم الشان بادشاہ کنشک تخت نشین ہوا۔ اس کی سلطنت وسط ایشیا سے حدود بنگال تک پھیلی ہوئی تھی۔ پشاور (پرش پور) اس کا سرمائی دارالخلافہ تھا۔ پانچویں صدی عیسوی تک اہل کشان کا عروج رہا۔ پھر ان کا زوال شروع ہوگیا۔ ٹیکسلا کی کھدائی میں بہت سے ساسانی سکے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ ان سے قیاس کیا جاتا ہے کہ اہل کشان کے زوال کا ابتدائی باعث کوئی ساسانی حملہ ہوا تھا۔

ٹیکسلا کی تباہی

لیکن اس خاندان کی آخری اور مکمل تباہی اس وحشی قوم کے ہاتھوں ہوئی جس کو افتالی کہتے ہیں۔ یہ لوگ سنہ ۴۵۵ء میں ایک بہت بڑی فوج لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ کشان کی سلطنت زیر نگیں کرلی۔ اور خاندان گپتا کی عظیم الشان سلطنت کو بھی تباہ اور برباد کردیا۔ ایک چینی سیاح فاہیان نامی نے سنہ ۴۰۰ء میں ٹیکسلا آکر بدھ مذہب کے مقدس مقامات کی زیارت کی تھی۔ اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شمال مغربی ہندوستان میں بدھ مذہب کی زیارت گاہیں بہت آباد اور مشہور تھیں۔ لیکن ان افتالی وحشیوں نے یہ تمام علاقہ بڑی بے دردی سے ویران کردیا۔ ٹیکسلا اور دوسرے مقامات کی خانقاہیں اور مندر انہی لوگوں کے ہاتھوں برباد ہوگئے۔ اس افتالی فتنہ کے بعد ٹیکسلا کو پھر کبھی عروج نصیب نہیں ہوا۔ ساتویں صدی عیسوی میں ٹیکسلا سلطنت کشمیر کا ایک صوبہ بن چکا تھا۔ اور مقامی حکام کی خانہ جنگیاں اس کے باقی ماندہ مندروں اور خانقاہوں کی تباہی کا باعث ہو رہی تھیں

موجودہ آثار

اب ہم ان خانقاہوں مندروں اور دوسری چھوٹی چھوٹی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جو ٹیکسلا کی کھدائی سے برآمد ہوئی ہیں۔

دھرما راجیکا ستوپہ

اس سلسلہ میں سب سے پہلے قابل ذکر "دھرما راجیکا ستوپہ" ہے (ابتدا میں لفظ "ستوپہ" صرف ان ٹیلوں کے لئے استعمال ہوتا تھا جو مُردوں کو دفن کرنے کی غرض سے بنائے جاتے تھے۔ لیکن بعد کو اس کا اطلاق ان ٹیلوں کے لئے مخصوص ہوگیا جو بُدھ یا بُدھ کے حواریوں کے برکات محفوظ کرنے یا کسی متبرک مقام کی یادگار قائم کرنے کے لئے بنائے جانے لگے) یہ ستوپہ، چیر ٹوپ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ بڑا ستوپہ تمرا نالہ کی سطح سے بہت اوپر ایک اونچے میدان میں واقع ہے۔ اس کے نزدیک دوسرے چھوٹے چھوٹے ستوپے، مندر اور پجاریوں کے رہنے کے مکان بھی ہیں۔ بڑا ستوپہ گول ہے۔ اس کے گرد ایک بلند چبوترہ ہے جس میں چاروں طرف زینے لگے ہیں۔ یہ چبوترہ ستوپے کے گرد طواف کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ چھوٹے ستوپوں میں سے ایک ستوپے کا تبرک خانہ پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ اس خانے کے اندر سے ایک ڈبیا ملی ہے جو چار انچ اونچی ہے۔ اس ڈبیا کے اندر ایک اور چھوٹی سی ڈبیا ہے اور اس میں کچھ جلی ہوئی ہڈی، کچھ راکھ، اور سونے، موتی، اور ہڈی کے چند دانے پائے گئے ہیں۔ اسی خانہ میں پتھر کا ایک چھوٹا سا ستوپہ بھی دستیاب ہوا ہے جس کے نیچے کی طرف لعل، بلور، سنگ سلیمانی، یاقوت، نیلم، عقیق، فیروزہ، صدف، پکھراج، اور ہڈی کے سُفتہ دانے اور نگینے بڑی تعداد میں موجود تھے۔ ایک اور چھوٹے ستوپے کے تبرک خانہ سے کئی پُرانے سکے، سیفٹی پن کی طرح سونے کا ایک زیور، نیلم، بلور، اور یاقوت کے دانے، اور مونگے کے ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ چیزیں سرکار نے لنکا کے پیروانِ بدھ کو تحفے کے طور پر دیدی ہیں اور اب لنکا کے ایک مندر میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ مندروں میں چونے اور مٹی کی کئی مورتیاں بھی ملی ہیں ایک اور چھوٹے ستوپے کے اندر سے چاندی کی ڈبیا ملی ہے جس کے اندر ایک اور چھوٹی سنہری ڈبیا تھی اس میں ہڈیوں کے چند باریک ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں۔ ان ہڈیوں اور جسم انسانی کی سوختہ راکھ کی نسبت علمائے آثار نے مختلف قیاسات لگائے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ خود بدھ اعظم کے نعش کی راکھ ہے، لیکن اس وقت تک بدھ کے جس قدر حالات معلوم ہوئے ہیں اُن سے اس قیاس کی پوری طرح تصدیق نہیں ہوتی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بدھ اعظم کی نہیں لیکن دوسرے اکابر مذہب کی نعش کا بقیہ ہے۔ غالباً یہ دوسرا قیاس ہی قرین صواب ہے۔

ایک مندر میں بدھ کے ایک مجسمہ کا ٹکڑا ملا ہے اس میں صرف پاؤں اور لباس کا نچلا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ پاؤں ایڑی سے انگوٹھے تک ۵ فٹ ۳ انچ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجسمہ قریباً ۳۵ فٹ بلند ہوگا! ایک اور چھوٹے ستوپے سے سلطنت کشان کے ۵ طلائی سکے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔

ان ستوپوں اور مندروں کے ساتھ بعض دوسری عمارات بھی ہیں۔ ایک گلی میں بدھ کی دو بڑی بڑی مورتیں پائی گئی ہیں جن کے سر ضائع ہو چکے ہیں لیکن مورت کی وضع سے حالت استغراق ظاہر ہوتی ہے۔ ان ستوپوں سے ذرا آگے ایک کھلے میدان میں ایک تالاب برآمد ہوا ہے جس کے پہلوؤں میں چار چھوٹے چھوٹے ستوپے اور ہیں۔ یہ تالاب تورانی یا پارتھیائی عہد کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک ستوپے کے اندر سے برتن میں رکھی ہوئی کچھ راکھ اور عہد کنشک کے چند سکے بھی ملے ہیں۔

ان کے علاوہ اور کئی طرح کے تبرکات اور بدھ کی مختلف حالتوں کی مورتیاں اور قدیم سکے بھی ملے ہیں جن سے ٹیکسلا کی تاریخ پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہے۔

کنال ستوپہ

دوسرا ستوپہ جو کھدائی سے برآمد ہوا ہے وہ ستوپہ کنال کے نام سے موسوم ہے۔ ہوان چوانگ (چین کا مشہور سیاح) جب ٹیکسلا آیا تھا تو وہ اسی شہر میں مقیم ہوا تھا۔ اسے آجکل سرسکھ کہتے ہیں۔ شہر کے مضافات میں جن چار بدھ یادگاروں کا اس سیاح نے ذکر کیا ہے، ان میں سے ایک راجہ ایلا پترا کا تالاب تھا۔ یہ متبرک تالاب حسن ابدال میں واقع تھا جسے سکھ آجکل پنجہ صاحب کہتے ہیں اور جس کے متعلق اُن کی کئی عجیب غریب روایات مشہور ہیں۔ دوسرا ایک ستوپہ ہے جس سے بُدھ کی ایک پیشین گوئی کے مطابق خزانہ برآمد ہونا چاہیے تھا۔ تیسرا یہ سر والا ستوپہ ہے جسے راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا۔ چوتھا وہ ستوپہ ہے جسے راجہ اشوک نے اس مقام پر بنوایا تھا جہاں ایک روایت کے مطابق اس کے بیٹے کنال کی آنکھیں اُس کی سوتیلی ماں نے نکلوا دی تھیں۔

ستوپہ کنال شہر سرکپ کے مشرقی جانب واقع ہے۔ اس کی کرسی شمالاً جنوباً ۱۰۵ فٹ لمبی، اور شرقاً غرباً ۶۳ فٹ چوڑی ہے۔ یہ ستوپہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک چھوٹا سا ستوپہ اس ستوپے کے اندر سے بھی برآمد ہوا ہے۔

ستوپہ کنال کے نزدیک ایک خانقاہ بھی ہے۔ اس کی دیواریں جو ۱۳۔۱۴ فٹ بلند تھیں اب بھی کہیں کہیں باقی ہیں۔ یہ خانقاہ قریباً دو سو فٹ لمبی اور ڈیڑھ سو فٹ چوڑی ہے۔ چاروں طرف برآمدے اور حجرے بنے ہوئے ہیں۔

شہر سرکپ

شہر سرکپ کے کھنڈروں سے تمام شہر کا پورا پورا نقشہ ظاہر ہوتا ہے۔ مکانات، بازار، دکانیں، گلیاں، چوک، شاہی محل، چھوٹے چھوٹے ستوپے، مندر، یونیورسٹی کی عمارات، تمام کی تمام نمودار ہو چکی ہیں

برآمد شدہ اشیاء

اس شہر کی کھدائی سے ایک کثیر تعداد مختلف اشیاء کی برآمد ہوئی ہے۔ جن کا صرف اجمالی ذکر کیا جاسکتا ہے:

مٹی کے مختلف برتن۔ پانی پینے کے پیالے۔ بڑے بڑے گھڑے۔ پختہ مٹی کی چھوٹی چھوٹی مورتیں۔ کھلونے۔ سادہ اور نقش دار طشتریاں۔ آہنی برتن، پھاوڑے۔ کرسیاں۔ تپائیاں۔ گھوڑوں کی لگامیں۔ کنجیاں۔ تلواریں۔ تیر۔ کانسی اور تانبے کے برتن۔ عطر دان۔ کئی ہزار سکے۔ سونے چاندی کے زیور... مثلاً طلائی کنگنوں کی جوڑیاں۔ طلائی بالیوں کا ایک جوڑا۔ طلائی جھمکے۔ طلائی جھومر۔ سونے کی انگشتریاں۔ طلائی زنجیریں۔ طلائی ہار۔ طلائی تعویذ۔ طلائی آویزے جن میں یاقوت کے نگینے لگے ہوئے ہیں۔ طلائی سکے۔ طلائی تمغے۔ عقیق۔ یاقوت اور شیشے کے نگینے مختلف سکے اور سکے ڈھالنے کے سانچے وغیرہ وغیرہ۔

بہت سی چیزیں جو اُس وقت کی تہذیب، تعلیم، تاریخ، اور تمدن پر روشنی ڈالتی ہیں۔ دستیاب ہو چکی ہیں۔

جنڈیال کے ٹیلے

شہر سرکپ کے شمال کی جانب کچا کوٹ سے گزر کر جنڈیال کے دو اونچے اونچے ٹیلے ہیں ان میں سے ایک ٹیلے کی کھدائی سے ایک مندر کے کھنڈر... برآمد ہوئے ہیں۔ یہ مندر ایک مصنوعی ٹیلے پر جو سطح زمین سے ۲۵ فٹ بلند ہے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس مندر کا طول ۱۵۸ فٹ ہے۔ اب تک یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ مندر کس مذہب کا ہے؟ البتہ یہ ظاہر ہے کہ تورانی یا پارتھیائی عہد میں جب ٹیکسلا میں زرتشتیوں کا زور تھا، تعمیر ہوا تھا۔

دوسرا ٹیلہ پہلے ٹیلے سے ذرا پچھم کی طرف ہے۔ اس ٹیلے پر بھی ایک بہت بڑی عمارت کے کھنڈر... موجود ہیں۔ انہی ٹیلوں کے قریب دو اور چھوٹے ٹیلے بھی ہیں۔ ان میں سے ایک کے اندر سے ایک ستوپہ برآمد ہوا ہے اور دوسرے سے ایک ستوپہ کے آثار۔

شہر سرسکھ

سرکپ والے مندر سے قریب ڈیڑھ میل خانپور کی طرف شہر سرسکھ کے کھنڈرات ہیں۔ یہ شہر ٹیکسلا کا سب سے آخری اور جدید شہر ہے۔ غالباً راجہ کنشک نے آباد کیا تھا۔ شہر کی فصیل ساڑھے اٹھارہ فٹ موٹی ہے۔ اور فصیل کے باہر برج ہیں۔ سرسکھ کا عام نقشہ قریب قریب مستطیل ہے۔ یہاں سے چند تانبے کے سکے

آثار عتیقہ

ٹیکسلا

ہندوستان قدیم کا ایک مکمل منظر زمین کے نیچے!

دنیا کے ایک عظیم تمدن کی سرگزشت اطلال و آثار کی زبانی!

پیروان بدھ کے شہر، دار العلوم، خانقاہیں!

(از جناب میر ولی اللہ صاحب وکیل ایبٹ آباد)

راولپنڈی کے قریب ایک قدیم شہر کے آثار برآمد ہوئے ہیں، اور جن کا ذکر "ٹیکسلا یونیورسٹی" کے نام سے تمام دنیا کے اخبارات میں ہوچکا ہے، موجودہ عہد میں علم الآثار کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔ سب سے بڑی خصوصیت اس اثر کی یہ ہے کہ یہ ایک پرانی آبادی کا مکمل نقشہ دنیا کے سامنے نمایاں کردیتا ہے۔ پورا شہر، شہر کی تقسیم، اس کے محلے، اس کی سڑکیں، اس کی عمارتیں، اس کے دینی و علمی حلقے، سب اس طرح سامنے آجاتے ہیں، گویا حوادث و ایام کے قلم نے پرانے کھنڈروں اور افتادہ پتھروں کی سیاہی سے صفحۂ ارض پر ایک پرانا نقشہ بنا دیا ہے:

تلک آثارنا تدل علینا   فانظروا بعدنا الی الآثار

کسی پرانے تمدن کا آثار [illegible] ایسا اثر بہت کم میسر آیا ہے۔

اس انکشاف کے جستہ جستہ حالات اگرچہ شائع ہوچکے ہیں لیکن اس وقت تک پوری شرح و تفصیل کے ساتھ کوئی نظر نہیں ڈالی گئی تھی۔ امید ہے میر ولی اللہ صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ ہم کسی آئندہ اشاعت میں ٹیکسلا کے ضروری نقوش و تصاویر بھی شائع کرینگے۔

جغرافیائی محل

راولپنڈی کے شمال مغرب میں بیس میل کے فاصلہ پر ٹیکسلا ریلوے اسٹیشن کے شمال مشرق، ایک قطعۂ زمین ہے۔ جہاں آج سے چند سال پہلے صرف بے رونق زمین، اونچے اونچے ٹیلے، اور چھوٹی چھوٹی خشک پہاڑیاں تھیں، اور اب کچھ عرصہ سے زمین سے نکلے ہوئے مکانوں، خانقاہوں، مندروں کے کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن آج سے ڈیڑھ دو ہزار برس پہلے اسی قطعہ میں عظیم الشان شہر آباد تھے۔ ایسے شہر جن کی دولت و شوکت اور علمی کارناموں کو یونان اور ایران کی شاندار سلطنتیں بھی حیرت و رشک کی نگاہوں سے دیکھا کرتی تھیں!

یہ علاقہ ایک شاداب وادی میں واقع ہے جو دریائے ہرو اور اس کے دو معاونوں لنڈی اور تمرآہ سے سیراب ہوتی ہے۔ اس علاقہ کی حفاظت کے لئے قدرت نے ایک طرف مارگلہ اور دوسری طرف مری اور ہزارہ کے پہاڑوں سے ایک قلعہ بنا دیا ہے۔ یہی دریا اور پہاڑ زمانۂ قدیم میں ٹیکسلا کی آبادی اور رونق کا باعث تھے۔ چونکہ یہ علاقہ ہندوستان اور وسط ایشیا کی شاہراہ پر واقع ہے، اس لئے ہندوستان کی پرانی تاریخ میں اس علاقہ کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ انگریزوں سے پہلے ہندوستان پر جتنی بیرونی قومیں حملہ آور ہوئیں، سب کی سب اسی راستے سے داخل ہوئی تھیں۔ اور اسی وجہ سے اس علاقہ پر یکے بعد دیگرے کئی قومیں تھوڑے تھوڑے عرصہ تک حکمراں بھی رہی ہیں۔

انکشافات

چین کا مشہور سیاح ہوان چوانگ ساتویں صدی عیسوی میں یاترا کی غرض سے ہندوستان آیا تھا۔ اس کے سفرنامہ کی ان یادداشتوں نے جو ٹیکسلا کے متعلق تھیں، غالباً سب سے پہلے آثار دیرینہ کے ماہرین کی توجہ اس طرف مبذول کی۔ ایک مدت سے گرد و نواح کے زمینداروں کو اس علاقہ میں پرانے سکے اور دیگر آثار ملتے رہتے تھے اور علم الآثار کے بعض انگریز شائقین بھی یہاں سے کچھ نہ کچھ ڈھونڈھ نکالتے تھے۔ لیکن آثار کے ان بیش بہا دفینوں کی باقاعدہ اور منظم کھدوائی چند سال ہوئے سرجان مارشل سی، آئی، ای، ڈائرکٹر جنرل محکمۂ آثار قدیمۂ ہند نے شروع کی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے سامنے تین شہروں کے قریب قریب مکمل کھنڈر اور مختلف قوموں کے بے شمار سکے، زیور، برتن، اور بتوں کا ایک عدیم المثال عجائب خانہ موجود ہے!

ریلوے اسٹیشن ٹیکسلا کا نام پہلے "سرائے کالا" تھا۔ اب چند چند سال سے اسے ٹیکسلا کہتے ہیں۔ اسٹیشن کے قریب جو گاؤں آباد ہے۔ اس کا نام سرائے کالا یا "ڈھیری شاہان" ہے۔ ممکن ہے یہ نام شاہان قدیم کے بسائے ہوئے شہروں کے ان کھنڈروں کی وجہ سے پڑگیا ہو جو اس علاقہ میں بکثرت موجود ہیں۔

تین شہر

اب تک تین چار میل کے فاصلہ کے اندر تین پرانے شہروں کے کھنڈر مل چکے ہیں۔ ان میں سب سے پرانے شہر کا نام "بھڑ" ہے۔ اس شہر کے کھنڈر سرائے کالا حویلیاں ریلوے لائن اور تمرا نالہ کے درمیان واقع ہیں۔ اس شہر کی لمبائی شمالاً جنوباً ۱۲۰۰ گز اور چوڑائی شرقاً غرباً ۳۰۰ گز ہے۔ یہ شہر یونانیوں کے آنے سے کئی سو سال پہلے آباد ہوا تھا۔

دوسرا شہر "سرکپ" ہے اس کی فصیل اب تک موجود ہے فصیل کا گھیرا ۶ ہزار گز اور موٹائی ۱۵ بیس فٹ ہے فصیل کے بیرونی جانب تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر حفاظت کے لئے برج بنے ہوئے ہیں۔ یہ شہر غالباً دوسری صدی عیسوی میں آباد ہوا تھا۔

ٹیکسلا کا تیسرا شہر "سرسکھ" ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ شہر شاہان کشان (غالباً راجہ کنشک) کا آباد کیا ہوا ہے۔ فصیل کا دور قریباً تین میل ہے اور دیوار ۱۸ فٹ موٹی ہے۔ فصیل کے باہر ۹۰-۹۰ فٹ کے فاصلہ پر برج بھی بنے ہوئے ہیں۔ "سرسکھ" کی فصیل کے اندر آجکل تین چھوٹے چھوٹے گاؤں میرپور، ٹوپکیاں اور پنڈ گکرا آباد ہیں۔

ان شہروں کے علاوہ بدھ مذہب والوں کے بنائے ہوئے ستوپوں، خانقاہوں، اور دیگر قدیم عمارات کے آثار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔

تاریخی حالات

اس شہر کا اصلی نام "ٹکسلا" یا "تکھشلا" تھا۔ یونانی مورخین نے اسے "ٹیکسلا" لکھا ہے۔ شہر کی قدامت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ مہابھارت میں اس کا ذکر موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے پانچویں صدی قبل مسیح میں یہ علاقہ سلطنت ایران کا ایک حصہ تھا۔ اس کی تصدیق ان کتبوں سے ہوتی ہے جو نقش رستم میں دارا کی قبر پر اور خود ٹیکسلا میں بھی ملے ہیں۔ بدھ مذہب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹیکسلا میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھی جو علوم و فنون کی تعلیم و تحقیق کے لئے دنیا بھر میں مشہور تھی۔

سکندر اعظم کا حملہ

چوتھی صدی قبل مسیح کے اواخر میں سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کیا۔ ٹیکسلا کی سلطنت اس وقت دریائے اٹک سے دریائے جہلم تک پھیلی ہوئی تھی یہ بغیر لڑائی کے سکندر اعظم کے حوالے کردی گئی۔ جب سکندر نے راجہ پورس پر حملہ کیا۔ تو راجہ امبھی والی ٹیکسلا نے فوج سے سکندر کی امداد کی۔ اس کے صلہ میں سکندر نے راجہ کو نہ صرف سلطنت ٹیکسلا ہی پر بحال رہنے دیا۔ بلکہ اپنے مفتوحہ علاقے کا ایک حصہ بھی دے دیا۔ ۳۲۳ قبل مسیح میں سکندر اعظم کی وفات کے بعد راجہ چندرگپت نے یونانی فوجوں کو دریائے اٹک کے پار ہٹا دیا، اور پنجاب اور ٹیکسلا کی تمام ریاستیں اس کے تصرف میں آگئیں۔ چندرگپت کی حکومت کی سخت گیری سے تنگ آکر ٹیکسلا نے خود مختاری کے لئے جد و جہد کی اور بالآخر موریا حکومت کی ماتحتی سے آزاد ہوگیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد راجہ کا ولی عہد شہزادہ آشوک آپہنچا۔ اور اس علاقہ کو دوبارہ فتح کرکے ٹیکسلا میں بحیثیت نائب السلطنت کے متمکن ہوگیا۔ تیسری صدی قبل مسیح کے آخری سالوں میں راجہ آشوک کی وفات پر سلطنت موریا کا شیرازہ پھر پریشان ہونا شروع ہوگیا۔ چنانچہ ٹیکسلا بھی سلطنت کے دوسرے صوبوں کی طرح خود مختار ہوگیا، اور اس کی آزادانہ حکمرانیوں کا تیسرا دور شروع ہوا۔

دوسرا یونانی دور

یونانی حملہ آوروں کی ایک جماعت جو سکندر اعظم کے ساتھ آئی تھی، باختر میں آباد ہوگئی تھی۔ یہ نو آباد جماعت اور اس کی

بریدِ فرنگ

مکتوبِ فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار پیرس کے قلم سے)

شیخ سنوسی۔ اور امریکہ کی کامیاب ہوائی مہم

شیخ سنوسی

اس ہفتہ اخبار "طان" نے اپنے ایک نامہ نگار کا نہایت دلچسپ مضمون شایع کیا ہے۔ یہ نامہ نگار ملک عسیر (یمن) گیا تھا اور مشہور مجاہد طرابلس السید احمد الشریف یعنی شیخ سنوسی سے ملاقات حاصل کی تھی۔ یہ مضمون دراصل اسی ملاقات کے متعلق ہے ذیل میں اُس کے اہم حصے ملاحظہ ہوں:

شیخ سنوسی کی شخصیت

شیخ سنوسی بھی اُن لوگوں میں سے ہیں جو کچھ مدت پہلے صاحب اختیار و قوت تھے۔ اُن کا نام دول یورپ کے دلوں پر رعب طاری کر دیتا تھا۔ اُن کی شخصیت تمام دنیا میں خاص اہمیت رکھتی تھی لیکن جس طرح جنگ عظیم نے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاج اُن کے سروں سے اُتار پھینکے، اُسی طرح صحرا کے اس درویش بادشاہ کو بھی اُس کی حکومت سے محروم کر دیا۔ آج یہ اولوالعزم انسان جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ لیکن اسپر بھی اُس کی شخصیت اب بھی اُتنی ہی وزنی ہے جتنی کبھی تھی، بلکہ وہ معزول فرمانرواؤں میں اسوقت سب سے زیادہ با اثر، معزز، اور طاقتور ہے۔ یہ اس لئے کہ اُس کی بادشاہی صرف گوشت پوست کے پتلوں پر قائم نہ تھی کہ اُن کے ٹوٹتے ہی وہ بے قدر و قیمت ہو جاتا۔ اُسکی حکومت جسموں کے ساتھ ساتھ دلوں اور روحوں پر بھی قائم تھی۔ وہ اب بھی قائم ہے اور کوئی انسانی قوت اُسے زائل نہیں کر سکتی۔

شیخ سنوسی آجکل عسیر میں موجود ہیں۔ عسیر سے اُنکے دیرینہ خاندانی تعلقات ہیں۔ شیخ سنوسی کے دادا سید محمد سنوسی، سید احمد ادریسی کے شاگرد اور مرید تھے اور انہی کے حکم سے طرابلس گئے تھے۔ اس رشتہ کی وجہ سے شیخ سنوسی کا عسیر میں بہت اثر ہے۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اسوقت عسیر کی حکومت شیخ سنوسی ہی کے ہاتھ میں ہے۔ عسیر میں آکر اُنھوں نے دو کام بہت اہم کئے۔ ایک یہ کہ امیر علی ادریسی کو معزول کر دیا جو ایک ناسمجھ نوجوان تھا اور اُس کی جگہ اُس کے چچا امیر حسن ادریسی کو حاکم بنا دیا جو مدبر اور دانشمند آدمی ہے۔ دوسرا کام یہ کیا کہ نجد و عسیر میں معاہدہ کرا کے عسیر کو یورپین اقتدار سے بچا لیا۔

عسیر کے قلعہ میں

شیخ سنوسی سے مجھے قلعہ میں شرف ملاقات حاصل ہوا۔ رات کا وقت تھا۔ دو غلام ہمارے سامنے روشن موم بتیاں لئے چل رہے تھے اور پیچھے دس بارہ سپاہی ننگی تلواریں لئے ساتھ تھے۔ پھاٹک پر ہم ایک لمحہ رُکنے پر مجبور ہوئے کیونکہ ایک سنتری کو بچھو نے کاٹ لیا تھا۔

ہم صحن میں پہنچے۔ جابجا ذرجا کر لیٹے تھے۔ یہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک تنگ دروازے میں گھسے اور ایک دوسرے صحن میں پہنچے۔ یہ بالکل خالی تھا۔ ہم برابر ایک صحن سے دوسرے صحن میں پہنچتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک مکعب شکل کی مختصر عمارت کے سامنے پہنچے۔ یہی شیخ سنوسی سے ملاقات کی جگہ ہے۔

شیخ سنوسی کا حلیہ

میں اندر داخل ہوا تو جلیل القدر شیخ کو اپنے انتظار میں پایا۔ موصوف کا قد درمیانہ، جسم لاغر، صورت مراکشی، رنگ گورا، ناک بڑی اور خمیدہ، داڑھی ہلکی اور چھوٹی، مونچھیں لمبی اور پتلی۔ لباس مراکشی۔ اس حال میں وہ مجھ سے ملے۔ ملاقات کے وقت اُن کے اعصاب میں سخت ہیجان تھا اور نہایت غضبناک معلوم ہوتے تھے۔ میں قالین پر بیٹھ گیا۔ شیخ میرے سامنے تھے۔ وزیر نے میرا تعارف ان لفظوں میں کرایا "یہ بڑے شریف آدمی ہیں ان کی بات پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے"

شیخ سنوسی کا جوش

شیخ نے بڑے ہی جوش سے تقریر شروع کر دی۔ اٹلی کا نام جب جب زبان پر آتا تھا تو دانت پیستے تھے "ہم سنوسی آزادی کیساتھ زندہ رہیں گے اور آزاد ہی مریں گے" شیخ نے قہر آلود آواز میں کہا "ہم موت کے آخری لمحہ تک یورپین ملک گیری سے لڑینگے بہت ممکن ہے آج ہم فتح حاصل نہ کر سکیں۔ لیکن میدان سیاست میں ہمیشہ اچھے موقعے آتے رہتے ہیں۔ عنقریب ہمارا موقعہ بھی آجائے گا"

آزادی کی قیمت

"بعض ایسی سلطنتیں بھی موجود ہیں جو ہم سے کہتی ہیں 'اپنی تلوار نیام میں رکھ لو، ہم تمہیں اتنی اتنی دولت دیتے ہیں!' یہ وہ سلطنتیں ہیں جو علم و حکمت کی دعویدار ہیں۔ مگر وہ عربی علم النفس سے قطعاً جاہل ہیں۔ اگر وہ پہاڑ اُحد کے برابر بھی ہمیں سونا تول دیں، اور افریقہ کی پوری ریگ کو الماس و زمرد بنا دیں، جب بھی ہمارا یہی جواب ہوگا "نہیں!" آزادی، چاندی سونے اور ہیرے اور موتی سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے۔ وہ کسی قیمت پر بھی فروخت نہیں کی جا سکتی"

سنوسی طریقہ

یورپ میں شاید یہی سمجھا جاتا ہے کہ سنوسیت محض ایک بدوی درویشوں کا طریقہ ہے۔ یہ سمجھنے والوں کی غلطی ہے۔ ہماری ہر خانقاہ بیک وقت، مسجد، مسافر خانہ، مدرسہ اور فوجی بارک ہے۔ ہر خانقاہ کا شیخ بیک وقت نماز کا امام، مدرسہ کا معلم، مجلس کا واعظ اور فوج کا سپہ سالار ہے۔ تمام صحرا افریقہ ہماری خانقاہوں سے لبریز ہے۔ تمام خانقاہیں صرف ایک مرکز کے تابع ہیں اور اس مرکز کا امام خود میں ہوں!

"ہماری تحریک صرف طرابلس ہی میں عام نہیں ہے بلکہ سوڈان، مصر، حجاز اور یمن تک میں پھیلی ہوئی ہے۔ بلاشبہ ان ملکوں میں اُسنے سیاسی قوت اپنے ہاتھ میں نہیں لی ہے۔ لیکن جب ہم چاہیں ہزاروں مجاہد ان علاقوں سے حاصل کر سکتے ہیں"

اٹلی نے کیا حاصل کیا؟

"میری عدم موجودگی میں بھی طرابلس اور بنی غازی میں سنوسی اٹلی سے نبرد آزمائی کر رہے ہیں اور ہمیشہ یوں ہی کرتے رہیں گے۔ وہاں میرے چچا کا لڑکا میرا قائم مقام ہے اور ہرگز ذلت قبول نہیں کر سکتا۔ اتنی طویل اور خونریز جنگوں کے بعد بھی اٹلی سمندر سے کچھ زیادہ دُور تک نہ جا سکا۔ اندرون ملک پر اٹلی کا قبضہ محال ہے"

صحرائی جنت

"مصریوں کے ہاتھ سے "جغبوب" چھین کر اٹلی والے خوش ہو رہے ہیں کہ اب ہم سنوسیوں کو مار لیں گے!" لیکن یہ بھی ان کی سخت غلطی ہے۔ جغبوب ہمارا ایک مقدس شہر ہے، صرف اسی وجہ سے نہیں کہ وہاں محمد سنوسی (رح) کی قبر ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہ ہمارا عقلی مرکز ہے۔ وہیں ہماری سب سے بڑی علمی جامعہ (یونیورسٹی) ہے ہم نے اس صحرائی خطہ کو جنت بنا دیا ہے۔ اس میں نہریں جاری کی ہیں اور پورا شہر آباد کر دیا ہے۔ جغبوب پر قبضہ اٹلی کی ایک بہت بڑی سیاسی غلطی ہے۔ عنقریب اُسے اپنی اس حماقت کی سزا مل جائے گی۔ ہم اپنے اس متبرک شہر کو ہرگز اٹلی کے علم کے نیچے نہیں دیکھ سکتے۔ ہم اپنے خون سے اسے دوبارہ خرید لیں گے!"

طلیانی جنسیت

"ہم سے اٹلی کہتا ہے "ہماری جنسیت قبول کر لو" ہرگز نہیں! یہ ہمارا جواب ہے اور قیامت تک یہی جواب رہے گا۔ میں اپنی اور اپنے چچیرے بھائی اور تمام سنوسیوں کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اپنی گردنیں کٹوا دینا ہمارے لئے اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ طلیانی (اٹالین) جنسیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں۔ میں صحرا کا باشندہ تھا۔ اب حکومت حجاز کی رعیت ہوں۔ اگر حالات مجھے اس جنسیت کی محافظت نہ کرنے دیں تو میں مصری ہونا پسند کروں گا۔ میں مصریوں سے محبت کرتا ہوں۔ میں مصریوں کا شکر گزار ہوں۔ میں زندگی بھر اُن کا احسان مند رہوں گا۔ کیونکہ اُنھوں نے اپنے طرابلسی بھائیوں کی بڑی مدد کی تھی اور جغبوب کی بڑی شجاعت سے مدافعت کی تھی۔ وہ جغبوب جو سلطان عبد الحمید نے ہمیں مصری دفتر سے بخش دیا تھا"

اسلامی روح

شیخ سنوسی بڑے غصہ، جوش، اور تلخی سے تقریر کر رہے تھے۔ اچانک وہ چپ ہو گئے۔ شاید سستانے لگے۔ پھر اُنھوں نے مجھ سے کہا:

"جب تم یورپ پہنچنا تو اٹلی والوں سے کہدینا کہ اُنھوں نے اب تک اسلامی روح نہیں سمجھی ہے۔ اگر سمجھی ہوتی تو ہرگز یہ خیال نہ کرتے کہ جغبوب پر قبضہ کر کے وہ ہمیں زیر کر لیں گے۔ بہت سی سلطنتیں جو آج بڑی ہیں کل چھوٹی ہو جائیں گی۔ جرمنی اور روس کو دیکھو

ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک آئینے کا دستہ، اور شاہنشاہ اکبر کے زمانے کے کچھ پیسے برآمد ہوئے ہیں۔

لال چک کے آثار

سرسکھ کے شمال مشرق میں ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر چار چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے جنھیں آجکل لال چک کہتے ہیں۔ ان ٹیلوں کے نیچے سے بدھ مذہب والوں کی ایک آبادی کے آثار نکلے ہیں۔ ان میں ستوپے، مندر، اور خانقاہیں ہیں۔ یہ غالباً چوتھی صدی عیسوی کی تعمیرات ہیں۔ ان کھنڈروں سے عہد اقتائی کے کئی نقرئی سکے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارتیں چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی سے پہلے جلکر پیوند زمین ہوگئیں۔ ایک ستوپے کی اندرونی بھرتی سے مختلف زمانوں اور مختلف بادشاہوں کے ایک سو چالیس سکے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک اور چھوٹے ستوپے کی بنیادی چنائی میں سے سونے، یاقوت، لعل، یشب، اور سیپ کے تیس منکے ملے ہیں۔ لیکن یادگاری ہڈی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا ہے۔

بادل پور کا ستوپہ

بادل پور کا ستوپہ جو موضع بھیرہ کے قریب واقع ہے، دستبرد زمانہ کا زیادہ شکار ہوا۔ کرسی کے سوا اس کے آثار بہت کم باقی ہیں۔ اس ستوپے کے مشرق کی طرف ایک وسیع خانقاہ کے بھی کھنڈر ہیں جو سکے یہاں سے برآمد ہوئے ہیں، وہ تمام کنشک ہوشک، اور واسودیو (یعنی شاہان کشان) کے عہد کے ہیں۔ یہ غالباً تیسری صدی عیسوی کی تعمیر ہے۔

مصوّر دیواریں

بدھ عمارات کے وہ سلسلے جو موہڑہ مرادو اور جولیان کے نزدیک واقع ہیں، نہایت محفوظ حالت میں برآمد ہوئے ہیں۔ یہاں بعض ستوپے ایسے ہیں جن کی تمام سطح پر تصویریں ہی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ ان ستوپوں کے ساتھ خانقاہیں بھی ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے بعض پرانے کنوؤں کے کھنڈر... بھی نظر آتے تھے۔ جو اب بھر چکے ہیں اور ان پر کاشت ہوتی ہے۔ خانقاہوں میں چاروں طرف حجرے تھے۔ ایک گوشہ میں غسل خانہ، مجلس خانہ، باورچی خانہ، نعمت خانہ، اور انبار خانہ تھا۔ ان مقامات پر بدھ کی حالت استغراق کی کئی مورتیاں ہیں۔

ٹکسلا کی آتشزدگی

جس آگ سے یہ عمارات تباہ ہوئیں وہ پانچویں صدی عیسوی سے پہلے کی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان حجروں میں سے ایک یاقوت کی جلی ہوئی مُہر برآمد ہوئی ہے جس پر عہد گپتا کے براہمی خط میں یہ الفاظ کندہ ہیں "سری کلیشورا داسی" اسی عہد کی ایک اور تحریر بھوج پتر پر لکھی ہوئی بھی ملی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آتش زدگی کا حادثہ عہد گپتا سے پیشتر کا نہیں ہوسکتا، اور اس کا زمانہ پانچویں صدی عیسوی کا اواخر ہے۔ یہاں سے ساسانی کشانی نمونے کے چند کھوٹے سکے، آہنی میخیں، قبضے، تانبے کے زیور، اور مٹی کی مورتیں بھی دستیاب ہوئی ہیں۔

ایک زیر تنقیب حصہ

بھلّر ستوپہ کے قریب بدھ مذہب کی یادگاروں کا ایک اور سلسلہ بھی زیر تنقیب (کھدائی) ہے۔ یہ سلسلہ سرائے کالا حویلیان ریلوے لائن کے قریب، سرائے کالا سے ۵ میل اور دریائے ہرو سے نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہیون چوانگ کا بیان ہے کہ بھلّر ستوپہ شاہنشاہ اشوک نے اُس مقام پر بنایا تھا جہاں مہاتما بدھ نے اپنے سابق جنم میں اپنا سر قربان کیا تھا۔ اس وقت اُس ستوپے کا کوئی نشان باقی نہیں کیونکہ جو ستوپہ موجود ہے وہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کا نہیں ہوسکتا۔ ستوپے کے سامنے ایک وسیع صحن ہے اور چاروں طرف کمروں اور ایک خانقاہ کے آثار ہیں۔

"شہر بھڑ"

شہر بھڑ جو ٹکسلا کا سب سے قدیم شہر ہے، موضع بھڑ درگاہی کے پاس ہے۔ یہاں سے مٹی کے برتن، مٹی کی مورتیں، چاندی کے کھوٹے سکے، طلائی زیورات (چوڑی اور آویزہ وغیرہ) موتی، نیلم، یاقوت، مونگے، اور دیگر قیمتی پتھروں کے منکے، ایک تنگ و تاریک کنواں، اور اس کنوئیں سے خالی مٹکے ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے، برآمد ہوئے ہیں۔ بعض اندرونی شہادتوں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیور.. تیسری صدی قبل مسیح میں یہاں رکھے گئے تھے

اگر آپ کو
دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی
شکایت ہے، تو تأمل نہ کیجئے۔ اپنے
سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین
HIMROD
کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجئے!

کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دنیا میں بہترین فاؤنٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟
(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے۔
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں
کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو
آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

مقالات

اسلام اور نیشنلزم

۳

عصبیت نسل و وطن

گذشتہ مجلس میں ہم اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اسلام کی دعوت "انسانیت" اور "انسانی برادری" کی دعوت تھی۔ اس لئے اُس کا رجحان ان تمام تعصبات کے خلاف تھا جو نسل و وطن کے امتیازات سے پیدا ہو گئے تھے۔ اب ضروری ہے کہ مختصراً عصبیت نسل و وطن کی بھی تشریح کر دی جائے۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ اسلام کی روح جس چیز کی مخالف ہے، وہ صاف اور معین صورت میں کیا ہے؟

دو چیزیں ہیں: ایک نسل و وطن کا تحفظ ہے۔ ایک نسل و وطن کا تعصب ہے۔ اسلام کی روح تعصب کی مخالف ہے۔ تحفظ کی مخالف نہیں ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جب کبھی کوئی اس طرح کا دائرہ بنتا ہے، تو گو اس کی ابتدا تحفظ کے جذبات سے ہوتی ہے، لیکن آگے چلکر تحفظ تعصب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پہلے انسانوں کی ایک جماعت وطنیت اور قومیت کا دائرہ اس لئے کھینچتی ہے تاکہ اُس کے اندر رہکر دوسروں کے حملوں سے اپنی حفاظت کرے، یہ قومیت "دفاعی قومیت" ہوتی ہے۔ لیکن جب کچھ عرصہ تک یہ دائرہ قائم رہتا ہے تو پھر قومی حفاظت کی جگہ قومی برتری اور وطنی گھمنڈ کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، اور "دفاعی قومیت" اچانک "ہجومی قومیت" کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اب قومیت اپنا بچاؤ ہی نہیں چاہتی۔ دوسروں پر حملہ بھی کرنا چاہتی ہے۔ ساتھ ہی نسلی اور قومی برتری کا نشہ دوسرے انسانوں سے علیحدگی اور ان کی تحقیر و تذلیل کے جذبات بھی برانگیختہ کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مختلف قومی حلقوں میں باہمدگر تصادم شروع ہو جاتا ہے، اور انسانیت کے تمام اعلیٰ جذبات افسردہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اس صورت حال کا علاج صرف یہی تھا کہ حتی الامکان تنگ دائروں کا قیام ہی روک دیا جائے۔ جب کبھی کوئی تنگ دائرہ بنے گا، تو چونکہ یہ حقیقی انسانی دائرہ کی وسعت میں قطع و برید ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ وسعت نظر و احساس کی جگہ تنگی نظر و ضیق صدر کی بنیادیں پڑ جائیں۔ اسلام نے اسی لئے ان تمام تنگ دائروں کی ہمت افزائی کرنے سے انکار کر دیا، لیکن افسوس ہے کہ دنیا ابھی اتنی بلند نہیں ہوئی تھی کہ اس وسعت نظر کی متحمل ہو سکتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کا ایک ایسا دائرہ تو بن گیا جو تمام پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے لیکن نوع انسانی کی حد بندیاں نہ ٹوٹ سکیں!

وطنی و نسلی عصبیت کی اگر تحلیل کی جائے تو تین چیزیں ایسی نکلیں گی جنھیں خاص خاص لفظوں میں تعبیر کر کے بتلایا جا سکتا ہے کہ اس عصبیت کے عناصر کیا کیا ہیں:

(۱) جماعتی تنگ نظری۔

"جماعتی تنگ نظری" سے مقصود یہ ہے کہ جب انسانوں کا کوئی گروہ دوسروں سے الگ ہو کر ایک چھوٹے سے دائرہ کے اندر کھنچ جاتا ہے، تو اس کا دل تنگ، نظر محدود، اور ظرف کوتاہ ہو جاتا ہے۔ اُس کی ذہنیت ایک محدود گوشے کے اندر سکڑ کے رہ جاتی ہے۔ اُس کا جماعتی دماغ نظر کی وسعت، حوصلہ کی فراخی، اور ارادوں کی بلندی پیدا نہیں کر سکتا۔ زندگی اور زندگی کے ہر گوشہ میں پیمانۂ فکر وسعت سے ناآشنا ہو جاتا ہے۔ انسانی ہمدردی کے جذبات بھی نہایت تنگ اور محدود ہو جاتے ہیں۔ وہ صرف اپنے گرد و پیش کے تنگ گوشے ہی کو دیکھتا رہتا ہے۔ اُس سے باہر کا کوئی اثر قبول نہیں کر سکتا۔ وہ انسان ہونے پر بھی نوع انسانی سے الگ بنا چاہتا ہے۔ اُس میں اور انسانیت میں ایک ناقابل عبور دیوار کھنچ جاتی ہے!

جماعتی مزاج کی اس حالت کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ واضح مثال ہندوستان کی ہم ذاتوں کا نظام (کاسٹ سسٹم) ہے۔ یہ دنیا کے اُس عہد کی سب سے زیادہ طاقتور اور دیرپا یادگار ہے جب اُس کے قدم "قبیلہ" کی منزل میں جم چکے تھے۔ "قبیلہ" کی حد بندی کو منو نے ذات کی تقسیم میں منقسم کر دیا، اور جماعتی حد بندی کی حفاظت کے لئے اُنکے الگ الگ کام اور پیشے قرار دے دیئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ "انسانیت" کے تمام اعلیٰ جذبات فنا ہو گئے، اور حلقہ بندی کی ساری تنگ نظریاں اپنی انتہائی حالت میں پیدا ہو گئیں۔ اب دنیا منو کے عہد سے ہزاروں برس آگے بڑھ چکی ہے لیکن ہندوستان اب بھی طیار نہیں ہے کہ ان حد بندیوں کی سرحد عبور کر کے انسانیت کی وسعت کی طرف قدم اُٹھائے!

(۲) نسلی اور وطنی غرور و کبر۔

دوسری چیز نسلی اور وطنی بڑائی کا گھمنڈ ہے اور اس سے بڑھ کر انسانیت اور انسانی حقوق کے لئے کوئی جذبہ مہلک نہیں۔ یہ اعتقاد اور عمل کے تمام گوشے پامال کر دیتا ہے۔ انسانیت، عمل، استعداد، اور حق کی جگہ ایک غیر طبعی معیار فضیلت یعنے نسل اور وطن کا معیار قائم ہو جاتا ہے۔ اس کے قدیم نمونے عرب جاہلیت کے غرور نسب اور ہندوستان کے برہمنوں کے نسلی گھمنڈ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ نئے نمونے یورپ کی قومیتوں اور جنسیتوں کی شکل میں دنیا کے سامنے ہیں۔ علم، استعداد اور مساوات کی اس سب سے بڑی صدی میں بھی ایک انگریز سب سے پہلے انگریز ہونے کو اور ایک امریکن سب سے پہلے امریکن ہونے پر نظر رکھتا ہے!

البتہ یاد رہے کہ "غرور" اور "خودداری" میں فرق ہے۔ جماعت اور فرد دونوں کے لئے مذموم غرور و کبر ہے۔ خودداری نہیں ہے۔

(۳) جماعتی برتری کا غلو۔

تیسری چیز وہ ہے جسے "جماعتی برتری کے غلو" سے تعبیر کرنا چاہیئے۔ جب ایک دائرہ وطنیت اور قومیت کا بن جاتا ہے، تو آہستہ آہستہ اس میں قومی برتری کے جذبات نشو و نما پانے لگتے ہیں۔ ایک خاص حد تک تو ان میں غلو نہیں ہوتا، لیکن جب اُس حد سے متجاوز ہو جاتے ہیں، تو پھر قومی گھمنڈ اور کبریائی کا ایک جنون ہوتا ہے جس کے نشہ سے قوم کا ہر فرد متوالا ہو جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے نوع انسانی کا ہر فرد اسکی قومی برتری کے سامنے سر بسجود ہو جائے اور زمین کا ہر ٹکڑہ اس کے قدموں سے پامال ہو۔ اُسکی حرص غیر محدود اور اس کے قومی مطامع لا متناہی ہوتے ہیں۔ رومیوں نے ساری دنیا کو دو قسموں میں بانٹ دیا تھا: حاکم اور محکوم۔ وہ صرف اپنے کو حاکم قوم سمجھتے۔ باقی ساری دنیا محکومیت کے لئے تھی۔ نپولین کی پے در پے لڑائیوں نے فرانس کی آبادیاں جوان مردوں سے خالی کر دیں۔ اُس کی عالمگیر اولو العزمیوں کی وجہ سے تمام یورپ فرانس کا دشمن ہو گیا۔ تاہم نپولین جو جماعتی دماغ کے بھیدوں کا سب سے بڑا نباض تھا، جب کبھی عوام کے سامنے آتا اور نعرہ لگاتا۔ "فرانس کی عظمت، فرانس کا جھنڈا، فرانس کے جھنڈے کے تین رنگ" تو فرانس اپنی ساری بربادیاں اور خونریزیاں بھول جاتا اور وطنیت کے جنون سے بیخود ہو کر پکارنے لگتا "زندہ باد فرانس"۔ اتنا ہی نہیں بلکہ قومی اور وطنی گھمنڈ کے نشہ میں وہ یہ بھی بھول جاتا کہ جس شاہی استبداد سے نجات پانے کے لئے اُسنے ہزاروں فرانسیسیوں کے سر گلوٹین کی چھری سے جدا کر دیئے تھے: وہی استبداد آج نپولین کی شخصیت میں ایک درجہ اور شدید ہو کر موجود ہو گیا ہے، اور شاہی کی جگہ "شہنشاہی" اُس پر مسلط ہے۔ وہ دیوانہ وار پکارتا "زندہ باد شہنشاہ"!

نیٹشے اور برن ہارڈی نے جرمنی کو "حاکم قومیت" اور "حکم دنیا" کا جو جام پلایا تھا، اُس کی سرمستیاں ابھی دنیا دیکھ چکی ہے۔ "دنیا میں سب سے بڑی قوم جرمن کو ہونا چاہیئے یا برطانیہ کو؟" اس سوال نے ۵ برس تک تمام کرۂ ارضی کو خون اور آگ کے حوالے کر دیا۔ آج "برطانی شہنشاہیت" کا بے پناہ جذبہ دنیا کی کسی قوم کو سر اُٹھانے نہیں دیتا۔ سب کو پامال اور سر بسجود دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ یہ بھی وہی قومی برتری کا غلو اور جنون ہے۔ "قومیت" کا وہی حلقہ جو کبھی اس لئے بنا تھا کہ اپنی حفاظت کرے۔ اب اس لئے باقی ہے تاکہ دنیا کی کسی قوم اور ملک کے لئے حفاظت باقی نہ رہے!

اسلام کی دعوت جس عصبیت کی مخالف تھی اور جسے اسنے "عصبیتہ جاہلیتہ" سے تعبیر کیا، وہ یہ عصبیت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ اُسنے "وطنیت" اور "قومیت" کی جس حالت سے اختلاف کیا، وہ وہی حالت ہے جب دفاع اور تحفظ کی جگہ ہجوم اور تعصب کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ البتہ چونکہ اصل بنیاد اس حالت کی یہی ہے کہ انسانیت جیسے وسیع رشتے کی جگہ تنگ اور محدود دائروں کا پیدا ہو جانا، اس لئے اس کی ذہنیت کا عام رجحان اسی طرف رہا کہ سرے سے تنگ دائرے وجود ہی میں نہ آئیں۔

۴

یورپ کی جدید قومیت

"قومیت" اپنے سادہ معنوں میں اگرچہ پہلے سے موجود تھی، لیکن موجودہ زمانے میں "قومیت" کے لفظ سے جن اجتماعی عقائد و جذبات کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے، یہ دراصل یورپ کے نئے عہد تمدن کی پیداوار ہے۔ اس کی پیدائش انسانی آزادی و حقوق کی حفاظت کے لئے ہوئی تھی، لیکن اب انسان کی آزادی و حقوق کے لئے یہی چیز سب سے بڑی مصیبت بنگئی ہے!

آدل نے کیسی سخت شکست اٹھائی؟ دیری کس طرح پارہ پارہ ہوگئی؟ لیکن پھر چند دنوں کے بعد صورت حال میں انقلاب ہوا۔ آج وہ پھر دنیا کی عظیم سلطنتیں بن گئی ہیں۔ اسی طرح آج اٹلی قوی ہے اور ہم ضعیف ہیں، لیکن کون جانتا ہے کل کیا ہوگا؟ کیا اٹلی کے پاس کوئی ضمانت موجود ہے کہ اُس کی قوت ہمیشہ یونہی برقرار رہے گی اور ہم کبھی کروٹ نہیں لینگے؟ میں اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔"

غلامی یا سیاہ موت!

"میں ہرگز ہرگز اٹلی کی ملک گیر پالیسی کے آگے جھک نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے! بالکل ناممکن ہے! قیامت تک ناممکن ہے! میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے خوں ریزی مرغوب ہے۔ میں ہرگز جنگ کا خواہشمند نہیں ہوں۔ میں صلح چاہتا ہوں، اٹلی سے بھی صلح چاہتا ہوں۔ مگر صلح کی بنیاد کیا ہے؟ کیا غلامی؟ ہرگز نہیں۔ غلامی سے پہلے تو سیاہ موت! پھر کیا ہے؟ اقتصادی امتیازات؟ میں شروع سے کہہ رہا ہوں کہ اقتصادی امتیازات دینے کو آمادہ ہوں۔ لیکن یہ اُسوقت جب طرابلس کی سرزمین پر اٹلی کا ایک سپاہی بھی باقی نہ رہے۔ اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ جنگ! انتہائی جنگ! قیامت تک جنگ!"

شیخ سنوسی کا غصہ

اب شیخ سنوسی کا غصہ حد بیان سے تجاوز کرچکا تھا۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہے تھے۔ آنکھیں سُرخ ہوگئی تھیں۔ میں نے آجتک کبھی کسی آدمی کو اتنے غیظ و غضب میں نہیں دیکھا۔ میں ہرگز اپنی اس حالت کی پردہ پوشی نہیں کرنی چاہتا کہ اُن کا غصہ دیکھکر خوفزدہ ہوگیا تھا!

دیر تک چپ رہنے کے بعد اُنھوں نے جرمنی کی تعریف شروع کی اور ہنڈنبرگ کو بہت سراہا۔ میں سمجھا اب غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ مگر اچانک وہ پھر زور سے چلائے "جغبوب! اٹلی والوں سے کہدینا کہ آزادی یا موت!..."

وہ جوش سے بالکل بیخود ہوگئے۔ کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔ مگر ان کا جوش و غضب دیکھکر میں نے یہی بات موزوں سمجھی کہ مجلس ختم ہوجائے۔ خلاف دستور میں نے رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ شیخ بالکل خاموش ہوگئے۔ مگر تمام بدن سے کانپ رہے تھے اُنھوں نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ شاید کہہ ہی نہ سکے صرف ہاتھ کے اشارے سے مجھے خدا حافظ کہا۔

نیویارک سے پیرس تک

میں اپنے پچھلے مکتوب میں کپتان نجیسر کا مفصل ذکر کرچکا ہوں کہ کس طرح وہ پیرس سے ہوائی جہاز پر نیویارک کے لئے روانہ ہوا اور لاپتہ ہوگیا۔ کپتان نجیسر کی داستان، فرانس کی عظمت کی داستان تھی، اب امریکہ کی عظمت کی داستان بھی سن لیجئے۔ آج پورا پیرس، دل شکستہ پیرس، چارلس لنڈبرگ کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہے۔ یہ ۲۲ سالہ نوجوان، امریکہ کی پوری عظمت کا نشان ہے،

کپتان نجیسر، ایک پرواز میں بحر اعظم اٹلانٹک عبور نہ کرسکا۔ اس کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ امریکہ کا ہوائی فاتح چارلس اس مہم میں کامیاب ہوگیا۔ آج تمام دنیا کی نظریں اس نوجوان کے چہرے پر گڑی ہوئی ہیں جس کے رخسار ہنوز بچپن کے بھولے پن سے لبریز ہیں مگر جس کے دل میں نپولین اور واشنگٹن کا خون بھرا ہوا ہے!

اسنے اپنا ہوائی جہاز خود اپنی نگرانی میں بنوایا تھا اُس کا نام "گہوارۂ موت" رکھا تھا۔ اسکی حیثیت اکہری تھی۔ لوگوں کو حیرت تھی کہ ایسے معمولی جہاز سے یہ مہم کیسے سر کی جاسکتی ہے؟ روانگی کی رات کو ہوا باز نے اپنا بہت سا وقت نیویارک کے ایک سینما میں گزارا۔ واپسی پر اُسنے خادم کو ہدایت کی کہ ٹھیک ۲ بجے رات کو جگادے۔ چنانچہ اُسوقت سے اپنے جہاز کے پُرزوں کا معائنہ کرتا رہا۔ پھر امریکن گھڑی کے حساب سے ٹھیک، ۷ بجکر ۵۲ منٹ صبح، اور یورپین گھڑی کے حساب ۱۲ بجکر ۵۲ منٹ دوپہر کو نیویارک کے ہوائی اسٹیشن سے اُڑا۔ یہ ۲۰ مئی ۲۷ء کا دن تھا۔

اس کی گود میں اُس کی عزیز سیاہ بلی بھی تھی اور وہ اُسے اپنے ساتھ لیجانا چاہتا تھا۔ مگر بعد میں یہ خیال کرکے کہ اتنی بلندی پر پہونچکر وہ شاید زندہ نہ رہے گی، اپنے ایک دوست کو یہ کہتے ہوئے دیدی "یہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اسکی خوب خاطر کرنا!"

جب جہاز کے انجن نے حرکت کی تو اُس کا ایک دوست رونے لگا۔ ہوا باز نے کہا "کیوں روتے ہو؟ رونے کی کوئی وجہ نہیں۔ خدا حافظ!" اب "گہوارۂ موت" ہوا میں تھا!

روانگی کے بعد نوجوان کی ماں نے کہا "چارلی ضرور پیرس پہنچ جائے گا۔ مجھے یقین ہے۔ اگر جہاز میں جگہ ہوتی تو میں بھی اس کے ساتھ سفر کرتی!" زندہ قوم کی عورتوں کا یہ حال ہے!

۲۱ مئی کی شام کو "گہوارۂ موت" پیرس میں تھا! جہاز اُترتے ہی امریکن سفارتخانہ کا ڈاکٹر دوڑا اور ہوا باز کا طبی معائنہ کرنا چاہا۔ بہادر لڑکے نے ڈاکٹر کو روک دیا "کوئی ضرورت نہیں میں ذرا بھی تھکا نہیں ہوں"

پھر حاضرین کے اصرار پر اُسنے اپنے اس حیرت انگیز سفر کے متعلق صرف اس قدر کہا:

"نیویارک کے رصد خانے نے اُڑنے سے پہلے مجھے خبر دی کہ فضا کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ راستہ میں مجھے اس کی پوری تصدیق ہوگئی۔ ۱۶۰۰ کیلومیٹر مسافت میں نے سخت برفانی آندھیوں میں طے کی۔ میں اس طوفان سے بچنے کے لئے کبھی ۳۰۰۰ میٹر بلندی پر اُڑجاتا تھا اور کبھی اتنا نیچا ہوتا تھا کہ سمندر کو چھو سکتا تھا۔ میں اس حال میں سطح سمندر سے صرف ۳ میٹر بلند ہوتا تھا۔ راستہ بھر مجھے ذرا بھی نیند محسوس نہیں ہوئی۔ میں ایک ایسی حالت میں تھا جو نیند کی حالت قبول نہیں کرسکتی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ پیرس سے بھی آگے تک میں جاسکتا تھا۔ کیونکہ میرے جہاز میں کافی پٹرول بچ رہا ہے"

اس گفتگو کے بعد ہوا باز آرام کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے دن امریکن سفارتخانے میں اُسے مدعو کیا۔ یہاں سفیر نے بے تار کی ٹیلیفون کے ذریعہ نوجوان کی ماں سے گفتگو کا انتظام کر رکھا تھا۔

"ہیلو" ہوا باز نے اپنی ماں کو مخاطب کیا "معاملہ کچھ بھی نہ تھا! تم خیریت سے ہوگی۔ میں بالکل تندرست ہوں۔ مہم سر ہوگئی!"

"سب سے زیادہ کٹھن گھڑی کون سی تھی؟" اخبار نویسوں نے سوال کیا۔

"سب سے زیادہ کٹھن گھڑی، پیرس پہنچنے اور لاکھوں آدمیوں کے ہجوم میں کھڑے ہونے کی گھڑی تھی" ہوا باز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "نیویارک سے پرواز بہت ہی تکلیف دہ تھی میں سمجھتا تھا اس سے زیادہ تکلیف پیش نہیں آئے گی۔ لیکن سمندر پر پہنچنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ تکلیف کچھ بھی نہ تھی۔ میں اب نہایت ہی کثیف کہر میں گھر گیا تھا۔ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا برف کی ہولناک بارش ہورہی تھی اور میں بار بار ہمت ہار جاتا تھا میں نے بڑی کوشش کی کہ برفانی طوفان کے اوپر نکل جاؤں مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اسوقت میں نے ناامیدی محسوس کی اور واپسی کا خیال کیا۔ مگر ناکامی کی ذلت، موت سے زیادہ سخت تھی۔ میں نے اپنے دل سے کہا "ایک دن مرنا ہے۔ کچھ پرواہ نہیں اگر اسی سمندر میں قبر بنجائے" میں برابر جدوجہد کرتا رہا یہاں تک کہ طوفان نکل گیا اور موسم خوشگوار ہوگیا۔ دوسرے دن دوپہر کے قریب مجھے سمندر میں ماہی گیروں کی چند بادبانی کشتیاں نظر آئیں۔ آہ! میری مسرت ناقابل بیان تھی۔ میں بالکل نیچے اُتر آیا۔ قریب تھا میرا جہاز کشتیوں کے مستول سے ٹکرا جائے۔ میں نے چلاکر کہا "کیا یہی آئرلینڈ کا راستہ ہے؟" وہ حیرت سے میرے جہاز کو تک رہے تھے۔ شاید مجھے مجنوں سمجھے۔ اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا یا دیا اور میں نے سنا نہیں۔ بہرحال تقریباً ۴ بجے شام کو مجھے دُور زمین دکھائی دی۔ میں پھر نیچے اُتر آیا اور غور سے وہ سنگلاخ چٹانیں دیکھیں جو سمندر میں بھوتوں کی طرح سر نکالے کھڑی تھیں۔ میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ آئرلینڈ ہے۔ اب مجھے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ میں آئرلینڈ اور انگلینڈ کی فضا میں بالکل نیچے اُڑ رہا تھا مگر کسی نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں راستہ بھولا نہیں۔ سیدھا پیرس آگیا۔ لیکن عین وقت پر یہاں کے ہوائی اسٹیشن کا راستہ بھول گیا۔ مگر زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ اسٹیشن کی روشنی نے میری رہنمائی کی"

اس گفتگو کے بعد ہوا باز کپتان نجیسر کی ماں سے ملنے گیا۔ پیرس کی نازنینوں نے جو خوبصورت نجیسر کھو چکی ہیں، اُسے دیکھا تو چلائیں "واقعی یہ خوبصورت ہے!"

غرضکہ وہ ہوائی مہم سر ہوگئی جو اب تک ناممکن معلوم ہوتی تھی، نیویارک سے پیرس تک ۶ ہزار کیلومیٹر کی مسافت ایک پرواز میں طے ہوگئی اور صرف ساڑھے ۳۳ گھنٹوں کی مدت میں!

۲۵ ہزار ڈالر مہم سر کرنے والے کے لئے انعام تھا۔ ۲۲ سالہ نوجوان چارلس نے اسے حاصل کرلیا!

دُنیا کی بہترین پنسل
امریکن کارخانہ "شیفر"
کی
"لائف ٹائم" پنسل ہے
اسلئے کہ
(۱) "لائف ٹائم" یعنے عمر بھر کے لئے کافی ہے۔
(۲) اُسکا خول اس قدر خوشنما اور دیدہ زیب ہے کہ دنیا کی کوئی پنسل خوبصورتی میں اُسکا مقابلہ نہیں کرسکتی،
(۳) ارزانی میں بھی تمام قسم کی پنسلوں کا مقابلہ کرتی ہے
یاد رکھئے
آپکو "لائف ٹائم" پنسل خریدنی ہے!

گزر چکی ہو۔ یہ قومیت کا تحفظ نہیں ہے۔ قومیت کا تعصب ہے۔ یہ "انسانیت" اور "انسانی برادری" کے عین ضد ہے۔ یہ "انسانی آزادی و حقوق" کے اعتقاد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ یہ آزادی کے نام سے آزادی کی پامالی، اور قومیت کے نام سے صرف طاقت کی معبودیت ہے!

نئی قومیت کے محاسن و مفاسد

اگر یورپ کی قومیتوں اور ان کے اعمال پر نظر ڈالی جائے تو حسب ذیل حقیقتیں سامنے آئیں گی:

(۱) "انسانی آزادی" اور "قومی حقوق" کے بنیادی اصول قائم ہو گئے اور ان کی وجہ سے یورپ کے ذہن و اجتماع کا انقلاب عظیم وجود میں آگیا۔ "جدید قومیت" کے اصول و عقائد نے جماعتوں کے اندر ایک ایسی نئی اجتماعی طاقت پیدا کر دی جو تمام پچھلی اجتماعی طاقتوں سے زیادہ منظم اور قوی تھی۔

(۲) قومیت کے نشو و نما سے پہلے یورپ مذہبی تعصبات میں مبتلا تھا۔ مسیحیت کی مذہبی جکڑ بندیاں اتنی سخت تھیں کہ ذہن و دماغ کو ہلنے نہیں دیتی تھیں۔ اب "قومیت" کے فروغ نے مذہب کے تعصبات ڈھیلے کر دیئے۔ مذہب کی جگہ قومیت اجتماع و ارتباط کا رشتہ بن گئی۔ قومیت نے جب سر اُٹھایا تھا، تو اسے شاہی استبداد سے کہیں زیادہ پوپ اور کلیسا کے استبداد کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ والٹیر نے بیت المقدس کی جگہ انسانی آزادی کے لئے جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تھا۔ جب اس معرکہ میں قومیت فتحمند ہوئی تو یہ فتح شاہی اور کلیسائی، دونوں طرح کے استبدادوں پر فتح تھی۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ قومیت جڑ پکڑتی جاتی تھی، اور مسیحی جمود اُکھڑتا جاتا تھا۔

(۳) "قومیت" کے فروغ سے پہلے یورپ ذہن و اعتقاد کے جن دائروں میں بند تھا، وہ حد درجہ تنگ تھے۔ اس لئے قومیت نے پچھلے دائروں سے ایک زیادہ وسیع دائرہ مہیا کر دیا اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر گوشۂ فکر و عمل میں ایک ایسی وسعت پیدا ہو گئی جس کا اس سے پہلے وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(۴) مذہبی اور نسلی تعصبات کی جگہ "قومیت" کے قائم ہو جانے کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک کے اندر تمام جماعتیں اور تمام طبقات باہمدگر متحد اور منسلک ہو گئے۔ یہ احساس کہ "فلاں انسان ہمارا ہم قوم اور ہم وطن ہے" اتنا قوی اور موثر ہو گیا کہ اس پر کوئی تعصب غالب نہ آسکا۔ مسیحیت اور یہودیت کی تاریخی اور روایتی دشمنی مسلّم ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ میں بھی بدنصیب یہودیوں نے وہ ظلم و ستم برداشت نہ کئے ہونگے جو یورپ کی مسیحی حکومتوں میں انہیں صدیوں تک جھیلنے پڑے۔ اٹھارویں صدی کے اواخر تک کسی انسان کے لئے یہودی ہونا ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ لیکن اب "قومیت" کے جذبہ نے یہ تمام جذبات مغلوب کر دیئے۔ سب سے پہلے انگلستان اور فرانس نے، پھر بہ تدریج یورپ کی دوسری قومیتوں نے ان کا حق قومیت بھی اُسی طرح تسلیم کر لیا، جس طرح اُن ملکوں کے مسیحی باشندوں کا تسلیم کیا تھا۔ ایک یہودی، انگریز، فرانسیسی یا جرمن ہو کر اُسی طرح ان ملکوں کے شہری اور قومی حقوق سے متمتع ہونے لگا، جس طرح مسیحی باشندے ہوتے تھے۔ انیسویں صدی میں انگریز یہودیوں کے لئے تمام برطانی عہدوں اور منصبوں کے دروازے کھول دیئے گئے حتی کہ وزارت کے بڑے سے بڑے مقام کے لئے بھی یہودیت مانع نہ رہی۔

یہ تو ہوا "قومیت" کے محاسن تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی:

(۱) یہ جو کچھ بھی ہوا صرف یورپ میں اور یورپ کے باشندوں میں ہوا۔ یورپ کے حدود سے باہر کے لئے نہ تو انسانی آزادی کا اعلان موثر ہو سکا، نہ قومی حقوق کا اعتقاد۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم رومن اصول کے مطابق یورپ نے فیصلہ کر لیا کہ دنیا برتر اور کمتر اقوام میں منقسم ہے۔ آزادی اور حقوق کے تمام اصول برتر اقوام کے لئے ہیں نہ کہ کمتر اقوام کے لئے۔ یورپ اور امریکہ دنیا کا نصف برتر حصہ ہے، بقیہ دنیا کمتر حصہ ہے۔ اس لئے اسے کوئی حق نہیں کہ انسانی آزادی اور قومی حقوق کا مطالبہ کرے جو برتر انسانوں کے لئے مخصوص ہیں!

(۲) فرانس جس وقت اپنے ملک کے اندر تیسرے انقلاب آزادی کی طیاریاں کر رہا تھا، تو اُس وقت کسی فرانسیسی کے ذہن میں اس بات کا خطرہ بھی نہیں گزرا کہ اسی آزادی کی امیر عبد القادر جزائری اور اس کی بدبخت قوم کو بھی ضرورت ہے یا نہیں جسے فرانس نے اپنی فوجی طاقت سے غلام بننے پر مجبور کر دیا ہے؟ آج فرانس کی "علم حریت" "قومیت" شام میں جو کچھ کر رہی ہے، دنیا کے سامنے ہے۔ انگلستان کہتا ہے وہ چھوٹی قوموں کا محافظ ہے۔ آزادی کا پشت پناہ ہے۔ محب الوطنوں کے لئے گوشۂ امن ہے۔ لیکن یہ سب کچھ کن حالات میں اور کن کے لئے ہے؟ بلاشبہ اُس نے روس کے فراریوں کو پناہ دی، فرانس کے جلاوطنوں کے لئے دروازے کھول دیئے، یونان کی آزادی کے لئے اپنا قومی شاعر بائرن پیدا کر دیا، اٹلی کے میزینی کو اپنی آبادیوں میں جگہ دے دی، اور یورپ کے جتنے انقلابی نقشے لندن کی گلیوں اور مکانوں ہی میں کھینچے گئے، مگر مشرق اور ایشیا کے لئے اُس کی یہ "حریت پرور" قومیت کیا فیصلہ کرتی رہی؟ وہ روس اور آسٹریا کے مظلوموں کو پناہ دیتا رہا، لیکن خود اُس کے ظلم و تسلط کے مظلوموں کے لئے اُس کے پاس پناہ دینے کا کیا سامان تھا؟ جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ آج مشرق اور ایشیا کا ہر گوشہ زبان حال سے جواب دے رہا ہے!

(۳) چونکہ "دفاعی قومیت" کی جگہ "ہجومی قومیت" کا جارحانہ مزاج پیدا ہو گیا تھا، اس لئے خود یورپ کو بھی اپنی "قومی عصبیت" کے نتائج سے نجات نہ مل سکی۔ بلاشبہ غیر یورپین اقوام و بلاد کے مقابلہ میں اُس نے اپنے لئے آزادی و حقوق کا ایک بلند معیار قرار دے لیا، لیکن یہ معیار گروہ بندی کی تنگ نظری اور قومی برتری و تسلط کے جذبات پر غالب نہ آسکا جو "ہجومی قومیت" کے لازمی خواص ہیں۔ "قومی برتری" کی حرص نے تصادم و کشاکش کی حالت پیدا کر دی، اور جماعتی ذہنیتوں پر "حق" کی جگہ اُسی "طاقت" کے ...... اصول کی فرمانروائی قائم ہو گئی جس کے خلاف اس زور شور سے اعلان جنگ کیا گیا تھا۔ "قومی برتری" کی اس کشاکش نے یورپین طاقتوں کے لئے ایک کبھی ختم نہ ہونے والی باہمی جنگ کی حالت پیدا کر دی ہے۔ ہر قومیت دوسری قومیت کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ مقابلہ کا ایک بڑا میدان مشرق کی کمزوریوں نے بہم پہونچا دیا۔ ہر قوم چاہتی ہے اس میدان میں سب سے بڑھ کر غاصب اور سب سے زیادہ طامع ثابت ہو۔ استعمار، تجارت، اسلحہ سازی، مادی تقدم، اور معنوی نفوذ! ہر گوشہ میں دوڑ جاری ہے۔ پچھلی عالمگیر جنگ قومی مزاج کی اسی مجنونانہ حالت کا نتیجہ تھی، اور ابھی اُس کے عالمگیر ذبح کا خون خشک نہیں ہوا تھا کہ ایک دوسرے تصادم کا میدان طیار ہونے لگا!

(۴) اسی طرح قومی "عصبیت" کی ساری مزاجی کیفیتیں اپنی پوری شدت کے ساتھ پیدا ہو گئیں۔ تمدن کی ترقی جذبات و امیال کی صورت بدل دیتی ہے۔ طبیعت نہیں بدل سکتی۔ عرب جاہلیت کا غرور اور ہندوستان کے برہمنوں کی مغرورانہ تنگ دلی ایک دوسری صورت میں اُبھر آئی جو پہلی صورت سے کہیں زیادہ طاقتور اور دیرپا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ "انسانیت" کا دائرہ اب بھی ویسا ہی تنگ ہے جیسا پہلے تھا۔

ردِ فعل

ضروری تھا کہ اس حالت کا ردِ فعل پیدا ہو۔ "ہجومی قومیت" کا مجنونانہ غلو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب دنیا کا تغیر پسند مزاج زیادہ عرصہ تک متحمل نہیں ہو سکتا۔

انیسویں صدی ابھی زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی کہ اس کے آثار شروع ہو گئے۔ سوسائٹی کے نچلے طبقوں نے دیکھا کہ آزادی اور مساوات کی اتنی ہنگامہ آرائیوں کے بعد بھی حقیقی آزادی اور مساوات بدستور مفقود ہیں۔ موجودہ نظام قومیت جو آزادی و مساوات کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا، اب خود آزادی و مساوات کی راہ میں روک بن گیا ہے۔ نئے دور سے پہلے دنیا کا استبداد اور غیر مساویانہ امتیاز چند افراد اور خاندانوں میں محدود تھا۔ اب وہ بڑے گروہوں میں پھیل گیا ہے۔ اس لئے حق و مساوات کے مقابلہ میں طاقت اُتنی سمٹی ہوئی اور مرکز کی حالت میں نہیں ہے جس قدر پہلے تھی۔ تاہم جہاں تک انسانی آزادی و مساوات کا تعلق ہے، نوع انسانی اب بھی اُس سے اُسی طرح محروم ہے جس طرح پہلے تھی!

اس سے بھی زیادہ یہ کہ سرمایہ داری کی طاقت نے اب کہ پہلے سے بھی کہیں زیادہ اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ پہلے انسانوں پر جو اختیار و تسلط صدیوں کی شاہی نسل اور امیرانہ روایت حاصل کر سکتی تھی اب وہ اختیار چند مہینوں اور برسوں کے اندر ایک سرمایہ دار محض روپیہ کے ذریعہ حاصل کر لیتا ہے اور دنیا کی صلح و جنگ اور ملکوں اور قوموں کی حکومت و محکومی کی باگ فوراً اُس کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے!

انیسویں صدی کے "سوشلزم" کی تخم ریزی اسی ردِ فعل کا نتیجہ تھی۔ اب یہ بڑھتے بڑھتے "کمیونزم" تک پہونچ گیا ہے، اور صرف یورپ کا نظام قومیت بلکہ ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کا پورا نظام اُلٹ دینا چاہتا ہے۔

عالمگیر جنگ یورپ اس نظام قومیت کی نامرادیوں کا سب سے بڑا اعلان تھا۔ ۵ سال تک خون اور آگ میں نہا کر جب دنیا نے دوبارہ سنبھالا لیا تو زندگی اور امن کی جستجو از سر نو شروع ہو گئی۔ اُن تمام لوگوں نے جن کی ذہنیت کسی قومی نظام حکومت کی غرض پرستیوں سے آلودہ نہ تھی، محسوس کر لیا کہ پچھلا نظام اب دنیا کو زیادہ عرصہ تک مطمئن نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے حکما اور مفکرین میں ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو قومیت کی اس عصبیت سے اُکتا گیا ہے اور "قومیت" کی جگہ "انسانیت" کی وسیع فضا ڈھونڈھ رہا ہے۔ طرح طرح کے نئے نظریئے اور نئی تجویزیں دماغوں میں نشو و نما پا رہی ہیں۔ "دنیا کے نظام اجتماع کی نئی تقسیم" اور "انسانی برادری کا غیر مشروط حلقہ" وقت کا سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ موضوع فکر ہے۔

اگر بحیثیت مجموعی دنیا کی موجودہ ذہنی فضا پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آتا ہے کہ ایک موسم ختم ہو رہا ہے اور دوسرے کی آمد آمد ہے۔ جس زمانہ سے ہم گذر رہے ہیں، عجب نہیں مستقبل کا مورخ اسمیں عہد تحول کے آثار کی جستجو کرے۔ نہیں کہا جا سکتا نئے موسم کا پیغام کیا ہوگا؟ لیکن یہ ضرور ہے کہ دنیا اس وقت تک جن اجتماعی دائروں میں محصور رہی ہے اُس سے ایک زیادہ وسیع دائرے کی طرف قدم بڑھائے۔ کیا وہ "انسانیت" اور "انسانی برادری" کی منزل ہوگی؟ کیا دنیا اُس نقطہ تک پہنچ گئی ہے جس نقطہ تک اب سے تیرہ سو برس پہلے اسلام نے اُسے پہنچانا چاہا تھا مگر نہ پہنچ سکی؟ اس کا جواب صرف مستقبل ہی دے سکتا ہے۔ مگر سردست ہمیں اس جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں یہ سوال حل کرنا ہے کہ ہم ۔ ہم بحالت موجودہ میں کیا کرنا چاہیے؟ یعنی جہاں تک "قوم" اور "قومیت" کا تعلق ہے، ہمارا طریق کار کیا ہونا چاہیے؟ ناگزیر ہے کہ اس موضوع کے لئے ایک اور مجلس بحث و فکر آراستہ کی جائے۔

دفاعی قومیت کی پیدائش

ازمنۂ وسطیٰ (مڈل ایجز) کے بعد جب یورپ نے کروٹ بدلی اور نئے تمدن کی نشوونما شروع ہوئی، تو اُس کے ساتھ ساتھ ایک نئے قسم کی اجتماعی زندگی بھی نشوونما پانے لگی۔ یہ وہ وقت تھا جب ایک طرف علم اور آزادی کی روح تمام یورپ میں پھیل رہی تھی، دوسری طرف شخصی حکومتوں کا استبداد اور اجنبی تسلط کا ظلم اپنی تمام پرانی روایتوں پر مضبوطی کے ساتھ قائم تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک نئی کشمکش شروع ہوگئی۔ ایک طرف شاہی تاج و تخت اور اس کے غیر محدود دعوے تھے۔ دوسری طرف علم و آزادی کے پیدا کئے ہوئے نئے نئے اصول اور نئے نئے ولولے تھے۔ تاج و تخت کے مقابلے میں جب عوام کے جذبات آزادی جوش میں آئے تو خود بخود ایک نہایت موثر اور طاقتور لفظ وجود میں آگیا یہ لفظ پہلے سے موجود تھا لیکن اس کے ساحرانہ معانی لوگوں کو معلوم نہ تھے۔ اب ہر شخص کے سامنے آگئے۔ یہ لفظ "قوم" تھا، اور یہ انکشاف "قوم ہونے" یعنی "قومیت" کا انکشاف تھا۔ شاہی تاج و تخت کا دعوا تھا جیسا کہ بدنصیب لوئس شانزدہم نے بعد کو کہا: "حق اور طاقت میں ہوں" عوام اب اسے تسلیم کرنے کے لئے طیار نہ تھے۔ خود بخود سوال پیدا ہوگیا کہ اگر شاہی نسل اور تاج و تخت کی وراثت، حق اور طاقت کا جائز سرچشمہ نہیں ہے تو پھر کون ہے؟ وہ کونسی قوت ہے جس کے سامنے شاہی تاج و تخت کو بھی سر جھکا دینا چاہیے؟ خود بخود جواب پیدا ہوگیا کہ "قوم" ہے۔ صرف "قوم" ہی ہر طرح کے حق و طاقت کا سرچشمہ ہے۔ صرف قوم ہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے اوپر حکومت کرے!

"رعیت" اور "قوم"

اُس وقت تک عوام کا اعتقاد یہ تھا کہ طاقت کا مرکز شاہی تاج و تخت ہے۔ اب طاقت کا ایک نیا مرکز نمودار ہوگیا جو خود اُسی کے اندر پوشیدہ تھا مگر اُسے خبر نہ تھی۔ یہ "قوم" اور "قوم ہونے" کی طاقت تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یکایک صورت حال میں ایک عظیم انقلاب ہوگیا۔ یعنی "رعیت" کی جگہ "قومیت" نے لے لی۔ اب عوام "رعیت" نہ تھے۔ "قوم" تھے۔ جب تک وہ "رعیت" تھے دنیا کی قوت شاہی اور شاہیت میں مرتکز تھی۔ اب وہ "قوم" ہوگئے تو ساری قوت خود اُنہی میں سمٹ آئی۔ صرف اتنی تبدیلی نے دنیا کی اجتماعی زندگی کا پورا نقشہ بدل دیا۔ کارلائل CARLYLE کے بلاغت طراز لفظوں میں "رعیت کا قوم ہوجانا دنیا کا ایک ہی مرتبہ اُلٹ پلٹ ہوجانا تھا۔ زبانوں کا کوئی لفظ بھی اُس انقلاب حال کی تعبیر نہیں کرسکتا جو صرف اِن دو سادہ لفظوں کے اُدل بدل ہوجانے سے نوعِ انسانی کی تاریخ میں پیدا ہوگیا!"

دنیا میں صرف انسان ہی پیدا نہیں ہوتے۔ الفاظ بھی پیدا ہوتے ہیں، اور جس طرح ایک عظیم انسان کی پیدائش دنیا کے انقلاب کی پیدائش ہوتی ہے، اُسی طرح بعض عظیم لفظوں کی پیدائش میں بھی عظیم انقلابات مضمر ہوتے ہیں۔ بلاشبہ لفظ "قوم" کی پیدائش تاریخ کا انقلاب عظیم تھا، لیکن اگر کارلائل چند قدم آگے بڑھ سکتا تو دیکھتا کہ دنیا کا سب سے بڑا انقلاب لفظ "قوم" کی پیدائش میں نہیں بلکہ "انسان" کی پیدائش میں مضمر ہے۔ کون ہے جو اُس انقلاب کی عظمت کا نقشہ کھینچ سکتا ہے؟

جن ہاتھوں نے انقلاب فرانس کی ابتدائی تخم ریزی کی تھی، اُن میں والٹیر Voltaire اور روسو Rousseau سب سے آگے ہیں۔ روسو کی کتاب عقد اجتماعی Social Contract دنیا کے جدید جمہوری عہد کا اولین صحیفہ کہی جاتی ہے۔ یہ کتاب جب لکھی گئی تھی، تو لوگ اس کی خیالی نقشہ آرائیوں پر ہنستے تھے لیکن کارلائل کے تاریخی اور ضرب المثل لفظوں میں "جب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو اُس کی جلد باندھنے کے لئے اُن لوگوں کا چمڑا استعمال میں لایا گیا جنہوں نے اس کی ہنسی اُڑائی تھی!"

روسو نے انسانی آزادی و حقوق کا نقشہ کھینچتے ہوئے قوم اور قومیت کے بھی خال و خط آراستہ کئے ہیں۔ وہ انسان کی انفرادی آزادی کے اعتقاد کے ساتھ "قوم" کا حلقۂ ارتباط بھی قائم کرتا ہے اور اسے ایک "معاشرتی معاہدہ" سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے سوسائٹی کا ہر فرد آزاد ہے اور تمام افراد کے حقوق مساوی ہیں، لیکن سوسائٹی کا انتظام قائم رکھنے کے لئے ایک منظم حلقہ کی ضرورت ہے۔ یہ حلقہ قومی نظام کا حلقہ ہے۔ "قوم" اور "قوم ہونا" ہی وہ تنہا نظام ہے جسے حکم اور نظم کی ساری قوتیں حاصل ہونی چاہئیں۔

اسمیں شک نہیں کہ روسو نے جس آزاد نظام معاشرت اور دنیا کے "آزاد اور روشن عہد" کا خواب دیکھا تھا، اُس کی تعبیر دنیا کو نہیں ملی، لیکن اُس کے "قومیت" اور "جمہوریت" کے اصول دنیا نے بغیر کسی تامل کے قبول کرلئے، اور پھر انقلاب فرانس کا وہ خونیں سیلاب نمودار ہوا جو عہد قدیم کے تمام شخصی اور شاہی اصول و عقائد بہا لے گیا!

گذشتہ دو صدیوں سے دنیا "قومیت" کے اُنہی بنیادی اصول پر گامزن ہے۔

جدید "قومیت" کے مبادیات

یہ جدید "قومیت" جن مبادیات اور عقائد پر قائم ہوئی، اسکے اہم اصول حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کا جو گروہ کسی خاص جغرافیائی حدود کے اندر، نسل، یا وطن، یا زبان، یا معاشرت کی یکانگت کی بنا پر آباد ہو، جب اُس کے افراد اپنے آپ کو ایک "قوم" محسوس کریں، تو وہ ایک "قوم" ہیں، اور کسی کو حق حاصل نہیں کہ انکے "قوم" ہونے سے انکار کرے۔

(۲) ہر قوم کا پیدائشی اور فطری حق ہے کہ وہ آزاد رہے، اور اپنی پسند کے مطابق اپنے تمام معاملات کا فیصلہ کرے۔ کسی دوسری قوم کو حق نہیں کہ اسمیں مداخلت کرے۔

(۳) "قومی آزادی" کے حق کی بنا قدرتی حق ہے، نہ کہ طاقت اور تحفظ۔ اگر ایک قوم کمزور ہے، یا اپنے معاملات کا بہترین انتظام نہیں کرسکتی، تو اس کی وجہ سے کسی دوسری طاقتور یا زیادہ شائستہ قوم کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ اُس پر حکومت کرے۔ طاقت کے ذریعہ کسی قوم سے حق قومیت کو سلب کرنا، دنیا کے عالمگیر اور قدرتی قانون کی خلاف ورزی ہے۔

(۴) ہر طرح اور ہر نوعیت کی بالادستی اور اقتدار کا مرکز "قوم" ہے۔ کوئی جماعت یا کوئی فرد کوئی ایسا اختیار کام میں نہیں لاسکتا جسے براہ راست قوم سے بطریق جائز حاصل نہ کیا گیا ہو۔

(۵) قوم کے تمام افراد اپنے تمام شہری، معاشرتی، اور قانونی حقوق میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ نسل، خاندان، اور پیشہ کی وجہ سے کسی کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہوسکتا۔ معاشرتی ترقی و تنزل کا معیار ہر فرد کی قدرتی اور اکتسابی قابلیت ہے۔ نہ کہ نسل و خاندان۔

قوم، قومیت، اور قومی حقوق کے یہ مبادیات دراصل انسانی آزادی و حقوق کے اُسی مواد سے پیدا ہوئے تھے جنہیں یورپ میں نئے تمدنی عہد نے پیدا کیا تھا۔ اور جن کے واعظ والٹیر، روسو، اور فرانس کے انسائیکلوپیڈین اصحاب تھے "قوم" اور "قومیت" کے حقوق اس نقطہ سے شروع ہوئے کہ انسان اور انسان کے حقوق کیا ہیں؟ اس اصل نے کہ "ہر انسان فطرۃً آزاد ہے اور اس کی آزادی کے لئے کوئی روک نہیں ہونی چاہیے جب تک وہ کسی دوسرے کی آزادی کے لئے روک نہ ہو" یہ قاعدہ بھی پیدا کردیا کہ "ہر قوم کو آزاد ہونا چاہیے۔ اور کسی فرد یا جماعت کو یہ حق نہیں کہ اُس کی آزادی میں خلل انداز ہو"

اِن مبادیات کا جس سرزمین نے بہ حیثیت ایک قوم کے دنیا میں اعلان کیا وہ امریکہ اور فرانس ہے۔ امریکہ کے اعلانات ۱۷۷۶ء اور ۱۷۷۹ء کے تاریخ میں ثبت ہوچکے ہیں۔ اُس نے انہی مبادیات کی بنا پر انگلستان کا مقابلہ کیا اور فتحمند ہوئی۔ فرانس کا اعلان اُسکے انقلاب کا اعلان ہے جو تاریخ میں "اعلانِ حقوقِ انسانی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جسے فرانسیسی اسمبلی نے ۲۷ اگست ۱۷۸۹ء میں منظور کیا تھا۔

"ہجومی قومیت"

گذشتہ تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یورپ کی جدید "قومیت" کے عناصر انسانی آزادی و حقوق کے مواد سے حاصل کئے گئے تھے، اُس کا ظہور ہجوم کے لئے نہیں بلکہ دفاع کے لئے ہوا تھا۔ یہ دراصل پورے معنوں میں "دفاعی قومیت" تھی جو شاہی استبداد اور اجنبی تسلط کا مقابلہ کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی۔ ایک طرف مظلوم اور پامال رعایا اُٹھی تاکہ بادشاہوں اور امیروں کے ظلم و ستم کے مقابلے میں "قومی حق" کا علم بلند کریں۔ دوسری طرف کمزور قوموں نے سنبھالا لیا تاکہ اجنبی حکمرانی کا مقابلہ کرنے کے لئے مرکز "قومیت" میں اپنی منتشر قوتیں جمع کرلیں۔ انگلستان اور فرانس نے شاہی تاج و تخت کے استبداد کا مقابلہ کیا۔ امریکہ نے انگلستان کی محکومیت سے انکار کردیا۔ یونان اور بلقانی قوموں نے عثمانی شہنشاہی سے آزادی حاصل کرلی۔ پولینڈ روسی تسلط کے خلاف بار بار اُٹھا اور مقابل ہوا۔ اٹلی نے اسٹریا کی فوجیں ہمیشہ کے لئے اپنے وطن سے باہر کردیں۔ اسی طرح یورپ کے ہر گروہ نے اپنے اپنے وطن کے جغرافیائی حدود بنائے اور اُن کے حصار میں اپنی "قومیت" کا قلعہ تعمیر کرلیا۔ نپولین کے زوال کے بعد جب یورپ کا نقشہ از سر نو بنایا گیا، تو یہ وطنی اور قومی حد بندیاں نقشہ کے خطوط میں داخل ہوگئیں۔

لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ کیا انسانی آزادی و حقوق کے وہ تمام اصول جو اِن قومیتوں کا مایۂ خمیر تھے، دنیا میں قائم ہوگئے؟ کیا امریکہ کے "اعلان آزادی" اور انقلاب فرانس کے "اعلانِ حقوق انسانی" کے مبادیات نے دنیا کی تمام قوموں کے لئے حق و آزادی کی نعمت مہیا کردی؟ کیا واقعی طاقت کی جگہ حق کا اور استبداد کی جگہ آزادی کا دعوی تسلیم کرلیا گیا؟

دنیا نے حیرت و دہشت کے ساتھ دیکھا کہ اِن میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔ وہی "قومیتیں" جو انسان کے انفرادی و قومی حقوق کی حفاظت اور دفاع کے لئے وجود میں آئی تھیں، کچھ دنوں کے بعد انسانی آزادی و حقوق کی پامالی و اتلاف کا ذریعہ ہوگئیں۔ اُن کی ابتدا "دفاعی قومیت" سے ہوئی تھی لیکن اُن کا ظہور "ہجومی قومیت" کی شکل میں ہوا۔ جماعتی تنگ نظری، وطنی غرور و کبر، اور قومی برتری و اقتدار کے تمام جذبات اُبھر آئے، اور انسانی آزادی و حقوق کے مبادیات و اصول اس لئے رہ گئے کہ ہر قوم صرف اپنے لئے اُن کا نفاذ چاہے اور اپنے سوا سب کو اُن سے محروم دیکھے!

یہ وہی "وطنی و قومی عصبیت" کی حالت ہے، جس کی تشریح اور

قرآن مجید

(مترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن

یہ ترجمہ جسکے لئے مسلمان مدتوں سے سراپا انتظار تھے بفضلہ تعالی نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپ کر مکمل ہو گیا ہے اور بکثرت طلب کیا جا رہا ہے - آج تک جسقدر ترجمے قرآن پاک کے ہوچکے ہیں یہ ترجمہ بہت سی خوبیوں کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے - تحت لفظی ہونے کے باوجود با محاورہ اور سلیس ہے - زبان ایسی شستہ اور صاف ہے جس کو معمولی لکھا پڑھا بھی بخوبی سمجھ سکے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلی زمین حنائی چھپی ہوئی پختہ ہے - ہدیہ مجلد چرمی منقش عربی پندرہ روپئے - جلد اعلی منقش طلائی ۱۸ روپیہ محصولڈاک و خرچ پیکنگ ۲ روپیہ فرمایش

کے ساتھ ۵ روپیہ پیشگی آنا ضروری ہیں - نمونہ مفت

◆

اخبار مدینہ (بجنور)

(ہفتہ میں دو بار)

سنہ ۱۹۱۲ع سے قابل اہل قلم اڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے خدمت قوم و ملک پاسداری مذہب و ملت اس کا شعار ہے - آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار' اردو جرائد میں کثیر الاشاعت' سیاست حاضرہ کا مفسر حق و صداقت کا مشتہر' عربی و انگریزی اخبارات کا خلاصہ' دنیا کے ہر گوشہ میں پہونچنے والا' ملاحظہ و مطالعہ خود ہمارے بیان کی تصدیق کردیگا - نمونہ مفت - قیمت سالانہ ۶ روپیہ - ششماہی تین روپیہ آٹھ آنہ - سہ ماہی ۲ روپیہ فی پرچہ ایک آنہ ممالک غیر سے ۸ روپیہ سالانہ -

◆

غنچہ رسالہ ہفتہ وار

بچوں کا معلم بچوں کا اتالیق' طالب علموں کا استاد' علم و فن کا خزینہ' معلومات نئی کان اخلاقیات و ادبیات کا گنجینہ' ہفتہ وار خاص ملک و ملت کے نونہالوں کیلئے شائع ہوتا ہے - زبان سلیس اور عام فہم ہے اپنے بچوں کیلئے ضرور طلب فرمائیے قیمت سالانہ ۴ روپیہ -

◆

(محمد مجید حسن مالک اخبار
مدینہ و غنچہ - بجنور

آبِ حیات
بوٹی

جملہ اقسام کی انسانی وحیوانی بیماریوں کا فوری علاج جس کے متعلق بیس (۲۰) سال میں تیس (۳۰) ہزار سرٹیفکیٹ موصول ہو چکے ہیں قیمت فی شیشی صرف دو روپیہ (عہ) نمونہ کی شیشی ۸ر

اکسیر عنبری مقوی اعضائے رئیسہ اور مردانہ طاقت بڑھانے والی گولیاں قیمت فی شیشی چار روپیہ

نمک سلیمانی معدہ کی خرابیوں کو دور کرنے اور خون صالح پیدا کرنے کی بہترین دوائی ہے قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲ر)

مفصل فہرست ادویہ مفت

مینجر کارخانہ آبِ حیات پنڈی بہاؤ الدین
(پنجاب)

Ab-i-Hayat Pharmacy,
PINDI BAHA-UD-DIN, PUNJAB.

اسلامی مذاق کی کتابیں

قرآن۔ حدیث۔ تصوف۔ فقہ۔ عقائد۔ تاریخ اور علوم جدیدہ پر بہترین اور تازہ کتابیں دیکھنا چاہیں تو ہماری فہرست منگا لیجیے۔ سرمایہ اگر مذہبی کتابوں کی تجارت پر روپیہ لگا کر فائدہ اٹھانا چاہیں تو قواعد منگا کر ملاحظہ فرما دیں۔ پتہ یہ ہے

مینجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤ الدین پنجاب

The Sufi Printing and Publishing Co Ltd
PINDI BAHA-UD-DIN. (PUNJAB)

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے:

J. & E. Bumpus Limited
350: Oxford Street
LONDON, W. I

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملکِ معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لیے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شائع ہوتا ہے۔

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ۔

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں۔

نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں۔

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے۔

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لیے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی، اور سستے سے سستے ایڈیشن۔

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شائع ہوا کرتی ہے۔

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یهاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یهاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher.

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک رقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بهت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نهیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے منفعت کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ۱ کلکتہ : جمعہ ۱۵ ۔ محرم ١٣٤٦ هجری نمبر ۵

Calcutta : Friday, 15, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نہین کر سکتی ۔

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چهپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ۔ کیون اردو زبان بهی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکهی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کرلین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

هماری رای مین بهترین حروف یهی هین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیي ۔ یاد رکهیي ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جائے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا۔

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے۔

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں۔ ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے۔ مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے۔ اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجائے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں۔

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری مراسلات (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے ہے انہیں کے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا۔

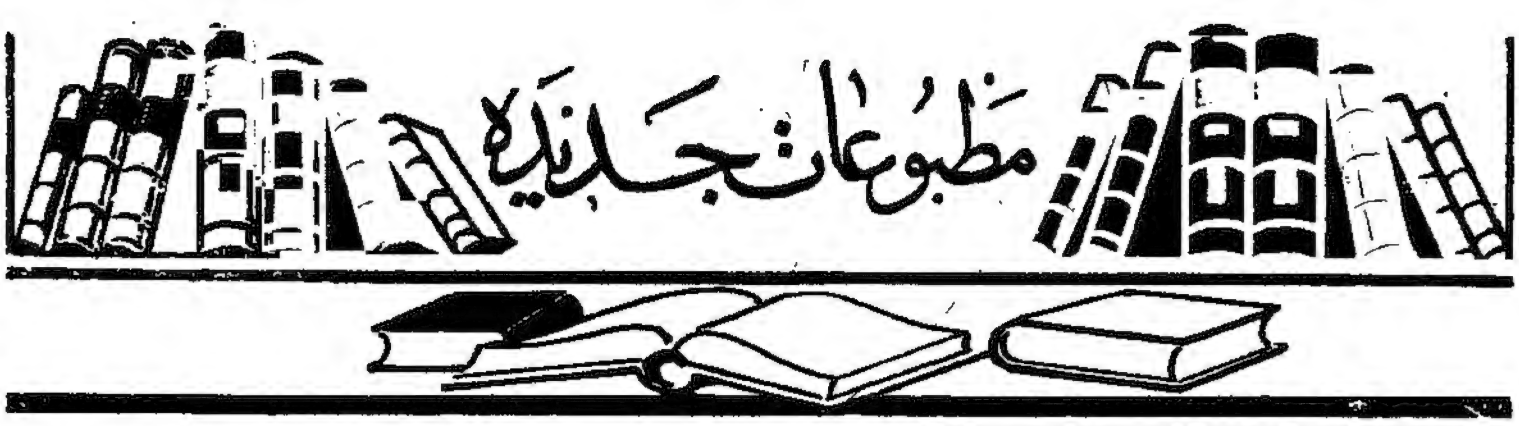

مطبوعات جدیدہ

ایك صدی قبل ایك مغربی خاتون کی مشرقیة

ایك مرد نما انگریز خاتون جو شام مین متوطن هوگئی تهی .

ليڈي اسٹن هوپ

حال میں ایک فرانسیسي اهل قلم موسیو بلوشر نے ایک نئے قسم کے تاریخي موضوع پر کتاب لکهي هے : " اٹهارهویں صدي میں مغرب و مشرق کا اتصال " اسمیں اُن تمام یوروپین اشخاص کے حالات جمع کیے هیں جنهوں نے اٹهارهویں صدي میں " مشرقیة " اختیار کرلي تهي . " مشرقیة " سے مصنف کا مقصود یه هے که مشرقي ممالک کي رسوم ، معاشرت ، وضع و قطع ، اور ذوق و فکر کا اس طرح اختیار کرلینا ، گویا مغربیة ترک کر کے بسرتا سر مشرقیة اپنے اوپر طاري کرلي هے !

مصنف کو اس موضوع میں اُس سے کہیں زیادہ کامیابي هوئي هے ، جتني کامیابي کي بظاهر توقع کي جاسکتي هے - ایک بهت بڑي تعداد یورپ کي تمام اقوام کي نظر آتي هے جسنے ترکي ، مصر ، شام ، عراق ، هندوستان ، اور چین میں توطن اختیار کرلیا تها ، یا بهت زیاده مدت تک بیٹهے مقیم هوگئي تهي ، اور اپنا مغربي جامه اُتار کر سرتاسر مشرقي جامه پهن لیا تها - سترهویں اور اٹهارهویں صدي کے هندوستان کے هندوستاني انگریزوں ، هندوستاني فرانسیسیوں ، اور هندوستاني ڈچوں کے حالات سے تو هم بے خبر نهیں هیں ، لیکن دوسرے مشرقي ممالک کے ان مشرقي مغربیوں کے حالات یقیناً همارے لیے نئي دلچسپي کا باعث هونگے -

اب زمانے کي رفتار اُلٹ چکي هے - اب مغربیوں کي مشرقیة کا نهیں بلکه مشرق کي " مغربیة " کا دور دورہ هے - یقیناً ایک ایسے عهد میں یه حالات همارے لیے عبرت انگیز دلچسپي سے خالي نهونگے -

آج هم اس کتاب سے ایک انگریز خاتون کے حالات مع تصاویر کے نقل کرتے هیں - یه خاتون مشهور انگریز مدبر سر ولیم پٹ کے خاندان سے تعلق رکهتي تهي - اسے شام و لبنان کي مشرقیة نے کچهه اس طرح لبها لیا تها که اپنا وطن ، اپني قوم ، اور مغربي دنیا کے تمام علائق ترک کرکے همیشه کیلیے لبنان میں مقیم هوگئي اور بالاخر وهیں پیوند خاک هوئي :

(ليڈي اسٹن هوپ)

سنه ۱۷۷۶ - میں ایک انگریز لڑکي پیدا هوئي - باپ کي طرف سے اُسکا رشته لارڈ اسٹن هوپ سے ، اور ماں کي طرف سے لارڈ چٹهم سے ملتا تها -

لارڈ اسٹن هوپ " باغي لارڈ " کے لقب سے مشهور تها - کیونکه وہ انقلاب فرانس کا بهت بڑا مداح اور جمهوریت کا حد غلو تک حامي تها -

لارڈ چٹهم ، مشهور برطانوي وزیر اعظم ولیم پٹ کا باپ تها - نپولین اعظم کے نام کے ساتهه پٹ کا نام بهي همیشه زنده رهے گا - دونوں کي دشمني ، دشمني کي حد سے بهي تجاوز کرگئي تهي . ولیم پٹ نے جب جان دي ، تو اسکے آخري الفاظ یه تهے : " جنگ ، جنگ " یعنے فرانس سے جنگ !

یه لڑکي بچپن هي سے عجیب الاطوار تهي - انتها پسندي اُسے اپنے دادهیال سے ورثه میں ملي تهي - مستقل مزاجي اور خیال کي آزادي ننهیال سے پائي تهي -

جب وہ چار برس کی تهي ، اُسکي ماں مرگئي - باپ نے نئي شادي کرلي - لڑکي اپنے باپ کي بیوي سے نباہ نه کرسکي اور اپني ناني کے گهر چلي گئي - ناني کي موت کے بعد اپنے ماموں ولیم پٹ کے هاں اُٹهه آئي - یهاں اُسے انگلستان کے مشهور ترین آدمیوں اور یورپ کے بڑے بڑے مدبروں کے دیکهنے کا موقعه ملا ، اور یوروپین سیاست کے بهت سے راز اُس پر کهل گئے -

سنه ۱۸۰۶ - میں ولیم پٹ کا بهي انتقال هوگیا - مگر مرنے سے پہلے بهانجي کے نام پندرہ سو پونڈ سالانه وظیفه مقرر کرگیا - اب اُسنے متوفي ماموں کا گهر بهي چهوڑ دیا اور دیهات میں اُٹهه گئي - کئي سال دیهاتي زندگي میں بسر کردیے -

اپنے ماموں کے گهر اور دیهات میں انگلستان کے بهت سے معزز نوجوانوں سے اُسکي دوستي هوگئي تهي - بعض کي محبت نے اُسکے دل کا التفات حاصل بهي کیا ، مگر نا معلوم اسباب کي بنا پر وہ شادي نه کرسکي ، یا شادي کرني نه چاهي -

یه بات نه تهي که وہ بد صورت هو اور مرد اُس سے نفرت کرتے هوں - اُسکا شمار حسینوں میں تها - سرو قامت اور چهریرا بدن رکهتي تهي - لیکن اُسکے خط و خال زنانه هونے کي جگهه زیاده تر مردانه تهے - اس لیے نسواني کشش اپنے اندر پیدا نهیں کرسکتے تهے -

(مشرق کي سیاحت)

سنه ۱۸۱۰ - میں اُسکا بهائي بهي مر گیا - اس سے وہ بڑي محبت کرتي تهي اور اپني زندگي اُسکي خدمت کیلیے وقف کردي تهي - یه حادثه اسکے لیے ناقابل برداشت تها - چنانچه غم غلط کرنے کیلیے سمندر کے سفر کا قصد کیا - پہلے صرف جبل طارق تک جانے کا

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتے هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پراني علمي اور مطبوعه کتابیں، پراني تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان، اور هر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماري نمائش گاهوں اور ذخائر کي فهرستیں هي منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیره قیمتي هے -

نوادر عالم کا یه ذخیره

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیره ممالک میں همارے ایجنٹ همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ، امریکه، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهره کے نئے ایوان شاهي کے نوادر ابھي حال میں هم هي نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بھي پہلے هم هي سے خط و کتابت کیجیے - بهت ممکن هے که همارا سفري یا مقامي ایجنٹ آپسے مل سکے -

" اُس کي شخصيت ' ذاتي عظمت اور انوکھے اطوار سے مرکب هے - اِس مرکب کي تحليل کرنے کي ناکام کوشش کي جگه همیں اُسکا نام جنون رکهدينا چاهيے "

يه شاعر کي راے هے - ليکن خود خاتون نے شاعر کو کس نظر سے ديکها ؟ وه اپني ياد داشت ميں لکهتي هے :

" يه شخص تصنع کا عادي هے - زنانه اطوار رکهتا هے - هميشه اپنے پيروں کي سبکي اور نزاکت دکهانے کي کوشش کرتا هے - مذهب کے بارے ميں جب اس سے سوال کيا جاتا هے تو صاف جواب دينے سے ڈرتا هے "

وه اپنے ملاقاتيوں کے ساتهه ايوان ميں مردوں کي طرح بيٹها کرتي تهي - گفتگو کا انداز يه تها گويا مقرر تقرير کر رها هے - رات رات بهر باتيں کرتي رهتي - يهانتک که ملاقاتي بے اختيار هوکر سو جاتے تهے !

(بڑهاپا اور خاتمه)

اسکي زندگي کے آخري دن بڑي هي تکليف ميں کٹے - بڑهاپے کے زمانه ميں سود خوار يهوديوں کا افسوں اُس پر چل گيا تها - قرض کي عادت پڑ گئي تهي - اسراف کي کوئي حد نه رهي تهي - نتيجه يه نکلا که ديواليه هوگئي - صرف چار غلام باقي ره گئے - باقي تمام خدم و حشم رخصت کرنا پڑے اور تمام جائداد هاتهه سے نکل گئي - حتى که وليم پٹ کا وظيفه بهي قرضه کي نذر هوگيا - سنه ۱۸۳۸ ميں اِس خود دار خاتون نے ملکه وکٹوريا اور وزير اعظم انگلستان کو اپني حالت زار سے آگاه کيا اور اعانت کيلئے بڑي بڑي منتيں کيں مگر کوئي شنوائي نه هوئي -

نتيجه يه نکلا که صحـراء کي ملکه فاقے کرنے لگي - عمر کي زيادتي ' بڑهاپے کي کمزوري ' پراني عظمت کي ياد ' موجوده بے سروساماني ؛ غرضکه سيکڑوں مصيبتيں بيک وقت ٹوٹ پڑي تهيں - بالاخر بيمار هوئي اور سنه ۱۸۳۹ - ميں اپنے پيچهے ايک عجيب تاريخ چهوڑ کر فوت هوگئي - بيروت کے انگرز قونصل نے سنا تو فوراً پهنچا ' اور تجهيز و تکفين کے رسوم انجام ديکر محل کے باغ ميں نعش دفن کردي -

مدت کي غفلت کے بعد سنه ۱۹۱۱ - ميں انگلستان کو يه خاتون ياد آئي اور اُس کي قبر پخته بنوادي گئي - مصنف کا بيان هے که سنه ۱۹۱۳ - ميں اُس نے قلعه کے کهنڈر اور اسکي نئي بني هوئي قبر دير الياس ميں ديکهي تهي -

ليڈي اسٹن هوپ کا مارٹين کے همراه اپنے قلعه ميں
ليڈي کے سر پر پگڑي هے اور کا مارٹين برهنه سر هے -

* * *

افسانــه

محبت اور قربانی
یا
سزا اور انتقام ؟

وکٹر هيوگو کا " بشپ " اور تاريخ اسلام کا " بغدادي "

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتی
جمعه به مکتب آورد طفل گریز پای را

(۱)

انگريزي تعليم يافته اشخاص ميں بهت کم لوگ هونگے جنهوں نے فرانس کے مشهور انشا پرداز وکٹر هيگو Victor Hugo کي مصنفات کے انگريزي ترجمے نه پڑهے هوں - نثر ميں اُس کي بهترين کتاب لا ميزريبل Les Miserables تسليم کي گئي هے - اس قصه ميں اس نے دکهايا هے که انساني زندگي کي تمام شقاوتيں اور مصيبتيں صرف اس ليے موجود هيں که سوسائٹي کا نظام اور اخلاق غلط هے - اس کے پاس رحم ' محبت ' عفو ' اور اصلاح کے ليے تو کوئي جذبه نهيں ' ليکن وه قانون اور سزا پر پورا اعتقاد رکهتي هے - نتيجه يه هے که انسان کو جرم اور مصيبت سے بچانے کے ليے وه کچهه نهيں کرسکتي - ليکن جرم پر سزا دينے اور مصيبت پر نفرت کرنے کے ليے هر وقت طيار رهتي هے !

ايک شخص جو اپني يا اپنے عزيزوں کي بهوک سے عاجز آکر چوري کرتا هے ' يا نيکي اور خدا پرستي کي تعليم نه ملنے کي وجه سے گمراه هو جاتا هے ' اُسے کتني هي سزائيں دي جائيں ' وه جرم کرتا هي رهيگا - کيونکه سزا نے نه تو اس کي بهوک کا علاج کيا ' نه اس کي روح کي تاريکي کے ليے نيکي کي روشني بهم پهنچائي - اس کا علاج رحم اور محبت هے - مگر يهي چيز سوسائٹي کے پاس نهيں هے !

وه کهتا هے ' جرم اور گناه روح کا زخم هے - يه محبت کے مرهم هي سے اچها هوسکتا هے - ليکن دنيا کے پاس مرهم نهيں هے - صرف سزا کا تازيانه هے !

⁂

ارادہ تها - لیکن جب وهانتک پہنچ گئي تو آگے بڑهنے کا شوق دامنگیر **هوا** - یہانتک که مشرق کے تمام مشہور مقامات یونان، ترکي، مالٹا، **مصر**، وغیرہ کي اُس نے سیر و سیاحت کرلي - اُس وقت یه تمام **ممالک** عثماني سلطنت کے زیر نگیں تهے ۔

(مشرقیة کي ابتدا)

ایک مرتبه اس سیاحت کے اثنا میں ایسا اتفاق هوا که اُسکي کشتي سمندر میں توٹ گئي - قریب تها که سب ڈوب جائے - لیکن عین وقت پر بچا لیے گئے - چونکه اس حادثه میں اس خاتون کے کپڑے ضائع هو گئے تهے، اسلیے ایک ترک افسر نے اپني جنگي وردي اُتار کر دیدي اور اُسنے شکریه کے ساتهه قبول کرلي - یه پہلا موقعه تها که اپنا مغربي اور جنسي لباس ترک کرکے اسنے مشرقي اور مردانه کپڑے پہنے، لیکن یه وضع کچهه ایسي دل کو بها گئي که مدة العمر کے لیے مردانه مشرقي وضع اختیار کرلي !

لڑکي ایک ترک افسر کي وردي پہنے اسکندریه میں داخل هوئي اپني سہیلي کو بهي مردانه لباس اختیار کرنے پر مجبور کیا - چند روز آرام کرکے فلسطین روانه هوئي - یہاں ترکي وردي اُتار کر مصري ممالیک کا پر شوکت لباس اختیار کرلیا - سر پر عمامه، جسم پر قفطان اور جبه، سنہري تلوار کمر میں، اس انگریز خاتون کي جو سر ولیم پٹ وزیر اعظم برطانیه کي بهانجي تهي، دلپسند وضع تهي !

ملکه زینوبیا (زباء) کي اس ویران راجدهاني کے کهنڈروں میں (کیونکه وه فلسطین هي میں تهي) اُسے غیر معمولي کیفیت محسوس هوئي ۔ یہاں اس مرد نما خاتون کو صحرا نشینوں نے ملکۂ صحراء کا تاج پہنایا !

(مشرقیة کا فیصله)

معلوم هوتا هے، اسي زمانه میں اسکے اندر مشرقي توطن اور مشرقي زندگي کا خیال پیدا هوگیا تها، اور اُسنے اپني بقیه زندگي کیلیے ایک آخري فیصله کرلیا تها - وه حماة اور انطاکیه هوتي هوئي دیر الباس نامي مقام پر پہنچي، اور یہاں آبادي سے باهر پہاڑ پر اپنے لیے ایک قلعه طیار کرایا - یہي قلعه اُسکا گهر اور یہي پہاڑ اُسکا وطن هوگیا - یورپ اور یورپ والوں کو بالکل بهول گئي - عربي حقه منهه سے لگا کر دهواں اڑاتي - گهوڑے پالتي - غلام خریدتي - اور ایک مشرق نژاد امیر کي سي زندگي بسر کرتي - اس کے پاس چالیس غلام تهے - خود اسي نے انہیں جنگي قواعد بهي سکهائي تهي -

آهسته آهسته اس نے بڑي قوت اور اهمیت حاصل کرلي - اب اُسکي حیثیت ایک طاقتور شیخ قبیله کي هوگئي تهي - بستي کے تمام قبائل اس کے مطیع هوگئے تهے - یه پوري فیاضي کے ساتهه اُنہیں روپیه دیتي، اور اُنهي کي زبان میں اُن سے باتیں کرتي - اُنکے تمام جهگڑے قضیے اِسي کے سامنے آتے - یه تمام مقدمات کا ایک حکمران کي طرح فیصله کرتي اور مجرموں کو سزائیں دیتي - قرب و جوار کے سرکش لوگوں سے مقابله بهي جاري رهتا - اسکي دهاک تمام علاقه میں بیٹهه گئي تهي - لوگ اسکے رعب سے کانپتے تهے - اُسکے پاس ایک جلاد بهي نوکر تها جو عادي مجرموں کو قتل کرتا تها - قید خانه بهي بنایا تها - مجرموں کو اسمیں قید کرتي تهي -

۲۵ - برس یہاں رهي، اور اِسطرح رهي، که اس علاقه کي ایک طاقتور امیر سمجهي جاتي تهي - بسا اوقات دول یورپ بهي مجبور هوئیں که اُسکي خوشامدیں کریں - انگریز هونے پر بهي وه انگریزوں اور انگریزي حکومت سے سخت نفرت کرتي تهي - اِس جوار میں جب کبهي انگریز ریشه دواني کرتے، یه فوراً اسکا توڑ کردیتي - اُسوقت انگلستان کي خارجي نظارت یقین کرتي تهي که یه عجیب و غریب انگریز عورت مشرق میں اُسکي ایک خطرناک دشمن هے !

اُسکي همت، شجاعت، قوت : کا اندازه اس سے هوسکتا هے که لبنان کے مشہور دروزي سردار "امیر شہاب" جیسے جبار سے بهي اسنے مقابله کیا تها !

اِس سے بهي بڑهکر یه که محمد علي خدیو اول کے بیٹے ابراهیم پاشا نے جب شام پر حمله کیا، تو اس سے درخواست کي که یه غیر جانب دار رهے - یه ابراهیم پاشا وهي تها جس نے ایک طرف حجاز میں نجدیوں کا تخت الٹ دیا تها، دوسري طرف سلطنت عثمانیه کو اپنے جبروت کے آگے جهکنے پر مجبور کردیا تها !

اِسے گهوڑوں کا بڑا شوق تها - اصیل سے اصیل عربي گهوڑے اُسکے اصطبل میں بندهے رهتے تهے - بلیوں سے بهي بہت محبت تهي - اُسکا قلعه بلیوں سے بهرا رهتا تها - وه جادو، نجوم، اور تناسخ کي بهي قائل تهي -

(لامارتین سے ملاقات)

سنه ۱۸۳۲ - میں مشہور فرانسیسي شاعر و مصنف لامارتین (۱) اس سے ملا تها جب اُس نے مشرق قریب کا سفر کیا تها - اُسوقت وه بوڑهي هوچکي تهي - شاعر نے اسکي بابت اپنا تأثر جن لفظوں میں ظاهر کیا هے وه حسب ذیل هیں :

لیڈي اسٹن هوپ

مشرق کے سفر اور مشرقیة سے پہلے

---

(۱) لامارتین انیسویں صدي کا مشہور فرانسیسي شاعر اور مصنف هے جس کي نسبت تسلیم کیا گیا هے که شعر موسیقي (لیریک) کے جدید مذهب (اسکول) کا باني رهي هے - مشرق اور مشرقي شاعري سے بهي اسے غیر معمولي دلچسپي تهي - خیال کیا جاتا هے، اسکے کلام کا وه حصه جس میں خدا کي حمد و ثنا ایک نئے اسلوب میں کي گئي هے اور اسکي صفات و تجلیات کے مظاهر کا استغراق نمایاں هوتا هے، در اصل اسلامي الٰهیات و تصوف کے مطالعه کا پرتو هے - سنه ۱۸۳۰ - میں اُس نے اسلامي ممالک کا سفر کیا - اُسوقت سلطان عبد المجید خاں مرحوم تخت عثماني پر متمکن تهے - اُنهوں نے جب اس سیاح کے حالات سنے تو ملاقات کیلیے بلایا، اور اسمرنا اور لبنان میں ایک بہت بڑا قطعۂ زمین بطور جاگیر کے بخشدیا - اُس کے بعد سے لامارتین کچهه عرصه اسمرنا میں رهتا - کچهه عرصه لبنان میں - اسي زمانه میں اس نے اپنا مشہور سفر نامۂ مشرق مرتب کیا اور دولة عثمانیه کي تاریخ آٹهه جلدوں میں لکهي - مندرجۂ متن رائے اُسکے سفر نامه سے ماخوذ هوگي، اگرچه مصنف نے حواله نہیں دیا هے - (الهلال)

" تو کیا وہ بات ٹھیک تھي " پولیس افسر نے متعجب ہوکر کہا " جو اس شخص نے ہم سے بیان کي تھي ؟ جب ہم نے اِس سے دریافت کیا کہ یہ قیمتي سامان تمھیں کیونکر ملا ؟ تو اُس نے کہا کہ ...... "

بشپ نے اُس کي بات ختم ہونے کا انتظار نہیں کیا - خود ہي یہ کہکر پوري کردي :

" اُس نے کہا کہ یہ چیز مجھے ایک بوڑھے پادري نے دي تھي جس کے یہاں میں نے رات بسر کي تھي ' مگر تم نے اُسکي بات باور نہ کي اور گرفتار کرکے میرے پاس لے آئے - کیوں ؟ یہي بات ہے ؟ اگر یہي بات ہے تو تم نے غلطي کي "

پولیس افسر نے جین کو چھوڑ دیا - جین کي کند اور اکھڑ طبیعت کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ اس لطیف مگر حیرت انگیز طرز عمل کي نزاکت محسوس کرسکتا - صورت حال کي عجیب ' غیر متوقع ' اور انقلابي نوعیت نے اسے مبہوت کردیا - اُس کي آنکھیں کھلي تھیں مگر اُسے کچھہ دکھائي نہیں دیتا تھا - بشپ اُٹھا اور چاندي کے دونوں شمعدان جو اُس کي چوري سے بچ رہے تھے ' اُٹھا سامنے کردیے :

" میرے دوست ! یہ اپني چیز لیلو اور خدا کے امن اور سلامتي کے ساتھہ جاؤ - مگر دیکھو ' جب کبھي تم واپس آؤ ' تو یاد رکھنا - تمھارے لیے بالکل غیر ضروري ہے کہ باغ میں سے گزرنے کي زحمت برداشت کرو - تم اس گھر میں ہمیشہ اُس کے صدر دروازے سے داخل ہوسکتے ہو - رات ہو یا دن - وہ کبھي اندر سے بند نہیں کیا جاتا - صرف بھڑا دیا جاتا ہے "

جین نے بغیر اس کے کہ صورت حال سمجھہ سکا ہو ' ایک ایسے آدمي کي طرح جو اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو ' ہاتھہ بڑھا دیا اور شمعدان لے لیے - اب بشپ ایک قدم آگے بڑھتا ہے اور جین کے کان میں کہتا ہے :

" دیکھو یہ نہ بھولنا کہ تم نے مجھہ سے آج کیا وعدہ کیا ہے ؟ تم نے وعدہ کیا ہے کہ اِس سامان کي قیمت سے ایک راست باز آدمي کي زندگي بسر کروگے "

جین نے کوئي وعدہ نہیں کیا تھا - وہ تو مبہوت اور دم بخود کھڑا تھا - بشپ نے اُس کے کہنے کا انتظار نہیں کیا - اُسے جو کہنا چاہیے تھا ' وہ خود ہي اُس کي طرف سے فرض کرلیا - قبل اس کہ منظر ختم ہو ' بشپ کي زبان پھر کھلتي ہے - وہ جین کے کاندھے پر شفقت سے ہاتھہ رکھتا ہے اور کہتا ہے :

" جین والجین ! میرے دوست ! میرے عزیز بھائي ! اب تم زیادہ عرصہ تک برائي کي زندگي میں نہیں رہسکتے - میں نے آج تمھاري روح تم سے خرید لي ہے - میں اُسے تاریکي سے نکال کر خدا کے حوالہ کرتا ہوں ! "

⁂

" میرے دوست ! تم یہ اپنے شمعدان کیوں چھوڑ گئے ؟ یہ بھي چاندي کے ہیں اور دو سو میں فروخت ہوسکتے ہیں "

میں نے جب کبھي قصہ کا یہ حصہ پڑھا ہے ' تو محسوس کیا ہے کہ کوئي چیز ضرورت سے زیادہ یہاں آگئي ہے - میں خیال کرتا ہوں ' اگر وکٹر ہیوگو یہ منظر وہیں پر ختم کردیتا جہاں بشپ نے شمعدان دیکر کہا تھا " سلامتي کے ساتھہ جاؤ " تو یہ تصویر کہیں زیادہ موثر اور مکمل ہوتي - اس سے زیادہ بشپ کو خود اپني زبان سے کہنے کي ضرورت نہ تھي - اس سیرۃ (کیریکٹر) کي ساري تاثیر اُس کي حالت کي رفعت اور کیفیت میں ہے - صراحت اور وضاحت میں نہیں ہے — بسا اوقات عمل کي تاثیر ایک مقدس خاموشي ہوتي ہے جسے چھونا نہیں چاہیے - زبان کي گویائي اُس میں مخل ہوسکتي ہے مگر اضافہ نہیں کرسکتي !

⁂

بہر حال جین یہاں سے نکلتا ہے ' اور اب وہ وقت آتا ہے کہ زندگي بھر کي خواب گراں کے بعد اچانک اُس کي آنکھیں کھلتي ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ افکار و احساسات کي ایک بالکل نئي دنیا اُس کے اندر پیدا ہوگئي ہے - یہ اُس کي زندگي میں پہلا موقعہ تھا کہ نفرت ' حقارت ' اور " سزا کي جگہ رحم ' محبت ' اور عفو و بخشش کي دل نواز صدا اُس کے کانوں میں پڑي تھي - یہ پہلا موقعہ تھا کہ اُسے معلوم ہوا ' اس دنیا میں صرف " قانون " اور " سزا " ہي نہیں ہے بلکہ ان سے بڑي ایک بلا تو حقیقت ہے جو " محبت " اور " قرباني " ہے اور جس کي وسعت اور گہرائیوں کي کوئي انتہا نہیں - وہ کتنا ہي اس حقیقت کي تاثیر سے بچنا چاہتا لیکن یہ اُس کا روح و دل زخمي کیے بغیر نہیں رہسکتي تھي - وہ قید خانۂ تولون کا مشہور مجرم سہي ' مگر پھر بھي انسان تھا - سانپ اور بھیڑیا نہ تھا - سانپ کا پھن اور بھیڑیے کا پنجہ بھي تو محبت اور فیاضي کے سامنے نہیں اُٹھہ سکتا ؟ نا ممکن تھا کہ وہ بشپ کي رحمت و قرباني سے اپني شقاوت و معصیت کا مقابلہ نہ کرتا - اُس کا دل جسے سوسائٹي کي بے مہري ' قانون کي سنگ دلي ' اور زندگي کي محرومیوں نے پتھر کي طرح سخت کردیا تھا ' اب محبت کي دل نوازیوں سے بے اختیار پگھلنے لگا - سچ مچ تو اُس کي روح اُس کي نہیں رہي تھي - اُسے بشپ کي نگاہ محبت نے خرید لیا تھا - اس خرید و فروخت میں بشپ نے چند برتن کھوے ' لیکن جین نے اپني پوري زندگي جو گم ہوچکي تھي واپس پالي - اگر بشپ جین کو قانون اور سزا کے حوالے کردیتا تو کیا پاتا ؟ چاندي کے چند برتن جو اُس کے گھر سے چرائے گئے تھے - لیکن چاندي کے برتن زیادہ قیمتي ہیں یا خدا کے ایک بھٹکے ہوئے بندے کي خدا کے طرف واپسي ؟ بشپ کا فیصلہ یہ تھا کہ چاندي نہیں بلکہ انسان قیمتي ہے ! اُس نے برتنوں کے ساتھہ شمعدان بھي ملادیے - کیونکہ پھر بھي یہ سودا بہت ارزان تھا !

⁂

اس قصه میں ایک نهایت هي موثر سیرۃ (کیرکٹر) ایک قصبه کے بشپ (بڑے پادري) کي هے ' اور اسي سے قصه شروع هوتا هے - یه بشپ رحم اور محبت کا پیکر تها - انسان کي شقاوت اور مصیبت کے لیے اُس کے دل میں نفرت کي جگه رحمت تهي - وه اِس حقیقت سے بے خبر نه تها که انساني روح نفرت و بغض سے نهیں بلکه محبت اور فیاضي سے شکار کي جاسکتي هے - وه اپني تمام بیش قرار تنخواه بے نواؤں کي اعانت اور بیماروں کي تیمارداري میں خرچ کرڈالتا اور کهتا " یه میرے گهر کا خرچ هے " - وه اپنا تمام وقت ابناء جنس کي خبر گیري و خدمت میں صرف کردیتا اور کهتا " یه میرے اوقات کي تقسیم هے " - جب کبهي کوئي بیمار پڑتا ' یه اس کے سرهانے پهنچ جاتا - جب کبهي کوئي مصیبت میں مبتلا هوتا ' یه اُس کے دروازه پر دستک دیتا - جب کبهي کوئي مجرم گرفتار هوتا ' یه اُسے توبهٔ و انابت کي تسکین دینے میں مشغول نظر آتا !

اُس کا دروازه همیشه کهلا رهتا - هر آنے والے کے لیے وه ایک هي آواز رکهتا تها " اندر چلے آؤ " اُس کي راتیں خدا کے تصور میں بسر هوتي تهیں اور دن اس کے بندوں کي محبت میں !

*
* *

اُسي زمانه میں ایسا اتفاق هوا که فرانس کا ایک مشهور مجرم اٹهاره برس کي سزا جهیل کر تولون کے قید خانه سے رها هوا اور اُسي قصبه سے گزرا - جاڑے کا موسم تها - ایک پهر رات گزر چکي تهي - بهوک اور تهکن سے چور چور هو رها تها - سارے قصبه کا بار بار چکر لگایا که رات بهر کے لیے کهیں پناه مل جائے مگر میسر نه آئي - وه ایک رها شده قیدي تها - کون تها جو ایسي قابل نفرت مخلوق کو اپني چهت کے نیچے دیکهنا گوارا کرتا ؟ مجبوراً اس نے ایک احاطه کي شکسته کوٹهري میں پناه لي ' لیکن وه کتے کا گهر تها - کتے نے بهي گوارا نه کیا که اُس کے ساتهه شب باش هو ! پهر اس نے سوچا ' میرے لیے صرف قید خانه هي میں جگه نکل سکتي هے - وه قصبه کے قید خانه کے دروازه پر پهنچا اور بڑي عاجزي سے درخواست کي که رات بهر کے لیے اسے جگه دیدي جائے - لیکن دروازه کے محافظ نے کها " یه سرائے نهیں هے - قید خانه هے - اگر یهاں آنا چاهتے هو تو پہلے اپنے کو گرفتار کراؤ "

افسوس بد قسمت انسان ! قید خانه بهي اُسے پناه نهیں دے سکتا جب تک وه جرم نه کرے !

*
* *

آخر اتفاقات اُسے بشپ کے دروازه پر پهنچاتے هیں - حسب معمول آواز آتي هے " اندر چلے آؤ " یه مکان میں جاتا هے اور اپني داستان مصیبت سناتا هے - بشپ ایک دوست اور بهائي کي طرح اُس کا خیر مقدم کرتا هے اور اپنے اور اپنے خاندان کے ساتهه میز پر بٹها کر کهانا کهلاتا هے - گرم کمره ' گرم غذا ' آرام و عافیت سے رات بسر کرنے کا سامان ؛ صورت حال کي یه تبدیلي جین والجین کي طبیعت میں (کیونکه رها شده قیدي کا یهي نام تها) شگفتگي پیدا کردیتي هے - وه بشپ سے بے تکلف هوکر باتیں کرنے لگتا هے - لیکن وه سخت متعجب هوتا هے جب دیکهتا هے که بشپ اُسے گفتگو میں " جناب " کرکے مخاطب کرتا هے - اُس نے اپني زبان سے لاکهوں مرتبه دوسروں کو " جناب " کها تها ' لیکن خود اپنے لیے یه لفظ کبهي نهیں سنا تها - اُس کي ساري عمر قید خانے کے سپاهیوں کي گالیاں سننے میں بسر هولي تهي - وه حیران هوکر کهتا هے " میں ایک رها شده قیدي هوں - اگر تم میرے حال سے واقف هوتے تو ایسا نه کهتے " لیکن بشپ کهتا هے " میں تم سے واقف هوں - کیونکه تم میرے بهائي هو ! "

کهانے کے بعد وه جین کے لیے اپنے کمرے کے ساتهه کا کمره طیار کرادیتا هے - چاندي کا شمع دان روشني کے لیے رکهدیتا هے ' اور شب بخیر کهکر رخصت هوجاتا هے -

جین شکر گزار هوکر سو جاتا هے - عمر بهر میں یه پهلا موقعه تها که قید خانه کے سخت اور ٹهنڈے فرش کي جگه ایک نرم اور گرم بستر سے اس کا جسم مس هوا تها !

*
* *

اب ایسا هوتا هے که پچهلے پهر اُس کي آنکهه کهلتي هے - اس کا دماغ جو شام کي مصیبتوں سے تهک کر معطل هوگیا تها ' کئي گهنٹے آرام پا کر اپني اصلي حالت میں واپس آجاتا هے اور اپنا گرد و پیش سوچنے لگتا هے - اچانک اس کے خیالات میں جنبش هوتي هے - طمع و حرص کے مجرمانه جذبات بهڑک اٹهتے هیں - جرم کا ذوق خفته بیدار هوجاتا هے - اسے یاد آتا هے که کهانے کي میز پر چاندي کے قیمتي برتن موجود تهے جو اسي کمرے میں ایک جگه رکهے هوئے هیں - وه اٹهتا هے - چلے بشپ کے کمرے میں جاتا هے - نهیں معلوم جرم و گناه کے کیسے خوفناک ارادے اُس کے اندر کهول رهے تهے ؟ لیکن جب بشپ کے ساکن اور نوراني چهرے پر نظر پڑتي هے تو جهجهک کے ره جاتا هے - گهبراهٹ میں جلد جلد چاندي کے برتن اٹهاتا هے ' اور باغ کي دیوار پهاند کر روانه هوجاتا هے -

*
* *

بشپ صبح اٹهتا هے - وه خیال کرتا هے که اپنے مهمان کے لیے گهر کي گائے کا تازه دودهه مهیا کرے - لیکن اتنے میں خادمه آتي هے اور خبر دیتي هے که یه " مهمان عزیز " چاندي کے تمام برتن لیکر بهاگ گیا - بشپ سنتا هے ' لیکن اُس کي زبان سے شکایت کا ایک حرف نهیں نکلتا - وه کهتا هے ' لکڑي یا لوهے کے برتن بهي اُسي طرح کام دے سکتے هیں جس طرح چاندي کے برتن ' وه به آساني مهیا کرلیے جائینگے !

اتنے میں دروازه کهلتا هے اور پولیس کے سپاهي جین والجین کو گردن سے پکڑے نمودار هوتے هیں - اُن سے معلوم هوتا هے که صبح یه قصبه سے نکل کر تیزي سے بهاگا جا رها تها - پولیس کے ایک سپاهي کو شبه هوا اور گرفتار کر لیا - شبه کي تصدیق اُس بقچه سے هوئي جو اِس کي بغل میں تها - اُس سے چاندي کے قیمتي برتن نکلے -

یهي موقعه بشپ کي سیرۃ (کیریکٹر) کي سب سے زیاده موثر تصویر پیش کرتا هے - جونهي بشپ کي نظر جین پر پڑي ' بے تامل آگے بڑها :

" میرے دوست کیا تم هو؟ " بشپ نے کها " میں تمهیں دیکهه کر بهت خوش هوا - لیکن یه کیا بات هے که تم جاتے هوئے اپنے شمعدان یهیں چهوڑ گئے ؟ حالانکه وه بهي تو چاندي کے هیں " اُس نے چاندي کے لفظ پر زور دیا " اور کم سے کم دو سو روپیه میں فروخت هو جا سکتے هیں ؟ "

پولیس افسر ایک دوسرے هي طرح کے معامله کا متوقع تها - یه صورت حال دیکهي تو گهبرا گیا :

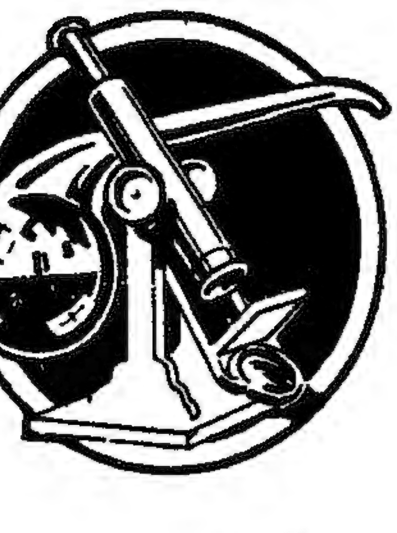

مذاکرۂ علمیہ

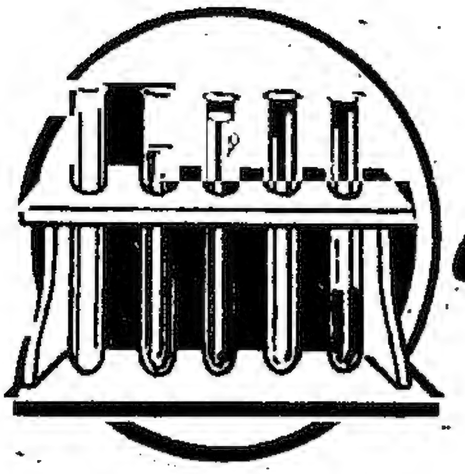

انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب

یورپ کے طبی حلقے سالہا سال سے اعادۂ شباب اور درازی عمر کے جن تجربوں میں مشغول تھے، اُن میں سب سے زیادہ کامیابی ڈاکٹر وورو نوف کو ہوئی ہے جو بندر کی گلٹیوں کی قلم انسان کے جسم میں لگا کر بڑھاپے کو جوانی سے بدل دیتا ہے۔ اُس کی حیرت انگیز عملی کامیابیوں کا غلغلہ چار سال سے بلند ہے، اور اب اس درجہ مشہور ہو چکا ہے کہ ہر چوتھے پانچویں ہفتے اِس بارے میں کوئی نہ کوئی خبر ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ دنیا میں مشتہر ہو جاتی ہے۔

سب سے پہلے سنہ ۱۹۲۲ میں ریوٹر نے یہ خبر مشتہر کی تھی کہ سابق قیصر جرمنی نے ڈاکٹر وورو نوف کو بلایا ہے تا کہ اس عملیہ کا تجربہ کریں۔ اُسکے بعد سنہ ۱۹۲۴ میں فرانس کی ہاواس ایجنسی نے خبر دی کہ حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو الجزائر بھیجا ہے تا کہ وہاں کی بھیڑوں پر اس عملیہ کا تجربہ کریں۔ اُسی زمانے میں پیرس کے مشہور مصور رسالہ لا السترا سیون نے اس عملیہ کی تاریخ اور عملی نتائج پر متعدد مضامین لکھے، اور تھوڑے عرصہ کے بعد انگلستان کے اخبارات سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر وورو نوف نے لندن کا سفر کیا ہے اور شاہی طبی مجلس کے زیر اہتمام ایک وقیع جلسہ میں تقریر کی ہے۔ اس جلسہ میں انہوں نے ایک ۷۵ برس کا سالخوردہ آدمی بھی پیش کیا تھا جو حد درجہ کمزور ہو چکا تھا، مگر اب اس عملیہ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ چالیس برس کا طاقتور جوان معلوم ہوتا تھا!

اس کے بعد فرانس اور انگلستان کے طبی رسالوں میں یہ مبحث از سر نو چھڑ گیا۔ مختلف پہلوؤں سے اس پر بحثیں ہوتی رہیں۔

شاید ہندوستان ہی وہ جگہ ہے، جہاں اس عملیہ کی کامیابی اور مقبولیت کا سب سے پہلے اور سب سے بہتر اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ بندروں کی سب سے بڑی آبادی افریقہ کے بعد ہندوستان میں ہے۔ اور اگر عمدہ نسلِ کے بندروں کی جستجو ہو تو وہ غالباً صرف ہندوستان اور اسکے جزیروں ہی میں مل سکتے ہیں۔ اس لیے ہر ایسے عملیہ کے لیے جس میں اِس "انسان سے ایک درجہ فروتر" جانور کی ضرورت ہو، ضروری ہے کہ ہندوستان سے اپنی ضرورت پوری کرنے کا انتظام کرے۔ سنہ ۱۹۲۵ع میں اچانک معلوم ہوا کہ شمالی ہند میں ایک نئی قسم کی تجارت شروع ہوگئی ہے اور خوب فروغ پا رہی ہے۔ یہ تجارت بندروں کے فرانس بھیجنے کی تجارت تھی۔ معلوم ہوا کہ فرانس کی ایک حیوانات فروش دکان سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں عمدہ نسل اور قسم کے بندر طلب کر رہی ہے، اور بمبئے، کلکتہ، کولمبو سے ایک ایک جہاز میں سو سو بندر بھیجے جا رہے ہیں۔ یہ صورت حال اس بات کا قطعی ثبوت تھی کہ ڈاکٹر وورو نوف کا عملیہ کم از کم مقبول خوب ہو رہا ہے!

حال میں ریوٹر ایجنسی نے پیرس سے ایک نئی خبر شائع کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو فرانس اور اٹلی کے سرحدی مقامات میں سے ایک نہایت پر فضا اور معتدل مقام دیدیا ہے، اور انہوں نے وہاں ایک قدیم قلعہ میں بہت بڑی تعداد بندروں کی جمع کر لی ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ خود یورپ میں بندر پال کر بڑی تعداد پیدا کر لی جائے، تاکہ اس عملیہ کے انجام دینے میں سہولت ہو۔

اس خبر کے دو ہفتہ بعد پیرس کے مشہور اخبار طان میں ایک ملاقات کا دلچسپ حال شائع ہوا جو اسی سرحدی مقام کے قدیم قلعہ میں (جو اب بندروں کی قیام گاہ ہے) مسٹر چرچل اور ڈاکٹر موصوف میں ہوئی تھی۔ ملاقات کی سرگزشت ڈاکٹر ایم۔ اولی فارست کے قلم سے نکلی تھی جو ڈاکٹر وورو نوف کے پرانے دوست ہیں۔

چونکہ یہ معاملہ موجودہ دنیا کا سب سے زیادہ اہم طبی انکشاف ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں ایک جامع تحریر اس موضوع پر شائع کر دیں۔ ہم نے مختلف مصادر سے اس مبحث کے تین اہم حصے لے لیے ہیں اور انہیں ضروری تصاویر کے ساتھ شائع کر دیے ہیں۔ پہلا ٹکڑہ نیویارک کے مڈیکل جرنل کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے جو دنیا کے معتمد طبی رسائل میں سے ہے۔ دوسرا پیرس کے مشہور مصور رسالہ "لا السترا سیون" کے مضامین سے مرتب کیا گیا ہے جو اس موضوع پر شائع ہوئے تھے۔ تیسرا "طان" پیرس سے لیا گیا ہے جس میں مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورو نوف کی ملاقات کی سرگزشت بیان کی گئی ہے۔ اس کا مختصر خلاصہ ہندوستان کے بعض انگریزی اخبارات میں بھی شائع ہو گیا تھا، لیکن اب ڈاک کے اخبارات میں "طان" آگیا ہے اور اس میں پوری سرگذشت درج ہے۔

(۱)

(انسانی عمر کی درازی)

زندگی کی بیمہ کرنے والی کمپنیوں کی سالانہ رپورٹیں ظاہر کرتی ہیں کہ گزشتہ صدی کے آخری پچیس برسوں میں انسان کی عمر پہلے سے بارہ برس زیادہ ہوگئی ہے۔ امریکن پروفیسر ڈاکٹر میو نے واشنگٹن یونیورسٹی میں پچھلے مہینہ تقریر کرتے ہوئے کہا:

نیکی اور بدی میں کشمکش شروع ہوگئی - مقابلہ سخت تھا مگر جیت نیکی ہی کیلیے تھی - جین نے تاریکی اور گناہ کا دشت بے کنار پیچھے چھوڑا ' اور ایک ہی جست میں نیکی اور خدا پرستی کی بلندیوں پر پہنچ گیا :

بال بکشا و صفیر از شجر طوبی زن
حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیر قفسی !

نیکی کی دنیا بدی کی دنیا سے کس قدر دور معلوم ہوتی ہے اور پھر دیکھو تو کتنی نزدیک ہے ؟ جب تک تم نے اسکی طرف قدم نہیں اٹھایا ' وہ اتنی دور ہے کہ اس کا نشان راہ بھی تمہیں دکھائی نہیں دیتا - لیکن جونہی تم اسکی طرف چلے ' وہ اتنی نزدیک ہوجاتی ہے کہ ساری مسافت ایک قدم سے زیادہ نہیں ! یونانی علم الاصنام کی ضرب المثل تھی : " مریخ کے مندر اور عطارد کے مندر میں صرف ایک دیوار حائل ہے " کیونکہ دونوں ایک ہی احاطہ میں تھے ' اور جہل و خونریزی کے مندر سے نکل کر علم و امن کے مندر میں جانے کیلیے صرف اتنا کرنا پڑتا تھا کہ بیچ کے ایک دروازے سے نکلکر دوسرے دروازے میں قدم رکھدیا - یہ اس طرف اشارہ تھا کہ علم و جہل ' محبت و جنگ ' اور نیکی و بدی کی دنیائیں کتنی ہی وسیع اور دور دراز نظر آتی ہوں ' مگر اسکے لیے جو ایک سے نکل کر دوسری میں قدم رکھنا چاہے ! اس سے زیادہ مسافت نہیں ہے کہ ایک گھر کی چوکھٹ سے نکلے اور دوسری چوکھٹ میں قدم رکھدیا !

طے می شود ایں رہ بہ درخشیدن برقے
ما بے خبراں منتظر شمع و چراغیم !

* * *

بالاخر فرانس کا وہ مشہور مجرم جسکے لیے چوری پیشہ اور قتل تفریح تھی ' جسے دنیا کا قانون اور سوسائٹی کا انصاف اٹھارہ برس عذاب میں رکھہ کر بھی جرم سے روک نہیں سکا تھا ' جسکی شقاوت اور سیہ کاری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ قید خانہ سے نکلتے ہی پہلا وار اپنے محسن پر کر گزرا ' اور ذرا بھی ضمیر کی ملامت محسوس نہ کی ! اب ایک شریف ' راست باز ' خدا پرست ' اور فیاض آدمی تھا جسکی دولت بندگان خدا کی بے لوث خدمت میں اور جسکی زندگی مصیبت زدوں اور بے سرو سامانوں کی غمخواری میں صرف ہوتی تھی ! اتنا ہی نہیں بلکہ گذشتہ کے احساس اور مستقبل کی طلب نے اب اسکے اندر نیکی اور ایثار کی ایک ایسی اعلی روح پیدا کردی تھی جسکی طاقت کی کوئی انتہا اور جسکی وسعت کا کوئی کنارہ نہ تھا - بشپ کا نمونہ اسے اپنی روحانی بلندی کی سطح سے بھی ایک زیادہ بلندی کی طرف دعوت دے رہا تھا !

* * *

انسان کتنا ہی نیک بننا چاہے لیکن سوسائٹی اسے نیک بننے نہیں دیتی - وہ اسکا زندگی کے ہر گوشے اور ہر موڑ پر تعاقب کرتی ہے - جین کچھہ سے کچھہ ہوگیا ' اسکی روح بدل گئی ' اسکا دل پلٹ گیا ' اس کا سینہ جو کبھی شیطان کا نشیمن تھا ' مقدسوں کی نیکیوں کا آشیانہ اور فرشتوں کی پاکیوں کا خزینہ بن گیا ! تاہم سوسائٹی نہ تو اسے معاف کرسکی ' نہ اسکی راہ روکنے سے باز آئی - ایک کے بعد ایک آزمایشیں آتی گئیں ' اور اسکی وہ نیکی جو بشپ نے شمعدان پکڑاتے ہوے اسکے دل کے ریشے ریشے میں اتار دی تھی ' متزلزل نہ ہوئی - وہ قربانیوں پر قربانیاں کرتا گیا - اس نے انسان کی خدمت اور محبت کیلیے اپنا سب کچھہ دیدیا - لیکن انسان اسے انصاف کا ایک کلمہ ' اعتراف کا ایک اشارہ ' عزت کی ایک غلط انداز نظر بھی نہ دے سکا !

* * *

افسانہ بہت طول کھینچتا ہے - سالہا سال گزر جاتے ہیں - یورپ کے بعض اہم واقعات شروع ہوتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں - " واٹرلو " کا معرکہ اور " فرانس کا تیسرا انقلاب " بھی ہو چلتا ہے ' لیکن جین کی عجیب و غریب زندگی کی مسلسل اور غیر مختتم قربانیاں ختم ہونے پر نہیں آتیں - وہ اپنی زندگی کا تمام آخری حصہ صرف کر کے جس یتیم اور مظلوم لڑکی کی پرورش کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسکی زندگی کی ساری نامرادیوں اور شقاوتوں کا صلہ اس بچہ کی محبت میں مل جائیگا ' وہ بھی اس سے بے پروا ہو جاتی ہے - جس شخص کی زندگی کو وہ ایک ایسے زہرہ گداز اور دہشت انگیز خطرہ میں پڑکر بچاتا ہے جس کا تصور بھی انسان کو سہما دے ' وہ بھی اسکے ساتھہ انصاف نہیں کرسکتا اور اس سے منھہ موڑ لیتا ہے - آخر وہ وقت آتا ہے جب اسی برس کی عمر میں تن تنہا بستر موت پر کروٹیں بدلتا ہے - اسوقت انسان طیار ہوتا ہے کہ اسکے ساتھہ انصاف کرے -

ساری عمر کی نیکی اور قربانی کے بعد اعتراف کی یہی چند گھڑیاں تھیں جو سوسائٹی اسے دے سکی !

* * *

وکٹر ہیوگو کی یہ طیار کی ہوئی سیرۃ (کیرکٹر) نہایت مقبول ہوئی ہے - یورپ کے بڑے بڑے مصوروں نے اسکا مرقع کھینچنے میں اپنے کمالات کے جوہر دکھلاے ہیں - سب سے بہتر مرقع موروس کا تسلیم کیا جاتا ہے جو گذشتہ صدی کا نامور فرانسیسی مصور تھا - اس مرقع میں اس نے وہ منظر دکھلایا ہے جب پولیس کے سپاہی جین کو گرفتار کرکے لاتے ہیں اور بشپ کے سامنے پیش کرتے ہیں - جین دم بخود کھڑا ہے - اسکے ہاتھہ میں چوری کے مال کا بقچہ ہے - بشپ مسکراتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور چاندی کے شمعدان اسے پکڑا رہا ہے - نیچے یہ عبارت درج ہے " میرے دوست ! تم رات جاتے ہوے یہ شمعدان کیوں چھوڑ گئے ؟ یہ بھی تو چاندی کے ہیں اور دو سو روپیہ میں فروخت ہو سکتے ہیں " ؟

* * *

کچھہ عرصہ ہوا میں سفر میں تھا اور گزران وقت کے لیے یہ قصہ پڑھہ رہا تھا - میں نے خیال کیا ' وکٹر ہیوگو نے اپنے زور تخیل سے انسانی سیرۃ کا ایک بڑا ہی بلند اور دلاویز نقشہ کھینچا ہے ' لیکن اگر اس نے مشرق کی شاعری کی طرح (کیونکہ اس نے سعدی اور حافظ کا مطالعہ کیا تھا) مشرق کے اخلاق و تصوف کا بھی مطالعہ کیا ہوتا تو اسے معلوم ہوجاتا کہ اس طرح کی اخلاقی سیرۃ یہاں کی عملی زندگی کے واقعات رہ چکے ہیں - پھر مجھے خیال آیا کہ سید الطائفہ جنید بغدادی (رح) اور ابن ساباط کا واقعہ کس درجہ اس سے مشابہ ' اور اپنی تفصیلات میں کیسا شاندار اور موثر ہے ؟

* * *

" ابن ساباط " کی سرگزشت کیلیے آئندہ مجلس افسانہ سرائی کا انتظار کیجیے -

" وصاف "

ایک ۷۵ برس کا بوڑھا آدمی
عملیۂ تقلیم سے پہلے

اِن تجربوں کے بعد اُس نے اِنسان کو لیا اور خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی - چالیس سے ساٹھ برس تک کے آدمیوں پر تجربہ کیا گیا جنکی شرائین سخت ہو گئی تھیں، اور پیری کے جملہ لوازم اُن پر ٹوٹ پڑے تھے - جوان آدمیوں کا خون اُن کے جسم میں پہنچایا گیا اور یہ تمام عوارض دور ہو گئے - یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اس طریقہ میں جوان آدمی کا بہت سا خون لیا جاتا ہے - نہیں، بہت ہی کم خون - اِتنا کم، جتنا معمولی زخم سے بہہ جایا کرتا ہے - اور وہ اِس عمل کے لیے کافی ہوتا ہے - ایک سنٹی میٹر مکعب سے دو سنٹی میٹر تک خون کافی ہوتا ہے - اِس میں اصلی شرط یہ ہے کہ دونوں کے خون کی فعالی خاصیت یکساں ہو - یہی سبب ہے کہ خون لینے سے پہلے اُس کی طبی جانچ کرلی جاتی ہے - سب سے بہتر خون باپ کے لیے بیٹے کا ہوتا ہے - لیکن بہر حال طبی معائنہ ضروری ہے -

(۲) گلٹیوں کا نظریہ

دوسرا طریقہ گلٹیوں کی عملیات کا ہے - یہ طریقہ اُس نظریہ پر مبنی ہے جو آجکل بہت عام اور مقبول ہو رہا ہے - نظریہ یہ ہے کہ جسم کے پورے نظام کا دار و مدار اُن گلٹیوں پر ہے جو خون میں بلا واسطہ اپنا مادہ پہنچاتی رہتی ہیں - اِن گلٹیوں کی مثال بالکل اُس ننھے سے پرزہ کی ہے جو موٹر میں حرکت کے وقت پہلا شرارہ پیدا کرتا ہے -

گلٹیوں کی جسم میں تاثیر مسلم ہے - مثلاً جب گردن کی "غدۂ درقیہ" (Thyroid Gland) خراب ہو جاتی ہے تو انسان میں غفلت و حماقت کی سی ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے - اِس غدود یا گلٹی کے اوپر دو گلٹیاں اور بھی موجود ہیں - یہ اِتنی چھوٹی ہیں کہ پن کے سر سے زیادہ نہیں ہیں - اگر یہ جسم سے نکال دی جائیں تو فوراً تشنج شروع ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے کے اندر انسان مر جائے - اسی طرح گردوں کے اوپر کی گلٹیاں بھی اگر نکال دی جائیں تو چشم زدن میں اس طرح دم نکل جائے، گویا بجلی گر پڑی - وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں گلٹیاں ایک خاص طرح کا مادہ خارج کرتی رہتی ہیں جس کا نام "اڈرینالین" ہے - یہی مادہ قلب کی حرکت کا اصلی موجب ہے -

غرضکہ اِس قسم کی بہت سی گلٹیاں انسان کے جسم میں موجود ہیں - لیکن تجربہ کرنے والوں نے اپنے علاج میں صرف تناسلی گلٹیوں سے کام لیا ہے - یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تناسلی گلٹیوں ہی سے وہ مادہ خارج ہوتا ہے جس سے مرد کی آثار ظاہری ہوتی ہے، چہرے پر بال نکلتے ہیں، اور وہ تمام حالات پیدا ہو جاتے ہیں جنسے مرد، مرد ہوتا اور اُس میں رونق شباب ظاہر ہوتی ہے -

(گلٹیوں کے عملیات)

اِن گلٹیوں کو قوی اور چست کیوں کر کیا جائے؟ علماء نے اِس کے چند طریقے نکالے ہیں

ایک طریقہ یہ ہے کہ اِن گلٹیوں پر عمل جراحی کرتے ہیں اور اُن کی شرائین مختلف دواؤں کے ذریعہ تر و تازہ کر دی جاتی ہیں، جن سے مادۂ منویہ آتا ہے اور جو بڑھاپے میں خشک ہو جاتی ہیں - یہ طریقہ اب تک پوری طرح کامیاب نہیں ہوا ہے، اگر ہو بھی جائے تو صرف اُنہی بوڑھوں کے لیے مفید ہوسکتا ہے جن کے قوی ابھی مضبوط ہیں اور جسم میں مادۂ منویہ کافی مقدار میں پیدا ہوتا رہتا ہے - لیکن جن کے قوی بالکل کمزور ہو گئے ہیں، اُن کے لیے یہ طریقہ مفید نہ ہوگا - یہی وجہ ہے کہ یہ طریقہ مقبول نہیں ہوا -

دوسرا طریقہ پچکاری کے ذریعہ مواد داخل کرنے کا ہے - تندرست حیوان کی تناسلی گلٹیوں کے مواد کا خلاصہ حاصل کیا جاتا ہے، اور بوڑھے جسموں کی گلٹیوں میں پہنچا دیا جاتا ہے - لیکن یہ طریقہ بھی زیادہ کار آمد ثابت نہیں ہوا - کیونکہ اول تو ایسے مواد کا حاصل کرنا مشکل ہے - پھر اِس کا اثر بھی زیادہ دیر پا نہیں ہوتا - کچھ مدت کے بعد جاتا رہتا ہے -

یہ طریقہ سب سے پہلے ایک امریکن ڈاکٹر براؤن سیکر نے معلوم کیا تھا اور خود اپنے جسم پر اسکا تجربہ کیا تھا - یہ ڈاکٹر بہت بوڑھا ہو گیا تھا - عمر ستر سے بھی زیادہ ہو گئی تھی - علمی اشغال کی قوت باقی نہیں رہی تھی - بڑے غور و فکر کے بعد اُسے خیال ہوا کہ اِس طریقہ کا تجربہ کیوں نہ کیا جائے؟ چنانچہ تناسلی گلٹیوں کے مواد کا خلاصہ حاصل کیا اور اپنے جسم میں پچکاری کے نشتر کے ذریعہ داخل کر دیا - نتیجہ حیرت انگیز تھا - اچانک شباب کی قوتیں عود کر آئیں!

تیسرا طریقہ وہ ہے جسے پیوند یا قلم لگانے سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی جس طرح درختوں کی دو مختلف شاخوں کا باہمدگر پیوند لگایا جاتا ہے، اسی طرح ایک جسم کا کچھ حصہ دوسرے جسم میں لگا دیا جائے - اسی لیے ہم نے اسے "تقلیم" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جو عربی میں قلم لگانے کے معنی میں بولا جاتا ہے - ایک دوسرا لفظ "تطعیم" بھی ہے - لیکن اسمیں قلم لگانے سے زیادہ ٹیکہ لگانے کا مفہوم پایا جاتا ہے - مصر کے بعض رسائل نے غلطی سے اسے "تطعیم" کہنا شروع کر دیا ہے - حالانکہ تطعیم اِسکے لیے موزوں نہیں

وہی ۷۵ برس کا بوڑھا
عملیہ کے بعد

ڈاکٹر گورسکي
جس نے غدودوں کے ذریعہ اعادۂ شباب کے عملیہ میں کامیابي حاصل کي

" اعداد و شمار سے ثابت ہوگیا ہے کہ انسان کي عمر بڑھ رہي ہے- سولہویں صدي سے انیسویں صدي کے وسط یعني سنہ ۱۸۵۰ع تک، انسان کي عمر میں بیس برس کا اضافہ ہوچکا ہے- اس کے بعد بھي ترقي برابر جاري رہي - اس وقت انسان کي متوسط عمر ۵۸ - سال تک پہنچ چکي ہے "

پروفیسر مذکور کے خیال میں اس زیادتي کا اصلي سبب علم حفظان صحت کي ترقي اور عقل انساني کي وسعت ہے - اب انسان بہت سے ایسے امراض پر غالب آگیا ہے جو پہلے ناقابل علاج تھے - اسنے بتایا کہ مرد کي زندگي کیلیے سب سے زیادہ خطرہ پچاس اور اٹھارہ سال کي درمیاني عمر میں ہوتا ہے - لہذا اس موقعہ پر غیر معمولي احتیاط کي ضرورت ہے - عورت کي زندگي ۱۶ - اور ۱۸ - سال کي عمر میں سب سے زیادہ خطرے میں ہوتي ہے - تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اکثر عورتیں اسي عمر میں مرتي ہیں

عمر کي درازي میں وراثت کو بھي بہت دخل ہے - جن خاندانوں میں عمر زیادہ ہوتي ہے، انکي نسل زیادہ مدت تک زندہ رہتي ہے - یہ اس لیے کہ عمر کا تعلق جسم کي اُن خلایا یا تبدیلیوں سے ہے جو زندگي کي محافظ اور پرورش کرنے والي ہیں - علماء علم الحیاۃ نے اب یہ بات تسلیم کرلي ہے کہ زندگي کي ان تبدیلیوں کي قوت و صلاحیت عام طور پر موروثي ہوتي ہے - لہذا طویل العمر خاندانوں کے افراد کو زیادہ عمر پانے کي امید رکھني چاہیے - بشرطیکہ بے اعتدالیوں سے زندگي کي قوتیں قبل از وقت ضایع نہ کردیں -

حال میں مشہور روسي عالم ڈاکٹر وورونوف نے اعلان کیا ہے :

" عنقریب انسان ۱۲۵ - سال کي عمر حاصل کریگا، اور علم کي ترقي بہت جلد اس مدت کو ۱۴۰ - سال تک بڑھا دیگي "

اور بہت سے علماء نے بھي اسي قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے- دنیا بھر میں زندگي کي درازي کیلیے ایک زبردست تحریک پیدا ہوگئي ہے -

(اعادۂ شباب)

لیکن سوال یہ ہے کہ انسان اتني عمر لیکر کریگا کیا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر ساٹھہ برس کے بعد ہي بڑھاپے کي کمزوریاں اُسے مغلوب کرلیتي ہیں، اور اس کے بعد تو اُسکي زندگي موت سے بھي بدتر ہوجاتي ہے ؟

بلا شبہ یہ سوال بہت اہم ہے -

لیکن علماء علم حیات اس سے غافل نہیں ہیں - ان کا جواب یہ ہے کہ بڑھاپے کي یہ حالت طبیعي اور اٹل نہیں ہے بلکہ عوارض کا نتیجہ ہے - اگر یہ عوارض دور کردیے جائیں تو سو برس کي عمر میں بھي انسان ویسا ہي خوش و خرم رہ سکتا ہے - جیسا تیس برس کي عمر میں ہوتا ہے - وہ کہتے ہیں - یہ عوارض دور کردیے جاسکتے ہیں -

بڑھاپے کي لاچاریاں دور کرنے کا مسئلہ نیا نہیں ہے - قدیم سے انسان نے اس پر غور کیا ہے اور دواؤں کي شکل میں اسکے بہت سے حل تجویز کیے ہیں- مگر تجربے اور عمل سے کوئي بھي کارگر ثابت نہ ہوا - اب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ علماء شاید یہ مہم سر کرلیں -

(سائنس کانگرس کا اعلان عظیم)

گزشتہ سال سوئٹزرلینڈ میں سائنس کانگرس نے اعلان کیا تھا :

" یہ خیال محض بے بنیاد ہے کہ بڑھاپا ایک طبعي حالت ہے جو لازمي طور پر ہر انسان پر طاري ہوتي ہے - بڑھاپا بھي دراصل بیماري کي طرح ایک عارضہ ہے - جس طرح ہر بیماري کے جراثیم ہوتے ہیں، اسي طرح اس بیماري کے بھي جراثیم ہیں، اور علم نے معلوم کر لیے ہیں - اگر ان کے معدوم کر دینے میں کامیابي ہوگئي، تو بڑھاپا بھي معدوم ہوجایگا " !

(۲)

(اعادۂ شباب کے کامیاب طریقے)

بڑھاپا دور کرنے یا بہ الفاظ علمي اس کے جراثیم معدوم کردینے کے جو طریقے اس وقت تک کامیاب ہوچکے ہیں، وہ کچھہ کم اہمیت نہیں رکھتے - ہم مختصراً اُن تمام طریقوں کا یہاں ذکر کردیتے ہیں -

(۱) تجدید مادۂ دمویہ

اس طریقہ کا موجد پیرس کا ایک ڈاکٹر گورسکي ہے - اس طریقہ کي طرف اسے ڈاکٹر کارل کي کیمیاوي تحقیقات سے رہنمائي ہوئي - ڈاکٹر کارل حیوان کا کوئي عضو یا عضو کا کوئي حصہ ایک عرق کے اندر جس میں دو ثلث خون اور ایک ثلث اسي حیوان کي جنین کا جوہر شامل ہوتا تھا، رکھدیتا، اور وہ عضو حیرت انگیز طور پر زندہ رہتا - ڈاکٹر گورسکي نے یہ دیکھکر خیال کیا کہ اگر بوڑھے حیوان کے جسم میں اُسي نسل کے جوان حیوان کا خون منتقل کردیا جائے تو اُسے جوان ہوجانا چاہیے - چنانچہ اُس نے تجربہ کیا اور کامیاب رہا - چودہ برس کا ایک بوڑھا کتا اور ۲۴ - برس کا بوڑھا گھوڑا، دونوں جوان ہوگئے !

مشہور عالم ڈاکٹر وورونوف
جو اعادۂ شباب کے عملیۂ تقلیب غدہ کا موجد ہے

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں، دنیا عموماً تاریخ و حقیقت سے زیادہ افسانہ و تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈھنا چاہتی ہے۔ اسی لئے فلسفۂ تاریخ کے بانی اول ابن خلدون کو یہ قاعدہ بنا دینا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہوگا، اتنی ہی زیادہ افسانہ سرائی اُسے اپنے حصار تخیل میں لے لے گی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے: "انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بن جائے!"

تاریخ اسلام میں حضرت امام حسین (علیہ و علیٰ آبائہ و اجدادہ الصلوٰۃ والسلام) کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے، محتاج بیان نہیں۔ خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعے نے اسلام کی دینی، سیاسی، اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا ہے، وہ اُن کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے۔ بغیر کسی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہونگے جس قدر اس حادثہ پر بہ چکے ہیں۔ تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گزر چکے، اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کر گیا۔ امام حسین کے جسم خونچکاں سے دشت کربلا میں جس قدر خون بہا تھا، اُس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم و الم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے!

بایں ہمہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی مسند اختیار کر چکا ہے؟ اگر آج ایک جویائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرے، تو اکثر صورتوں میں اُسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑیگا۔ اسوقت جس قدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے، وہ زیادہ تر روضہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد، زیادہ سے زیادہ گریہ و بکا کی حالت پیدا کر دینی ہے، نہ کہ تاریخی حیثیت سے بیان واقعات۔ بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں، وہ بھی در اصل تاریخ نہیں ہیں۔ روضہ خوانی اور مجلس طرازی کے مواد ہی نے ایک دوسری مسند اختیار کر لی ہے۔

اگر آج جستجو کی جائے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کوئی ایک کتاب ایسی موجود ہے جو حادثۂ کربلا کی "تاریخ" ہو، تو واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں!

ذیل میں ہم وفیات مشاہیر عالم میں سے (جس کا ذکر دوسرے نمبر میں ہو چکا ہے) حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واردات و حوادث نقل کرتے ہیں۔ یہ حادثۂ کربلا کی "تاریخ" نہیں ہے، مگر تمام تاریخی واقعات کا مرتب مجموعہ ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک "تاریخ" کا تعلق ہے، اس حادثہ کے واقعات دستیاب ہیں۔ یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود تاریخی بحث و نظر نہیں ہے، بلکہ مجرد واقعات وفات کا اس طرح یکجا کر دینا ہے کہ اُس سے ایک مرتب سلسلۂ بیان پیدا ہو جائے۔ البتہ واقعات کے تفحص و تحقیق میں پوری کاوش کی گئی ہے۔ شاید اس قدر کاوش و جستجو کے ساتھ ان حالات کا تاریخی مجموعہ دوسری جگہ نہ ملے۔

تمہید

اہل بیت، شروع سے اپنے تئیں خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کے بعد تخت خلافت خالی ہوا۔ یزید بن معاویہ پہلے سے ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ اُسنے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اور حسین بن علی علیہما السلام سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا تھا اس لئے وہاں اہل بیت کرام کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی۔ اُنھوں نے حضرت حسین کو لکھا کہ آپ تشریف لائیے، ہم آپکا ساتھ دیں گے۔ آپنے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیجا اور خود بھی سفر کی تیاری کرنے لگے۔

دوستوں کا مشورہ

آپکے دوستوں اور عزیزوں کو معلوم ہوا تو سخت مضطرب ہوئے۔ وہ اہل کوفہ کی بے وفائی اور زمانہ سازی سے واقف تھے۔ بنی امیہ کی سخت گیر طاقتوں سے بھی بے خبر نہ تھے۔ انھوں نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے کہا "لوگ یہ سنکر بہت پریشان ہیں کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ مجھے اصلی حقیقت سے آگاہ کیجئے" حضرت حسین نے جواب دیا "میں نے عزم کر لیا ہے۔ آج ہی کل میں روانہ ہوتا ہوں" ابن عباس بے اختیار پکار اٹھے: "خدا آپکی حفاظت کرے۔ کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنھوں نے اپنے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے، دشمن کو نکال دیا ہے، اور ملک پر قبضہ حاصل کر لیا ہے؟ اگر وہ ایسا کر چکے ہیں تو شوق سے تشریف لیجائیے لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے۔ حاکم بدستور اُن کی گردن دبائے بیٹھا ہے۔ اسکے گماشتے برابر اپنی کارستانیاں کر رہے ہیں تو اُن کا آپ کو بلانا در حقیقت جنگ کی طرف بلانا ہے۔ میں ڈرتا ہوں، وہ آپکو دھوکا نہ دیں، اور جب دشمن کو طاقتور دیکھیں تو خود آپ سے لڑنے کے لئے آمادہ نہ ہو جائیں" مگر آپ اس طرح کی باتوں سے متاثر نہ ہوئے اور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

ابن عباس کا جوش

جب روانگی کی گھڑی بالکل قریب آگئی تو ابن عباس پھر دوڑے آئے۔ "اے ابن عم" اُنھوں نے بہت کہا "میں خاموش رہنا چاہتا تھا، مگر خاموش رہا نہیں جاتا۔ میں اس راہ میں آپکی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراق والے، دغاباز ہیں۔ اُنکے قریب بھی نہ جائیے یہیں قیام کیجئے، کیونکہ یہاں حجاز میں آپ سے بڑا کوئی نہیں ہے۔ اگر عراقی آپکو بلاتے ہیں تو اُن سے کہئے پہلے مخالفین کو اپنے علاقہ سے نکال دو، پھر مجھے بلاؤ۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جائیے۔ وہاں قلعے اور دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ ملک کشادہ ہے۔ آبادی عموماً آپکے والد کی خیر خواہ ہے۔ وہاں آپ ان لوگوں کے دسترس سے باہر ہونگے۔ خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ اپنی دعوت پھیلائیے گا۔ مجھے یقین ہے، اس طرح آپ کامیاب ہو جائیں گے"

لیکن حضرت حسین نے جواب دیا:

"اے ابن عم! میں جانتا ہوں تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن میں اب عزم کر چکا"

ابن عباس نے کہا:

"آپ نہیں مانتے تو عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لیجائیے۔ مجھے اندیشہ ہے آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اُسی طرح قتل نہ کر ڈالے جائیں جس طرح عثمان بن عفان (رض) اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابن عباس نے جوش میں آکر کہا:

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپکے بال پکڑ لینے اور لوگوں کے جمع ہونے سے آپ رک جائیں گے تو واللہ میں ابھی آپ کی پیشانی کے بال پکڑ لوں!" (ابن جریر)

مگر آپ پھر بھی اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

عبد اللہ بن جعفر کا خط

اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپکو سمجھایا۔ آپکے چچیرے بھائی عبد اللہ بن جعفر نے مدینہ سے خط بھیجا:

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادے سے باز آجائیے۔ کیونکہ اس راہ میں آپکے لئے ہلاکت اور آپکے اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اسوقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں" (ابن جریر۔ کامل۔ مقتل ابن احنف وغیر ذلک)

والی کا خط

یہی نہیں بلکہ انھوں نے یزید کے مقرر کئے ہوئے والی عمرو بن سعید بن العاص سے جا کر کہا "حسین بن علی کو خط لکھ کر ہر طرح مطمئن کر دو" عمرو نے کہا: آپ خود خط لکھ لیجئے۔ میں مہر کر دوں گا۔ چنانچہ عبد اللہ نے والی کی جانب سے یہ خط لکھا:

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اُس راستہ سے دور کر دے جس میں ہلاکت ہے اور اُس راستہ کی طرف رہنمائی کرے جس میں سلامتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے آپ عراق جا رہے ہیں۔ میں آپکے لئے شقاق و اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپکی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبد اللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپکے پاس بھیج رہا ہوں۔ انکے ساتھ واپس چلے آئیے۔ میرے پاس آپکے لئے امن، سلامتی، نیکی، احسان، اور حسن جوار ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل، نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام"

ھے - اس میں ٹیکہ لگانے کے عملیہ کي طرح کوئي خارجي مادہ داخل نہیں کیا جاتا ' بلکہ ایک عضو کي قلم دوسرے عضو سے پیوند کردي جاتي ھے -

اس کا طریقہ یہ ھے کہ تندرست جسم کي تناسلي گلٹیوں کا پیوند بوڑھے آدمي میں لگادیا جاتا ھے اور وہ بالکل جوان ھو جاتا ھے - سب سے پہلے سنہ ۱۷۷۰ - میں ایک انگریز ڈاکٹر جان ھنٹر نے اس کا تجربہ کیا تھا - بوڑھے کتے میں جوان کتے کي گلٹیاں لگادیں اور اسکا بڑھاپا دور ھوگیا - پھر سنہ ۱۸۴۹ - میں ڈاکٹر برتھولد نے مرغ پر یہي تجربہ کیا اور کامیاب ھوا - انیسویں صدي کے آخر میں کئي اور پرندوں پر بھي اس عملیہ کے تجربے کامیاب ھوچکے ھیں -

لیکن یہ محض تجربے ھي تجربے تھے - ابھي اس حد تک معاملہ نہیں پہنچا تھا کہ عملي حقیقت کي طرح تسلیم کرلیا جاتا - مگر سنہ ۱۸۹۴ - میں ڈاکٹر شٹناخ نے وائنا میں از سرنو تجربے شروع کیے - انکا سلسلہ ابتک جاري ھے - اس ڈاکٹر کے تجربے زیادہ تر چوھوں پر تھے - تمام تجربے کامیاب ھوے اور ثابت ھوگیا کہ زیادہ سے زیادہ بوڑھے چوھے بھي جوان ھوسکتے اور چالیس مہینے تک زندہ رہسکتے ھیں - حالانکہ چوھوں کي عمر کا اوسط تیس مہینے سے زیادہ نہیں - اس کے معني یہ ھوئے کہ انکي عمر میں تقریباً ۴۵ - في صدي کا اضافہ ھوگیا - اگر اسي پر آدمي کي عمر کا بھي قیاس کیا جائے تو اسي سے سو برس تک پہنچ جانا ممکن معلوم ھوتا ھے -

(ڈاکٹر وورو نوف)

لیکن معلوم ھوتا ھے کہ عملیہ کي آخري کامیابي کي عزت ایک روسي ڈاکٹر کے نام لکھي جا چکي تھي جو عرصہ سے پیرس میں مقیم ھے - یعني ڈاکٹر وورو نوف -

ڈاکٹر موصوف نے اپنے تجربے حیوان سے شروع کیے - سب سے پہلے سنہ ۱۹۱۸ - میں ۱۲ - برس کے بوڑھے دنبے میں ایک جوان دنبے کي تناسلي گلٹي کا پیوند لگایا - نتیجہ یہ ھوا کہ دو مہینے کے اندر بوڑھے دنبے کي حالت بدل گئي - پہلے اسکا سر جھکا رھتا تھا - ھاتھہ پاؤں کانپتے تھے - پیشاب بند ھو ھو جاتا تھا ' اور توالد و تناسل کي قوت بالکل مفقود ھوچکي تھي - لیکن اس علاج کے بعد اسکي جواني واپس آگئي ' جوش شباب پیدا ھوگیا ' سینگ مارنے لگا ' اور مادہ اس سے حاملہ بھي ھوگئي - ڈاکٹر نے صرف اتنے تجربے ھي پر اکتفا نہیں کي - بلکہ کچھہ روز بعد یہ پیوند الگ کر کے دیکھا کہ اب دنبے کي حالت کیا ھوتي ھے ؟ ھوا یہ کہ پیوند کے الگ ھوتے ھي بڑھاپا لوٹ آیا - ڈاکٹر نے دوبارہ پھر پیوند لگا دیا ' وہ پھر از سر نو جوان ھوگیا !

(۸۵ برس سے چالیس برس !)

اسکے بعد ۷۵ - برس کے ایک بوڑھے انگریز پر تجربہ کیا - یہ نہایت ھي ردي حالت میں تھا - کمزوري حد کو پہنچ چکي تھي - پیٹ نیچے لٹک آئي تھي - بینائي تقریباً جاچکي تھي - کان بھي بہرے ھونے کے قریب تھے - اس نے اپني جواني کا تمام زمانہ ھندوستان کے گرم و سخت موسم میں بسر کیا تھا - وہ اس قدر کمزور تھا کہ ڈاکٹر کے مطب تک بھي خود نہیں چڑھ سکا جو پہلي منزل پر واقع تھا - نوکر اسے اپني پیٹھہ پر لاد کے لے گیا -

لیکن اس علاج کے بعد وہ جوان ھوگیا - قوت واپس آگئي ' حتی کہ سر پر بال بھي نکل آئے - حالانکہ سالہا سال سے اسکا سر گنجا ھو رھا تھا ! (صفحہ ۱۱ - کي دونوں تصویریں اسي شخص کي تصویریں ھیں)

ڈاکٹر وورو نوف کا بیان ھے کہ سب سے بہتر پیوند اس قلم کا ھوتا ھے جو جوان آدمي کي تناسلي گلٹي سے لیا جاتا ھے - علاج کیلیے بہت ھي قلیل حصے کي ضرورت ھوتي ھے - اتنے قلیل کي کہ آدمي کي صحت کو ھرگز کوئي نقصان نہیں پہنچ سکتا - مگر چونکہ دنیا بھر کي قوموں کے قوانین نے اسے ممنوع قرار دیدیا ھے ' اس لیے مجبوراً ترقي یافتہ بندر کي گلٹیوں سے کام لیا جاتا ھے - کیونکہ حیوانات میں بندر سے زیادہ کوئي جانور انسان سے قریب نہیں ھے - تحلیل کرنے سے ثابت ھوا ھے کہ بندر کا خون بالکل انسان کے خون کي طرح ھے -

ابتک بکثرت آدمیوں کا علاج ھو چکا ھے ' اور سب پر کامیاب رھا ھے ' سب از سر نو جوان ھوگئے ھیں - ڈاکٹر وورو نوف کا آخري اعلان یہ تھا کہ " دسمبر سنہ ۱۹۲۶ - تک وہ ایک ھزار بوڑھوں پر یہ عملیہ کرچکے ھیں ! "

(جنس اناث اور عملیۂ تعلیم)

جس طرح بوڑھے مردوں کے لیے یہ عملیہ کامیاب ھوا ھے ' کیا بوڑھي عورتوں کے لیے بھي کامیاب ھو سکتا ھے ؟ کیا آئندہ زمانے میں دونوں جنس یکساں شباب کي طرف لوٹ سکیں گے ' یا زندگي اور انتفاع کے ھر میدان کي طرح ' اس میدان میں بھي عورتیں محروم رھجائیں گي ؟

حال میں ڈاکٹر وورو نوف نے اس سوال کا جواب دیتے ھوئے کہا ھے ؟

" اگر آپ چاھیں تو میں آپ سے اس کمزور ست عورت کي ملاقات کرادوں جو ۶۵ برس کي عمر اور اس کي ساري محرومیاں لیکر میرے پاس آئي تھي اور اب از سر نو جواني بنکر واپس جا چکي ھے " !

(باقي آئندہ)

الہلال

کا

یہ ۵ - واں نمبر ھی

لیکن

اس وقت تک توسیع اشاعت کے لیے دفتر نے آپکو کوئي زحمت نہیں دي ھے - کیا اب آپ کو خود اس طرف توجہ نہ ھوگي ؟

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو
یاد رکھیے
کہ
آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما
(گائڈ بک)
کی ضرورت ہے
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں
قابل دید مقامات
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپ کو مطلع کر دے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی
جا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر
ضرورت پیش آتی ہے
ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین
THE DUNLOP
GUIDE
TO GREAT BRITAIN
کا دوسرا ایڈیشن ہے
ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے
بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین طالب و مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو فراہم کر سکا ہوں حسب ذیل قیمت پر بھیجی جا سکتی ہیں۔

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۸ روپیہ
" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۵ روپیہ۔ (منیجر الہلال)

اگر آپ کو
دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی
شکایت ہے، تو تامل نہ کیجیے۔ اپنے
سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین
HIMROD
کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجیے

کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دنیا میں بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجیے
یاد رکھیے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو
آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہیے!

مگر آپ بدستور اپنے ارادے پر جمے رہے۔ (ابن جریر وغیرہ)

فرزدق سے ملاقات

مکہ سے آپ عراق کو روانہ ہوگئے۔ "صفاح" نام مقام پر مشہور محب اہل بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ آپنے پوچھا "تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟" فرزدق نے جواب دیا "اُنکے دل آپکے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں" فرمایا "سچ کہتا ہے۔ اب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر لحظہ کسی نہ کسی حکم فرمائی میں ہے۔ اگر اُس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اُس کی ستائش کریں گے۔ اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقوی کا ثواب کہیں نہیں گیا ہے"

یہ کہا اور سواری آگے بڑھائی۔ (ایضاً)

مسلم بن عقیل کے عزیزوں کی ضد

زرود نام مقام میں پہونچکر معلوم ہوا کہ آپکے نائب مسلم بن عقیل کو کوفہ میں یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے علانیہ قتل کر دیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آپنے سُنا تو بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون! پڑھنا شروع کیا۔ بعض ساتھیوں نے کہا:

"اب بھی وقت ہے۔ ہم آپکو اپنے اور آپکے اہل بیت کے معاملہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ یہیں سے لوٹ چلئے۔ کوفہ میں آپ کا کوئی ایک بھی طرفدار اور مددگار نہیں ہے۔ سب آپکے خلاف کھڑے ہو جائیں گے"

آپ خاموش ہو گئے، اور واپسی پر غور کرنے لگے لیکن مسلم بن عقیل کے عزیز کھڑے ہو گئے "واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے" اُنھوں نے کہا "ہم اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے" اسپر آپنے ساتھیوں کو نظر اُٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لیکر کہا "ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں" (ایضاً)

راستہ میں بھیڑ چھنٹ گئی

بدوؤں کی ایک بھیڑ آپکے ساتھ ہو گئی تھی۔ یہ سمجھتے تھے کوفہ میں خوب آرام کرینگے۔ آپ اُنکی حقیقت سے واقف تھے۔ سب کو جمع کر کے خطبہ دیا۔

"اے لوگو! ہمیں نہایت دہشتناک خبریں پہونچی ہیں۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ، اور عبد اللہ بن یقطر قتل کر ڈالے گئے، ہمارے طرفداروں نے بیوفائی کی۔ کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے۔ ہم ہرگز خفا نہ ہونگے"

بھیڑ نے سُنا تو دائیں بائیں کھسکنا شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپکے گرد وہی آدمی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے! (ایضاً)

حُر بن یزید کی آمد

قادسیہ سے جوں ہی آگے بڑھے، عبید اللہ بن زیاد والی عراق کے عامل حصین بن نمیر تمیمی کی طرف سے حُر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا اور ساتھ ہولیا۔ اسے حکم تھا کہ حضرت حسین کے ساتھ برابر لگا رہے، اور اُس وقت تک پیچھا نہ چھوڑے، جب تک اُنھیں عبید اللہ بن زیاد کے روبرو نہ پہنچا دے۔ اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ آپ تہ بند باندھے، چادر اوڑھے، نعلین پہنے تشریف لائے اور حمد و نعت کے بعد اپنے ساتھیوں اور حُر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ دیا:

راہ میں ایک خطبہ

"اے لوگو! خدا کے سامنے اور تمھارے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے پاس تمھارے خطوط پہنچے، قاصد آئے، مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ آئے تاکہ خدا ہمیں آپکے ہاتھ پر جمع کر دے۔ اگر اب بھی تمھاری یہی حالت ہے تو میں آگیا ہوں۔ اگر مجھ سے عہد و پیمان کرنے کے لئے طیار ہو جس پر میں مطمئن ہو جاؤں، تو میں تمھارے شہر میں چلنے کو آمادہ ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ تم میری آمد سے ناخوش ہو، تو میں وہیں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے آیا ہوں"

دشمنوں نے آپکے پیچھے نماز پڑھی

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد لوگ مؤذن سے کہنے لگے "اقامت پکارو" حضرت حسین نے حُر بن یزید سے کہا "کیا تم علحدہ نماز پڑھوگے؟" اُسنے کہا "نہیں، آپ امامت کریں، ہم آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھیں گے"

وہیں عصر کی بھی نماز پڑھی۔ دوست دشمن سب مقتدی تھے۔ سلام کے بعد آپنے پھر خطبہ دیا:

دوسرا خطبہ

"اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر رہو اور حقدار کا حق پہچانو، تو یہ خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا۔ ہم اہل بیت اِن مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ اِن لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرو، ہمارا حق نہ پہچانو، اور تمھاری رائے اب اُس کے خلاف ہو گئی ہو، جو تم نے مجھے اپنے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی، تو میں واپس چلے جانے کے لئے بخوشی طیار ہوں"

اہل کوفہ کے خطوط

اسپر حُر نے کہا "آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں؟ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں"

آپنے عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوط کا ڈھیر لگا دیا۔ اسپر حُر نے کہا "لیکن ہم وہ نہیں ہیں جنھوں نے یہ خط لکھے تھے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپکو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں" حضرت امام نے فرمایا "لیکن یہ موت سے پہلے ناممکن ہے"

پھر آپنے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپنے خفا ہو کر حُر سے کہا "تیری ماں تجھے روئے! تو کیا چاہتا ہے؟" حُر نے جواب دیا "واللہ اگر آپکے سوا کوئی اور عرب میری ماں کا نام زبان پر لاتا تو میں اُسے بتا دیتا! لیکن آپ کی ماں کا ذکر میری زبان پر بُرائی کے ساتھ نہیں آسکتا" آپنے فرمایا "پھر تم کیا چاہتے ہو؟" اُسنے کہا "میں آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیجانا چاہتا ہوں" آپنے جواب دیا "تو واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا" اُسنے کہا "واللہ میں بھی آپکا پیچھا نہیں چھوڑوں گا" جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حُر نے کہا "مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ملا ہے۔ مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپکو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ آپ اگر پسند کریں تو خود بھی یزید یا عبید اللہ کو لکھئے۔ شاید خدا میرے لئے کوئی مخلصی کی صورت پیدا کر دے، اور آپکے معاملہ میں امتحان سے بچ جاؤں" یہ بات آپنے منظور کر لی اور روانہ ہوئے۔ (ابن جریر اور کامل وغیرہ)

ایک اور خطبہ

راستہ میں کئی اور مقامات پر بھی آپنے دوستوں اور دشمنوں کو مخاطب کیا۔ مقام بیضہ میں خطبہ دیا:

"اے لوگو! رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے: جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے، عہد الٰہی شکست کرتا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں پر

تاریخ راجگان ہند

موسوم بہ

وقائع راجستان

یہ کتاب نہیں بلکہ کشور ہندوستان کے لئے ایک آئینہ جہاں نما ہے۔ اس میں حال ہندو اقوام و ملل خصوصاً سرزمین ہند کی سرمایۂ ناز بہادر قوم "راجپوت" اور اسکی مختلف شاخوں کا مفصل و مستند بیان از ابتدا تا انتہا موجود ہے۔ یہ ایک نگارخانہ ہے جسمیں اُن غیر قوموں کی بھی جاگتی اور بولتی تصویریں نظر آتی ہیں جو اقلیم ہند میں بیرونجات سے آئیں، اصلی باشندگان ہند کو مغلوب کرکے اقطاع ملکیہ پر قابض ہوئیں اور ہندوستان میں ذکر "ہندو" کہلانے لگیں یہ ایک تاریخ ہے جسمیں مسلمانوں کی آمد اُنکے اقبال و زوال کی کیفیت اور ان کی سلطنت کے سقوط کا مفصل حال درج ہے یہ ایک آئینہ ہے جسمیں نظم و بزم و جدال و قتال روایات و رسوم، تاریخی و جغرافیائی حالات وغیرہ وغیرہ تا زمانہ حال بیان کئے گئے ہیں۔ الغرض یہ ضخیم کتاب ایک نادر الوجود اور بیش بہا البم ہے۔ کرنیل ٹاڈ اور دیگر مورخین کی غلط بیانیوں کی فاضل و محقق مؤلف نے نہایت شرح و بسط اور دلائل قاطعہ سے اصلاح و تردید فرمائی۔ اس بے نظیر کتاب کا ماخذ ریاست عالیہ رامپور کا بیش بہا کتبخانہ ہے اور دیگر ریاستوں کے کتبخانوں اور ان دستی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے جو خزانوں میں محفوظ ہیں۔ علما و وکلا۔ مدرسین و مبلغین کے لئے یہ نادر کتاب معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو حالات تاریخی و جغرافیائی روایات و رسوم و عقائد و توہمات اسمیں درج ہیں وہ کسی ایک کتاب میں ہرگز نہیں مل سکتے۔

والیان ریاست تعلقداران، امرا و روسا کے کتبخانے بغیر اس بے نظیر کتاب کے ہرگز مکمل نہیں کہلا سکتے۔ فی زمانہ پرانی باتوں پر جو بیجا نکتہ چینی کیا جاتا ہے اسکی قلعی کھولنے کے لئے یہ کتاب ایک زبردست اور الزامی جواب دینے کے لئے ایک مہلک حربہ ہے۔ تقطیع بڑی صفحات ۹۲۰

قیمت صرف مبلغ [illegible] روپئے

آج ہی کارڈ لکھکر منیجر ہمدم بک ایجنسی لکھنؤ سے منگائیے

دُنیا کی بہترین پنسل

امریکن کارخانہ "شیفر"

کی

"لائف ٹائم" پنسل ہے

اسلئے کہ

(۱) "لائف ٹائم" یعنی عمر بھر کے لئے کافی ہے۔

(۲) اُسکا خول اسقدر خوشنما اور دیدہ زیب ہے کہ دُنیا کی کوئی پنسل خوبصورتی میں اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(۳) ارزانی میں بھی تمام قسموں کی پنسلوں کا مقابلہ کرتی ہے

یاد رکھئے

آپکو "لائف ٹائم" پنسل خریدنی ہے!

گناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہو، اور دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اُس کی مخالفت کرتا ہو، نہ اپنے قول سے، سو خدا ایسے آدمی کو اچھا ٹھکانا نہیں بخشے گا۔ دیکھو، یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں اور رحمٰن سے سرکش ہو گئے ہیں۔ فساد ظاہر ہے۔ حدود الٰہی معطل ہیں، مالِ غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے، خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھرایا جا رہا ہے۔ میں اِن کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ تمھارے بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لیکر پہنچے۔ تم عہد کر چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بے وفائی کرو گے۔ نہ مجھے دشمنوں کے حوالے کرو گے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمھارے لئے راہِ ہدایت ہے۔ کیونکہ میں حسین ابن علی، ابن فاطمہ، رسول اللہ کا نواسہ ہوں۔ میری جان تمھاری جان کے ساتھ ہے۔ میرے بال بچے تمھارے بال بچوں کے ساتھ ہیں۔ مجھے اپنا نمونہ بناؤ۔ اور مجھ سے گردن نہ موڑو لیکن اگر تم یہ نہ کرو، بلکہ اپنا عہد توڑ دو، اور اپنی گردن سے میری بیعت کا حلقہ نکال پھینکو، تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔ تم میرے باپ، بھائی، اور عم زاد مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ ہے جو تم پر بھروسہ کرے۔ لیکن یاد رکھو، تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ اور اب بھی اپنا ہی نقصان کرو گے۔ تم نے اپنا حصہ کھو دیا۔ اپنی قسمت بگاڑ دی۔ جو بدعہدی کرے گا، خود اپنے خلاف بدعہدی کرے گا۔ عجب نہیں خدا عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" (ابن جریر، کامل وغیرہ)

ایک اور تقریر

ایک دوسری جگہ یوں تقریر فرمائی:

"معاملہ کی جو صورت ہو گئی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا، منہ پھیر لیا، نیکی سے خالی ہو گئی۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے۔ حقیر سی زندگی رہ گئی ہے۔ ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے؟ باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا ہے؟ کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں لقاء الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے"

زہیر کا جواب

یہ خطبہ سُنکر زہیر بن القین البجلی نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا "تم بولو گے یا میں بولوں؟" سب نے کہا "تم بولو" زہیر نے تقریر کی:

"اے فرزند رسول اللہ! خدا آپکے ساتھ ہو! ہم نے آپکی تقریر سُنی۔ واللہ، اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہو، اور ہم سدا اُس میں رہنے والے ہوں، جب بھی آپ کی حمایت و نصرت کے لئے اُس کی جدائی گوارا کریں گے اور ہمیشہ کی زندگی پر آپکے ساتھ مرجانے کو ترجیح دیں گے!" (ایضاً)

حُر کی دھمکی کا جواب

حُر بن یزید آپکے ساتھ برابر چلا آرہا تھا۔ بار بار کہتا تھا "اے حسین اپنے معاملہ میں خدا کو یاد کیجیے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ جنگ کریں گے تو ضرور قتل کر ڈالے جائیں گے" ایک مرتبہ آپنے غضبناک ہو کر فرمایا "تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تمھاری شقاوت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ مجھے قتل کرو گے؟ سمجھ میں نہیں آتا تجھے کیا جواب دوں؟ لیکن میں وہی کہوں گا جو رسول اللہ کے ایک صحابی نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دھمکی سُنکر کہا تھا:

سأمضي وما بالموت عار على الفتى   اذا ما نوى حقاً وجاهد مسلما!
(میں روانہ ہوتا ہوں، مرد کے لئے موت، ذلت نہیں ہے جبکہ اُس کی نیت نیک ہو اور اسلام کی راہ میں جہاد کر رہا ہو)
وآسى الرجال الصالحين بنفسه   وفارق مثبوراً يغش ويرغما
(اور جبکہ اپنی جان دیکر صالحین کا مددگار ہو اور دغا باز، ظالم، ہلاک ہونے والے سے جُدا ہو رہا ہو) (ایضاً)

چار کوفیوں کی آمد

عُذیب الہجانات نام مقام پر کوفہ سے، سوار آتے دکھائی دیئے۔ اُن کے آگے آگے طرماح بن عدی یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

یا ناقتی لا تذعری من زجری   وشمری قبل طلوع الفجر
(اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ سے ڈر نہیں۔ طلوع فجر سے پہلے بہت تیز چل!)
بخیر رکبان وخیر سفر   حتی تحلی بکریم النجر
(سب اچھے مسافروں کو لے چل، سب اچھے سفر پر چل، یہاں تک کہ شریف النسب آدمی تک پہنچ جا)
الماجد الحر رحیب الصدر   اتی بہ اللہ لخیر امر!
(وہ عزت والا ہے، آزاد ہے، فراخ سینہ ہے، اللہ اُسے سب اچھے کام کے لئے لایا ہے!)
ثمت ابقاہ بقاء الدہر!
(خدا اُسے ہمیشہ سلامت رکھے!)

حضرت حسین نے یہ شعر سنے تو فرمایا: "واللہ مجھے یہی امید ہے کہ خدا کو ہمارے ساتھ بھلائی منظور ہے، چاہے قتل ہوں یا فتحیاب ہوں"

حر بن یزید نے ان لوگوں کو دیکھا تو حضرت سے کہا "یہ لوگ کوفہ کے ہیں۔ آپکے ساتھی نہیں ہیں۔ میں انہیں روکوں گا یا واپس کر دوں گا" آپنے فرمایا "تم وعدہ کر چکے ہو کہ ابن زیاد کا خط آنے سے پہلے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کرو گے۔ یہ اگرچہ میرے ساتھ نہیں آئے، لیکن میرے ہی ساتھی ہیں۔ اگر ان سے چھیڑ چھاڑ کرو گے تو میں تم سے لڑوں گا" یہ سُنکر حر خاموش ہو گیا۔

کوفہ والوں کی حالت

آنے والوں سے آپنے پوچھا "لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "شہر کے سرداروں کو رشوتیں دیکر ملا لیا گیا ہے۔ عوام کے دل آپکے ساتھ ہیں مگر اُن کی تلواریں کل آپکے خلاف نیام سے باہر نکلیں گی" (ایضاً)

آپکے قاصد کا قتل

اِس سے پہلے آپ قیس بن مسہر کو بطور قاصد کے کوفہ بھیج چکے تھے۔ عبید اللہ بن زیاد نے اُنھیں قتل کر ڈالا تھا۔ مگر آپ کو اطلاع نہ تھی۔ ان لوگوں سے قاصد کا حال پوچھا۔ اُنھوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپکی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، اور فرمایا: منهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا! (بعض ان میں سے مر چکے ہیں اور بعض موت کا انتظار کر رہے ہیں، مگر حق پر ثابت قدم ہیں۔ اُنھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی ہے) خدایا! ہمارے لئے اور اُن کے لئے جنت کی راہ کھول دے، اپنی رحمت اور ثواب کے دار القرار میں ہمیں اور انھیں جمع کر!"

طرماح بن عدی کا مشورہ

طرماح بن عدی نے کہا:

"واللہ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہوں مگر آپکے ساتھ کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ اگر صرف یہی لوگ ٹوٹ پڑیں جو آپکے پیچھے لگے ہوئے ہیں تو خاتمہ ہو جائے۔ میں نے اتنا بڑا انبوہ آدمیوں کا کوفہ کے عقب میں دیکھا ہے، جتنا کسی ایک مقام پر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ سب اس لئے جمع کئے گئے ہیں کہ حسین سے لڑیں۔ میں آپکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک بالشت بھی آگے نہ بڑھیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں دشمنوں سے بالکل امن ہو تو میرے ساتھ چلے چلیے۔ میں اپنے پہاڑ "آجا" میں آپ کو اتار دوں گا۔ واللہ وہاں دس دن بھی نہ گزریں گے کہ قبیلہ طے کے ۲۰ ہزار بہادر تلواریں لے آپکے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ واللہ جب تک اُن کے دم میں دم رہے گا، آپکی طرف کوئی آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ سکے گا"

آپنے جواب دیا:

"خدا تمھیں جزاء خیر دے، لیکن ہمارے اور ان کے مابین ایک عہد ہو چکا ہے۔ ہم اُس کی موجودگی میں قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا، ہمارا اِن کا معاملہ کس حد پر پہنچکے ختم ہوگا؟" (ایضاً)

خواب

اب آپ کو یقین ہو چلا تھا کہ موت کی طرف جا رہے ہیں۔ "قصر بنی مقاتل" نامی مقام سے کوچ کے وقت آپ اونگھ گئے تھے۔ پھر چونک کر آواز بلند کہنے لگے "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحمد للہ رب العالمین" تین مرتبہ یہی فرمایا۔ آپکے صاحبزادے علی نے عرض کیا "یہ انا للہ اور الحمد للہ کیوں؟" فرمایا "جان پدر! ابھی اونگھ گیا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار کہتا چلا جا رہا ہے "لوگ چلتے ہیں اور موت اُنکے ساتھ چلتی ہے!" میں سمجھ گیا کہ یہ ہماری ہی موت کی خبر ہے جو ہمیں سنائی جا رہی ہے" علی نے کہا "خدا آپ کو روزِ بد نہ دکھائے! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟" فرمایا "بیشک ہم حق پر ہیں" اِس پر وہ بے اختیار کہہ اُٹھے: "اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت کی کوئی پرواہ نہیں!"

یہ وہی آپکے صاحبزادے ہیں جو میدانِ کربلا میں شہید ہوئے اور علی الاکبر کے لقب سے مشہور ہیں (ابن جریر، شرح نہج البلاغہ۔ امالی مرتضیٰ وغیر ذلک)

ابن زیاد کا خط

صبح آپ پھر سوار ہوئے۔ اپنے ساتھیوں کو پھیلانا شروع کیا۔ مگر حر بن یزید اُنھیں پھیلنے سے روکتا تھا۔ باہم دیر تک کشمکش جاری رہی۔ آخر کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ یہ ہتھیار بند تھا۔ حضرت حسین کی طرف سے اُس نے منہ پھیر لیا، مگر حر کو سلام کیا، اور ابن زیاد کا خط پیش کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

"حسین کو کہیں ٹکنے نہ دو۔ کھلے میدان کے سوا کہیں اُترنے نہ پائے۔ قلعہ بند یا شاداب مقام میں پڑاؤ نہ ڈال سکے۔ میرا یہ قاصد تمھارے ساتھ رہے گا اور دیکھتا رہے گا کہ تم کہاں تک میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو"

حر نے خط کے مضمون سے حضرت امام کو آگاہ کیا اور کہا "اب میں مجبور ہوں۔ آپکو بے آب و گیاہ کھلے میدان ہی میں اُترنے کی اجازت دے سکتا ہوں"۔ زہیر بن القین نے حضرت سے عرض کیا "اِن لوگوں سے لڑنا اُس فوج گراں سے لڑنے کے مقابلہ میں کہیں آسان ہے جو بعد میں آئے گی" مگر آپنے لڑنے سے انکار کر دیا "میں اپنی طرف سے لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" زہیر نے کہا "تو پھر اُس سامنے کے گاؤں میں چل کر اُتر پڑیئے جو فرات کے کنارے ہے اور قلعہ بند ہو جائیے" آپ نے پوچھا "اُس کا نام کیا ہے؟" زہیر نے کہا "عقر" (عقر کے معنی ہیں کاٹنا یا بے ثمر و نتیجہ ہونا) یہ سُنکر آپ منقبض ہو گئے اور کہا "عقر سے خدا کی پناہ!" (ایضاً)

کربلا میں ورود

آخر آپ ایک اجاڑ سرزمین پر پہنچکے اُتر پڑے۔ پوچھا "اِس زمین کا نام کیا ہے؟" معلوم ہوا "کربلا" آپنے فرمایا "یہ کرب اور بلا ہے!" یہ مقام پانی سے دُور تھا۔ دریا میں اور اُس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔ (الامامۃ والسیاسۃ)

یہ واقعہ ۲ محرم سنہ ۶۱ ہجری کا ہے۔

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلیگئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. &E. Bumpus Limited,
350: Oxford Street,
LONDON, W. I.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور
جسے ملک معظم برطانیہ اور ان کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے۔

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ۔

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں۔

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے۔

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے۔

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ۔

قیمتی سے قیمتی، اور سستے سے سستے اڈیشن۔

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں۔

ہمارے یہاں سے
ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شائع ہوا کرتی ہے۔

برید شرق

مکتوب چین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

چین کے بڑے سپہ سالار

قدیم چینی مثل ہے "فوج جمع کرلینا آسان ہے مگر اس کے لئے سپہ سالار پیدا کرنا مشکل ہے" یہ مثل چینی پر مدت سے صادق آرہی ہے۔ چین میں قحط الرجال ہے۔ بڑے آدمی کم پیدا ہوتے ہیں۔

لیکن اسوقت خلاف عادت چند ایسے آدمی پیدا ہوگئے ہیں جو دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔

"جنگ سو لین"

جنگی حیثیت سے چین کا سب سے بڑا آدمی جنرل جنگ سو لین سمجھا جاتا ہے۔ یہ شمالی افواج کا سپہ سالار اعظم اور پائے تخت پیکن کی حکومت کا مالک ہے۔ اب سے پہلے یہ منچوریا میں قزاقوں کا سردار تھا۔ جنگ بکسر کے دوران میں اُسنے شہرت حاصل کی۔ یہ اُسوقت بھی قزاقوں کی ایک بڑی ٹولی کا سردار تھا۔ یہ لوگ "سرخ داڑھی والے" کہلاتے تھے اور اُن کے نام سے باشندے تھراتے تھے۔ جنگ روس اور جاپان کے زمانہ میں بھی اسنے بہت نام پیدا کیا اور اپنے ڈاکوؤں کے ذریعہ روس کو بہت پریشان کیا۔ اُسوقت سے اسنے جاپان کی سرپرستی حاصل کرلی اور برابر ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۸ء میں منچوریا کا جنگی حاکم بنا دیا گیا۔

۱۹۲۲ء میں جنرل "وو، پی، فو" سے اُس کا اختلاف ہوا اور سخت جنگ ہوئی۔ جنگ سو لین نے شکست کھائی۔ مگر اُس کی ہمت میں فرق نہیں آیا۔ جاپان کی مدد سے اُسنے پھر قوت حاصل کرلی اور منچوریا میں اپنی کامل خود مختاری کا اعلان کردیا۔

۱۹۲۴ء میں اُسنے "وو، پی، فو" سے صلح کرلی اور دونوں نے ملکر پیکن پر فتح کیا، نئی حکومت قائم کی، اور صدر جمہوریہ چین کو نکال باہر کیا۔ پھر "وو، پی، فو" کو بھی پیکن سے بے دخل کردیا۔ اب وہ پائے تخت کا تنہا مالک ہے۔

"وو، پی، فو"

یہ جنرل صوبہ ہونان کا حاکم ہے۔ یہ صوبہ اپنے رقبہ میں فرانس کے برابر ہے۔ گزشتہ سال اسے دریائے ینگ زی کے کنارے کنٹونیوں نے بہت سخت شکست دی۔ اس کے پاس ڈھائی لاکھ نہایت مسلح و منظم فوج موجود تھی۔ مگر قوم پرستوں سے پل گئی۔ یہ تن تنہا میدان سے بھاگنے پر مجبور ہوا۔ لیکن آدمی اولوالعزم تھا۔ فوراً نئی فوج مرتب کرلی۔ اس کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔ یہ کنفوشس مذہب کا عالم اور چینی زبان کا شاعر ہے۔

"سن، شن، فنگ" اور "تنگ، شنگ، شنگ"

شمالی چین میں ان دو بڑے سپہ سالاروں کے علاوہ دو اور سپہ سالار بھی بہت مشہور ہیں: ایک مارشل "سن، شن، فنگ" دوسرا "تنگ، شنگ، شنگ" اول الذکر کو کنٹونیوں نے شنگھائی کی ایلاد کے نیچے برباد کر ڈالا۔ دوسرا اُس کی مدد کو چلا۔ لیکن ناکام ہوکر شمال کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوا۔ یہ شخص اپنی جسمانی قوت کے اعتبار سے پورے چین میں ایک آدمی سمجھا جاتا ہے۔

جنوبی چین (یعنی قوم پرست چین) کی مشہور شخصیتیں حسب ذیل ہیں:

جنرل کے شیک

ڈاکٹر سن یٹ سن کا دست راست تھا۔ کنٹونی فوج کا سپہ سالار تھا۔ لیکن حال ہی میں بعض اختلافات کی بنا پر باغی ہوگیا اور نان کنگ میں اپنی علیحدہ حکومت قائم کرلی۔ اپنی جنگی قابلیت، شجاعت، ایثار اور حب الوطنی میں مشہور ہے۔ اس کی فوج میں ایک آسٹرین جنرل "جلانز" بھی موجود ہے اور بہت نام پیدا کر رہا ہے۔

اوجین چن

کنٹون کا وزیر خارجیہ ہے۔ لندن میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور مدت تک وکالت کرتا رہا۔ پھر کنٹون آیا اور قومی حکومت کے سب سے بڑے سیاسی عہدے پر فائز ہوگیا۔

ایم بروڈین

مشہور روسی کمیونسٹ اور مدبر ہے۔ اس کی پوری زندگی انقلابی افکار پھیلانے میں گزری۔ ۱۹۲۲ء میں انگلستان گیا اور انگریز مزدوروں میں بغاوت پھیلانا چاہی۔ لیکن حکومت نے گرفتار کرکے قید کردیا۔ قید کی مدت ختم ہونے کے بعد ملک بدر کردیا گیا۔ یہ پہلا موقع نہ تھا کہ اُسنے قیدخانہ کی اسیری۔ بارہا گرفتار اور قید ہوچکا ہے۔ اسوقت کنٹون میں اس سے زیادہ کسی کا اثر نہیں۔ چینی انقلاب میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے اور اب تک اُس کی روح رواں بنا ہوا ہے۔

"ہسوان ٹنگ"

چین کے مشاہیر کے ذکر کے ساتھ ہمیں بے اختیار چین کا معزول نوجوان شہنشاہ "ہسوان ٹنگ" یاد آجاتا ہے۔ اب سے پندرہ برس پہلے جبکہ اُس کی عمر صرف ۴ برس تھی، اپنے آبائی تخت سے معزول کیا گیا۔ اسوقت اس کی عمر ۱۹ برس ہے۔ ٹیانسٹین میں جاپان کے زیر سایہ مقیم ہے۔ تین سال ہوئے اسنے ایک منچورین شاہزادی سے شادی کرلی ہے اور اب خاموش بیٹھا مستقبل کا انتظار کر رہا ہے۔

چونکہ انقلاب چین کے حالات میں وہاں کے مشاہیر کا ذکر آیا کرتا ہے اور ناواقفیت کی وجہ سے لوگ ان کی حیثیت کا اندازہ نہیں کرسکتے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ آج مختصراً اُن شخصیتوں کو آپ کو روشناس کردوں جو موجودہ انقلاب میں زیادہ نمایاں حصہ رکھتے ہیں۔ ادہر چند دنوں کے اندر صورت حال میں جو نئے تغیرات ہوئے ہیں انکی نسبت آئندہ ڈاک کے خط میں بہ تفصیل لکھوں گا۔

* * *

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

عیدالاضحیٰ۔ انگورہ کی عید۔ خلق فرقہ سی۔ بیرونی ممالک میں ترکی کی حقوق۔ ٹرکی کی تعمیر۔ ترکستان اور بالشویک۔ ٹرکی اور روس۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ۔ شورش کا استیصال۔ ایسٹرن ٹیلیگراف کمپنی اور حکومت۔ یہودیوں، یونانیوں اور ارمنیوں میں شادیاں

عیدالاضحیٰ

کئی دن سے عیدالاضحیٰ کے استقبال کی طیاریاں ہورہی ہیں۔ شہر میں غیر معمولی چہل پہل ہے اور اجنبی سے اجنبی آدمی بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کوئی بڑا اسلامی تہوار قریب آگیا ہے۔ میدان، قربانی کے جانوروں اور اُن کے خریداروں سے لبریز نظر آتے ہیں۔ یورپ والوں کے لئے اس سے زیادہ عجیب منظر اور کیا ہوگا کہ جدید ترین فیشن میں ملبوس، ہیٹ لگائے، ترکی عورتیں اور مرد عید کے لئے قربانی کے بھیڑ خرید رہے ہیں اور انھیں اپنی موٹروں پر ساتھ بٹھا کر چلے جارہے ہیں۔ عرفہ کے دن (۹ ذی الحج) تو بازاروں کی یہ حالت تھی کہ خریداروں کے ہجوم سے راہ نہیں ملتی تھی۔ دکانیں آدمیوں سے لبریز تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سال بھر کے لئے پوری خرید فروخت آج ہی ہوجائیگی!

عرفہ کے دن تیسرے پہر ہی سے تمام شہر بن سنور کر دلہن بن گیا۔ جدھر دیکھو جمہوریت ترکی کے ہلالی جھنڈے لہرا رہے ہیں، دکانوں پر بھی، مکانوں پر بھی، جہازوں اور بادبانی کشتیوں پر بھی۔ شہر کے تمام جنگی مرکزوں اور قلعوں سے توپیں دغنا شروع ہوئیں، اور انکی مسلسل صداؤں نے باشندوں میں مسرت کا جوش اور بھی زیادہ کردیا۔

عید کے دن صبح تڑکے ہی سے مسجدیں نمازیوں سے لبریز ہوگئیں اور بڑی ہی شان و شوکت سے نماز ادا کی گئی۔ اخبارات کے کالم عید کے مضامین سے پر تھے۔ نیم سرکاری اخبار "ملیت" نے عید قربان اور حج کے متعلق ایک طویل مضمون کعبہ اور عرفات وغیرہ کی تصویروں کے ساتھ شائع کیا۔ حج کے روحانی و اجتماعی فوائد بیان کئے۔ اُسے مسلمانوں کا بین الاقوامی اجتماع قرار دیا۔ ترکوں کو حج کی ترغیب دی۔ دوسرے اخباروں نے بھی اسی قسم کے مضامین شائع کئے ہیں۔

نماز کے بعد لوگ مسجدوں سے نکلے تو دروازوں پر "اسلامی دار شفقت" کے لڑکوں نے اُن کے سینہ پر پھول لگانا شروع کئے۔ "اسلامی دار شفقت" ایک یتیم خانہ ہے یہ اپنی عمارت کی بلندی و شوکت اور حسن انتظام کی وجہ سے تمام یورپ میں مشہور ہے۔ اس کے یتیم عید کے دن مسجدوں کے دروازے گھیرے کھڑے تھے۔ ہر نمازی کے کوٹ میں پھول لگا دیتے تھے اور وہ کچھ نہ کچھ اُن کے چندہ کے صندوقچہ میں ضرور ڈال دیتا تھا۔

انگورہ کی عید

استنبول کی طرح انگورہ کی عید بھی حسب معمول بہت شاندار تھی۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے قومی پارلیمنٹ کی عمارت میں لوگوں سے ملاقات کی اور عید کی مبارکباد قبول کی۔ اس کے بعد گھوڑ دوڑ

عمر بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی ۴ ہزار فوج لیکر آپہونچا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمر کی خواہش تھی کسی طرح اس امتحان سے بچ نکلے اور معاملہ رفع دفع ہوجائے۔ اُسنے آتے ہی حضرت حسین کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا "آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپنے وہی جواب دیا جو حُر بن یزید کو دے چکے تھے: "تمھارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا۔ اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ جانے کے لئے طیار ہوں"

ابن زیاد کی سختی

عمر بن سعد کو اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے گی۔ چنانچہ فوراً عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا۔ خط پڑھ کر ابن زیاد نے کہا:

أَلآنَ اِذ علقت مخالبنا بہ یرجو النجاۃ، ولات حین مناص

(اب کہ ہمارے پنجے میں آپھنسا ہو، چاہتا ہو نجات پائے مگر اب واپس لوٹ نکل بھاگنے کا وقت نہیں رہا!)

پھر جواب لکھوایا:

"حسین سے کہو پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید بن معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حسین اور اُنکے ساتھیوں تک پانی نہ پہونچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں جس طرح عثمان بن عفان پانی سے محروم رہے تھے"

پانی پر تصادم

عمر بن سعد نے مجبوراً پانسو سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لئے بھیجدئے اور آپ اور آپکے ساتھیوں پر پانی بند ہوگیا۔ اس پر آپنے اپنے بھائی عباس بن علی کو حکم دیا کہ ۳۰ سوار اور بیس پیدل لیکر جائیں اور پانی بھرلائیں۔ یہ پہنچے تو محافظ دستے کے افسر عمرو بن الحجاج نے روکا۔ باہم مقابلہ ہوا، لیکن آپ بیس مشکیں پانی کی بھرلائے۔

عمر بن سعد سے ملاقات

شام کو حضرت حسین نے عمر بن سعد کو کہلا بھیجا آج رات مجھ سے ملاقات کرو۔ چنانچہ دونوں بیس بیس سوار لیکر اپنے اپنے پڑاؤ سے نکلے اور ایک درمیانی مقام میں ملے۔ تخلیہ میں بہت رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں۔ راوی کہتا ہے گفتگو بالکل خفیہ تھی لیکن لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ حضرت امام نے عمر سے کہا تھا "ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس روانہ ہوجائیں" عمر نے کہا "اگر میں ایسا کروں گا تو میرا گھر کھدوا ڈالا جائیگا" آپنے فرمایا "میں بنا دوں گا" عمر نے کہا "میری تمام جائداد ضبط کرلی جائے گی" "آپنے فرمایا" میں اپنی حجاز کی جائداد سے اس کا معاوضہ دیدونگا" مگر عمر نے منظور نہیں کیا۔ (ابن جریر وغیرہ)

تین شرطیں

اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ باہم ملاقاتیں ہوئیں۔ آپنے تین صورتیں پیش کی تھیں:

(۱) مجھے وہیں لوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں۔

(۲) مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کرلینے دو۔

(۳) مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیجدو۔ وہاں کے لوگوں پر جو گزرتی ہو وہی مجھ پر بھی گزرے گی"

عمر کا خط

بار بار کی گفتگو کے بعد عمر بن سعد نے ابن زیاد کو پھر لکھا:

"خدا نے فتنہ ٹھنڈا کردیا۔ پھوٹ دور کردی۔ اتفاق پیدا کردیا۔ اُمت کا معاملہ درست کردیا۔ حسین مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کے لئے طیار ہیں ...... اس میں تمھارے لئے بھی بھلائی ہو اور اُمت کے لئے بھی بھلائی ہو"

شمر کی مخالفت

ابن زیاد نے خط پڑھا تو متأثر ہوگیا۔ عمر بن سعد کی تعریف کی اور کہا "میں نے منظور کیا" مگر شمر بن ذی الجوشن نے مخالفت کی اور کہا "اب کہ حسین قبضہ میں آچکے ہیں اگر بغیر اطاعت کے نکل گئے، تو عجب نہیں عزت وقوت حاصل کرلیں اور آپ کمزور وعاجز قرار پائیں۔ بہتر یہی ہو کہ اب اُنھیں قابو سے نکلنے نہ دیا جائے جب تک وہ آپکی اطاعت نہ کرلیں۔ مجھے معلوم ہوا ہو کہ حسین اور عمر باہم رات رات بھر سرگوشیاں کیا کرتے ہیں"

ابن زیاد کا جواب

ابن زیاد نے یہ رائے پسند کرلی اور شمر کو خط دیکر بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ اگر حسین مع اپنے ساتھیوں کے اپنے آپکو حوالے کردیں تو لڑائی نہ لڑی جائے اور اُنھیں صحیح وسالم میرے پاس بھیجدیا جائے۔ لیکن اگر وہ یہ بات منظور نہ کریں تو پھر جنگ کے سوا چارہ نہیں۔ شمر سے کہدیا کہ اگر عمر بن سعد نے میرے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا، جب تو تم اس کی اطاعت کرنا، ورنہ چاہیے کہ اُسے ہٹا کر خود فوج کی ریاست اپنے ہاتھ میں لے لینا اور حسین کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدینا۔

ابن زیاد کے اس خط میں عمر کو سخت تہدید بھی کی گئی تھی:

"میں نے تمھیں اس لئے نہیں بھیجا ہو کہ حسین کو بچاؤ، اور میرے پاس سفارشیں بھیجو۔ دیکھو، میرا حکم صاف ہو اگر وہ اپنے آپکو حوالے کردیں تو صحیح وسالم میرے پاس بھیجدو۔ لیکن اگر انکار کریں تو پھر بے تامل حملہ کرو، خون بہاؤ، لاش بگاڑدو۔ کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ قتل کے بعد اُن کی لاش گھوڑوں سے روندڈالنا کیونکہ وہ باغی ہیں اور جماعت سے نکل گئے ہیں۔ میں نے عہد کرلیا ہو کہ اگر قتل کردوں گا تو یہ ضرور کروں گا۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام واکرام کے مستحق ہوگے۔ نافرمانی کی تو معزول کئے جاؤ گے" (ابن جریر وغیرہ)

شمر بن ذی الجوشن اور حضرت حسین

شمر بن ذی الجوشن کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ اسکی پھوپھی ام البنین بنت حزام امیر المومنین علی علیہ السلام کی زوجیت میں آئی تھیں اور اُنھی کے بطن سے اُن کے چار صاحبزادے: عباس، عبد اللہ، جعفر، اور عثمان پیدا ہوئے تھے جو اس معرکہ میں امام حسین کے ساتھ تھے۔ اس طرح شمر ان چاروں کا اور انکے واسطے سے حضرت امام کا پھوپھیرا بھائی تھا۔ اسنے ابن زیاد سے درخواست کی تھی کہ اس کے ان عزیزوں کو امان دیدی جائے اور اُسنے منظور کرلیا تھا۔ چنانچہ اُسنے میدان میں چاروں صاحبزادوں کو بلا کر کہا "تم میرے بھانجے ہو، تمھارے لئے میں نے امن وسلامتی کا سامان کرلیا ہو" لیکن انھوں نے جواب دیا "افسوس تیرا تم ہمیں تو امان دیتے ہو لیکن فرزند رسول اللہ کے لئے امان نہیں ہو!"

شمر نے ابن سعد کو حاکم کوفہ کا خط پہونچایا اور وہ طوعاً وکرہاً بخوف عزل آمادۂ تعمیل ہوگیا۔ (ایضاً)

فوج کی ابتدائی حرکت

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی جب قریب پہونچا تو حضرت عباس بیس سواروں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ عمر نے ان سے کہا کہ ابن زیاد کا جواب آگیا ہو اور اس کا مضمون یہ ہو۔ عباس واپس لوٹے کہ حضرت حسین کو اس کی اطلاع دیں۔ اس اثنا میں فریقین کے بعض پُرجوش آدمیوں میں جو رد وکد ہوئی اسے راویوں نے محفوظ رکھا ہو۔

دونوں فوجوں میں زبانی رد وکد

حضرت امام کے طرفداروں میں سے حبیب بن مظاہر نے کہا "خدا کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہوں گے جو اُس کے حضور اس حالت میں پہنچیں گے کہ اُس کے نبی کی اولاد اور اس شہر کے شب گزار عابدوں کے خون سے اُن کا ہاتھ رنگین ہوگا" ابن سعد کی فوج میں سے عزرہ بن قیس نے جواب دیا "شاباش! اپنی خوب بڑائی کرو۔ پیٹ بھر کے اپنی پاکی کا اعلان کرو" زہیر بن القین نے کہا "اے عزرہ! خدا ہی نے ان نفسوں کو پاک کردیا ہو اور ہدایت کی راہ دکھائی ہو۔ خدا سے ڈر، اور ان پاک نفسوں کے قتل میں گمراہی کا مددگار نہ بن" عزرہ نے جواب دیا "اے زہیر! تم تو اس خاندان کے حامی نہ تھے۔ کیا آج سے پہلے تک تم عثمانی (حضرت عثمان کے حامی) نہ تھے؟" زہیر نے کہا "ہاں یہ سچ ہو۔ میں نے حسین کو کبھی کوئی خط نہیں لکھا نہ کبھی کوئی قاصد بھیجا۔ لیکن سفر نے ہم دونوں کو جمع کردیا ہو۔ میں نے اُنھیں دیکھا تو رسول اللہ یاد آگئے اور رسول اللہ کی ان سے محبت یاد آگئی۔ میں نے دیکھا یہ کتنے قوی دشمن کے سامنے جارہے ہیں۔ خدا نے میرے دل میں انکی محبت ڈال دی۔ میں نے اپنے دل میں کہا میں ان کی مدد کروں گا اور اللہ اور اُس کے رسول کے اُس حق کی حفاظت کروں گا جسے تم نے ضایع کردیا ہو"

امام حسین کو جب ابن زیاد کے خط کا مضمون معلوم ہوا تو اُنھوں نے کہا "اگر ممکن ہو تو آج انھیں ٹال دو، تاکہ آج رات اور اپنے رب کی نماز پڑھ لیں، اُس سے دعا کریں، مغفرت مانگیں کیونکہ وہ جانتا ہو میں اُس کی عبادت کا دلدادہ، اُس کی کتاب کا پڑھنے والا، اُس سے بہت دعا واستغفار کرنے والا ہوں" چنانچہ یہی جواب دیا گیا اور فوج واپس گئی (ابن جریر ویعقوبی)

(باقی آیندہ)

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہو؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب وملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہو؟

۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دیدئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہو۔ قیمت بارہ آنے (۱۲)

منیجر الہلال کلکتہ

امام ابن تیمیہ کے تازہ ترین رسالے

شیخ الاسلام کے حسب ذیل رسالوں کا ترجمہ مولوی عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی کے قلم سے حال ہی میں شایع ہوا ہو۔ قابل دید رسالے ہیں:

(۱) مجذوب: شریعت میں مجذوب کا کیا حکم ہو؟ وہ ولی اللہ ہوسکتا ہو یا نہیں؟ قیمت ۳ر (۲) حسین ویزید: تاریخ اسلام کی یہ سب سے زیادہ پیچیدہ گتھی سلجھا کر رکھدی ہو قیمت ۵ر (۳) صداقت رسول: پوری سیرت نبوی کا اس طرح سمیٹ کر جمع کردی ہو کہ رسول اللہ صلعم کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جاتا ہو قیمت ۳ر (۴) مناظرۂ ابن تیمیہ: صوفیوں سے بادشاہ کے سامنے عظیم الشان مباحثہ ہوا تھا خود شیخ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہو قیمت ۳ر

منیجر سندھ بک ایجنسی پوسٹ بکس نمبر ۱۵۵ اپر چیت پور... بالی گنج کلکتہ

انقلاب کے لئے پیشتر سے میدان کھلا ہوا ہے۔ اپنا کام کر رہا ہے۔ نئی صدائیں بلند ہوں یا نہ ہوں، قسطنطنیہ یورپ کا ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غازی کمال پاشا نے یہاں آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور یہ شہر اب تک ان کی زیارت سے محروم رہا۔ لیکن اب اس کی اُمید برآنے والی ہے۔ غازی تشریف لا رہے ہیں۔ مشہور شاہی محل "بگلربیگ" اور دولما باغچہ کی صفائی ہو رہی ہے۔ موصوف انہی میں اُتریں گے۔ شہر بھر میں استقبال کی عام طیاریاں ہیں۔ وہ چاہتا ہے اس موقعہ پر اپنی عقیدت و اخلاص کا ایک تاریخی مظاہرہ کرے۔ امید ہے کہ دو ہفتے بعد غازی کی روانگی کی خبریں معلوم ہو جائے گی۔ (تازہ تار برقیوں سے معلوم ہوا ہے کہ غازی موصوف قسطنطنیہ پہنچ گئے اور شہر نے عظیم الشان استقبال کیا۔ الہلال)

شورش کا استیصال

ٹرکی کے مشرقی صوبے تمدن سے ہنوز دور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سرکشی اور شورش پسندی زیادہ پائی جاتی ہے۔ وہ موجودہ اصلاحات کے مخالف اور جمہوری عہد کو نامبارک خیال کرتے ہیں۔ پچھلے برسوں انھوں نے بغاوت بھی کر دی تھی، اور حکومت کے لئے شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن حکومت نے بروقت سرکوبی کر دی اور امن امان قائم ہو گیا۔

امن امان تو قائم ہو گیا، مگر فساد کی جڑیں بدستور موجود رہیں۔ یہ بہت جلد نشو و نما حاصل کر سکتی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر حکومت نے فیصلہ کیا کہ شورش پسند عناصر پوری طرح منتشر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جدید احکام کے مطابق آئندہ ماہ اگست میں ۸۰ خاندان مشرقی صوبوں سے مغربی صوبوں میں منتقل کر دیئے جائیں گے۔ اس سے صرف یہی فائدہ نہیں ہوگا کہ مشرقی صوبوں کا امن مضبوط ہو جائے گا بلکہ خود ان سرکش خاندانوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ متمدن علاقوں میں آ کر ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو ضروریات زمانہ کے مطابق بنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مشرقی خبر رسانی کی کمپنی اور حکومت

سنہ ۱۹۲۴ء میں ترکی حکومت نے یہ کمپنی بند کر دی تھی۔ کیونکہ اس نے جدید قوانین کے ماتحت اپنے آپ کو رجسٹری کرانے سے انکار کر دیا تھا نیز وہ رقم بھی ادا نہیں کی تھی جو یونانی قبضہ کے دوران میں اس کے ذمہ واجب الادا تھی۔ لیکن اب کمپنی نے از سر نو درخواست پیش کی ہے اور حکومت کے تمام مطالبے منظور کر لئے ہیں۔ لہذا اس کا دفتر دوبارہ کھل گیا ہے اور کام شروع ہونے والا ہے۔

اس کمپنی نے ۳۰ سال تک خبریں پہنچانے کا ٹھیکہ لیا ہے۔ سمندر کے نیچے اس کے تار بچھے ہوئے ہیں، اور بڑے بڑے اسٹیشن اناطولیا، قسطنطنیہ، چناق قلعہ، کلیشیا، قایاتیہ، سامسون میں ہیں۔

ٹھیکہ کی اہم شرط یہ ہے کہ کمپنی کے جملہ ملازم ترک ہوں گے۔ البتہ انجینئر دوسری قوموں سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد کا اوسط دس میں ایک سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ شرط بھی ہے کہ ضرورت کے وقت حکومت کمپنی کے تاروں پر قابض ہو کے خود استعمال کر سکتی ہے۔

یہودیوں، یونانیوں، ارمنیوں میں ازدواج

ترکی حکومت کے جدید قوانین کی رُو سے ہر شخص کو حق ہے کہ جس قوم کے فرد سے چاہے شادی کرے۔ اس سے پہلے نکاح کا معاملہ ہر قوم کے دینی پیشواؤں کے ہاتھ میں تھا۔ انکی منظوری اور تصدیق کے بغیر کوئی نکاح جائز نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب یہ پابندی اُٹھ گئی ہے۔ اب نکاح کی مذہبی رسوم ادا کرنے اور رجسٹرار کے یہاں نام اور معاہدہ ثبت کر دینے سے نکاح قانوناً مکمل ہو جاتا ہے۔ م

مقالات

محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

وحدثتنی یا سعد عنہا فزدتنی
جنونا، فزدنی من حدیثک یا سعد!

آج جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں، محرم کی تیرہویں تاریخ ہے۔ پورے تیرہ دن اس واقعہ پر گزر چکے ہیں کہ پچھلا ہجری سال ختم ہو چکا اور نیا سال شروع ہو چکا ہے۔ لیکن ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جسنے غور کیا ہوگا کہ اس سال کا اختتام و آغاز میں تاریخ عالم کے کیسے عظیم انقلاب انگیز واقعہ کی یاد پوشیدہ ہے؟ وہ عظیم واقعہ جس کی یاد آوری سے بڑھ کر تاریخ اسلام کے کسی واقعہ میں بھی ہمارے لئے عبرت کی عظمت اور موعظت کی سرچشمگی نہیں تھی، مگر جس واقعہ سے بڑھ کر تاریخ اسلام کا کوئی واقعہ بھی ہماری یادداشت سے دور اور ہمارے دل کی اثر پذیریوں سے مہجور نہیں ہو گیا ہے!

جماعتی حافظہ اور اس کا مزاج

انفرادی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے اخلاق اور سیرۃ (کیرکٹر) کا اندازہ اس کے حافظہ کی اُفتاد سے کر لیا جا سکتا ہے۔ ایک نیک سیرۃ آدمی کے حافظہ میں غیر ضروری اور بری باتوں کی یادداشت کے لئے کوئی جگہ نہیں نکل سکتی لیکن ضروری اور اچھی باتیں وہ کبھی نہیں بھول سکتا۔ برخلاف اس کے ایک بد اخلاق آدمی کو کتنی ہی کار آمد اور اچھی باتیں سنائی جائیں لیکن اس کے حافظہ میں اُن کے لئے کوئی جگہ نہیں نکلے گی۔ وہ صرف بیکار اور بری باتیں ہی یاد رکھ سکتا ہے۔

یہی حال جماعتوں اور قوموں کے دماغ کا بھی ہے۔ اُنکے ادبار و تنزل کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ جماعتی حافظہ کا مزاج بالکل اُلٹ جاتا ہے۔ جو باتیں یاد رکھنی چاہئیں، وہ اس طرح بھلا دی جاتی ہیں کہ بار بار یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آتیں، اور جو باتیں بھلا دینی چاہئیں، وہ نہ صرف یاد رکھی جاتی ہیں، بلکہ ان کی یادآوریوں کا ایسا اہتمام کیا جاتا ہے کہ بھلانے کی کتنی ہی کوششیں کی جائیں، کبھی بھلائی نہیں جا سکتیں۔ صدر اول کے مسلمانوں کی مذہبی اور اجتماعی زندگی سے موجودہ عہد کے مسلمانوں کی زندگی کا مقابلہ کرو تو اس حقیقت کی سب سے زیادہ واضح مثال سامنے آ جائے گی۔ اُس وقت مسلمان اُٹھتے بیٹھتے جو باتیں یاد رکھا کرتے تھے، آج کسی کو اُن کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو باتیں آج کل کی بے شمار تقریبوں، تہواروں، یادگاروں، اور اجتماعوں کے ذریعہ یاد رکھی جاتی ہیں، اُس وقت کے کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزری ہونگی۔ اُس وقت اُن کا حافظہ صرف وہی چیزیں یاد رکھنی چاہتا تھا جن کی یادداشت میں ان کی قومی زندگی کے لئے عبرت و موعظت تھی۔ آج ہمارا حافظہ صرف وہی باتیں یاد رکھنی چاہتا ہے جن کی یاد میں قومی زندگی کے لئے غفلت و اعراض ہے۔ وہ اُن چیزوں کو بھول نہیں سکتے تھے جنہیں یاد رکھنا چاہیے۔ ہم اُن چیزوں کو بھلا نہیں سکتے جنھیں ہمیشہ کے لئے بھلا دینا چاہیے!

سارت مشرقۃ و سرت مغرباً
شتان بین مشرق و مغرب!

واقعۂ ہجرۃ

تاریخ عالم کا یہ عظیم واقعہ جس کی یاد سال کے اختتام و آغاز میں پوشیدہ ہے، ہجرۃ نبوی کا واقعہ ہے، کیونکہ پہلی محرم سے نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہے، اور اس کی بنیاد واقعہ ہجرت پر رکھی گئی ہے۔ ہر سال جب سلخ ذی الحجہ کا دن ختم ہوتا اور نیا ہجری سال کا آغاز ہوتا ہے، تو وہ اس عظیم واقعہ کی یادداشت دلوں میں تازہ کر دیتا ہے۔ یعنی فی الحقیقت اس واقعہ کی ایک جاودانی یادگار ہے! یہ دنیا کی تمام قومی یادگاروں کی طرح قوت کی کامرانیوں کی یادگار نہیں ہے۔ بلکہ کمزوری کی فتحمندیوں کی یادگار ہے۔ یہ اسباب و وسائل کی فراوانیوں کی یادگار نہیں ہے۔ بے سروسامانیوں کی کامیابیوں کی یادگار ہے۔ یہ طاقت اور حکومت کے جاہ و جلال کی یادگار نہیں ہے۔ محکومی و بےچارگی کے ثبات و استقلال کی یادگار ہے۔ یہ فتح مکہ کی یادگار نہیں ہے جسے دس ہزار تلواروں کی چمک نے فتح کیا تھا۔ یہ فتح مدینہ کی یادگار ہے جسے تلواروں کی چمک نے نہیں بلکہ ایک آوارۂ غربت اور بے سروسامان انسان کی روح "ہجرۃ" نے فتح کیا تھا! تم نے بدر کی جنگی فتح اور مکہ کے مسلح داخلہ کی شان و شوکت ہمیشہ یاد رکھی ہے۔ لیکن تم نے مدینے کی بے ہتھیار کی فتح فراموش کر دی، حالانکہ تاریخ اسلام کی ساری آنے والی فتح مندیاں اسی اولین فتح میں ایک بیج کی طرح پوشیدہ

دیکھے گئے۔ پہلی دَوڑ میں عربی اور ترکی گھوڑے شریک تھے۔ دوسری میں انگریزی نسل کے گھوڑے بھی شامل ہو گئے تھے۔

"خلق فرقہ سی"

"خلق فرقہ سی" قومی جماعت کا نام ہے اور اسوقت ٹرکی میں صرف یہی ایک سیاسی جماعت موجود ہے۔ اس کی سالانہ مؤتمر بھی ہوا کرتی ہے۔ یہ وقت اس کے جلسوں کا تھا۔ مگر انتخابات کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔ موجودہ پارلیمنٹ کی مدت جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ نئے انتخابات کے لئے طیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس سال کی قومی مؤتمر کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے کیونکہ اسمیں غازی مصطفےٰ کمال پاشا اپنا وہ طویل و عریض خطبہ سنائیں گے جس کا ٹرکی کے اندر اور باہر مدت سے انتظار کیا جا رہا ہے۔ اس خطبہ میں موجودہ قومی حکومت کی پوری تاریخ بیان کی جائے گی۔ اس کے سنانے میں کئی دن صرف ہوں گے۔ خیال کیا جاتا ہے یہ خطبہ اپنے موضوع، اسلوب، اور طوالت کے لحاظ سے سیاسی خطبوں کی تاریخ میں نمایاں جگہ حاصل کریگا۔ اسے خطبہ نہیں، تاریخ کی ضخیم کتاب کہنا چاہئے!

بیرونی ممالک میں ترکی حقوق

ترکی پارلیمنٹ نے حکومت کو اختیار دے دیا ہے کہ جن ملکوں میں ترکوں کی جائدادیں ضبط کی جا رہی ہیں، اُن ملکوں کے باشندوں کی جو جائدادیں ترکی سرزمین میں موجود ہیں، حکومت اُنھیں ضبط کر لے۔

پارلیمنٹ کے اس فیصلہ نے بحث کا دروازہ کھول دیا ہے۔ عام طور پر سوال کیا جا رہا ہے کہ کیا ایسے ممالک موجود ہیں جہاں ترکوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جا رہا ہے؟ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یونان اور یوگوسلاویا میں یہ صورت حال موجود ہے۔

ٹرکی کی نئی تعمیر

امریکن کمپنی "اولن" نے مرسین اور سمسون کی بندرگاہوں کی توسیع کا ٹھیکہ ترکی حکومت سے حاصل کر لیا ہے اور عنقریب کام شروع ہونے والا ہے۔ کمپنی نے کئی ریلوے خطوط جاری کرنے اور کئی نئے شہر آباد کرنے کی بھی درخواست کی تھی۔ مگر چونکہ کافی ضمانت پیش نہ کر سکی اس لئے حکومت نے منظوری دینے سے انکار کر دیا۔

ترکستان اور بالشویک

"ڈیکین" اور "کولیک" کی خونریز بغاوتوں کے بعد اب یورپ کی سرمایہ دار سلطنتیں روسی ترکستان میں ریشہ دوانیاں کر رہی ہیں تاکہ اس ملک کو بالشویکوں کے برخلاف بغاوت پر آمادہ کریں اور سویٹ جمہوری نظام حکومت درہم برہم کر ڈالیں۔

ہندوستان میں کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ موجودہ ترکی جمہوریت نے دُنیا بھر کے لوگوں کے لئے اپنے ملک کے دروازے کھول دئے ہیں۔ ہر خیال کے لوگ یہاں جمع ہو سکتے ہیں اور اپنی تحریکیں چلا سکتے ہیں، بشرطیکہ اس ملک کی اندرونی سیاست میں دخل نہ دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ بالشویک روس سے ترکوں کے تعلقات دوستانہ ہیں، تاہم اُنھوں نے ترکستانی بغاوت پسندوں کو اپنے ملک میں رہنے اور روس کے خلاف پروپیگنڈا پھیلانے کی اجازت دیدی ہے۔

ان لوگوں نے "جدید ترکستان" نام ایک اخبار جاری کیا ہے اور مغربی ترکستان میں بغاوت پھیلانی چاہتے ہیں۔ مغربی ترکستان کا رقبہ ۰۰۰،۰۰۰،۷۳ کیلومیٹر اور آبادی ۰۰۰،۰۰۰،۳۰،۱ ہے۔

لیکن باخبر لوگ جانتے ہیں کہ سرمایہ دار سلطنتوں کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوں گی۔ بلاشبہ انھیں چند کرائے کے ترکستانی مل گئے ہیں۔ لیکن ملک کی عام آبادی بالشویکوں کے ساتھ ہے۔ کیونکہ جس قدر آرام، خوشحالی، اور آزادی اُسے اس عہد میں نصیب ہوئی ہے اتنی کبھی پچھلے زمانہ میں نہیں ہوئی تھی۔ زار کی حکومت اس ملک پر حد درجہ ظلم کیا کرتی تھی۔ ترکی زبان کی تعلیم موقوف تھی۔ تمام مدرسے بند کر دئے گئے تھے۔ دینی کتابوں کی اشاعت ممکن نہ تھی۔ ہزاروں آدمی بے دریغ قتل کئے جاتے تھے مگر بالشویک عہد میں ملک کو پوری اندرونی آزادی حاصل ہو گئی، اور صحیح معنی میں جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔ پھر خود روسیوں کی بھی وہاں ایک بڑی آبادی موجود ہے۔ آخری اعداد و شمار کی رُو سے مغربی ترکستان میں ۴ لاکھ روسی آباد ہیں۔ یہ سب جنگجو ہیں، اور اپنی دولت، تعلیم ترقی کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔

ترکستانیوں کو پناہ دینے کی وجہ سے روس، ٹرکی پر ناراض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ترکی قوانین سے واقف ہے۔ صرف یہی لوگ یہاں نہیں ہیں بلکہ آذربیجان اور "سفید روس" کے بغاوت پسند بھی پہلے سے موجود ہیں اور پوری آزادی سے اپنے خیالات کی اشاعت کر رہے ہیں۔

ٹرکی اور روس

ہم اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس ترکی روسی معاہدے کا ذکر کر چکے ہیں جو ۴ سال کی مسلسل گفت و شنید کے بعد طے پایا ہے۔ اِس معاہدے کے متعلق سرکاری طور پر یہی اعلان کیا گیا تھا کہ محض تجارتی معاہدہ ہے۔ لیکن اب، جبکہ روس اور برطانیہ کے تعلقات کی کشیدگی نے جنگ کا احتمال پیدا کر دیا ہے اور ساری دنیا کی نظریں جغرافیائی موقعہ کی وجہ سے ٹرکی پر لگی ہوئی ہیں، اِس معاہدے پر سے بھی پردہ اُٹھنے لگا ہے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ معاہدہ کی اصلی شرطیں کیا کیا ہیں؟ لیکن برطانی حلقے اسے سیاسی معاہدہ قرار دیتے اور سخت اندیشوں کا اظہار کر رہے ہیں۔

ترکی اخبار بھی معاہدے پر اظہار رائے کر رہے ہیں۔ قدرتی طور پر ان کی ہمدردیوں کا میلان روس کی طرف ہے۔ اخبار "جمہوریت" نے ایک طویل افتتاحیہ شایع کیا ہے جسمیں لکھا ہے:

"گزشتہ چند صدیوں سے خرس روس ہمارا سب سے بڑا اور خونخوار دشمن تھا۔ لیکن اس آخری معاہدے نے دشمنی کی تمام باتیں یک لخت بھلا دی ہیں۔ زار کی حکومت، جنگ عظیم کا سب سے بڑا سبب تھی۔ وہ ٹرکی کی لاش پر اپنی عمارت کھڑی کرنی چاہتی تھی۔ لیکن حرص و طمع نے اُسے ہمیشہ کے لئے کالعدم کر دیا اور انقلاب پرست نوجوان روس نمودار ہو گیا۔ اُسوقت ہم نے دیکھا کہ ہماری دوستی اور حمایت کا جھنڈا اُس کے کاندھوں پر لہرا رہا ہے!

"ترکوں کی تمنا تھی کہ بالشویک روس کامیاب ہو جائے۔ بالشویکوں کی آرزو تھی کہ ترکی قوم فتحمند ہو جائے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھایا۔ دشمن مشترک تھا۔ میدان جنگ میں دونوں بھائیوں نے معانقہ کیا اور تلوار کے زور سے اپنی آزادی قائم کر دی۔ یہ حقیقت ہے کہ روس نے عین وقت پر ٹرکی کو برباد ہونے سے بچا لیا۔

"اس صورت حال میں کون خیال کر سکتا ہے کہ ہم ان سرمایہ دار حکومتوں کی دھمکی میں آ کر اپنے دوست سے بیوفائی کرینگے؟ ترکی قوم کی نظر میں مادیت سے زیادہ اخلاق کا وزن ہے۔ ہم ہرگز بیوفائی کا دھبا اپنی پیشانی پر نہیں لگا سکتے"

صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ بلقان میں بھی اس معاہدہ کی وجہ سے کھلبلی پڑ گئی ہے۔ سب سے زیادہ پریشانی یونان کو ہے۔ ایتھنس کا نیم سرکاری اخبار "بریاہ" لکھتا ہے:

"اس معاہدہ کو معمولی سمجھنا یا اُس سے غفلت برتنا سخت غلطی ہوگی۔ ٹرکی اور روس، دونوں کے ارباب حل و عقد زیادہ سے زیادہ قریب اور باہم وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مستقبل قریب میں اُن کا اتحاد عمل دُنیا کی قسمت پر زبردست اثر ڈالنے والا ہے۔ خصوصاً عالم اسلامی کی پوری قسمت اسی اتحاد سے وابستہ ہے۔ مسلمانوں میں بالشوزم مقبول ہوتا چلا جاتا ہے۔ مسلمان سمجھتے ہیں یورپ کی غلامی سے انھیں یہی چھٹکارا دلا سکتا ہے۔ ٹرکی کی دوستی، بالشوزم کے لئے بمنزلہ کنجی کے ہے"

ترکی عورت اور حق انتخاب

موجودہ ترکی انقلاب کی تاثیر و قوت کا سب سے بڑا مظہر، ترکی عورت ہے۔ چند سال پہلے تک ترکی عورت کو ملک کی سیاسی، اجتماعی اور ادبی زندگی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اب سے ۵۰ برس پہلے تو وہ محض ایک بے حقیقت وجود تھی۔ اُسے تعلیم سے جبراً روکا جاتا تھا۔ سخت اور غیر شرعی پردے میں زبردستی رکھا جاتا تھا، اور اُس کے حقوق کے لئے کوئی شنوائی نہ تھی۔

لیکن اب کیا حالت ہے؟ اب حالت یہ ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی ترکی عورت گزشتہ زندگی اختیار کرنے پر راضی ہو سکتی ہے۔ بکثرت عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ شاعر ہیں۔ انشا پرداز ہیں۔ مقرر ہیں۔ ڈاکٹر ہیں ...... لیکن ترکی عورت اسی درجہ پر قانع نہیں ہے۔ اب وہ ملکی پارلیمنٹ میں انتخاب کا حق بھی مانگتی ہے۔ اس تحریک کی لیڈر انجمن نسواں کی رئیس "نزیہہ محی الدین" خانم ہیں انھوں نے پرسوں اپنا اعلان شایع کیا ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ عورتوں کو بھی حق انتخاب دیا جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُنھوں نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ آئندہ انتخابات کے موقعہ پر ترکی عورتیں صرف اُنھیں مرد امیدواروں کے لئے کوشش کریں گی، جو عورتوں کے اس حق کے حامی ہونگے!

ترکی قانون اساسی میں تصریح مذکور ہے کہ حق انتخاب صرف مردوں کے لئے ہے۔ ظاہر ہے قانون اساسی کی تبدیلی کے لئے پارلیمنٹ کی اکثریت کو رائے دینا چاہئے۔ عورتیں چاہتی ہیں کہ اس مرتبہ پارلیمنٹ میں اُن کے حامیوں کی اکثریت ہو جائے تاکہ اُن کا مطالبہ پورا ہو سکے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ

بیزنطیہ، قسطنطنیہ، شہنشاہوں کا یہ عظیم شہر، نہیں معلوم عظمت و جلال کے کتنے جلوے دیکھ چکا ہے! روم کی عظمت اُسنے دیکھی، قسطنطین کا جاہ و جلال اُسنے دیکھا، محمد فاتح کا دبدبہ اُسنے دیکھا ... مگر وہ ہنوز نئے نئے جلووں کے لئے مضطرب ہے۔ موجودہ عہد کی ایک عظیم شخصیت کے انتظار میں ہے۔ یعنی غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے لئے چشم براہ ہے!

مدت سے قسطنطنیہ کی آرزو تھی کہ غازی ممدوح اُسے اپنی آمد سے مشرف کریں۔ غازی کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس شہر میں اُن کا استقبال اتنا شاندار ہوگا، جتنا کبھی کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا ہوا ہوگا۔ مگر اسپر بھی وہ اب تک نہیں گئے۔ حالانکہ اناطولیہ کے ایک ایک گاؤں کا بار بار دورہ کر چکے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ہوا کہ موصوف ٹھوس عمل پسند کرتے ہیں۔ دھوم دھام، شان و شوکت ناپسند کرتے ہیں۔ اناطولیہ اگرچہ ترکی سلطنت کی ریڑھ کی ہڈی ہے، مگر سابق سلاطین نے اُسے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا اور ترقی دینے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ موجودہ ترکی انقلاب کی تمام اُمیدیں اناطولیہ ہی سے وابستہ ہیں۔ اسی لئے غازی کمال پاشا اور اُن کے رفقاء وہیں دَورے کرتے رہے اور قومیت اور زندگی کی روح پھونکتے رہے۔ قسطنطنیہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ ٹرکی کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہاں ترکی

اور رومیوں کے سنین مجمع صحابہ میں زیر بحث رہے، اور بعضوں نے ان کو اختیار کرنے کی رائے بھی دی، لیکن عام رجحان اسی طرف تھا کہ نیا سنہ مقرر کرنا چاہیے۔

اس حقیقت پر بھی نظر رہے کہ سنہ کی ضرورت اور استعمال کی بڑی جگہ حساب کتاب کے دفاتر تھے، اور حضرت عمرؓ نے باتفاق صحابہ، دفاتر کے لئے وہی زبانیں اختیار کر لی تھیں جو پیشتر سے مفتوحہ ممالک میں رائج تھیں۔ ایران کے لئے فارسی، شام کے لئے سریانی، اور مصر کے لئے قبطی تھی (مسعودی و بلاذری)۔ ظاہر ہے کہ جب دفاتر کے لئے ایران و شام کی زبانیں اختیار کر لی گئی تھیں، تو قدرتی طور پر سنہ بھی وہی اختیار کر لینا تھا جو ان بلاد کے حساب کتاب میں رائج تھا، اور اُس کے قواعد بندھے چلے آتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ ایران اور روم و مصر کی زبانیں اختیار کر لیں، مگر سنہ اپنا قائم کرنا چاہا۔ غور کرنا چاہیے، اس اجتناب کی علت کیا تھی؟

یہ علت تو قطعاً نہیں ہو سکتی کہ صحابہ کرام محض قومی تعصب اور تنگ دلی کی بنا پر دوسری قوموں کی اچھی اور کارآمد باتوں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ اولاً تو اس بارے میں خود اسلامی احکام کا یہ حال ہے کہ رکاوٹ کی جگہ صریح ترغیب دی گئی ہے۔ ثانیاً اُس عہد کے بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعصبات کو اُس وقت کے مسلمانوں کی ذہنیت میں کوئی جگہ نہیں ملی تھی۔ وہ دنیا کے تمام علمی و تمدنی ذخیرہ کو خواہ کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنا قومی ورثہ سمجھتے تھے۔ خود اسی عہد میں حضرت عمرؓ نے بے شمار معاملات میں غیر قوموں کے علمی اور تمدنی اصول معلوم کئے ہیں، اور اُن میں جو باتیں کارآمد اور ضروری نظر آئی ہیں بلا تامل اختیار کر لی ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آتا، وہ ایرانیوں، رومیوں، اور مصریوں کو بہ اصرار طلب کراتے اور اُن سے مشورہ لیتے۔ دفاتر حکومت کی تقسیم، خراج و محصول کا تعین، اراضی کی پیمائش اور تشخیص، خزانہ کا قیام، حساب و کتاب کے اصول و قواعد، اور اسی طرح کے بہت سے معاملات ہیں جن میں ایرانی اور رومی قواعد کا تتبع کیا گیا۔ فقہ کا ایک اہم باب فرائض ہے۔ یعنے ورثہ کی تقسیم کے اصول و قواعد۔ چونکہ اس کا تعلق فن حساب سے ہے، اس لئے حضرت عمرؓ نے چاہا، اُس کے قواعد کی ترتیب و درستگی کے لئے ایک ماہر حساب سے مدد لی جائے۔ مورخین نے تصریح کی ہے کہ اس غرض سے ایک رومی کو مدینہ میں طلب کیا گیا تھا۔ طلبی کے فرمان میں والی شام کو جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ ہیں: "ابعث لنا برومی یقیم لنا حساب فرائضنا" ایک رومی کو بھیج دو تاکہ وہ ہمارے فرائض کا حساب استوار کر دے۔ (صراط مستقیم حافظ ابن تیمیہ) جب حضرت عمرؓ کو فرائض جیسے شرعی مسئلہ کے حساب میں ایک رومی عیسائی سے مدد لینا ناگوار نہ ہوا، تو ظاہر ہے کہ ایرانی یا رومی سنہ کے اختیار کر لینے میں قومی تعصب کیوں مانع ہوتا جس کا تعلق صرف حساب تاریخ سے ہے؟ پس یقیناً کوئی دوسری ہی علت ہونی چاہیے جس کی وجہ سے انھوں نے ایرانی اور رومی سنین جیسے مدون و رائج سنہ چھوڑ دئیے، اور ایک نیا سنہ از سر نو قائم کیا۔

اصل یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم اور تربیت نے صحابہ کرام کا دماغ جس سانچے میں ڈھال دیا تھا، وہ ایسا سانچا تھا جس میں کوئی دوسرے درجہ کا خیال سما ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ صرف اول درجہ کے خیالات کے لئے تھا۔ بہت ممکن ہے کہ دنیا کے تمدنی علوم و فنون کے رائج نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی بات علمی طریقوں اور مصطلح لفظوں میں نہ ادا کر سکتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اوقات وہ ایک بات کی علت اُس شکل و صورت میں نہ دیکھتے ہوں جس میں آج دنیا دیکھ رہی ہے، لیکن اُن کی طبیعت کی افتاد اور ذہنیت کی روش کچھ اس طرح کی بن گئی تھی کہ جب کبھی کسی معاملہ پر سوچ بچار کرتے تھے (خواہ علت و موجب سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں) لیکن فیصلہ جاتا اُسی طرف تھا جو علم و حکمت کے بہتر سے بہتر اور لطیف سے لطیف پہلو ہو سکتے ہیں۔ یہی معنی ہیں انبیاء کرام کے مقام "تزکیہ" کے: ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (۶۲: ۲) یعنی دل و دماغ کی اس طرح تربیت کر دی جاتی ہے کہ ایک موزوں اور مستقیم سانچا ڈھل جاتا ہے۔ اب جب کبھی کوئی ٹیڑھی چیز اس میں رکھی جائے گی، وہ قبول ہی نہیں کرے گا۔ صرف سیدھی اور موزوں چیزیں ہی اس میں سما سکتی ہیں!

اسلام کی تربیت نے صحابہ کے دل و دماغ میں قومی شرف و خودداری کی روح پھونک دی تھی۔ قومی زندگی کی بنیادیں جن اینٹوں پر استوار ہوتی ہیں، اُن میں سے ایک ایک اینٹ کے لئے اُن کے اندر ہیجان اور لگاؤ تھا۔ اگرچہ وہ لفظوں اور تعبیروں میں انہیں بیان نہ کر سکیں۔ جب حضرت عمرؓ نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی، تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج و مستعمل تھے، لیکن اُن کی طبیعت اُن کی طرف مائل نہ ہو سکی۔ اس لئے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف و خودداری کے خلاف تھا، بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھو دینی تھی۔

قومی زندگی کی بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے۔ جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی، وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔ قوم کا سنہ اُس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اُس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صحیفۂ عالم پر اُس کے اقبال و عروج کا عنوان ثبت کر دیتا ہے۔ یہ قومی زندگی کے ظہور و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار ہے۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ جا سکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی۔ کیونکہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے، اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔ آج اگسٹس، بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ، اور اکبر اعظم کے نام اُن کے سنین کے اندر ہر وقت ہمارے سامنے آتے ہیں، اور ہمارا حافظہ اُن سے گردن نہیں موڑ سکتا!

ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرت عمرؓ اور صحابہ کے سامنے آتا اور اُن کا دماغ غلط فیصلہ کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہو جاتی۔ کچھ ضروری نہیں کہ انھوں نے اپنے اس احساس کی کوئی توجیہ و تعلیل بھی کی ہو۔ نتائج تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعل صحیح سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کر سکے۔ وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی علمی و تمدنی چیزیں قبول کر لینے کے اُن کا سنہ قبول نہ کر سکے۔ خود بخود ان کی طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ، اور ایسا ہونا چاہیے جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعہ پر ہو۔ انھوں نے اپنے دفتروں کے لئے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی، انکے حساب کتاب کے قواعد قبول کر لئے، اُنکے حساب کی مصطلحات اور اشارات سے بھی انکار نہیں کیا؛ لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہو سکے۔ یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ تھی، اس لئے ضروری تھا کہ اپنی ہو، اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، اور اسلام نے جو ذہنیت اُن کی پیدا کر دی تھی، اُسے یہی کرنا تھا!

متاخرین کی تعلیل و توجیہ

افسوس ہے کہ صدر اول کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ، متاخرین کی نقاشیوں سے اپنے اصلی خال و خط کھو چکا ہے۔ ہر عہد کا مورخ در اصل اُسی عہد کی دماغی آب و ہوا کا مخلوق ہوتا ہے، اس لئے سلف کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اُسی رنگ و روغن سے کام لیتا ہے جو اُس کے عہد کی آب و ہوا مہیا کر سکتی ہے۔ اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دور صحابہ کرام کے عہد پر ختم ہو گیا، اور اُس کے بعد جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، اُس دور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں۔ متاخرین اہل نظر و قلم کا زمانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا، جب صدر اول کی دماغی آب و ہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشو و نما پا چکی تھی۔ اس لئے ان مصنفوں نے جب اُس عہد کے حالات پر قلم اُٹھایا، تو بجائے اس کے کہ اُس عہد کا ذوق و مزاج پیدا کر کے اُس کا مطالعہ کرتے، اپنے عہد کے پیدا شدہ ذوق کے رنگ میں اُس کی ہر بات رنگ ڈالی۔ تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہے۔ ہر گوشہ تک اس معاملہ کے اثرات پہنچے حتیٰ کہ فقہ و احکام تک کا گوشہ اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اگر عہد صحابہ سے لیکر آخری عہد تدوین کتب تک کی کتابیں مسلسل موجود ہوتیں اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جا سکتی، تو صاف نظر آ جاتا کہ صدر اول کے واقعات و معاملات بعد کے ہر عہد میں نئے نئے لباس بدلتے آئے ہیں، اور اُن کی تعبیر و الفاظ کی جزئیات میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پرتو موجود ہے۔ مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں، تو ہم انگلی رکھ کر بتلا سکتے کہ صدر اول کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات و صور میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہن لئے ہیں؟

بطور مثال کے اسی واقعہ پر نظر ڈالی جائے۔ امام شعبی کی روایت میں صاف موجود ہے "ولم یحب لنا التاریخات القدیمۃ" یعنے حضرت عمرؓ ایک تاریخ کے تعین کی ضرورت محسوس کر رہے تھے، مگر پسند نہیں کرتے تھے کہ قدیم تاریخیں اختیار کریں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی تاریخ کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور یہ معاملہ اُن کی نظر میں ایسا تھا جس کے لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی ایک قومی تاریخ قرار دی جائے۔ لیکن بعد کے مورخین نے اپنے ذوق و میلان طبع کے مطابق اس کی توجیہیں شروع کر دیں۔ واقعہ کی اصلی علت پر تو نظر نہیں گئی، نئے نئے معنی پہنانے لگے۔ میں یہاں صرف دو عہدوں کی دو مختلف نظروں کا ذکر کروں گا۔

علامہ مقریزی نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنی بے نظیر تاریخ مصر لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اور صحابہ نے ایرانی اور رومی تاریخ پسند نہیں کی، کیونکہ دونوں کے حساب میں کبیسہ تھا۔ (یعنی دورہ ارضی کی کسر پوری کرنے کے لئے چند سالوں کے بعد مہینوں کے دنوں میں کمی بیشی۔ جس طرح کہ تقویم گریگوری میں ہر چوتھے سال ایک دن کی کمی کر دی گئی ہے) چونکہ اسلام نے "نسئ" سے روکا تھا، اور کبیسہ پر "نسئ" کا شبہ ہو سکتا تھا، اس لئے مناسب نہ تھا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا۔ مورخ موصوف کو یہ دور از کار دقیقہ سنجی اس لئے کرنی پڑی کہ قومی تقویم کی ضرورت و اہمیت کے لئے اُن کے ذہن میں کوئی جگہ نہ تھی، اور چونکہ اور کوئی معقول تعلیل سمجھ میں نہیں آئی اس لئے ناچار "نسئ" کی شرعی ممانعت کی وادی میں پہنچ گئے۔ حالانکہ کسی اعتبار سے بھی یہ تعلیل لائق اعتنا نہیں

تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ظاہری فتحمندیوں کے اعلان کا وقت آیا تھا، تو اُسوقت اسی معنوی فتحمندی کی یاد لوگوں کو دلائی گئی تھی: ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ: لا تحزن ان اللہ معنا! فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ، وکلمۃ اللہ ہی العلیا، واللہ عزیز حکیم! (۹: ۴۰)

تذکارِ محرم

اسی ہجری سنہ کے ساٹھویں برس کربلا کا حادثہ ظہور میں آیا۔ یہ حادثہ اسدرجہ المناک اور درد انگیز تھا، اور اُس کے سیاسی اثرات اس درجہ قوی اور وسیع تھے، کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، اُس کی یاد ایک ماتمی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی گئی۔ یہاں تک کہ محرم کے درد کی تمام یادآوریاں صرف اسی حادثہ کے تذکرہ و ماتم میں محدود ہوگئیں اور دوسرے تمام پہلو یک قلم فراموش کردیئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ حادثۂ کربلا کی الم ناکیاں اور عبرت انگیزیاں ناقابلِ فراموش ہیں۔ لیکن ہمارے جماعتی ذہن و فکر کی یہ بہت بڑی غفلت ہوگی اگر اس حادثہ کے استغراق میں تذکرہ و اعتبار کے دوسرے پہلو فراموش کردیئے جائیں۔ یہ سنہ ہجری کے ساٹھویں برس کے ایک واقعہ کی نگاہ ہے لیکن خود سنہ ہجری کے پہلے برس کے تذکار سے کیوں چشم بصیرت بند کرلی جائے؟

سنہ ہجری کی ابتدا

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ جاری تھے۔ زیادہ مشہور یہودی، رومی اور ایرانی سنین تھے۔ عرب جاہلیہ کی اندرونی زندگی اس قدر متمدن نہیں تھی کہ حساب کتاب کی کسی وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی۔ اوقات و مواسم کی حفاظت اور یادداشت کے لئے ملک کا کوئی مشہور واقعہ لے لیتے اور اُسی سے وقت کا حساب لگا لیتے۔ منجملہ سنین جاہلیہ کے عام الفیل تھا۔ یعنی شاہ حبش کے حجاز پر حملہ کرنے کا سال۔ عرصہ تک یہی واقعہ عرب کے حساب و کتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا۔ ظہورِ اسلام کے بعد یہ اہمیت خود عہد اسلام کے واقعات نے لے لی۔ صحابۂ کرام کا قاعدہ تھا کہ عہد اسلامی کے واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لے لیتے اور اسی سے حساب نکالتے۔ ہجرۃ مدینہ کے بعد سورۂ حج کی وہ آیت نازل ہوئی تھی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی: اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علی نصرہم لقدیر (۲۲: ۴۰) اس لئے کچھ دنوں تک یہی واقعہ بطور ایک سنہ کے مستعمل رہا۔ لوگ اسے "سنہ اذن" سے تعبیر کرتے اور یہ تعبیر وقت کے ایک خاص عدد کی طرح یادداشت کا کام دیتی۔ اسی طرح سورۂ براۃ کے نزول کے بعد "سنہ براۃ" کا بول چال میں رواج ہوا۔ عہد نبوی کا آخری سنہ "سنۃ الوداع" تھا۔ یعنے آنحضرۃ (صلعم) کے آخری حج کا واقعہ جو "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہوگیا تھا اور ہجرۃ کے دسویں سال پیش آیا تھا۔ بعض روایات سے اس طرح کے متعدد سنوں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً سنۃ التمحیص، سنۃ الترفئہ، سنۃ الزلزال، سنۃ الاستئناس۔ بیرونی نے آثار الباقیہ میں اس طرح کے دس سنوں کا ذکر کیا ہے۔

آنحضرۃ (صلعم) کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی۔ لیکن حضرت عمر (رض) کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام سے حساب کتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوگئے، اور ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دیدیا جائے۔ چنانچہ اس معاملہ پر غور کیا گیا۔ اور سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا۔ اُسوقت تک واقعۂ ہجرت پر سولہ برس گزر چکے تھے۔

ضرورت کا احساس اور صحابہ کا مشورہ

سنہ ہجری کا تقرر کیونکر عمل میں آیا؟ کیوں حضرۃ عمر (رض) اور تمام صحابہ کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا واقعۂ ہجرۃ سے کی جائے؟ یہ تاریخ اسلام کا ایک ضروری اور نتیجہ خیز مبحث تھا، لیکن افسوس ہے کہ اسوقت تک نظر و فکر سے محروم رہا۔

اس بارے میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور روایت میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ

> رفع الی عمر بن الخطاب صک محلہ شعبان فقال ای شعبان ہو؟ أشعبان الذی نحن فیہ، او الآتی؟ ثم جمع وجوہ الصحابہ فقال: ان الاموال قد کثرت وما قسمنا منہا غیر موقت فکیف التوصل الی ما یضبط بہ ذلک؟ فقالوا یجب ان یعرف ذلک من رسوم الفرس فعندہا استحضر عمر الہرمزان وسألہ عن ذلک، فقال ان لنا حساباً نسمیہ "ماہ روز" فعربوا الکلمۃ وقالوا "مورخ" ثم طلبوا وقتاً یجعلونہ اول التاریخ دولۃ الاسلام، فاتفقوا علی أن یکون المبدأ من سنۃ الہجرۃ (تاریخ کبیر ذہبی۔ وتاریخ مصر مقریزی)

"ایک مرتبہ ایک کاغذ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا جسمیں شعبان کا مہینا درج تھا۔ حضرت عمر نے کہا شعبان سے مقصود کونسا شعبان ہے؟ اس برس کا، یا آئندہ برس کا؟ پھر آپنے سربرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا: آج حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں، اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہوجاتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حساب و کتاب کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہوسکیں۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ اُنکے یہاں اس کے طریقے کیا تھے؟ چنانچہ حضرۃ عمر نے ہرمزان کو بلایا۔ اُسنے کہا ہمارے یہاں ایک حساب موجود ہے جسے "ماہ روزہ" کہتے ہیں۔ اسی ماہ روز کو عربی میں "مورخ" بنا لیا گیا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی حکومت کی تاریخ کے لئے جو سنہ اختیار کیا جائے، اُس کی ابتدا کب سے ہو؟ سب نے اتفاق کیا کہ ہجرۃ کے برس سے کیجائے۔ چنانچہ ہجری سنہ قرار پایا۔"

ابن حبان نے قرہ بن خالد سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے۔ اسمیں ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ

> کان عند عمر عامل جاءہ من الیمن فقال لعمر أما تؤرخون تکتبون فی سنۃ کذا وکذا من شہر کذا وکذا؟ فاراد عمر والناس ان یکتبوا من مبعث رسول اللہ صلعم ثم قالوا من عند وفاتہ، ثم ارادوا ان یکون ذلک من الہجرۃ (تاریخ کبیر ذہبی و مقریزی جلد ۲)

"حضرت عمر کے پاس یمن سے ایک عامل آیا تھا۔ اسنے کہا کیا آپ لوگ تاریخ نہیں لکھتے۔ اس طرح کہ فلاں بات فلاں سنہ میں اور سنہ کے فلاں مہینے میں ہوئی؟ اسپر حضرۃ عمر اور اور لوگوں کو اس معاملہ کا خیال ہوا۔ پہلے انھوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرۃ کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کریں۔ پھر خیال ہوا کہ آپ کی وفات سے شروع کیا جائے۔ لیکن آخر میں یہ رائے قرار پائی کہ ہجرۃ سے سنہ کا تقرر ہو۔"

ان روایات کی مزید تشریح امام شعبی کی روایت سے ہوتی ہے جو محب طبری نے نقل کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ

> ان ابا موسیٰ الاشعری کتب الی عمر انہ تاتینا منک کتب لیس لہا تاریخ وقد کان عمر دوّن الدواوین ووضع الاخرجۃ وتعلّم الی تاریخ ولم یحب التاریخات فقد ہمہ مجمع علیہ عند ذلک واستشار الناس فاتفقوا علی ان یکون المبدأ من الہجرۃ (ریاض النضرۃ)

"ابو موسیٰ اشعری نے حضرۃ عمر کو لکھا کہ آپکی جانب سے ہمارے نام خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی، اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت عمر نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کردیئے تھے اور خراج کے اصول و قواعد طے پا گئے تھے اور اس لئے محسوس کر رہے تھے کہ ضبط اوقات کے لئے ایک خاص تاریخ قرار پا جائے۔ پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ اُنھیں اختیار کریں۔ ابو موسیٰ اشعری نے لکھا تو انہیں زیادہ توجہ ہوگئی۔ صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ مشورہ میں سب کی رائے یہی قرار پائی کہ ہجرۃ کا واقعہ بنیاد ٹھہرا کر سنہ ہجری اختیار کیا جائے۔"

ابو ہلال عسکری نے الاوائل میں اور مقریزی نے تاریخ میں حضرۃ سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ واقعۂ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علی علیہ السلام نے دی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ

> جمع عمر الناس فسألہم من ای یوم یکتب التاریخ؟ فقال علی بن ابی طالب من یوم ہاجر رسول اللہ صلعم وترک مکہ ففعلہ عمر (کتاب الاوائل قلمی۔ مقریزی طبع ثانی جلد ۲ صفحہ ۵۶)

"جب حضرت عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کس دن سے تاریخ کا حساب شروع کیا جائے؟ تو حضرت علی نے فرمایا۔ اس دن سے جس دن کہ حضرت نے ہجرت کی اور مکہ سے مدینہ آئے"

یعقوبی نے بھی اسے منجملہ اُن امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علی کی رائے سے انجام پائے۔ سنہ ۱۶ کے واقعات میں لکھا ہے:

> وفیہا ارخ عمر الکتب واراد ان یکتب التاریخ منذ مولد رسول اللہ ثم قال من المبعث، فاشار علیہ علی بن ابی طالب ان یکتبہ من الہجرت، فکتبہ من الہجرۃ (جلد ۲: ۱۶۶)

"اسی زمانہ میں حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے۔ پہلے انھیں خیال ہوا آنحضرت کی ولادت سے شروع کریں۔ پھر خیال کیا آپ کی بعثت کے واقعہ سے ابتدا کی جائے۔ لیکن حضرۃ علی نے رائے دی کہ ہجرۃ سے شروع کرنا چاہیئے"

قومی سنہ کی ضرورت و اہمیت

ان روایات کے مطالعہ کے بعد ضروری ہے کہ بعض امور پر غور کیا جائے:

سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ نے یہ ضرورت کیوں محسوس کی کہ ایک نیا سنہ قرار دیا جائے؟ امام شعبی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر تاریخ کے تعین و تقرر کی ضرورت محسوس کر رہے تھے لیکن پسند نہیں کرتے تھے کہ دوسری قوموں کی تاریخ اختیار کریں۔ پہلی روایت میں جس ہرمزان کو بلانے اور مشورہ کرنے کا ذکر ہے، یہ خوزستان کا بادشاہ تھا اور مسلمان ہوکر مدینہ میں مقیم ہوگیا تھا۔ حضرۃ عمر کی مجالس شوریٰ میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ (بلاذری وطبری وغیرہما) بیرونی لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر نے اس سے مشورہ کیا تو اُسنے نہ صرف ایرانیوں کا طریقہ ہی بتلایا بلکہ رومیوں کے طریقہ کی بھی تشریح کی۔ ایرانیوں کے یہاں کا آخری سنہ یزدگرد کا سنہ تھا، اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدایش سے شروع ہوتا تھا۔ بعض صحابہ کو خیال ہوا، انہی دونوں میں سے کوئی سنہ اختیار کرلیا جائے، لیکن حضرت عمر اور اور لوگ اس سے متفق نہ ہوئے (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایرانیوں

---

(۱) بیرونی نے یہ تفصیل میمون بن مہران کی روایت کے سلسلہ ہی میں کی ہے اور اُسکے الفاظ روایت مشہورۂ متن سے مختلف ہیں۔ چونکہ اُسنے کوئی تخریج نہیں کی تھی اور [illegible] حسب اصول فن روایت [illegible] اسی کا استدلال نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اسی لئے ہم نے اوپر کی روایتوں میں اسے شامل نہیں کیا (الآثار الباقیہ صفحہ ۳۰)

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور مذہبی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور متعدد اذواق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید لیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علاحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سٹوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی تعداد بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اِس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور اُس میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ — " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا)
قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے۔

منیجر "البلاغ پریس"

اول تو یہ اُن روایات کے خلاف ہو جو اوپر گزر چکیں، کیونکہ اُن میں تمام قدیم تقویموں کی ناپسندیدگی کا ذکر ہو۔ نہ کہ کسی خاص تقویم کا۔ ثانیاً "نسئی" مصطلحۂ جاہلیہ اور "کبیسہ" مصطلحۂ حساب قطعاً دو مختلف چیزیں ہیں۔ جس "نسئی" کو اسلام نے روکا اور قرآن نے کفر کی زیادتی سے تعبیر کیا، وہ یقیناً قمری مہینوں کی طبعی ترتیب کو اس طرح درہم برہم کر دینا تھا کہ کبھی شعبان، محرم بن جاتا تھا، اور کبھی رمضان ذوالحجہ قرار پا جاتا تھا۔ اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اعمال و طاعات کے معین اوقات الٹ پلٹ ہو جاتے تھے اور اُن کے تقرر و تعین کی اہمیت و مصلحت باقی نہیں رہتی تھی۔ لیکن "کبیسہ" بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ اُس کا مقصد دوسرا ہو، اور اُس کے اجراء کے نتائج دوسرے ہیں۔ اُس کا کوئی اثر اس طرح کا مرتب نہیں ہوتا۔ وہ محض اس لئے ہے کہ سال بھر کے تین سو ساٹھ دن قرار دے دینے کے بعد جو کسر رہ جاتی ہو اُسے کچھ عرصہ کے بعد پورا کر دیا جائے "تاکہ زیادہ مدت گزرنے کے بعد مہینوں اور برسوں کا فرق نہ پڑ جائے۔ پس کسی طرح بھی یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ "نسئی" کی حقیقت سے اس درجہ بے خبر تھے کہ تقویم کے کبیسہ کو بھی "نسئی" سمجھ لیتے، یا اُنھیں کبیسہ پر "نسئی" کا شبہ ہو سکتا۔

یہ نویں صدی کی ابتدا تھی۔ لیکن سو برس کے بعد یعنی دسویں صدی کے اوائل میں یہی واقعہ ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیتا ہو۔ حافظ جلال الدین سیوطی سے تقویم و سنین کے متعلق ایک سوال کیا گیا تھا۔ اُس کے جواب میں انھوں نے ایک رسالہ لکھا ہو۔ اُس میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اور صحابۂ کرام نے رومی اور ایرانی سنہ اختیار کرنے سے اس لئے اجتناب کیا کہ یہ عیسائیوں اور مجوسیوں کا سنہ تھا اور اسلام نے اُنھیں روک دیا تھا کہ کفار کا طور طریقہ اختیار کر کے اس کے رواج و قبولیت کا باعث نہ ہوں۔ اب غور کرو، بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟ کجا کفار کے طور طریقہ سے اجتناب کا معاملہ، اور کجا یہ معاملہ جو حساب و کتاب کے ایک علمی اصول و قواعد کا معاملہ ہو! حافظ موصوف نے یہ تعلیل کرتے ہوئے خلافت فاروقی کی آدھی تاریخ فراموش کر دی۔ اگر اس قسم کے معاملات میں غیر قوموں سے اخذ و استفادہ جائز نہ ہوتا، تو حضرت عمر بے شمار معاملات میں ایران و روم کے قدیم انتظامات اور تمدنی طریقوں سے فائدہ اٹھانا کیوں جائز رکھتے؟ یہ صحیح ہو کہ صحابۂ کرام کو غیر قوموں کی بہت سی باتوں سے اجتناب تھا۔ یہ بھی واقعہ ہو کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتوں کو روکا اور عدم اتباع و تشبہ پر زور دیا، مگر وہ باتیں دوسری ہیں، اُن کا محل دوسرا ہو، مقصد دوسرا ہے، اور اثرات دوسرے ہیں۔ اس معاملہ سے اُسے کیا تعلق؟

واقعۂ ہجرت کا اختصاص

اس جملہ معترضہ نے بہت طول کھینچا۔ بہرحال اس معاملہ میں پہلی بات جو قابل غور تھی، وہ قومی سنہ کا تقرر اور اُس کی اہمیت کا احساس تھا۔ بغیر کسی قدر دراز توجیہ کے اختیار کئے، یہ بات سامنے آ جاتی ہو کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ کی اس پہلو پر نظر تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ قومی زندگی کی تقویم کے لئے قومی سنہ ضروری ہے، اور اس لئے چاہئے کہ یہ باہر سے نہ لیا جائے، اندر ہی طیار کیا جائے۔

اس کے بعد دوسرا اہم نقطہ نظر، واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص ہو۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ سنہ کی ابتداء قرار دینے کے لئے جس قدر بھی سامنے کی چیزیں ہو سکتی تھیں، اُن میں سے کسی چیز کی طرف اُن کی نگاہ نہ تھی۔ ہجرۃ نبوی کا واقعہ جو آغاز اسلام کی بے سر و سامانیوں اور کمزوریوں کی یاد تازہ کرتا تھا، اختیار کیا گیا، آخر اس کی علت کیا تھی؟

بہتر ہے کہ یہ بحث آئندہ مجلس پر ملتوی رکھی جائے۔ آج کی مجلس حد سے زیادہ طولانی ہو چکی ہو۔ ممکن ہو کہ ایک ہی نشست کی اتنی طوالت بعض طبائع پر شاق گزر رہی ہو۔

ہوائے الاسکا کی پیمائش

سائنٹفک امریکن میں الاسکا (قطعۂ ارض مابین امریکہ و جاپان) کی پیمائش بذریعۂ طیارات پر ایک نہایت دلچسپ مضمون نکلا ہو۔ مقالہ نگار لکھتا ہو:

"تین طیاروں کے ذریعے ایک سرکاری مہم نے الاسکا کے جنگلوں، پہاڑوں اور جھیلوں کی صرف پندرہ دنوں میں اتنی پیمائش کر لی جو معمولی پیمائش کے ذریعہ پندرہ برس میں بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس مہم نے ایسے ایسے مقامات کی تصویریں لیں جہاں اب تک انسان کا گذر نہیں ہوا تھا اور جو بیشتر گھنے جنگلوں اور جھیلوں سے بھرے ہیں۔ اس ۴۰ ہزار میل کی پیمائش کی مہم میں دس ہزار میل صرف پندرہ دنوں میں ناپ لئے گئے اور طیاروں نے دس ہزار فٹ کی بلندی سے ایسے صحیح اور صاف نقشے کھینچ لئے کہ جنگلوں کے درخت بھی گن لئے جا سکتے ہیں۔"

فرانس کا جنگی نظام

منچسٹر گارجین میں مسٹر ڈیوڈ لوآکس کا ایک مضمون مندرجۂ صدر عنوان پر شائع ہوا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"فرانس نے گذشتہ جنگ کے بعد پہلا مسئلہ جو پیش نظر رکھا وہ اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم ہو۔ اب یہ نظم ترتیب تکمیل کو ہو۔ سنہ ۱۹۲۷ء میں پارلیمنٹ اس پر فیصلہ صادر کرے گی۔ فرانس کا مقصد یہ ہو کہ ساری فرانسیسی قوم جنگ کے لئے ہر دم تیار رہو۔ جس وقت جنگ کا موقع آ جائے تو تیاری میں وقت ضائع نہ ہو۔ یہ پوری مشین جو امن کے زمانہ میں تیار رکھی گئی تھی فوراً چلنے لگے"

کیا بحالت موجودہ دنیا امن و سکون کا وہم و گمان بھی کر سکتی ہو؟ یہ فرانس ہو۔ یعنی مجلس اقوام کا، برطانیہ کے بعد دوسرا پیامبر امن!!

جدہ میں عربی بنک

سلطان ابن سعود نے امیر حبیب فلاح کو اس بات کی اجازت دے دی ہو کہ جدہ میں ایک عربی بنک قائم کیا جائے جس کی شاخیں پورٹ سعید، سویز، اور قاہرہ میں ہوں گی۔ اس بنک کا خاص مقصد یہ ہو کہ حجاج کے لئے سہولتیں بہم پہونچائی جائیں۔

ترکی خواتین کا لباس

ترکی انجمن نسواں نے ترکی خواتین کے لئے ایک نیا لباس تجویز کیا ہو۔ چونکہ موجودہ لباس جو ترکی خواتین استعمال کر رہی تھیں بالکل یورپین عورتوں کا سا لباس تھا، جس پر بے اندازہ روپیہ صرف ہوتا تھا۔ اس لئے نئے لباس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ لباس اقتصادی اور خوبصورتی، دونوں پہلوؤں سے بہتر ہوگا۔

فہرس

آئندہ سے فہرست پہلے صفحہ کی جگہ یہاں آخری صفحہ پر درج ہوا کرے گی

مطبوعات جدیدہ

ایک مغربی خاتون کی سرتتیہ ۳

افسانہ

محبت اور قربانی، یا سزا اور انتقام ۵

مذاکرۂ علمیہ

انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب ۹

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!
حضرت حسین علیہ السلام ۱۵

برید شرق

مکتوب چین ۱۹
مکتوب قسطنطنیہ 〃

مقالات

ا۔ محرم الحرام اور
سنہ ہجری کا اختتام و آغاز ۲۱
علمی خبریں ۲۳

تصاویر

(۱) لیڈی اسٹن ہوپ ۴
(۲) لیڈی اسٹن ہوپ اور لامارٹین ۵
(۳) "بشپ اور اُس کا مجرم" ۷
(۴) ڈاکٹر ڈورسکی
(اعادۂ شباب کے ایک عملیہ کا موجد) ۱۰
(۵) ڈاکٹر وورونوف
(عملیۂ تلقیم کا موجد) 〃
(۶) ایک ۷۰ برس کا بوڑھا
عملیۂ اعادۂ شباب سے پہلے ۱۱
(۷) عملیہ کے بعد 〃

قیمت فی نسخه بانم آه

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات بحث کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکیلئے منگا دے - لیکن اگر آپ انھیں نه

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم بحثوں اور معلومات جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

The Publisher.

Printing House Square

London. E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیداوار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لگاکر ایک وسیع کاروبار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کررهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هوجائیگا که آپنے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو [illegible] میووں کو **خشک** کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - [illegible] اس قسم کي مشینوں کا بہترین کارخانه هے - [illegible]

[illegible]

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے [illegible] بہترین طریقه وه هے جو "[illegible]" کے نام سے [illegible] میں مشہور هے - اس "[illegible]" کے متعلق هم [illegible] مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta.
Editor :—Maulana Abul-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٦ کلکتہ : جمعہ ٢٢ - محرم ١٣٤٦ ہجری جلد ١
Calcutta : Friday, 22, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

◆

ضروری ھی کہ ھم اسکا اب فیصلہ کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کرسکتی ۔

ھندی اور ھندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون کی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ھی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابلہ کر رھی ھی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ھی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی ۔

اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

ھماری رای مین بہترین حروف یہی ھین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیی یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیی کیون نا موزون ھون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الھلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ سے شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جائے۔ البتہ جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں نمبر نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جو دفتر کی طرف سے وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے

(۵) اگر کسی صاحب کے نام کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں ورنہ دوسرا پرچہ بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا

(۶) اگر آپ دو ہفتے یا ایک مہینے تک کے لئے [illegible] جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجائے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرائیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر پورا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری معاملات (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ازمنۂ وسطی مین عربی طبابة

عربی طبابة اور اطباء یورپ مین

روم کے اقدس خانه ویٹیکن کے بعض مشرقي آثار

دنیا کے اکثر علوم وفنوں کي طرح فن طب نے بھي عربي تمدن کے هاتھوں نشوؤ نما حاصل کي هے - قدیم متمدن اقوام نے دیگر علوم کي طرح اسے بھي پیدا کیا ، مدون کیا ، اور اس درجه تک پہنچاکر چھوڑ دیا جو ایک عمارت کي نا تمام در و دیوار کا ابتدائي درجه هوتا هے - چھٹي صدي عیسوي میں اسلام نے ظهور کیا اور ریگستان عرب میں انسانوں کي ایک جماعت طیار کر کے مشرق و مغرب میں پھیلادي - یه آئي ، اور اس نے علم و تمدن کے هرگوشے پر نظر ڈالي - بنیادیں هر جگه تھیں ، اور دیواریں بھي اکثر جگهوں میں اٹھنے لگي تھیں ، لیکن تکمیل کہیں بھي نہیں هوي تھي - اس نے دوں علم و تمدن کي وسعت کے هر گوشے کو هاتھه لگایا اور هر دیوار پر اینٹیں رکھیں - نتیجه یه نکلا که آج علم و فن کي کوئي شاخ بھي ایسي نہیں هے جسکے سلسلۂ وسعت و تکمیل کي ایک سب سے بڑي کڑي عربي و اسلامي تمدن کي علمي جد و جهد نهو - یهي سبب هے که مورخین علوم نے عربي تمدن کو عهد قدیم و حاضر کیلیے " واسطة العقد " قرار دیا هے - یعني درمیان کي کڑي - یهي کڑي هے جسکا ایک سرا دنیا کے تمام قدیم علوم و تمدن سے اور دوسرا جدید ترقیات سے جڑا هوا هے - یه عهد قدیم کو جدید سے ملاتي هے ، اور عهد جدید کي سب سے قریب تر کڑي هے !

ازمنۂ وسطی (مڈل ایجز) میں یورپ کي تمام درس گاهوں میں عربي حکما کا فلسفه هي نہیں بلکه طب بھي پڑھا جاتا تھا - ذکریا رازي ، ابن رومیه ، بوعلي سینا ، ابن رشد ، ابن زهر ، ابن طفیل ، ابن مسکویه ، کي تصانیف فن کا اصلي سرمایه تھیں - جدید طب کي تاریخ میں آج تک کینن Canon یعني قانون شیخ کا ذکر موجود هے جو سولھویں صدي تک پیرس اور روم کے طبي مدرسوں کے نصاب تعلیم میں داخل تھا - فلسفه کي طرح طب کي تاریخ میں بھي ایوي سینا Avicenna ، ایویروس دي گریٹ Averroes ، اور ایوے پاکا Avempaca کے نام آتے هیں جو در اصل شیخ الرئیس بوعلي سینا ، ابن رشد ، اور ابن باجه کے عربي ناموں کے یورپین مخارج هیں ، اور اس سے پته لگایا جاسکتا هے که ان ناموں نے اس عهد کے یورپ میں کس درجه شهرت اور قبولیت حاصل کرلي تھي ؟ روم اور میلانو کی بعض قدیم خانقاهوں کي محرابوں پر شیشے کے رنگین جوکھٹوں میں جہاں ارسطو ، بقراط ، اور جالینوس کي تصویریں بنائي گئي تھیں ، وهاں بوعلي سینا ، ابن رشد ، فارابي ، اور ذکریا رازي کي تصویریں بھي منقش تھیں - یه شیشے اس وقت تک پوپ کے محل میں موجود هیں اور بعض مستشرقین نے ان کے عکس اپني مصنفات میں شائع کیے هیں -

عرب اطباء اٹلي کے شاهي محل میں

عربي فن طب کے اس عروج و احاطه کا سب سے بڑا زنده ثبوت اسکي بے شمار مصطلحات هیں جو اسوقت تک یورپ کي زبانوں میں مستعمل هیں - اگر انھیں الگ کر دیا جاے تو طب کے بے شمار اسماء و افعال کیلیے انکے پاس کوئي ذریعۂ بیان باقي نہیں رهیگا - انگریزي زبان یورپ کي دوسري زبانوں کے مقابله میں اصلاً کم علمي هے ، تاهم انگریزي طب میں بھي سیکڑوں الفاظ ملینگے جو در اصل عربي اسماء و مصطلحات هي سے وجود میں آۓ هیں - مثلاً :

تمر هندي (إملي)	Tamarind
یاسمین	Jasmine
یشب	Jasper
تریاق	Theriac
قند	Candy
روغن بلسان	Balsam
عنبر	Amber
کافور	Camphar
بلور	Blawer

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتے هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

و مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمي اور مطبوعه کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان، اور هر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماری نمایش گاهوں اور ذخائر کی فهرستیں هي منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیره قیمتي هے -

نوادر عالم کا یه ذخیره

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیره ممالک میں همارے ایجنٹ همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں هیں!

براعظم یورپ، امریکه، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهره کے نئے ایوان شاهي کے نوادر ابهي حال میں هم هي نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهي پہلے هم هي سے خط و کتابت کیجیے - بهت ممکن هے که همارا سفري یا مقامي ایجنٹ آپسے مل سکے -

مذاکرہ علمیّہ

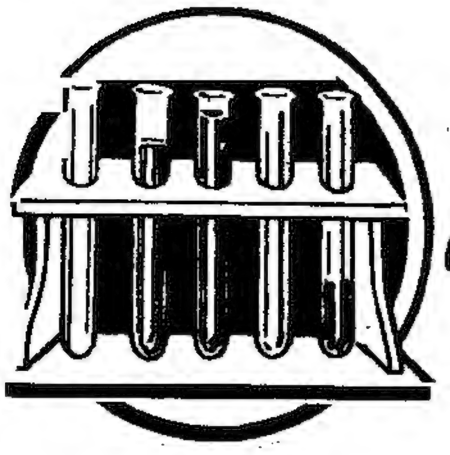

انساني عمر کي درازي اور اعادۂ شباب

مسٹر چرچل اور ڈاکٹر ورو نوف کا مکالمہ

ڈاکٹر ورو نوف

ذیل کے مضمون میں مشہور فرانسیسي اهل قلم ایم - لولي فارست نے ڈاکٹر وروزوف سے اپني ایک ملاقات کا حال بیان کیا ہے - ڈاکٹر ورو نوف اور آنکے عمایه تقلیم کا حال هم گذشته اشاعت کے اسي باب میں بیان کر چکے هیں - یه اس سلسله کا تیسرا ٹکرہ ہے :

" مسٹر ونسٹن چرچل ' ڈاکٹر وروزوف ' اور میں ' ریویرا کے قریب ایک خوبصورت گاؤں لیزدیں ' موسیو ایم بالسن کے مہمان تھے - سه پہر کے ناشته کے وقت ڈاکٹر ورو نوف کے نئے انکشافات پر بہت هي دلچسپ گفتگو هونے لگي - اس گفتگو سے معلوم هوا که ان کے عملیه کے ذریعه صرف حیات انساني هي نہیں بڑہ جاسکتي ' بلکه دنیا کي اقتصادي ترقي میں بهي غیر معمولي انقلابات رو نما هونے والے هیں -

(دنیا کا آیندہ اقتصادي انقلاب)

ڈاکٹر وروزوف همیں یه بتلا رهے تھے که اُنہوں نے اطالیه کے سرحد پر گریمالڈي کے قلعه میں کیوں بود باش اختیار کي ہے ؟ اور ایسے نظر فریب مناظر کے درمیان جیسے که اس مقام میں هیں ' اپنے بندروں کي قیام گاہ اور اپنے عمل و تجارب کا کارخانه کیوں بنایا ہے ؟

" ڈاکٹر موصوف نے بیان کیا که حیواني غدود کے افعال و خواص کي تحقیقات نے مجھے نئے نتائج پر پہنچا دیا ہے - میں نه صرف هر انسان کو از سر نو جوان بنا دے سکتا هوں ' بلکه قریب ہے که جانوروں کي ایک نئي نسل بهي پیدا کردوں - خصوصاً غیر معمولي قوت رکھنے والي بهیڑ جس کے گوشت اور اُون کا وزن اتنا زیادہ هوجائیگا ' جتنا آج تک کسي کے وهم و گمان میں بهي نہیں آیا !

مسٹر ونسٹن چرچل یه گفتگو انتہائي دلچسپي سے سن رهے تھے - دونوں میں نہایت دلچسپ گفتگو هوئي - میں لفظ به لفظ تو اُسے لکھ نہیں سکتا مگر حسب ذیل روئداد لکھتے هوئے اُس کي معنوي صحت کا ذمه دار هوں :

مسٹر ونسٹن چرچل نے پوچھا " کیا یه سچ ہے که آپ اپنے grafting (پیوند) کے عمل سے هر اُس جانور کا گوشت اور چمڑے کا وزن بڑھا دے سکتے هیں جو انسان کي غذا اور دیگر ضروریات کے لئے کام میں لائے جاتے هیں ؟ "

" قطعاً - میں نے یه بهي کیا ہے اور اس سے بهي بڑھکر " - ڈاکٹر وروزوف نے بغیر کسي تامل کے جواب دیا -

" کیا آپ هر انگریزي بهیڑ کے اُون کے وزن میں ایک پاؤ کا اضافه کر دے سکتے هیں ؟ " مسٹر چرچل نے مزید تشریح کي -

" بہت آساني سے - میں نے اس سے بهي زیادہ کامیابي حاصل کي ہے " ڈاکٹر کا قطعي جواب تھا !

" آپ نے کتنے معمولوں (subject) پر اس کا تجربه کیا ہے ؟ "

" سیکڑوں جانوروں پر - بهیڑ کے تو گله کے گله پر "

" کیا میں برطانوي وفد بهیج سکتا هوں تاکه وہ اِن عملي نتایج کي جانچ پڑتال کرے ؟ "

" به خوشي - جس وقت آپ کا جي چاهے "

وہ جانور جن پر ڈاکٹر وروزوف نے اپنے تجربے کئے هیں ' **الجزائر** میں هیں ' اور آئندہ اکتوبر میں برطانوي ماهرین حیوانات اُن کا معائنه کرنے کے لیے جانے والے هیں - اب یه معلوم کرنا آسان ہے که اقتصادي نقطۂ نظر سے یه انکشاف کیسي عظیم الشان اهمیت رکھتا ہے ؟

مسٹر چرچل

الانبيق	**Alembic**

اسکا مادہ یوناني ھے لیکن یورپ میں عربي سے آیا کیونکہ الف لام موجود ھے -

الکیمیا	**Alchemy**
الکحل	**Alcohol**
البق (داغ چشم)	**Albuge**
لبان	**Olibanum**
روغن نفط	**Naphtha**
الاکسیر	**Elixir**
قرنیۃ العین	**Carnea**
شجر البان	**Ben**
سمسم	**Sesame**
جرثومہ	**Germ**
مسک	**Musk**
عرق	**Arrack**
نرجس (نرگس)	**Nareissus**
زعفران	**Saffran**
شقائق النعمان	**Aneman**
فلفل	**Pepper**
فاد زھر	**Bezaar**
لیمون	**Lemon**
سنا مکي	**Senna**
مروارید	**Margaret**
صابون	**Soape**
رب	**Rab**
لوز	**Lozenge**
فرزجہ	**Pessary**
شربت	**Syrupus**
لعوق	**Linctus**
ریوند	**Rhie**
قرنفل	**Caryophylli**
بورق	**Borice**
صندل	**Santali**
کرویہ (زیرہ)	**Carui**
کباب چیني	**Cubebae**
قنب (بھنگ)	**Cannb**
طرطیر	**Tartaratum**
زنجبیل	**Zingiber**
سنبل	**Sumbul**
مرح	**Myrrhae**
جلابہ	**Jalap**
شیاف	**Suppo**
مر	**Myrrha**

اسي طرح بے شمار الفاظ ھیں -

(عربي عملیات طبیہ کے آثار)

پندرھویں صدي تک یورپ میں امراض کے علاج کا تمام دارو مدار عربي طب اور عرب اطباء پر تھا - یورپ کے بادشاہ جب کبھي کسي پیچیدہ مرض میں مبتلا ھوتے ' تو مصر و شام سے عرب اطباء اُسي طرح بلائے جاتے تھے ' جس طرح موجودہ زمانے میں یورپ کے اطباء مشرقي ممالک میں بلائے جاتے ھیں - اس عہد کے بعض قیمتي آثار اس وقت تک یورپ میں موجود ھیں - ان سے عربي اطباء کے وھاں قیام کرنے اور بعض حیرت انگیز معالجات انجام دینے کا ثبوت ملتا ھے - مشہور فرانسیسي مستشرق پروفیسر رینو Reinaud نے اپني تحریر "حروب صلیبیہ کے بعد یورپ اور مشرق کے علمي اتصال" میں اِس طرح کي پانچ تصویریں نقل کی ھیں جن میں سے تین تصویریں شاھان یورپ کے معالجات سے تعلق رکھتي ھیں - ان میں سے ایک تصویر ھم آج الہلال میں شائع کرتے ھیں -

یہ مرقع یورپ کے محل میں صقلیہ (سیسلي) کے قدیم اوراق و کتب کے ساتھہ آیا تھا - جن اھل نظر نے اس کي جانچ کي ھے وہ متفق ھیں کہ :

(۱) یہ تصویر تیرھویں یا چودھویں صدي کي ھے - اور سیسلي میں طیار کي گئي ھے -

(۲) شاھان سیسلي میں سے ایک بادشاہ کو اس حالت میں دکھلایا گیا ھے کہ عرب اطباء اس کا معالجہ کر رھے ھیں -

(۳) یہ معالجہ ' داغ دینے کا عملیہ تھا - یہ اُس کي حالت ' اُس کے طریقے ' اور اس کے اوزار کي شکل و قطع واضح کرتي ھے - عربي میں اِس طرح داغ دینے کو "کي" کہتے ھیں - اب بھي بعض ممالک میں داغنے کا طریقہ رائج ھے - لیکن جدید طب نے اِسے غیر ضروري قرار دیدیا ھے -

(۴) شاھان سیسلي میں سے یہ کس کي تصویر ھے ؟ اس بارے میں اھل نظر نے مختلف رائیں قایم کي ھیں - بعض کا خیال ھے کہ یہ فریڈرِیک دوم کي تصویر ھے جو عربي علوم و تمدن کا بہت بڑا قدر دان تھا' اور جس نے ھر علم و فن کے مسلمان علماء اپنے دربار میں جمع کیے تھے - یہ سنہ ۱۲۲۰ ع - میں تخت نشین ھوا تھا -

لیکن بعض خیال کرتے ھیں یہ اس قدر پراني نہیں ھے - غالباً یہ اُس وقت کي ھے جب نیپلس اور سیسلي کي حکومتیں مل کر "دو سیسلیوں کي حکومت" سمجھي جاتي تھیں ' اور چارلس دوم حکمران تھا - اس چارلس کے متعلق بھي تاریخي تصریحات موجود ھیں کہ اس نے کئي بار اپنے علاج کے لیے مصر اور مراکش سے عرب اطباء طلب کیے تھے - اگر یہ خیال صحیح ھو تو اس صورت میں یہ چودھویں صدي کي تصویر ھوگي - کیونکہ چارلس دوم آف نیپلس نے سنہ ۱۳۰۹ع میں انتقال کیا ھے -

بہر حال اس میں شک نہیں یہ قدیم عہد کي ایک قیمتي یادگار ھے - اِس سے اُس عہد کے عرب اطباء کي شکل و صورت ' وضع و لباس ' اور طریق عملیات پر جو روشني پڑتي ھے ' اس کي تاریخي قدر و قیمت کا موجودہ عہد کے مورخین نے اعتراف کیا ھے -

* * *

برید فرنگ

مکتوب لندن

(الہلال کے مقالہ نگار لندن کے قلم سے)

اِس ہفتہ یہاں کا سب سے زیادہ اہم واقعہ شاہ فواد سلطان مصر کا پہلی مرتبہ برطانیہ کے دارالحکومت میں ورود ہے - لندن کے لیے مشرقی فرماں رواؤں کی آمد میں اب کوئی ندرت نہیں رہی ہے - ایک زمانہ وہ تھا جب سلطان عبدالعزیز اور شاہ ناصرالدین نے یورپ اور انگلستان کا سفر کیا تھا ' اور دنیا کے اس سب سے بڑے صدر مقام کی ساری توجہ اُن کی مہمان نوازی اور پذیرائی میں مرکوز ہوگئی تھی - ایک زمانہ آج کل کا ہے جبکہ لندن کے ریجنٹ اسٹریٹ کے لیے "مشرقی بادشاہوں" کا وجود روز مرہ کا نظارہ ہوگیا ہے - اب لندن اُن کے استقبال کا نہیں بلکہ ان کی دوڑ دھوپ کا تماشا دیکھا کرتا ہے !

با ایں ہمہ مختلف قسم کے حالات ایسے جمع ہوگئے ہیں کہ سلطان فواد کے ورود نے غیر معمولی اہمیت اور دلچسپی پیدا کردی ہے - سب سے پہلی بات تو وہ حالات ہیں جن میں اس مہمانی و میزبانی کا اجتماع ہوا ہے -

سیاسی تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ دو ملکوں کے تعلقات اس درجہ کشیدہ ہوں جیسے کہ اس وقت مصر و انگلستان کے ہیں ' اور پھر ایک کا بادشاہ دوسرے کا مہمان بنا ہو - ایک طرف انگریزی مصری جھگڑا جاری تھا - انگریزی بیڑا مصری سمندروں میں تخویف و تہدید کے مظاہرے کررہا تھا - دوسری طرف شاہ انگلستان اور شاہ مصر کے مابین پیام و سلام بھی ہورہے تھے !

کچھ مدت ہوئی شاہ انگلستان نے شاہ مصر کو اپنے ملک میں مدعو کیا تھا - لیکن اِس تازہ جھگڑے کی وجہ سے عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ اِس دعوت کے قبول کرنے کا یہ موزوں وقت نہیں ہے - مگر خلاف توقع دعوت منظور کرلی گئی ' اور آج سلطان موصوف کا لندن کے اسٹیشن پر استقبال بھی ہوگیا !

جن غیر معمولی حالات میں یہ دعوت قبول کی گئی تھی ' ویسا ہی ایک غیر معمولی حادثہ بھی پیش آتے آتے رہ گیا - لندن کے لیبر اخبارات کی اطلاعات اگر صحیح تسلیم کرلی جائیں ' تو معلوم ہوتا ہے عین سفر کے وقت ایک سخت جھگڑا پیدا ہونے والا تھا - عام طور پر قاعدہ ہے کہ جب کسی ملک کا بادشاہ سفر کرتا ہے ' تو کم از کم وزیر اعظم ضرور ساتھ ہوتا ہے - حکومت برطانیہ مصر کی موجودہ وزارت کو پسند نہیں کرتی کیونکہ اُس نے قوم پروروں کا ساتھ دیا ہے - **اِس لیے** کوشش کی گئی کہ وزیراعظم سلطان کے ساتھ سفر نہ کریں - **لیکن** جب یہ خبر مشہور ہوئی ' تو رائے عامہ میں سخت اضطراب پیدا ہوگیا - بالآخر یہی طے ہوا کہ وزیر اعظم ضرور ساتھ جائیں - چنانچہ وہ بھی سلطان کے ساتھ آئے ہیں - معلوم ہوا ہے کہ مصری پارلیمنٹ نے مصارف سفر کے لیے بیس ہزار پاونڈ کی منظوری دیدی ہے -

فواد اول سلطان مصر

مصر اور انگلستان ' دونوں ملکوں میں سوال کیا جارہا ہے کہ شاہ مصر کی سیاحت کا مقصد کیا ہے ؟ شاہ جارج نے کیوں اُنہیں دعوت دی ؟ کیوں اُنہوں نے منظور کرلی ؟ سرکاری جواب تو دونوں جگہ یہ دیا جاتا ہے کہ سیاحت محض "سیاحت" ہے - سیاست سے اسے کوئی تعلق نہیں - لیکن یہاں کے جو حلقے اندرونی حالت پر نظر رکھتے ہیں ' وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس طرح کی سیاحتیں بعض اہم سیاسی مقاصد سے خالی نہیں ہوا کرتیں -

اِدھر کئی سال سے برطانیہ دیکھ رہا ہے کہ مصر سے اُس کے موجودہ تعلقات برقرار نہیں رہ سکتے - مصری قوم میں سیاسی بیداری پیدا ہوگئی ہے - وہ غیر مساویانہ علائق برداشت نہیں کر سکتی - اب اسے خوشنما الفاظ سے نہیں بہلایا جاسکتا - مصنوعی آزادی اسے مطمئن نہیں کرسکتی - لہذا طوعاً و کرہاً اسے یہ حقیقت تسلیم کرلینی پڑتی ہے کہ "تبدیلی کے بغیر چارہ نہیں" جیسا کہ سنہ ۲۰ میں لارڈ ملنر نے اعتراف کیا تھا -

مصر بھی دیکھتا ہے کہ اُس میں انگلستان سے جنگ کرنے کی قوت نہیں - برطانی عداوت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی - انگریز نہر سویز کسی حال میں بھی چھوڑ نہیں سکتے - لہذا اسی میں بہتری ہے کہ انگریزوں سے ایسے تعلقات پیدا ہوجائیں جو ہر طرح دوستانہ ہوں ' مگر ساتھ ہی جن سے مصر کی خودمختاری کو کوئی نمایاں گزند بھی نہ پہنچے -

ایسے تعلقات کی بنیاد کیا ہوسکتی ہے ؟ مصر اور انگلستان دونوں ملکوں کے ذمہ دار حلقوں کا خیال ہے کہ یہ بنیاد ایک نئے حلف نامہ سے رکھی جا سکتی ہے - دونوں ملک باہم ایک حلف نامہ ترتیب دیکر ایک دوسرے کو مطمئن کردیں - برطانیا مصر کی کامل آزادی تسلیم کرلے اور اندرونی مداخلت سے باز آجائے - مصر برطانیا کو نہر سویز کی طرف سے پورا یقین دلادے کہ ہمیشہ برطانیا کے لیے محفوظ رہیگی اور اس کے خلاف کبھی اُس کا قدم نہیں اُٹھیگا -

(بندروں کي پرورش گاہ)

جسطرح ایک مالي درختوں میں قلم لگاتا ھے ' اسي طرح علم نے جراح کے نشتر کے ذریعہ علم الحیات میں عظیم الشان معجزے پیدا کر دیے ھیں - انکے سمجھنے کیلئے ڈاکٹر وورونوف کي تحقیقات کا مطالعہ انکے آغاز عمل سے کرنا چاھئے - یعني اس روز سے مطالعہ کرنا چاھیے ' جس روز سے انھوں نے بندر کے غدود کي قلم آدمي میں لگا کے ' بوڑھوں کو جوان بنانا شروع کر دیا ھے -

ایسے لوگ بہت ھي کم ھیں جنھوں نے گریمالڈي کے قلعہ میں ڈاکٹر وورونوف کے بندروں کي قیام گاہ اچھي طرح دیکھي بھالي ھو - یہ مقام آدھے فرانسیسي اور آدھے اطالوي سرحد کے اندر واقع ھے - البتہ اسکا دروازہ فرانس ھي میں ھے -

یہ قلعہ نسبتاً جدید طرز کي ایک عمارت ھے ' مگر اسکے پہلو میں اسلامي حکومت کي ایک قدیم یادگار بھي موجود ھے - یہ ایک برج ھے جو دس صدیوں سے زیادہ پرانا ھے ' اور شاید اُس اعادۂ شباب کا نشان ھے جو اُسکے سایہ میں پرورش پا رھا ھے - یہ قیام گاہ بجاے خود دنیا میں ایک نمونۂ بہشت ھے - ھرے بھرے نباتات ' لہلہاتے سبزہ زار ' صاف اور خوشگوار ھوا ' اسپر نیلگوں بحر متوسط کا دلفریب منظر ! یہ مقام ملکہ وکٹوریا کو اسقدر پسند تھا کہ وہ یہاں ایک پتھر کے بنچ پر بیٹھکر دیر تک سمندر کو دیکھا کرتي تھیں - آج ھملوگ اُسي بنچ پر بیٹھکر ڈاکٹر وورو نوف سے اُنکے انکشافات پر گفتگو کرتے رھے !

" ڈاکٹر وورو نوف - تمھارے والد کا کیا حال ھے ؟ " میں نے ایک دن پوچھا -

ڈاکٹر وورو نوف نے جواب دیا - " میں انکے بارے میں متردد ھوں - اُنھیں بہت سخت زکام ھوگیا ھے - تم جانتے ھو انکي عمر سو برس کے قریب ھے "

(نورا)

اسکے بعد میں نے " نورا " کے بارے میں دریافت کیا .. جواب ملا کہ وہ مرگئي -

دنیا اس " نورا " سے ناواقف ھے - " نورا " ایک بندریا تھي مگر انسانوں سے زیادہ انسانیت رکھتي تھي - وہ بلا کي ذھین تھي - ڈاکٹر وورو نوف اُسے اسلیے عزیز رکھتے تھے کہ وہ بہت دلیري اور خوشي سے ھر طرح کے عمل جراحي کیلیے مستعد ھوجاتي تھي - وہ شاید نسل انساني کے مفاد کیلیے اپني قرباني کي ضرورت محسوس کرتي تھي !

" نورا " نے ایک حسین خاتون کي زندگي میں بڑا اضافہ کردیا ھے - اب وہ اپني عمر سے کہیں زیادہ کمسن ھوگئي ھے - اس کے بعد نورا میں بھي دوسري کمسن بندریا کے غدود کا پیوند لگا دیا گیا تھا ' اور وہ پھر سے جوان ھوگئي تھي - لیکن افسوس ھے کہ کچھہ دنوں کے بعد وضع حمل کرتے ھوے مرگئي ' اور موجودہ دنیا کے ایک سب سے بڑے طاقتور عالم کو داغ مفارقت دے گئي !

(اسوقت تک کي عملي کامیابي)

ھر شخص یہ جاننا چاھتا ھے کہ ڈاکٹر وورو نوف نے ابتک کتنے کامیاب تجربے کیے ھیں ؟ اور بندر کے غدود کا قلم لگا کر کتنے بوڑھوں کو جوان بنا دیا ھے ؟ اس کا جواب اُنھي کي زباني حسب ذیل ھے -

" میں ایک ھزار سے زیادہ قلم لگانے کا عمل کر چکا ھوں - اس تعداد میں بلاشبہ طبیب بھي شامل ھیں - آپ سمجھ سکتے ھیں کہ یہ لوگ بغیر اس عمل کو سمجھے ھوے ھرگز عمل جراحي کے لیے راضي نہ ھوتے "

" غدود کے قلم لگانے کے نتیجے سے صرف وھي لوگ انکار کرسکتے ھیں جو بغیر سمجھے بوجھے ھر بات سے انکار کردینے کے عادي ھیں - ان کا یہ طرز عمل علم کے اصول کے قطعاً خلاف ھے "

" آپ پر یہ بات بھي واضح ھوني چاھیے کہ اگر مجھے میرے ھزاروں تجربوں سے کامیاب اور صحیح نتیجہ حاصل نہ ھوتا ' تو میں ساري دنیا میں قوي اور تندرست بندرونکي اس درجہ تلاش نہ کراتا اور اس صرف کثیر کے ساتھہ بندروں کي یہ قیام گاہ نہ بناتا جس کا وسیع کارخانہ آپ دیکھہ رھے ھیں "

" میں امید کرتا ھوں کہ عنقریب بحر متوسط کے ساحلوں پر بندروں کي بے شمار قیام گاھیں تعمیر ھوجائیں گي - یہ مقام ان کي نشو و نما کے لیے خاص طور پر مناسب ھے - یہ جانور بھي نسل انساني کے لیے اسي طرح کارآمد ھے جس طرح بیل یا بھیڑ "

" میں نے قلعہ گریمالڈي میں بندروں کي قیام گاہ اس لیے بنائي کہ غیر ملکي بندر اس آب و ھوا کے عادي ھوجائیں - یہ گویا ان کي مرکزي قیام گاہ ھوگي جہاں سے دوسرے مرکزوں میں بھیجے جائیں گے - اس وقت ھمارے پاس ایک علحدہ اور منتخب جانور خانہ بھي ھے جس میں بندروں کي خاص طور پر پرورش اور دیکھہ بھال کي جاتي ھے - سرد راتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اُنھیں مصنوعي گرمي پہنچائي جاتي ھے اور اس وقت تک قایم رکھي جاتي ھے جب تک اس میں تدریجي کمي کرکے بندروں کو یہاں کي آب و ھوا کا عادي نہیں کر دیا جاتا "

" مختصر یہ کہ میرا مقصد اس جانور کو بھي اسي طرح پالتو اور مانوس بنا لینا ھے - جس طرح انسان نے رفتہ رفتہ گھوڑے ' بھیڑ ' اور بکریوں کو بنا لیا ھے "

(عارضہ سرطان کي تحقیقات)

" في الحال دنیا میں بندروں کي تعداد بہت زیادہ نہیں ھے - بندروں کو نا موافق آب و ھوا سے اور مناسب غذا کي کمي سے سخت جنگ کرني پڑتي ھے - میں نے افریقہ کے جنگلوں میں دیکھا ھے کہ جس طرح انسان قحط سالي میں موت کا شکار ھو جاتے ھیں ' اسي طرح ایک ایک دن میں ھزاروں بندر بھي غذا نہ ملنے سے مر جاتے ھیں -

" دنیا میں سب سے زیادہ تعداد اُن جانوروں کي ھے ' جنھیں انسان کے ذریعہ غذا ملتي ھے - بندروں کي جان بچانے کیلیے بھي یہي طریقہ اختیار کرنا چاھیے - انھیں بھي موقع دینا چاھیے کہ انسان کے تہذیب و تمدن سے مستفید ھوں اور بھوکے نہ مریں - اگر ایسا ھوا تو وہ عجائب خانوں کي محض زینت ھونے کي جگہ نوع انساني کو عظیم الشان فوائد پہنچائینگے "

" بندروں کي ساخت اور طبیعت انسان سے بہت کچھہ ملتي جلتي ھے - علم تشریح کے نقطۂ نظر سے تو بندر انسان کا بہت ھي قریبي رشتہ دار ھے - علم طب نے جانوروں پر تجربے کر کے بہت ترقي کي ' مگر افسوس ھے کہ یہ تمام تجربے اُن جانوروں پر کیے گئے جو انساني ساخت و طبیعت سے بہت دور ھیں "

" سرطان کي تحقیقات سفید چوھوں اور سوروں پر کي جا رھي ھے - میرے خیال میں یہ تحقیقات کبھي مکمل اور مفید نہیں ھو سکتي جب تک کہ اعلی قسم کے بندروں پر تجربے نہ کیے جائیں "

زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا اور سخت تکلیفیں اٹھا رہا تھا - فیلپ نے اسے اِس حالت میں دیکھا تو رو دیا - ایک دن اُسے خیال ہوا - اب اس مجنون کے مصائب کا خاتمه هو جانا چاهئے - چنانچه وہ اسکے پاس گیا اور روتے هوے کہا :

" میرے عزیز بھائي ' مجھے تمھاري ذات پر پورا بھروسه هے - تم ایک عقلمند ' دیانت دار' اور بردبار آدمي هو - میري مدد کرو - آؤ ' هم دونوں ملکر ان پاگلوں کي خدمت کریں اور اُنھیں اِس موذي مرض سے عمر بھر کے لئے نجات دلادیں - تمام ملک میں تمھاري نیکي اور دانشمندي کے چرچے هو رہے هیں - کہو تم طیار هو ؟ "

سچي محبت کی یه دلنواز صدا سنتے هي اچانک مجنون کا دماغ صحیح هوگیا - ڈاکٹر کے الفاظ نے اُس پر جادو کا اثر کر دکھایا - فیلپ نے اسکي بیڑیاں فوراً کٹوادیں ' اور وہ زندگي بھر اسکے ساتھه وفاداري اور سلامت روي کے ساتھه کام کرتا رہا "

اِس قسم کے اور بھي بہت سے علاج اُس نے کئے تھے - عقلي امراض کے دور کرنے کے لئے بہت سے نئے طریقے ایجاد کیے - فیلپ درحقیقت اِس فن کا امام هے - ابتک اِس راہ میں اُسي کي پیروي کي جا رهي هے -

اگر غور کیجیے تو اس مختصر سے واقعه میں اقوام مشرق کیلیے کیسي عظیم عبرت و موعظت پوشیدہ هے ؟ ایک قومیں وہ هیں جو اپنے اُن مشاهیر کي یاد بھي نہیں بھلا سکتیں' جنھوں نے اُنکے پاگلوں کیلیے زندگي اور تندرستي کي راہ نکالي تھي - ایک هم هیں که اپنے اُن مصلحوں اور پیشواؤں کي بھي عزت کرنے کیلیے آمادہ نہیں جو صرف پاگلوں کي زندگي هي کیلیے نہیں بلکه تمام ذي هوش افراد قوم کي زندگي و سعادت کے لیے قربانیاں کر رهے هیں !

کسي آبادي میں مریضان جنون کي تعداد زیادہ سے زیادہ اِتني هوسکتي هے که هر دس هزار میں ایک انسان مجنون تصور کرلیا جاے - اس اعتبار سے کہنا چاهئے که ڈاکٹر فلپ پینیل نے ایک لاکھه انسانوں میں سے دس انسانوں کي خدمت کي ' مگر فرانس اسے فراموش نه کر سکا - لیکن مشرق میں تو ایسے جاں نثاران قوم موجود هیں جو لاکھه میں سے دس کے لیے نہیں بلکه پورے لاکھه کے لیے زندگي اور سعادت کے دروازے کھولنا چاهتے هیں ' مگر لوگوں کا کیا حال هے ؟ یه حال هے که گردن موڑ کر اُنھیں دیکھنے کے لیے بھي طیار نہیں !

فرانس نے صرف یہي ایک صد ساله یاد گار نہیں منائي هے - یورپ میں اب عام دستور هوگیا هے که تمام مشاهیر قوم کي یادگاریں هر پچیس' پچاس' اور سو سال کے بعد منائي جاتي هیں - غالباً اس قسم کي صد ساله یاد گار سب سے پہلے سنه ۱۸۸۷ ع میں منائي گئي تھي جب که " والٹیر " کي وفات پر سو سال گزرے تھے - اُسي موقعه پر ویکٹر هیوگو نے وہ تاریخي تقریر کي تھي جو دنیا کے موجودہ عالم ادب کي اول درجه کي چیزوں میں سے تسلیم کي جاتي هے -

(اسموئیل کرومپٹن کي صد ساله برسي)

لیکن جب فرانس عقلي امراض کے سب سے بڑے ڈاکٹر کي صد ساله برسي منا رہا تھا ' تو انگلستان بھي تذکار مشاهیر کي مشغولیت سے فارغ نه تھا - فرانس ذهن و جذبات کا گھر هے اور انگلستان عملیات و صنائع کا - یه فرق اس معامله میں بھي نمایاں تھا - فرانس عقلي امراض کے سب سے بڑے طبیب کي برسي منا رہا تھا ' تو انگلستان انساني ضروریات کے سب سے بڑے صناع کي یاد میں مشغول تھا !

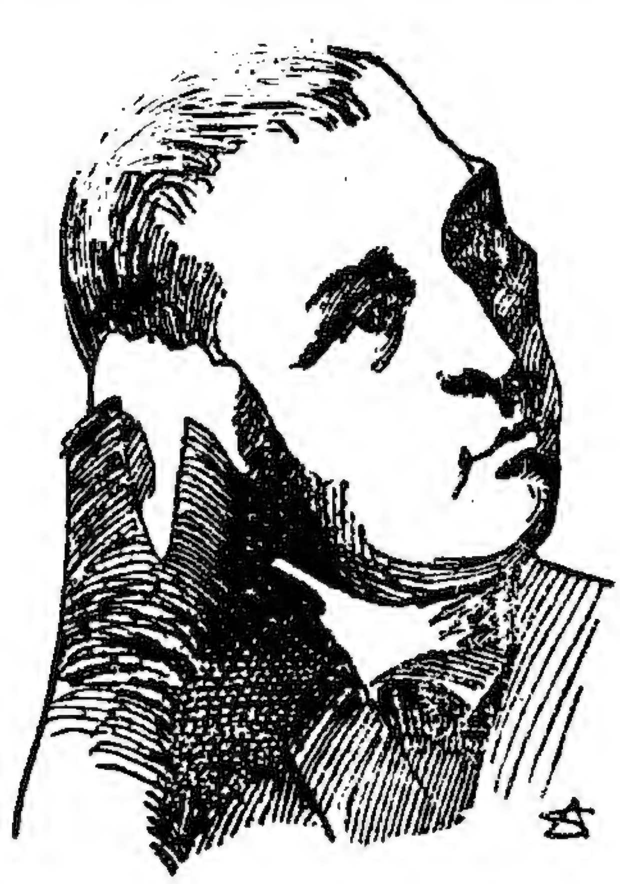

یه صناع اسموئیل کرومپٹن هے جس نے سب سے پہلے سوت کاتنے کي ایسي مشین ایجاد کي تھي جس کي وجه سے کپڑا بننے کي صنعت دست انساني کي احتیاج سے بے نیاز هوگئي - اور کپڑے کي ساخت کا سب سے بڑا اقتصادي انقلاب ظہور میں آ گیا -

میں جس وقت پیرس کے نیم سرکاري اخبار طان میں اس برسي کي روداد پڑہ رہا تھا ' تو میرا ذهن بے اختیار هندوستان کي اُس عظیم شخصیت کي طرف منتقل هوگیا جو دنیا کو " کرومپٹن " کي جگه اُس غیر معلوم مگر بلا نزاع " عظیم الشان انسان " کي طرف متوجه کرنا چاهتي هے ' جس نے اب سے هزاروں برس پہلے هاتھه سے چلانے کا سہل اور سادہ چرخا ایجاد کیا تھا - میں نے اپنے دل میں کہا " افکار و اصول کے یه کیسے دو مختلف نقطے هیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں نمودار هوگئے هیں ؟ انیسویں صدي کے مغرب کا کرومپٹن ' اور بیسویں صدي کے مشرق کا گاندھي ! " معامله اتنا عظیم هے که مجھے رائے زني کي جرأت سے احتراز کرنا چاهیے - اس قسم کے اختلافات کا همیشه حال نے نہیں بلکه مستقبل نے فیصله کیا هے - کرومپٹن پر ایک صدي گزر چکي هے - گاندھي پر کم از کم ایک چوتھائي صدي گزر جانے دو !

صد ساله برسي کا یه عظیم اجتماع برلٹن میں هوا تھا - اس موقعه پر سوت کاتنے کے چرخوں اور مشینوں کي نمائش بھي کي گئي تھي - تمام قدیم ترین آلات حتی که چار هزار برس پہلے کے مصري چرخے بھي جمع کیسے گئے تھے - اس سے مقصود یه تھا که یه بات واضح کر کے دکھلا دي جاے که اسموئیل کرومپٹن سے پہلے سوت کاتنے کے آلات نے کہاں تک ترقي کي تھي ' اور اُن کے مقابله میں موجد کي ایجاد نے کیسي حیرت انگیز مشین ایجاد کردي ؟ سر ٹامس فلنکر نے جو برلٹن کے میر هیں ' نمائش کا افتتاح کیا - اُنھوں نے موجد کي تاریخ بیان کرتے هوئے کہا :

" همیں اِس پاک دل اور بے ریا دیہاتي کي اولوالعزمي کے سامنے جھک جانا چاهیے جس نے دنیا کو ایسي عجیب ایجاد بغیر کسي ذاتي طمع یا نفع کے بلا معاوضه دیدي ' اور خود اپنے بال بچوں کے ساتھه نہایت غربت کي زندگي بسر کرتا رہا "

برلٹن کے سب سے بڑے میدان میں موجد کا اسٹیچو کھڑا هے اور اپنے خط و خال سے اُس کي اولوالعزمي ' ثابت قدمي ' اور فراخ

خیال کیا جاتا ہے کہ اِس شاهي سیاحت کے اثناء میں بے ضابطه طور پر اسي " حلف نامه " پر تبادلهٔ خیال هوگا - یه نہیں کہا جاسکتا که ایسي معاهدة جس میں ایک طرف مسلم گھمنڈ اور دوسري طرف بے سروسامان قومیت ہے' حقیقت و صداقت کے ساتھه وجود میں آ بھي سکتي ہے یا نہیں ؟

انگلستان کا پریس جس زور و شور سے سلطان فواد کي پذیرائي کر رہا ہے ' اور آج کے سرکاري اهتمامات بھي جس درجه کے کیے گئے تھے ' وہ یقیناً غیر معمولي هیں - یہاں کے تمام مشرقي اور مشرق دوست حلقے محسوس کررہے هیں که اس کي تہه میں کوئي خاص چیز کام کر رهي ہے -

انگلستان کے رهي سرکاري اور نیم سرکاري اخبارات جو کل تک مصر کے خلاف بڑے زور و شور سے خامه فرسائي کر رہے تھے' اب سلطان مصر کي تعریفوں کے پل باندھ رہے هیں - سلطان کے اعزاز و تکریم کا جذبه یہاں تک بڑھگیا ہے که اب اُن کي " مشرقیت " بھي مغرب کے اس صدر مقام پر شاق گزر رهي ہے - کوشش کي جارهي ہے که انہیں " مغربي " بنا دیا جائے - ڈیلي نیوز کے مقاله نگار خارجیه کو پہلي مرتبه اس حقیقت کا انکشاف هوا ہے که سلطان فواد محمد علي خدیو اول کے خاندان سے هیں' اور محمد علي یوروپین ترکي کا باشنده تھا - ایشیائي ترکي کا نه تھا - وہ لکھتا ہے :

" اس موقعه پر هم یه حقیقت فراموش نہیں کرسکتے که همارا مہمان عزیز اگرچه اس اعتبار سے همارا مہمان ہے که وہ باهر سے انگلستان میں آیا ہے ' لیکن اس اعتبار سے اُسے مہمان نہیں کہه سکتے که وہ مغرب میں مشرق کا مہمان ہے - وہ مشرق کا نہیں بلکه خود مغرب کا ایک فرمانروا ہے جیسے اتفاقات نے مشرق کے ایک تاج و تخت کا مالک بنادیا ہے - همارے قارئین میں سے هر شخص تاریخ مصر کي اس ابتدائي حقیقت سے با خبر هوگا که وهاں کے حکمراں خاندان کا مورث اعلی محمد علي اعظم تھا جو البانیا کے ایک قصبه قواله کا باشنده تھا ' اور البانیا یورپ هي کا ایک ٹکڑا ہے - مشرق اور ایشیا میں نہیں ہے - في الحقیقت سلطان فواد کي شخصیت میں آج هم لوگ یوروپین نژاد فرمانروا کي پذیرائي کر رہے هیں ! "

محمد علی کے خاندان کي مغربیت سو برس تک انگلستان کو یاد نه آئي ' لیکن اب اچانک اس کا انکشاف هوگیا ہے !

آپ کے دوست انریبل مسٹر پٹیل یہاں سے واپس روانه هوگئے جہاں تک میں اندازہ کر سکا هوں ' کہه سکتا هوں که ایک خاص معیار عمل کے اندر رهکر ' انہوں نے یہاں کے سرکاري حلقوں پر اچھا اثر ڈالا ہے - لیجس لیٹو اسمبلي کي ریاست کے ساتھه کانگرسي هونے کي روایات ملحوظ رکھنا ' اور کھدر کي دھوتي اور ٹوپي بھي سنبھالے رکھنا ' آسان نه تھا ' لیکن اُنھوں نے کسي نه کسي طرح بات بنائے رکھي - یہاں کے هندوستاني حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے که غالباً آینده کمیشن میں هندوستاني ممبر کي جگه اُنھي کو دي جائیگي -

اس هفته میں آپ کے اس ارشاد کي تعمیل نه کر سکا که جو کچھه لکھوں هندوستان کے متعلق لکھوں - آینده ڈاک سے اس کا سلسله شروع کروں گا - مجھے امید ہے ' سلطان فواد اور مصر کا معامله بھي آپ کے صفحات کے لیے غیر ضروري اور غیر دلچسپ نه هوگا -

* * *

مکتوب فرانس

(الهلال کے مقاله نگار پیرس کے قلم سے)

فیلپ پینیل کي صد ساله برسي

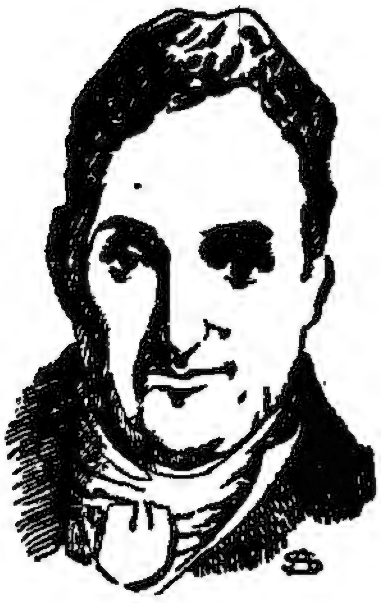

اس موسم کا ایک شاندار واقعه یه تھا که فرانس میں بڑے دھوم دھام سے فیلپ پینیل کي صد ساله برسي منائي گئي -

فیلپ پینیل سنه ۱۷۴۵ - میں پیدا هوا ' اور سنه ۱۸۲۶ - میں فوت هوا - یه عقلي امراض کا سب سے بڑا طبیب تسلیم کیا گیا ہے - اِس سے پہلے پاگلوں کو بہت تکلیف دیجاتي تھي - زنجیروں میں باندھ دیا جاتا تھا - غلیظ مکانوں میں رکھا جاتا تھا - بدترین غذا کھلائي جاتي تھي - چوپایوں سے بھي بدتر سلوک کیا جاتا تھا - اِس طبیب نے اِس برتاؤ کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کي ' اور پاگلوں پر رحم اور شفقت کرنے کا عام جذبه پیدا کردیا - پہلے جنون لا علاج مرض سمجھا جاتا تھا - اسي نے سب سے پہلے بتایا که لا علاج نہیں ہے -

فرانس کے مشہور پاگل خانه " بیسیٹر " کے اعلی افسر ڈاکٹر روبینو فیچ نے فیلپ کي برسي پر ایک مضمون لکھا ہے اور اخبار " ماتاں " کے افتتاحي کالموں میں شایع هوا ہے - مضمون نگار لکھتا ہے :

" فیلپ اِسي پاگل خانه میں معالج تھا جس میں اِس وقت میں خدمت کر رہا هوں - فیلپ کا درجه خواص کي نظر میں " مسیح جدید " کا درجه ہے - اِسنے عقلي بیماروں کے علاج میں رحم اور شفقت کو عام کیا - اِسنے ظلم اور سختي کے خلاف اُس وقت صدا بلند کي جب پورے فرانس میں هولناک بھیڑ لي هوئي تھي ' اور هر طرف خون بہه رہا تھا !

" بیسیٹر پاگل خانه سے فیلپ کا تعلق ستمبر سنه ۱۷۹۳ - میں هوا - اُسوقت یہاں پچاس پاگل موجود تھے - یه زنجیروں میں بندھے رہتے تھے - ان میں سب سے زیاده مشہور اور تاریخي پلنل شاهي باڈي گارڈ کا ایک پرانا سپاهي تھا - یه نہایت هي قوي هیکل تھا اور غیر معمولي جسماني قوت رکھتا تھا - شراب کي عادت پڑگئي اور همیشه مدهوش رهنے لگا - نتیجه یه نکلا که دماغ خراب هوگیا - فوج سے نکال دیا گیا - جوش جنون میں اُسے یه سوجھا که مدں فرانس کا سپه سالار اعظم هوں - جو کوئي یه بات تسلیم نه کرتا ' اُسے بري طرح مارنے لگتا - آخر پاگل خانه بھیج دیا گیا - یہاں وہ دس برس سے

" بنابریں مصري حکومت نے فیصله کیا ہے که فوج اور سرحدوں کا موجوده نظام بر قرار رہے ' لیکن ساتهه هي مصري وزیر جنگ کے اختیارات کو کوئي ٹهیس بهي نه لگے - وہ بدستور مصري پارلیمنٹ کے سامنے جوابده رهیگا "

" اِس طریقه پر ' جو مصلحت اور نظام کے هر طرح مطابق هے ' مصري حکومت نے اِس مشکل کا معقول حل ڈهونڈه نکالا هے - حکومت کو پورا یقین هے که ابتک جو دوستانه رویه برطانیا نے گفت و شنید میں اختیار کر رکها هے ' وہ برابر قایم رهے گا اور اُن تمام اسباب کو دفع کر سکے گا جو موجوده مشکل اور دوسري مشکلات کا موجب هیں "

اِس بیان سے صاف معلوم هوتا هے که برطانیا کے ابتدائي مطالبات مصري سیادت و حکمراني کے منافي تهے ' اس لیے مصري حکومت نے اُنهیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تها - پهر اُنمیں کچهه ترمیم و تبدیلي هوئي ' اور ایسي شکل میں پیش کیے گئے جو مصري حکومت کي نظر میں ایک حد تک لائق قبول تهے ' لہذا اُسنے تسلیم کر لیا اور جهگڑا ختم هو گیا -

(حج براہ مصر)

اِس سال موسم حج کي کامیابي کا اندازہ اُس سرکاري رپورٹ سے کیا جا سکتا هے جو صرف آٹهه روز کي هے - اِس سے معلوم هوتا هے که ۲۲ - مئي سے ۳۰ - مئي تک سوئز کي بندر گاہ سے سفر کرنے والے حاجیوں کي تعداد حسب ذیل تهي :

۱۵۰۷ مصري ۲۰۲ ترک ۸۸ جزائري ۹۸ تیونسي
۷۷ مراکش ۱۲۶ طرابلسي ۱ روسي ۲ روماني ۱۴۷ ایراني
۱۴ عربي ۲۷ سروین ۵۲ افغاني ۲۳ افریقي ۱۷ اسپیني
۵۹۸ فلسطیني ۲۶ سنگالي ۴۳۲ شامي ۱۵۷ هندوستاني
۲۴ جاوي ۱۷۱ عراقي - یعني کل ۳۷۸۵ حاجي تهے -

جون کے پہلے هفته کي رپورٹ سے ظاهر هوتا هے که :

۳۱۵ منگولي ۲۶۲ ترک ۲۷۶ جزائري ۱۲۰۵ تیونسي
۲۰۲ مراکشي ۳۰۷ طرابلسي ۲ روسي ۵۸۲ ایراني ۱۸۱۹ شامي
۵ سروین ۲ بلغاري ۵۸۱ عراقي ۱۹ نیجریائي ۴۳ حجازي -
یعني کل ۶۶۷۰ حاجیوں نے سوئز کي راہ سے سفر کیا -

مجموعي تعداد تقریباً ساڑهے دس هزار هوئي - صرف دو هفته کے اندر اِتنے حاجیوں کا نہر سویز سے گزرنا اِس سال کے موسم حج کي شاندار کامیابي کا ایک بین ثبوت هے -

---

مکتوب شام

(الهـــلال کے مقاله نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

اپنے پچهلے مکتوب میں شام کي مضطرب سیاسي حالت پر روشني ڈال چکا هوں - آج بهي وهي حالت هے جو اُس وقت تهي - نه تو کوئي تبدیلي هوئي هے - نه کسي قریبي تبدیلي کے آثار نظر آتے هیں - البته ایک اهم واقعه ضرور پیش آیا هے اور تمام ملک کي دلچسپي کا مرکز بن گیا هے -

ایک مدت سے شام کا فرانسیسي هائي کمشنر موسیو پونسو شام سے غائب تها اور پیرس میں مقیم تها - بیان کیا گیا تها که وہ شام کے آئنده نظام حکومت پر مرکزي حکومت سے گفت و شنید کر رها هے - اُس کي طویل غیر حاضري نے ظاهر بینوں کو طرح طرح کي امیدوں میں مبتلا کر دیا تها - لوگ کہتے تهے - هائي کمشنر کي پیرس میں موجودگي ضرور نتیجه خیز ثابت هوگي - یہي وجه هے که اِن سب کو واپسي کا بڑي بے چیني سے انتظار تها -

لیکن اب انتظار کي مدت ختم هو گئي - هائي کمشنر واپس آ گیا هے - لیکن امیدوں کے یه تمام خوش آئند خواب اس وقت تک تعبیر سے محروم هیں - اس وقت تک هائي کمشنر نے نه تو کوئي اعلان کیا هے ' نه بظاهر آثار نظر آتے هیں - مگر طرح طرح کي افواهیں ضرور پهیل رهي هیں -

مجهے با خبر حلقوں سے جو کچهه معلوم هوا هے ' یه هے که پیرس میں هائي کمشنر اور شامي وفد کے مابین بہت سي ملاقاتیں هوئیں اور عرصه تک بحث و مذاکره جاري رها - شامي وفد نے نرم سے نرم شرطیں پیش کي تهیں - لیکن هائي کمشنر نے صرف چند منظور کر لیں - باقي تمام رد کر دیں - مثلاً وفد کا مطالبه تها که تمام سیاسي مجرموں کو عام معافي دیدي جاے - مگر حکومت نے سیاسي قائدین کو معافي دینے سے انکار کر دیا - وفد نے پورے ملک کو ایک هي نظام حکومت کے ماتحت رکهنے کا مطالبه کیا تها - لیکن حکومت نے اِسے صرف اِس صورت میں منظور کرنا گوارا کیا که نظام حکومت ریاست هاے متحده کا نظام هو - یعنے چهوٹے چهوٹے صوبے الگ الگ قائم رهیں اور اپني جگه خود مختار هوں - مگر انهیں کسي مرکزي نظم میں متحد کر دیا جاے - اِس سے مقصود یه هے که ملک میں وحدت جنس و قوم پیدا نه هو سکے - ایک قوم بہت سے ٹکڑوں میں منقسم هو کر اپني وطني قوت ضائع کر دے -

اصل یه هے که همیشه اجنبي اقتدار ملک کي قومي وحدت کا مخالف هوتا هے - وہ هر طرح کي صورت حال گوارا کر لے سکتا هے لیکن یه بات گوارا نهیں کر سکتا که ملک میں قومي وحدت کي روح پیدا هو جاے - شام میں یه روح پہلے سے موجود هے - زبان ' وطن ' رسم و رواج ' اور اجتماعي خصوصیات نے تمام شامیوں کو ایک رشته میں منسلک کر دیا هے - لیکن فرانس چاهتا هے ' انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دے - وہ ایک رشتۂ قومیت قائم نه رکهه سکیں - بهر حال دیکهئے - فرانس کا آینده طرز عمل اس بارے میں کیا هوتا هے ؟

شام و عراق کي سرحدوں پر قبائل عرب کي خانه جنگي مدتوں سے جاري هے - اب دونوں ملکوں کي حکومتیں اسکا قطعي سدباب کر دینا چاهتي هیں - چنانچه حال میں طرفین کے دستخط سے عربي ' انگریزي ' اور فرانسیسي زبانوں میں ایک اعلان هوائي جهاز کے ذریعه ' سرحدي قبائل میں تقسیم کیا گیا هے - اسکا ترجمه حسب ذیل هے :

شام و عراق کي سرحدوں پر بسنے والے قبائل کو آگاہ کیا جاتا هے که شام اور عراق ' دونوں ملکوں کي حکومتوں نے متفق هو کر طے کر لیا هے که تمهاري آپس کي خانه جنگي ' کشت و خون ' اور چوري و قزاقي قطعاً نا جائز اور ممنوع هے - نیز هتیار بند هو کر سرحد کے اُس پار جانا بهي ممنوع هے - آئنده جو کوئي اِس طرح کي کوئي بات کریگا ' اُسے نهایت سخت سزا دیجائیگي "

دلي ثابت كر رها هے - انگلستان کے تمام سوت کے کارخانوں میں اس کي تصویریں آویزاں هیں اور بڑي عزت و احترام کي نظروں سے دیکھي جاتي هیں -

یه صناع سنه ۱۷۵۳ ع میں پیدا هوا اور سنه ۱۸۲۷ ع میں انتقال کر گیا -

(عثماني شهزاده کي وفات)

اس هفته کا ایک افسوس ناک واقعه پرنس برهان الدین کي وفات هے جو سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کے سب سے چھوٹے لڑکے تھے -

آپ کو معلوم هے که سنه ۱۹۰۸ ع میں جب دوسرے انقلاب دستور کے بعد سلطان موصوف معزول کردیے گئے ' تو حسب معمول ان کے خاندان سے کوئي تعرض نهیں کیا گیا تھا - سلطاني خاندان کے دوسرے شهزادوں کي طرح اُن کي بھي تنخواهیں مقرر کردي گئي تھیں - سنه ۱۹۱۹ ع میں جب سلطان عبدالحمید کا انتقال هوگیا ' تو اُن کے لڑکوں نے سلطان کي ذاتي جائداد اور اموال و متاع کے ورثه کا دعوی کیا - سلطان عبدالحمید کي ذاتي جائداد کا فیصله اس قدر مشکل تھا ' جتنا شاید هي دنیا کے کسي فرمانروا کي جائداد کا هوا هو - ترکي میں جو کچھه تھا سب اُنهي کا تھا ' اور اُن کا جو کچھه تھا ' اس میں سے کچھه بھي اُن کا نه تھا - بهر حال ایک کمیشن کا تقرر هوا ' اور اُس نے دعوے کي سماعت کے بعد فیصله کر دیا - اس فیصله میں دعوے کا بهت قلیل حصه تسلیم کیا گیا تھا - اکثر مطالبات رد هوگئے تھے - سلطان کي اولاد اس فیصله پر راضي نه هوئي ' لیکن چونکه اس کے بعد هي جنگ نے انقلاب انگیز صورت اختیار کرلي تھي ؛ اس لیے مزید کار روائي کا موقعه نه تھا -

جنگ کے بعد جب دوباره امن و امان کا وقت آیا ' تو قومي مجلس نے جمهوري حکومت کا اعلان کر دیا ' اور پھر کچھه عرصه بعد خاندان سلطاني کے تمام افراد جلا وطن کر دیے گئے - ان میں سلطان عبدالحمید کا خاندان بھي تھا - اس خاندان کے بعض افراد بیروت چلے گئے - بعض نے یورپ کي راه لي - انهي میں پرنس برهان الدین بھي تھے - انهوں نے جلا وطني کے بعد ترکي حکومت پر سلطان عبدالحمید کے ورثه کا از سر نو دعوی کیا تھا - انهیں پوري اُمید تھي که اس میں کامیاب هونگے - یه زیاده تر سوئٹزر لینڈ میں بعض ترک امراء کے ساتھه رها کرتے تھے - خود ان کي مالي حالت عثماني خاندان کے دوسرے ارکان سے بهتر نه تھي - پچھلے مهینے پیرس آئے تاکه ترکي سفیر سے ملاقات کریں - شهر کے ایک سب سے ادنی درجه کے هوٹل میں ٹھهرے جو انکي مفلسانه حالت کا لازمي نتیجه تھا - وهیں اچانک بیمار پڑے اور انتقال کر گئے -

دنیا کے انقلابات صرف تاریخ هي میں نهیں ڈھونڈھنے چاهئیں - خود همارا عهد بھي اپني تاریخ مرتب کر رها هے - زار ' قیصر ' اور عبدالحمید ' موجوده صدي کے سب سے بڑے شخصي اور مستبد فرمانروا تھے - اُن کے جاه و جلال اور سطوت و جبروت کے هیبت انگیز واقعات دیکھنے والے هزاروں لاکھوں کي تعداد میں ابھي زنده موجود هیں - لیکن انقلاب کي ایک هي گردش نے انهیں کتني بلندي سے کتني پستي تک پهنچا دیا ؟ آج ان میں سے ایک کا لڑکا پیرس کے سب سے زیاده ادني هوٹل میں دم توڑ چکا هے ' اور اُس کے سرهانے ایک آنکھه بھي ایسي موجود نهیں جو اُس پر آنسو بها رهي هو - و تلک الایام نداولها بین الناس !

مکتوب مصر

(الهلال کے مقاله نگار مقیم قاهره کے قلم سے)

(انگریزي مصري نزاع)

پچھلے هفتے انگریزي مصري نزاع پر گفتگو کرتے هوے وه بنیادیں بتا چکا هوں جو مصري حکومت نے تصفیه کے لیے پیش کي تھیں - آج ایک هفته گزرنے کے بعد بھي دنیا کي معلومات اِس جھگڑے کے متعلق آگے نه بڑھسکیں ' کیونکه تمام گفتگو پردهٔ راز میں هے - طرفین کي پارلیمنٹوں میں مطالبه کیا گیا که گفت و شنید شایع کردي جائے ' مگر دونوں حکومتوں نے ایک هي جواب دیا - یعني ابھي تک فریق ثاني نے اسکي اشاعت کي اجازت نهیں دي هے - اس سے صاف ظاهر هوتا هے که دونوں اسے شائع کرنا سردست مناسب نهیں سمجھتیں -

اس صورت حال نے دونوں ملکوں میں سخت انتشار پیدا کردیا هے - برطاني اخبارات دعوی کر رهے هیں که مصر دب گیا اور انگریزي مطالبات منظور کرلیے - مصري اخبارات مدعي هیں که برطانیا سختي سے باز آگیا ' اسلیے مصر نے بھي مصالحت کے لیے آمادگي ظاهر کردي - مگر کیونکر ؟ کهانتک ؟ اسکا کوئي جواب نهیں ملتا !

لیکن یهه یقیني هے که تصفیه هوگیا هے - باقي رها یه سوال که کس کي ضد پوري هوي ؟ تو اس بارے میں کوئي قطعي بات نهیں کهي جا سکتي - البته عبد الخالق ثروت پاشا مصري وزیر اعظم کي ایک تصریح ضرور موجود هے - یه تصریح انهوں نے مصري پارلیمنٹ میں کي هے - اگرچه یه بھي مبهم هے ' تاهم معامله پر کچھه نه کچھه روشني ضرور ڈالتي هے - اُنهوں نے کها :

" یهه بات سخت افسوسناک هے که پچھلے دنوں مصري اور برطانوي حکومتوں میں غلط فهمي پیدا هوگئي تھي - اس غلط فهمي نے برطانیا کو آماده کیا که اپنے هائي کمشنر کے ذریعه مصري حکومت کے پاس ایک نوٹ بھیجے - اس نوٹ میں مصري فوج اور محکمهٔ سرحد کے متعلق چند مطالبے درج تھے - ساتھه هي یه بھي درج تھا که برطانیا متمني هے که نزاع دوستانه طور پر ختم کردي جاے - مصري حکومت نے برطانوي نوٹ پر اچھي طرح غور و خوض کرنے کے بعد فیصله کیا که اسکے مطالبے اپني مجموعي هیئت میں مصري حکمراني ' مصري پارلیمنٹ کے حقوق ' اور ملک کے قانون اساسي کو نقصان پهنچانے والے هیں "

" چونکه ایسے معاملات میں حکومت کو اپني مرضي سے فیصله کرنے کا اختیار نهیں - قانون کي رو سے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے پر مجبور هے - لهذا اُسنے بغیر کسي تامل کے کهدیا که یه مطالبات انکي مجموعي هیئت میں منظور نهیں کئے جا سکتے "

" مگر چونکه مصري حکومت هر غلط فهمي کے دور کرنے کے لیے مستعد رهتي هے ' اس لیے اُسنے معامله کو ایک اور طریقه پر سلجھا دینا چاها جس کا اُسے قانوناً اختیار تھا اور جو مصر کے بنیادي حقوق کے منافي نهیں هے - چنانچه اُسنے فوج کے مسئله میں غور و بحث کے بعد طے کیا که برطانیا کے کون کون مطالبے قابل قبول هیں اور کون نا قابل قبول ؟ جو امور فوج کیلیے مفید تھے ' یا جنسے کوئي مضرت پیدا نهیں هوتي تھي ' اُنهیں اُسنے بطور خود منظور کرلیا "

سیر فی الارض

أولم يسيروا في الأرض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم؟

(۳۰-۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح کے تاثرات

ٹیونس اور البانیہ

ٹیونس

اگر الجزائر فرانس کا محکوم ہے تو ٹیونس بھی فرانس کے جولانِ حکومت سے پامال ہو چکا ہے۔ جو فرانسیسی یہاں ہیں وہی فرانسیسی وہاں بھی ہیں۔ محکومی اور ماتحتی، موت کی طرح سخت اور وحشت رفتار ہے۔ ایک خفیہ زہر ہے۔ دوسرا علانیہ ہے۔ لہذا کچھ عجیب نہیں اگر دونوں ملکوں کی زندگی باہم مشابہ ہو۔ بلکہ پہلی نظر میں تو دونوں کی زندگی ایک ہی طرح کی معلوم بھی ہوتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں باوجود اس گہری مشابہت کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک بیماری سو برس کی پرانی ہے، دوسرے کی ۴۰ برس سے بھی کم کی ہے۔ ٹیونس میں جدید زندگی کے مبادیات موجود ہیں، اور امیدوں کے لئے بھی ویسی مایوسیاں نہیں ہیں جیسی الجزائر اور مراکش میں محسوس ہوتی ہیں۔

ٹیونس کی بیداری ٹیونسی قوم کی سعی و ہمت کا نتیجہ ہے۔ شمالی افریقہ میں ظلم کی یکسانیت سے مظلومیت کی حالت یکساں نہیں ہو جا سکتی تھی۔ مراکش، الجزائر، ٹیونس، ریف، ان تمام مقامات میں یورپین استعمار یکساں قوت و خصائل کے ساتھ نمودار ہوا، لیکن ان تمام مختلف مقامات کی جماعتی حالت و استعداد یکساں نہ تھی۔

ٹیونس کی بیداری کے اور بھی متعدد اسباب ہیں۔ بعض قوی ہیں، بعض ضعیف ہیں۔ بعض اچھے ہیں، بعض بُرے ہیں۔ بعض نفع نافع کے حکم میں داخل ہیں۔ بعض سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ کبھی بُرائی سے بھی بھلائی پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی زہر سے بھی شفا حاصل ہوتی ہے۔ جب خدا کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ہر چیز اُس کی خدمتگزار ہو جاتی ہے۔ ہر راہ اُسے منزلِ مقصود کی طرف پہونچاتی ہے۔ لیکن جب کسی قوم کی تباہی کے دن آجاتے ہیں تو ہر چیز اُسے نقصان پہنچاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹیونس پر خدا کی مہر و عنایت ہے۔ اسی لئے اُس کے سامنے بھلائی اور ترقی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

ٹیونس میں مدرسے ہیں اور قوم میں علم و نور پھیلا رہے ہیں۔ ٹیونس میں عربی اخبارات ہیں، اور اگرچہ بہت پست اور بے لطف ہیں، لیکن بہر حال ملک کی بیداری کا سرچشمہ ہیں۔ ٹیونس میں ایک کرسی بھی ہے، جسے "تخت شاہی" کہتے ہیں۔ اُس پر ایک ٹیونسی مورت بھی رکھی رہتی ہے، جسے بادشاہ یا وہاں کی اصطلاح میں "بائی" کہتے ہیں۔ اُس کے سر پر ایک غلاف بھی چڑھا ہے۔ اُسے "تاج" کہکر پکارتے ہیں۔ "بائی" کی عیش و عشرت بالکل ویسی ہی ہے جیسی مشرقی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ابن الوقت اس کے محل کا اُسی طرح طواف کرتے ہیں جس طرح مومن کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اُس کے دروازوں اور چوکھٹوں کو چومتے ہیں اور اجر و ثواب کی اُمیدیں رکھتے ہیں!

ٹیونس میں نوجوان بھی ہیں۔ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں کھل جائیں اور "زندگی" کا جلوہ دیکھ لیں۔ ٹیونس میں ترقی کا جذبہ بھی موجود ہے۔ اگر محکومی کی بندشیں ذرا بھی ڈھیلی ہو جائیں تو قریب ہے کہ خوب پھلے اور پھولے۔ مگر موجودہ قید و بند بھی اُسے روک نہیں سکتی۔ یہ جذبہ، سنگ چقماق کی طبیعت رکھتا ہے۔ جتنا رگڑا جاتا ہے، اُتنا ہی چمکتا اور مشتعل ہوتا ہے!

ٹیونس کی بیداری کا ایک سبب، اجنبی تسلط و جبر بھی ہے۔ ٹیونس خواب خرگوش میں پڑا سو رہا تھا۔ اجنبی توپوں نے گرج کر اُسے بیدار کر دیا اور اس طرح بیدار کیا کہ پھر اُس کی آنکھیں بند نہ ہوئیں۔ اجنبی تسلط ذی استعداد قوموں کے لئے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے، اور نالائق قوموں کے لئے پیامِ ہلاکت!

ٹیونس کی بیداری میں تقلید و جمود اور قدامت پرستی کے عناصر کو بھی بڑا دخل ہے۔ ٹھیک اُسی طرح، جس طرح یہ عناصر مصر کی موجودہ بیداری کا ایک سبب بن گئے ہیں۔

اس دنیا میں شر محض کا وجود نہیں۔ تقلید و جمود اور قدامت پرستی میں کتنا ہی بڑا شر کیوں نہ ہو، لیکن اسمیں نفع بھی موجود ہے۔ کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ اپنا ماضی بالکل بھلا دے۔ ماضی اور قدیم کا صالح جوہر ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہیے، ورنہ قوم اپنی قومیت کی اساسی روح سے محروم ہو جائے گی۔ یہ قدامت پرست طبقہ اپنے اندر ماضی اور قدیم کی نقش محفوظ رکھتا اور قوم کو اُس کے اصلی خط و خال دکھلاتا رہتا ہے۔ یہ طبقہ کتنا ہی مضر ہو مگر اس سے یہ فائدہ ضرور ہے کہ ماضی اور قدیم کی یاد فراموش ہونے نہیں پاتی، اور تغیر طلب قوتوں کی بے اعتدالیاں اعتدال کی حالت پیدا کرلیتی ہیں۔

اے مسلمین! اس مخلوق پر رحم کھاؤ، جس کا نام "قدامت پرستی" ہے۔ یہ تمھاری نظروں میں ایک پرانی نقش ہی کیوں نہ ہو مگر یہ تمھارے ہی ماضی کی نقش! اس کی حفاظت کرو۔ اسے نابود کرنے میں جلدی نہ کرو۔ اگر یہ نابود ہوگئی، تو قدامت کی نقش کے ساتھ قدامت کی روح بھی نابود ہو جائے گی!

احمد زوغو کی مملکت "البانیہ"

البانیہ میں سفر بہت تکلیف دہ ہے۔ سمندر سے سفر کی صورت یہ ہے کہ یوگوسلاوی جہاز ہر ہفتہ یونان جاتے ہوئے البانی ساحل پر بھی رکتے ہیں۔ یہی راستہ میں نے اختیار کیا۔ یوگوسلاوی بندرگاہ راگیز سے سوار ہوا اور البانی ساحل دورآزو میں اتر پڑا۔

میرے ساتھی مسافر ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ جہاز کا کپتان کرواتی نسل کا مقدونی تھا۔ رات کو وہ ہمارے ساتھ دیر تک باتیں کیا کرتا۔ ایک دن مجھے ایک گوشے میں لیجا کر کہنے لگا:

"دیکھو! البانیہ قریب آگیا۔ ہر چیز دیکھنا مگر زبان کسی وقت بھی نہ کھولنا۔ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا۔ البانی پولیس تمھیں زیادہ تنگ نہیں کرے گی۔ لیکن بالکل ممکن ہے کہ اندھیری رات میں دو گولیاں ہوا میں اُڑتی آئیں اور تمھارا سینہ توڑ کر پار نکل جائیں۔ تمھارا کام تمام ہو جائے گا مگر قیامت تک پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گولیاں کہاں سے آئی تھیں؟"

ہمارا جہاز پہلے قطارو میں رکا۔ پھر خوبصورت خلیج انتیغاری میں ٹھہرا۔ صبح ۶ بجے ہم بندرگاہ دورازو کے سامنے تھے۔ یہاں سے سخت تکلیف دہ سفر کے بعد بالآخر ٹیرانا پہنچ گئے، جو البانیہ کا پائے تخت ہے۔

یہ شہر ترکی قصبات کا منظر پیش کرتا ہے۔ تنگ گھومی ہوئی سڑکیں، اُن پر چھوٹی چھوٹی دکانیں، دکانوں میں دکاندار اپنے کاموں میں ٹھیک اسی طریقہ پر مشغول جیسے صدیوں پہلے اُنکے آبا و اجداد تھے۔ کہیں ترکی ٹوپیاں بن رہی ہیں۔ کہیں لکڑی کا سامان طیار ہو رہا ہے۔ کہیں تانبے کے ظروف بنائے جا رہے ہیں۔ کہیں کمہار بیٹھا اپنا آنواں گھما رہا ہے۔ ساتھ ہی ترکاری والے بھی دکان لگائے بیٹھے ہیں۔ حجام استرے رگڑ رہے ہیں، موچی جوتے گانٹھ رہے ہیں۔ پھر ان سب کا وہ شور و ہنگامہ کہ کان پڑے آواز سنائی نہیں دیتی۔ تاہم پورے اطمینان سے کہا جا سکتا ہے کہ شہر کے قدرتی مناظر نہایت دلفریب ہیں۔ مساجد کے میناروں نے فضا میں بلند ہو کر منظر اور بھی زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے!

شہر کے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اسمیں ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی ہے اور سینما کی عمارت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ وہ دراصل ملک کی پارلیمنٹ ہے۔

پارلیمنٹ کے پچھواڑے فوجی بارکیں ہیں۔ حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں اور شہر کی شب و روز نگرانی کرتی ہیں۔

میں نے اپنا اسباب شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں رکھا۔ اس ہوٹل کا نام "بین الاقوامی" ہوٹل ہے۔ لیکن وہ ترکی ہے اور اُس کی ہر چیز بھی ترکی ہے۔ ہوٹل، میدان کے سامنے ہے۔ میدان میں موٹر کاروں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ تمام موٹریں بہت پرانی اور جنگ عظیم کی میراث ہیں۔

عورتیں صاف پانی بھرنے کے لئے چشموں پر جوق جوق جاتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ اُن کے جسم کا کوئی حصہ نظر آجائے۔ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی، حتی کہ منہ بھی چھپائے ہوئیں۔ صرف ایک طرف کی آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ آہو کی آنکھ، غضب کی

مطبوعات جدیدہ

علم الآثار مصر

(روح کے متعلق قدیم مصریوں کا عقیدہ)

مصر کی قدیم تہذیب دنیائے قدیم کی تاریخ کا ایک نہایت اہم باب ہے - اگر یہ باب الگ کر دیا جاے تو نوع انسانی کی عقلی ترقیات کی ایک نہایت اہم کڑی مفقود ہو جائیگی -

اب سے سو برس پہلے مصر کے اہرام اور حیرت انگیز آثار دنیا کیلیے معما تھے - آج وہ معما نہیں ہیں، مدرسہ کا کام دے رہے ہیں - قدیم مصری خط " ہیرو گلیفی " پڑھ لیا گیا ہے - قدیم مصری زبان کے ضخیم لغت طیار ہوگئے ہیں - قدیم مصری تحریریں دستیاب ہوگئی ہیں - اور ان سب کے مجموعے سے علوم اثریہ کا ایک مرتب ذخیرہ مدون ہو گیا ہے جسے مصریات (اجپٹیا لوجیا) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور روز بروز اسکی وسعت بڑھتی جاتی ہے - حال میں ڈاکٹر احمد بک کمال مرحوم کی بے نظیر کتاب آثار مصر پر شائع ہوی ہے - یہ قاہرہ کے دار الآثار کے ناظر تھے - انہوں نے تمام عمر اثریات مصر کی تحقیقات میں بسر کر دی - یہ کتاب اس موضوع پر علمی دنیا کی آخرین تحقیقات پیش کرتی ہے - ہم چاہتے ہیں وقتاً فوقتاً اسکے بعض اہم مباحث الہلال میں شائع کرتے رہیں -

(بقاء روح کا مصری اعتقاد)

" قدیم مصری تمدن کے سب سے زیادہ عجیب آثار جو ہم تک پہنچے ہیں، انکے مقبرے اور انکی ممی کی ہوی نعشیں ہیں - اہرام بھی دراصل اسی غرض سے بنائے گئے تھے کہ مقبرہ کا کام دیں - اس سے انکے مذہبی عقائد پر جو موت، بعد الموت، اور روح کے خلود و ابدیت سے تعلق رکھتے تھے، غیر معمولی روشنی پڑتی ہے -

(مقبروں کی تاسیس)

قدیم مصر میں مقبروں کا آغاز اس طرح ہوا کہ پہلے مردے کو زمین کھود کر تنگ گڑھے میں گاڑ دیتے تھے - نعش لٹانے کا بھی رواج نہ تھا - سر سینہ پر جھکا دیا جاتا تھا اور اکڑوں بٹھا کر زمین برابر کر دیتے تھے - اسکے بعد قبر یاد رکھنے کیلیے زمین اونچی کرنے لگے - قبر پر مٹی کا ڈھیر لگا دیا جاتا تھا - پھر مردے کو اوپر کی مٹی سے بچانے کے لیے قبر کے اندر چھت بنانے لگے - پھر چھت کے گرد مٹی کی دیواریں بنادینے کا رواج پڑا - اس کے بعد تابوت کا خیال پیدا ہوا، اور پتھر کے تابوتوں میں مردے رکھے جانے لگے - پھر قبر کو بیرونی صدموں سے بچانے کیلیے اس پر عمارتیں بنانے لگے - انہی عمارتوں نے ترقی کرتے کرتے اہرام کا عظیم و مہیب درجہ، حاصل کر لیا - اس وقت بھی دریاے نیل کے مصب اور فیوم کے مابین تقریباً سو ہرم موجود ہیں، اگرچہ انمیں سے اکثر منہدم ہو جانے کے قریب ہیں -

اب یہ بات محقق ہوگئی ہے کہ مصر کے اہرام در حقیقت مقبرے ہی تھے - قدیم مورخین کا یہ خیال، بالکل بے بنیاد ہے کہ یہ قلعے ہیں، یا طوفان سے بچنے کے لیے بنائے گئے تھے، یا ان میں خزانے مدفون ہیں - قدیم مصری زبان میں اہرام کے نام ہی سے ان کا مقصد اور موضوع معلوم ہو جاتا ہے - مثلاً " مسکن ابدی " " مقام کمال " " مکان خلود " " مقر روح " وغیرہ -

مقبروں کے باب میں یہ تدریجی ترقی کیوں ہوئی؟ اس لیے کہ روح کی ابدیت کا اعتقاد بھی مصریوں میں بہ تدریج ترقی پذیر ہوا تھا - جس زمانہ میں وہ روح کی بقاء کے قائل نہ تھے، قبروں کے معاملہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے - پھر جوں جوں یہ عقیدہ بڑھتا گیا، مقبروں کی اہمیت بھی بڑھتی گئی - مقبروں کو اس عقیدہ سے کیا تعلق ہے؟ بہت قریبی تعلق ہے - مصریوں کا یہ عقیدہ اس شکل میں تھا کہ جب تک جسم محفوظ رہتا ہے، روح بھی قائم رہتی ہے - کیونکہ جسم سے علحدہ روح کا وجود نہیں ہوسکتا - اس عقیدہ کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وہ مردے کا جسم زیادہ سے زیادہ مدت تک محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے تھے - اتنے مستحکم مقبرے بنانا، اور لاشوں کو ممی کرنا، اسی غرض سے تھا -

(زندگی کا مصری تخیل)

یہ عقیدہ کیونکر موجود ہوا؟ مصریوں کا خیال تھا کہ زندگی ایک آدمی سے دوسرے آدمی میں ناک اور منھہ کی راہ منتقل ہوتی ہے - اور یہ کہ انسانی جسم کے بعض اعضاء زندگی کی حفاظت کرتے ہیں، مگر صرف اسی حالت میں جب کہ خود ان کی بھی حفاظت کی جائے - چنانچہ ہاتھہ کی نبض زندگی کی محافظ ہے، اس لیے ہاتھہ میں چوڑی پہنکر نبض کی حفاظت کی جاتی تھی - گردن کو بھی ایسا ہی عضو سمجھتے تھے اور اس کی حفاظت کے لیے ہار پہنتے تھے - کان کے لیے بالیاں، سینہ کے لیے چاندی سونے کی لوحیں، بازو کے لیے بازو بند، اسی لیے ان میں رائج ہوگئے - بہت ممکن ہے کہ دنیا میں زیور کا استعمال اسی عقیدہ سے شروع ہوا ہو -

(موت)

ان کا اعتقاد تھا کہ زندگی ہمیشہ رہتی ہے - لیکن نیند کی حالت میں اور کبھی کبھی غشی کی حالت میں آدمی سے جدا ہو جاتی ہے - وہ کہتے تھے جب جسم بگڑ جاتا ہے تو زندگی کا علاقہ بھی اس سے ہمیشہ کے لیے منقطع ہو جاتا ہے - اسی خیال سے نعش کی حفاظت کا خیال پیدا ہوا - اور بالآخر ممی کرنے کا طریقہ رائج ہو گیا - یہ طریقہ اتنا عجیب، اتنا صحیح، اور اتنا بے خطا تھا، کہ چار چار ہزار برس گزر جانے پر بھی آج اصلی حالت میں ان کی نعشیں موجود ہیں! "

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو
یاد رکھیے
کہ
آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما
(گائڈ بک)
کی ضرورت ہے
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں،
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کر دے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی
جا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر
ضرورت پیش آتی ہے
ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین
THE DUNLOP
GUIDE
TO GREAT BRITAIN
کا دوسرا ایڈیشن ہے
ہندوستان
کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے
بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے کئی شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جا سکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۱۰ روپیہ
" جلد پنجم
البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۵ روپیہ (منیجر الہلال)

اگر آپکو
دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی
شکایت ہو، تو تامل نہ کیجیے۔ اپنے
سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین
HIMROD
کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجیے

کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دنیا میں بہترین فاؤنٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت
یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں
ہو سکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی
زندگی بھر کام دے سکتا ہے
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری
بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم
دنیا میں کوئی نہیں
کم از کم تجربہ کیجیے
یاد رکھیے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو
آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہیے!

آنکھ! ایک دن میں نے چند عورتوں کی تصویر اتارنا چاہی۔ اُن کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اُنھوں نے مجھے گھورتے دیکھا کر دھمکانا اور مغلظ گالیاں دینا شروع کر دیا!

رات کو شہر میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے۔ پوری آبادی معلوم ہوتا ہے، باہر نکل آئی۔ امراء، سکون و وقار سے چلتے ہیں۔ ہر ایک کے آگے پیچھے حبشی خواجہ سرا تلواریں لئے ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنی جگہ پر البانیہ کا بادشاہ معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت عورتیں بھی چہل قدمی کرتی نظر آتی ہیں۔ بڑی بڑی سیاہ چادریں اوڑھے ہوتی ہیں۔ اُنکی سب سے زیادہ مرغوب خارجی آرائش یہ ہے کہ رات کو بھی چھتریاں لگائے رہیں!

پورا ملک مسلح ہے۔ ایک آدمی بھی نہتا دکھائی نہیں دیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف امن امان قائم ہے۔ ہر کوئی اپنی جان کو ڈرتا ہے، اور کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔ میں تیرانا میں دو ہفتے رہا مگر میں نے ایک دن بھی بازاروں میں جھگڑا فساد نہیں دیکھا۔

البانیہ کے باشندے عموماً بڑے دیانت دار ہوتے ہیں۔ چوری کی کبھی کوئی واردات نہیں سنی جاتی۔ مکانوں کے دروازے عموماً شب و روز کھلے رہتے ہیں۔ قفل لگانے کا رواج تقریباً مفقود ہے۔ ایک اجنبی کے لئے یہاں کے بازاروں میں خرید و فروخت بہت مشکل ہے۔ تمام یورپ اور امریکہ کے طلائی، نقرئی، اور نکل کے سکے چلتے ہیں۔ آدمی جب تک ان تمام سکوں سے واقف نہ ہو جو بے شمار قسم کے ہیں، لین دین نہیں کر سکتا۔ مگر تم بے کھٹکے بازار میں جا سکتے ہو۔ جو چاہو خریدو۔ دکاندار جو سکے بھی دے، بے گنے لے لو۔ ناممکن ہے تمھیں کبھی دھوکہ دیا جائے۔ ایک دن میں نے بوٹ خریدے۔ دکاندار نے میرے نوٹ کی ریزگاری دے دی۔ اسمیں ترکی، امریکن، اور مصری و سردینی سکے ملے جلے تھے۔ میں نے رقم بغیر گنے جیب میں رکھ لی اور روانہ ہوگیا۔ ابھی ۵۰ ساٹھ قدم ہی چلا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی۔ مڑ کے دیکھا تو تین چار آدمی بے تحاشا دوڑتے چلے آ رہے ہیں۔ چلاتے ہیں۔ ہاتھ ہلاتے ہیں۔ میں رک گیا۔ کیا دیکھتا ہوں جوتے والا لڑکا ہانپ رہا ہے:

"جناب!" اُسنے ندامت سے آنکھیں نیچی کر کے کہا "مجھ سے سخت قصور ہوا۔ میں بڑا ہی بیوقوف ہوں۔ بازار میں بیٹھنے کے لائق نہیں۔ آپ کو کم رقم دی ہے۔ یہ لیجئے آپکے دام ہیں۔ معاف کیجئے!"

لیکن پرامن البانیہ کے سر پر اب جنگ کا بھوت چڑھ رہا ہے۔ تیرانا اس وقت فوج سے لبریز ہے۔ شب و روز جنگی قواعد اور جنگی مظاہرے ہو رہے ہیں۔ تمام فوجی بارکیں سپاہیوں سے پر ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر مسجدیں بھی سپاہیوں کے لئے خالی کر دی گئی ہیں۔

"مگر یہ جنگی طیاریاں کیوں ہیں؟" "یوگوسلاویا کی طرف سے اندیشہ ہے" یہ جواب دیا جاتا ہے۔ مگر یہ پوری حقیقت نہیں ہے۔ پوری حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ احمد زوغو کو اپنی شخصیت بڑھانے کی فکر ہے۔ ٹرکی کے مصطفیٰ کمال، اٹلی کے موسولینی، اسپین کے پرائمو ڈی ریویرا کی طرح احمد زوغو بھی البانیہ کا مطلق العنان ڈکٹیٹر ہے مگر وہ اس منصب پر قانع نہیں۔ وہ البانیہ کا نپولین بننا چاہتا ہے۔ تاج شاہی کے لئے اُس کا سر مضطرب ہے۔ وہ چاہتا ہے، تلوار کی نوک سے ایک طلائی تاج اٹھائے اور اپنے سر پر رکھ لے!

احمد زوغو کا خاص باڈی گارڈ بہت ہی خوفناک ہے۔ تین ہزار زبردست سپاہی اُس کی شب و روز حفاظت کرتے ہیں۔ اُسکے محل کے سامنے ایک مکان میں اُس کی ماں رہتی ہے۔ روزانہ ایک

مو ملاقات کو جاتا ہے۔ مگر اس طرح جاتا ہے کہ دونوں دروازوں کے سامنے سپاہی صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ برہنہ شمشیروں کی چھاؤں میں پیدل ۵۰ قدم کی مسافت طے کرتا ہوا

(علامہ عبدالرزاق)

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

۲

آپکی حسرت اور اصحاب کی وفاداری!

فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپنے اپنے ساتھی جمع کئے اور اور خطبہ دیا:

"خدا کی حمد و ستائش کرتا ہوں، رنج و راحت ہر حال میں اُس کا شکر گزار ہوں۔ الٰہی! تیرا شکر کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا۔ دین میں سمجھ بخشی؛ اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز کیا۔ اما بعد۔ لوگو! میں نہیں جانتا آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر بھی لوگ موجود ہیں، یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد اور غمگسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں۔ اے لوگو، تم سب کو اللہ میری طرف سے جزاء خیر دے! میں سمجھتا ہوں کل میرا ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے۔ میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑ لو تاریکی میں ادہر اُدہر چلے جاؤ۔ میں خوشی سے تمھیں رخصت کرتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں میری جان لے کر تم سے غافل ہو جائیں گے"

یہ سنکر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے۔ جعفر عباس نے کہا "یہ کیوں؟ کیا اس لئے کہ ہم آپکے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے!"

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا "اے اولاد عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں نے تمھیں اجازت دی" وہ کہنے لگے "لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہینگے کہ ہم اپنے شیخ، سردار، اور عمزادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے۔ ہم نے اُن کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار لگائی۔ نہیں واللہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم تو آپ پر اپنی جان، مال، آل و اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپکے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ جو آپ پر گزرے گی وہی ہم پر بھی گزرے گی۔ آپکے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے!"

آپکے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا:

"کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپکا حق ادا نہیں کر سکے ہیں۔ واللہ نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنا نیزہ ان دشمنوں کے سینے میں توڑوں گا۔ جب تک قبضہ ہاتھ میں رہیگا، تلوار چلاتا رہوں گا۔ نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے!"

سعد بن عبداللہ الحنفی نے کہا "واللہ ہم آپ کو اُس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اڑا دی جائے گی۔ اور ایک مرتبہ نہیں، ۷۰ مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا۔ پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ آپکی حمایت میں فنا ہو جاؤں"

زہیر بن القین نے کہا "بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپکی اور آپکے اہل بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں!" (ابن جریر، کامل، شرح نہج البلاغہ وغیرہا)

حضرت زینب کی بے چینی اور آپکا وصیۂ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں، میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا۔ اُس وقت خیمے میں ابوذر غفاری کے غلام جوّی تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا دہر اف لک من خلیل ⁂ کم لک بالاشراق والاصیل!
اے زمانہ! تیرا برا ہو، تو کیسا بیوفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں
من صاحب او طالب قتیل   والدہر لا یقنع بالبدیل!
کتنے مارے جاتے ہیں؟ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا، کچھ بھی عوض قبول نہیں کرتا۔
وانما الامر الی الجلیل   وکل حی سالک السبیل!
اور سارا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے!

تین چار مرتبہ آپنے یہی شعر دہرائے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ مگر میں نے آنسو روک لئے۔ میں سمجھ گیا مصیبت ٹلنے والی نہیں۔ میری پھوپھی نے یہ شعر سنے تو وہ بے قابو ہو گئیں۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں۔

حضرت امام نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا "اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس شیطان کی بے صبریاں حلم و ایمان و استقامت پر غالب آ جائیں" انھوں نے روتے ہوئے کہا:

"کیونکر اس حالت پر صبر کیا جا سکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں؟" آپنے کہا "مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے"۔ اسپر ان کی بیقراریاں اور زیادہ بڑھ گئیں اور شدتِ غم سے بے حال ہو گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپنے ایک طولانی تقریر صبر و استقامت پر فرمائی۔ آپنے کہا "بہن! خدا سے ڈر، خدا کی تعزیت سے تسلی حاصل کر۔ موت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے۔ آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو؟ دیکھ، ہمارے لئے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اُسوۂ حسنہ ہے، یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے؟ یہ ہمیں ہر حال میں صبر و ثبات اور توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہیے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں" (الیعقوبی و ابن جریر)

پوری رات عبادت و تلاوت میں گزاری

پوری رات آپنے اور آپکے ساتھیوں نے نماز، استغفار اور دعا و تضرع میں گزاری۔ راوی کہتا ہے دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہے۔ حضرت حسین بلند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے "ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثماً و لھم عذاب مھین۔ ماکان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب[۱]"۔ دشمن کے ایک سوار نے یہ آیت سنی تو چلا کر کہنے لگا "قسم رب کعبہ کی، ہم ہی طیب ہیں، اور تم سے الگ کر دیئے گئے ہیں!"

عشرہ کی صبح

جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا۔ حضرت حسین نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں۔ اُن کے ساتھ صرف ۳۲ سوار، ۴۰ پیدل، کل ۷۲ آدمی تھے۔ میمنہ پر زہیر بن القین کو مقرر کیا۔ میسرہ، حبیب بن مظاہر کے سپرد کیا۔ علم اپنے بھائی عباس بن علی کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اُس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا گیا تھا اور آگ جلا دی تھی تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

شمر کی یاوہ گوئی

فوج سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا نکلا۔ آپ کے لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلایا "اے حسین! قیامت سے پہلے ہی تو نے آگ قبول کر لی؟" حضرت نے جواب دیا "اے چرواہے کے لڑکے! تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے!" مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا "مجھے اجازت دیجئے اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں۔ کیونکہ بالکل زد پر ہے" حضرت نے منع کیا۔ "نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" (ایضاً)

دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے!

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپنے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے "الٰہی! ہر مصیبت میں تو ہی میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہو گیا، تدبیر نے جواب دے دیا، دوست نے بیوفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں، مگر میں نے صرف تجھ سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے!" (شرح نہج البلاغہ)

دشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آگیا تو آپنے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا، اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

"لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کرنے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو، اور تم اسے قبول کر سکو، اور میرے ساتھ انصاف کرو، تو یہ تمھارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آ جاؤگے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کر دو، تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔ تم اور تمھارے سارے ساتھی ایکا کر لو، مجھ پر ٹوٹ پڑو اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکوکاروں کا حامی ہے"

آپ کی اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تاثر سے بے اختیار ہو گئیں اور خیمے سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپنے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا تاکہ انھیں خاموش کرائیں۔ اور کہا "ابھی اُنھیں بہت رونا باقی ہے" پھر بے اختیار پکار اُٹھے "خدا عباس کی عمر دراز کرے" یعنی حضرت عبد اللہ ابن عباس کی۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپکی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں عبد اللہ ابن عباس نے عورتوں کو ساتھ لیجانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپنے اسپر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جزع و فزع دیکھا تو عبد اللہ بن عباس کی بات یاد آ گئی۔ پھر آپنے ازسرِ نو تقریر شروع کی:

"لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو کیا تمھارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمھارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اُس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے "سیدا شباب اہل الجنۃ"؟ (جنت میں نوجوانوں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے، اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتلاؤ، کیا تمھیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟ اگر تم میری بات یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو۔ جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھو۔ ابو سعید خدری سے پوچھو۔ سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو۔ زید بن ارقم سے پوچھو، انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمھیں بتائیں گے کہ اُنھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمھیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمھارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں! کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟"

کوفہ والوں کا جواب

آپنے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپنے بڑے بڑے کوفیوں کو نام لے لے کر پکارنا شروع کیا "اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن الاشعث! اے یزید بن الحارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ میوے پک گئے، زمین سرسبز ہو گئی، نہریں ابل پڑیں، آپ اگر آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے۔ جلد آیئے" اسپر اُن لوگوں کی زبانیں کھلیں، اور انھوں نے کہا "ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا" آپ چلا اُٹھے "سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے واللہ تم ہی نے لکھا تھا!" اس کے بعد آپنے پھر پکار کر کہا: "اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں"

ذلت منظور نہیں

یہ سنکر قیس بن الاشعث نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالہ کر دیں؟ وہ وہی برتاؤ کرینگے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو اُن سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا"

آپنے جواب دیا "تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اے شخص کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں؟ نہیں، واللہ، میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی اُن کے حوالے نہیں کروں گا" (ابن جریر)

یہ کہہ کر آپنے اونٹنی بٹھا دی۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسکی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپکی طرف حرکت شروع کر دی ہے۔

زہیر کا کوفہ والوں سے خطاب

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچے اور چلا کر "اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی سے ڈرو! ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو، اُس وقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں، ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں۔ تم ہماری نصیحت اور خیر خواہی کے ہر طرح حقدار ہو۔ لیکن تلوار کے درمیان آتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائیگی اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہو جائیں گے۔ دیکھو خدا نے ہمارا اور تمھارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم تمھیں اہل بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو، ان حاکموں سے کبھی تمھیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوگی۔ یہ تمھاری آنکھیں پھوڑیں گے، تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، تمھارے چہرے بگاڑ دینگے، تمھیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے، اور نیکوکاروں کو چن چن کر قتل کرینگے۔ بلکہ وہ تو کب کا کر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن عدی، ہانی بن عروہ وغیرہ کے واقعات اتنے پرانے نہیں ہوئے ہیں کہ تمھیں یاد نہ رہے ہوں"

کوفیوں نے یہ تقریر سنی تو زہیر کو برا بھلا کہنے لگے اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے۔ "بخدا ہم اُس وقت تک نہیں ٹلیں گے جبتک حسین اور اُن کے ساتھیوں کو قتل نہ کر لیں یا انھیں امیر کے روبرو حاضر نہ کر دیں" یہ اُن کا جواب تھا۔

زہیر نے جواب دیا "خیر، اگر فاطمہ کا بیٹا سمیہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمھاری حمایت و نصرت کا مستحق ہے تو کم از کم اولاد رسول کا اتنا پاس تو کرو کہ اُسے قتل نہ کرو۔ اسے اُس کے عم زاد یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کر لیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم حسین کا خون بہاؤ" (ابن جریر و شرح نہج البلاغہ)

حر بن یزید کی موافقت

عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حر بن یزید نے کہا "خدا آپ کو سنوارے: کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کرینگے؟" ابن سعد نے جواب دیا "ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹ کٹ کے اور ہاتھ، شانوں سے اُڑ جائیں گے" حر نے کہا "کیا اُن تین شرطوں

---

[۱] دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری ڈھیل اُن کے لئے بھلائی ہے۔ ہم صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ اُن کا جرم اور زیادہ ہو جائے۔ خدا مومنین کو اسی حال میں چھوڑ رکھنے والا نہیں ہے۔ وہ پاک کو ناپاک سے الگ کرکے رہیگا۔

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو
دُنیا میں کُتب فروشی کا عظیم مرکز ہی
اور
جسے ملکِ معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں پہنچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور مُلحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی۔

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی، اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہی۔

پر ٹوٹ پڑے:

انا زہیر وانا ابن القین   اذودہم بالسیف عن حسین

میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں۔ اپنی تلوار کی نوک سے اُنھیں حسینؑ سے دور کردونگا

صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر لوٹے اور حضرت حسینؑ کے شانے پر ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے:

اقدم ہدیت ہادیا مہدیا   فالیوم تلقی جدک النبیا
بڑھ، خدانے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے ملاقات کریگا
وحسنا والمرتضی علیا   وذا الجناحین الفتی الکمیا
اور حسن سے اور علی مرتضی سے، اور بہادر جوان جعفر طیار سے
واسد اللہ الشہید الحیا
اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے!

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہوگئے!

غفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ناممکن ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے طے کیا کہ آپکے سامنے ایک ایک کرکے قتل ہوجائیں۔ چنانچہ دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر اُن کی زبان پر جاری تھے:

قد علمت حقا بنو غفار   وخندف بعد بنی نزار
بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے
لنضربن معشر الفجار   بکل عضب صارم بتار
کہ ہم بے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اُڑا دیں گے
یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار   بالمشرفی والقنا الخطار
اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو!

جابری لڑکوں کی فداکاری

انکے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے۔ دونوں بھائی تھے۔ زار قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اُنھیں دیکھا تو فرمانے لگے "اے میرے بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو؟ واللہ مجھے یقین ہے ابھی چند لمحے بعد تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی" اُنھوں نے گریہ سے ٹوٹی ہوئی آواز میں عرض کیا "ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے" پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار بار چلاتے تھے "السلام علیک یا ابن رسول اللہ!" آپ جواب دیتے تھے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ!" اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آخر دونوں شہید ہوگئے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

انکے بعد حنظلہ بن اسعد، حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور با آواز بلند دشمن سے مخاطب ہوئے "اے قوم! میں ڈرتا ہوں عاد و ثمود کی طرح تمھیں بھی روز بد نہ دیکھنا پڑے! میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہوجاؤ! اے قوم! حسینؑ کو قتل نہ کرو، ایسا نہ ہو خدا تم پر عذاب نازل کردے!" بالآخر یہ بھی شہید ہوگئے۔

علی اکبر کی شہادت

غرضکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہوگئے۔ اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپکے صاحبزادے علی اکبر میدان میں آئے اور دشمن پر حملہ کیا اُن کا رجز یہ تھا:

انا علی بن حسین بن علی   نحن ورب البیت اولی بالنبی
میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے قرب کے زیادہ حقدار ہیں
تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی
قسم خدا کی نامعلوم باپ کے لڑکے کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کرسکیگا!

بڑی شجاعت سے لڑے۔ آخر مرہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید ہوگئے۔ ایک راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اُٹھتا ہوا سورج! وہ چلا رہی تھی "آہ! بھائی! آہ! بھتیجے!" میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم!" لیکن حضرت حسینؑ نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمے میں پہونچا گئے۔ پھر علی کی نعش اُٹھائی اور خیمے کے سامنے لاکر رکھدی۔ (ایضاً)

ایک جوان رعنا

ان کے بعد اہل بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جانفروش قتل ہونے لگے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا وہ کرتہ پہنے، تہ بند باندھے، اور پاؤں میں نعل پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرتا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عمرو بن سعد ازدی نے اُس کے سر پر تلوار ماری۔ نوجوان چلایا "ہائے چچا!" اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسینؑ بھوکے باز کی طرح لوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ تلوار کا وار کیا۔ قاتل نے ہاتھ اُٹھا دیا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اُڑ چکا تھا۔ زخم کھا کر قاتل نے پکارنا شروع کیا۔ فوج اُسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی جگہ اُسے روند ڈالا۔ راوی کہتا ہے: جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسینؑ لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اور آپ فرما رہے ہیں "اُن کے لئے ہلاکت جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے! قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اُسے پکارے اور وہ جواب نہ دے، یا جواب دے مگر تجھے اُس کی آواز نفع نہ پہونچا سکے! افسوس تیرے چچا کے دشمن بہت ہوگئے اور دوست باقی نہ رہے!" پھر لاش اپنی گود میں اُٹھائی۔ لڑکے کا سینہ آپکے سینہ سے ملا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے۔ اس حال سے آپ اُسے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا "قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب!"

مولود تازہ کی شہادت

حضرت حسینؑ پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہوگئے۔ عین اُس وقت آپکے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپکے پاس لایا گیا۔ آپنے اُسے گود میں رکھا اور اُس کے کان میں اذان دینے لگے۔ اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہوگیا۔ بچہ کی روح اُسی وقت پرواز کرگئی۔ آپنے تیر اُس کے حلق سے کھینچکر نکالا، خون سے چلو بھرا اور اُس کے جسم پر ملنے اور فرمانے لگے "واللہ تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے اور محمد خدا کی نظر میں صالح سے زیادہ افضل ہیں! الٰہی! اگر تونے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں بہتری ہو!" (یعقوبی وابن جریر وغیرہما)

بنی ہاشم کے مقتول

اسی طرح ایک ایک کرکے اکثر بنی ہاشم اور اہل بیت شہید ہوگئے۔ اِن میں سے ذیل کے نام مورخین نے محفوظ رکھے ہیں:

(۱) محمد بن ابی سعید بن عقیل (۲) عبد اللہ بن مسلم بن عقیل (۳) عبد اللہ بن عقیل (۴) عبد الرحمن بن عقیل (۵) جعفر بن عقیل (۶) محمد بن عبد اللہ بن جعفر (۷) عون بن عبد اللہ بن جعفر (۸) عباس بن علی (۹) عبد اللہ بن علی (۱۰) عثمان بن علی (۱۱) محمد بن علی (۱۲) ابو بکر بن علی (۱۳) ابو بکر بن الحسن (۱۴) عبد اللہ بن الحسن (۱۵) قاسم بن الحسن (۱۶) علی بن الحسین (۱۷) عبد اللہ بن الحسین۔

ایک بچے کی شجاعت

اِن سب کے بعد اب خود آپ کی باری تھی۔ آپ میدان میں تنہا کھڑے تھے۔ دشمن یلغار کرکے آتے تھے مگر کسی کو وار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس قتل کا گناہ دوسرے کے سر جائے لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہل بیت کے خیمے میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے۔ اندر سے ایک لڑکے نے آپ کو اس طرح گھرا دیکھا تو جوش سے بے خود ہوگیا اور خیمہ کی لکڑی لے کر دوڑ پڑا۔ راوی کہتا ہے اس کے کانوں میں دُر پڑے ہل رہے تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھتا ہوا چلا۔ حضرت زینب کی نظر پڑ گئی دوڑ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسینؑ نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے کہا "روکے رہو۔ آنے نہ پائے" مگر لڑکے نے زور کرکے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور حضرت کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اُٹھائی لڑکے نے فوراً ڈانٹ بتائی "او خبیث! میرے چچا کو قتل کریگا" سنگدل حملہ آور نے اپنی بلند تلوار لڑکے پر چھوڑ دی۔ اُسنے ہاتھ پر روکی۔ ہاتھ کٹ گیا۔ ذرا سی کھال لگی رہ گئی۔ بچہ تکلیف سے چلایا۔ حضرت نے اُسے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا "صبر کر۔ اسے ثواب خداوندی کا ذریعہ بنا۔ اللہ تعالی تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں تک پہونچا دے گا۔ رسول اللہ صلعم، علی بن ابی طالب، حمزہ، جعفر اور حسن بن علی تک!"

حضرت حسین کی شجاعت

اب آپ پر ہر طرف سے نرغہ شروع ہوا۔ آپنے بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اُس کے قدم اُکھاڑ دئے۔ عبد اللہ بن عمار، جو خود اس جنگ میں شریک تھا، روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسینؑ پر حملہ کیا اور اُن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کرسکتا تھا مگر یہ خیال کرکے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں بائیں ہر طرف سے اُن پر حملے ہو رہے تھے، لیکن وہ جس طرف مڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اُس وقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندھے تھے۔ واللہ میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہوگیا ہو، ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن، اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں آپ کی بہن زینب بنت فاطمہ (علیہما السلام) خیمہ سے باہر نکلیں۔ انکے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے!" یہ وہ موقعہ تھا جبکہ عمر بن سعد حضرت حسینؑ سے بالکل قریب ہوگیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا "اے عمر! کیا ابو عبد اللہ تمھاری آنکھوں کے سامنے قتل ہوجائیں گے؟" عمر نے منہ پھیر لیا مگر اُس کے رخسار اور داڑھی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

آپکے حلق میں تیر پیوست ہوگیا

لڑائی کے دوران میں آپکو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے۔ مگر دشمن کب جانے دیتا تھا؟ اچانک ایک تیر آیا اور آپکے حلق میں پیوست ہوگیا۔ آپنے تیر کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ منہ کی طرف اُٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپنے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا "الٰہی! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے!"

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ئیست!

شمر کو سرزنش

پھر آپ اپنے خیمے کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اُس کے ساتھیوں

میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو آپنے پیش کی ہیں؟" ابن سعد نے کہا "بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور منظور کرلیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمھارا حاکم منظور نہیں کرتا"

حُر بن یزید یہ سُنکر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اُس کے قبیلہ کا بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام قرۃ بن قیس تھا۔ حُر نے اُس سے کہا "تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا؟" بعد میں قرہ کہا کرتا تھا حُر کے اس سوال ہی سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور مجھے ٹالنا چاہتا ہے تاکہ اُس کی شکایت حاکم سے نہ کردوں "میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے میں ابھی جاتا ہوں" یہ کہکر میں دوسری طرف روانہ ہوگیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حُر نے امام حسینؑ کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا "کیا تم حسینؑ پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟" حُر خاموش ہوگیا۔ مہاجر کو شک ہوا۔ کہنے لگا:

"تمھاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمھارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر یہ تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟"

حُر نے سنجیدگی سے جواب دیا:

"بخدا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت منتخب کرلی اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے"

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر لشکر حسینؑ میں پہنچ گیا!

حضرت حسینؑ کی خدمت میں پہنچکر کہا "ابن رسولؐ اللہ! میں ہی وہ بدبخت ہوں جسنے آپ کو لوٹنے سے روکا، راستہ بھر آپکا پیچھا کیا، اور اس جگہ اُترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم، میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے اور آپکے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کرینگے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب ہوتا۔ میں اپنے تصوروں پر نادم ہوکر توبہ کے لئے آپکے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں پر قتل ہوجانا چاہتا ہوں۔ کیا آپکے خیال میں یہ میری توبہ کے لیے کافی ہوگا؟"

حضرت نے شفقت سے فرمایا "ہاں، خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے۔ تیرا نام کیا ہے؟" اُسنے کہا "حُر بن یزید" فرمایا "تو حُر (یعنی آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے۔ تو دُنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہے"

کوفیوں سے حُر کا خطاب

پھر حُر، دشمن کی صفوں کے سامنے پہونچا اور کہا "اے لوگو! حسینؑ کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کرلیتے۔ اگر خدا تمھیں اس امتحان سے بچالے؟" لوگوں نے جواب دیا "یہ ہمارے سردار عمر بن سعد موجود ہیں، جواب دیں گے" عمر نے کہا "میری دلی خواہش تھی کہ اُن کی شرطیں منظور کر سکتا"

اس کے بعد حُر نے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بدعہدی و غدر پر شرم و غیرت دلائی۔ لیکن اُس کے جواب میں اُنھوں نے تیر برسانا شروع کردیا۔ ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آیا۔

جنگ کا آغاز

اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اُٹھائی اور لشکر حسینؑ کی طرف یہ کہکر تیر پھینکا "گواہ رہو، سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے" پھر تیر باری شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام یسار اور سالم میدان میں نکلے اور مبارز طلب کی۔ قدیم طریق جنگ میں مبارزت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہمگر پیکار کرتے۔ لشکر حسینؑ سے حبیب بن مظاہر اور بُریر بن حضیر نکلنے لگے، مگر حضرت حسینؑ نے اُنھیں منع کیا۔ عبد اللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہوکر عرض کیا: "مجھے اجازت دیجئے" یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چلکر آیا تھا۔ سیاہ رنگ، تنومند، کشادہ سینہ تھا، آپنے اُس کی صورت دیکھ کر فرمایا "بیشک یہ مرد میدان ہے" اور اجازت دی۔ عبد اللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کرکے قتل کرڈالے اُس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھی اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی تھی۔ پھر یکایک اُسے اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسینؑ یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمایا "اہل بیت کی طرف سے خدا تمھیں جزائے خیر دے لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں ہے"

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کر دیئے

اس کے بعد ابن سعد کے میمنہ نے حملہ کیا۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور نیزے سیدھے کر دیئے۔ نیزوں کے منہ پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور لوٹنے لگے حضرت کی فوج نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کر ڈالے۔

عام حملہ

اب باقاعدہ جنگ جاری ہوگئی۔ طرفین سے ایک ایک دو دو جواں مرد نکلتے تھے اور تلوار کے جوہر دکھاتے تھے۔ حضرت حسینؑ کے طرفداروں کا پلہ بھاری تھا۔ جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار اُٹھا "بیوقوفو! پہلے جان لو کن سے لڑ رہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کرکے قتل ہوتے جاؤگے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے انھیں مار سکتے ہو" عمر بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہوگیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی رُکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسینؑ دوڑ کر لاش پر پہنچے۔ ابھی سانس باقی تھی۔ آہ سرد بھر کر فرمایا "مسلم! تجھ پر خدا کی رحمت! فمنھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا!" مسلم بن عوسجہ اس جنگ میں آپکی جانب سے پہلے شہید تھے (ابن جریر کامل)

گھوڑے بیکار ہو گئے

میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر بن ذی الجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا۔ مگر حسینی میسرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف ۳۲ سوار تھے۔ جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے، صفیں اُلٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقتور دشمن نے محسوس کرلیا کہ کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ فوراً نئی کمک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانسو تیر انداز مدد کو پہنچ گئے۔ انھوں نے آتے ہی تیر برسانا شروع کر دیئے۔ تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بیکار ہوگئے اور سواروں کو پیدل ہوجانا پڑا۔

حُر کی شجاعت

ایوب بن مشرح روایت کرتا ہے کہ حُر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اُسے تیروں سے چھلنی کر ڈالا۔ حُر بن یزید زمین پر کود پڑے۔ تلوار ہاتھ میں تھی۔ بالکل شیر بر معلوم ہوتے تھے۔ تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر زبان پر تھا:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر اشجع من ذی لبد ھزبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کر دیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں!

خیمے جلا دیئے

لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی۔ اب دوپہر ہوگئی مگر کوئی فوج غلبہ حاصل نہ کرسکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے یکجا جگہ کر دیئے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کرسکتا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے۔ حسینی فوج کے صرف ۴-۵ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوئے خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے لگے۔ جب یہ صورت بھی ناکام رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی۔ مگر حضرت حسینؑ نے فرمایا "کچھ پرواہ نہیں۔ جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کرسکیں گے" اور ہوا بھی یہی۔

ام وہب کا قتل

اسی اثنا میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اُس کی فوج کے قدم اُکھاڑ دیئے۔ مگر کب تک؟ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہوگیا۔ اب حسینی لشکر کی بےبسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہوچکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جاچکے تھے حتی کہ عبد اللہ بن عمیر کلبی بھی، جس کا ذکر اوپر گزر چکا، قتل ہوچکا تھا۔ اُس کی بہادر بیوی ام وہب بھی شہید ہوچکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کر رہی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی "تجھے جنت مبارک ہو!" شمر نے اسے دیکھا اور قتل کروا ڈالا۔

(ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ)

نماز پڑھنے نہیں دی

ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صائدی نے اپنی بےبسی کی حالت محسوس کی اور حضرت حسینؑ سے عرض کیا "دشمن اب آپ سے بالکل قریب آگیا ہے۔ واللہ آپ اُس وقت تک قتل ہونے نہیں پائیں گے، جب تک میں قتل نہ ہوجاؤں لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں جس کا وقت آگیا ہے" یہ سُنکر حضرت نے سر اُٹھایا! اور فرمایا "دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مہلت دیں" مگر دشمن نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حُر کی شہادت

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پوری قوت لگادی تھی۔ غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی قتل ہوگئے۔ گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد ہی حُر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس پڑے:

آلیت لا اُقتل حتی اَقتلا ولن اُصاب الیوم الا مقبلا

میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہونگا جب تک قتل نہ کرلوں، اور مرونگا تو یہی حالت میں دیکھا کہ آگے بڑھ رہا ہونگا!

اضربھم بالسیف ضربا مقصلا لا ناکلا عنھم ولا مھللا

انہیں تلوار کی کاری ضربوں سے ماروں گا، نہ بھاگوں گا نہ ڈرونگا!

زہیر کی شہادت

چند لمحے کی بات تھی۔ حُر زخموں سے چور ہوکر گرے اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہوگیا۔ اس موقعہ پر آپکے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور شعر پڑھتے ہوئے دشمن

حکم دیتا ہو کہ مجرم کو سزا دیجائے۔

کیوں؟

اس لئے کہ اُسنے چوری کی ہو۔

اُس بدبخت نے چوری کیوں کی؟

اس لئے کہ وہ انسان ہو، اور انسان بھوک کا عذاب برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ شوہر ہے، اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہو، اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے اُن آنسوؤں کا نظارہ کر سکے جو بھوک کی اذیت سے اُن کے معصوم چہروں پر بہہ رہے ہوں!

پھر اگر بدقسمت انسان قیدخانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر بھی اس قابل نہیں ہو جاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے، تو "مقدس انصاف" اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اُٹھاتا ہے، اور کہتا ہو اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو! یہ گویا انسان کے پاس اُس کے ابنائے جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے!

یہ ہو انسان کی شہری اور متمدن زندگی کا اخلاق! وہ خود ہی انسان کو بُرائی پر مجبور کرتا ہو اور خود ہی سزا بھی دیتا ہو۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو "انصاف" کے نام سے تعبیر کرتا ہو۔ اُس "انصاف" کے نام سے، جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہو!

* * *

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی و تمدن کے یہ تمام لازمی نتائج موجود ہوتے۔ گندگی میں مکھیاں اور دلدل میں مچھر اس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہو۔ بغداد کے قیدخانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر بھی اسکی آبادی میں مجرموں کی کوئی کمی نہ تھی!

* * *

بغداد میں آج کل جس طرح حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی زہد و درویشی کی شہرت ہو، اُسی طرح ابن ساباط کی چوری اور عیاری بھی مشہور ہو۔ پہلی شہرت نیکی کی ہو۔ دوسری بدی کی۔ دنیا میں بدی، نیکی کی ہر چیز کی طرح، اُس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے اگرچہ نہیں کر سکتی۔

دس برس سے ابن ساباط مدائن کے محبس میں قید ہو۔ اس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہو گئے ہیں۔ تاہم اُسکی عیاریوں اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں۔ وہ جب کبھی کسی دلیرانہ چوری کا حال سنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں "یہ دوسرا ابن ساباط ہو" اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہو گئے مگر پہلے ابن ساباط کی شہرت کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ بغداد والوں کی بولی چال میں وہ "جرائم کا شیطان اور بدبختیوں کا عفریت" تھا!

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ سوق النخاسین میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی۔ معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہو۔ اس کے ماں باپ طوس سے ایک قافلہ کے ساتھ آ رہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑے اور مر گئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہنچا دیا۔ یہ اب سے دو برس پیشتر کی بات ہو۔ یہ دو برس اسنے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟ اسکا حال کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ گرفتاری کے وقت اُس کی عمر پندرہ سولہ برس کی تھی۔ کوتوالی کے چبوترے پر لٹا کر تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اُس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح کا اثر ڈالا۔ وہ اب تک ایک ڈرا سہما کم سن لڑکا تھا۔ اب اچانک ایک دلیر و بے باک مجرم کی روح اُس کے اندر پیدا ہو گئی۔ گویا اُس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور بدیوں گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے، اب اس طرح اُس پر کھل گئے، گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اُس کے سر میں اُتار دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور ایک چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا!

اب وہ چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اُسنے چوری کی تھی، تو دو دن کی بھوک اُسے نان بائی کی دکان پر لے گئی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہو کر نہیں بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہو کر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اُس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ صرافوں کی تھیلیوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن ہو یا رات، بازار کی منڈی ہو یا امیر کا دیوانخانہ، ہر وقت اور ہر جگہ اُس کی کارستانیاں جاری رہتیں۔ اُس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا، سپہ سالار کا سا عزم تھا، سپاہی کی مردانگی تھی، مدبر کی سی دانشمندی تھی، لیکن دنیا نے اُس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو۔ اس لئے اُس کی فطرت کے تمام جوہر اسی راہ میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس، فطرت کس فیاضی سے بخشتی ہو، مگر انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہو!

* * *

کچھ دنوں کے بعد جب ابن ساباط کی دراز دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو حکومت کو خصوصیت کے ساتھ توجہ ہوئی۔ آخر ایک دن گرفتار کر لیا گیا۔ اب یہ ایک کم سن لڑکا نہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا چور تھا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ ایک ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ فوراً تعمیل ہوئی، اور جلاد نے ایک ہی ضرب میں اس کا پہنچا الگ کر دیا۔

ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا، کٹنا نہ تھا، بلکہ سیکڑوں نئے ہاتھوں کو اُس کے شانے سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہو، دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے۔ جونہی اُس کا ہاتھ کٹا، اُنھوں نے اپنے سیکڑوں ہاتھ اُس کے حوالے کر دیئے۔ اب اُسنے عراق کے تمام چور اور عیار جمع کر کے اپنا اچھا خاصہ جتھا بنا لیا اور فوجی ساز و سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اُس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچا دیا۔ وہ قافلوں پر حملے کرتا، دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا، محل سراؤں میں نقب لگاتا، سرکاری خزانے لوٹ لیتا، اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری اور فرزانگی کے ساتھ کرتا کہ اُس پر یا اُسکے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقعہ پر صاف بچ کر نکل آتا۔ لوگ جب اُس کے مجرمانہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے مبہوت رہ جاتے۔ "یہ ڈاکو نہیں ہو جرم کی ایک خبیث روح ہو۔ وہ انسان کو لوٹ لیتی ہو مگر انسان اُسے چھو نہیں سکتا!" یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا!

* * *

مگر ظاہر ہے، یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی؟ آخر وہ وقت آگیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہو جائے۔ ایک موقعہ پر جب اُسنے اپنے تمام ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا اور خود نکل بھاگنے کی طیاری کر رہا تھا، حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کر لیا۔

اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت میں گرفتار ہوا تھا اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہو تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیا۔ وہ طیار ہو گیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے اپنے ساتھیوں کی جانیں قربان کر دے۔ اُسنے عدالت سے کہا۔ اگر اُسے قتل کی سزا نہ دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرا دے گا۔ عدالت نے منظور کر لیا۔ اس طرح ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا لیکن اُس کے تیس سے زیادہ ساتھی اُس کی نشاندہی پر موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے! ان موجودوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جسنے قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط کے نام پر لعنت نہ بھیجی ہو۔ بدعہدی اور بے وفائی ایسی بُرائی ہو جسے بُرے بھی سب سے بڑی بُرائی سمجھتے ہیں۔ ابن ساباط نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر بُرائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا تھا!

* * *

بہرحال اب ابن ساباط مدائن کے قیدخانہ میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہو۔ اُس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں۔ دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہو کہ ایک مجرم کی سیاہ کاریاں بھلا دی جائیں، لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جا سکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اُس کے دلیرانہ جرائم کا ذکر بچہ بچہ کی زبان پر ہو۔ لوگوں کو یہ بات تو کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں؟ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی اُنھیں ضرورت بھی نہیں ہو۔ البتہ وہ اُس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے، کیونکہ اس تذکرہ میں اُن کے لئے لطف اور دلچسپی ہو۔ اُنہیں ابن ساباط کی نہیں، اپنی دلچسپیوں کی فکر ہو!

* * *

انسان کی بے مہریوں کی طرح اُس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہو؟ وہ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہو، لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آ سکا ہو؟ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہو تو یہ اُس کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہو۔ وہ اُس کی صورت دیکھنے کے لئے بیقرار ہو جاتا ہو۔ وہ گھنٹوں اس پر رائے زنی کرتا ہو اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہو جن میں اُس کی تصویر چھپی ہو یا اُس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لئے کیسی شقاوت ہو؟ اور جس مسکین کا مال چوری گیا ہو اُس کے لئے کیسی مصیبت ہو؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا!

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہو۔ سارا شہر امنڈ آتا ہو۔ جس کسی کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہو۔ لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں۔ اگر چند زندہ انسانوں کے جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہو جائیں اور اُن کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہو، تماشائی جوش نظارہ میں مجنوں ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنمی منظر میں اُس مکان اور اُسکے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہو؟ اور جان و مال کی کیسی ہولناک

نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیت خراب ہے۔ خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں۔ فرمایا "اگر تم میں دین نہیں اور تم روز آخرت سے ڈرتے نہیں، تو کم سے کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو۔ میرے خیمے کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو" شمر نے جواب دیا "اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔ اور آپ کا خیمہ محفوظ رہیگا"

آخری تنبیہ

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ، کوئی بھی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن چلایا "تمھارا برا ہو! کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام نہیں کرتے؟" اب ہر طرف سے یورش ہوا۔ آپنے پکار کر کہا "کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا"

شہادت!

مگر اب وقت آ چکا تھا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپکے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا۔ پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اُسنے ایک شخص سے کہا "سر کاٹ لے" وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا مگر جرأت نہ ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے!" پھر جوش سے اُترا۔ آپکو ذبح کیا اور سر تن سے جدا کر لیا!

جعفر بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپکے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے!

قاتل

سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا۔ قتل کے وقت اُس کی عجیب حالت تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا، وہ اُس پر حملہ آور ہوتا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کوئی دوسرا اُن کا سر کاٹ نہ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید اصبحی کے حوالہ کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس دوڑا گیا۔ خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا:

اوقر رکابی فضۃ وذہبا انا قتلت الملک المحجبا
مجھے چاندی سونے سے لاد دو، میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے!
قتلت خیر الناس اماً واباً وخیرہم اذ ینسبون نسبا
میں نے اسے قتل کیا ہے جسکے ماں باپ سب سے افضل ہیں اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہے!

عمر بن سعد نے اُسے اندر بلا لیا۔ بہت خفا ہوا۔ کہنے لگا "او مجنون ہو؟" پھر اپنی چھڑی سے اُسے مار کر کہا "پاگل! ایسی بات بکتا ہے۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا!" (ابن جریر)

لوٹ کھسوٹ

قتل کے بعد کوفیوں نے آپکے بدن کے کپڑے تک اتار لئے پھر آپکے خیمے کی طرف بڑھے۔ زین العابدین بستر پر بیمار پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہونچا اور کہنے لگا "اسے بھی کیوں نہ قتل کر ڈالیں؟" لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی، کہا "کیا بچوں کو بھی مار ڈالوگے؟" اسی اثنا میں عمر بن سعد بھی آگیا اور حکم دیا "کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گھسے۔ اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے۔ جس کسی نے خیمہ کا کوئی اسباب لوٹا ہو واپس کر دے" زین العابدین نے یہ سنکر اپنی بیمار آواز سے کہا "عمر بن سعد! خدا تجھے جزائے خیر دے! تیری زبان نے ہمیں بچا لیا!"

نعش روند ڈالی

عمر بن سعد کو حکم تھا کہ حسین کی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالے۔ اب اس کا وقت آیا۔ اُسنے پکار کر کہا "اس کام کے لئے کون تیار ہے؟" دس آدمی تیار ہوئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا!

چوں بگذرد نظیری خونیں کفن بہ حشر ٭ خلقے فغاں کنند کہ ایں دادخواہ کیست؟

اس جنگ میں حضرت حسین کے ۷۲ آدمی مارے گئے اور کوفی فوج کے ۸۸ مقتول ہوئے (ابن جریر۔ کامل۔ یعقوبی) (باقی)

افسانہ

محبت اور قربانی
یا
انتقام اور سزا؟

وکٹر ہیوگو کا "بشپ" اور تاریخ اسلام کا "بغدادی"

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائے را!

(دوسرا حصہ)

ہجرة کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے۔ بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہے۔ معتصم کے زمانے سے دار الخلافۃ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ پھر بھی سر زمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے ریمس، اور یورپ کے روم کی جگہ اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

* * *

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق کا جسے "انسان" کہتے ہیں کچھ عجیب حال ہے۔ یہ جتنا کم ہوتا ہے، اُتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے۔ اور جتنا زیادہ بڑھتا ہے، اُتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دور ہونے لگتی ہے۔ اُس کا کم ہونا خود اُس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں گھانس پھونس کے چھپڑ ڈالکر رہتا ہے، تو کیسا نیک، کیسا خوش، اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے؟ محبت اور رحمت اُس میں اپنا آشیانہ بناتی ہے اور روح کی پاکیزگی کا نور اُس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہے۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑوں سے باہر نکلتا ہے، اُس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں، تو اُس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہے؟ ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے، صنعت و حرفت کا خزانہ کھولتی ہے، دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہے، حکومت وقار شان و شکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہے، محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا، اور امن و راحت کی جگہ انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی و محبت کی دنیا اور راحت و برکت کی بہشت تھی، اب افلاس و مصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بنجاتی ہے۔ وہی انسان جو جھونپڑوں کے اندر محبت و فیاضی کی گرمجوشی تھا، اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری و خود غرضی کا پتھر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش و نعمت کے دسترخوان پر بیٹھتا ہے، تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوک سے ایڑیاں رگڑتے ہیں! جب وہ عیش و راحت کے ایوانوں میں حسن و جمال کی محفلیں آراستہ کرتا ہے، تو اُس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا! زندگی کی قدرتی یکسانی کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو جاتی ہیں!

پھر جب انسانی بے مہری اور خود غرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں، کمزوری، افلاس، اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بدبخت انسان جرم کی طرف قدم اٹھاتا ہے، تو اچانک دنیا کی زبان کا سب سے زیادہ بے معنی لفظ وجود میں آ جاتا ہے۔ یہ "قانون" اور "انصاف" ہے۔ اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور اُن کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے "انصاف کا گھر"۔ انصاف کے اس "مقدس گھر" میں کیا ہوتا ہے؟ یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جس نے اپنی بے رحمی و تغافل سے مفلس کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بد اطوار بن جانے پر مجبور کر دیا تھا، قانون کا پرہیبت جبہ پہنکر آتا ہے، اور فرشتوں کا سا معصوم اور پاکیوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر

سخت محنت؛ افسوس، انسان کو اپنے رزق کے لئے کیسی کیسی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں! دیکھو، یہ چٹائی بچھی ہے۔ یہ چمڑے کا تکیہ میں اسے دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں" اُسنے تکیہ دیوار کے ساتھ لگا کر رکھ دیا "بس ٹھیک ہے۔ اب تم اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر یہاں بیٹھ جاؤ اور اچھی طرح سستا لو۔ اتنی دیر میں مَیں تمھارا ادھورا کام پورا کئے دیتا ہوں"

اُسنے یہ کہا، اور ابن ساباط کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اُسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ پھر جب اُس کی نظر دوبارہ اُس کی عرق آلود پیشانی پر پڑی، تو اُسنے اپنی کمر سے رُومال کھولا اور اس کی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالا۔ جب وہ پسینہ پونچھ رہا تھا تو اُس کی آنکھوں میں باپ کی سی شفقت اور ہاتھوں میں بھائی کی سی محبت کام کر رہی تھی!

صورت حال کے یہ تمام تغیرات اس تیزی سے ظہور میں آئے کہ ابن ساباط کا دماغ مختل ہو کر رہ گیا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ معاملہ کیا ہے؟ ایک مدہوش اور بے ارادہ آدمی کی طرح اُسنے اجنبی کے اشارہ کی تعمیل کی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔

اب اُسنے دیکھا کہ واقعی اجنبی نے کام شروع کر دیا ہے۔ اُسنے پہلے وہ گٹھری کھولی جو ابن ساباط نے باندھنی چاہی تھی مگر نہیں بندھ سکی تھی۔ پھر وہ تھان کھول کر بچھائے اور جس قدر بھی تھان موجود تھے، اُن سب کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک حصہ میں زیادہ تھے۔ ایک میں کم۔ پھر دونوں کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھ لیں۔ یہ تمام کام اُسنے اس اطمینان اور سکون کے ساتھ کیا، گویا اسکے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

پھر اچانک اُسے کچھ خیال آیا۔ اُسنے اپنی عبا اُتار ڈالی، اور اسے بھی گٹھڑی کے اندر رکھ دیا۔

اب وہ اُٹھا اور ابن ساباط کے قریب گیا:

"میرے دوست، تمھارے چہرے کی پژمردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں ہو بلکہ بھوکے بھی ہو۔ بہتر ہوگا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ پی لو۔ اگر تم چند لمحے انتظار کر سکو تو میں دودھ لے آؤں" اُسنے کہا، جبکہ اُس کے پُرشکوہ چہرہ پر بدستور مسکراہٹ کی دلاویزی موجود تھی۔ ممکن نہ تھا کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں!

قبل اس کے کہ ابن ساباط جواب دے، وہ تیزی کے ساتھ لوٹا، اور باہر نکل گیا۔

⁂

اب ابن ساباط تنہا تھا۔ لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی۔ اجنبی کے طرز عمل میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا۔ وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا!

اجنبی کی ہستی اور اُس کا طور طریقہ ایسا عجیب و غریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا، ابن ساباط کو تحیر و تاثر نے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اجنبی کی شخصیت کی تاثیر سے اس کی دماغی شخصیت مغلوب ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ تنہا ہوا، تو آہستہ آہستہ اس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر واپس آنے لگا۔ یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح اُبھر آئے، اور وہ اُسی روشنی میں حالات کو دیکھنے لگا جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ سے عادی تھا۔

وہ جب اجنبی کا متبسم چہرہ اور دلنواز صدائیں یاد کرتا، تو بے شک خوف کی جگہ اُس کے اندر ایک ایسا ناقابل فہم جذبہ پیدا ہو جاتا جو آج تک اُسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ اس تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ شخص ہے کون؟ تو اس کی عقل حیران رہ جاتی اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اس مکان کا مالک نہیں ہے۔ مکان کے مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کیا کرتے۔ ...... مگر پھر یہ شخص ہے کون؟......"

اچانک ایک نیا خیال اُس کے اندر پیدا ہوا۔ وہ ہنسا "استغفراللہ! میں بھی کیا احمق ہوں۔ یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات تھی؟ معاملہ بالکل صاف ہے۔ تعجب ہے مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا؟ یقیناً یہ بھی کوئی میرا ہی ہم پیشہ آدمی ہے، اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں چوروں کو ایک ہی مکان میں جمع کر دیا۔ چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے، اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہوگا۔ اُسے معلوم ہوگا کہ آج مکان رہنے والوں سے خالی ہے اور بہ اطمینان کام کرنے کا موقعہ ہے۔ اسی لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر آیا۔ لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہو گیا کہ میرا ساتھ دے کر ایک حصہ کا حقدار بن جائے......"

⁂

وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا، اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہو گیا۔

"یہ لو، میں تمھارے لئے دودھ لے آیا ہوں۔ اسے پی لو۔ یہ بھوک اور پیاس، دونوں کے لئے مفید ہوگا" اُسنے کہا، اور پیالہ ابن ساباط کو پکڑا دیا۔ ابن ساباط واقعی بھوکا پیاسا تھا۔ بلا تأمل منہ کو لگا لیا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا۔

اب اُسے معاملہ کی فکر ہوئی۔ اتنے دیر کے وقفہ نے اُس کی طبیعت بحال کر دی تھی۔

"دیکھو، اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا اور ہاتھ لگا چکا تھا، اور اس لئے ہم لوگوں کے قاعدہ کے بموجب تمھارا کوئی حق نہیں، لیکن تمھاری ہشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تأمل نہیں کہ تمھیں بھی اس مال میں شریک کر لوں۔ اگر تم پسند کرو گے تو میں ہمیشہ کے لئے تم سے معاملہ کر لوں گا۔ لیکن دیکھو، میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے، اُس میں تم برابر کا حصہ نہیں پا سکتے، کیونکہ دراصل آج کا کام میرا ہی کام تھا" اُسنے صاف آواز میں کہا۔ اُس کی آواز میں اب تاثر نہیں تھا۔ تحکم تھا۔

اجنبی مسکرایا۔ اُسنے ابن ساباط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت و مہر سے خالی نہ تھی، لیکن اس کے علاوہ بھی اسمیں کوئی چیز تھی۔ لیکن ابن ساباط سمجھ نہ سکا۔ اُسنے خیال کیا۔ شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے۔ اچانک اُس کی آنکھوں میں اُس کی خوفناک مجرمانہ درندگی چمک اُٹھی۔ وہ غصہ سے مضطرب ہو کر کھڑا ہو گیا:

"بے وقوف، چپ کیوں ہے؟ یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم مجھے احمق بنا لو گے۔ تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا۔ میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں۔ بولو۔ اسپر راضی ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو ......"

لیکن ابھی اُس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے۔ اب بھی اُس کے لبوں سے اُس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی:

"میرے عزیز دوست! کیوں بلا وجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟ آؤ یہ کام جلد نپٹا لیں جو ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو میں نے دو گٹھڑیاں باندھ لی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے۔ ایک بڑی ہے۔ تمھارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔ لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھڑی تم اُٹھا لو۔ بڑی میں اُٹھا لیتا ہوں۔ باقی رہا میرا حصہ جس کے خیال سے تمھیں اتنی آزردگی ہوئی ہے، تو میں کچھ بھی نہیں چاہتا۔ اسوقت اُس کا فیصلہ کر لوں۔ تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر سکتے ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر لو"

"ہاں، اگر یہ بات ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمھیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟ پورے ملک میں تمھیں مجھ سے بہتر کوئی سردار نہیں مل سکتا" اُسنے بڑی گٹھڑی کے اُٹھانے میں اجنبی کو مدد دیتے ہوئے کہا۔

یہ گٹھڑی اس قدر بھاری تھی کہ ابن ساباط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرأت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی اُس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا

"دوست، تم دیکھنے میں تو بڑے دُبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اُٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے" ساتھ ہی اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ جتنا مضبوط ہے، اتنا عقلمند نہیں ہے ورنہ اپنے حصے سے دست بردار نہ ہو جاتا! اگر آج یہ احمق نہ ملجاتا تو مجھے سارا مال چھوڑ کر صرف ایک دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی"

اب ابن ساباط نے اپنی گٹھڑی اُٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی، اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جسمیں پہلے سے خم موجود تھا، اب گٹھڑی کے بوجھ سے بالکل ہی جھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن ابن ساباط کو قدرتی طور پر جلدی تھی۔ وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو۔ اور چونکہ خود اُس کا بوجھ بہت ہلکا تھا، اس لئے خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی تعمیل حکم کی پوری کوشش کرتا، لیکن اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر دوڑنا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں، بارہا بوجھ گرتے گرتے رہ گیا، ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ کھائی کہ قریب تھا گر جائے۔ پھر بھی اُسنے رُکنے یا سستانے کا نام نہیں لیا۔ گرتا پڑتا اپنے ساتھی کے ساتھ بڑھتا ہی رہا۔

لیکن ابن ساباط اسپر بھی خوش نہ تھا۔ اُسنے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا۔ پھر بے تأمل گالیوں پر اُتر آیا۔ ہر لمحہ کے بعد ایک سخت گالی دیتا اور کہتا تیز چلو۔ اتنے میں شہر دیوار آیا۔ یہاں چڑھائی تھی۔ جسم تھکا ہوا اور بوجھ بے حد بھاری تھا، اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر پڑا۔ ابھی وہ اُٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اوپر سے ایک سخت لات پڑی۔ یہ ابن ساباط کی لات تھی۔ اُسنے غضبناک ہو کر کہا "کتے کے بیٹے! اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟" اجنبی ہانپتا ہوا اُٹھا۔ اُس کے چہرہ پر درد و شکایت کی جگہ شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اُسنے فوراً گٹھڑی اُٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہو گیا۔

⁂

اب یہ دونوں شہر کے کنارے، ایک ایسے حصہ میں پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھا۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پُرانا اور شکستہ احاطہ تھا۔ ابن ساباط اس احاطہ کے ایک جانب پہنچ کر رک گیا

بربادیوں کے بعد آگ اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی جو وجود میں آسکتی ہو، اس بات کے سوچنے کی نہ تو لوگوں کو فرصت ملتی ہو۔ نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں!

اگر انسان کے ابنائے جنس میں سے ایک بدبخت مخلوق سُولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے، تو یہ اُن تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہو سکتا ہو، سب سے زیادہ دلکش نظارہ ہوتا ہو۔ اتنا دلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکتی ہوئی نعش دیکھا رہتا ہو مگر اُس کی سیری نہیں ہوتی۔ لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں، ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں، صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ اپنے ایک ہم جنس کو جانکنی میں تڑپتے اور پھر ہوا میں معلق جھولتے دیکھ لینے کی لذت حاصل کرلیں! لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا، خود اُس پر کیا گزری؟ اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھہرا؟ سیکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا!

تیسرا حصہ

گرمیوں کا موسم ہو۔ آدھی رات گزر چکی ہو۔ مہینہ کی آخری راتیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہو مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہو۔ دجلہ کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہو۔

اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوئی۔ سیاہ لبادے میں ایک لپٹا ہوا آدمی خاموشی اور آہستگی کے ساتھ جا رہا ہے۔ وہ ایک گلی سے مڑ کر دوسری گلی میں پہنچا، اور ایک مکان کے سائبان کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اب اُسنے سانس لی۔ گویا یہ مدت کی بند سانس تھی جسے اب آزادی سے اُبھرنے کی مہلت ملی ہو۔ پھر اُسنے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی "یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہو" وہ اپنے دل میں کہنے لگا "مگر کیا بدنصیبی ہو کہ جس طرف رُخ کیا، ناکامی ہی ہوئی۔ کیا پوری رات اسی طرح ختم ہو جائے گی؟"

یہ خوفناک ابن ساباط ہو جو دس برس کی طول طویل زندگی قید خانہ میں بسر کرکے اب کسی طرح نکل بھاگا ہو، اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سر نو شروع کر رہا ہو۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہو، اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع جانے پر اُس کا بے صبر دل پیچ و تاب کھا رہا ہو۔

اُسنے ہر طرف کی آہٹ لی۔ زمین سے کان لگا کر دُور دُور کی صداؤں کا جائزہ لیا، اور مطمئن ہو کر آگے بڑھا۔ کچھ دُور چلکر اسنے دیکھا ایک احاطہ کی دیوار دُور تک چلی گئی ہو اور وسط میں بہت بڑا پھاٹک ہو۔ کرخ کے اس علاقہ میں زیادہ تر اُمراء کے باغ تھے، یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اسنے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہو، یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہونچکر رُک گیا اور سوچنے لگا، اندر کیونکر جائے؟ اُسنے آہستگی سے دروازہ پر ہاتھ رکھا، لیکن اُسے نہایت تعجب ہوا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سکنڈ کے اندر ابن ساباط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔

اُسنے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا اس کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے تھے، اور وسط میں ایک نسبتہً بڑی عمارت تھی۔ یہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا۔ عجیب بات ہو کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہ تھا، چھوتے ہی کھل گیا۔ گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک ایسی بے باکی کے ساتھ جو صرف مشاق مجرموں ہی کے قدموں میں ہو سکتی ہو، اندر چلا گیا۔ اندر جاکر دیکھا تو ایک وسیع ایوان (ہال) تھا۔ لیکن سامان راحت و زینت میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ قیمتی اشیا کا نام و نشان نہ تھا۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی پرانی چٹائی بچھی تھی، اور ایک طرف چمڑے کا ایک تکیہ پڑا تھا۔ البتہ ایک گوشہ میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے۔ گویا کسی نے جلدی میں پھینک دیے ہیں اور اُن کے قریب ہی بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں۔ اُسنے مکان کی موجودات کا یہ پورا جائزہ کچھ تو اپنی اندھیری میں دیکھ لینے والی آنکھوں سے لے لیا تھا اور کچھ اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر۔ لیکن اُس کا ہاتھ ایک ہی تھا۔ یہ بغداد والوں کی بول چال میں "ایک ہاتھ کا شیطان" تھا جو اب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا ہو!

دس برس کی قید کے بعد آج ابن ساباط کو پہلی مرتبہ موقعہ ملا تھا کہ اپنے دلپسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے۔ جب اسنے دیکھا، اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، اور یہ پہلا قدم بیکار ثابت ہوگا، تو اس کے تیز اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان کے رہنے والوں کو گالیاں دینے لگا۔ جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیاء فراہم نہ کر سکے۔ ایک مفلس کا افلاس خود اُس کے لئے اس قدر درد انگیز نہیں ہوتا جس قدر اُس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت تلاش کرتا ہوا پہنچتا ہو۔ اسمیں شک نہیں، پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے اور وہ کتنے ہی موٹے اور ادنیٰ قسم کے کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن ساباط تنہا تھا۔ اور صرف تنہا ہی نہیں تھا بلکہ دو ہاتھوں کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہزار ہمت کرتا، مگر اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالے سنبھل نہیں سکتا تھا۔ وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ اُن کے وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چرا کر لیجانا آسان نہ تھا!

"ایک ہزار لعنت کرخ اور اُس کے تمام باشندوں پر" وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا "نہیں معلوم یہ کون احمق ہو جسنے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں؟ غالباً کوئی تاجر ہو۔ لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہو جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ اتنا بڑا مکان بنا کر اُس میں گدہوں اور خچروں کی جھول بنانے کا سامان جمع کر دیا" اُسنے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کی ٹٹول ٹٹول کر پیمائش کی "بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اُٹھایا جا سکتا ہو؟ ایک تھان کے اُٹھانے کے لئے کن کن گدہوں کو ساتھ لانے چاہئیں؟"

لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ رات جا رہی تھی، اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جاتی۔ اُسنے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اُسے فرش پر بچھا دیا۔ پھر کوشش کی زیادہ سے زیادہ تھان جو اُٹھائے جا سکتے ہیں اُٹھا لے۔ مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت زیادہ وزنی تھا۔ کم لیتا ہو تو بیکار ہو۔ زیادہ لیتا ہو تو لیجا نہیں سکتا۔ عجب طرح کی کش مکش میں گرفتار تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح یہ مرحلہ طے ہوا، لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی۔ صوف کا کپڑا بے حد موٹا تھا۔ اُسے مڑور دیکر گرہ لگانا آسان نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا چہ جائے کہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا۔ دو تھے۔ لیکن وہ بھاگنے میں مدد دے سکتے تھے صوف کی گٹھری باندھنے کے لئے سود مند نہ تھے۔ اُسنے بہت سی تجویزیں سوچیں، طرح طرح کے تجربے کئے، دانتوں سے کام لیا۔ کٹی ہوئی کہنی سے سہارا دیا۔ لیکن کسی طرح بھی گٹھری میں گرہ نہ لگ سکی، وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی عمل کی بے سود محنت نے ابن ساباط کو بہت جلد تھکا دیا۔ وقت کی کمی، عمل کا قدرتی خوف، مال کی گرانی، محنت کی شدت، اور فائدہ کی قلت، اُس کے دماغ کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہو گئے تھے۔

⁂

اچانک وہ چونک اُٹھا۔ اُس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ محسوس کی۔ ایک لمحہ تک خاموشی رہی۔ پھر ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی آدمی دروازہ کے پاس کھڑا ہو۔ ابن ساباط گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا، مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کرے، دروازہ کھلا اور روشنی نمایاں ہوئی۔ خوف اور دہشت سے اُس کا خون منجمد ہو گیا۔ جہاں کھڑا تھا، وہیں قدم گڑ گئے۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہو۔ اُس کے ایک ہاتھ میں شمعدان ہو، اور اُسے اس طرح اونچا کر رکھا ہو کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہو گئے ہیں۔

⁂

اس شخص کی وضع قطع سے اُس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ کُھلے رنگ کی ایک لمبی عبا اُس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسّی لپیٹ کر جسم پر چست کر لیا تھا۔ سر پر سیاہ قلنسوہ (اونچی دیوار کی ٹوپی) تھی، اور اس قدر کشادہ تھی کہ اُس کے کنارے ابروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا۔ اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی اُبھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں، اور قد کی درازی نے جسم میں کمر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہو گئی تھی، یہ نحافت اور زیادہ نمایاں کر دی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نحافت کا کوئی اثر اُس کے چہرہ پر نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اُس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کی تاثیر و گیرائی رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچے پر ایک شاندار اور دلاویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہو۔ رنگت زرد تھی، رخسار بے گوشت تھے، جسمانی تنومندی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیئت میں کوئی ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا، ایک نہایت طاقتور چہرہ اُس کے سامنے ہو۔ خصوصاً اُس کی نگاہیں ایسی روشن، ایسی مطمئن، ایسی ساکن تھیں، کہ معلوم ہوتا تھا، دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دو حلقوں کے اندر سما گئی ہو!

چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کئے ابن ساباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا، گویا اُسے جو کچھ سمجھنا تھا، سمجھ چکا ہو۔ اس کے چہرہ پر ہلکا سا زیر لب تبسم تھا۔ ایسا دلاویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دُور کر دے سکتی ہو۔ اُسنے شمعدان ایک طرف رکھ دیا، اور ایک ایسی آواز میں جو شفقت و ہمدردی میں ڈوبی ہوئی تھی، ابن ساباط سے کہا:

"میرے دوست! تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ جو کام تم کرنا چاہتے ہو یہ بغیر روشنی اور ایک رفیق کے انجام نہیں پا سکتا۔ دیکھو، یہ شمع روشن ہو اور میں تمھاری رفاقت کے لئے موجود ہوں۔ روشنی میں ہم دونوں اطمینان اور سہولت کے ساتھ یہ کام انجام دے لیں گے۔"

وہ ایک لمحہ کے لئے رُکا۔ جیسے کچھ سوچنے لگا ہو پھر اُسنے کہا: "مگر میں دیکھتا ہوں تم بہت تھک گئے ہو۔ تمھاری پیشانی پسینہ سے تر ہو رہی ہو۔ یہ گرم موسم، بند کمرہ، تاریکی اور تاریکی میں ایسی

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف سمتوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مباحث اوراق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے اور اسکا ہر باب اپنی مخصوص خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ ستر روپیہ میں خرید کیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاف نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا۔ ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں بھی مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو اطلاع دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، موجودہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " چہارم ۱۰ روپیہ   " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

اور اجنبی سے کہا یہیں بوجھ اُتار دو۔ پھر خود کود کر اندر گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھریاں اندر پھینک دیں۔ اس کے بعد اجنبی بھی کود کر اندر ہوگیا، اور دونوں عمارت کے اندرونی حصہ میں پہنچ گئے۔ اس عمارت کے نیچے ایک پرانا سرداب (تہ خانہ) تھا جس میں ابن ساباط نے قید خانے سے نکلکر پناہ لی تھی۔ لیکن اسوقت وہ سرداب میں نہیں اُترا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اپنا اصلی محفوظ مقام دکھلا دے۔

* * *

جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے دراصل ایک ناتمام ایوان تھا یا تو اسپر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی، یا پڑی تھی تو امتداد وقت کو شکستہ ہوکر گر پڑی تھی۔ ایک طرف بہت سے پتھروں کا ڈھیر تھا ابن ساباط انہی پتھروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھریاں سامنے دھری تھیں۔ ایک گوشہ میں اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔

یکایک اجنبی بڑھا اور ابن ساباط کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اب رات ختم ہونے پر تھی۔ پچھلی پہر کا چاند درخشندہ تھا۔ کھلی چھت سے اُس کی دھیمی اور ظلمت آلود شعاعیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں۔ ابن ساباط دیوار کے سائے میں تھا۔ لیکن اجنبی جو اُس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا، ٹھیک چاند کے مقابل تھا، اس لئے اُس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابن ساباط نے دیکھا کہ تاریکی میں ایک درخشاں چہرہ، ایک نورانی تبسم، ایک پُراسرار اندازِ نگاہ کی دلآویزی سامنے ہے!

" میرے عزیز دوست اور رفیق!" اجنبی نے اپنی اسی دلنوا اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹہ پہلے ابن ساباط کو بیخود کر چکی تھی کہنا شروع کیا " میں نے اپنی خدمت پوری کرلی ہے۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی اور اُس کی وجہ سے بار بار تمھیں پریشان خاطر ہونا پڑا، اُس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں اور تم سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے تم معاف کردوگے۔ اس دنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے اس قدر ملتی جلتی نہیں ہے جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کر دیں اور بخشدیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں تم سے الگ ہوں، تمھیں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم نے خیال کیا ہے۔ میں اُسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی تھی، اور تم نے میری رفاقت قبول کرلی تھی میری عادت ہے کہ رات کو تھوڑی دیر کے لئے اُس کمرے میں جایا کرتا ہوں جہاں تم بیٹھے تھے۔ آج آیا تو دیکھا، تم اندھیرے میں بیٹھے ہو اور تکلیف اُٹھا رہے ہو۔ تم میرے گھر میں میرے عزیز مہمان تھے۔ افسوس میں آج اس سے زیادہ تمھاری تواضع اور خدمت نہ کرسکا۔ تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے۔ آیندہ جب کبھی تمھیں ضرورت ہو، تم بلا تکلف اپنے رفیق کے پاس چلے آسکتے ہو۔ خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے"

یہ کہا اور آہستگی سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر مصافحہ کیا، اور تیزی کے ساتھ نکلکر روانہ ہوگیا۔

اجنبی خود تو روانہ ہوگیا لیکن ابن ساباط کو ایک دوسرے ہی عالم میں پہونچا دیا۔ اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا۔ اُس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ وہ اُسی طرف تک رہی تھیں جس طرف سے اجنبی روانہ ہوا تھا، لیکن معلوم نہیں اُسے کچھ سوجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں؟

* * *

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ بغداد کی مسجدوں سے جوق جوق نمازی نکل رہے ہیں۔ دوپہر کی گرمی نے امیروں کو تہ خانوں میں اور غریبوں کو دیواروں کے سائے میں بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں نکل رہے ہیں۔ ایک تفریح کے لئے، دوسرا مزدوری کے لئے۔ لیکن ابن ساباط اس وقت تک وہیں بیٹھا ہے جہاں صبح بیٹھا تھا۔ رات والی دونوں گٹھریاں سامنے پڑی ہیں، اور اُس کی نظریں اس طرح اُن میں گڑی ہوئی ہیں گویا اُن کی شکنوں کے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈھ رہا ہے!

بارہ گھنٹے گزر گئے، لیکن جسم اور زندگی کی کوئی ضرورت بھی اُسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بھوک جس کی خاطر اُسنے اپنا ایک ہاتھ کٹوایا تھا، اب اُسے نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اُس کے لئے دنیا کی سب سے زیادہ نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی، اب اُسے محسوس نہیں ہوتا! اُس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی ہے۔ اور رات والے عجیب و غریب "اجنبی" کی صورت ہے۔ وہ خود تو اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی، مگر اُسے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھا دی، جو اب تک اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا!

اُس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاری میں بسر ہوئی تھی اُسنے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سنا تھا، وہ یہی تھا کہ خود غرضی کا پُتلہ اور نفس پرستی کی مخلوق ہے۔ وہ نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے، بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے، سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے! لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بھی کرتا ہے، اور اسمیں فیاضی، بخشش، اور قربانی کی بھی روح ہو سکتی ہے۔ بچپن میں اُسنے بھی خدا کا نام سنا تھا اور لوگوں کو خدا پرستی کرتے دیکھا تھا۔ لیکن جب زندگی کی کشاکش کا میدان سامنے کھلا تو اُس کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اُسنے قدم اُٹھا دیا اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی، بڑھ گیا۔ نہ تو خود اُسے کبھی مہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا، اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اُسے خدا سے آشنا کرتے۔ جوں جوں اُس کی شقاوت بڑھتی گئی، سوسائٹی اپنی سزا و عقوبت کی مقدار بھی بڑھاتی گئی۔ سوسائٹی کے پاس اُسکی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی، اس لئے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف بے رحمی ہی کا خوگر ہوگیا۔

لیکن اب اچانک اُس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے۔ یہ جب چمکتا ہے تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دُور ہوجاتی ہیں۔ اب یکایک اس سورج کی پہلی کرن ابن ساباط کے دل کے تاریک گوشوں پر پڑی، اور وہ بہ یک دفعہ تاریکی سے نکلکر روشنی میں آگیا۔

اجنبی کی شخصیت اپنی پہلی ہی نظر میں، اُس کے دل تک پہنچ چکی تھی، لیکن وہ جہالت و گمراہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور حقیقت کے فہم کے لئے طیار نہیں ہوا۔ لیکن جونہی اجنبی کے آخری الفاظ نے وہ پردہ ہٹا دیا جو اُسنے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا، حقیقت اپنی پوری شان تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہوگئی، اور اب اس کی طاقت سے باہر تھا کہ اس تیر کے زخم سے سینہ بچالے جاتا!

اُسنے اپنی جہالت سے پہلے خیال کیا تھا۔ اجنبی بھی میری طرح کا ایک چور ہے، اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت و اعانت کر رہا ہے۔ اُس کا ذہن یہ تصور ہی نہیں کرسکتا تھا کہ بغیر غرض اور انتفاع کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرسکتا ہے۔ لیکن جب اجنبی نے چلتے وقت بتلایا کہ وہ چور نہیں، بلکہ اُسی مکان کا مالک ہے جس مکان کا مال و متاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا، تو اُسے ایسا محسوس ہوا، جیسے یکایک ایک بجلی آسمان سے گر پڑی:

" یہ چور نہیں تھا۔ مکان کا مالک تھا لیکن اُس نے چور کو پکڑ کر اور سزا دلا دینے کی جگہ اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" اس "کیا سلوک کیا؟" کا جواب اُس کی روح کے لئے ناسور اور اُس کے دل کے لئے ایک دہکتا ہوا انگارا تھا۔ وہ جس قدر سوچتا، روح کا زخم گہرا ہوتا جاتا، اور دل کی تپش بڑھتی جاتی۔ اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا، اُس کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حرف یاد کرتا، اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا۔ جب ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہوجاتی، تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کر دیتا، اور آخر تک پہونچ کر پھر ابتدا کی طرف لوٹتا۔ " میں اُس کے یہاں چوری کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں چور تھا۔ میں اس کا مال و متاع غارت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے بھی چور سمجھا۔ اُسے گالیاں دیں۔ بے رحمی سے ٹھوکر لگائی..... مگر اُسنے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟" ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سوچتا اور پھر یہی سوال دُہرانے لگتا۔

* * *

سُورج ڈوب رہا تھا۔ بغداد کی مسجدوں کے مناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ابن ساباط بھی اپنے غار کے گوشہ میں اُٹھا۔ چادر جسم پر ڈالی اور بغیر کسی جھجھک کے باہر نکل گیا۔ اب اس کے دلمیں خوف نہیں تھا۔ کیونکہ خوف کی جگہ ایک دوسرے ہی جذبہ نے لے لی تھی!

وہ کرخ کے اُسی حصہ میں پہونچا جہاں رات گیا تھا۔ رات والے مکان کے پہچاننے میں اُسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ مکان کے پاس ہی ایک لکڑہارے کا جھونپڑا تھا یہ اُس کے پاس گیا اور پوچھا:

" یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے، اسمیں کون تاجر رہتا ہے؟"

" تاجر" بوڑھے لکڑہارے نے تعجب کے ساتھ کہا " معلوم ہوتا ہے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو۔ یہاں تاجر کہاں سے آیا؟ یہاں تو شیخ جنید بغدادی رہتے ہیں"

ابن ساباط اس نام کی شہرت سے بے خبر نہ تھا لیکن صورت آشنا نہ تھا۔

ابن ساباط مکان کی طرف چلا۔ رات کی طرح اسوقت بھی دروازہ کھلا تھا۔ یہ بے تامل اندر چلا گیا۔ سامنے وہی رات والا ایوان تھا۔ یہ آہستہ آہستہ بڑھا اور دروازہ کے اندر نگاہ ڈالی۔ وہی رات والی چٹائی بچھی تھی۔ رات والا تکیہ ایک جانب دھرا تھا۔ تکیہ سے سہارا لگائے "عجیب اجنبی" بیٹھا تھا۔ تیس ۳۰ آدمی سامنے تھے۔ واقعی "اجنبی" تاجر نہیں تھا۔ "شیخ جنید بغدادی" تھے!

اتنے میں عشا کی اذان ہوئی لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب سب لوگ جا چکے شیخ بھی اُٹھے جونہی انھوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا، ایک شخص بیتابانہ بڑھا اور قدموں پر گر گیا۔ یہ ابن ساباط تھا۔ اُس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا۔ آنکھوں میں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں جل کی سوتیں پھوٹ گئی تھیں۔ دیر تک رُکی رہیں مگر اب نہیں رُک سکتی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب آجائے تو پھر دل کی کونسی کثافت ہے جو باقی رہ سکتی ہے؟

شیخ نے شفقت سے اُس کا سر اُٹھایا۔ یہ کھڑا ہوگیا مگر زبان نہ کھل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی؟ جب نگاہوں کی زبان کھل جاتی ہے تو منہ کی زبان کی ضرورت باقی نہیں رہتی!

* * *

اس واقعہ پر کچھ عرصہ گذر چکا ہے۔ شیخ احمد ابن ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقہ ارادت کے اُن فقرا میں ہے جو سب میں پیش پیش ہیں۔ شیخ کہا کرتے ہیں: "ابن ساباط نے وہ راہ لمحوں میں طے کرلی جو دوسرے برسوں میں بھی طے نہیں کرسکتے"!

* * *

ابن ساباط کو ۴۰ برس تک دنیا کی دہشت انگیز سزائیں نہ بدل سکیں، مگر محبت اور قربانی کے ایک لمحہ نے چور سے اہل اللہ بنا دیا!

الہلال

۷

۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما!

ٹائمز لندن کا ادبی ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کی تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم هے -

اس میں جدید مطبوعات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی هوتے هیں جنکی اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لندن کا هفته وار ادبی ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروری هے که

ٹائمز آف لندن کا تعلیمی ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مزین هوتے هیں

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

نیز

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرنی چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وسیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاهئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساری باتیں با قاعده علمی اصول کو معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط وکتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط وکتابت کے بعد هی آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. b. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری هیں ' اس کارخانے میں طیار کی جاتی هیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کیجئے

یاد رکھیے

میووں ' پھلوں ' اور هر قسم کے زرعی پیداوار کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانه سے مل سکتی هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR: MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۷ — کلکته : جمعه ۲۹ ۔ محرم ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱
Calcutta : Friday, 29, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اوردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون نی حروف کی چهپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ۔ کیون اردو زبان بهی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکهی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

هماری رای مین بهترین حروف یهی هین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیی یه نا موزون نهین تو اردو کیلیی کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

آثار عتیقہ

علم الآثار مصر

(قدیم مصری عقائد - معاد اور حشر و نشر)

مقتبس از تحقیقات ڈاکٹر احمد کمال بک مرحوم

(۲)

(ممی کرنا)

لاش کے ممی کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ناک کے راستے سے دماغ نکال لیتے تھے - پھر معدہ اور آنتیں نکال کر پیٹ صاف کرتے تھے - قسم قسم کے خوشبوئیں اندر بھرتے تھے - پھر جسم کو نمک دیکر ستر دن تک نول تار میں رکھتے تھے - اس کے بعد دھوتے تھے اور کپڑے کی پٹیوں میں ملفوف کر دیتے تھے - جسم کی حفاظت کیلیے ٹونے اور ٹوٹکے بھی کرتے ' اور قسم قسم کے تعویذ لٹکاتے - یہ دستور عام تھا کہ چہرے اور انگلیوں پر سونے کا ملمع کر دیتے تھے - خیال تھا کہ جس طرح سونا بگڑتا نہیں ' اسی طرح اس عمل سے جسم بھی نہیں بگڑے گا - قبر کے اندر مردے کے کئی بت بھی رکھدیتے تھے - تاکہ اگر جسم میں کچھہ بگاڑ پیدا ہو تو ان بتوں کی وجہ سے روح برابر آتی جاتی رہے - ممی کرنے کا جو طریقہ مصریوں نے ایجاد کیا تھا ' وہ علم کی اتنی ترقی پر بھی جو بیسویں صدی تک ہو چکی ہے ' موجودہ دنیا ایجاد نہ کر سکی - حتی کہ اس کا مصالحہ بھی ہمیں معلوم نہیں -

(سحر)

لیکن روح کی واپسی کے لیے صرف اسی قدر کافی نہیں تھا - سحر کی بھی ضرورت سمجھی جاتی تھی - اس موقعہ پر جو سحر کیا جاتا تھا ' وہ " اوزیس " کے افسانہ سے اخذ کیا گیا تھا - افسانہ یہ ہے کہ "اوزی ریس" کو اس کے بھائی " ست " نے قتل کر کے اس کی بوٹیاں کاٹیں اور ہر بوٹی دوسری بوٹی سے بہت دور پھینک دی - ان کا خیال تھا کہ اوزی ریس پہلا آدمی تھا جسے موت آئی اس سے پہلے آدمی مرتے نہیں تھے - اس کے قتل کے بعد اس کی بیوی " ایزیس " بہن " نفتیس " ' بیٹے " ہوریس " ' دوست " انوبس " اور " توت " نے سحر کے زور سے اس کی منتشر بوٹیاں جمع کر لیں - انہیں باہم جوڑا ' اور جب پورا جسم جمع ہوگیا تو اسے برہنہ ' ریگ پر کھڑا کردیا - پھر " ہوریس " اور " توت " نے جادو کا اوزار اس کے منھہ ' آنکھہ ' کان ' بازو ' اور پیروں پر رکھا - اوزار رکھنا تھا کہ فوراً پورا جسم اسطرح جڑ گیا ' گویا کبھی کٹا ہی نہ تھا - لیکن روح اب بھی واپس نہ آئی - وہ تو قاتل " ست " کے قبضہ میں تھی - یہ دیکھکر " ہوریس " ' " توت " اور ان کے ساتھیوں نے روح کی جستجو شروع کی - آخر معلوم ہوا کہ روح تین جانوروں : بیل ' ہرن ' اور بط میں سما گئی ہے - انہوں نے کوشش جاری رکھی ' اور ان جانوروں کے جسم سے روح نکالنے میں کامیاب ہو گئے - اس وقت " ہوریس " خوشی خوشی روح لایا ' اور اپنے باپ " اوزی ریس " کے منھہ پر بوسہ دیکر اس کے جسم میں اتار دی - " اوزی ریس " زندہ ہو گیا - شاید اسی وقت سے بوسہ ' محبت کی علامت قرار پا گیا ہے !

اس واقعہ کے بعد سے " اوزی ریس " دائمی زندگی کا دیوتا تسلیم کرلیا گیا - کیونکہ موت اسے مغلوب نہ کرسکی - اس دیوتا سے دوسرے دیوتاؤں ' فرعونوں ' اور تمام مصریوں کو زندگی حاصل ہوئی - سقارہ میں چھٹے خاندان کے ایک ہرم پر " کتاب ابدیت " کا یہ باب کندہ ہے اور پڑھہ لیا گیا ہے -

(آخرت کی زندگی)

مصریوں کا ابتدا میں عقیدہ یہ تھا کہ آخرت میں بھی انسان بالکل ویسی ہی زندگی بسر کرتا ہے ' جیسی دنیا میں اسکی زندگی ہوتی ہے - فرق صرف اسقدر ہے کہ یہاں کے مصائب و آلام وہاں نہیں ہیں - یہی سبب ہے کہ وہ مردے کی قبر میں وہ تمام چیزیں رکھدیا کرتے تھے جو دنیاوی زندگی میں اسے مرغوب تھیں - چنانچہ قسم قسم کے کھانے ' کپڑے ' زیور ' ساتھہ دفن کر دیتے تھے اور سمجھتے تھے ' وہ مرنے کے بعد بھی ان سے متمتع ہوگا - یہی نہیں بلکہ قبر کی دیواروں پر ان چیزوں کی تصویریں بھی بنا دیتے تھے - نیز اسکی دلچسپی کی چیزوں مثلاً شکار ' دریا ' میدان جنگ وغیرہ کے مناظر بھی کندہ کردیتے - انہیں یقین تھا کہ سحر کے ذریعہ یہ تمام تصویریں اور نقوش اصلی ہوجائینگے ' اور ان سے مردے کو وہی لطف حاصل ہوگا جو زندگی میں حاصل ہوتا تھا !

لیکن بتدریج ان خیالات میں وسعت ہوئی - انہوں نے محسوس کیا کہ دنیاوی زندگی آخری زندگی کا کوئی اعلی نمونہ نہیں ہے - چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ " جنت " کا خیال پیدا ہوا -

(جنت)

لیکن جنت کے تخیل نے بھی بتدریج ترقی کی - شروع میں انکی جنت ' سرزمین مصر ہی جیسا ایک خیالی خطہ تھا جسمیں نہریں جاری تھیں ' سبزہ لہلہاتا تھا ' زندگی کی جملہ دلفریبیاں جمع تھیں - لیکن اس جنت میں باوجود ہر قسم کے آرام و راحت کے ' آدمی کو محنت کرنے پر بھی مجبور ہونا پڑتا تھا - اسے اپنا باغ خود درست کرنا پڑتا اور کھانے کے لیے خود ہی کھیتی کرنی پڑتی تھی - بعد میں محنت کا خیال جاتا رہا ' اور بلا کسی تکلیف کے کھانا پانی حاصل ہونے لگا - اس کے بعد جنت سرزمین مصر سے اٹھکر ملاء اعلی میں پہنچ گئی جہاں کی رونق اور دلفریبی حد تصور سے باہر ہے !

یہ معاد کے مصری عقیدے کی انتہائی ترقی تھی -

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی ہین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پراني قلمي اور مطبوعه کتابیں، پراني تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا هر قسم کا سامان، اور هر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب هیں، تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماري نمایش گاهوں اور ذخائر کي فهرستیں هي منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت، دونوں کیلیے همارا ذخیره قیمتي هے -

نوادر عالم کا یه ذخیره

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، هندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں همارے ایجنت همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز عهد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ، امریکه ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهره کے نئے ایوان شاهي کے نوادر ابهي حال میں هم هي نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهي پہلے هم هي سے خط و کتابت کیجیے - بهت ممکن هے که همارا سفري یا مقامي ایجنت آپسے مل سکے -

والٹیر

جسنے کلیسائي اور شاهي استبداد کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تها !

مہذب ' سنجیدہ ' با اصول ' فیاض ' اور دوستوں کا وفادار دکھائي دیتا هے - کبھي اپنے دوستوں پر جان و مال قربان کرنے پر تلا هے - کبھي دشمنوں کو پاؤں سے روند ڈالنے پر اڑا هے - والٹیر ایسي هي متناقص صفات و اخلاق کا مجموعه هے !

لیکن یه صفتیں اسکي شخصیت کي اصلي بنیادیں نہیں هیں - اسکي شخصیت کے ستون جس چٹان پر قائم تهے ' وہ اسکي اعلی دماغي قابلیت اور حیرت انگیز ذهانت تهي - ثبوت کے لیے کسي تاریخي شهادت کي ضرورت نہیں - اسکي کتابیں خود سب سے بڑي شهادت هیں - نناوے ضخیم جلدیں اسکي یادگار هیں - انکا هر صفحه روشني کے حرفوں میں لکها هے - هر سطر اپني جگهه پر ایک کامل سحر هے - اتني بڑي ' اتني کثیر ' اتني متنوع کتابیں ' کم لوگوں نے چهوڑي هیں - وہ معلومات و مباحث کي وسعت و تنوع کے لحاظ سے انسائیکلو پیڈیا کا حکم رکهتي هیں - تاهم حشو و زواید بہت کم هیں -

خود والٹیر کا قول هے " میرا پیشه یه هے که جو کچهه میرے ذهن میں آئے اسے کہڈالوں " زندگي بهر اسنے اسي پر عمل کیا - لیکن اسکے ذهن میں همیشه وهي آتا تها جو کہنے کے لائق هوتا تها - لغو افکار سے اسکا دماغ بالا تر تها ' اسکي سب سے بڑي مہارت یه تهي که هر خیال کو ایسے پیرایه میں ادا کردیتا تها که سامعین وجد کرنے لگتے تهے !

والٹیر کي سب سے زیادہ موثر ' دلچسپ ' اور عجیب تحریریں وہ هیں ' جو اس نے مسیحي کلیسا کے خلاف لکهي هیں - معلوم هے که اس نے کلیسا کے جمود اور تعصب کے خلاف (خود اسي کے لفظوں میں) جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تها - ان تحریروں میں اس نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے هیں - لفظ اور سطریں نہیں هیں ' جرار فوجیں هیں جو حمله آور هو رهي هیں - در حقیقت مسیحي کلیسا کے هزار ساله تخت حکومت کے پائے اسي کے نوک قلم سے ٹوٹے ' اور اس طرح ٹوٹے که پهر کسي طرح بهي استوار نه هوسکے !

والٹیر کي شہرت صرف اسکي کتابوں اور قصیدوں هي سے نہیں هوئي بلکه وہ بہت بڑا مقرر اور لسان بهي تها - انهیں مختلف قابلیتوں کے مجموعه نے اسے اپنے زمانه کا سب سے بڑا آدمي بنا دیا !

والٹیر ' غضب کا محنتي تها - کام سے کبهي نہیں تهکتا - یہي سبب هے که وہ اتنا بڑا علمي ذخیرہ چهوڑ گیا ' جتنا اسکے کسي هم عصر کے امکان میں نه تها - اسکي غیر معمولي چستي کے ثبوت میں خود اسي کے بہت سے اقوال پیش کیے جا سکتے هیں - وہ کہتا هے :

" سستي اور عدم ایک چیز هے "

ایک اور جگهه لکهتا هے :

" تمام آدمي اچهے هیں ' بجز انکے ' جنکے پاس کرنے کے لیے کوئي کام نہیں ! "

اسکے سکریٹري کا بیان هے :

" والٹیر بڑا سخي تها - صرف اپنے وقت میں بخل کرتا تها "

اسکا مشهور مقوله هے :

" زندگي کے مصائب کم کرنے کے لئے نفس کو همیشه زیادہ سے زیادہ کام میں مشغول رکهنا چاهئے ... میري عمر جتني زیادہ هوتي جاتي هے ' محنت کي ضرورت کا اتنا هي زیادہ یقین هوتا جاتا هے - جو شخص محنت کا عادي هوجاتا هے ' اسے محنت میں اتني مسرت حاصل هوتي هے که زندگي کي تمام کلفتیں بهول جاتا هے "

اسکا یه قول ضرب المثل هو گیا هے :

" اگر خود کشي منظور نہیں هے تو اپنے لیے کوئي کام پیدا کرلو " اسي جمله سے لوگوں نے خیال کیا هے که اسکے دل میں خود کشي کا خیال پیدا هوا کرتا تها - اسي لیے وہ همیشه کام میں منهمک رهتا تها -

(اٹهارهویں صدي کي روح)

ویکٹر هیوگو کا قول هے :

" والٹیر اور اس کي روح کا سمجهه لینا پوري اٹهارهوي صدي کي روح کا سمجهه لینا هے "

" اٹلي ایک بڑي تہذیب کا منبع تها - جرمني سے اصلاح دیني کا سر چشمه پهوٹا - لیکن فرانس ؟ تو فرانس میں والٹیر تها - والٹیر ایک پوري قوم تها - انقلاب عظیم کي دعوت تها - نہیں ' سرتاپا انقلاب تها - فرانس کا مشهور انقلاب ' جس نے خون کي موجوں سے ایک نئي دنیا پیدا کردي ' والٹیر هي کا ایک افسون حیات تها - یه شخص اپنے اندر سب کچهه رکهتا تها - اس میں " مونٹین " کا شک تها - " رابیلیه " کا تمسخر تها - " لوتهر " کي حمله آورانه قوت تهي - اسي نے میرابو ' مورات ' ڈانٹن ' روبسپیر ' پیدا کیے تهے ' اور وہ بارود بنائي تهي جس سے انهوں نے دنیا کے تمام نظام هاے قدیم کي عمارتیں به یک دفعه هوا میں اڑادیں ! "

لامارتین کہتا هے :

" اگر انسان کا عمل اس کي عظمت کا میزان هے تو بلا شک والٹیر موجودہ یورپ کا سب سے بڑا کاتب تها - قدرت نے اس کي عمر میں برکت دي - ٨٣ سال زندہ رها - قدیم نظام کے معائب معلوم کیے ' اس کے خلاف جهاد کیا ' اور جب مرا تو وهي فتحمنداً تها - "

کسي مصنف کو بهي اپنے عهد میں اتنا اقتدار حاصل نہیں هوا ' جتنا والٹیر نے حاصل کیا تها - تمام جهان اس کا مخالف تها - کلیسا جو اس وقت تک سب سے بڑي قوت تهي ' دشمن تها - حکومت خون کي پیاسي تهي - اسے قید کیا گیا - جلا وطن کیا گیا - ذلیل کیا گیا - اس کي کتابیں روکي گئیں ' جلائي گئیں '

مغرب کي تاريخ جديد کي تاريخي شخصيتين

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

والتير

FRANCOIS DE VOLTAIRE.

اردو علم ادب کي بے مايگي هر گوشۂ علم و فن ميں نماياں هے - ليکن سب سے زياده افسوس ناک کمي يه هے که إس وقت تک علوم و ادبيات کي وه اُمهات و اصول بهي اردو ميں منتقل نه هوسکيں جن کے بغير موجوده عهد کي کوئي زبان ' ترقي پذير زبان تسليم نهيں کي جا سکتي - " اُمهات و اصول " کا لفظ جب کبهي علوم و کتب کے ليے بولا جاتا هے تو اُس سے مقصود يه هوتا هے که هر علم و فن کي وه بنيادي چيزيں ' جو بمنزلۂ اصل و اساس هيں ' اور جنهوں نے اپنے اپنے دائرۂ بحث و نظر ميں مبادیات و قواعد کا درجه حاصل کر ليا هے - مثلاً منطق ميں ارسطو کا مقاله ' رياضي ميں اقليدس کے مقالات ' قانون ميں سولن کے مباحث ' طب ميں جالينوس کے رسائل خمسه ' نظام حکومت ميں افلاطون کي جمهوريۃ ' تاريخ ميں ميں هيرو دوٹس کي کتاب ' فن بلاغة ميں جاحظ کے مقدمات ' قصص ميں الف ليله ' منطق استقرائي ميں بيکن کا مقاله ' وغيره ذلک - علوم و ادب کا کتنا هي وسيع و وقيع ذخيره فراهم هوجائے ' مگر وه سب برگ و بار هيں - سب سے پہلے اُن کي جڑيں زبان ميں اُستوار هوني چاهيئں - لطف يه هے که يه کام کچهه ايسا دشوار بهي نهيں - اهل علم کي اگر ايک مختصر جماعت مستعد هوجائے ' تو دو تين سال کے اندر اُمهات علوم و ادب کا بڑا حصه اردو ميں منتقل هو جا سکتا هے - ليکن مشکل يه هے که نه تو اس وقت تک هم ميں ايسے اهل علم پيدا هوئے هيں جنهيں خدمت علم کا اس درجه شوق هو ' نه ملک ميں علمي طلب هے جو اهل علم کو إس طرف متوجه کرے - بنياد ان تمام کار و بار علم کي قومي تعليم هے ' اور وهي اس وقت تک مفقود هے -

إس سلسله کا ايک اهم گوشه يورپ کي جديد تاريخ اجتماع و تمدن کي اُمهات و اصول اور اُنکے رجال علم و نظر هيں - موجوده دور کي تاريخ ' انقلاب فرانس سے شروع کي جاتي هے - انقلاب فرانس کي تخم ريزي جس عهد ميں هوئي ' وه اٹهارهويں صدي کا ابتدائي حصه هے - إس عهد ميں چند شخصيتيں ايسي پيدا هوگئي تهيں ' جنکي دماغي سيرت ميں وقت کي تمام انقلابي قوتيں سمٹ آئي تهيں - وه سرتا پا پيکر انقلاب تهيں - اُنهي کے دماغ و قلم نے انقلاب فرانس کي تخم ريزي کي ' اور اُنهي کے مبادیات و اصول هيں جن سے يورپ کے نئے دور کي تاريخ کا آغاز هوا - مورخين نے انهيں " انقلاب کے ارکان ثلاثه " سے تعبير کيا هے - اگرچه تعداد ميں تين سے زياده هيں ' ليکن قلم و کتابت کي تقسيم ميں اُنکے حلقے تين هي هيں :

(۱) والتير Valtaire -

(۲) روسو Rausseou -

(۳) اور انسائيکلو پيڈيا کے اهل قلم The Encyclopedie -

آخري جماعت اس لقب سے اسليے موسوم هوئي که اس نے سب سے پہلے فرانسيسي زبان ميں انسائيکلو پيڈيا مرتب کي ' اور علم اور حريت فکر کے مباحث کي اشاعت اُس کے اوراق و مجلدات کے ذريعه هوئي - اس ميں سب سے زياده نامور اهل قلم دو تهے : ڈيڈرو diderot اور ڈالمبرٹ D' Alembert -

ايک مدت سے مجهے خيال تها که ان ارکان ثلاثه کي وه تحريريں جن کا شمار اُمهات و مبادیات ميں سے کيا جاتا هے ' اردو ميں منتقل کردي جائيں ' تاکه علاوه اردو علم ادب کي تکميل کے ' غير انگريزي داں طبقه کے مطالعه کيليے تاريخ جديد کے ذهني مبادیات مهيا هوجائيں ' اور وه اسکے محاسن و نقائص ' دونوں سے با خبر هوسکيں - کئي سال هوے ' ميں نے روسو کا "لا کنٹرکٹ سوشيل" Le Contrat Social اور ايميل Emilius ترجمه کيليے بعض دوستوں کو ديا تها - کچهه حصه کا ترجمه هوا بهي ' ليکن افسوس هے که انکي بے ذوقي تکميل سے مانع هوي اور اُسکے بعد مجهے بهي توجه کرنے کي مهلت نه ملي - ميرے کرنے کے کام دوسرے هيں جن کي تکميل و اشاعت سے ابتک عهده برا نه هوسکا - ان کاموں کے ليے وقت کہاں سے لاؤں ؟

ليکن اب الهلال شائع هوا هے تو اسکے صفحات کے تنوع ميں هر طرح کے بحث و نظر کي گنجائش هے - خيال هوا ' کم از کم ايک سلسلۂ مضامين اس موضوع پر ايسا مرتب کرديا جائے ' جس سے ايک حد تک کتابوں کے فقدان کي تلافي هوسکے - چنانچه آج " والتير " سے يه سلسله شروع کيا جاتا هے - اس کے تين حصے هيں - پہلا حصه جو آج شائع کيا جاتا هے اُسکي دماغي سيرة پر اجمالي نظر هے اور اُسکے مختصر حالات زندگي پر مشتمل هے - دوسرے ميں اُسکے اصول و تعليمات کا خلاصه هے - تيسرے ميں اسپر نقد و تبصره هے - اور وهي اس سلسله کي سب سے زياده اهم چيز هوگي -

(والتير)

ايک دن والتير ' مشهور رقاصه رومانيل کے ساتهه اُسکي گاڑي ميں بيٹها تها - رقاصه تهيٹر جا رهي تهي جهاں اُسے والتير کے شهرۂ آفاق ڈراما " ميروب " کي مشق کرنا تهي - وه بهت پريشان تهي - کهنے لگي " کاميابي کے ساتهه يه ڈراما اور اُسکے دقيق جذبات دکهانے کيليے ضروري هے که ميرے جسم ميں شيطان حلول کر جائے "

" سچ هے بيگم ! هر فن ميں کاميابي اسي پر موقوف هے که شيطان جسم ميں حلول کر جائے " والتير کا جواب تها !

والتير کے تمام دشمنوں نے خصوصاً کليسائي حريفوں نے بيک زبان کها هے که شيطان اسکے اندر حلول کيے تها - چنانچه سينٹ بوف کا قول هے " ابليس اُسکے جسم ميں تها " روميسٹر کهتا هے " يهه شخص ' جهنم کي تمام قوتوں اور هولناکيوں کا مالک تها " !

در اصل والتير اپنے وقت کا پورا آدمي تها - يورپ کي اٹهارويں صدي کي ادبيات کي سچي تصوير إس فلسفي شاعر ميں هم ديکهه سکتے هيں - اُسکي تصانيف ميں اُس عصر کي جمله بهلائياں اور برائياں ' دونوں جمع هوگئي هيں - کبهي وه نهايت مذموم ' کج خلق ' بد اطوار ' فحاش ' بے اصول ' مفرط ' اور کمينه نظر آتا هے - کبهي از حد لطيف '

پڑا - یہ اُس کا پہلا عشق تھا - اسلیے عمر بھر اسکي چبھن دل میں باقي رھي !

سنه ۱۷۱۵ - میں والٹیر اپنے والد سے علحدہ ھوکر پیرس پہونچا - اِسي زمانه میں لوئي چہاردھم نے انتقال کیا اور لوئي پانزدھم تخت نشین ھوا - بادشاہ کمسن تھا ' اسلئے سلطنت کي باگیں اُسکے مربي فلیپ ڈورلین کے ھاتھوں میں آگئیں - یہ شخص کم ھمت اور ضعیف الارادہ تھا - ملک میں بد امني پھیل گئي - پیرس اِسکا مرکز تھا - والٹیر شورش پسندوں میں داخل ھوگیا ' اور اپني بے باکي اور جرأت کي وجہ سے بہت جلد ممتاز جگہ حاصل کرلي -

اُسکي جرأت کا اندازہ صرف اِس ایک واقعه سے کیا جا سکتا ھے که نائب سلطنت نے کفایت شعاري کے خیال سے شاھي اصطبل کے آدھے گھوڑے بیچ ڈالنے کا حکم دیا تھا - اِس پر والٹیر نے ایک مضمون میں لکھا " کاش نائب سلطنت آدھے گدھوں کي فروخت کا بھي حکم صادر کردیتے جو حضور کي اونچي کرسیوں پر بیٹھتے ھیں ! "

حکام کي نظر سے یہ مضمون گذرا تو سخت برھم ھوے - پھر نائب سلطنت کي ھجو میں دو قصیدے شایع ھوئے اور خیال کیا گیا که والٹیر نے ھي لکھے ھیں - اب پوري حکومت اسکي دشمن ھوگئي - ایک دن کسي تفریح گاہ میں نائب سلطنت نے والٹیر کو دیکھا اور بلاکر کہا " میں تم سے شرط باندھتا ھوں که عنقریب تمھیں ایک ایسي جگہ دکھاؤنگا جسے تمھاري ان آنکھوں نے کبھي نہیں دیکھا ھے ! " والٹیر نے تمسخر سے سوال کیا " وہ کون جگہ ھوسکتي ھے ؟ " نائب نے کہا " باسٹل کي تاریک کوٹھریاں ! "

اِس گفتگو پر پورے چوبیس گھنٹے بھي نہیں گذرے تھے که والٹیر باسٹل کے خوفناک قید خانه میں بند تھا - یہ واقعه سنه ۱۷۱۷ - ع ھے - کاش اُس وقت حکومت کو معلوم ھوتا که ایک دن یہي باسٹل والٹیر کے پیدا کردہ انقلاب کے ھاتھوں منہدم ھوکر رھیگا !

اِس وقت تک والٹیر اپنے اصلي نام " فرانسوا منري اروبہ " سے مشہور تھا - لیکن قید ھونے کے بعد آیندہ حکومت کے شکنجہ سے بچنے کے لیے ' ایک فرضي نام اختیار کرلیا جو والٹیر تھا - یہ فرضي نام اس درجہ مشہور ھوا که آج تاریخ کے سوا کہیں بھي اس کا اصلي نام نہیں ملسکتا -

قید خانه میں اُسنے بڑي ھمت و جرأت سے کام لیا ' اور اپني شہرۂ آفاق کتاب " ھنریاڈ " تصنیف کي - یہ در اصل ھنري چہارم کا قصه ھے جو پہلے پروٹسٹنٹ ھوا تھا - پھر دوبارہ کیتھولک ھوگیا ' اور آخرکار قتل کیا گیا -

قید خانه میں وہ گیارہ مہینے رھا - اِس اثنا میں اُسے سخت جسماني تکلیفیں دي گئیں - لیکن بعد میں خود نائب سلطنت کو رحم آگیا - عزت کے ساتھہ رھا کر دیا گیا اور سالانه وظیفه بھي مقرر ھوگیا - والٹیر کي شوخ طبعي کا اندازہ اِس سے ھوسکتا ھے که اُس نے نائب سلطنت کو شکریہ کا خط اِن الفاظ میں لکھا تھا :

" اعلی حضرت نے میرے رزق کا جو اھتمام کیا ھے ' اس کے لیے شکرگزار ھوں - مگر میري دست بسته درخواست ھے که میري سکونت کے انتظام کرنے کي حضور کبھي زحمت گوارا نه کریں !

اُسکا اشارہ قید خانه کي طرف تھا -

باسٹل سے نجات پانے کے بعد والٹیر نے اپنا مشہور ڈراما " اڈیپ " لکھا - یہ ایک نہایت ھي درد انگیز قصه ھے - بہت مقبول ھوا اور مسلسل ۴۵ دن تک پیرس کے تھیٹروں میں دکھایا گیا - والٹیر کے والد کو اِسکا حال معلوم ھوا تو خاص اُسکے دیکھنے کے لیے پیرس آئے - تماشه دیکھتے وقت اپني مسرت بار بار یہ کہکر ظاھر کرتا " آہ شیطان آہ شیطان ! "

اِسي ڈراما میں اُسنے اپنے یہ انقلاب انگیز خیالات ظاھر کیے ھیں :

" ھمارے کاھن ویسے نہیں ھیں جیسا سادہ لوح عوام اُنھیں سمجھتے ھیں "

" اِن کاھنوں کے علوم و معارف کیا ھیں ؟ در اصل ھماري سادہ لوحي اور زود اعتقادي ھي اُن کے علوم و معارف ھیں ! "

" ھمیں اپني قوت پر یقین کرنا اور ایمان لانا چاھیے - ھر چیز خود اپني آنکھوں سے دیکھني چاھیے - در حقیقت ھماري عقل ھي ھمارا معبود ' ھمارا عبادت خانه ' اور ھمارا کاھن ھے "

اِس ڈراما سے والٹیر نے چار ھزار فرانک حاصل کیے - اُس نے یہ رقم ضایع نہیں کي - بلکه اُسے اپنا راس المال قرار دیا اور بڑي ھوشیاري سے اُسے بڑھاتا رھا - اُسکا اصول تھا که آدمي کو اپني روزي اپني محنت سے کماني چاھیے اور اپني کمائي سے کچھه نه کچھه پس انداز ضرور کرنا چاھیے - وہ کہا کرتا تھا " فلسفه چھانٹنے سے پہلے آدمي کو زندہ رھنے کي حکمت سیکھني چاھیے " !

الهلال

کا

یہ ۷ - واں نمبر ھے

لیکن

اِس وقت تک توسیع اشاعت کے لیے دفتر نے آپکو کوئي زحمت نہیں دي ھے - کیا آپ کو خود اِس طرف توجہ نه ھوئي ؟

اس میں شک نہیں که اصحاب ذوق نے جس طرح الهلال کا استقبال کیا ' شاید ھي اُسکي کوئي دوسري نظیر اردو اخبارات میں مل سکے - لیکن مشکل یہ ھے که پرچه کي ترتیب و طباعت کا معیار بہت بلند ھے ' اور قیمت اُسکے مقابله میں بہت کم - اب یا تو قیمت بڑھاني چاھیے - یا اتني وسیع اشاعت ھوني چاھیے که اُس سے قیمت کي کمي کي تلافي ھوجاے -

حتی کہ چھاپنے ' بیچنے ' اور پڑھنے والوں تک کو سزا دي گئي - مگر والٹیر کے عزم و ہمت میں فرق نہ آیا - وہ تمام دشمنوں پر غالب آیا - تمام مشکلات پر فتحمند ہوا - اُس نے ہمیشہ حق و حقیقت کا اظہار کیا اور بالآخر دنیا کي گردنیں اُس کے علمي و عقلي جبروت کے آگے جھک گئیں - یا تو اُسے ذلیل سمجھا جاتا تھا - یا پھر یہ ہوا کہ بادشاہ ' شہنشاہ ' اور روم کے پوپ تک ' اُس کي خوشامدیں کرنے لگے - سب اُس کي ہیبت سے لرز اٹھے - پاپاؤں کي روحاني گدّي اور بادشاہوں کے زریں تخت ہلنے لگے - آدھي دنیا نے اِس ساحر کے لیے اپنے کان کھول دئے' اور اُس کي زبان و قلم کا ہر لفظ باشندگان یورپ کے دلوں میں اُتر گیا !

والٹیر ایک ایسے زمانہ میں پیدا ہوا تھا جس کي سب سے بڑي ضرورت تخریب اور شکست و ریخت تھي - جرمني کا نطشے کہتا ہے " ہنسنے والے شیروں کے نمودار ہونے کي ضرورت ہے " والٹیر نے یہ نہیں کہا' مگر وہ سچ مچ کو شیر کي طرح گرجتا اور ہنستا ہوا اٹھا ' اور قدیم نظام کي کہنہ عمارت ڈھا دي - درحقیقت یورپ کي موجودہ بیداري اور تہذیب کا سہرا دو ہي آدمیوں کے سر ہے : والٹیر اور روسو - انہي دونوں نے انقلاب فرانس کي تخم ریزي کي' اور وہ سب کچھہ مہیا کر دیا جس کي اِس انقلاب کو ضرورت تھي - بدنصیب لوئي شانزدہم نے قتل ہونے سے چند دن پہلے قید خانہ میں والٹیر اور روسو کي کتابیں دیکھي تھیں - وہ بے اختیار چلا اٹھا " انہي دو آدمیوں نے فرانس کو برباد کیا ہے ! " ظاہر ہے کہ فرانس کي بربادي سے بدنصیب بادشاہ کا مقصود اپنے خاندان کي بربادي تھي - نپولین اعظم کہا کرتا تھا " بور بون (فرانس کا خاندان شاہي) اپنا تخت و تاج محفوظ رکھہ سکتا تھا اگر والٹیر اور روسو کا منہہ بند کر دیتا " خود والٹیر کہتا ہے " کتابیں ہي قوموں پر حکومت کرتي ہیں " اسي کا مقولہ ہے " دماغي تربیت سے بڑھکر کوئي ذریعہ آزادي کا نہیں " ایک اور موقعہ پر اُس نے کہا " جب قوم سوچنے لگ جائے تو پھر منزل مقصود سے اُسے روکنا نا ممکن ہو جاتا ہے " والٹیر کے ظہور کے ساتھہ فرانس نے سوچنا شروع کیا ' اور دنیا کي کوئي قوت بھي اُسے آگے بڑھنے سے روک نہ سکي -

(مختصر سوانح حیات)

والٹیر کا اصلي نام " فرانسو ماري اروئہ " ہے - سنہ ۱۶۹۴ ع میں پیرس میں پیدا ہوا - اُس کا باپ رجسٹرار تھا اور ماں ایک شریف گھرانے کي خاتون تھي - خیال کیا جاتا ہے کہ والٹیر نے اپني غصہ ور طبیعت اپنے باپ سے ورثہ میں پائي تھي ' اور ذہانت ماں سے - والٹیر کے پیدا ہونے میں اُس کي ماں کو اِتني تکلیف ہوئي کہ جانبر نہ ہو سکي - وہ خود بھي از حد کمزور تھا - حتی کہ اُس کي دائي نے گود میں لیتے ہي کہہ دیا تھا " بچہ ایک دن سے زیادہ نہیں جیئگا " لیکن اُس کا اندازہ غلط تھا - وہ ۸۴ سال تک زندہ رہا - البتہ بیماریوں اور جسماني تکلیفوں میں ہمیشہ مبتلا رہا -

والٹیر کا ایک بڑا بھائي بھي تھا - اسکا نام " ارمان " تھا - لیکن وہ آزاد خیالي کے جرم میں کلیسا کے حکم سے قتل کر ڈالا گیا - اُسکا ایک واقعہ بہت مشہور ہے - وہ جب قید تھا اور پھانسي کا حکم صادر ہو گیا تھا ' تو بعض دوستوں نے رائے دي - توبہ کرکے جان بچالے - لیکن یہ سنکر وہ بہت غضب ناک ہو گیا - اُس نے کہا " دوستو ! شکریہ - اگر تم خود پھانسي پر لٹکنا پسند نہیں کرتے تو اُن لوگوں کي راہ کیوں روکتے ہو جو پھانسي پانا پسند کرتے ہیں ؟ "

والٹیر کا باپ اپنے دونوں لڑکوں کي شکایت کیا کرتا تھا " خدا نے مجھے دو پاگل بیٹے دیے ہیں : ایک کو نثر کا جنون ہے' دوسرے کو نظم کا " والٹیر نے شعر کہنا اُس وقت سے شروع کیا جبکہ وہ اپنا نام بھي صحیح طور پر نہیں لکھہ سکتا تھا - اُسکا باپ عملي زندگي کا عادي تھا - اُسنے اپنے لڑکے کي یہ حالت دیکھکر افسوس کے ساتھہ یقین کر لیا کہ یہ بالکل ناکارہ نکلیگا - اُسے کیا معلوم تھا' ایک دن اُسکا یہي " ناکارہ " تمام یورپ کا سب سے بڑا اہل قلم تسلیم کیا جائیگا !

والٹیر کي ماں کے انتقال کے بعد اُسکا خاندان پیرس چھوڑ کر دیہات میں جا بسا - یہاں ایک دولتمند فاحشہ نے والٹیر کو دیکھا اور اُسمیں آثار ذہانت و نجابت پائے - چنانچہ مرنے سے پہلے وہ یہ نیک کام کر گئي کہ دو ہزار فرانک والٹیر کو ہبہ کر دیے - تا کہ " اس روپیہ سے اُسے کتابیں خرید دي جائیں "

والٹیر کو ان کتابوں سے بڑا نفع ہوا - وہ عمر بھر اِس آبرو باختہ عورت کا احسان مند رہا - اِسکے بعد ایک راہب کو اُس سے محبت ہو گئي - لیکن یہ راہب دراصل ملحد تھا - اِس نے اُسے شک و الحاد کي تلقین کي' اور کلیسا کے طرف سے نفرت و انکار دلنشین کر دیا -

اِسکے بعد وہ پادریوں کے مدرسہ میں دیني تعلیم حاصل کرنے کیلیے داخل کیا گیا - یہاں اُسنے فن مناظرہ اور علم کلام سیکھا - اُس وقت بڑا علمي کمال یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایک ہي مسئلہ کو بہ زور جدل دو متناقض پہلوؤں سے ثابت کردیا جائے - والٹیر نے اِس فن میں کمال حاصل کر لیا - نتیجہ یہ نکلا کہ کسي مسئلہ پر بھي اُسے یقین باقي نہ رہا - مدرسہ میں وہ بڑا محنتي طالب علم مشہور تھا - حتی کہ فرصت کے اوقات میں بھي جبکہ اور لڑکے کھیل کود میں مصروف ہوتے' وہ اساتذہ سے لاہوتي مسائل پر بحث کیا کرتا - اپني طالب علمانہ زندگي کے متعلق وہ کہا کرتا تھا " پادریوں نے مجھے لاطیني زبان اور بہت سي بیہودہ بکواس سکھادي ہے ! "

تعلیم ختم کرنے کے بعد اُسے عملي دنیا کي طرف توجہ ہوئي ' اور اپنے لیے کوئي پیشہ منتخب کرنا چاہا - اُسنے اپنے باپ سے بلا پس و پیش کہدیا " میں شعر و ادب کو اپنا پیشہ بناؤنگا " باپ بہت خفا ہوا اور بہت سمجھایا - مگر اُسنے ایک نہ سني اور اپني ہٹ پر قائم رہا - لطف یہ ہے کہ اِس پیشہ کے متعلق خود اُسکي رائے یہ تھي : " شعر و ادب اُن لوگوں کا مشغلہ ہے جو اجتماعي زندگي میں بے فائدہ بننا اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کے سر پر بوجھہ ہونا چاہتے ہیں - یہ اُن لوگوں کا پیشہ ہے جو بھوکوں مر جانا پسند کرتے ہیں "

۲۱ - برس کي عمر تک والٹیر نے اپنے تئیں رندي و عیاشي کیلیے وقف کر رکھا تھا - راتیں باہر گزارتا تھا اور دن گھر پر :

ہمہ شب شراب خوردن ہمہ روز خواب کردن !

اُسکے والد کو اِس بہتک سے بڑي تکلیف تھي - اُسنے لاکھہ کوشش کي مگر اصلاح کي کوئي صورت نہ نکلي - آخر اپنے ایک سخت گیر رشتہ دار کے ہاں بھیجدیا - شروع میں تو اِس نئے مربي نے بڑي سختي کي - لیکن پھر اُسکي غیر معمولي قابلیت و ذہانت دیکھکر آزاد چھوڑ دیا - والد کو معلوم ہوا تو اُسنے واپس بلا لیا اور ہالینڈ میں فرانسیسي سفیر کے حوالہ کر دیا کہ اپني نگراني میں رکھے - یہیں ہالینڈ کے پایۂ تخت لاہائي میں والٹیر نے ایک دوشیزہ سے عشق کیا' مگر راز جلد کھل گیا' اور حضرت کو ہزاروں حسرتوں کے ساتھہ وطن بھاگنا

پر جوش نو مسلم هي کا استقبال کر سکتے تهے - بونا پارٹي (بونا پارٹ کو اسکي فوج محبت سے اور انگریز حقارت سے "بونا پارٹي" کهتے تهے) اسکے لیے بهي بے دریغ طیار هو گیا "

نپولین کے مورخوں میں فین سب سے زیاده جوش مخالفت رکهتا هے - اس نے اپني تاریخ صرف اسلیے لکهي هے تا که وه تمام مواد جمع کردے جو نپولین کي مخالف جماعتوں نے اسکے خلاف راے عامه پیدا کرنے کیلیے طیار کیا تها - وه اس معامله میں اسکي " انتها درجه کي شیطنت " محسوس کرتا هے ؛ اور واقعه کے ناگوار پهلوؤں کي تکمیل کیلیے اتنا حصه اور بڑها دیتا هے که " اس نے بار بار مسلمان مشایخ کو خوش کرنے کیلیے مسیحي مذهب کي هنسي اڑائي اور عیسائیوں کو گالیاں دیں "

بوربون خاندان اور انکے حامیوں نے نپولین کے خلاف تبلیغ و اشاعت کا ایک خاص صیغه قائم کر رکها تها - هر مهینه کوئي نه کوئي رساله انگلستان سے چهپکر نکلتا اور تمام یورپ میں تقسیم کیا جاتا - اس کام کیلیے تنخواه دار اهل قلم مهیا کیے گئے تهے - انهي میں ایک شخص تهیبر نامي تها - اسنے ایک رساله اس موضوع پر لکها تها که " کیا بونا پارٹ ترک (مسلمان) هو گیا هے ؟ " تهیرس اس رساله کا ذکر کرتے هوے لکهتا هے " اس میں نپولین کي کئي تصویریں اس طرح کي بنائي گئي تهیں ' جیسي از منۂ وسطی (مڈل ایجز) میں پیغمبر اسلام کي بنائي گئي تهیں - نهایت خونخوار قیافه - چشم و ابرو سے قتل و خونریزي کے جذبات ٹپک رهے هیں - ایک هاتهه میں برهنه تلوار هے - دوسرے میں قرآن "

چند سالوں کے بعد جب نپولین نے پوپ کو پیرس بلایا تاکه اس کي تاج پوشي کي رسم ادا کرے ' تو لنڈن کے ایک اخبار کا کارٹون بهت مشهور هوا تها - اس میں نپولین کے ایک هي دهڑ پر دو رو پشت چهرے بنائے تهے - ایک پر پگڑي تهي - ایک برهنه تها - پگڑي والے سر کے منهه سے یه الفاظ نکل رهے تهے " میں مشرق میں اس لیے آیا هوں تا که دین محمدي زنده کردوں " مگر برهنه سر کهه رها تها " میں مشرق سے واپس آگیا تاکه نوٹر دم کے گهنٹوں کا مقدس بلاوا سنوں ! " پهلا جمله نپولین کے اعلان مصر سے ماخوذ تها - دوسرا اس کي ایک پر جوش تقریر سے ' جس میں اس نے مذهب کي ضرورت اور تاثیر پر زور دیتے هوئے کها تها " میرے حافظه میں کسي چیز کي یاد اس قدر عمیق تاثیر پیدا نهیں کرتي ' جس قدر گرجے کے گهنٹے کي مسلسل صدائیں "

لیکن جب که مخالفین نے اس معامله کو اس درجه اهمیت دي ' تو موافقین نے بهي اس کي اهمیت گهٹانے میں کوئي کمي نهیں کي - نپولین کے اکثر ثنا خواں اس بارے میں ساکت رهے هیں - بعضوں نے ذکر کیا بهي هے تو اس سے زیاده نهیں که اس نے اپنے اعلانات میں اپنے آپ کو اسلام کا دوست ظاهر کیا تها - بعض نے انکار و تغلیط میں صراحت سے بهي کام لیا هے اور لکهه دیا هے که " یه واقعه هي سرے سے غلط هے " فوشے اور کلیبر مورخانه سنجیدگي کے ساتهه لکهتے هیں " منجمله ان تهمتوں کے جو شهنشاه کے دشمنوں نے تراشي تهیں ایک تهمت یه بهي تهي " کیپن تهیوم اور لیس کیس نے (اور آخر الذکر ان لوگوں میں سے هے جو سینٹ هلینا میں نپولین کے رفیق رهے تهے) اس معامله کا کوئي ذکر نهیں کیا هے - بوربن نپولین کا سکرٹري اور مصر و شام میں اس کے ساتهه تها - وه نپولین کے واقعات مصر بهت تفصیل سے بیان کرتا هے ' لیکن اس معامله کا کوئي ذکر نهیں کرتا - خود نپولین نے سینٹ هلینا میں اپنے سوانح حیات پر اپنے خیالات قلمبند کرائے تهے جو دو جلدوں میں مرتب هو کر شائع هوئے - اس میں وه مصر کے واقعات کا به تفصیل ذکر کرتا هے - اسلام کا بهي ذکر کرتا هے - یه بهي کهتا هے که اگر ضرورت هوتي تو اسلام قبول کر کے تمام اسلامي ممالک زیر نگیں کر لینے اور ایک عظیم مشرقي مملکت کي بنیاد رکهدینے میں مجهے تامل نه هوتا - لیکن اس کا اعتراف نهیں کرتا که اس نے اسلام قبول کر لیا تها -

(مصر کے مسلمان مورخ)

نپولین کے حملۂ مصر کا زمانه اگرچه مشرق کے دماغي و علمي تنزل کے بلوغ کا زمانه تها ' اور [illegible] و شام کے عهد وسطی کي رهي سهي علمي قوتیں نویں صدي هجري میں تقریباً ختم هو چکي تهیں ' تاهم جامع ازهر کے وسیع حلقۂ درس و تدریس کي بدولت علم کي کمیت بدستور قائم تهي - اگرچه کیفیت مفقود هو چکي تهي - شهاب الدین خفاجي صاحب درة الغواص - سید مرتضی زبیدي صاحب تاج العروس - شمس الدین الشامي صاحب سیرة الشامیه و عقود الجمان - ابو بکر مرعي صاحب [illegible]ب الدریه - نور الدین الحلبي صاحب سیرة حلبیه - ابن [illegible] المحبي صاحب خلاصة الاثر - ابو الفتح اسحاقي صاحب لطائف الاخبار - ابو العباس مقري صاحب نفح الطیب - شمس الدین بکري صاحب تحفة البهیه - ابن یوسف الحلاق صاحب تحفة الاحباب - شمس الدین تمرتاشي صاحب تنویر الابصار - شرنبلالي شارح متون حنفیه - شیخ اسماعیل زرقاني شارح موطا و مواهب - وغیره علماء مصر کا زمانه تقریباً گیارهویں اور بارهویں صدي هجري کا زمانه هے ' اور اس عهد سے متصل هے جب نپولین مصر میں داخل هوا هے - هجري سنه کے حساب سے حملۂ مصر سنه ۱۲۱۳ - میں هوا هے - یعنی تیرهویں صدي کے بالکل اوائل میں -

چنانچه هم دیکهتے هیں که اس زمانے میں بهي علماء مصر و شام ' خصوصاً علماء ازهر کي ایک بهت بڑي تعداد موجود تهي جو درس و تدریس کے ساتهه تصنیف و تالیف کا مشغله بهي رکهتي تهي - ان میں سب سے زیاده نمایاں اشخاص جنکا نپولین اور فرانسیسي حکام سے زیاده سابقه رها ' یا انهوں نے اس عهد کے حالات قلمبند کیے ' حسب ذیل هیں :

(۱) شیخ عبد الله الشرقاوي : جامع ازهر کے مشاهیر اساتذه میں سے تهے - نپولین نے مصر کے شهري انتظام کے لیے چوده ارکان کي ایک مجلس شوری بنائي تهي جو " دیوان " کے نام سے پکاري جاتي تهي - شیخ شرقاوي کو اسکا رئیس منتخب کیا تها - انهوں نے ۲۰ سے زیاده کتابیں یادگار چهوڑي هیں - ان میں ایک قیمتي کتاب تحفة الناظرین هے جس میں فرانسیسیوں کے حمله سے لیکر انکي واپسي تک کے چشم دید حالات بالاختصار بیان کیے هیں - سنه ۱۱۵۰ میں پیدا هوے ' اور ۱۲۲۷ مطابق سنه ۱۸۱۲ میں انتقال کیا - تحفة الناظرین مصر میں چهپ گئي هے -

(۲) شیخ سلیمان فیومي : یه بهي اساتذۂ ازهر میں سے تهے ' اور مشیخت کے درجه تک پهونچ چکے تهے - نپولین نے انهیں بهي " دیوان " کا رکن منتخب کیا تها - نپولین کے جانے کے بعد جب سردار عسکر کلیبر کو سلیمان حلبي نے قتل کر ڈالا اور فرانسیسیوں نے فوجي عدالت میں تحقیقات کي ' تو یه بڑے مخمصه میں پهنس گئے - لیکن بالاخر نجات پائي - انهوں نے بهي ایک مختصر رساله

تاریخ و عبر

فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام

کیا نپولین مسلمان ہوگیا تھا ؟

اٹھارھویں صدی کے اوائل کا ایک تاریخی مبحث

نپولین کا حملۂ مصر اس کی فاتحانہ اولالعزمیوں کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے - اُس کی زندگی کے تمام مورخوں نے یہ واقعہ بڑی شرح و تفصیل سے لکھا ہے - یکم جولائی سنہ ۱۷۹۸ ع کو فرانسیسی فوج نے سرزمین مصر پر قدم رکھا تھا ' اور سنہ ۱۸۰۱ ع میں واپسی پر مجبور ہوئی تھی -

لیکن اس حملہ کی داستان کا ایک واقعہ ایسا ہے جس میں نہ تو تمام مورخ متفق ہوسکے - نہ کوئی ایک رائے مضبوطی کے ساتھہ ظاہر کی جاسکی - بعضوں نے اُسے اِس درجہ غیر وقیع تصور کیا کہ یکقلم نظر انداز کر دیا - بعضوں نے اس قدر اہمیت دی کہ خاص خاص عنوان اور ابواب اُس کے لیے ترتیب دیے - نپولین کے عہد میں اور اُس کے کچھہ عرصہ بعد تک اُس کی مخالفت اور موافقت کے جذبات نہایت شدید تھے - اس لیے یہ واقعہ مخالفوں کے لیے بہت زیادہ اہم ' مگر موافقوں کے لیے نظر انداز کر دینے کے قابل تھا -

یہ نپولین کے مسلمان ہونے یا اپنے تئیں مسلمان ظاہر کرنے کا واقعہ ہے -

تمام تاریخیں متفق ہیں کہ نپولین نے مصر پہنچنے سے پہلے ہی ایسے اعلانات طیار کر لیے تھے جن میں باشندگان مصر کو مخاطب کیا گیا تھا اور مملوکوں کے خلاف (جو وہاں عملاً حکمرانی کر رہے تھے اگرچہ حکماً سیادت دولۃ عثمانیہ کو حاصل تھی) اُبھارا تھا - ان اعلانات میں نپولین نے یہ بھی لکھا تھا " میں اسلام و قرآن کا مخالف نہیں ہوں - بلکہ سچا حامی ہوں - میں چاھتا ہوں ' اصلی اسلام تازہ ہوجائے ' اُس کی عظمت و شوکت برقرار رہے ' اور اُس کے دشمن ناکام و نامراد ہوں " اس میں بھی سب کا اتفاق ہے کہ اس نے مصر جاتے ہوئے راستہ میں اسلام و قرآن کی نسبت غیر معمولی واقفیت حاصل کرلی تھی - وہ مصر کے علما و مشائخ کو اپنی واقفیت سے متعجب کردینے کی کوشش کرتا ' اور اُنہیں بار بار یقین دلاتا کہ اسلام کی بہت بڑی عزت اُس کے دل میں ہے - اس سے بھی کسی نے انکار نہیں کیا ہے اور خود اُس نے بھی اپنے سینٹ ھلینا کے خود نوشتہ تذکرہ میں اعتراف کیا ہے ' کہ اسلام قبول کرنے کے مسئلہ پر اُس نے مصر کے مشائخ سے طول طویل گفتگو کی تھی ' اور وہ کم سے کم شرطیں معلوم کرلی تھیں جو مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہیں - یہ واقعہ بھی مسلّم ہے کہ اُس کے بعض فوجی افسر مسلمان ہوگئے تھے اور مسلمان خاندانوں میں رشتہ داریاں کرلی تھیں - چنانچہ ژاک مینیو جو کلیبر کے قتل کے بعد مصر کا فوجی حاکم منتخب ہوا تھا ' علانیہ مسلمان ہوگیا تھا ' اور " عبداللہ جاک " کے نام سے مشہور تھا - اُس نے ایک مسلمان عورت سے نکاح بھی کر لیا تھا -

لیکن ان تمام متفقہ امور کے ساتھہ جس بات میں اختلاف ہے ' وہ یہ ہے کہ نپولین نے اپنے آپ کو اسلام کا پیرو بھی ظاہر کیا تھا یا نہیں ؟

اُس کے مخالفین کہتے ہیں - وہ مسلمان ہوگیا تھا - یا کم از کم اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا تھا - اُنہوں نے نپولین کے جرائم کی فہرست میں یہ واقعہ بھی شامل کیا ہے ' اور اس سے اُسکی طبعی منافقت ' بے دینی ' اور ابن الوقتی پر استدلال کیا ہے -

نپولین نے جب شام پر حملہ کیا ' تو سر سڈنی اسمتھہ نے جو انگریزی بیڑہ کا امیر البحر تھا شام کے عیسائیوں کے نام ایک اعلان بھیجا تھا - اسمیں لکھا تھا : " وہ انگریز امیر البحر پر جو ایک سچا مسیحی بہادر ہے پوری طرح بھروسہ کریں ' اور نپولین کی کچھہ پروا نہ کریں جو پہلے ایک بے اصول مرتد تھا ' اور اب مصر کے شیخوں کے ھاتھہ پر مسلمان ہو چکا ہے ! "

نپولین کے مشہور بحری حریف لارڈ نیلسن نے اپنی مشہور اور تاریخی آشنا ' لیڈی ھملٹن کو لکھا تھا :

" یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ (نپولین) مصر میں دین محمدی کا غازی بن گیا ہے اور اِسکی خبریں ھندوستان کے تباہ شدہ مسلمان نبابوں (نوابوں) تک پہنچ گئی ہیں - مجھے یقین ہے - اگر اُسے اسٹریلیا کے باشندوں کو خوش کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ بلا تامل اپنے تمام فوجی افسروں کے ساتھہ اُس درخت کے تنہ کی پوجا شروع کر دیتا جسپر وہ مردوں کی کھوپڑیاں رکھا کرتے ہیں ! "

انقلاب فرانس کا مشہور ابن الوقت مدبر Talleyrand ' نپولین کے تذکرہ میں لکھتا ہے " اُس نے کبھی اس بات پر ندامت ظاھر نہیں کی کہ وہ مصر کے اماموں اور شیخوں کے سامنے مملوکوں کی پگڑی اور جبہ پہنکر گیا تھا ' اور کہا تھا ' میں دین محمدی زندہ کرنے اور اسکے لیے جنگ مقدس کرنے آیا ہوں ! "

نپولین کا مشہور انگریز سوانح نویس ایلیسن کہتا ہے " وہ اُس کی زمانہ ساز اور ابن الوقت طبیعت کا سب سے زیادہ مکمل مظہر تھا - اگر نیلسن نے ابو قیر کا بیڑا تباہ نہ کر دیا ہوتا اور قسمت اس سے موافق ہوتی ' تو یقیناً وہ ھندوستان کے ساحل پر قرآن حمایل کیے ہوئے اُترتا ' اور حیدر علی سے کہتا : میں دین محمدی کے دشمنوں کو ھندوستان سے نکالنے کیلیے آگیا ہوں - اُسکے بعد اگر وہ دیکھتا کہ ھندوستان کے کروڑوں بت پرستوں کو رام کرنے اور انگریزوں کے بر خلاف اُبھارنے کیلیے اِسکی ضرورت ہے کہ اپنے آپ کو ھندوستانی دیوتاؤں کا پرستار ظاھر کرے ' تو اس میں بھی اُسے اُتنا ہی تامل ہوتا ' جتنا تامل مسلمان ہونے میں ہوا تھا ! " -

سر والٹر اسکاٹ کا قلم اُن تمام انگریز اہل قلم میں جنھوں نے اُس عہد میں نپولین پر قلم اُٹھایا ہے ' زیادہ مسلّم تسلیم کیا گیا ہے - وہ بھی اس واقعہ میں نپولین کی " منافقانہ طبیعت " کا پورا ظہور دیکھتا ہے اور لکھتا ہے " مصر کے متعصب مسلمان صرف ایک

شیخ خلیل بکري

جو نپولین کے زمانه میں نقیب السادات مصر تهے -

درج کیے جاتے تهے - یه دنیا میں عربي زبان کا سب سے پہلا اخبار تها - اس کي تحریر سید مذکور کے ذمه تهي - اس طرح واقعات و حوادث کي کتابت و تدوین کا انهیں ایسا مستند موقعه مل گیا جو دوسروں کو حاصل نه تها - سنه وفات ۱۲۳۰ ه هے -

(دو شامي مورخ)

لیکن مصر سے باهر دو مشرقي قلم آور بهي تهے جو اس عهد کے حوادث و سوانح ضبط کتابت میں لا رهے تهے : نقولا ترک ' اور امیر حیدر شهاب -

پہلا مصنف لبنان کے ایک مسیحي خاندان سے تعلق رکهتا تها جو قسطنطنیه سے آکر وهاں مقیم هوگیا تها - اِس نے نپولین کي زندگي هي میں نپولین کي تاریخ عربي زبان میں لکهي تهي جس کا پہلا حصه مع فرانسیسي ترجمه کے سنه ۱۸۳۹ ع میں پیرس سے شائع هوا - اس حصه میں فرانسیسیوں کے مصر سے اخراج تک کے واقعات درج هیں - اس کتاب کي قدر و قیمت بهت بڑه جاتي هے جب خیال کیا جائے ' که یه مشرق کي سب سے پہلي کتاب هے جو نپولین کے حالات میں لکهي گئي ' اور اُس وقت لکهي گئي جب خود یورپ میں بهي اس کي کوئي بڑي تاریخ نهیں لکهي گئي تهي - نپولین کے حملۂ شام کے واقعات کا بڑا حصه مصنف کے چشم دید واقعات میں سے هے - اس نے سنه ۱۲۴۴ - مطابق سنه ۱۸۲۸ - میں انتقال کیا -

امیر حیدر لبنان کے خاندان " شهاب " کا ایک صاحب علم و قلم امیر تها - اُس نے کئي کتابیں شام و لبنان کي تاریخ میں لکهي هیں جن میں نپولین کے حملۂ مصر و شام کے حوادث بهي آگئے هیں - ان میں سے غرر الحسان اور نزهة الزمان خصوصیت کے ساتهه قابل ذکر هیں - امیر موصوف کا سال وفات سنه ۱۲۵۱ - مطابق ۱۸۳۵ ع هے -

(علماء مصر کي تصویریں)

فرانسیسیوں نے مصري دیوان کے تمام ارکان کي تصویریں کهینچ لي تهیں - اور بطور عجائب شرق کے اپنے ساتهه فرانس لے گئے تهے - جبرتي نے یه تصویریں دیکهي هیں ' اور ان کي صناعیوں پر تعجب ظاهر کیا هے - مستشرق مارسل نے جسے نپولین عربي طباعت کے اهتمام کے لیے اپنے ساتهه لیا تها ' اپني کتاب " معلومات مصر " میں یه تمام تصویریں درج کردي هیں - هم ان میں سے شیخ شرقاوي ' شیخ بکري ' اور شیخ سلیمان فیومي کي تصویریں اس تحریر کے ساتهه شائع کردیتے هیں - ان سے اُس عهد کے علماء و مشائخ مصر کي وضع و قطع اور شکل و شمائل نظروں کے سامنے آجائیگي - مصر و شام میں تاریخ اسلام کے ازمنۂ وسطی سے لیکر بارهویں صدي تک ' معاشرتي زندگي تقریبا یکساں رهي هے - اس لیے یه تصویریں اگرچه صرف ڈیڑه سو برس پیشتر کي هیں ' لیکن اُن کي وضع و قطع سے تقریباً چارسو برس پیشتر تک کي وضع و قطع کا اندازه کر لیا جاسکتا هے - ساتویں ' آٹهویں ' اور نویں صدي هجري کے علماء مصر و شام ' مثلاً امام ذهبي ' امام مزي ابن دقیق العید ' تقي الدین سبکي ' حافظ برزالي ' حافظ ابن حجر عسقلاني ' حافظ سخاوي ' جلال الدین سیوطي ' وغیرهم کا لباس اور وضع و قطع تقریباً ایسي هي هوگي ' جیسي شرقاوي اور فیومي کي هے - شیخ بکري کي زندگي چونکه امراء کي سي زندگي تهي ' اس لیے وه سمور کا جبه پہنے هیں اور هاتهه میں مصري شبقه یعنے تمباکو کا پائپ هے -

(عربي مورخین کي شهادت)

اب دیکهنا چاهیے که نپولین کے اظهار و عدم اظهار اسلام کے بارے میں ان مورخین کي شهادت کیا هے ؟ اس بارے میں سب سے زیاده معتبر شهادت انهي لوگوں کي هوسکتي هے - ان میں سے چند مورخ تو خود اُن لوگوں میں سے هیں ' جن کے سامنے نپولین کے اظهارات هوئے هونگے - مثلاً شیخ مهدي شیخ الازهر ' اور شیخ شرقاوي رئیس الدیوان - اور بعض ایسے هیں جو اپنے چشم دید حالات قلمبند کر رهے هیں اور اس بارے میں کوئي خاص مورخانه تعصب نهیں رکهتے - مثلاً شیخ جبرتي اور سید اسماعیل خشاب -

ان کي شهادت یه هے که نپولین نے نه صرف اپنے تئیں اسلام کا دوست ظاهر کیا تها ' بلکه مسلمان هونے کا بهي دعوی کیا تها - وه اسلامي لباس پہنکر علماؤ مشائخ سے ملنا ' مسجد میں جانا ' اور نماز جمعه میں شریک هونا - چنانچه اُس نے اپني تصویر بهي اس لباس میں اُترائي تهي جو آجتک موجود هے ' اور جسے پروفیسر مارسل نے اپني کتاب میں درج کیا هے - مزید تفصیل آئنده نمبر میں ملیگي -

شیخ سلیمان فیومي

جو اُس عهد کے مشاهیر علماء مصر میں سے تهے

حوادث مصر پر لکھا ھے : " الوقائع و الخوازل " سنہ ١٢٣٢ ھ مطابق سنہ ١٨١٦ میں انتقال کیا -

(٣) شیخ خلیل البکري - مصر میں عرصہ سے خاندان وفائیہ کا سجادۂ طریقت قائم ھے - چونکہ نسلاً حضرۃ " ابوبکر " کي اولاد میں ھیں - اسلیے " بکري " کہلاتے ھیں - جو شخص سجادہ نشین ھوتا ھے ' اسے " نقیب السادات " کے لقب سے موسوم کیا جاتا ھے جو سرکاري لقب ھے - نپولین کے زمانہ میں سجادہ نشین شیخ خلیل تھے - نپولین نے انھیں بھي دیوان کا رکن چنا تھا - ان میں اور نپولین اور دوسرے فرانسیسي افسروں میں بہت زیادہ رسم و راہ پیدا ھوگئي تھي - نپولین اکثر انکے مکان پر آتا - یہ اسکي دعوتوں میں شریک ھوتے - انھي نے نپولین کو ایک جرکسي غلام بطور ھدیہ کے دیا تھا جسے نپولین اپنے ھمراہ فرانس لے گیا تھا - یہ شاعر اور ادیب تھے - اسوقت کے حوادث مصر پر متعدد قصائد لکھے ھیں - بعض فرانسیسي مستشرقین اپنے ساتھہ لیگئے اور پیرس میں ترجمہ کے ساتھہ شائع کیا - سنہ ١٢٣٥ ھ مطابق سنہ ١٨٢٠ میں انتقال کیا -

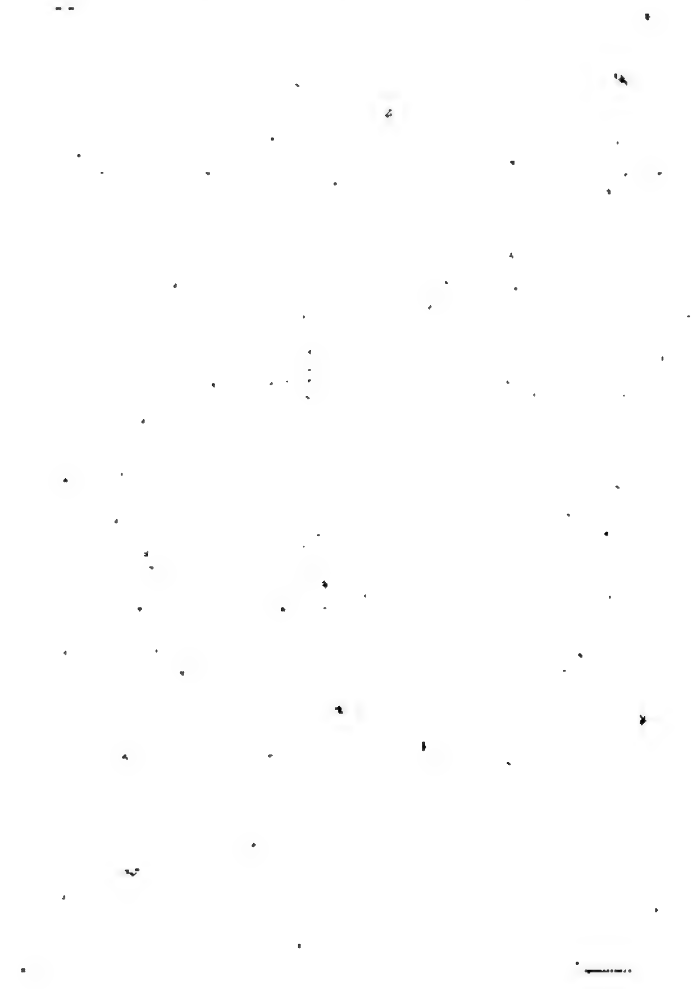

نپولین مصري اسلامي لباس میں

جب اس نے جامع ازھر اور جامع حسیني میں نماز جمعہ ادا کي تھي

(٤) شیخ محمد مہدي - یہ اسوقت جامع ازھر کے شیخ تھے اصلاً قبطي تھي - بچپنے میں مسلمان ھوگئے اور ازھر میں تحصیل علوم کرکے علم و فضل کا درجہ حاصل کرلیا - یہانتک کہ مشیخت کے درجہ تک پہونچ گئے - یہ بھي نپولین کے دیوان کے رکن تھے - انھوں نے ایک کتاب الف لیلہ کي روش پر تحفة المستيقظ لکھي تھي جسے فرانسیسي اپنے ساتھہ لیگئے اور فرنچ ترجمہ کے ساتھہ پیرس میں چھاپ کر شائع کیا - انھوں نے سنہ ١٢٣٠ - مطابق ١٨١٥ ع میں انتقال کیا -

(٥) عبدالرحمن جبرتي - یہ اس عہد کا سب سے بڑا مورخ ھے - " جبرت " حبش کے قریب ایک موضع کا نام ھے - اس کے مورث اعلی وھیں سے مصر آئے تھے - جب نپولین مصر آیا اور دیوان شوری مقرر کیا ' تو اس کے لیے ایک کاتب کي ضرورت ھوئي - اس پر جبرتي کا تقرر ھوا - اسطرح اسے موقعہ مل گیا کہ بہت زیادہ قریب سے اس قوم کے حالات و اعمال کا مطالعہ کرے -

مرادبک مملوک

جو مصر کے دفاع میں نپولین سے لڑا مگر ناکام رھا

اس نے اپنے زمانہ کے حوادث مصر پر ایک ضخیم کتاب عجائب الآثار لکھي ھے جو تاریخ جبرتي کے نام سے مشہور ھے - اسمیں ابن ایاس کي تاریخ مصر کي آخري تاریخ سے لیکر اپنے وقت تک کے مختصر حالات دیے ھیں تاکہ ابن ایاس کي تاریخ کے لیے یہ تاریخ ذیل اور تتمہ کا کام دے - پھر سنہ ١١٤٠ ھجري سے لیکر سنہ ١٢٣٦ تک کے تمام اھم حوادث مصر تاریخ وار روزنامچہ کي طرح لکھے ھیں اور کوئي ضروري بات نظر انداز نہیں کي ھے - غالباً سنہ ١٢٤٠ - مطابق سنہ ١٨٢٥ ع میں انتقال کیا -

افسوس ھے ' اس تاریخ کي قدر و قیمت سے مشرقي دنیا برابر غافل رھي - حالانکہ یہ اٹھارھویں صدي کے اواخر اور انیسویں صدي کے اوائل کے حوادث مصر کي سب سے زیادہ مستند تاریخ ھے - نپولین کا حملۂ مصر اور محمد علي خدیو اول کا ظہور ' تاریخ مشرق کے نہایت اھم واقعات ھیں - جبرتي نے انکي چشم دید سرگذشت ایک روزنامچہ کي طرح مرتب کر کے پیش کردي ھے -

(٦) سید اسماعیل خشاب - نپولین اپنے ساتھہ عربي حروف اور مطبع بھي لے گیا تھا ' اور اس سے ایک سرکاري اخبار بھي جاري کیا تھا - اس میں عدالت اور فوج کے حالات اور سرکاري اعلانات

شیخ عبداللہ شرقاوي

صاحب تحفة الناظرین و رئیس دیوان مصر

ادبیات

تین ہزار سال پہلے کی شاعری

قدیم مصری شاعری

مصر، دنیا کے قدیم ترین تمدن کا مرکز ہے۔ یونان اور روم جبکہ جہل کی ظلمتوں میں لپٹے پڑے تھے، تو مصر میں علم و حکمت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔

دنیا "توت آنخ آمون" کے نام سے واقف ہو چکی ہے حال ہی میں اس کا مقبرہ اور صحیح و سالم جثہ برآمد ہوا ہے۔ ہم اسی بادشاہ کے ایک عزیز بادشاہ کے زمانہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نام "آمی نوتب" چہارم تھا۔ یہ "توت آنخ آمون" کا بہنوئی تھا، اور سنہ ۱۳۷۵ قبل مسیح میں مصر کے تخت پر حکمراں تھا۔

قدیم شاہانِ مصر میں اس بادشاہ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ اس کے عہد میں مصر کا تمدن اپنے پورے عروج تک پہنچا۔ مصر نے صرف مادی ترقی ہی نہیں کی تھی معنوی ترقی کے بھی کئی مرحلے طے کئے تھے۔ اس سے پہلے مصریوں میں طرح طرح کے توہمات عام تھے۔ عام اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی صرف اسی طرح مل سکتی ہے کہ اُس کی قبر پر شیطانوں کی تصویریں بنائی جائیں۔ میزوں پر کھانا تیار رکھا جائے۔ ننھی ننھی مورتیں اُس کے کفن میں بطور تعویزوں کے لٹکا دی جائیں۔ خیال تھا یہ سب چیزیں "کا" کو زندہ کر دیتی ہیں، اور "کا" زندہ ہو کر مُردے میں از سر نو روح پھونک دیتا ہے۔ قدیم مصری زبان میں "کا" وہی چیز ہے جسے آجکل ہمزاد کہا جاتا ہے۔ اُن کا بھی عقیدہ تھا کہ ہمزاد ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ صرف موت اُسے جدا کر دیتی ہے۔ لیکن اگر مذکورہ بالا چیزیں قبر میں مہیا کر دی جائیں تو ہمزاد کا تعلق مُردے سے باقی رہتا ہے اور کبھی نہ کبھی اُس کی دوبارہ زندگی کا باعث ہوتا ہے۔

"آمی نوتب چہارم" نے یہ تمام متوہمانہ عقائد باطل کر دیئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر کے تمام دینی عقائد بھی بدل ڈالے۔ ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اور اُس کی بُنیاد آفتاب پرستی پر رکھی۔ پہلے مصریوں کا معبودِ اعظم "آمون" تھا۔ اس بادشاہ نے اُسے منسوخ کر کے "اخناتن" کی عبادت جاری کی۔ "اخناتن" دو مصری لفظوں سے مرکب ہے "اخنا" اور "آتن"۔ "اخنا" کے معنی ہیں روشنی اور نور۔ "آتن" کا اطلاق سورج پر ہوتا تھا پس "اخناتن" کے معنی ہوئے "سورج کی روشنی"۔

اس بادشاہ کے عہد کے بہت سے آثار اور مقبرے برآمد ہوئے ہیں۔ ان مقبروں میں مذکورہ بالا خرافات کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ ان میں نہ تو شیطانوں کی تصویریں ہیں، نہ چھوٹی چھوٹی مورتیں۔ نہ کھانے کے میز ہیں۔ ان میں جو کچھ ہے وہ بادشاہ اور ملکہ کے جلسوں اور جشنوں کی تصویریں ہیں، یا مصر کی روزمرّہ کی زندگی کے مرقع ہیں۔ علمائے مصریات کا خیال ہے کہ یہ آثار سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔ کیونکہ یہ اُس عہد کی زندگی ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

قدیم مصری نظم

اُسی عہد کے ایک قبرستان میں بہت سے اشعار کندہ ملے ہیں۔ یہ پڑھ لئے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ یہ درحقیقت معبودِ اعظم "آتن" (آفتاب) کی تعریف و ستائش کے قصیدے ہیں لیکن یہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ ہیں۔ یہ تین ہزار سال پہلے کی ترقی یافتہ انسانی ذہنیت دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ شعر، انسانی جذبات و قلبی کیفیات کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس مصری شعر کے اندر موجود، انسانیت، اپنی قدیم شکل دیکھ سکتی ہے۔ ذیل میں اُس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

"آتن" کا جلال!

کیا دلفریب ہے تیرا طلوع افق آسمان میں!
اے رو پہلے طباق! اے سرچشمۂ حیات!
ہر صبح ہم تجھے آسمان کے پورب میں دیکھتے ہیں
تو پوری زمین اپنے حسن سے معمور کر دیتا ہے!
تو ہی خوبصورت ہے، عظیم ہے، روشن ہے، زمین پر بلند ہے!
تیری شعاعیں تمام زمینوں کو اپنے دامنوں میں لئے بیٹھی ہیں!
ہاں، تمام زمینوں کو لئے ہوئے، جنھیں تو ہی نے بنایا ہے!
اور تو ہی نے اُن پر انسانوں کو آباد کیا ہے!
ہاں، انسانوں کو، جنھیں تو ہی نے پیدا کیا ہے!
وہ انسان، جنھیں تو نے محبت کے بندھن سے جوڑ دیا!
کہتے ہیں، تو دُور ہے، بہت دُور ہے!
مگر تو دُور کہاں ہے؟ تیری شعاعیں تو زمین پر پھیلی ہوئی ہیں!
اے بلند تر! کیا دن کی تابناکی تیرا ہی ایک جلوۂ نورانی نہیں ہے؟

رات

اے بادشاہ! جب تو آسمان کے پچھم میں لیٹ جاتا ہے
تو سارے جہان پر موت کی تاریکی چھا جاتی ہے!
آدمی اپنے گھروں میں سو جاتے ہیں
مُنہ لپیٹے، بے حرکت، صرف سانس چلتی ہے!
کوئی کسی کو نہیں دیکھتا۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں
اُنکے سرہانے چور کھڑا ہوتا ہے، مگر انھیں خبر نہیں!
شیر کچھار سے نکلتے ہیں، سانپ ڈسنا شروع کرتے ہیں!
کیا ملکۂ ظلمت کی فرمانروائی نہیں؟
کیا دنیا رعب سے سناٹے میں نہیں ہے؟
ہاں سب کا بنانے والا افق کی محل سرا میں محوِ خواب ہے!

دن اور انسان

یہ کیسی ہماہمی ہے؟
زمین مسرت سے کیوں اچھل رہی ہے؟
دیکھو بادشاہ کی سواری افق میں نمودار ہو گئی!
تو نے کائنات روشن کر دی!
تاریکی کا پتہ نہیں!
تو آسمان پہ مگر تیری شعاعیں زمین پر!
یہ ہمارے بادشاہ کا جلال ہے!
آدمی خوشی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے
تو نمودار ہوا اور زندگی کا آغاز ہوا!
سب نہا دھو کر آئے۔
سب کے ہاتھ مشرق کی طرف اُٹھ گئے۔
ہاں مشرق کی طرف، تیری ماجدھانی کی طرف!
تیری بندگی کے بعد دُنیا کے کام شروع ہوئے!

دن اور حیوان و نبات

چوپائے چراگاہوں میں پہنچ گئے۔
درخت اور پودے کھلکھلانے لگے
چڑیاں بھی گھونسلوں سے اُڑ گئیں
پر پھیلائے، تیری تسبیح کرتی ہوئیں!
ہر پرند اُڑ رہا ہے!
ہر کوئی تیری روشنی میں زندگی پا رہا ہے!

دن اور پانی

کشتیاں آنے جانے لگیں
اپنے مستول ہوا میں اُڑاتی ہوئیں!
سب راہیں تیرے نور سے روشن ہو گئیں!
مچھلیاں سطح پر دوڑ آئیں!
اے نور! وہ تیرے سجدے میں گر پڑیں!
تیری شعاعوں نے موجیں توڑ دیں!
سمندر کی تہ پر بچھ گئیں!

انسان کی پیدائش

تو ہی نے عورت سے انسان کو پیدا کیا!
تو ہی نے مرد میں زندگی کا تخم رکھا!
ماں کے پیٹ میں بچے کو زندگی تجھی سے ملی!
وہ نہ روتا ہے نہ گھبراتا ہے
رحم مادر میں پڑا سوتا ہے!
تیرا دست شفقت اُس پر دھرا ہے!
ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور نور دیکھتا ہے!
تو اُس کا معصوم مُنہ کھول دیتا ہے!
تب وہ بولتا ہے!
پھر تو ہی اُس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے
اے بادشاہوں کے بادشاہ! تیرا نام بڑا ہے!

حیوان کی پیدائش

مرغی کا انڈا!
اُس کے اندر بچّہ!
یہ تیری ہی قدرت ہے!
زندگی، یہ تیری ہی صنعت ہے۔
تو ہی نے انڈے میں سانس ڈالی!۔
دیکھو، بچہ باہر نکل آیا!!

مطبوعات جديده

پان يورپين تحريک اور امن عالم

ايک جرمن مدبر کي تجويزيں

اسوقت جبکه جنيوا ميں اسلحه کي تخفيف و تحديد کے مسئله پر بحثيں هو رهي هيں' ايک نئي کتاب کے مضامين يقيناً دلچسپي کے ساتهه پڑهے جائينگے جو حال ميں شائع هوي هے' اور "پان يورپين تحريک" يعني وحدة اقوام يورپ کي تحريک کے ايک جرمن داعي کاونت رچرڈ کودنہو کيلرگي **Richard Caudenhove Kalergi** کے قلم سے نکلي هے -

اس کتاب ميں مصنف نے پہلے امن عالم کي ضرورت پر بہت موثر پيرايه ميں نظر ڈالي هے - پهر ثابت کيا هے که اسکا تنها ذريعه يهي هے که "يورپين طاقتوں کي روز افزوں هتيار بندي موقوف کردي جاے" ليکن "هتيار بندي" سے مقصود کيا هے؟ صرف لوهے اور آگ کے هتيار؟ مصنف اس سے انکار کرتا هے - وہ کہتا هے "صرف لوهے کے هتياروں سے نہتا کرديا کچهه مفيد نه هوگا - يورپ کو اس کے سياسي' اخلاقي' اور اقتصادي حربوں سے بهي نہتا کرديا چاهئے - اسکے بغير هتيار بندي کي مخالف تحريک بے فائده هے - جبتک بغض و حسد کے چهالے قوموں کے دلوں ميں موجود رهينگے' اس وقت تک دنيا ميں امن و امان قائم نہيں هو سکتا"

اسکے بعد مصنف لکهتا هے: "يورپ کي سلامتي کي دو هي صورتيں ممکن هيں: مختلف قوموں کے ما بين عدل قائم هو جاے' اور جنگ اور جنگ کے اسباب روکنے کے ليے سلطنتيں اپني قوت استعمال کرنے پر متفق هو جائيں"

آگے چلکر مصنف نے مختلف مغربي طاقتوں کي موجوده جنگ جويانه حالت پر نظر ڈالي هے:

"وارسايز کے معاهده نے جرمني کو نہتا کر دينے کا فيصله کرديا هے - ليکن يه کہاں کي عقلمندي هے که جرمني کو اسکے مسلح پڑوسيوں کے درميان نہتا کر کے چهوڑ ديا جاے؟ يورپ کے امن و امان کے کي بنيادي شرط يه هے که تمام سلطنتيں ايک ساتهه اور ايک هي قسم کا قدم اٹهائيں - يا تو سب مسلح هو جائيں' يا سب هتيار رکهديں - بعض کا هتيار بند رهنا اور بعض کا هتيار رکهدينا' امن کا نہيں جنگ کا موجب هے"

"يورپين سواحل کي سلامتي کي سب سے زياده آسان اور عملي صورت يه هے که برطانيا اپنے جنگي بيڑے کے ذريعه حفاظت کي ذمه داري لے لے - نه يه که هر سلطنت اپني بحري قوت بڑها کر جنگ کا ايک اور خطره پيدا کردے - اگر برطانيا اس پر راضي هو جاے که اپنا جنگي بيڑا يورپ کي ضرورتوں کيليے وقف کرديگي تو بلا شک دنيا کا امن و امان يقيني هو جايگا - ليکن برطانيا يه اسي وقت منظور کر سکتي هے جب تمام دول يورپ طے کر ليں که اپني مجموعي بحري قوت' برطانيا کي بحري قوت سے کم کر دينگي"

"ترکي کو مستثنى کر دينے کے بعد روس هي ايک ايسي سلطنت هے جسکي سرحديں خشکي ميں يورپ سے ملتي هيں - روسي سرحديں بہت وسيع هيں اور بے شمار مشکلات کا سبب بني هوئي هيں - روس کا اپنے تمام پڑوسيوں سے جهگڑا هے - سب سے زياده اهم اسکے سياسي اور اجتماعي جهگڑے هيں - پهر روس کي آبادي بهي بہت بڑي هے - جنگي طيارياں بهي عظيم هيں - اس سے بهي زياده خطرناک بات يه هے که اس کي اصلي غرض تمام دنيا ميں انقلاب پيدا کرنا هے - روسي مدبر حيرت انگيز مستعدي سے انقلاب کي تخم ريزي کر رهے هيں - جو شخص يه خيال کرتا هے که روس اپنے مقاصد کي اشاعت امن و آشتي سے کرني چاهتا هے' وہ سخت فريب خورده هے - روس جنگ کو اپنے مقاصد کي کاميابي کا ايک هي ذريعه سمجهتا هے"

"روس سے مفاهمت کي صرف يہي ايک صورت هے که يورپ اس کي سرحدوں کا احترام کرے اور وہ يورپ کي سرحدوں کا"

"يورپ کو کسی حال ميں بهي روس پر حمله کا اراده نہيں کرنا چاهيے - نه اس کے اندروني معاملات ميں کسي قسم کي مداخلت کرني چاهيے"

"يورپ کي داخلي سلامتي اس وقت تک نا ممکن هے جب تک اس کے موجوده سياسي نظام ميں مکمل تبديلي نه هوجاے - يورپ کي حفاظت کے ليے کوئي نه کوئي نظام ضرور مرتب هونا چاهيے"

"يورپ سے اچانک هتيار رکهوا ليدا نا ممکن هے - اس معامله ميں پيش قدمي ان سلطنتوں کو کرني چاهيے جو اس کي زياده ضرورت محسوس کرتي هيں - جب يه سلطنتيں باهم ايک راے پر متفق هو جائيں گي' تو دوسري سلطنتيں بهي ان کي پيروي پر مجبور هو جائيں گي - جنگي قوت کے اعتبار سے يورپ کي دو سلطنتيں زياده اهم هيں - اگر يه آپس ميں متحد الخيال هو جائيں تو تمام دول يورپ کو سر جهکا دينا پڑيگا جن کي تعداد اس وقت ۲۵ هے - مجلس اقوام يا دول عظمي ميں سے کسي ايک کو اس مقصد کے ليے کانفرنس بلاني چاهيے - کانفرنس ميں حسب ذيل امور طے کرنے چاهئيں:

(۱) تمام دول يورپ پخته عہد کر ليں که ان ميں سے کوئي کسي پر اعلان جنگ نه کرے گي -

(۲) هر باهمي نزاع مابين الاقوامي عدالت کے سامنے فيصله کے ليے پيش کيا جايگا -

(۳) غير يورپين حملوں کے مقابله ميں تمام يورپ متحد هو جائيگا -

(۴) اگر اس معاهده پر دستخط کرنے والي ايک سلطنت دوسري پر حمله کرے گي' تو تمام دول مل کر اسے سزا ديں گي -

(۵) غير يورپين سلطنتوں سے دول يورپ نے جتنے معاهدے کر رکهے هيں' سب منسوخ کر ديے جائيں"

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے **ملک معظم** برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لیے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں و ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے
یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے
ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

پوری قوت سے چلاتا ہو،
خالق کی ستائش کرتا ہو!
اپنے پنجوں پر دوڑتا پھرتا ہو!

دنیا کی پیدائش

تیری صنعتیں کیسی عجیب ہیں؟
ہماری عقل سے بھی بالا ہیں!
اے ایک اکیلے معبود!

تیری جیسی قوت کس میں ہو؟
تونے زمین پیدا کی جس طرح پیدا کرنا چاہا!
تیرے اکیلے ہاتھوں نے زمین بنائی!
تونے آدمی اور چھوٹے بڑے حیوان پیدا کیے!
تمام زمین کی مخلوق، پیروں سے چلنے والی!
تمام آسمان کی مخلوق، پروں سے اڑنے والی!
تونے سرزمین شام پیدا کی، نوبیا پیدا کیا!
تو ہی نے مصر کی سرزمین بھی پیدا کی!
ہر انسان کو اس کی جگہ پر بسایا!
اس کی زندگی کا سامان مہیا کر دیا!

اسے دولت دی،
اسپر موت لکھی،
سب کی شکلیں الگ الگ،
سب کی زبانیں جدا جدا،
کوئی کالا، کوئی گورا،

اے سب کے مالک! یہ سب تیرا ہی جلوہ ہو!

دریائے نیل

تونے دوسرے عالم میں نیل پیدا کیا،
اپنی پسند کے مطابق اسے جاری کیا،
سب نے اس سے اپنی زندگی پائی،
اے پروردگار! کمزوروں کے مددگار!
اے زمین کے ہر گھر کے مالک!
اے روز روشن کے آفتاب!
تو ہی نے سب کو پیدا کیا،
تو ہی پہاڑوں پر موسلا دھار مینھ برساتا ہو،
پانی موجیں مارتا زمین پر بہتا ہو!
سب ملکوں میں آدمی اپنے کھیت سینچتے ہیں،
اے ابدیت کے مالک! تیرے کارنامے کیسے شاندار ہیں!
سب جانور بھی تیرے ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں
لیکن مصر کا نیل دوسری دنیا سے آتا ہو!
تیری شعاعیں اسپر پڑتی ہیں!
سبزہ لہلہا اٹھتا ہو!
باغ جھومنے لگتے ہیں!
تیرا نور زندگی ہو!
تجھی سے کائنات باقی ہو!

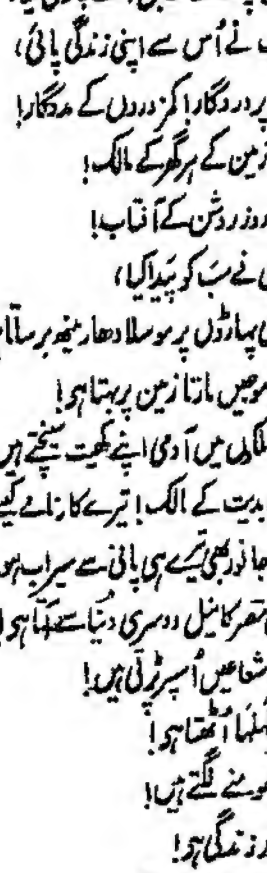

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

۳

حضرت زینب نے پامال لاش دیکھی

دوسرے دن عمر بن سعد نے میدان جنگ سے کوچ کیا۔ اہل بیت کی خاتونوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہوگیا۔ قرہ بن قیس (جو شاہد عینی ہو) روایت کرتا ہو کہ ان عورتوں نے جب حضرت حسین اور ان کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کرسکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ میں گھوڑا دوڑا کر قریب پہونچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے زینب بنت فاطمہ (علیہا السلام) کا یہ بین کسی طرح بھی نہیں بھولتا "اے محمد! تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! یہ دیکھ، حسین ریگستان میں پڑا ہے! خاک و خون سے آلودہ ہو! تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو! تیری بیٹیاں قیدی ہیں! تیری اولاد مقتول ہو! ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہو!" راوی کہتا ہو دوست دشمن کوئی نہ تھا جو انکے بین سے رونے نہ لگا ہو۔

(ابن جریر)

۷۲ سر!

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے۔ کل ۷۲ سر تھے۔ شمر بن ذی الجوشن قیس بن الاشعث، عمرو بن الحجاج، عزرہ بن قیس، یہ تمام سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

حضرت کا سر ابن زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسین کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہو کہ حسین کا سر ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا۔ مجلس حاضرین سے لبریز تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ چھڑی آپکے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اسنے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقم صحابی چلا اٹھے: "ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹالے۔ قسم خدا کی، میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہو کہ رسول اللہ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے" یہ کہکر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد خفا ہوگیا "خدا تیری آنکھوں کو رلائے! واللہ اگر تو بڈھا ہوکر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا!" زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے "اے عرب آج کے بعد سے تم غلام ہو![1] تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا۔ وہ تمھارے نیک انسان قتل کرتا اور تمھارے شریروں کو غلام بناتا ہو۔ تم نے ذلت پسند کرلی۔ خدا انھیں مارے جو ذلت قبول کرتے ہیں!" (بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہو مگر صحیح یہی ہو کہ ابن زیاد نے چھڑی ماری تھی)

ابن زیاد اور حضرت زینب

راوی کہتا ہو جب اہل بیت کی خاتونیں اور بچے عبید اللہ کے سامنے پہنچے تو حضرت زینب نے نہایت ہی حقیر لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ ان کی کنیزیں انھیں اپنے بیچ میں لئے تھیں۔ عبید اللہ نے پوچھا "یہ کون بیٹھی ہو؟" انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر وہ خاموش رہیں۔ آخر ان کی ایک کنیز نے کہا "یہ زینب بنت فاطمہ ہیں!" عبید اللہ شماتت کی راہ سے چلایا "اس خدا کی ستائش جسنے تم لوگوں کو رسوا اور ہلاک کیا، اور تمھارے نام کو بٹہ لگایا!" اسپر حضرت زینب نے جواب دیا "ہزار ستائش اس خدا کے لئے جس نے ہمیں محمد صلعم سے عزت بخشی، اور ہمیں پاک کیا، نہ کہ جیسا تو کہتا ہو۔ فاسق رسوا ہوتے ہیں۔ فاجروں کے نام کو بٹہ لگتا ہو!" ابن زیاد نے کہا "تونے دیکھا خدا نے تیرے خاندان سے کیا سلوک کیا؟" حضرت زینب بولیں "ان کی قسمت میں قتل کی موت لکھی تھی اس لئے وہ مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور انھیں ایک جگہ جمع کریگا اور تم باہم اس کے حضور سوال و جواب کرلوگے!" ابن زیاد غضبناک ہوا۔ اس کا غصہ دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا "خدا امیر کو سنوارے! یہ تو محض ایک عورت ہو۔ عورتوں کی بات کا خیال نہیں کرنا چاہیے"

پھر کچھ دیر بعد ابن زیاد نے کہا "خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کردیا!" اسپر حضرت زینب اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں۔ بے اختیار رو پڑیں۔ انھوں نے کہا: "واللہ تونے میرے سردار کو قتل کر ڈالا! میرا خاندان مٹا ڈالا! میری شاخیں کاٹ دیں! میری جڑ اکھاڑ دی! اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہو تو ٹھنڈا ہو جائے!" ابن زیاد نے مسکرا کر کہا "یہ شجاعت ہو! تیرا باپ بھی شاعر اور شجاع تھا!" زینب نے کہا "عورت کو شجاعت سے کیا سروکار؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کر دیا ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، یہ تو دل کی آگ ہو!"

ابن زیاد اور امام زین العابدین

اس گفتگو سے فارغ ہوکر ابن زیاد کی نظر زین العابدین علی بن الحسین پر پڑی۔ یہ بیمار تھے۔ ابن زیاد نے ان سے ان کا نام پوچھا۔ انھوں

---

[1] بعض روایتوں میں ہو کہ حضرت انس نے یہ کہا تھا (منہاج السنہ)

نے کہا "علی بن الحسین" ابن زیاد نے تعجب سے کہا "کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کر ڈالا؟" زین العابدین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن زیاد نے کہا "بولتا کیوں نہیں؟" اُنھوں نے جواب دیا "میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اُسے مار ڈالا" ابن زیاد نے کہا "لوگوں نے نہیں، خدا نے مارا ہے!" اسیر زین العابدین نے یہ آیت پڑھی " اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ[1]" اسپر ابن زیاد چلایا "خدا تجھے مارے! تو بھی اُنہی میں سے ہے" پھر اسکے بعد ابن زیاد نے چاہا، انہیں بھی قتل کر ڈالے لیکن زینب بیقرار ہو کر چیخ اُٹھیں "میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مؤمن ہے اور اس لڑکے کو ضرور ہی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اسی کے ساتھ مار ڈال!" امام زین العابدین نے بلند آواز سے کہا "اے ابن زیاد! اگر تو ان عورتوں سے اپنا ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہے تو میرے بعد اُن کے ساتھ کسی متقی آدمی کو بھیجنا جو اسلامی معاشرت کے اصول پر ان سے برتاؤ کرے" ابن زیاد دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہے؟ واللہ مجھے یقین ہے کہ یہ سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہے۔ اچھا، لڑکے کو چھوڑ دو یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے" (ابن جریر کامل۔ وغیرہ) تاریخ کبیر ذہبی)

ابن عفیف کا قتل

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے اُس خدا کی تعریف کی "جس نے حق کو ظاہر کیا، حق والوں کو کامیاب کیا، امیر المؤمنین یزید بن معاویہ اور اُن کی جماعت غالب ہوئی اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور اُس کے ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا ...!" یہ سنکر عبد اللہ بن عفیف ازدی (جو حضرت علی کے مشہور صحابی ہیں اور جنگ جمل و صفین میں زخمی ہو کر اپنی دونوں آنکھیں کھو چکے تھے) کھڑے ہو گئے اور چلائے "خدا کی قسم اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو تو ہے نہ کہ حسین بن علی" ابن زیاد نے یہ سنکر اُنھیں قتل کروا ڈالا۔

یزید کے سامنے

اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت حسین کا سر بانس پر نصب کر کے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیجدیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہے، جس وقت زحر بن قیس پہونچا، میں یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اُس سے سوال کیا "کیا خبر ہے؟" قاصد نے جواب دیا "فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں! حسین بن علی اپنے اٹھارہ اہل بیت اور ۶۰ حامیتوں کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ ہم نے انھیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپکو ہمارے حوالہ کر دیں ورنہ لڑائی لڑیں۔ اُنھوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی چنانچہ ہمنے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اُن پر حملہ بول دیا۔ جب تلواریں اُنکے سروں پر پڑنے لگیں تو اس طرح ہر طرف بھاگنے اور جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر باز سے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہمنے اُن سب کا قلع قمع کر دیا۔ اسوقت اُنکے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ اُنکے کپڑے خون میں تر بتر ہیں۔ اُن کے رخسار غبار سے میلے ہو رہے ہیں، اُن کے جسم دھوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں۔ گِدوں کی خوراک بن گئے ہیں!"

یزید رونے لگا

راوی کہتا ہے یزید نے یہ سنا تو اُس کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ کہنے لگا "بغیر قتل حسین کے بھی میں تمھاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا۔ ابن سمیہ (یعنی ابن زیاد) پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین سے ضرور درگذر کر جاتا۔ خدا حسین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے!" قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا (ابن جریر کامل

یزید کا تأثر

یزید کے غلام قاسم بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ جب حضرت حسین اور اُن کے اہل بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو اُسنے یہ شعر پڑھا:

یفلقن ہاماً من رجال اعزۃ علینا وہم کانوا اعق واظلما

"تلواریں ایسوں کے سر پھاڑتی ہیں جو ہمیں عزیز ہیں، حالانکہ دراصل وہی حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔"

پھر کہا "واللہ اے حسین! اگر میں یہاں ہوتا تو تجھے ہرگز قتل نہ کرتا!"

اہل بیت دمشق میں

حضرت حسین کے سر کے بعد ابن زیاد نے اہل بیت کو بھی دمشق روانہ کر دیا۔ شمر بن ذی الجوشن اور محفر بن ثعلبہ اس قافلے کے سردار تھے۔ امام زین العابدین راستہ بھر خاموش رہے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یزید کے دروازے پر پہنچکر محفر بن ثعلبہ چلایا "میں امیر المؤمنین کے پاس فاجر کمینوں کو لایا ہوں!" یزید یہ سنکر خفا ہوا۔ کہنے لگا "محفر کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے پیدا نہیں کیا!"

یزید اور امام زین العابدین

پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا۔ اہل بیت کو بھی بٹھایا اور امام زین العابدین سے مخاطب ہوا "اے علی! تمھارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا، میرا حق بھلایا، میری حکومت چھیننا چاہی اسپر خدا نے اُس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے ہو"

امام زین العابدین نے جواب میں یہ آیت پڑھی: "ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور[2]" یہ جواب یزید کو ناگوار ہوا۔ اُسنے چاہا اپنے بیٹے خالد سے جواب دلوائے۔ مگر خالد کے سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ تب یزید نے خالد سے کہا "کہتا کیوں نہیں" ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر[3]"

پھر یزید دوسرے بچوں اور عورتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اُنھیں اپنے قریب بُلا کر بٹھایا۔ اُن کی ہیئت خراب ہو رہی تھی۔ دیکھ کر متاسف ہوا اور کہنے لگا "خدا ابن مرجانہ کا بُرا کرے! اگر تم سے اُسکا کوئی رشتہ ہوتا تو تمھارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، نہ اس حال سے تمھیں میرے پاس بھیجتا"

حضرت زینب کی بیباکانہ گفتگو

حضرت فاطمہ بنت علی سے مروی ہے کہ "جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اُسنے ہمپر ترس ظاہر کیا۔ ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اسی اثنا میں ایک سرخ رنگ کا شامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا "امیر المؤمنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کر دیجئے" اور میری طرف اشارہ کیا۔ اُسوقت میں کمسن اور خوبصورت تھی۔ میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی بہن زینب کی چادر پکڑ لی۔ وہ مجھ سے بڑی تھیں، زیادہ سمجھدار تھیں، جانتی تھیں یہ بات ہو نہیں سکتی۔ اُنھوں نے چلا کر کہا "تو کمینہ ہے۔ نہ تجھے اس کا اختیار ہے نہ اسے (یزید کو) اسکا حق ہے!" اس جرأت پر یزید کو غصہ آگیا۔ کہنے لگا "تو جھوٹ بکتی ہے واللہ مجھے یہ حق حاصل ہے۔ اگر چاہوں تو ابھی کر سکتا ہوں" زینب

---

[1] خدا ہی موت کے وقت جانیں لیتا ہے۔ کوئی بھی بغیر اس کی اذن کے مر نہیں سکتا۔

[2] تمھاری کوئی مصیبت بھی نہیں جو پہلے سے لکھی نہ ہو۔ یہ خدا کے لئے بالکل آسان ہے۔ یہ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس کرو اور فائدہ پر مغرور نہ ہو۔ خدا مغروروں اور فخر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ [3] جو مصیبت بھی آتی ہے وہ تمھارے اپنے ہاتھوں آتی ہے۔ اور بہت سی غلطیاں تو خدا معاف کر دیتا ہے۔

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جا سکتی ہیں

الہلال جلد سوم
الہلال جلد چہارم قیمت فی جلد ۱۰ روپیہ
" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) قیمت ۸ روپیہ (منیجر الہلال)

اگر آپ کو
دمہ
(ضیق النفس)
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت
ہو، تو تامل نہ کیجئے
اپنے سے
قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجئے

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو
یاد رکھئے
کہ
آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما
گائڈ بک
کی ضرورت ہی
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں،
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کردے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں
جنکی ایک سیاح کو قدم قدم پر
ضرورت پیش آتی ہی
ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹن
The Dunlop
Guide
to Great Britain
کا دوسرا ایڈیشن ہی
ہندوستان
کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے
بڑے ریلوے اسٹیشنوں کی بک اسٹال سے مل سکتی ہی

تاریخ راجگان ہند

موسوم بہ

وقائع راجستان

یہ کتاب نہیں بلکہ کشور ہندوستان کے لئے ایک آئینہ جہان نما ہی۔ اسمیں جملہ ہندو اقوام و ملل خصوصًا سرزمین ہند کی سرمایۂ ناز بہادر قوم "راجپوت" اور اسکی مختلف شاخوں کا مفصل و مستند بیان از ابتدا تا انتہا موجود ہی۔ یہ ایک نگارخانہ ہی جسمیں اُن غیر قوموں کی جیتی جاگتی اور سچی تصویریں نظر آتی ہیں جو اقلیم ہند میں بیرونجات سے آئیں، اصلی باشندگان ہند کو مغلوب کرکے اقطاع ملک پر قابض ہوئیں اور ہندوستان میں رہکر "ہندو" کہلانے لگیں یہ ایک مرقع ہی جسمیں مسلمانوں کی آمد۔ اُنکے اقبال و زوال کی کیفیت اور انکی سلطنت کے سقوط کا مفصل حال درج ہی۔ یہ ایک آئینہ ہی جسمیں رزم و بزم جدال و قتال روایات و رسوم۔ تاریخی و جغرافیائی حالات وغیرہ وغیرہ" از زمانہ حال بیان کئے گئے ہیں۔ الغرض یہ کہ یہ ضخیم کتاب ایک نادر الوجود اور بیش بہا البم ہی۔ کرنل ٹاڈ اور دیگر مورخین کی غلط بیانیوں کی فاضل و محقق مؤلف نے نہایت شرح و بسط اور دلائل قاطعہ سے اصلاح و تردید فرمائی۔ اس بے نظیر کتاب کا ماخذ ریاست عالیہ آمیٹو کا بیش بہا کتبخانہ ہی اور دیگر ریاستوں کے کتبخانوں اور ان دستی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہی جو خزانوں میں محفوظ ہیں علما و کلا۔ مدرسین و مبلغین کے لئے یہ نادر کتاب معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہی جو حالات تاریخی و جغرافیائی روایات و رسوم و عقائد و توہمات اسمیں درج ہیں وہ کسی ایک کتاب میں ہرگز نہیں مل سکتے۔

والیان ریاست تعلقداران، امرا و روسا کے کتبخانے بغیر اس بے نظیر کتاب کے ہرگز مکمل نہیں کہلا سکتے۔ فی زمانہ پرانی باتوں پر جو نیا رنگ چڑھا کر پیش کیا جا رہا ہی اسکی قلعی کھولنے کے لئے یہ کتاب ایک زبردست آلہ اور الزامی جواب دینے کے لئے ایک مہلک حربہ ہی۔ تقطیع بڑی صفحات ۶۳۰

قیمت صرف مبلغ لے، رعایتی صہ

آج ہی کارڈ لکھکر منیجر ہمدم بک ایجنسی لکھنؤ سے منگائیے

دُنیا کی بہترین پنسل

امریکن کارخانہ "شیفر"
کی
"لائف ٹائم" پنسل ہی
اسلئے کہ

(۱) "لائف ٹائم" یعنے عمر بھر کے لئے کافی ہی۔

(۲) اُسکا خول اسقدر خوشنما اور دیدہ زیب ہی کہ دُنیا کی کوئی پنسل خوبصورتی میں اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

(۳) ارزانی میں بھی تمام قسموں کی پنسلوں کا مقابلہ کرتی ہی

یاد رکھئے
آپکو "لائف ٹائم" پنسل خریدنی ہی!

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ
اسوقت دُنیا میں بہترین فاؤنٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہی؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقینًا وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو
"شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

بریدِ فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

امریکہ میں تمدنی اور صناعی ترقی کے افراط کا ردِ عمل۔ امریکہ کی عورتیں زندگی سے بیزار ہو رہی ہیں اس لئے کہ زندگی کی نسوانی مسرتیں ناپید ہوگئی ہیں!

امریکہ عجائب و غرائب کی دنیا ہو، تجارت، صنعت و حرفت، دولت، علم کی ایسی فراوانی ہو کہ اُس کا تصور بھی بیرونی دنیا کے لئے مشکل ہوگا۔ دنیا کا عام خیال یہ ہو کہ دولت اور مادی طاقت حاصل ہو جائے تو دنیوی زندگی کی تمام راحتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ پھر کیا امریکہ میں ...... زندگی کی راحتیں حاصل ہیں؟ کیا امریکن مسرتِ حیات کی جستجو سے فارغ ہوگئے ہیں؟

مجھے بغیر کسی تامل کے جواب دینا ہو کہ نہیں!

قوموں کی اجتماعی زندگی کا مرکزی نقطہ عورت ہو۔ اسی کی زندگی سے ہم سوسائٹی کی اجتماعی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ عورت، انسانی سوسائٹی کی نبض ہو۔ قومی مزاج کا پورا حال، اس نبض پر انگلی رکھنے سے آشکارا ہو جاتا ہو۔ عورت، قوموں کی سعادت و شقاوت کا آئینہ ہے وہ پوری قوم کو اپنے وجود میں پیش کرتی ہو!

امریکہ کی موجودہ اجتماعی زندگی کے سکون یا اضطراب کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے "امریکن عورت کی دماغی سیرۃ پر نظر ڈالنی چاہئے۔

چند دن ہوئے مڈل ویسٹ میں ایک کمیٹی بٹھائی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اُن اسباب کی تحقیق کرے جنھوں نے تیس سال سے ۴۵ سال تک کی عمر والی شادی شدہ عورتوں کو اپنی موجودہ زندگی سے بیزار کر رکھا ہو۔ اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۳۰۹ صفحوں میں شائع کی ہو۔ تمام اسباب و حالات پر بحث کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہو کہ "امریکن عورت، علم کے ہاتھوں پریشان ہو!"

اس اجمال کی مختصر تشریح حسب ذیل ہو:

امریکن دلہن

شہروں کو چھوڑ کر قصبوں کا بھی یہ حال ہو کہ امریکن دلہن اپنے نئے گھر میں پہنچتی ہو تو علم و فضل سے آراستہ ہوتی ہو۔ اچھی طرح اُن علمی و صناعی آلات کے استعمال سے واقف ہوتی ہو جن سے اُسے اپنا گھر چلانا ہو۔ امریکہ کی گھریلو زندگی میں بھی کلیں داخل ہوگئی ہیں۔ بہت کم کام عورت کو اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہو۔ تمام کام آلات سے لئے جاتے ہیں جن میں ایک طرف تو محنت کم ہوتی ہو دوسری طرف وقت بھی بہت بچتا ہے۔ گھر میں روز کے مشکل کام، گھر کی صفائی، برتنوں کی دھلائی، کھانا پکانا، کپڑے دھونا ہیں۔ لیکن ان کاموں میں عورت کو بہت کم محنت کرنا پڑتی ہو۔ مشینیں اور آلات اُس کی خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ عورت جلد ان سے فارغ ہو جاتی ہو۔ اگر گھر میں بچے نہیں ہیں تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہو۔

وہ سوچتی ہو "اب میں کیا کروں؟" اُسے اخبار کا خیال آتا ہو۔ اخبار پڑھنے لگتی ہو، پھر رسالے دیکھتی ہو۔ پھر کتابیں مطالعہ کرتی ہو۔ مگر کب تک؟ تھک جاتی ہو۔ اب سوچتی ہو "کیا کروں؟" اس سوال کا اُسے کوئی جواب نہیں ملتا۔ جماہیاں لیتی ہو۔ اونگھنے لگتی ہو۔ سو جاتی ہو۔ مگر جاگتے ہی پھر یہی بھیانک سوال اُس کے سامنے آ موجود ہوتا ہو اور وہ کوئی جواب نہیں پاتی!

"آہ! میری مسرت!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر کہتی ہو "میری شادی تو ہوگئی، مگر میری مسرت کہاں ہو؟" وہ اپنے شوہر کا خیال کرتی ہو۔ شوہر اُس کی نظر کے سامنے کہاں ہو؟ وہ تو اپنے دفتر میں بیٹھا ہو اور اپنی بیوی کی طرف سے بالکل غافل تجارتی حساب میں مستغرق ہو! عورت سوچتی ہو "میرے شوہر کو کبھی مجھ سے محبت تھی؟" ممکن ہو کبھی ہو، مگر اب تو اُسے محبت پر غور کرنے کی مہلت ہی کہاں ہو؟ اب اُس کی تجارتی زندگی نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا ہو۔ اب تو اُسے بیوی کی جگہ "ڈالر" (امریکن سکہ) سے محبت ہو۔ ہفتہ کے ۶ دن تجارت میں منہمک رہتا ہو۔ گھر میں آتا ضرور ہو۔ مگر اس قدر متفکر، اس قدر پراگندہ خاطر، اس قدر خستہ، کہ اُسے اپنی "قدیم محبوبہ" سے ملاطفت کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ اُس کا جسم گھر میں ہوتا ہو، دماغ دفتر میں۔ باتیں بیوی سے کرتا ہو، خیال حساب میں ہوتا ہو۔ بیوی ضبط کرتی ہو اور ضبط کرتی ہو۔ بے صبری سے اتوار کا انتظار کرتی ہو۔ لو اتوار بھی آگیا! مگر شوہر اس کے پہلو میں نظر نہیں آتا۔ آج اتوار ہو، وہ میدان میں "گولف" یا "فٹ بال" کھیل رہا ہو۔ ہفتہ کے ۶ دن سخت دماغی کام کیا ہو۔ آج اپنی "تندرستی" کا حق ادا کر رہا ہو! مگر اُس کی بدنصیب بیوی کا حق؟ بیوی کا حق تو "ڈالر" "تجارت" اور "صحت" کی چکی میں پڑ کر پس گیا!

بیوی کا دل گھر سے اُچاٹ ہو جاتا ہو۔ میدانوں، تماشہ گاہوں اور کلب گھروں کی راہ لیتی ہو۔ مگر بالکل عبث۔ گھر میں تسلی نہیں ملی۔ دوسری جگہ کب مل سکتی ہو؟

علمِ حقائقِ اشیاء

امریکہ کی سب سے زیادہ قابل فخر درسگاہیں، مشترک زنانہ مردانہ یونیورسٹیاں ہیں۔ لیکن امریکن عورت کی خانگی شقاوت کی بنیادیں بھی یہیں ملتی ہیں۔ یہاں عورت اپنی زندگی کے بہترین تین چار سال گذارتی ہو۔ وہ کیا سیکھتی ہو؟ اعلیٰ دقیق علوم: فلسفہ، علم النفس، علم الحیاۃ وغیرہ وغیرہ جو اُسکی عملی زندگی میں ہرگز کوئی کام نہیں دیتے۔ ایک دن میں نے ایک خوبصورت دوشیزہ سے سوال کیا "تم یہ علوم کیوں پڑھتی ہو؟" اُسنے فوراً جواب دیا "حقائق اشیاء معلوم کرنے کے لئے!" لیکن اب "حقائق اشیاء" کا یہ قیمتی علم بلائے جان ہوگیا ہو!

امریکہ کے تمام جوان مرد اور عورتیں اسی حقائق اشیاء کے جنون میں مبتلا ہیں۔ پھر یہ حقائق "علمی اصول" پر معلوم ہونے چاہئیں! وہ زندگی کی ہر بات "علمی مسئلہ" کی شکل میں دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں اور ہر علمی مسئلہ محل بحث و نظر ہے! محبت، شادی، اولاد، محنت، خانہ داری، کھیل، یہ سب اپنی جگہ پر "حقائق" ہیں، "علمی مسائل" ہیں۔ علم الحیاۃ اور علم الاقتصاد کے اصول پر انھیں حل ہونا چاہئے! پھر وہ حل بھی ایسا ہو جو ہر اعتبار سے علمی و منطقی ہو۔ یہی سبب ہو کہ امریکہ میں جرأت کی مثالیں کم ملتی ہیں۔ امریکن نوجوان اُسی کام میں جرأت دکھاتا ہو جس میں جرأت کرنا اقتصادی حیثیت سے مفید ہو۔ امریکہ کی یہ مشترک یونیورسٹیاں اس لئے وجود میں آئی ہیں کہ "مرد اور عورت کی تفریق باطل ہو جائے" یہ قول ایک یونیورسٹی کی خاتون پرنسپل کا ہو۔ ایک مشہور فرنچ پروفیسر کے سامنے میں نے یہ قول نقل کیا، تو وہ چلا اُٹھا "اُف، ناقابل تصور منطق ہوا!"

زندگی کے قدرتی جذبات کی لطافت کی جگہ اب ایک سراپا صناعی اور آلاتی زندگی ہو جس میں امریکہ کا ہر فرد مبتلا ہوگیا ہو!

ناول اور افسانے

میں نے بہت سی یونیورسٹیوں کے کتب خانوں کی سیر کی۔ مجھے یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ اُن کی فہرستیں ناولوں اور افسانوں سے تقریباً خالی ہیں۔ اقتصادیات، طبیعیات، فلسفہ، نفسیات غرضکہ دقیق علوم کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ امریکن نوجوان زیادہ تر یہی خشک کتابیں پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ رقیق جذبات اُن میں بہت کم رہ گئے ہیں۔ مادی اور فلسفی ہو کر رہ گئے ہیں۔ روح اور قلب کی قوتیں دب گئی ہیں۔

مہارتِ فنی کا غلو

پھر امریکہ کی خانگی زندگی کو تلخ بنانے والی ایک چیز اور بھی ہو۔ مرد کی تعلیم عام طور پر کسی ایک خاص علم و فن ہی کی ہوتی ہو تاکہ کسی ایک پیشہ میں درجۂ اختصاص حاصل ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہو کہ اگر اُسکی بیوی بھی اُس خاص فن میں ماہر نہیں ہوتی جس میں اُس کے شوہر نے مہارت حاصل کی ہو، تو دونوں کی زندگی میں بے لطفی بلکہ تلخی پیدا ہو جاتی ہو۔ شوہر کا دماغی رجحان اور بیوی کا دماغی رجحان بالکل مختلف ہو جاتا ہو۔ دونوں اپنی صحبتوں کے لئے کوئی دلچسپ موضوع بحث نہیں پاتے۔ رسمی گفتگو کے بعد اپنے اپنے خیالات میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اُسوقت عورت کو محسوس ہوتا ہو کہ اُسنے جو تعلیم یونیورسٹی میں حاصل کی تھی، بے فائدہ نکلی۔ وہ افسوس سے ہاتھ ملتی ہو۔ مگر افسوس کرنے سے خانگی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی!

قبل از وقت شادی

ان مشترک تعلیم گاہوں نے ایک اور سخت مضرت بھی پیدا کر دی ہو۔ نوجوان مرد اور عورتیں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اُن میں بتدریج دوستی پیدا ہو جاتی ہو۔ دوستی محبت کی شکل اختیار کرتی ہو۔ اور محبت کا نتیجہ شادی ہوتا ہو۔ یہ کچھ بُرا نہ تھا، اگر ایسی عمر میں ہوتا جو پختہ کاری کی عمر ہو۔ لیکن حالت یہ ہو کہ اکثر شادیاں ۱۹ اور ۲۱ برس کی عمر میں ہو جاتی ہیں، اور اس لئے سخت مشکلات کا پیش خیمہ بنجاتی ہیں۔ مرد اور عورت دونوں عملی زندگی کی اندرونی ذمہ داریوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ بلکہ دونوں ہنوز طالب العلم ہوتے ہیں۔ گھر میں چار چار بچے کھیلتے ہوتے ہیں مگر اُن کے ماں اور باپ دونوں یونیورسٹی کے کمروں میں اساتذہ کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں! اس صورت حال سے جو پریشانیاں پیدا ہو سکتی ہیں، محتاج بیان نہیں۔ لیکن تعجب ہو امریکہ کے عقلاء اس کا سدباب نہیں کرتے بلکہ

نے کہا: ہرگز نہیں! خدانے تمھیں یہ حق ہرگز نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہو کہ تم ہماری ملت سے نکل جاؤ، اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلو۔" یزید اور بھی زیادہ خفا ہوا۔ کہنے لگا "دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل چکا ہے!" زینب نے بلا تامل جواب دیا "اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔" یزید چلایا "اے دشمن خدا! تو جھوٹی ہے!" زینب بولیں "تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہے۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہے!"

حضرت فاطمہ بنت علی کہتی ہیں یہ گفتگو سنکر شاید یزید شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ مگر وہ شامی پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی۔ اس پر یزید نے غضبناک آواز میں اُسے ڈانٹ بتائی "دور ہو کمبخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشے!"

یزید کا مشورہ کرنا

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر یزید شامی رؤسا و اُمرا کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا "ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟" بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا مگر نعمان بن بشیر نے کہا "انکے ساتھ وہی کیجئے جو رسول اللہ صلعم انھیں اس حال میں دیکھ کر کرتے۔" حضرت فاطمہ بنت حسین نے یہ سنکر کہا "اے یزید! یہ رسول اللہ کی لڑکیاں ہیں!" اس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متاثر ہوگئی۔ وہ اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ انکے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کردیا جائے۔

یزید کی بیوی کا غم

اس اثنا میں واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں کو بھی معلوم ہوگئی۔ ہند بنت عبد اللہ یزید کی بیوی نے منہ پر نقاب ڈالا اور باہر آکر یزید سے کہا "امیر المومنین! کیا حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ کا سر آیا ہے؟" یزید نے کہا "ہاں! تم خوب رو، بین کرو، رسول اللہ کے نواسے اور قریش کے اصیل پر ماتم کرو۔ ابن زیاد نے بہت جلدی کی، قتل کر ڈالا، خدا اُسے بھی قتل کرے!"

"حسین کی اجتہادی غلطی!"

اس کے بعد یزید نے حاضرین مجلس سے کہا "تم جانتے ہو یہ سب کس بات کا نتیجہ ہے؟ یہ حسین کے اجتہاد کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ اُنھوں نے سوچا میرے باپ یزید کے باپ سے افضل ہیں۔ میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہے۔ میرے نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں، اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں، اس لئے خلافت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں۔ حالانکہ اُن کا یہ سمجھنا کہ اُن کے والد میرے والد سے افضل تھے صحیح نہیں۔ علی اور معاویہ نے باہم جھگڑا کیا اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ رہا اُن کا یہ کہنا کہ اُن کی ماں میری ماں سے افضل تھی، تو بلاشبہ یہ ٹھیک ہے۔ فاطمہ بنت رسول اللہ میری ماں سے کہیں افضل ہیں۔ اسی طرح اُن کا یہ کہنا کہ اُن کے نانا، میرے نانا سے افضل تھے تو قسم خدا کی، کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا رسول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر کسی انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ حسین کے اجتہاد نے غلطی کی۔ وہ یہ آیت بالکل بھول گئے "اللھم مالک الملک، توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بیدک الخیر، انک علی کل شیٔ قدیر" (ایضاً)

پھر اہل بیت کی خاتونیں، یزید کے محل میں پہونچائی گئیں۔ خاندان معاویہ کی عورتوں نے انھیں اس حال میں دیکھا تو بے اختیار رونے پیٹنے لگیں۔

یزید کی سعی تلافی

پھر یزید آیا تو فاطمہ بنت حسین نے اُس سے کہا "اے یزید! کیا رسول اللہ کی لڑکیاں کنیزیں ہوگئیں؟" یزید نے جواب دیا "اے میرے بھائی کی بیٹی! ایسا کیوں ہونے لگا؟" فاطمہ نے کہا "بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی" یزید نے کہا "تم لوگوں کا جتنا گیا ہے، اُس سے کہیں زیادہ میں تمھیں دوں گا" چنانچہ جسنے اپنا جتنا نقصان بتایا، اُس سے دوگنا تگنا دیدیا گیا۔

یزید کا دستور تھا روز صبح شام کے کھانے میں علی بن حسین کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا۔ ایک دن حضرت حسن کے کمسن بچے عمرو کو بھی بلایا اور ہنسی سے کہنے لگا "تو اس سے لڑیگا؟" اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن حسن نے اپنے بچپنے کے بھولے پن میں جواب دیا "یوں نہیں۔ ایک چھری مجھے دو، اور ایک چھری اسے دو، پھر ہماری لڑائی دیکھو!" یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمرو بن حسن کو گود میں اُٹھا کر سینے سے چمٹا لیا اور کہا "سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہے!"

یزید کی "زود پشیمانی"

یزید نے اہل بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں اُن کا ذکر کرتا اور بار بار کہتا "کیا حرج تھا اگر میں خود تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا۔ حسین کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ اُن کے مطالبہ پر غور کرتا، اگرچہ اس کی وجہ سے میری قوت میں کچھ کمی ہی کیوں نہ پڑ جاتی۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلعم کے حق اور رشتہ داری کی تو حفاظت ہوتی۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد) پر جسنے حسین کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسین نے کہا تھا میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیں گے یا مسلمانوں کی سرحدوں پر جاکر جہاد میں مصروف ہوجائیں گے۔ مگر ابن زیاد نے اُن کی کوئی بات بھی نہیں مانی۔ اور قتل کر ڈالا۔ اُن کے قتل نے تمام مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ پر! خدا کا غضب ابن مرجانہ پر!"

اہل بیت کو رخصت کرنا

پھر جب اہل بیت کو مدینہ بھیجنے لگا تو امام زین العابدین سے ایک مرتبہ اور کہا "ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں حسین کیساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی کوئی شرط بھی پیش کرتے تو میں اُسے ضرور منظور کرلیتا۔ میں اُن کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہوچکا۔ دیکھو! مجھ سے برابر خط کتابت کرتے رہنا، جو ضرورت بھی پیش آئے، مجھے خبر دینا" بعد میں حضرت سکینہ برابر کہا کرتی تھیں "میں نے کبھی کوئی ناشکر انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا!"

اہل بیت کی فیاضی

یزید نے اہل بیت کو اپنے ایک معتبر آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کردیا۔ اس شخص نے راستہ بھر ان مصیبت زدوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جب یہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو حضرت زینب بنت علی اور حضرت فاطمہ بنت حسین نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اسے بھیج اور کہا "یہ تمھاری نیکی کا بدلہ ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کہ تمھیں دیں" اُس شخص نے زیور واپس کردیئے اور کہلایا "واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا۔ رسول اللہ صلعم کے خیال سے تھا!"

مدینہ میں ماتم

اہل بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں یہ جانگسل خبر پہنچ چکی تھی۔ بنی ہاشم کی خاتونوں نے سُنا تو گھروں سے چلاتی ہوئی نکل پڑیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم ۔ ماذا فعلتم وانتم آخر الامم؟
کیا کہو گے جب نبی تم سے سوال کریں گے کہ تم نے جو سب سے آخری امت ہو،
بعترتی وباھلی بعد مفتقدی ۔ منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم
تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا کہ اُن میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں!

مرثیہ

حضرت حسین کی شہادت پر بہت سے لوگوں نے مرثئے کہے۔ سلیمان بن قتہ کا مرثیہ بہت زیادہ مشہور ہوا۔

مررت علی ابیات آل محمد ۔ فلم ارھا کعھدھا یوم حلت
میں خاندان محمد کے گھروں کی طرف سے گزرا، مگر وہ کبھی ویسے نہ تھے جیسے اُس دن جب ان کی حرمت توڑی گئی!
فلا یبعد اللہ الدیار واھلھا ۔ وان اصبحت من اھلھا قد تخلت
خدا ان مکانوں اور مکینوں کو دور نہ کرے! اگرچہ وہ اب اپنے مکینوں سے خالی پڑے ہیں!
وان قتیل الطف من آل ہاشم ۔ اذل رقاب المسلمین فذلت!
کربلا میں ہاشمی مقتول کے قتل نے مسلمانوں کی گردنیں ذلیل کر ڈالیں!
وکانوا رجاء ثم صاروا رزیة ۔ لقد عظمت تلک الرزایا وجلت!
ان مقتولوں سے دنیا کی امیدیں وابستہ تھیں مگر وہ مصیبت بن گئے۔ آہ! یہ مصیبت کتنی بڑی اور کتنی سخت ہے!
الم تران الارض اضحت مریضة ۔ لفقد حسین والبلاد اقشعرت
کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین حسین کے فراق میں بیمار ہے اور دنیا کانپ رہی ہے؟
وقد اعولت تبکی السماء لفقدہ ۔ وانجمھا ناحت علیہ وصلت
آسمان بھی اُس کی جدائی پر رو رہا ہے۔ ستارے بھی ماتم کرتے اور سلام بھیج رہے ہیں!

جامع الشواھد
طبع ثانی

مولٰنا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

سنہ ۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دیدیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظرثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ قیمت ۱۲؍

منیجر الہلال کلکتہ

ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہو ابھی یہ منزل دُور ہو۔ کم سے کم آئندہ انتخابات میں اُس کی کوئی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ اس ہفتہ حکومت انگورہ نے اعلان کر دیا ہو کہ عورتوں کو حق انتخاب بالفعل نہیں دیا جا سکتا۔ وجہ یہ بتائی ہو کہ اُنھوں نے ابھی کافی ترقی نہیں کی ہو۔

برطانیہ کی سازشیں

یونانی اخبارات کی اس خبر نے ترکی اخبارات کو سخت مشتعل کر دیا ہو کہ "برطانیہ نے حکومت یونان سے خواہش کی ہو کہ روس کے خلاف تمام دول بلقان کی ایک خفیہ کانفرنس منعقد کرے مگر اُس میں ٹرکی کو شریک نہ ہونے دے" ترکی اخبارات کی رائے میں یہ تجویز ٹرکی کے لئے ایک مبارزت ہو۔ انگورہ کا سربرآوردہ اخبار "جمہوریت" اپنی پچھلی اشاعت میں یوں اظہار خیال کرتا ہو:

"اگر یہ خبر صحیح ہو تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ برطانیہ روس کے ساتھ ٹرکی کی مخالفت پر بھی تُلا ہوا ہو۔ اگر اس تجویز سے برطانیہ کا مقصود یہ ہو کہ ٹرکی کو دھمکا کر روس سے الگ کر لے، تو ہم صاف لفظوں میں اسکی تعمیل سے انکار کرتے ہیں۔ اب وہ زمانہ گیا جب ٹرکی ایسی دھمکیوں سے مرعوب ہو جایا کرتا تھا۔ گزشتہ تین صدی کے تجربوں نے ہمیں خوب سکھا دیا ہو کہ ہمیں صرف اپنی قوت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اور ہم صرف اپنی قوت ہی پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنی قوت موجود ہو جو ہمیں ہر مشکل سے بچا سکتی ہو۔ روس سے ہماری دوستی زندگی اور موت کا معاملہ ہو۔ روس کو ہماری دوستی کی ضرورت ہو۔ ہمیں روس کی دوستی کی ضرورت ہو۔ ہم روس سے ہرگز علیحدہ نہیں ہو سکتے"

ٹرکی اور افغانستان

باخبر حلقوں میں خیال کیا جاتا ہو کہ برطانیہ عنقریب افغانستان سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے گا۔ روسی خطرے نے برطانیہ کو بدحواس کر دیا ہو۔ وہ دیکھتا ہو روس کے تعلقات افغانستان سے بہت گہرے ہیں۔ افغانستان، ہندوستان کا پڑوسی ہو، لہذا روسی افغانی دوستی، ہندوستان کے لئے خطرناک ہو۔ اور چونکہ اس دوستی میں ہندوستان کے لئے خطرہ ہو اس لئے یا تو افغانستان کو روس سے توڑ لینا چاہئے، یا برطانیہ سے دست بگریباں ہونے کے لئے طیار ہو جانا چاہئے۔

یہ ہو برطانیہ کا نقطۂ نظر، اور اسی بنا پر وہ بہت جلد افغانستان سے نئی معاملت شروع کرنی چاہتا ہو۔ ہمیں جہاں تک حالات کا علم ہو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ برطانیہ کو افغانستان کے روس سے الگ کرنے میں ویسی ہی ناکامی ہوگی، جیسی ٹرکی کے معاملہ میں ہو چکی ہو۔ افغانستان، روس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ اُسے خوب معلوم ہو کہ برطانیہ اُسے ہرگز کوئی نفع نہیں پہنچائے گا۔ لیکن روس اُسے بے شمار نفع پہنچا رہا ہو۔

یہی باعث ہو کہ پچھلے چند ماہ سے افغانستان کے مدبر ماسکو اور انگورہ کا دورہ کر رہے ہیں۔ فی الحال انگورہ میں مشہور افغانی مدبر محمود خان طرزی موجود ہیں۔ سرکاری طور پر اُن کی آمد صرف سیر و سیاحت کی غرض سے بتائی گئی ہو۔ خود اُنھوں نے بھی اخبار "حاکمیت ملیہ" کے نامہ نگار سے یہی بیان کیا ہو۔ لیکن اُن کے یہ الفاظ خاص معنی رکھتے ہیں" افغانستان کی دلی آرزو ہو کہ ٹرکی سے اُسکے تعلقات اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائیں"

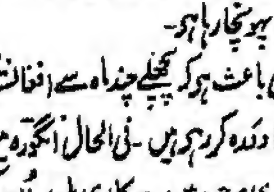

مقالات

محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام

۲

واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص

پچھلی تحریر میں یہ حقیقت واضح ہو چکی ہو کہ حضرت عمرؓ اور مجمع صحابہ نے ایک نئے سنہ کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ قومی زندگی کے قیام و تکمیل کے لئے قومی سنہ کی ضرورت تھی، اور اسلام کی تعلیم و تربیت نے اُن کی قومی ذہنیت کا جو مزاج پیدا کر دیا تھا، اُس کا مقتضیٰ یہی تھا کہ اس ضرورت کی کھٹک طبیعتوں میں پیدا ہوتی۔ لیکن اب اس کے بعد معاملہ کا سب سے زیادہ ضروری سوال سامنے آتا ہو۔ سوال یہ ہو کہ قومی سنہ کا مبدء قرار دینے کے لئے سامنے کی جتنی چیزیں بھی ہو سکتی تھیں، اُن میں سے کوئی چیز بھی اختیار نہیں کی گئی، اور ایک دُور کی چیز جو بظاہر اس غرض کے لئے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، اُن کے سامنے آگئی، اور اُسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ آخر اس کی علت کیا ہو؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کے لئے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں، وہ اسلام کا ظہور تھا۔ داعی اسلام کی پیدائش تھی۔ نزول وحی کی ابتدا تھی۔ بدر کی تاریخی فتح تھی۔ مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا۔ حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل و فتح کا آخری اعلان تھا۔ لیکن ان تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ ہجرۃ مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ تو کسی پیدائش کا جشن ہو، نہ کسی ظہور کی شوکت۔ نہ کسی جنگ کی فتح ہو، نہ کسی غلبہ و تسلط کا شادیانہ۔ بلکہ اُس زمانہ کی یاد تازہ کرتا ہو جب آغاز اسلام کی بے سروسامانیاں اور ناکامیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کے لئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔ بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز و اقارب، اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر، صرف ایک رفیق غمگسار کے ساتھ، رات کی تاریکی میں، رہسپار دشت غربت ہوا تھا!

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اور صحابہ کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے۔ لیکن وہ اُن کی تقلید پر آمادہ نہ ہو سکے اور اُنھوں نے بالکل ایک دوسری ہی راہ اختیار کی۔

دُنیا کے قومی سنین

قومی سنہ دراصل قوم کی پیدائش اور عروج و اقبال کی تاریخ ہوتا ہو۔ اس کے ذریعہ قومیں اپنی تاریخ کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی واقعہ یاد رکھنا چاہتی ہیں۔ اُس کا دَور ہر بارہ مہینے کے بعد ختم ہوتا اور از سر نو شروع ہوتا ہو، اور اس طرح سال نو کی مسرتوں کے ساتھ اُس کی تاریخی روایات کی شادمانیاں بھی تازہ ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ دُنیا میں جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی بُنیاد کسی ایسے واقعہ پر نظر آتی ہو جس سے کسی قومی فتح و اقبال کا آغاز ہوا ہو۔ چونکہ اس طرح کا آغاز عموماً کسی بڑے انسان کی پیدائش سے ہوا ہو، یا کسی بڑے بادشاہ کی تخت نشینی سے، یا کسی بڑی جنگ کی فتح اور کسی نئی سرزمین کے قبضہ و تسلط سے۔ اس لئے دنیا کے اکثر سنوں کی ابتدا مشاہیر و اکابر کی پیدائش اور تخت نشینی ہی سے ہوتی ہو۔ بیرونی نے "آثار الباقیہ" نامی کتاب صرف سنین و تواریخ کے موضوع پر لکھی ہو، اور اس درجہ کی لکھی ہو کہ آج بھی اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جا سکتی۔ وہ دُنیا کے تمام سنین کا استقصا کر کے لکھتا ہو "قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ رہا ہو کہ بانیان حکومت و مذاہب کی پیدائش، بادشاہوں کی تخت نشینی، انبیاء کی بعثت، ملکوں کی فتح و تسخیر، سلطنت کے انقلاب و انتقال، اور حوادث عظیمۂ ارضیہ سے تواریخ و سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں"

قدیم سنوں میں بابلی، یہودی، رومی، مسیحی، ہندوستانی، اور ایرانی سنین سب سے زیادہ مشہور و مستعمل رہے ہیں۔ اِن سب کی ابتدا کسی ایسے ہی واقعہ سے ہوئی ہو۔ بابلی سنہ کی بُنیاد بخت نصر اول کی پیدائش پر رکھی گئی تھی کیونکہ اُس کے ظہور سے بابل کی عظمت کا آغاز ہوا۔ یہودیوں نے پہلے مصر سے خروج کے واقعہ پر سنہ کی بُنیاد رکھی تھی۔ کیونکہ اسی واقعہ سے اُن کی قومی آزادی کا دَور شروع ہوتا تھا۔ پھر جب فلسطین میں یہودی حکومت قائم ہو گئی تو حضرت سلیمانؑ کی تخت نشینی سے بھی سنہ کا حساب کرنے لگے۔ پھر ہیکل کی بربادی کے بعد جب دوبارہ تعمیر کا واقعہ ظہور میں آیا، تو چونکہ اس سے یہودیوں کے اجتماع و وطن کا نیا دَور شروع ہوتا تھا اس لئے اس کی یادآوری کے جذبے نے تاریخ و سنہ کی صورت اختیار کر لی۔ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور سنہ اسکندری سنہ ہو جو سکندر فاتح کی پیدائش سے شروع ہوتا ہو۔ پھر آگسٹس کی پیدائش سے نیا سنہ شروع ہوا جس کی فتحمندیوں نے رومی عظمت کا نیا دَور شروع کر دیا تھا۔ مسیحی

ایسے پسند کرتے ہیں اور اس کی ہمت افزائی کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کرتے۔ امریکہ کے بوڑھوں میں یہ مقولہ عام ہے " نوجوانی کو چھوڑ دو کہ ساتھ بڑھیں پلیں، ساتھ پڑھیں لکھیں، بچپن ہی سے باہم محبت کریں اور اپنی نسل بڑھتے دیکھیں!"

امریکن عورت کی روزمرہ کی زندگی

مردوں کی طرح عورتوں کی زندگی بھی روپیہ کمانے اور خرچ کرنے میں بسر ہوتی ہے۔ بازاروں میں کپڑے کی اکثر بڑی دوکانوں پر جلی حروف میں یہ عبارت لکھی نظر آئے گی " یہاں عورتوں کو کپڑے سینے کی مفت تعلیم دیجاتی ہے " جابجا سائن بورڈوں پر یہ الفاظ لکھے ہوں گے " یہاں علم تدبیر منزل (خانہ داری) پر لکچر مفت سنائے جاتے ہیں " یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ امریکن عورت بالکل بیکار نہیں رہتی۔ وہ اپنی خانگی زندگی میں تو ضرور بدنصیب ہوتی ہے، مگر برابر علمی و صنعتی ترقی کر رہی ہے۔ لیکن درحقیقت اسی ترقی نے اُسے مسرت سے محروم بھی کر رکھا ہے:

آمریکن عورت، بہت مسرف ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت ہر روز بازار میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دوکانیں عورتوں سے لبریز رہتی ہیں۔ دوکانداروں کا اپنے اعلانوں میں خطاب عورتوں ہی سے ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں مردوں کو خرید فروخت کی مہلت نہیں۔ مرد روپیہ کمانا جانتے ہیں، خرچ کرنا نہیں جانتے۔ عورتیں اُن کی ہفتہ بھر یا مہینہ بھر کی آمدنی پر قابض ہو جاتی ہیں اور بازاروں میں آکر بے دریغ خرچ کر ڈالتی ہیں۔ عورتوں کے اسراف کا اندازہ صرف اتنی بات سے کیا جا سکتا ہے کہ گزشتہ دس سال کے اندر منھ پر ملنے والے روغنوں کی فروخت میں فی صدی دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے!

زنانہ کلب

آمریکہ کے زنانہ کلب، دُنیا میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے ہی شاندار، خوبصورت، اور جدید ترین سامان سے آراستہ ہوتے ہیں عورت چونکہ گھر میں شوہر کو نہیں پاتی، اور دلچسپی سے محروم ہوتی ہے، اس لئے اپنا زیادہ وقت کلب ہی میں گزارتی ہے۔ عام دستور یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کو موٹر میں بٹھا کر اُس کے دفتر میں چھوڑ آتی ہے اور باقی پورا دن کلب میں صرف کرتی ہے۔ شام کو پھر موٹر میں بیٹھتی ہے اور شوہر کو دفتر سے لے آتی ہے۔ دونوں رات کا کھانا عموماً ہوٹل میں کھاتے ہیں اور پھر گھر آکر سو رہتے ہیں!

سب سے زیادہ زنانہ کلب مڈل ویسٹ میں ہیں۔ یہ کلب بہت ہی دلچسپ اور مفید ہیں۔ لیکن اُن کا یہ عیب بھی بہت بڑا ہے کہ عورت سے خود فکر کی قوت سلب کر لیتے ہیں اور اُس کے دماغ میں اس قدر معلومات ٹھونس دیتے ہیں کہ وہ اُنھیں ہضم نہیں کر سکتی اور دماغی بدہضمی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ دن بھر کلب گھروں میں علمی تقریریں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دن میں نے شیکاگو کے ایک زنانہ کلب میں چار مختلف مضمونوں پر لکچر سُنے۔ مضمون یہ تھے:

(۱) مرد کا کام اپنے گھر میں

(۲) غذا کی تاثیر جسم انسانی پر

(۳) موجودہ ادبیات اور خواتی عادات

(۴) سحر و ساحری کی حقیقت۔

میں نے بڑے غور سے لکچر سُنے تھے۔ آخر میں سوچنے لگا میں نے کیا سُنا تھا؟ باوجود سخت کوشش کے میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ دماغ مختل ہو چکا تھا۔ صرف دو باتیں حافظہ میں محفوظ رہ گئی تھیں۔ ایک یہ کہ دوپہر کو کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کی موجودہ اقتصادی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ انسان، دولت جمع کرنے کا آلہ بن گیا ہے۔ صرف ایک دن میں میرا یہ حال ہوا لیکن اُن "عورتوں کا کیا حال ہوگا جن کی ساری زندگی انہی کلب گھروں اور اُن کے لکچروں میں گزرتی ہے؟

بچوں کی ماں

آمریکہ میں بیشمار انجمنیں اس غرض سے موجود ہیں کہ ماؤں کے لئے مفت مشورے مہیا کریں۔ ان میں ہمیشہ لکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ماؤں کو بتایا جاتا ہے کہ وہ کون کون کتابیں پڑھیں؟ کس قسم کا کھانا کھائیں؟ کیا سونگھیں؟ کیا دیکھیں؟ غرضکہ ہر معاملہ میں باقاعدہ علمی مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ امریکہ میں جس طرح سب معاملات اصول و قواعد کے ماتحت رکھے گئے ہیں، اُسی طرح نسوانیت بھی علمی اصول پر "منطبق" کی جا رہی ہے۔ یہی حد سے زیادہ "علمی انطباق" انسانیت اور مرد و عورت کی جنسیت کی فطرت کا خاتمہ ہے!

دنیا میں امریکہ کی نوجوان عورتوں سے منظم تر کوئی چیز موجود نہیں۔ وہ الھڑ نہیں ہوتی۔ اپنے شوہر کی طرح کسی نہ کسی علمی ہنر میں ماہر ہوتی ہے۔ اپنے گھر کو مرتب و منظم رکھ سکتی ہے۔ امریکن عورت انگلستان کی عورت سے کہیں زیادہ منظم اور سلیقہ مند ہوتی ہے۔

امریکن ماں اپنے بچوں سے بیحد محبت کرتی ہے۔ ہندوستان کی طرح امریکہ میں بھی اولاد اپنے ماں باپ کی ملکیت سمجھی جاتی ہے۔ گھروں میں بچوں کے لئے علیحدہ کمرے نہیں ہوتے۔ پورا گھر بچوں کے لئے کھلا ہوتا ہے اور وہ دن بھر اودھم مچائے رہتے ہیں۔ اسی طرح دائیاں اور کھلائیاں رکھنے کا بھی رواج کم ہے۔ خود ماں ہی دائی ہوتی ہے۔ ماں اپنے بچوں میں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کرتی۔ وہ اُن کا مستقبل اپنے مستقبل سے وابستہ سمجھتی ہے۔ اُن پر وہ تمام تعلیم و تربیت کے اصول منطبق کرتی ہے جو کلب گھروں میں سُنتی اور کتابوں میں پڑھتی ہے!

لیکن اس کے باوجود بھی اُس کی زندگی بڑی حد تک مسرت سے خالی ہوتی ہے، کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، علم کی فراوانی اور تجارت کی افزونی نے اُسے ازدواجی مسرتوں کا دائرہ تنگ کر رکھا ہے۔ امریکہ کی عورت، علم اور مادی ترقی سے اب ملال ہو رہی ہے چونکہ*

* امریکہ کی عورت خوش نہیں ہے، اس لئے باوجود بے شمار دولت رکھنے کے آرام سے خوش نہیں ہے۔ وہ تمدن کی شدت سے اُکتا گیا ہے۔۔۔ وہ کچھ کی فکر دیکھ رہا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ موجودہ صورت حال کا آئندہ ردعمل (ری ایکشن) کیا ہوگا؟

برید شرق

مکتوب انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

شورائے دولت۔ ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات۔ وزیر خارجیہ کی تصریحات ترکی پارلیمنٹ۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ برطانیہ کی سازش۔ ترکی اور افغانستان۔

شورائے دولت

" مجلس شورائے دولت " کے نام سے ترکی پارلیمنٹ نے ایک مجلس کا قیام منظور کر لیا ہے۔ اُس کی صدارت کے لئے مشہور ترکی قانون داں نصرت بک منتخب ہوئے ہیں۔ اس مجلس کا کام یہ ہوگا کہ حکومت کی تمام وزارتوں اور محکموں کو ضرورت کے وقت مشورہ دے، نیز اُن جھگڑوں کا تصفیہ کرے جو مختلف محکموں میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات

مشہور ترکی ڈاکٹر حسن رشاد بک کے متعلق اخبارات نے یہ خبر شائع کی ہے کہ اُنھوں نے آتشک کا حکمی علاج دریافت کر لیا ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ اُن کی دوا کا صرف ایک انجکشن ہمیشہ کے لئے اس خبیث بیماری کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ ترکی حکومت ڈاکٹر موصوف کو اپنے خرچ سے یورپ بھیج رہی ہے تاکہ وہاں ماہرین فن کے سامنے اپنے تجربے دکھائیں۔

وزیر خارجیہ کی تصریحات

ڈاکٹر توفیق رشدی بک ترکی وزیر خارجیہ نے اس ہفتہ اخباری نمائندوں کے سامنے حسب ذیل تصریحیں کی ہیں:

" اس وقت ترکی کے تعلقات متمدن دنیا کے جملہ ملکوں سے دوستانہ ہیں۔ اسوقت دنیا کی کسی سلطنت سے بھی ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ پچھلے دنوں جو افسوسناک حادثے بعض سلطنتوں کے مابین واقع ہوئے ہیں، اُنھوں نے ہمارے مسلک پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ ہمارے مسلک کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ دنیا کا امن امان ہمارے ملک کے لئے مفید ہے۔ یہی باعث ہے کہ ہم حکومتوں کے درمیان لڑائی ڈالکر خود نفع نہیں اُٹھاتے۔ کیونکہ یہ ہمارے مقصد امن کے خلاف ہے۔

" بلقانی ریاستوں سے بھی ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں۔ ہم اُنھیں اور بھی مضبوط کرنے کی کوشش میں ہیں۔ روس سے ہمارے علائق خاص طور پر بہت ہی اچھے ہیں۔ روس نے کبھی ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ہمارا دوست رہا اور آج بھی دوست ہے۔

" چین کی موجودہ تحریک آزادی سے ہمیں پوری دلچسپی ہے ہم اس عظیم الشان مشرقی قوم کی آزادی کے دل سے متمنی ہیں۔ مصر سے ہمیں جو دلی تعلق ہے وہ کسی شرح و تفصیل کا محتاج نہیں "

ترکی مجلس کا نیا انتخاب

موجودہ ترکی مجلس (پارلیمنٹ) کی مدت ختم ہو گئی۔ اب نئے انتخابات کا وقت ہے۔ قانون کی رو سے اس مجلس کی عمر ۱ اپریل تک تھی۔ مگر اُنھوں نے دو مہینے اور بڑھا لئے۔ اب وہ دو مہینے بھی گزر چکے ہیں۔ نئے انتخابات ۱ جولائی میں شروع ہونگے۔ باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انتخابات کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تمام ملک کو غازی مصطفے کمال پاشا اور اُن کی جماعت پر پورا اعتماد ہے۔ لہذا آیندہ مجلس میں ہمیں تقریباً انہی ممبروں کا انتظار کرنا چاہیے جو موجودہ مجلس کے ارکان تھے۔

ترکی عورت اور حق انتخاب

نئے انتخابات کے پیش آجانے کی وجہ سے اس کا غوغا بہت بڑھ گیا ہے۔ حقوق طلب خواتین بڑی سختی سے مقابلہ کی تیاریاں کر رہی

اندر کی استعداد کی تکمیل کے ساتھ ہی باہر کی استعداد بھی اسکے اندر پیدا ہو جائے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے لئے مثال کی ضرورت ہے۔ خدا کی رحمت و ربوبیت نے تمام کائنات ہستی کو بخشش کا خزانہ اور فیضان عام کی بارش بنا رکھا ہے۔ زندگی اور وجود کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے، اُن میں سے ہر چیز موجود ہے، اور اُس کی موجودگی صرف اس لئے ہے تاکہ استعداد کو ڈھونڈھے، صلاحیت کو پالے، اور انفعال کو فعل سے اور انجذاب کو جذب سے مالامال کر دے۔ سورج روزانہ آسمان پر چمکتا ہے۔ ستارے ہمیشہ زمین کی طرف جھانکتے ہیں۔ ہوائیں یکساں گرمجوشی سے چلتی ہیں، بادلوں کی رفتار میں کبھی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ سورج کی کرنیں سمندروں کو کھینچنے اور پانی کے ذخیرے جمع کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتیں۔ زمین کی سطح اپنے سارے خزانے لئے ہوئے موجود ہے۔ خاک کے ذرّوں میں سے ہر ذرہ اپنا خاصہ اور اپنی تاثیر رکھتا ہے۔ موسموں کی تبدیلی اور لیل و نہار کی گردش بھی اپنے مقصد اور حکمت سے باہر نہیں۔ یہ، اور اسی طرح کی تمام اَن گنت اور بے حد و حساب چیزیں:

وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (۱۴ : ۳۴) اور اگر تم خدا کی نعمتیں اور بخشائشیں شمار کرنی چاہو تو وہ اتنی ہیں کہ کبھی تمھارا اندازہ احاطہ نہیں کر سکتا!

قوتوں کا خزانہ اور بخشائشوں اور ربوبیتوں کا فیضان عام ہیں؛ اور اپنی مجموعی صورت میں کائنات ہستی کی وہ "خارجی استعداد" ہے جو وجود کے لئے خلق و تسویہ کا سامان مہیا کرتی اور ہمیشہ اُس کے انتظار میں چشم براہ رہتی ہے۔ لیکن خارج کی اس استعداد سے صرف وہی اشیاء فائدہ اُٹھا سکتی اور اپنے حصہ کی بخشش پا سکتی ہیں جن کے اندر خود اُن کے "اندر کی استعداد" وجود میں آ گئی ہے۔ یہ اندرونی استعداد باہر کے کارخانۂ استعداد کی تاثیر کے لئے بمنزلۂ انفعال ہے۔ جب تک انفعال کا لب سوال وا نہ ہوگا، فعل و تاثیر کا جوادِ فیضان، حرکت میں نہیں آ سکتا!

دہقان ایک بیج اُٹھاتا ہے اور زمین کے حوالے کر دیتا ہے۔ اب دیکھو، اس ایک بیج کے بار آور ہونے کے لئے قدرت الٰہی نے کس طرح اپنا تمام کارخانۂ ہستی مہیا کر دیا ہے؟ سورج منتظر ہے کہ اپنی گرمی اس کے لئے وقف کر دے، بادل طیار ہیں کہ اپنے ذخیروں کا منہ کھول دیں۔ زمین مستعد ہے کہ اپنی آغوش اُس کے لئے وا کر دے! لیکن یہ تمام کارخانۂ بخشش سے وہ جبھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جبکہ خود اُسکے اندر کی استعداد صحیح و صالح ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر یہ تمام کارخانۂ بخشش و نوال اُس کے لئے بیکار ہوگا۔ سورج اپنا دہکتا ہوا تنور دکھا کر بھی اسے گرم نہ کر سکے گا، بادل اگر اپنا تمام ذخیرۂ آب ختم کر ڈالے، جب بھی اُسے زندگی کی رطوبت کا ایک قطرہ نہیں ملیگا!

پھر ایک صالح بیج جب زمین میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے، تو اُس کے اندر کی استعداد ظاہر ہوتی ہے اور اندر ہی اندر پکنے اور بڑھنے لگتی ہے۔ اُس وقت وہ ایک چھوٹا سا وجود ہوتا ہے جس کے اندر باریک ذرّوں اور ریشوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لیکن انہیں ذرّوں اور ریشوں کے اندر اُس کی آنے والی ہستی کی ساری بڑائیاں اور عظمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ کہا جا سکتا ہے ایک عظیم اور تناور درخت کی ساری ٹہنیاں اور پتے، اور اس کے ہزاروں پھول اور پھل انہیں ذرّوں اور باریک ریشوں کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ وہ بتدریج نشو و نما پاتا ہے، اور یکے بعد دیگرے تخلیق و تسویہ کے مختلف درجوں سے گزرتا ہے۔ پھر جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے، تو وقت آ جاتا ہے جب زمین کی سطح چاک ہوتی ہے اور اُس کی پہلی شاخ باہر نکلتی ہے۔ چنانچہ وہ اُبھرتا ہے، اور کائنات فطرۃ کے جس کارخانۂ فیضان سے زمین کے اندر اکتساب فیض کر رہا تھا، اب اُس سے زمین کی سطح پر بخشش و نوال حاصل کرنے لگتا ہے۔ اُس وقت تم دیکھتے ہو کہ عالم نباتات کا یہ جوان نوخاستہ، سرو قد کھڑا ہے، اور کارخانۂ فطرۃ کے ہر سامان سے زندگی اور قوت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اب تم اُس کی ہستی کا اعتراف کرتے ہو، لیکن تم بھول جاتے ہو کہ باہر کی استعداد اُس کے لئے جو کچھ بہم پہنچا رہی ہے یہ در اصل اُسی استعداد کا جواب اور نتیجہ ہے جو زمین کے اندر اُس کی داخلی طبیعت نے پیدا کر لی تھی!

عالم حیوانات میں دیکھو تو یہ حقیقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ حیوان اور انسان کا جو وجود عالم ہستی میں قدم رکھتا ہے اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی منزلیں طے کرتا ہے، در اصل یہ وہی وجود ہے جو پہلے خود اپنی ہستی کے اندر تخلیق و تکمیل کی منزلیں طے کر چکا ہے۔ اگر اُس کی داخلی استعداد کا دور صحت اور قوت کے ساتھ ختم نہ ہوتا، تو اس کی خارجی استعداد کا یہ دور وجود ہی میں نہ آتا۔ وہ پہلے شکم مادر میں جنین کا ابتدائی مادہ تھا۔ پھر اندر ہی اندر بڑھنے اور پھیلنے لگا۔ بتدریج تخلیق و تسویہ کی مختلف منزلیں وجود میں آئیں۔ پہلے چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے جنھوں نے ایک جونک کی سی شکل اختیار کر لی۔ پھر یہ جونک بڑھتے بڑھتے گوشت کا ایک لوتھڑا بن گئی، لوتھڑے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بننا شروع ہوا، اور ڈھانچے پر گوشت پوست کا غلاف چڑھ گیا۔ پھر گوشت اور ہڈیوں کا یہی مجموعہ نظم و تناسب کے ایک ایسے سانچے میں ڈھل گیا، کہ شکل و ہیئت کی تمام زیبائیاں اور خال و خط کی ساری دلاویزیاں مکمل ہو گئیں۔ پھر جب اندر ہی اندر تکمیل و تسویہ کے یہ تمام مراتب طے ہو گئے، تو یہ وجود اس قابل ہوا کہ شکم مادر سے باہر قدم نکالے۔ اور تم نے دیکھا کہ خلقت و ہستی کا ایک زندہ اور مستعد وجود تمھارے سامنے ہے، ثم انشاناہ خلقاً آخر، فتبارک اللہ احسن الخالقین! (۲۳ : ۱۴)

بہر حال دنیا میں ہر چیز کی تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کارخانۂ فیضان فطرۃ سے اکتساب فیض کی صحیح استعداد پیدا ہو، اور اس استعداد کے ظہور کا پہلا محل اندرونی ہے دوسرا بیرونی۔ جب تک کوئی چیز اپنے اس پہلے دور میں صحیح استعداد پیدا نہیں کر لے گی، وہ دوسرے دور کی استعداد پیدا نہیں کر سکتی۔ خارج کے نشو و نما کے لئے داخل کا نشو و نما، بمنزلۂ سبب و علت ہے۔ جب تک سبب موجود نہ ہوگا، نتائج ظہور میں نہیں آئیں گے۔

جماعت کی داخلی استعداد

فرد اور جماعت دونوں کا ایک ہی حال ہے۔ یہ افراد و اشیا کی مثالیں تھیں۔ انہی کو جماعتوں اور قوموں پر بھی منطبق کرو۔ اشیاء و افراد کی طرح ہر جماعت بھی پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس کی تخلیق، نشو و نما، اور ترقی و تکمیل کے لئے بعینہ وہی قوانین ہیں، جو اشیاء و افراد کے لئے ہیں۔ جس طرح فطرۃ الٰہی کی ربوبیت نے مخلوقات کی زندگی اور نشو و نما کے لئے اپنی بخشائشوں کے بادل زمین پر پھیلا دیئے ہیں، ہر شئے زندگی دینے والی، ہر شئے پرورش کرنے والی، اور ہر شئے وجود و کمال تک پہنچانے والی ہے، ٹھیک اُسی طرح "جماعت" اور "امت" کے ظہور و نشو و نما کے لئے بھی ہر طرح کی بخشائشوں اور ہر طرح کی فیض رسانیوں کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ ربوبیت اُس کے ظہور کا انتظار کرتی اور بخشائش فطرۃ اُس کے قدم اُٹھانے کی راہ تکتی ہے۔ لیکن جس طرح افراد و اشیاء کے لئے فطرۃ کا تمام سامان فیض صرف اُسی حالت میں مفید ہو سکتا ہے جبکہ خود ان کے اندر صحیح و صالح استعداد موجود ہو۔ اسی طرح "جماعت" کا مولود بھی وقت کے فیضان اور قومی و مرزبومی ماحول کی بخشائشوں سے اُسی حالت میں فائدہ اُٹھا سکتا ہے، جبکہ خود اُس کے اندر اکتساب انفعال کی صحیح استعداد موجود ہو۔ پھر جس طرح اس استعداد کی تکمیل کے پہلا مرحلہ داخلی ہے، دوسرا خارجی، اسی طرح جماعتوں اور قوموں کی مزاجی استعداد کے لئے بھی پہلا مرحلہ داخلی ہے۔ دوسرا خارجی۔ کوئی جماعت، کوئی قوم، انسانوں کی کوئی ہیئت اجتماعیہ کشمکش حیات کی کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتی، اگر پہلے ایک تخم اور جنین کی طرح اپنی داخلی استعداد کی منزل طے نہیں کر لیتی۔ اسکی داخلی تخلیق و تکمیل کا بھی ایک معین وقت اور وقت کی معین مقدار ہے، اگر ایک جماعت وجود و کمال کا پورا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہے، تو ناگزیر ہے کہ پہلے داخلی استعداد کی تکمیل کا وقت بسر کر لے۔ اُس کے بعد خارج کے اعمال و فتوح کا دروازہ خود بخود اُس پر کھل جائے گا۔ کیونکہ خارج کی تمام کامرانیاں اُس کی داخلی استعداد کی تکمیل کا نتیجہ و ثمرہ ہوتی ہیں۔

جس طرح اشیاء و افراد کے جسم کی داخلی استعداد کا دار و مدار اُن کے اندر ہی اندر نشو و نما پانے اور اندر ہی اندر پکنے پر ہے، اسی طرح فرد اور جماعت کی دماغی اور اخلاقی استعداد کا دار و مدار اُن کی ابتدائی تعلیم و تربیت پر ہے جسے قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں "تزکیہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ "تزکیۂ اخلاق و نفس" سے مقصود یہ ہے کہ ایک جماعت کو بہ حیثیت ایک جماعت کے جس طرح کے ذہن و مزاج کی ضرورت ہے، وہ اس کے ایک ایک فرد کے اندر پیدا کر دیا جائے، اور اس رسوخ و نفوذ کے ساتھ پیدا کر دیا جائے گویا ایک آہنی کالبد لیکر اُن میں سے ہر فرد کا دل و دماغ اُس میں ڈھال دیا گیا ہے۔ جس طرح عالم اجسام میں جسم کی بہتر خلقت اور بہتر نشو و نما طاقت و برتری کا موجب ہوتی ہے، اُسی طرح قوموں اور جماعتوں کے لئے اُن کے افراد کا اخلاق اور اخلاق کی بہتر قسم اور بہتر نشو و نما جماعتی طاقت اور برتری کا باعث ہوتی ہے۔ یہی اخلاق "جماعت" کی زندگی کی اصلی استعداد ہے۔ اسی استعداد سے وہ سب کچھ پاتی ہیں، اور بغیر اس استعداد کے کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ تزکیۂ نفوس کا عمل یہی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اسی کی تولید و تکمیل، جماعتوں اور قوموں کی "داخلی استعداد" ہے۔

"جماعت" کی داخلی استعداد کے لئے جس ذہنی و اخلاقی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اگرچہ فرداً فرداً ہر فرد جماعت سے تعلق رکھتی ہے، لیکن اُس کا سارا زور "جماعتی ذہن و اخلاق" کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی وہ جماعت کے لئے ذہن و اخلاق کا ایک خاص مزاج پیدا کر دینا چاہتی ہے۔ چونکہ یہ مزاج پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک جماعت کا ہر فرد اپنا انفرادی ذہن و اخلاق معدوم کر کے جماعتی مزاج پیدا نہ کر لے، اس لئے وہ ذہن و عمل کا ایک خاص سانچا ڈھال لیتی ہے اور پھر تمام افراد کا ذہن و اخلاق اُسی میں ڈھالنا شروع کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام افراد کی ذہنی و اخلاقی خصوصیات ایک ہی انداز اور روش کی ہو جاتی ہیں، اور اپنے بیشمار انفرادی اختلافات رکھنے پر بھی ذہن و اخلاق کی طبیعت میں یک قلم تماثل اور تشابہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اُن کی خواہشیں یکساں نہیں ہو سکتیں اور یکساں نہیں ہوتیں۔ اُن کی طبیعتوں کی عام روش ایک طرح کی نہیں ہو سکتی اور ایک طرح کی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی سمجھ میں اپنی رائے میں، اپنی زندگی و معیشت کے تمام معاملات میں ایک نہیں ہو جا سکتے اور ایک نہیں ہو جاتے؛ لیکن وہ ذہن و عمل کی اُن ساری باتوں میں جو جماعتی زندگی کی بنیادیں اور اخلاق و سیرۃ کی فضیلت کا معیار ہیں، اس طرح یکساں اور ایک نگاہ و عمل ہو جاتے ہیں، کہ معلوم ہوتا ہے سب کے اندر ایک ہی دماغ کام کر رہا ہے اور سب کے

سنہ کا تو نام ہی میلادی سنہ ہے۔ یعنے اس کی ابتدا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ پر رکھی ہے۔

ہندوستان میں جہاں ہر گروہ کے لئے الگ الگ زبان اور الگ الگ پیشہ قرار دیا گیا تھا، وہاں مختلف حلقوں کے لئے مختلف سنہ بھی قرار پاگئے تھے۔ جوتشیوں نے اپنے حساب کے لئے خاص جوتشی سنہ قرار دیا تھا۔ عوام اپنی یادداشت کے لئے الگ سنہ رکھتے تھے۔ حکومتوں اور بادشاہوں کے سنہ اُن کے لئے مخصوص تھے۔ مگر اِن سب کی بنیاد کسی نہ کسی ایسے ہی واقعہ پر تھی۔ آخری سنہ جو سب سے زیادہ مشہور ہوا اور آجتک مستعمل ہے، بکرماجیتی سنہ ہے، اور یہ راجہ بکرماجیت کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ ایرانیوں میں بھی جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی ابتدا پیدائش، تخت نشینی، اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کا واقعہ ہے۔ اس رسم کی کہ ہر بادشاہ پچھلا سنہ منسوخ کرکے اپنی تخت نشینی کا نیا سنہ جاری کرے اور اُسے سنہ جلوس کہا جائے، ایرانیوں ہی نے بنیاد ڈالی۔ مسلمانوں اور ایرانیوں میں جب جنگ ہوئی ہے، تو ایران کا سرکاری سنہ یزدگرد آخری فرماں روائے ایران کا سنہ جلوس تھا۔

حضرۃ عمر کا تردد

اُن روایات سے جو پچھلی تحریریں درج ہو چکی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو بھی ابتدا میں یہی خیال ہوا تھا کہ آنحضرت (صلعم) کی پیدائش یا بعثت کے وقت سے سنہ کی ابتدا کی جائے۔ سعید بن مسیب اور یعقوبی کی روایت میں ہے کہ آپنے جب حضرت علی سے مشورہ کیا تو اُن کی رائے یہ ہوئی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ بات آپکے دل میں اُتر گئی اور صحابہ بھی اس سے متفق ہو گئے۔ ابن مہران کی روایت میں ہے کہ مبدء تاریخ کے بارے میں جب عمومی صحابہ نے مشورہ کیا تھا، مختلف رائیں لوگوں نے دیں۔ بالآخر سب اسپر متفق ہو گئے کہ واقعۂ ہجرۃ سے ابتدا کی جائے: فاتفقوا علی ان یکون المبدء من الہجرۃ۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ پر اچھی طرح غور و فکر کیا گیا تھا، اور ہر طرح کی رائیں ظاہر ہوئی تھیں۔ چونکہ سامنے کی صاف بات یہی تھی کہ آنحضرت کی ولادت یا بعثت سے تاریخ شروع کی جائے جو ظہور اسلام کی اصلی بنیاد ہے، اس لئے حضرت عمر کا خیال ابتدا میں اسی طرف گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کوئی بات اسمیں ایسی تھی کہ آپ کی طبیعت کو اسپر انشراح نہیں ہوتا تھا۔ متردد تھے۔ بات قرینہ کی تھی لیکن دلمیں بیٹھتی نہ تھی۔ بالآخر مزید مشورہ کیا، اور حضرت علی علیہ السلام نے رائے دی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ رائے اتنی بہتر اور جچی تُلی تھی، کہ فوراً حضرت عمر کے دل میں اُتر گئی، اور تمام اکابر صحابہ بھی اسپر متفق ہو گئے۔ گویا ایک بھولی ہوئی بات تھی جو سب کے حافظے میں آ گئی۔ ہمکو معلوم کرنا چاہئے کہ واقعۂ ہجرۃ کی وہ کونسی مناسبت تھی جسنے حضرت علی کو کہ مدینۂ علم نبوت کے باب اور حکمت و سنت رسالت کے محرم اسرار تھے، اس طرف توجہ دلائی؟ اور پھر وہ کونسی ایسی مشہور و معلوم خصوصیت تھی، جس کی وجہ سے اتنی دور کی بات تمام اکابر صحابہ کے فہم میں فوراً اُتر آئی، اور اس طرح تسلیم کرلی گئی، جیسے ایک مسلم اور طے شدہ بات ہو؟

واقعۂ ہجرۃ صحابہ کے نظر میں

ہاں، آج ہمارے لئے کہ اسلام کے صدر اول کا دماغ اور روح، دونوں کھو چکے ہیں، یہ بات کتنی ہی تعجب انگیز ہو، مگر صحابہ کرام کے لئے جو اسلام کے بخشے ہوئے دل اور اس کے بنائے ہوئے دماغ، دونوں کے مالک تھے، یہ بات اتنی صاف، اتنی کھلی ہوئی، اور اس طرح جانی بوجھی ہوئی تھی کہ اُس کی طرف صرف ایک اشارہ کردینا ہی کافی تھا۔ داعی اسلام کے تزکیہ و تربیت اور درس کتاب و حکمت نے اُن کے اندر ایک ایسا صالح مزاج پیدا کر دیا تھا، کہ کوئی بات خواہ کتنی ہی سامنے کی اور مقبول و معمول کیوں نہ ہو، لیکن اگر حقیقت اور دانائی کی گہرائیوں سے ذرا بھی ہٹی ہوئی ہوتی تھی، تو فوراً اُن کی طبیعت میں کھٹک پیدا ہو جاتی تھی، اور پھر جمتی تھی تو اُسی وقت جب اصلی اور کامل چیز سامنے آجاتی تھی۔ تم اُن لوگوں کی نیکیاں اور پاکیاں ہمیشہ یاد رکھتے ہو، لیکن تم نے اُن کے علم اور دانائی کی گہرائیاں بھلا دی ہیں، حالانکہ صرف اُن کے دل ہی زیادہ نیک نہ تھے بلکہ اُن کی دانائی و حکمت بھی سب سے زیادہ گہری تھی۔ جیسا کہ خود اُنہی میں سے ایک حقیقت شناس انسان نے کہا تھا: اولٰئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کانوا افضل ہذہ الامۃ: ابرہا قلوباً، واعمقہا علماً، واقلہا تکلفا، اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ (عن عبداللہ ابن مسعود۔ رواہ الدارمی)

اس بارے میں قوموں کا طریقہ اُن کے سامنے آیا، اور خود اُنھیں بھی یہ بات صاف دکھائی دی کہ داعی اسلام کی پیدائش یا بعثت کو اپنی قومی تاریخ کی بنیاد ٹھہرائیں، لیکن چونکہ یہ بات اُس معیار نظر سے ہٹی ہوئی تھی جو اس طرح کے معاملات میں اسلام نے قائم کیا تھا، اس لئے نہایت واضح اور نمایاں ہونے پر بھی اُن کی طبیعت کو مطمئن نہ کرسکی۔ وہ ایسا محسوس کرنے لگے کہ کوئی دوسری بات ہونی چاہئے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ ہجرت مدینہ کا واقعہ۔ جونہی یہ بات سامنے آئی، سب کے دلوں نے قبول کرلی۔ تاریخ کا یہ مبدء دنیا کی تمام تاریخوں اور قومی یادگاروں کے خلاف تھا۔ صرف خلاف ہی نہ تھا۔ بلکہ صریح اُلٹا تھا۔ دنیا کی تمام قومیں فتح و اقبال سے اپنی تاریخ شروع کرتی ہیں۔ انھوں نے بیچارگی و درماندگی کے واقعہ سے اپنی تاریخ شروع کی۔ دُنیا کی تمام قوموں نے چاہا اپنے ظہور کی سب سے بڑی فتح یاد رکھیں۔ اُنھوں نے چاہا اپنی تاریخ ظہور کی سب سے بڑی بے سروسامانی یاد رکھیں۔ دنیا کی تمام قوموں کا فیصلہ یہ تھا کہ اُن کی قومی تاریخ اُسوقت سے شروع ہوئی، جب اُن کی تاریخ کا سب سے بڑا انسان پیدا ہوا، اور اُسنے جنگ و قتال کے میدانوں میں فتح حاصل کی۔ لیکن اِن کا فیصلہ یہ تھا کہ قومی تاریخ کی ابتدا اُس دن سے ہوئی، جب بڑے انسان کی نہیں بلکہ سب سے بڑے عمل کی پیدائش ہوئی، اور جنگ کے میدانوں میں نہیں بلکہ صبر و استقامت کے میدانوں میں فتح حاصل ہوئی۔ دُنیا کی تمام قوموں کا یقین تھا کہ اُن کی طاقت و شوکت کی بنیاد اُسوقت پڑی، جب اُنھوں نے ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کرلیا۔ اِن کا یقین یہ تھا کہ طاقت و شوکت کا دروازہ اُسدن کھلا، جب ملکوں پر اُنھوں نے قبضہ نہیں کیا، بلکہ اپنا ملک و وطن بھی ترک کر دیا۔ بلاشبہ اُن کی یہ سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے اُلٹی سمجھ تھی، لیکن اُس سمجھ سے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے اُنکے اندر پیدا کر دی تھی، وہ اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر قوموں کی تقلید سے نہیں بلکہ اسلام کی روح فکر و عمل سے کرنی چاہتے تھے۔

مصیبت یہ ہے کہ دنیا معنی سے زیادہ لفظ کی اور روح سے زیادہ جسم کی پرستار ہے۔ وہ پھل ڈھونڈھتی ہے لیکن تخم کی جستجو نہیں کرتی۔ وہ منارہ و محراب کی بلندیاں اور خوشنمائیاں دیکھتی ہے، لیکن زیر زمین بنیادوں کے لئے نگاہ نہیں رکھتی۔ صحابۂ کرام نے جب پیدائش و بعثت کے واقعات عظیمہ ترک کرکے ہجرۃ کا واقعہ انتخاب کیا، تو اُن کی نظر بھی پیدائش و ظہور، فتح و اقبال اور جشن و کامرانی ہی پر تھی۔ وہ کچھ ناکامی و نامرادی کے طلب گار نہ تھے۔ البتہ وہ فتح و اقبال کی صورت اور برگ و بار نہیں دیکھتے تھے۔ حقیقت اور تخم و اساس پر نظر رکھتے تھے۔ اُن پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش و ظہور اور فتح و اقبال کی اصلی بنیاد اُن واقعات میں نہیں ہے جو بظاہر نظر آتے ہیں۔ ہجرت مدینہ اور اُس کے اعمال و حقائق میں ہیں۔ اس لئے جو اہمیت دُنیا کی نگاہیں پیدائش، بعثت، بدر، اور فتح مکہ کو دیتی تھیں، وہ اُن کی نظروں میں ہجرۃ مدینہ کو حاصل تھی۔

ہجرۃ نبوی کی حقیقت

لیکن واقعۂ ہجرۃ کیا تھا؟ وہ ایک ہی واقعہ نہ تھا۔ بے شمار اعمال و وقائع کا مجموعہ تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اُس کی حقیقت پر بھی غور کر لینا چاہئے۔

اسلام کے ظہور کی تاریخ دراصل دو بڑے اور اصولی حصوں میں منقسم ہے۔ ایک عہد مکہ کی زندگی اور اعمال کا ہے۔ دوسرا، مدینہ کے قیام اور اعمال کا۔ پہلا آنحضرت (صلعم) کی بعثت سے شروع ہوتا ہے اور ہجرۃ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا غار حرا کے اعتکاف سے ہوئی ہے اور تکمیل غار ثور کے انزوا پر۔ دوسرا ہجرۃ سے شروع ہوتا ہے اور حجۃ الوداع پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدا مدینہ کی فتح سے ہوئی، اور تکمیل مکہ کی فتح پر۔

دنیا کی نظروں میں اسلام کے ظہور و اقبال کا اصلی دور، دوسرا دور تھا۔ کیونکہ اسی دور میں اسلام کی پہلی غربت ختم ہوئی اور ظاہری طاقت و حشمت کا سروسامان شروع ہوا۔ بدر کی جنگی فتح ہتیاروں کی پہلی فتح تھی۔ مکہ کی فتح، عرب کی فتح کا اعلان عام تھا۔ لیکن خود اسلام کی نظروں میں اُس کی زندگی کا اصلی دور، دوسرا نہیں پہلا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اُس کی ساری قوتوں کی بنیادیں دوسرے میں نہیں پہلے دور میں اُستوار ہوئی ہیں۔ بلاشبہ بدر کے ہتیاروں نے اپنی غیر مسخر طاقت کا دنیا میں اعلان کر دیا۔ لیکن جو ہاتھ اِن ہتیاروں کے قبضوں پر جمے تھے، اُن کی طاقتیں کس میدان میں طیار ہوئی تھیں؟ بلاشبہ مکہ کی فتح عرب کی فیصلہ کُن فتح تھی، لیکن اگر مدینہ کی فتح ظہور میں نہ آتی، تو مکہ کی فتح کی راہ کیونکر کھلتی؟ یہ سچ ہے کہ مکہ ہتیاروں سے فتح ہوا، لیکن مدینہ ہتیاروں سے نہیں بلکہ ہجرت اور اُس کے دور کے اعمال سے فتح ہوا تھا۔ پس دوسرے دور میں جسم کتنا ہی طاقتور ہو گیا ہو، لیکن اُس کی روح پہلے ہی دور میں ڈھونڈھنی چاہئے!

پہلا دور تخم تھا۔ دوسرا اُس کے برگ و بار تھے۔ پہلا دور بنیاد تھی دوسرا ستون و محراب تھا۔ پہلا نشوونما کا عہد تھا۔ دوسرا ظہور و انفجار کا۔ پہلا معنی و حقیقت تھا۔ دوسرا صورت و اظہار۔ پہلا روح تھا۔ دوسرا جسم۔ پہلے نے پیدا کیا، درست کیا، اور مستعد کر دیا۔ دوسرے نے قدم اُٹھایا، آگے بڑھا، اور فتح و تسخیر کا اعلان کر دیا۔ دوسرے کا ظہور کتنا ہی شاندار ہو، لیکن اولین بنیاد و استعداد کی عظمت پہلے ہی کو حاصل ہے!

استعداد داخلی و خارجی

وجود اور زندگی کے ہر گوشہ کے لئے خدا کا قانون وجود ایک ہی ہے۔ تم اُس کے کتنے ہی مختلف نام رکھ دو مگر وہ خود ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اب ایک لمحہ کے لئے ٹھہرو، اور غور کرو کہ تخلیق و تکمیل وجود کے لئے خدا کا قانون حیات کیا؟

فرد کی طرح جماعت کا بھی وجود ہے۔ عالم صورت کی طرح عالم معنی بھی اپنی ہستی رکھتا ہے، لیکن کوئی چیز ہو، تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ یکے بعد دیگرے دو مختلف دوروں سے گزرے۔ پہلا دور "استعداد داخلی" کا ہے۔ دوسرا "استعداد خارجی" کا۔ ضروری ہے کہ پہلے اندر کی استعداد وجود میں آئے، اور ضروری ہے کہ

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اُس کا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون بلاکوں کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید تھا۔ اور حال **میں ایک** صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی **موجود نہیں**) ساڑھے چار سو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی **علحدہ کرنے** کیلئے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو اُنہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ **الحمدللہ** یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں **جلدی کریں**، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
„ „ „ چہارم ۱۰ روپیہ   „ „ „ پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک **مستقل مجموعہ** علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے

مینجر "البلاغ پریس"

اندر ایک ہی روح بول رہی ہے!

یہ موقعہ نہیں ہے کہ اطناب سے کام لیا جائے، ورنہ ضرورت تھی کہ اُن اخلاق و خصائص میں سے ایک ایک چیز کی شرح و تفصیل کی جاتی، اور واضح کیا جاتا کہ قرآن و سنت نے جماعتی طبیعت کے کیا کیا بنیادی اوصاف بتلائے ہیں، اور اُس کی داخلی استعداد کے ارکان و مبانی کیا کیا ہیں؟

بہر حال اشیاء و افراد کی طرح جماعات و اقوام میں بھی زندگی کی اصلی سرچشمگی اُن کی داخلی استعداد میں پنہاں ہوتی ہے۔ نہ کہ خارجی اعمال میں۔ کیونکہ خارج کے اعمال اس سے زیادہ نہیں ہیں کہ داخلی استعداد کے لازمی نتائج و ثمرات ہیں۔

پہلا دور داخلی استعداد کا دور تھا

ظہور اسلام کا پہلا دور جو بعثت سے شروع ہو کر ہجرۃ پر ختم ہوا اور جس کا نقطۂ تکمیل ہجرۃ کا معاملہ تھا، دراصل جماعت کی داخلی استعداد کا دور تھا۔ اور اسی لئے ظہور اسلام کی تمام فتح مندیوں اور کامرانیوں کا مبدء یہی دور تھا۔ نہ کہ مدنی زندگی کا دوسرا دور۔ بلاشبہ دنیا کی ظاہر بیں نگاہوں میں یہ دور مصیبتوں کا دور اور بے چارگیوں اور درماندگیوں کا تسلسل تھا، لیکن بہ باطن امت مسلمہ کی ہر آنے والی فتحمندی اسی کی مصیبتوں اور کلفتوں کے اندر نشوونما پا رہی تھی۔ یہی مصیبتیں تھیں جو "جماعت" کے ذہن و اخلاق کے لئے تعلیم و تربیت کا مدرسہ اور تزکیۂ نفوس و ارواح کا امتحان گاہ تھیں۔ بدر کی فتحمندی اسی کے اندر سبق لے رہی تھی۔ فتح مکہ کے کامران اسی کے اندر بن اور ڈھل رہے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یرموک اور قادسیہ کی پیدائش بھی اسی کے آزمائشوں اور خود فروشیوں میں ہو رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اُس جہاد کو تو صرف جہاد کہا جو مدنی زندگی میں اسلحۂ جنگ سے کرنا پڑا تھا۔ لیکن نفس و اخلاق کے تزکیہ و تربیت کا جو جہاد اس پہلے دور میں ہو رہا تھا، اسے "جہاد کبیر" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ فی الحقیقت بڑا جہاد یہی جہاد تھا: فلا تطع الکافرین وجاہدہم بہ جہادا کبیرا

(۵۳:۲۵)

بالاتفاق سورۂ فرقان کی ہے۔ مکی زندگی میں جس بڑے جہاد کا حکم دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ وہ قتال کا جہاد نہ تھا۔ صبر و استقامت اور عزم و ثبات کا جہاد تھا اور انہی اوصاف میں جماعت کی داخلی استعداد کی اصلی بنیادیں تھیں

ہجرۃ تکمیل کار کا اعلان تھی

ہجرۃ کا واقعہ اس دور کی مصیبتوں کی انتہا تھا، اس لئے اُس کی برکتوں اور سعادتوں کی بھی آخری تکمیل تھا۔ صحابۂ کرام اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے۔ اور کیونکر بے خبر ہو سکتے تھے جبکہ اُن کی داعی تربیت کی اصلی روح اسی معاملہ میں مضمر تھی؟ پس جب یہ سوال اُٹھا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا کس واقعہ سے کی جائے؟ تو انھیں کسی ایسے واقعہ کی جستجو ہوئی جو امت کے قیام و اقبال کا اصلی سرچشمہ ہو۔ آنحضرۃ کی پیدائش کا واقعہ یقیناً سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن اُس کے تذکار میں شخصیت سامنے آتی تھی۔ شخصیت کا عمل سامنے نہیں آتا تھا۔ بعثت کا واقعہ بھی سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن وہ معاملہ کی ابتدا تھی، انتہا و تکمیل نہ تھی۔ بدر کی جنگ اور مکہ کی فتح، عظیم واقعات تھے لیکن وہ اسلام کی فتح و اقبال کی بنیاد نہ تھے۔ کسی دوسری بنیاد کے نتائج و ثمرات تھے۔ یہ تمام . . . واقعات سامنے آئے، لیکن ان میں سے کسی پر بھی طبیعتیں مطمئن نہ ہو سکیں۔ بالآخر جب ہجرۃ کا واقعہ سامنے آ گیا، تو سب کے دلوں نے قبول کر لیا، کیونکہ انھیں یاد آ گیا، اسلام کے ظہور و عروج کا مبدء حقیقی اسی واقعہ میں پوشیدہ ہے، اور اسی لئے یہی واقعہ ہے جسے اسلامی تاریخ کا مبدء بننا چاہیے۔

ہجرۃ مدینہ کی فتح تھی

اور پھر یہ حقیقت کس درجہ واضح ہو جاتی ہے جب اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ظہور اسلام کی تمام فتحمندیوں میں سب سے پہلی فتح مدینہ کی فتح تھی اور اُس کی تکمیل ہجرۃ ہی کے واقعہ سے ہوئی۔ تعبیر مدینہ کے ساتھ "فتح" کا لفظ سنکر تعجب ہوا ہوگا کیونکہ تم صرف اُسی فتح سے شناسا ہو جو جنگ کے میدانوں میں حاصل کی جاتی ہے لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ میدان جنگ کی فتح سے بھی بڑھ کر دلوں کی آبادی اور روحوں کی اقلیموں کی فتح ہے، اور اسی فتح سے میدان جنگ کی فتحمندیاں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ عین اُسوقت جبکہ اسلام کا داعی اپنے وطن اور اہل وطن کی شقاوتوں سے مایوس ہو گیا تھا۔ باشندگان یثرب کی ایک جماعت پہنچتی ہے، اور رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو کر اپنی روح کا ایمان اور دل کی اطاعت پیش کرتی ہے۔ اُسوقت دنیوی جاہ و جلال کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ سیف و سنان کی ہیبت و جبروت کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سرتاسر غربت اور بیکسی کی بے سروسامانیاں اور مصائب و محن کی درماندگیاں ہوتی ہیں۔ بایں ہمہ یثرب کی پوری آبادی اُس کے سامنے جھک جاتی ہے، اور ایمان کے ایسے جوش اور عشق و اطاعت کی ایسی خود فروشیوں کے ساتھ اُس کے استقبال کے لئے طیار ہو جاتی ہے جو تاریخ عالم کے کسی بڑے سے بڑے فاتح اور شہنشاہ کو بھی میسر نہ آئی ہوگی۔ قیس بن صرمہ انصاری نے کیسے سچے اور دلنشیں لفظوں میں اہل مدینہ کے جوش و خروش ایمانی کی تصویر کھینچی ہے؟ وکان عبد اللہ ابن عباس یختلف الیہ و یتحفظ منہ ہذہ الابیات:

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة   یذکر لو یلقی حبیبا مواتیا
ویعرض فی اہل المواسم نفسہ   فلم یر من یؤوی ولم یر داعیا
فلما اتانا واستقرت بہ النوی   واصبح مسرورا بطیبة راضیا
واصبح لا یخشی ظلامة ظالم   بعید ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا لہ الاموال من جل مالنا   وانفسنا عند الوغی والتآسیا
نعادی الذی عادی من الناس کلہم   جمیعا، وان کان الحبیب مصافیا
ونعلم ان اللہ لا رب غیرہ   وان کتاب اللہ اصبح ہادیا!

دلوں اور روحوں کی اس فتح و تسخیر سے بڑھکر بھی اور کوئی فتح ہو سکتی تھی؟ لیکن یہ فتح کیونکر ہوئی؟ وہ ہجرۃ کے آلام و محن میں اس کا آغاز ہوا، اور ہجرۃ نے اس فتح کی تکمیل کر دی!

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے واقعہ ہجرۃ کا ذکر اس طریقہ پر کیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بے سروسامانی و غربت کے اسی عمل ہی میں فتح و نصرت الٰہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ تھی:

ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ	غار کے دو ساتھیوں میں سے جب
یقول لصاحبہ: لا تحزن ان	ایک نے دوسرے سے کہا۔ غم و رنج نہ کرو
اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ	یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے، اور اُسکی
وایدہ بجنود لم تروہا وجعل	مشیت و حکمت ہمارے لئے فتح و نصرت
کلمة الذین کفروا السفلی و	کی راہ باز کرنیوالی ہے۔ پھر ایسا ہوا
کلمة اللہ ہی العلیا، واللہ عزیز	کہ خدا نے اپنی تسکین و طمانیت اُس پر
حکیم (۴۰:۹)	اُتار دی اور فتح و نصرت کے ایسے

لشکروں سے اسکی مدد کی جنھیں دنیا کی ظاہر بیں اور حقیقت ناآشنا آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن سرکشوں کی بات جو انکار کرتے تھے، ہمیشہ کے لئے پست ہو گئی، اور کلمۂ حق ہی کو سربلندی اور کامیابی حاصل ہوئی۔ *

فہرست

آثار عتیقہ

علم الآثار مصر ۳
مغرب کی تاریخ جدید کے رجال تاریخ
والٹیر ۴

تاریخ و عبر

فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام ۸

مطبوعات جدیدہ

پان یورپین تحریک اور امن عالم ۱۲

ادبیات

تین ہزار برس پیشتر کی شاعری ۱۳

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!
حسین بن علی علیہما السلام ۱۶

برید فرنگ

مکتوب امریکہ ۱۹

برید شرق

مکتوب انگورہ ۲۰

مقالات

تذکار ہجرت نبوی ۲۱

تصاویر

والٹیر ۵
نپولین بوناپارٹ مصری لباس میں ۸
مراد بک مملوک ،،
شیخ عبد اللہ شرقاوی ،،
شیخ سلیمان فیومی ۹
شیخ خلیل بکری نقیب السادات ،،

---

* یہ آیت سورۂ برآۃ کی ہے۔ سورۂ برآۃ بالاتفاق اُسوقت نازل ہوئی ہے جب اسلام کی ظاہری فتحمندیاں تکمیل تک پہنچ چکی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تمام فتح مندیوں کے ظہور کے بعد بھی اسکی ضرورت باقی تھی کہ واقعہ ہجرۃ کی معنوی فتحمندی یاد دلائی جائے۔

الہلال

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

دنيا کي بهترين کتابوں کيلئے بهترين رهنما :

تائمز اف لنڈن کا ادبي ضميمه

يه ضميمه دنيا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقيع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں ميں مسلم هے -

اس ميں چند صفحات وقت کے جاري اور زير بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هيں جنکي اهميت کا عام طور پر اعتراف کيا گيا هے -

اپنے يهاں کے ايجنت سے تقاضه کيجئے که وه تائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضميمه آپکے لئے مهيا کرے - ليکن اگر آپ چاهيں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هيں

دنيا کے هر معلم اور ماهر فن تعليم کيلئے

ضروري هے که

تائمز اف لنڈن کا تعليمي ضميمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هيں که فن تعليم کے تمام نظري اور عملي تغيرات و ترقيات سے بے خبر نه رهيں ' تو آپکو يه ضميمه بلا ناغه مطالعه ميں رکهنا چاهيے -

يه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبريں اور مباحث جمع کرديتا هے - ماهرين فن اور مشاهير تعليم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هيں -

اپنے يهاں کے ايجنت سے طلب کيجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C 4.

سے طلب کرسکتے هيں -

کيا آپ تجارت کرني چاهتے هيں ؟

اگر آپ چاهتے هيں که يورپ اور امريکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کريں ' نفع بخش ايجنسياں ليں ' هندوستان سے خام پيدا وار بهيجيں ' نئي نئي ايجادات سے اپنے ملک کو آشنا کريں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمايه ليکر ايک وقيع کار و بار شروع کرديں ' تو آپ کو ابتدا ميں بهت سي باتيں معلوم کرني چاهئيں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهيد سيکهنے چاهئيں - هندوستان کے تمام حلقوں اور يورپ و امريکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهيوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئيں - بغير اس کے آپ کامياب نهيں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هيں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے يه ساري باتيں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرليں ' تو آپکو چاهيے که هم سے خط و کتابت کريں - هم يه کام به حيثيت ايک ماهر فن کے کر رهے هيں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائيگا که آپکے مقصد کيلئے هم کس درجه مفيد هيں ؟

همارے تعلقات دنيا کے تمام تجارتي حلقوں سے هيں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اينڈ کو - برلن

* * *

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

* * *

BRUNO MULLER & CO. M. б. H.

Berlin-W 35

* * *

Post No. 24.

* * *

هر طرح کي مشينيں جو گرم ملکوں کے ميووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کيلئے ضروري هيں ' اس کارخانے ميں طيار کي جاتي هيں - تمام دنيا ميں اس قسم کي مشينوں کا يه بهترين کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کيجئے -

ياد رکهيے

ميووں ' ترکاريوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترين طريقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک ميں مشهور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشينيں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هيں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٨ کلکتہ : جمعہ ٦ ۔ صفر ١٣٤٦ ھجری جلد ١

Calcutta : Friday, 5, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری ھی کہ ہم اسکا اب فیصلہ کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

ھندی اور ھندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ھی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابلہ کر رھی ھی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ھی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تلك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الہلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

ہماری رای مین بہترین حروف یہی ھین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون ھون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیي ۔ یاد رکھیي ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دوسرے دفتري مراسلت (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(۲) روڈسیا کا انکشاف : سنه ۱۹۲۱ ع میں ایک سیلم کو جنوبي افریقه میں ایک کھوپڑي ملي - یه بھي پہلي کھوپڑي کي طرح ایک تیسري تشریحي حالت رکھتي ہے - علماء تشریح و وظائف اعضاء کي تحقیق میں یه غالباً ابتدائي قسم کے وحشي انسان کي کھوپڑي ہے -

(۳) جاوا کا انکشاف : جاوا کي ایک غار سے بھي ایک قیمتي کھوپڑي ملي ہے جسکي نسبت دو مختلف رائیں قائم کي گئي ہیں - ایک جماعت کا خیال ہے ' یه گم شده حلقه کي خبر دیتي ہے - دوسري جماعت کا خیال ہے ' یه بندر هي کي کوئي زیاده اونچي قسم ہے - وه کہتے ہیں ' اس کھوپڑي میں پیشاني کا بیحد ابھار اور رخسار کي هڈیوں کي نوعیت ' گم شده حلقه کي نوعیت سے مختلف ہے -

(۴) سب سے زیاده قیمتي انکشاف " وحشي انسان " کا انکشاف ہے جسکے جسم کي هڈیاں اور سر کي کھوپڑیاں بکثرت جمع هوگئي ہیں - اسکا جسم اور چہره بالکل موجوده انسانوں کا سا تھا - لیکن اسکے جسم پر بکثرت بال تھے - ایسے بال جیسے بندر کے جسم پر ہوتے ہیں - بعض قدیم سیاحوں نے اسٹریلیا ' امریکه ' اور جزائر جنوب میں ایسے زنده انسان دیکھے بھي ہیں -

(۵) آخري انکشاف پروفیسر ڈارٹ کا مشهور انکشاف ہے جو سنه ۱۹۲۵ - میں هوا - پروفیسر موصوف کو ٹانگس میں ایک بالکل نئي قسم کي کھوپڑي ملي ہے جو پچاس قدم سے زیاده زمین کے اندر مدفون تھي - یه کھوپڑي تمام پچھلے آثار سے کہیں زیاده گم شده حلقه کا اذعان پیدا کرتي ہے - اسکے تمام حصے موجوده انسان کي کھوپڑي جیسے ہیں - البته منهه کا نچلا حصه بہت زیاده باهر نکلا هوا ہے ' اور یه بات علم وظائف اعضاء میں طے پاچکي ہے که انساني چہرے کا نچلا حصه ابتدا میں ایسا هي ابھرا هوا تھا - پھر به تدریج گھٹتے گھٹتے موجوده تناسب تک پہنچ گیا -

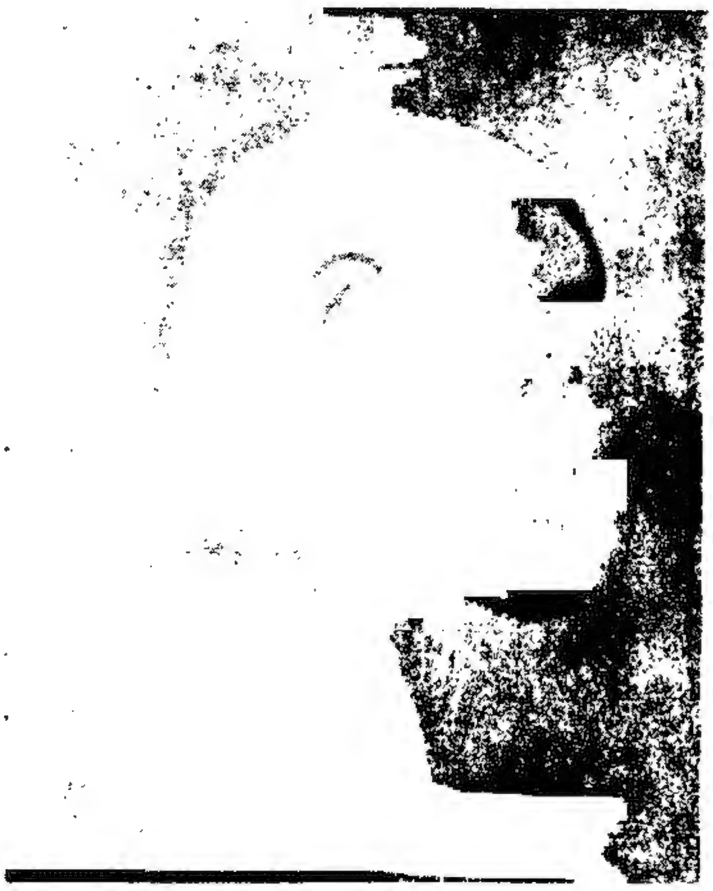

ٹانگس سے جو کھوپڑي ملي ہے ' زندگي میں وه ایسا چہره رکھتي هوگي ' جیسا اس تصویر میں دکھلایا گیا ہے -

ریڈیم

خزانۂ فطرة کا سب سے زیاده کمیاب جوهر !

حال میں اخبارات نے یه خبر شایع کي تھي که " ریڈیم کا بازار گرگیا ہے اور ایک اونس ریڈیم کي قیمت ۳۳٬۰۰٬۰۰۰ ڈالر کي جگه اچانک ۲۵٬۰۰٬۰۰۰ ڈالر هوگئي ہے - اس کمي کي وجه یه ہے که بلجیم کانگو (افریقه) کے علاقه " کاٹنگا " میں ریڈیم کي ایک بہت بڑي مقدار نظر آئي ہے - زیگوسلاویا کي تانبے کي بعض قدیم کانوں میں بھي ریڈیم پایا گیا ہے - اگر یه تمام ریڈیم حاصل کر لیا گیا تو قیمت میں اور بھي کمي هوجائے گي "

لیکن اس خبر سے لوگوں کو غلط فهمي هوسکتي ہے - ممکن ہے کوئي خیال کر بیٹھے که جب ریڈیم کے بھاؤ میں اس طرح اتار چڑھاؤ هو رها ہے تو هر دولت مند آدمي کیلیے اسکي زیاده سے زیاده مقدار خرید لینا ممکن ہے - مثلاً امریکه کا هنري فورڈ جیسا کروڑ پتي اگر چاهے ' تو بآساني آده سیر ریڈیم خرید لے - اپنے بینک نوٹوں کا بیگ بغل میں دبائے ' اور بازار جاکر جب چاهے ریڈیم لے آئے -

لیکن یه صحیح نہیں ہے - هنري فورڈ کي تمام دولت بھي آده سیر ریڈیم خرید نہیں سکتي - امریکا کے دوسرے قارون راکفلر اور مللر بھي اگر اپنے خزانے جمع کر دیں ' اور امریکا ' فرانس انگلستان ' بلکه سارے عالم کي سلطنتیں بھي اپنے جمله خزانے پیش کردیں ' جب بھي آده سیر ریڈیم حاصل نہیں کیا جاسکتا !

یه عجیب بات ہے - مگر واقعه ہے - کیوں ؟ اس لیے که گزشته اٹھائیس برس میں ' یعني جب سے ریڈیم دریافت هوا ہے ' دنیا اُس کي اتني مقدار حاصل هي نہیں کر سکي ہے ' جسے ترازو میں آده سیر کے باٹ سے تول سکیں - اس وقت تک وه صرف آده پاؤ کي مقدار میں حاصل هو سکا ہے !

جن خوش نصیبوں کے قبضه میں ریڈیم ہے ' یا جنھیں اُس کي ضرورت پڑتي ہے - مثلاً سائنس داں اور ڈاکٹر ' وه اُس کے ایک ایک ذره کي قدر کرتے اور زیاده سے زیاده قیمت پر خریدنا چاهتے ہیں - ریڈیم کي خرید و فروخت اونس کے حساب سے نہیں هوتي ' ٹن کے حساب کا تو وهم بھي نہیں کیا جا سکتا - کیونکه ریڈیم سونے سے بھي کہیں زیاده قیمتي ہے - اُس کي قیمت سونے سے ایک لاکھ گنا زیاده ہے - ریڈیم کي خرید و فروخت گرنوں کے حساب سے هوتي ہے - اس وقت تک ریڈیم کي سب سے بڑي مقدار جو ایک جگهه سے دوسري جگهه منتقل هوئي ہے ' صرف دو گرام ہے - اور معلوم ہے که ایک گرام ' اونس کا تیسواں حصه هوتا ہے - یه مقدار بھي فروخت نہیں هوئي ہے بلکه حکومت زیگوسلاویا نے انگلستان کو علمي تحقیقات کے لیے عاریتاً دي ہے -

اس کي کوئي امید نہیں که کانگو میں ریڈیم کي کان اُس کي موجوده مقدار میں غیر معمولي اضافه کردے گي - خیال کیا جاتا ہے که اس وقت اُس کي جتني مقدار دنیا کے هاتھه میں موجود ہے ' اُس سے صرف ۲۵ گنا زیاده ریڈیم کانگو کي کان سے حاصل کیا جاسکتا ہے - لیکن اُس کا نکالنا بجائے خود ایک نہایت مشکل اور بڑے خرچ کا کام ہے - اس کان کي هر ۵۰۰ ٹن وزني چٹان میں سے زیاده سے زیاده ایک گرام ریڈیم نکلے گا ' وه بھي خالص نہیں بلکه " کلورل " اور دوسرے مواد سے ملا هوا - ان مواد سے اُسے علحده کرنے

مذاکرہ علمیّہ

نظریۂ ارتقا کا گم شدہ حلقہ

کیا حلقۂ مفقودہ مل گیا ہے ؟

انسان کا دماغ

گوریلا کا دماغ

نظریۂ ارتقا کے "حلقۂ مفقودہ" سے مقصود وہ ذهني حیوان ہے ' جسکي نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ انسان کي موجودہ شکل اور هیئت کے ارتقا سے پہلے زمین پر موجود تھا - وہ انسان میں ' جو سلسلۂ ارتقا کي آخري کڑي ہے ' اور ترقي یافتہ جانوروں میں ' جو هئیت انساني سے بہت زیادہ قرب رکھتے هیں ' درمیاني برزخ تھا -

اس نظریہ کے قائلین کا خیال ہے کہ بندر کي ترقي یافتہ قسمیں مثلاً گوریلا ' اس قسم کي مخلوق هیں جنکي ظاهري هیئت ' جسماني بناوٹ ' تشریحي نظام ' اور اعضاء معنوي کے وظائف و خواص ' انسان سے بہت زیادہ قریب اور ملتے جلتے هیں - لیکن اسدرجہ قرب اور تماثل نہیں ہے کہ اسکے بعد هي انسان کا وجود آ جاے - ضروري ہے کہ درمیان میں کوئي ایک یا ایک سے زیادہ کڑیاں رهي هوں اور وهاں "جانور" کي سرحد ختم هوئي هو اور "انسان" کي حدود کا آغاز هوا هو - چونکہ علم الحیوانات کي موجودہ اور مدون معلومات میں کوئي ایسا مخلوق موجود نہیں ہے ' اسلیے آنهیں اسکي جستجو هوئي ' اور اسکا نام "حلقۂ مفقودہ" یعني گم شدہ حلقہ قرار پا گیا - علماء علم الحیوانات نصف صدي سے اس گم شدہ حلقہ کي جستجو میں هیں - آثار قدیمہ اور علم طبقات الارض کي تحقیقات کے سلسلہ میں بارها اس طرح کي چیزیں دستیاب هوئیں کہ خیال هوا ' گم شدہ حلقہ کا سراغ ملگیا ہے ' لیکن پھر مطالعۂ و تفحص سے اس خیال کي تصدیق نہو سکي -

لیکن سنہ ۱۹۲۰ - سے بعض نئے انکشافات پے درپے هو رہے هیں ' اور انهوں نے ایک نیا مواد بحث پیدا کر دیا ہے - اگرچہ ان میں بھي کوئي چیز ایسي نہیں ہے جسے علمي وثوق کے ساتھ "حلقۂ مفقودہ" قرار دیا جا سکے - تاهم علماء حیوانات و تشریح کا خیال ہے کہ قرائن و آثار بہت حد تک تشفي بخش هیں ' اور بہت ممکن ہے کہ انکي بحث و فحص سے گم شدۂ حلقہ کا مسئلہ حل هو جاے -

حال میں امریکہ کے بعض علماء حیوانات نے اس قسم کا مواد یک جا کرکے اُن کي نوعیت پر نہایت دلچسپ نظر ڈالي ہے - هم اُس کا مختصر خلاصہ قارئین الہلال کي معلومات کے لیے درج کردیتے هیں -

یہ امریکن پروفیسر (جس کا نام ڈاکٹر وهائٹ ہے) لکھتا ہے :

"گزشتہ دس سال کے اندر جو انکشافات هوئے هیں ' وہ سلسلۂ بحث کا نہایت قیمتي سرمایہ هیں - علم کي احتیاط کا مقتضي یہي ہے کہ اظهار وثوق میں جلدي نہ کي جائے - لیکن اگر ایسا نہ هوتا ' تو یہ انکشافات اپني موجودہ حالت میں بھي اتنے واضح هیں ' کہ کہا جا سکتا تھا ' گم شدہ حلقوں کا سراغ مل گیا ہے -

اس وقت سب سے زیادہ قوي قرائن رکھنے والے آثار پانچ هیں :

(۱) انسان هدل برگ : یہ ایک کھوپڑي ہے جو جرمني کے مندرجۂ بالا مقام میں ملي تھي - تشریحي تحقیقات کے بعد ثابت هوگیا ہے کہ یہ نہ تو موجودہ انسان کي کھوپڑي هوسکتي ہے ' نہ کسي جانور کي - یہ ضرور ایک تیسري اور درمیاني قسم ہے -

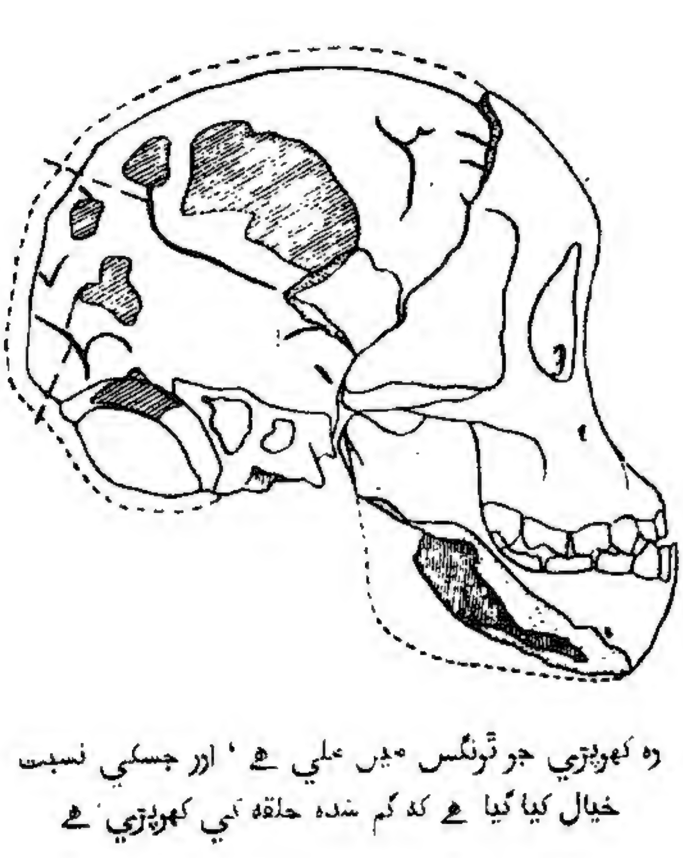

وہ کھوپڑي جو ٹرنگس میں ملي ہے ' اور جسکي نسبت خیال کیا گیا ہے کہ گم شدہ حلقہ کي کھوپڑي ہے

برخلاف اسکے شعاع " بيٹا " اس سے دس گني زيادہ تيز هے ' يعني هر سکنڈ ميں ۰۰۰'۰۰'۲ ميل کي سرعت رکھتي هے - گويا آفتاب کے نور کي طرح تيز رفتار هے - تحقيقات سے ثابت هوا هے که يه شعاع جلد ميں نصف انچ تک گهري اتر جاتي هے ' اور شيشه ' ايلومينم ' اور سيسے کي پتلي چادروں کو بھي توڑ کر ۱۲/۱- انچ گهرائي تک چلي جاتي هے !

تيسري شعاع " گاما " شعاع ايکس (ايکس ريز) سے بہت مشابه هے - فرق صرف يه هے که اسکي مثبت لہر X (ايکس) سے طول ميں کم هے - ليکن يه شعاع نفوذ و سريان کي بہت بڑي قوت رکھتي هے - سيسے کي بارہ انچ موٹي تختي کو بھي توڑ کر نکل جاتي هے !

اس سے بھي زيادہ حيرت انگيز تحقيق يه هے که " شعاع الفا " پھوٹنے کے بعد نامعلوم طريقه پر اپنے اندر دو منفي کهربائي لہريں جمع کر ليتي هے ' اور يه لہريں بالآخر هيليم (Helium) کے ذرے بن جاتي هيں - اسکے معني يه هوے که ريڈيم سے هميشه ايک اور مادے کا فوارہ بھي چھوٹتا رهتا هے - يه مادہ ريڈيم سے مختلف هے - اتنا مختلف ' جتنا کوئي مادہ کسي دوسرے مادہ سے مختلف هو سکتا هے -

(سورج اور ريڈيم)

درحقيقت يه عجيب بات هے که خود ريڈيم کے اندر هيليم بالکل موجود نہيں هے - تاهم کسي مخفي سبب سے اسکے ذرے ريڈيم سے برابر بہتے رهتے هيں !

يهي بات ديکھکر علماء کا خيال اس سب سے زيادہ حيرت انگيز حقيقت کي طرف منتقل هوا که کائنات کا قيام دراصل صرف کهرباء يا بجلي کي قوت پر هے - اسي سے کائنات کے اس سب سے زيادہ مخفي اور عجيب راز کي تحقيقات کا دروازہ کھلا جسکا تصور بھي کبھي انسان نہيں کرسکتا تھا - يعني آفتاب کي روشني ' حرارت ' اور قوت کے سرچشمے کا انکشاف هوا -

آفتاب ميں هيليم کا وجود ' زمين ميں اسکے وجود کي تحقيق سے پہلے هي معلوم کر ليا گيا تھا - اسپکٹروسکوپ کے ذريعه پته چل گيا تھا که آفتاب کے هالے ميں هيليم کي بہت بڑي مقدار موجود هے - وہ عظيم الشان هاله جو سورج کے گرد حلقه بنائے قائم هے خلا ميں لاکھوں ميل تک اپني آتشيں زبانيں پھيلائے هوے هے !

ريڈيم کا طلسم يه سوال پيدا کرتا هے که آفتاب کے آتشي هالے ميں هيليم کا وجود کيا اس بات کي دليل نہيں هے که خود آفتاب کے اندر بھي ريڈيم سے لبريز خزانے موجود هيں ؟ کيا يه ممکن نہيں هے که آفتاب کا تمام نور ' حرارت ' اور قوت ' اسي ريڈيم کا کرشمه هو ؟

اگر ايک گرام ريڈيم سے اتني حرارت پيدا هوتي هے که ۴/۳ گھنٹه ميں ايک گرام يخ کو پگھلا کر کھولا ديتي هے ' تو آفتاب ميں ريڈيم کا خزانه کتني سخت حرارت پيدا کرتا هوگا ؟

اس کا اندازہ کرنے کيليے اس قدر جان لينا ضروري هے که آفتاب کا وزن :

۰۰۰۰۰'۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰'۰۰۰۰۰۰۰۰۰۱ - ٹن هے -

يعني زمين سے ۰۰۰'۳۲'۳ - گنا وزني هے - ظاهر هے ' اتنے بڑے کرہ ميں کتنا بڑا خزانه ريڈيم کا موجود هوگا جو آفتاب کي اس محير العقول روشني ' گرمي ' اور قوت کا منبع هے !

سائنس نے يه بات دريافت کرلي هے که آفتاب کي حرارت ' اسکے احتراق (جلنے) کا نتيجه نہيں هے - يهي حال ريڈيم کا بھي هے - اسکي حرارت ' احتراق کي وجه سے نہيں هے - بلا شبه کچھه احتراق بھي هوتا هے مگر اس قدر کم ' که نه هونے کے برابر هے - پھر يه بھي ثابت هوگيا هے که ريڈيم کي قوي النفوذ شعاع " گاما " سورج کي شعاعوں سے بہت مشابه هے - پس کيا يه ممکن نہيں که آفتاب کي يه شعاعيں جو هم تک ۰۰۰'۰۰'۳۰'۹ ميل مسافت طے کرکے منظم شکل ميں پہنچتي هيں ' دراصل ريڈيم کي " گاما " شعاعيں هي هوں ؟ بہت ممکن هے ' که ايسا هي هو - دنيا بھر کے سائنس داں اس وقت اس اهم مسئله پر غور و بحث کر رهے هيں -

ٹھيک اسي معقول اور علمي طريقه پر زمين کے اندروني گرم مادوں ' مثلاً آتش فشاں لاوا اور کھولتے اور گرم معدني چشموں وغيرہ کا اصلي سبب بھي ريڈيم هي قرار ديا جا رها هے - تحقيقات کا سلسله جاري هے - ممکن هے چند سال بعد اس باب ميں علم کوئي قطعي رائے قائم کر سکے ' اور وہ حقائق اچانک دنيا کے سامنے آجائيں ' جو ابتک قدرت کے سربسته راز سمجھے جاتے تھے -

پھر يه بھي ايک عجيب بات هے ' جيسا که اوپر اشارہ کيا گيا که ريڈيم اگرچه مسلسل حرارت و قوت پيدا کرتا رهتا هے ' مگر خود اسکے جوهر ميں کوئي نماياں کمي واقع نہيں هوتي - اس کا اندازہ اس سے کيا جا سکتا هے که ايک گرام ريڈيم سال بھر ميں ۰۰۰'۶۰'۱۱ - وزن حرارت پيدا کرتا هے - يه حرارت تقريباً تيرہ سير منجمد برف کو پگھلا کر کھولا دے سکتي هے - مگر اس سے خود ريڈيم ميں صرف ۱/۰۰۵'۲ - کي کمي لاحق هوتي هے جو به منزله عدم هے - تاهم کمي ضرور هے ' اور ايک بہت بڑي مدت کے بعد وہ اس بيش قيمت جوهر کو حقير دھات کي شکل ميں تبديل کردے سکتي هے - علماء کا خيال هے ' ريڈيم اپني خصوصيات سے محروم هونے کے بعد سيسه هو جاتا هے - ليکن اس تبديلي کے ليے کم سے کم ۳'۴۶۰ - برس کا زمانه گذرنا چاهيے - اس لحاظ سے کہا جا سکتا هے که مثلاً جو ريڈيم زمين ميں ۱۵۰۰ - برس قبل از مسيح سے موجود هے ' وہ ابتک ريڈيم هي هے - سيسه نہيں هوا هے !

اس سے بھي زيادہ عجيب بات يه هے که ريڈيم ايک بالکل مختلف مادے سے کيمياوي طريق پر تبديل هوکر اپني شکل ميں آتا هے - اس تبديلي کا تصور قديم حکماء کو بھي هوگيا تھا - وہ اپني عقل کے زور سے خيال کرتے تھے که تمام دھاتيں سونے کي شکل ميں تبديل کي جا سکتي هيں اور ان دھاتوں سے اکسير حيات طيار هو سکتي هے -

ريڈيم کي تکوين ' علماء کي نظر ميں نہايت هي حيرت انگيز معما هے - تحقيقات سے ثابت هوگيا هے که ريڈيم کا مورث اعلی يا اصل اورانيم هے - اس اورانيم ميں تين بڑي تبديلياں هوتي هيں - علماء نے ان تبديليوں کے تين نام رکھے هيں : اورانيم س ۱ - اورانيم س ۲ - اورانيم س ۳ - آخر الذکر تبديلي کے بعد اورانيم ' يونيم هو جاتا هے ' پھر يونيم ترقي کرکے ريڈيم هو جاتا هے - ريڈيم ميں تنزل هوتا هے تو وہ پہلے پولونيم هوتا هے ' پھر سيسه بن جاتا هے - اورانيم اور سيسه کے مابين اصلي ذرے ۱۶ - هيں - پوري تبديلي کے ليے کم از کم ۰۰۰'۰۰'۰۰'۶ سال درکار هوتے هيں -

کے لیے کم از کم ۵۰۰ ٹن دوسرے کیمیاوی اجزاء درکار ہونگے - ۱٬۰۰۰ ٹن پتھر کا کوئلہ خرچ ہوگا - ۱۰٬۰۰۰ ٹن مقطر پانی لگے گا - ایک مہینہ تک ۱۵۰ - مزدور کام کریں گے - پانچ ہفتے ماہرین کیمیا کی ایک بڑی جماعت کو صرف کرنا ہونگے - پھر اِس کے بعد مزید چار مہینے اُسے کار آمد بنانے میں لگیں گے - اِن تمام کوششوں، محنتوں اور کثیر مصارف کے بعد، شاید ایک گرام ریڈیم دستیاب ہو سکے - اگر کانگو کی پوری کان سے فائدہ اٹھایا جائے، تو بھی زیادہ سے زیادہ نصف اونس ریڈیم ملنے کی امید ہے - اِس کے معنی یہ ہوے کہ اِس تمام دردسری کے بعد ریڈیم کی موجودہ مقدار میں یعنی تقریباً دو چھٹانک میں صرف تیس گرام کا اور اضافہ ہو جائیگا !

(ریڈیم کی نوعیت)

آخر ریڈیم ہے کیا چیز جس کی جستجو میں سارا عالم سرگرداں ہورہا ہے، اور جس کی مدح و ثنا میں دنیا کے تمام علماء رطب اللسان ہیں ؟

ماہر کیمیا سے پوچھو - وہ بڑے جوش سے جواب دے گا "ریڈیم اگرچہ لوہے، تانبے، توتیے کی طرح ایک دھات ہے، مگر سب دھاتوں سے زیادہ وزنی ہے، حتیٰ کہ سیسے سے بھی زیادہ - سب دھاتوں سے زیادہ قیمتی ہے، حتیٰ کہ سونے چاندی بلکہ لعل اور الماس سے بھی زیادہ - ریڈیم، نیچر کے خزانے کا سب سے زیادہ بیش قیمت جواہر ہے - یہی وہ پارس ہے جس کے عشق میں قدیم فلاسفہ اور حکماء دیوانے ہو رہے تھے، اور سمجھتے تھے، اس کے ذریعہ ہر دھات سونا بن جا سکتی ہے ! "

ڈاکٹر کے پاس جاؤ - آپ بھی قصیدہ خواں پاؤگے - وہ کہے گا " یہی وہ اکسیر حیات ہے جس کی مدتوں سے تلاش تھی - یہ عنقریب دنیا کی جملہ بیماریوں کا تریاق بننے والا ہے "

سائنس داں سے سوال کرو - فوراً بول اٹھے گا " یہ سب سے زیادہ عجیب چیز ہے جو دنیا نے دیکھی ہے - یہ اِسی کے خواص کی برکت ہے کہ ذراتی ترکیب (ایٹم) کا نظریہ قائم ہوسکا ہے جو عنقریب تمام علوم میں عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب پیدا کردیگا "

عالم طبقات الارض (جیالوجی) سے مخاطب ہو - وہ فوراً کہے گا " ریڈیم، آتش فشاں پہاڑوں اور زمین کی اندرونی حرارت کا بہترین مفسر ہے "

عالم فلکیات سے دریافت کرو - وہ کہے گا " ریڈیم، آفتاب اور ستاروں کے نور حرارت کا سرچشمہ اور اُن کی قوت کا راز ہے "

علم الحیاۃ (بیالوجی) کا ماہر تو یہانتک کہدیگا " شاید ریڈیم ہی زندگی کا اصلی منبع ہے "

علم ہندسہ کا عالم کہیگا " اگر ریڈیم کی کافی مقدار حاصل ہوجائے تو اِتنی عظیم الشان قوت انسان کے قبضہ میں آجائے جس کا اسوقت تصور بھی مشکل ہے - ایسے حیرت انگیز آلات ایجاد ہو جائیں جنکے مقابلہ میں موجودہ آلات بالکل ہیچ ہیں - وہ آلات ایسے محیر العقول کام کر سکینگے جن کا عشر عشیر بھی حال کے آلات سے ممکن نہیں - پھر صنعت و حرفت میں بھی بالکل کایا پلٹ ہو جایگی - ابھی ریڈیم کی جتنی قلیل مقدار موجود ہے، وہی بے شمار فوائد پہنچا رہی ہے - اُسکا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اُس سے ایک ایسا روغن ایجاد ہوگیا ہے جو گھڑی کی سوئیاں، بحری اور ہوائی جہازوں کے آلات، اور برقی کنجیاں، اندھیری راتوں میں روشن رکھتا ہے - قیمتی جواہرات اُس سے طیار ہو جاتے ہیں - اگر کچھ مدت کے لیے سفید (بے رنگ) یاقوت، ریڈیم کے زیر اثر رکھدیا جائے، تو ہمیشہ کے لیے زمرد بن جاتا ہے - نقلی اور مصنوعی نہیں - حقیقی، بیش قیمت زمرد ! "

اس عجیب و غریب اور نادر چیز " ریڈیم " کا خاصہ کیا ہے؟ مختصر جواب یہ ہے کہ " شعاعی قوت " - شعاعی قوت کے کیا معنی ہیں ؟ ٹھیک وہی جو اِن دو لفظوں سے سمجھے جاتے ہیں - یعنی شعاعوں کی شکل میں قوت - مزید تفصیل آگے آتی ہے -

(ریڈیم کا انکشاف)

حیرت انگیز ریڈیم کا اکتشاف اِس طرح ہوا کہ سنہ ۱۸۹۵ ع میں مشہور فرنچ سائنس داں ہنری بکریلو اپنی علمی تحقیقات میں مصروف تھا - فوسفورسی روشنی کے تجربے کر رہا تھا - اچانک اُسنے دیکھا، ایک خاص عنصر " اورانیم " کے اجزاء فوٹو گرافی کی تختی پر تاریکی میں اثر ڈال رہے ہیں - حتیٰ کہ اگر سیاہ کاغذ سے چھپا دیا جاے، جب بھی اُنکا اثر پہنچ جاتا ہے - اِس پر اُسے بڑی حیرت ہوئی مگر ریڈیم کی طرف رہنمائی نہ ہوسکی - البتہ علمی دنیا نے یہ تسلیم کرلیا کہ اورانیم میں شعاعی قوت موجود ہے، اور اُس سے کام لیا جانے لگا - چنانچہ اُسوقت سے شیشہ اور چینی کے ظروف رنگنے میں اکسائڈ اورانیم برابر استعمال ہونے لگا ہے -

اِسکے بعد ایک نوجوان پولش خاتون مدام کوری نے اورانیم کے مخفی خواص کی پیرس میں تحقیقات شروع کی - اُسنے بہت جلد معلوم کرلیا کہ یہ شعاعی قوت والا مادہ، خود اورانیم نہیں ہے، بلکہ کوئی اور عنصر ہے اور اکسائڈ اورانیم سے ملا ہوا ہے - یہ دیکھکر اُسنے یہ مادہ تحلیل کرنا اور مختلف قسم کے تیزابوں سے بار بار دھونا اور صاف کرنا شروع کیا - اب اُسکی حیرت و مسرت بے حساب تھی - کیونکہ تحلیل کے بعد جو مادہ باقی رہگیا تھا، اُسکی شعاعی قوت برابر بڑھتی چلی جارہی تھی - اِسکے بعد وہ الکٹروسکوپ کی مدد سے تین اونس ایک نیا عنصر حاصل کرلینے میں کامیاب ہوگئی - یہ عنصر اورانیم سے بھی ساٹھہ گنا زیادہ سخت تھا - فوراً اِس مادہ کے چند کیمیاوی خواص بھی دریافت ہوگئے - اُسنے بڑے فخر و مباہات سے اپنے عظیم انکشاف کا اعلان کردیا، اور اپنے وطن کے نام پر اُسکا نام " پولونیم " رکھا - یہ " پولونیم " ریڈیم کے انکشاف کی طرف عملی قدم تھا - تین سال کی مزید تحقیقات کے بعد اِسی خاتون نے اعلان کیا کہ اکسائڈ اورانیم میں شعاعی قوت کا اصلی سرچشمہ اُسنے دریافت کرلیا ہے - اِسی سرچشمہ کا نام بالآخر " ریڈیم " پڑا - اور آہستہ آہستہ اُسکے مزید خواص معلوم کیے گیے -

اسکے بعد سر ارنسٹ آرتھر فورڈ نے دریافت کیا کہ ریڈیم کی شعاعیں تین قسم کی ہیں - چنانچہ یونانی ابجد کے تین ابتدائی حرفوں پر اُنکے نام رکھے گئے - پہلی شعاع کا نام " الفا " دوسری کا " بیٹا " تیسری کا " گاما " .

(ریڈیم کے خواص)

پھر تحقیقات سے ثابت ہوا کہ پہلی شعاع " الفا " مثبت کہربائی لہروں کا مجموعہ ہے - وہ اِس قدر تیز رفتار ہے کہ ہر سکنڈ میں ۲۰٬۰۰۰ میل حرکت کرتی ہے - یعنی توپ کے گولے سے بھی ۴۰٬۰۰۰ مرتبہ زیادہ تیز رفتار ہے - لیکن یہ شعاع، نفوذ و سریان کی زیادہ قوت نہیں رکھتی - شیشے کی نہایت رقیق تختی حائل کر کے اُسے روک دیا جا سکتا ہے -

مغرب کي تاریخ جدید کي تاریخي شخصیتیں

" دنیا میں ہر شخص کا ایک کام ہوتا ہے - میرا کام یہي ہے کہ میں تلخ مگر مفید سچائي عوام پر ظاہر کردوں - جہانتک میري استطاعت میں تھا ' میں نے انسانیت ' شرافت ' اور روا داري کي دعوت دي ہے - اگر دنیا نے نہیں سنا ' تو یہ میرا قصور نہیں ہے - میں نے اپنے لیے ایک قاعدہ بنا لیا ہے - میں عالمگیر سچائیوں کا ساتھہ دونگا - میں کسي پر الزام نہیں لگاتا ' کسي کي تضحیک نہیں کرتا ' کسي معین شخص پر حملہ نہیں کرتا - میرا حملہ انسانوں پر ہے - میں کسي خاص فعل کو برا نہیں کہتا - میں شر کو برا کہتا ہوں " (روسو)

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ

جان جاک روسو

JEAN JACQUES ROUSSEU

یہ سلسلہ شروع کرتے ہوے گذشتہ نمبر میں ہم نے والٹیر کے مختصر حالات درج کیے تھے ' اور لکھا تھا کہ آیندہ نمبروں میں اُسکے اجتماعي اصول و مبادیات پر ایک مقالہ شائع کیا جائیگا - پھر اس پر نقد و تبصرہ کیا جائیگا - لیکن پھر ہمیں خیال ہوا کہ اس ترتیب کي جگہہ یہ ترتیب بہتر ہوگي کہ پہلے اِن تینوں ارکان انقلاب کے مختصر حالات و افکار شائع کر دیے جائیں - پھر اُنکے اصول و مبادیات کا خلاصہ دیدیا جاے - اس کے بعد یک دفعہ اُن پر نقد و تبصرہ کیا جاے - چنانچہ آج روسو پر ایک مختصر تحریر شائع کي جاتي ہے - یہ غالبا دو نمبروں میں ختم ہو جائیگي - اسکے بعد فرانسیسي انسایکلو پیڈیا اور اسکے مصنفین کے حالات و افکار پر نظر ڈالي جائیگي ' اور اسکي اشاعت کے بعد نقد و تبصرہ کا سلسلہ شروع ہوگا - حال میں ایک نہایت قیمتي مجموعہ روسو کے تمام مکاتبات کا بھي پیرس سے شائع ہو رہا ہے - تین جلدیں گذشتہ سال شائع ہو چکي تھیں - چوتھي جلد پچھلي ڈاک سے ہندوستان پہنچي ہے - یہ مجموعہ اسقدر دلچسپ اور گوناگوں معلومات سے لبریز ہے کہ ضرورت ہے ' کم از کم ایک دو تحریریں روسو کے مکاتیب پر بھي لکھي جائیں - اگر یہ لکھي جا سکیں تو یہ بھي اسي سلسلہ کي ایک کڑي ہوگي -

انقلاب فرانس کے دماغي ارکان دراصل از منۂ وسطی (میڈل ایجز) کے کلیسائي اور شاہي استبداد کا رد عمل تھے - اسلیے ناگزیر تھا کہ دماغي افراط کے مقابلہ میں ایک نئي تفریط پیدا ہو جاے - والٹیر ' روسو ' اور ڈیڈرو ' ذہن و عمل کي اسي تفریط کي مخلوق ہیں - انکي ذہني روح تعمیر سے نہیں بلکہ تخریب کے عنصر سے پیدا ہوئي - وہ اثبات کے نہیں ' نفي کے واعظ تھے - مسیحي کلیسا کے جمود اور شاہي نظام کے استبداد نے " اثبات " اور " اعتقاد " کا جو غلو پیدا کردیا تھا ' اس نے اس رد فعل میں " نفي " اور " شک " کا غلو پیدا کردیا - یہ بلاشبہ اُس زمانے کي طبیعت کا فطري مقتضی تھا - دماغي " تعمیر " کي جگہہ ایک نئي " تخریب " کي ضرورت تھي - انہوں نے کلیسائي اور شاہي جمود کا بت توڑ دیا - لیکن جیسا کہ قاعدہ ہے ' اس بت شکني میں وہ خود بھي ایک نیا بت کھڑا کر گئے - اور اسکے لیے پھر دنیا کو ایک نئے بت شکن کا انتظار ہے !

بہر حال انقلاب فرانس کے مبادیات پر یہ جدید نقد و نظر ' اس سلسلہ کي اصلي چیز ہوگي - جو مولانا ابو الکلام کے قلم سے نکلي ہے ' اور اُن کے قید خانہ کے مسودات میں سے ہے -

* * *

ایک مرتبہ ایک مجلس میں انگریزي قوم کا ایک غیر معمولي انسان اور انقلاب فرانس کا سب سے بہتر واقع نگار کارلائل موجود تھا - لوگ حکما کي خیالي نقشہ آرائیوں پر بحث کر رہے تھے - ایک شخص نے کہا " اجتماع و معاشرت کے انقلابات کے نقشے ایک دل خوش کن تخیل سے زیادہ نہیں ہیں " جونہي اس رائے زني کي بھنک کارلائل کے کانوں میں پڑي ' اُس نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا :

" حضرات ! ایک عرصہ گزرا ' اس دنیا میں ایک شخص تھا - روسو - اس نے ایک کتاب لکھي تھي - جب یہ کتاب شائع ہوئي تو بہت سے آدمیوں نے اُس کي ہنسي اڑائي - لیکن جب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ' تو اُس کي جلد باندھنے کے لیے اُنھي لوگوں کے جسم کا چمڑا استعمال کیا گیا تھا ' جنہوں نے اس کي ہنسي اڑائي تھي ! "

اگر ریڈیم بگڑکر سیسه هوجاتا هے تو یهاں قدرتي طور پر سوال پیدا هوتا هے که کیا شروع هي سے زمین مین ریڈیم کي بهت بڑي کمیت موجود تهي ؟ اور کیا تمام موجوده سیسا اصل میں ریڈیم هي تها ؟ بهت ممکن هے ایسا هي هو' اگر ایسا هي هے تو پهر زمین شروع میں اپني موجوده حالت سے بالکل مختلف هوگي- شروع میں زمین ایک ننها سا آتشیں کره تهي یا خود آفتاب کا ایک چهوٹا سا جزو -

عام طور پر علماء کا یهي خیال هے که زمین اصل میں ایک آتشي کره تهي اور آفتاب یا کسي دوسرے عظیم کره سے کٹ کر جدا هوئي هے - پہلے زندگي سے بالکل خالي تهي- پهر بتدریج سرد هونے کے بعد زندگي کے تخم سے آباد هوئي' اور ذي روح کا مسکن بن گئي' زندگي کے یه تخم ' ایتهر میں پڑے بهه رهے تهے - اگر واقعه یهي هے تو سوال پیدا هوتا هے ' کیا یه ممکن نهیں که زندگي کے یه تخم اصل میں ریڈیم هي کے گیس هوں ؟ بهت ممکن هے ایسا هي هو - کیونکه سائنس نے قطعي طور پر ثابت کر دیا هے که شعاعي قوت کا زندگي کے حقیقي عناصر سے گهرا تعلق هے - دلیل اسکي یه هے که بعض بیج ریڈیم کي شعاعوں کے زیر اثر آتے هي فوراً کونپلیں پیدا کر دیتے هیں ' اور پهر غیر معمولي سرعت و قوت سے بڑهنے لگتے هیں !

لیکن علماء کا پخته خیال هے که ریڈیم کي' اس کي اصلي اور بے میل شکل میں زیاده کمیت ' زمین کي سطح پر کبهي موجود نه تهي - یه اسلیے که اسکے کیمیاوي خواص اسے تقریباً نا ممکن ثابت کر رهے هیں - وه همیشه دوسرے مواد سے مرکب ملتا هے - خالص ریڈیم کا حصول بهت هي مشکل هے - اگر حاصل هو بهي جاے تو اسکا اصلي حالت میں محفوظ رکهنا اور بهي مشکل هوگا - کیونکه وه هوا سے جلد متاثر هوجاتا هے - یهي وجه هے که ریڈیم کي عام تجارت اسکے مختلف نمکوں : برومائڈ ' کلورائڈ ' کاربونیٹ ' سلفیٹ ' کي شکل میں هوتي هے -

(طبي فوائد)

روشني کے روغنوں کے علاوه ریڈیم سے طب میں بهي بڑے بڑے کام لیے جا رهے هیں - طب میں اسکے استعمال کي طرف سب سے پہلے سنه ١٩٠١ - میں پیئر کوري نامي طبیب کو رهنمائي هوئي - یه شخص ریڈیم کي دریافت کرنے والي میڈم کوري کا شوهر هے - لیکن ریڈیم کے علاج کا اصلي موجد هنري ڈومینیسي هے - سنه ١٩٠٦ - میں اسنے دریافت کیا که اگر سیسه کي تختي میں ریڈیم کي شعاعیں دو مرتبه چهان لي جائیں' تو وه جسم کے اُن ریشوں کو زائل کر دیتي هیں جو سرطاني مادوں سے آلوده هوتے هیں - مگر تندرست ریشوں پر اُن کا کوئي برا اثر نهیں پڑتا -

اُس وقت سے ریڈیم مختلف امراض کے علاج میں استعمال هونے لگا - مثلاً سرطان ' طرح طرح کے ورم ' نقرس ' عصبي درد ' عرق النساء ' ریڑهه کا درد ' ذیابیطس ' خون کي کمي ' هیضه ' ٹیفوڈ وغیره - خیال کیا جاتا هے که ریڈیم ' ایکس ریز کے جلے هوے زخم اچهے کر دیتا هے - ٹیفوڈ ' هیضه ' اور بسهري کے جراثیم قتل کر ڈالتا هے - معدے کو درست کرتا هے - اشتها پیدا کرتا هے ' اور اُن تمام کیمیاوي تبدیلیوں میں مساعد هوتا هے جو انساني جسم میں برابر جاري رهتي هیں -

(ریڈیم کے مضر اثرات)

لیکن جهاں ریڈیم کے بے شمار فوائد هیں ' اسکي مضرتیں بهي هیں مدت تک ریڈیم کے زیر اثر رهنا سخت نقصان کا موجب هوتا هے- جو لوگ ریڈیم کے علاج میں مشغول رهتے هیں ' وه اپني حفاظت سیسے کي صدریاں پهنکر کرتے هیں - تاهم اُنکي صحت کو آخر کار سخت نقصان پهنچتا هے - ریڈیم کي شعاعیں براه راست کوئي تکلیف نهیں پهنچاتیں - لیکن اهسته آهسته خون کے سفید اور سرخ ذرے بگاڑ دیتي هیں - خون کا دباؤ هلکا کر دیتي هیں - اکثر خون میں کمي بهي پیدا هوجاتي هے - ناخن بد صورت اور اُنکے گرد کي کهال کهري اور موٹي هوجاتي هے - چهره اور هاتهوں کي جلد میں بهي التهاب پیدا هوجاتا هے -

ریڈیم کي ابهي جتني مقدار حاصل هوئي هے ' وه تمام مریضوں کے علاج کیلیے بالکل نا کافي هے - تا هم اُسے نهایت هوشیاري سے استعمال کیا گیا هے ' اور ایسے طریقے ایجاد کیے گئے هیں که اُسکا نفع زیاده سے زیاده عام هو سکے - ریڈیم کي شعاعي قوت کا گیس چهوٹي چهوٹي نلیوں میں اس طرح بند کیا گیا هے ' که اُس سے علاج میں کام لیا جا سکے- هر نلي ١٨ - ٢٠ - روپیه میں فروخت هوتي هے اور زیاده سے زیاده چار دن تک کام دیتي هے - یه نلي بیمار کے جسم مین اُسي طرح داخل کر دي جاتي هے ' جس طرح انجکشن کي سوئي داخل کي جاتي هے -

اِس وقت کوئي شخص بهي پیشین گوئي نهیں کرسکتا که ریڈیم کے آئنده فوائد اور کیا کیا دریافت هونگے ؟ اور کن کن طریقوں پر اُسے استعمال کیا جا سکے گا ؟ امید کي جاتي هے که سائنس کوئي ایسا طریقه ایجاد کر سکے ' جس سے ریڈیم کے حصول میں آساني هوجاے ' اور علماء طبقات الارض کا یه نظریه ایک دن صحیح ثابت هوجاے که هماري زمین کے شکم میں سرا سر ریڈیم هي بهرا پڑا هے - اگر کبهي یه نظریه صحیح ثابت هوگیا تو کون اندازه کرسکتا هے که انسان کو کتني دولت ' کتني حرارت اور کسقدر روشني حاصل هو جائگي ؟

الهلال

کا

یه ٨ - واں نمبر هی

لیکن

اسوقت تک ضرورت باقي هے که توسیع اشاعت کي طرف آپ کو توجه دلائي جاے -

اس میں شک نهیں که اصحاب ذوق نے جس طرح الهلال کا استقبال کیا ' شاید هي اُسکي کوئي دوسري نظیر اردو اخبارات میں مل سکے - لیکن مشکل یه هے که پرچه کي ترتیب و طباعت کا معیار بهت بلند هے ' اور قیمت اُسکے مقابله میں بهت کم - اب یا تو قیمت بڑهاني چاهیے - یا اتني وسیع اشاعت هوني چاهیے که اُس سے قیمت کي کمي کي تلافي هوجاے -

آخري عهد مصائب کي يادگار هيں - اُنميں سب سے بلند درجه اُسکے " مکالمات " اور " اعترافات " کو حاصل هے - اِن سے بهي بڑهکر اُسکي وه تحريريں هيں ' جو اُسنے پيرس کے اُسقف (لاٹ پادري) اور جنيوا کي حکومت کے جواب ميں لکهي تهيں -

(روسو اور کليسا کا معرکه)

اِس جنگ ميں کون فتحمند رها : روسو يا اُسکے دشمن ؟

اِسکا جواب مدت هوئي خود زمانه دے چکا هے ! زندگي ميں اُسکے ليے دنيا چار بالشت زمين کا گوشه بهي مهيا نه کرسکي ' ليکن اسکے مرنے کے بعد يورپ کا تمام براعظم اپنے ذهن و فکر کا صرف ايک هي حکمراں رکهتا تها ' اور وه يهي معتوب عالم " روسو " تها !

ليکن آج همیں روسو کي زندگي پر تبصره کرنا نهيں هے - روسو کي زندگي پر تبصره رسائل کے مقالات ميں نهيں ' ضخيم کتابوں ميں هو سکتا هے - آج هم صرف اُسکي فکري اور قلمي معرکه آرائيوں ميں سے ايک خاص معرکه دکهانا چاهتے هيں - يهي اسکے قلم کے معرکے هيں جو تهوڑے عرصے کے اندر انقلاب فرانس کے خونيں معرکوں کي شکل ميں مبدل هوگئے - يه معرکه اُس ميں اور پيرس کے اُسقف کے درميان واقع هوا تها - بلکه يوں کهنا چاهيے ' علم و عقل کے نئے ظهور اور مسيحي کليسا کے قديم جهل و جمود ميں هوا تها - هم اختصار پر مجبور هيں -

(اُسقف کا بيان)

اُسقف نے اپنا بيان اِس افسوس کے ساتهه شروع کيا هے که فرانس ميں کفر اور الحاد پهيلتا جاتا هے - پهر يه ثابت کيا هے که يه صورت حال ' قرب قيامت کي علامت هے جيسا که پولس رسول نے پيشين گوئي کي هے - پهر اس مقدس مگر هولناک تمهيد کے بعد وه روسو پر پے در پے حملے شروع کر ديتا هے :

" يهي وه الحاد هے جسے ايک شخص (يعني روسو) نے اپني کتاب " اميل " Emilius ميں پيش کيا هے - اِس شخص نے گناه ميں نشو و نما پائي هے - يه ايک ايسي زبان بولتا هے جو فلاسفه کي زبان هے - مگر وه خود فلسفه سے تهي دست هے - يه ايک ايسا ذهن هے جس ميں معلومات بے ترتيبي سے ٹهونس ديے گئے هيں - مگر وه هنوز تاريک هے ' اور صرف اپني تاريکي هي پر قانع نهيں هے بلکه دوسرے دلوں ميں بهي تاريکي اتار رها هے - يه ايک ايسي طبيعت هے جو عجيب و غريب افکار کي دلداده اور مجهول راستوں کي شيفته هے - اِس ميں اخلاق کا افلاس اور فکر کي ثروت ' دونوں بيک وقت جمع هوگئي هيں - ايک طرف اُسے متقدمين کے اصول سے شغف هے ' دوسري طرف عقلي بدعتوں کي ايجاد کا جنون هے - وه خلوت پسند بهي هے اور شهرت پسند بهي - علم کي محبت کا بهي دعوى رکهتا هے اور علم کي عداوت کا بهي علم اٹهائے هے - انجيل کے کمال کا بهي اعتراف کرتا هے اور اُسے جڑ سے اکهاڑ پهينکنے کي بهي کوشش کرتا هے - فضيلت کي ايسي خوبصورت تصويريں اتارتا هے که بے اختيار تحسين و آفرين کا نعره بلند هو جاتا هے - مگر پهر فوراً هي فسق و فجور کے پهاوڑوں سے اپني بنائي هوئي شاندار عمارت گرا بهي ديتا هے - يه نوع انساني کا معلم بنکر سامنے آيا هے ' مگر الحاد اور گمراهي کے سوا کچهه نهيں رکهتا - يه ضلالت کا امام هے - فساد کا مرشد هے - شيطان کا پيام بر هے - تاريکي کا رهبر هے - اور اس سے بهي کچهه زياده هے - وه اپني کتاب ميں انسان کو حيوان کے درجه ميں رکهتا هے - ايک اور رساله ميں نفس پرستي کي تبليغ کرتا هے - پهر تربيت کي کتاب لکهتا هے - مگر سراسر الحاد کي دعوت ديتا هے ! "

آگے چلکر اُسقف نے روسو کي کتاب " تربيت " پر اعتراض کيے هيں اور اس پر زور ديا هے که يه " دعوت الحاد " هے - يه کتاب آج همارے هاتهوں ميں موجود هے - اسميں جس " الحاد " کي دعوت دي گئي هے وه صرف يه هے ' که وه کهتا هے : " بچه کي دماغي تربيت و تعليم ايسي هوني چاهيے که وه خود اِس قابل هوجاے که دين حق کي معرفت پيدا کرسکے ' اور اُسے تقليد و رسوم کي بنا پر نهيں بلکه فهم و بصيرت کے ساتهه منتخب کرے - همیں اس بات سے احتراز کرنا چاهيے که اُسے کوئي ايسي دماغي جکڑ بندي کي تعليم ديں جس سے اُس ميں دماغي بصيرت اور مجتهدانه فکر کي قوت پيدا نه هوسکے اور دل و دماغ کسي جابرانه تاثير سے منفعل هو جائيں - همیں اس سے بهي احتراز کرنا چاهيے که اُسکے دماغ ميں کوئي ايسي بات اُتار ديں ' جسے وه خود اپني عقل سے معلوم نهيں کر سکتا "

اِس پر اسقف نے اعتراض کرتے هوئے لکها هے : " همیں اِس نظريه پر کوئي اعتراض نهيں هے - ليکن سوال يه هے که کيا بچه کو گمراه هو جانے کيليے چهوڑ دينا چاهيے ؟ اگر ايسا نهيں کرنا چاهيے بلکه اُسے هميشه فطرة کي سچي راه پر رکهنا چاهيے ' تو وه سچا طريقه کيا هے ؟ کتاب تربيت کا مولف بند بند لفظوں ميں الحاد کي طرف دعوت ديتا هے - ليکن هم فطرت کے سچے طريقے يعني مسيحيت کو پيش کرتے هيں - درحقيقت دين مسيحي فطرتي دين هے - فطرت هميشه اِسي کي طرف رهنمائي کرتي هے - عقل انساني بجز انجيل کے راسته کے کوئي دوسري راه قبول هي نهيں کرسکتي - يه اس ليے که انجيل کا دين ' فطرت اور عقل کا دين هے ! "

روسو اُسقف کي تمام تشريحات برداشت کر لے سکتا تها ' ليکن يقيناً اس بات کي برداشت اُسکي طاقت سے باهر هوگي که " مسيحيت فطرة کي سچائي هے " اور وه " فطرة اور عقل کے دين کي طرف رهنمائي کرتي هے " ياد رکهنا چاهيے که يه پرجوش اُسقف اور اسکے تمام هم مشرب جس " مسيحيت " اور " انجيل " پر عامل تهے اور اُسکي دعوت دے رهے تهے ' وه " کليسا " اور " پوپ " کي " مسيحيت " تهي - نه که مسيحيت کي پہلے عهد کي ساده اور بے ميل مسيحيت - امريکن مصنف ڈريپر کے لفظوں ميں " اٹهارويں صدي کے تمام اجتماعي انقلابات غير ضروري هوجاتے ' اگر کليسا اور پوپ کي نمايندگي کي جگه مسيحيت اور مذهب کي کوئي دوسري نمايندگي وجود ميں آ سکتي "

در اصل ازمنهٔ وسطى سے مسيحيت کا جو جهل پرور اور مستبد مزاج پيدا هوگيا تها ' اسکا قدرتي رد فعل والتير اور روسو کا انکار اور کفر تها !

اسکے بعد اسقف کهتا هے " اگر دين مسيحي هي وه سچا طريقه هے جسکے سوا فطرت انساني کوئي دوسري راه تصور هي نهيں کرسکتي - تو پهر روسو کا ديني تعليم و تربيت پر نکته چيني کرنا بجز اسکے کوئي معني نهيں رکهتا که وه مخلوق کو هدايت سے هٹا کر ضلالت کي طرف بلا رها هے ! "

روسو نے کها تها " هر بچه جو اپنے بچپنے ميں خدا پر ايمان رکهتا هے ' ايک طرح کا بت پرست هے ' اور خدا کو انسان کي

یه هے یورپ کے اٹھارھویں صدي کي عجیب و غریب شخصیت جان جاک روسو - اور یه هے اُس کي انقلاب انگیز اور عالم افگن تعلیمات کا ساحرانه نفوذ ، جس کي طرف کارلائل نے ان ضرب المثل بن جانے والے لفظوں میں اشارہ کیا تھا !

نپولین کہا کرتا تھا " انقلاب فرانس کچھه نه تھا مگر روسو " ایک اور موقعه پر اُس نے کہا " روسو ھي انقلاب کا باپ تھا " بلاشبه روسو انقلاب فرانس کا باپ تھا ، لیکن وہ اس سے بھي بڑھکر تھا - اُس نے صرف فرانس ھي میں نہیں بلکه اپنے پورے عہد کي عقلي و اجتماعي زندگي میں انقلاب پیدا کر دیا - اس کے مبادیات و اصول کو لوگ صحیح سمجھیں یا غلط ، لیکن عملي دنیا کا فیصله یہي هوا که وہ آنکھه بند کرکے اُس کي رهنمائي پر چل پڑي ، اور اُس کے سوا دوسروں کي رهنمائي قبول کرنے سے انکار کر دیا - اٹھارھویں صدي سے لیکر اس وقت تک دنیا کے قوموں کي حکومتوں میں ، ان کي سوسائٹي اور معاشرت میں ، اُن کے عقلي اعمال و عقائد میں ، ان کے علم و فن کے کار و بار میں ، ایک بہت بڑي زندہ حقیقت روسو اور روسو کے اصول و مبادي هیں !

(مختصر حالات زندگي)

سنه ١٧١٢ ع میں روسو جنیوا میں پیدا هوا تھا - اُس کا باپ آیزک روسو ایک غریب آدمي تھا ، مگر سست ، ناکارہ ، اور بد اخلاق - گھڑیوں کي مرمت کرتا اور عورتوں کو ناچنا سکھا کر پیٹ پالتا - لیکن اُس کي ماں بہت ھي شریف عورت تھي - اُس کي شرم و حیا اور شریفانه نسواني جذبات کا تمام سوانح نگاروں نے اعتراف کیا هے - روسو میں اپنے ماں اور باپ ، دونوں کے اخلاق جمع هوگئے تھے - البته بعد میں اُس نے بہت کچھه اصلاح کرلي تھي -

روسو کي ابتدائي تعلیم نہایت ناقص تھي - اُسے بچپن ھي سے افسانے اور خیالي قصے پڑھنے کا شوق هوگیا تھا - لیکن اُس کے تمام سوانح نگار تسلیم کرتے هیں که یه مطالعه اُس کے عجیب ذهن کے لیے مضر نہیں بلکه مفید ثابت هوا -

روسو ابھي پوري طرح جوان بھي نہیں هوا تھا که اپني روزي کمانے پر مجبور هوگیا - اُس کے والد نے اُسے دستکاري کا پیشه اختیار کرنے پر مجبور کیا مگر اس میں کامیابي نہیں هوئي - کئي مقامات میں اُس نے نوکري کي مگر اپني تنگ مزاجي اور خاص قسم کي طبیعت کي وجه سے کہیں جم نه سکا - نه وہ اپنے کسي آقا کو خوش کر سکتا تھا - نه اُس کا کوئي آقا اُسے مطمئن کردینے کي قابلیت رکھتا تھا !

اپني زندگي کا یه زمانه اُس نے سخت مصائب میں گزارا - تنگ دستي همیشه اُس کي رفیق رهي - بے اطمینانی نے کبھي ساتھه نه چھوڑا - صحبت نہایت خراب تھي - سوسائٹي کا سب سے زیادہ بدترین طبقه اُس کے حصے میں آیا تھا -

(ترقي و شہرت کا پہلا موقعه)

٣٩ - سال اِس طرح گزر گئے - اب تک وہ بالکل گم نام تھا - لیکن قدرت کي نظر عنایت اُس پر شروع ھي سے تھي - وہ اُسے اپنے مخصوص مصائب میں طیار کر رهي تھي -

سنه ١٧۴٩ ع میں اچانک اُس کے اقبال کا ستارا طلوع هوا - فرانس کے ایک علمي مجمع (اکاڈیمي) نے ایک موضوع مقرر کیا ، اور اهل عام کو اُس پر بحث کي دعوت دي - مقابله سخت تھا - منتخب علماء میدان میں اُتر پڑے تھے - تاهم روسو نے همت کي اور مضمون لکھا - اُس کا مضمون سب سے بہتر ثابت هوا - مجمع علمي نے اِس گمنام " عالم " کي قابلیت کا اعتراف کیا - اور اُسے مقابله کا انعام دیکر همت افزائي کي - اِس طرح دنیا نے پہلي مرتبه سنا که روسو ، فرانس میں ایک بڑا عالم هے !

(حکومت اور کلیسا کا متحدہ حمله)

اب روسو پر شہرت کا دروازہ کھل گیا - بڑي تیز گامي سے وہ آگے بڑھا ، اور تھوڑے ھي عرصه کے اندر اپنے عہد کا سب سے بڑا عالم تسلیم کر لیا گیا -

مگر کیا اِس شہرت و عزت سے اُس کي زندگي کي مصائب دور هوگئیں ؟ نہیں ، اور زیادہ هوگئیں - پہلے وہ صرف تنگ دستي کا شکار تھا ، اب وہ حکومت اور کلیسا کي دشمني کا بھي شکار هوگیا - جوں ھي اُس کي تصانیف سوشل کنٹریکٹ ، هلواز ، اور امیل نامي شائع هوئیں ، حکومت اور کلیسا کے ایوانوں میں تہلکه مچ گیا - دونوں نے بیک وقت اُس پر یورش کردي ، اور انتقام لینے کیلیے اپنے تمام هتیار سنبھال لیے !

(مصائب و محن اور خاتمه)

" امیل " کے شائع هوتے ھي ، ٩ جون سنه ١٧٦٢ ع میں حکومت فرانس نے روسو کي گرفتاري کا فرمان جاري کردیا - مجبوراً اُسے فرار ھي میں سلامتي نظر آئي - فرانس سے بھاگ کر جنیوا پہنچا مگر یہاں کي حکومت بھي اُس کے لیے فرانس سے بہتر ثابت نه هوئي - اُس نے بھي اس کي گرفتاري ضروري سمجھي - یه حال دیکھکر اس نے هالینڈ کا رخ کیا - مگر هالینڈ بھي ایک ایسے شخص کے استقبال کے لیے طیار نه تھا - اُس نے بھي دار و رسن سے استقبال کرنا چاھا - اب اس کے سوا چارہ نه تھا که اٹلي میں پناہ لے - وہ اٹلي پہنچا - مگر اٹلي پوپ کا پایۂ تخت تھا - وہ اِس کے پہنچنے سے پہلے ھي اس کے کفر و انکار پر گرفتاري و قتل کا فتوی صادر کرچکا تھا - بے بس هوکر وهاں سے بھي نکلا - اور انگلستان کي راہ لي - اُسے امید تھي که انگلستان کے ایک گوشه میں پناہ حاصل کر سکیگا - لیکن افسوس هے که وہ بھي بے رحم نکلا - اب اُس کي مصیبت کا جام چھلک گیا تھا -

اب یورپ میں اُسے کہیں پناہ نہیں مل سکتي تھي - جہاں چھپتا تھا - وهیں دشمن کا هاتھه دراز هوجاتا تھا : ضاقت علیهم الارض بما رحبت و ضاقت علیهم انفسهم کے عالم میں مبتلا تھا - ابھي یه مصیبت بڑھتي ھي جاتي تھي که ایک دوسري مصیبت بھي شروع هوگئي - یعني طرح طرح کے جسماني امراض و آلام نے آگھیرا - آخر اِسي حالت میں ، که دنیا اپني ساري وسعت کے ساتھه اُس پر تنگ هوچکي تھي ، سنه ١٧٧٨ ع میں انتقال کیا ، اور گوشۂ قبر میں پناہ لي !

اِن مصائب نے روسو کے دل و دماغ پر کیا اثر ڈالا ؟ کیا وہ ان سے مرعوب هوگیا تھا ؟ کیا اپنے عقائد و افکار سے دست بردار هوگیا تھا ؟ کیا اُسنے اپنے بے پناہ دشمن کے سامنے هتیار ڈالدیے تھے ؟

اگر وہ ایسا کرتا تو یقیناً عیش کي زندگي بسر کرتا - مگر صرف زندگي ھي بسر کرتا - زندگي کي عظمت حاصل نه کر سکتا - اپني موت کے ساتھه ھي مرجاتا - اُسکي ساري عظمت ، اُسکي دماغي قابلیتوں سے زیادہ ، اُسکے دل کي مضبوطي میں هے - بلا شبه وہ اپنا جسم کونے کونے میں چھپاتا پھرا ، مگر اُسکا قلم بے پناہ شمشیر بنکر همیشه دشمن کا قلع قمع کرتا رها - اُسکي بلیغ ترین کتابیں ، اِسي

معرکوں کے بعد انکی هیبت فرانسیسی فوجوں پر اس قدر بیٹهه گئی تهی که انکا نام سنتے هی میدان سے بهاگ جاتی تهیں - پچهلے دو سال برابر درزیوں کا پله بهاری رها، واقعات ثابت کر رهے تهے که فرانس کو بهت جلد سر جهکانا پڑیگا - بلکه حقیقت یه هے که دو مرتبه فرانس نے اندر هی اندر سر جهکا دینے کا فیصله بهی کر لیا تها -

مگر افسوس، نتیجه بالکل برخلاف نکلا - فرانس نے وهی طریقه اختیار کیا جو ایسے موقعه پر همیشه طاقتور حریف اختیار کیا کرتا هے - اس نے جنگ کو طول دینا شروع کر دیا - یه طوالت بے سر و سامان درزیوں کیلیے نا قابل تحمل تهی - وه دنیا کی اول درجه کی سلطنت کے مقابله میں تنہا تهے - خود انکے وطن کی دوسری جماعتیں بهی انکے ساتهه شریک نه تهیں - جنگ نے زراعت، تجارت، اور هر طرح کے وسائل معیشت سے انهیں محروم کر دیا تها - بهت دنوں تک جمے رهے - لیکن آخر کب تک قدرتی موانع سے جنگ کرتے ؟ بے بس هوکر ترک جنگ پر آماده هوگئے - اب پورا ملک پهر فرانس کے رحم پر هے، اسوقت تک کیلیے، که مجاهدین وطن تازه دم هوکر کوئی دوسرا قدم اٹها سکیں -

یه واقعه تمام مشرق کیلیے ایک نیا تازیانهٔ عبرت هے - اسنے ایک مرتبه پهر یه حقیقت ظاهر کردی که تمام دول یورپ کس طرح مشرق کے غلام بنانے اور غلام رکهنے پر متفق هوگئی هیں - انمیں باهم کتنی هی مخالفت و رقابت کیوں نه هو، مگر مشرقی قوموں کا سر کچلنے میں وه اپنی تمام رقابتیں بهول جاتی هیں - اتنا هی نہیں بلکه ایک دوسری کی امداد و اعانت کیلیے آماده هو جاتی هیں - شامی جهاد آزادی، اس کی تازه مثال هے - جاننے والے اچهی طرح جانتے هیں که وه فرانس نہیں هے جسنے آج وطن دوستان شام کو نیچا دکهایا هے - بلکه وه برطانیا هے جسکی اخلاقی و مادی امداد و اعانت نے فرانس کو فتحمند کیا هے - فرانس تو اپنا پورا زور لگا کر تهک چکا تها - وه پایهٔ تخت دمشق کی بهی حفاظت نہیں کر سکتا تها - روز درزی آتے تهے اور پوری آزادی سے دمشق کی سڑکوں پر حملے کرتے تهے - حالانکه یہاں فرانس کا جنگی مرکز قائم تها - لیکن یه اس وقت کی بات هے، جب فرانس اس جهاد کے مقابله میں اکیلا تها - برطانیا کی اعانت اسے حاصل نه تهی - یه واقعه هے که اس نے گهبرا کر دو مرتبه اراده کرلیا تها که شامیوں کے مطالبات منظور کرلے، اور اپنے ظالمانه مطامع سے باز آجائے -

برطانیه اس معامله میں کیونکر شریک هوا ؟ مختصر تفصیل اس کی یه هے که جب درزیوں کو فرانس کے مقابله میں نمایاں کامیابیاں هونے لگیں تو فلسطین، شرق اردن، اور عراق میں بهی اس کی صدائے بازگشت بلند هونے لگی - شرق اردن کے تو سب سے زیاده خراب تهے - بلکه جابجا شورش بهی شروع هوگئی تهی - برطانیا نے دیکها که اگر اس علاقه میں آگ لگ گئی تو فلسطین اور عراق تک اس کے شرارے پہنچ جائینگے، اور پوری عربی قوم میں حریت طلبی کی نئی سرگرمی پیدا هوجائیگی - برطانیا نے خیال کیا، یه تمام بے چینی صرف اس وجه سے هے که درزیوں کی کامیابیوں نے عربوں کے دل بڑها دیے هیں اور فرانس کی پیہم شکستوں سے خود برطانیا کا رعب و داب بهی بے اثر هوتا جاتا هے - وه فرانس کی پیٹهه ٹهونکنے کیلیے طیار هوگئی - فلسطین کے برطانوی حکام نے علانیه فرانس کی طرف امداد کا هاتهه بڑهایا، اور اپنی جنگی قوت سے درزیوں پر دباؤ ڈالنے لگے -

بد قسمتی سے جغرافیائی اور جنگی حالات نے درزیوں کو شرق اردن کا سخت محتاج بنا دیا تها - ان پر تمام دروازے بند تهے - صرف شرق اردن کا دروازه کهلا تها - یہیں وه پناه لیتے تهے - یہیں تازه دم هوتے تهے - اور اسی راسته سے انهیں باهر کی مدد بهی مل جاتی تهی - برطانیه کے مخالف هوتے هی یه دروازه بهی اندر بند هوگیا - اتنا هی نہیں بلکه انهیں سرحدوں پر پریشان بهی کیا جانے لگا - اب درزیوں کو دو سلطنتوں سے یک وقت مقابله کرنا پڑا : فرانس اور برطانیا - یه بهی انهوں نے کیا - اور پورے باره مہینے تک میدان میں جمے رهے - مگر کبتک جمے رهتے ؟ سامان جنگ ختم هوگیا - رسد بند هوگئی - اب بجز بیٹهه جانے کے کوئی چارهٔ کار باقی نہیں رها تها - چنانچه اس عقد بے بس هوکر بیٹهه جانے کا فیصله کرلینا پڑا - انا لله و انا الیه راجعون !

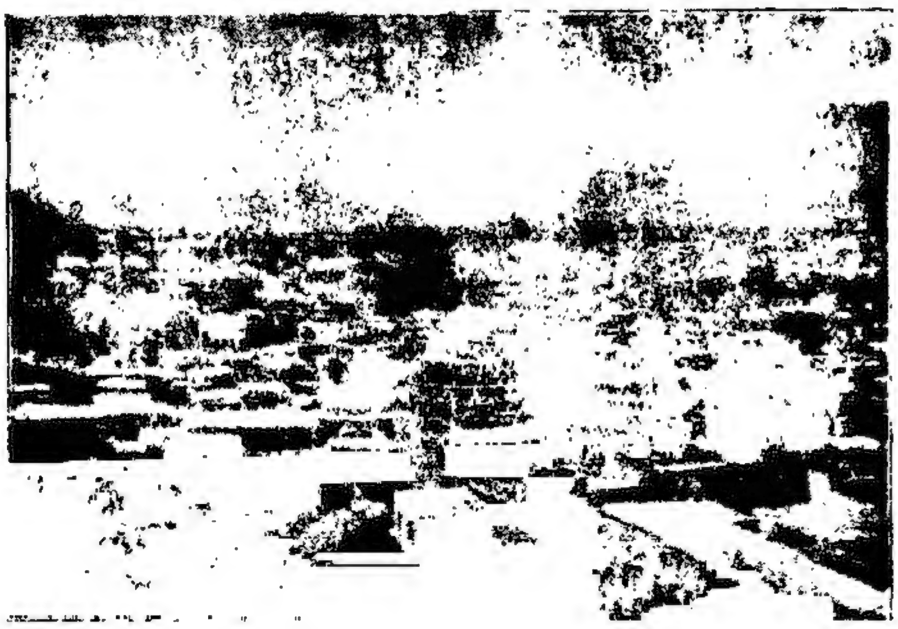
شام کے پایهٔ تخت دمشق کا ایک منظر عام

نقدا تاریخ عرب و اسلام شریف حسین اور اسکے لڑکوں کو اسی مصیبت کا باعث بهی دیرینے، جنگی دروس کا تمام عهد بلاد عربیه برباد هوئے - شام، فلسطین، شرق اردن، عراق، یه تمام ممالک برطانیا اور فرانس کے قبضه میں صرف اسی خاندان کی حماقت اور غلطی سے گئے - اس شامی جهاد آزادی کی ناکامی میں بهی شریف حسین کے منجهلے لڑکے امیر عبدالله کا بهت بڑا حصه هے - یه شخص حمیت برطانیا کے ٹکڑوں پر شرق اردن میں پڑا هے - اور برطانوی ممالک گیری کی بنیادیں اپنی عزت فروشی سے مضبوط کر رها هے - اس نے درزیوں سے بڑی هی بے دردی اور بے حمیتی کا سلوک کیا - وه جب پناه کی امیدیں لیکر اسکی سرزمین میں پہنچے، تو اس نے انهیں فوراً نکل جانے کا حکم دیا - انهوں نے پهاڑوں اور ریگستانوں میں جا کر پناه لی - مگر اسنے وهاں بهی انکا تعاقب کیا، اور ایک ایک کرکے سب کو فرانس کے حواله کردیا !

انکی سب سے آخری جماعت، علاقهٔ ازرق میں پناه گزیں تهی اسکی تعداد دو هزار تهی - امیر عبدالله کو معلوم هوا تو اسنے وهاں ایک طاقتور فوج بهیجدی - جنگی قانون کا اعلان کردیا، اور انهیں مجبور کردیا که اپنے آپ کو فرانس کے حواله کردیں - چنانچه تمام لوگوں نے مجبور هوکر اپنے تئیں فرانس کے حواله کر دیا - حواله کرنے والوں میں خود خاندان اطرش کے لوگ بهی هیں - مثلاً مصعب بک اطرش، علی بک اطرش، عبدالغفار اطرش وغیرهم -

صورت میں یقین کرتا هے - عقل انساني اِس عمر میں' خدا کا منزہ اور مطلق تصور کر هي نہیں سکتي !"

آسقف کا اِس پر اعتراض یه هے " اگر بچه بت‌پرست هوتا تو کئي خداؤں کا قائل هوتا - اگر اسکے تفکر میں تجسم هوتا (یعني خدا کو انسان کي صورت دیتا) تو پروردگار کا جسم بتاتا - حالانکه مسیحي بچوں کا کبھي ایسا اعتقاد نہیں هوتا - وہ صحیح معنوں میں موحد هوتے هیں - مولف (روسو) نے یه کہکر در اصل مسیحیت کو بت پرستي قرار دیا هے !"

روسو نے لکھا تھا " میں جانتا هوں که نظام عالم کو ایک قادر و حکیم ارادہ چلا رها هے - میں یه دیکھتا یا محسوس کرتا هوں' اور اسکي معرفت میري زندگي کیلیے ضروري هے - لیکن یه عالم کب سے اور کس طرح هے ؟ اشیاء کي اصل ایک هے یا متعدد هیں ؟ اُنکي طبیعت کیا هے ؟ یه میں نہیں جانتا' اور نه مجھے جاننے کي ضرورت هے ... یہي باعث هے که میں یه حقیر مسائل نظر انداز کر جاتا هوں - ممکن هے یه میري عقل کو مشغول کر لیں' مگر مجھے کوئي فائدہ نہیں پہنچا سکتے - پھر یه مسائل میري عقل سے بالا تر بھي هیں ..."

اِس پر اسقف اعتراض کرتا هے " بے باک مصنف کا اِس قول سے کیا مقصود هے ؟ وہ جانتا هے که کائنات کا نظام ایک قادر و حکیم ارادہ کے ماتحت هے - وہ اعتراف کرتا هے که اِس حقیقت کا علم اسکے لیے ضروري هے - لیکن باوجود اِسکے کہتا هے' نہیں معلوم اشیاء کي اصل ایک هے یا ایک سے زیادہ هے ؟ پھر دعوی کرتا هے که مجھے اِس نقطه کے معلوم کرنے کي کوئي ضرورت نہیں - مصنف' در اصل خدا کي وحدانیت پر شک رکھتا هے - اِس علم کے بعد که کائنات ایک قادر و حکیم ارادہ کے تصرف و اختیار میں هے' کیا یه سوال پیدا هو سکتا هے که اشیاء کي اصل ایک هے یا کئي هیں ؟ کیا یه ممکن هے که پہلي حقیقت کا علم ضروري هو اور دوسري کي معرفت غیر ضروري قرار پائے ؟ کیا یه صریح تناقض اور الحاد نہیں هے ؟ وہ کہتا هے میں خدا کي طبیعت و حقیقت سے باخبر هوں' لیکن ساتھ هي یه دعوی بھي کرتا هے که یه موجود حقیقي' علم' قدرت' ارادہ' اور حکمت رکھتا هے ! اس سے تو معلوم هوا که وحدانیت اُسکے خیال میں ایک " حقیر سا مسئله " هے' اور کسي طرح بھي اُسکي عقل میں نہیں آ سکتا - لیکن معلوم هوتا هے' متعدد خداؤں کا تصور اُسکي عقل کے نزدیک معقول هے - بھلا اِس حماقت سے بڑھ کر بھي کوئي حماقت هو سکتي هے ؟"

روسو معجزات کو اِس معني میں تسلیم نہیں کرتا که وہ خارق عادت هیں - معجزات پر اعتراض کرتے هوئے اُسنے لکھا هے " بالعجب ! همیشه آدمیوں هي کي گواهیاں ! آدمي' اپنے هي جیسے آدمیوں سے سنتے هیں اور دوسرے آدمیوں کو سناتے هیں ! میرے اور خدا کے درمیان آدمیوں کے کتنے اَن گنت واسطے قائم هوگئے هیں !"

اِس پر اسقف لکھتا هے " اگر آدمیوں کي گواهي معتبر نہیں هے تو پھر هم پوچھتے هیں مؤلف نے اسپارٹا' ایتھنز' اور روم کو کیونکر جانا جنکي عظمت کا وہ همیشه راگ گایا کرتا هے ؟ اِن قدیم جمہوریتوں اور مؤلف کے مابین آدمیوں کے کتنے بہت سے واسطے موجود هیں ؟ وہ اِن واسطوں پر شک نہیں کرتا - لیکن مسیحي معجزات کي روایت میں وہ کوئي واسطه منظور کرنا نہیں چاهتا - در اصل اُسکے اعتراض کي اصلي علت' الحاد هے - وہ خدا هي کو نہیں مانتا !"

عالم شرق و اسلام

مکتوب شام

(الهلال کے مقاله نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

دروزي جهاد آزادي کا خاتمه

میں یه مکتوب اِس حال میں لکھ رها هوں که هاتھ میں رعشه هے' آنکھوں میں آنسو هیں' دل میں حسرت و الم هے - میں هي نہیں' اِس وقت شام میں کون هے جو خون کے آنسو نہیں رو رها هے ؟ دمشق کے آسمان پر اندھیرا چھا گیا هے - اور شام کے مرغزار مایوسي کي خزاں سے مرجھا گئے هیں - اسلیے که آزادي کي امیدیں ملتوي هوگئیں - تین سال هوئے شام کے ابطال وطن نے آزادي کا علم بلند کیا تھا - آج وہ علم گر گیا هے - اِس لیے پورا ملک اور اُسکي قومي غیرت' سرنگوں هے !

ملک شام خصوصاً دمشق نے اپني سرزمین پر تاریخ کے عظیم ترین واقعات مشاهدہ کیے هیں - دروز کا جهاد آزادي بھي ایک ایسا هي عظیم واقعه هے - مشرق کي تاریخ میں همیشه یه زریں حروف میں ثبت رهے گا - جبل دروز' جو اِس جهاد کا مرکز تھا' صرف پچاس ساٹھ هزار کي آبادي رکھتا هے - یہي آبادي' دروزیوں کي مرکزي آبادي هے - اور یہي دروز هیں جنھوں نے فرانس جیسي عظیم الشان سلطنت کے قدم' شام سے اکھاڑ دیے تھے ! ابتدائي

اسقف کا بیان بہت طویل هے - اِس مضمون میں اُسکا پورا خلاصه بھي ممکن نہیں - لیکن اُسکا آخري اعتراض ضرور نقل کر دینا چاهیے - روسو نے بادشاهوں کے وجود پر سختي سے حمله کیا هے - اُسقف اسکے جواب میں لکھتا هے :

" یه بھي مؤلف کا الحاد هي هے جس سے متاثر هوکر وہ بادشاهوں کے وجود پر نکته چیني کرتا هے - بادشاهوں کو برباد کرکے وہ ایسے قواعد جاري کرنا چاهتا هے' جنکا نتیجه بجز بد امني اور طوائف الملوکي کے اور کچھ نہیں هوگا - مصنف نے مذهب اور دین حق میں کیا دیکھا هے ؟ مصنف بد اخلاقي اور بد امني کي تعلیم دیتا هے - لیکن دین حق حکومت الہي اور بادشاہ کي اطاعت کا حکم دیتا هے - دین کا حکم یه هے که هر آدمي اپنے آقا کي فرمانبرداري کرے - دین کہتا هے بادشاهي' خدا کي قوت هے - اُسکا پاک سایه هے - اور اُسي نے زمین پر نازل کي هے - جو اِس کا مخالف هے' وہ خود خدا کا باغي هے - اُس پر خدا کي ابدي لعنت هو !"

اِس طرح اُسقف نے اپنا رساله قرب قیامت کي هولناکي سے شروع کرکے " ابدي لعنت " کي پیشکش پر ختم کر دیا هے !

یه روسو کے سب سے بڑے کلیسائي مناظر کا حمله تھا - اب دیکھنا چاهیے' روسو نے اسکا دفاع کیونکر کیا هے ؟ روسو کے سخت سے سخت نکته چیں بھي تسلیم کرتے هیں که اُسکا جواب اُسکي مناظرانه قوت بیانیه کا بے نظیر ثبوت تھا -

هم آیندہ اشاعت میں اسکا خلاصه درج کرینگے -

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن العاص (رض) کی شجاعت، تدبر، فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر کی فتح سراسر انہی کے تدبر و قیادت کا نتیجہ تھی۔ خلافت اموی کے قیام میں انہی کی سیاست کارفرما تھی۔ اپنے عہد کی سیاست میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مورخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہو گئی تھی: عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان، زیاد بن ابیہ۔ اتفاق سے یہ تینوں سر ملکر ایک ہو گئے۔ انھوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھارا اُس طرف پھیر دیا جدھر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام اور خلافت راشدہ کے نظام کو صرف امیر معاویہ کی سیاست نے شکست نہیں دی تھی۔ اس میں سب سے زیادہ کارفرما دماغ عمرو بن العاص کا تھا۔

ایک ایسے سیاسی مدبر نے موت کا کس طرح خیر مقدم کیا تھا؟ ذیل کی سطروں میں اس کی تفصیل ملے گی:

ایک عجیب سوال

جب بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور عرب کے اس دانشمند کو زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی، تو اُس نے اپنی فوج خاص کے افسر اور سپاہی طلب کئے۔

لیٹے لیٹے اُن سے سوال کیا "میں تمھارا کیسا ساتھی تھا؟"

"سبحان اللہ! آپ نہایت ہی مہربان آقا تھے۔ دل کھول کر دیتے تھے۔ ہمیں خوش رکھتے تھے۔ یہ کرتے تھے۔ وہ کرتے تھے..." وہ بڑی سرگرمی اور جوش سے جواب دینے لگے۔

ابن عاص نے یہ سنکر سنجیدگی سے کہا "میں یہ سب کچھ صرف اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت سے بچاؤ گے کیونکہ تم سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کے لئے سپر تھے۔ لیکن یہ دیکھو، موت سامنے کھڑی ہے اور میرا کام تمام کر دینا چاہتی ہے۔ آگے بڑھو اور اُسے مجھ سے دور کر دو!"

سب ایک دوسرے کا حیرت سے منہ تکنے لگے۔ پریشان تھے، کیا جواب دیں؟

"اے ابو عبداللہ!" دیر کے بعد اُنھوں نے کہا "واللہ ہم آپکی زبان سے ایسی فضول بات سننے کے ہرگز متوقع نہ تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلہ میں ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔"

انھوں نے آہ سرد بھری "واللہ میں یہ حقیقت خوب جانتا ہوں" اُنھوں نے حسرت سے کہا "واقعی تم مجھے موت سے ہرگز نہیں بچا سکتے۔ لیکن اے کاش! یہ بات پہلے سے سوچ لیتا! اے کاش میں نے تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا۔ ابن ابی طالب (حضرت علی) کا بھلا ہو۔ کیا ہی خوب کہہ گیا ہے: آدمی کی سب سے بڑی محافظ خود اُس کی اپنی موت ہے!" (طبقات ابن سعد)

دیوار کی طرف منہ کرکے رونے لگے

راوی کہتا ہے ہم عمرو بن العاص کی عیادت کو حاضر ہوئے۔ وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے۔ اچانک دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اُنکے بیٹے عبداللہ نے کہا "آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ آپ کو یہ یہ بشارتیں نہیں دے چکے ہیں؟" اُنھوں نے بشارتیں سنائیں۔ لیکن ابن عاص نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا۔ پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے:

زندگی کے تین دور

"میرے پاس سب سے افضل دولت "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت ہے۔

"مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں:

"ایک وقت وہ تھا کہ رسول اللہ سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تمنا یہی تھی کہ کسی طرح قابو پاکر آپ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو یقیناً جہنمی مرتا"

"پھر ایک وقت آیا جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھایئے، میں بیعت کرتا ہوں۔ آپنے دست مبارک دراز کیا۔ مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا "عمرو! تجھے کیا ہوا؟" میں نے کہا "ایک شرط چاہتا ہوں" فرمایا "کونسی شرط؟" میں نے عرض کیا "یہ شرط کہ میری بخشش ہو جائے" اسپر ارشاد ہوا "اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے؟ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے! حج بھی مٹا دیتا ہے؟" (یہ ابن العاص کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے)

"اُسوقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ نہ تو رسول اللہ سے زیادہ مجھے کوئی دوسرا انسان محبوب تھا، اور نہ رسول اللہ سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں تھی۔ میں سچ کہتا ہوں، اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے، تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر اس حالت میں مرجاتا تو میرے جنتی ہونے کی پوری اُمید تھی!"

"پھر ایک زمانہ آیا جس میں ہم بہت سے اونچ نیچ کام کر گئے۔ میں نہیں جانتا اب میرا کیا حال ہوگا؟"

مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا

"جب میں مروں تو میرے ساتھ رونے والیاں نہ جائیں، نہ آگ جائے۔ دفن کے وقت مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ میری قبر سے فارغ ہو کر اُسوقت تک مجھ سے قریب رہنا، جب تک جانور ذبح کر کے اُن کا گوشت تقسیم نہ ہو جائے۔ کیونکہ تمھاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہوگا پھر میں جان لوں گا کہ اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دوں؟" (طبقات ابن سعد)

بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں!

ہوش حواس آخر وقت تک قائم تھے۔ معاویہ بن خدیج عیادت کو گئے۔ تو دیکھا نزع کی حالت ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ آپنے جواب دیا "پگھل رہا ہوں۔ بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں۔ اس صورت میں بوڑھے کا بچنا کیونکر ممکن ہے؟" (عقد الفرید ابن عبد

حضرت ابن عباس سے سوال جواب

حضرت عبداللہ بن عباس عیادت کو آئے۔ سلام کیا۔ طبیعت پوچھی۔ کہنے لگے "میں نے اپنی دنیا کم بنائی مگر اپنا دین زیادہ بگاڑ لیا۔ اگر میں نے اُسے بگاڑا ہوتا جسے سنوارا ہے، اور اُسے سنوارا ہوتا جسے بگاڑا، تو یقیناً بازی لیجاتا۔ اگر مجھے اختیار ملے تو ضرور اسکی آرزو کروں۔ اگر بھاگنے سے بچ سکوں تو ضرور بھاگ جاؤں۔ اس وقت تو میں منجنیق کی طرح آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو رہا ہوں۔ نہ اپنے ہاتھوں کے زور سے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ پیروں کی قوت سے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ اے میرے بھتیجے! مجھے کوئی ایسی نصیحت کر جس سے فائدہ اٹھاؤں"

ابن عباس نے جواب دیا "آہ! اے ابو عبداللہ! اب نصیحت کا وقت کہاں؟ آپ کا بھتیجا تو خود بوڑھا ہو کر آپ کا بھائی بن گیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں رونے کو حاضر ہوں۔ جو مقیم ہے وہ سفر کا کیونکر یقین کر سکتا ہے؟"

عمرو بن العاص یہ جواب سنکر بہت افسردہ ہوئے اور کہنے لگے "اُف! کیسی سخت گھڑی ہے! کچھ اوپر اسّی برس کا سن! اے ابن عباس تو مجھے پروردگار کی رحمت سے مایوس کرتا ہے؟ الٰہی! یہ ابن عباس ہے جو مجھے تیری رحمت سے نا امید کر رہا ہے! الٰہی! مجھے خوب تکلیف دے، یہاں تک کہ تیرا غصہ دور ہو جائے اور تیری رضامندی لوٹ آئے"!

ابن عباس نے کہا "ہیہات! ابو عبداللہ! آپنے جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور اب دے رہے ہیں وہ چیز جو پرانی ہے! یہ کیسے ممکن ہے؟"

اسپر وہ آزردہ خاطر ہو گئے: "ابن عباس! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے؟ جو بات کہتا ہوں، اُسے کاٹ دیتا ہے!" (استیعاب)

موت کی کیفیت

عمرو بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے "مجھے اُن لوگوں پر تعجب ہے جن کے موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے" لوگوں کو یہ بات یاد تھی جب وہ خود اس منزل میں پہونچے، تو حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ قول یاد دلایا (ایک روایت میں ہے کہ خود اُنکے بیٹے نے سوال کیا تھا) عمرو بن العاص نے ٹھنڈی سانس لی: "جان من!" اُنھوں نے جواب دیا "موت کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ موت ناقابل بیان ہے۔ لیکن میں اسوقت صرف ایک اشارہ کر سکتا ہوں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان، زمین پر ٹوٹ پڑا، اور میں

(سلطان پاشا اطرش)

لیکن جهاد آزادي کے علم بردار سلطان پاشا اطرش نے هتیار ڈالنے سے انکار کر دیا - دمشق میں اُنکے بعض دوستوں کے پاس میں نے اُنکا ایک تار پڑھا هے - اُسمیں وہ لکھتے هیں :

" میں نے هتیار رکھنے سے انکار کر دیا هے - کیونکه مرد هتیار نہیں رکھا کرتے - میں صحراء کي طرف اپنے خاندان کے ساتھه جا رها هوں کیونکه برطاني حکام اور امیر عبداللہ نے مجھے علاقۂ ازرق میں رهنے نهیں دیا ! "

مجھے معتبر ذرایع سے معلوم هوا ہے که انگریزوں نے سلطان پاشا اطرش سے کہا تھا که " فلسطین چلے آئیں ' هم امن دینگے " اِس سے اُنکي غرض یه تھي که فرانس پر دباؤ رکھنے اور اپني مطلب براریوں کے لیے اُنھیں نظر بند کرکے رکھه چھوڑیں - مگر سلطان پاشا نے انکار کر دیا :

" میں نے قسم کھائي هے که کسي ایسے ملک میں هرگز نهیں رهونگا جس پر اجنبي علم لہراتا هو ! "

یه اُنکا قطعي جواب تھا !

پھر آخر سلطان پاشا کہاں پناہ لینگے ؟ یه سوال تھا جو برطاني ' فرانسیسي ' اور عربي حلقوں میں گشت لگا رها تھا - مگر اسکا جواب بہت جلد مل گیا اور ایسا ملا که سب کو حیرت هوگئي - لوگوں کو اچانک معلوم هوا که سلطان پاشا اطرش اور اُنکے ۴۵ رفیق' سلطان ابن سعود کے مہمان هوکر حجاز جا رهے هیں' اور پانچ سو سے زیادہ دروزي جو اینک مسلح هیں اور هتیار نه رکھنے کا فیصله کر چکے هیں ' وہ بھي عنقریب اسي طرف روانه هونے والے هیں -

لوگوں کو حیرت اِس وجه سے هوئي که نجدي از حد متعصب مشہور هیں - اس صورت میں وہ دروزیوں کے سردار کا کیونکر استقبال کرسکتے هیں جو اسلام کے تمام فرقوں میں سب سے زیادہ عام اسلامي رسوم و عوائد سے دور هیں ؟ لیکن واقعه یه هے که سلطان ابن سعود نے ایک مرتبه پھر اپني اور اپني قوم کي بے تعصبي اور عربي حمیت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کردیا - اُنھوں نے جونهي سنا که دروزي مجاهدین پر عرصۂ زمین تنگ هے ' فوراً دعوت دي اور اپنے جوار حمایت میں پناہ دینے کا اعلان کردیا - اُن کے طرز عمل نے صرف یہي ثابت نہیں کردیا که وہ اپنے عقائد میں حد درجه بے تعصب هیں ' حتی که دروز جیسے عقائد رکھنے والوں کو بھي اپنا مہمان بنا لیتے هیں' بلکه یه بھي ثابت کردیا که وہ فرانس اور برطانیا ' دونوں سے بے خوف هیں اور اداء فرض اسلامي و عربي کي راہ میں ان کي کوئي پروا نہیں کرتے - میں یه بات بھي آپ کے علم میں لاني چاهتا هوں که مجاهدین شام اور سلطان ابن سعود کے درمیان راہ و رسم پیدا کرنے کے لیے بعض هندوستاني زعماء نے جو سعي مشکور کي تھي' اس کا یہاں هر شخص کو اعتراف هے - یقیناً آپ کے لیے اس کي ضرورت نه هوگي که مزید تشریح کي جائے -

سب سے زیادہ تعجب لوگوں کو اِس پر هوا که سلطان پاشا اطرش ' دومة الجندل میں قیام کریں گے - " دومة الجندل " کے لفظ میں عربي تاریخ و روایت کے جو جذبات پوشیدہ هیں ' ان سے آپ بے خبر نه هونگے - جغرافیائي حیثیت سے اس مقام کي جو اهمیت هے ' وہ بھي آپسے پوشیدہ نه هوگي - یه وهي مقام هے جسے آج کل " جوف " کہتے هیں - یه نجد ' حجاز ' اور شرق اردن کي سرحدوں پر واقع هے ' اور جنگي نقطۂ نظر سے تینوں ملکوں کے لیے اهم ترین مقام هے - سلطان پاشا کا یہاں قیام یه معني رکھتا هے که وہ شام کي سیاست سے بالکل الگ نہیں هوگئے هیں' اور اُن کے دلوں کي امیدیں اب تک زندگي کي آرزوئیں رکھتي هیں !

(امن کے مظاهرے)

دروزیوں کے هتیار رکھدینے کے بعد هي هر طرف حکومت نے امن کے مظاهرے کرنا شروع کردیے هیں - دمشق کے اندر جتنے مورچے اور جنگي چوکیاں تھیں ' سب اٹھا لي گئي هیں - فوجي قانون کي عدالت بھي اٹھه گئي هے - جنگي قوانین بھي امروز فردا میں اٹھا دیے جائینگے - حکومت کي طرف سے کئي نئي سڑکیں جاري کرنے کا اعلان هوا هے - کئي نئي عمارتوں کي تعمیر بھي شروع هوگئي هے - اِن تمام باتوں سے حکومت کا مقصد یه دکھلانا هے که اب ملک حالت امن میں هے' اور اُس کي قوت تمام مخالفوں پر غالب آگئي هے -

هاں' ان کے جسموں پر تو غالب آگئي هے' لیکن دلوں پر جو زخم لگ چکے هیں ' وہ ایسے نہیں هیں جو صدیوں سے پہلے مندمل هو سکیں !

(هائي کمشنر کي مہر سکوت)

اب تک هائي کمشنر موسیو بونسو ' بالکل خاموش تھے ' اور اپنا انداز کچھه اس طرح کا بنا رکھا تھا ' گویا وہ ملک کو کچھه دینے اور اُس کے مطالبات منظور کرنے والے هیں - مگر دروزیوں کے هتیار رکھتے هي اُن کي مہر سکوت بھي ٹوٹ گئي - اُنھوں نے ایک اخبار کے نامه نگار سے شام کے مستقبل کے متعلق یه عجیب تصریح کي هے :

" اخبارات مجھے ملامت کر رهے هیں که میں خاموش هوں - مجھسے بولنے کا اصرار کیوں هے ؟ کیا یه چاها جاتا هے که میں کوئي ایسا وعدہ کرلوں جسے بعد میں پورا نه کروں ؟ میں عمل پسند کرتا هوں - قول پسند نہیں کرتا "

اخبار کے نمائندے نے بہت اصرار سے پوچھا " آخر شام کے مطالبات کب منظور کیے جائنگے ؟ کچھه تو کہیے ؟ " هائي کمشنر نے جواب دیا " آپ مجھسے یه خواهش کیوں کرتے هیں که دو دن کے اندر آسمان طیار کردوں ؟ "

همیں اس جواب کي معقولیت سے انکار نہیں - دو دن کے اندر موسیو بونسو کا آسمان جبھي بن سکتا هے ' جب بنانے والے نوک شمشیر سے بنا ڈالنے کا عزم کرلیں - اگر ایسا نہیں هے تو یقیناً دو صدیاں بھي اس کے لیے کافي نہیں - شام نے مجبور هوکر تلوار اٹھائي اور اپنا آسمان سیاست تعمیر کرنا شروع کردیا ' مگر افسوس هے که یه مرحله پہلے قدم میں طے هونے والا نه تھا - ان کي شمشیریں جن سے وہ آلۂ تعمیر کا کام لے رهے تھے ' ٹوٹ گئیں - اب دنیا کو انتظار کرنا چاهیے که یه ٹوٹي هوئي شمشیریں پھر ڈھالي جائیں ' اور از سر نو شام کي قسمت کا آسمان تعمیر کیا جا سکے !

نہیں کہا جاسکتا یه وقت کب آئیگا ؟ مگر یقین رکھیے اِس وقت کي آمد میں همیں کوئي شک نہیں هے - اگر شام کي تمام آبادي سے قطع نظر بھي کرلي جائے ' جب بھي صرف دروزي قبائل هي کا گروہ ایک ایسا گروہ هے جو اس طرح کي هزار نا کامیابیوں اور بربادیوں کے بعد بھي جنگ آزادي سے باز نہیں آسکتا - آج وہ تھک کر بیٹھه گئے هیں ' تو کسي دوسرے دن اٹھه بھي سکتے هیں - اس سفر میں وقفۂ و سکون کے بغیر چارہ نہیں - یه ضروري هے که جونهي اُنھیں دوسرا موقعه ملا ان میں سے هر متنفس کا سر اُس کي هتیلیوں پر آجائیگا - اور وہ پھر دنیا کو اپنے جهاد آزادي سے متعجب کردیں گے !

آزمودہ

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمّی ہوکر بلاتفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کرچکا ہو اور جسکو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے گورنمنٹ سے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہو۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کرچکے ہیں اُن سے تو اسکے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اسکی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہو لیکن ہندوستان جیسے وسیع تر اقلیم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بیشمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہو کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہو کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کرسکتا ہو۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہو؟ اعلیٰ قسم کے نواکہات مثل انگور۔ انار، سیب۔ رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ قسم کی ادویہ کا مرکب ہو جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہو۔ مفرح قلب ہو، خوش ذائقہ ہو۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دُور کرتا ہو اختلاج قلب دردسر و دوران سر و متلی وغیرہ کی شکایات کو رفع کرتا ہو۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہو

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہرا طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہو اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق ملک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہو کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہو اور جس کی ہر چیز دیسی ہو خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہو کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔

نوٹ۔ اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں۔ مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہو۔ لہذا آپ شربت خریدتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہو اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہو۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی **تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی**

* * *

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہو جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات، اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کرے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہو

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹن

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہو۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہو

* * *

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے، تو تامل نہ کیجئے اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہو

اور

جسے **ملک معظم** برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لیے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہو!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں و ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہو

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یُورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجے کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہو

لیکن سنہ ۱۹۲۵ء میں تعداد اموات ۵۹،۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ اسی طرح آتشک اور لیریا بھی بہت عام ہو اور بُری طرح مخلوق کو برباد کر رہا ہو۔

شراب

"میں شراب نوشی کے بارے میں آپ سے کچھ کہوں گا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم اٹالین شراب نوشی میں افراط کرنے لگے ہیں۔ پروفیسر تارا نے اپنی کتاب "اصول اقتصاد" میں لکھا ہو کہ اٹلی میں ۲۰ لاکھ ایکٹر زمین میں انگور کے باغ نصب ہیں۔ یعنی اٹلی کے انگوری باغوں کا رقبہ فرانس اور اسپین کے انگوری باغوں کے رقبہ سے ۱۰ لاکھ ایکٹر زیادہ ہو۔ اور یہ معلوم ہو کہ دنیا میں سب سے زیادہ شراب انہی دو ملکوں میں بنتی ہو۔"

"لیکن یہ امر قابل اطمینان ہو کہ شراب خواری سے موتیں برابر کم ہوتی جاتی ہیں۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں ۱۸۶۴ موتیں ہوئی تھیں لیکن سنہ ۱۹۲۵ء میں گھٹ کر ۱۳۱۵ ہو گئیں۔ پہلے ملک میں ۱۸۷،۰۰۰ شراب خانے تھے۔ ہمنے ۲۵ ہزار بند کر دئیے۔ آئندہ ہم اور بھی بہت سے شرابخانے بند کرنے والے ہیں۔ ہم بڑی آسانی سے یہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم فیسیشزم والے شرابیوں کے ووٹوں کے محتاج نہیں ہیں، جیسا کہ جمہوری عہد میں لوگ محتاج ہوا کرتے تھے۔ اب وہ عہد، ایک افسانہ بن چکا ہو"

آبادی

"ہمیں اُمید ہو کہ ناکتخدائی کے محصول سے حکومت کو سالانہ ۴ کروڑ سے ۵ کروڑ پونڈ تک آمدنی ہوگی۔ لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں یہ محصول محض خزانہ بھرنے کے لئے لگایا ہو؟ ہرگز نہیں۔ پھر اسکی کیا وجہ ہو؟ میں ابھی جواب دیتا ہوں۔

"بعض "عقلمند" کہتے ہیں ہم بہت ہیں، ہماری آبادی بہت زیادہ ہو۔ لیکن واقعہ یہ ہو کہ ہم بہت ہی کم ہیں۔ سیاسی، اقتصادی، اور معنوی قوت کے حصول کے لئے قوم کی آبادی زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ میں صاف لفظوں میں سوال کرتا ہوں کہ ۴۰ ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ کا ہوتا ہو) اٹالین، نوے ملین جرمن، اور دو سو ملین سلافیوں کا کیونکر مقابلہ کر سکتے ہیں؟ یہ مٹھی بھر اٹالین، ۴۰ ملین فرانسیسیوں اور ۹۰ ملین اُن کے مفتوحہ ممالک کی آبادی کے سامنے کتنی دیر ٹھہر سکتے ہیں؟ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ۴۶ ملین انگریزوں اور ساڑھے چار سو ملین اُن کی مفتوحہ آبادیوں کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہو سکتی ہو؟ اگر اٹلی چاہتا ہو کہ آفتاب کے نیچے اپنی ہستی برقرار رکھے، تو بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آئندہ ۲۵ سال میں اُسے اپنی آبادی کم سے کم ۶ کروڑ تک پہونچا دینی چاہیئے!"

"نسل کی کمی، قوموں کی تباہی کا سب سے پہلا سبب ہوتی ہو۔ روم کی تاریخ ہماری عبرت کے لئے کافی ہو۔ شہنشاہ اگسٹس کے عہد میں روم کی کیا حالت تھی؟ ظاہر میں تو بڑی شان و شوکت تھی، مگر باطن میں سلطنت، نمک کے پہاڑ کی طرح پگھل رہی تھی۔ رومن جمہوریت کی آخری صدی، یعنی جولیس سیزر کے وقت سے اگسٹس تک وہ زمانہ تھا جسمیں رومن ارباب حل و عقد روم کی نسل کی کمی سے لرزہ براندام تھے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ اگسٹس نے جبری نکاح کا قانون جاری کر دیا۔ مورخوں میں اختلاف ہو کہ یہ قانون مفید ہوا یا مضر؟ میرے خیال میں قانون کی مثال دوا کی سی ہو۔ دوا وقت ہی پر مفید ہو سکتی ہو۔ بے وقت استعمال سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح قانون بھی جب ضرورت کے وقت نافذ ہوتا ہو تو نفع پہونچاتا ہو، ورنہ بیکار یا نقصان رساں ثابت ہوتا ہو۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ یہ قانون مفید ہوا یا مضر لیکن میرے خیال میں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہو کہ قوموں کی قسمت، نسل کی کمی بیشی سے وابستہ ہو"

"تاریخ پر ایک نظر ڈالئے۔ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ فرانس کس زمانہ میں دنیا کا حاکم تھا؟ صرف اُس زمانہ میں جبکہ اُس کے پاس خاص اپنے فرزندوں کی ایک جرار فوج موجود تھی۔ اُس زمانہ میں جبکہ ۲۵ ملین فرانسیسیوں کے مقابلہ میں صرف چند ملین جرمن اور چند ملین اسپینی تھے۔ مگر بعد میں فرانس کمزور ہو گیا، کیونکہ اُس کی نسل گھٹنے لگی۔ سنہ ۱۸۷۱ء سے اب تک فرانس کی آبادی میں صرف ۲۰ لاکھ کا اضافہ ہوا ہو، حالانکہ اس کے مقابلہ میں جرمنی کی آبادی میں ۲۴ ملین اور اٹلی کی آبادی میں ۱۶ ملین کا اضافہ ہو چکا ہو"

"اسوقت یورپ کے بعض ملکوں میں شرح پیدائش یہ ہو:

سویڈن میں فی ہزار ۱۷
فرانس میں فی ہزار ۱۸
ناروے میں ۱۹
جرمنی میں ۲۰
ڈنمارک میں ۲۱
اٹلی میں ۲۹
بلغاریہ میں فی ہزار ۴۰

بلغاریہ سے زیادہ آبادی یورپ کے کسی ملک میں بھی نہیں بڑھ رہی ہو"

یہ تمام اعداد و شمار پیش کرنے کے بعد مقرر نے کہا:

"پس اگر ہماری آبادی ترقی نہیں کرے گی، تو ہم ہرگز اپنی عظیم الشان سلطنت قائم نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ ہم عنقریب مفتوح و محکوم ہو جائیں گے۔ اب وقت آ گیا ہو کہ حقائق کا اعلان کر دیا جائے۔ ورنہ ہم ہمیشہ یونہی اوہام اور دل خوش کن مگر بے نتیجہ خیالات میں زندگی بسر کرتے رہیں گے"

انتظامی حالت

اس کے بعد مسولینی نے ملک کی انتظامی حالت پر بحث کرتے ہوئے بتایا کہ اسوقت حکومت کے ہاتھ میں ایک لاکھ کی تعداد میں پولیس موجود ہو اور وہ جدید ترین اسلحہ سے مسلح اور بہترین ذرائع نقل و حرکت کی مالک ہو۔ چنانچہ فی الحال اٹالین پولیس کے پاس ۴۷۷، نئی قسم کی موٹریں ۲۹۰ لاریاں، ۱۹۸ موٹر سائیکلیں، ۹۸ اسٹیمر اور ۱۲ ہزار بائیسکلیں ہیں۔

پھر اتنی کثیر مقدار میں پولیس رکھنے کی ضرورت ثابت کرنے کے لئے مسولینی نے اعداد و شمار پیش کئے اور بتلایا کہ ملک میں جرائم کی کس قدر کثرت ہو؟ چنانچہ صرف ایک علاقہ "پونتین" میں ایک سال کے اندر حسب ذیل بڑے بڑے جرم واقع ہوئے:

پولیس سے لڑائیاں ۱۷۱ مرتبہ۔
عمداً آگ لگانے کے واقعات ۳۷۸
قتل ۱۶۹
چوریاں ۲۰۸۲
لوٹ ۴۰۴

فیسیسٹ حکومت کے مقاصد

اٹالین ڈکٹیٹر کی تقریر کا یہ حصہ سب سے زیادہ اہم ہو۔ اس لئے ہم اُس کا بڑا حصہ ترجمہ کرنے پر مجبور ہیں:

"آپ سب اُن حالات سے باخبر ہیں جن میں میں نے وزارت عظمیٰ کا قلمدان لیا تھا۔ نیز آپ کو ۳۱ نومبر کا وہ تاریخی دن بھی یاد ہو جسکی نظیر اس ملک میں مدتوں سے نہیں دیکھی گئی۔ ساتھ ہی وہ معمولی واقعہ بھی آپکے ذہن میں ہوگا جو میرے قتل کے اقدام سے تعلق رکھتا ہو۔ ٹھیک اُسی تاریخی دن، میں نے میز پر سے ایک کاغذ اُٹھایا تھا اور پنسل سے اُس پر وہ نظام عمل لکھ دیا تھا جس پر ملک کی حکومت کو چلنا چاہیئے۔ اُس نظام عمل کا خلاصہ یہ تھا کہ فیسیزم کے مخالف مٹا دئیے جائیں۔ یہ نظام عمل پوری طرح کامیاب ہوا، اور آج اس سرزمین پر ہمارا کوئی مخالف باقی نہیں رہا ہو!

"بیرونی دنیا میں مشہور کر دیا گیا ہو کہ میں نے ۲ لاکھ سیاسیوں کو نظر بند کر رکھا ہو۔ یہ سفید جھوٹ ہو۔ حقیقت صرف اس قدر ہو کہ ہم نے ۱۴۱۵ سیاسیوں کو تنبیہ کی، ۱۹۵۹ کو ملامت کی، اور صرف ۶۹۸ کو جلاوطن کر دیا!"

قارئین الہلال شاید ان دو لفظوں "تنبیہ" اور "ملامت" کے موجودہ اٹالین معانی نہ سمجھے ہونگے۔ مسولینی کی لغت میں "تنبیہ" کے معنی یہ ہیں کہ مخالف کو زبردستی کسٹرائل (ریندی کے تیل) کی ایک پوری بوتل پلا دینا۔ اور "ملامت" کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے پیٹ میں پٹرول کا ایک پورا ٹین اُتار دینا! یہ کسٹرائل اور پٹرول مسولینی کے بہت ہی خوفناک ہتیار ہیں۔ ان کے نام سے مخالف تھراتے ہیں۔ ادنیٰ سی مخالفت پر یہ عجیب و غریب مگر خوفناک سزائیں بے تامل دیدیجاتی ہیں!

اس کے بعد مقرر نے کہا

"بعض لوگ سمجھتے ہیں، سیاسی مجرموں کو جلد معافی ملنے والی ہو۔ میں اس کی تغلیط کرتا ہوں۔ سنہ ۱۹۳۲ سے پہلے معافی کا سوال پیش ہی نہیں ہو سکتا۔ کہا جاتا ہو یہ بہت سختی ہو۔ کیا یہ سختی ہو؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک قسم کا جلاب ہو اور اس سے مقصود بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو کہ وہ عناصر دور کر دئیے جائیں جو ہماری ہیئت اجتماعیہ میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ کیا طبیب کا مریض کو مسہل دینا سختی ہو؟ میں نہیں سمجھتا دنیا کا کوئی دانش مند انسان اس کا جواب اثبات میں دے سکتا ہو"

اٹالین انقلاب

"ہمارے انقلاب کو کون خونخوار قرار دے سکتا ہو؟ ہمارا انقلاب درحقیقت دنیا کا سب سے زیادہ قدرتی انقلاب ہو۔ جو ہمیں سفاک کہتا ہو، وہ ہمارے سامنے آئے، اور ہم سے رُو در رُو باتیں کرلے۔ کیا دنیا اس قدر جلد انقلاب فرانس کو بھول گئی؟ انقلاب فرانس، صحیح معنوں میں خونریز تھا۔ تقریباً ۳۰ آدمی روزانہ گلوٹین (انقلاب فرانس کے آلۂ قتل) کی نذر ہوتے تھے۔ یہ اُن ہزاروں مقتولوں کے علاوہ ہیں جنھیں قیدخانوں میں مار گیا، آگ میں جلایا گیا، پانی میں غرق کیا گیا۔ صرف مرد ہی قتل نہیں کئے جاتے تھے بچے اور عورتیں بھی قتل ہوتی تھیں۔ مجھے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپنے یقیناً وہ کتاب پڑھی ہوگی جس کا نام "عہد ہولناکی میں مقتول عورتیں" ہو۔ اس کتاب میں لکھا ہو کہ دو ہزار عورتیں بے دردی سے مار ڈالی گئی تھیں۔ بہت سی عورتیں صرف اس جرم میں ماری گئیں کہ اُنھوں نے صلیب کو بوسہ دیا تھا۔ اور انقلاب فرانس کے حکمراں سمجھتے تھے: یہ مذہبی عقیدت، رجعت پسندی کی علامت ہو۔ فرانس کے انقلابیوں کا عقیدہ تھا کہ "انقلاب کی کامیابی کے لئے خونریزی ضروری ہو" پھر ہم پر کیوں ملامت کی بوچھاڑ ہو؟ ہم تو صرف اپنی "مدافعت" کر رہے ہیں۔ نہ کہ انقلاب فرانس کی طرح حملہ!"

"بعض لوگ کہتے ہیں، ہر مجلس (پارلیمنٹ) میں مخالف جماعت کا وجود ضروری ہو۔ میں حقارت کے ساتھ یہ اصول ماننے سے انکار کرتا ہوں۔ میں کوئی مخالف جماعت دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اٹلی میں فیسیسٹوں کے علاوہ کسی جماعت کے لئے گنجائش نہیں ہو۔ ہاں، میں نہ تو کوئی مخالف اخبار جاری ہونے دوں گا، نہ کسی مخالف جماعت کا قائم ہونا گوارا کروں گا۔ آج پورا اٹلی صرف ایک جماعت رکھتا ہو، اور وہ میری جماعت ہو!"

"بعض لوگ خیال کرتے ہیں، مجھے حکومت کرنے کا شوق ہو۔ لیکن یہ غلط ہو۔ میرا سخت سے سخت دشمن بھی مجھے خودغرض اور حکومت کا بھوکا پیاسا نہیں بتا سکتا۔ میں حکومت کے سر پر صرف اس لئے ہوں

بریدِ فرنگ

اٹلی کے نئے اصول حکمرانی

مسولینی کی عجیب و غریب تقریر

موجودہ دنیا میں جمہوریت کے رد عمل نے شخصیت اور شخصی استبداد کے جو مظاہر پیدا کر دئے ہیں، شاید ان میں سب سے زیادہ عجیب مظہر اٹلی کا مسولینی ہو۔ ضرورتا ہے کہ دقت نظر کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے۔

پچھلے دنوں اٹلی کی مجلس (پارلیمنٹ) کا افتتاح کرتے ہوئے مسولینی نے جو تقریر کی تھی، وہ اپنی نوعیت کی پہلی تقریر ہو جو کسی موجودہ زمانے کی مجلس حکومت کے سامنے کی گئی ہو۔ اسمیں مسولینی نے وہ تمام پارلیمنٹری روایات پس پشت ڈالدیں جن پر آجتک عمل در آمد چلا آتا تھا۔ یورپ نے یہ تقریر دہشت اور استغراب کے ساتھ سُنی، لیکن اپنے سیاسی حلقوں کے پیچ در پیچ معاملات کی وجہ سے نکتہ چینی کی جرأت نہ کرسکا۔ البتہ امریکہ کے اخبارات نے اسپر سختی سے نکتہ چینی کی ہو۔ اُن کا متفقہ فیصلہ ہو کہ "مسولینی مجنون ہوگیا ہو"!

مسولینی مجنون ہو یا نہ ہو، لیکن اسمیں شک نہیں کہ یورپ کی موجودہ سیاست کا دماغ کوئی مجنونانہ قدم ضرور اٹھانے والا ہو!

اس تقریر کا بہت مختصر خلاصہ رویٹر ایجنسی نے ہندوستان کے اخبارات میں بھیجا تھا۔ اب یورپ کی تازہ ڈاک میں پوری تقریر آگئی ہو۔ ہم اُسکے بعض حصوں کا ترجمہ شایع کرتے ہیں تاکہ ناظرین الہلال یورپ کے موجودہ سیاسی مزاج کی ایک اہم حالت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

مسولینی نے مجلس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا:

"مجھے نہایت افسوس سے اعلان کرنا پڑتا ہو کہ آج میری تقریر مختصر نہیں ہوگی جیسی میری پچھلی تقریریں ہوائی ہیں۔ آج مجھے بہت سے معاملات پر بحث کرنی ہو۔ آج میں اٹالین قوم کے سامنے اُسکی اصلی تصویر پیش کرنی چاہتا ہوں۔ آج میری تقریر میں بہت سے اعداد و شمار بھی ہوں گے، اس لئے نہیں کہ اعداد و شمار، قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں، جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہو۔ بلکہ اس لئے کہ اعداد و شمار قوموں پر صحیح حکومت کرنے کے لئے ضروری ہیں، خصوصاً موجودہ زمانہ میں، جبکہ حکومتوں کے فرائض از حد پیچیدہ ہو رہے ہیں۔

"بنا بریں میری یہ تقریر بہت ضروری بھی ہوگی، اور شاید بہت تکلیف دہ بھی ثابت ہو۔ ضروری اس لئے کہ میں کوئی غیر ضروری بات نہیں کہوں گا۔ تکلیف دہ اس لئے کہ میں ایسی تصریحیں کروں گا جو شاید تلخ ہوں اور دنیا کے بعض مسلّم مبادیات کا خاتمہ کردیں البتہ وہ دلچسپ بھی ضرور ہوگی۔ کیونکہ میں اسمیں وہ خاص منطق استعمال کروں گا جو خود میں نے ایجاد کی ہو، جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہو (قہقہہ)

"میں اپنی تقریر کے اس حصہ میں ہنسوں گا، ہنساؤں گا، اور فیسیشزم کے داخلی اور خارجی دشمنوں پر طعنہ زنی کروں گا۔ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ حکومت کے وزیر اعظم کو ہمیشہ غیر دلچسپ تقریر کرنی چاہئے اور اُس میں صرف پیچیدہ اور مغلق الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔

"میری تقریر تین حصوں پر منقسم ہوگی:

(۱) نسل اور صحت کے لحاظ سے اٹالین قوم کی حالت

(۲) ملک کی انتظامی حالت

(۳) حکومت کی حکمت عملی کے نتائج حال و مستقبل میں۔

تندرستی

"ہر متمدن ملک میں تندرستی کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم مسئلہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ صحیح ہو تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہماری تندرستی فی الحال کیسی ہو؟ قوم کی جسمانی قوت بڑھ رہی ہو یا گھٹ رہی ہو؟ یہ سوال صرف ڈاکٹروں ہی سے مخصوص نہیں ہو۔ اسپر حکومت کو، بلکہ پورے ملک کو، نہیں، ملک کے ایک ایک فرد کو غور کرنا چاہئے"

اس کے بعد مقرر نے بتایا کہ گذشتہ ۴۰ برس کے اندر جلد موٹی ہو جانے کی بیماری اٹلی میں سب سے زیادہ عام رہی، مگر اب حکومت کی کوشش نے ملک کو اس سے نجات دیدی ہو۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں پورے ملک میں اس بیماری کے صرف ۱۰۸ مریض باقی رہ گئے تھے۔

تپ دق کے متعلق وزیر اعظم نے بتایا کہ اسوقت بھی یہ مرض بہت عام ہو اور ترقی کر رہا ہو۔ ۱۹۲۲ء میں اس سے ۵۲،۲۹۳ موتیں ہوئیں

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۳)

دونوں کے درمیان پڑ گیا ہوں (الکامل جلد ۱) گویا میری گردن پر رضوی پہاڑ رکھا ہو۔ گویا میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھر گئے ہیں۔ گویا میری سانس سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہو!" (ابن سعد)

دولت سے بیزاری

اسی حال میں اُنھوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کرکے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا "اسے لے لے" آپکے بیٹے عبد اللہ کا زہد مشہور ہو۔ اُنھوں نے کہا "مجھے اس کی ضرورت نہیں" عمرو نے کہا "اسمیں دولت ہو" عبد اللہ نے پھر انکار کیا۔ اسپر ہاتھ ملکر کہنے لگے "کاش اسمیں سونے کے بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں!" (الکامل ج ۱)

دعا

جب بالکل آخری وقت آگیا تو اُنھوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے مٹھیاں کس لیں۔ اور دعا کے یہ کلمات زبان پر تھے:

"الٰہی! تو نے حکم دیا اور ہمنے عدول حکمی کی۔ الٰہی! تو نے منع کیا اور ہمنے نافرمانی کی۔ الٰہی! میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہو ۴ جاؤں گا (ابن سعد و الکامل) اس کے بعد تین مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا اور جان بحق تسلیم ہوگئے (ابن سعد)

کیا آپکو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دنیا میں بہترین فاؤنٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہو؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپ کی زندگی بھر کام دے سکتا ہو

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

گے؟" میں نے سوال کیا۔

سب لاجواب ہوکر میرا مُنہ تکنے لگے۔ ایک نے کہا "پھر تمھاری کیا رائے ہے؟" میں نے کہا:

"ایک سخت اور نتیجہ خیز حرکت کی ضرورت ہے!"

"مگر ہمارا کیا حشر ہوگا؟ یہ برطانوی توپیں دیکھ رہے ہو!" وزیرِ داخلیہ نے آہستہ سے کہا۔

"تم وہاں چلے آنا جہاں میں جا رہا ہوں!" یہ میرا آخری جواب تھا۔

اب میں سلطان وحیدالدین سے رخصت ہونے کے لئے قصرِ یلدز میں پہونچا۔ سلطان نے اپنے کمرے میں مجھ سے باتیں شروع کیں۔ کمرے کی کھڑکیاں کھلی تھیں۔ باسفورس کی نیلگوں سطح سامنے تھی۔ برطانوی بیڑے لنگر انداز تھے۔ اُن کی توپوں کے دہانے خاص سلطان کے محل کی طرف تھے۔ ہم دونوں کی نظریں ایک ساتھ اُٹھیں اور انگریزی آہن پوشوں (ڈریڈ ناٹوں) پر پڑیں۔ سلطان اپنی خیانت سے واقف تھا۔ ہماری نظریں سمندر سے اُٹھ کر کمرے میں واپس آئیں، اور ایک دوسرے سے مل گئیں۔ مگر سلطان نے اپنی نظریں فوراً نیچی کرلیں۔ ریاکاری سے کہا "مصطفی! یہ دیکھتے ہو! میرا دل خون ہوتا ہے! افسوس عظیم ترکی قوم اب اس حالت کو پہنچ گئی کہ اُس کا سلطان، دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہے! اُس کی زندگی اُنکی توپوں کے رحم پر ہے! تم اناطولیہ جا رہے ہو۔ میری دعا ہے خدا تمھارا رفیق و مساعد ہو۔ ترکی قوم سے کہنا کہ اُس کا سلطان اس حال میں ہے!"

ایک لمحہ خاموش رہ کر سلطان نے پھر کہا "تمھارے کارنامے اب اس کتاب میں چلے گئے ہیں!" یہ کہکر اُنھوں نے اپنے سامنے رکھی ہوئی ایک کتاب پر زور سے ہاتھ مارا۔ پھر کہنے لگے "ہاں، اب تمھارے کارنامے تاریخ کے حوالے ہوگئے ہیں۔ اب تم اُنھیں بھول جاؤ اور نئے کارنامے کر دکھاؤ کہ سلطنت تباہی سے نکلے!"

اس جملہ سے سلطان کا مطلب یہ تھا کہ میں اناطولیہ جاکر اتحادیوں کے مخالف خیالات کا خاتمہ کر ڈالوں۔ میں اُن کی غرض سمجھ گیا:

"اعلیٰ حضرت! یقین کریں میں کسی ایسے کام کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا جس سے ملک کو نجات حاصل ہو!"

میں نے یہ کہا اور سلطان کو تسکین ہوگئی۔ دونوں کی زبانوں پر بات ایک ہی تھی، لیکن دونوں کے مقصد میں کتنا عظیم بُعد تھا؟

قصر سے میں نہایت متاثر نکلا اور "شیشلی" میں اپنے مکان پہونچا۔ یہاں مجھے ایک دوست نے خبر پہنچائی کہ "اتحادی طاقتوں نے سازش کی ہے کہ تمھارے جہاز کی روانگی میں دیر ہوجائے۔ تاکہ اُنکے جہاز بھی سفر کے لئے طیار ہو جائیں اور بیچ سمندر میں تمھارا جہاز غرق کر دیں!"

یہ سنتے ہی میں فوراً موٹر پر تیزی سے ساحل کی طرف روانہ ہوگیا کیونکہ اب ایک منٹ کی دیر بھی خطرناک تھی۔ میں نے جہاز پر پہنچتے ہی کپتان کو روانگی کا حکم دیا۔ لیکن جہاز روانہ نہ ہوا۔ بار بار میرے سوال کرنے پر کپتان نے کہا: "محکمۂ جہازرانی کے ماہر اسوقت جہاز کے کل پرزے معائنہ کر رہے ہیں۔ اُن کا حکم ہے، جب تک وہ اجازت نہ دیں جہاز نہ چلے"۔ اب مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی سازش کی گئی ہے۔ میں نے بڑی سختی سے کپتان کو حکم دیا "ان ماہروں سے کہدو۔ فوراً جہاز سے نکل جائیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو تم اُن کی پرواہ نہ کرو، جہاز کا لنگر اُٹھا دو"

کپتان کو مجبوراً یہی کرنا پڑا۔ کچھ دُور آگے چلکر میں نے کپتان کو حقیقتِ حال سے واقف کیا۔ وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا "میرا جہاز بہت پرانا اور سُست رفتار ہے۔ جنگی جہازوں سے بھاگ نہ سکے گا"

میں نے کہا "کوئی پرواہ نہیں۔ ساحل کے قریب قریب چلو۔ اگر جہاز غرق ہوگا تو میں خشکی تک جان بچا لے جا سکوں گا"

چنانچہ میری حسبِ ہدایت جہاز کنارے کنارے چلا۔ یہاں تک کہ میں منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ انگریزوں کے جنگی جہاز میرے پیچھے چلے تھے۔ مگر خوش قسمتی سے میں بہت آگے نکل گیا تھا۔ اور سمندر میں طوفان شروع ہوگیا تھا جسنے انگریزی جہازوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اصل یہ ہے کہ اُس حکیم کارساز کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ میرے ناچیز ارادے کامیاب ہوں۔ اس لئے دشمنوں کی کوئی تدبیر میری راہ روک نہ سکی!"

غازی کا ورود

بہرحال تالیوں اور نعروں کے شور میں غازی ممدوح کا جہاز قدیم شاہی محل "طولما باغچہ" پہونچا۔ ایک طرف پُرجوش باشندوں کا شور تھا، دوسری طرف تمام قلعوں اور جنگی کشتیوں سے توپوں کی سلامی داغی جا رہی تھی!

"طولما باغچہ" میں غازی نے آرام نہیں کیا۔ فوراً فوجی اور ملکی افسروں کو ملاقات کے لئے طلب کرلیا۔ اُس کے بعد ملاقات کے ایوان میں پہنچے۔ یہاں شہر کے ۵۰۰ نمائندے سلام کے لئے جمع تھے۔

میں نے ایک مرتبہ یہ شاہی ایوان اب سے پہلے بھی دیکھا تھا۔ یہ وقت سلطانوں کا تھا۔ اسمیں پُرشکوہ تخت شاہی رکھا تھا۔ اُسکے گرد زرکش لباسوں، چمکیلے تمغوں، مطلا تلواروں سے آراستہ، وزراء و اُمراء کھڑے تھے۔ اور شاہی ہیبت و جلال کا ایک عجیب منظر پیدا ہوگیا تھا!

آج پھر مجھے اس کی زیارت کا موقعہ ملا۔ لیکن آج وہ ہر قسم کی چمک دمک سے خالی تھا۔ بالکل سادہ تھا۔ کسی قسم کا کوئی تکلف نظر نہیں آتا تھا۔ صرف شہر کے نمائندے جمع تھے۔ آزادی سے چلتے پھرتے تھے۔ اور مساویانہ رُوح میں اپنے رئیسِ حکومت سے مصافحہ کر رہے تھے۔ بلاشبہ پچھلی شوکت و جبروت اب مفقود ہوگئی ہے لیکن سادگی اور حقیقت نے اس سے کہیں زیادہ حقیقی تاثیرِ عظمت پیدا کردی ہے!

یہیں آستانہ کی مجلس بلدیہ (میونسپلٹی) کا سپاسنامہ پیش ہوا۔ غازی نے جواب میں ایک برجستہ تقریر کی۔ اُن کی آواز حسبِ عادت بہت صاف، بلند، اور مضبوط تھی۔ پورا ایوان گونج رہا تھا۔ تقریر کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

غازی کی تقریر

"میں خوش نصیب ہوں کہ آج آپکے واسطے سے آستانہ، اُسکے باشندوں، اُس کی انجمنوں، اور اُس کی تمام جماعتوں کو سلام کر رہا ہوں۔ سچ یہ ہے کہ میں اُن شاندار مظاہرات سے از حد متاثر ہوا ہوں جن کے ذریعہ میرے ہموطنوں نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ آپ میری جانب سے بہت بہت شکریہ قبول کیجئے۔

"آج پورے ۸ سال کے بعد میں نے آستانہ کی صورت دیکھی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ حسرت اور فراق کی گھڑیاں بہت سخت، دراز، اور تلخ ہوتی ہیں، تو آپ آسانی سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ میں نے آستانہ کی جُدائی میں یہ آٹھ برس کیونکر گذارے ہونگے؟"

"آستانہ، جو دو عظیم دنیاؤں کے مابین واقع ہے، ترکی وطن کی زینت، ترکی تاریخ کی دولت، ترکی قوم کی آنکھ کا تارا ہے۔ تمام ابنائے وطن کے دلوں میں اُس کی محبت جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ ایک مرتبہ جب منحوس حوادث نے یہ شہر گھیر لیا تھا، تو نہ صرف تمام ترکوں کے بلکہ تمام مشرق کے دل زخمی ہوگئے تھے۔ اُن میں ایک میں بھی تھا اور اپنے پہلو میں خونچکاں دل لئے پھرتا تھا"

"لیکن آج ہم دیکھتے ہیں، تاریک راتوں نے نورانی آفتاب کی شعاعیں پیدا کردیں۔ رات کب کی ختم ہوچکی ہے اور ہماری تاریخ کا نیا دن طلوع ہوچکا ہے!"

"مضطرب اور روتے ہوئے آستانہ کو میں نے ۸ سال پہلے اس حال میں چھوڑا تھا، کہ میرا دل زخموں سے چُور تھا، اور ایک شخص بھی مجھے خدا حافظ کہنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ لیکن آج میں آستانہ آیا ہوں، تو اُس کا خندۂ مسرت اور قہقہۂ انبساط میرے سامنے ہے! اسکا حُسن اب دوبالا ہوگیا ہے۔ میرا دل بھی مطمئن ہے، میں اسوقت اپنے آپ کو استانبولیوں کی محبت بھری گود میں پاتا ہوں۔

"گزشتہ ۸ سال، یعنی ہماری ہیئتِ اجتماعیہ کا عہدِ جدید، بغاوتوں، انقلابوں، اور اُن کے نتائج سے لبریز ہے۔ ہماری قوم نے سیاسی، اجتماعی، تمدنی ترقی کے لئے اس عہد میں جو قابلیت ظاہر کی ہے، وہ بلاشبہ عظیم قابلیت ہے۔ ہمپر فرض ہے کہ پوری ہوشیاری اور پورے عزم سے اس قابلیت کو برابر ترقی دیتے رہیں۔ وطن کی تعمیر اور قوم کی ترقی، بہت ہی عظیم غیرت اور بہت ہی عظیم جہاد کا مطالبہ کرتی ہے۔ اسوقت ہمارا ایک عظیم ترین کام یہ ہے کہ مفید اور ضروری علم و فن کے ذریعہ قوم کے جذبات اور ضمیر کی تربیت کریں تاکہ وہ جلد سے جلد حقیقی تمدن اور حقیقی سعادت تک پہنچ جائے۔"

"میں آپ سے اے عزیزانِ آستانہ! یہ کلمے اس محل میں کہہ رہا ہوں۔ اب سے ۸ برس پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ اسمیں ایک ایسی شخصیت رہتی ہے جسے، ولیوں کی قوت حاصل ہے! آج یہ محل اُس شخص سے خالی ہے جسے "ظل اللہ فی الارض" (زمین پر خدا کا سایہ) کہتے تھے۔ آج یہ محل، قوم کی ملکیت ہے، جو سایہ نہیں بلکہ محسوس حقیقت ہے۔ اسوقت میرا وجود اس محل میں صرف اس لئے ہے کہ میں بھی قوم کا ایک فرد اور اپنی قوم کا مہمان ہوں..."

اس تقریر کے بعد غازی نے ایک ایک کرکے تمام حاضرین سے مصافحہ کیا۔ پھر محل کے باغ میں فوجی قواعد دیکھی۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ موصوف اسی اثنا میں تھریس کا بھی دورہ کریں گے۔ یہ افواہ بھی گشت کر رہی ہے کہ صوفیا اور بلگراڈ بھی جائیں گے تاکہ بلغاریہ اور یوگوسلاویا سے عہدنامے سرانجام دیں۔

جامع الشواہد

طبعِ ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کسطرح اپنی عبادتگاہوں کا دروازہ بلا امتیازِ مذہب و ملت تمام نوعِ انسانی پر کھول دیا ہے۔

سنہ ۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظرِ ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے قیمت ۱۲؍ منیجر (الہلال) کلکتہ

کہ حکومت کو میری ضرورت ہے۔ اٹلی کا فیصلہ یہی ہے کہ موسولینی حکومت کرے۔ لہذا موسولینی برابر حکومت کرتا رہیگا!"

دُنیا کا امن

"حضرات! دُنیا کا امن ہنوز خطرے میں ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ برلن میں ۱ لاکھ ۲۰ ہزار آدمیوں کا مظاہرہ ہوا تھا۔ اُن کے جھنڈوں پر یہ عبارت کندہ تھی: "طرابلس سے زیگا تک!" لہذا ابھی امن امان کی گفتگو قبل از وقت ہے۔ ہمیں پوری مستعدی سے اپنی برّی، بحری، اور ہوائی قوتوں کو ترقی دینی چاہیئے۔ ہمارے پاس کم سے کم ۵ لاکھ برّی فوج ہر وقت طیار رہنی چاہیئے۔ میری نظر میں سب سے زیادہ اہمیت ہوائی قوت کی ہے۔ ہمارا ہوائی بیڑا زیادہ سے زیادہ طاقتور ہونا چاہئے۔ ہمارے ہوائی جہازوں کو اتنا بڑا ہونا چاہیے کہ اُن کی آواز، دُنیا کی تمام آوازوں کو دبا لے، اور اُن کے پر سورج کی کرنیں زمین تک پہنچنے سے روک دیں۔ سنہ ۱۹۳۵ء سے سنہ ۱۹۴۰ء تک کا درمیانی زمانہ یورپ کی قسمت کا آخری فیصلہ کرے گا۔ اُسوقت ہمارے پاس اتنی قوت ہونی چاہیے کہ ہم دُنیا کو اپنی آواز سُننے اور اپنے حقوق منوانے پر مجبور کرسکیں"...!

اس تقریر کا ایک قابلِ لحاظ پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں بادشاہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ امریکن اخبار اس سے استدلال کرتے ہیں کہ عنقریب شاہ معزول ہو جائے گا اور اٹلی کے تختِ شاہی پر بھی مسولینی ہی کے قدم چڑھتے نظر آئیں گے۔

تصحیح

الہلال نمبر ۳-۴ کے مذاکرۂ علمیہ میں ایک مضمون بعنوان "عمالیق" درج ہوا تھا۔ اسمیں درازیِ قد کے طبی اسباب پر بحث کرتے ہوئے ایک خاص قسم کی سُرخی گلٹی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسمیں ایک غلطی ہوگئی ہے۔ براہ عنایت قارئینِ الہلال اس کی تصحیح کرلیں۔ انگریزی میں اس گلٹی کا نام Paraliad gland چھپ گیا ہے۔ حالانکہ صحیح نام Pituitary gland ہے۔ میں عبدالرحیم صاحب میڈیکل اسکول امرتسر کا شکرگزار ہوں جنھوں نے اسپر توجہ دلائی۔ انگریزی کی غلطی کی وجہ سے اس کے ترجمہ میں بھی غلطی ہوگئی۔ چونکہ مضمون کے مسودہ ہی میں یہ غلطی ہوگئی تھی، اس لئے جب اُس کے لئے عربی اصطلاح دیکھی گئی تو قدرتی طور پر وہ لفظ اختیار کیا گیا جو Paraliad gland کے لئے ہے اور وہ "الغدۃ النکفیۃ" ہی ہے۔ لیکن چونکہ یہ وہ گلٹی ہی نہیں ہے۔ اس لئے "غدۃ النکفیۃ" بھی نہیں ہے۔ Pituitary gland کے لئے عربی تشریح میں دماغی اور نخامی غدہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

ان دونوں گلٹیوں کے محل اور خواص میں فرق یہ ہے کہ "غدۂ نکفیہ" کان اور کنپٹی کے درمیان ہوتی ہے، اور اس کا فعل یہ ہے کہ ایک خاص طرح کی رطوبت خارج کرتی ہے۔ لیکن غدۂ دماغی کا محل دوسرا ہے۔ وہ سر کے نیچے اور ناک کے عقب میں واقع ہے، اور اس کے خواص وہی ہیں جو مضمونِ مذکورہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ صاحب "توضیح فی اصول التشریح" نے (جو جدید فنِ تشریح میں لکھی گئی ہے) اس کے لئے صرف دماغی گلٹی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (ابوالکلام)

بريد شرق

مکتوبِ قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی آمد۔ تاریخ کی یاد۔ غازی کی تقریر

غازی کی آمد

بالآخر غازی مصطفیٰ کمال پاشا، قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ کئی ہفتے سے پورا شہر استقبال کی طیاریاں کر رہا تھا۔ آج صبح سورج نکلا تو شہر عروسِ نو کی طرح آراستہ تھا۔ پہلے سے معلوم تھا کہ بندرگاہ "ازمیت" سے غازی، یخت (جہاز) "ارطغرل" پر بیٹھیں گے اور اُسی پر آستانہ پہنچیں گے۔ چنانچہ مقامی حکام اور شہر کے نمائندے پہلے ہی سے ازمیت کی طرف استقبال کو روانہ ہوگئے تھے۔ یہاں کے سمندر میں جتنے بھی جہاز، اسٹیمر اور کشتیاں موجود تھیں، باشندوں سے لبریز ہوگئی تھیں، اور سب "جزائر امراء" کی طرف استقبال کے لئے روانہ تھیں۔ باقی جتنی مخلوق تھی، ساحلوں پر سمٹ آئی تھی۔ سویرے میں نے مکان کی بالائی منزل سے منہ نکالکر دیکھا، تو سمندر کے کنارے کنارے انسانی سروں کا ایک صحرائے بے کنار نظر آتا تھا!

غازی کا یخت، جوں ہی "جزیرۃ الامراء" کے سامنے پہونچا، بیک وقت لاکھوں منہ کھل گئے، اور اتنا بڑا نعرہ بلند ہوا، کہ سواحل ایشیا اور سواحل یورپ کے پہاڑ تک گونج اٹھے!

یہ منظر دیکھ کر بے اختیار میرے آنسو نکل پڑے۔ مجھے اب سے ۸ سال پہلے کا زمانہ یاد آگیا۔ یہ زمانہ ترکی تاریخ کا سب سے زیادہ تاریک زمانہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب جنگِ عظیم نے ترکی سلطنت کی جڑیں ہلا ڈالی تھیں، تمام شیرازہ بکھر گیا تھا۔ خود پایۂ تخت پر اتحادیوں کا قبضہ تھا۔ اور سلطان اُنکے ہاتھ میں قیدی تھا۔ مجھے یاد آیا، اُس وقت اس شہر پر کیسا سناٹا چھایا ہوا تھا؟ موت کا سا سناٹا! تمام زبانیں گنگ تھیں۔ اتحادی بیڑے اپنی بے پناہ توپوں کے دہانے محلِ سلطانی کی طرف کئے صف آرا تھے، اور سلطان کا دل خوف سے تھرا رہا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ یہی مصطفےٰ کمال جن کے سامنے آج لاکھوں نظریں فرشِ راہ ہو رہی ہیں، اب سے ۸ برس پہلے اسی قسطنطنیہ میں سر نیچا کئے، غمگین صورت بنائے، بازاروں میں جا رہے تھے، اور خود میں نے اپنی انھیں آنکھوں سے اُن کا پژمردہ چہرہ دیکھا تھا۔ وہ اُسوقت بھی گمنام نہ تھے۔ وہ درۂ دانیال کے ہیرو تھے۔ مگر جنگ، شکست پر ختم ہوئی تھی، اس لئے جنگ کے تمام ہیرو سرنگوں ہو رہے تھے۔ کوئی اُن کی بات تک نہ پوچھتا تھا، بلکہ اُن سے نفرت کیجاتی تھی، کیونکہ عام اعتقاد یہی تھا کہ ملک پر تمام مصیبتیں انہی کے ہاتھوں نازل ہوئی ہیں!

مصطفےٰ کمال پاشا کی آمد نے تمام پچھلے ہولناک واقعات کی یاد دلوں میں تازہ کردی۔ جنھیں معلوم ہے اُنھیں معلوم ہے، جنھیں معلوم نہیں، وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں، ۸ سال پہلے غازی مصطفےٰ کمال قسطنطنیہ سے کیونکر گئے تھے؟ یقیناً یہ سوال اب تاریخ کا عنوان بن گیا ہے۔ ضروری ہے، ہم اُسپر چند کلمے کہیں۔ لیکن ہماری تشریح سے کہیں بہتر یہ ہوگا کہ خود غازی موصوف کی زبان سے یہ کہانی سُنا دی جائے۔ حال ہی میں اُنھوں نے ایک اخبار کے نمائندے سے کہا تھا:

اَب سے ۸ برس پہلے!

"جب آستانہ میں اتحادیوں کے مظالم حد سے تجاوز کرگئے، اور علانیہ زیادتیاں ہونے لگیں، تو میرے لئے یہاں قیام ناممکن ہوگیا۔ میں نے عزم بالجزم کرلیا کہ اناطولیہ چلا جاؤں۔ وہاں ترکی قوم کو تمام حالات سے مطلع کردوں، اور اگر ممکن ہو، تو اس راہ میں اپنی جان بھی قربان کردوں۔ میں نے اپنے اس ارادہ سے بعض دوستوں کو آگاہ کیا۔ اُن کی سعی و اعانت سے مجھے کامیابی ہوئی۔ تقریب یہ ہوئی کہ علاقۂ صامسون اور اناطولیہ کے بعض حصوں میں اتحادیوں کے خلاف شورش پیدا ہونے لگی۔ داماد فرید پاشا وزیر اعظم ڈرے، کہیں یہ شورش خطرناک صورت اختیار نہ کرے۔ اُنھوں نے ایک ایسا شخص اناطولیہ بھیجنا چاہا جو ہر طرح کی بےچینی کا قلع قمع کر سکتا ہو۔ اُن کی نظرِ انتخاب مجھ پر پڑی اور مجھے مشرقی صوبوں کا جنگی انسپکٹر مقرر کردیا گیا۔ مگر اُن کے دل میں کچھ کھٹک ضرور تھی۔ وہ بار بار اپنا فیصلہ منسوخ کر دیتے تھے۔ خود وہی نہیں، وزیرِ جنگ کو بھی میرے انتخاب پر اعتراض تھا۔ حتیٰ کہ وزیر جنگ نے حکم پر دستخط ثبت کرنے سے انکار بھی کردیا تھا۔ اُسنے کہا تھا میں مُہر کئے دیتا ہوں۔ اگر اس انتخاب سے کوئی خرابی پیدا ہوئی تو میں انگریزوں سے یہ کہکر پیچھا چھڑا لونگا کہ مجھے اس شخص کے انتخاب کا کوئی علم نہیں تھا۔ میری مُہر چوری سے لگا دی گئی ہے!"

لیکن بالآخر میری باضابطہ تقرری ہوگئی۔ ۱۹ مئی سنہ ۱۹۱۹ء کو مجھے جہاز "باندرمہ" سے روانہ ہونا تھا۔ روانگی کے وقت میں وزیروں سے رخصت ہونے کے لئے باب عالی گیا۔ وزراء نہایت بدحواس ہو رہے تھے۔ وزیر داخلیہ نے دوڑ کر مجھ سے کہا:

"تم نے کچھ سُنا؟ شرارت کی حد ہوگئی! یونانیوں نے سمرنا پر فوجیں اُتار دیں!"

وزیر بحریہ نے بھی یہی کہا۔ میں نے کہا:

"پھر اب کیا کروگے؟"

"ہم احتجاج کرینگے" اُنھوں نے دیر تک سوچنے کے بعد افسردگی سے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے۔ مگر کیا تمھارے احتجاج سے یونانی سمرنا خالی کردیں

یہ وہ علاقہ ہو جس میں قدرت اپنی تمام رعنائیوں اور نعمتوں کے ساتھ خود اُتر آئی ہو۔ میں آپ کو ایک بہت بڑے راز سے واقف کرتا ہوں۔ برٹش دوست موسیو ڈلکاسا برطانیہ سے گفت و شنید کر رہے ہیں کہ فرانس انگریزوں کے لئے مصر چھوڑ دے، اور انگریز مراکش میں ہماری کوئی مخالفت نہ کریں"

میرے دوستو! ایک لمحہ کے لئے دولت و ثروت کے اُن خزانوں کا تصور کرو جو مراکش میں تمہیں حاصل ہونگے۔ پوری سرزمین زرخیز ہو۔ بیش قیمت کانوں سے لبریز ہو۔ تم وہاں کی کانیں کھولوگے۔ بیحساب غلہ پیدا کروگے۔ دولت اتنی حاصل ہوگی جس کا اسوقت تصور بھی نہیں کیا جا سکتا"

"کیا اس کے بعد بھی تم باہمی منافست میں مبتلا رہوگے؟ حالانکہ تم ہی دونوں گروہ اس نئی سرزمین کے مالک ہو۔ تم دونوں کو تمام فرانسیسیوں پر خاص امتیاز حاصل ہو۔ سب سے پہلے تم ہی نے اس سرزمین میں اسلام کا جھنڈا نیچا کیا۔ اسلام کے ملک پر مسیحیت کا سکہ بٹھا دیا، اور اسلام اور مسلمانوں سے واقفیت بہم پہونچائی۔ لہذا تم ہی افریقہ کے تمام اسلامی ملکوں کے مالک ہوگے۔ راس قابس سے بحر اٹلانٹک تک، اور بحر متوسط سے صحرا اعظم تک، تمام علاقے تمہارے ہی ہیں، لیکن باہم متحد ہو جاؤ، اور پھوٹ ڈالکر فرانس کی مجتمعہ قوت پارہ پارہ نہ کرو"

اس تقریر پر ہر طرف سے مرحبا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ دونوں طرف سے حریف آگے اٹھے اور باہم مصافحہ کرنے لگے۔ شراب کے نئے جام بھرے گئے، اور مسرت کے نعروں میں خالی ہوگئے!

یہ واقعہ اور اس واقعہ کا پورا منظر اب تک میری آنکھوں میں ہو۔ اُس دن میں سمجھا کہ فرانس کی مشرقی حکمت عملی کیا ہو اور اُس کی بنیاد کس چیز پر ہو؟ اُس دن مجھے معلوم ہوا کہ ہمارا ملکی اتحاد صرف اس بنیاد پر قائم ہو کہ اہل ملک کے لئے ہمیشہ مشرق میں نئے شکار مہیا کرتے رہیں۔ ہماری سوسائٹی کے مختلف طبقوں کا باہمی اتحاد اس لئے نہیں ہو کہ انصاف میں وہ متفق ہیں۔ صرف اس لئے ہو کہ ظلم میں کوئی اختلاف نہیں!

اٹلی اور یمن

یمن پر اٹلی کا دانت مدت سے ہو۔ لیکن برطانیہ کی رقابت ہمیشہ اُس کا راستہ روک دیتی تھی۔ اب باہم سمجھوتہ ہوگیا ہو۔ اور اٹلی یمن کی طرف بے کھٹکے بڑھ رہا ہو۔ یہ واقعہ ہو کہ پچھلے چند ماہ کے اندر اٹلی نے صنعا میں بہت اثر پیدا کر لیا۔ ایک زمانہ میں امام یحییٰ اٹلی کا نام بھی سننا نہیں چاہتے تھے، مگر اب وہ اُس سے معاہدہ کر رہے ہیں، سامان جنگ لے رہے ہیں اور اپنی فوجی تربیت کے لئے اٹالین افسروں کے طلبگار ہیں!

گزشتہ ہفتہ ان "دوستانہ علائق" نے ایک نیا قدم اُٹھایا ہو۔ یمن کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اُس کا سیاسی وفد یورپ گیا ہو۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہو کہ "یمنی وفد، یورپ کے بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کریگا تاکہ یورپین تمدن کا مطالعہ کرے، پھر قسطنطنیہ اور انگورہ جائے گا" اس اعلان میں اٹلی کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ اس کی اصلی غرض اٹلی ہی کا ہو۔ یہ وفد روم پہنچ گیا ہو۔ امام یحییٰ کے منجھلے بیٹے "امیر محمد" اُس کے رئیس ہیں، اور سید عبد اللہ ابراہیم، سید عباس علی، قاضی علی عمری، قاضی راغب رکن ہیں۔ قاضی راغب، حکومت صنعا کے وزیر خارجہ ہیں اور یمن میں تنہا شخص ہیں جو ایک یورپین زبان (فرانسیسی) جانتے ہیں۔ اس وفد نے آتے ہی موسولینی اور شاہ اٹلی سے طویل ملاقاتیں کیں۔ ہم نہیں چاہتے اپنے سوء ظن کا اسے نشانہ بنائیں لیکن اٹلی کے نیم سرکاری اخبار "کوریرا ڈلی ڈالا سیرا" کا ایک جملہ نقل کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ جملہ اٹلی اور یمن کی دوستی کی بہترین شرح ہی:*

باب التفسیر

تفسیر سورۂ فاتحہ کا ایک صفحہ

صفات الٰہی کے انسانی تصور کی تکمیل

اور

اُس کا سلسلۂ ارتقا

الحمد للہ رب العالمین

قرآن حکیم نے انسان کو خدا کے اعتقاد اور تصور کی دعوت دیتے ہوئے، سب سے پہلے جن صفات کا حسن و جمال بے نقاب کیا ہو، وہ تین صفتیں ہیں: ربوبیت، رحمت، عدالت!

الحمد للہ رب العالمین:	ساری تعریفیں، ہر قسم اور ہر طرح کی ثنائیں، حسن و جمال کی شیفتگی اور خوبیوں کمالوں کے اعتقاد کے ساتھ جو کچھ بھی
الرحمٰن ۔ الرحیم،	
مالک یوم الدین!	
(فاتحہ)	

کہا جا سکتا ہو، وہ سب کچھ، اللہ کے لئے ہو! وہ اللہ! جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہو۔ جس کی ربوبیت کائنات ہستی کی ہر مخلوق کو اس کی زندگی اور بقا کا تمام سامان بخشتی، اور اُس کی پرورش کی ساری ضرورتیں مہیا کرتی ہو! جو رحمت والا ہو، اور جس کی رحمت کی بخشائشیں تمام عالم خلقت کو اپنے نوال رحمت سے مالامال کر رہی ہیں! جس کے قبضہ و تصرف میں جزا و سزا اور مکافات کا دن ہو، اور جس کی عدالت نے ہر کام کے لئے بدلہ اور ہر بات کے لئے نتیجہ کا قانون جاری و نافذ کر دیا ہو!

سورۂ فاتحہ قرآن کی ابتدا ہو، اور فاتحہ کی ابتدا تصور الٰہی کی اسی بنیادی جلوہ نمائی سے ہوتی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن نے خدا کے تصور و اعتقاد کا جو نقشہ کھینچا ہو، وہ ربوبیت، رحمت، اور عدالت کا نقشہ ہو۔ انہی تین صفتوں کے تفکر سے ہم قرآن کے تصور الٰہی کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

تصور الٰہی کا تدریجی ارتقا

دنیا کی ہر چیز کی طرح انسان کا فکر و عمل، اور انسانی فکر و عمل کی ہر بات کی طرح اُس کے روحانی تصورات نے بھی بہ تدریج پستی سے بلندی کی طرف اور نقص سے کمال کی طرف ترقی کی ہو۔ روحانی تصورات کی پہلی بنیاد ایک خالق کائنات ہستی کا تصور ہو۔ جس وقت سے انسان کی تاریخ روشنی میں آئی ہو، اُس کے اس تصور کی تاریخ بھی شروع ہو جاتی ہو۔ اگر پرانے سے پرانے عہد کے تصور سے لیکر، موجودہ ادیان عالم کے عہد تک کے تمام تصورات سامنے رکھے جائیں، اور یکے بعد دیگرے اُن کی نوعیت پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آجائے گا کہ ایک تدریجی ارتقاء کا سلسلہ ہو جو اشیاء و اجسام کے ارتقاء کی طرح انسان کے تصور و اعتقاد میں بھی جاری ہو، اور جوں جوں انسان کی فکری اور معنوی استعداد ترقی کرتی جاتی ہو، اُس کا یہ تصور بھی زیادہ بلند اور شائستہ ہوتا جاتا ہو۔ یہاں تک کہ ارتقا کے ہر سلسلے کی طرح اس سلسلہ کی بھی تکمیل کی آخری کڑی نمایاں ہو جاتی ہو!

فطرۃ کا ولولہ اور ذہن کا تصور!

لیکن یاد رہے کہ یہاں خدا کے تصور سے مقصود اُس کی صفات کا تصور ہو۔ اُس کی ہستی کا اعتقاد نہیں ہو۔ اُس کی ہستی کا اعتقاد ذہن و فکر کی پیداوار نہ تھی جو اُس کی استعدادی تبدیلیوں سے متاثر ہوتی۔ یہ اُس کی فطرۃ کی آواز تھی، جو خود اُس کے اندر سے اُٹھتی تھی، اور ایک بالاتر ہستی کے یقین کے جوش سے اُسے معمور کر دیتی تھی۔ چونکہ یہ ایک فطری جذبہ تھا، اور فطری جذبات و میول کی نوعیت ہر وقت اور ہر حالت میں یکساں رہتی ہو، اس لئے انسان کا اعتقاد الٰہی بھی ہمیشہ یکساں رہا۔ اُس میں ذہن و فکر کے تغیرات داخلت نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن خدا کی ہستی کا تصور، اُس کی صفات کے تصور سے الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ انسانی عقل ذات مجرد کے تصور سے عاجز ہو۔ وہ جب کبھی کسی چیز کا تصور کرتی ہو تو گو اُس کی ذات کا تصور کرنا چاہے، لیکن تصور میں اُس کی صفتیں ہی آتی ہیں، اور صفتوں ہی کے جمع و تفرقہ سے ذات کے تصور کا نقشہ وجود میں آتا ہو۔ یہیں سے اس فطری جذبہ میں انسانی عقل کی داخلت شروع ہوئی، اور یہی اُس کی درماندگیوں اور غلط اندیشیوں کی سب سے پہلی ابتدا ہی۔ فطرۃ کے جذبۂ یقین نے ایک بالاتر ہستی کے اقرار

---

* "اٹلی کی یمن اور امام یمن سے دوستی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ حجاز یا ابن سعود پر دست درازی کرنا چاہتا ہو۔ موسولینی نے یمن سے جو "حلف نامہ" کیا ہو، اُس کا مقصد صرف یہ ہو کہ جزیرہ نمائے عرب میں امن و امان برقرار رہے۔ اٹلی بحر احمر میں ساکت حاصل کرنے پر مجبور ہو، اس فتح کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اٹالین نوآبادی اریٹیریا کے تعلقات، عرب کی قوموں اور مشرقی افریقہ کے قبیلوں سے قائم ہو جائینگے!" (السیاسہ)

خواطر و سوانح

"میری صحیفہ نگاری کی زندگی کا ایک لمحہ"

(مشہور فرانسیسی اخبار نویس، فرانسس ڈیلیزی کے قلم سے)

قارئین الہلال ابھی بھولے نہ ہونگے کہ ہم نے الہلال کے پہلے اور دوسرے نمبر میں ایک فرانسیسی کتاب کا ذکر کیا تھا جسمیں فرانس کے تیس بڑے بڑے اخبار نویسوں نے اپنی صحافتی زندگی کے اہم واقعات لکھے ہیں۔ اسی کتاب میں فرانسس ڈیلیزی نے الجزائر اور ٹیونس کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز سانحہ قلمبند کیا ہو۔ یہ اسوقت کی بات ہو جب فرانس میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ ٹیونس کا باقاعدہ الحاق دفتر مستعمرات سے کر دیا جائے یا اسے قائم و جاری حالت میں رہنے دیا جائے؟ غاصبانہ تسلط تو دونوں حالتوں میں تھا لیکن پہلی حالت صاف اور کھلی تھی، دوسری میں منافقانہ پردہ پوشی تھی۔ اسی اثنا میں پیرس کی ایک متقدر سیاسی جماعت نے ایک سیاسی ضیافت کا انتظام کیا اور اسمیں ملک کے بڑے بڑے اخبارات کے ایڈیٹر بھی مدعو کئے گئے۔ مقالہ نگار بھی انہی لوگوں میں سے ہو اور اُس کی سرگزشت جو اگر قلم کرتا ہو۔ اس مختصر سی سرگزشت میں یورپ کے سیاسی اور سرمایہ دارانہ اخلاق کا جیسا مکمل نقشہ دکھلایا گیا ہو، شاید ایک بہت بڑی کتاب سے بھی اُتنی وضاحت نہ ہو سکے۔ طرز بیان کی تعریضی ظرافت نے سرگزشت کی دلچسپی اور زیادہ بڑھا دی ہو:

فرانس کی مشرقی حکمت عملی کے راز

میں نے ابھی اخبار نویسی کے پیشہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ ۱۹۰۲ء میں مجھے اُس ضیافت (ڈنر) میں شرکت کا اتفاق ہوا جو "انجمن قومی" ہر ماہ ملک کے مدبروں کو جمع کرنے کے لئے دیا کرتی تھی۔

گرانڈ ہوٹل کے بڑے ہال میں تقریباً ۱۵۰ آدمی جمع تھے۔ ہال کی دیواروں کی آرائش نظر فریب تھی۔ وسط میں خوبصورت گول میز تھا۔ گرد قیمتی کرسیاں بچھی تھیں۔ حاضرین میں لیون اور بورڈو کے سرمایہ دار، لیل اور نانسی کے کارخانہ دار، مارسیلز کی جہازران کمپنیوں کے مالک، مجلس (سینیٹ) کے سربرآوردہ ممبر، ماورا البحر نوآبادیوں کے نمائندے، اور چند مشاہیر اخبار نویس شامل تھے۔

قسم قسم کے لذیذ کھانے اور نفیس شرابیں ہماری منتظر تھیں۔ دلفریب جاموں میں جب معطر شمپین انڈیلی گئی، اور بلبلے سطح پر جوش مار کر اُبھرے، تو ہم اخبار نویسوں کا جوش، حد جنون تک پہنچ گیا۔ ہم بیچین تھے کہ فرانسیسی پرچم سمندر پار کے تمام ملکوں پر لہراتا دیکھیں!

کھانے کے بعد رئیس مجلس مسیو اٹین نے اعلان کیا "ہم ایک اہم مسئلہ پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہو کہ ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت کر دیا جائے یا ابھی اسمیں توقف کیا جائے؟"

شروع میں ہم اخبار نویسوں نے خیال کیا۔ اس مسئلہ پر کوئی بحث نہیں ہوگی۔ چنانچہ بددلی کے ساتھ ہمنے اپنی جیبوں سے یادداشت کی کاپیاں نکال لیں۔

ایک سابق وزیر اُٹھا اور تقریر شروع:

"ٹیونس، اب تک فرانس کے زیر حمایہ (پروٹکٹوریٹ) ہو اس لئے قانون کی نظر میں وہ محکوم نہیں ہو۔ ایک اجنبی ملک کی حیثیت رکھتا ہو۔ اُس کا تعلق براہ راست وزارت خارجیہ سے ہو۔ اُس کا دستور حکومت الگ ہو۔ اُس کا چنگی خانہ مستقل ہو۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہو کہ الجزائر میں رہنے والے فرانسیسیوں کے ساتھ ہم ایک خاص قسم کا برتاؤ کرتے ہیں، اور ٹیونس کے فرانسیسیوں کے ساتھ دوسری قسم کا۔ یہ صورت اُسوقت جائز ہو سکتی تھی جب فرانسیسی فوجوں نے ٹیونس کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔ لیکن اب جبکہ ہم نے پورا تسلط حاصل کر لیا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ اس ملک کا وہ امتیاز باقی رکھا جائے جس کا وہ مستحق نہیں ہو۔ اب وقت آگیا ہو کہ فرانس سے ٹیونس کا کامل الحاق ہو جائے۔"

وزیر کی تقریر پر حاضرین کی ایک جماعت نے بڑے جوش سے تالیاں بجائیں۔ ہم سمجھے بحث ختم ہو گئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اور سابق وزیر کھڑا ہو گیا:

"مجھے اس گمراہ کن تجویز سے قطعی اختلاف ہو" اُس نے شانے ہلا کر کہا، "فرانس نے بورڈو کے معاہدہ میں وعدہ کیا ہو کہ ٹیونس کے بائی (بادشاہ) کی حکومت باقی رکھے گا۔ فرانس نے یہی عہد تمام دول سے بھی کیا ہو۔ ظاہر ہو کہ اس کی خلاف ورزی سخت سیاسی مشکلات کا موجب ہوگی۔ ملک کی دیسی آبادی میں شورش پیدا ہو جائیگی، اور فرانس کی پیشانی پر بدعہدی کا سیاہ دھبا لگ جائے گا۔"

اس تقریر پر بھی تالیاں بجیں، دونوں تقریروں کا لب و لہجہ ویسا ہی شاندار تھا جیسا مجلس (پارلیمنٹ) کی تقریروں کا ہوتا ہو۔ دونوں تقریروں میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد "فرانس کی عظمت" "ٹیونس کی مصلحت" "تہذیب کی خدمت" "خدمت اقوام کا فرض" اور اس قسم کے تمام پامال جملے آتے تھے اور حاضرین تحسین و آفرین کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ ہم غریب اخبار نویس کسی شمار قطار میں نہ تھے۔ لوگوں کو تالیاں بجاتے دیکھتے تو خود بھی بے تکان تالیاں بجانے لگتے!

اب گرم مباحثہ شروع ہو گیا۔ سرمایہ داروں، کارخانہ داروں، تاجروں، کمپنیوں کے مالکوں نے بھی تقریریں شروع کر دیں۔

ایک مقرر نے کہا "یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم ٹیونس کی کانیں تباہ کرنی چاہتے ہو؟"

"اور تم الجزائر کی کانوں کے دشمن ہو" دوسرے مقرر نے بغیر کسی تأمل کے جواب دیا!

"اور تم بدمعاش ہو!" ایک تاجر جوش میں بیخود ہو کر چلایا۔

"لیکن تم ڈاکو ہو! بے حیا بدزبان!" ایک طرف سے آواز بلند ہوئی۔

"شریرو!" ایک تاجر نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا "فرانس کے کپوتو! تمھاری چوری، کھلا ہوا راز ہو۔ تم مارسیلز میں روسی گیہوں منگاتے ہو مگر چنگی سے بچنے کے لئے اُسے پہلے ٹیونس بھیجتے ہو پھر وہاں سے فرانس میں داخل کرتے ہو تاکہ ٹیونس کی کم چنگی سے فائدہ اُٹھا سکو!"

"یہ کون گدھا بول رہا ہو؟" ایک شخص نے پوری بے پروائی سے پکار کر کہا۔

"تم گدھوں کے جد امجد ہو" برجستہ جواب تھا!

اب مجھ پر یہ راز کھلا کہ ٹیونس کا معاملہ، نہ تو فرانس کی عظمت سے تعلق رکھتا ہو نہ تہذیب تمدن کی خدمت سے۔ محض سرمایہ داری کا سوال ہو۔ الجزائر کے فرانسیسی اور اُنکے حامی ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت اس لئے کر دینا چاہتے ہیں تاکہ وہاں کے فرانسیسی اُن سے زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔

"تم ٹیونس کی دولت کھا کے پھول گئے ہو!" ایک مقرر نے کہا۔

"حاسدو! شیطان کے بھائیو! ہم تمھیں پیروں سے روند ڈالیں گے" ٹیونس کے ایک فرانسیسی کا جواب تھا جبکہ وہ جوش سے کھڑا ہو گیا تھا!

غرضکہ کوئی گالی نہ تھی جو استعمال نہ کی گئی ہو۔ کوئی الزام نہ تھا جو ایک نے دوسرے پر نہ لگایا ہو۔ اب شراب، سروں پر خوب چڑھ چکی تھی۔ آنکھیں لال تھیں۔ گھونسے تن رہے تھے۔ خطرناک ارادوں نے ہر چہرہ پر ہولناکی کا غازہ مل دیا تھا۔ آخر ایک آواز بلند ہوئی "مسیو اٹین! مسیو اٹین!"

مسیو اٹین اپنی کرسی سے اُٹھے۔ اب ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ اسوقت بھی میری آنکھوں میں اس چوڑے سینہ والے سیاسی مدبر کی تصویر پھر رہی ہو۔ اُسکی آنکھیں نہایت متحرک اور تیز تھیں چہرہ سے از حد مکار معلوم ہوتا تھا۔

"میرے ٹیونسی دوستو!" مقرر نے داہنی طرف منہ کر کے کہا "تم یقیناً میرے اخلاص سے انکار نہیں کر سکتے۔ آج سے بیس برس پہلے میں ہی وہ پہلا شخص تھا جسنے فرانس کو ٹیونس کی فتح پر آمادہ کیا تھا۔ میں نے ہی تحریک کی تھی کہ اُس "نیم وحشی" ملک میں تمدن و تہذیب کی روشنی پھیلائی جائے..."

جملہ حاضرین نے پُرجوش تالیاں بجائیں۔

"اور اے میرے الجزائری دوستو!" مقرر نے بائیں طرف رُخ کر کے کہا "تم بھی میری خیر خواہی اور دوستی سے بخوبی واقف ہو۔ الجزائر سے میری محبت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ الجزائر بھی میرا وطن ہو۔ کیونکہ میں اسی خوبصورت ملک میں پیدا ہوا تھا۔ الجزائر کی محبت مرتے دم تک میرے دل میں باقی رہیگی۔"

بائیں رُخ سے پُرجوش تالیوں کا شور بلند ہوا!

غرضکہ اس چالاک مقرر نے کچھ ایسی شیریں زبانی سے گفتگو شروع کی کہ دونوں فریق خوش ہو گئے اور اس فرانس کے سب سے بڑے مکار انسان کے اخلاص پر ایمان لے آئے!

"عزیزو!" مقرر نے اپنی آواز کو حد درجہ موثر بنا کر کہا "جب میں تمھیں باہم اس طرح لڑتے جھگڑتے دیکھتا ہوں، تو میرا دل سینہ میں بیٹھنے لگتا ہو۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ الجزائر اور ٹیونس بغیر ایک دوسرے پر حسد کئے ترقی کریں؟ میں آپ سے امید کرتا ہوں کہ یہ پست خیالات دُور کر دیں۔ ذرا اپنی آنکھیں اُٹھا کر اوپر کی طرف دیکھئے!

"یہ دیکھئے، مراکش کی زرخیز سرزمین آپکے سامنے موجود ہی

اُس میں حسن و جمال کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لیکن تعمیر و ایجاب کا عمل بغیر تخریب و سلب کے انجام نہیں پا سکتا۔ ہر بناؤ کے لئے ایک بگاڑ اور ہر نظم کے لئے ایک برہمی ناگزیر ہے۔ اس لئے اُس کے جمال تعمیری دلآویزیوں پر تخریب کی ہولناکیوں کا پردہ پڑ گیا۔ بارش کا عمل زمین کے لئے پیام روح ہے۔ اُس کے ایک ایک قطرہ کے اندر نہیں معلوم زندگی کی کتنی تعمیریں اور وجود کی کتنی بخششیں پنہاں ہوتی ہیں؟ لیکن تعمیر حیات کا یہ پُرسکون عمل جبھی ظہور میں آ سکتا ہے جب پہلے سلب و تخریب کی ایک ہیبت انگیز ہولناکی پھیل جاتی ہے۔ بادل گرجنے لگتے ہیں۔ بجلی کڑکنے لگتی ہے۔ اضطراب و تصادم سے فضائے کائنات لرز اٹھتی ہے۔ اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہے، جیسے کوئی بڑی ہی سخت بربادی و خونناکی ظہور میں آنے والی ہے۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ حالت منقلب ہو جاتی ہے، اور اچانک دکھائی دیتا ہے کہ فطرۃ نے قہر و جلال کا جامہ اُتار کر رحمت و جمال کا لباس پہن لیا۔ کیونکہ رعد و برق کی خوفناکیوں کی جگہ باران رحمت کی رونقیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم نے جابجا قدرت الٰہی کی اس بظاہر قہرنمائی اور بہ باطن رحمت فرمائی کی طرف اشارات کئے ہیں:

ومن آیاته یریکم البرق خوفاً وطمعاً، وینزل من السماء ماءً فیحیی به الارض بعد موتها، ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون! (۳۰ : ۲۳)

اور اُس کی حکمت و قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ بجلی کڑکتی ہے اور تمہارے اندر خوف اور امید، دونوں طرح کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین کو اُس کی موت کے بعد از سر نو زندگی بخشدیتا ہے۔ بلاشبہ اسمیں قدرت الٰہی کی بڑی نشانیاں ہیں۔ مگر اُن کے لئے جو عقل رکھتے ہیں!

سورۂ بقرہ کی تمثیل میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: اوکصیب من السماء فیه رعدٌ وبرقٌ۔ تخریب کے عمل میں شورش اور ظہور ہے۔ اس لئے رعد و برق کی ہولناکی بارش کی حیات پرور دلآویزی سے زیادہ نمایاں اور بے پردہ ہوتی ہے۔ انسان کا ذہن طفولیت طبیعت حیوانی کے مقتضٰی کے مطابق بارش کی دلآویزی تو جلد نہیں پا سکتا تھا۔ لیکن رعد و برق کی ہولناکی سے فوراً ڈر گیا تھا۔ بجلی کی کڑک میں اس کے لئے پہلے خوف تھا۔ طمع پیچھے تھی!

بہرحال زندگی اور فطرۃ کائنات کے مظاہر کی پہلی تاثیر خوف و دہشت ہی کی تاثیر تھی۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، آتش فشاں پہاڑوں کا انفجار، زمین کا بھونچال، آسمان کی ژالہ باری، دریاؤں کا سیلاب، سمندروں کا تلاطم! ان سب میں اُس کی عقل کے لئے رعب اور ہیبت تھی، اور اسی ہیبت کے اندر وہ ایک غضبناک خدا کی ڈراؤنی صورت دیکھ رہا تھا۔ وہ بجلی کی کڑک اور ہلاکت سے محبت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بادلوں کی گرج پر شیفتہ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ پہاڑوں کی آتش افشانی اور آسمان کی سنگ باری سے پیار نہیں کر سکتا تھا۔ اور اُس کا ذہن و ادراک خدا کے صرف انہی کاموں سے آشنا ہوا تھا!

ایک اور قوی سبب بھی اس تصور کا باعث ہوا خود اُس کی زندگی بھی امن و راحت سے زیادہ اضطراب و ہلاکت سے دوچار تھی۔ وہ اپنی حقیقی اور فطری حیات بہشتی سے محروم ہو چکا تھا، اور اب زندگی اور آبادی کی ایک نئی تعمیر در پیش تھی۔ وہ کمزور اور نہتا تھا، اور زمین کی ہر چیز اُس کی دشمن تھی۔ دلدل کے مچھروں کے جھنڈ اُسکے چاروں طرف منڈلاتے تھے۔ زہریلے جانور ہر طرف رینگتے تھے۔ طرح طرح کے بے پناہ درندوں کا پے در پے حملہ تھا۔ اُس کی زندگی سر تا سر جنگ اور کشمکش تھی۔ جس طرف دیکھتا تھا، ہلاکت ہی کا سامان نظر آتا تھا۔ اس ماحول کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ خالق کائنات کا تصور کرتے ہوئے اُس کا ذہن اُس کی ہلاکت آفرینیوں کی طرف جاتا۔ وجود اور زندگی بخشنے والی صفتوں کی طرف نہ جاتا۔ وہ صرف صفاتِ سلبیہ کا تماشائی ہو سکتا تھا۔ ایجابِ تعمیر کی حقیقت شناسی ابھی اُس پر نہیں کھلی تھی!

تصور الٰہی کا یہ دَور سر تا سر قہر و غضب کے تصور کا دَور تھا۔ اس کی ابتدا ایک مبہم اور غیر معین خوف سے ہوئی اور پھر بہ تدریج ایک معین شکل و شباہت کی صورت اختیار کر لی۔ پھر اس صورت کی قطع و قطع میں ترقی شروع ہوئی اور ایک ناتراشیدہ حالت سے ایک مکمل خال و خد تک پہنچ گئی۔ امریکہ، آسٹریلیا، اور افریقہ میں عہد قدیم کے جو آثار ایسے ملے ہیں جن سے نوع انسانی کی ابتدائی پرستشوں کا پتہ چلتا ہے، اُن سے اس ابتدائی تصور کی کڑی طیار کی جا سکتی ہے۔ پرستش کی ناتراشیدہ، بے ڈھنگی، اور ناقص، مگر خوفناک صورتیں انسان کے عہد طفولیت کی یادگار ہیں۔ انسان کے دَور حجری (یعنی وہ زمانہ جب آلات و ظروف کے لئے صرف پتھر استعمال کیا جاتا تھا) کے آثار میں بھی اس تصور کا سراغ لگتا ہے۔ اس طرح کے بکثرت پتھر ملے ہیں جن پر انسان کے ابتدائی ذہن کی مصوری نے اپنے معبود کی صورت کا نقشہ کھینچنا چاہا تھا، اور کوشش کی تھی کہ زیادہ سے زیادہ ہولناک صورت بنا دے۔ اس میں عجیب طرح کا دھڑ ہے۔ غیر متعلق و مربوط چہرہ ہے، مختلف قسم کے خوفناک جانوروں کی صورت کے غیر متناسب اجزاء جمع کر دیئے ہیں، اور مصوری کے نقص اور تصور کی ناتمامی نے ہیئت کی بدصورتی اور ہولناکی کا اثر اور زیادہ کر دیا ہے۔ خوفناک جانوروں کی پرستش بھی اسی عہد میں شروع ہوئی سانپ، اژدہا، مگرمچھ، اور اسی طرح کے جانور جن پر انسان بآسانی قبضہ نہیں کر سکتا تھا، اُس کے تصور میں ایک طرح کی الوہیت پیدا کر لیتے تھے۔

اس دَور کے ابتدائی عہد سے جب انسان آگے بڑھا۔ تو خدا کے تصور میں زیادہ نظم و اُسلوب پیدا ہوا۔ اب ایسی ایسی طاقتوں کا تصور کیا گیا جن کی الگ الگ صورتیں، الگ الگ دائرے، اور الگ الگ اعمال تھے۔ لیکن جہاں تک صفات کا تعلق ہے، سب قہر و غضب ہی کی صفات رکھتے تھے۔ ہندوستان، مصر، بابل، یونان، وغیرہ ممالک جہاں نوع انسان کو مختلف مرز بومی اسباب سے ترقی و تہذیب کا زیادہ موقعہ ملا تھا، اس دَور میں نمایاں ہوتے ہیں، اور آثار قدیمہ ہمیں سراغ رسانی میں مدد دیتی ہیں۔ ان تمام ممالک میں علم الاصنام کی سب سے ابتدائی کڑیاں وہی ہیں، جو خالص قہر و غضب کی تصویریں تھیں۔ ہیروڈوٹس نے مصریوں کے جو حالات بیان کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا سب سے زیادہ قدیمی معبود ہورس تھا جو ہلاکت اور بربادی کی طاقت تھی۔ یونان کا علم الاصنام اپنی لطافت تخیل اور بلندی نوعیت کے لحاظ سے تمام دنیا کے اصنامی تخیلات پر فوقیت رکھتا ہے، لیکن اُن کے یہاں بھی غضب و قہر کے دیوتاؤں کے تصورات، باقی دیوتاؤں سے زیادہ قدیم تھے۔ آریس جو آگے چلکر جنگ کا خدا ہو گیا، دراصل غضب و انتقام کا خدا تھا۔ آذیس جسے آگے چلکر جہنم کی داروغگی ملی، شروع شروع میں ہلاکت اور انتقام کا دیوتا تھا۔ بابل اور آشور کے آثار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ بابل تصور الٰہی کے اُس عہد کا سب سے بڑا مرکز ہے، جو مظاہر فطرۃ کی پرستش کے سلسلے میں کواکب پرستی کا عہد تھا۔ لیکن یہاں بھی پرستش کی تمام ابتدائی صورتیں غضب و قہر ہی کی مظاہر تھیں۔ بابل کے آثار اصنام میں سب سے زیادہ قدیم اثر ایک عجیب الخلقت

م جانور کا ہے۔ یہ ہلاکت اور انتقام کا معبود تھا۔ ہندوستان کی اصنام پرستی میں قہر و غضب کے دیوتاؤں کو جو قدامت حاصل ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔

عالم مطبوعات و صحائف

پروفیسر ہیوار کی یادداشتِ کُتب

یورپ کے مستشرقین (اورینٹلسٹ) نے قدیم آثار و علوم کی تحقیقات کے جو مختلف طریقے اختیار کئے ہیں، اُن میں ایک نہایت قیمتی طریقہ نوادر کتب کی مکمل یادداشتیں مرتب کرنے کا ہے۔

"یادداشتوں" سے مقصود یہ ہے کہ پرانی اور نادر کتابوں کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں کہیں اُن کا کوئی حصہ ہے، کہیں کوئی حصہ۔ کہیں ایک حصہ مسلّم ہے اور باقی ناقص ہے۔ کہیں دوسرا حصہ محفوظ اور پہلا حصہ ناقص ہو گیا ہے۔ کسی نسخہ کی کتابت غلط ہے لیکن ضخامت پوری ہے۔ کسی کی ضخامت ناقص مگر کتابت اچھی ہے۔ اب اس منتشر اور مختلف الاوضاع ذخیرہ سے ایک مکمل نسخہ کیونکر فراہم کیا جائے؟ اس کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ان تمام نسخوں پر نظر ڈالی جائے، اور ایک جگہ کا نقص دوسری جگہ کی تکمیل سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً اگر ایک کتاب کی ۵ جلدیں ہیں اور دس جگہ ۱۰ نسخے موجود ہیں، تو بہت ممکن ہے کہ ایک جگہ جو جلد کم ہو، وہ دوسری جگہ موجود ہو، یا ایک جگہ کے نسخے میں جو ورق ناقص ہو گیا ہو، وہی دوسری جگہ کے نسخے میں صحیح سالم مل جائے۔ مستشرقین یورپ نے متعدد اہم اور نادر کتابوں کے متعلق اس طرح کی معلومات فراہم کی ہیں اور انہیں یادداشت کی صورت میں قلمبند کر لیا ہے۔

یہ یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں ان سے بہ یک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں کتاب کا مکمل نسخہ دنیا کے فلاں فلاں کتب خانوں کے فلاں فلاں نسخوں، جلدوں، صفحوں، صفحوں کی سطروں اور سطروں کے صحیح و سالم لفظوں کے باہدگر جمع ہو جانے سے وجود میں آ جا سکتا ہے!

یہ یادداشتیں مستشرقین یورپ کے ذوق علم اور محنت جستجو کی سب سے بڑی نمائش گاہ ہیں۔ بعض حالتوں میں صرف ایک چھوٹی سی کتاب کے مکمل اور صحیح نسخہ کی معلومات جمع کرنے کے لئے تمام دنیا کا سفر کیا گیا ہے، اور ۵۰-۵۰-۶۰-۶۰ جگہوں کے نسخوں سے اُس کا ایک ایک ورق، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ، جمع کیا گیا ہے۔ ہمدانی کا جغرافیہ عرب سنہ ۱۸۹۱ء میں پروفیسر ڈیوڈ مولیر Muller نے تصحیح و ترتیب کے بعد شائع کر دیا۔ شائع کرنے سے پہلے جو یادداشت انہوں نے اور لیڈن یونیورسٹی کے دیگر مستشرقین نے مرتب کی تھی، وہ ہمارے پاس موجود ہے، اور اسے دیکھ کر ان پرستاران علم کی محنتوں کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ ہمدانی کے جغرافیہ کے سترہ نسخوں کا انہوں نے پتہ لگایا تھا جو کرۂ ارضی کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے تھے لیکن ان میں کوئی بھی نقص سے خالی نہ تھا۔ انہوں نے ان سب کے ایک ایک صفحہ، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ پر نظر ڈالی، اور نسخوں اور انکے اوراق و سطور کے حوالوں کے ساتھ ایسی یادداشت مرتب کر لی جس سے بہ یک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ ان سترہ جگہوں سے ایک ایک ٹکڑہ چُن کر، کس طرح ایک صحیح و مکمل نسخہ مرتب کر لیا جا سکتا ہے۔

مثلاً یادداشت بتلاتی ہے کہ کتاب کے صفحہ ۴ کی سطر کا پہلا لفظ برلین کے نسخہ میں کرم خوردہ ہے لیکن روم کے نسخہ میں صحیح سالم

کا ولولہ پیدا کیا، تو ذہن و فکر نے چاہا، اُس کا تصوّر کرے۔ لیکن جب تصور کیا، تو یہ اُس کی ذات کا تصور نہ تھا۔ اُس کی صفات کا تصوّر تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے صفاتِ الٰہی کے نقشے کھینچتا گیا، اور اپنی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے خالق و معبود کی شکل و شباہت بھی بدلتا گیا۔ وہ ہر تبدیلی کے بعد ایک نئی صورت کا خدا اپنے سامنے دیکھتا، مگر نہیں سمجھتا کہ یہ صورت اُسکے خدا کی صورت نہیں ہو، خود اُسی کے ذہن و ادراک کی صورت ہو۔ خدا کی صورت ایک ہی تھی، لیکن اس کی نظر ہمیشہ یکساں نہ تھی۔ نظر و مشاہدہ میں جیسی جیسی تبدیلیاں ہوتی گئیں، منظور و مشہود بھی بدلتا گیا۔ اس راہ میں عقلِ انسانی کی پہلی اور بنیادی درماندگی یہی ہو:

اے بروں از وہم و قال و قیل من!
خاک بر فرقِ من و تمثیل من!

عقلِ انسانی کا ادراک محدود تھا۔ اُس کے تصوّر کے سامنے محسوسات کی دیوار کھنچ گئی تھی۔ وہ حواس کے دائرہ میں محصور اور حدود و امکان کی جبلی بندشوں میں اسیر تھا۔ وہ صرف محسوسات ہی کا تعقل کر سکتا تھا، اور اُنہی کی شکل و شباہت میں ہر چیز کو دیکھ سکتا تھا۔ پھر اُس کے عقل و ادراک کی یہ جتنی بھی رسائی تھی، بہ یک دفعہ کام نہیں دے سکتی تھی۔ نشوونما اور ارتقار کی محتاج تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جونہی فطرۃ کے مجرد اور بے میل جذبہ کو ذہن و فکر کی صورت آرائیاں اور شباہت آفرینیاں ملیں، خدا کے تصور کی جگہ ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہوگیا، جو خالق کا تصور نہ تھا۔ خود انسان کے ذہنی تصورات کی مخلوق تھا۔ وہ اپنے ادراک کے آئینہ میں خود اپنے چہرہ کا عکس دیکھتا، اور اُسی کو اپنا معبود سمجھ کر سربسجود ہوجاتا۔ اُس کا دل ہمیشہ خدا کی صورت دیکھنی چاہتا۔ مگر اُس کا دماغ ہمیشہ اپنی ہی صورت کی پرستش کرتا۔ مولانا نے ایک چرواہے کی حکایت میں جس کے لئے حضرت موسیٰ کا زمانہ فرض کیا گیا ہو، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہو:

اے کہ اندر چشمۂ شورست جات   تو چہ دانی شط و جیحون و فرات؟
چوں قدم آمد، حدث گرد و عبث   پس کجا داند قدیمی را حدث؟
چوں توہم میکنی تو نورِ ذات   ذات نبود، وصفِ ہا و صفات
وہم مخلوق ست و مولود آمدست   حق نزائیدست او لم یولدست!

بہرحال خدا کی ہستی کے اعتراف و یقین کے فطری جذبہ نے جب تصوّر کی شکل اختیار کی، تو یہ ذہن و فکر کا عمل تھا، اور ضروری تھا کہ اُس کی حالت اور استعداد کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسمیں بھی ترقی ہوتی رہتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر آج انسان کے تمام الٰہی تصورات یکے بعد دیگرے سامنے لائے جائیں، تو وہ انسانی ذہن کے سلسلۂ ارتقا کی سب سے زیادہ واضح تاریخ ہوگی۔ وہ اگرچہ بظاہر خدا کے تصوّر کا ارتقا ہوگا، لیکن بہ باطن خود ذہنِ انسانی کے ارتقا کے تمام حلقے ایک ایک کر کے سامنے آجائیں گے۔ کانٹ کے لفظوں میں کہا جاسکتا ہو کہ "ذہنِ انسانی کی استعدادِ فکر کا سب سے بڑا معیار، اُس کا تصورِ الٰہی ہو۔ جب کبھی اُسنے ایک نچلا درجہ چھوڑ کر بلند تر درجے پر قدم رکھا ہو، تو سب سے پہلے خدا ہی کی طرف نظر اُٹھائی ہو" اسی مطلب کی طرف اخوان الصفا کے مصنفوں نے زیادہ صاف لفظوں میں اشارہ کیا تھا: "انسان کی کسی جماعت اور اُس کے کسی عہد کی عقلی استعداد کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے پہلی چیز یہ ہو کہ اُسکے تصورِ الٰہی پر نظر ڈالی جائے۔ جس درجہ یہ تصوّر شائستہ اور بلند ہوگا، اُتنی ہی اُس جماعت اور اُس عہد کی عقلی استعداد ترقی یافتہ ثابت ہوگی"! ہیگل نے بھی اسی طرف توجہ دلائی ہو: "تاریخ میں کسی قوم کی عقلی اور تمدنی استعداد معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ معلوم کرو کہ اُسنے اپنی پرستش کے لئے کیسا خدا منتخب کیا تھا؟"

انسانی ذہن و فکر کی اس درماندگی میں وحی و نبوت کی دستگیری ہمیشہ نمایاں ہوتی رہی۔ لیکن وہ اس راہ میں عقلِ انسانی کی اُسی حد تک رہنمائی کر سکتی تھی، جس حد تک اُس کی استعداد ساتھ دینے کے لئے طیار تھی۔ انبیاء کرام (علیہم السلام) کی تعلیمات کا پیرایۂ و اسلوب بھی دراصل اُن کے زمان و مکان کی عقلی استعداد کا نتیجہ ہوتا ہو۔ وہ مجمع انسانی کے معلم و مربی تھے۔ اس لئے اُسی درجہ کا سبق دے سکتے تھے، جس درجہ کہ فہم و تحمل کی استعداد مخاطبین میں پیدا ہوگئی تھی۔ وہ اس سلسلۂ ارتقا سے باہر نہیں ہیں۔ اسی کے نشو و ترقی کی مختلف کڑیاں ہیں۔

تصورِ الٰہی کے دو بنیادی اصول

نوعِ انسانی کے تصورِ الٰہی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، تو اگرچہ اُس کی نوعیت کی بے شمار صورتیں اور قسمیں سامنے آئیں گی، لیکن بڑی اور اصولی تقسیم دو بنیادی نوعیتوں کی بنا پر کی جاسکتی ہو:

(۱) تجسّم اور تنزّہ
(۲) صفاتِ جلالیہ اور جمالیہ

ذہنِ انسانی نے جب فطرۃ کی آواز سنی اور خدا کا تصور کرنا چاہا، تو وہ بغیر شکل و شباہت کے اُس کا تصور نہ کر سکا۔ یہی تجسیم اور تمثیل کی بنیاد ہو۔ یعنے خدا کے لئے ایسی صفات تجویز کرنا جیسی صفات مخلوقات و موجودات کے ہم محسوس کر رہے ہیں۔

پھر چونکہ اُس کا ذہن و فکر عہدِ طفولیت میں تھا اور نشو و ترقی کے لئے ایک طولانی عمر کا محتاج تھا، اس لئے اس شکل و شباہت کا نقش بھی زیادہ شائستہ اور بلند نہ کھینچ سکا۔ وہ دراصل اپنے ہی صفات کا عکس طیار کر رہا تھا، اُس کی صفات ابتدائی عہد کے ناقص اور ادنیٰ درجہ میں تھیں اس لئے ویسے ہی صفات سے اُسنے اپنے خدا کا خال و خد بھی آراستہ کیا!

یہ صفات ابتدا میں سرتاسر قہر و جلال کی صفات تھیں۔ پھر ان میں رحم و جمال کی بھی آمیزش ہوئی، لیکن غلبہ قہر و جلال ہی کو رہا۔ اُس کے تصوّر میں پہلے دہشت آئی۔ پھر اُمید نے ظہور کیا۔ وہ پہلے خدا سے صرف ڈرتا تھا۔ پھر اُمید کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ محبت بھی کرنے لگا!

چنانچہ اس سلسلہ کے ارتقائی تغیرات میں یہی دو باتیں سب سے زیادہ نمایاں اور بمنزلہ اصل و معیار ہیں۔ اس سلسلہ کی ابتدا تجسم اور قہر و جلال سے ہوتی ہو، اور تکمیل تنزّہ اور رحمت و جمال پر۔ درمیان کی تمام کڑیاں، ارتقائی کڑیاں ہیں۔ جوں جوں انسان کی معنوی استعداد ترقی کرتی گئی، وہ تجسم سے تنزّہ کی طرف اور صفاتِ قہر و جلال سے رحمت و جمال کی طرف ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ تکمیل کی آخری منزل نمودار ہوگئی۔

تجسم اور تنزّہ پر دوسری جگہ مستقلاً بحث کی گئی ہو۔ یہاں اس کا ذکر تبعاً آگیا ہو۔ یہاں کا اصلی موضوع صرف صفاتِ قہر و جلال اور رحمت و جمال کے ارتقائی تغیرات ہیں۔

(یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں "ابتدا" اور "ابتدائی عہد" کے الفاظ سے نوعِ انسان کی حقیقی ابتدا مقصود نہیں ہو۔ کیونکہ قرآن حکیم کی تصریحات کے مطابق نوعِ انسانی کی ابتدائی زندگی، اُس کی فطری اور بے آمیز زندگی تھی، اور چونکہ وہ فطرۃً حالتِ ہدایت میں پیدا کیا گیا ہو نہ کہ ضلالت میں، اس لئے اُس کے تمام عقائد و تصورات بھی اپنی فطری ہدایت پر قائم تھے۔ منحرف اور کج اندیش نہ تھے۔ لیکن اُس کے بعد مختلف اسباب سے وہ حالت باقی نہ رہی۔ فطرۃ کی سادہ ہدایت کی جگہ اکتساب کی گمراہیاں پیدا ہوگئیں، اور بڑھتے بڑھتے اس درجہ تک پہنچ گئیں، کہ پہلی حالت بالکل منقلب ہوگئی۔ اسی عہد سے انسان کی معنوی زندگی کی ایک دوسری نشئہ شروع ہوتی ہو، اور اُس کی "ابتدائی" زندگی اور "عہدِ طفولیت" سے اسی دوسرے عہد کی ابتدا مقصود ہو۔ شرح اس حقیقت کی اشارات میں ممکن نہیں اور یہ محل تفصیل نہیں)

دورِ قہر و جلال

یہ عجیب بات ہو کہ تاریخ میں انسان کا قدیم سے قدیم تصوّرِ الٰہی جو ہمارے سامنے آتا ہو، وہ سرتاسر خوف اور دہشت کا تصوّر ہو۔ رحم، محبت، اور جمال کا اسمیں کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ خدا کا تصوّر اُسکے لئے صرف ڈرنے کی چیز تھی۔ امید، اُنس، اور محبت کی چیز نہ تھی۔ وہ اُس کے قہر و غضب کی ہولناکیوں سے ڈرتا تھا، اس لئے اُس سے بچنے کے لئے اُس کی پرستش کرتا تھا۔

انسان کی پرستش خدا سے بچنے کے لئے تھی۔ خدا کی طرف بڑھنے اور اُس سے محبت کرنے کے لئے نہ تھی۔ وہ ایک ڈراؤنی اور ہولناک طاقت سے محبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا!

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہو مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہو۔ انسان خدا کی صفات کو کائناتِ عالم کے فطری مظاہر میں دیکھتا تھا۔ یہی مظاہر اُس کے تصوّر میں خدا کے اعمال کا تصوّر پیدا کرتے تھے۔ فطرۃ کا کائنات میں کون و فساد ہو۔ یعنے وہ کائنات کی زندگی اور بقا کے لئے بہ یک وقت بناؤ اور بگاڑ، دونوں کا عمل جاری رکھتی ہو۔ انسان نے جب اپنی ابتدائی عقل و ادراک سے مظاہرِ فطرۃ پر نظر ڈالی، تو اُس کی نظر فطرۃ کے بناؤ کا حُسن نہ دیکھ سکی۔ اُسکے بگاڑ کی ہولناکیوں سے سہم گئی۔ فطرۃ کا جمال ایجاب و تعمیر، سلب و تخریب کے نقاب میں پوشیدہ ہو۔ اُس تک پہنچنے کے لئے عقل و ادراک کی زیادہ تیز اور دوررس نگاہ کی ضرورت تھی۔ یہ ابھی اُسے میسر نہیں آئی تھی۔ پس صورتِ کائنات کا پہلا اثر جو اُس کے ذہن و ادراک کی نارسائی نے قبول کیا، جمال و رحمت کی دلآویزی نہ تھی۔ جلال و قہر کی ہولناکی تھی۔ اسی ہولناکی سے اُسنے خدا کی شکل و شباہت کا نقشہ بھی کھینچ لیا۔ قدرتی طور پر یہ نقشہ ڈراؤنا تھا۔ محبوب و دلآویز نہ تھا۔

اس عالمِ اثر و تاثر میں ہر چیز کی طرح ہر فعل بھی ایک قدرتی طبیعت اور مزاج رکھتا ہو۔ تخریب کے مزاج میں شورش اور ہولناکی ہو، اور تعمیر سرتاسر سکون اور خاموشی ہو۔ تعمیر جمع، نظم، ترتیب، اور ایجاب ہے۔ تخریب تفرقہ، برہمی، اضطراب، اور سلب و نفی ہو۔ جمع و نظم کی حالت ہی سکون ہو۔ اور تفرقہ و برہمی کی حالت ہی شورش و اضطراب کی حالت ہو۔ دیوار جب بنتی ہو تو کوئی ہولناکی محسوس نہیں ہوتی لیکن اُس کے گرنے میں دھماکا ہوتا ہو۔ اس لئے قدرتی طور پر تخریب کا عمل تعمیر سے زیادہ نمایاں اور پُرشور ہو۔ تخریب کی ہیبت فوراً ڈرا دیتی ہو، لیکن تعمیر کی دلآویزی آہستہ آہستہ نمایاں ہوتی ہو۔ تخریب کا دھماکا دُور سے بھی سن لیا جا سکتا ہو، لیکن تعمیر کا خاموش عمل دیکھنے کے لئے نزدیک آنے کی ضرورت ہو۔ یہی وجہ ہو کہ حیوانی طبیعت تعمیری اور ایجابی افعال سے اُنس پکڑنے میں دیر لگاتی ہو لیکن تخریبی اور سلبی افعال سے فوراً ڈر جاتی ہو۔ جانور ڈرتے زیادہ ہیں۔ اُنس کم پکڑتے ہیں۔ انسان کا بچہ بھی ابتدا میں ہر چیز سے سہمتا اور ڈرتا ہو۔ پھر جوں جوں اُس کی ذہنی استعداد بڑھتی جاتی ہو، ڈر کم ہوتا جاتا ہو اور موالفت بڑھتی جاتی ہو۔

نوعِ انسانی کا اُسکے عہدِ طفولیت میں یہی حال تھا۔ کائناتِ فطرۃ فی الحقیقت سرتاسر وجود، تعمیر، اور ایجاب ہو، اور اس لئے

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تا نہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال ہي وہ رسالہ ہے جو اپني تمام ظاہري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي۔ اُس نے ملک کے سیاسي، علمي، ادبي اور دیني افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل ہند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کي سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کي اجتماعي ذہنیت ظہور پذیر ہوئي۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ذوق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اُس کا ہر باب اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اس کي ظاہري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصویروں کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں۔ اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي، مذہبي، سیاسي، اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بدفعات جمع کئے ہیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا۔ ہم نے کوشش کي کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي ہیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي ہو اُنہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل ہوگئي ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں۔ چونکہ جلدوں کي ایک بہت ہي محدود تعداد مرتب ہوسکي ہے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کي تعمیل ہوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ہے۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ　　الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ　　" " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا)
قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت في پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

ہو۔ وہاں سے لے لیا جا سکتا ہو۔ روم کے نسخہ میں پانچویں سطر پڑھی نہیں جاتی لیکن سلوسٹرڈے ساسی کے نسخہ میں موجود ہو۔ وہاں سے لے لی جائے۔ اسی طرح پوری کتاب کا ایک ایک لفظ بذریعۂ یادداشت مرتب کر لیا ہو۔ ساتھ ہی تمام نسخوں کے چھوٹے چھوٹے لفظی اختلافات کے بھی حوالے دیدیئے ہیں۔ بعد کو یہ اختلافات کتاب کے ساتھ شائع کر دیئے گئے۔ ان کی ضخامت اصل کتاب سے بھی دوگنی ہو۔ ایک پوری جلد صرف فہرست اور اختلافات پر مشتمل ہوا!

اسی طرح طبقات ابن سعد کی یادداشت دو جلدوں میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کے ایک ایک ورق اور ایک ایک سطر کے لئے بار بار دنیا کا سفر کیا گیا تھا۔ اس کی ایک ایک سطر، دس دس بیس بیس جگہوں کے نسخوں کو باہدگر ملانے کے بعد حاصل ہو سکی۔ بعد کو یہ کتاب چھپ گئی، لیکن اس کی یادداشت اب بھی علم و جستجو کا ایک قیمتی خزانہ ہو۔

یہ یادداشتیں زیادہ تر علمی جماعتوں نے مرتب کی ہیں مگر بعض ایسی بھی ہیں جو کسی ایک شخص کی تنہا جستجوئے علم کا نتیجہ ہیں۔ انیسویں صدی کے مستشرقین میں پروفیسر رینوڈ Reinaud، اتین کاٹریمیر Etienne quatremere، ڈیرنبرگ Deren boung، گستاؤ فلوگل Fliegel، فلائیشر Fleischer، اور دی گویہ De Gaeje، کی یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں۔ زمانۂ حال کے مستشرقین میں مشہور جرمن مستشرق پروفیسر تھیوڈر نولڈیک Theodor Nöldeke اور پروفیسر گولڈزیہر Goldziher کی یادداشتیں شائع ہو چکی ہیں اور نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہیں۔

حال میں ایک نہایت قیمتی یادداشت پروفیسر ہیوار Huart نے شائع کی ہو جو ہمیں گزشتہ مہینے پیرس سے وصول ہوئی ہو۔ اس یادداشت میں پروفیسر موصوف نے نہ صرف اپنی جستجوؤں کے نتائج درج کئے ہیں بلکہ گزشتہ دور کے دو بہت بڑے فرانسیسی مستشرقوں پروفیسر دی سلان De Slane اور پروفیسر ڈیرن برگ Deren Laurg کی بعض غیر مطبوعہ یادداشتوں سے بھی ضروری فوائد اخذ کئے ہیں۔

پروفیسر دی۔ سلان کا انتقال ۱۸۷۹ء میں ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے مشاہیر مستشرقین میں تھے۔ مقدمۂ ابن خلدون، تاریخ بربر ابن خلدون، اور ابن خلکان کا فرانسیسی ترجمہ انہی کے قلم کا رہین منت ہو۔ مقدمہ ابن خلدون کے ترجمہ و اشاعت کا کام در اصل ایٹن کواترمیر نے شروع کیا تھا۔ مگر تکمیل انہی کے قلم و سعی سے ہوئی۔ قومی کتب خانہ پیرس کے مشرقی مخطوطات کی فہرست بھی انہی نے مرتب کی تھی۔

پروفیسر ڈیرن برگ کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ یہ اسی نام کے مستشرق باپ کا مستشرق بیٹا ہو۔ سیبویہ کی الکتاب (جو کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائٹی چھاپ چکی ہو) یورپ میں انہی کے اہتمام سے چھپی تھی۔ کتاب الفخری، دیوان نابغہ، کتاب الاعتبار ابن منقذ وغیرہ بھی انہی کی سعی و محنت سے مرتب و شائع ہوئی۔ بعد کو الفخری کی نقل مصر میں شرکت احیاء کتب عربیہ نے بھی چھاپ دی۔

پروفیسر ہیوار موجودہ عہد کے مستند فرانسیسی مستشرق ہیں۔ یہ پہلے مصر کے فرانسیسی قنصل خانہ میں کاتب تھے۔ پھر ترقی کرتے کرتے قنصل جنرل ہو گئے۔ اب ایک عرصے سے پیرس کے مدرسۂ لغات حیۂ عالم کے معلم ہیں۔ اسلامی و عربی علوم و ادب پر ان کی مصنفات بکثرت شائع ہو چکی ہیں۔ تاریخ عرب، تاریخ ادبیات عرب، تاریخ بغداد جدید، وغیرہ کتابیں مشہور و مقبول ہیں۔ ابو زید بلخی کی کتاب الخلیقہ انہی کے سعی و اہتمام سے شائع ہوئی۔ کای فونگو (چین) کی ایک قدیم مسجد کے عربی و فارسی نقوش پر بھی ان کا ایک رسالہ شائع ہو چکا ہو۔ اس یادداشت میں عربی اور فارسی، دونوں زبانوں کے بعض نوادر پر معلومات موجود ہیں۔ ایک ترکی (عثمانی) کتاب کا بھی ذکر ہو۔ ہم آئندہ اس کے بعض اہم فوائد ہدیۂ قارئین کریں گے۔

* * *

امام ابن قیم کی کتاب العلم والعلماء

امام ابن قیم کی مصنفات کا بڑا ذخیرہ شائع ہو چکا ہو لیکن روز بروز نئی کتابیں نکلتی ہی آتی ہیں۔ حافظ ابن رجب نے طبقات میں ان کی ایک کتاب کا نام "کتاب العلم والعلماء" لکھا ہو۔ اب تک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ اب معلوم ہوا ہو کہ اس کا ایک نہایت عمدہ نسخہ جس پر ان کے شاگرد فیروزآبادی (صاحب قاموس) کا دستخط ثبت ہو، دمشق میں نکل آیا ہو اور اسکی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہو۔

* * *

العبر فی اخبار البشر

الہلال نمبر ۲ میں ہم نے امام شمس الدین ذہبی، کی تاریخ کبیر کی نسبت اطلاع دی تھی۔ اب معلوم ہوا ہو کہ ان کی ایک دوسری تاریخ "العبر فی اخبار البشر" بھی زیر تصحیح و طباعت ہو۔

امام موصوف نے اپنے تذکرہ میں خود تصریح کی ہو کہ انھوں نے پہلے مطول و مبسوط تاریخ الاسلام (تاریخ کبیر) لکھی۔ پھر اس سے مختصرات منتخب کرکے چار چھوٹی چھوٹی کتابیں الگ کر لیں:

(۱) الدول الاسلامیہ: یہ تاریخ کبیر کا اختصار ہو، اور بعض کتابتوں میں چار جلدیں ہیں بعض میں دو۔ اس کا سب سے زیادہ بہتر اور مکمل نسخہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ کوپرلی میں ہو۔

(۲) طبقات الحفاظ: اسمیں صرف ان حفاظ حدیث کے حالات لے لئے ہیں جن کے تراجم بہ سلسلۂ تاریخ، تاریخ کبیر میں آئے تھے۔ حافظ جلال الدین سیوطی کی طبقات اسی کا اختصار و تکملہ ہو۔ سنہ ۱۸۳۳ء میں پروفیسر وستنفیلڈ نے اسے تین جلدوں میں چھاپ کر شائع کیا۔

(۳) طبقات القراء: اسمیں قراء کے تراجم تاریخ کبیر سے اخذ کرکے بہ ترتیب طبقات جمع کئے ہیں۔ اسکے نسخے پیرس کے قومی کتبخانہ اور قسطنطنیہ کے کتبخانہ کوپرلی اور ینی جامع میں موجود ہیں۔ متعدد علماء نے اس کے ذیل بھی لکھے تھے۔ حافظ سیوطی کا ذیل چھپ گیا ہو۔

(۴) العبر فی اخبار البشر: یہ ایک مختصر تاریخ عام دو جلدوں میں ہو۔ اسمیں اور دول الاسلامیہ میں یہ فرق ہو کہ اسکی ترتیب حروف تہجی کی ترتیب ہو۔ اس کی ترتیب سنین کی ترتیب ہو۔ سنہ ہجری کی ابتدا سے لے کر سنہ ۷۴۰ھ کے تمام حوادث و وفیات اسمیں مل جاتے ہیں۔ ابن شماع (متوفی سنہ ۹۳۶ھ) نے اس کا ذیل لکھا تھا۔ اسکے نسخے برٹش میوزیم اور ایا صوفیا قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اسی آخری کتاب کے متعلق معلوم ہوا ہو کہ بعض اہل علم کی سعی سے قاہرہ میں چھپنا شروع ہو گئی ہو۔ عنقریب پہلی جلد مکمل ہو کر شائع ہو جائے گی۔

فہرست

مذاکرۂ علمیہ ۲
نظریۂ ارتقا کا گم شدہ حلقہ
ریڈیم ۳
تاریخ مغرب جدید کی تاریخی شخصیتیں ۶
روسو
عالم شرق و اسلام ۱۰
شام کے جہاد حریت کا خاتمہ
بصائر و حکم
انسانیت موت کے دروازہ پر ۱۳
حضرت عمرو ابن العاص
برید فرنگ ۱۴
مسولینی کی ایک اہم تقریر
برید شرق
مکتوب قسطنطنیہ ۱۸
خواطر و سوانح
"اخباری زندگی کا ایک لمحہ" ۱۹
باب التفسیر
تفسیر سورۂ فاتحہ کا ایک صفحہ ۲۱
عالم مطبوعات و صحائف ۲۳
ایک نئی یادداشت کتب
کتاب العلم والعلماء
العبر

میرٹھ
کی
اصلی مشہور و معروف
قینچی
زنانہ آسٹور متصل تحصیل میرٹھ سے منگائیے

الہلال

۹

۱

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

دنيا كي بهترين كتابوں كيلئے بهترين رهنما :

تائمز اف لندن كا ادبي ضميمه

يه ضميمه دنيا كي تمام كتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفيع تبصره كرتا هے -

اسكا معتدل نقد علمي حلقوں ميں مسلم هے -

اس ميں چند صفحات وقت كے جاري اور زير بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هيں جنكي اهميت كا عام طور پر اعتراف كيا گيا هے -

اپنے يہاں كے ايجنت سے تقاضه كيجئے كه وه تائمز لندن كا هفته وار ادبي ضميمه آپكے لئے مهيا كرے - ليكن اگر آپ چاهيں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C 4.

سے براه راست طلب كر سكتے هيں

دنيا كے هر معلم اور ماهر فن تعليم كيلئے

ضروري هے كه

تائمز اف لندن كا تعليمي ضميمه مطالعه كرے

اگر آپ چاهتے هيں كه فن تعليم كے تمام نظري اور عملي تغيرات و ترقيات سے بے خبر نه رهيں ' تو آپكو يه ضميمه بلا ناغه مطالعه ميں ركهنا چاهيے -

يه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبريں اور مباحث جمع كرديتا هے - ماهرين فن اور مشاهير تعليم كے قلم سے اسكے صفحات مرتب هوتے هيں

اپنے يہاں كے ايجنت سے طلب كيجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب كرسكتے هيں

كيا آپ تجارت كرني چاهتے هيں ؟

اگر آپ چاهتے هيں كه يورپ اور امريكه كے تمام بڑے بڑے كارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم كريں ' نفع بخش ايجنسياں ليں ' هندوستان سے خام پيدا وار بهيجيں ' نئي نئي ايجادات سے اپنے ملك كو آشنا كريں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمايه ليكر ايك وسيع كار و بار شروع كرديں ' تو آپ كو ابتدا ميں بهت سي باتيں معلوم كرني چاهئيں - اس طرح كي تجارت كے گر اور بهيد سيكهنے چاهئيں - هندوستان كے تمام حلقوں اور يورپ و امريكه كے تمام كارخانوں اور كوٹهيوں كے حالات اور اصول معاملت معلوم كرنے چاهئيں - بغير اس كے آپ كامياب نهيں هوسكتے -

اگر آپ چاهتے هيں كه بهت تهوڑا سا وقت خرچ كركے يه ساري باتيں با قاعده علمي اصول در معلوم كرليں ' تو آپكو چاهيے كه هم سے خط و كتابت كريں - هم يه كام به حيثيت ايك ماهر فن كے كر رهے هيں - خط و كتابت كے بعد هي آپكو معلوم هو جائيگا كه آپكے مقصد كيلئے هم كس درجه مفيد هيں ؟

همارے تعلقات دنيا كے تمام تجارتي حلقوں سے هيں -

M. R. MARSDEN & CO

Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اينڈ كو - برلن

* * *

پوسٹ بكس نمبر ۲۴

* * *

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

* * *

Post No. 24.

* * *

هر طرح كي مشينيں جو گرم هواؤں كے ميووں كو خشك كرنے اور پهلوں كو محفوظ ركهنے كيلئے ضروري هيں ' اس كارخانے ميں طيار كي جاتي هيں - تمام دنيا ميں اس قسم كي مشينوں كا يه بهترين كارخانه هے - مندرجۀ بالا پته سے خط و كتابت كيجئے -

ياد ركهيے

ميوؤں ' تركاريوں ' اور هر طرح كے زرعي مواد كو خشك كرنے كا بهترين طريقه وه هے جو " نئے سسٹم " كے نام سے متمدن ممالك ميں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " كے مطابق كام كرنے والي مشينيں صرف اسي كارخانه سے مل سكتي هيں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۹ — کلکته : جمعه ۱۳ ـ صفر ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 12, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٥٦١ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٥٦	اردو حروف کی حق مین	١٨٢
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	١٠٥	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	١٧٨		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت ششماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(١) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے ہونی چاہیے۔ مگر جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں ان کے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(٢) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا

(٣) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ صاف اور خوش خط لکھیں -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھیے جو آپکو اطلاع اور وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں ورنہ بصورت دیگر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایئے - مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجائے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(٧) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(٨) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری مراسلات (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

نوجوان چونک اٹها - اِدهر اُدهر گهبراهت سے دیکهنے لگا - سمجها ' اُسکے هم مدرسه پکار رهے هیں - مگر وهاں کوئي انسان بهي نظر نه آیا -

" دیوکلس !" --- " دیوکلس !" نوجوان تمنائي نے نگاه اٹها کر بت کو دیکها - کیا دیکهتا هے که سچ مچ کو اُسکے هونٹ هل رهے هیں ! ... اچانک سنگ مرمر کے هاتهه میں جنبش هوئي ...... دیوي نے اپنا هاتهه دیوکلس کے کندهے پر رکهه دیا ...... بجلي کي ایک طاقتور لهر اُسکے بدن میں دوڑ گئي - بید کي طرح تهر تهرانے لگا - خوف کي شدت سے اُسکے حواس معطل هوگئے ......

لیکن آواز ابتک آ رهي تهي " دیوکلس ! " " دیوکلس ! "

" دیوکلس ! تونے مجهے پکارا - لے ' میں آگئي - تیري مناجات میں نے سن لي - بول ' کیا مانگتا هے ؟ "

دهشت سے نوجوان کي سانس رک گئي - بے اختیار زمین پر گر پڑا - قریب تها ' بیهوش هو جائے - جب کچهه عرصه کے بعد اُسکے هوش حواس واپس آنے لگے - تو اُس نے خوفزده نظروں سے دیوي کو دیکها :

" هاں مقدس دیوي !" اُسنے کانپتي هوئي آواز سے کها " میں هي تیرے حضور زار نالي کر رها تها - مجهے " حقیقت " کي جستجو هے - میں " حقیقت " کو دیکهنا چاهتا هوں - میں اُسے بے نقاب دیکهنا چاهتا هوں ... "

" تو حقیقت کي کهوج میں هے !" دیوي نے اپني پر رعب آواز میں کها " حقیقت خود یهي " وجود " هے - حقیقت کهاں نهیں هے ؟ لیکن هاں ' بے پرده ' بے نقاب حقیقت ' کبهي کوئي کائناتي نگاه نه دیکهه سکي - کسي نے اسکے دیکهنے کي جرأت بهي نهیں کي - بے نقاب حقیقت انسان کي حد نگاه سے باهر هے - تاهم اگر تیري یهي ضد هے تو سمجهه لے ' تجهے بڑي قیمت ادا کرني پڑیگي ' ایسي بڑي ' جسکي شاید تجهے قدرت نهیں - تجهے دولت ' عظمت ' حسن --- سب سے دست بردار هوجانا پڑیگا - تجهے زندگي کا بهي آرزومند نه هونا چاهیے - دیوتاؤں نے " حقیقت " سے بڑهکر کوئي دولت کائنات کي اولاد کو نهیں دي هے "

" میں اِن سب سے همیشه کیلیے بخوشي دست بردار هوتا هوں " دیوکلس نے خوش هوکر کها " میں سورج بهي چهوڑنے پر طیار هوں "

دیوي نے اپنا سر جهکا لیا - هر طرف خاموشي پهیل گئي - درخت " زفس " کي اِس با عظمت لڑکي کي تعظیم میں جهک گئے !

دیوي نے پهر سر اٹهایا :

" بهتر " اُسنے آدمیوں کي طرح لفظوں میں کها " تجهے حقیقت دکهائي جائیگي - لیکن ایک هي مرتبه میں تو اُسے نهیں دیکهه سکتا - میں هر سال ایک دفعه تجهے وهاں لیجایا کرونگي - تو اُسکے چهپانے والے پردوں میں سے ' هر مرتبه ' ایک پرده چاک کرسکے گا ... تو زندگي کے لباس میں رهے گا ' یهاںتک که حقیقت عریاں اپني آنکهوں سے دیکهه لے "

⁂

نوجوان کا چهره مسرت امید سے دمکنے لگا - وه خاموش رها که دیکهے اب دیوي کیا کرتي هے - اچانک وه حیرت سے دم بخود هوگیا - دیوي نے اپني سنگ مرمر کي چادر اتار دي - دیوکلس کي آنکهیں دختر زفس کے حسن و جلال سے چکا چوند هوگئیں - چشم زدن میں بت نور کا پتله بن گیا - ... اب اُس میں حرکت هوئي - ... اُسنے نوجوان کو گود میں اٹها لیا - لامتناهي فضا میں پرواز شروع کردي - ایک نامعلوم خطه میں جا پهنچي - دیوکلس نے دیکها ' ایک سر بفلک پهاڑ پر وه کهڑا هے ...

یهاں ' پهاڑ پر ' نوجوان نے کالي بدلیوں کے اندر ایک پرچهائیں سي دیکهي - جوش شناخت میں اُسکي روح اُسکے حلقه هاے چشم میں سمٹ آئي مگر وه اسکے خال و خط نه دیکهه سکا !

" یهي حقیقت هے " دیوي نے اپني انگلي سے اشاره کرکے کها " یهي اپني دهندلي شعاعیں زمین پر ڈالتي هے اور فلسفي اور حکیم اُن میں نور حق کا سایه ڈهونڈهتے هیں - اگر یه شعاعیں نه هوتیں تو دنیا تاریک رات کي طرح اندهیري هوجاتي - انسان کي نگاه حقیقت کو اِنهي شعاعوں میں دیکهه سکتي هے - تم دیکهه رهے هو ' وه کس قدر هلکي ' کیسي دهندلي شعاعیں هیں ؟ حقیقت بے حد روشن هے - اتني روشن که سورج کي روشني سے بهي تم اسکا قیاس نهیں کرسکتے - مگر وه اِن پردوں کے اندر چهپي هوئي هے - صرف اُسکا سایه هي نظر آسکتا هے - آگے بڑھ ؛ اور اُسکا ایک پرده چاک کر ڈال "

دیوکلس نے دیوي کے حکم کي تعمیل کي -

هاتهه لگتے هي پرده سفید پرند بن گیا - تهوڑي دیر نوجوان کے سر پر منڈلایا - پهر سیدها آسمان کے طرف اُڑ گیا !

دیوکلس نے اب دیکها - حقیقت کي شعاعیں پهلے سے زیاده صاف اور روشن هیں !

دیوي اُسے پهر زمین پر اُڑا لائي - وه اپني اکاڈیمي میں گیا ' اور دیوي اپنا مرمري جامه پهنکر پهر بت بن گئي !

⁂

دیوکلس نے دیوي سے اپنا وعده پورا کیا - آرام و راحت سے منهه موڑ لیا ' خلوت میں بیٹها ' اور غور و فکر میں یکقلم مستغرق هوگیا -

اب وه انسانوں کے کسي مجمع میں نظر نهیں آتا تها - ایتهنس کے تمام میلے اس سے خالي هوگئے تهے -

دوسرے سال اپنے مقرره وقت پر ' وه پهر سنگ مرمر کے بت کے سامنے سر بسجود تها - دیوي نے حرکت کي ' اور پهلي مرتبه کي طرح اُسے غیر معلوم پهاڑ پر اُڑا لے گئي - اب اُسنے حقیقت کا دوسرا پرده چاک کردیا - اس مرتبه روشني اور بهي زیاده تیز هوگئي - پهر وه زمین پر واپس آ گیا - اُسکي زهد و خلوت پسندي اب اور زیاده گهري هوگئي تهي -

⁂

اُسکے رفیق اِس تبدیلي پر متعجب تهے - اُنهوں نے اُسے بهت بهت پهسلایا ' مگر وه اپنے گوشۂ انزوا سے باهر نه نکلا -

ایتهنس کي بعض حسین دوشیزه لڑکیوں سے اُسکي ملاقات تهي - ایک فتنه گر حسن اُس سے محبت بهي کرتي تهي - اُسکي یه حالت دیکهکر ایک دن اُسکے پاس گئي :

" دیوکلس ! کیا بات هے ؟ " دوشیزه نے مسکرا کر کها " تم مجهه سے بیزار کیوں هوگئے ؟ یه دیکهو ' میري آنکهیں ستاروں کي طرح چمکتي هیں - میرے بال شعاعوں سے بهي زیاده چمکیلے هیں - میرا جسم کیسا دلفریب هے ؟ میں نے تمهارے سوال محبت کا جواب دیا تها ' مگر اب میں خود تم سے جواب محبت کي سائل هوں - مجهے دیکهو ' میري محبت کي تحقیر نه کرو - خود دیوتا بهي محبت سے انکار نهیں کرتے "

افسانـہ

حقيقت کہاں هے ؟

يونانی علم الاصنام کا ايک افسانۂ حکمت

قديم يونان کے مرکز ايتهنس ' فلسفه کے گهوارے اور حکمت کے سر چشمے پر ' رات کي خاموشي چها گئي تهي -

رات نے اپني سياه قناتيں تان ديں - محو خواب شهر کي لمبي سانسوں کے سوا کوئي آواز سنائي نهيں ديتي - اتنے ميں چاند نکل آيا - روپهلي چاندني کوه و دشت پر پهيل گئي - مندروں کي سنهري برجياں چمک اٹهيں - زيتون اور خرمے کے درخت بے ساخته کهلکهلا اٹهے !

شهروں کي ملکه ايتهنس سو رهي هے - دروازوں پر چوکيدار اونگهه رهے هيں - ليکن ' صرف ايک نوجوان هے جو اب تک جاگ رها هے !

ديوکلس حسن ' ذهانت ' دولت کے خزانوں کا مالک هے - اکاڈيمي ميں حکمت کا طالب علم هے - اپنا پورا دن ' اور رات کے بهي بهت سے گهنٹے ' علم و حکمت کے پهلو ميں گزارتا هے - صحبت و معاشرت سے بيزار هے - ايک پورے حکيم کي طرح پورا خلوت پسند هے - تفکرات کے سمندر ميں شب و روز غواصي ! بس يهي اس کا مشغله هے -

ايتهنس ' يعني حکمت کي ديوي کا مرمري خوبصورت بت اکاڈيمي کے صحن ميں نصب تها - ديوکلس سب طالب علموں سے زياده ' حکمت کے اس خاموش مجسمه کے پاس جاتا اور هميشه اس کے تصور ميں غرق رهتا - اس کي دل کي مناجاتوں کا قبله يهي تها - اس کے دماغ کے استغراق کا مرکز اسي ميں تها - وه اس کي دلفريب صورت پر غور کرتا - وه اس کے جمال معني و حقيقت کي جستجو ميں محو هوجاتا - وه اس سے حکمت کي وحي اور علم کا پيام رباني طلب کرتا - وه حکمت کي جستجو ميں حکمت کے مجسمه کا عاشق تها !

* * *

آج رات ديوکلس پهر ديوي کے سامنے دست بسته کهڑا هے -

رات ڈهل گئي ' مگر وه بے حس و حرکت کهڑا هے - اچانک اس نے سر اٹهايا اور بت کے قدموں پر گر پڑا - بوسوں پر بوسے ليئے - آنسوؤں سے اس کے پاؤں دهونے لگا :

" اے علم و حکمت کے مظهر محبوب ! رحم ' رحم ' مجهے ايک نظر ديکهه لے ! ايک مرتبه کے ليئے ميري التجائيں سن لے ! "

وه دير تک آنکهوں کے آنسوؤں اور زبان کي دعاؤں سے مناجات کرتا رها - پهر اس نے نظر اٹهائي - چاند نے اپني شعاعيں جمع کرکے ديوي کے چهرے کي رعنائي بے حساب کردي تهي !

هوا چلتے چلتے رک گئي - پتوں کا شور تهم گيا - پهلے سے زياده سکون طاري هوگيا - نوجوان کا دل تنگ هوا - اس نے لمبي آه بهري ' اور آه کے ساتهه هي آنسوؤں کي لڑياں رخساروں پر پهيل گئيں :

" مقدس ديوي ! " ديوکلس نے جوش سے چلا کر کها " تيرے هي قدموں پر ميرا سر دهرا هے - تيري هي عبادت پر ميري روح جهکي هے - تو نے ميرے دل کو حکمت کے عشق سے معمور کر ديا - تو نے کمال کا لازوال شوق پيدا کرديا - تو نے حقيقت کي جستجو کي آگ سلگا دي - يه آگ اب جلائے ڈالتي هے - يا تو هميشه کے ليئے اسے ٹهنڈا کردے ' يا حقيقت کا جمال پنهاں ايک مرتبه دکهادے - هاں ' حقيقت ' مقدس ' عظيم حقيقت ' اس مهيب کائنات کي حقيقت ' اس هولناک ازليت و ابديت کي حقيقت ' هر وجود کي روح ' مجرد حقيقت ' عرياں حقيقت - وه حقيقت ' جس کي جستجو ميں تمام فلاسفه سرگرداں رهے ' اور حکيموں کو بستر خواب پر کبهي نيند نه آئي - حکمت کي پاک ديوي ! حقيقت کا چهره ميري آنکهوں کے سامنے بے نقاب کردے - ميں اسے جاننا اور ديکهنا چاهتا هوں - ميں اسے سارے پردوں اور نقابوں کے اندر سے ديکهنا چاهتا هوں - ميں اس کي پرستش پر دل دے چکا هوں - ميں اس کي راه ميں اپني زندگي اور زندگي کي تمام مسرتيں ' اپني دولت ' عزت ' حسن ' شباب ' محبت ' سب کچهه قربان کردونگا "

ديوکلس نے يه کها اور گردن اٹها کر ديوي کا منهه ديکها - وه بدستور خاموش اور بے حس و حرکت تهي - نوجوان نے اپني پيشاني پهر اس کے مرمري قدموں پر رکهدي اور گڑگڑانے لگا - اس کي روح ' اس کي آنکهيں ' اس کي زبان ' تينوں ديوي کے قدموں پر تهے - روح آتش شوق سے جل رهي تهي - آنکهيں جوشش عشق ميں بهه رهي تهيں - زبان ولولۂ مناجات سے وارفته تهي !

* * *

اچانک درختوں کے پتے هلے ' ڈاليوں ميں جنبش هوئي ' نسيم کے جهونکے چلے - هوا ميں ايک آواز گونجي : " ديوکلس ! " " ديوکلس ! "

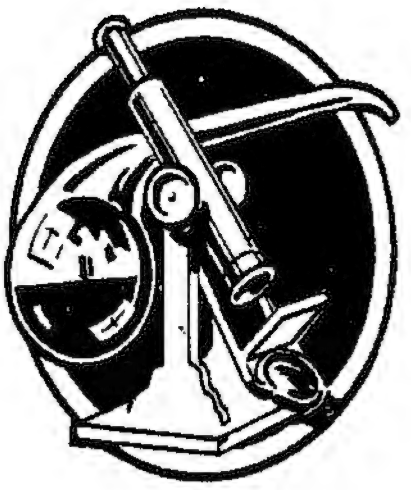

مذاکرۂ علميّہ

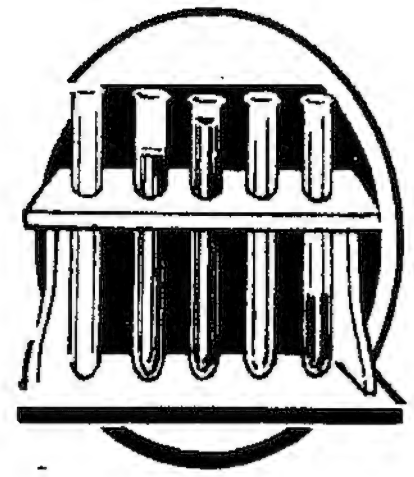

زمين پر کائنات حيات کا آغاز

علم و نظر کي درماندگياں

روئے زمين پر ذي روح مخلوقات بہت مدت سے موجود هيں - ماهرين طبقات الارض کا تخمينہ دس کرور سال کا هے - بلا شبہ يہ تخمينہ ظني هے - ليکن يہ يقيني هے کہ بہت هي قديم زمانوں سے زمين پر زندگي موجود هے - زمين کي زيادہ سے زيادہ گہري اور پراني پرتوں اور تہوں ميں بھي زندہ کائنات کے نشان ملے هيں -

(نظام شمسي)

زمين پر زندگي کا آغاز کب هوا اور کس طرح هوا ؟ اِس سوال سے پہلے يہ بحث سامنے آتي هے کہ موجودہ صورت اختيار کرنے سے پہلے خود زمين کي حالت کيا تھي اور اُس پر کتنے دور انقلاب کے گزر چکے هيں ؟

زمين ' نظام شمسي ميں داخل هے - اِس نظام ميں آفتاب مرکزي حيثيت رکھتا هے - اور سيارہ (گردش کرنے والے ستارے) اُسکے گرد گھوم رهے هيں - يہ ستارے سورج سے بہت دور هيں - مرکز سے جتني دوري بڑھتي هے ' اُتنا هي فاصلہ بھي زيادہ هو جاتا هے - ذيل ميں تخميني فاصلہ ملاحظہ هو :—

عطارد	۱٬۴۰٬۰۰٬۰۰۰	ميل
زهرہ	۲٬۶۰٬۰۰٬۰۰۰	"
زمين	۳٬۷۰٬۰۰٬۰۰۰	"
مريخ	۵٬۶۰٬۰۰٬۰۰۰	"
مشتري	۱۹٬۲۰٬۰۰٬۰۰۰	"
زحل	۵۵٬۵۰٬۰۰٬۰۰۰	"
اورانوس	۷۳٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰	"
نبتون	۱٬۱۵٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰	"

مريخ اور مشتري کے مابين ايک عظيم دائرہ موجود هے - اِس ميں سو سے زيادہ چھوٹے چھوٹے سيارات ' آفتاب کے گرد گردش کرتے هيں - اور اُس سے تقريباً دس کرور ميل دور هيں -

هر بڑے ستارے کے ساتھ ايک يا کئي چاند هيں - اور اسکے گرد چکر لگاتے رهتے هيں - چنانچہ زمين کے ساتھ ايک ' مشتري کے ساتھ چار ' زحل کے ساتھ دس ' اورانوس کے ساتھ چار ' اور نبتون کے ساتھ ايک هے -

آفتاب اپنے مرکز ميں رہ کر تمام کواکب کو اپني طرف جذب کرتا اور کھينچتا هے - يہ تمام کواکب اور آفتاب مختلف قسم کي دھاتوں چٹانوں ' اور مشتعل گيسوں سے مرکب هيں - يہ دھاتيں اُسي قسم کي هيں ' جيسي زمين ميں هم ديکھتے هيں - آفتاب اِن تمام کواکب سے بہت بڑا هے - زمين کا قطر اسکے مقابلہ ميں صرف ۱/۱۰۸ هے - زمين کا حجم آفتاب کے حجم کے سامنے صرف ۱/۱۲۸۰۰۰۰ هے - مشتري سب سے بڑے ستاروں ميں هے - مگر اسکا قطر بھي آفتاب سے ۱/۱۵ کي نسبت رکھتا هے - فلکيوں نے تمام کواکب اور آفتاب کے وزن کا بھي تخمينہ لگايا هے - انکے اندازہ ميں آفتاب اپنے تمام کواکب کے مجموعي وزن سے بھي سات سو گنا زيادہ وزني هے - زمين تو اسکے مقابلہ ميں بالکل هي بے حقيقت هے - وہ زمين سے ۳۲۴۰۰۰ گنا زيادہ وزني هے !

آسمان پر آفتاب کے علاوہ اور نظام شمسي سے باهر ' بعض اور کرے بھي موجود هيں - اُن ميں سے بعض نظام شمسي سے بھي زيادہ بڑے هيں - يہ اثير (ايتھر) اور گيسي مواد سے مرکب هيں - اور خود اپنے گرد گردش کرتے رهتے هيں -

اِس مشاهدہ کے بعد اگر هم نظام شمسي کو ديکھيں ' اس کے انداز پر غور کريں ' اور اپنے مرکزي آفتاب ' اور اسکے حلقہ کے کواکب کي گردش پر نظر ڈاليں ' پھر اسکے بعد اثير کے کروں پر غور کريں ' تو باهمي مشابہت کي وجہ سے فوراً ذهن ميں يہ خيال پيدا هو جايگا کہ شايد آفتاب کي تاريخ اثير هي سے وابستہ هے -

اِس خيال کي تائيد اِس امر واقع سے بھي هوتي هے کہ اگر هم کسي سيال مادہ ميں گردشي حرکت پيدا کرديں ' تو فوراً ديکھينگے کہ وہ کئي حلقوں ميں منقسم هوگيا هے - سب حلقے مرکز کے گرد گھوم رهے هيں اور خود هر حلقہ اپنے اندر ايک گردشي حرکت رکھتا هے - يہ حرکت بہت بڑي علمي اهميت رکھتي هے - جيسا کہ ابھي معلوم هوگا -

(زمين ميں حرارت)

اگر هم زمين کے اندر اُتريں (جيسا کہ کانوں ميں يا کنويں کھودتے وقت ديکھا گيا هے) تو هر ۳۳ ميٹر گہرائي ميں حرارت ' سنٹي گريڈ کا ايک درجہ بڑھتي جائيگي - اِس حساب سے ايک لاکھ کيلو ميٹر نيچے ' حرارت کا درجہ تقريباً تين هزار هوگا - معلوم هے کہ اتني حرارت جملہ معدنيات کے پگھلا ڈالنے اور اکثر معلومہ مرکبات کو گيس بناديني کيليے بالکل کافي هے - پھر هميں يہ بھي معلوم هے کہ زمين کا نصف قطر تقريباً چھہ هزار کيلوميٹر (۶۰٬۰۰٬۰۰۰ متر) هے - بنابريں زمين کے مرکزي حصہ کا حجم ' جو مشتعل معدني مواد سے مرکب هے ' اُسکي اِس سطح يا چھلکے کے حجم سے بہت زيادہ هے جسپر هم آباد هيں -

زمين کا مرکزي حصہ سيال هے يا ٹھوس ؟ اِس بارے ميں علماء ميں اختلاف هے - بڑا گروہ اُسے ٹھوس بتاتا هے ' کيونکہ زمين کي

ديوكلس نے دوشيزہ پر ايک سرد نظر ڈالي اور كہا :

" محبت ميرے دل سے اُسي طرح اڑ گئي ہے جس طرح دوسرا پردہ اڑ گيا تها " اُسنے يہ كہا اور ايک طرف كو چلديا !

دوشيزہ حيرت سے اُسے ديكهتي رهي - بهلا يہ رموز وہ كيونكر سمجهہ سكتي تهي ؟ اُسنے خيال كيا ' ديوكلس ديوانہ هوگيا ہے -

⁂

ايک سال بعد ديوكلس نے تيسرا پردہ چاک كيا - اُسكي نظر اور بهي زيادہ تيز هوگئي - اسكا نفس ناطقہ زيادہ شائستہ اور بلند مرتبت هوگيا !

اب فلسفہ كے حلقوں سے بهي وہ الگ هوگيا - اگر كبهي اتفاق سے وہ عوام كے سامنے بولتا تو لوگوں كے كان اُسكے ليے وقف هو جاتے - انساني دلوں كے ليے اُسكي آواز ميں ايک ايسي تاثير تهي كہ يونان كے صحنہاے حكمت ميں كسي بڑے سے بڑے حكيم كي آواز كو بهي نہ ملي هوگي - پورے اَيتهنس نے جمع هوكر فيصلہ كرديا كہ ديوكلس ' استاد عظيم افلاطون اور دوسرے تمام حكيموں سے بازي ليگيا - اُس سے منتيں كي گئيں كہ فلسفہ كي امامت قبول كرلے مگر اسنے بے پروائي سے انكار كرديا -

اُسي زمانہ ميں ايسا هوا كہ ايتهنس پر دشمنوں نے حملہ كرديا - ديوكلس وطن كي مدافعت ميں پيش پيش تها - بے نظير شجاعت سے لڑا - آخر زخموں سے چور چور لوٹا - ايتهنس كو فتح هوئي - بہادروں كو فورم ميں پهولوں كے تاج تقسيم كيے گيے - سب سے بڑا تاج ديوكلس كے واسطے طيار هوا تها - مگر عين وقت پر جب اُسے پكارا گيا ' تو وہ موجود نہ تها !

⁂

برسوں پر برس گذرتے چلے گيے - هر برس ديوكلس حقيقت كا ايک پردہ چاک كر آتا تها - ابهي وہ جوان تها مگر اسكا سر سفيد هوگيا - كمر جهک گئي - آنكهيں دهنس گئيں - قوي كمزور پڑ گيے - اِسپر بهي وہ خوش تها ' كيونكہ وہ عنقريب " حقيقت " كا مشاهدہ كرنے والا تها ' اُس حقيقت كا بے پردہ بے نقاب مشاهدہ ' جسے كبهي كسي بشر نے نہيں ديكها !

⁂

آخر فيصلہ كي رات آگئي - آج " حقيقت " پر سے آخري پردہ بهي اُٹهہ جايگا - آج بے نقاب حقيقت اسكے سامنے هوگي !

ديوي ' ديوكلس كو حسب عادت اڑا لے گئي - اور حسب معمول حقيقت ' كے سايہ كے سامنے كهڑا كرديا :

" ديكهہ ' حقيقت كس قدر تاباں ہے ' پچهلے برسوں ميں جتنے پردے تونے چاک كيے ' وہ اسكے چہرے كے پردے نہ تهے - تيري هي غفلت كے پردے تهے جو تونے اپني آنكهوں پر ڈال ليے تهے - تونے ايک ايک كركے تمام غفلتيں دور كرديں - آج آخري پردے كي باري ہے - اِسكے بعد تو روبرو حقيقت كا جلوہ ديكهہ ليگا - اگر تو اپنے كيے پر پشيمان ہے ' يا تيرے دل ميں ذرا بهي خوف موجود ہے ' تو اب بهي وقت ہے - لوٹ جا ' اور باقي زندگي چين سے گزار "

ديوكلس ' جوش طلب سے ديوانہ هوكر چلايا :

" اِسي منزل كي طلب ميں تو ميں نے ساري عمر گزار دي - اب ميں " حقيقت " سے كس طرح منهہ موڑ سكتا هوں ؟ ميں آخري پردہ بهي چاک كردونگا - ميں حقيقت كو ضرور بے نقاب ديكهونگا "

اُسنے يہ كہا اور آگے بڑها - اُسكا دل دهڑكنے لگا - هاتهہ كانپنے لگا وہ اپني بزدلي پر شرمندہ هو رها تها مگر عمل كي هيبت و دهشت سے بے بس تها - اس نے دانت بهينچے ' آنكهيں بند كيں ' دل كڑا كے آگے بڑها ' هاتهہ بڑهايا ' اور آخري پردہ بهي كهينچ ليا ......

اُف ' هولناكي !

پردہ هٹتے هي روشني غائب هوگئي —— گهٹا ٹوپ اندهيري چها گئي ... كچهہ بهي دكهائي نہيں ديتا تها !

ديوكلس نے اتنے زور سے چيخ ماري كہ قريب تها ' اسكا سينہ شق هو جاے :

" حقيقت كہاں ہے ؟ حقيقت كہاں ہے ؟ اے ديوي ! حقيقت كہاں ہے ؟ مجهے تو كچهہ سجهائي نہيں ديتا - وہ ' جو آخري پردے كے پيچهے تهي ' كہاں چلي گئي ؟ ساري دنيا تاريک هو رهي ہے ... "

" تيري آنكهيں پهوٹ گئيں ! " حكمت كي ديوي نے وقار سے كہا " اے كائنات كے بيٹے ' تيري آخري غفلت بهي اڑ گئي ! بے نقاب حقيقت كوئي بهي نہيں ديكهہ سكتا - اگر ديكهہ سكتا ہے تو اُسے پردوں هي ميں لپٹا ديكهہ سكتا ہے - كوئي دس پردوں كے اندر سے ديكهتا ہے - كوئي اِس سے كم ميں ديكهتا ہے - كوئي اِس سے بهي زيادہ ميں - مگر حقيقت عرياں كا مشاهدہ ناممكن ہے ... تونے ديكهنا چاها ' تو تونے ديكهہ ليا كہ تو كيا ديكهہ سكتا ہے ! ... "

ديوكلس نے يہ سنا اور منهہ كے بهل زمين پر گر پڑا - اب اُسكے جسم ميں روح موجود نہ تهي ... شايد " حقيقت " كي جستجو ميں اُسنے دوسري دنيا كي راہ لي تهي ... "

الهلال

كا

يہ ۹ - واں نمبر هے

ليكن

اسوقت تک ضرورت باقي ہے كہ توسيع اشاعت كي طرف آپ كو توجہ دلائي جاے -

اس ميں شک نہيں كہ اصحاب ذوق نے جس طرح الهلال كا استقبال كيا ' شايد هي اُسكي كوئي دوسري نظير اردو اخبارات ميں مل سكے - ليكن مشكل يہ ہے كہ پرچہ كي ترتيب و طباعت كا معيار بہت بلند ہے ' اور قيمت اُسكے مقابلہ ميں بہت كم - اب يا تو قيمت بڑهاني چاهيے - يا اتني وسيع اشاعت هوني چاهيے كہ اُس سے قيمت كي كمي كي تلافي هوجاے -

پیدا ہوتے ہیں' اور ایک جان سے دوسرے وجود کي جان متولد ہوتي ہے - چنانچہ اس نے تجربہ کرکے دکھا دیا کہ انجیکشن کا قوام' گوشت کا ست' اور آلو جیسي ترکاریاں جو انکي مزعومہ پیدایش کا سب سے بہتر اور اصلح محل ہیں' جب ہوا سے بالکل محفوظ کردي جاتي ہیں یا بہت اچھي طرح اُبالدي جاتي ہیں' تو ان میں جراثیم کي پیدایش بالکل نہیں ہوتي - موجودہ علماء مادیئین کا خیال ہے کہ پاسٹیور نے اپنے تجارب سے مذہب تولد ذاتي کي دلیلیں کمزور کردي ہیں -

عہد آخر کے حکما میں ارنسٹ ہیگل' مذہب تولد ذاتي کا سب سے بڑا عالم ہے - وہ کہتا ہے " اگر في الحال تولد ذاتي کا وقوع نا ممکن نظر آتا ہے تو اِس سے بطلان لازم نہیں آجاتا - کیونکہ جس زمانہ میں یہ واقع ہوا تھا' اُس وقت سمندروں کا پاني ایک خاص طبعي حالت اور کیمیاوي خاصیت رکھتا تھا - حرارت کا درجہ' نمک کي نوعیت' اور پگھلے ہوئے گیسوں کي کیفیت کچھہ اور ہي طرحکي تھي - ایک محدود زمانہ تک یہي حالت رہي - پھر اُس کے بعد کبھي پیش نہیں آئي - لہذا تولد ذاتي کے اِس وقت محال نظر آنے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ اُس عہد میں بھي محال تھا - اب زمین کي وہ حالت باقي نہیں رہي ہے جو اُس وقت تھي جب تولد ذاتي شروع ہوا تھا -

لیکن اس مذہب کے مخالف کہتے ہیں' مشاہدہ اس خیال کي تصدیق نہیں کرتا - علماء علم الحیات نے سخت کوششیں کیں - طرح طرح کے تجربے کیے' قسم قسم کے ماحول طیار کیے' مختلف مواد میں کمي بیشي کي' حرارت اور تمام معلوم شعاعوں کي روشني مہیا کي' لیکن پھر بھي زندگي بے جان مواد سے پیدا نہ ہوسکي - وہ یہ بھي کہتے ہیں کہ زندگي کے آغاز کے وقت سمندروں کي حالت کیسي ہي خاص اور زندگي پیدا کرنے کے لیے صالح کیوں نہ ہو' لیکن اس حالت سے بہتر نہیں ہوسکتي جو مختلف وسائل جمع کرکے علماء حیات نے اب مہیا کردي ہے - تاہم کوئي کامیابي نہیں ہوئي -

(مختلف نظریے)

پھر آخر زمین پر زندگي کا آغاز کیوں کر ہوا؟ اوپر کي بحث سے یہ گتھي ذرا بھي نہ سلجھي -

ایک بہت بڑا ماہر علم الحیات کہتا ہے " زمین پر زندگي ننھے ننھے کیڑوں اور سوکھے جراثیم کي شکل میں آئي' مگر یہ اُن چھوٹے ٹوٹے معدني ٹکڑوں کے ذریعہ پہنچي تھي جو دوسرے ستاروں سے ٹوٹ کر ہماري زمین پر گرے تھے - اس وقت وہ اُس زندگي کے لیے مناسب ماحول رکھتي تھي" اِس عالم کا خیال ہے کہ کواکب میں زندگي ازل سے موجود ہے - اِنھي کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر دوسرے کواکب میں زندگي کے جراثیم پہنچاتے رہے ہیں -

مشہور عالم علم الحیات ہل مہنز اور تامسن کي بھي یہي راے ہے - پروفیسر ارہنیس نے یہ نظریہ اور زیادہ وضاحت و اضافہ کے ساتھہ بیان کیا ہے - وہ کہتا ہے " زندگي بھي اُسي طرح ازلي ہے جس طرح خود مادہ ازلي ہے - زندگي کے تخم یا جراثیم کواکب سے ہمیشہ جدا ہوتے رہتے ہیں - آفتاب کے نور میں یہ خاصیت موجود ہے کہ وہ اِن حقیر جراثیم کو پھیلاتا اور فضا میں بہاتا ہے - آفتاب کے نور کي یہ خاصیت مکسویل کے تجربوں سے یقیني طور پر ثابت ہوچکي ہے - بنابریں فضا اِن جراثیم سے لبریز ہے - یہ جراثیم پاني اور ہوا سے محروم ہونے پر بھي زندہ رہتے ہیں - نیز بالائي فضا کي سخت سردي بھي برداشت کرلیتے ہیں - علماء کا خیال ہے کہ وہاں برودت صفر سے ۲۲۰ - درجہ نیچے ہے - یہ جراثیم ہر لمحہ بہت بڑي مقدار میں آسماني اجزاء کے ساتھہ ایک ستارہ سے دوسرے ستارے میں گرتے رہتے ہیں - آفتاب کي قوت دافعہ اس نقل و حرکت میں اُنھیں مدد دیتي ہے "

لیکن تولد ذاتي کا مذہب بھي اس وقت تک سپر انداز نہیں ہوا ہے - ارنسٹ ہیگل کے بعد بفلوگر نے اس کي از سر نو صدائیں بلند کیں - اُس کا نظریہ بھي ہیگل کے نظریہ سے مشابہ ہے - وہ کہتا ہے " قابل حیات مادۂ زلالیہ (Albumen) بلا کسي واسطے کے اُس وقت خود بخود موجود ہوگیا تھا جب زمین کے پاني میں زندگي قبول کرنے کي صلاحیت پیدا ہوگئي تھي - اِس مادہ کي تکوین "سیانوجن (نٹروجن اور کاربون کا مرکب) آکسیجن' اور دوسرے پگھلے ہوئے معدني مواد کے اتحاد کا نتیجہ تھي - جوں ہي اِن اشیاء کا باہم اجتماع ہوا' قابل حیات مادۂ زلالیہ وجود میں آگیا - پھر تدریجي ترقي کے بعد ادنی جانداروں کي شکل میں تبدیل ہوگیا - یہي ابتدائي جاندار' جملہ حیوانات و نباتات کي اصل ہیں " اِس عالم کا خیال ہے کہ شروع میں صرف ایک جاندار نے ظہور کیا تھا - پھر اُس سے دو جاندار پیدا ہوگئے - یہي دونوں جملہ ذي روح کائنات کے مورث اعلی ہیں - ایک سے نبات کا سلسلہ شروع ہوا - دوسرے سے حیوان کا -

سنہ ۱۸۸۰ - میں ایک عالم پریئیر نے تمام علماء سے مختلف مذہب اختیار کیا - وہ کہتا ہے "عالم کون میں زندگي ازلي و قدیم ہے - زمین پر زندگي اسوقت بھي موجود تھي جب وہ ایک آتشي کرہ تھي" وہ یہ بھي تسلیم نہیں کرتا کہ جمادات سے زندگي کا آغاز ہوا - اُسکا دعوی ہے کہ خود جمادات کسي ازلي زندگي سے پیدا ہوے ہیں - ظاہر ہے کہ یہ قول شاذ اور کمزور ہے - مشاہدے کے بھي خلاف ہے - ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ زندہ کائنات ایک خاص درجہ تک ہي حرارت برداشت کرسکتي ہیں - زیادہ سے زیادہ حرارت برداشت کرنے والے جراثیم کے تخم بھي سنٹي گریڈ کے ۱۲۰ - درجہ میں ۲۰ - منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے - ایسي حالت میں زندگي کا اسوقت موجود ہونا جب یہ کرہ ایک آتشي کرہ تھا' کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

(وما اوتیتم من العلم الا قلیلا)

غرضکہ زندگي کي گتھي باوجود علم کي اس تمام جد و جہد کے' ابتک سلجھہ نہیں سکي ہے - یہ ایک معما ہے جس کا حل عقل انساني کي دسترس سے باہر تھا اور اب تک باہر ہے - جس قدر بھي نظریے قائم کیے گئے ہیں' اول تو وہ نظریہ سے زیادہ نہیں' پھر ان میں بھي اس قدر فکر کا اضطراب اور راے کا اختلاف ہے کہ ظلمات بعضہا فوق بعض کے مصداق ہیں - اب سے تیرہ سو برس پہلے اس بارے میں ادعاء علم نے نہیں بلکہ زبان وحي نے ایک اعلان کیا تھا یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربي دنیا آج بھي اس سے زیادہ کچھہ نہیں جانتي - اور اس لیے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا حکم بدستور عقل انساني پر حکمراں ہے!

* * *

منجمد سطح اور اُسکے اوپر کي فضا اپنا بوجھ اُس پر ڈالے ھوئے ھے - زمین پر اِس وقت جس طرح کے آتش فشاں پہاڑ نظر آتے ھیں ایسے ھي پہاڑ اُن قدیم زمانوں میں بھي موجود تھے جو زمین کي عمر کا ابتدائي زمانہ تھا - اصطلاح طبقات الارض میں یہ دور " عہد ارضي " کہلاتا ھے -

گرم چشموں کا وجود اِس بات کي قطعي دلیل ھے کہ زمین کا باطن ایک عظیم مشتعل کرہ ھے - چونکہ جزء ھمیشہ کل کے ماتحت ھوتا ھے اس لیے عملاً تسلیم کرنا پڑتا ھے کہ زمین کي یہ پتلي پپڑي یا چھلکا بھي ایک زمانہ میں اپنے کل کي طرح مشتعل ھوگا - زمین اپني تاریخ کے کسي قدیم دور میں آتشي کرہ تھي -

چاند کو بھي اگر دوربین سے ھم دیکھیں تو اُس میں آتش فشانوں کے نمایاں نشان پائینگے - اِس سے صاف ثابت ھوتا ھے کہ چاند پر بھي تقریباً ویسے ھي تاریخي انقلاب طاري ھوچکے ھیں جیسے زمین پر گزر چکے ھیں -

(کانت اور لاپلاس کا نظریہ)

اِس طرح کے مشاھدات پر غور کرنے کے بعد جرمن فلاسفر کانت اور اس کے بعد فرنچ ریاضي داں لاپلاس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ شروع میں پورا نظام شمسي نہایت ھي گرم گیس کا کتلہ تھا - یہ کتلہ کسي نا معلوم محرک کے ذریعہ خود اپنے گرد گھومنے لگا - اِس حرکت نے حلقے پیدا کیے - پھر ان کے مرکز میں کثافت و انجماد پیدا ھوگیا ' اور اِس کیفیت کے بعد یہي مرکز آفتاب بن گیا - پھر گردشي حرکت کي وجہ سے اُن حلقوں کے اندر بھي حلقے پیدا ھوتے گئے - اِن ثانوي حلقوں میں سے ھر حلقے کے مرکز میں کثافت و انجماد کي کیفیت پیدا ھوئي اور ایک نیا کوکب ناري بن گیا - پھر اس مرکز سے محیط حلقوں میں بھي کثافت و انجماد کا عمل شروع ھوا اور بتدریج ایک یا کئي چاند پیدا ھوگئے - مگر یہ بھي اُس وقت آتشین تھے - بتدریج ٹھنڈے ھوکر موجودہ شکل میں آئے ھیں - بعض کواکب کے گرد اب تک اُس تاریخي عہد کے حلقے موجود ھیں - چنانچہ دوربین میں زحل کے گرد علاوہ اُس کے دس چاندوں کے ' تین تہیں رکھنے والا گیسي حلقہ بھي دکھائي دیتا ھے -

خاص زمین کے متعلق مذکورہ بالا علماء کا نظریہ یہ ھے کہ وہ بتدریج ٹھنڈي ھونا شروع ھوئي ' یہانتک کہ اُس کي سطح جم گئي - جب زمین کي حرارت ٣٥٠ درجہ پر پہنچي تو اُس پر پارے کي موسلا دھار بارش ھوئي - جب حرارت اَور کم ھوئي اور ١٠٠ درجہ پر آئي ' تو کھولتے ھوئے پاني کي بارش شروع ھوگئي - مگر چونکہ زمین اور اُس کي فضا کي حرارت ھنوز بہت زیادہ تھي ' اِس لیے پاني جمع نہ ھوسکا اور بھاپ بنکر اڑ گیا - پھر جب حرارت ١٠٠ درجہ سے بھي کم ھوگئي ' تو اُس وقت بارش کا پاني جمع ھوا اور سمندروں کي تکوین ھوئي - اُس زمانہ کے سمندروں کا رقبہ موجودہ سمندروں سے بہت زیادہ تھا - کیونکہ اُس وقت زمین کا داخلي حصہ بہ سبب شدت حرارت کے پاني سے خالي تھا - اور اُسکي موجودہ سلوٹیں وجود میں نہیں آئي تھیں جنھوں نے بعد میں پہاڑ اور سمندر کي گہرائیاں بنائیں - سمندر کے متعلق یہ خیال محض نظریہ نہیں ھے بلکہ علماء طبقات الارض کا مشاھدہ ھے -

(کائنات حیات)

اب زندہ کائنات کي بحث سامنے آتي ھے - ظاھر ھے بہت شدید حرارت میں زندگي موجود نہیں ھوسکتي - اس لیے لازمي طور پر تسلیم کرنا پڑتا ھے کہ زمین اپنے اولین زمانوں میں زندگي سے خالي تھي - یہ تسلیم کرنے کے معني یہ ھوئے کہ ھم یہ بھي تسلیم کرتے ھیں کہ زمین پر زندگي ھمیشہ سے موجود نہیں تھي - بعد میں اُسکا آغاز ھوا -

اب یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ زندگي یا اولین ذي روح کائنات کا آغاز کن مواد سے ھوا ؟ کیا اُن جمے ھوے معدني مواد سے جو شدید حرارت کي وجہ سے اولین سمندروں میں پاني کي طرح بہہ رھے تھے ' اور گرمي کے کم ھونے پر جم گئے ؟ اگر یہ مان لیا جائے تو بحث ختم ھوجاتي ھے -

(دو مذھب)

لیکن بعض موانع ایسے موجود ھیں کہ اِس بات کا فوراً تسلیم کرلینا ممکن نہیں - اس کا فیصلہ اِس مسئلہ کے فیصلہ پر موقوف ھے کہ غیر ذي روح اشیا سے ذي روح اشیا پیدا ھوسکتي ھیں یا نہیں ؟ اس بارے میں جمہور اھل علم کا مذھب یہ ھے کہ نہیں ھوسکتیں یا کم از کم نہیں ھوتي ھیں ' لیکن تولد ذاتي کے قائل اسکے خلاف ھیں -

مذھب جمہور کي بنیاد واضح ھے - وہ کہتے ھیں اس طرح کي کوئي تخلیق علمي طریقہ پر ثابت نہیں ھوئي ھے - ایک زمانہ میں عوام کا یہ خیال خواص میں بھي پھیلا ھوا تھا کہ بہت سے جانور مٹي ' پاني ' اور مختلف غیر ذي روح مواد سے پیدا ھو جاتے ھیں - مثلاً وہ سمجھتے تھے ' حشرات الارض مٹي اور پاني سے پیدا ھو جاتے ھیں - مکھیاں اور مچھر گندگي اور کیچڑ سے پیدا ھوکر اڑنے لگتے ھیں - مینڈک کے بچے بارش کے ساتھہ ھي زمین سے اُٹھنے لگتے ھیں - یا پنیر اور اسي طرح کي چیزوں میں خود بخود کیڑے رینگنے لگتے ھیں - لیکن اب تحقیقات سے ثابت ھوگیا کہ یہ تمام جاندار غیر جاندار مادے سے پیدا نہیں ھوتے - بلکہ جاندار مخلوق ھي سے جان حاصل کرتے ھیں - ان سب کي پیدایش مختلف قسم کے کیڑوں اور مکھیوں کے انڈے سے ھوتي ھے جن میں سے بعض چشم غیر مسلح سے اور بعض خورد بینوں سے دیکھے جاسکتے ھیں - پنیر کے کیڑوں پر ایک زمانہ میں بہت زور دیا جاتا تھا - مگر ثابت ھوگیا کہ وہ خاص قسم کي مکھي کے انڈوں سے پیدا ھوتے ھیں ' اور اگر انکي حفاظت کي جائے تو وہ بڑے ھوکر مکھي کي شکل اختیار کرلینگے - یہ بات سترھویں صدي کے وسط ھي میں پایۂ تحقیق تک پہنچ گئي تھي کہ مٹي وغیرہ سے جانداروں کي پیدایش کا خیال غلط ھے -

لیکن دوسرا مذھب اُن لوگوں کا ھے جو " تولد ذاتي " کے قائل ھیں - خوردبین کي ایجاد نے اِنھیں تقویت دي - اُنھوں نے اعلان کیا کہ ایک خاص طرح کے جاندار ' مردہ پتیوں کے رس جیسے سیال مادوں میں پیدا ھو جاتے ھیں - لیکن میلن اڈورڈ اور شوان وغیرہ علماء علم الحیات نے اس سے انکار کیا - وہ کہتے ھیں اگر ھم ان سیال مادوں کو آگ پر رکھکر کھولائیں اور اُن جراثیم سے آلودہ نہ ھونے دیں جو ھوا میں موجود ھیں ' تو اِن میں کبھي یہ جاندار پیدا نہ ھونگے - یہ بھي دراصل ھوا کے جراثیم کي پیداوار ھیں -

مذھب " تولد ذاتي " کے ماننے والوں نے جراثیم (خوردبیني کیڑوں) کي نسبت بھي دعوا کیا تھا کہ یہ اُن قابل حیات اور معدني مواد سے پیدا ھوتے ھیں جو سیال مادوں اور بیمار جسموں میں موجود ھیں - لیکن پاسٹیور نے اسکي تغلیط کي - اس نے ثابت کیا کہ اس میں بھي وھي غلطي ھے جو بڑے جانوروں کي پیدایش کے سطحي معائنہ میں ھوئي تھي - یہ جراثیم بھي ھوا کے جراثیم سے

دارا شاہ ایران کے نقوش خط میخي میں جن سے اولن‌سن نے خط میخي کے پڑھنے کي کنجي معلوم کي -

ہوا ہے - خیال کیا جاتا ہے ' دسویں صدي میں یہ دفن ہوگیا تہا - اِسمیں تبتي ' چیني ' اور ترکي زبانوں کي ۵۰۰ فٹ مکعب تحریریں موجود ہیں -

شمالي ایشیا اور جنوب روس میں ایک اسکیتھي بادشاہ کي قبر ملي ہے - یہ قبر دریائے ڈینیپر کے کنارے علاقہ ملیٹو پول کے قریب واقع ہے - اِس کي تاریخ چوتھي صدي قبل مسیح تک پہنچتي ہے - بادشاہ کے ساتھہ اُس کي تلواریں ' کمانیں ' ذرع ' خود ' قسم قسم کے زیور ' طلائي کنگھا ' اور دوسري بہت سي چیزیں دفن تہیں - اِتنا ہي نہیں بلکہ اِس سامان کے پہلو میں بادشاہ کا سائیس ' خادم خاص ' شمشیر بردار ' اور پانچ گھوڑے بہي مدفون ملے ہیں -

آثار قدیمہ کے انکشاف کا میدان ابہي بہت وسیع ہے - کیونکہ ابہي مصر میں بکثرت ایسے قبرستان موجود ہیں جنہیں ہاتھہ بہي نہیں لگایا گیا ہے - عرب ' چین ' اور وسط ایشیا میں تو اب تک کچھہ کام ہوا ہي نہیں ہے - یمن میں بے شمار آثار ' بتوں کي شکل میں نمایاں ہیں ' اِس وقت تک اِن کي تحقیق نہیں ہوئي ہے - زمین کے اندر جو کچھہ دفن ہے ' وہ اِس کے علاوہ ہے -

امید کي جاتي ہے کہ جس وقت آثار قدیمہ کا علم ترقي کرجائیگا تو انسان کي تدریجي ترقي کي پوري تاریخ معلوم ہوجائیگي -

ذیل کي فہرست سے معلوم ہوگا کہ اِس وقت کن کن ملکوں میں آثار قدیمہ کي تحقیقات ہو رہي ہے اور کون کون جماعتیں یہ کام کر رہي ہیں :

توت آنخ آمون کا تابوت اور اُس کي نعش کا نظارہ

رشید (مصر) کا مشہور پتھر جس سے شمپولین نے ہیرو گلیفي خطوط کا راز حل کیا -

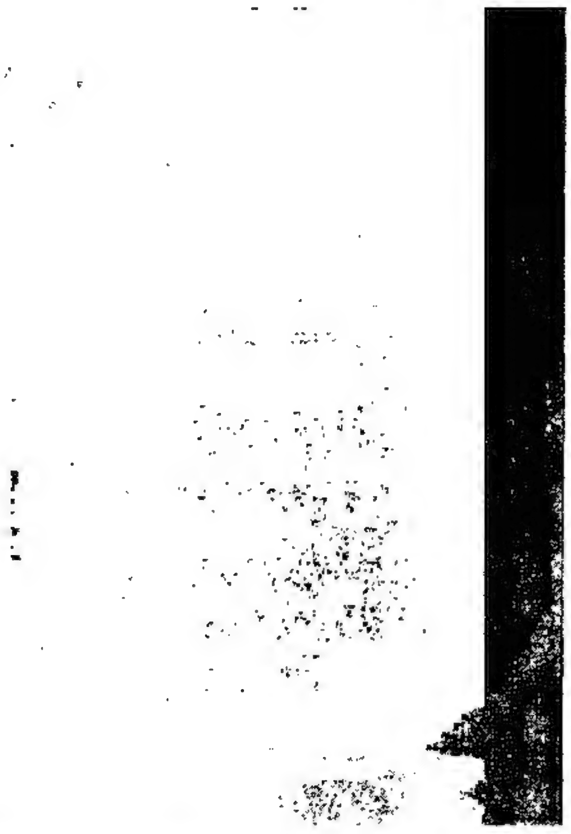

(۱) امریکہ کا عجائب خانۂ تاریخ طبیعي - اِسکي جماعتیں مکسیکو اور منگولیا میں کام کر رہي ہیں - اِنکا موضوع بحث علم الحیوان ' طبقات الارض ' اور تنقیب ہے -

(۲) امریکن متروپولیت عجائب خانۂ فنون - اِسکي جانب سے قدیم مصري تمدن کي تحقیقات ہو رہي ہے -

(۳) پنسلفانیا کي یونیورسٹي ' بابل ' فلسطین ' اور مصر میں تحقیقات کر رہي ہے -

(۴) ہار فرڈ یونیورسٹي اور عجائب خانۂ فنون جمیلہ کي جماعتیں مصر میں ایتھوپیا کي شہنشاہي کے عہد کي تحقیقات میں مصروف ہیں -

(۵) ہارفرڈ یونیورسٹي ' ہونڈوراس میں تحقیقات کر رہي ہے -

(۶) کارنیگي انسٹیٹیوٹ ' یوکاتن (امریکا) میں تحقیقات کررہا ہے -

(۷) امریکن سوسائٹي ایشیائے کوچک میں -

(۸) امریکن انڈین میوزیم ' میکسیکو اور کوہ اوزارک میں - اِس کا موضوع بحث امریکا کے سرخ فام انسانوں کي اصلیت معلوم کرنا ہے -

(۹) برٹش فرنسیسي امریکن کمیٹي - بیت المقدس میں -

(۱۰) کارنافون (کاونٹ کمیٹي) مصر میں -

(۱۱) ولي ر (برطانیا) کي کمیٹي - بابل اور اُور میں -

(۱۲) محکمۂ آثار قدیمہ اور کونٹ پروروک - تیونس میں قرطاجنہ کي تحقیقات کر رہے ہیں -

(۱۳) سر جوزف ترلین - قسطنطنیہ میں عہد بیزنطیني کي تحقیقات کر رہے ہیں -

آثار عتیقه

علم الآثار

(Archaeology)

جدید علم الآثار کي بنا غالباً سب سے پہلے شمپولین نے ڈالي - اِسنے علاقه "رشید" (مصر) میں ایک سنگي لاٹ دیکھي - اِس لاٹ پر ایک هي تحریر تین قسم کے رسم الخط میں لکھي تھي : هیرو گلیفي (قدیم مصري کاهنوں کا خط)' دیموتیکي (قدیم مصري عوام کا خط)' خط قبطي (یه خط در اصل یوناني ہے - مصر کے فرمانروا خاندان بطلیموس نے اِسے جاري کیا تھا) درحقیقت یهي تحریر بعد میں علم الآثار کي بنیاد بن گئي - اُس سے هیروگلیفي اور دیموتیکي ' دونوں رسمُ الخط معلوم هو گئے - اِتنا هي نہیں بلکه قدیم مصري زبان بھي اسکے ذریعه مدون کرلي گئي -

آثار قدیمه کے انکشاف میں اتفاقات زمانه کو بہت دخل هوتا ہے ' اگرچه صحیح قیاس و اندازہ' سے بھي بڑي مدد ملتي ہے -

مصر کي ایک سب سے زیادہ محفوظ ممي

چنانچه یورپ کا ایک قدیم ترین اثر اِس طرح دریافت هوا که اسپین میں بعض آدمیوں نے محض اتفاق سے ایک غار میں جھانکا تو اُسکي دیواروں پر اُنھیں تصویریں نظر آئیں - یه تصویریں اُن حیوانات کي هیں جو اب روئے زمین پر موجود نہیں هیں - لیکن قدیم ترین زمانوں میں موجود تھے - دور حجري کے انسانوں نے یه تصویریں بنائي تھیں - ان سے ایک طرف یه معلوم هوگیا که اِس قسم کے حیوان ایک وقت میں موجود تھے' دوسري طرف یه پته چل گیا که انسان کي فني ترقي کے ابتدائي نمونے کیسے تھے ؟

اِسي طرح یونان کے ایک علاقه میں ایک مرتبه ریل گاڑي ٹوٹ گئي - بعض مسافر ٹہلتے هوئے اتفاق سے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے - وهاں اُنھیں ایک قدیم آبادي کے نشان ملے - تحقیقات سے ثابت هوا که یه آبادي' سن عیسوي سے ایک هزار برس پہلے یہاں قائم تھي -

اِسي طرح یونان میں ایک شخص کو اتفاق سے ٹوٹے هوئے ظرف کا ایک ٹکڑہ ملا - اِس پر یه پہیلي کنده تھي " دیو جانس فلسفي سے پوچھا گیا : وہ کون حبشي ہے جو سفید روٹي کھاتا ہے ؟ حکیم نے جواب دیا : وہ رات ہے جو دن کو نگل لیتي ہے "

آثار قدیمه کے انکشاف میں افواهوں اور افسانوں سے بھي بڑي مدد ملتي ہے - چنانچه شهر تدمر کا پته اِسي طرح چلا که اُن اطراف کے بدوؤں میں ایک ٹیله کے متعلق مشہور تھا که اسکے نیچے شهر تدمر مدفون ہے -

اسي طرح شهر ٹراوٓہ کا پته اس طرح چلا که ایک جرمن لڑکا هومر کي الیڈ پڑھ رها تھا - پڑھتے پڑھتے اُسے شوق هوا که اس عجیب مقام کي سیر کرے جسکي توصیف میں هومر نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے هیں - لڑکے پر بڑي بڑي مصیبتیں پڑیں مگر یه شوق اُسکے دل سے نه گیا - علماء تاریخ کہتے تھے که ٹراوٓہ کا کوئي وجود نہیں ہے ' محض هومر کا تخیل ہے - لیکن نوجوان نے اُنکي بات نه سني اور ۳۵ سال کي عمر میں اُس مقام پر جا پہنچا جہاں ٹراوٓہ کي موجودگي بتائي گئي تھي - چند سال زمین کھودتا رها - یہانتک که ٹراوٓہ کے نشان مل گئے !

ایک دوسري نعش مکمل حالت میں

سب سے بڑا قدیم اثر جو اِس وقت تک دریافت هوا ہے ' وہ مشہور اٹالین شهر " پامپي " ہے - پہلي صدي عیسوي میں آتش فشاں پہاڑ نے اسے اپني راکھه سے ڈھانپ دیا تھا - اب یه کھود کر نکال لیا گیا ہے - اسکي سڑکوں پر ابتک گاڑي کے پہیوں کے نشان موجود هیں - دیواروں پر سرکاري اعلان چسپاں هیں - دکانیں بدستور موجود هیں - ایک شراب خانه میں مرمري میز اپني اصلي حالت پر رکھا هوا ہے - اسکے کنارے کثرت استعمال سے گھسے هوئے هیں - گھروں میں پاني کے نل لگے هوئے هیں - کمروں میں تصویریں آویزاں هیں - محلوں میں بدستور باغیچے اور چمن هیں - اگرچه سب تقریباً بدنما ہوگئے هیں -

اسي طرح قبرس کے سمندر میں ایک کشتي ملي ہے - یه دو هزار برس پہلے غرق هوئي تھي - اِس میں سنگ مرمر کے ۶۵ ستون رکھے گئے تھے -

مغربي چین میں ایک مدفون کتب خانه دستیاب

دنیا کي سب سے پراني کتاب طب : مسٹر اڈوین اسمتھه کے اس منقش پتھر پر طبي مسائل پڑھے جو مصر سے برامد هوا تھا - اس پر هیرٹیک حروف کنده هیں جو هیرو گلیفي خط کي ایک شاخ ہے -

(پادریوں کا چنگل)

" مر مر کے اسنے جلادوں کے پنجه سے رهائي حاصل کي تهي - مگر رائے بدنصیبي ' فوراً فسیسوں کے چنگل نے آسے آ دبوچا ! میں یه اس لیے نہیں کہتا که مجهے اِس پر کوئي تعجب هے - لیکن بلا شبهه یه عجیب هے که ایسا شریف و نجیب انسان اور پیرس کا اُسقف اعظم ' جو صرف شریف النسب هي نہیں بلکه شریف النفس بهي هے ' کیونکر اپني جماعت کي بزدلي میں شریک هوگیا ؟ حالانکه آسے ایسي دنائت سے بلند هونا چاهیے تها - ایک مذهبي پیشوا هونے کي حیثیت سے اُسکا فرض تها که مظلوم پر ترس کهائے ' نه یه که اُلٹا مظلوم کے کچلنے پر کمربسته هو جائے - وه مظلوم ' جو پہلے هي سے زمانه کے هاتهوں کچلا جاچکا هے "

" اِس اسقف اعظم کے تمام حاشیه بردار اِس ناکرده گناه کے مٹادالنے پر تل گئے هیں - وه یقین کرتے هیں که هم آسے ضرور بالضرور مٹادینگے - حقیر سے حقیر واعظ اور ادنی سے ادنی مجاور بهي کوشش کر رها هے که اِس خود ساخته دشمن کے گلا گهونٹنے کا فخر صرف اُسي کو حاصل هو ' اور اِسکے سر پر فیصله کن ضرب اُسي کے پاؤں کي ٹهوکر سے لگے !

(اُسقف نے کیوں فتوی شائع کیا ؟)

" اے میرے سردار ! کون شک کرسکتا هے که اگر پیرس کي مجلس حکومت نے میرے خلاف حکم صادر نه کیا هوتا ' تو آپکو میري کتاب سے بغض کم هوتا ؟ بلاشبه بعض لوگ یهي خیال ظاهر کرتے هیں - مگر آپ کا حق پسند دل اِسے هرگز تسلیم نہیں کرسکتا ' کیونکه یه خلاف واقعه هے - اے میرے آقا! مجهے بتاییے آپنے ایسے پہلے میرا رد کرنے کي زحمت کیوں گوارا نہیں کي ؟ میں نے آپکے منصب کے خلاف رساله شائع کیا ' میں نے دي لامبرٹ کے نام خطوط چهاپے ' کئي کتابیں لکهیں ' مگر آپکے قلم کو کبهي جنبش نه هوئي ! حالانکه میري اِن کتابوں میں بالکل ویسے هي خیالات موجود هیں ' جیسے کتاب التربیت میں ظاهر کیے گئے هیں - کیا آپنے میري یه کتابیں نہیں پڑهي تهیں ؟ حالانکه اگر نه پڑهي هوتیں تو اپنے اِس رد میں اُن پر بحث نه کرسکتے - کیا آپ کي یه خاموشي آپکے دیني فرائض کے خلاف نه تهي ؟ حالانکه بقول آپکے اِن کتابوں میں بهي الحاد کي دعوت دي گئي هے - کیا یه حقیر مؤلف اُس وقت کم خطا کار تها ' اور اب زیاده هوگیا هے ؟ حالانکه آپ آسے پیدائشي خطا کار قرار دیتے هیں - آخر کیا بات تهي جو اِتني مدت تک زبان مبارک نه هلي ؟ یه وجه تو نه تهي که اُس وقت آپکے دشمن کم تهے ' اور میں بهي خالفوں سے گهرا هوا نه تها ؟ اُس وقت عوام میں میري کتابیں مقبول هوچکي تهیں اور آپ عوام کے غضب سے ڈرتے تهے ؟ لیکن اب ' جبکه حالات میں تبدیلي پیدا هوئي - میرے دشمنوں نے ایکا کرکے مجهه پر یورش کردي ' مجهے ملحد اور باغي مشهور کیا ' حکومت نے بهي هتیار سنبهال لیے ' اور اپکے دشمنوں نے بهي کہنا شروع کر دیا که پیشوائے اعظم هوکر آپ اِس ملحد کے خلاف کچهه نہیں کہتے ' گویا اپني خاموشي سے اُسکي حمایت کررهے هیں ' تو آپ اپنے منصب کي حفاظت کے خیال سے آٹهے ' اور اپنے دشمنوں کا منهه بند کرنے کیلیے میرے خلاف فتوی شائع کردیا - اے میرے آقا ! کیا اسي سبب نے آپکو میرے خلاف برانگیخته کیا ؟ اگر ایسا هي هے تو بلاشبه میرے دماغ کو شدت تحیر سے سکته هو جانا چاهیے ! "

اِس تمہید کے بعد روسو ' اُسقف کے بیان کا رد شروع کرتا هے -

(صفات الهي)

اُسقف نے لکها تها :

" روسو کہتا هے - میں خدا کي حقیقت سے بے خبر هوں ' لیکن ساتهه هي یه دعوی بهي کرتا هے که یه موجود حقیقي علم ' قدرت ' اراده ' اور حکمت رکهتا هے !"

روسو جواب دیتا هے : " خدا کي صفت ' علم هے - لیکن اسکا علم کیا هے ؟ انسان کا علم تو اُسکي قوت تفکر میں هے ' لیکن علم اقدس کسي تفکر و تأمل کا محتاج نہیں - اُسکي تفکیر کے لیے نه تو مقدمات هیں ' نه نتائج هیں ' نه فرض و قیاسات هیں - اُسکا علم ازلي هے - جو تها ' جو هے ' جو هوگا ' سب اُس پر آشکارا هے - تمام حقائق اُسکے سامنے ذرۂ ریگ سے بهي چهوٹے هیں - تمام دنیا اُسکي نظر میں قطرۂ آب سے بهي محدود هے ' تمام اگلے پچهلے زمانے اُسکے نزدیک لمح بصر سے بهي مختصر هیں "

" باقي رهي قدرت الهي ' تو قدرت الهي کا یه حال هے که انسان کو اپني قوت عمل کے لیے وسائل عمل کي ضرورت هوتي هے - لیکن خدا کو کسي وسیلے کي ضرورت نہیں - قوت الهي خود اپني قوت سے عمل کرتي هے - خدا قادر هے ' کیونکه وه اراده رکهتا هے - اور اُسکا اراده هي اُسکي قدرت هے !"

" خدا ' لاریب خیر هے - انسان کا خیر یه هے که اپنے بني نوع سے محبت کرے - لیکن خدا کا خیر اُسکا وه نظام هے جس سے وه کائنات کو سنبهالے اور تمام اجزاء کو باهم جوڑے هوئے هے -

" خدا لاریب عادل هے - عدل الهي بهي اُسکے خیر هي کا ایک نتیجه هے - انسان کا ظلم ' خود انسان کا اپنا عمل هے ' خدا کا عمل نہیں هے - روح کا اضطراب ' جس کي وجه سے فلاسفه قدرت الهي کے منکر هو جاتے هیں ' میري نظر میں اِس لا متناهي قدرت کو اور زیاده واضح کرنے والا هے - انسان کا عدل یه هے که هر حقدار کو اُسکا حق دیدے - خدا کا عدل یه هے که هر ایک سے اپني نعمتوں اور بخششوں کا حساب لے ! "

(حقیقت الهي)

" یه صفات میں نے عقل کي منطق کي راه سے معلوم کي هیں - لیکن میرے دماغ میں اُنکا مفہوم مرتب و مفصل نہیں هے - میں اُنهیں تسلیم کرتا اور انپر اصرار کرتا هوں ' مگر اُنکي پوري حقیقت کا احاطه نہیں کر سکتا - عقل اِسکا احاطه کرهي نہیں سکتي - اِسکے معني دوسرے لفظوں میں یه هوے که میں حقیقت سے لا علم هوں - اور اسلیے میري حیثیت یه نہیں هے که میں جانتا هوں اور اصرار کرتا هوں - میں اپنے دل سے بے فائده کہتا هوں " یهي خدا هے " میں بے فائده اُسکا شعور کرنا چاهتا هوں - میں بے فائده اپنے ذهن میں اُسکا تصور کرتا هوں - " بے فائده " اس لیے که اِس سے خدا کي حقیقت پر ذرا بهي روشني نہیں پڑتي - میں هرگز معلوم نہیں کر سکتا ' خدا ایسا کیوں هے ؟ اُس میں یه صفات کیونکر قائم و موجود هیں ؟

" میں اُسکي حقیقت جاننے کي جتني زیاده کوشش کرتا هوں اُتني هي اُسکي حقیقت پوشیده هوتي جاتي هے - میري یه عقل کي بے بسي مجهه میں اُسکا اعتقاد و ایمان اور بهي زیاده مستحکم کر دیتي هے - میں جس قدر اُس کا تصور کم کر سکتا هوں ' اُسي قدر اُس سے زیاده وابسته هوتا اور اُتنا هي اُسکي عبادت پر جهکتا جاتا هوں - بالاخر اُس کے رو برو گر پڑتا هوں اور کہتا هوں " میرا وجود تجهي سے هے اے خالق کائنات ! میں جس قدر زیاده تجهه میں غور کرتا هوں ' تو اتنا هي زیاده میرا نفس بلند هوتا جاتا هے ' مگر تیري حقیقت برابر مجهه سے مستور هي رهتي هے ! تجهه میں میرا فنا هو جانا ' میري عقل کا سب سے بڑا کارنامه هے ! تیري عظمت نے میري عقل مبهوت کردي هے ' مگر میري نا تواني کو بهي قوت سے بدل دیا هے !"

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جـــان جـــاک روسو

اُسقف کا جواب

(۲)

پچھلے نمبر میں قارئین الهلال پیرس کے اُسقف اعظم کے اعتراضات روسو پر سن چکے هیں - آج روسو کا جواب پیش کیا جاتا هے - یه جواب پورے دو سو صفحے کي باریک حروف کي کتاب میں پھیلا هوا هے - اِس لیے اختصار کے سوا چارہ نه تها - تاهم اهم اور مفید پہلو ایک حد تک واضح کردیے گئے هیں -

(معذرت)

روسو نے اپنا جواب معذرت سے شروع کیا هے :

" اگر آپ صرف میري کتاب هي پر اعتراض کرتے تو میں هرگز آپ سے کوئي تعرض نه کرتا - آپکو چھوڑ دیتا که جتني چاهیں نکته چیني کرتے رهیں - لیکن آپنے صرف کتاب هي پر نہیں بلکه میري ذات پر بهي بحث کي هے - آپ کو دنیا میں جتني عزت اور قوت حاصل هے ' اُسی مناسبت سے آپ میں یه بات بهي هوني تهي که اُن تہمتوں سے بلند تر هوتے جن سے آپ نے مجهے آلوده کرنا چاها هے "

(داستان مظلومي)

اِسکے بعد روسو نہایت بلاغت و مهارت سے اپنے قارئین کي همدردي حاصل کرني چاهتا هے - وه اپني مسکیني و مظلومي ظاهر کرتا هے ' تمام یورپ کا اُسکے خلاف متحد هو جانا اور عرصهٔ زمین تنگ کر دینا یاد دلاتا هے ' پهر لکهتا هے :

" جنیوا کے غلام ' روسو کے هاتهه میں کوئي قوت نہیں که اُن ظالم اور سرکش ججوں سے جواب طلب کرسکے ' جنکے سامنے اُس پر تہمت لگائي گئي ' اور جنهوں نے اُسے طلب کیے بغیر اُسکے خلاف فیصله صادر کردیا هے - اِتنا هي نہیں بلکه اُسے قید کرنے کے بهي درپے هو گئے هیں - وه " غلام " اگر عدالت میں طلب کیا جاتا ' تو اپني برأت ظاهر کرنے ضرور حاضر هوتا ' مگر چونکه اُسے بلایا نہیں گیا ' اس لیے اُسے از خود حاضر هونے کي ضرورت بهي نه تهي - چنانچه وه حاضر نہیں هوا - اس پر اُسکے خلاف جتني قوت جمع کي گئي - اُسنے قوت کے مقابله سے گریز کیا ' اور اس سرزمین سے بهاگ نکلا جہاں کمزوروں پر ظلم کیا جاتا هے ' بغیر جرم کے سزا دیدي جاتي هے ' اور بغیر جواب سنے بیڑیاں پہنا دي جاتي هیں "

" اُسے مجبوراً اپنا محبوب خلوت خانه چهوڑنا - اُن دوستوں کي جدائي سہي جس سے بڑه کر اُسکے لیے کوئي عیش نه تها - اپنا ناتواں جسم لیکر هزاروں امیدوں کے ساته سرزمین حریت میں پہنچا - آه میرا وطن جنیوا ! میں نے تیري آزادي کے کیسے کیسے گیت گائے ؟ تیرے حسن و جمال کي کیسي کیسي تصویریں بنائیں ؟ دنیا میں تیرا نام کس درجه روشن کیا ؟ آه ' میں کیا کہوں ؟ میرا دل سینے میں بیٹها جاتا هے ' میرا هاتهه کانپ رها هے ' میرا قلم گرا پڑتا هے . . .

لیکن مجهے خاموش هي رهنا چاهئے - مجهے جرم کا ذکر بهي نہیں کرنا چاهئے . . . کاش میں خفیه طور پر هي اپني ناقابل برداشت مصائب کہه سکتا ! کاش میں اپني دل کي گہرائي هي میں اپنے وطن کي شکایت کا خیال کر سکتا ! . . . . . "

" یه سب کچهه کیوں هے ؟ میں اسکا حقیقي سبب نہیں پوچهتا - میں صرف اِسکا قریبي موجب معلوم کرنا چاهتا هوں - مجهه پر الحاد کي تہمت لگانے کي جرأت کي گئي هے - مگر تہمت لگانے والے بالکل بهول گیے که جس کتاب پر انهیں اعتراض هے ' وه سب کے هاتهوں میں موجود اور سب کي آنکهوں کے سامنے کهلي هوئي هے - مجهه پر تہمت لگانے والے افسوس سے هاتهه ملتے هیں : " کاش یه کتاب کسي طرح مفقود هوجائے تا که هم پیٹ بهرکے تہمتیں تراش کرسکیں ! " لیکن اُنکي یه اُمید کبهي پوري نہیں هوگي - کتاب اُنکي حسرت کے لیے همیشه باقي رهےگي ' اور آئنده آنے والي نسلیں فیصله کرینگي - وه اعلان کرینگي که یه تمام گناه ' اُسکے مؤلف کي بد عملیاں نہیں هیں ' لیکن فضیلت کے ایک دوست کي ٹهوکریں هیں ! "

(ایک ملحد کا ذکر)

" میں معاصرین پر اظهار رائے نہیں کرونگا - میں کسي کو بهي نقصان پہنچانا نہیں چاهتا - لیکن کیا تم نے سپنوزا کا نام نہیں سنا ؟ اُسکے الحاد میں کیسے شک هو سکتا هے ؟ وه خود الحاد کا مدعي تها - علانیه الحاد کي تعلیم دیتا تها - مگر نه کوئي اُسکے اطمینان میں خلل ڈالتا تها - نه اُسکي کتابیں چهپنے سے روکي جاتي تهیں - اور نه هي تاجروں کو اُنکي اشاعت کي ممانعت کي گئي - وه فرانس آیا تو اسکے لیے ایک پر جلال استقبال طیار تها - تمام ملکوں کے دروازے اُس پر کهلے تهے - وه هر جگهه امن کي بلکه حکومتوں کي حمایت پاتا تها - بادشاه اُسکا خیر مقدم کرتے تهے ' اور وعظ و درس کے منبر اُسکے لیے نصب کراتے تهے - یه ملحد زندگي بهر مسرت و آرام بلکه عزت و احترام پاتا رها "

(عهد حکمت و انسانیت !)

" لیکن آج ' جبکه ببانگ دهل دعوي کیا جاتا هے که یه فلسفهٔ و حکمت اور انسانیت کا زمانه هے ' دنیا کا حال کیا هے ؟ یه هے که ایک شخص انساني محبت کے جذبه سے مجبور هوکر آتا هے ' اور پوري احتیاط و احترام سے اپنے بعض خیالات پیش کرتا هے - کیسے خیالات ؟ وه خیالات جو اُس موجود اعظم کي عظمت نے اُسکے دماغ پر نازل کیے هیں - لیکن دین الهي و حقیقت کے اس حامي و ناصر کي زندگي تلخ کردي جاتي هے - یورپ بهر میں اُسے کہیں پناه نہیں ملتي - اُسے خدا کا پیدا کیا هوا پاني پینے سے اور اُسکے اُگائے هوے درختوں کي لکڑي جلانے سے بهي روک دیا جاتا هے - وه ذلیل و خوار پهرتا هے - جس گوشه میں جا کر پناه ڈهونڈهتا هے ' وهیں سے نکالدیا جاتا هے - نه اُسکي غربت پر کسي کو ترس آتا هے - نه اُسکي بیماریوں پر کسي کا دل کڑهتا هے - مشہور سے مشہور مجرموں اور خوني سے خوني ڈاکوؤں کا بهي اِس بے دردي سے کبهي تعاقب نہیں کیا گیا هوگا ' جیسا اِس بیکس و مظلوم کا کیا گیا هے - اگر وه ایک لمحه کیلیے بهي کسي حکومت کے رحم پر بهروسه کرلیتا ' تو آج یقیناً تاریک قید خانے میں پڑا سڑتا هوتا ' یا پهانسي کے تختے پر اُسکي لاش سوکهه رهي هوتي ! "

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہوں؟
ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور
جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانۂ قصر کے لیے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں و ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے
یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے سلسلے
بچوں کے لیے ہر قسم اور درجے کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے
ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرے کی مفصل فہرست شائع ہوا کرتی ہے

حکمت اور شعر کے منثورات

حکما و شعراء مغرب کے بعض افکار و خواطر

(حسن)

حسن خدا کی مخلوق پر اس کا مہر ہے — بیئنسٹر

حسن بغیر نزاکت کے ایسا ہے، جیسے بے نمک کھانا — امرسن -

ارسطو سے پوچھا گیا "حسن کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "یہ سوال اندھوں سے کرنا چاہیے" — بیکن

حسن، جہاں بھی ہوتا ہے، سراہا جاتا ہے — گوئٹے

حسن، ایک جال ہے، جس سے قدرت عقلوں کا شکار کرتی ہے — لیگس -

عورت کا اپنے حسن پر غرور اس کی طرف سے اقرار ہے کہ اس کے پاس حسن کے سوا کوئی چیز قابل فخر نہیں — میڈ مزیل دی لسپینلس

خوبصورت عورت آنکھ کے لیے جنت ہے، قلب کے لیے دوزخ ہے، جیب کے لیے ویرانی ہے -

خوبصورت، بد صورت سے اسی طرح بچے، جس طرح ذہین، غبی سے بچتا ہے — پوپ

تمہاری یہی کیا کم فتح مندی ہے کہ تم خوبصورت ہو؟ — ھوگز

جب ہم میں اس قدر صلاحیت پیدا ہو جائیگی کہ ہم خدا کے ہر عمل میں حسن و جمال محسوس کرنے لگیں گے، تو اس وقت ہم دعوی کرسکیں گے کہ ہم اس کی حقیقت سے واقف ہوگئے ہیں — رسکن

حسن، تمام نوع انسانی کے لیے سعادت ہے - ہر مخلوق اس کے زیر اثر آکر بھول جاتی ہے کہ وہ محدود ہے — شیلر

حسن سے محروم عورت، زندگی کی نصف لذت سے محروم ہوتی ہے — مدیم دی مونتارین

حسن بہت ہی کم عمر چیز ہے — دی لنکلو

اس یقین سے زیادہ عورت کے لیے کسی بات کا یقین مشکل نہیں کہ وہ اپنے حسن سے محروم ہوگئی ہے — روشبراون

کبھی عورت خوبصورت ہوتی ہے، مگر اس کا حسن اس وقت تک نہیں کھلتا، جب تک اس کا دل محبت کے لیے نہیں کھل جاتا — لا پرویئر

حسن، قدرت کا عورت کو سب سے پہلا عطیہ ہے، اور یہی سب سے پہلے اس سے چھن بھی جاتا ہے — میرہ -

عورت اپنے محبوب کی جدائی گوارا کرسکتی ہے مگر اپنے حسن کی جدائی گوارا نہیں کرسکتی — روشبراون

مرد کو شادی کے معاملہ میں اعلی حسن سے پرہیز کرنا چاہیے - کیونکہ حسن قبضہ میں آتے ہی گھٹ جاتا ہے، مگر اس کی مصیبتیں زندگی بھر باقی رہتی ہیں — روسو

جس عورت میں بجز حسن کے اور کوئی جوہر نہیں ہوتا، اس کی مثال روغنی روٹی کی سی ہے - یہ گرم اچھی معلوم ہوتی ہے اور سرد ہوتے ہی اپنا سارا ذائقہ کھودیتی ہے — سیجور

(عورت)

تمدن اچھی عورتوں کے اقتدار کا نام ہے — امرسن

عورت کی شیرینی گلاب کی طرح جلد ختم ہوجاتی ہے — گوئٹے

زندگی کی سب سے لذیذ شیرینی، بیوی کا اپنے شوہر کو مخلصانہ سلام ہے — ولز

عورت کی انانیت اپنے اندر دو انانیتیں رکھتی ہے — مدیم دی استائل

خدا کی انسان پر سب سے قیمتی بخشش، عورت ہے - گوبار

کاش، عورت تنہا میرا ہی حصہ ہوتی! — اربیڈس

عورت انسان اور فرشتہ کے بین بین ایک مخلوق ہے — بلزاک

عورت اس شخص کو حقیر سمجھتی ہے جو اس سے محبت نہیں کرتا ہے، مگر وہ خود اس سے محبت نہیں کرتی — ایلزبتھ، استوڈرٹ

* * *

انسان اپنے نفس کو اسی وقت سمجھ سکتا ہے جب وہ مصیبت میں پڑتا ہے — الفرڈ دی موسیہ

شک، ہمیشہ امید کے پیچھے لگا رہتا ہے — بلزاک -

ترقی لنگڑی چال چلتی ہے — سانت بو

نا مکمل تعزیت سے رنج زیادہ ہوجاتا ہے — روسو

عظمت، طمع، فوج، جنگی جہاز، تاج، تخت! یہ انسان کے کھلونے ہیں جب وہ بڑا ہوجاتا ہے — وکٹر ہیوگو

میری تمام مصائب کی علت یہ ہے کہ میں لوگوں سے حسن ظن رکھتا تھا — روسو

(ذہانت)

ذہانت کیا ہے؟ یہ محض سمجھنے کی صلاحیت ہی کا نام نہیں ہے - کیونکہ حیوان بھی سمجھ رکھتا ہے مگر ہم اسے ذہین نہیں کہہ سکتے - سپاہی اپنی ڈیوٹی سمجھتا اور پوری کرتا ہے مگر ذہین نہیں کہلاتا - بندر کی ذہانت، محض ایک بے نتیجہ عقلی اضطراب ہے - جو بچہ اپنی حرکتوں سے ہمیں ہنساتا ہے، ذہین نہیں ہے - کیونکہ اس میں بندر کی جبلت آگئی ہے - جو عورت بہت سی اشیاء کا علم رکھتی ہے، ذہین نہیں ہے - کیونکہ معمولی باتیں اس کے دماغ کو پراگندہ کر ڈالتی ہیں - کیا حساب داں ذہین ہوتا ہے؟ شاعر کی نظر میں حساب داں مالیخولیا کا مریض ہے! کیا شاعر ذہین ہوتا ہے؟ ریاضی داں شاعر کو سراسر بیوقوف سمجھتا ہے! ماہر مالیات کی نظر میں ناول نویس، دو پاؤں کا احمق حیوان ہے! جو آدمی، دور از کار نظریے بناتا ہے، کیا ذہین ہے؟ کیا ہمیشہ خاموش رہنے والا ذہین ہے؟ کیا اپنی عینک کے شیشوں سے، سرد اور بے اثر نظروں سے تمہیں دیکھنے والا ذہین ہے؟ نہیں!

ذہانت کی تعریف ناممکن ہے — لامارتین

برید فرنگ

رُوس کا نفس پرست شاہی راہب

راسپوٹین

خاندان زار کی تاریخ کا آخری صفحہ

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بت در آستیں دارم!

انیسویں صدی کا سب سے زیادہ ہولناک مگر عبرت انگیز واقعہ رُوس کے خاندان شاہی کی بربادی ہو۔ خود زار، زارینہ، ولی عہد، تمام شاہزادے، تقریبًا پورا خاندان گولی مار کر قتل کر ڈالا گیا! یہ واقعہ فرانس کے لوئی شانزدہم اور اُس کے خاندان کے قتل سے بھی وحشتناک ہو!

روس کے خاندان شاہی کی بربادی اور انقلاب سلطنت پر بکثرت کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اور اُن تمام اسباب پر شرح و بسط سے بحث کی جا چکی ہو جو ان عظیم تغیرات و حوادث کا موجب ہوئے۔ ان اسباب میں سب سے بڑا اور سب سے عجیب سبب وہ ہو، جو بیسویں صدی کی متمدن دنیا کے لئے سخت حیرت انگیز ہو رہا ہو۔ یعنی روس کے حکمران اور اُس کی ملکہ کی مذہبی توہم پرستی، زود اعتقادی، اور علم و عقل سے محرومی ہو! یہ بات ثابت ہو چکی ہو کہ ان تمام تباہیوں کی اصلی علت ایک راہب تھا، جسکے دام تزویر میں زارینا اور زار پھنس گئے تھے۔

مشہور روسی شاہزادہ پرنس یوسوپوف کا روزنامچہ پچھلے دنوں شائع ہوا ہو۔ اس سے اس معاملہ پر اور بھی زیادہ گہری روشنی پڑتی ہو۔ اس بارے میں پرنس کے بیانات بہت اہم ہیں کیونکہ وہ تمام واقعات کا شاہد عینی تھا۔ صرف شاہد عینی ہی نہیں بلکہ راہب راسپوٹین کا قاتل بھی وہی ہو۔

اس روزنامچہ پر ابھی دنیا نے پوری طرح سے رائے زنی نہیں کی تھی، کہ اس سلسلے کے ایک دوسرے راز کا انکشاف ہو گیا۔ یعنے یکایک دنیا کے ہاتھوں میں ایک نئی کتاب پہنچ گئی جو خود اسی راہب کی لڑکی ماریا کے قلم سے نکلی ہو اور اُس کی یادداشتوں کا مجموعہ ہو۔ اس نئے بیان نے معاملہ کا ایک دوسرا رُخ واضح کر دیا، اور دنیا اس نئے انکشاف سے انگشت بدنداں ہو کر رہ گئی!

پچھلے دنوں ان دونوں کتابوں کا مختصر خلاصہ ہندوستان کے انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا، لیکن ہمیں جستجو تھی کہ زیادہ تفصیل کے ساتھ حالات روشنی میں آئیں، خصوصًا پرنس کی بیان کردہ تفصیلات معلوم ہوں جسنے ملکہ کے اصلی خطوط بھی شائع کر دیئے ہیں۔ اب یہ تمام ذخیرہ ہمارے سامنے ہو۔ ہم پہلے پرنس کے روزنامچہ کی ایک پوری فصل درج کرتے ہیں، جس سے اس عجیب و غریب راہب کے حالات و اعمال پر پوری روشنی پڑے گی:

راسپوٹین کون تھا؟

راسپوٹین، جس سے زارینا کی عقیدت، پرستش کی حد تک پہنچ گئی تھی، سائبیریا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ اپنے عہد کا مشہور قزاق تھا، راسپوٹین نے ہوش سنبھالتے ہی باپ کا پیشہ اختیار کر لیا اور قرب و جوار کے علاقے تاخت و تاراج کرنے لگا۔ یہ بڑا ماہر ڈاکو تھا۔ گھوڑے چرانے میں اُسے خاص کمال تھا۔ بار بار گرفتار ہوا مگر حیرت انگیز طور پر ہمیشہ بچ نکلتا رہا۔ ایک مرتبہ اُسے پولیس نے بری طرح زد و کوب بھی کیا تھا۔ چنانچہ اُس کے زخم کا نشان عمر بھر اُس کے سر میں نمایاں رہا۔

راہب کیسے بنا؟

ایک مرتبہ اتفاق سے اُس کا گزر ایک پرانی خانقاہ میں ہوا۔ یہ خانقاہ دراصل خطاکار راہبوں کے قید کرنے کا محبس تھا۔ راسپوٹین کی ملاقات وہاں چند راہبوں سے ہوئی۔ وہ بلا کا ذہین تھا اُسنے دیکھا راہبوں کی زندگی، دنیا کمانے کے لئے بہترین زندگی ہو۔ قزاقانہ طرز معیشت نے اُسے جسمانی تکالیف برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔ اُسنے خیال کیا "میں بڑی آسانی سے راہب بن سکتا ہوں" چنانچہ وہ برابر ان راہبوں سے ملتا جلتا رہا۔ اُن سے انجیل پڑھی۔ عبادت و ریاضت کے طریقے معلوم کئے۔ وہ بہت جلد مسیحی مذہب اور رہبانیت کا عالم بن گیا۔

اب اُسنے سخت مجاہدے اور ریاضتیں شروع کر دیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُس کی شہرت قرب و جوار میں پھیل گئی۔ لوگ اس قزاق کو "ولی اللہ" سمجھنے لگے۔ اسی زمانہ میں سینٹ پیٹرزبرگ (لینن گراڈ) کے ایک بشپ نے اُسے دیکھا، اس کے زہد و تقشف اور مجاہدہ و ریاضت سے نہایت متاثر ہوا۔ اپنے ساتھ پایۂ تخت لے گیا اور محل شاہی میں داخل کر دیا۔

زارینا کی عقیدت

زارینا (ملکۂ روس) اُسے دیکھتے ہی معتقد ہو گئی۔ راسپوٹین نے بھی یہ بات محسوس کر لی۔ اپنا اثر اور زیادہ پختہ اور وسیع کرنے لگا۔ حتیٰ کہ زار پر بھی اُس کا جادو چل گیا۔ شہنشاہ اور ملکہ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اُس کے آگے اپنے گھٹنوں پر جھکتے تھے،

کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ
اسوقت دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہو؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقینًا وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہو

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو
"شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

یاد رکھیے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ کا ہے

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم با مسمیٰ ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جسکو چشم بد و حریص سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے گورنمنٹ سے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اسکی پسندیدگی و قدر دانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع بر اعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بیشمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، دوران سر، درد سر، متلی وغیرہ کی شکایات کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہرا طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اسکی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ زرخیز ہندوستان کی صنعت کا امید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے خوش ہوں گے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھیے

کہ آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام
شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل
دید مقامات، اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپ کو مطلع کر دے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری
معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر
ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے
ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو
تامل نہ کیجیے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجیے

راہب نے بھی یہ بات محسوس کرلی تھی، اور اُس کی فاسقانہ طبیعت ہرگز گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ ایسی حسین لڑکی اُس کے دائرہ عقیدت سے نکل جائے۔ چنانچہ ہر ممکن تدبیر سے اپنا اثر بڑھاتا اور دوشیزہ کو اپنے زیادہ سے زیادہ قریب کرتا جاتا تھا"

"مِس موصوفہ نے مجھے اپنے والد کے محل میں راسپوٹین سے ملاقات کے لئے دعوت دی۔ وہ اُس کے بارے میں اس طرح گفتگو کرتی تھی جس طرح پیغمبروں کے بارے میں کی جاتی ہو۔ لیکن مجھے اُس سے طبعًا نفرت تھی۔ اُسے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، تاہم میرا دل اُس کی کراہت سے لبریز تھا۔ یہی وجہ ہو کہ جب وہ ایوان میں داخل ہوا، تو مجھے اپنا احساس چھپانے کے لئے جدوجہد کرنی پڑی۔ اُسنے سب سے مصافحہ کیا اور سب کا بوسہ لیا، حتیٰ کہ مس م ... کا بھی۔ میں نے بھی مصافحہ کیا مگر اپنا بوسہ لینے نہیں دیا (روس میں قاعدہ ہو کہ بزرگ چھوٹوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں) میں نے دیکھا کہ مس کا بوسہ لیتے وقت اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمکنے لگی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اُس کے اندر بہیمیت پوری طرح کام کر رہی ہو۔

میں نے اُس کے خط و خال پر نظرِ غائر ڈالی۔ وہ میانہ قد تھا۔ مضبوط کاٹھی تھی۔ سر بڑا، بال لمبے اور داڑھی گھنی تھی۔ سر کا ایک حصہ بالوں سے بالکل خالی تھا۔ یہ اُسی زخم کا نشان تھا جو قزاقی کے زمانہ میں لگا تھا۔ اُس وقت اُس کی عمر ۴۰ سال کی ہوگی۔ لمبا اَنگرکھا اور بہت ڈھیلے پائنچوں کا پائجامہ پہنے تھا۔ اُس کا چہرہ بالکل روسی کسانوں کا سا تھا۔ بیضوی شکل کا، مگر ہر طرح کے تناسب سے محروم وہ یقینًا نہایت بدصورت آدمی تھا۔ جیسے کہ تمام بدنفس انسان ہوا کرتے ہیں"

"اُس کی حرکات و سکنات متکبرانہ تھیں۔ حاکمانہ شان رکھتی تھیں یہ صرف اس لئے کہ اُسے حاضرین پر اپنے اثر کا یقین تھا۔ سب لوگ اُسے انتہائی عقیدت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ وہ خود بھی اُنھیں متجسسانہ نظروں سے دیکھتا۔ وہ اُنکے خیالات معلوم کرنے کی کوشش میں تھا۔ لیکن مس م ... پر اُس کی نظریں بالکل دوسرا انداز رکھتی تھیں وہ اُسے پُرہوس نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ہر لحظہ میری نفرت بڑھتی جاتی تھی اور صاف نظر آتا تھا کہ ولیوں کے اس لباس میں ایک خبیث نفس ملعون ہو"

"چائے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے قریب آگیا اور رندانہ انداز سے کہنے لگا "تمھاری دوست مس م ... کس قدر حسین ہو! کوشش کرو کہ تمھاری رفیق زندگی بنجائے، صرف جسم ہی سے نہیں بلکہ رُوح سے بھی۔ تمھارے بارے میں اُسنے مجھ سے بارہا گفتگو کی ہو۔ وہ تمھاری طرف بہت مائل ہو۔ مجھے یقین ہو، شادی کے بعد تم دونوں حقیقی مسرت و سعادت پاؤ گے!"

اس ملاقات سے چند دن بعد مس م ... نے مجھ سے کہا "راسپوٹین تم سے از حد حسن ظن رکھتا ہو اور دوبارہ ملاقات کرنی چاہتا ہو"

راہب اور زار کی والدہ

"اُسوقت کوئی بھی اُس خطرے سے واقف نہ تھا جو روس کے شاہی خاندان کو اس پُراسرار راہب کی وجہ سے لاحق ہو گیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ قصر شاہی میں اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوتی تھی۔ زار کے تمام مقرب اُس کا اثر و اقتدار دیکھ کر اُس کی خوشامد میں لگے رہتے۔ لیکن مجھے اور میری ماں کو اُس سے سخت نفرت تھی۔ ہم محسوس کرنے لگے تھے کہ ایک نہ ایک دن زار کو اس راہب کے ہاتھوں روزِ بد دیکھنا پڑے گا۔ چنانچہ میری ماں نے زارینہ کو کئی مرتبہ متنبہ کیا اور اس چال کے دُور کر دینے پر زور دیا۔ خاندان شاہی کے چند اور لوگوں کا بھی یہی خیال تھا۔ اُنھوں نے بھی میری ماں سے اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ خود زار کی والدہ نے بھی راہب کی بہت مخالفت کی۔ مگر زارینہ کچھ اس طرح اس "مقدس مرشد" کے دام میں پھنس گئی تھی کہ اُس کی مخالفت میں ایک لفظ بھی سُن لینا گوارا نہیں کرتی تھی"!

جنگِ عظیم

۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا آغاز ہوا۔ ہم سب خوف سے کانپ اُٹھے کیونکہ جانتے تھے، اب اس راہب سے کیسے کیسے خطرے پیدا ہونگے ہیں۔ مصیبت یہ تھی کہ زار اور زارینہ نے اپنے دوستوں سے بے تعلقی برتی اور سراسر راہب کے ہو رہے۔ جب کبھی ہم لوگوں نے اُس کے خلاف مخلصانہ التجائیں کرنی چاہیں، تو ملکہ نے صاف صاف کہدیا:

"میں اپنے روبرو راسپوٹین کی شان میں ایک حرف بھی کہنے کی اجازت نہ دوں گی!"

راہب کی تصویر

"جنرل ڈاہنکو نائب وزیر داخلیہ، راسپوٹین کی حقیقت سے واقف تھا۔ اُسنے بڑی کوشش سے "کلیسٹینرم" والوں کے ایک جلسہ کا مرقع حاصل کیا۔ اس مرقع میں راسپوٹین ناگفتہ بہ فسق و فجور کی حالت میں نظر آتا تھا۔ جنرل نے تصویر، زارینہ کے سامنے رکھ دی۔ مگر زارینہ کی عقیدت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اُلٹی جنرل پر خفا ہوئی۔ تصویر جعلی قرار دی گئی، اور جن جن لوگوں پر راسپوٹین نے جعل بنانے کا شبہ کیا، اُنھیں سخت سزائیں ملیں"!

راہب جرمن جاسوس تھا

جنگ میں روسی فوجیں جس طرح برباد ہوئیں، اُس کی داستان بہت ہی دردناک ہو۔ لیکن یہ واقعہ ہو کہ ان تمام مصائب کی اصلی علت راسپوٹین ہی کی ذات اور اُس کی خیانت تھی۔ وہ دراصل، جرمن جاسوس بن گیا تھا۔ روسی فوجوں کی نقل و حرکت کی خبریں جرمنی اور آسٹریا کے جنگی دفاتر کو روز بھیجا کرتا تھا۔ یہ بات زیادہ مدت تک چھپ نہیں سکتی تھی۔ بہت جلد تمام ملک اس عظیم مکّار کی حقیقت سے واقف ہو گیا، اور محل شاہی سے اُس کی علیحدگی پر زور دیا جانے لگا مگر جوں جوں اُس کی مخالفت بڑھتی گئی، زارینہ کی عقیدت بھی بڑھتی گئی۔ آخر اُس کا اقتدار یہاں تک بڑھ گیا کہ سپہ سالاروں کا عزل و نصب اور میدان جنگ کے نقشوں کی تجویز بھی اُسی کی رائے سے ہونے لگی۔ وہ خود اپنی رائے سے کچھ نہیں کرتا تھا۔ جرمن افسر اُسے وقتًا فوقتًا لکھتے رہتے تھے کہ فلاں روسی افسر کو معزول کرا دینا چاہیے فلاں مقام ہمارے لئے مُضر ہو۔ وہاں سے فوج ہٹا دینی چاہیے۔ یہ اُنکے احکام کے مطابق یہاں رائے ظاہر کر دیتا، اور زار اُسکی فورًا تعمیل کرتا۔ نہ کرتا تو زور ڈالنے کے لئے ملکہ موجود تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ روس کی تمام فوجیں گاجر مولی کی طرح کٹنے لگیں۔ وہ جس طرف رُخ کرتیں، دیکھتیں جرمن فوج پہلے سے اُن کی ہلاکت کا سامان طیار کئے موجود ہو۔

بایں ہمہ زار اور ملکہ کا تمام اعتماد اسی "مرشد" پر تھا۔ وہ کہتے تھے اس جنگ میں ہم فوج سے نہیں بلکہ اپنے مرشد کی توجہ اور برکت سے فتح پائیں گے"!

راہب کی لڑکی کا بیان

یہ تو پرنس یوسوپوف کا بیان تھا۔ اب خود راسپوٹین کی لڑکی کا بیان سُنئے۔ وصاحب البیت ادریٰ بما فیہ۔ اس لڑکی کا نام صوفیہ راسپوٹین، ہو۔ ابتک دنیا اس کے وجود سے بے خبر تھی۔ لیکن حال ہی میں یہ ظاہر ہوئی، اور ایک مختصر کتاب میں اپنی یادداشتیں جمع کر کے چھاپ دیں۔ یہ اپنے باپ اور زارینہ کے تعلقات پر ایک بالکل مختلف قسم کی روشنی ڈالتی ہو۔ اُس کے بیان نے یورپ کے اخبارات میں ہلچل مچا دیا ہو۔ وہ لکھتی ہو:

عقیدت نہیں عشق تھا!

"زارینہ کا تعلق میرے باپ سے دینی عقیدت کے رنگ میں شروع ہوا۔ مگر بہت جلد عقیدت نے محبت کی شکل اختیار کرلی اور بتدریج محبت، عشق کے درجہ تک پہنچ گئی۔ اُسنے کئی بار میرے والد سے کہا "میں، زار سے بیزار ہو گئی ہوں، وہ ایک دوسری عورت سے وابستہ ہو۔ میں اُس سے طلاق لے لوں گی، بشرطیکہ تم مجھ سے شادی کرلو!" میرا باپ نادان نہ تھا۔ وہ جانتا تھا، یہ واقعہ کیسے ہولناک نتائج پیدا کرے گا؟ چنانچہ وہ زارینہ کو ایسا کرنے سے ہمیشہ روکتا تھا"

اس کے بعد صوفیہ لکھتی ہو

"یہ کوئی فرضی بات نہیں ہو۔ اس کا ثبوت خود زارینہ کے روزنامچے میں موجود ہو، جو اسوقت بالشویک حکومت کے قبضہ میں ہو۔ زارینہ، خود مجھ سے بھی بہت محبت کرتی تھی اور اکثر کہا کرتی تھی "میں بہت جلد تمھارے گھر میں آجاؤں گی۔ اُس وقت میں تمھاری ماں اور تم میری لڑکی ہو جاؤ گی"!

صوفیہ نے اپنے روس سے بچ نکلنے کی داستان بھی لکھی ہو۔ وہ لکھتی ہو

"جب میرا باپ قتل ہو گیا تو میرے پاس دو ہزار نقرئی روبل (روسی سکہ) موجود تھے۔ میں نے سپاہیوں کو یہ رقم رشوت میں دی اور جان لے کر بھاگ نکلی"

راسپوٹین کی اخلاقی سیرت، ملکہ کی اُس سے بے حد و غایت وابستگی اور وہ تمام حالات جو اس سلسلے میں سامنے آتے ہیں، اگر بغور دیکھے جائیں، تو صوفیہ کا بیان قرین صواب معلوم ہوتا ہو۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہو کہ اس صورت میں بدنصیب ملکہ کو "مرشد" کی مذہبی عقیدت سے خالی تصور کر لیا جائے۔ اس دنیا میں مذہبی عقیدت جب جہل و توہم پرستی سے ملجاتی ہے تو اُس کے عجائب و خوارق کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ بارہا یہ بات دیکھی گئی ہو کہ لوگ مذہبی عقیدت کے ساتھ ہر طرح کے اخلاقی اور مذہبی معاصی کے بھی مرتکب ہوتے ہیں، اور نہ صرف اس کو مذہبی عقیدت متاثر نہیں ہوتی، بلکہ معاصی و فسوق پر بھی مذہب کے پُراسرار تقدس کا پردہ پڑ جاتا ہو۔ ہمیں اس میں کوئی تعجب نہ ہوگا اگر ثابت ہو جائے کہ یہ بدبخت ملکہ اپنے اس "مرشد" کی ناجائز خواہشوں کا شکار تھی اور اسپر بھی اُسے اپنا "مرشد" اور "مقدس ولی" یقین کرتی تھی۔ جب جواز و عدم جواز کا معیار حقیقت کی جگہ عقیدت ہو جاتی ہو، تو پھر کوئی چیز بھی ناجائز نہیں ہو سکتی۔ مذہب و تقدس کی ریاکاری کی تاریخ اس طرح کے واقعات کی ایک مسلسل داستان ہو اور ابتک دنیا اُس میں برابر اضافہ کئے جاتی ہو۔

جامع الشواہد
طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہو؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہو؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دیدیے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہو۔ قیمت ۱۲ (بارہ آنے) مینیجر الہلال کلکتہ

اور اُسے "مسیح ثانی" تصور کرتے تھے۔ وہ جب چاہتا بلا اجازت محل میں داخل ہو جاتا۔ زار اور زارینا کو طلب کر لیا کرتا۔ محل میں اُسے بالکل ویسی ہی آزادی حاصل تھی جیسی خود زار کو۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ راسپوٹین کی شان میں ایک لفظ بھی منہ سے نکال سکتا۔ ملکہ کو از حد خیال تھا اُسنے اپنے آپ کو بالکل اس دجّال کے حوالے کر دیا تھا"

ملکہ کی مجنونانہ عقیدت کا ثبوت اُس کے اُن خطوں سے بھی ملتا ہے جو ستمبر ۱۹۱۶ء یعنی انقلاب حکومت سے صرف تین مہینے پہلے اُسنے زار کو لکھے تھے۔ پرنس یوسوپوف نے یہ خطوط اپنے روزنامچہ میں نقل کرتے ہیں۔ اِن سے روس کے خاندان شاہی کی ذہنیت پر عجیب روشنی پڑتی ہے۔ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ زار کس درجہ کمزور دل و دماغ کا آدمی تھا، اور زارینہ کس درجہ پست خیال مگر ساتھ ہی اپنے شوہر پر کس قدر حاوی تھی؟ ذیل میں صرف چند خط بطور نمونے کے ملاحظہ ہوں:

زارینہ کے خطوط

ایک خط میں زارینہ "بروٹوف" کو وزیر داخلیہ بنانے کی سفارش کرتی ہے۔ یہ شخص راسپوٹین کا پروردہ تھا۔ راسپوٹین چاہتا تھا اسے وزیر داخلیہ بنا کر پس پردہ تمام ملک پر حکومت کرے۔ زارینہ اپنے شوہر کو لکھتی ہے:

"بروٹوف کو وزیر بنا دو۔ مخالفوں کی مخالفت کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو، ورنہ وہ جری ہو جائیں گے اور برابر تمھیں دباتے رہیں گے۔ وہ سمجھیں گے تم اُن سے ڈر گئے ہو۔ وزیر اعظم اور ڈوما (پارلیمنٹ) کے صدر کی کیا حقیقت ہے؟ یہ ذلیل آدمی ہیں۔ کیونکہ "مقدس باپ" (یعنی راسپوٹین) نے اُن کی بابت یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ بروٹوف کو میری خاطر وزیر بنا دو۔ کیونکہ وہ تم پر، تمھارے بچوں پر، اور روس پر جان دیتا ہے۔ ایک بڑے پادری نے مجھ سے کہا ہے "وہ سلطنت کبھی برباد نہیں ہو سکتی، جس کی حفاظت پر ولی ہوتے ہیں!" یہ قول بالکل صحیح ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے ولی (راسپوٹین) پر بھروسہ کریں، اُسکی اطاعت کریں، اُس کی نصیحتوں پر عمل کریں۔ ہمارے ولی کی یہی نصیحت ہے کہ بروٹوف وزیر بنا دیا جائے۔ لہذا اسکے قبول کرنے میں تامل نہ کرو۔ یہ نہ سمجھنا کہ ہمارے ولی سے کوئی بات بھی مخفی رہتی ہے۔ مسیح نے اُسے سب کچھ دکھا دیا ہے۔ وہ جب کوئی دعا کرتا ہے، پوری ہو جاتی ہے۔ جس بات کو اچھا کہدیتا ہے، اچھی ہو جاتی ہے۔ جسے برا کہدیتا ہے، وہ برا ہی ثابت ہوتا ہے۔ ہم سے تم سے بہت غلطیاں ہو جاتی ہیں، مگر ہمارے اس مقدس مرشد سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ اُس سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔۔۔!"

ایک دوسرے خط میں لکھتی ہے:

"ڈوما (پارلیمنٹ) فوراً توڑ دو۔ مخالفوں کی کوشش ہے کہ اس وقت ڈوما کے جلسے برابر جاری رہیں، تاکہ فساد کی راہیں بند نہ ہوں۔ وزیر اعظم نے یہ کہکر تمھیں دھوکا دیا ہے کہ اگر ڈوما توڑ دی جائیگی تو اُسکے ممبر ملک میں پھیل کر رعایا کو بھڑکائیں گے۔ یہ وزیر اعظم کا کھلا دھوکا ہے۔ کیونکہ ہمارے مرشد کا قول ہے: اگر یہ لوگ رعایا سے جا کر بدگوئی کریں گے تو کوئی بھی اِن کا یقین نہ کریگا۔ اِن کی اصلی قوت، اِن کے ایک جگہ جمع رہنے میں ہے۔ لہذا ڈوما توڑ کر اِن شریروں کو منتشر کر دو"

ایک دوسرے خط کا مضمون یہ ہے:

"معاملہ خوب سمجھ لو۔ یقین کرو ہمارے مرشد کی نصیحت میں تمھارے لئے سراسر بھلائی ہے۔۔۔ پیارے! میری یہی آرزو ہے کہ تم ڈوما توڑ دو۔ یہ لوگ اندر اندر سازش کر رہے ہیں اور تم سے آکر چکنی چپڑی باتیں بناتے ہیں۔ تم اپنی نیکی کی وجہ سے اُنکی باتوں میں آجاتے ہو۔ یقین کرو، ہمارے مرشد نے جو کچھ کہا ہے، وہی ٹھیک ہے۔ اُسکی نصیحت پر چلکر ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔۔۔"

ایک اور خط میں حسب ذیل پرجوش الفاظ لکھتی ہیں:

"یہ لوگ تمھیں بیوقوف بنا رہے ہیں۔ تمھارا مذاق اُڑاتے ہیں۔ تم اتنے کمزور کیوں ہوگئے ہو؟ اٹھو، پیٹر اعظم بنجاؤ۔ اِن بدمعاشوں کو لات مار کر گرا دو۔ مجھے تمھاری کمزوری دیکھکر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ ہمت باندھو اور ڈوما کو توڑ دو۔ اِن تمام بغاوت پسندوں کو ایک ایک کر کے سائبیریا جلا وطن کر دو۔ ہم اس وقت جنگ میں ہیں۔ اندرونی بغاوت، میدان جنگ کی شکست سے بھی زیادہ مہلک ہوگی۔ تمھارا خیال وہ کیوں نہیں ہے جو میرا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتی ایسا کیوں ہے؟ بلاشبہ میں ایک عورت ہوں۔ لیکن عقل و ضمیر رکھتی ہوں۔ میں جانتی ہوں، روس کی نجات اُسی میں ہے جو ہمارے مرشد کا حکم ہے۔ تمھیں یاد نہیں فرانسیسی مدبر مسیو فلپ نے کیا کہا تھا؟ اُسنے کہا تھا: روس کو حکومت خود اختیاری دینا، روس کو برباد کر ڈالے گا اور خود زار کو بھی! یہی ہمارے روسی کا بھی خیال ہے۔ میں جانتی ہوں، تمھیں میری اس سخت کلامی سے تکلیف ہوگی۔ مگر میں اسپر مجبور ہو گئی ہوں۔ روس کی ملکہ، زار کی بیوی، اور ولی عہد کی ماں ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ اپنے خیالات تم تک پہونچا دیا کروں نیز اپنے مرشد کی نصیحتوں سے بھی تمھیں خبردار کرتی رہوں۔۔۔!"

پانچویں خط میں بھی "مرشد" کے احکام کی تعمیل پر زور دیا گیا ہے:

"میری زندگی کا سب سے بڑا ارمان یہ ہے کہ تمھیں دشمن کے سامنے اس طرح سربلند دیکھوں جس طرح شیر، لومڑیوں کے سامنے ہوتا ہے۔ تم اِن جمہوریت پسند کمینوں کے ساتھ کیوں جھکتے ہو؟ طاقتور حاکم کیوں نہیں بنجاتے؟ اگر تم اکڑ جاؤگے تو یہ سب بزدل سر جھکا دینگے۔ یاد رکھو، تمھاری اور روس کی نجات صرف اسی میں ہے کہ اس مرشد کامل کے حکموں کی تعمیل کرتے رہو۔۔۔!"

مقدس نفس پرستی!

یہ حال ملکہ کی عقیدت کا تھا، حالانکہ اس راہب کی زندگی ناقابل بیان حد تک فاسقانہ تھی۔ اُسوقت روس میں "کلیسٹیزم" کا بہت زور تھا۔ "کلیسٹیزم" باقاعدہ نفس پرستی کا دوسرا نام ہے۔ اس "مذہب" کے متبعین کا عقیدہ تھا کہ تمام شہوانی، خدا کا ایک عظیم عطیہ ہیں۔ اس بخشش کا شکریہ اسی طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ اُن سے انسان دل کھولکر متمتع ہو، اور ہرگز اُنکے استعمال میں بخل نہ کرے۔ چنانچہ یہ لوگ فسق و فجور میں اس درجہ بے روک تھے کہ کسی طرح بھی قلم اُس کی طرف اشارہ نہیں کر سکتا۔ تفصیلات ناگفتہ بہ ہیں۔ راسپوٹین بھی اسی گروہ میں شامل تھا۔ قصر شاہی میں زہد و تقشف ظاہر کرتا، اور باہر آکر شراب خواری اور ہر طرح کے فسق و فجور میں منہمک ہو جاتا!

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بُت در آستیں دارم!

راہب سے پرنس کا تعارف

آگے چلکر پرنس یوسوپوف لکھتا ہے:

"راہب راسپوٹین سے میری پہلی ملاقات ۱۹۰۹ء میں یعنی جنگ عمومی سے ۵ سال پہلے ہوئی تھی۔ میرے دوست ج۔۔۔ کی لڑکی مس م۔۔۔ روس کی حسین ترین دوشیزہ تھی۔ پہلی ہی نظر میں انسان اُسکے معصوم حسن و جمال اور قلب کی طہارت کا قائل ہو جاتا تھا۔ میرے بھائی کو اُس سے عشق تھا۔ وہ بھی اُس کی محبت میں سرشار تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بھی راسپوٹین کے جال میں پھنس گئی۔ اپنے دل کی نیکی اور حد سے زیادہ تقویٰ کی وجہ سے یقین کرتی تھی کہ وہ ولی اللہ اور قدیس ہے

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم
کیوں ہے؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور اُنکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے۔

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہے جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہے اور جسکا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہے۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی

محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہے

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہو گیا ہے اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اس کی حاجت ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہے اور اصلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں۔ حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں پہنچے اسیقدر کامیابی ہے۔

اخبار الجمعیۃ کی پانچ (۵) خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہے (۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کر کے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہے۔ (۳) عربی، فارسی اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہے (۴) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہے (۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہے جس سے اسکی دلچسپی میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔ ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے چندہ سالانہ چھ روپیہ (ہے) ششماہی تین روپیہ چار آنے (ہے) منیجر الجمعیۃ دہلی۔

اختتام پر مجلس کے انتخاب کے ساتھ صدر جمہوریت کا بھی انتخاب ہوتا ہو۔ پرانا صدر دوبارہ صدر ہو سکتا ہو بشرطیکہ مجلس وطنی کے انتخاب میں کامیاب ہو جائے۔

خاص روایات

مجلس وطنی کی بعض روایات بالکل انوکھی ہیں مثلاً یہ کہ وہ کسی حال میں بھی برخواست نہیں کی جا سکتی، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ پھر وہ سال کے بارہ مہینوں میں کبھی چھٹی نہیں لیتی۔ ہمیشہ اُس کے جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ حالانکہ دُنیا کی دوسری پارلیمنٹیں عام طور پر کسی ایک موسم میں بند رہتی ہیں۔ لیکن خود مجلس کو اختیار ہو کہ جب چاہے اپنے آپکو منتشر کر دے۔ اس صورت میں انتخابات از سر نو جاری ہونگے۔ اسی طرح اگر مجلس کبھی چھٹی لے لے تو اُس کے دوبارہ اجتماع کے لئے صدر جمہوریت یا مجلس وکلاء (وزراء) کی دعوت کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی بلا کسی کی دعوت یا حکم کے جمع بھی ہو جاتی ہو۔ جب کبھی مجلس چھٹی پر ہو یا ٹوٹ جائے تو اُس کے دوبارہ اجتماع یا انتخاب سے پہلے حکومت نہ کوئی قانون جاری کر سکتی ہو نہ کوئی اور نئی کارروائی کر سکتی ہو۔ حالانکہ دوسرے ملکوں میں طریقہ یہ ہو کہ ایسی صورتوں میں حکومت ضروری قانون جاری کر دیا کرتی ہو اور بعد میں پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کر لیتی ہو۔

دینی امور

لیکن ملک میں صرف ایک شعبہ ایسا موجود ہو جس پر مجلس وطنی کو کوئی اختیار نہیں ہو۔ وہ شعبہ دینیات کا ہو۔ یہ اس لئے کہ ٹرکی میں سیاست اور دین کو بالکل الگ کر دیا گیا ہو۔ دینی امور کی انجام دہی کے لئے ایک مستقل شعبہ بنا دیا گیا ہو۔ اس شعبہ کے صدر کا رتبہ، وکیل یا وزیر کا رتبہ ہو۔ یہ صدر مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہو۔ رئیس الوکلاء یا وزیر اعظم اُس سے جواب طلب کر سکتا ہو۔ اور وہی مجلس وطنی کو اس شعبہ کے حالات سے مطلع کرتا ہو۔

مجلس وطنی تمام معاملات پر اپنے ارادہ و اختیار سے بحث کرتی ہو۔ اُس میں دوسری پارلیمنٹوں کی طرح پارلیمنٹری کمیٹیاں موجود نہیں ہیں۔ مجلس وکلاء ضروری مسائل مجلس وطنی کے سامنے پیش کرتی ہو اور وہ براہ راست اُس پر بحث کرتی ہو۔

"محاکم استقلال"

ٹرکی کے "محاکم استقلال" کا نام تمام عالم میں مشہور ہو چکا ہو۔ یہ بھی مجلس وطنی کی ایک غیر معمولی عدالتی قوت کا نام ہو۔ محاکم استقلال سے مقصود وہ خاص عدالتیں ہیں جو جمہوریت پر خطرے کے وقت وسیع اختیارات کے ساتھ قائم کر دی جاتی ہیں۔ یہ ایک طرح کی جنگی عدالت کہی جا سکتی ہو۔ یہ فوراً فیصلہ کرتی ہو۔ لیکن اُس کے فیصلہ کی تنفیذ بغیر مجلس وطنی کی منظوری کے نہیں ہو سکتی۔ جب یہ عدالتیں قائم ہو جاتی ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ملک حالت امن و سلامتی میں نہیں ہو۔

مخالف پارٹیاں

مجلس وطنی میں مخالف پارٹیاں موجود نہیں ہیں۔ اسمیں صرف ایک ہی پارٹی ہو اور وہ جمہوریت یا مصطفےٰ کمال پاشا کی پارٹی ہو۔ مجلس وطنی کے کل ممبروں کی تعداد ۲۸۸ ہو۔ اسمیں کمالی پارٹی کے آدمی ۲۷۰ ہیں۔ یعنی کل ۱۸ ممبر اس پارٹی سے باہر ہیں۔ ظاہر ہو اتنی قلیل جماعت کو مخالف پارٹی نہیں کہہ سکتے۔

مجلس کا الاؤنس

مجلس وطنی کے ممبروں کو ماہوار الاؤنس نہیں ملتا۔ بلکہ انتخاب میں کامیابی کے دن پورے پارلیمنٹری سال کے لئے یکمشت ملتا ہو۔ ہر ممبر کو ۵ سو ترکی پونڈ یعنی تقریباً ساڑھے ۵ سو انگریزی پونڈ الاؤنس ملتا ہو۔

صدر جمہوریت کا سالانہ الاؤنس تیرہ ہزار ترکی پونڈ ہو۔ اُس کے قیام اور سرکاری جلسوں کے مصارف اس کے علاوہ ہیں۔ اُسے تین موٹریں بھی دی جاتی ہیں۔ ایک اُس کی ذات خاص کے لئے ہوتی ہو اور دو، اُس کے وزراء کے لئے۔ ہر وکیل یا وزیر کو سالانہ ۷ سو ترکی پونڈ ملتے ہیں۔ مجلس وطنی کے مصارف کا آخری بجٹ ۲۲۲۳۰۰ پونڈ ترکی تھا۔

"تورک اوجاغی"

"تورک اوجاغی" کا نام مدت سے اخبارات کے صفحوں پر گشت کر رہا ہو۔ مگر کم آدمی اس کی حقیقت سے واقف ہیں۔ "تورک اوجاغی" کے معنی ہیں ترکی وطن۔ یہ دراصل ایک عظیم الشان انجمن ہو۔ ۱۹۱۲ء میں قائم ہوئی تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ترکی قوم میں قومیت و وطنیت کے جذبات برانگیختہ کئے جائیں۔ اُسے ذہنی و دماغی ترقی کے لئے طیار کیا جائے، اور ملک کو اجنبی مداخلت و تسلط سے بچایا جائے۔ جنگ سے پہلے اسے بہت اہمیت و قوت حاصل تھی۔ عام طور پر نوجوان ترک اُس کے حامی تھے۔ حکومت کے اکثر عہدے دار اُسی کے ارکان اور ممبر تھے۔ جنگ عمومی نے اسے عارضی طور پر کمزور کر دیا تھا۔ مگر جنگ کے شکست پر ختم ہوتے ہی پھر اُسنے قوت حاصل کر لی اور پچھلے جہاد آزادی میں ...... بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئیے۔ یہ جہاد کامیابی پر ختم ہوا اور انجمن کا ایک اساسی مقصد بھی پورا ہو گیا۔ اس لئے اُس کے پروگرام میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء میں اُس کی عام کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی اور پروگرام میں تغیر و تبدل کیا گیا...... اُس کے موجودہ پروگرام میں یہ تین دفعات بہت اہم ہیں۔

(۱) جمہوری افکار کی اشاعت۔
(۲) جدید تمدن کو مقبول بنانا۔
(۳) مساوات کی تعلیم و تبلیغ۔

جنگ آزادی کے بعد سے اس انجمن کا صدر دفتر قسطنطنیہ کے بجائے انگورہ میں منتقل ہو گیا ہو۔ ۱۹۲۶ء میں اُس کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح خود غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے کیا تھا۔ اسوقت سے اُسے بہت زیادہ اہمیت و مقبولیت حاصل ہو گئی ہو۔

اس انجمن کی ۲۷۳ شاخیں ہیں اور تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مرکزی انجمن کی انتظامی مجلس ۱۲ ارکان سے مرکب ہوتی ہو۔ شاخوں کی انتظامی مجلسوں میں سے ۷ رکن ہوتے ہیں۔ ہر شاخ کو پوری آزادی ہو کہ مقامی حالات و مصالح کی رعایت سے اپنا الگ پروگرام بنا لے۔ چنانچہ بعض علاقوں میں یہ انجمن صرف وبائی امراض کے خلاف جد و جہد کرتی ہو۔ بعض میں بچوں کی تربیت اُسنے اپنے ذمہ لے لی ہو۔ بعض میں عورتوں کی ترقی اُس کا مقصد ہو۔

اس انجمن میں مرد اور عورتیں یکساں طور پر شریک ہیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کی انجمن کی صدر ایک عورت ہی ہو۔ یہ خاتون نہایت تعلیم یافتہ اور معزز ہو۔ اس کا نام نقیہ خانم ہو۔ انجمن کی صدارت کے ساتھ ساتھ وہ ایک ثانوی مدرسہ (سکنڈری اسکول) کی مہتمم بھی ہو۔

ٹرکی میں "خلق فرقہ سی" کے بعد سب سے زیادہ طاقتور انجمن یہی ہو اور بہت مفید کام کر رہی ہو۔

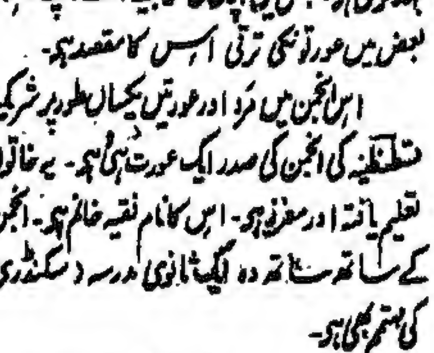

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے سفر آستانہ کی تفصیل گزشتہ ہفتہ لکھ چکا ہوں۔ لیکن جس جوش و خروش کا اظہار باشندگان شہر نے اُنکے استقبال کے موقعہ پر کیا اور جس کا سلسلہ آجتک جاری ہو، اُس کی تصویر قلم سے کھینچنا آسان نہیں ہو۔ میں نے گزشتہ ۱۵ سال میں یہاں بڑے بڑے تاریخی مظاہرے دیکھے۔ ان میں سے ہر مظاہرے کے متعلق یہی خیال ہوتا تھا کہ اس سے بڑے مظاہرے کا ہونا مشکل ہو۔ لیکن مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہو کہ جو کچھ میں نے اس موقعہ پر دیکھا، اسکے مقابلے میں پچھلے تمام مظاہرے بے حقیقت ہیں!

غازی بروسہ میں

پرسوں غازی ممدوح شہر بروسہ تشریف لے گئے جہاں عصمت پاشا تبدیل آب و ہوا کے لئے مقیم ہیں۔ اُن کی ملاقات کے بعد غازی اُسی دن رات کو واپس چلے گئے۔ اس سفر میں اُن کے ساتھ وزیر خارجہ توفیق رشدی بک اور وزیر عدالت محمود اسعد بک وغیرہ بھی تھے۔

افغانستان اور ٹرکی

۴ دن پہلے یہاں ہز اکسلنسی محمود طرزی خان وزیر خارجیہ افغانستان ترکی وزیر خارجیہ توفیق رشدی بک کے ساتھ وارد ہوئے۔ آپکی غرض غازی مصطفےٰ کمال پاشا سے ملاقات کرنا تھی۔ چنانچہ ملاقات ہو گئی اور ممدوح یورپ روانہ ہو گئے۔

سیاسی حلقوں میں اس ملاقات کو اہمیت دیجاتی ہو۔ کیونکہ جیسا کہ اپنے پچھلے مکتوب میں عرض کر چکا ہوں، اسوقت روسی انگریزی نزاع نے افغانستان کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہو اور وہ برطانیہ کی تعدی سے بچنے کے لئے ابھی سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔

بیزنطینی آثار

تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ روم کی عظمت کے زوال کے بعد ایک زمانہ میں قسطنطنیہ نے کتنا عروج حاصل کر لیا تھا؟ یونان اور روم کا تمام علم و فن سمٹ کر اسی عروس البلاد میں جمع ہو گیا تھا۔

پھر یہ بھی معلوم ہو کہ یونان اور روم کے عہد عظمت میں گھوڑ دوڑ کے میدانوں کو کتنی اہمیت تھی۔ اُنکی آرائش کا کیسا اہتمام کیا جاتا تھا؟ ان میں کامیابی حاصل کرنے والوں کی کتنی تعظیم و تکریم ہوتی تھی؟ اُس عہد میں یہ چیز اس قدر اہمیت رکھتی تھی کہ ہومر کو بھی اس کا ذکر کرنا پڑا۔ عام طور پر یہ میدان کسی بلند ٹیکرے پر بنائے جاتے تھے۔ تقریباً ۴۰۰ میٹر لمبے اور ۲۰۰ میٹر چوڑے ہوتے تھے۔ ان کا نام "ہپڈروم" تھا۔ قسطنطنیہ میں بھی ایک "ہپڈروم" تھا اور از حد وسیع اور شاندار تھا۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہوں نے اس کی آراستگی پر صدیوں محنت کی یہاں تک کہ وہ دنیا بھر میں مشہور ہو گیا تھا اور دور دور سے سیاح اُسے دیکھنے کے لئے آتے تھے۔

تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ "ہپڈروم" ٹھیک استنبول کے قلب میں اُس میدان کے اندر واقع تھا، جس کے ایک طرف اب جامع سلطان احمد ہو، اور دوسری طرف جامع ایا صوفیہ ہو۔ حکومت عثمانیہ نے اس میدان میں تنقیب (کھدائی) کی اجازت دینے سے ہمیشہ انکار کر دیا تھا لیکن جمہوری حکومت نے اجازت دے دی۔ چنانچہ پروفیسر اسٹیلی کاسن کی ماتحتی میں ماہرین آثار کی ایک جماعت کھدائی میں مشغول ہو۔ اسوقت تک جتنے آثار برآمد ہو چکے ہیں اور آئندہ جستجو سے نکلیں گے، وہ سب ترکی حکومت کی ملک ہونگے۔

برید شرق

نوجوان ٹرکی پر ایک نظر

کچھ عرصے سے بعض مشاہیر مصر نے ایک خاص نمائندہ ٹرکی بھیجا ہے تاکہ وہاں کی موجودہ اجتماعی زندگی کا مطالعہ کرے۔ اس کی بکثرت تحریریں مصر کے اخبارات میں شایع ہو رہی ہیں، اور اہم فوائد پر مشتمل ہیں۔ ذیل میں ہم بعض تحریروں کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

انگورہ

ترکی جمہوریت کی جنم بھومی ”انگورہ“ ہنوز ایک قصبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُسے شہر کہنا ایک حد تک غلط ہوگا۔ مکان عموماً پست، ایک منزلہ اور قدیم طرز کے ہیں۔ سڑکیں بھی تنگ ہیں۔ ہوٹل نہایت معمولی درجے کے ہیں۔ شہری زندگی کے لوازم کم دستیاب ہوتے ہیں۔ معیشت بہت گراں ہے۔ متوسط زندگی بسر کرنے کے لئے ڈیڑھ پونڈ سے بھی زیادہ صرف ہو جاتے ہیں۔ ہوٹلوں کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ دس بارہ روپیہ روز دینا پڑتے ہیں، مگر پھر بھی آرام نہیں ملتا۔ وجہ یہ ہے کہ انگورہ بڑے شہروں سے دور ہے اور ضروریات زندگی بہ آسانی نہیں مہیا کی جا سکتیں۔

سوال ہو سکتا ہے کہ پھر ترکی مدبروں نے آستانہ اور دوسرے آباد شہر چھوڑ کر یہی گاؤں اپنا پایۂ تخت کیوں قرار دیا؟ اس کا جواب خود ترک مدبر بار بار دے چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ”اناطولیہ اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ سلاطین آل عثمان نے اناطولیہ کی طرف سے ہمیشہ غفلت و اعراض برتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی قومیت برباد ہو گئی۔ ترکی قومیت کی بربادی خود سلطنت کی بربادی تھی۔ اب ہم اپنے اصلی ملک کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اب ہماری تمام اُمیدیں صرف اسی میں مرکوز ہیں، لہذا ہم نے قلب کو مرکز بنایا ہے تاکہ یہیں سے نئی قومیت کی روح ملک کی رگ رگ میں دوڑا دیں“ علاوہ بریں وہ اس پہلو پر بھی توجہ دلاتے ہیں کہ ”اب ہم یورپ کے اثر سے دور رہنا چاہتے ہیں یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی اگر ہم اس دور افتادہ مقام میں اپنی حکومت قائم نہ کرتے“

سوال ہو سکتا ہے کہ اگر یہی بات ہے تو پایۂ تخت کو شہر کی صورت کیوں نہیں دیتے؟ اس کا جواب ترک مدبروں نے یہ دیا ہے کہ ”ہمارا ملک جنگوں نے برباد کر ڈالا ہے۔ ہماری قوم کا دل و دماغ صدیوں کے ظلم و جور سے تباہ ہو چکا ہے۔ ہم پہلے اپنے ملک کی اقتصادی، تجارتی، زرعی، حالت درست کریں گے۔ قوم کو قوم بنائیں گے۔ اسکے بعد ہمیں شہروں کی آراستگی کا خیال کرنا چاہیے“!

انگورہ کو پایۂ تخت قرار دینے میں ترک مدبروں کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ وہ شہروں کے عیش و نشاط اور لہو و لعب سے دور رہنا اور شب و روز محنت اور کام کرنا چاہتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں جب تک حکومت کا مرکز رہا، کبھی اس مستعدی سے کام نہیں ہوا جیسا اب انگورہ میں ہو رہا ہے۔

لیکن یہ بات نہیں ہے کہ ترکوں نے انگورہ کو بالکل اُسکی سابق حالت ہی میں چھوڑ دیا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ اُسے ترقی دے رہے ہیں۔ انگورہ کے اطراف میں ایک نئے شہر کی بنیادیں پڑ گئی ہیں۔ لیکن وقت پر وہ مکمل ہو جائے گا۔ فی الحال انگورہ کی آبادی [illegible] سے زیادہ ۵۰ ہزار ہے۔

انگورہ کے مناظر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جس منظر نے میرے دل پر سب سے زیادہ اثر کیا، وہ ترک افسروں اور سپاہیوں کا وقار اور خاموشی سے سڑکوں پر سے گزرنا تھا۔ میں جب اُنھیں دیکھتا تھا تو بے اختیار قلب اُن کی عظمت کے سامنے جھک جاتا تھا میں سوچتا تھا ”یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خونریز جنگیں سر کیں اور تمام یورپ کو مغلوب کر کے اپنی قوم کا گرا ہوا جھنڈا از سر نو بلند کر دیا! ترکی افسر اور سپاہی ہمیشہ سے اپنی سنجیدگی اور وقار میں مشہور ہیں۔ مگر اب اتنی طویل جنگوں کے بعد اُن کی کچھ عجیب حالت ہو گئی ہے۔ وہ رعب و جلال ہے کہ اُس کی نظیر دنیا کی کسی فوج میں نہیں ملتی۔

مجلس وطنی کی عمارت

انگورہ کی سب سے زیادہ شاندار عمارت، مجلس وطنی یا ترکی پارلیمنٹ کی عمارت ہے۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے۔ اوپر کے طبقہ میں صدر مجلس کا دفتر ہے۔ نیچے کے کمروں میں مجلس کے مختلف شعبوں کے دفتر ہیں۔ بائیں پہلو میں ایک وسیع ایوان ہے۔ ۲۵ میٹر لمبا اور ۱۲ میٹر چوڑا۔ یہی پارلیمنٹ کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ اسمیں ترکی قالینوں کا فرش ہے۔ صدر میں ڈیڑھ میٹر بلند چبوترہ ہے۔ چبوترے کے وسط میں صدر مجلس کی جگہ ہے۔ اسکے دونوں پہلوؤں پر نصف میٹر نیچے کاتبوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اس سے ذرا اور نیچے ایک اور چبوترہ ہے۔ اور اسی پر کھڑے ہو کر مقرر تقریریں کرتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک کٹہرا ہے جسمیں سرکاری رپورٹر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد ممبروں کے بیٹھنے کی جگہیں ہیں۔ ہر نشست میں دو اور کبھی تین آدمی بیٹھتے ہیں۔ یہ تمام نشستیں باہم قریب قریب ہیں، کیونکہ ایوان باوجود اپنی وسعت کے ناکافی ہے۔ ایوان کی سطح سے تین میٹر بلندی پر پیچھے تماشائیوں کی جگہ ہے۔ اسی کے داہنے پہلو پر ایک مذہب و مطلا نشست ہے جس کے لئے ایک خاص دروازہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ نشست غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں، اسمیں بیٹھ کر جلسے کی کارروائی دیکھا کرتے ہیں۔ ایوان کے صدر میں مجلس کے داہنے بائیں سفراء دول کی نشستیں ہیں۔ مجلس کے جلسے عموماً عصر کے بعد شروع ہوتے ہیں۔

مجلس وطنی

ترکی انقلاب کا سب سے عجیب کارنامہ یہی مجلس ہے۔ اس میں بیک وقت دو متضاد چیزیں جمع ہو گئی ہیں: شخصی تفویض اور جمہوریت۔ یہ مجلس اپنے اندر ایسے عجیب اصول و قواعد اور غیر معمولی روایات رکھتی ہے جن کی نظیر دنیا کی کسی پارلیمنٹ کی تاریخ میں موجود نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

موجودہ مجلس وطنی کا نام ترکی زبان میں ”بویوک ملت مجلسی“ ہے۔ یہ اُس مجلس قومی کی پیداوار ہے جو جنوری ۱۹۲۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ اسی نے اپنے حوصلہ مندانہ اقدامات سے ٹرکی کی تاریخ بدل دی۔ اسی نے قدیم نظام سلطنت توڑا، اور جمہوریت قائم کی (۲۳ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں) اسی نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا (۱۹۲۴ء) اسی نے دستور اساسی بنایا (۲۰ اپریل ۱۹۲۴ء) یہی وہ دستور اساسی ہے جس پر موجودہ مجلس وطنی قائم ہوئی ہے۔

ٹرکی میں جملہ قوتیں اور اختیارات صرف مجلس وطنی ہی کو حاصل ہیں۔ اس کے ہم پلہ کوئی دوسری قوت موجود نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ترکی دستور حکومت صرف ایک ہی مجلس پر قائم ہے۔ حالانکہ دنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں عموماً دو مجلسیں ہوتی ہیں: مجلس عوام اور مجلس خواص۔

ترکی مجلس وطنی کو دنیا کی دوسری پارلیمنٹوں سے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ تقسیم اختیارات کا نظریہ تسلیم نہیں کرتی۔ یہی باعث ہے کہ تینوں قسم کے اختیارات اور قوتیں یعنی تشریعی (قانون سازی) تنفیذی، اور عدالتی، تنہا اُسی میں جمع ہیں۔ اس صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ ٹرکی میں وزارتی مسئولیت کا وجود نہیں ہے، بلکہ سرے سے اُس معنی میں کوئی وزارت اور تنفیذی قوت موجود ہی نہیں ہے، جس معنی میں دنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں ان کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ اس لئے کہ تنفیذی قوت، خود مجلس وطنی ہی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے ارکان کی ایک جماعت کے ذریعہ یہ قوت استعمال میں لاتی ہے۔ ارکان کی اس جماعت کو صدر جمہوریت یا صدر مجلس منتخب کرتا ہے اور معلوم ہے، صدر جمہوریت اور صدر مجلس دونوں کا انتخاب خود مجلس کرتی ہے۔ پھر ان ارکان کے انتخاب کی لازمی شرط یہ بھی ہے کہ مجلس انھیں منظور کر لے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صدر جمہوریت یا صدر مجلس کے انتخاب کردہ ارکان بھی درحقیقت مجلس ہی کے منتخب کردہ ہوتے ہیں۔ یہی ارکان، وزراء ہیں جنھیں ترکی اصطلاح میں ”وکیل“ کہتے ہیں۔ یعنی وہ تنفیذی قوت کے اجراء میں مجلس کے وکیل یا نائب ہیں۔ انہی وکلاء کی مجلس، حکومت کی مجلس کیبنٹ ہے۔

اس صورت حال کا ایک لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ قانون اساسی کی رو سے مجلس وطنی کسی حال میں بھی توڑی یا برخواست نہیں کی جا سکتی۔ اگر کبھی مجلس وکلاء اور مجلس وطنی میں اختلاف پیدا ہو جائے، تو آخر الذکر نہیں، ہمیشہ اول الذکر ہی کو مستعفی ہونا پڑے گا!

اسی طرح عدالتی قوت بھی مجلس وطنی ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسکے استعمال کا حق عدالتوں کو بخشتی ہے۔ گویا عدالتیں بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ بھی مجلس وطنی کے محض ”وکیل“ ہیں۔

مجلس وطنی اور صدر جمہوریت

صدر جمہوریت ہی مجلس وطنی کا صدر ہوتا ہے۔ وہ جب چاہے مجلس کے جلسوں کی صدارت کرے۔ اُس کی عدم موجودگی میں اُس کا نائب صدارت کرتا ہے۔ صدر جمہوریت کے اختیارات یہ ہیں کہ مجلس وکلاء کا انتخاب وہی کرتا ہے (جس کی تصدیق کے لئے مجلس وطنی کی منظوری ضروری ہے) سفراء کے کاغذات وہی قبول کرتا ہے۔ مجلس وطنی کے جملہ قوانین اُسی کے نام سے شایع ہوتے ہیں۔ مجلس کے سالانہ افتتاح کے موقعہ پر یکم جنوری کو وہی افتتاحی تقریر کرتا ہے۔ مجرموں کو معافی دینے کا بھی اُسے حق ہے، مگر بہت محدود۔ لیکن جنگ و صلح کا اعلان اور معاہدوں کا انعقاد اُس کے اختیارات سے بالکل باہر ہے۔ یہ کام صرف مجلس وطنی کے ہیں۔ صدر جمہوریت، مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ مجلس اُس سے صرف اُسی وقت باز پرس کر سکتی ہے جب وہ ملکی خیانت کا مرتکب ہو۔ اُس کی صدارت کی مدت ۴ سال ہے۔ یہی مدت، مجلس وطنی کی طبیعی عمر ہے۔ اس کے

ملت ترک کردي تهي - راه حق سے کٹ گیا تها - صالحین کے طور طریقه سے دور هوگیا تها - تونے نیک انسان قتل کرکے اُن کي جماعت فنا کرڈالي - تابعین کي جڑیں کاٹ کر اُن کا پاک درخت اکهاڑ پهینکا - افسوس تو نے خالق کي نافرماني میں مخلوق کي اطاعت کي - تو نے خون کي ندیاں بہادیں - جانیں لیں - آبروئیں برباد کیں - کبر و جبر کي روش اختیار کي - تونے نه اپنا دین هي بچایا ' نه دنیا هي پائي - تو نے خاندان مروان کو عزت دي ' مگر اپنا نفس ذلیل کیا - اُن کا گهر آباد کیا ' مگر اپنا گهر ویران کرلیا - آج تیرے لیے نه نجات هے نه داد فریاد - کیونکه تو آج کے دن اور اِس کے بعد سے غافل تها - تو اِس امت کے لیے مصیبت اور قهر تها - الله کا هزار هزار شکر که اُسنے تیري موت سے امت کو راحت بخشي ' اور تجهے مغلوب کرکے اُسکي آرزو پوري کردي ! "

(حجاج کي عجیب رحمت طلبي !)

راوي کهتا هے - حجاج یه سن کر مبهوت هوگیا : دیر تک سناٹے میں رها - پهر اُس نے ٹهنڈي سانس لي ' آنکهوں میں آنسو ڈبڈبا آئے ' اور آسمان کي طرف نظر اُٹهاکر کها :

" الهي ! مجهے بخش دے : کیونکه لوگ کهتے هیں که تو مجهے نهیں بخشے گا ! " پهر یه شعر پڑها :

رب ان العباد قد أیأسوني و رجائي لک الغداة عظیم !

الهي ! بندوں نے مجهے نا امید کرڈالا ' حالانکه میں تجهه سے بڑي هي امید رکهتا هوں !

یه کهکر اُسنے آنکهیں بند کرلیں -

اسمیں شک نهیں ' رحمت الهي کي بے کنار وسعت دیکهتے هوئے اُسکا یه انداز طلب ایک عجیب تاثیر رکهتا هے اور اِس باب میں بے نظیر مقوله هے - یهي وجه هے که جب حضرت حسن بصري سے حجاج کا یه قول بیان کیا گیا تو وه چپ تو متعجب هوے " کیا واقعي اُسنے یه کها ؟ " کها گیا " هاں اُسنے ایسا هي کها هے " فرمایا " تو شاید ! " (یعني شاید اب بخشش هو جائے)

اطلاع

اس نمبر کے تمام فارم طیار هوچکے تهے - صرف آخري چار صفحه باقي تها که ایک حادثه کي وجه سے خوشنویس اپنے وطن چلے گئے ' اور اُن کي جگه جس خوشنویس سے کتابت کا انتظام کیا گیا ' وه بهي بروقت کام نه کرسکے - نتیجه یه نکلا که اُن تمام مضامین کي کتابت رهگئي جو آخري چار صفحه میں دیے جاتے هیں - ممکن تها که یه تمام حصه کمپوز کراکے شامل کردیا جاتا ' لیکن اسکي وجه سے ایک دن کي تاخیر هوجاتي - چونکه اب هم سب سے زیاده ضروري بات رساله کي بروقت اشاعت سمجهتے هیں - اسلیے یهي مناسب نظر آیا که یه نمبر ۲۲ صفحه هي کا شائع کردیا جاے ' مگر اشاعت میں تاخیر نه هو - انشاء الله اسکي تلافي آینده اشاعت میں هوجائیگي - اب خوشنویس کا بهي ایسا انتظام کرلیا گیا هے که آینده رکاوٹ پیش نه آے - منیجر

مراسلـه

لکهنو سے ایک انگریزي روزانه کا اجراء

لیمیٹڈ کمپني

هندوستان میں صوبه جات متحده آگره و اوده کا جو اهم مرتبه هے وه محتاج تشریح نهیں - مگر صوبهٔ هذا کے مسلمانوں کي انتهائي بد نصیبي هے که اس زمانه میں جب که اُن کو قدم قدم پر ایک حقیقي رهنما و همدرد وکیل کي ضرورت هے ' اُن کے پاس ایک بهي روزانه انگریزي اخبار نهیں هے -

اله آباد اور علي گڑه سے دو انگریزي اخباروں کے نکالنے کي کوشش هوئي مگر اول الذکر محض تجارتي اغراض لیکر دنیا میں آیا تها اور مؤخر الذکو اگرچه اسلام کے تعلیمي مرکز سے جاري هوا ' مگر اس میں بد قسمتي سے شخصي عنصر اس درجه غالب تها که وه ترقي نه کرسکا - دونوں جس بے سروساماني کي حالت میں آئے تهے اُسي طرح رخصت هوگئے - ان کي موت نے افسوس ناک نتائج پیدا کردیے - یعني مسلمانوں کو اپنے روزانه انگریزي اخبارات سے بد ظني پیدا هوگئي - جس کے باعث معقول انگریزي روزانه اخبار اب تک نهیں نکل سکا - چنانچه اس وجه سے اور کچهه اس سبب سے که جناب آنریبل سید رضا علي صاحب پبلک سروس کمیشن کے ممبر هوگئے تهے - انگریزي روزانه اخبار کي وه اسکیم جو وسط سنه ۱۹۲۶ع میں لکهنو میں طیار هوئي تهي عملي جامه نه پهن سکي - لیکن اس ایک برس کي مدت سیاسي نقطهٔ نظر سے نهایت اهم ثابت هوئي - اور موجوده اور آنے والي پیچیدگیوں نے قوم کے رهنماؤں کو مجبور کیا که وه آنریبل سر مهاراجه صاحب بهادر محمودآباد کي سرکردگي میں معقول سرمایه اور بهترین اسٹاف کے ساتهه مسلمانوں کا انگریزي روزانه اخبار لکهنؤ سے جاري کریں - یه اسکیم نهایت شاندار هے جو نه صرف مسلمانوں کے ایک زبردست روزانه انگریزي اخبار اور بهترین پریس کي حامل هوگي ' بلکه مسلمانوں کي ذاتي منفعت کا بهي معقول ذریعه ثابت هوگي -

ایک کمپني قائم کي گئي هے جس کے ڈائرکٹر حسب ذیل هیں :

سر مها راجه صاحب بهادر والي محمود آباد - سر سید علي امام صاحب بیرسٹرایٹ لا - پٹنه - راجه صاحب نانپاره ضلع بهرائچ - آنریبل راجه نواب علي خاں صاحب تعلقه دار - ممبر کونسل آف اسٹیٹ - مولوي محمد نسیم صاحب - بي - اے - ایڈوکیٹ لکهنؤ -

کمپني مذکور کي اسکیم نهایت تجربه کار اور واقف کار اصحاب نے طیار کي هے ' اور ایک اعلی درجه کے پریس اور انگریزي اخبار کے اجراء کا مشوره دیا هے - پریس انگریزي اور اُردو هر قسم کا بهترین کام کریگا - پریس اور اخبار کے انتظامات صرف معتبر اور آزموده کار هاتهوں میں رهینگے - چنانچه ایڈیٹوریل اور انتظامي خدمات کے لیے بهترین اشخاص منتخب کیے گئے هیں - اور اسکیم میں کثیر منافع کا پهلو رکها گیا هے تاکه جو لوگ کمپني کے حصص خریدیں اُن کو منافع کي شکل میں معقول مالي فائده پهونچتا رهے -

کمپني کے متعلق پراسپکٹس انگریزي اور اُردو میں چهپ رهے هیں - حصوں کے خریداري کے فارم بهي طیار هیں - مسٹر حسن عابد جعفري بیرسٹر ایٹ لا سے محمود آباد هاؤس قیصر باغ لکهنو کے پته پر ملسکتے هیں - اور اُنهي سے تمام مزید حالات بهي معلوم هو سکتے هیں -

خاکســاران

آل نبي - محمد یعقوب - تصدق احمد خاں وغیره

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حجاج بن یوسف الثقفی

خلافت امویہ کے حکام میں حجاج ابن یوسف سے زیادہ کسی شخص کو شہرت حاصل نہیں ہوئی، مگر یہ شہرت عدل و فیض رسانی کی نہیں تھی۔ سیاست و قہر کی تھی۔ تاریخ اسلام میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہوگیا ہے! یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ وہ حجاج ہی تھا جسنے اپنی بے پناہ تلوار اور بے دردی سفاکی سے از سر نو اس کی گرتی ہوئی عمارت مستحکم کردی۔

بنی امیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر سے تھا۔ ان کی حکومت کا مرکز مکہ تھا اور اس کا دائرہ شام کی سرحدوں تک پہنچ گیا تھا۔ حجاج ابن یوسف نے یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے دور کر دیا۔ مکہ کا محاصرہ کیا، کعبہ پر منجنیقیں لگا دیں، اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر کو نہایت سفاکی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

عراق شروع سے شورش پسند قبائل کا مرکز تھا۔ یہاں کی سیاسی بے چینی کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی۔ والیوں پر والی آتے تھے، اور بے بس ہو کر لوٹ جاتے تھے۔ لیکن حجاج ابن یوسف کی تلوار نے اپنی ایک ہی ضرب میں عراق کی ساری شورہ پشتی ختم کر ڈالی۔ خود اس عہد کے لوگوں کو اس پر تعجب تھا۔ قاسم بن سلام کہا کرتے تھے "کوفہ کی خودداری اور نخوت اب کیا ہوگئی؟ انھوں نے امیر المومنین علی کو قتل کیا، حسین بن رسول کا سر کاٹا! مختار جیسا صاحب جبروت ہلاک کر دیا، مگر اس بدصورت ملعون (حجاج) کے سامنے بالکل ذلیل ہو کر رہ گئے! کوفہ میں لاکھ عرب موجود ہیں، مگر یہ خبیث ۱۲ سوار لے کر آیا اور سب کو غلام بنا ڈالا!"

حجاج کا عراق میں اولین خطبہ، ادب عربی کی اتنی مشہور چیز ہے کہ صرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا: اما واللہ، انی لاحمل الشر بحمله، واحذوه بنعله، واجزیه بمثله، وانی لاری ابصاراً طامحة، واعناقاً متطاولة، ورؤساً قد اینعت وحان قطافها، وکانی انظر الی الدماء بین العمائم واللحی تترقرق! حجاج کی تلوار جس درجہ سفاک تھی، اتنی ہی اس کی زبان بھی بلیغ تھی۔ اس کا یہ خطبہ خطیبانہ بلاغت کا بے نظیر نمونہ ہے "میں دیکھتا ہوں کہ نظریں اٹھی ہوئی ہیں، گردنیں اونچی ہو رہی ہیں، سروں کی فصل پک چکی ہے، اور کٹائی کا وقت آگیا ہے! میری نظریں وہ خون دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہ رہا ہے!"

حجاج نے جیسا کہا تھا، ویسا ہی کر دکھایا۔

بیان کیا گیا ہے کہ جنگوں کے علاوہ حالت امن میں اسنے ایک لاکھ ۲۰ ہزار آدمی قتل کئے تھے (عقد الفرید۔ البیان والتبیین وغیرہ) بڑے بڑے اخیار و ابرار مثلاً سعید بن جبیر وغیرہ کی گردنیں اڑا دیں۔ مدینہ میں بے شمار صحابہ کے ہاتھوں پر سیسے کی مہریں لگا دیں، حضرت عبد اللہ بن الزبیر اور حضرت عبد اللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابیوں کو قتل کیا، موجودہ زمانے کی استعماری سیاست کی طرح اس کا بھی اصول یہ تھا "حکومت کے قیام کے لئے ہر بات جائز ہے" اور "حکومتیں رحم و عدل سے نہیں بلکہ قہر و تعزیر سے قائم ہوتی ہیں"!

اس عہد کے عرفا و صلحاء، حجاج کو خدا کا قہر و عذاب خیال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری کہا کرتے تھے "حجاج، اللہ کا عذاب ہے۔ اسے اپنے ہاتھوں کے زور سے دور کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ خدا سے تضرع و زاری کرو۔ کیونکہ اسنے فرمایا ہے: ولقد اخذناهم بالعذاب فما استکانوا لربهم وما یتضرعون"

یہی سبب ہے کہ جوں ہی اس کی موت کی خبر سنی گئی حضرت حسن اور عمر بن عبد العزیز سجدے میں گر پڑے۔ "اس امت کا فرعون مر گیا!" بے اختیار ان کی زبانوں سے نکل گیا!

اب دیکھنا چاہئے اس جابر و قہرمان انسان نے موت کا مقابلہ کیونکر کیا؟ جس گھاٹ ہزاروں مخلوق کو اپنے ہاتھوں اتار چکا تھا، خود اسمیں کیسے اترا؟

بیماری

عراق پر ۲۰ برس حکومت کرنے کے بعد ۵۴ سال کی عمر میں حجاج بیمار ہوا۔ اس کے معدے میں بے شمار کیڑے پیدا ہوگئے تھے۔ اور جسم کو ایسی سخت سردی لگ گئی تھی کہ آگ کی بہت سی انگیٹھیاں بدن سے لگا کر رکھ دی جاتی تھیں پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی!

موت پر خطبہ!

جب زندگی سے ناامیدی ہوگئی تو حجاج نے گھر والوں سے کہا "مجھے بٹھا دو اور لوگوں کو جمع کرو" لوگ آئے تو اسنے حسب عادت ایک بلیغ تقریر کی۔ موت اور اسکی سختیوں کا ذکر کیا، قبر اور اس کی تنہائی کا بیان کیا، دنیا اور اس کی بے ثباتی یاد کی، آخرت اور اسکی ہولناکیوں کی تشریح کی، اپنے گناہوں اور ظلموں کا اعتراف کیا پھر یہ شعر اس کی زبان پر جاری ہوگئے:

ان ذنبی وزن السموات والارض   حسن ظنی بخالقی ان یحابی
میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں، مگر مجھے اپنے خالق سے امید ہے کہ رعایت کرے گا۔

فلئن من بالرضا فهو ظنی   ولئن مر بالکتاب عذابی
اگر وہ اپنی رضامندی کا احسان مجھ پر کرے تو یہی میری امید ہے، لیکن اگر وہ عدل کرکے میرے عذاب کا حکم دے۔

لم یکن ذاک منہ ظلماً   وهل اظلم رب یرجی لحسن مآب؟
تو یہ اس کی طرف سے ہرگز ظلم نہیں ہوگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ رب ظلم کرے جس سے صرف بھلائی ہی کی توقع کی جاتی ہے؟

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ موقعہ اس قدر عبرت انگیز تھا کہ مجلس میں کوئی بھی اپنے آنسو روک نہ سکا!

خلیفہ کے نام خط

اس کے بعد اسنے اپنا کاتب طلب کیا اور خلیفہ ولید بن عبد الملک کو حسب ذیل خط لکھوایا:

"اما بعد، میں تمہاری بکریاں چراتا تھا۔ ایک خیر خواہ گلہ بان کی طرح اپنے آقا کے گلے کی حفاظت کرتا تھا۔ اچانک شیر آیا، گلہ بان کو طمانچہ مارا، اور چراگاہ خراب کر ڈالی۔ آج تیرے غلام پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو ایوب صابر پر نازل ہوئی تھی۔ مجھے امید ہے کہ جبار و قہار اس طرح اپنے بندے کی خطائیں بخشنا اور گناہ دھونا چاہتا ہے!"

پھر خط کے آخر میں یہ شعر لکھنے کا حکم دیا:

اذا ما لقیت اللہ عنی راضیاً   فان شفاء النفس فیما ہنالک
اگر میں نے خدا کو اپنے سے راضی پایا تو بس میری مراد پوری ہوگئی
فحسبی بقاء اللہ من کل میت   وحسبی حیاة اللہ من کل ہالک
سب مر جائیں مگر خدا کا باقی رہنا میرے لئے کافی ہے! سب ہلاک ہو جائیں مگر خدا کی زندگی میرے لئے کافی ہے!
لقد ذاق ہذا الموت من کان قبلنا   ونحن نذوق الموت من بعد ذلک
ہم سے پہلے یہ موت چکھ چکے ہیں، ہم بھی انکے بعد موت چکھیں گے!
فان مت فاذکرنی بذکر محبب   فقد کان جمّاً فی رضاک مسالکی
اگر میں مر جاؤں تو مجھے محبت سے یاد رکھنا، کیونکہ تمہاری خوشنودی کے لئے میری راہیں بے شمار تھیں۔
والا، ففی دبر الصلوة بدعوة   یلقی بہا المسجون فی نار مالک
یہ نہیں تو کم سے کم ہر نماز کے بعد دعا میں یاد رکھنا کہ جس سے جہنم کے قیدی کو کچھ نفع پہونچے۔
علیک سلام اللہ حیاً ومیتاً   ومن بعد ما تحیا عتیقاً لمالک
تجھ پر ہر حال میں اللہ کی سلامتی ہو، جیتے جی، مرے پیچھے، اور جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ!

سکرات موت کے شدائد

حضرت حسن بصری عیادت کو آئے تو حجاج نے ان سے اپنی تکلیفوں کا شکوہ کیا۔ حسن نے کہا "میں تجھے منع نہیں کرتا تھا کہ نیکو کاروں کو نہ ستا، مگر افسوس تو نے نہیں سنا" حجاج نے خفا ہو کر جواب دیا "میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ اس مصیبت کے دور ہونے کی دعا کر۔ میں تجھ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خدا جلد میری روح قبض کرلے اور اب زیادہ عذاب نہ دے!"

اسی اثناء میں ابو منذر یعلی بن مخلد مزاج پرسی کو پہنچے۔ "حجاج! موت کے سکرات اور سختیوں میں تیرا کیا حال ہے؟" انھوں نے سوال کیا۔

"اے یعلی!" حجاج نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کیا پوچھتے ہو؟ شدید مصیبت! سخت تکلیف! ناقابل بیان الم! ناقابل برداشت درد! سفر دراز! توشہ قلیل! آہ! میری ہلاکت! آہ! میری ہلاکت! اگر اس جبار و قہار نے مجھ پر رحم نہ کھایا!"

ابو منذر کی بے لاگ تقریر

ابو منذر نے کہا "اے حجاج! خدا اپنے انھیں بندوں پر رحم کھاتا ہے جو رحم دل اور نیک نفس ہوتے ہیں۔ اس کی مخلوق سے بھلائی کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو فرعون و ہامان کا ساتھی تھا۔ کیونکہ تیری سیرت بگڑی ہوئی تھی۔ تو نے اپنی

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دینی علوم کی بیش بہا جواہر ریزی

اس سلسلہ میں ہم نے [illegible] کی ان نادر و اعلی درجہ کی بلند پایہ عربی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے، جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کی فن سیرت میں مشہور آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیہ -

کتاب التوحید — [illegible] "توحید" کی بحث تھی علاوہ امام ابن [illegible] کے اسلام [illegible] "توحید" کی [illegible] ہے - بلا جلد اڑھائی روپیہ، مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکی تعداد، ذریعہ معاش، طریق عبادت اور [illegible] مفصل حالات [illegible] ہیں دس آنے -

تفسیر سورۂ النور — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمہ - [illegible]

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق [illegible] بیان [illegible] ہے [illegible] آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت [illegible] سے بیان کیے ہیں [illegible] آنے

نجد و حجاز — [illegible] رشید رضا مصری کی [illegible] کا اردو ترجمہ - [illegible]

ائمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام (زیر طبع)

خلاف الامہ — فی العبادات (زیر طبع)

صبح سعادت — یہ ایک علمی، اسلامی، سہ ماہی رسالہ ہے جس کے ذریعہ [illegible] ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو، عربی، فارسی، انگریزی، اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے اسکے علاوہ ائمہ اسلام و بزرگان دین کے حالات، تصانیف و رسائل، [illegible] اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJA

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب انگیز دعوت تھی -

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق کا مجموعہ تھا - اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور [illegible] اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی جگہ آپ [illegible] تھا - [illegible] ظاہری [illegible] اردو صحافت میں اعلی طباعت و [illegible] - اردو کا [illegible] ہفتہ وار رسالہ [illegible] جس [illegible] کا التزام کیا گیا، اور [illegible] کی وجہ سے [illegible] ایسی خوبیاں پیدا ہوگئیں جو [illegible] کی جلدیں [illegible] اردو علم [illegible] سیاسی، اور ادبی مواد و معلومات کا بہترین [illegible] ان کی مقبولیت [illegible] اندازہ اس سے ہوسکتا ہے [illegible] بعض شائقین [illegible] ادب نے اس کی تمام جلدوں [illegible] سات سو روپیہ [illegible] - اور حال [illegible] مکمل [illegible] کئے ہیں وہ [illegible] بڑی [illegible] "البلاغ پریس" کا [illegible] ایک ذخیرہ [illegible] کے دوستوں کی [illegible] شائقین علم و ادب [illegible] مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں [illegible] ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی مانگ بہت تھی، محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہی درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ   " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی هین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

هے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار ' پرانی قلمي اور مطبوعه کتابیں ' پرانی تصویریں ' پرانے سکے اور نقوش ' پرانے زیور ' آرائش و تزیئن کا هر قسم کا سامان ' اور هر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر ' اگر آپ کو مطلوب هیں ' تو هم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم هماري نمایش گاهوں اور ذخائر کي فهرستیں هي منگوا لیجیے - اهل علم اور اهل دولت ' دونوں کیلیے همارا ذخیرہ قیمتي هے -

نوادر عالم کا یه ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا هے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر ' شام ' فلسطین ' هندوستان ' ایران ' ترکستان ' چین ' وغیرہ ممالک میں همارے ایجنٹ همیشه گردش کرتے رهتے هیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز عهد تک ارزاں هیں !

براعظم یورپ ' امریکه ' اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل ' کتب خانے ' اور عجائب خانے ' هم سے نوادر حاصل کرتے رهتے هیں - قاهرہ کے نئے ایوان شاهي کے نوادر ابهي حال میں هم هي نے فراهم کیے هیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود هوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بهي پہلے هم هي سے خط و کتابت کیجیے - بهت ممکن هے که همارا سفري یا مقامي ایجنٹ آپسے مل سکے -

ابلاغ

ابلاغ پریس کلکتہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفیع تبصره کرتا هے -

اسکا معیار سند علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي مسائل پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے فرمائش کیجئے که وه ٹائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبروں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے

ورنه

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیداوار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک نفع بخش کاروبار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سمجھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں باقاعده علمي اصول سے معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کرتے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقاصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں

M. R. MARSDEN & CO
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو موار اینڈ کو - برلن

* * *

پوسٹ باکس نمبر ۲۴

* * *

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

* * *

Post No. 24.

* * *

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں تیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجه بالا پته پر خط و کتابت کیجئے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor: Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۱۰ كلكته : جمعه ۲۰ . صفر ۱۳۴۶ هجری جلد ۱.

Calcutta : Friday, 19, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۵۸۳ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۶۰	اردو حروف کی حق مین	۱۹۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۱۱۱	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۴۳
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۱۷۹		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . الهلال

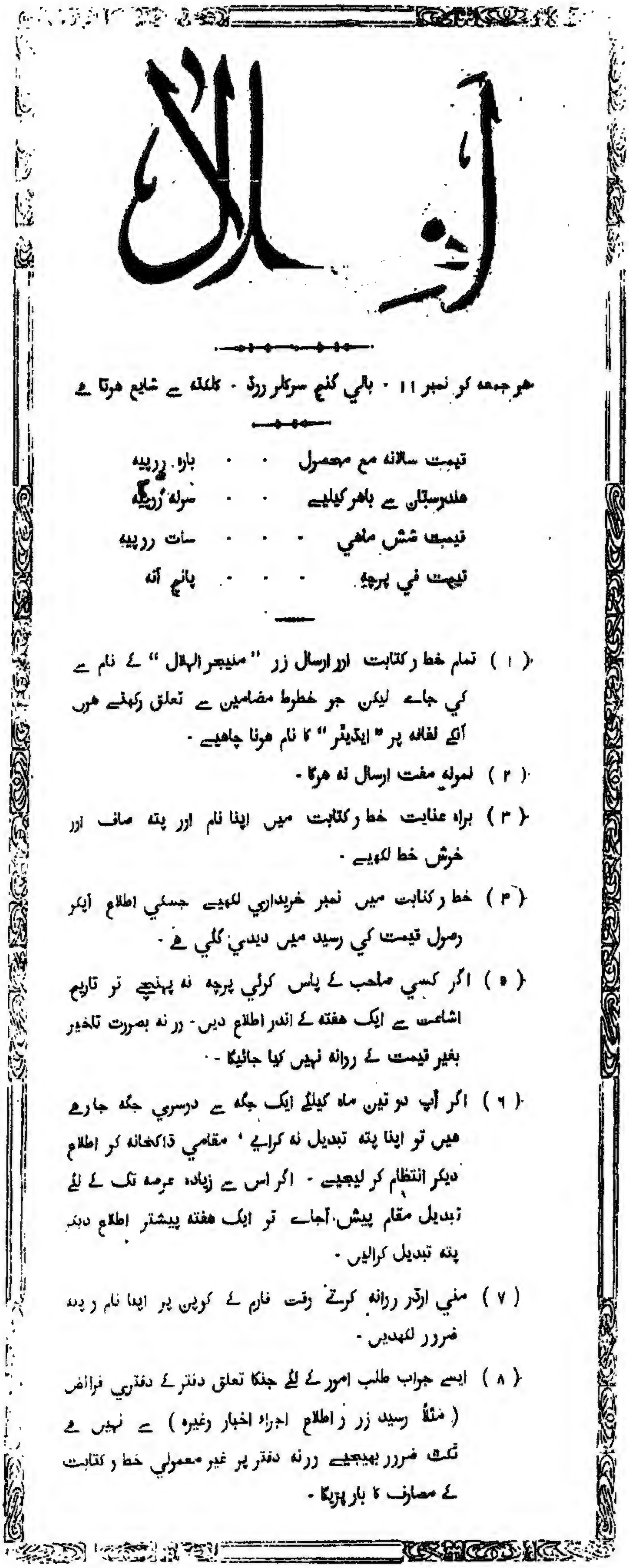

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول	باره روپيه
هندوستان سے باهر کيليے	سوله روپيه
قيمت شش ماهي	سات روپيه
قيمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط وکتابت اور ارسال زر "منيجر الهلال" کے نام سے کي جاے ليکن جو خطوط مضامين سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر "ايڈيٹر" کا نام هونا چاهيے -

(۲) نموله مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنايت خط وکتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھيے -

(۴) خط وکتابت ميں نمبر خريداري لکھيے جسکي اطلاع آپکو وصول قيمت کي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته کے اندر اطلاع ديں - ورنه بصورت تاخير بغير قيمت کے روانه نهيں کيا جائيگا -

(۶) اگر آپ دو تين ماه کيلئے ايک جگه سے دوسري جگه جارهے هيں تو اپنا پته تبديل نه کرايے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع ديکر انتظام کر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک کے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديکر پته تبديل کراليں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھديں -

(۸) ايسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹکٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑيگا -

کسي موقعه پر بهي اُنهوں نے ميري زبان سے کوئي ايسا لفظ سنا جو اُس سے مختلف تها' جسکا ميں اپني کتابوں ميں اعلان و اشتهار کرتا رها هوں ؟ وه صاف صاف کہیں' اُنکي دليليں' اُنکي نکته چينياں' اُنکا تمسخر' کبهي ميرے عقيدے ميں کوئي تزلزل پيدا کر سکا ہے ؟ وه بتائيں' کبهي' ايک لمحه کيليے' اُنهوں نے محسوس کيا که ميں کوئي ايسا عقيده يا خيال رکهتا هوں جو علي الاعلان دنيا کے سامنے ظاهر نہيں کرتا ؟ هاں' ميں اپنے تمام دوستوں اور تمام دشمنوں کو ايک ساتهه دعوت ديتا هوں - دوستوں کو دوستي کا واسطه ديتا هوں - دشمنوں کو دشمني کي قسم ديتا هوں - بے رو رعايت' بے خوف و خطر' مردانه وار ميدان ميں آئيں' اور جو کچهه بهي ميري نسبت کہه سکتے هوں' بے کهٹکے کہه ڈاليں ! ميں اپنے دوستوں اور دشمنوں' دونوں کي شرافت و ديانت پر بغير کسي پس و پيش کے بهروسه کرتا هوں - ميں اپني پوري شرافت اُنکے سامنے رکه ديتا هوں - ميں هرگز کسي سے بحث اور حجت نہيں کرونگا - جو کچهه بهي وه کہه دينگے' بے چون وچرا تسليم کر لونگا !"

(انبياء کرام کي عظمت)

" ميں اُن تمام انسانوں کي عزت کرتا هوں جنهوں نے مذاهب واديان قائم کيے هيں - وه سب عظيم کمال اور اعلى فضائل کے مالک تهے - اُنکي عظمت وفضيلت هميشه محترم و مسلم رهے گي - سب کا دعوى تها که وه خدا کے پيغام بر هيں - ممکن ہے وه حقيقت ميں پيغمبر هوں يا نه هوں - سب لوگ کوئي ايک دعوى تسليم نہيں کر ليے سکتے - دلائل يکساں طور پر سب کي دسترس ميں نہيں هيں - ليکن اگر وه في الواقع پيغمبر نه بهي هوں' جب بهي اِس سے يه لازم نہيں آتا که وه کذاب اور دجال هوں - کون کہه سکتا ہے که الٰهيات ميں مسلسل تفکر اور فضائل کا غير محدود عشق انساني روح کو کس حد تک پہنچا دے سکتا ہے ؟ منطق کو کيا حق ہے که مداخلت کرکے يه معامله عاميانه سطح پر لے آئے ؟ غير متناهي بلندي پر پہنچنے کے بعد همارا سر چکرا جاتا ہے' اور هماري نظريں اشياء کو اُنکي حقيقي شکل ميں ديکهنے سے قاصر هو جاتي هيں "

(معجزات)

معجزات پر روسو نے لکها تها " يا للعجب ! هميشه آدميوں هي کي گواهياں ! آدمي' اپنے هي جيسے آدميوں سے سنتے هيں اور دوسرے آدميوں کو سناتے هيں ! ميرے اور خدا کے درميان آدميوں کے کتنے اَن گنت واسطے قائم هوگئے هيں ؟ "

اِس پر اُسقف نے اعتراض کيا تها " اگر آدميوں کي گواهي معتبر نہيں تو هم پوچهتے هيں - مؤلف نے اسپارٹا' ايتهنز' اور روم کو کيونکر جانا ... ؟ "

روسو جواب ديتا ہے :

" اگر معامله اِس درجه اهم نه هوتا' يا ميں اے آقا' آپکا اِس درجه احترام نه کرتا هوتا' تو آپ ديکهتے' آپ کے اِس طريق استدلال نے ميرے ليے اپنے ناظرين کو هنسانے کي کيسي عمده فرصت مهيا کردي تهي - ليکن حاشا و کلا ! ميں هرگز اُس لهجه سے دست بردار نہيں هونگا جو اِس موضوع بحث کے ليے ضروري ہے' اور اُس شخص کے مرتبه کے لائق ہے جس سے تخاطب کي عزت حاصل کرنے پر مجبور هوگيا هوں - ميرے ليے اِس قدر کافي ہے که آپ کي غلطي ظاهر کردوں "

" ميں نهايت عاجزي سے جناب والا کو ياد دلاتا هوں - بے شک' يه بالکل معقول ہے که انساني معاملات انساني شهادتوں سے طے کيے جائيں' کيونکه اُن کے ثابت هونے کا اِس کے سوا کوئي طريقه موجود نہيں - بلا شبه ميں نے اسپارٹا اور ايتهنز کو آدميوں هي کي شهادتوں سے جانا - ليکن ميں به ادب دريافت کرتا هوں که ميرے اور خدا کے درميان اِن واسطوں کي کيا ضرورت ہے ؟ کيا ضرور ہے که يه واسطے مجهه سے اتنے دور هوں که خود اُن کے جاننے کے ليے' مجهے اَور بهت سے انساني واسطے تلاش کرنے پڑيں ؟ کيا يه معقول ہے که خدا' جان جاک روسو سے گفتگو کرنے کے ليے هميشه ايک موسى (عليه السلام) کو ڈهونڈهتا پهرے ؟ "

" پهر يه بهي نہيں بهولنا چاهيے که اسپارٹا پر ايمان لانا ضروري نہيں ہے - اگر کوئي اُس پر ايمان نه لائے تو لعنت کا مستحق نہيں هو جائيگا - اسپارٹا کے وجود پر شک کرنے کي وجه سے هرگز کوئي دوزخ کا کندا نہيں بن جا سکتا - ليکن اگر ايک شخص ديني تعليمات کي تصديق نہيں کريگا تو اسکے ليے ابدي عذاب ہے - جس بات کے نه ماننے کي اتني بڑي سزا هو' ضروري ہے که اسکے ماننے کے ذرائع و دلائل بهي اسي مناسبت سے قطعي اور واضح هوں "

" کوئي بات بهي جو هماري چشم ديد نہيں ہے' بغير معقول دليل کے ثابت نہيں هو سکتي ؛ اور هر بڑي سے بڑي روايت بهي صدق و کذب کي محتمل ہے ...... "

" اگر معجزات خود ميں نے اپني آنکهوں سے ديکهے هوتے' جب بهي ميں اِس غير معقول طريق ايمان سے انکار کر ديتا - سحر کي تصديق ميرے ليے اس سے کہيں آسان ہے که خدا کے کلمه کي غير معقول طريقه پر تصديق کروں "

(موجوده مسيحيت)

اِسکے بعد روسو موجوده مسيحي دين پر اظهار خيال کرتا ہے :

" اُسقفوں اور پادريوں نے مسيحيت کو اسکي اصلي روح سے محروم کرديا ہے - اب يه سوال نہيں کيا جاتا که ايک مومن فرائض و واجبات کہاں تک انجام ديتا ہے ؟ اور نيکي ميں اُسکي دوڑ کہاں تک ہے ؟ سوال صرف يه هوتا ہے که وه کس درجه کے خرافات (جنہيں غلط طور پر " عقائد " کا نام ديديا گيا ہے) مانتا ہے ؟ وه کيتهولک ہے يا پروٹسٹنٹ ؟ تم سے يه کوئي نہيں پوچهيگا که خدا سے ڈرتے بهي هو يا نہيں ؟ ليکن هر کوئي اِس بات پر تمهاري جان لينے کيليے طيار هوجائيگا که تم فلاں ولي کي کرامت کے قائل بهي هو يا نہيں ؟ دين اپني اصلي شکل ميں صاف' ساده' ستهرا تها - آہ ! اِن جبه پوشوں نے خرافات و خزعبلات اور غير مفهوم قيل وقال کا غير مرتب مجموعه بنا ديا ہے - اگر تم اِس تمام نجاست سے جو آج کل دين کے نام سے موسوم ہے' سر تا پا آلوده هو تو بس' تم مومن کامل هو - اب تمهيں کسي نيکي کي ضرورت باقي نہيں رهي - سيدهے آسمان کي بادشاهت (جنت) ميں داخل هوجاؤگے !"

" انساني جماعت کو دين سے کيا فائده حاصل هو سکتا ہے' جبکه دين اتني پست سطح پر آجائے ؟ اس صورت ميں دين کا مقصد کيا ره جاتا ہے ؟ صرف يه که انسانوں ميں بغض و عداوت کي تخم ريزي کرے' اور خونريز ميدانوں کا سامان بهم پہنچائے ! بلا شبه جب دين اِس حالت ميں آجائے تو اُسکے وجود سے اُسکا عدم کہيں زياده بهتر ہے - هميں کوشش کرني چاهيے

مغرب کي تاريخ جديد کي تاريخي شخصيتين

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جان جاک روسو

اسقف کا جواب

(۳)

(وحدانيت يا تعدد ؟)

اسقف نے لکها تها " .. وحدانيت اسکے (روسو) خيال ميں ايک حقير مسئله هے اور کسي طرح بهي اسکي عقل ميں نهيں آسکتا - ليکن متعدد خداؤں کا تصور اسکي عقل کے نزديک معقول هے ... "

روسو جواب ديتا هے :

" متعدد خداؤں کا کس نے ذکر کيا ؟ اے ميرے آقا اسقف ! تجهه پر ميرا صبر پڑے ! ميں نے يه کب کها ؟ بے شک تمهاري دلي آرزو يهي هوگي که ميں اس درجه احمق هوتا ' اور اس طرح کي احمقانه گفتگو کرتا - ليکن اگر ميں ايسا احمق هوتا تو تمهيں ميرے " عالمانه رد " لکهنے کا يه فخر بهي حاصل نه هوتا ! "

" بلا شبه ميں نهيں جانتا کائنات کيوں بني هے ' اور کيونکر بني هے ؟ ميرے سوا جو لوگ معرفت کے مدعي هيں ' وه بهي اس باب ميں مجهه سے زياده علم نهيں رکهتے - ليکن ميں صاف ديکهتا هوں که اس تمام حرکت کا محرک ايک هي وجود هے - تمام کائنات ايک هي رخ رکهتي ' اور ايک هي قسم کے مقاصد پورے کر رهي هے - يه اس حقيقت کي روشن دليل هے که کوئي ايک بلند تر اراده کارفرما هے ' اور کوئي ايک هي بالاتر قوت عمل پيرا هے - اس ارادے اور اس قوت کو ميں ايک هي ذات سے منسوب کرتا هوں ' کيونکه وه دونوں باهم متفق هيں ' اور ان دونوں کو ايک هي ذات کا خاصه سمجهنا ' دو ذاتوں کي طرف منسوب کرنے سے زياده معقول هے - تعدد ' صرف اسي وقت تسليم کيا جاسکتا هے جب اسکا کوئي ثبوت موجود هو - ليکن کائنات ميں کوئي اس قسم کا ثبوت موجود نهيں - يه خيال سراسر وهم هے که خير کا خالق اور شر کا خالق ايک نهيں هوسکتا - جس چيز کو هم شر سمجهتے هيں ' وه علي الاطلاق شر هے هي نهيں - شر مطلق سے مجهے انکار هے - يه اعتباري شر بهي خير سے برسر پيکار نهيں هے ' بلکه نظام عالم کي تکميل ميں خير کا ممد و معاون هے "

(روسو کا عقيده)

اسکے بعد روسو اپني کتاب اور اپنے شخصي عقيدے کي طرف متوجه هوتا هے :

" اب ميں وه سبب بيان کرتا هوں جس نے مجهے يه کتاب شائع کرنے پر مجبور کيا - اس تمام شور و غوغا کے باوجود بهي ميں اس کتاب کو اپنے عهد کي بهترين کتاب يقين کرتا هوں - آگ کے شعلے ' حکومتوں کے فيصلے ' مذهبي پيشواؤں کے فتوے ' مجهے هرگز مرعوب نهيں کرسکتے : وه ميرے لب و لهجه ميں هرگز کوئي تبديلي پيدا نهيں کرسکتے - نه تو لاهوتي ' ايمان کي رياکارانه تلقين کرکے مجهے جهوٹا بناسکتے هيں ' نه فلاسفه مجهے منافقت کا طعنه ديکر الحاد پر آماده کرسکتے هيں - ميں برابر اپنے دين کا اعلان کرونگا ' کيونکه ميں دين رکهتا هوں - ميں ببانگ دهل اسے شهرت دونگا ' کيونکه مجهه ميں اعلان و اشتهار کي شجاعت موجود هے - آه ! ميں نے کتني تمنائيں کيں که سب لوگوں ميں اتني هي شجاعت هوتي ! اگر سب ميں اتني شجاعت هوتي ' تو انسانيت کو کتنا نفع پهنچتا ؟

(" حضرت مسيح کا شاگرد ")

" اے ميرے آقا ! ميں مسيحي هوں - ميں اخلاص کے ساتهه انجيلي مذهب کا مسيحي هوں - هاں ميں مسيحي هوں ' ليکن پادريوں کا شاگرد نهيں هوں ' بلکه خود مسيح (عليه السلام) کا شاگرد هوں - ميرا استاد ' کتابوں کي عبارتوں پر بحث نهيں کرتا تها ' ليکن عمل پر نظر رکهتا اور عمل هي پر زور ديتا تها - اس نے همیں جس ايمان کي تلقين کي هے ' اس کے قواعد و اصول بهت زياده اور پيچ در پيچ نهيں هيں - صرف گنتي کي چند موٹي موٹي باتيں هيں - ليکن اس نے جس نيکي کي تعليم دي هے ' اس کي شاخيں بے شمار اور اسکي راهيں بے حساب هيں - اسنے همارے ايمان ميں موشگافياں نهيں کي هيں ' ليکن عمل صالح کي پوري شرح و بسط سے تفسير کي هے - اس نے ايمان کيليے صرف دو تين موٹي موٹي باتيں ضروري ٹهرائي هيں ' ليکن عمل کي نيکي کيليے کوئي گنتي نهيں بتائي هے ' کيونکه عملي نيکياں ان گنت هيں - اس نے جهاں نهيں انبيا کے نمونوں پر زور ديا هے ' وهاں ايمان سے زياده ان کے اعمال بتائے هيں - اس نے اپني اور تمام نبيوں کي تعليم کا لب لباب اس ايک جمله ميں بيان کر ديا " اپنے بهائي سے محبت کرنا ' پورا دين هے ! "

(دوستوں اور دشمنوں کو دعوت)

اسکے بعد لکهتا هے :

" مجهے هميشه خلوت کي پر مسرت زندگي حاصل نهيں رهي - لوگوں سے ملنے جلنے پر بهي مجبور هوتا رها هوں - ميري هر طبقه کے لوگوں سے ملاقات هے - ميں نے مختلف سياسي اور ديني جماعتوں کے لوگ ديکهے هيں - ميں مومنوں سے بهي ملا هوں اور ملحدوں سے بهي - ميں نے حکماء بهي ديکهے هيں ' جهلاء بهي - متعصب بهي ديکهے هيں ' غير متعصب بهي - سنجيده بهي ميري صحبت ميں بيٹهے هيں ' اور مسخرے بهي - ميرے دوست بهي بهت هيں اور دشمن بهي - ميں دنيا ميں تمام آدميوں کو ' جنهوں نے مجهے کبهي ديکها يا جانا هے ' گلا پهاڑ پهاڑ کر پکارتا اور دعوت ديتا هوں - وه سامنے آئيں ' اور ميرے عقيدے کي بابت جو کچهه جانتے هوں ' برملا کهه ڈاليں ! وه جرأت سے بڑهيں ' اور بتائيں ' کبهي ' کسي حال ميں بهي انهوں نے ميرے عقيدے ميں کوئي تبديلي ديکهي يا محسوس کي ؟ قهوه خانے کي صحبتوں ' کهانے کي ميز کي نشستوں ' بے تکلفي کي ملاقاتوں ' سنجيده يا مذاق کي گفتگوؤں ' غرضکه کبهي

سر کونن ڈائل

لومبروزو (Lombroso) جو اٹلي کا مشهور ماهر طبيعيات هے اور جس نے پاسٹيور کے بعد جراثيم کے علم کي تدوين کي ' نه صرف اس کا معترف هوا بلکه اس موضوع پر ايک رساله بهي لکهکر شائع کيا - کيميل فلا ماريان (Camille Flammarian) انيسويں صدي کے علماء فلکيات ميں نهايت سر برآورده عالم تها - غالباً چار پانچ سال پہلے اس کا انتقال هوا هے - يه نه صرف اسکا معترف تها بلکه نهايت پر جوش معتقد تها - اسکي آخري دو کتابيں اسي موضوع پر هيں اور يورپ کي تمام زبانوں ميں شائع هو چکي هيں - پروفيسر هکسلي ' ڈاکٹر ارنس ' سر جان کاکس ' پروفيسر پارکس ' پروفسر زولنر ' ڈاکٹر ويبر ' وليم ليو پولڈ وغيرهم ؛ جو انيسويں صدي کے دائرۂ علم و نظر کے مسلم ارکان تهے ' کم و بيش اس کا اعتراف کرچکے هيں -

امريکه کے مشاهير علم و نظر ميں چارلس نارٹن اور وليم ڈاسن جو شکاگو يونيورسٹي (امريکه) ميں علم النفس (سائکولوجي) کے استاد تهے ' اسکي تصديق و حمايت ميں برابر مقالات و رسائل شائع کرتے رهے - انگلستان کے عام مشاهير سياست و ادب ميں مسٹر بالفور اور مسٹر اسٹيڈ (سابق محرر ريويو آف ريويوز) کا نام بهي اسکے معتقدين کي فهرست ميں مشهور هو چکا هے - مسٹر اسٹيڈ نے تو روحاني سوال و جواب کا ايک باقاعده دفتر کهول ديا تها - انکے عالم ارواح کے دوستوں ميں سب سے زياده مشهور دوست اسکاٹ لينڈ کي " مارگريٹ " تهي - انکا بيان تها که وه مارگريٹ کے ذريعه عالم ارواح کي تمام ضروري شخصيتوں سے نامه و پيام کو ليا کرتے هيں !

موجوده عهد کے مشاهير اهل علم ميں چارلس اليٹ ' وليم جيمس ' جيمس هيزلوب ' اور سر آليور لاج Oliver Lodge خصوصيت کے ساتهه قابل ذکر هيں - چارلس اليٹ اور وليم جيمس هارورڈ يونيورسٹي (امريکه) ميں علم النفس کے استاد هيں ' جيمس هيزلوب کولمبيا يونيورسٹي (امريکه) ميں علوم عقليه کے مستند ماهر تسليم کيے جاتے هيں ' اور سر آليور لاج کي علمي شهرت محتاج بيان نهيں - يه تمام علماء اس مذهب پر علمي تيقن کے ساتهه اعتقاد رکهتے هيں اور اسکي اشاعت و تبليغ انکي تحرير و تقرير کا موضوع بحث هے - سر آليور لاج کا لڑکا پچهلي عالمگير جنگ ميں قتل هوگيا تها - ان کا بيان هے که مرنے کے بعد هي اس کي روح نے انهيں مخاطب کيا ' اور اب بهي وه جب چاهيں ' اسے بلا سکتے هيں اور اس سے سوال و جواب کر سکتے هيں !

(سر کونن ڈائل)

ليکن موجوده زمانے کے مغربي روحانيين ميں شايد هي کسي اهل قلم نے اس تبليغي جوش و سرگرمي کے ساتهه اس مذهب کا اعتقاد ظاهر کيا هوگا ' جيسا که کچهه عرصه سے انگلستان کے مشهور فسانه نويس سر کونن ڈائل Conan Doyle کي شخصيت ميں ظاهر هوا هے - عالمگير جنگ يورپ کے بعد سے ليکر اس وقت تک ' بمشکل کوئي مهينه ايسا گزرا هے ' جس ميں سر ڈائل کي کوئي نه کوئي تحرير و تقرير اس موضوع پر شائع نه هوئي هو - حال ميں انگلستان کي انجمن روحانيئين نے ايک نهايت دلچسپ مجموعه باره مقالات کا شائع کيا هے - ان ميں سے آٹهه مقالات سر ڈائل کے لکهے هوے هيں - يه کتاب پچهلي ڈاک سے هميں وصول هوئي هے اور اس موضوع پر افکار و تاثرات کا ايک دلچسپ مجموعه هے -

موجوده انگريزي علم ادب ميں سر کونن ڈائل کا نام ان کے مخصوص مذهب افسانه نويسي کي وجه سے اس قدر مشهور هوچکا هے که شايد هي کوي افسانه نويس اس قدر مشهور هوا هو - انهوں نے فن سراغ رساني کي افسانه نويسي ميں ايک نئے مذهب (اسکول) کي بنياد ڈالي اور " شرلاک هومز " کے نام سے اس کے حيرت انگيز کارنامے قلمبند کيے - ان کے قلم سے اگرچه مختلف معاشرتي اور نفسياتي مواضيع پر بهت سے افسانے نکل چکے هيں ' ليکن انکي شهرت کي اصلي تاريخ شرلاک هومز کے کارناموں هي سے شروع هوي - ان افسانوں کي مقبوليت کا اندازه صرف اس بات سے کيا جا سکتا هے که شرلاک هومز کا جو فرضي مکان نمبر ۱۰ - بيکر اسٹريٹ لنڈن ميں دکهايا گيا تها ' وه هزاروں لاکهوں انسانوں کے دماغ ميں ايک حقيقي شے کي طرح موثر هو چکا هے ' اور جب کبهي سياحان عالم پهلي مرتبه لنڈن جاتے هيں تو يه جاننے پر بهي که " شرلاک هومز " محض ايک فرضي سراغ رساں سيرة (کيرکٹر) هے ' اپني طبيعت کو اس جذبه سے نهيں روک سکتے که ايک مرتبه بيکر اسٹريٹ جاکر کسي ايسے مکان کي زيارت کرليں جسکا نمبر دس هو !

احمد رباض نے " عبد الحميد ثاني و دور سلطنتي " (يعني سلطان عبد الحميد ثاني اور اسکے عهد حکومت کي تاريخ) ميں لکهتا هے که سلطان موصوف شرلاک هومز کے کارناموں کے اسقدر شائق تهے که حکم تها ' جونهي کوئي نيا افسانه شائع هو ' فوراً ترکي ميں ترجمه کرکے پيش کرديا جاے - ايک خاص شخص اديب بے اس کام پر مامور تها - آخري زار روس کي نسبت بهي بيان کيا گيا هے که وه کهتا تها " مجهے کتابوں کي قسم ميں سے کوئي چيز بهي دل پسند نهيں هے - الا شرلاک هومز "

روح کا تمثال ايک سفيد دهويں کي شکل ميں جيسا که اس مذهب کے معتقدين کا خيال هے

يهي شرلاک هومز کا مصنف اب دنيا ميں عالم ارواح کا سب سے زياده پرجوش و سرگرم نقيب اور داعي هے !

(سر کونن ڈائل کے مقالات)

جس نئي کتاب کا هم نے ابهي ذکر کيا هے ' اسکے آٹهه مقالات دراصل سر کونن ڈائل کے روحاني اعتقاد کي پيدائش و تکميل کي مسلسل داستان هيں - پہلے مقاله ميں اس نے بتلايا هے که کس

مطبوعات جدیدہ

که دین کو اِس پستي سے نکالیں - انسانیت کے هم پر حقوق هیں - یهي حقوق همیں مجبور کرتے هیں که دین کو خرافات سے پاک کرکے اصلي صورت میں پیش کردیں - تمهاري یه سزائیں ' دهمکیاں ' پهانسیاں ' اور آگ کے شعلے همیں هرگز مرعوب نهیں کرسکتے "

(عهد جدید کي پیشین گوئي)

" جب لوگوں کي آنکهوں پر سے پردہ اٹهیگا اور حقیقت نظر آئیگي تو بلاشک و شبه وہ موجودہ دین کو حقارت کے ساتهه ٹهکرا دینگے - کیونکه یه حقیقي دین نهیں هے - وہ سب سے پهلا کام یه کرینگے که اِن خود غرض اور ریاکار پیشواؤں کے احترام سے انکار کردیں - وہ ان سے کهینگے : تم هي نے همارا دین بگاڑا ' اور تم هي همارے شقاوت کا سبب هو جب وہ مبارک زمانه آئیگا تو اُس کا سب سے زیادہ مبارک عمل یهي هوگا "

(خاتمه)

اپنا جواب روسو اس عبارت پر ختم کرتا هے :

" اے اسقف اعظم ! تم اور تمهارے گروہ کے لیے باتیں بنانا بهت آسان هے - تم لوگ اپنے حقوق کے سوا دوسروں کے حقوق نهیں جانتے - تمهیں صرف وهي قانون معلوم هیں جن سے غیروں کو جکڑتے هو - خود اپنے نفس کے مقید کرنے والے قانون تمهاري کتاب میں نهیں لکهے گئے - تم صرف اتنے هي پر قانع نهیں هو که عدالت و انصاف سے بالاتر رهو ' بلکه انساني عواطف و جذبات کا بهي اپنے تئیں پابند نهیں سمجهتے - تم کمزور پر تکبر سے ظلم کرتے هو ' اور تم سے کوئي باز پرس نهیں کرتا - لوگوں کي توهین تمهارے لیے ویسي هي آسان هے ' جیسي انکے لئے تمهاري سنگ دلي سهل هے - تم همیں اِس طرح روندتے هو جس طرح خاک روندي جاتي هے - تم کبهي همیں آگ میں جلاتے هو ' کبهي سولي پر چڑهاتے هو ' کبهي صرف توهین و تذلیل پر اکتفا کرلیتے هو - تمهارے قهر و غضب کیلیے ضروري نهیں که هم سے کوئي خطا بهي سرزد هوئي هو - اگر تمهاري مصلحت کا اقتضا یهي هے تو پهر اثبات جرم کے لیے کسي بات کي ضرورت نهیں - اور همیں شکایت کرنے کي بهي اجازت نهیں - اگر هم اِسکي جرأت کریں که اپني براءت اور تمهاري غلطي ظاهر کریں ' تو هم گستاخي کے مجرم قرار دیے جاتے هیں !"

(اسقف سے آخري خطاب)

" اے میرے آقا ! آپ نے مجهه پر علانیه طعن و تشنیع کي - بلکه مجهے گالیاں بهي دے ڈالیں - اگر میري طرح آپ بهي کوئي معمولي آدمي هوتے اور میں اپني کتاب کے ساتهه آپ کو عدالت کے سامنے لے جا سکتا ' تو آپ دیکهه لیتے که عدالت کا فیصله آپ کے حق میں اتنا هي سخت هوتا ' جتنا سخت یه گناہ هوا هے - لیکن آپ ایک ایسي جماعت میں سے هیں ' جو منصف و عادل هونے سے همیشه کے لیے مستثنی کردي گئي هے - رها میں ' تو میں ایک محض بے حقیقت آدمي هوں - مجهے اتنا اور کهنے کي اجازت دیجیے که آپ دیني پیشوا هیں - انجیل کے عالم هیں - آپ کا فرض هے که مخلوق کو اُس کے فرائض کي تعلیم دیں - لیکن یه تعلیم خود اپنے نفس سے شروع هوني چاهیے - آپ کو ایک لمحه کے لیے سونچنا تها که میرے معامله میں آپ کا فرض کیا تها ؟ اور کهانتک تها ؟ میں نے اپنا فرض ادا کردیا - اب کچهه کهنے کو باقي نهیں رها ' اِس لیے چپ هوجاتا هوں ! "

استحضار و مخاطبات ارواح

(عالم ارواح اور سر کونن ڈائل کے نئے مباحث)

قارئین الهلال اس سے بے خبر نه هونگے که انیسویں صدي کے وسط میں استحضار و مخاطبات ارواح (روحوں کے آنے اور مختلف محسوس ذرائع سے سوال و جواب کرنے) کا جو مذهب امریکه میں ظاهر هوا تها ' وہ برابر نشو و نما پاتا رها ' اور اِس وقت یورپ اور امریکه میں اُس کے معتقدوں کي ایک بهت بڑي جماعت موجود هے - اس جماعت میں هر درجه اور هر طبقه کے آدمي پائے جاتے هیں - فلسفۂ و حکمت کے ماهر ' علوم و فنون کے اساتذہ ' علمي و صناعي انکشافات و اختراعات کے مشاهیر ' ادب و کتابت کے مسلم ارکان ' عام اهل قلم و نظر ! کوئي حلقه ایسا نهیں هے جهانتک اس اعتقاد کے اثرات نه پهونچ چکے هوں - اسکے اصول و قواعد مدون هو چکے هیں ' بے شمار کتابیں لکهي جا چکي هیں ' تحقیقات و تجارب کے با قاعدہ مجامع کام کر رهے هیں ' پچاس سے زیادہ اخبارات و رسائل صرف اسي موضوع پر شائع هو رهے هیں ' ایک مکمل مذهب علمي کي شکل میں قواعد و مبادیات مرتب هوگئے هیں ' اور معامله نے اس حد تک اهمیت حاصل کرلي هے که وقت کے بعض اکابر اهل علم نے اپنے درس و نظر کے لیے صرف یهي موضوع منتخب کر لیا هے !

انیسویں صدي کے اواخر کے علماء میں سے پروفیسر رسل ویلز نے جو ناموس نشو و ارتقا کے اکتشاف میں ڈارون کا معاصر و شریک تها ' صاف صاف لفظوں میں اسکا اعتراف کیا تها ' اور اسے عصر حاضر کے خوارق سے تعبیر کیا تها - پروفیسر ولیم کروکس نے جو انگلستان کا سب سے بڑا عالم کیمیا تسلیم کیا گیا هے ' اور جس نے سب سے پہلے مادہ کے اشعاع کي حقیقت معلوم کي اور برق کے لیے وہ نیا آله ایجاد کیا جو اُسي کے نام سے مشهور هے ' مدتوں کي تحقیقات و امتحان کے بعد یه راے قائم کي تهي که " مخاطبات ارواح کے مشاهدات نا قابل انکار هیں " ڈاکٹر میرس (Muers) اور رچرڈ هاڈسن کیمبرج یونیورسٹي میں علم النفس کے مسلم اساتذہ تهے - ان دونوں نے بهي بغیر کسي جهجهک کے اپنے اعتراف کا اعلان کردیا تها - پروفیسر

اردو طباعت کا مسئله اور افکار و آراء

(تصویر کا دوسرا رخ)

یه اس تصویر کا ایک خاص رخ تھا جو سر کونن ڈائل اور اُن کے هم مشرب دیکھه رهے هیں' لیکن اِس کا دوسرا رخ بھي هے ' اور اگر اُس پر نظر ڈالي جاے تو یه معامله اسقدر سهل و آسان نہیں رهتا که سر کونن ڈائل کي طرح کسي غیر آباد مکان میں بھوتوں اور روحوں کے " موتي لاٹھي سے میز ٹھونکنے " کا شور سنکر فیصله کر دیا جاے !

جهانتک اس مذهب کے مخالفین و منکرین کا تعلق هے ' دور حاضر کي تین جماعتیں همارے سامنے آتي هیں :

(۱) عام علماء مادیئین جنهوں نے اس معامله کو اس درجه اهمیت هي نہیں دي که اس پر توجه کي جاے -

(۲) ایک بڑي تعداد اُن علماء مادیئین کي جنهوں نے اسپر بحث کي هے ' اور اس نتیجه پر پہنچے هیں که علمي اصول پر " اِثبات " کے حد تک یه معامله نہیں پہنچا هے -

(۳) - بعض اهل علم جنهوں نے خصوصیت کے ساتھه اس مذهب کا مطالعه کیا اور عرصه تک تحقیقات میں مشغول رهے ' اور بالاخر اس نتیجه پر پہنچے که استحضار اَرواح کا معامله اس سے زیاده اهمیت نہیں رکھتا که یا تو کمزور طبائع کا انفعالي تاثر هے ' یا خوش اعتقادي کا ذهني فریب ' یا چند ایسے شعبده گروں کي شعبده گري جو جدید علم کیمیا اور فنون عجیبه کي مدد سے زیاده بهتر اور محفوظ قسم کا شعبده دکھلا سکتے هیں -

صحیح راے قائم کرنے کیلیے ضروري هے که معتقدین ' متوقفین ' اور منکرین ' تینوں کے مباحث و دلائل پر نظر ڈالي جاے - هم آینده کسي موقع پر شرح و بسط کے ساتھه اس موضوع پر اپنے مطالعۂ و نظر کے نتائج شائع کرینگے -

ضروری اطلاع

جو حضرات " الهلال وي - پي - پارسل کے ذریعه طلب فرماتے هیں ' اُنهیں معلوم هونا چاهیے که وي - پي کا روپیه مني آرڈر کي طرح وقت پر وصول نہیں هوجاتا - اکثر دیر هوجاتي هے ' اور چونکه روپیه کي وصولي کے بعد هي خریدار کا نام رجسٹر میں درج کیا جا سکتا هے ' اسلیے اسوقت تک پرچه جاري نہیں هوتا جب تک روپیه وصول نه هو جاے - اگر اس وجه سے اجراء میں دیر هوجاتي هے تو اس میں دفتر کي مجبوري ظاهر هے - اس کا علاج یهي هے که قیمت بذریعه مني آرڈر بهیج دي جاے -

منیجر

اردو ٹائپ

ایک مراسلة

آپ نے ۲۹ جولائي کے " الهلال " میں پہلے صفحه پر اردو ٹائپ کے متعلق ایک اعلان شایع کیا هے اور اس بارے میں رائیں طلب فرمائي هیں - اپني رائے آپ نے یه دي هے که جس ٹائپ میں الهلال چھپتا هے یعني جو ٹائپ صفحه ۳ سے استعمال کیا گیا هے وه اعلان مذکور کے ٹائپ سے بهتر هے - مجھے بھي اس سے اتفاق هے - لیکن اس ٹائپ میں بھي اصلاح اور ترمیم کي گنجایش اور ضرورت هے - یه مان کر که اردو کي لیے ٹائپ کي اشد ضرورت هے اس بارے میں اپني رائے عرض کرتا هوں -

سب سے اول ایک اصول کي بات بتانا ضروري هے - چونکه اب یه سوال اٹھایا گیا هے اسلیے نہایت ضروري هے که پنجاب اور یو - پي - کے تعلیمي محکموں سے سب سے پہلے استصواب کیا جائے - پنجاب کي نسبت مجھے زیاده واقفیت هے - یہاں تعلیمي اور سرکاري مطبوعات کي کتابت کے خاص قاعدے وضع کئے جاچکے هیں جن پر برسوں سے عمل هو رها هے -

بهتر تو یه هوتا که آپ اپنے اعلان کے ساتھه تمام حروف تہجي اور علامات وغیره کي ساري شکلیں جو آپ کے مجوزه ٹائپ میں هیں دیدیتے تاکه رائے دینے والوں کو آساني هوتي - خیر ' سردست جو کچھه میري سمجھه میں آیا عرض کیا جاتا هے -

" مد " کي علامت آپ کے ٹائپ میں صرف خفیف سي فتحه کي علامت کي شکل میں پائي جاتي هے - جیسي صفحه ۳ کالم اول کي اخیر سطر میں " آخر " پر موجود هے - یه علامت زیاده واضح اور نستعلیق کے الف ممدوده کي سي هوني چاهیے - اعلان مذکور یعني صفحه اول میں جو علامت " آج " پر لگائي گئي هے کیوں نه اسي کو اختیار کیا جائے ؟ وه بہت صاف اور واضح هے -

تشدید کي علامت اس ٹائپ میں نہیں پائي جاتي - یه اضافه هوني چاهیے -

جزم کي علامت بھي اس ٹائپ میں نہیں پائي جاتي - یه بھي اضافه هوني چاهیے -

شین معجمه اس ٹائپ سے غایب معلوم هوتا هے - سین مهمله پر نقطے لگا کر کام چلایا گیا هے - اسے کیوں خارج کیا جائے ؟

آجکل کتابت اور املا کا مسلمه قاعده یه هے که صرف هائے مخلوط التلفظ دو چشمي لکھي جاتي هے - مگر آپ کے ٹائپ میں اس کا لحاظ نہیں - اِس کے بنانے والے ذوق کے " کتابت والے " کے هم مشرب معلوم هوتے هیں جن سے شیخ مرحوم کو یه شکایت تھي :

هائے رے حسرت دیدار میري هائے کو بھي
لکھتے هیں هائے دو چشمي سے کتابت والے

ھے کو کیوں ھے لکھا جائے ؟ یه ضرور هے که اس کلمه کو هائے هوز سے لکھیں تو نیچے ایک شوشه بڑھانا پڑیگا کیونکه یه حرف جب

طرح پہلے پہل اُسے مذهب مخاطبات ارواح كي طرف توجه هوئي ' اور كس طرح ايک جاحد منكر كي جگه وه مصدق معتقد بن گيا - دوسرے ميں اپنے متعدد تجربے اور مشاهدے بيان كيے هيں - تيسرے اور چوتھے ميں منكرين كے وجوه انكار پر بحث كي هے - پانچويں سے ليكر آٹھويں مقاله تک كا موضوع عالم مادي و روحي كے علائق هيں اور اس ضمن ميں اُن امكانات كي نهايت دلنشيں تصوير كهينچي هے جو بيان كرده علائق كي ترقي سے دنيا كي معنوي زندگي ميں ايک عظيم الشان انقلاب پيدا كر دينگے !

(سركونن ڈائل كا بيان)

پہلے مقاله كا خلاصه حسب ذيل هے :

" سنه ١٨٨٦ - سے پہلے ميں جنوبي افريقه ميں طبابت كرتا تھا - اُس وقت ميرے عقائد كا يه حال تھا كه اُن لوگوں پر هنستا تھا جو روح كے مصطلحه وجود پر يقين ركھتے هيں - ميں خيال كرتا تھا كه اِس سے زياده بے عقلي اور وهم پرستي كي اور كوئي بات نهيں هوسكتي -

ميں بھي آج كل كے تمام جديد تربيت يافتوں كي طرح سائنس پر ايمان ركھتا تھا - ميرا مذهب ' مذهب مادي تھا - ميرا اعتقاد تھا كه روح ' بجز اسكے كچھه نهيں كه جسم كے وظائف و تركيب هي كا ايک نتيجه هے ' اور عقل كا مركز دماغ ميں هے - ميرا يقين تھا كه دوائيں انساني طبيعت ميں تبديلي پيدا كر سكتي هيں - اور اُسے نيک اور بد بنادے سكتي هيں - اُس وقت كبھي ميرے ذهن ميں يه موٹي سي بات نهيں آئي كه ايک ماهر موسيقي هميشه ماهر موسيقي هي رهيگا اگرچه اُسكي بانسري ٹوٹ جائے - زياده سے زياده يه هوگا كه وه اپنا هنر ظاهر نه كر سكے گا ' ليكن اُسكا كمال اُس ميں بدستور موجود رهيگا -

سب سے پہلے جس كتاب نے ميرے خيالات ميں تبديلي پيدا كي اور مجھے الحاد و ماديت سے نكالا ' وه " ميرز " كي كتاب " شخصيت انساني " هے - يه كتاب اس لائق هے كه اُن كتابوں ميں سے شمار كي جائے جنهوں نے انساني افكار كا بهاؤ ايک طرف سے دوسري طرف پھير ديا هے - مثلاً ڈارون كي كتاب اصليت انواع اور بيكن كي كتاب منطق جديد -

اِس كتاب كے مطالعه كے بعد ميں نے انتقال فكري كے تجربے شروع كيے - ميرے ايک دوست مسٹر پال كو بھي اِس موضوع سے بڑي دلچسپي تھي - ميں اُنكے پيچھے بيٹھه جاتا اور كاغذ پر بعض نقشے بناتا - مجھے هر مرتبه يه ديكھكر حيرت هو جاتي تھي كه وه ميرے بنائے هوئے نقشے بعينه اپنے كاغذ پر اتار ليتے تھے ' حالانكه وه ميرا كاغذ نهيں ديكھتے تھے - پھر ميں نے يه تجربه بھي كيا كه وه دوسرے مكان ميں بيٹھا كريں - ليكن پھر بھي ميں نے ديكھا وه نقشوں كي بالكل صحيح نقل اتار ليتے تھے !

اُس وقت مجھے يقين هوا كه عقل كو دماغ كا ويسا فعل سمجھنا صحيح نهيں هو سكتا جس طرح هم صفره كو جگر كا فعل سمجھتے هيں -

اِسكے بعد ميں نے تھياسوفي كا مطالعه شروع كيا - ميں نے ديكھا كه اِس تحريک كي علم بردار اور رهنما مدام بليوٹسكي ذهين مگر مكار عورت هے - ليكن اِس دروغ گو عورت كي موجودگي سے اِس تحريک پر حرف نهيں آسكتا - يه ايک صحيح تحريک هے - يه ضرور ترقي كريگي - مگر اُسي وقت ' جب اسكے اركان وه چولا اتار دينگے جو اِس عورت نے اسے پهنا ركھا هے ' اور اِس تحريک كے حقيقي سر چشموں تک پهنچينگے جو مشرق كي سر زمين پر موجود هيں -

پھر ميں نے وه تمام كتابيں پڑھيں جو علماء عقليات نے مذهب كے خلاف لكھي هيں - ليكن مجھے كوئي تشفي نهيں هوئي - كيونكه وه كبھي ايجابي بات كهتے هي نهيں - اُنكے پاس جو كچھه هے ' سلبي اور انكاري هے -

مدت تک دنيا كي دوسري مشغوليتوں اور مسلسل سفر ميں رهنے كے بعد پھر مجھے اِس اهم موضوع كے ليے مهلت ملي - بتدريج مجھه ميں يه خيال پيدا هونے لگا كه هماري اس زندگي كے علاوه كوئي اور مخفي زندگي بھي ضرور موجود هے ' اور وه شايد هماري زندگي سے زياده لطيف اور خوشگوار هے -

سنه ١٨٩٢ يا سنه ٩٣ ميں انجمن علوم نفسيه نے مجھے اور ڈاكٹر اسكاٹ اور مسٹر بوڈمر كو ايک مكان كي تحقيقات كيلیے بھيجا - اِس مكان كے متعلق مشهور تھا كه اُس ميں روحيں رهتي هيں اور شور و هنگامه برپا كيا كرتي هيں -

هم دو رات اِس مكان ميں رهے - پهلي رات كوئي واقعه نهيں هوا - دوسري رات ڈاكٹر اسكاٹ مايوس هوكر چلے گئے - صرف ميں اور مسٹر بوڈمر ره گئے - هم نے هر طرح كے دهوكے سے بچنے كا پورا انتظام كرليا تھا : زينه پر تار بچھا ديے تھے تاكه ادنى سي حركت كا بھي هميں علم هو جائے -

ٹھيک آدھي رات كو هم نے اچانک سخت شور سنا - ايسا معلوم هوا ' گويا كوئي ميز كو موٹي لاٹھي سے پيٹ رها هے - هم نے فوراً دروازه كھولا اور باورچي خانه كے طرف دوڑ پڑے جهاں سے آواز آرهي تھي - مگر هميں سخت حيرت هوئي - باورچي خانے كا دروازه اور كھڑكياں بالكل بند تھيں - زينه پر بچھے هوے تار بھي اپني جگهه سے نهيں هٹے تھے !

اِسكے بعد رات بھر هم نے كوئي آواز نهيں سني -

اِس واقعه كے چند سال بعد يه مكان جل گيا - اُسكا باغ كھودا گيا تو زمين سے دس برس كے ايک لڑكے كي هڈياں نكليں - يه رات كا شور در حقيقت اِسي لڑكے كي روح كا شور تھا - وه اِسي گھر ميں قتل هوا تھا اور اُسكي روح اس ميں رهنے والوں كو پريشان كيا كرتي تھي -

اِس سلسله ميں يه نظريه بهت سے لوگوں كے سامنے هے كه اگر كسي جوان آدمي كي زندگي كسي غير طبيعي اچانک حادثه سے تلف هو جائے ' تو اُسكي روح كي حيثيت موت كے بعد بھي باقي رهتي هے اور عجيب عجيب صورتوں ميں ظاهر هوتي هے "

كانن ڈائل نے آخر ميں لكھا هے " اِس قسم كے بے شمار واقعات مشاهده كرنے كے بعد ميں نے اِس علم كا وسيع مطالعه كيا - يهانتک كه اب مجھے اِس پر پورا يقين هوگيا هے - ميرا اعتقاد هے كه روحوں سے گفتگو كي جا سكتي هے "

اس كے بعد نے مقالات ميں وه تجربے اور مشاهدے به تفصيل بيان كيے هيں جو سالها سال تک وه " اپنے اذعان و تشفي كيليے " جمع كرتا رها - پھر اُن اعتراضات اور شكوک كے جوابات ديے هيں جو اُن كے خيال ميں منكرين مذهب استحضار كے " بنيادي " اعتراضات هيں -

چهپائي اور سياهي وغيره مساله کا صرف لابدي طور پر کس ميں زياده هوتا هے ؟ ٹائپ ميں يا ليتهو ميں ؟ يه ياد رهے که اگر ٹائپ ميں طباعت کا صرف ليتهو سے بہت زياده هوا تو کاتب جو ٹائپ کي وجه سے بيکار هوگئے هونگے ' کتابت کي اُجرت کا نرخ گهٹا دينگے ' اور اس طرح ٹائپ کي ترويج عام ميں مزاحم هونگے ' کيونکه سب کاتب تو کمپوزيٹر بن جانے سے رهے -

آخر ميں يه عرض کرنا هے که ميں نهيں سمجها اعلان مذکور ميں آپ نے عربي کے ساتهه فارسي اور ترکي زبانوں کو بهي " سامي " کيسے قرار ديا ؟ يه تو کوئي بات نهيں که اگر ان دونوں زبانوں کا املا دهنے سے بائيں کو چلتا هے اور عربي کا بهي يهي حال هے جو حقيقت ميں سامي زبان هے ' تو يه دونوں زبانيں بهي سامي بنائي جائيں - غالباً آپ عجلت ميں فارسي اور ترکي زبانوں کو سامي کهه گئے -

آپ کا مخلص

برج موهن دتا تريه - کيفي دهلوي

الهلال :

يه اور بعض ديگر مراسلات جو اس باب ميں آئي هيں ' شائع کردي جاتي هيں - جناب کيفي نے اس معامله ميں جو دلچسپي لي هے اور اپنے خيالات تفصيل سے ظاهر کيے هيں ' اسکے ليے هم اُن کے شکر گذار هيں - ليکن اس تحرير سے معلوم هوتا هے که اردو ٹائپ کے اقسام ' اُس کي تاريخ ' اور اُس کي فني اور صناعي مشکلات اُن کے سامنے نهيں هيں - ضرورت هے که ايک مرتبه به تفصيل يه امور واضح کردیے جائيں - هم اِن مراسلات کي اشاعت کے بعد اس موضوع پر به تفصيل اپنے خيالات ظاهر کرينگے -

البته دو باتيں ايسي هيں جنهيں اسي وقت واضح کرديناضروري هے - صاحب مراسلة لکهتے هيں " خود آپ نے اپني پسند اُس ٹائپ کي نسبت ظاهر کي هے جس ميں رساله کمپوز هوتا هے " حالانکه واقعه يه هے که اُس ٹائپ کي نسبت ظاهر کي هے جس ميں پہلے صفحه کا اعلان کمپوز هوا هے -

فارسي اور ترکي کے سامي نه هونے کي نسبت اِنهوں نے جو کچهه لکها هے صحيح هے ' اور اُن کے متنبه کرنے کے بعد عبارت پر نظر ڈالي گئي تو واقعي يه غلطي موجود هے - دراصل مقصود يه تها که فارسي اور ترکي بهي سامي رسم الخط ميں لکهي جاتي هيں - يه مطلب نه تها که يه زبانيں بهي سامي هيں -

* * *

سات عجائب عالم

جديد علم آثار و تنقيب کی روشني مين

ايک زمانے ميں دنيا کي سب سے زياده عجيب اور مشهور چيزيں سات " عجائب عالم " سمجهي جاتي تهيں - قديم دنيا کي کتب تواريخ ميں ' سياحت ناموں ميں ' نظر و فکر کے عام مباحث ميں ' بول چال کي ضرب المثلوں ميں ؛ هر جگه ان سات عجيب چيزوں کا ذکر برابر آتا هے :

(۱) اهرام مصر
(۲) بابل کے معلق باغ
(۳) اسکندريه کا ساحلي مناره
(۴) ڈائنا کا مندر
(۵) مسولوس کا مقبره
(۶) رودس کا مجسمه
(۷) مشتري کا مجسمه

قديم يوناني اور عبراني مورخوں کي زباني ان عجائب کي تفصيل دنياے جديد کے تاريخي اوراق تک پهنچي هے - بعض قديم آثار کے کتبوں ميں بهي اِنکي طرف اشارات پائے گئے هيں - آخري عهد کے بعض حکماء يونان و اسکندريه نے مشتري کے مجسمه اور معبد کا ذکر ايسے موقعوں پر کيا هے ' جب اُنهيں عجائب و غرائب کيليے کسي قريبي اور معروف تمثيل کي ضرورت هوي هے - مثلاً ايک حکيم ' افلاطون کي تعريف کرتے هوئے لکهتا هے :

> " وه انسان هونے پر بهي صرف ايک هي مرتبه پيدا هوا [illegible] طرح مشتري کا مجسمه پتهر سے [illegible] مرتبه [illegible]

لفظ کے شروع میں آئے تو شوشه لابد ہے - درمیان اور آخر میں نہیں - معلوم یه ہوتا ہے که عربي کے املا میں چونکه هائے ہوز کا دوچشمي شکل میں استعمال بہت تھا بلکه وہ همیشه دوچشمي هي لکھي جاتي ہے جبکه وہ آخر کلمه نہو' اسي کا اتباع اردو ٹائپ میں کیا گیا - اردو کے مروجه قاعدۂ املا کے مطابق تو آپ کے جریدہ کا نام هي غلط لکھا ہوا ہے - لوح کو تو جانے دیجئیے کیونکه وهاں "الهلال" خط نسخ میں ہے اور اس لیے هائے دو چشمي ہے - لیکن ہر صفحه پر جو جریدہ کا نام درج ہے وہ تو نسخ نہیں بلکه اردو خط میں ہے - مگر یہاں بھي هائے دوچشمي هي استعمال کي گئي ہے - یه قاعدۂ مذکور کے مطابق غلط ہے - آپ کے ٹائپ میں هائے ہوز جہاں دو چشمي نہیں وهاں عجیب مروڑ والي شکل اختیار کرتي ہے - جیسے صفحه ۳ کالم ۲ میں "چہرے" اور "نہیں" کا چہرہ بگاڑا گیا ہے - حالانکه یہي هائے ہوز اسي کالم میں مضمون "علم الآثار مصر" کي اول سطر میں "پہلے" کي شکل میں بہت خوب اور صحیح لکھي گئي ہے - متشابه موقعوں پر هائے ہوز کو اس "پہلے" کي شکل میں هي کیوں نه لکھا جائے ؟

نون غنه جب لفظ کے آخر میں آتا ہے اوس میں نقطه نہیں دیا گیا - یه بالکل درست ہے - لیکن یہي نون غنه جب کلمه کے بیچ میں واقع ہو تو کسطرح لکھا جائیگا ؟ اس وقت کے املا میں اس پر الٹا جزم لگاتے ہیں - مگر جزم آپ کے یہاں ہے هي نہیں -

میں نہیں کہه سکتا که کسرۂ اضافت کا وجود آپ کے ٹائپ میں ہے که نہیں -

کشش اکثر قاعدۂ نستعلیق قدیم و املاے جدید کے خلاف پائي جاتي ہے - جیسے مضمون مذکور کي چوتھي اور پانچویں سطروں میں "رکھتے" اور "کردیتے" میں "ی" سے پہلے واقع ہوئي ہے -

املاے قدیم اور جدید دونوں کا مسلمه اصول ہے که حروف کے امتزاج میں کوئي شوشه فالتو نہیں ہوتا - مثلاً "بعدا" میں تین شوشے یا دندانے ہونگے - اگر آپ ایک اور دندانه بڑھا دیں تو املا کي غلطي کے علاوہ قاري کو زحمت ہوگي - اسي مضمون کي گیارھویں سطر میں "ایجاد" کا لفظ آیا ہے - اس میں "ی" اور جیم کے درمیان ایک دندانه یا شوشه ٹائپ میں پیدا کردیا ہے جو نہونا چاهیے - اگر یه کمپوزیٹر کا تصرف نہیں تو اسکي اصلاح ہوني چاهیے -

کوئي وجه نہیں که هاے ہوز آخر کلمه ' نسخ میں لکھي جائے ' جیسي که "آثار عتیقه" میں لکھي ہے - "نہ" کي شکل آپ کے ٹائپ میں "نه" ہے جو نستعلیق نہیں - یه کیوں ؟

"یا" آخر کلمه کي تین صورتیں ہوتي ہیں : یاے معروف - یاے مجہول - یاے مفتوح - آپ کے ٹائپ میں صرف دو موجود ہیں - یاے معروف گول لکھي گئي ہے - یه ٹھیک - لیکن یاے مجہول و مفتوح دونوں لمبي ہیں - یه ٹھیک نہیں - جب یا کي ایک اور شکل همارے پاس موجود ہے - یعني نصف دایرہ یا کٹي ہوئي ' تو کیوں نه اُسے بھي استعمال کیا جائے ' تا که یاے مفتوح و یاے مجہول باهم متمیز ہو جائیں ؟

اردو ٹائپ چونکه کہیں کہیں موجود ہے ' اس لیے همکو یه موقع میسر ہے که اُس کي اصلاح و ترمیم کرکے اپنا ایک مکمل هندوستاني قومي ٹائپ بنائیں جو لیتھو کي جگه لے - اور کیا پبلک اور کیا سر رشتۂ تعلیم' دونوں اُسے قبول کرلیں - آپ کے ٹائپ میں "یا" آخر کلمه کے نیچے بھي دو نقطے دیے جاتے ہیں - مگر آپ کے اخبار کے اسي نمبر کے اُس حصه میں جو کاتب کا لکھا ہوا ہے ' ایسي "ی" کے نیچے نقطے نہیں دیے گئے - یه دو عملي کیا معني ؟ ان دو نقطوں کي ضرورت کیا ہے ؟ کاتب کا وقت اور پریس کي سیاهي فضول کیوں خرچ ہو ؟ جرمني کا اردو ٹائپ بھي اسي اسراف کا مرتکب ہے - دیوان غالب جو وهاں سے ٹائپ میں چھپ کر آیا ہے' اوس میں چند ایسي بد عنوانیاں نظر آئیں جو شاید آپ کے ٹائپ میں نہیں ہیں - اس کتاب کا صفحه ۱۲۱ ملاحظه فرمائیں - اِس کے آخر میں ایک نا مکمل غزل ہے :

رهیے اب ایسي جگه چل کر جہاں کوئي نہو :
زباں کوئي نہو

"کوئي" کا لفظ چار جگه تو ردیف کا جز بنکر آیا ہے اور دو جگه مصرعوں کے متن میں - پانچ جگهه تو اس حرف کي شکل اور شان یکساں ہے ' لیکن ایک جگه اُن سے نرالي شان میں لکھا گیا ہے :

"پڑیئي" گر بیمار تو کوئي نہو بیمار دار

سمجھه میں نہیں آتا که ایک هي لفظ اور ایک هي تحریر اور ایک هي معني میں دو شکلیں کیونکر اختیار کر سکتا ہے ؟ یه بد عنواني نه ہوني چاهیے - اسي غزل کے مطلع کے دوسرے مصرع میں "هم سخن" کا لفظ آیا ہے - لفظ "سخن" میں "س" اس انداز سے "خ" کے ساتھه ملایا گیا ہے جس طرح حرف شناس بچے لکھا کرتے ہیں - حروف کي ملاوٹ کا یه طریق پسندیدہ نہیں -

اردو ٹائپ کي وکالت کرتے ہوئے مطمح نظر صرف یہي نه ہونا چاهیے که ارباب صحافت کو کاتبوں کي ناز برداري سے نجات ملے' اور اخبار و جراید جلد اور ایک هي خط میں چھپ جائیں - بلکه آپ کا فرض ہے که اسے ایک قسم کا قومي ادارہ تصور فرمائیں - اور آج کل کے مروجه طرز املا پر کچھه ترقي کریں - نه یه که اس کي ضروریات بھي پوري نہوں - مدرسوں کے لیے اردو کا قاعدہ بھي چھپیگا اور علما کي تصانیف عالیه بھي - اس لیے یه ایسا ہونا چاهیے که انشا کي تمام ضروریات اس سے پوري ہو جائیں ' اور یه فن املا کا کماحقه نمایندہ بنکر کتابت کا نعم البدل ثابت ہو -

اور مولانا ! اس کا بھي خیال رکھیے که آج کل انساني مصروفیت کے ہر شق میں جمالیت کا بڑا زور اور رسوخ ہے - جو ٹائپ تجویز ہو' وہ خط نستعلیق کے برابر تو دیدہ زیب ہونا چاهیے - یه کیا ہوا که بچوں کے کتکھنے یا کیڑے مکوڑے کاغذ پر چھاپ کر پیش کردیے - میں کوئي وجه نہیں دیکھتا که ٹائپ وضع کرتے وقت خوبصورتي کا خون کیا جائے - کیا وجه ہے که نستعلیق کي نقل نه کي جائے ؟ کیوں اسے ازل جلول بنایا جائے ؟ آپ کے ٹائپ میں تمام دائرے بد نما اور چپٹے ہیں - کیوں نه گول ہوں ؟ آخر اِس میں کون سي دقت حایل ہے ؟

میں دیکھتا ہوں که آپکے ٹائپ میں بڑي سرخیاں نسخ میں ہیں - یعني اردو ٹائپ کے ساتھه ایک مطبع کو نسخ کا ٹائپ بھي رکھنا پڑیگا - یه دو عملي بد عملي کا حکم رکھتي ہے - خفي و جلي کے کئي درجے قائم کرکے تمام و کمال ٹائپ نستعلیق میں ہونا چاهیے -

میں پھر عرض کرونگا که سب سے پہلے آپ یه کیجیے که ٹائپ رایٹر کے "کي بورڈ" کي طرح آپ کے ٹائپ میں جو جو چیزیں ہیں' اُن سب کا نمونه ایک صفحه پر چھپوا کر شایع فرمائیے تاکه پته چلے اس میں کیا کچھه ہے اور کیا نہیں ہے -

ٹائپ سے متعلق ایک اقتصادي پہلو بھي ہے جسے نظر انداز نہیں کر سکتے - یعني یه بھي دیکھنا ہے که کاغذ اور اس کے ساتھه

کي تعمیر کس زمانه میں هوئي تهي ؟ چهٹي صدي قبل مسیح میں یه مندر پهر گر پڑا اور یونانیوں نے عوام سے روپیه جمع کرکے تیسري مرتبه تعمیر کیا -

پانچویں صدي قبل مسیح میں یوناني مورخ هیرودٹس نے یه عمارت دیکهي تهي - وہ لکهتا هے :

" پورا مندر سنگ مرمر کا هے ' اور اُن قدیم مندروں سے ' جن کي بنیادوں پر قائم هوا هے ' چارگنا زیادہ وسیع هے - چاروں طرف سنگ مرمر کے ستونوں کي قطاریں هیں ' اور هر زاویه میں آٹهه آٹهه مزید ستون هیں - هر ستون کي بیٹهک یوناني تصویروں سے آراسته کي گئي هے "

سنه ۳۵۶ ق م میں مشهور ظالم بادشاه هیروسٹراٹس کو خیال هوا که کوئي ایسا کام کر جائے جس سے اُس کا نام تاریخ میں یادگار رهے- اُس نے اس مندر کي عمارت یک قلم برباد کردي - کیونکه دنیا کي اِتني عجیب اور قیمتي عمارت کا برباد کرنے والا یقیناً تاریخ کے حافظه میں فراموش نهیں هوسکتا - اُسي وقت سے یوناني زبان میں یه ضرب المثل مشهور هوگئي هے " اگر شهرت کے لیے ڈائنا کا مندر بنا نهیں سکتے تو اسے برباد کرڈالو "

لیکن یونانیوں کو یه معبد اس درجه عزیز تها که وہ اس کي عدم موجودگي برداشت نهیں کر سکتے تهے - انهوں نے پهر از سر نو تعمیر شروع کي اور قومي سرمایه سے مصارف کا انتظام کیا - بیان کیا گیا هے که تمام ملک میں اس کي تعمیر کا جوش اس قدر پهیل گیا تها که عورتوں نے اپنے زیور تک چندے میں دیدیے تهے - اُسي زمانه میں سکندر اعظم کا اس شهر میں گزر هوا - اُس نے خواهش کي که اپنے جیب خاص سے پورا عبادت خانه بنوا کر دیوي کي نذر کردے - مگر شهر کے باشندوں نے یه ذلت گوارا نه کي ' اور سکندر کي ناراضي سے بچنے کے لیے یه حیله کردیا که " آپ خود بهي دیوتا هیں ' اور ایک دیوتا کے لیے دوسرے دیوتا کو نذر دینا جائز نهیں "

خیال کیا جاتا هے که سنه ۳۲۳ ق م میں یه عمارت مکمل هوگئي تهي- یه ۴۲۵ فٹ لمبي تهي- سنگ مرمر کے ۱۲۷ - کهمبے تهے - اور هر کهمبا ۶۰ فٹ بلند تها - پورا عبادت خانه بڑي سلیقه مندي سے آراسته کیا گیا تها - بڑے بڑے مصوروں نے تصویریں بنائي تهیں اور اس کے در و دیوار کي آرایش کے لیے بطور چڑهاوے کے پیش کي تهیں- ایک تصویر سکندر اعظم کي بهي تهي - وہ اپنے گهوڑے پر سوار دکهایا گیا تها - کها جاتا هے که سکندر نے جب یه تصویر دیکهي تو ناپسند کي- لیکن جب قریب پهنچا تو اُس کا گهوڑا هنهنا اُٹها - اِس پر مصور نے طعنه زني کي راہ سے کها : " حضور کا گهوڑا اپنے سوار سے کهیں بهتر فن کي شناخت رکهتا هے " یه قول یوناني زبان میں ضرب المثل هوگیا تها - یوناني سے یورپ کي زبانوں میں منتقل هوگیا -

اِسکے بعد سنه ۲۶۰ ع میں یه مندر پهر برباد هوگیا - اس مرتبه اِسے عیسائیوں نے ڈهایا تها اور اُس پر گرجا بنا دیا تها - مگر یه گرجا بهي زیادہ عرصه تک قائم نه رہ سکا - تهوڑے هي عرصه کے بعد بے نام و نشان هوگیا -

ڈائنا ' ایشیائي دیوي ارٹمیس کي مورت هے - اشوریوں نے اسے امومۃ یعني مامتا کے جذبات کا مظهر قرار دیا تها - یهي وجه هے که اسکے سینه پر بهت سے پستان دکهائے گئے تهے ' لیکن جب یونانیوں نے اسکي عبادت شروع کي تو اُسکي شکل بدل دي- اُنهوں نے اِسے ایک ذهین ' قوي ' اور جوان عورت کي صورت میں طیار کیا تها -

(۲)

مقبرۂ موسولس

(The Tomb of Mausolus)

ایشیائے کوچک میں پدرم نام ایک ساحلي شهر هے - یه عهد مسیحي سے پهلے ایران کے ماتحت تها - سمندر اور پهاڑ کے درمیان واقع هونے کي وجه سے اُسکا جغرافیائي موقعه اِس قدر محکم هے که باوجود ماتحت هونے کے بهي وہ عرصه تک اپني اندروني خود مختاري برقرار رکهه سکا - چوتهي صدي قبل مسیح میں یهاں ایک بادشاه حکمراں تها - اُسکا نام " موسولوس " تها - اُسنے اپنا پایۂ تخت یهي شهر بدرم قرار دیا تها - اِس شهر کا نام اُس وقت هیلي کارنیسس (Halicarnasous) تها -

سنه ۳۵۳ ق - م - میں اِسنے وفات پائي - اسکي ملکه ارٹي میزیا (Artemisia) بهت غمگین هوئي اور کسي طرح بهي تسلي حاصل نه کر سکي- آخر اُس نے اِس طرح اپنا دل بهلانا چاها که اپنے شوهر (بادشاه) کي قبر پر ایک ایسا مقبرہ طیار کرے جیسا دنیا میں کهیں موجود نه هو- یه ایک بیوي کے طرف سے اپنے شوهر کیلیے وہ یادگار محبت تهي ' جو آگے چل کر ایک شوهر (شاهجهان اعظم) کے طرف سے اپني بیوي (تاج محل) کیلیے قائم هونے والي تهي - دراصل یه مقبرہ " بیوي " کا " شوهر " پر ایک قرض محبت تها ' جسے سر زمین هند کے ایک وفا پرست " شوهر " شاهجهاں نے ادا کردیا !

چنانچه اُسنے ماهر یوناني معمار جمع کیے - اُنهیں بهت کچهه انعام و اکرام دیا ' اور مقبرہ بنوانا شروع کیا - لیکن ابهي دو برس بهي پورے نهیں گزرے تهے که فرط غم سے ملکه کا بهي انتقال هو گیا -

مقبرہ ابهي طیار نهیں هوا تها - معماروں نے باهم مشورہ کیا که اب همیں کیا کرنا چاهیے ؟ بالاخر سب کي راے یهي قرار پائي که اس ملکه نے هم پر بڑے بڑے احسان کیے هیں - همیں چاهیے اُن کے شکریه میں اُس کا نا تمام کام پورا کردیں - چنانچه اُنهوں نے کام جاري رکها ' یهانتک که تعمیر ختم هوگئي ' اور ایک ایسا مقبرہ طیار هوگیا جیسا چشم فلک نے پهلے کبهي نهیں دیکها تها -

اب " موسولوس " یورپ کي تمام زبانوں میں مقبرہ کیلیے بولا جاتا هے- انگریزي لفظ " Mausoleum " اِسي " موسولوس " سے بنا هے-

مقبرہ ایک منزل کا تها - اِسي منزل میں بادشاه کي قبر تهي - چهت پر سفید سنگ مرمر کے ۳۶ سڈول ستون نصب کیے گئے تهے - اِن ستونوں پر مخروطي شکل کا بارہ منزلوں کا منارہ تها - اِس پر بادشاه کي رتهه بنائي گئي تهي جسے چار اصیل گهوڑے کهینچ رهے تهے - عمارت کي پوري بلندي ۱۴۰ - فٹ تهي -

خود عمارت زیادہ بلند اور شاندار نه تهي - لیکن سبک اور نازک اِس قدر تهي که حیرت هوتي تهي - مخروطي منارہ کي بنیادیں جن ستونوں پر قائم تهیں ' وہ اِس قدر پتلے تهے که دور سے بالکل نظر نهیں آتے تهے - شبه هوتا تها که عمارت هوا میں معلق کهڑي هے !

مورخین کا خیال هے که یه مقبرہ بارهویں صدي عیسوي تک صحیح و سالم موجود تها - اِسي زمانے میں صلیبي فوجوں نے شهر بدرم پر قبضه کیا اور مقبرہ کے پتهر اکهاڑ کر اپنا قلعه بنانے لگے - پهر سنه ۱۵۲۲ ع میں جب سلطان سلیم نے اس شهر پر حمله کیا ' تو صلیبیوں نے مقبرہ کے باقي ماندہ ستون بهي اکهاڑ لیے -

ميں اِن عجائب کا بهي ذکر تها يا نہيں ؟ البتہ تاريخوں ' سفر ناموں ' اور تقويم بلدان کي کتابوں ميں فرداً فرداً اِن کا ذکر موجود هے - خصوصاً بابل کے معلق باغوں ' اسکندريہ کے منارہ ' اور مصر کے اهرام (مخروطي مناروں) کا تو نہايت مفصل تذکرہ موجود هے - ابن جرير طبري ' ابن حوقل ' ادريسي ' مسعودي ' ابوعبد الله البکري (صاحب المسالک و الممالک) ابوعبدالله غرناطي (صاحب نخبة الاعجاب) ابن جبير ' ابوالفداء ' ابن اثير ' بيروني ' عبداللطيف بغدادي ' ياقوت حموي ' قزويني ' مقريزي ؛ سب نے اِن کا ذکر کيا هے - حموي ' بغدادي ' اور مقريزي کے مباحث اهرام مصر اور منارۂ اسکندريہ کے متعلق اس درجہ محققانہ هيں ' کہ جن جن پہلوؤں پر انہوں نے روشني ڈال دي هے ' اُن پر موجودہ زمانے کي اثري تحقيقات بهي کوئي اضافہ نہيں کرسکتي - حالانکہ مصري آثار کي جديد تحقيقات نے نئے نئے انکشافات کے انبار لگا ديے هيں -

دنيا کي تمام عجيب اور مشهور چيزوں کي طرح ان عمارتوں کي نسبت بهي عوام ميں طرح طرح کے دور از عقل خرافات مشهور هوگئے تهے ' اور عهد قبل از اسلام کے بعض مورخوں اور سياحوں نے بهي انہيں قبول کرليا تها - ليکن محققين عرب نے پوري دقت نظر کے ساتهہ اُن روايات پر نظر ڈالي ' اور بعض کي مشاهدات کي بنا پر اور بعض کي علمي قواعد کي بنا پر تغليط کي - ياقوت حموي ' بيروني ' عبد اللطيف بغدادي ' اور مقريزي ؛ اگرچہ تمام روايات نقل کرديتے هيں ' ليکن جابجا اُن کي تغليط بهي کرتے جاتے هيں - حموي اور بغدادي نے منارۂ اسکندريہ کا مشاهدہ اور تخطيط کرکے جو کچهہ لکها هے ' اور جس طرح بے اصل روايتوں کي تکذيب کي هے ' اس سے زيادہ تحقيق آج تک نہيں کي جا سکي -

ياقوت حموي اسکندريہ کے منارہ اور مصر کے عجائب کا ذکر کرتے هوئے لکهتا هے " وهذه أخبار نقلناها کما وجدناها في کتب العلماء وهي بعيدة المسافة من العقل ' لايؤمن بها إلا من غلب عليه الجهل " يعني يہ تمام روايتيں هم نے جس طرح علماء کي کتابوں ميں پائيں ' بجنسہ نقل کرديں ' ليکن يہ عقل سے نہايت هي بعيد هيں ' اور انہيں کوئي نہيں مان سکتا ' الا وہ شخص کہ اُس کي عقل پر جہل غالب آگيا هو " آگے چل کر ايک دوسرے موقعہ پر لکهتا هے " اما خبرالمنارة فقد رووا لها اخباراً هائلة و ادعوا لها دعاوي عن الصدق عادلة " يعني منارہ کے متعلق عجيب عجيب باتيں روايت کي گئي هيں اور طرح طرح کے دعوے کيے گئے هيں جو سچائي سے هٹے هوئے هيں - پهر جہاں اپنے معائنہ کا ذکر کيا هے ' وهاں لکهتا هے " شاهدته في جماعة من العلماء وکل عاد منا متعجباً من تخرص الرواة " يعني ميں نے علماء کي ايک جماعت کے ساتهہ منارہ کي سير کي ' اور هم ميں سے هر شخص جب مشاهدہ کے بعد لوٹا ' تو وہ راويوں کے اوهام و ظنون پر متعجب تها (معجم البلدان - ١ : ٢٤٢) عبد اللطيف بغدادي اور مقريزي کي تصريحات بهي ايسي هي هيں - حموي نے منارہ کي تعميري حالت ديکهکر جو اُس کے عهد تک باقي تهي ' اُس کي شکل و مساحت پر بهي غور کيا تها اور اس کا نقشہ بنايا تها - حموي کے بعد کے مصنفين مثلاً قزويني وغيرہ نے اُسي سے منارہ کا نقشہ نقل کيا هے -

(جديد علم الآثار کي تحقيقات)

اب سے تقريباً ڈيڑهہ سو برس پہلے قديم آثار کي تحقيقات و تنقيب کا کام شروع هوا ' اور اس سلسلہ ميں ان سات عجائب عالم کي تحقيقات پر بهي انفرادي اور جمعيتي کوششيں مبذول هوئيں - روڈس ' اسکندريہ ' اور اهرام کي تحقيقات اسقدر دشوار نہ تهي - کيونکہ مقامات معلوم تهے اور محل معين ؛ ليکن بقيہ عمارتوں کي تحقيقات کا کام بہت دشوار رہا - تاهم جستجو جاري رهي ' اور بالاخر تمام ضروري معلومات روشني ميں آگئيں -

جہانتک هميں معلوم هے ' اُردو ميں ان قديم عجائب کي جديد اثري تحقيقات پر اِس وقت تک کچهہ نہيں لکها گيا هے - هم چاهتے هيں ' مختصراً انکي تاريخ اور موجودہ اثري تحقيقات ايک دو مقالوں ميں بيان کر ديں - يورپ کے اهل قلم ان عجائب کي تاريخ لکهتے وقت عموماً عربي عهد کي تاريخي و علمي تحقيقات نظر انداز کر جاتے هيں - يا معلوم کرتے هيں تو اکثر حالتوں ميں ناقص اور غير محققانہ هوتي هيں - اس سلسلۂ مقالات سے ايک مقصود يہ بهي هے کہ جن جن عمارتوں کے متعلق عربي مورخين کي تصريحات موجود هيں ' وہ اپنے اپنے موقعوں پر نماياں هو جائيں -

(١)

ڈائنا کا مندر

The Temple of Diana

ايک قديم مورخ کا قول هے :

" ميں نے بابل کے معلق باغ ديکهے - مشتري اور روڈس کے مجسمے ديکهے ' اهرام مصر اور موسولس کا عاليشان مقبرہ ديکها ' ليکن جب ميں نے ڈائنا کا سر بفلک مندر ديکها تو تمام عجائب عالم ميري نظر سے گر گئے "

قديم مورخوں نے دنيا کي سات عجيب چيزوں ميں سے کسي کے متعلق بهي اس قدر نہيں لکها هے ' جس قدر اِس مندر کے متعلق لکها هے - ليکن باوجود اِس کے يہ کيسي عجيب بات هے کہ دنيا نے سب سے زيادہ يهي چيز فراموش کردي ؟ حتى کہ يہ بهي کسي کو ياد نہ رها کہ يہ عمارت واقع کس جگہ تهي ؟

سب سے پہلے سنہ ١٨٦٥ع ميں ايک انگريز ڈاکٹر ووڈ نامي نے شہر افسس ميں اس کا پتہ لگايا - اِس کے بعد سنہ ١٩٠٤ع ميں برٹش ميوزيم نے ايک اور شخص مسٹر هوگارث کو مزيد تحقيقات کے ليے بهيجا - اس شخص نے عرصہ تک تحقيقات جاري رکهي ' اور اس کے بعد اپني تحقيقات کے نتائج شايع کيے - اس کا بيان هے کہ يہ مندر تين پرانے مندروں کے کهنڈروں پر تعمير هوا تها - مندر کي ديواروں کے نيچے تقريباً تين هزار آثار پائے گئے - يہ مشرقي طرز کے هيں ' اور اِس بات کي زندہ شہادت هيں کہ يونان کي صنعتي ترقي دراصل مشرق هي کي تقليد سے شروع هوئي تهي -

قديم يوناني شہر افسس جہاں يہ مندر واقع تها ' اب بالکل برباد هوگيا هے - اُس کي جگہ اِس وقت ايک ترکي شہر اياسو لوگ نامي آباد هے اور ايشياے کوچک ميں واقع هے -

مندر کي تاريخ سنہ ٧٠٠ قبل مسيح سے شروع هوتي هے - کيوں کہ اُس کي ديواروں ميں بعض ايسي علامتيں موجود هيں کہ خيال کيا جاتا هے ' اُن کا تعلق اُسي زمانہ سے هے -

سنہ ٦٦٠ ق م ميں يورپ کي ايک وحشي قوم نے اِس علاقہ پر حملہ کيا اور يہ عمارت برباد کر ڈالي - اِس کے بعد پهر از سر نو تعمير کيا گيا - مگر زيادہ مدت تک قائم نہ رہ سکا - کيونکہ مسالہ خراب لگايا گيا تها - يہ اب تک تحقيق نہيں هوسکا کہ دوسري مرتبہ

عالم شرق و اسلام

شامی جہاد وطنی کا التوا

* * *

موجودہ عہد کی ایک قومی جد و جہد پر نظر تودیع !

شہر دمشق کا ایک عمومی منظر

جس کی دو تہائی تاریخی رونق و عظمت فرانسیسی توپوں کی گولہ باری اور فوجی حکام کے قتل و غارت گری سے ہمیشہ کیلیے برباد ہوگئی !

سلطان پاشا اطرش اور دروزی مجاہدین کا معسکر سویداء میں

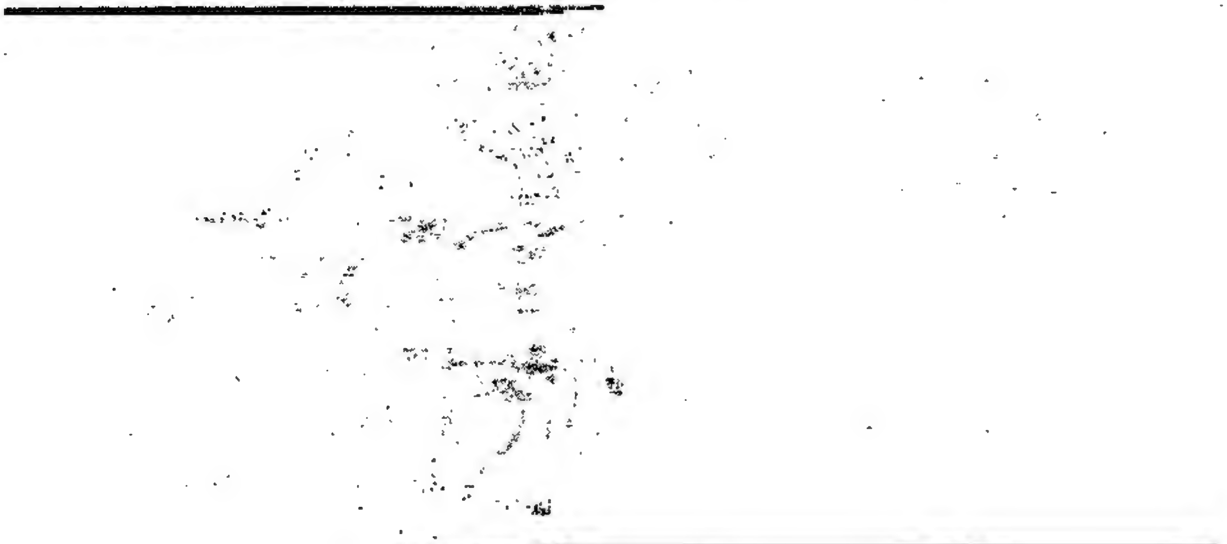

فرانس اعلان کرتا ہے کہ "اب ملک میں امن قائم ہوگیا ہے" مگر یہ "امن" کیونکر قائم ہوا؟ اس طرح قائم ہوا کہ دمشق کے چاروں طرف اور خود شہر کے اندر، بڑی تباہ کن مراکب کی صفوں سے ناکہ بندیاں کی گئیں، اور اس طرح "امن" کے لیے امن عام کا اعلان کیا گیا !

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار' پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں' پرانی تصویریں' پرانے سکے اور نقوش' پرانے زیور' آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان' اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر' اگر آپ کو مطلوب ہیں' تو ہم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم ہماری نمایش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجیے - اہل علم اور اہل دولت' دونوں کیلیے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے -

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے -

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر' شام' فلسطین' ہندوستان' ایران' ترکستان' چین' وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں -

با این ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز عہد تک ارزاں ہیں !

براعظم یورپ ' امریکہ ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل' کتب خانے' اور عجائب خانے' ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں - قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کیے ہیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود ہوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بھی پہلے ہم ہی سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپسے مل سکے -

مقالات

ادب عربی اور جدید مصری مباحث

لیلی مجنون

ایک مصری اہل قلم کی نظری تحقیقات

بلاد اسلامیہ کے ادبی و علمی مباحث و افکار کی صدائیں بہت کم ہندوستان تک پہنچتی ہیں - اول تو یہاں ایسے علمی مجامع کا وجود ہی نہیں جو مشرقی و اسلامی ممالک کے علمی مجامع و محافل سے تعارف رکھتے ہوں - ثانیاً ' عربی کے ادبی و علمی مباحث کے ذوق سے نہ صرف نئی تعلیم یافتہ جماعتیں بلکہ قدیم جماعتیں بھی تقریباً محروم ہیں - اس لیے نہ تو اِن وادیوں کی اُنہیں خبر ہے - نہ وہاں کی صداؤں کیلیے کوئی ذوق اور دلچسپی رکھتے ہیں -

ہم چاہتے ' ہیں گاہ گاہ الہلال کے صفحات پر وہاں کے بعض اہم عصری مباحث کے نمونے شایع کرتے رہیں -

کچھہ عرصہ سے مصر میں ادب و شعر عربی کی دو متقابل جماعتیں پیدا ہوگئی ہیں ' اور اُن میں بحث و مناظرہ کا معرکہ گرم ہے - ایک جماعت متجددین مفرطین کی ہے جنھیں اردو اخبارات کی اصطلاح میں ادبی " انتہا پسند " (اکسٹریمسٹ یا ریڈیکل) کہنا چاہیے - دوسری جماعت ادبی محافظین کی ہے ' جنھیں سیاسی جماعتوں کی تقسیم میں قدامت پسند (کنسرویٹو) وغیرہ الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے - ادب و شعر کی اِن دو اِنتہائی جانبوں نے افراط و تفریط کے عجیب عجیب زاویے پیدا کردیے ہیں - ان دونوں انتہائی جماعتوں کے درمیان بعض اصحاب اقتصاد و اعتدال بھی ہیں ' لیکن بہت کم - کیونکہ جماعت کا ذہنی مزاج فکر و عمل کے ہر گوشے میں ' اعتدال سے مالوف نہیں ہوتا - افراط و تفریط ہی کی طرف مائل رہتا ہے -

سیاست کی طرح ادب و شعر میں بھی اِن دو مذہبوں کا ظہور ' ہر ملک کے علمی اور فکری عہد کے ذہنی خواص میں سے ہے - انیسویں صدی کے اوائل میں جب یورپ کی ادبیات کا آخری انقلاب ظہور میں آیا ' تو اُس وقت بھی طریق مدرسیہ (Classic) اور طریق رومانیہ (Romantic) کے متبعین میں کشمکش پیدا ہوئی اور انتہائی اطراف نمایاں ہوگئے - البتہ یورپ کی زبانوں اور عربی زبان کی نوعیت میں یہ اصولی فرق ہے کہ اٹھارہویں صدی میں جب رومانیہ طریقہ کے متجددین پیدا ہوئے تھے ' تو اُس وقت یورپ کا مدرسی علم ادب کوئی ایسی ترقی یافتہ حالت نہیں رکھتا تھا کہ ہر گوشہ میں ترقی و توسع کا محتاج نہو - وہ زیادہ سے زیادہ دو صدیوں کی ابتدائی ادبی ترقی کا نتیجہ تھا جو حروب صلیبیہ کے بعد سے یورپ میں شروع ہوئی تھی - اور پھر جو کچھہ بھی تھا ' صرف ادب کی ایک خاص شاخ میں محدود تھا یعنی شعر قصصی اور قصص تمثیلیہ میں - لیکن عربی علم ادب کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے - اُس پر نشو و ترقی کی تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں - وہ تمدن و علوم کی تمام حالتیں ' اور اسالیب بیان و تعبیر افکار کے تمام دور طے کرچکی ہے - اس لیے اُسکی عصری احتیاج بہت حد تک محدود ہے ' اور نئے نئے اسالیب و مذاہب کے اخذ و اختیار میں بہت زیادہ احتیاط و توسط کی ضرورت ہے - مغربی اسالیب بیان کی کورانہ تقلید اور ابداع و تجدد کے افراط او غلو کی جگہ چاہیے کہ مجتہدانہ نظر و اعتبار سے کام لیا جاے ' اور عربی ادب و شعر کی خصوصیات کمال و جمال کے تحفظ کے ساتھہ قدیم راہوں میں نئی نئی راہوں کی داغ بیل ڈالی جاے -

بہر حال سیاست و معاشرت کی طرح ادب و شعر مین بھی دو متقابل جماعتیں پیدا ہوگئی ہیں - ادبی تجدد و انقلاب کی اِس حرکت کا سب سے بڑا قائد ڈاکٹر طہ حسین استاذ جامعۂ مصریہ ہے - ڈاکٹر موصوف کی شخصیت میں مصر کے موجودہ عہد کی ایک غیر معمولی ذہانت نمایاں ہوئی ہے - وہ پیدایشی نابینا ہے - اُس کا دماغ حواس خمسہ میں سے ایک سب سے بڑے حاسۂ علم سے محروم تھا - لیکن باوجود اسکے اُس نے جامع ازہر میں علوم عربیہ کی تحصیل کی اور یورپ کی متعدد زبانوں میں بھی درجۂ رسوخ و نظر حاصل کرلیا - وہ ابھی جامع ازہر میں مشغول تعلیم تھا کہ جامعۂ مصریہ اُسکی حیرت انگیز ابوالعلائی ذہانت کی شہرت سے متاثر ہوئی اور اپنے صرف سے پیرس اور روم بھجوادیا تاکہ مغربی لغات و علوم کی تحصیل سے بھی فارغ ہوجاے - کئی سال وہاں بسر کرنے کے بعد جب قاہرہ واپس آیا تو اِسی جامعہ میں استاذ (پروفیسر) مقرر ہوگیا -

پچھلے دنوں ڈاکٹر موصوف نے عہد مولدین کے شعراء پر ایک سلسلۂ مقالات شروع کیا تھا ' جس نے مصر کے ادبی حلقوں میں موافق و مخالف آراء کے پرجوش مباحثے پیدا کردیے - ان مقالات میں وہ اوائل عہد بنو امیہ کے بعض شعراء غزلیئین کے وجود سے انکار کرتا ہے ' اور اُنکے وجود کو محض قصصی اور شعری وجود قرار دیتا ہے جیسا کہ بعض مستشرقین یورپ کا بھی خیال ہے - ہم آج اُن مقالات کا ایک حصہ ' حذف و اختصار کے بعد شائع کرتے ہیں - اِس کا تعلق " لیلی مجنوں " کے مشہور قصہ سے ہے - یہ سوال کہ کیا فی الحقیقت قیس عامری اور لیلیٰ کے معاشقہ کا قصہ حقیقی ہے ؟ پہلے بھی اُٹھہ چکا ہے - چنانچہ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں اُن لوگوں کی رائیں نقل کی ہیں جنھیں ان شخصیتوں کی حقیقت میں شبہ تھا ' لیکن ہم خیال کرتے ہیں اس ادعا اور وثوق کے ساتھہ غالباً کبھی انکار نہیں کیا گیا جیسا انکار ڈاکٹر موصوف کو ہے -

ہم بالفعل اس باب میں اپنی راے ظاہر نہیں کرینگے کیونکہ اسکے لیے شرح و تفصیل کی ضرورت ہے - صرف ڈاکٹر موصوف اور اُن کے ناقدین کے مباحث کا خلاصہ ہدیۂ قارئین کر دینگے - ڈاکٹر موصوف کی تحریر کا ترجمہ حسب ذیل ہے :

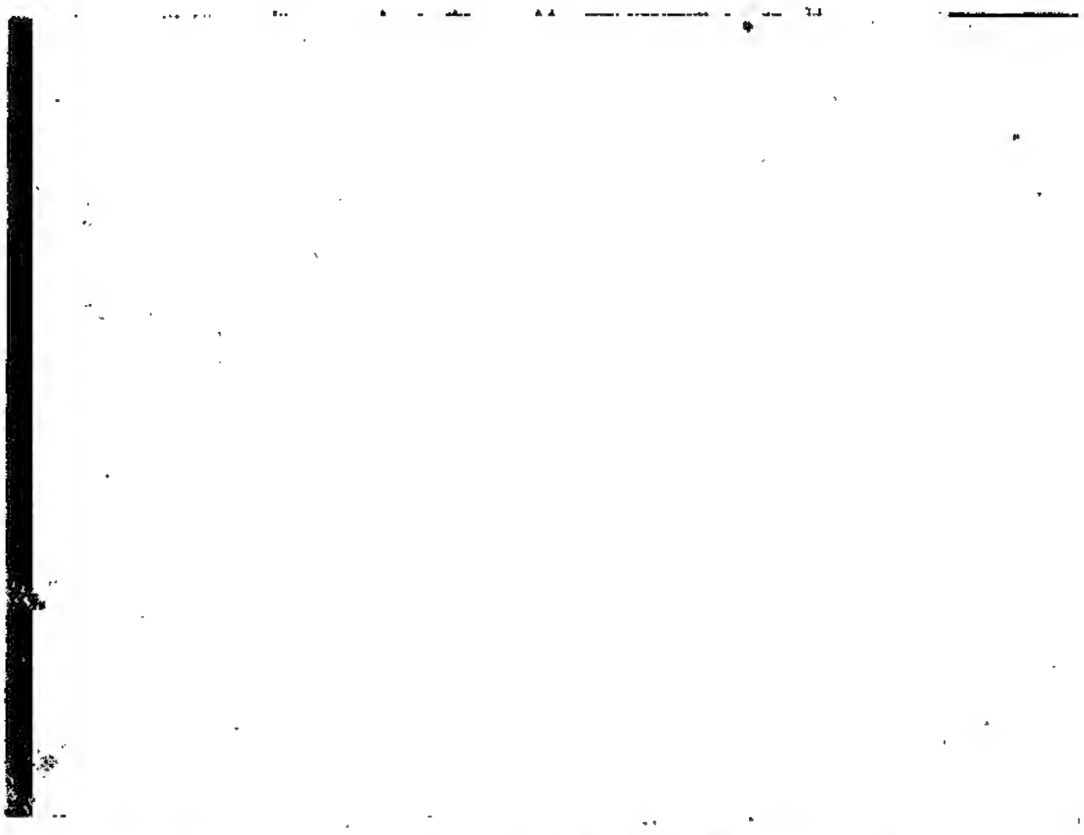

اطراف دمشق کا ایک ـــہ جو گولہ باری سے بالکل تباہ کردیا گیا - تباہی کے بعد فرانسیسی پہنچے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ مکانوں کے کھنڈروں اور مقتول لاشوں کے سوا کوئی زندہ چیز باقی نہیں ہے !

* * *

حتی المحاریب تبکی وهی جامدة
حتی المنابر ترثی وهی عیدان !

دمشق کی ایک قدیم مسجد جسے فرانسیسی حکام نے منہدم کردیا اور انہدام کے بعد اب اس سے کمین گاہ کا کام لے رہے ہیں !

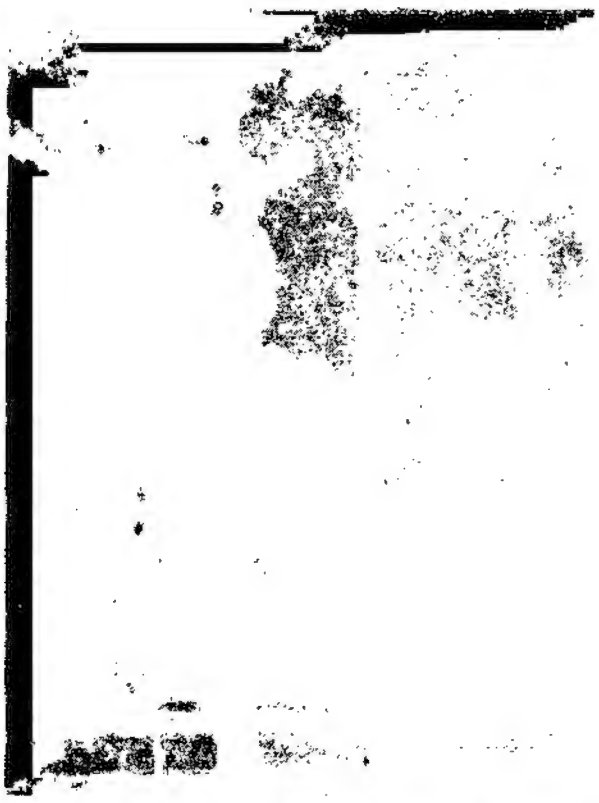

دمشق کی مشہور اور تاریخی مسجد "جامع التکیہ" کا داخلی منظر - جسے سلطان سلیم خاں نے تعمیر کیا تھا - فرانسیسیوں نے اس پر قبضہ کر اُسے فوجی اصطبل بنا دیا - عین محراب و ممبر کے پاس گھوڑے باندھے گئے !

لیلی مجنون

از ڈاکٹر طه حسین

اب سے پہلے میں بہت سے ادیبوں کو ناراض کرچکا ہوں - بشار بن مبرد پر اُنکی خلاف توقع میں نے نکتہ چینی کی تھی - افسوس ' آج پھر میں اُنھیں ناخوش کرنے پر مجبور ہوں میں سچ کہتا ہوں ' مجھے اُنکی ناخوشی میں کوئی لطف حاصل نہیں ہوتا - لیکن کیا کروں - بحث ونقد کی دیانت مجھے اِس پر مجبور کرتی ہے - جب سے میں نے عربی شاعری پر بحث شروع کی ہے ' اہل ادب کی ملامت کا نشانہ بن گیا ہوں - وہ ناخوش ہیں - کیونکہ میں نے ابونواس اور حسین بن الضحاک کو بشار بن مبرد پر ترجیح دی تھی - آج اُنکی ناراضی اور بھی زیادہ ہوجائیگی ' کیونکہ میں متعدد شعراء کے وجود سے انکار کرونگا ' یا اُنکی شخصیت کی اہمیت گھٹاؤنگا - میں آج کہونگا کہ یہ شاعر یا تو سرے سے موجود ہی نہ تھے - یا تھے ' مگر اپنے زمانہ میں کوئی نمایاں شخصیت نہیں رکھتے تھے - بعد میں لوگوں نے اُنھیں بڑھا دیا - اُنکی طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب کردیے جو اُنھوں نے کبھی نہیں کہے تھے -

میں جانتا ہوں' بہت سے اہل ادب میرا طریق بحث پسند نہیں کرتے - وہ صرف اثبات اور ایجاب ہی کا ذوق رکھتے ہیں' اور ہر وہ طریق بحث ناپسند کرتے ہیں جو انکار یا شک پر ختم ہو - اُنکے خیال میں وہ شخص محقق نہیں ہے جو "مجنوں" کے وجود سے انکار کرے' یا اسمیں شک وشبہہ کا اظہار کرے - جو کوئی ایسی جرأت کرے ' وہ اُنکے نزدیک مجرم ہے - کیونکہ اُنکے خیال میں وہ عربی علم ادب کی عظمت گھٹانے والا ہے - اُنکے نزدیک بڑا محقق وہ ہے جو ادبی قصص و محاضرات کے ہر وجود پر علمی ایمان رکھتا ہو' اور ہر افسانۂ شعری ' حقیقت کے لباس میں دیکھتا ہو - کیونکہ اُنکے خیال میں ایسا کرنے سے عربی عظمت بڑھتی اور عربی ادب کی خدمت ہوتی ہے ' اور اسلیے ایسا کرنے میں حقیقت کی پروا کرنا ضروری نہیں - آنکھیں بند کر لینی چاہئیں' اور جہل و اعتراف کی وادیوں میں بڑھے چلنا چاہیے !

وہ علم و ادب میں بھی وہی راہ اختیار کرنی چاہتے ہیں جو سیاست میں اختیار کی جاتی ہے - صرف جذبات برانگیختہ کرو اور مرحبا کے نعرے سنو ! بلا شبہ اِس طرح تم اِن لوگوں کو خوش کردے سکتے ہو - لیکن افسوس ہے کہ اس طریقہ میں اُن لوگوں کیلیے کوئی دعوت نہیں ہوسکتی جو قوم ' ملک ' اور جماعت کی رضامندی دیکھنے سے پہلے علم ' حقیقت ' اور دیانت کے چشم و ابرو پر نظر رکھتے ہیں !

(شعراء غزلیئین)

بد قسمتی یا خوش قسمتی سے میں نے علم اور ضمیر کی رضا مندی کو لوگوں کی تعریف وتحسین پر ترجیح دے رکھی ہے - یہی سبب ہے کہ آج میں بغیر کسی احتیاط اور پیش بندی کے اعلان کرتا ہوں کہ شعراء کی وہ جماعت ' جسے میں "اہل غزل" کے نام سے پکارتا ہوں ' عربی ادب کی تاریخ میں وہ درجہ نہیں رکھتی تھی جو آج لوگوں نے اُسے دے رکھا ہے -

یہ شعراء در اصل دو نمایاں قسموں میں بٹے ہوئے ہیں - دونوں کے متعلق میرے خاص خیالات ہیں - ایک قسم "خیالی شعراء" ("شعری سیرتوں") کی ہے - اسمیں مجنوں' قیس بن ذریح ' عروہ بن حزام ' جمیل بن معمر ' وغیرہ داخل ہیں - دوسری قسم "حقیقی شعراء" کی ہے - یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو خیالی محبت کے قائل تھے - نہ فکری مراتب عفت وتنزہ کے دلدادہ تھے - وہ ہر ارضی انسان کی طرح زندگی اور اُسکی آلودگیوں سے آلودہ ہوئے اور اپنے اشعار میں اُنکے راگ گاتے رہے - اِس جماعت کا سرگروہ "عمرو بن ابی ربیعہ" ہے -

ہاں' مجھے عمرو بن ابی ربیعہ کے تاریخی وجود سے انکار نہیں - میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ جتنے اشعار اُسکی طرف منسوب ہیں ' اکثر اُسی کے ہیں ' اور یہ کہ اُسکی شخصیت اُس زمانہ میں بھی تقریباً ویسی ہی تھی ' جیسی اس زمانہ میں ہم تصور کرتے ہیں - یہی حال کثیر اور عبیداللہ بن قیس الرقیات کا ہے -

(قیس مجنوں)

لیکن مجھے قیس بن ملوح (مجنوں) کے بارے میں پورا شک ہے - میں اُسے تاریخی شخص یقین نہیں کرتا - میں تسلیم نہیں کرتا کہ اس نام کا کوئی شاعر موجود تھا اور لوگ اُسے جانتے اور اُسکے منہہ سے اشعار سنتے تھے ' مجھے یہ بھی یقین نہیں کہ جو اشعار اُسکی طرف منسوب ہیں ' اُسی کے ہیں - میں خیال کرتا ہوں کہ قیس بن ملوح (مجنوں) من جملہ اُن خیالی آدمیوں کے تھا جنھیں جماعتیں اپنا کوئی خاص تخیل یا زندگی کا کوئی خاص اسلوب ظاہر کرنے کے لیے فرض کر لیا کرتی ہیں (یعنی افسانۂ و شعر کی ایک خیالی سیرۃ) میرے خیال میں قیس بن ملوح ایک خیالی شخص ہے - شعر کے راویوں اور داستان سراؤں نے اُسے شعری و عشقی ضرورتوں سے ایجاد کیا تھا - تا کہ مجالس و محافل کی دلچسپیوں کا سامان کریں - یا وقت کی ایک ادبی و شعری ضرورت پوری کردیں -

یہاں پر میں اُن اصحاب کو مخاطب کیے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے مجنوں کے سچے عشق اور رقیق جذبات کی ثنا خوانی میں بے فائدہ کوشش کی ہے - اگر وہ اس کی جگہ یہ بات دکھاتے کہ مجنوں ' عہد اموی کے بعض خیالات وجذبات اور شعر و نثر کے خاص خاص اُسلوبوں کا رمز و مظہر ہے ' تو اُنکی کوشش زیادہ مفید ہوتی' اور اُموی دور کی ایک ایسی خصوصیت ظاہر ہو جاتی جسے عہد عباسی نے شروع ہوکر اپنے لہو و لعب اور جسمانی عیش و عشرت کے سیلاب میں ہمیشہ کے لیے غرق کردیا -

مجنوں پر ایمان رکھنے والوں کو سمجھہ لینا چاہیے کہ یہ قصہ محض افسانہ ہے - صحیح تنقید ہرگز اِس کا وجود تسلیم نہیں کرسکتی - اُس شخص کے بارے میں تم کیا فیصلہ کروگے - جسکے نام نسب ' قبیلہ ' اور واقعات میں اتفاق کی جگہ سخت اختلاف ہو ؟ اِس سے بھی بڑھہ کر یہ کہ راوی خود اُس کے وجود پر متفق نہ ہوں اور اُسکے حالات سخت مشتبہ لہجہ میں روایت کرتے ہوں ؟

ایسے شخص کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہو سکتی ہے جس کے واقعات ابو الفرج اصفہانی صرف اس وجہ سے روایت کرنا چاہتا ہے کہ اس کا موضوع اُسے مجبور کرتا ہے ؟ پھر لطف یہ کہ روایات کی صحت کی ذمہ داری لینے سے اُسے پوری طرح انکار ہے - وہ پورا بوجھہ اصلی راویوں کی گردن پر ڈال دیتا ہے اور خود الگ ہو جاتا ہے راویوں کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ ' بجز رواۃ حدیث کے ' زیادہ محتاط نہ تھے - اکثر مشتبہ واقعات بھی بیان کرجاتے تھے - لیکن باوجود اپنی اس بے احتیاطی کے وہ مجنوں کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں اور اُسکے وجود سے انکار کرتے یا شک ظاہر کرتے ہیں - نیز اُسکا نام ' نسب ' حلیہ ' اور سوانح حیات بالاتفاق بیان نہیں کرسکتے - پس جب خود اصل راویوں کا یہ حال ہے ' تو کیا ہمارے لیے یہ سمجھنا نا مناسب ہوگا کہ مجنوں محض ایک افسانہ ہے ؟

دنیا مین

کتب فروشی کا عظیم مرکز

اگر آپ

علم و کتب کي وسعت اور دست طلب کي کوتاهي سے گهبرا گئے هیں' تو کیوں کسي ایسے مقام کي جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کي تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلي گئي هوں ؟

ایسا مقام موجود هے :

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جسے ملک معظم برطانیه اور انکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل هے !

انگریزي کا تمام ذخیرہ جو برطانیه اور برطاني نو آبادیوں اور ملحقه ممالک میں شایع هوتا هے

یورپ کي تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقي علوم و ادبیات پر انگریزي اور یورپین زبانونکي تمام کتابیں

نئي اور پراني ' دونوں طرحکي کتابیں

تمام دنیا کے هر قسم اور هر درجه کے نقشے

هر قسم کي تعلیمي کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے هر قسم اور درجه کا ذخیرہ

قیمتي سے قیمتي اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ همارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے هیں

همارے یہاں سے

هر چهه ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کي مفصل فہرست شائع هوا کرتي هے

ہے' تو اِس کي بنياد غالباً اسي طرح اور اسي عہد ميں پڑي تھي -

اگر ايک طرف شاهي و تاجداري کي پيدايش اور اُس کي درجه به درجه ترقي سامنے رکھي جاے' اور دوسري طرف تصور الهي کي اس کڑي پر اور اُسکي تمام ارتقائي کڑيوں پر نظر ڈالي جاے ؛ تو به يک نظر واضح هوجايگا که دوسرا تصور' ٹهيک ٹهيک پہلے کا عکس هے' اور دونوں نقشے ايک هي ذهني مبدء سے نکلے هيں - انسان نے ايک هي زمانه ميں اور ايک هي طرح کے ذهن و خيال سے حکومت و کبريائي کے دو تخت بنالي - ايک زمين پر آراسته کيا - دوسرا آسمانوں کي ملکوتي فضا ميں بچها ديا - ايک پر وه اپنے ابناء جنس کو بٹها کر اُن کے سامنے اطاعت و غلامي کا سر جهکاتا - دوسرے پر اپنے خدا کا جاه و جلال ديکهکر سر بسجود هو جاتا -

يه جو مختلف قوموں کے قديم الهي تصورات ميں هم ديکهتے هيں که چهوٹے اور بڑے خداؤں کي تقسيم کي گئي' هر جگه کيليے محلي (مقامي) خداؤں اور آسماني سرپرستوں کا تخيل پيدا هوا - نذر' بهينٹ' اور قرباني' کي پيش کش ضروري سمجهي گئي' تقرب الهي کے ليے وسائط و وسائل کے عقيده نے رواج پايا' بڑے خدا تک پہنچنے کيليے چهوٹے خداؤں کي شفاعت ضروري تصور کي گئي' معبودوں کے غضب و انتقام سے بچنے کيليے طرح طرح کے مادي اعمال استعمال ميں لائے جانے لگے' خدا کي تمثيلي صورت کي نشست کيليے تخت يا تخت کے قسم کي کوئي چيز ضروري سمجهي گئي' اُس کے سر کي آراستگي کيليے " تاج " بهي وضع کيا گيا' اور اُس کي حکمراني کے انصرام اور مشوروں کيليے دربار اور دربار کے ارکان بهي پيدا هوئے ؛ تو يه تمام باتيں في الحقيقت دنيا کي شاهي و حکمراني هي کا پرتو هيں -

دنيا ميں جس وقت سے شاهي و حکمراني کي بنياد پڑي هے يه تمام باتيں اُس کے لوازم و خصائص ميں سے سمجهي جاتي هيں اور مفهوم حکومت کے بنيادي اجزاء هيں - طاقت اور اختيار کي سب سے بڑي بڑائي بادشاه کيليے هوتي هے - ليکن پادشاه بذات خود تمام کار و بار حکومت انجام نهيں دے سکتا اور نه دينا پسند کرتا هے - اُس کے ماتحت وزير و امير هوتے هيں' اور وه احکام شاهي کے مطابق تمام کام انجام ديتے هيں - اسي چيز نے تصور الهي ميں بڑے معبود اور چهوٹے معبودوں کا تخيل پيدا کيا - خيال کيا گيا که چهوٹے معبود بڑے معبود کے نيچے رهکر کائنات قدرت کے تمام کار و بار انجام ديتے هيں -

يهيں سے تصور الهي ميں " تقسيم عمل " کا تخيل بهي ترقي پذير هوا - حکومت اور انتظام کے هر صيغه کے ليے کوئي ايک امير اور وزير مقرر هوتا اور هر بستي اور شهر کے اوپر کوئي ايک حاکم با اختيار هوتا - پادشاه سب کے اوپر تها' ليکن رعايا کا علاقه اپنے اپنے حاکموں سے تها - براه راست پادشاه سے نه تها - حاکموں اور وزيروں کو اختيار پادشاه هي سے ملتا هے' ليکن جب مل جاتا هے' تو وه اپنے اپنے دائرۀ حکومت ميں خود مختار هوتے هيں - رعايا کا فرض هوتا هے که اُنهي کے کہے پر چلے اور اپني ساري داد فرياد اُنهي کي چوکهٹوں پر لے جاے - اسي تقسيم عمل اور حکومت بالوسائط کا نقشه تصور الهي ميں بهي قائم هوا - اور پہلے کارخانۀ کائنات کے هر صيغه کے ليے الگ الگ خداؤں کي' پهر زمين کے هر حصے اور آبادي کے ليے محلي خداؤں اور کارسازوں کي تقسيم عمل ميں آئي - يه بات که خدا تک براه راست کوئي نهيں پہونچ سکتا - هر انسان کي پہونچ صرف درميان کے وسيله هي تک هوسکتي هے' اور اُسي کے وسيله سے وه معبود حقيقي تک پہونچ سکتا هے' ٹهيک ٹهيک يهي بات تهي نه کوئي آدمي براه راست پادشاه تک نهيں پہونچ سکتا - هر شخص کي پہونچ صرف اپنے اپنے حاکموں اور وزيروں اميروں هي تک هوسکتي هے - وه چاهيں تو دربار شاهي تک بهي پہنچاديں -

پادشاهوں تک عوام کا براه راست نه پہنچ سکنا' شاهي عظمت و کبريائي کے تخيل کا نتيجه تها - بنياد اس خيال کي يه تهي که جو شخصيت جس قدر بهي عوام کي رسائي سے بلند هوگي' اُتني هي عظيم اور مقدس هوگي - جوں جوں يه تخيل پادشاهوں کي شخصيت کے ساتهه ترقي کرتا گيا' اور اُن تک پهنچنے کے ليے نئے نئے واسطے اور وسيلے بنتے گئے' خدا کے تصور ميں بهي ايک منظم سلسلۀ وسائل کا تخيل پيدا هوتا گيا - اس تخيل کي انتها يه تهي که کوئي انسان معبود حقيقي سے واسطه پيدا هي نهيں کرسکتا - اُسکا علاقه جو کچهه بهي اور جيسا کچهه بهي هے' صرف وسائط سے هے - يعنے اُن کارفرما طاقتوں سے هے جن کے سپرد تدبير عالم کا تمام کارخانه کر ديا گيا هے - اسي طرح نذرانه' پيش کش' قرباني' بهي ٹهيک ٹهيک وهي بات هے' جو ايک طرف انساني پادشاهي و سروري کے ليے وجود ميں آئي' دوسري طرف تصور الهي ميں بهي سرايت کرگئي -

علم مصريات Egyptiology سے مصر کے قديم الهي تصورات پر نهايت قيمتي روشني پڑتي هے - اس سے معلوم هوتا هے که مصريوں کے سب سے زياده قديم معبود وهي تهے جنهيں محلي يا جماعتي معبود کہنا چاهيے - حضرت مسيح (عليه السلام) سے تقريباً نو هزار برس پہلے تمام سرزمين مصر محلي معبودوں ميں منقسم تهي - اِس عهد کے ايک هزار برس بعد (يعنے ۸۰۰۰ - قبل مسيح) مصر ميں ايسے معبودوں کا تصور پيدا هوا جو محلي نه تهے - مثلاً " ازيريس " اور اُس کے ثالوث کي پرستش شروع هوئي جو انسانيت کا ديوتا تسليم کيا جاتا تها - بعض کتبوں سے معلوم هوتا هے که اس عهد کے بعد مشرق سے کواکب پرستي کا تخيل مصر پہنچا اور " رارے " (سورج کے ديوتا) کا عالمگير اقتدار تسليم کرليا گيا - هيرودوٹس اگرچه اس عهد کے هزاروں برس بعد مصر پہنچا هے' ليکن اُس نے بهي وه پراني روايتيں معلوم کي هيں - وه لکهتا هے که مصر کے قديم زمانے ميں هر هر بستي کيليے الگ الگ خدا تها - جب ايک آدمي اپنے گانوں سے نکل کر کسي دوسرے گانوں ميں جاتا تها' تو جب تک وهاں رهتا' اپنے گانوں کے خدا کي پرستش ترک کرديتا اور اُسي دوسرے گانوں کے خدا کي پوجا کرتا " کيونکه وه لوگ يقين کرتے تهے که ايک مقام کا خدا صرف اپني هي حکومت ميں کارسازي کي قدرت رکهتا هے - دوسرے مقام کے انتظامات ميں دست اندازي نهيں کر سکتا " !

مصر کي طرح هندوستان بهي قديم تمدن کي سب سے بڑي قدامت رکهتا هے - يہاں بهي محلي اور قبائلي معبودوں کا تصور' اقتدار الوهيت کي درجه بدرجه تقسيم' کارخانۀ کائنات کے نظم کيليے تقسيم عمل' اور اسي طرح کے تمام تخيلات' اسي عهد کے نشؤ و نما کا پته ديتے هيں -

يونانيوں کے تصور نے تو کوه المپس کے معبودوں کا ايک پورا دربار حکومت ترتيب ديديا تها جسکا مرقع آج تک در و ديوار کي آرايش کا کام دے رها هے اور جسکے مناظر هومر کي زنده جاويد الياڈ ميں بار بار

باب التفسير

تفسير سوره فاتحه کا ایک صفحه

انسانی تصور الهی کی تکمیل

اور

اس کا سلسلۂ ارتقا

(۲)

(دور قهر و جلال)

گذشته نمبر میں اس دور کي شرح و تفصیل کا صرف ابتدائي حصه درج هوسکا - جس مقام پر پچهلا مقاله ختم هوا هے ' اسکے بعد مسوده میں مزید شرح و تفصیل هے - خلاصه اس کا یه هے که علم الآثار اور قدیم اصنامي و مذهبي روایات و قصص سے معلوم هوتا هے که اس ابتدائي دور میں تصور انساني درجه بدرجه حسب ذیل منزلوں سے گزرا - یه گویا اس سلسلۂ ارتقا کي پہلي اصولي کڑي کي فرعي کڑیاں تهیں :

(۱) ایک مجهول خوف و دهشت کا تصور -
(۲) ابتدائي تشخص و تعین -
(۳) مظاهر فطرت کي مهلک اور سلبي قوتوں کا تصور -
(۴) خوفناک اور مهلک جانوروں میں ما فوق الطبیعة طاقتوں کا تخیل -
(۵) غیر مرئي دیوتاؤں کا تصور -
(۶) دیوتاؤں کے تصور میں ترتیب و نظم کا ظهور -
(۷) کائنات فطرت کے اعمال و مظاهر میں تقسیم عمل کا تصور - یعني اس تصور کي ابتدا که هر چیز کي تخلیق و نگراني کیلیے الگ الگ خدائي طاقتیں هیں - آگے چلکر یه تقسیم عام هوگئي - لیکن اس دور میں صرف فطرة کے سلبي اور تخریبي افعال میں هوئي تهي -

(صفات رحمت و جمال کي آمیزش)

ایک مدت تک ذهن انساني صرف صفات قهر و جلال هي کا تماشائي رها - خود اسکا ذهني مزاج بهي ابهي رقیق و لطیف صفات کے نشو و بلوغ سے محروم تها ' اسلیے وه خدا کے تصور میں بهي ان کا جلوه نہیں دیکهه سکتا تها - لیکن جب کچهه عرصه کے بعد انسان کي مدني زندگي نے چند قدم آگے بڑهاے اور اجتماعي معیشت میں ترقي هوئي ' تو معیشت کے نظم ' روابط کے قیام ' علائق کي وسعت ' زندگي کے امن ' اور عقل و ادراک کے منجهه جانے سے فکر و احساس کا دائره اتنا تنگ نہیں رها ' جس قدر پہلے تها - اس لیے قدرتي طور پر اسکے جذبات و امیال کي کیفیت میں بهي ترقي هوئي ' اور ابتدائي زندگي کي سختي اور نا تراشیدگي کي جگه رقت و لطافت کے احساسات ابهرنے لگے - اس حالت کا لازمي نتیجه یه تها که تصور الهي کے دائره میں بهي ایک نئي وسعت پیدا هوگئي ' اور نئے نئے جذبات سے وه آشنا هونے لگا -

یه تصور الهي کي دوسري اصولي کڑي هے - اس منزل میں پہنچ کر انسان نے دیکها که خدا کا چهره اگرچه غضب و هیبت کے خال و خد سے هولناک هے ' لیکن کبهي کبهي اس پر رحمت و جمال کا تبسم بهي طاري هوجاتا هے - یه تبسم ابتدا میں بہت هلکا تها - جوں جوں انسان کے لطیف جذبات منجهتے گئے ' یه تبسم جمال بهي زیاده نمایاں اور دلاویز هوتا گیا - یہانتک که انسان کے تصور الهي میں قهر و جلال کے ساتهه ' رحمت و جمال کے تصور کا عنصر بهي شامل هوگیا -

یه رحمت و جمال کے دور کي ابتدا تهي - اس دور میں خدا کي ایجابي صفات کا تصور بالکل ابتدائي اور ناقص حالت میں شروع هوتا هے ' اور ایک خاص حد تک نشو و نما پاتا هے - ابتدائي درجه میں اسکا عنصر بہت خفیف هوتا هے - آگے چل کر زیاده نمایاں هوجاتا هے - تاهم مجموعي حیثیت سے غلبه قهر و جلال کي صفات هي کا رهتا هے -

(تجسم و تمثل کا دوسرا قدم)

اس دوسرے دور میں تجسم و تمثل (یعني خدا کي صفات کو مخلوق کي صفات کي طرح تصور کرنے) نے بهي ایک بہت هي سست قدم آگے کي طرف بڑهایا - تنزیه کي منزل ذهن انساني کیلیے بڑي مشکل اور بڑي هي دور کي منزل تهي - اسلیے اس راه میں اسکے قدم تیز نہیں اٹهه سکتے تهے - تاهم اٹهتے تهے ' اور اهسته اهسته تمثل کي سطح بلند هوتي جاتي تهي -

پہلے تمثل سرتا سر ادنی قسم کے حیواني صفات کا تها - کیونکه خود انساني صفات بهي اسي درجه میں تهیں - پهر انسان کي معنوي ترقي کے ساتهه ساتهه تمثل کي نوعیت میں بهي ترقي هوتي گئي ' اور اونچے درجه کي حیواني صفات سے تصور آشنا هوگیا - پهر اس میں بهي ترقي هوئي - انساني اور کائناتي صفات و اعمال میں سے جو صفات و اعمال اونچے درجے کے انسان کي نظروں میں آ سکتے تهے ' ان سے خدا کا تصور آراسته کیا جانے لگا -

(الوهیت اور شاهنشاهیت)

مثلاً جب اجتماعي معیشت کي ترقي و وسعت سے حکومتوں اور حکمرانوں کا ظهور هوا ' اور طاقتور انسانوں نے کمزور افراد کو مسخر کرکے اپني شاهي و مالکي کي عظمت و سطوت پیدا کرلي ' تو ذهن انساني کے سامنے طاقت اور اقتدار کا ایک نیا پر شکوه نمونه آگیا - اسلیے قدرتي طور پر وه خدا کے تصور میں بهي ایک طرح کي شاهي و حکمراني کا جاه و جلال دیکهنے لگا ' اور ساز و سامان حکومت کے وه تمام اجزاء اس میں بهي پیدا هوگئے ' جو دنیا کے بادشاهوں اور انکے درباروں میں پیدا هوگئے تهے - یه جو آگے چلکر خدا کے عالمگیر تصور میں ایک شہنشاه اور اسکے دربار حکومت کے تمام لوازم کا تخیل سرایت کرگیا - حتی که آج خدا کا نام سنتے هي همارے تصور میں ایک بڑے بادشاه کے تخت عظمت و جلال کا نقشه پیدا هوجا

مطبوعات الهـــلال بك ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماموں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلهٔ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

أسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب " زاد المعاد " کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ " وسیله " کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول " توحید " کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضا مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایـجنسی

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب انگیز دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوگئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - ان کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں " البــلاغ پریس " کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اس اعلان کے ذریعه شائقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد " البــلاغ " (جب دوسري مرتبه الهــلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ هے -

منیجر " البــلاغ پریس "

ہمارے سامنے آتے ہیں - اس دربار میں زفس یا زیوس Zeus (مشتري) عصاء شاہي ہاتھہ میں لیکر تخت ریاست پر متمکن ہوتا - ہیرا اُسکي بیوي ملکہ کي طرح اُسکے بائیں جانب بیٹھتي - دونوں طرف تخت کے نیچے بقیہ معبود اور دیوتا بیٹھتے ' اور ہیبیا Hebe (زفس کي بیٹي اور شباب کي دیوي) ساقي گري کا فرض انجام دیتي - ہومر الیڈ کي چوتھي نظم شروع کرتے ہوے کہتا ہے : " دیوتاؤں نے زفس کے گرد مجلس شوریٰ آراستہ کي - سنہري ایوان میں سب جمع ہوئے - ہیبیا نے عیش و نشاط کے جاموں کو گردش دي " الخ !

ہندوستان اور یونان ' دونوں نے اپنے معبودوں کیلیے سر بفلک پہاڑ کي پراسرار چوٹیاں منتخب کي تہیں - ہندوستان میں ہمالہ کي برف آلود چوٹیاں دیوتاؤں کا مسکن اور دربار بنیں - یونانیوں کے پاس ہمالہ جیسا پہاڑ نہ تھا ' لیکن اِلمپس کي ابر آلود چوٹیاں کافي بلند تہیں - اُنھوں نے خیال کیا ' ابر کے پر اسرار اور ہیبت انگیز پردہ کے پیچھے اُن کے معبودوں کا دربار جاہ و جلال آراستہ ہے !

دیوتاؤں کیلیے طرح طرح کي سواریوں کا تخیل ' ہندوستان ' یونان ' اور مصر کے مقدس رتھہ ' آشور اور بابل کے تخت رواں ' ایران کا عجیب الخلقت مرکب ؛ سب اسي تخیل کے برگ و بار ہیں - ہندوستان ' مصر ' یونان ؛ تینوں نے معبودوں کي سواري کے جلوس اور تزک و احتشام کے سامان ویسے ہي آراستہ کیے تھے ' جیسے پادشاہوں کي سواریاں اُن وقتوں میں نکلا کرتي تہیں - علم و تاریخ کي خوش قسمتي سے اُن عہدوں کي شاہیت اور الوہیت : دونوں کے نقشے ہمارے سامنے آگیے ہیں !

پادشاہت اور اُلوہیت کے اسي تماثل کا نتیجہ تھا کہ دونوں میں ایک عجیب طرح کا مخفي لزوم و علاقہ پیدا ہوگیا - یعني دونوں باہمدگر ایک دوسرے کے تخیل سے اِسطرح متاثر و منفعل ہونے لگے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ' اور دوسرے کے اثر سے پہلا متاثر ہوتا - کیونکہ دو قریب قریب اور متماثل تخیل بہ یک وقت نشوؤ نما پانے لگے تھے - اگر ایک طرف شاہي و سروري کے اعتقاد نے خدا کے تخیل میں اپنا ساز و سامان حکومت پیدا کر دیا ' تو دوسري طرف خدا کے تصور کي شان الوہیت و تقدیس ' شاہي و سروري میں بھي پیدا ہوگئي ' اور اس طرح ذہن انساني کے لیے دو ہم شکل چیزوں میں حد امتیاز قائم کرنا دشوار ہوگیا -

یہیں سے انساني پادشاہت میں شان اُلوہیت و کبریائي کے اعتقاد کي بنیاد پڑي - ہندوستان ' مصر ' دو آبۂ دجلہ و فرات ' اور ایران ' قدیم تمدن کے چار بنیادي مقامات ہیں ' لیکن ان چاروں جگہوں کي تاریخ میں شاہي و سروري کے تاج کے گرد ' اُلوہیت و سماویت کا مقدس ہالہ نظر آ رہا ہے - ہندوستان اور مصر میں پادشاہ کا منصب ایک آسماني منصب تسلیم کیا گیا - اُن کے خاندان ' نسب ' پیدایش ' نشو و نما ' موت ' اور ہر طرح کے معاملات میں غیر انساني قسم کے اسرار و رموز کي تقدیس پیدا ہوگئي - وہ خود بھي ایک دیوتا ہوگئے ' خدا کا مظہر ' اوتار ' اور پھر زیادہ ہلکے لفظوں میں خدا کا سایہ تسلیم کیے گئے ' اور " مشبہ " اور " مشبہ بہ " کا امتیاز اس طرح اُٹھہ گیا کہ اب اس کا فیصلہ دشوار ہو گیا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں " مشبہ " کون تھا اور " مشبہ بہ " کسے قرار دینا چاہیے ؟

یہ جو تمام قدیم قوموں میں اُنکي پادشاہتوں کي ابتدا دیوتاؤں سے تسلیم کي گئي ہے ' یا پادشاہوں کا سلسلۂ نسب اجرام سماویہ سے ملا دیا گیا ہے ' یا پادشاہت کي ابتدا آغاز خلقت کے کسي ایسے عہد سے ہوتي ہے جب دیوتاؤں اور آسماني طاقتوں کے ما وراء طبیعت کارنامے انجام پا رہے تھے ؛ تو یہ بھي اِسي صورت حال کا قدرتي نتیجہ ہے - قدیم مصریوں کا عام اعتقاد تھا کہ تخت مصر پر پہلا دور دیوتاؤں کي براہ راست حکومت کا گزرا ہے - دوسرا دور ایسے انسانوں کي حکومت کا تھا جن میں پوري نہیں آدھي دیوتائي تھي - بیس ہزار برس جب ان دونوں دوروں پر گزر چکے ' تب انسانوں کا دور حکومت شروع ہوا - ہندوستان میں بھي چندر بنسی اور سورج بنسي خاندانوں کا تخیل قائم ہوا ' جنکا سلسلۂ نسب چاند اور سورج پر جا کر ختم ہوتا ہے - آشوریوں اور بابلیوں کا بھي یہي خیال تھا - وہ کہتے تھے ' پادشاہت کا سب سے پہلا سلسلہ سورج دیوتا سے شروع ہوا ہے -

انساني پرستش کے تخیل نے بھي اسي دور میں نشوؤ نما پائي - تمام ایسے انسان جو عام سطح سے کوئي بلند طاقت حاصل کر لیتے تھے ' بہ آساني دیوتاؤں کا درجہ حاصل کر لیتے - عجب نہیں اِس کي ابتدا اِسي الوہیت اور پادشاہت کے تشابہ سے ہوئي ہو -

مظاہر فطرة کي پرستش کے سلسلہ میں اجرام سماوي کي پرستش بھي اسي دور میں شروع ہوئي ' اور انساني تخیل نے بہ تدریج اپنے ماحول سے متاثر ہوکر اُن کي جسماني شکل و شباہت وضع کر لي - غالباً کواکب کي مختلف جسماني صورتیں سب سے پہلے دو آبۂ دجلۂ و فرات میں پیدا ہوئي ہیں - اُس کے بعد مصر اور یونان میں کواکبي اصنام کي پرستش کا ظہور ہوا ' اور اُن کي اِلٰہي روایات نشوؤ نما پانے لگیں - پھر ایک مدت کے بعد جب علم ہئیة کي ابتدائي معلومات سے انسان آشنا ہوا ' تو کواکب پرستي کے تخیل میں زیادہ نظم و اُسلوب پیدا ہو گیا ' اور ذہن و فکر کي رقت و لطافت ترقي کرنے لگي -

مختارات

شرم اور خاموشي ' عورت کا بہترین زیور ہے -- اریپڈس

تھوڑي فرقت محبت کو بڑھاتي ' اور زیادہ فرقت محبت کو قتل کر ڈالتي ہے — میرابو

عورت کے محبت بھرے دل سے زیادہ بڑي چیز دنیا میں کوئي نہیں — لوتھر

عورت اس لیے پیدا کي گئي ہے کہ مرد کو مانوس کرے — والٹیر

مرد کو خدا سے ہمیشہ دعا کرني چاہیے کہ عورت اُس کي حقیقت نہ جاننے پائے — تھیکرے

آدم سب سے زیادہ خوش نصیب انسان تھا - کیونکہ اُس کي ساس نہ تھي — پارنیہ

(اتفاق سے ایک شعري خطاب)

" اتفاق ' آہ تم کیا جانو اتفاق کیا ہے ؟ اتفاق ایک سفید کبوتر ہے جو اپني چونچ میں زیتون کي شاخ لیے ہوئے ' نااتفاقي کے طوفان سے نجات دینے کي خوش خبري سنا رہا ہے !

اتفاق چہچہاتي ہوئي ایک بلبل ہے اور اپنے شیریں راگوں سے غمزدہ دلوں میں طرب پیدا کر رہي ہے !

اتفاق ' خوبصورت عندلیب ہے - آسمان میں اڑتي چلي جاتي ہے ' اور وہاں سے نسیم جنت بن کر واپس آتي ہے !

اتفاق ' آسماني فرشتہ ہے جو اپنے نوراني پر بہادر روحوں پر پھیلا دیتا ہے ! "

لسان العصر
اکبر الہ آبادی

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات رقص کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بهت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

◆

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

◆

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

◆

Post No. 24.

◆

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میوؤں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میوؤں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١١ | کلکته : جمعه ٢٧ ـ صفر ١٣٤٦ هجری | جلد ١

Calcutta : Friday, 26, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترق نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترق یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیي ۔ یاد رکھیي ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٦٥٧ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٨٤	اردو حروف کی حق مین	٢١٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	١٢١	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	١٨٦	نستعلیق هون	٥٦

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ۔ اور اسلیی شرح و [illegible] کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه [illegible] بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

الهلال

هر جمعه كو نمبر ١١ - بالي گنج سركلر روڈ - كلكته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول	باره روپيه
هندوستان سے باهر كيليے	سوله روپيه
قيمت شش ماهي	سات روپيه
قيمت في پرچه	پانچ آنه

(١) تمام خط و كتابت اور ارسال زر " منيجر الهلال " كے نام سے كي جاے ليكن جو خطوط مضامين سے تعلق ركهتے هوں اُنكے لفافه پر " ايڈيٹر " كا نام هونا چاهيے -

(٢) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(٣) براه عنايت خط و كتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لكهيے -

(٤) خط و كتابت ميں نمبر خريداري لكهيے جسكي اطلاع اپكو وصول قيمت كي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(٥) اگر كسي صاحب كے پاس كوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته كے اندر اطلاع ديں - ورنه بصورت تاخير بغير قيمت كے روانه نہيں كيا جائيگا -

(٦) اگر آپ دو تين ماه كيلئے ايک جگه سے دوسري جگه جا رهے هيں تو اپنا پته تبديل نه كرايے ' مقامي ڈاكخانه كو اطلاع ديكر انتظام كر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک كے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديكر پته تبديل كراليں -

(٧) مني آرڈر روانه كرتے وقت فارم كے كوپن پر اپنا نام و پته ضرور لكهديں -

(٨) ايسے جواب طلب امور كے لئے جنكا تعلق دفتر كے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹكٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و كتابت كے مصارف كا بار پڑيگا -

لیلیٰ مجنون

از ڈاکٹر طاہا حسین

(۲)

قیس کے بارے میں عام راوی تو صرف اختلاف بیان ہی پر قانع ہیں لیکن ثقہ راویوں کو انکار یا شک میں تامل نہیں ہے - میں تمام اقوال پیش کرکے تحریر کو طول دینا نہیں چاہتا - آغانی کی پہلی اور دوسری جلد میں کافی ذخیرہ موجود ہے، اور بآسانی دیکھا جا سکتا ہے -

بعض راویوں کا انکار تو اس درجہ تک بڑھ گیا تھا کہ وہ کہتے تھے :

" بنی عامر (مجنوں کے قبیلہ) کے دل اِس قدر ٹھوس ہیں کہ ان میں اِتنی زیادہ محبت ہو ہی نہیں سکتی - ہاں بے عقل باشندگان یمن سے یہ بعید نہیں - لیکن بنی نزار اِس سے کوسوں دور ہیں "

ایک اور راوی تصریح کرتا ہے :

" میں قبیلۂ عامر کے ایک ایک خاندان میں پھرا اور سب سے مجنوں کے متعلق سوال کیا - مگر کسی نے بھی اُس کی واقفیت کا اظہار نہیں کیا - بلکہ سخت انکار کیا "

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے :

" میں نے بنی عامر کے ایک بدوی سے مجنوں کا حال پوچھا - اُس نے بہت سے عامری مجنونوں کے نام بتائے اور اُن کے اشعار سنائے مگر قیس بن ملوح کے وجود سے برابر انکار کرتا رہا "

پھر اُن راویوں پر نظر ڈالو جو اس مجنوں کے واقعات کے راوی ہیں - وہ خود آپس میں سخت اختلاف رکھتے ہیں، حتیٰ کہ اُس کے نام تک پر متفق نہیں - کوئی قیس بتاتا ہے - کوئی مہدی کہتا ہے - کوئی اقرع قرار دیتا ہے - کوئی بحتری پر زور دیتا ہے - پھر اُس کے حسب و نسب کے بارے میں اختلاف شروع ہوجاتا ہے - پھر خود اُس کا جنون بھی سب تسلیم نہیں کرتے - کوئی کہتا ہے، وہ بالکل دیوانہ تھا - کوئی اُسے عاقل گردانتا ہے - اصمعی کا قول ہے " وہ مجنون نہیں تھا - صرف ابو حیۃ نمیری کی طرح تھوڑی سی سنک تھی " اِس کے بعد یہ بحث شروع ہوتی ہے، آخر وہ مجنوں کیسے مشہور ہوا ؟ بعض کہتے ہیں " وہ پہلے ہی سے دیوانہ تھا " بعض اِس کے خلاف ہیں اور یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ " اُس نے ایک شعر میں اپنے آپ کو مجنوں کہا تھا - اِس لیے اُس کا یہ لقب پڑگیا جیسا کہ بہت سے شعراء کا حال ہے - مثلاً نابغہ " اختلاف ابھی ختم نہیں ہوتا، بلکہ جنون کے سبب تک پہنچتا ہے - کچھ لوگ کہتے ہیں " محبت نے اُسے دیوانہ بنا دیا تھا " بعض کہتے ہیں " در اصل اُس نے اپنے ایک شعر میں خدا کی مشیئت پر اعتراض کیا تھا، اس لیے خدا نے اُس پر اپنا قہر نازل کیا، اور دیوانہ ہوگیا "

وہ شعر یہ ہے : (اور کیا بے نظیر شعر ہے !)

قضاها لغیری و ابتلانی بحبها
فهلا بشیئ غیر لیلیٰ ابتلانیا ؟

(خدا نے میری محبوبہ کو تو دوسرے کے لیے کردیا - لیکن مجھے اُس کی محبت میں مبتلا کردیا - کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ لیلیٰ کے سوا مجھے کسی دوسری مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ؟)

بعض راوی اِس کا رد کرتے ہیں - اُن کا بیان ہے کہ خدا کا قہر جنون کی شکل میں نہیں بلکہ برص کی شکل میں اُترا تھا - غرضکہ جتنے منہ اُتنی ہی باتیں ہیں - ایسی صورت میں کون یقین کرسکتا ہے کہ مجنوں جیسا کوئی مشہور شخص دنیا میں کبھی موجود تھا ؟

بلا شبہ یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر مجنوں موجود نہ تھا تو یہ پورا قصہ کہاں سے آگیا ؟ اس کا جواب خود ادب اور شعر کے راویوں نے دیدیا ہے - ابن کلبی لکھتا ہے :

" بنی امیہ کا ایک نوجوان اپنی چچیری بہن پر عاشق ہوگیا تھا - جوش عشق میں اُس نے اشعار کہے - پھر ڈرا، مبادا راز کھل جائے اور طرفین کی رسوائی ہو - لہذا اُس نے اس راز داری کے لیے مجنوں کا نام اختراع کرلیا اور اپنے اشعار اُس کی طرف منسوب کردیے "

پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اُس زمانہ میں شعر و ادب کے ایسے راوی موجود تھے جنکا کام محض لوگوں کا دل بہلانا اور گرمی صحبت کے لیے داستانسرائی کرنی تھی - وہ اشعار و حکایات بناتے تھے اور بصرہ، کوفہ، بغداد وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں پھیلا دیتے تھے - جس طرح آج کل کے بعض اخبار نویس لندن اور پیرس میں طرح طرح کے افسانے مشہور کردیا کرتے ہیں - یہ معمولی لوگ نہ تھے - اِن میں ایسے لوگ بھی داخل تھے جنھیں آج کل ثقہ راوی یقین کیا جاتا ہے - اِنھوں نے اشعار و حوادث گڑھنے میں غیر معمولی مہارت حاصل کی تھی - وہ صاحب علم و فکر تھے - اس لیے اُس زمانہ میں بھی عوام اُنھیں صادق و معتبر سمجھتے تھے اور ان کی روایت بغیر شک وشبہ کے قبول کرلیتے تھے - اس طرح کے راویوں میں سے دو راویوں کے نام میں یہاں پیش کرونگا - " حماد راویہ " اور " خلف احمر " ان دونوں شخصوں نے بے شمار مصنوعی واقعات و اشعار بنائے ہیں - یہ دونوں عربی زبان کے ماہر اور بدوی قبائل سے بھی بہتر عربیت کے اسرار و دقائق جاننے والے تھے - دونوں اپنے دین میں متہم اور لہو و لعب کے دلدادہ تھے - بعض ہم عصر شعراء انکے شریک حال ہوئے تھے - اسلیے ان کے راز جانتے تھے اور انکی صداقت میں شبہ کرتے تھے -

یہ حال صرف رواۃ ادب و شعر ہی کا نہیں ہے - اہل علم جانتے ہیں کہ انساب، سیر، اور فتوح و غزوات کے بہت سے راوی بھی ایسے ہی تھے - سیرت ابن ہشام اٹھاکر دیکھو - اس میں ایک بڑا ذخیرہ اشعار کا پاؤگے - لیکن خود ابن ہشام روایت کے بعد تصریح کرتا جاتا ہے " فن شعر کے اکثر عالم اس قصیدہ سے انکار کرتے ہیں "

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی ہین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ھے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار ' پراني قلمي اور مطبوعه کتابیں ' پراني تصویریں ' پرانے سکے اور نقوش ' پرانے زیور ' آرائش و تزیئن کا ہر قسم کا سامان ' اور ہر طرح کے پرانے صنعتي عجائب و نوادر ' اگر آپ کو مطلوب ھیں ' تو ہم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم ھماري نمایش گاھوں اور ذخائر کي فہرستیں ھي منگوا لیجیے - اھل علم اور اھل دولت ' دونوں کیلیے ھمارا ذخیرہ قیمتي ھے -

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولي مصارف و مساعي کے بعد حاصل کیا گیا ھے -

دنیا کے تمام قدیم تمدني مرکزوں مثلاً مصر ' شام ' فلسطین ' ھندوستان ' ایران ' ترکستان ' چین ' وغیرہ ممالک میں ھمارے ایجنٹ ھمیشه گردش کرتے رھتے ھیں -

با این ھمه

قیمتیں تعجب انگیز عہد تک ارزاں ھیں !

براعظم یورپ ، امریکه ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل ' کتب خانے ' اور عجائب خانے ' ہم سے نوادر حاصل کرتے رھتے ھیں - قاھرہ کے نئے ایوان شاھي کے نوادر ابھي حال میں ہم ھي نے فراھم کیے ھیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود ھوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بھي پہلے ہم ھي سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن ھے که ھمارا سفري یا مقامي ایجنٹ آپسے مل سکے -

کے باپ نے قیس کو اپني لڑکي دینے سے انکار کردیا - سبب یه بتایا که قیس اُس کي لڑکي پر عاشق هے اور عشق طشت از بام هوچکا هے - بعینه یهي واقعه هم دوسرے عشقیه قصوں میں بھي پاتے هیں - یه گویا اُس عهد کے عشقیه قصوں کا ایک مقبول عام انداز بیان تها - راویوں کا بیان یه هے که عربوں میں یه رسم تهي که وه عاشق سے لڑکي کا بیاه نهیں کرتے تهے - میں نهیں جانتا یه بیان صحیح هے یا غلط ؟ عرب جاهلیة کا دستور تو اِس کے برعکس تها - گمان غالب یه هے که راویوں نے یه دستور محض اپنے دل سے ایجاد کیا هے تا که عشقیه قصوں میں عشاق کي محرومیوں کي ایک معقول وجه هاتهه آجاے -

یه واقعه بھي کچهه کم مضحکه انگیز نهیں که خلیفهٔ وقت نے اعلان کردیا تها که اگر قیس، پرده میں بیٹھنے کے بعد بھي لیلی سے تعرض کرے تو قتل کر ڈالا جائے - پہلے واقعه کي طرح یه واقعه بھي اکثر عشقیه قصوں میں دهرایا گیا هے - هم بجا طور پر سوال کرسکتے هیں که کیا خلفاء کیلیے بجز اِسکے کوئي کام باقي نهیں رها تها که بدوي عاشقوں کے معاملات محبت میں حاکمانه مداخلت کرتے رهیں ؟ کبھي آنکے قتل کا حکم دیں - کبھي اُنهیں معاف کردیں ؟ آخر وه کون سي شرعي بنیاد تهي جس کي بنا پر وه اِس قسم کے احکام صادر کرتے تهے ؟ کیا شریعت میں بے اختیارانه عشق اِتنا بڑا مجرم هے که اُس کي تعزیر قتل هے ؟

اِسي طرح یه واقعه بھي ایک پر لطف ایجاد هے که قیس جنون عشق میں وحشي هوگیا تها - اِیسا وحشي که اُس کا جنگل کے سوا کهیں جي نهیں لگتا تها - هرنوں سے موانست هوگئي تهي - اور شب و روز کا ساتهه تها - داستان گو کي مبالغه پسندي کے لیے اِتنا کافي نه تها - وه ایک قدم اور آگے بڑهتا هے، اور همیں بتلاتا هے که ایک دن وه (راوي) قیس کي جستجو میں اُس درخت تک پهنچ گیا جسکے نیچے قیس هرنوں کے ساتهه بسیرا لیتا تها - اور اِس طرح پهنچا که نه تو قیس کو اُسکي خبر هوئي، نه اُسکے رفیق و مونس هرنوں کو - پہلے یه سراغ رساں راوي چپکے سے درخت پر چڑه جاتا هے، پهر اُترتا هے اور قیس سے سوال و جواب شروع کر دیتا هے - هرن آواز سنتے هي بهاگ گئے - قریب تها که قیس بھي چل دے - مگر راوي نے فوراً لیلی کا نام لے لیا - علي بابا کے "سم سم" کي طرح "لیلي" کے لفظ نے فوراً اپنا طلسمی اثر دکهایا اور قیس کي وحشت دور هوگئي - اب وه آدمیت سے باتیں کرنے لگا - لیکن پهر اچانک ایک نازک بدن هرني نظر آگئي اور اُس کا جوش جنوں از سرنو تازه هوگیا !

یه سب راویوں کا تخیل و تصنع هے - هم اِسے هرگز واقعه نهیں سمجهه سکتے - یه مبالغه کي ایک خاص قسم هے - داستان گو جب معقول گفتگو کرنے سے عاجز هو جاتے هیں تو بے سروپا باتیں شروع کر دیتے هیں - اکثر قدیم عشقیه قصوں میں یهي چیز نظر آتي هے - دنیا کي سب سے پراني قصصي نظم الیڈ کا بھي یهي حال هے - یوناني شعر و ادب کے مغربي نقادوں نے اِسي اسلوب پر الیڈ کي بھي تنقید کي هے - اُسکے غیر معقول رکیک، اور مبالغه آمیز اشعار کم زور شعراء کا الحاقي کلام قرار دیا هے - اور معقول و دلچسپ اشعار کو ماهر شاعروں کا تخیل بتایا هے - (یعنے اُن مغربي نقادوں نے جنهوں نے هومر کے حقیقي وجود سے انکار کیا هے)

میرے خیال میں اِس تفصیل کے بعد اگر مجنوں کے ساتهه بهت رعایت کي جائے اور اُسے محض خیالي شخص نه قرار دیا جائے، جب بھي اُسکے مشکوک و مشتبه هونے میں تو کلام نهیں هوسکتا - بلا شبه بحث کا خاتمه شک و انکار پر ناپسندیده هے - لیکن همیں علم و حقیقت کي خاطر کبھي کبھي اس پر مجبور هوجانا پڑتا هے -

همارے سامنے متعدد عشقیه عربي قصے موجود هیں - یه قصے کئي باتوں میں باهم مشترک هیں اور کئي باتوں میں مختلف هیں - مثلاً یه چیز سب میں یکساں طور پر موجود هے که ان تمام قصوں کے ابطال عشق (هیروز) بدوي هیں - سب کي محبت یکساں طور پر انتهائي قسم کي هے - محبت نے سب کو یکساں طور پر بڑي بڑي تکلیفیں دیں - سب کي محبت پاک تهي - سب نے تقریباً ایک هي طرح اپنے جذبات کا اپنے اِشعار میں اظهار کیا هے - سب کے اشعار رقیق اور تقریباً ایک هي درجه کے هیں - سب کے واقعات، مصائب، طرز عمل، اور خلفاء و حکام کي مداخلت کي نوعیت بھي یکساں هے - اِختلاف صرف اُن کے ناموں میں هے، اُن کے قبائل میں هے، یا اُس ماحول میں جس میں انهوں نے پرورش پائي تهي -

قیس بن ملوح (مجنوں) کے انکار اور قیس بن ذریح (عاشق لبنی) میں شک کرنے کے بعد همیں اُن کي جگه دوسرے اشخاص یا دوسري چیزیں قائم کرني چاهئیں، ورنه بحث بے نتیجه هوگي - نفي و سلب کے بعد اثبات و ایجاب ناگزیر هے - میري رائے میں قیس بن ملوح، قیس بن ذریح، جمیل بن معمر، اور عروه بن حزام کي جگه صحیح لفظوں میں صرف ایک چیز ثابت و موجود هے - یعني عهد مولدین کے قصص عشقیه کا فن اور مذهب (اسکول) میرا یقین هے که یه فن، عهد اموي میں ظاهر هوچکا تها، یا کم سے کم اُس کي نمایاں بنیادیں پڑچکي تهیں - آهسته آهسته اِس میں ترتیب و ترقي هوئي، یهاں تک که ایک مستقل فن بن کر موجوده زمانه کي عشقیه قصه نویسي کے قریب قریب پهنچ گیا -

اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مجهے اس کي کوئي پروا نهیں که قیس بن ملوح کي شخصیت تاریخي هے یا غیر تاریخي ؟ میرے سامنے چند عشقیه قصے موجود هیں : قصهٔ قیس بن ملوح، قصهٔ قیس بن ذریح، قصهٔ جمیل بن معمر ... وغیره - اب میري بحث کا موضوع یه قصے هیں جنهیں متمدن تخیل نے پیدا کیا هے، نه که خود عشاق - مجهے وه اشخاص تلاش کرنے چاهیئیں جنهوں نے یه قصے بنائے - نه که وه عشاق جن کے حالات یه قصے بیان کرتے هیں - مجهے قصه نویسوں کي اختراعي قابلیت اور نظم و نثر میں اُن کي مهارت فني سے بحث کرني هے - مجهے اُس ادبي فن پر غور کرنا چاهیے جو ادب و علوم کي دوسري شاخوں کي طرح، اسلام سے پہلے عرب میں نا پید تها، اور اسلامي تمدن کے گهواره میں پیدا هوگیا -

بلا شبه میں جانتا هوں، اِس بحث کي راه میں سخت موانع درپیش هیں - یهي ایک مانع کیا کم هے که ان قصوں کے مصنفوں کے نام معلوم نهیں - تاهم همیں چاهیے که ادب عربي کي خصوصیات و کمالات کي تحقیق و کشف کے لیے اس دشوار گزار وادی میں قدم اٹهائیں، اور اِن قصوں کا ادبي تجزیهٔ و تعلیل کرکے اُن کا عیب و هنر الگ الگ دکهادیں - همیں چاهیے که عهد اموی کے اُن ادبي، اخلاقي، سیاسي، اجتماعي، اسباب کا سراغ لگائیں جنهوں نے ان قصوں کے لیے پہلے پهل زمین طیار کي، اور پهر ان اسباب کي بھي جستجو کریں جنسے عهد عباسي میں یه تمام عمارتیں منهدم هوگئیں -

اصل یه هے که عرب ' روم ' ایران ' اور یونان؛ باهم بهت حد تک مشابه هیں - رومیوں نے یونان پر جنگي فتح حاصل کي تهي مگر یونان نے رومیوں پر ادبي فتح پا لي - یهي حال عربوں کا هوا - اُنهوں نے ایران کو اپنے قومي جوش سے مسخر کیا ' مگر خود ایراني ادب و ذهنیت سے مغلوب هوگیے - اس ادبي فتح کے جلوے روم اور بغداد میں یکساں طور پر نظر آتے هیں - یونان اور ایران ' دونوں نے یه کیا که روم اور عرب کے تمدن پر دست درازي کي اور قطع و برید کرکے اسے مسخ کرڈالا - یهي صورت حال انساب اور تاریخ و سیر میں بهي پیش آئي هے -

ان وجوه کي بنا پر همیں پورا حق هے که اپنے ثقه راویوں کي روایت پر بهي شبه کریں - اور جب وه مجنوں جیسے قصه میں اس قدر باهم مختلف هوں تو اور بهي زیاده شک و احتیاط کریں -

همارے پاس بحث و تحقیق کا ایک طریقه اور بهي هے - لیکن وه محض ایک فني طریقه هے - تاریخ سے تعلق نهیں رکهتا - مجنوں کے اشعار میں هم اِس طریقه سے کام لے سکتے هیں - شعر همیں خود بتادے گا که یا تو وه بتکلف بنایا گیا هے ' اس لیے محبت کا سچا جذبه پیش نهیں کرتا - یا مختلف شاعروں کا کلام هے اور راویوں نے سهواً یا عمداً اُسے مجنوں کي طرف منسوب کر دیا هے -

جاحظ نے بالکل ٹهیک کها هے :

" کوئي شعر نهیں جس میں لیلیٰ کا ذکر هو اور لوگوں نے قیس بن ملوح (مجنوں) کي طرف منسوب نه کر دیا هو - اور کوئي شعر نهیں جس میں لبنیٰ کا ذکر هو اور قیس بن ذریح کے سر تهوپ نه دیا گیا هو - یه واقعه هے که مجنوں کي طرف بهت سے شعر منسوب کر دیے گئے هیں ' حالانکه خود مجنوں کو اُنسے کوئي تعلق نهیں - یه شعر اُن شاعروں کے هیں جو نه تو مجنوں تهے ' اور نه محبت نے اُنکا وه حال کر دیا تها جو مجنوں کا تها "

شاعر کي تحقیق کس طریقه پر کرني چاهیے ؟ خود شاعر کي شخصیت سب سے پهلي چیز هے - یه اس لیے که شاعر اپنے شعر میں اپني شخصیت ضرور رکهتا هے - اگر شاعر ' کامل هے تو اُسکا دیوان اُسکي نفسیت اور جذبات کا آئینه اور اُسکي پوري شخصیت کا مظهر هوتا هے - اُس کي مختلف نظموں میں ایک هي روح ' ایک هي نفسیت ' ایک هي قوت کار فرما نظر آئیگي - بلا شبه تمام اشعار یکساں نه هونگے - لطافت و رونق اور رقت و جودت میں کمي بیشي هوگي - لیکن شاعر کي شخصیت سب میں نمایاں هوگي ' اور وحدت شعري اِس درجه واضح هوگي که ذوق سلیم فوراً فیصله کر دیگا که یه شعر فلاں کا هے یا یه شعر فلاں شاعر کے اسلوب پر هے - همارے خیال میں یه طریق تحقیق نا قابل شک اور فنون ادب میں یکساں طور پر قابل عمل هے - خصوصاً شعر غنائي (گانے کے اشعار) میں اُسکي اهمیت غیر معمولي هے - کیونکه شعر کي یه صنف ' نفس کا شفاف آئینه اور جذبات کا سچا مظهر هوتا هے -

اِس اصول کي بنا پر کیا هم مجنوں کے اشعار میں اُس کي کوئي نمایاں شخصیت دیکهه سکتے هیں ؟ میرا دعویٰ هے که نهیں - لِس دعوے کے ثبوت میں بحث دراز کرني نهیں چاهتا - میري تحقیقات کا خلاصه مختصر لفظوں میں یه هے که مجنوں کي طرف جتنے اشعار منسوب کیے گئے هیں ' وه :

(١) یا تو مشهور شعراء کے هیں اور راویوں نے غلطي سے مجنوں کي طرف منسوب کر دیے هیں -

(٢) یا مجهول شعراء کے هیں اور لیلیٰ کا ذکر دیکهکر لوگوں نے مجنوں کے سمجهه لیے هیں -

(٣) یا خود راویوں نے جان بوجهه کر بنائے هیں -

(۴) یا مغنیوں نے اپني گرم بازاري کے لیے گڑهے هیں اور مجنوں کے سر تهوپ دیے هیں -

میں نے بڑي کوشش کي ' مگر ان اشعار میں کسي مشترک شخصیت کي روح نه دیکهه سکا -

مجنوں کے بارے میں اپني رائے ایک اور طریقه سے بهي هم ثابت کر سکتے هیں - وه یه که راوي اُس تعلق کي نوعیت بیان کرنے میں بهي بهت مختلف هیں جو قیس بن ملوح (مجنوں) اور لیلیٰ کے درمیان تها -

بعض کهتے هیں لیلیٰ مجنوں میں بچپنے هي سے تعارف هوگیا تها - دونوں بکریاں چرایا کرتے تهے - آهسته آهسته دل کو تعلق هوا - یهاں تک که بچپنے کے اُنس نے جواني میں عشق کي صورت اختیار کرلي - جوان هونے پر لیلیٰ قیس سے چهپا دي گئي تهي - اِس صدمه نے اُسے مجنوں بنا دیا -

بعض یه قصه تسلیم نهیں کرتے - اُن کا دعویٰ هے که دونوں میں بچپن سے تعارف نهیں هوا - بلکه اتفاق سے ایک سفر میں ملاقات هوگئي - ایک سفر میں قیس نے چند نازنینیں دیکهیں - سلام کیا - اُنهوں نے جواب دیا اور بات چیت کے لیے بٹها لیا - قیس سواري سے اُترا - امرؤ القیس کي طرح اپني اونٹني ذبح کرڈالي اور گوشت بهون بهون کر اُنهیں کهلانے لگا - یهاں تک که شام هوگئي - شام کو ایک اور نوجوان وارد هوا - سب لڑکیاں قیس کو چهوڑ کر اُس کي هو رهیں - اِس پر قیس خفا هوکر چلا گیا اور جوش میں اشعار کهے - دوسرے دن صبح پهر اُدهر گیا تو لڑکیاں موجود نه تهیں - صرف لیلیٰ موجود تهي - اُس نے قیس کو بلایا - قیس نے کل کي طرح پهر اپني اونٹني ذبح کي اور محبت کا اظهار کیا - ابتدا میں لیلیٰ نے بے رخي دکهائي - قیس بهت غمگین هوا - لیکن پهر لیلیٰ کو ترس آگیا - اپني محبت کا بهي اعتراف کرلیا -

بعض اِسے بهي تسلیم نهیں کرتے - وه کهتے هیں - قیس عورتوں کے صحبت کا دلداده تها - لیلیٰ ایک سرو قامت ' خوش اندام ' خوش رفتار ' نازک بدن دوشیزه تهي - قبیله کے نوجوان اُس کے هاں بیٹهتے اُٹهتے تهے - قیس نے سنا تو وه بهي آنے جانے لگا - آخر کار دام محبت میں گرفتار هوگیا !

اِسي قسم کي اور روایتیں بهي هیں - اِنسے صاف معلوم هوتا هے که لیلیٰ کي شخصیت بهي قیس سے کچهه کم ما به النزاع نهیں هے - ایک روایت میں اُسے بکریاں چرانے والي لڑکي بنایا هے - دوسري میں بدوي دوشیزه ' جو نوجوانوں کو روکتي اور اُن سے گفتگو کرنا پسند کرتي هے - تیسري میں اُس وضع کي ایک مهذب اور نستعلیق خاتون ' جیسي بڑے بڑے اسلامي شهروں میں هوا کرتي تهیں - کیا صرف یهي ایک اختلاف ' لیلیٰ کي شخصیت مشتبه کر دینے کے لیے کافي نهیں هے ' جیسا که پهلا اختلاف مجنوں کي شخصیت پوري طرح مشکوک کر دیتا هے ؟

مجنوں کے قصه میں اور بهي اندروني شهادتیں ایسي موجود هیں جو میري رائے کي تائید کرتي هیں - مثلاً یه روایت که لیلیٰ

صحبت اور معاشرت بھي اکتسابي تعليم و تربيت کا سب سے بڑا ذريعہ ھے، بلکہ بسا اوقات درس و تدريس کي باقاعدہ تعليم سے بھي کہيں زيادہ موثر ھوتي ھے - ليکن جہاں تک اُسکي زندگي کے حالات روشني ميں آئے ھيں، کوئي قرينہ اِس کا موجود نہيں کہ اُسے مشرق و ايشيا کي عام مقلدانہ و رسمي سطح سے کوئي بلند درجہ کي صحبت ملي ھو-

سير و سياحت بھي ذھن کي نشو و ترقي کا بہت بڑا ذريعہ ھے، ليکن اُس نے اپني ابتدائي زندگي ميں ھندوستان اور حجاز کے سوا اور کسي مقام کا سفر نہيں کيا تھا - ظاھر ھے کہ اِن دونوں مقامات ميں کوئي سرچشمہ ايسا موجود نہ تھا جس سے ايک مجتہدانہ فکر و نظر کي پيدايش ھو سکے - انيسويں صدي کے اوائل ميں اِن مقامات کا تعليمي تنزل منتہاء کمال تک پہنچ چکا تھا -

قسطنطنيہ ميں بار دوم : سنہ ۱۸۹۲

سب سے زيادہ يہ کہ اُس نے جتني بھي اور جيسي کچھہ بھي تعليم حاصل کي تھي، وہ وھي تعليم تھي جو بجاے خود مسلمانوں کے ذھني تنزل کي پيداوار ھے اور کئي صديوں سے اسلامي دنيا کے دماغي تنزل کا سب سے بڑا سبب بن گئي ھے - اس تعليم سے ذھن و فکر کي تمام قوتيں پژمردہ ھو جا سکتي ھيں، ليکن آزادانہ نشو و نما نہيں پا سکتيں -

بااين ھمہ وہ سنہ ۱۸۷۰ - ميں جب کہ اُس کي عمر بہ مشکل تيس برس کي ھوگي، يکايک قاھرہ ميں نماياں ھوتا ھے، اور صرف چاليس دن کے قيام سے اس عظيم مشرقي دار الحکومت کے تمام علمي حلقوں کو اپني طرف متوجہ کر ليتا ھے - حتیٰ کہ اُس کي "عجيب اور نئي قسم کي علمي قابليتوں" کي شہرت دار الخلافۃ قسطنطنيہ تک پہنچتي ھے، اور اس کي تمام اصلاحي اور انقلابي قوتيں نماياں ھوجاتي ھيں!

وہ ادب عربي کا ايک عجمي متعلم تھا جس نے بعيد ترين عجمي ممالک ميں عجمي اساتذہ سے ناقص اور گمراہ قسم کي ادبي تعليم حاصل کي تھي - ليکن وہ عربي زبان کے سب سے بڑے مرکز، قاھرہ ميں سب سے پہلے صحيح و صالح فن عربيۃ کا درس ديتا ھے اور عربي کتابت و تحرير کا ايک نيا دور پيدا کر ديتا ھے - آج مصر و شام کے تمام مشاھير اھل قلم اعتراف کرتے ھيں کہ "کتابت عربيہ ميں ھم سب اسي عجمي کے عيال ھيں" موجودہ عہد ميں عربي کا سب سے بہتر کاتب، شيخ محمد عبدہ تھا، اور وہ اسي کا شاگرد تھا!

اُس نے علوم حکميہ کي جسقدر بھي تعليم حاصل کي تھي، وہ وھي موجودہ مدارس عربيہ کے متون و شروح کي عقيم و کج انديش تعليم تھي، ليکن وہ ذھين و مستعد طلبا کي ايک جماعت منتخب کرکے علوم حکميہ کا درس و املاء شروع کرديتا ھے، اور قديم معقولات کي وہ تمام گتھياں ايک ايک کرکے واضح کرتا ھے جنکے اعتقاد و جمود نے صديوں سے مشرقي دنيا کا ذھني ارتقا معطل کرديا ھے!

مذھب اور علم، دونوں ميں اُسکي مصلحانہ ذھنيت نماياں ھوتي ھے، اور کسي گوشہ ميں بھي اُسکے قدم وقت کي مقلدانہ سطح سے مس نہيں ھوتے - سياست ميں وہ سر تاپا انقلاب کي دعوت ھوتا ھے، اور جہاں کہيں جاتا ھے، چند دنوں کے اندر مستعد اور صالح طبيعتيں چن کر انقلاب و تجدد کي روح پھونک ديتا ھے - اُس نے بہ يک وقت مصر، ايران، اور عراق؛ تينوں مقامات ميں اصلاح و انقلاب کي تخم ريزي کر دي!

وہ اپنے اولين قيام مصر سے تقريباً بارہ برس بعد پہلي مرتبہ يورپ کا سفر کرتا ھے، اور پيرس ميں وقت کے سب سے بڑے فلسفي اور علم و دين کي نام نہاد نزاع ميں سب سے بڑے حريف دين و مذھب، پروفيسر رينان سے ملتا ھے - وہ پہلي ھي ملاقات ميں اِس "عجيب الاطوار مشرقي فيلسوف" سے اس درجہ متاثر ھوتا ھے کہ اخبار طان ميں سيد موصوف کے ايک مقالہ کا رد کرتے ھوے لکھتا ھے:

"ميں نے اسکے شخصيت ميں ابن سينا اور ابن رشد کي روح ديکھي" جيسا کہ اوپر گزر چکا ھے - ياد رھے کہ انسان کي قابليت کيسي ھي کيوں نہ ھو، ليکن مخاطب کے تاثر کے ليے وہ بہت کچھہ قوت بيانيہ اور فصاحت تکلم کا محتاج ھوتا ھے - جس وقت سيد جمال الدين رينان سے پيرس ميں اور لارڈ سالسبري سے لندن ميں ملا ھے، اُس وقت اسکي فرانسيسي زبان کي تعليم کي تاريخ صرف اتني تھي کہ اثناء قيام مصر ميں ايک شخص سے لاطيني الف بے قلمي لکھوا لي تھي، اور پھر کچھہ عرصہ کے بعد ايک کتاب خريد لي تھي جو عربي ميں فرانسيسي کي ابتدائي تعليم کيليے لکھي گئي تھي - کوئي ثبوت موجود نہيں کہ اُس نے کسي انسان سے باقاعدہ فرانسيسي زبان کي

ايران ميں بار دوم : سنہ ۱۸۹۰

پیرس میں : سنہ ۱۸۸۳

قسطنطنیہ میں : سنہ ۱۸۷۰

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

قائدین فکر

سید جمال الدین اسد آبادی

" تقریباً دو ماہ گزرے هیں کہ ایک شخص سید جمال الدین نامي سے میري ملاقات هوئي - اس شخص کي شخصیت کا میرے دماغ پر جو اثر پڑا ' وہ ایسا هے جو بہت کم شخصیتیں مجھہ پر ڈال سکي هیں - یہ اثر بہت قوي اور گہرا تھا ' اور اسي کا نتیجہ هے کہ مجھے خیال هوا ' سوربون یونیورسٹي کے خطبات کا موضوع یہ قرار دوں کہ " اسلام اور اس کا علم سے علاقہ " سید جمال الدین کي ذهنیت ایک ایسي ذهنیت هے جو رسمي اسلام کے موثرات کي پوري طرح مقاومت کرسکتي هے - میں جب اس شخص سے باتیں کر رها تھا ' تو اس کے افکار کي آزادي ' طبیعت کي فضیلت ' اور اظہار حقیقت کي جرات دیکھکر مجھے خیال هوا " میں اس وقت اُن مشاهیر عالم میں سے کسی ایک کو مخاطب کر رها هوں جو دنیا کے گزشتہ علمي زمانوں میں گزر چکے هیں اور جن سے تاریخ کے ذریعہ هم نے واقفیت حاصل کي هے - مثلاً گویا ابن سینا ' ابن رشد ' یا اُن حکماء عظام میں سے کسی حکیم کو اپنے سامنے دیکھہ رها تھا جنھوں نے فکر انساني کو جہل و اوهام کے قیود سے نجات دلانے کیلیے تاریخ عالم کي پانچ صدیوں تک اپني شجاعانہ جد وجہد جاري رکھي تھی " ! (فیلسوف رینان)

۳۰ - برس کي عمر میں مصر کا پہلا سفر : سنہ ۱۸۶۹

(سید جمال الدین)

انیسویں صدي کي تاریخ مشرق نے اصلاح و تجدد کي جس قدر شخصیتیں پیدا کي هیں ' اُن میں کوئي شخصیت بھي وقت کي عام پیداوار سے - اس قدر مختلف اور اپني طبعي ذهانت اور غیر اکتسابي قوتون مین غیر معمولي نہیں هے ' جس قدر سید جمال الدین کي شخصیت هے - بغیر کسي تامل کے کہا جا سکتا هے کہ مشرق جدید کے رجال تاریخ اور قائدین فکر کي صف میں اُس کي شخصیت کئي اعتبار سے اپنا سہیم و شریک نہیں رکھتي !

دالکتہ میں : سنہ ۱۸۷۹

وہ ایک گمنام اور مجہول ماحول میں پیدا هوا - ایسے مجہول ماحول میں کہ آج تک یہ بات بھي قطعي طور پر معلوم نہ هوسکي کہ وہ في الحقیقت باشندہ کہاں کا تھا ؟ اسعد آباد کا جو هرات کے قریب اور افغانستان میں واقع هے ' یا اسد آباد کا جو همدان کے قریب اور ایران میں واقع هے ؟

اُس کے وطن کي طرح اُس کي ابتدائي زندگي کے حالات پر بھي ظن و تخمین کے پردے پڑے هوئے هیں تاهم یہ قطعي هے کہ تعلیم و تربیت کا اسے کوئي موقع ایسا نہیں ملا تھا جو کسي اعتبار سے بھي ممتاز اور قابل ذکر هو - انیسویں صدي کے تنزل یافتہ افغانستان اور پنجاب کے علماء اپنے گھروں اور مسجدوں میں علوم رسمیہ کي جیسي کچھہ تعلیم دیا کرتے تھے ' زیادہ سے زیادہ تعلیم جو اُس نے حاصل کي تھي ' وہ وهي تھي - جن اُستادوں سے اُس نے تعلیم حاصل کي ' وہ بھي یقیناً معمولي درجہ کے تھے - اُن میں کوئي شخص ایسا نہ تھا جس کی علمي شخصیت قابل ذکر هو -

دنیا کے نئے تمدني انقلاب اور نئے علوم سے آشنا هونے کا بھي اُسے کوئي خاص موقع حاصل نہیں هوا تھا - اُس کا ابتدائي زمانہ زیادہ تر افغانستان میں بسر هوا ' یا ایک روایت کے مطابق ایران میں ' اور یہ دونوں مقامات اُس وقت مغربي تمدن و علوم کي تعلیم و تعلم کا کوئي سامان نہیں رکھتے تھے -

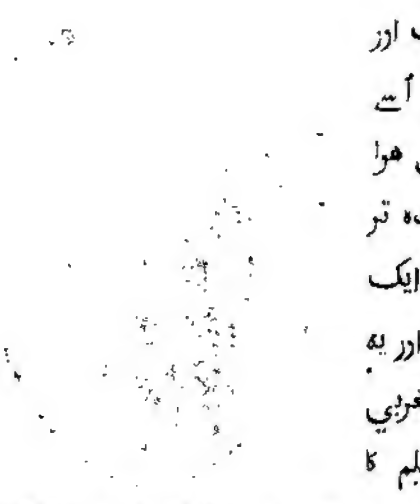

بصرہ میں بہ لباس عربي سنہ ۱۸۸۹

اِس منارہ کي تعمير سے غرض یہ تھي کہ جہازوں کو کھاڑیوں اور چٹانوں سے ھوشیار کیا جائے اور بندرگاہ کا سیدھا راستہ دکھا دیا جائے - اِس وقت مختلف مقامات میں کئي اور منارہ بھي موجود ھیں - مثلاً "منارۂ ارستیا" لیکن اِن مناروں سے بعض خطرے بھي پیدا ھوگیے ھیں - کیونکہ اُنکي روشني دور سے ستارہ کي طرح معلوم ھوتي ھے اور جہازوں کو راستہ بھلا دیتي ھے "

مورخ نے منارہ کا خرچ ۸۰۰ وزن بتایا ھے - اِسکے معني یہ ھوئے کہ تقریباً ۱۵ - لاکھہ روپے صرف ھوئے تھے - منارہ کي عظمت کے مقابلہ میں یہ رقم بہت کم معلوم ھوتي ھے -

منارہ کا بنانے والا سوسٹراٹس سکندر اعظم کے مشہور معمار ڈیمکراٹیس کا بیٹا تھا - اِسنے اپنا نام منارہ پر اِن لفظوں میں کندہ کیا تھا :

" کنیڈوس کے باشندے سوسٹراٹس ولد ڈیمکراٹیس کي طرف سے نجات دینے والے دیوتاؤں کو ھدیہ ' تاکہ وہ سمندر میں سفر کرنے والوں کو نجات بخشیں "

جن سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے تیرھویں صدي عیسوي میں یہ منارہ دیکھا تھا ' اُنکا بیان ھے کہ یہ ۶۰۰ فٹ یعني سو قد آدم بلند تھا - عمارت کي وضع بابلي تھي - کئي منزلیں اوپر نیچے تھیں - ھر منزل اپنے نیچے کي منزل سے چھوٹي اور اوپر کي منزل سے بڑي تھي - زیریں دو منزلیں مربع تھیں اور اوپر کي دو مستدیر تھیں - ھر منزل میں ایک بڑا روشن دان تھا - بنیادیں سنگلاخ تھیں اور چونے کي جگہ سیسہ کي جڑائي کي گئي تھي تا کہ سمندر کي موجیں نقصان نہ پہنچا سکیں - پوري عمارت سنگ مرمر کي تھي - چوٹي پر ایک بہت بڑا تنور تھا - اس میں شب و روز آگ جلا کرتي تھي - رات کو اُس سے روشني حاصل ھوتي اور دن کو دھواں نکلتا رھتا -

کہا جاتا ھے کہ منارہ کے اندر تین سو کمرے تھے اور انمیں فوجي پہرا رھتا تھا -

بعض قدیم راویوں نے بیان کیا ھے کہ مینار کي زمین پر شیشہ جڑا تھا اور چوٹي پر ایک عظیم الشان آئینہ لگا تھا جسے حرکت دے سکتے تھے اور اُسکے ذریعہ آفتاب کي شعاعیں جمع کرکے سو میل کی مسافت پر جہاز جلا دیے جاتے تھے - لیکن یہ محض بے بنیاد باتیں ھیں - البتہ یہ ممکن ھے کہ معمار نے کوئي معدني آئینہ اِس غرض سے لگا دیا ھو کہ روشني میں اضافہ ھو جائے -

فتح مصر کے بعد عربوں نے ایک مدت تک اِس منارہ کي حفاظت کي اور اُس سے کام لیتے رھے - لیکن ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں شہنشاہ قسطنطنیہ نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلیے ایک مکار آدمي دمشق بھیجا اور اُس نے یہ کہکر خلیفہ کو دھوکا دیا کہ اِس منارہ کے نیچے بہت بڑا خزانہ مدفون ھے - خلیفہ نے لالچ میں آکر کھودنے کا حکم دیدیا - لیکن ابھي صرف آدھي عمارت منہدم ھوئي تھي کہ ولید متنبہ ھوگیا اور اُس نے خیال کیا ایسي قیمتي اور مفید عمارت کا ڈھانا سخت غلطي ھے - اس نے انہدام کے روکنے کا حکم دیا اور از سر نو تعمیر کي کوشش کي - لیکن اب اگلي سي تعمیر دشوار تھي - کئي باکمال معماروں نے کوشش کي لیکن کامیاب نہ ھوئے - یہانتک کہ اُسکي چوٹي کا آئینہ زمین پر گرگیا اور پاش پاش ھوگیا - اِسکے بعد نصف عمارت باقي رھگئي تھي - مسلمانوں نے اِسے مسجد بنا لیا تھا - لیکن سنہ ۱۳۷۵ ع میں زلزلہ آیا اور بوڑا منارہ سمندر میں جا گرا - کہا جاتا ھے کہ قلعہ قائٹ بک کے قریب اب تک سمندر کي تہہ میں منارہ کے پتھر چمکتے دکھائي دیتے ھیں -

(٤)

مشتری کا مجسمہ

The Statue of Jupiter

"جوپیٹر" رومانیوں کا مشہور دیوتا ھے - بعینہ یہي دیوتا ' یونان میں "زفس" (Zeus) کے نام سے پوجا جاتا تھا - بلا استثنا تمام قدیم مورخوں نے اِس بت کا ذکر کیا ھے جسے ایتھنز میں "فیڈیاس" نے بنایا تھا - سب اِسے بالاتفاق دنیا کے سات عجائب میں شمار کرتے ھیں - موجودہ دنیا اُس کے نام و نشان سے بالکل خالي ھے - صرف چند سکے دستیاب ھوئے ھیں جن پر اُسکي شکل کا ٹھپا ھے ' اور شہر ایتھنز میں اُسکي بنیادیں اور بیٹھک کا نچلا حصہ بر آمد ھوا ھے -

جرمن ماھرین آثار عتیقہ کي تحقیقات کا نتیجہ یہ ھے کہ " زفس " کا بت خانہ مستطیل تھا - اُسکے دونوں کناروں پر چھہ چھہ ستون اور دونوں پہلوؤں پر ۱۳ - ستون تھے - اندر کا ایوان ۹۵ فٹ لانبا اور ۴۳ فٹ چوڑا تھا ' اور ستونوں کي دو قطاریں کھڑي کرکے تین حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا - "زفس" کا بت درمیاني حصہ میں ایک کنارے پر نصب تھا - بت اصل میں چوبي تھا مگر اُس پر ھاتھي دانت اور سونا جڑا ھوا تھا - ھاتھي دانت جسم کو ظاھر کرتا تھا اور سونا لباس کو -

قدیم مورخ بوسینیا کي تصریح کے مطابق ' بت ایک تخت پر بیٹھا تھا - اُسکے سر پر زیتون کي پتے والي شاخ کا تاج تھا - دھنے ھاتھہ میں فتح کا نشان تھا جو ھاتھي دانت اور سونے سے بني ھوئي عورت کي شکل میں تھا - بائیں ھاتھہ میں عصا تھا ' جس پر مختلف قیمتي معدنیات کي پچے کاري تھي - عصا پر جھکا ھوا ایک گدہ تھا - بت کا جوتا اور تمام لباس ' سونے کا تھا - تخت سونے ' آبنوس ' ھاتھي دانت ' اور جواھرات سے بنایا گیا تھا اور اُس پر بکثرت دلفریب تصویریں منقش تھیں !

ایک روماني شہنشاہ ھارڈین کے ایک سکے میں اِس بت کي تصویر پائي گئي ھے اور اُس سے مورخ موصوف کے قول کي پوري تصدیق ھوتي ھے - فرق صرف اس قدر ھے کہ عصا پر بیان کردہ گدہ موجود نہیں ھے -

بت کي تعمیر کے سلسلہ میں یہ بات مشہور ھے کہ جب اُسکا سر بنانے کا وقت آیا تو لوگوں نے فیڈیاس سے پوچھا " سر کي وضع کیسي رکھوگے ؟ " اُس نے فوراً جواب دیا " میں ھومر کے اِس قول کي پیروي کرونگا : ابن قرونس گویا ھوا - اپني سیاہ ابروؤں والا سر عجب سے ھلایا - بالوں کے گچھے اُسکے لازوال سر پر ھل رھے تھے ! "

بت کي تصویر ایک اور سکہ پر بھي ملي ھے - اِسمیں سر کے بال لانبے ھیں ' اور گردن پر پڑے ھیں - داڑھي بھي گھني اور لمبي ھے اور اُس پر دونوں طرف سے مونچھیں پھیلي ھوئي ھیں -

خیال کیا جاتا ھے کہ ایتھنز میں اِس بت کي تعمیر سنہ ۴۵۰ ق م میں ھوئي تھي -

(عرب مورخین)

ھم آیندہ نمبر میں بقیہ عجائب کا ذکر کرکے بتلائینگے کہ عرب مورخین کي تصریحات کیا ھیں ؟

آثار عتيقه

تعليم حاصل كي هو' ليكن يه واقعه هے كه وه فرانسيسي زبان ميں بهتر سے بهتر تحرير و تقرير كر سكتا تها - تركي ' روسي ' اور انگريزي بهي اسي طرح اس نے سيكهه لي تهي -

مشهور هے كه جب پيرس ميں روسي سفير نے اس سے ملنا چاها ' تو اس نے ملاقات كي تاريخ ايسي مقرر كرائي جو دو هفته بعد آنے والي تهي - اس كے بعد وه ايک كتب فروش كے يہاں گيا اور اس سے كها " مجهے فرانسيسي ميں روسي زبان سكهانے والي كتاب چاهيے - ميں خريد لونگا - بشرطيكه تم اس كا بهي انتظام كردو كه آج سے ايک هفته بعد كوئي روسي زبان بولنے والا آدمي مجهه سے ملاقات كرسكے " كتب فروش نے كتاب بهي دي ' اور ايک ايسے شخص كا انتظام بهي كرديا جو اسي كے يہاں ملازم تها - جمال الدين نے ايک هفته تک بطور خود كتاب ديكهي ' پهر آٹهويں دن سے چودهويں دن تک روز ايک گهنٹه روسي سے باتيں كرتا رها - اور پندرهويں دن وه طيار هوگيا تها كه روسي سفير سے بغير كسي مترجم كي وساطت كے ملاقات كرے !

(سيد كے سوانح حيات)

اگر سيد جمال الدين كي زندگي ميں لوگ اس كے حالات سے واقف نه هوسكے تو يه چنداں عجيب بات نهيں هے - دنيا نے هميشه اپنے اكابر و اعاظم سے ان كي زندگي ميں غفلت برتي هے ' اور جب تک وه دنيا سے رخصت نهيں هوگئے هيں ' ان كے حقوق كا اعتراف نهيں كيا هے - خصوصاً مصلحين و مجددين امم كے ليے تو زندگي ميں تغافل اور موت كے بعد تعظيم و احترام ' اس دنيا كا ايک عام اور غير متغير قانون هے - ليكن يه صورت حال كس درجه عجيب اور تاسف انگيز هے كه اس كي وفات پر پورے تيس برس گزر چكے هيں ' اور وه تمام مشرقي ممالک بيدار هو چكے هيں جهاں اس نے اصلاح و انقلاب كي ابتدائي تخم ريزي كي تهي ' تاهم اس كي زندگي بدستور تاريخ كي روشني سے محروم هے ' اور اس سے زياده مشرق كچهه نهيں جانتا ' جتنا يورپ كے بعض محب شرق اهل قلم نے بتلا ديا هے !

افسوس اس جهل و غفلت پر! هم صرف اپنے قدماء كي شناخت هي كے ليے يورپ كے محتاج نهيں هيں - بلكه اپنے عهد كے اهل فضل و كمال كيليے بهي اس كے محتاج هيں - جب تک وه انگلي سے اشاره كر كے نه بتلادے ' هم خود اپني قوم اور عهد كے بڑے بڑے انسانوں كو بهي نهيں پهچان سكتے !

هندوستان ميں تو الهلال كي اشاعت سے پہلے ' غالباً لوگ سيد جمال الدين كے نام سے بهي آشنا نه تهے - سنه ١٨٧٩ع ميں جب وه حيدرآباد اور كلكته ميں مقيم تها ' تو هندوستاني مسلمانوں ميں سے صرف ايک شخص يعني مرحوم عبدالغفور شهباز تها ' جسے اسكے فضل و كمال كي تهوڑي سي شناخت نصيب هوئي تهي ' اور اس كے چند فارسي مقالات كا اردو ترجمه شائع كيا تها !

حال ميں برلن سے ايک رساله سيد جمال الدين كے اعمال حيات پر شائع هوا هے - اسكے مطالعه سے خيالات ميں بے اختيار جنبش پيدا هوگئي - خيال هوا كه پورے شرح و تفصيل كے ساتهه مشرق جديد كے اس قائد فكر كے سوانح حيات پر نظر ڈالني چاهيے - متفرق لفظوں اور متعدد تصويروں كا يه مرقع جو آج شائع هو رها هے ' اسي سلسلۂ مضامين كي تمهيدي قسط هے -

سات عجائب عالم

(٣)

اسكندريه كا مناره

(THE PHAROS OF ALEXANDRIA)

سكندر اعظم نے مصر فتح كرنے كے بعد هي شهر اسكندريه آباد كيا تها - پچاس سال كے اندر اِس شهر نے پوري ترقي حاصل كرلي ' اور بحر متوسط كي سب سے بڑي بندرگاه بن گيا - سكندر كے بعد اسكے جانشين مصر ميں علم دوست تهے - انهوں نے اسكندريه كو اور رونق دي اور علم و حكمت كا مركز بنا ديا - سنه ٢٨٥ ق م ميں بطليموس اول حاكم هوا - اسنے شهر كي روز افزوں تجارتي ترقي ديكهكر خيال كيا كه رات كے وقت جهاز راني كي سهولت كيليے ايک مناره تعمير كرديناچاهيے - چنانچه اسكندريه كے قريب جزيرۂ فيروس ميں وه مناره طيار كيا گيا اور فيروس كے نام سے مشهور هوگيا -

مورخين ميں اختلاف هے كه اصل ميں يه نام جزيره كا تها يا مناره كا ؟ بهر حال يه واقعه هے كه اِسكے بعد جهاز راني كيليے روشني كے جتنے بهي مناره تعمير هوئے ' انميں سے اكثر " فيروس " هي كے نام سے پكارے گئے - بلكه لاتيني ' اِطالي ' اسپيني ' اور قديم انگريزي زبان ميں تو اِس لفظ كے معني هي مناره روشني كے هوگئے - فرانسيسي ميں ابتک اس معني ميں " فار " كا لفظ مستعمل هے -

خيال كيا جاتا هے كه مصري ' روشني كے مناروں سے واقف تهے ' اور بهت سے مناره بنا چكے تهے - مگر بطليموس كا يه مناره اپني بلندي اور ساخت كي وجه سے بهت ممتاز اور مشهور هوگيا -

مشهور روماني مورخ پليني نے (جو سنه ٧٩ ع ميں آتش فشاں پهاڑ ويزوف كے پهٹنے سے هلاک هوا) اسكندريه كا شهر اور يه مناره ديكها تها - وه لكهتا هے :

"اسكندريه كي ايک شهرۂ آفاق عمارت ' وه برج هے جسے شاه مصر نے جزيرۂ فير ميں تعمير كيا هے - يه جزيره ' اسكندريه كے راسته ميں واقع هے - برج كي تعمير ميں ٨٠٠ وزن خرچ هوئے تهے - بطليموس كي عظمت اور فراخ دلي كي يه شهادت كافي هے كه اسنے برج كے معمار سوسٹراتس كو اجازت ديدي تهي كه اِس حيرت انگيز عمارت ميں اپنا نام كنده كركے بقاء دوام حاصل كرلے !

خوار بچہ چھوڑ گیا - جب بچہ جوان ہوا اور اپنی ماں سے اپنے باپ کا حال سنا تو سخت غضب ناک ہوا اور تمہارے ملک پر ٹوٹ پڑا - اس نے بے حساب مخلوق قتل کی - جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے مغلوبوں کو اس وضع کے اختیار کرنے پر مجبور کردیا جو آج کل تمہاری وضع ہے ! " راوی کا اس قصہ سے مقصود یہ تھا کہ ہماری وضع ذلت کی وضع ہے ' اور انہی کے ایک بادشاہ نے ہمیں اس کے اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے ! میں نے یہ افسانہ سن کر ان کے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا کہ معاملہ اتنے ہی پر ختم ہوگیا اور اس " فاتح " نے ہمیں ہندو بننے اور ہندو رسم و رواج اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا !

(۴) مسلمانوں کا حملہ ــــ منافرت کی بڑی وجہ ' ہندوستان پر مسلمانوں کا حملہ ہے یمین الدولہ سلطان محمود غزنوی کی جنگوں نے انہیں بہت ہی سخت نقصان پہنچایا - ان کی آبادیاں برباد ہوگئیں - انہیں منتشر و پراگندہ کردیا گیا - ان کی صرف سلطنت ہی نہیں گئی ' بلکہ مفتوحہ علاقوں سے ان کے علوم و فنون بھی مٹ گئے ' اور ایسے دور دراز خطوں میں جلا وطن ہوگئے ' جہاں تک رسائی مشکل ہے - مثلاً کشمیر اور بنارسی (بنارس) وغیرہ - (بنارس کو دور اس لیے کہا ہے کہ یہ پنجاب اور وسط ہند سے دور ' مشرق کی طرف ہٹا ہوا ہے)

یہی دینی اور سیاسی اسباب ہیں جن کی بنا پر ہندوؤں میں مسلمانوں اور تمام اجنبیوں سے سخت نفرت و عداوت پیدا ہوگئی ہے -

(۵) پھر انکے اخلاق میں ایک اور بات بھی راسخ ہوگئی ہے اور کسی طرح نکل نہیں سکتی - یہ ان کے انتہائی علمی و ذہنی تنزل کا نتیجہ ہے - وہ یقین کرتے ہیں کہ دنیا صرف انہی کی دنیا ہے - انسان صرف انہی کی سرزمین پر موجود ہیں - بادشاہ صرف انہی کے بادشاہ ہیں - دین صرف انہی کا دین ہے - اور علم صرف انہی کا علم ہے - یہی وجہ ہے کہ نہایت مغرور اور بر خود غلط ہوگئے ہیں - اگر انسے علماء عرب و عجم کا ذکر کیا جاتا ہے تو مخاطب کو جاہل خیال کرتے اور اسکی تصدیق پر ہرگز آمادہ نہیں ہوتے ہیں - حالانکہ اگر وہ سیر و سیاحت کے عادی ہوتے اور اپنے پہاڑی حدود طے کرکے غیر قوموں سے ملتے ' تو یہ جاہلانہ و طفلانہ خیال انمیں پیدا نہ ہوتا -

لیکن یاد رہے کہ ان کے پیش روؤں کا یہ حال نہ تھا - انکا مشہور فاضل " براہمہر " برہمنوں کی تعظیم کے بیان میں کہتا ہے " جب یونانیوں نے با وجود ناپاک ہونے کے علوم و فنون میں کمال حاصل کیا اور سب پر بازی لے گئے ' تو انکی بھی تعظیم واجب ہوگئی - ان کا درجہ بھی برہمن کا درجہ ہوگیا " !

خود میری حالت یہ ہوئی کہ مدت تک انکے منجموں کے سامنے زانوے شاگردی تہ کرتا رہا - کیونکہ میں انکی زبان اور انکے طریقوں سے بے خبر تھا - لیکن جب کچھ ان کی زبان میں دخل پیدا ہوگیا تو میں انہیں اپنے یہاں کے علوم کی بنا پر اشیاء کی علتوں اور حساب و ریاضی کے براہین سمجھانے لگا - اسپر وہ سخت متعجب ہوئے اور استفادہ میں باہم پیش قدمی کرنے لگے - بڑی حیرت سے پوچھتے تھے : " ہندوستان کے کن کن علماء کو تم نے دیکھا ہے ؟ کن کن سے فائدہ اٹھایا ہے ؟ " کیونکہ انکے خیال میں علم ' ہندوستان کے سوا کہیں ہے ہی نہیں - جب میں نے ان سے کہا کہ میں پہلی مرتبہ ان سے ملا ہوں اور جو کچھ کہہ رہا ہوں ' یہ دنیا کے دوسرے حصوں کے علوم ہیں ' تو وہ اور زیادہ متعجب ہوے ' اور بعضوں نے تو مجھے جادوگر سمجھنا شروع کر دیا "

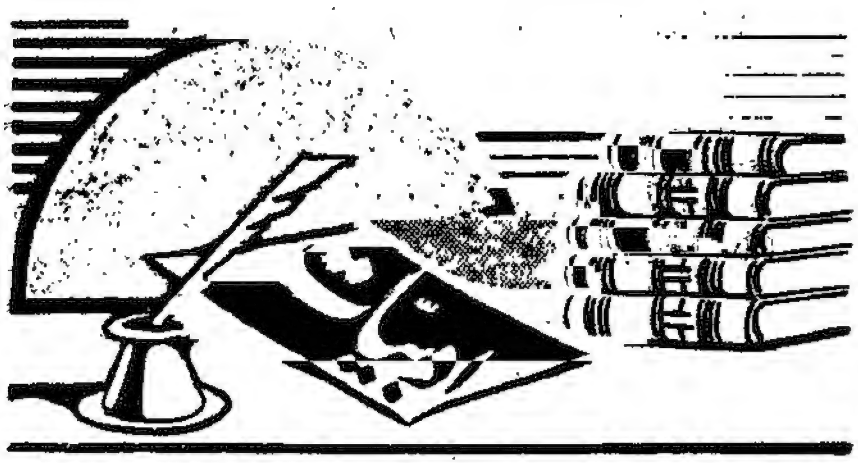

قدیم یونانی ادب کا ایک نمونہ

(بلیٹس کا گیت)

(فرانسیسی ترجمے سے اردو میں منتقل کیا گیا)

(میری سہیلی کی شادی)

راستے میں ابتک گلاب کے پھول بکھرے پڑے ہیں - شمعیں بھی ٹمٹما رہی ہیں ... ...

یہ میری سہیلی " ملیسا " کی شادی کی رات کا واقعہ ہے - میں اپنی ماں کے ساتھ گھر لوٹی - اس وقت میرے سر میں خیالات کا ہجوم تھا :

" آج میری سہیلی کو جو بات نصیب ہوئی ہے ' کل مجھے بھی نصیب ہوگی " میں خیال کرنے لگی " میں بھی ایسے ہی شاندار جلوس میں نکلوں گی - میری رتھ بھی پھولوں سے لدی ہوگی ' زیتون کی شاخیں اسپر سایہ کیے ہونگی ' بانسریاں بجتی ہونگی ' اور میری سہیلیوں کی میٹھی آوازیں سریلی بانسریوں میں مل جائنگی - میں بھی ایک دن اپنے بر کے پہلو میں " ملیسا " کی طرح نگاہیں نیچی کیے بیٹھونگی - مجھپر وہ عجیب راز کھل جائینگے جو یہ موقعہ اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہے ... اسکے بعد ؟ ...... یہ کہ میں اپنے بچوں کو اپنی دودھ بھری چھاتیوں سے لگاؤں گی -

(راز)

... دوسرے دن میں اپنی سہیلی سے ملنے گئی - آنکھیں ملتے ہی دونوں کے رخسار سرخ ہوگئے - وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گئی اب ہم بالکل اکیلے تھے - مجھے اس سے بہت سی باتیں کہنی تھیں - مگر اسکی صورت دیکھتے ہی کچھ یاد نہ رہا !

میری سہیلی جیسی ہمیشہ سے تھی ' ویسی ہی اب بھی ہے - کوئی فرق اس میں نظر نہیں آیا - لیکن یہ عجیب بات ہے کہ میں اس سے کچھ مرعوب سی تھی - میں اس سے آنکھ نہیں ملا سکتی تھی -

اچانک میرا ڈر دور ہوگیا - میں اسکے زانو پر بیٹھ گئی - اسکے کان میں سب باتیں کہدیں - اس نے بھی اپنا سر میرے سر پر رکھدیا اور پورا راز کہہ ڈالا !

(بانسری)

" لیکاسی " نے خوبصورت بانسری مجھے ہدیہ دی - وہ مجھے بانسری بجانا سکھانے لگا ......

تاریخ و عبر

هندوستان اور حکیم ابو ریحان بیرونی

نو سو برس پہلے هندوستان کي ذهني اور معاشرتي حالت

ایک عرب محقق و سیاح کے مشاهدات و تاثرات

مستشرقین یورپ کي کوششوں سے ابو الریحان محمد بن احمد البیروني کي شهرۂ آفاق کتاب "کتاب الهند" یا "تحقیق ما للهند من مقولة مقبولة فی العقل او مرذولة" سنه ۱۸۸۷ میں شائع هوچکي هے - بیروني پانچویں صدي هجري کا مشهور حکیم اور محقق هے - گیارهویں صدي مسیحي کے اوائل یعني اب سے نو سو برس پہلے اس نے هندوستان کي سیاحت کي تهي - یه زمانه سلطان محمود غزنوي کي فتوحات کا تها - محمد بن القاسم کي فتح سنده کے بعد یه پہلا موقعه تها که مسلمان به حیثیت جماعت اندرون هند میں بڑھے - مسلمان ' یہاں کے باشندوں سے نا واقف تهے ' اور هندو ' مسلمانوں سے نا آشنا - بیروني ' هندوستان میں بطور سیاح کے داخل هوا - سنسکرت زبان حاصل کي - هندو علماء کي صحبت میں بیٹھا - هندو علوم کي تحصیل کي - اُنکے حالات سے واقف هوا - اور پهر غزني میں بیٹھکر اپني یه جلیل القدر کتاب مرتب کي - اس کتاب کے متعلق بالاتفاق تمام محققین حال کا فیصله هے که اُس عهد کے هندوستان پر اس سے بہتر اور محققانه بیان کسي مصنف کا موجود نہیں - یه کتاب همارے سامنے نو صدي پہلے کا هندوستان پیش کرتي هے - اِس میں زیاده تر بحث هندو فلسفه ' الهیات ' نجوم ' ریاضي وغیره علوم سے کي هے - لیکن ضمناً اُس وقت کي معاشرتي حالت پر بهي بہت کچهه روشني پڑتي هے - ذیل میں هم اُسکے جسته جسته اقتباسات پیش کرتے هیں - اِن سے قارئین الهلال اندازه کر سکینگے که قدیم هندوستان کي معاشرتي ذهنیت کا کیا حال تها ' اور اس طویل مدت میں کتنا کم تغیر اُس میں واقع هوا هے ؟ غالباً کسي ملک کے ذهني اور معاشرتي جمود و تصلب کي اس سے بہتر مثال دنیا میں موجود نہیں -

(هندوستان کے سمجهنے میں دشواریاں)

بیروني نے اپني کتاب کے مقدمه میں وه دشواریاں بیان کي هیں جو غیر قوموں کو هندوستان کے سمجهنے میں پیش آتي تهیں - وه لکهتا هے :

" هندوستاني هم سے اُن تمام باتوں میں مختلف هیں جو قوموں میں اشتراک یا تعارف کا ذریعه هوا کرتي هیں - مثلاً :

(۱) زبان — اگرچه سب قوموں کي زبانیں الگ الگ اور مختلف هیں لیکن هندوستان کي زبان (سنسکرت) عربي کي طرح بہت هي وسیع و دقیق هے - اجنبي کے لیے اُسکي تحصیل ' عربي سے بدرجہا زیاده دشوار هے - اِس زبان میں ایک هي چیز کے بہت سے نام اور ایک هي لفظ کے بہت سے معني پیدا هوتے هیں - اُنکا احاطهٔ و ادراک اِس قدر مشکل هے که اسماء و مسمیات کي تمیز بجز خاص ذهانت و قابلیت رکهنے والوں کے ' عام لوگوں کے لیے تقریباً نا ممکن هے - هندو اپني زبان کي اِس پیچیدگي پر اُسي طرح ناز کرتے هیں جس طرح بعض دوسري قومیں کرتي هیں ' حالانکه وه درحقیقت زبان کا عیب هے - نه که خوبي -

هندوستان کي زبان کي دو قسمیں هیں : عامي اور فصیح — عامي ' عوام اور بازاریوں کے استعمال کے لیے هے - فصیح ' علم و ادب اور مجالس سلاطین و حکماء کے لیے - یه اپنے اشتقاق ' تصریف ' نحو کے دقائق ' اور بلاغت کي باریکیوں کي وجه سے اِس قدر مغلق هے ' که ماهر علماء کے سوا اس سے کوئي فائده نہیں اٹھا سکتا -

پهر یه زبان ایسے حروف سے مرکب هے جنمیں سے بعض حروف عربي اور فارسي حروف سے کوئي مشابهت نہیں رکهتے - بلکه یوں کہنا چاهئے که هماري زبانیں اور حلق اُنکے صحیح تلفظ کي قدرت هي نہیں رکهتے - یهي باعث هے که عربي خط میں انکي تحریر نا ممکن هے ' اگرچه نقطوں ' علامتوں ' اور اعراب سے انهیں کتنا هي مقید کردیا جائے -

پهر بعض حروف مستعمل هیں ' بعض متروک - ساتهه هي نقل و صحت کا بهي اُن کے هاں زیاده اهتمام نہیں هے - نتیجه یه هے که کتاب ایک دو نقلوں کے بعد برباد هو جاتي هے ' اور اُس کي زبان ایک نئي زبان بن جاتي هے - عوام کیا خواص بهي اُسے سمجهه نہیں سکتے - خود میرا تجربه هے که میں نے اُنهی کے منهه سے کوئي لفظ سنا ' پهر مزید تائید و تصحیح کے خیال سے اُن کے سامنے دهرایا ' تو میں نے دیکها ' خود اُن کے لیے اُس کا دوباره سمجهنا دشوار هو گیا تها !

ایک اور خصوصیت یه هے که بعض دوسري عجمي زبانوں کي طرح ان کي زبان میں بهي دو تین ساکن حرف ایک ساتهه جمع هو جاتے هیں ' اور اکثر الفاظ میں ابتدا به سکون هے - هماري زبانیں اِس قسم کے الفاظ بولنے کي عادي نہیں - یهي سبب هے که ان کے اکثر الفاظ هم آساني سے بول نہیں سکتے - -

(۲) دیني اختلاف — باشندگان هند هم سے دین میں بهي کلي اختلاف رکهتے هیں - نه اُن کا کوئي عقیده همارے لیے قابل تسلیم هے ' نه همارا کوئي عقیده اُن کے لیے قابل قبول - وه آپس میں بهي مذهبي اختلافات رکهتے هیں - مگر یه اختلافات فرعي هیں - دوسري قوموں سے اُن کا اختلاف اصولي هے - وه سب قوموں کو " ملیچ " (ملچهه) یعني ناپاک کے لقب سے پکارتے هیں اور اُن سے ملنا جلنا ناجائز سمجهتے هیں - حتی که اُس پاني اور آگ کو بهي نا پاک سمجهتے هیں جو کسي غیر باشندۂ هند کے استعمال میں آگئي هو !

پهر اُن کے خیال میں یه نجاست اِس درجه شدید هے که پاکي کي کوئي صورت بهي ممکن نہیں - یه کسي حال میں بهي جائز نہیں که غیر هندو ' اگرچه هندو مذهب کا کتنا هي قائل هوجائے ' اُن میں داخل هوسکے ' یا جو آدمي اُن کے دین سے ایک مرتبه نکل گیا هے ' وه پهر اُس میں لوٹ سکے - اِس صورت حال کا قدرتي نتیجه یه هے که وه تمام دنیا سے بالکل الگ هوگئے هیں - کوئي بندهن بهي همیں اور اُنهیں جوڑنے والا موجود نہیں -

(۳) رسوم و عادات — یه مغایرت اِس درجه شدید هے که وه اپنے بچوں کو هم سے ' همارے لباس سے ' هماري وضع قطع سے ڈرایا کرتے هیں - حتی که همیں شیطنت کي طرف منسوب کرتے هیں - هم سے نفرت اُن کے دلوں میں اِس قدر راسخ هے که خود میں نے اپنے کانوں سے اُنهیں کہتے سنا " تمهاري سر زمین کے ایک بادشاه نے آکر همارا ایک بادشاه مار ڈالا تها - مقتول اپنے پیچهے ایک شیر

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام مُوجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

میرے دل میں اُس وقت کوئي عجیب اور نا معلوم اثر پیدا هو رها تها۔ لیکاسي نے بانسري میرے هاته سے نرمي کے ساته لے لي اور بهت هي دهیمي آواز میں ایک راگ سنایا۔ میرا دل زور سے دهڑکنے لگا - ......

همارے پاس کهنے کو کوئي بات نه تهي - هم باري باري بانسري بجا کر دل بهلاتے رهے -

هم بالکل بے خودي کے عالم میں تهے - اچانک مینڈک چلانے لگے - اب هم چونکے - رات قریب آ پهنچي -

مجهے بهت دیر هوگئي هے - لیکن میں اپني ماں کو یقین دلانے کي کوشش کرونگي که میں اِس وقت تک اپني کهوئي هوي پیٹي ڈهونڈه رهي تهي !

(جهونپڑا)

میرا چهوٹا سا جهونپڑا ' جهاں همارا نرم بستر رکها هے ؛ مجهے سب سے زیاده پسند هے - وه مجهے اس لیے پسند هے که هم نے اسي میں اپني سب سے اچهي راتیں بسر کي هیں !

همارا بستر ' درختوں کے پتوں اور پهولوں سے بنا هے - وه بهي مجهے بهت محبوب هے ' کیونکه وه هم دونوں کو جمع کرتا هے !

میں کبهي کبهي بهت غمگین هو جاتي هوں - لیکن جب محبت کے پهلو میں هوتي هوں ؛ تو اپنے آپ کو بهي بهول جاتي هوں - مجهپر ایک طرح کي غشي سي طاري هو جاتي هے -

(قسم)

" اُس " نے کها :

" جب دریا کا پاني اُبل کر برف آلود پهاڑوں کي چوٹیاں چهپالے "
" جب انسان ' سمندر کي موجوں پر گیهوں اور جو بوکر کاٹنے لگے "
" جب سورج کي روشني ' تاریکي هوجائے "
" جب چاند گر کر چور چور هو جائے "

" تو اُس وقت میرے لیے بهي روا هوگا که تجهسے منه موڑلوں ' اور تجهے بهي حق هوگا که مجهے بالکل بهلا دے ! اے بلیٹس ! اے میري محبت ! "

(رات)

جب رات آجاتي هے اور اندهیرا پهیل جاتا هے ' تو میں خاموشي کے ساته گهر سے نکل جاتی هوں - هرے بهرے میدانوں میں پهنچتي هوں - میرا شوهر وهاں بے خبر پڑا سوتا هے -

کبهي میں گهنٹوں کهڑي اُسے دیکهتي رهتي هوں - بالکل چپ ' سناٹے میں ...... میں اُسے اپنے قریب تنها دیکهکر خوش هوتي هوں - پهر میں اپنا منه اُسکے منه سے قریب کرتي هوں - کیوں ؟ اسلیے که اُسکي سانس کے بوسے لوں !

اُس وقت ستاروں کي چمکیلي آنکهوں کے سوا همیں کوئي نهیں دیکهتا !

صبح هو جاتي هے -

" اِتني جلدي روشني لوٹ آئي ! " میں اپنے دل سے کهتي هوں کس جگه روشني نهیں پهنچ سکتي ؟ کس غار میں سورج کي شعاع کبهي دکهائي نهیں دیتي ؟ مجهے اُسکي تلاش هے - تاکه همارا استغراق محبت کبهي ختم نه هو ... همیشه کیلیے ! سورج کي کرنیں همیں پریشان کرنے نه پائیں -

اقتباسات

ترازکي اور بد مستي

کون هے جس نے مشهور روسي رهنما اور لینن کے بعد سب سے زیاده حیرت انگیز روسي انسان " ترازکي " کا نام نهیں سنا ؟ یه شخص جس نے اپني انتظامي اور جنگي قابلیتوں کا لوها دشمن تک سے منوا لیا هے ' انقلاب روس سے پهلے امریکه میں ایک معمولي درجه کا بے وقعت اخبار نویس تها اور شهر بوسٹن میں غریبانه زندگي بسر کرتا تها - اُسي زمانه کا یه واقعه اب اخباروں میں شایع هوا هے که ایک دن ترازکي کو شهر کے کوتوال نے اِس جرم میں گرفتار کرلیا که وه سڑکوں پر بدمست پهر رها تها - چنانچه ۲۴ گهنٹه قید میں رکها گیا -

اُس وقت کوتوال کو کیا معلوم تها که اُسکا یهي قیدي عنقریب دنیا کے مشهور انسانوں میں شمار کیا جایگا ؟ (السیاسه)

(هنسي)

مشهور فرانسیسي مصنف زیبلے کهتا هے :

" هنسي ' انسان کا ایک امتیازي وصف هے "

یه قول بالکل صحیح هے - بهت سے قدیم فلاسفه بهي یهي کهه چلے هیں - هنسي اور مسکراهت ' دو الگ الگ چیزیں هیں - هنسي کي بهي کئي قسمیں هیں : گونجنے والي هنسي ' خشک هنسي ' کهوکهلي هنسي ...

هنسي کا خاصه انسان میں بے فائده نهیں هے - هنسي میں بهت سے جسماني فوائد هیں - دل کهولکر هنسنے کے بعد انسان کو سانس لینے میں بهت آرام محسوس هوتا هے - کیونکه جس طرح دوڑنے کے بعد پهیپهڑونکي هوا صاف هوجاتي هے ' اُسي طرح هنسنے کے بعد اسکي حالت هوتي هے - پهر هنسي کا اعضاء هضم یعني معده ، وجگر وغیره پر بهي بهت اچها اثر پڑتا هے - پیٹ بهرکے کهانے کے بعد هنسي غیر معمولي سرعت سے کهانا هضم هونے میں مدد دیتی هے - اسي لئے دستر خوان پر هنسنے هنسانے والي باتیں کرنا مستحسن هے ' اور اسي لیے تنها بیٹهه کر کهانا ناپسند کیا جاتا هے ' کیونکه اس کا نتیجه بسا اوقات یه هوتا هے که انسان ضعف معده یا دائمي قبض میں مبتلا هو جاتا هے - لقمه منهه میں لیکر هنسنا نهیں چاهیے ' ورنه آلات تنفس میں لقمه کے اجزاء اٹک جانے کا اندیشه هے - اگر کبهي ایسي صورت پیش آ جائے تو پیٹهه پر زور سے گهونسا نهیں مارنا چاهیے ' کیونکه یه سخت خطرناک هے -

هنسی پورے نظام عصبی کے لیے مفید هے - جب انسان هر خوشی کے موقعه پر هنسنے کا عادي هو جاتا هے تو اُسے هر مرتبه هنسنے میں خوشي حاصل هونے لگتي هے - البته بلا وجه هنسنا حماقت هے -

لیکن آخر هم هنستے کیوں هیں ؟ جو باتیں ایک شخص کو هنساتي هیں ' بسا اوقات دوسرے کو نهیں هنسانیں - اس کا جواب مشکل هے !

(سنڈے ریویو)

* * *

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ
اسوقت
دنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم" قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم ازکم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہئے!

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئیے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہی۔ ۱۲ ر (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پینتیس روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

[illegible] گولڈن رسٹ واچ	ریلوے رگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم [illegible] ٹائم پیس

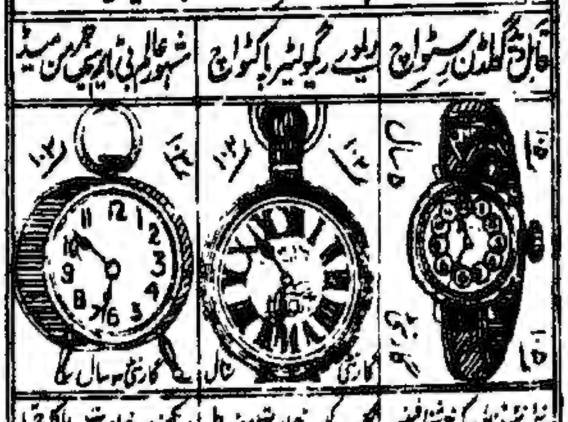

سنہرے زنانہ کی خوشنما فیشنی [illegible] قیمت [illegible] اب صرف [illegible] محصول ڈاک پیکنگ [illegible]	اعلیٰ [illegible] خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانے والی قیمت [illegible] محصول ڈاک و پیکنگ [illegible]	لپیٹنے میں خوبصورت چال کا اچھا پرزوں کا مضبوط ٹائم کا سچا بہت سستا قیمت [illegible] محصول ڈاک و پیکنگ [illegible]

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائینگی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک ہے جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم نہیں دے سکینگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہوسکے

نوٹ۔ تینوں یا دو گھڑیوں کے خریدنے کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ اُن سے علیحدہ قیمت مندرجہ چارج کیجائے گی۔ اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی اُن کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ۸۳ مقام دہلی

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم

کیوں ہی؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہی جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہی اور جسکا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہی۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دندان شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہی

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہوگیا ہی اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہی۔ اسلئے تمام مسلمانوں کو لازم ہی کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہی اور اصلاح قوم کا علمبردار ہی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائے اسیقدر کامیابی ہی

اخبار الجمعیۃ کی پانچ (۵) خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہی۔
(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہی۔
(۳) عربی، فارسی، اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہی۔
(۴) حضرت مولٰنا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہی۔
(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہی جس سے اسکی دلچسپی میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہی۔

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہی۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (عہ/) ششماہی تین روپئے چار آنے (سہ/)

منیجر "الجمعیۃ" دہلی

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمیٰ ہو کر بلا تفریق مذہب و ملت ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع بر اعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، درد سر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایات کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ، جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں، دو آنے (۲ر) فی روپیہ کمیشن دیا جائے گا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی سے ہی مل سکتا ہے۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپ کو مطلع کر دے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

انگلستان	پر	۴۴۶	ملین (ایک ملین-۱۰ لاکھ)	ڈالر تقریباً ۳ روپیہ
فرانس	"	۳۸۴۴	"	"
اٹلی	"	۱۹۳۲	"	"
بلجیم	"	۴۳۷	"	"
روس	"	۲۳۲	"	"
پولینڈ	"	۱۵۳	"	"
جوگوسلاویا	"	۱۰۶	"	"

امریکہ میں الحاد کی مقبولیت

الحادی انجمنوں کی دعوت و تبلیغ

اسوقت امریکہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور مقبول دعوت الحاد اور ترک ادیان کی دعوت ہو۔ ملحدانہ خیالات دنیا میں قدیم زمانوں سے موجود ہیں اور دنیا کے نئے علمی دَور نے مذہبی عقائد کا قدیم رسوخ متزلزل کر دیا ہو، تاہم اسوقت تک کسی ملک میں بھی الحاد عوام میں مقبولیت حاصل نہ کر سکا، اور عامۃ الناس کا میلان مذہب ہی کی طرف رہا۔ مگر اب امریکہ میں الحاد ایک عام پسند دعوت کی حیثیت اختیار کر رہا ہو اور روز بروز اُس کی جماعتیں زیادہ قوت و رواج حاصل کر رہی ہیں۔ امریکہ کے کالج اور یونیورسٹیاں اس دعوت کی اشاعت و تبلیغ کا سب سے بڑا میدان ہیں۔ انہی میدانوں میں قوم کے دل و دماغ طیار ہوتے ہیں، اور اگر یہ الحاد کی اشاعت و تبلیغ کا مرکز بن گئے ہیں، تو ظاہر ہے کہ امریکی دل و دماغ کا سانچا اب مذہب کا نہیں بلکہ الحاد کا سانچا ہے!

مشہور امریکی اخبار "ورلڈ" نے اس ملحدانہ تحریک کی تحقیقات کے لئے اپنا ایک خاص نمائندہ مقرر کیا تھا۔ اسنے ۸ مہینے دَورہ کر کے اپنا مفصل بیان شائع کر دیا ہو۔ ہم اس بیان کے بعض اہم نقاط پر نظر ڈالیں گے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہو کہ دہریت عام کرنے کے لئے ایک نہایت طاقتور انجمن موجود ہو۔ یہ انجمن اسوقت تک ۲۰ کالجوں اور تین یونیورسٹیوں میں اپنی باقاعدہ شاخیں قائم کر چکی ہو۔ نیز امریکی جنگی بیڑہ کے افسروں اور سپاہیوں میں بھی اُسنے بہت اثر پیدا کر لیا ہے۔ امریکہ کے بیشمار اساتذہ انجمن کے ممبر ہیں اور اُس کے مقاصد پھیلا رہے ہیں۔

سب سے پہلے جس یونیورسٹی نے علانیہ الحاد کو اپنا مذہب قرار دیا، وہ صوبۂ نیویارک کی روچسٹر یونیورسٹی ہو۔ اسنے باضابطہ طور پر انجمن الحاد کی رکنیت قبول کر لی ہو اور اپنے دائرے میں اُس کی شاخ قائم کر دی ہو۔ اس شاخ کا نام عجیب ہو "ملعون ارواح والوں کی انجمن" اس نام نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اب تمام الحادی مدارس کے طالب علموں نے یہی نام اختیار کر لیا ہو۔ اسی قسم کے کئی اور نام بھی مختلف شاخوں نے تجویز کئے ہیں۔ مثلاً نیویارک کی ایک الحادی کمیٹی کا نام ہو "اُن لوگوں کی انجمن جن کا کوئی خدا نہیں ہو" فیلاڈلفیا کی انجمن کا نام "سیاہ بھیڑوں کی انجمن" ہو۔ ایک اور شاخ "شیطان کے فرشتوں" کے نام سے مشہور ہو۔ ایک انجمن "دائرۂ کفار" کہلاتی ہو۔ ایک دوسری جماعت اپنے آپ کو "ملعون روحوں کی جماعت" کہتی ہو، اور اس کے صدر کا لقب "اعلیٰ حضرت شیطنت پناہ" ہو!

انجمن الحاد حسب ذیل اصول کی تبلیغ کرتی ہو:

۱- عقل کے سوا کوئی خدا نہیں۔

۲- آسمانی کتابوں میں جتنے قصے مذکور ہیں، محض بے بنیاد افسانے ہیں۔

۳- جنت، دوزخ کا کوئی وجود نہیں۔

۴- دین، طبیعت سے ماوراء امور کی پرستش کا نام ہو، اور ایسے امور کا کوئی وجود نہیں۔ اس لئے اُسے مٹا دینا چاہئے۔

۵- کلیسا کا نظام، دنیا کے لئے خطرہ ہو۔

حکومت سے اُس کے مطالبے حسب ذیل ہیں:

۱- تمام گرجوں پر بلا کسی امتیاز کے محصول مقرر کرنا چاہئے۔

۲- سرکاری عہدوں پر، اور مجلس خواص اور مجلس عوام میں جتنے بھی پادری ہیں، سب نکال دئے جائیں۔

۳- مذہبی انجمنوں کو کوئی مالی مدد نہ دی جائے۔

۴- تمام مدارس میں دینی تعلیم ممنوع قرار دی جائے۔

۵- ہر قسم کے دینی رسوم اور تہوار موقوف کر دئے جائیں۔

۶- توراۃ و انجیل کی قسم ناجائز قرار دی جائے۔

۷- اتوار کو مذہبی دن تسلیم نہ کیا جائے۔

۸- وہ تمام دینی فرائض و شعائر منسوخ کر دئے جائیں جنھیں دینی فضائل و حسنات خیال کیا جاتا ہو۔ اُن کی جگہ صحیح آداب اور آزادی و مساوات کے اصول عام کئے جائیں۔

۹- امریکی سکے پر سے یہ عبارت محو کر دی جائے "خدا پر میرا توکل ہو"

اخبار مذکور کے خاص نمائندے نے اپنی تحقیقات کے دوران میں ان لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو اس دعوت کے رہنما ہیں۔ انجمن الحاد کے ناظم مسٹر ہوبوڈ نے اپنی گفتگو میں کہا:

"ہم جانتے ہیں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں میں ایک بہت بڑی جماعت ہو جو الحاد قبول کر چکی ہو مگر خوف سے اعلان نہیں کرتی۔ خاموشی اور سکون سے اپنے دائرے میں اس کی تبلیغ و اشاعت کر رہی ہو"

ایک اور بڑے ملحد نے کہا

"خدا پر ایمان، اب ایک فرسودہ عقیدہ ہو اور موجودہ تمدن روح کا ساتھ نہیں دے سکتا جن کتابوں کو آسمانی کتابیں خیال کیا جاتا ہو خرافات و قصص سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ اگر ہم ان کتابوں پر عمل کرینگے تو اپنے ہاتھوں اپنی قدر کھو دیں گے اور اپنی خوشی سے پاگلوں کے زمرے میں داخل ہو جائینگے۔ مزید برآں، ان نام نہاد آسمانی کتابوں میں ایسے فحش قصے درج ہیں جنھیں کوئی با اخلاق آدمی پڑھنا گوارا نہیں کر سکتا (موجودہ توراۃ کے بعض مضامین کی طرف اشارہ ہی) موجودہ علم، دین کی بیخ کنی کر رہا ہو۔ علماء وقت، جدید ترین علمی افکار کی اشاعت کر کے تحریک الحاد کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انجمن الحاد نے حال میں چند سوالات شائع کئے تھے۔ انکے جوابوں سے معلوم ہوا کہ ۷۰ فیصدی علماء عصر، ملحد ہیں، یا کم از کم لا ادری ہیں۔ اُن کی تعلیم کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا، روح، اور ابدیت کے اعتقاد سے انکار کیا جائے"

انڈیانا یونیورسٹی سے ایک رسالہ "واگابونڈ" نام شائع ہوتا ہو یہ اس درسگاہ کے ملحد طالب علموں کا ترجمان افکار ہو۔ اسکے محرر نے پچھلی اشاعت میں اپنے دستخط سے ایک مضمون "میں ملحد کیوں ہوں؟" کی سرخی سے شائع کیا ہو۔ اسمیں وہ لکھتا ہو:

"خدا کا عقیدہ بھی فیشن کا حکم رکھتا ہو۔ آج ایک عقیدہ مقبول ہوتا ہو، کل دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہو۔ ایک زمانہ میں "زفس" کا نام یونان میں آدمیوں کے دل ہلا ڈالتا تھا۔ یہ یونان کا سب سے بڑا معبود تھا۔ اسی طرح "جوپیٹر" (مشتری) کے سامنے رومانیوں کے سر ہیبت و اجلال سے خم ہو جاتے تھے۔ لیکن آج دنیا ان ناموں پر ہنستی ہو۔ اگر یہ صحیح ہو کہ تاریخ اپنا اعادہ کرتی رہتی ہو تو ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ وہ زمانہ دُور نہیں جب "یہواہ" (عبرانی میں خدا کا نام) بھی اپنی تمام عظمت کھو کر مضحکہ بن جائے گا!"

یہ تحریک صرف مَردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی عام ہو رہی ہو۔ متعدد الحادی انجمنوں کی صدر، عورتیں ہیں۔ چنانچہ مینیسوٹا کی انجمن کی صدر مس کرسٹن واکر ہو۔ اس کی عمر ۱۸ برس کی ہو۔ تین سال پہلے بہت سخت مذہبی تھی، لیکن اب سرگرم ملحد ہو۔ اسی طرح مغربی صوبوں میں ایک سترہ برس کی دوشیزہ اس تحریک کی قائد ہو۔ اس کا نام کوئن سلور ہو۔ اسی نام سے وہ ایک رسالہ بھی نکالتی ہو۔ یہ رسالہ الحاد کی تبلیغ میں بہت پیش پیش ہو۔ اس کا قول ہو "جو شخص بھی خدا پر یقین رکھتا ہو، ضرور ہو کہ اُس کے عقلی قوا میں خلل ہو!"

امریکہ کے سیاسی مدبر اس الحادی طوفان سے سخت خائف ہیں اور اس کی مقاومت کی تدبیروں پر غور کر رہے ہیں۔

ترکی قالین

ترکی کے قالین دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ پچھلے چند سال سے یونانی تاجروں نے یہ پروپیگنڈا جاری کر رکھا ہو کہ قالین بافی کی صنعت ترکی کے یونانیوں کے ہاتھ میں تھی وہ جب جلا وطن کر دئے گئے تو یہ صنعت بھی ترکی سے یونان میں چلی گئی ہو۔ اس پروپیگنڈا نے بالآخر ترکی حکومت کی توجہ اپنی طرف منعطف کی۔ چنانچہ اُسنے اس بارے میں ایک بیان شائع کیا ہو۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہو کہ علاقۂ سمرنا میں (جو اس صنعت کا مرکز ہو) جنگ سے پہلے ۲۹،۰۸۰ کارخانے قالین سازی کے تھے۔ اُن میں ۲۰،۵۲۰ ترک، اور ۳،۲۷۵۰ یونانی اور ارمنی کاریگر کام کرتے تھے۔ یعنی اُسوقت بھی ترک کاریگروں کی تعداد یونانیوں اور ارمنوں کی تعداد سے تقریباً سہ گنی تھی۔

ان دونوں قوموں کے اخراج کے بعد اس صنعت کا کیا حال ہوا؟ کیا وہ باقی نہیں رہی جیسا کہ یونانی کہتے ہیں؟

نہیں۔ کیونکہ اس سرکاری بیان میں مذکور ہو کہ با وجود جنگ کی بربادیوں کے یہ صنعت برابر ترقی کرتی رہی۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ۱۱،۳۰۵ کارخانے تھے جن میں اسوقت ۳۰،۹۴۰ ترک کاریگر کام کر رہے ہیں جنگ سے پہلے ۹۹،۹۰۶۸۰ ہاتھ مربع قالین ہر سال بنتے تھے لیکن سنہ ۱۹۲۶ء میں اُن کی مقدار ۱۱،۸۴،۹۲۴ ہاتھ مربع تک پہنچ گئی۔ اس سے ترکی کی صنعتی ترقی کا اندازہ کیا جا سکتا ہو۔

خدیو عباس کے مقدمہ کا فیصلہ

قسطنطنیہ میں کسی شخص کو بھی شبہ نہ تھا کہ خدیو عباس اپنے مقدمہ میں کامیاب ہونگے۔ لیکن افسوس ہو کہ عدالت کا فیصلہ اُنکے خلاف صادر ہوا: "موجودہ عدالت کو اس دعوے پر غور کرنے کا کوئی حق نہیں ہو" ججوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہو۔ یعنی عدالت نے انگریزی وکیل کی منطق تسلیم کر لی، اور اپنے آپ کو ایسے مقدمات کے فیصلہ کا نااہل سمجھا۔ عدالت نے مدعی سے مدعا علیہ کو ۵۰۰ ترکی پونڈ مصارف مقدمہ بھی دلائے ہیں!

اس فیصلہ پر ترکی کے اخبارات سخت برہم ہیں اور اسے صریح ناانصافی پر محمول کر رہے ہیں۔ اس فیصلہ نے ایک نئی تحریک پیدا کر دی ہو، اخبارات زور دے رہے ہیں کہ اس قسم کی مخلوط عدالتیں آئندہ قطعی موقوف کر دیجائیں، کیونکہ وہ انصاف نہیں کر سکتیں۔ انھیں سیاسی مصالح سے دب جانا پڑتا ہو (مقتبس از جرائد عربیہ و ترکیہ)

بریدِ فرنگ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

بین الاقوامی سیاست سے علحدگی

۲ر دسمبر سنہ ۱۸۲۳ء میں یعنی آج سے ایک سو چار برس پہلے ولایاتِ متحدہ آمریکہ کے پانچویں صدر جیمس مونرو نے آمریکہ کی مجلس حکومت (سینیٹ) کے سامنے ایک تقریر کی تھی۔ یہ تقریر بعد میں تاریخی تقریر بن گئی اور اسنے عظیم الشان سیاسی نتائج پیدا کئے۔ اس تقریر میں پریسیڈنٹ نے امریکہ کی خارجی حکمت عملی کے لئے ایک اصول پیش کیا تھا جو بعد میں "مذہب مونرو" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اصول کا منشا یہ تھا کہ "آمریکہ کو اپنے معاملات خود ہی طے کرنے چاہئیں اور کسی یورپی سلطنت کو اُن میں مداخلت کا موقعہ نہیں دینا چاہئے" مقصود اس سے یہ تھا کہ براعظم امریکہ تمام دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے لئے ایک مخصوص اور مستقل سیاسی دنیا پیدا کرلے۔

چونکہ ولایاتِ متحدہ آمریکہ اپنے براعظم میں سب سے زیادہ آباد، مالدار اور طاقتور جمہوریت ہے، اس لئے دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ ہوجانے کی وجہ سے اُسے آمریکہ کے تمام دوسری جمہوریتوں پر ایک طرح کی فوقیت یا وصایت (منڈیٹ) حاصل ہوگئی ہے اور اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے متعدد موقعوں پر وہ دوسری جمہوریتوں کے معاملات میں مداخلت بھی کرچکی ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۸۶۷ء میں جب فرانس اور میکسیکو میں نزاع ہوئی، اور پھر جب سنہ ۱۸۹۸ء میں اسپین اور کوبا کا معاملہ پیش آیا، تو ولایات متحدہ نے اسی اصل کی بنا پر عملاً مداخلت کی۔ مونرو سے پہلے صدر واشنگٹن نے بھی اپنے ہم وطنوں کو یہی نصیحت کی تھی کہ یورپی سلطنتوں سے اس طرح کے معاہدات نہ کریں جن سے امریکہ کی بین الاقوامی سیاست سے علحدگی کی حالت میں خلل پیدا ہونے کا امکان ہو۔

یہی وہ قاعدہ تھا جس کی بنا پر عالمگیر جنگ کے بعد مجلس صلح کے موقعہ پر آمریکہ میں سخت اختلاف آرا پیدا ہوگیا۔ ڈاکٹر ولسن اور انکے ہم خیالوں کی رائے تھی کہ اب آمریکہ کو گوشۂ تنہائی سے نکلکر دنیا کی بین الاقوامی سیاست میں حصہ لینا چاہئے۔ لیکن مذکورۂ بالا قاعدہ کے معتقد اس کے مخالف تھے۔ وہ کہتے تھے آمریکہ کو بدستور بین الاقوامی سیاست سے علحدہ رہنا چاہئے۔ بالآخر دوسری جماعت ہی کو فتح حاصل ہوئی کیونکہ آمریکہ کی عام رائے اُنہی کے حق میں تھی۔ ڈاکٹر ولسن کو اپنی شکست کا اعتراف کرلینا پڑا۔

بلاشبہ اس اختلاف میں ڈاکٹر ولسن کو شکست ہوئی اور پرانا قاعدہ بدستور برقرار رہا لیکن یہ سوال بہرحال ہمیشہ معرض بحث میں رہے گا کہ آخر آمریکہ کب تک دنیا کے سیاست سے علحدہ رہ سکیگا؟ بلکہ یوں کہنا چاہئے حوادث کا سیلاب اُسے کب تک اسکی جگہ پر چھوڑے رکھے گا؟ ظاہر ہے، جنگ کے بعد دنیا کے سیاسی اور اقتصادی حالات میں انقلاب عظیم ہوگیا ہے، آمریکہ کی تجارت بھی بیحد وسیع ہوگئی ہے، ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہے کہ مذہب مونرو کے حامی زیادہ عرصہ تک اپنی استقامت رائے قائم رکھ سکیں؟

امریکی صدر جمہوریت

ولایات متحدہ آمریکہ کا نظام حکومت، انگلستان اور فرانس وغیرہ ممالک کے نظام سے بہت مختلف ہے۔ دنیا میں کسی صدر جمہوریت کو اتنے اختیارات حاصل نہیں ہیں جتنے آمریکی صدر جمہوریت کو ہیں۔ شاہ انگلستان اور صدر جمہوریۂ فرانس قریب قریب جملہ اختیارات سے محروم ہیں۔ لیکن آمریکہ کے صدر کے ہاتھ میں وسیع اختیارات ہوتے ہیں خصوصاً جنگ یا دوسرے نازک موقعوں پر اُسے تقریباً مطلق العنان حاکم کی حیثیت ازروئے قانون حاصل ہوجاتی ہے۔

دنیا کی دوسری حکومتوں کی طرح آمریکہ میں وزیر اعظم کا عہدہ نہیں ہے۔ صدر جمہوریت ہی اپنے مددگاروں کی مجلس کا رئیس ہوتا ہے لیکن ان مددگاروں کو مجلس حکومت (سینیٹ) اور مجلس خواص میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ صدر آمریکہ اور صدر فرانس میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ آخر الذکر کا انتخاب، عوام اور خواص کی دونوں مجلسیں یکجا ہوکر کرتی ہیں۔ لیکن امریکی صدر کا انتخاب اس طرح ہوتا ہے کہ ہر ریاست خاص اس غرض کے لئے اپنے نمائندے مقرر کردیتی ہے۔ یہ نمائندے اپنی اپنی ریاستوں کے صدر مقام میں جمع ہوتے ہیں اور صدر جمہوریت کے لئے کسی شخص کا انتخاب کرتے ہیں۔ تمام ولایتوں کے سربمہر اصوات (ووٹس) پایۂ تخت واشنگٹن بھیجدئے جاتے ہیں۔ پھر واشنگٹن کی دونوں مجلسیں جمع ہوکر ان اصوات کا شمار کرتی ہیں اور ۴ سال کے لئے صدر جمہوریت کا اعلان کردیتی ہیں۔

صدر جمہوریت آمریکہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُس کی عمر کم سے کم ۳۵ سال کی ہو، اُسنے کم سے کم ۱۴ برس آمریکہ میں گذارے ہوں اور اس ملک کا مستقل باشندہ ہو۔ صدر جمہوریۂ فرانس کے برخلاف آمریکہ کے صدر کا ایک نائب بھی ہوتا ہے۔ اور اپنی مدت کے دوران میں صدر کے فوت ہوجانے، یا مستعفی ہوجانے یا اپنے فرائض نہ ادا کرسکنے کی حالت میں نائب صدر اُس کی جگہ کام کرتا ہے اور صدر کا نیا انتخاب نہیں ہوتا۔ صدر کی موجودگی میں نائب صدر کا کام صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ مجلس خواص کی صدارت کرتا ہے۔

ولایات متحدہ

جمہوریہ آمریکہ ۴۸ ریاستوں سے مرکب ہے۔ ہر ریاست میں ۲ مجلسیں ہیں انکا کام اندرون ریاست میں قانون بنانا اور حکومت کرنا ہے لیکن تمام ریاستوں کے مشترک اور عام معاملات نیز خارجی سیاست، جمہوریت کے مرکزی مقام واشنگٹن کی دونوں مجلسوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ مجلس عوام کے ممبروں کی تعداد ۴۳۵ ہوتی ہے جو ہر دو برس میں ایک مرتبہ منتخب ہوتے ہیں۔ مجلس خواص میں ۹۶ ممبر ہوتے ہیں۔ یعنی ہر ریاست کی طرف سے عام اس سے کہ اُس کی آبادی کم ہو یا زیادہ، دو دو نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کی مدت ۶ سال ہوتی ہے مگر ہر دو سال بعد ان میں سے ایک تہائی کا انتخاب ازسرنو ہوا کرتا ہے اور اس طرح ۶ سال کے اندر نئی مجلس پیدا ہوجاتی ہے۔ مجلس خواص صدر جمہوریت کے ساتھ معاہدے منظور کرنے میں شریک ہوتی ہے۔ بغیر اُس کی منظوری کے کوئی معاہدہ جائز نہیں ہوسکتا۔

آمریکہ کے بیرونی مقبوضات

ایک طرف جمہوریۂ آمریکہ، دول یورپ کو آمریکہ کے معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسری طرف خود بھی ملک گیری کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور براعظم امریکہ کے باہر بھی نوآبادیاں رکھتی ہے!

(۱) جزیرۂ کوبا کا شمار اگرچہ ماتحت ممالک میں نہیں ہے لیکن عملاً آمریکہ ہی کی اُسپر حکومت ہے۔ اس جزیرہ کی آبادی ۲۹،۰۰،۰۰۰ ہے۔

(۲) الاسکا ایک وسیع علاقہ ہے مگر آبادی ۵۵،۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہے۔ اسمیں شکار کے جانور اور قیمتی کانیں بہت ہیں۔

(۳) پورٹوریکو۔ اس کی آبادی ۱۲،۳۰،۰۰۰ ہے، یہاں قہوہ، تمباکو اور شکر کی پیداوار بہت ہے۔

(۴) جزائر ہاوائی۔ آبادی ۲۵۵،۰۰۰۔ اکثر باشندے زرد رنگ کے ہیں، قہوہ، چاول، اور کیلا بہت پیدا ہوتا ہے۔

(۵) جزائر فلپائن وسیع علاقہ ہے۔ آبادی ایک کروڑ ہے۔

امریکہ اور باقی دنیا کا مقابلہ

ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض میں مختلف حیثیتوں سے آمریکہ کا درجہ کیا ہے:

دنیا کے مجموعی رقبہ میں آمریکہ کا رقبہ

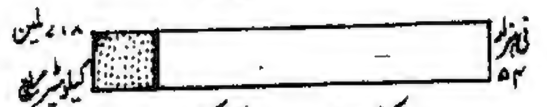

دنیا کی مجموعی آبادی میں آمریکہ کی آبادی

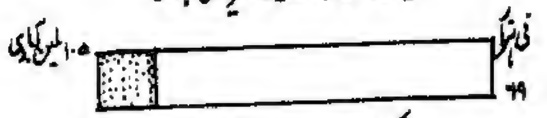

دنیا کی مجموعی پیداوار میں آمریکہ کی پیداوار

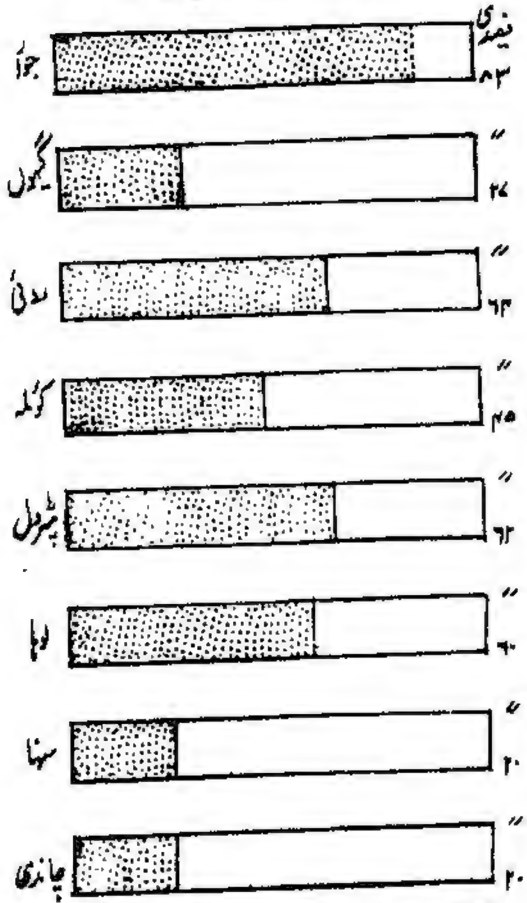

آمریکہ کے بڑے بڑے قرضے دول یورپ پر علاوہ سود کے حسب ذیل ہیں

اگر ہم مرجائینگے تو کیا کوئی بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیا موت کسی کے لئے کوئی عیب ہو؟

(استیعاب)

وفات

عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے:

الا لیتنی لم اغن فی الملک ساعۃ   ولم اک فی اللذات اعشی النواظر
کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی! کاش لذتیں حاصل کرنے میں میں اندھا نہ ہوتا!

وکنت کذی طمرین عاش ببلغۃ   لیالی حتی زار ضنک المقابر
کاش میں اُس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہو!

(عقد الفرید)

یزید کا مرثیہ

یزید نے مرثیہ کے یہ شعر کہے تھے:

جاء البرید بقرطاس یخب بہ   فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا
قاصد خط لئے دوڑتا ہوا آیا، تو قلب خوف زدہ ہوگیا۔

قلنا لک الویل ماذا فی کتابکم   قالوا الخلیفۃ امسی مثبتا وجعا
ہم نے کہا تیری ہلاکت! خط میں کیا ہو؟ کہنے لگا خلیفہ سخت بیماری اور تکلیف میں ہو۔

فمادت الارض او کادت تمید بنا   کأن اغبر من ارکانہا انقلعا
قریب تھا زمین ہمیں لیکر جھک جائے۔ گویا اُس کا کوئی ستون اکھڑ گیا ہو

اودی ابن ہند واودی المجد یتبعہ   کانا جمیعا فظلا یسریان معا
ہند کا لڑکا (معاویہ) مرگیا اور عزت بھی مرگئی۔ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اب بھی دونوں ساتھ چلے جارہے ہیں۔

لا یرقع الناس ما اوہی وان جہدوا   ان یرفعوہ ولا یوہون ما رقعا
جو گر رہا ہے اُسے آدمی لاکھ کوشش کریں اُٹھا نہیں سکتے اور جو اُٹھ رہا ہے اُسے لاکھ چاہیں گرا نہیں سکتے۔

اغر ابلج یستسقی الغمام بہ   لو قارع الناس عن احلامہم قرعا
مبارک و خوبصورت جس کے واسطے سے باران رحمت طلب کیا جاتا ہو۔ اگر لوگوں کی عقلوں کا امتحان ہو تو وہ سب پر بازی لے جائیگا۔

(استیعاب۔ طبری)

یزید کا خطبہ

تین دن یزید گھر سے نہیں نکلا۔ پھر مسجد میں آیا اور حسب ذیل خطبہ دیا:

"تمام ستائش اُس خدا کے لئے ہو جو اپنی مشیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہو، دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہو محروم کردیتا ہو کسی کو عزت دیتا ہو، کسی کو ذلت دیتا ہو۔ لوگو! معاویہ، خدا کی رسیوں میں سے ایک رسی تھا۔ جب تک خدا نے چاہا اُسے دراز کیا پھر اُسے اپنی مشیت سے کاٹ ڈالا۔ معاویہ اپنے پیش رووں سے کمتر اور بعد والوں سے بہتر تھا۔ میں اُسے پاک ثابت کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اب وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گیا ہو۔ اگر اُس سے درگزر کرے تو یہ اُس کی رحمت ہو اگر اُسے عذاب دے تو یہ اُس کے گناہ کا عذاب ہوگا۔ میں اُس کے بعد بر سر حکومت آیا ہوں۔ نہ سرکش ہوں نہ کمزور ہوں۔ جلد بازی نہ کرو۔ اگر خدا کوئی بات ناپسند کرتا ہو، بدل ڈالتا ہو۔ اگر پسند کرتا ہو تو آسان کردیتا ہو"

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ایشیائے کوچک اور یورپ کا اتصال۔ ترکی میں اشاعت اسلام۔ ۲۳ جولائی کی عید۔ ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟۔ غازی مصطفےٰ کمال کا سفر آدرنہ۔ درہ دانیال کی قلعہ بندی

ایشیا اور یورپ کا اتصال

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ، محض تفریح کے لئے نہ تھا بلکہ وہ برابر اہم مسائل کے حل میں مصروف رہا۔ ایک ضروری مسئلہ یہ بھی تھا کہ یورپین ترکی کو ایشیائے کوچک سے متصل کردیا جائے۔ چنانچہ اس بارے میں دو تجویزیں زیر غور ہیں۔ ایک یہ کہ باسفورس پر ایک عظیم معلق پل تعمیر کیا جائے۔ یہ پل اُسی طرح کا ہوگا جیسا بروکلین کا پل ہو، جو اس جزیرے کو نیویارک سے متصل کرتا ہو۔ دوسری تجویز یہ ہو کہ باسفورس کے نیچے سرنگ کھودی جائے اور اُس میں ریلوے جاری ہو۔ مبصرین کا رجحان اسی آخری تجویز کی طرف ہو۔ ترکی میزانیہ میں اس غرض کے لئے ایک رقم موجود ہو۔ مگر وہ ناکافی ہے۔ خیال کیا جاتا ہو کسی جرمن کمپنی کو اس کا ٹھیکہ دیا جائے گا۔ جب یہ پل یا زمین دوز ریل جاری ہوجائے گی تو ایشیائے کوچک سے یورپین ترکی بالکل متصل ہوجائے گا اور نقل و حرکت میں بڑی سہولت ہوجائے گی۔

ترکی میں اشاعت اسلام

ادھر کچھ مدت سے اُن لوگوں کے لئے دقتیں پیش آرہی تھیں جو دین اسلام قبول کرنا چاہتے تھے، کیونکہ جدید قانون مدنی کے اعلان کے بعد وہ قواعد منسوخ ہوگئے ہیں جو اس بارے میں پہلے جاری تھے۔ پہلے دستور یہ تھا کہ جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو حاکم کے سامنے درخواست پیش کرتا تھا۔ حاکم اُس کے اصلی دین کے پیشوا کو طلب کرتا، اور پیشوائے دین اپنے اس ہم مذہب کو جس قدر سمجھا سکتا تھا، سمجھاتا بجھاتا۔ اگر وہ اُس کی نصیحت قبول کرلیتا، تو اپنے سابق دین پر برقرار رہتا۔ ورنہ مسلمان قاضی کو بلایا جاتا اور وہ اُسے کلمۂ اسلام کی تلقین کرکے مسلمان بنالیتا۔

لیکن اب جدید قانون نے یہ سب رسمیں موقوف کردی ہیں۔ اب اسلام لانے کے لئے صرف اس قدر کرنا پڑتا ہو کہ مفتی کے سامنے اپنی درخواست پیش کردیتا ہو اور وہ اسلام کے اصول و تعلیمات واضح کرکے اُسے مسلمان بنالیتا ہو۔

یہاں کے اخبارات کا بیان ہو کہ نو مسلموں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہو۔

۲۳ر جولائی کی عید

تمام ترکی قوم نے ۲۳ر جولائی کو بڑے جوش و خروش سے عید منائی۔ یہ عید در اصل اُس تاریخی دن کی یادگار ہو جبیں قوم نے عبدالحمید کی مطلق العنان حکومت کو "دستور" یا "مشروطیت" (کانسٹیٹیوشن) پر مجبور کیا تھا۔ یہ واقعہ ۲۳ر جولائی ۱۹۰۸ء میں پیش آیا تھا۔ اگرچہ اب اعلان جمہوریت کے بعد یہ دستور بھی منسوخ ہوگیا ہو، لیکن چونکہ یہ دن، دور جدید کا سنگ بنیاد ہو، اس لئے ترکی قوم اب تک اسے ایک قومی، وطنی عید کی طرح مناتی ہو۔

ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟

یہاں ایک مدت سے یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ ترکی موسیقی باقی رہے یا اُس کی جگہ مغربی موسیقی قبول کرلی جائے؟ یورپین موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ ترکی موسیقی، ناقص ہو۔ اتنی ناقص کہ ۲ آدمی بھی ایک ساتھ ہوکر کوئی راگ پوری طرح ادا نہیں کرسکتے۔ ترکی موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ بلاشبہ ترکی موسیقی میں ترقی کی بہت گنجائش ہو مگر وہ ناقص نہیں ہو۔ اس بحث نے بالآخر مقابلہ کی صورت اختیار کرلی اور کل ترکی موسیقی کے ۱۲۰ ماہر اپنا فن دکھانے کے لئے جمع ہوئے۔

آپکے قارئین غالباً اس واقعہ سے واقف ہونگے کہ ایک زمانہ میں ترکی موسیقی ہی ترقی یافتہ موسیقی تھی۔ ترک ہی اس فن کے اُستاد تسلیم کئے جاتے تھے۔ اُنھوں نے اس میں بہت سی ایجادیں کی تھیں اب تک اُن کی بعض ایجادیں مغربی موسیقی میں موجود ہیں۔ یہی باعث ہے کہ وہ اب تک اپنی موسیقی پر ناز کرتے اور اس سے دست بردار ہونے پر طیار نہیں ہیں (یورپ کے مورخین نے اعتراف کیا ہو کہ موجودہ قسم کا فوجی باجہ اور فوجی راگ، سب سے پہلے ترکوں ہی نے ایجاد کیا۔ الہلال)

چنانچہ کل کے یادگار جلسے میں بے شمار مخلوق جمع تھی۔ جلسہ کا افتتاح موسیقی کے مشہور پروفیسر، روف یکتا بک نے اپنی تقریر سے کیا۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی موسیقی کو یورپین موسیقی پر نمایاں امتیاز حاصل ہو لیکن چونکہ ہمارے مخالف اس فن شریف سے بے بہرہ ہیں اس لئے میں نفی دلائل کی جگہ شہرۂ آفاق فرانسیسی ماہر فن، مسٹر سانس کا قول پیش کرتا ہوں۔ اس اُستاد نے لکھا ہو "جس موسیقی کو ہم حقارت کے ساتھ مشرقی موسیقی کہتے ہیں، وہ مغربی موسیقی سے بہت بلند اور ممتاز ہو!"

اس کے بعد ۱۲۰ ترکی اُستادوں نے اپنے اسلاف مثلاً کرابیلی سید نوح، شیخ ذکائی وغیرہ کے راگ ایک ساتھ گائے، اور اس

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

امیر معاویہ بن ابی سفیان

امیر معاویہ رضؓ بن ابی سُفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے عرب کا عزم، حزم، عقل، تدبر، پُورے تناسب سے اِس دماغ میں جمع ہوگیا تھا۔ عربی کتب ادب و تاریخ اُن کی تدبر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریبًا پُوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی۔ اور ہمیشہ اُن کی سیاست کامیاب رہی وہ اُس عہد کے ایک پُورے سیاسی آدمی تھے۔

ایک عجیب عزم

جب مرض نے خطرناک صورت اختیار کرلی اور لوگوں میں اُنکی موت کے چرچے ہونے لگے، تو امیر معاویہؓ کو فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ولی عہد، یزید، (جسے جبراً بزورِ شمشیر ولی عہد منوایا گیا تھا) دارالخلافہ سے دُور تھا اور ابتری پیدا ہوجانے کا قوی احتمال تھا اُنھوں نے فوراً اپنے تیمارداروں سے کہا:

”میری آنکھوں میں خوب سُرمہ لگا دو۔ سر میں تیل ڈالو“

حکم کی تعمیل کی گئی، سرمہ اور روغن نے بیمار چہرے میں تازگی پیدا کردی۔

پھر اُنھوں نے حکم دیا:

”میرا بچھونا اونچا کردو۔ مجھے بٹھا دو۔ میرے پیچھے تکیے لگا دو“

اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔

پھر کہا:

”لوگوں کو حاضری کی اجازت دو۔ سب آئیں اور کھڑے کھڑے سلام کرکے رخصت ہوجائیں۔ کوئی بیٹھنے نہ پائے“

لوگ اندر آنا شروع ہوگئے۔ جب وہ سلام کرکے باہر جاتے تو آپس میں کہتے ”کون کہتا ہے خلیفہ مر رہے ہیں؟ وہ تو نہایت تر و تازہ اور تندرست ہیں!“

جب سب لوگ چلے گئے تو امیر معاویہ نے یہ شعر پڑھا:

وتجلدی للشامتین اریھم ۔ انی لریب الدھر لا اتضعضع

شماتت کرنے والوں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر ہونے نہیں دیتا میں اُنھیں ہمیشہ یہی دکھاتا ہوں کہ زمانہ کی مصائب مجھے مغلوب نہیں کرسکتیں۔ (طبری ج ۶)

دُنیا کی بے ثباتی

انہی علالت میں قریش کی ایک جماعت، عیادت کو آئی۔ امیر معاویہ نے اس کے سامنے دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا: ”دنیا؟ دنیا! اس کے سوا کچھ نہیں جسے ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اور جس کا خوب تجربہ کرچکے ہیں۔ خدا کی قسم، ہم اپنی جوانی کے عالم میں دُنیا کی بہار کی طرف دَوڑے، اور اُس کے سب مزے لُوٹے مگر ہمنے دیکھ لیا کہ دنیا نے جلد پلٹا کھایا۔ بالکل کایا پلٹ کردی۔ ایک ایک کرکے تمام گرہیں کھول ڈالیں۔ پھر کیا ہوا؟ دُنیا نے ہم سے بیوفائی کی۔ ہماری جوانی چھین لی۔ ہمیں بڈھا بنا دیا۔ آہ، یہ دُنیا کتنی خراب جگہ ہے؟ یہ دُنیا کیسا بُرا مقام ہے؟“

(احیاء علوم الدین جلد ۴)

آخری خطبہ

امیر معاویہ نے اپنی بیماری میں آخری خطبہ یہ دیا:

”اے لوگو! میں اُس کھیتی کی بالی ہوں جو کٹنے چکی ہے۔ مجھے تم پر حکومت ملی تھی۔ میرے بعد جتنے حاکم آئیں گے، مجھ سے بُرے ہونگے ٹھیک اُسی طرح، جیسے اگلے حکام مجھ سے اچھے تھے۔

(احیاء ج ۴)

حسرت

جب وقت آخر ہوا تو کہا، مجھے بٹھا دو۔ چنانچہ بٹھا دیئے گئے۔ دیر تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر رونے لگے اور کہا:

”معاویہ! اپنے رب کو اب یاد کرتا ہے جبکہ بڑھاپے نے کسی کام کا نہیں رکھا اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہوگئیں۔ اُسوقت کیوں نہ یہ خیال آیا جب شباب کی ڈالی تر و تازہ اور ہری بھری تھی؟

پھر چلا کر روئے اور دعا کی:

”اے رب! سخت دل، گنہگار، بوڑھے پر رحم کر! الٰہی! اُس کی ٹھوکریں معاف کردے! اُس کے گناہ بخش دے! اپنے وسیع حلم کو اُس شخص کے شامل حال کر جسنے تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں کی، تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا!“

(احیاء ج ۴)

بیٹیوں سے خطاب

تیمارداری اُن کی دونوں لڑکیاں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ انہیں کروٹ بدلانے لگیں تو اُنھیں بغور دیکھ کر کہا: تم ایک ڈانواں ڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو۔ اُسنے دُنیا بھر کے خزانے جمع کرلیے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

لقد سعیت لکم من سعی ذی نصب ۔ وقد کفیتکم التطواف والرحلا

میں نے تمہارے لئے بہت سخت محنت سے کوشش کی اور تمھیں دَر بدر ٹھوکریں کھانے سے بے پرواہ کر دیا۔ (طبری)

اپنی فیاضی کی یاد

وفات سے کچھ پہلے اشہب بن رمیلہ کے یہ شعر پڑھے جو اُسنے قباع کی مدح میں کہے تھے:

اذا مات، مات الجود وانقطع الندی ۔ من الناس الا من قلیل مصرد

تیری مَوت کے ساتھ سخاوت اور فیاضی بھی مرجائیگی۔

وردت اکف السائلین وامسکوا ۔ من الدین والدنیا بخلف مجدد

سائلوں کے ہاتھ لوٹا دیئے جائینگے اور دین اور دُنیا کی محرومیاں اُن کے انتظار میں ہوں گی۔

یہ سُن کر اُن کی لڑکیاں چلا اُٹھیں ”ہرگز نہیں، امیر المومنین! خدا آپ کو سلامت رکھے!“

اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف یہ شعر پڑھ دیا:

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا ۔ الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جب مَوت اپنے ناخن گاڑ دیتی ہے تو کوئی تعویذ بھی نفع نہیں پہنچاتا

نصیحت

پھر بیہوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولی اور اپنے عزیزوں کو پاس دیکھ کر کہا:

”اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو ڈرتا ہے، خدا اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اُس شخص کے لئے کوئی پناہ نہیں جو خدا سے بے خوف ہے“

(طبری)

یزید کی آمد

امیر معاویہؓ کی نازک حالت سے، قاصد کے ذریعہ، ولی عہد (یزید) کو مطلع کیا گیا۔ وہ فوراً روانہ ہوا۔ پہنچتے پہنچتے حالت اور بھی اَبتر ہو چکی تھی۔ یزید جب پہونچا تو سکرات مَوت کی حالت شروع ہو چکی تھی اسنے باپ کو پکارا مگر وہ بول نہ سکے۔ یزید رونے لگا اور یہ شعر پڑھے:

لو عاش حی علی الدنیا لعاش اما ۔ م الناس لا عاجز ولا وکل

اگر کوئی آدمی بھی دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتا تو بلاشک آدمیوں کا امام زندہ رہتا، وہ نہ عاجز ہے، نہ کمزور ہے۔

الحول القلب والاریب ولن ۔ یدفع وقت المنیۃ الحیل

وہ بڑا ہی عاقل و مدبر و فہیم ہے۔ لیکن مَوت کے وقت کوئی تدبیر بھی کام نہیں آتی۔

یزید سے خطاب

معاویہ نے یہ سُنکر آنکھیں کھول دیں اور کہا:

”اے فرزند! مجھے جس بات پر خدا سے سب سے زیادہ خوف ہے، وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہے۔ جان پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں دست مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپنے میرا کُرتا دیکھا وہ مونڈھے پر سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا ”معاویہ! تجھے کُرتا پہنا دوں؟“ میں نے عرض کیا ”میں آپ پر قربان! ضرور“ چنانچہ آپنے کرتا عنایت کردیا مگر میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا۔ وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال ترشوائے۔ میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اُٹھا لئے تھے۔ وہ بھی آجتک میرے پاس شیشی میں رکھے ہیں۔ دیکھو، جب مر جاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں اور نتھنوں میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کُرتا بچھا کر مجھے اُس پر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہے تو وہ یہی ہے“

(استیعاب۔ عقد الفرید)

سکرات مَوت

سکرات کے عالم میں یہ شعر زبان پر جاری تھا:

فہل من خالد اما ھلکنا ۔ وہل بالموت یا للناس عار

ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ اُس کے ارکان کا انتخاب، تمام باشندوں کی طرف سے ہو۔ لیکن وقت کی تنگی اور باشندوں کے اشغال کی کثرت مانع آئی۔ مجبوراً ہمنے یہ کیا کہ ہر ہر محلے سے معزز آدمیوں کی ایک ایک جماعت طلب کی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف یہی لوگ معزز اور نیک ہیں۔ کیونکہ تمام مسلمان جسم واحد کی مانند ہیں۔ ہمنے تمھیں اسی غرض سے طلب کیا ہو کہ جدید مجلس شوریٰ کے لئے ارکان کا انتخاب کرو۔ انسان پر فرض ہو کہ ایسے معاملات میں اپنے قلب کا فرمانبردار نہ بنے، کیونکہ قلب ہمیشہ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہوجاتا ہو۔ تمھیں عقل و تدبر سے کام لینا چاہئے اور تجربہ کار اور قابل لوگوں کو منتخب کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر مجلس صحیح بنیادوں پر قائم ہوجائے گی تو ملک اُس سے بڑے بڑے فوائد حاصل کرسکے گا۔ تم وہی لوگ منتخب کرو جنھیں مخلص اور باشندوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا یقین کرتے ہو۔ یہ اس لئے کہ حکومت تو اپنے حقوق کسی نہ کسی طرح حاصل ہی کرلیتی ہو۔ لیکن باشندوں کے حقوق تلف ہوسکتے ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں کا انتخاب ہونا چاہئے جو تمھارے حقوق کے تحفظ کی قابلیت و جرأت رکھتے ہوں۔ یہ لوگ تمھارے نمائندے اور وکیل ہونگے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سُلطان کی دوسری تقریر

سُلطان نے دوسری تقریر مجلس شوریٰ کے ارکان کے سامنے کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

"حضرات ارکان مجلس! میں آپ کو سلام کرتا اور اُس اعتماد پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں جس کا آپکے ابنائے ملک نے آپ کو اہل سمجھا اور آپ کو اس مجلس کے لئے منتخب کیا۔ مجلس شوریٰ درحقیقت اُن بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہو جن پر قانونی حکومتیں قائم ہوا کرتی ہیں۔ یہی وہ شوریٰ ہو جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وارد ہو " وامرہم شوریٰ بینہم" میں یہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوں کہ آپ اس مجلس میں شریک ہوکر ملک کی خدمت اور حدود شرعیہ کے قیام و حفاظت کی کوششوں میں حکومت کا ہاتھ بٹانے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری گردن پر ایک بڑی امانت رکھ دی ہو۔ ہم اس بوجھ کے اُٹھانے میں اپنے تئیں اہل فضل و حمیت کی امداد و اعانت کا محتاج پاتے ہیں۔ یہی سبب ہو کہ ہم نے شہر کے رؤسا و اکابر کو اس مجلس کے لئے دعوت دی اور اُنھوں نے آپ کو اپنے اعتماد کا اہل سمجھکر منتخب کرلیا۔ اب ہم نے اپنی ذمہ داری اُٹھاکر آپکے کاندھوں پر رکھ دی ہو۔ میں بصد عجز و زاری اللہ بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ملک اور اہل ملک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ اپنے فرائض کی انجام دہی کے اثنا میں دیکھ لیں گے کہ حکومت اصلاحات کے جاری کرنے میں پوری طرح سنجیدہ اور مستعد ہو۔ یقیناً آپنے اس کا آغاز اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہوگا۔ ہمنے تفتیش و اصلاح کی ایک علحدہ مجلس بنادی ہو جس کا کام یہ ہو کہ حکومت کے تمام محکموں کی جانچ کرے، اور اُن صورتوں پر غور کرے جن سے اُن کی اصلاح و درستگی ہوسکتی ہو۔ یہ کمیٹی اپنے عمل کا ایک مرحلہ طے کرچکی ہو، لیکن ابھی اُسے بہت کچھ کرنا باقی ہو۔

عنقریب آپکی مجلس میں بڑی بڑی تجویزیں پیش ہوں گی۔ حکومت کے محکموں کے میزانیے بھی پیش ہونگے۔ آپ اُن پر غور کرینگے اور اپنے فیصلے صادر کریں گے۔ ملک کو سب سے زیادہ ضرورت پانی کی ہو۔ آپکے سامنے جدید قسم کے کنوئیں کھودنے کی تجویز آئے گی۔ اسی طرح اور بہت سے مفید کام آپ کو کرنا ہونگے۔ مثلاً جدہ اور مکہ کے مابین موٹروں کا اجراء، مکہ کی بعض سڑکوں کی توسیع، ڈاک اور تار کے صیغوں کی اصلاح۔ اس محکمہ نے وہ تمام طیاریاں مکمل کرلی ہیں جو بین الاقوامی ڈاکخانوں کے ضمن میں شامل ہونے کے بعد اُسے عمل میں لانی ہیں۔

نیز تعلیم کی اشاعت کا مسئلہ بھی بہت اہم ہو۔ آپکو اس پر غور کرنا اور تمام ملک کے لئے ایک ہی تعلیمی لائحہ (پروگرام) بنانا ہو۔ حکومت چاہتی ہو تعلیم تمام ملک میں عام ہوجائے۔ کوئی قریہ بلکہ کوئی قبیلہ بھی اس سے محروم نہ رہنے پائے۔ نیز حفظان صحت، حجاج کے آرام و راحت، مطوفوں کی تنظیم، اور اسی طرح کے تمام اہم کام آپکے سامنے ہیں اور آپکی توجہ کے منتظر ہیں۔ آخر میں میں اس مجلس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارے تمام کاموں کو کامیاب کرے۔ والسلام علیکم"

مجلس شوریٰ کا نظام

مجلس شوریٰ کا نظام بالاختصار حسب ذیل ہو:

دفعہ (۱) یہ مجلس ۸ ارکان سے مرکب ہوگی۔

دفعہ (۲) مجلس شوریٰ کا صدر نائب السلطنت ہوگا۔

دفعہ (۳) ارکان مجلس کا انتخاب حسب ذیل اصول پر ہوگا:

(۱) ۴ رکن، اہل فضل و تجربہ کے مشورے سے منتخب ہونگے۔

(۲) باقی ۴ رکن حکومت اپنی رائے سے نامزد کریگی۔ اِن میں دو رکن نجدی ہونگے۔

دفعہ (۴) مجلس شوریٰ کی رکنیت کی مدت دو سال ہوگی۔ لیکن نصف ارکان ہر سال بدلجایا کرینگے (عام اس سے کہ منتخب ہوں یا نامزد کئے ہوئے) پرانے ارکان کا دوبارہ انتخاب بھی ہوسکتا ہو۔

دفعہ (۵) مجلس شوریٰ کے رکن بننے کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں:

(الف) اسکی عمر ۲۵ سال سے کم نہ ہو۔

(ب) تجربہ کار اور معاملات کا سمجھنے والا ہو۔

(ج) سزا یافتہ اور دیوالیہ نہ ہو۔

(د) نیک چلن ہو۔

دفعہ (۶) حسب ذیل امور مجلس شوریٰ کے سامنے حکومت کی جانب سے پیش ہونگے:

(۱) حکومت کے مختلف محکموں اور بلدیہ (میونسپلٹی) اور نہر زبیدہ کے میزانیہ (بجٹ)

(۲) اقتصادی و عمرانی لوائح پر عمل کرنے کی اجازت۔

(۳) تجارتی امتیازات اور اقتصادی و مالی تجاویز۔

(۴) نظارت نافعہ (پبلک ورکس) کے لئے کسی جائداد کی ضبطی۔

(۵) نئے قوانین اور انتظامات۔

(۶) میزانیہ میں اگر سال کے اندر مزید اضافہ کی ضرورت ہو۔

(۷) اگر کسی محکمہ کو ۱۰۰ پونڈ سے زیادہ کسی خرچ کی ضرورت پیش آجائے۔

(۸) اجنبی ملازموں کی تقرری۔

(۹) حکومت کے محکمے اگر کمپنیوں یا تاجروں سے دو سو پونڈ سے زیادہ کی خرید و فروخت کریں۔

دفعہ (۷) مجلس دو قسموں پر تقسیم ہوگی۔ ہر قسم اُن معاملات پر غور و بحث کرے گی جو اُس کا ناظم پیش کریگا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرینگی اور اپنے کاغذات کا مبادلہ کریں گی تاکہ دونوں کو غور و بحث کا موقعہ ملے۔ اس کے بعد مجلس کے کسی عام جلسے میں ان کا فیصلہ منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

دفعہ (۸) مجلس کا نصاب (کورم) چار ارکان اور صدر کی موجودگی سے پورا ہوجائے گا اور تجویزیں مجلس کی ۲ ثلث اصوات (ووٹس) سے پاس ہوں گی۔

دفعہ (۹) مجلس ہر ہفتہ دو مرتبہ منعقد ہوگی۔ لیکن صدر کی دعوت پر اس سے زیادہ مرتبہ بھی جمع ہوسکتی ہو۔

دفعہ (۱۰) مجلس کو حق ہو کہ قوانین کی تطبیق میں اگر حکومت سے کوئی غلطی واقع ہوجائے، تو اُسے متنبہ کردے۔

دفعہ (۱۱) اگر حکومت کوئی لائحہ پیش کرے اور مجلس اُسے رد کردے یا اُسمیں ترمیم ضروری سمجھے، اور حکومت مجلس کا فیصلہ منظور نہ کرے، تو ایسی صورت میں نائب السلطنت کو حق ہوگا کہ لائحہ کو مزید توضیح و تشریح کے ساتھ دوبارہ مجلس کے سامنے پیش کردے۔ اگر مجلس اب بھی اسے منظور نہ کرے، تو پھر آخری فیصلہ خود سلطان المعظم کرینگے۔

مجلس کو حق ہو کہ اپنے صدر کے ذریعہ ہر اُس تجویز کے بارے میں سُلطان سے رجوع کرے جس پر ایک ماہ گزر چکا ہو اور کوئی شاہی حکم جاری نہ ہوا ہو۔

مجلس کے ارکان

مجلس شوریٰ کے لئے حسب ذیل ارکان منتخب ہوئے ہیں:

(۱) شیخ یوسف قطان۔
(۲) شیخ احمد سجی۔
(۳) شیخ صالح شطا۔
(۴) شیخ عبداللہ زوادی۔
(۵) شیخ محمد بن یحیٰ بن عقیل۔
(۶) شیخ عبداللہ ابراہیم جفالی۔
(۷) شیخ عبدالعزیز بن زید۔
(۸) شیخ عبدالوہاب عطار۔

ایک اُمید افزا واقعہ

کچھ مدت ہوئی، بعض اہل مکہ نے سلطان ابن سعود کے پاس بھیجنے کے لئے ایک محضر طیار کیا تھا اور اُس میں محکمۂ حفظان صحت کی شکایتیں لکھی تھیں۔ یہ محضر ایک شخص حسن سلیمان کو دیا گیا تاکہ سلطان تک پہنچادے۔ اُس زمانہ میں نائب السلطنت امیر فیصل مکہ میں موجود نہ تھے۔ اُن کی غیر موجودگی میں اُن کے مشیر خاص شریف حسین عدنان اور شیخ عبدالعزیز عتیقی، حکومت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس محضر کا حال اِن دونوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے شخص مذکور کو طلب کیا اور حکم دیا کہ محضر انکے حوالہ کردے۔ اُسنے انکار کیا۔ اسپر شریف حسن عدنان نے غصہ میں آکر اُسے دو گھنٹہ کے لئے قید کردیا۔

شخص مذکور نے رہا ہوتے ہی حکومت کے اِن دونوں بڑے عہدے داروں پر (جو گورنر کے قائم مقام تھے) مقدمہ دائر کردیا۔ نالش میں حسب ذیل الزام لگائے تھے:

(۱) اُنھوں نے سلطان المعظم کی توہین کی کیونکہ وہ محضر لینا چاہا جو سلطان کی خدمت میں پیش ہونے والا تھا۔

(۲) اُنھوں نے مدعی کو سلطان تک پہنچنے سے روکنا چاہا۔

(۳) اُنھوں نے بغیر کسی قانونی موجب کے مدعی کو قید کیا۔

(۴) اُنھوں نے سرکاری محکمہ کے خلاف شکایتوں کی تحقیقات نہیں کی۔

سلطان نے دعویٰ سنکر کاغذات مجلس تفتیش کے حوالے کردیئے اور حسب ذیل دو سوالوں کے جواب طلب کئے:

(۱) کیا مدعا علیہما کو اس کارروائی کا حق تھا جو اُنھوں نے کی؟

(۲) کیا اُنھیں ایسی کارروائیاں کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے؟

مجلس تفتیش نے پوری طرح تحقیقات کی، مدعی، مدعا علیہما اور گواہوں کے بیانات سُنے، اور بالآخر سلطان کے سوالوں کے یہ جواب بھیجے:

(۱) اُنھیں اس کارروائی کا ہرگز حق نہ تھا۔

(۲) اُنھیں بغیر سزا کے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

نیز مجلس نے یہ قانون بھی بنایا کہ جو عہدہ دار بھی خلاف انصاف و قانون کام کرے گا، یا کسی کے حق پر دست درازی کرے گا، اُسکو سرکاری خدمت سے بلا توقف الگ کردیا جائے گا۔

مجلس کا فیصلہ معلوم کرکے سلطان نے دونوں عہدے داروں کو فوراً برخاست کردیا اور آئندہ کے لئے بھی اُنھیں سرکاری خدمت سے محروم کردیا۔

خوبی سے ادا کئے کہ سب کو تسلیم کر لینا پڑا کہ ترکی موسیقی، عظیم صلاحیت رکھتی ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال کا سفر ادرنہ

مشہور ترکی تاریخی شہر ادرنہ کے ایک وفد نے آکر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی۔ موصوف نے دعوت منظور کر لی۔ خیال کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں وہ تھریس کے اہم شہروں کا بھی معائنہ کریں گے۔

درۂ دانیال کی قلعہ بندی

اخبارات کا بیان ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا نے آستانہ میں پہنچ کر جنگی اور ملکی افسروں اور ماہروں کے ساتھ اُن تدابیر پر بھی غور کیا ہے جن سے مستقبل میں قسطنطنیہ کی حفاظت بھی ہو جائے اور وہ آزاد تجارتی بندرگاہ بھی باقی رہے۔ چنانچہ طے پایا ہے کہ امریکہ سے ایک قرض حاصل کیا جائے اور اس روپیہ سے درۂ دانیال، اور باسفورس کی پورے طور پر قلعہ بندی کر دی جائے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ معاہدۂ لوزان میں اس بارے میں بعض پابندیاں موجود ہیں۔ مگر اب بظاہر ترک اُن پابندیوں کی پرواہ کرنا نہیں چاہتے۔

اطلاع ضروری

الہلال میں لاہور کی "الہلال بک ایجنسی" کا اشتہار شائع ہو رہا ہے۔ اور اُس کا پتہ صاف درج ہے لیکن بعض حضرات صرف الہلال کا نام دیکھ کر درخواست الہلال کے دفتر میں بھیجدیتے ہیں اور بلا ضرورت خط و کتابت کرنی پڑتی ہے۔

اس "الہلال بک ایجنسی" سے رسالہ الہلال کلکتہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لاہور کی ایک بک ایجنسی ہے۔ اور اسی کا پورا پتہ اُس کے اشتہار کے نیچے درج ہے۔

اگر
آپ تمام دنیا سے دو قدم آگے رہنا چاہیں تو
انتخاب لاجواب لاہور
کا مطالعہ کریں اس کے مستقل خریداروں کو چھ سو صفحوں کی انعامی کتابیں مفت دی جاتی ہیں انعامی کتابوں کی فہرست اور نمونہ کا رسالہ دو آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں
مینیجر انتخاب لاجواب لاہور

مکتوب حجاز

اصلاح و ترقی کا اعلان اور عالم امید و بیم!

ذیل میں ہم اپنے مقالہ نگار مقیم جدہ کا مکتوب ترجمہ و اختصار کے بعد درج کرتے ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ آیندہ مسلسل مقالات بھیجتے رہیں گے۔ مقالہ نگار نے جس احتیاط اور اعتدال نظر کے ساتھ حالات حجاز پر نظر ڈالی ہے، ہم اُس کا اعتراف کرتے ہیں، مگر ہمیں خوف ہے کہ بحالت موجودہ اُنھوں نے حکومت کی بیان کردہ "اصلاحات" سے جو امیدیں قائم کی ہیں وہ قبل از وقت ثابت ہوں گی اس راہ میں سب سے پہلی چیز اہلیت، کاروانی، اور مخلص کارکنوں کا وجود ہے اور جہاں تک ہماری معلومات ہیں، ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت حجاز اُن سے یکقلم تہی دست ہے۔ خود مقالہ نگار بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

امید و بیم

حجاز کی موجودہ حالت، ہر اعتبار سے، امید و بیم کے متضاد اثرات کی ایک مرکب تصویر ہے!

ایک طرف امید کی شعاعیں چمکنا شروع ہو گئی ہیں تاکہ صدیوں کی تاریکی کا مقابلہ کریں۔ دوسری طرف مایوسی کی ظلمت اتنی شدید و وسیع ہے کہ نہیں کہا جا سکتا مستقبل قریب میں ہمیں روشنی کی تابناکی کا انتظار کرنا چاہئے، یا ظلمت کے احاطۂ درفع مندی کا؟

ایک طرف سلطان ابن سعود کی شخصیت اور اُس کی سطوت و طاقت کا ظہور ہے جس نے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ملک میں امن قائم کر دیا، تمام سرکش جماعتیں قابو میں آگئیں، نظم و اصلاح کے لئے زمین طیار ہو گئی، اور اگر حکومت کے مزاج میں صلاحیت اور اعضاء حکومت میں کاروانی ہو، تو بہت جلد سرزمین حجاز کا ایک نیا دور شروع ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف نظر اُٹھائیے تو حکومت کا مزاج غیر صالح، کارواں اشخاص تقریباً ناپید، اصحاب اغراض کا ہر طرف سے ہجوم، مخلص و مغرض میں امتیاز مسدود، اور اہل و غیر اہل کے لئے کوئی معیار نہیں ہے۔ سلطان صحرا سے نکلکر حجاز آگئے ہیں اور آتے ہی ایک منظم و متمدن حکومت کی از سر نو تخلیق کی مہم پیش آگئی ہے۔ ارادے پیدا ہوتے ہیں، مگر وجود میں نہیں آسکتے۔ ہمت اُٹھتی ہے، مگر قدم نہیں اُٹھا سکتی۔ کام اہم اور مشکلات سے لبریز ہے۔ ضرورت صلاحیت، صبر، استقامت، اور انتظار کی ہے، لیکن اوپر سے لے کر نیچے تک ہر وجود نفع عاجل کا شیفتہ ہے، اور اس لئے کوئی صحیح اور وقیع قدم اُٹھ نہیں سکتا۔

اصلاحات کا اعلان

لیکن حال میں مجلس شوریٰ کے قیام اور بعض ارکان حکومت کے تغیر و تبدل سے طلبگاران اصلاح کو جو نئی اُمیدیں دلائی گئی ہیں وہ ضرور قابل توجہ ہیں، اور ضروری ہے کہ اُن کا اعتراف کیا جائے۔ ممکن ہے کہ اُن کی موجودہ صورت و حالت آپکی نظروں میں زیادہ وقعت حاصل نہ کر سکے، لیکن اہل حجاز کے لئے جو صدیوں سے "اصلاح" اور "قانون و ادارہ" کے معانی سے ناآشنا ہو چکے ہیں، یہ یقیناً ایک اُمید افزا اقدام ہے۔

سلطان کی تقریریں

مجلس شوریٰ کے افتتاح کے لئے "جیاد" میں ایک شاندار جلسہ ہوا تھا۔ سلطان نے اس موقع پر دو تقریریں کیں: ایک عام حاضرین کو مخاطب کر کے۔ دوسری مجلس شوریٰ کے ممبروں کے سامنے۔ پہلی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"میں مکہ کے باشندوں کو اس اجتماع کا مقصد بتانا چاہتا ہوں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں کے باشندے ہم سے (یعنی اہل نجد) زیادہ سے زیادہ اختلاط رکھیں اور زیادہ سے زیادہ میل جول بڑھائیں اس اختلاط کے فوائد بے شمار ہیں۔ یہی فائدہ کیا کم ہے کہ ہم میں باہم محبت و اخوت مستحکم ہوگی اور اُن سازشیوں کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی جو ہمارے تعلقات خراب کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔

"راعی اور رعیت کی دوری اور بے تعلقی، خود غرضوں کے لئے میدان کشادہ کر دیتی ہے۔ وہ بڑی آسانی سے حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنے کا موقعہ پا جاتے ہیں۔ اگر راعی اور رعیت میں نزدیکی نہیں ہے تو ظاہر ہے، ہر خود غرض جب چاہے، حکام کو گمراہ کر دے سکتا ہے۔ حاکم ہرگز حقیقت حال سے واقف نہیں ہو سکتا اور بلا قصد رعایا کے لئے مصیبت پیدا کر دے سکتا ہے۔ لیکن اگر حاکم و محکوم میں تعارف و تقارب کے رشتے موجود ہوں، تو خود غرض لوگ حکام کو دھوکا دینے سے ڈرینگے۔ مبادا اُن کی بدنیتی اور دروغگوئی طشت از بام ہو جائے"

"آج کے اجتماع سے یہی غرض ہے کہ ہمارے اور باشندوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ قربت و اختلاط قائم ہو جائے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے اور عام مخلوق کے درمیان ہرگز کوئی پردہ نہیں ہے۔ ہمارے محل کا دروازہ ہمیشہ ہر انسان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ نیز ہم بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے تمام عہدہ داروں کو رعایا سے حسن سلوک کی وصیت کرتے رہتے ہیں"

"بلاشبہ، عام مخلوق سے دُوری، نفس و جسم کے لئے آرام و راحت کا موجب ہے۔ لیکن دین اور شرافت کا تقاضہ اس سے منع کرتا ہے۔ دین، مخلوق سے دُوری کی اجازت نہیں دیتا۔ شرافت، مخلوق سے بے پرواہی روا نہیں رکھتی۔ کیونکہ اختلاط اور تعارف میں ہزاروں مصلحتیں اور نیکیاں ہیں۔ یقین کرو ہم اپنی پوری قوت سے اصلاح حال کی کوشش کر رہے ہیں۔ سال رواں میں انشاء اللہ ہم بہت سی نئی اصلاحات بھی جاری کرینگے۔ ہماری نظر کے سامنے ہر لحظہ یہ فرمان ربانی موجود ہے "قل اعملوا فسیری اللہ عملکم" (عمل کرو، خدا تمہارا عمل دیکھے گا) ابن آدم اگر نیکی کرتا ہے، تو اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ نتائج و ثمرات کی بخشش صرف اللہ ہی کے ہاتھ ہے!"

"یہ بالکل یقینی ہے کہ حکام کی درستگی، رعایا کی درستگی ہے۔ بنا بریں ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہمیشہ اُس خیر و صلاح کی جستجو میں لگے رہیں جس سے ایک طرف مسلمانوں کی درستگی ہو، دوسری طرف ہمیں خدا کی رضامندی حاصل ہو"

"ہم نے بعض عہدے دار معزول کر دیئے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُنھوں نے کوئی خطا کی تھی، بلکہ اس لئے کہ اُن سے بہتر آدمی مل گئے تھے۔ میں معزول عہدے داروں کا شکرگزار ہوں کہ اُنھوں نے اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دیئے تھے"

"ہم نے آپ ہی کے آدمیوں کی ایک مجلس بنا دی ہے کہ حکومت کے مختلف انتظامی محکموں کی دیکھ بھال کریں، اُنکے نظام پر نظر ڈالیں ہم نے تمام تر ذمہ داری اس مجلس کے کاندھوں پر ڈال دی ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے مصالح ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ مجلس اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دے گی۔

"ہم نے مجلس شوریٰ کے معاملہ پر خوب غور کیا۔ چونکہ یہ مجلس از حد اہم اور باشندوں کے لئے فائت درجہ ضروری و مفید ہے اس لئے

برابر موجود ہوتا تھا۔

ایک واقعہ

حاکم جوف امیر عبداللہ بن عقیل کی بابت مجھے ایک بات ضرور کہدینی چاہئے۔ یہ حاکم، دوسرے عرب حکام کے برخلاف ذی علم اور وسیع المعلومات ہے۔ شریعت حقہ کے مطابق حکومت کرتا ہے۔ اس کے علاقے میں جرائم بالکل ناپید ہیں۔ مثال کے طور پر ایک چشم دید واقعہ لکھتا ہوں:

ایک دن میں امیر موصوف کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا "میں حائل سے آرہا ہوں۔ جوف سے ۳ دن کے فاصلے پر ایک بھری ہوئی بوری میں نے پڑی دیکھی ہے" حاکم نے سوال کیا "اُس بوری میں کیا ہے؟" شخص مذکور نے جواب دیا کہ "مجھے نہیں معلوم" اس واقعہ کے دوسرے دن ایک اور شخص نے یہی خبر پہنچائی۔ حاکم نے اُس سے بھی یہی سوال کیا۔ اُسنے کہا "اسمیں قہوہ ہے" حاکم نے پوچھا "تو نے کیوں کر جانا؟" اُسنے کہا "اپنی لاٹھی سے دبا کر" امیر حاکم نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے ۵۰ بید لگا دو۔ مجھے اس سزا پر بہت تعجب ہوا اور امیر سے استفسار کیا۔ اسنے جواب دیا "بوری دیکھنا جرم نہیں ہے، لیکن اسنے یہ جستجو کیوں کی کہ اُس میں کیا ہے؟ اسے اس کا کوئی حق نہ تھا۔ کیونکہ بوری اس کی نہ تھی" اس کے بعد امیر نے مجھے بتایا کہ اہل نجد، عموماً نہایت دیانت دار اور پرہیزگار ہیں اگر راستے میں سونا بھی پڑا ہو تو کبھی اُن کی نیت نہیں بدلے گی!

جوف کا دارالحکومت، ایک قلعہ نما عظیم محل میں واقع ہے۔ اس کا نام "قصر مارد" ہے۔ یہودیوں نے اپنے عروج کے زمانے میں تعمیر کیا تھا باشندوں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۴۰۰ سال پہلے یہ بنا تھا۔

جوف کے باشندے باوجود غریب ہونے کے بڑے مہمان نواز ہیں۔ مہمان کی خدمت و خاطر فرض عین سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ خوب تندرست ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی کمزور، اور دُبلا نہیں دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا، پوری آبادی میں ایک انسان بھی بیمار نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے، پیداوار کافی ہے اور باشندے طبیعی اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

امیر عبداللہ نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ انگریز اور امریکن سیاحوں نے بار بار کوشش کی کہ علمی اور جغرافیائی تحقیقات کے بہانہ سے آگے بڑھیں۔ مگر سلطان ابن سعود نے اجازت نہیں دی۔ وہ جانتے ہیں کہ اسی قسم کے حیلوں سے اُنھوں نے مشرقی ملکوں میں اپنے قدم جمالئے۔ ایک مرتبہ ایک انگریز مسٹر آتشر بہت سی موٹریں اور روپیہ لے کر آیا اور یہ ظاہر کیا کہ جوف کی مٹی بہت عمدہ ہے اس لئے وہ مٹی کے برتن بنانے کا کارخانہ قائم کرے گا۔ مگر سلطان نے قیام کی اجازت نہیں دی۔ ایک اور یورپین نے کہا کہ خود پائے تخت ریاض میں پٹرول کے زمین دوز چشمے موجود ہیں۔ میں انھیں نکال دے سکتا ہوں۔ مگر سلطان نے اسے بھی منظور نہیں کیا۔ حالانکہ نجد کے باشندوں کو پٹرول کی بہت ضرورت ہے۔ سلطان کی دلی آرزو ہے کہ خالص اسلامی علمی جماعتیں نجد میں آئیں اور یہاں کی قیمتی کانیں نکالیں کہ وہ یورپین کمپنیوں، تاجروں اور "علمی محققوں" کی آمد و رفت سے ڈرتے ہیں۔

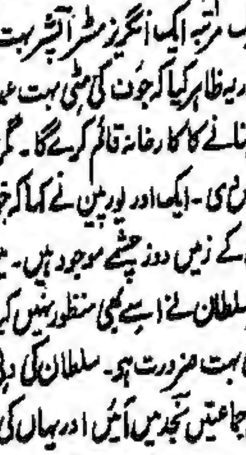

خواطر و سوانح

زندگی پر آخری نظر

ایک کروڑپتی نے خودکشی کرتے وقت کیا محسوس کیا؟

مسٹر جیمس وھائٹ، لنڈن کا مشہور کروڑپتی تھا۔ لیکن ایک ناگہانی خسارہ نے اُسے دیوالیہ کر دیا۔ گزشتہ ماہ اُسنے زندگی سے بیزار ہو کر خودکشی کر لی۔ لیکن مرنے سے پہلے ذیل کی تحریر لکھ کر اپنی میز پر رکھدی تھی:

"میں اسوقت ابدیت و خلود کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور دنیا کے نام اپنا آخری پیام لکھ رہا ہوں۔ میں نے زندگی پر اُس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی ہے، جو ایک مرنے والے انسان ہی کا نقطۂ نگاہ ہو سکتا ہے!

⁂

میرے نیاز پذیر عقیدے میں دُنیا کا قدیم عالمگیر تمدن ۴ر اگست ۱۹۱۴ء (یعنی جنگ عمومی کے آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہے) میں مرگیا۔ اس کے بعد سے ابتک جدید عالمگیر تمدن کی پیدائش نہیں ہوئی ہے۔

⁂

میں نے بادشاہوں کی میزبانی کی۔ امیروں کو بے تکلفانہ اُنکے سادہ ناموں سے پکارا۔ میری ملکیت میں شاندار جہاز تھا جس پر میں نے پورے کرۂ ارضی کی سیر کی۔ میرے اصطبل میں اصیل گھوڑوں کی صفیں بندھی تھیں۔ میں تھیٹروں کا بھی مالک تھا۔ بڑی بڑی اخبار جاری کرنے والی کمپنیوں میں بھی میرے حصے تھے۔ میں نے عظیم الشان تجارتی کاروبار کئے۔ میرا رأس المال پندرہ کروڑ پونڈ (۲۵۰ کروڑ روپیہ) تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے صرف ایک دن کے اندر ۵۰۰،۰۰۰ پونڈ نفع کمایا تھا۔ ان حالات میں، میں امید کرتا ہوں کہ سب لوگ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ مجھے زندگی کے بارے میں اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔

⁂

"مجھ پر زندگی کے گرم اور سرد، ہر طرح کے موسم گزر چکے ہیں۔ میں نے فاقہ کشی کی مصیبت کا مزہ بھی چکھا ہے، اور میں نے دولت کی سرگرانی بھی محسوس کی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تین دن کے بھوکے کا احساس کیا ہوتا ہے؟ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دولت کی فراوانی دل و دماغ پر کیا اثر ڈالتی ہے؟"

"وقت گزر چکا ہے جب میری کوئی آرزو بھی ایسی نہ تھی جو میری قدرت سے باہر ہو۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہزاروں انسان اپنے پیٹ کی روٹی کے لئے میرا ہاتھ تکتے تھے!

⁂

"گھوڑدوڑ کے ایک دور میں میں نے ۰۰۰،۰۰۰،۱ پونڈ جیتے تھے لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب تاش کی ایک بازی میں میری جیت صرف ایک شلنگ تھی! دولتمندی کے الاکھ اور غربت کا ایک شلنگ، دونوں کی جیت کے الگ الگ اثر میرے دل نے محسوس کئے۔ ایک مرتبہ ۱۸۸۸ء میں لنڈن سے ڈبلن تک کی ۵۰۰ میل کی مسافت، میں نے اپنے پیروں سے طے کی تھی، کیونکہ میرے پاس ریل کا کرایہ نہ تھا۔ پھر ایک وقت وہ بھی دیکھا جب پوری ٹرین صرف میرے لئے روانہ ہوتی تھی تاکہ مجھے مینچسٹر پہنچا دیا کرے!

⁂

"میری زندگی کے ان آخری لمحوں میں میرا حافظہ، زندگی کے تمام انقلابات ایک ایک کرکے میری آنکھوں کے سامنے سے گزار رہا ہے۔ اسوقت میں اس قابل ہوں کہ زندگی پر ایک منصفانہ فیصلہ کی نظر ڈال سکوں!

⁂

"زندگی کے متعلق میرا ازم سے نرم فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک عظیم انسانی کڑھائی ہے جو طمع، شہوت، اور طاقت کے مہیب آتشین الاؤ پر پک رہی ہے۔ تمام بلند، رقیق، شریف جذبات ناپید ہو چکے ہیں۔ اُن کی جگہ خبیث، فاجرانہ، پرشور عناصر نے لی ہے۔ قوت اور مال کی خواہش اس قدر زبردست ہو گئی ہے کہ بالشویزم کے سوا کوئی دوسری قوت اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

⁂

"زندگی کے تمام دن باہم مشابہ ہیں، اُکتا ڈالنے والے ہیں، تھکا ڈالنے والے ہیں۔ ایک ہی قسم کے چہرے، ایک ہی قسم کے مزاج، ایک ہی قسم کے دل، ایک ہی قسم کی چیزیں! ہر نیا دن ویسا ہی بُرا جیسا پچھلا دن تھا! ہر نفس طمع و ہوس سے اُسی طرح لبریز جس طرح دُنیا کا ہر باشندہ! زیادہ مال کی مجنونانہ طلب! زیادہ عیش کی غرض پرستانہ خواہش! مگر کام بہت کم، نیکی اور بھی کم! انسانوں کی بھیڑ مال جمع کرنے پر ٹوٹ پڑی ہے۔ کسی کو خودداری کا خیال نہیں۔ کسی کو شرافت کی پروا نہیں۔ ایک حساس آدمی کے لئے یہ منظر موت سے کم نہیں!

⁂

"اسٹیج پر دولت کا کوئی دیوتا نمودار ہوتا ہے۔ خوشامدیوں، چاپلوسوں، ابن الوقتوں کی بھیڑیں اُس پر ٹوٹ پڑتی ہیں، وہ کھلاتا پلاتا ہے۔ جلسے کرتا ہے، لہو و لعب کے تمام سامان مہیا کرتا ہے۔ اُسکی بڑی تعریفیں ہونے لگتی ہیں۔ اُس کی دوستی کا لاکھوں دم بھرنے لگتے ہیں۔ اُسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس زمین پر مجھ سے بڑا، مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی انسان نہیں۔ میں خدا کا پسندیدہ اور اس کی مخلوق کی آنکھ کا تارہ ہوں!

"لیکن ادھر اُس کا سونا چاندی ختم ہوا، اُدھر دُنیا کی نظریں بھی پھر گئیں۔ اب نہ دوست دوست ہیں نہ عزیز عزیز۔ حسرت اور ندامت صرف یہ دو کم رفیق زندگی بھر کی رفاقت کے لئے اُسکے پہلو میں

سیر فی الارض

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات وتاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

حال میں ایک مصری سیاح نے نجد کی سیاحت کی ہے۔ اُس کے مشاہدات کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

صحرائی سفر کا آغاز

صحراء میں سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ میں وہاں کے راستوں، سواریوں اور باشندوں کے طرزِ معیشت سے بالکل ناواقف تھا۔ میرے اِس سفر کا آغاز، شرقِ اردن کے پایۂ تخت، عمان سے ہوا۔ میں نے ایک موٹر کرایہ پر لی اور صحراء میں داخل ہوگیا۔ راستے میں کہیں درخت، گھانس، پانی، اور جاندار مخلوق نظر نہیں آئی۔ ہاں کبھی کبھی اونٹوں کے قافلے چلتے دکھائی دیتے تھے۔ اب سے پہلے یہ راستہ نہایت خطرناک تھا۔ بغیر کافی جنگی قوت کے کسی کا بھی جان ومال محفوظ نہ تھا۔ مگر اب بالکل امن وامان ہے۔ کامل ایک دن کے سفر کے بعد میں "قریات الملح" میں پہنچ گیا۔

قریات الملح

اسی مقام سے سلطان ابن سعود کی سلطنت شروع ہوتی ہے۔ میں نے پہنچتے ہی وہاں کے بعض شیوخِ قبائل سے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ پایۂ تخت نجد، ریاض، جانے کا عزم ہے۔ اُنھوں نے نہایت خوش اخلاقی سے میرا خیر مقدم کیا اور میرے لئے فوراً ۵ اونٹ مہیا کردیئے۔ ایک میری سواری کے واسطے تھا اور ۴ میرے خدمتگاروں کے لئے۔ یہ خدمتگار بھی انہی شیوخ نے محض اپنی مہربانی سے میری خدمت کے لئے ساتھ کردیئے تھے۔ اتفاق سے ۵۰ اونٹوں کا ایک اور قافلہ بھی ریاض جارہا تھا۔ میں بھی اسی میں شامل ہوگیا۔

یہاں یہ سنکر میرے ہوش اُڑ گئے کہ مجھے بہت طول طویل سفر کرنا پڑے گا۔ یعنی قریات الملح سے جوف تک ۹ دن۔ جوف سے حائل تک ۱۰ دن۔ حائل سے بریدہ تک ۸ دن۔ بریدہ سے ریاض تک ۸ دن یعنی پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے مسلسل ۳۵ دن صحرا میں چلنا پڑے گا۔ پھر راستہ میں ۲۵ دن آرام کے لئے مزید چاہئیں۔ گویا پورے دو مہینے اِس بیابانی دنیا میں بسر کرنے ہونگے!

"قریات الملح" جہاں سے ہمارا سفر اونٹ پر شروع ہوا، ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور نجد کو شرقِ اردن سے جدا کرتا ہے۔ یہ جبل الدروز سے ڈیڑھ دن کے فاصلہ پر ہے۔ اِس کا حاکم اعلیٰ، ایک نجدی افسر ہے اور احکام شریعت کے بموجب حکومت کرتا ہے۔ اِس کی آبادی ۵۰۰ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہاں کی معیشت، گیہوں کی زراعت، نخلستان، اور اونٹوں اور مویشیوں کی پرورش ہے۔ یہاں نمک بھی بنتا ہے، اور صحرائی مسافروں کے ہاتھ اچھی قیمت پر بکتا ہے۔ محصول، زکوٰۃ کے نام سے وصول کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ سالانہ ہر ۶ اونٹ پر ۷ مجیدی، ہر ۱۱۰ اونٹنیوں پر ۱۱۱ قرش مصری (ایک قرش ۲ آنہ کا ہوتا ہے) ہر سو بکریوں پر دو بکریاں وصول کی جاتی ہیں۔ یہاں جرائم اور فواحش کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ حاکم کو "امیر" کہتے ہیں۔

امیر قریات الملح نے اپنے چبوترے پر (جو اس کی بیٹھک یا دربار عام کی جگہ ہے) میرا استقبال کیا۔ میرے لئے قہوہ حاضر کیا گیا۔ امیر نے بہت اصرار کیا کہ چند دن اُس کا مہمان رہوں۔ مگر مجھے سفر کی جلدی تھی دوسرے دن وہ مجھے اپنے ہمراہ قبیلۂ بنی صخر میں لے گیا۔ یہ قبیلہ اِس گاؤں سے ۱۵ کیلو میٹر کے فاصلہ پر پشمی خیموں کے اندر زندگی بسر کرتا ہے۔ اپنی شجاعت، جرأت، اور غارت گری میں اِس قدر مشہور ہے کہ تمام عرب اُس کے نام سے تھراتا ہے۔

صحرا کی زندگی

آگے بڑھنے سے پہلے مجھے صحرا کی زندگی کے متعلق چند تمہیدی کلمے کہدینے چاہئیں۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ہی مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ نجد میں سیاحت کے لئے ضروری ہے کہ چہرے پر داڑھی موجود ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی داڑھی کی پرورش شروع کردی تھی۔ نجد کی سرحد میں داخل ہوتے ہوئے میری داڑھی کافی حد تک دراز ہو چکی تھی۔ میں نے بدّی لباس بھی خرید لیا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ سر بھی منڈانا پڑے گا۔ قریات الملح میں مجھے اِس کی خبر ہوئی۔ میں نے اپنا سر نجدی اُستروں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ چند لمحوں کے اندر کھوپڑی صاف تھی۔ میں نے آئینہ دیکھا تو اپنی صورت پہچان نہ سکا۔ لمبی داڑھی، مونچھیں صاف، سر گُٹا ہوا۔ ایک عجیب شکل نکل آئی!

مجھے پہلی ہی منزل میں معلوم ہوگیا کہ یہ سفر کس قدر تکلیف دہ ہوگا۔ شہری زندگی بسر کرنے والوں کے لئے اِس سے بڑھ کر عذاب کیا ہوگا کہ وہ صابون تک نہ پائیں۔ صحرا میں صابون، نایاب ہے، بہت قیمت پر بکتا ہے۔ خود صحرائی عربوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کپڑے کبھی نہیں دھوتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ بھی نہیں دھوتے۔ اُن کا عام مقولہ ہے "مردوں کا صابون، اُن کی داڑھی ہے!" یہاں کی زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے داڑھی کا فائدہ معلوم ہوا۔ یقیناً داڑھی، صحرا میں بہت مفید چیز ہے۔ رومال کی پوری قائم مقامی کرتی ہے۔ کھانے کے بعد ہاتھ منہ اسی مقدس رومال سے پونچھ لئے جاتے ہیں!

قریات الملح سے جوف تک ہمیں ۹ دن چلنا تھا۔ اِس تمام راستے میں ہمیں صرف ۳ کنوئیں ملے۔ آگے کے لئے ہم نے پانی بھر لیا۔ میں نے عجیب بات یہ دیکھی کہ اونٹوں نے ۹ دن کی مدت میں صرف ایک مرتبہ پانی پیا۔ میرے ساتھی مسافروں نے بتایا کہ جاڑے میں اونٹ پندرہ پندرہ دن بغیر پانی پئے چلتے رہتے ہیں۔ میرے یہ ساتھی، صحرائی بدّو تھے۔ میں نے اُنھیں نہایت خوش اخلاق پایا۔ اُن کے اخلاق کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ اُنھیں مصر اور اُس کے بادشاہ سے کوئی طمع یا خوف نہیں، لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ میں مصری ہوں، اِس لئے راستے بھر بلند آواز سے مصر اور اُس کے بادشاہ کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔ اُنکے اِس طرزِ عمل نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اسلام نے کتنی مختلف قوموں کو ایک رشتہ میں منسلک کرکے بھائی بھائی بنا دیا ہے!

یہ بدو اگرچہ اپنی فطری سادگی پر قائم ہیں، تاہم اُنکے اقوال اور حرکات وسکنات، اُن کی غیر معمولی ذہانت کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ فضول گوئی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سیاسی اختلافات سے بھی گریز کرتے ہیں۔ راستہ بھر میں نے کبھی نہیں سنا کہ اُنھوں نے نجد یا حجاز کی سیاست پر ایک لفظ بھی کہا ہو۔ جب کبھی میں نے کوئی ذکر چھیڑا تو وہ یہ کہکر پہلو بچا لیجاتے تھے "حکومت، خدا کی ہے اور پھر عبد العزیز بن سعود کی" اُن کی گفتگو کا اصلی موضوع، عرب کی شجاعت، سخاوت اور دینی فضائل ومکارم تھا۔ عربی شعر اگرچہ صحرا ہی میں پیدا ہوا، مگر چونکہ نجدی ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، اِس لئے شعر وشاعری کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔ اُن کی دینی روح سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ راستے میں ہمیں ایک مقام ملا۔ اِس کا نام "حظوظہ" ہے۔ یہ دراصل وسطِ صحرا میں ریگ کی جگہ مٹی کا ٹیلہ ہے۔ اسکی مٹی اتنی چکنی ہے کہ اونٹ کا پاؤں اُس پر جم نہیں سکتا اور انسان کے لئے بھی اُس پر چڑھنا بہت مشکل ہے۔ بدؤں میں عام طور پر مشہور ہے کہ اِس ٹیلے کے نیچے سونے کا خزانہ مدفون ہے۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی یہ بھی مشہور ہے کہ قومِ لوط اسی مقام پر آباد تھی اور یہیں برباد ہوئی، اِس لئے اُن کی دینی روح کسی طرح گوارا نہیں کرتی کہ یہ مقام جاکر دیکھیں جہاں عذابِ الٰہی نازل ہوچکا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ صدیوں سے اِس ٹیلے کو کسی انسانی قدم نے نہیں چھوا!

آٹھویں دن ہم ایک مقام پر پہونچے جسے "فرجیہ" کہتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ اسکے گرد کے پہاڑ برف سے ڈھکے تھے اور نیچے ہر طرف سبزہ زار تھا۔ صحرا میں ایسا منظر میرے لئے بالکل خلافِ توقع تھا۔ یہ جگہ سوئٹزرلینڈ کے مناظر پیش کرتی تھی۔ بلکہ اِس کے منظر میں صحرا کی مہیب خاموشی نے ایک عجیب جلال وجمال کا مرکب منظر پیدا کردیا تھا!

"جوف"

نویں دن ہم جوف پہنچ گئے۔ حاکمِ جوف عبد اللہ محمد بن عقیل نے جوں ہی سنا، اپنے آدمی استقبال کے لئے بھیجدیئے اور بذاتِ خود بھی قصبہ کے پھاٹک پر آکر خیر مقدم کیا۔

"جوف" ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ یہاں کی کھجور، عرب بھر میں مشہور ہے۔ گیہوں، جو، اور بعض ترکاریوں کی بھی کاشت ہوتی ہے۔ انگور، شفتالو، اخروٹ، نارنگی، لیموں، اور خربوزہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ باشندے تجارت پیشہ بھی ہیں اور دستکار بھی۔ کھال کی دباغت یہاں اچھی ہوتی ہے۔ اونی کپڑوں کی وجہ سے بھی اسے بہت شہرت حاصل ہے۔ نجد کی مشہور عبا "عبی الجوف" یہیں تیار ہوتی ہے۔ اونٹ اور بھیڑ بکری کی تجارت کی بھی یہ ایک بڑی منڈی ہے۔ اِس کے صحرا میں شتر مرغ، ہرن، اور گورخر بکثرت موجود ہیں۔ شتر مرغ کا گوشت عرب بہت پسند کرتے ہیں۔ میری دعوتوں میں بھی یہ گوشت

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه ـــ امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ٢ روپے مجلد ازهائي روپيه -

کتاب الوسيله ـــ لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الکوثر ـــ امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى ـــ خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سيد محمد رشيد رضا مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

ائمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ـــ في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ٨ آنه سالانه ٢ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـــجنسي

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را

تازه خواهي داشتن گر داغهائے سينه را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - ان کي مقبوليت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ١٩١٨ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے حفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جا سکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں - که اس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ١٠ روپيه ، الهلال مکمل جلد سوم ١٠ روپيه

" " " جهارم ١٠ روپيه " " " پنجم ١٠ روپيه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ٨ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اس کے علاوه هے -

منيجر "البـلاغ پريس"

رہ جاتے ہیں!

⁂

"میرے خیال میں جو کوئی بھی زندگی کو اس نظر سے دیکھے گا اور اس معیارِ نظر سے وزن کرے گا، وہ ہرگز ہمیشہ کی نیند سوجانے پر رنجیدہ نہیں ہوسکتا!

⁂

"لیکن، ٹھہرو! مجھے اپنی زندگی کے اس آخری لمحے میں ایک نظر اوپر اُٹھانے دو - آہ! یہ دیواروں پر میری بیوی اور میرے تینوں بچوں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ یہ دیکھو، میری بیوی کی محبت و اخلاص سے لبریز آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں!

"اُف! یہ میرے لڑکے کے متبسم ہونٹ ہل رہے ہیں۔ مجھے یہ آواز سنائی دے رہی ہے: "بابا! یہ تم ہو!"

"الٰہی! یہ میری دونوں لڑکیاں کھڑی ہیں۔ اپنی طویل پلکوں کے اندر سے مجھے دیکھتی اور پدرانہ شفقت کے بوسہ کے لئے بڑھ رہی ہیں!

"ہاں، اب میں زندگی کی مسرت محسوس کرتا ہوں!……
لیکن ہم اس مسرت سے بھی کیوں نہ دست بردار ہوجائیں؟

⁂

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انسان زندگی کی تمام مصائب و آلام اپنے محبوبوں کے روبرو پہنچکر بھول جاتا ہے؟

"لیکن یہ دیکھو، میرے محبوبوں کی تصویروں پر پردہ پڑگیا۔
………اب میرا سر چکرا رہا ہے۔ میرے سینے کے اندر شعلے سے بھڑک رہے ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک دہکتے ہوئے تنور پر کھڑا ہوں…………میں نے قمار میں اپنی پوری دُنیا کھودی۔ مجھے اس معصیت کا کفارہ ادا کرنا چاہئے!
……"

⁂

"میری بیوی، میرے عزیز بچو! میرے وہ تمام دوستو جو اسوقت بھی میرے دل میں موجود ہو! خدا تمھیں برکت دے! اور تمھارے ساتھ ہو! خدا کرے، تم دنیا اور دنیا کی زندگی کو اس سے زیادہ نہ سمجھو جتنی وہ فی الحقیقت ہے!……
……"

افسانہ

نپولین پر قاتلانہ حملے

نپولین بوناپارٹ کے اخلاق پر مورخین نے جس تفصیل سے نظر ڈالی ہے شاید جدید دنیا کے کسی انسان کی شخصیت اس قدر زیر بحث نہ رہی ہو۔ نپولین نے یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں اُلٹ ڈالی تھیں۔ اخلاق کے قانون میں اس کی فاتحانہ اولوالعزمی، اخلاق کا سب سے بڑا جرم تھی۔ اور اسی وجہ سے مفتوح ملکوں میں اُس کی جان کے ہزاروں دشمن پیدا ہوگئے تھے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اُس کی پوری زندگی میں اُس پر قاتلانہ حملے صرف دو ہی ہوئے۔ حملہ آوروں کے جذبات ہم سمجھ سکتے ہیں۔ اُن پر ظلم ہوا تھا۔ اُن کی آزادی چھینی گئی تھی۔ وہ جوش اور ہیجان قوم پرستی میں سب کچھ کرسکتے تھے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نپولین نے اِن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا ایک مجرم کی وجہ سے سیکڑوں بے گناہ قتل کئے گئے؟ کیا خود مجرموں کو اُس ہولناک طریقہ پر سزا دی گئی جو عام طور پر آج بھی "متمدن" دنیا میں رائج ہے؟ تاریخ اس کا اعتراف کرتی ہے کہ اس فراخدل، بلند ہمت انسان نے پوری شرافت سے دونوں قاتلوں کو معاف کردینا چاہا، اگرچہ اُن میں سے ایک نے معافی قبول نہیں کی اور موت کو ترجیح دی۔ یہ دونوں واقعے بہت دلچسپ اور عبرت انگیز ہیں۔

بویریا میں حملہ

شاہ بویریا (جرمنی) نے آسٹریا کے مقابلہ میں نپولین سے مدد طلب کی تھی۔ نپولین ۲۲ر جولائی کو وہاں داخل ہوا۔ شاہ بویریا اُس کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا۔

اُسوقت بویریا کے باشندوں میں اپنے ملک کی سیاسی حالت کے متعلق سخت اختلافِ رائے تھا۔ ایک گروہ فرانسیسی اثر پسند کرتا تھا دوسرا آسٹریا کو ترجیح دیتا تھا۔ نپولین کے آنے سے ایک دن پہلے اُس شہر کے دو آدمیوں میں تکرار ہوگئی۔ اُن میں سے ایک فرانس کا طرفدار تھا دوسرا آسٹریا کا۔ آخرالذکر کا نام "لوی وولف" تھا۔ اُس کی عمر ۲۸ برس کی تھی۔ فرانس اور نپولین سے سخت نفرت کرتا تھا۔ نفرت کی وجہ بالکل معقول تھی۔ اُس کا باپ اور بھائی فرانسیسیوں کے ہاتھوں قتل ہوچکے تھے اور ماں کو جاسوسی کے الزام میں اس قدر تکلیف دی گئی تھی کہ وہ جانبر نہ ہوسکی۔ اس سے بھی زیادہ اُس کی ناراضی کا سبب یہ تھا کہ جس جنگ میں مدد کے لیے نپولین کو بلایا گیا تھا، اُس کی وجہ سے اس شخص کی شادی ملتوی ہوگئی تھی۔ اُسے اپنی منگیتر سے غایت درجہ محبت تھی وہ کسی طرح بھی شادی میں تاخیر گوارا نہیں کرسکتا تھا۔

غرضکہ اِن اسباب کی وجہ سے شخص مذکور غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اُسنے اپنے ساتھی کو فرانس کی طرفداری کی وجہ سے زدوکوب کیا اور قسم کھائی کہ کل نپولین کو ضرور قتل کر ڈالے گا۔ اُسنے کہا "اگر مادرِ وطن کے اس ظالم دشمن کے قتل کی کسی کو جرأت نہیں۔ تو میں یہ کام انجام دوں گا اور ملک کو اُس کے شریر دشمن سے ہمیشہ کے لئے نجات دلادوں گا!"

چنانچہ وہ اس ارادہ سے فوراً روانہ ہوگیا۔ اُسے نپولین کی آمد کی تاریخ معلوم نہ تھی۔ بازار میں ایک بویرین سپاہی کے گرد بھیڑ لگی تھی۔ یہ ابھی ابھی میدانِ جنگ سے آیا تھا۔ لوگ لڑائی کی خبریں پوچھ رہے تھے وہ بتا رہا تھا کہ فرانسیسی فوجوں نے کس طرح آسٹرین فوجوں کو پسپا کردیا ہے۔ لوئی وولف نے آگے بڑھ کر سوال کیا:

"نپولین یہاں کب مشرف کرے گا؟"

سپاہی نے تعجب سے سر اُٹھا کر کہا:

"سپہ سالار کی زبانی میں نے سنا ہے کہ نپولین آج رات یا کل صبح شہر میں داخل ہوگا۔ وہ ابھی میدانِ جنگ کا نقشہ مرتب کرنے میں مصروف ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم اُس کے سلام کے لئے بہت بےچین ہو۔"

"ہاں میں اُسے ایک بالکل انوکھے طریقہ سے سلام کرونگا!"

وولف نے جواب دیا!

پھر یہ شخص اپنے مکان گیا، بندوق لی، اور شارع عام پر ایک خالی مکان میں چھپکر بیٹھ گیا۔ صبح وہ بڑی بےچینی سے کھڑکی میں بیٹھا نپولین کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ سورج کی کرنوں کی روشنی میں اُسے سواروں کی صفیں نظر آئیں۔ سب سے آگے ایک درمیانی قد کا سوار سر پر ممتاز ٹوپی پہنے آرہا تھا۔ وولف نے سمجھ لیا کہ نپولین یہی ہے۔ بندوق درست کرکے چھتیائی لیکن اُس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ قریب تھا کہ بندوق گر جائے۔ مگر اُسنے اپنے تئیں سنبھالا۔ جب نپولین چند گز کے فاصلہ پر آگیا تو فیر کرنا چاہا۔ لیکن عین اُسوقت اچانک، پیچھے سے ایک ہاتھ بڑھا اور اس زور سے اُسے کھینچا کہ بیہوش ہوکر گر پڑا۔

نپولین کو اس واقعہ کی خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ اپنی قیام گاہ میں پہونچا اور محکمۂ جاسوسی کے افسرِ اعلیٰ کو بلاکر گفتگو کرنے لگا:

"فرانسیسی فوج کے خلاف کسی سازش کا تو پتہ نہیں چلا؟"

"ہاں حضورِ والا! ۳۰ سازشوں سے زیادہ کا حال اب تک معلوم ہوچکا ہے"

"سازش کے بانیوں کا بھی کچھ پتہ لگا؟"

"مجھ پر سب سے بڑا فرض شہنشاہ کی زندگی کی حفاظت کا ہے۔ میرے ایک افسر نے ابھی ابھی ایک ناعاقبت اندیش کو گرفتار کیا ہے جو حضور پر گولی چلانے والا تھا"

نپولین نے تعجب سے پوچھا:

"وہ پروشیا کا باشندہ ہے یا آسٹریا کا؟"

"بویرین ہے" افسر نے جواب دیا۔

نپولین یہ سنکر سخت متحیر ہوا:

"خوب! میں تو اس بدنصیب ملک کو آسٹریا کی غلامی سے بچانے کے لئے فرانسیسی فوج کا خون بہا رہا ہوں، اور اُس کا بدلہ مجھے یہ دیا جاتا ہے کہ دھوکے سے قتل!"

اُسنے مجرم کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ ۲۰ منٹ کے بعد وہ موجود تھا۔ نپولین کھڑا تھا۔ مجرم اُسکے سامنے لاکر کھڑا کیا گیا۔ اُس کے دہنی طرف بویریا کا ولیعہد تھا۔ بائیں جانب جنرل برتھیر۔ نپولین نے اپنی آنکھیں مجرم کے چہرہ پر جمادیں۔ اُن آنکھوں میں نہیں معلوم کیا طلسمی ہ قوت تھی کہ مجرم تاب لاسکا، منہ کے بل گر کر چلایا "عفو! عفو!"

نپولین نے نرمی سے پوچھا "وہ اسباب کیا تھے جنھوں نے تجھ کو اس جرم پر آمادہ کیا؟"

مجرم نے تمام واقعات صحیح صحیح بتادیئے۔ اسپر نپولین نے کہا:

"لیکن اسمیں میرا قصور کیا ہے؟ اگر دول یورپ مجھ کو مٹانا چاہتی ہیں اور میں اپنی مدافعت کرتا ہوں تو میرا گناہ کیا ہے؟ تمھاری شادی روکنے کا میں نے حکم نہیں دیا۔ نہ میں اُس کے التوا کا اصلی سبب ہوں لیکن اگر تم مجھی کو باعث سمجھتے ہو تو میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ آج ہی تمھاری منگیتر سے تمھاری شادی ہوجائے۔ میں اپنی جیب خاص سے سو اشرفیاں اس تقریب میں پیش کرتا ہوں۔ برتھیر! کل تم فوج کے ایک دستہ کے ساتھ اس شادی میں شریک ہونا، اور میری طرف سے دولھا دلہن کیساتھ جلوس میں چلنا!"

پھر نپولین مترجم کی طرف متوجہ ہوا:

"اس شخص سے کہدو کہ میں نے معاف کردیا۔ میں تمھارے لئے خوشی و خرمی کا متمنی ہوں!"

وولف خلاف توقع یہ برتاؤ دیکھ کر مبہوت ہوگیا۔ ولی عہد بویریا نے*

* نپولین سے کہا "آپ کا اخلاق واقعی نہایت قابلِ عزت ہے!" نپولین نے سادگی سے جواب دیا: "عزیز شاہزادے! میں نے تو بادشاہی کا ایک محض معمولی فرض ادا کیا ہے۔ کبھی کبھی عفو و کرم بادشاہوں کا مقدس فرض ہوجاتا ہے!"

الہلال

جلد ا

۱۲

البلاغ پریس کلکتہ

[illegible]

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات رتس کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک رفیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بهت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نهیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ باکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وہ هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۱۲ کلکته : جمعه ۵ ۔ ربیع الاول ۱۳۴۶ هجری جلد ۱
Calcutta : Friday, 2, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ، طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۸۶۱ مراسلات وصول هوئی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین ۱۱۳
موجوده مشترك طباعة کی حق مین ۱۹۶
پتهر کی چهپائی کی حق مین ۱۴
اردو حروف کی حق مین ۴۷۰
حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون ۶۸

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح و بیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا بتفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔ الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت فی پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکهتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکهیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) -اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(٦)

بابل کے معلق باغ

The Hanging Gardens of Babylon

بابل، قدیم دنیا کا مشہور ترین شہر ہے - بہت سی قوموں اور سلطنتوں نے اُسے باری باری فتح کیا اور اپنی عظمت و شوکت کا مرکز قرار دیا - مشہور ہے کہ اِس کا اولین بادشاہ نمرود اور اُس کا خاندان تھا - اِس کی اولاد میں سب سے زیادہ شہرت "اور" خامس کو حاصل ہوئی - اِس کا نام اور بعض حالات اُن اینٹوں پر مسماری خط میں کندہ ملے ہیں، جو حال میں زمین سے نکالی گئی ہیں -

خاندان نمرود کے بعد ایک دوسری سلطنت کا قبضہ ہوا - تاریخ میں اِس کا نام ایرانی سلطنت ہے - دو سو پچیس سال اُس نے حکومت کی - اس کے بعد ۲۲۲۵ ق م میں ایک اور سلطنت قائم ہوئی - اِس کا نام "ایلامی" ہے - اِسی کے ایک بادشاہ "کودرلا اومر" سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقابلہ کیا تھا اور فتحیاب ہوئے تھے -

تقریباً سنہ ۲۰۰۰ ق م میں اِس پر کلدانیوں نے قبضہ کیا اور ساڑھے چار صدی تک حکومت کرتے رہے - پھر اِس کے بعد مصریوں کا غلبہ ہوا اور سنہ ۱۳۱۴ ق م تک حکمران رہے - اشوریوں نے مصریوں کو شکست دے کر اپنی حکومت قائم کی - یہاں تک کہ سنہ ۵۳۸ ق م میں کورش شاہ ایران نے اُن کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا اس وقت سے ایرانیوں کا دور شروع ہوتا ہے -

سات عجائب عالم میں سے ڈائنا کے مندر کا بقایا

پہاڑ کے نیچے جو کھنڈر نظر آرہا ہے، یہی اس مندر کا بقایا ہے - اوپر ترکوں کا قلعہ ہے

بابل اور نینوی میں ہمیشہ رقابت چلی جاتی تھی - ایک دوسرے کی بربادی پر تلے رہتے تھے - سنہ ۷۴۵ ق م میں اہل نینوی نے بابل فتح کرلیا تھا - لیکن سنہ ۶۰۶ ق م میں بابلیوں نے ایرانیوں کی مدد سے اُنھیں نکال باہر کیا - پھر خود نینوی پر حملہ کیا اور اُسے اِس طرح مٹّا دیا کہ اُس کا نشان تک باقی نہ رہا - ابھی حال میں بڑی تحقیقات کے بعد پتہ چلا ہے کہ یہ قدیم شہر کس جگہ واقع تھا، کیسا عظیم الشان تھا؟ اور کس بے دردی سے برباد کردیا گیا؟

نینوی کی بربادی کے بعد ہی بخت نصر ظاہر ہوا - بابل کے معلق باغ اِسی نے بنائے تھے - اُن سے مقصود صرف یہ تھا کہ اپنی بیوی کی خوش نودی اور تفریح کا سامان کرے -

یونانی مورخ ہیرودوتس نے لکھا ہے کہ بخت نصر نے ارادہ کیا، بابل کو از سر نو اِس طرح بنائے کہ دنیا، نینوی کی شان و شوکت بھول جائے - چنانچہ نینوی کے قیدیوں اور معماروں سے یہ نیا شہر طیار کرایا گیا - خود ہیرودوتس نے اپنی سیاحت کے دوران میں بابل کی بھی سیر کی تھی، چنانچہ اُس کے حالات اپنی تاریخ میں لکھے ہیں - اُس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بابل، زمین کے مربع ٹکڑے پر قائم تھا - بیچ میں دریائے فرات نے بہ کر اُس کے دو حصے کردیے تھے - ہر حصہ ۱۵ - میل لانبا تھا - یعنی پورا شہر تیس میل کے وسیع رقبہ میں پھیلا ہوا تھا - چاروں طرف شہر پناہ تھی - ۳۵۰ فٹ بلند اور ۸۷ فٹ موٹی تھی - اِس میں پیتل کے سو پھاٹک تھے - پھاٹکوں کے ستون اور چھتیں بھی پیتل کی تھیں -

شہر میں سب سے زیادہ شاندار، عجیب، اور دلچسپ چیز یہ "معلق باغ" تھے جو اُس وقت سے اب تک پوری دنیا کے لیے اعجوبہ بنے ہوئے ہیں - یہ باغ پتھر کی عمارتوں پر ایک ایسے علاقہ میں نصب کیے گئے تھے، جہاں پتھر کمیاب ہونے کی وجہ سے نادر اور قیمتی چیز سمجھا جاتا تھا - بادشاہ عبادت خانوں میں بطور نذرانہ کے پتھر پیش کرتے تھے، اور پرانے عبادت خانوں سے نئے عبادت خانوں میں بڑے اہتمام سے منتقل کیے جاتے تھے - دجلہ اور فرات کی وادی میں آج تک پتھر کی بڑی قلت ہے -

لیکن کیا یہ باغ واقعی معلق تھے؟ اس بارے میں ایک سخت غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے - حال کے بعض مورخین بھی اِس غلطی سے نہ بچ سکے - در اصل انکا معلق ہونا محض ایک نظری اور مجازی وصف تھا - ورنہ وہ معلق نہ تھے - قدیم یونانی اور رومانی مورخوں نے اِنکے لیے جو لفظ استعمال کیا ہے اُسکے معنی "معلق" نہیں بلکہ منزل در منزل باغ کے ہیں - یہ باغ پتھر کے کئی منزلہ چبوتروں پر لگائے گئے تھے - ہر اوپر کا چبوترہ نیچے کے چبوترہ سے عرض میں چھوٹا تھا - اِس طرح تمام چبوترے بلند ہوتے ہوتے ۳۵۰ فٹ تک پہنچ گئے تھے - ہر چبوترہ پر اِتنی مٹی جمع کی گئی تھی جتنی درختوں کی پرورش کیلیے ضروری تھی - پانی اوپر چڑھا کر بالائی منزل پر تالاب بنایا گیا تھا، نیچے سے اُس میں جمع کر دیا جاتا تھا - اور اُسی سے پورے باغ کی آب پاشی ہوتی تھی - ہر چبوترہ کی زمین یا چھت بانس سے پاٹ دی گئی تھی - اُسکے اوپر سیسہ پگھلا کر پھیلا دیا تھا - یہ احتیاط اِس لیے کی گئی تھی کہ دیواروں اور بنیادوں تک نمی نہ پہنچ سکے اور باغ ہمیشہ برقرار رہیں - ہر طبقے یا چبوترے کے نیچے بڑے بڑے ایوان تھے اور بابل و نینوی کے بہترین سامان آرایش سے آراستہ تھے - ہر دو طبقوں کے ما بین وسیع زینے بنے ہوئے تھے - جنسے بادشاہ، ملکہ، اور درباری ایک ساتھ اوپر نیچے آجا سکتے تھے -

باغوں میں قسم قسم کے پھولوں، پھلوں، اور میوؤں کے خوشنما درخت لگے تھے - موسم بہار میں عجیب کیفیت ہوتی تھی - ہرے بھرے درختوں کے پتے پوری عمارت چھپا لیتے تھے - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ واقعی باغ ہوا میں معلق کھڑے ہیں - خوشبو اِس قدر ہوتی تھی کہ تمام شہر معطر ہو جاتا تھا - خیال ہوتا تھا کہ جنت آنکھوں کے سامنے پھیلی ہوئی ہے - بابل کی گرمی دیکھتے ہوئے یہ باغ

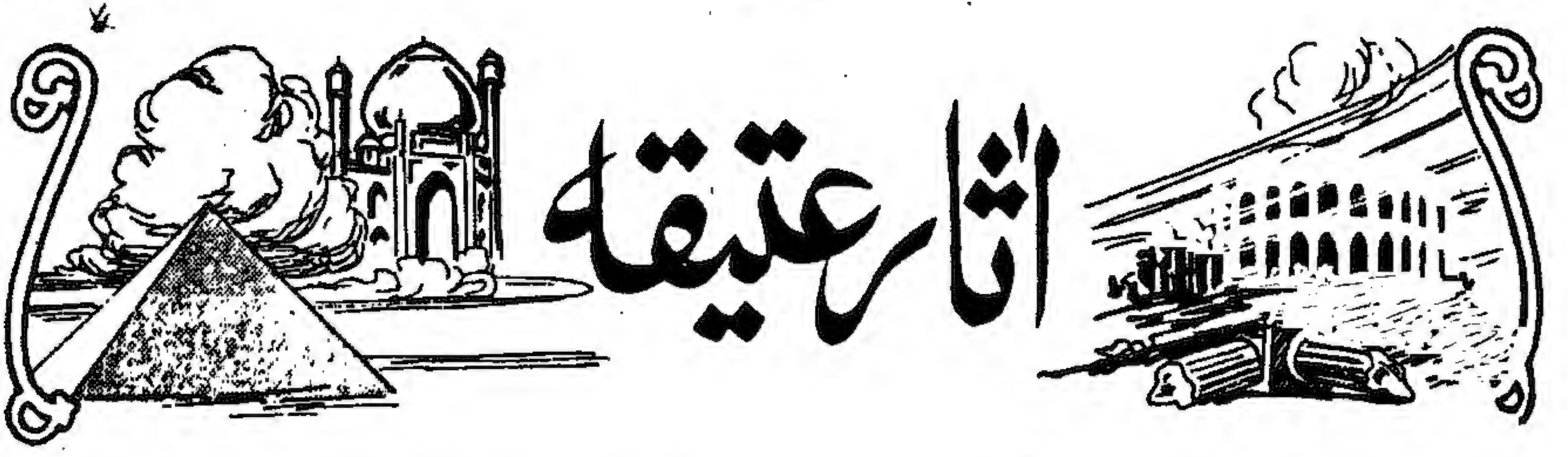

آثار عتیقه

سات عجائب عالم

(۵)

روڈس کا عظیم بت

(The Colossus)

جزیرهٔ روڈس (بحر متوسط) میں یه عظیم الشان اور شهرهٔ آفاق بت قائم تها - لیکن اب اُسکا کوئي نشان باقي نهیں هے - عهد مسیحي سے سو برس پہلے هي وه برباد هوچکا تها - مرکب دهات کا یه بت ٹکڑے ٹکڑے کرکے اِس طرح بیچا گیا ' جس طرح پرانا لوها بکتا هے !

مشهور رومانی مورخ پلیني نے پهلي صدي عیسوي میں جزیرهٔ روڈس کي سیر کي تهي - وه لکهتا هے :

" هر چیز سے زیاده حیرت انگیز آفتاب کا وه عظیم الشان بت تها جو اِس جزیره میں نصب تها - اِسے کیرس لنڈسي نے بنایا تها - یه ستر گز (رومانی) بلند تها - ۶۵ سال قائم رهنے کے بعد زلزله سے گرپڑا - وه ابتک بدستور زمین پر پڑا هے اور دیکهنے والوں کیلیے ایک منظر حیرت هے ! کم آدمي ایسے نکلینگے جو بت کے هاتهه کا انگوٹها اپنے دونوں هاتهه پهیلا کر بهي قبضه میں لاسکیں - بت کي انگلیاں اتني بڑي هیں که شاید هي اِتنے بڑے مجسمے کهیں موجود هوں - پنڈلیاں اِتني موٹي هیں که اُنکے اندر لمبي گهري سرنگیں معلوم هوتي هیں - پنڈلیوں کے اندر عظیم الشان سنگي ستون تهے تاکه پاؤں بت کے جسم کا بوجهه سنبهال سکیں "

یه بت دراصل اپالو دیوتا کے اعزاز میں بنایا گیا تها - یه دیوتا اِس جزیره کا معبود اور محافظ سمجها جاتا تها - کیرس بت تراش نے باره برس کي محنت سے اِسے طیار کیا تها - لیکن سنه ۲۲۴ ق م میں زلزله نے اسے گرا دیا -

اِس بت کي عظمت و شهرت اِس قدر عام هوگئي تهي که باهر کے لوگوں میں طرح طرح کے ما فوق العادة قصے مشهور هوگئے تهے - عام طور پر خیال کیا جاتا تها که وه جزیره کي خلیج پر اِس طرح کهڑا هے که اُسکا ایک پاؤں ایک کنارے پر هے ' دوسرا دوسرے کنارے پر - لیکن یه خلاف واقعه هے - دراصل یه بت ایک برهنه آدمی کي شکل پیش کرتا تها اور وه اپنے دونوں پاؤں جوڑے کهڑا تها - رومن مورخ پلیني نے اُسکي بلندي کي نسبت جو کچهه کها هے ' اُسکي کسي دوسرے مورخ نے تغلیط نهیں کي هے - اُسکے حساب سے بت کي بلندي ۱۰۵ فٹ تهي !

پورا بت مرکب دهات کا تها - ٹانگیں پتهر کي تهیں ' اور مرکب دهات کي چادروں سے ڈهکي هوئي تهیں - پاؤں سے سر تک ایک اندروني زینه بنا تها - بعض مورخین کا بیان هے که اِس زینه سے چڑه کر روز رات کو بت کي آنکهوں میں آگ جلائي جاتي تهی تاکه اُس کي روشني سے جهازوں کي رهنمائي هو -

کها جاتا هے ' کیرس نے بت قائم کرنے کے بعد محسوس کیا که اُس سے ایک سخت فني غلطي هوگئي هے - اِس غلطي کي اصلاح نا ممکن تهي - لهذا اُس نے خودکشي کرلي - لیکن اُسکي غلطي بعد میں کسي کو بهي نظر نهیں آئي - یونان اور یورپ دنیا بیک زبان اُس کي صناعي کا اعتراف کر رهي هے -

روڈس باوجود اپني قدیم بدحالي کے اُس زمانه میں بهت دولت مند هوگیا تها - معدني مصنوعات میں اس نے بڑي شهرت حاصل کي تهي - بابل اور مصر سے تجارت کا سلسله قائم تها - یونانیوں نے اُس کي دولت مندي دیکهکر اُس پر قبضه کرلیا اور وهاں ایک عظیم الشان بندرگاه تعمیر کي - شهر کي رونق بهي اس درجه بڑهگئي که ایتهنز کا مقابله کرتا تها - بعد میں اسپارٹا والوں نے اسے فتح کیا - اُن کے بعد شاه موسولوس نے غلبه حاصل کیا - یه وهي بادشاه هے جس کي قبر دنیا کے سات عجائب میں سے شمار هوتي تهي اور ابهي ابهي هم اُس کے تذکره سے فارغ هوئے هیں -

آگے چل کر ایرانیوں نے حمله کیا - ایرانیوں سے سکندر اعظم نے چهینا - سکندر کي وفات کے بعد اُس نے پهر اپني آزادي حاصل کرلي اور خود مختار هوگیا - یهي زمانه اُس کا سنهري زمانه سمجها جاتا هے - اُس وقت بحر متوسط میں تجارت کي اصلي منڈیاں دو هي تهیں : اسکندریه اور روڈس -

اِس بت کي تاریخ یه هے که مصر کے ایک بطلیموس پادشاه نے (یعني اُس خاندان شاهي کے پادشاه نے جو بطلیموس کے لقب سے ملقب تهے) اپنے بهائي سے جنگ کي تهي - روڈس کے باشندوں نے بطلیموس کي مدد کي اور فتح دلائي - اِس پر اُس کے بهائي نے جزیره سے انتقام لینا چاها اور ایک فوج گران جهازوں میں لا کر محاصره کرلیا - فوج کي تعداد اِتني زیاده تهي که جزیره کي پوري آبادي اُس سے کم تهي - اهل روڈس زبردست دشمن دیکهکر گهبرا گئے - مگر بهادر تهے - مقابله کیا - بطلیموس کو اُن کا احسان یاد تها - اُس نے اِس مصیبت کا حال سنا تو فوراً مدد کے لیے اپني فوج بهیج دي - اس طرح روڈس اپني حفاظت میں کامیاب هوگیا -

اسي نجات کي یادگار میں اهل روڈس نے یه بت بنایا تها ' اور اپنے دیوتا اپالو کو نذر دي تهي - بت کے بنانے میں جتنا کانسه لگا ' وه سب دشمن سے غنیمت میں حاصل کیا گیا تها -

عربوں کي فتح کے زمانه تک اِس بت کے کهنڈر موجود تهے - بعض مورخوں کا بیان هے که انهوں نے یه کهنڈر ایک یهودي کے هاتهه فروخت کرڈالے - یهودي نے اس سے نو سو اونٹ کانسه حاصل کیا -

باب التفسير

تفسير سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ

تصور الهی کی تکمیل
اور
اس کا سلسلۂ ارتقا

(۳)

(شاهيت اور الوهيت کے تشابہ کے نتائج)

شاهيت اور الوهيت کے اس لزوم و تشابہ نے انسان کے تصور الهي پر جو گهرہ اور دور رس اثر ڈالا هے ' اُس کا اندازہ سرسري مطالعہ سے نہيں هو سکتا - ضروري هے کہ تصور الهي کے ايک ايک جزء اور ايک ايک عنصر پر نظر ڈالي جاے ' اور اُسکي امتزاجي اور خميري حالت کي تعليل کي جاے - اس سلسلہ ميں حسب ذيل نقاط خصوصيت کے ساتهہ قابل غور هيں :

(۱) انسان کی معيشت کي تاريخ ميں نظم و حکومت کي ابتدا جمهوريت کے عنصر سے هولي هے ' نہ کہ شاهيت و مالکيت کے عنصر سے -

يهاں لفظ " جمهوريت " سے مقصود جمهوري نظام حکومت نہيں هے ' بلکہ جمهوريت کي وہ سادہ اور عنصري حالت مراد هے جب کسي ايک شخص کو مالکانہ و حاکمانہ اقتدار حاصل نہ تها - ايک سے زيادہ آدمي مل جل کر اپنے معاملات کا انتظام کر ليا کرتے تهے - يہ بات کہ کسي خاص فرد کو مالکيت و فرماں روائي کا اختيار حاصل نہو کہ جو چاهے حکم دے اور جس طرح چاهے اپنے ماتحتوں کے معاملات معيشت کا فيصلہ کرے ' بلکہ مساويانہ طريقہ پر لوگ مل جل کر اپني ضروريات نظم و اجتماع کا انتظام کريں ' جمهوريت کا اصلي عنصر هے ' اور يهي عنصري حالت يهاں مقصود هے -

شخصي مالکيت اور شاهيت انساني اجتماع کي ايک غير طبيعي حالت هے جو اُس وقت پيدا هوي ' جب طاقتور افراد نے کمزور افراد کی کمزوري سے فائدہ اٹها کر انهيں اپنا مطيع و منقاد بنانا شروع کرديا اور رفتہ رفتہ يہ بات تسليم کر لي گئي کہ زيادہ طاقتور فرد کو کم طاقتور افراد سے غلامي و چاکري کرانے کا حق حاصل هے - پهر جوں جوں تمدن و شهريت ميں ترقي هوتي گئي ' مالکانہ قبضۂ و تصرف بهي زيادہ خوش اُسلوب اور منظم هوتا گيا ' يهانتک کہ شاهيت و حکمراني کا نظام پيدا هوگيا -

يہ بات کہ انساني اجتماع کي تاريخ ميں غير شخصيت و شاهيت ' شخصيت و شاهيت پر مقدم هے ' تاريخ کي روشني ميں صاف نظر آ جاتي هے - هم دنيا کے تمدني عهد سے جس قدر پيچهے هٹتے جائينگے ' شاهيت اور شخصيت کا نظام مفقود هونا جايگا ' اور مشترک جماعتي نظم اپني ابتدائي اور سادہ حالت ميں کار فرما نظر آيگا - دنيا کي جس قدر بهي غير متمدن اور وحشي قوميں تاريخ کے علم ميں آئی هيں ' ان ميں ايک قوم بهي ايسي نہيں هے جس ميں شخصي شاهيت کا نظام پايا گيا هو - امريکہ ' افريقہ ' اسٹريليا ' جزائر بحر شمال ' اور قبائل گرين لينڈ کي غير متمدن آباديان شخصي مالکيت و سروري سے اُسي طرح نا آشنا پائي گئيں ' جس طرح سکہ کے استعمال سے نا واقف تهيں - عرب جس وقت تک بدويانہ زندگي ميں رها ' شخصي حاکميت سے آشنا نہ هوسکا - تاريخ کي روشنی ميں جو ترتيب نظام حکومت کي واضح هوتي هے ' وہ يہ هے کہ انسان اپني صحرائي اور انفرادي معشيت ميں کسي نظم کا محتاج نہ تها - جب قبائل کي زندگي شروع هوئي تو خود بخود ايک ايسا سادہ اور بسيط نظم پيدا هو گيا ' جيسا آج کل بهي ديهاتي پنچايتوں ميں ديکها جاسکتا هے - بستي کے بڑے بوڑهے کسي درخت کے سايہ ميں بيٹهہ گئے اور تمام جهگڑے اور قصے چکا دیے - اس طريق کار سے رفتہ رفتہ قبائل کي سرداري کا منصب پيدا هوگيا انهي سرداروں نے آگے چل کر اپنے دشمن قبائل کو زير کرنا اور غلام بنا کر رکهنا شروع کر ديا ' اور اسي سے شخصي مالکيت کي بنياد پڑگئي -

شخصي مالکيت اور شاهيت کي بنياد قاهرانہ قوی کے استعمال اور جبر و تعدي کي هولناکيوں سے پڑي تهي - يہ سرتاسر انسان کے سلبي اور تخريبي صفات تهے - ايجابي و تعميري نہ تهے - البتہ آگے چل کر عفو و بخشش اور عطاؤ نوال کے اوصاف کي بهي گنجايش نکل آئي - ليکن چونکہ شاهيت کا مايۂ خمير هيبت و قهر تها ' اس ليے غلبہ هميشہ اسي قسم کے صفات کا رها - رحم و بخشش کے اوصاف اس درجہ بڑہ نہ سکے کہ شاهي قهر و جلال کي هيبت و سطوت ميں خلل انداز هوسکتے - نتيجہ يہ نکلا کہ اول دن سے شاهيت کا تصور سرتاسر هيبت و قهر کا تصور هو گيا - يہ بات انسان کے تخيل ميں جم گئي کہ جس قدر ايک پادشاہ زيادہ پر هيبت اور قهرمان هوگا ' اُتني هي اُس کي شاهيت زيادہ مقتدر اور مسلم هوگي !

ضروري تها کہ شاهيت کے اس تصور سے انسان کا تصور الهي بهي متاثر هوتا ' کيوں کہ دونوں ميں مماثلت کي نسبت پيدا هوچکي تهي - چنانچہ هم ديکهتے هيں کہ اس دوسرے دور ميں يہ مماثلت بهي صفات قهر و جلال کے استغراق کا ايک قوي باعث هوگئي اور انسان کا تصور رحمت و جمال کي طرف تيز قدم نہ اُٹها سکا - ٹهيک ٹهيک شاهيت و مالکيت کے تصور کي طرح ' خدا کے تصور ميں بهي تمام قاهرانہ اور جابرانہ اوصاف نماياں هيں ' اور جس طرح رحمت و جمال کا عنصر شاهيت کے تصور ميں مغلوب اور کمزور هے ' اُسي طرح اُلوهيت کے تصور ميں بهي زيادہ نہيں اُبهر سکتا - پهر جوں جوں شاهيت کے مزاج و اوصاف ميں رقت و لطيف جذبات کا عنصر بڑهنے لگتا هے ' تصور الهي ميں بهی اس جانب ترقي هونے لگتي هے - شاهيت کا ابتدائي اور عالمگير تصور يہ تها کہ وہ ايک ايسا وجود هے جس سے هميشہ ڈرتے اور لرزتے رهنا چاهيے - اُس کا غضب بے پناہ ' اور اس کي هولناکي لا علاج هے - وہ ايک ادنی سي لغزش پر قتل کرڈالتا اور ايک ذرا سي خطا پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا هے - البتہ

فردوس بریں کا حکم رکھتے تھے - یہي باعث هے که اُن کا دنیا کے عجائبات میں شمار هوا اور سارے جهان میں شهرت هوا کي طرح پهیل گئي -

لیکن زمانه کے بے رحم هاتهوں نے یه دلفریب باغ بهي نه چهوڑے - بابل کي جنت برباد هوگئي اور شهر بهي تهه و بالا هوگیا - صدیوں تک لوگوں کو یه بهي معلوم نه تها که یه باغ واقع کهاں پر تھے ؟ سنه ۱۹۰۳ ع میں زمین کهودنے پر ایسے آثار نکلے جو اُس عمارت کے خیال کیے جاتے هیں جس پر باغ نصب تھے - اِن باغوں کا باني بخت نصر (بنوکدنزر) وهي بخت نصر هے جس نے بیت المقدس برباد کر کے یهودیوں کو قید کر لیا تها -

(۷)

اهرام مصر

(The Pyramids of Egypt)

دنیا کے سات عجائب میں صرف اهرام مصري هیں جو ابتک قائم اور انقلابات زمانه کا مقابله کر رهے هیں - مصر میں متعدد اهرام هیں - مگر اُن میں سب سے زیاده مشهور اور عجائب عالم میں شمار هونے والا هرم "هرم کبیر" کے نام سے مشهور هے - یه قاهره کي موجوده آبادي سے ۶۸ کیلو میٹر فاصله پر جنوب میں واقع هے - اس میں ابتک کوئي اهم تغیر نهیں هوا هے - صرف اوپر کا پلاستر اُتر گیا هے اور چوٹي پر سے کچهه حصه ٹوٹ گیا هے -

یه هرم اب سے چهه هزار سال پہلے تعمیر هوا تها - مصر کي چوتهي سلطنت میں ایک بادشاه نے اِسے بنایا - ساٹهه برس اِس نے حکومت کي تهي - مصري زبان میں اِسکا نام " خوفو " تها - یوناني اُسے " خیوپس " کهتے تھے - قدیم مصري هرم کو " یاخیت خوفو " کے نام سے پکارتے تھے - اِسکے معني هیں " خوفو کا مقبره " دراصل یه عمارت بادشاه نے اِسي غرض سے بنائي تهي که مرنے کے بعد اس میں دفن هو - هرم کے مصري نام هي سے اسکا مقصد واضح هو جاتا هے - اِس سے بهي بڑه کر یه که خود هرم کے اندر تابوت بهي ملا هے اور اِس بات کي قطعي شهادت هے که اصل میں یه مقبره هي تها -

هرم کا دروازه شمال کي طرف هے - اِس دروازه سے ایک طویل اور تنگ سرنگ نما راستے میں داخل هوتے هیں - راسته ایک تهه خانے تک لیجاتا هے - خیال کیا جاتا هے که یهي تهه خانه ' قبر کیلیے مخصوص کیا گیا تها - کیونکه اسي میں تابوت رکها هے - مگر خود بادشاه کي لاش اُس میں نهیں ملي - نهیں کها جاسکتا ' بادشاه اُس میں کیوں دفن نهیں کیا گیا ؟ نیز ابتک یه بهي معلوم نهیں هوا که اُسکي اصلي قبر هے کهاں ؟ بعض مورخین کا خیال هے که بادشاه نے اِس مقبره کے بنانے میں رعایا پر بهت ظلم کیا تها - اِس لیے ناراض هوکر مصریوں نے اُسکي لاش اس میں دفن نه هونے دي - لیکن اِس کے ایک کمره میں بادشاه کا نام سرخ روشنائي سے لکها هوا پایا گیا هے - خیال کیا جاتا هے که مزدوروں نے پتهر پر اسکا نام تعمیر سے پہلے هي لکهدیا تها - اگر یه نام موجود نه هوتا تو دنیا هرگز نه جان سکتي که یه عمارت کس شخص نے بنائي تهي -

بادشاه کا تابوت سنگ سرخ کا هے - ساڑھے سات فٹ لانبا ' تین فٹ چار انچ چوڑا ' اور تین فٹ چار انچ اونچا هے -

بادشاه کے کمرے کے اوپر پانچ چهوٹے کمرے اور هیں - خیال کیا جاتا هے که یه اِس غرض سے بنائے گئے تھے که شاهي کمره پر سے عمارت کا بوجهه هلکا هو جائے - ملکه کا کمره بادشاه کے کمرے کے نیچے هے اور اصلي راسته سے ایک گلي اُسکي طرف جاتي هے -

قدیم زمانوں سے یه بات مشهور چلي آتي تهي که هرم کے اندر ایک بهت بڑا خزانه موجود هے - مگر کبهي کسي کو اُسکے کهودنے کي جرأت نهیں هوئي - خلیفه مامون الرشید نے البته کهدوانا شروع کیا تها ' مگر بعد میں معلوم هوگیا که خزانه کي افواهیں بے بنیاد هیں -

یوناني سیاح هیرودوٹس نے هرم کي سیر کي تهي اور اپني کتاب میں اُس کا حال لکها هے -

شروع میں هرم پر چکنا پلاسٹر لگا هوا تها - کوئي اُس پر چڑه نهیں سکتا تها - مگر اب یه پلاسٹر اُتر گیا هے اور اُسکي چوٹي پر پهنچنا ممکن هے -

اِس هرم کي بلندي ۴۸۱ فٹ هے - شمالي جانب سے ۹۱۲ اور باقي تین طرف سے ٹهیک ۷۵۵ فٹ ۰۷ انچ لانبا هے - یه اس بات کي شهادت هے که قدیم مصریوں نے علم هندسه میں بڑي ترقي حاصل کي تهي -

دنیا کے سات عجائب میں اول درجه اِسي هرم کو حاصل هے -

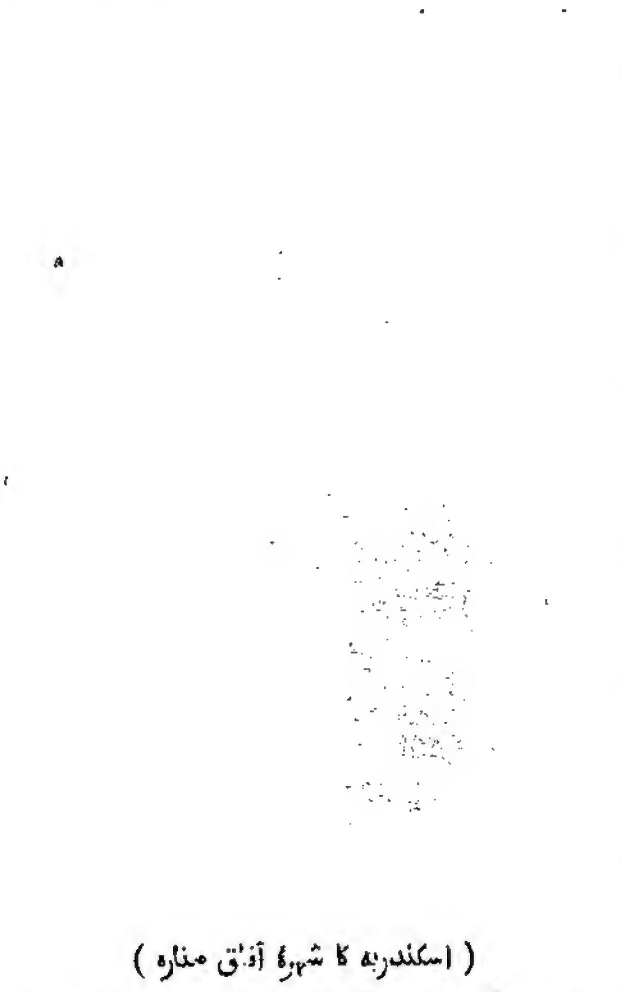

(اسکندریه کا شهرۂ آفاق مناره)

یه تصویر اُن تصریحات کي بنا پر بنائي گئي هے - جو قدیم سیاحوں اور مورخوں کي زباني معلوم هوتي هیں -

(مورخین عرب کي تحقیقات)

سات عجائب عالم کا یه مختصر بیان تها جو ختم هوگیا - هم نے بابل ' منارۂ اسکندریه ' اور اهرام کے حالات میں صرف وهي امور بیان کیے جو آخرین تحقیقات پر مبني هیں ' اور وه تمام تفصیلات ترک کردیں جو غالباً اردو کے کتب و رسائل میں ترجمه کي جاچکي هیں - اب اس کے بعد همیں تفصیل کے ساتهه وه تحقیقات بیان کرني هے جو قدیم عرب مورخین نے کي تهي ' خصوصاً بابل ' اسکندریه ' اور اهرام مصر کي نسبت اُن کي تصریحات تاریخ کا نهایت قیمتي اور قابل غور موضوع بحث هے -

* * *

مصریوں نے " تهوت " اور " هرمس " میں (اور هرمس Hermes یونانیوں کا بهي معبود تها) علم و حکمت کے تمام ابتدائي سر چشمے دیکهے (۱) بابل نے جو علم هئیة کے کشف و ترقي کا سب سے پهلا سر چشمه هے ' آسمان کے ارواح الوهیت میں سورج کا قهر اور مریخ کي خون آشام تلوار دیکهي تهي - اب زهرہ کي مسکراهٹ اور عطارد کي حکمت و دانائي کي سنجیدہ صورت کا بهي تماشائي هوگیا - یونان کي فکري لطافت اور وسعت تخیل نے اس میں اور زیادہ نظم و اسلوب پیدا کیا - عشق و محبت ' علم و حکمت ' صلح و امن ' زراعت و پیداوار ' مال و دولت ؛ سب کے آسماني کارساز الگ الگ جلوہ فرما هوگئے ' اور اُنکي چوکهٹیں صفات جمالیه کے حاجت مندوں کا قبلۂ عبادت بن گئیں - مصر ' هندوستان ' اور یونان میں بابل کي کواکب پرستي کي دعوت پهنچ چکي تهي ' اسلیے ان دیوتاؤں کا تخیل زیادہ تر اجرام سماویه هي کے تعبدانه مشاهدہ میں پیدا هوا -

ایران جو دنیائے قدیم کے ادیان و ملل میں اپني بعض خصوصیات کے لحاظ سے غیر معمولي امتیاز رکهتا هے ' اور جس نے باوجود مظاهر پرستي کے انهماک کے ' اصنامي پرستش کے تخیل سے همیشه گریز کیا ؛ اس بارے میں ایک بالکل مختلف نوعیت کا تخیل قائم کرتا هے ' اور ثنویت کے ذریعه صفات قهر و جلال اور رحمت و جمال کے تضاد کي مشکل حل کرتا هے - یعنے اس اعتقاد کا نقشه آراسته کرتا هے که خالق حقیقي کے ماتحت دو کارساز قوتیں کارفرما هیں : قوت خیر اور قوت شر - یعني " یزداں " اور " اهرمن " تمام ایجابي اور جمالي صفات یزداں کے حصے میں آئي هیں ' اور تمام سلبي اور قهري صفات اهرمن کے حصے میں - یزداں کي تعمیري صفت بنانا چاهتي هے - اهرمن کي تخریبي صفت بگاڑنا چاهتي هے - گویا کون و فساد کي کشاکش اپني منتهاء ازلیت میں دو متضاد کارفرماؤں کي کشمکش پر ختم هوتي هے -

غرضکه اس دور کے آخري عهد میں به حیثیت مجموعي ذهن انساني نے ایک ایسي مزاجي استعداد پیدا کرلي تهي که وہ صفات سلبیه کے ساتهه صفات ایجابیه کا بهي بالاستقلال تصور کر سکتا تها - البته غلبه اب بهي صفات سلبیه هي کے تصور کا تها - تصور الهي کے اس بنیادي نقطه میں که عبادت کي اصل خدا کے غضب و قهر سے بچنا هے ' نه که اُسے چاهنا اور اُس سے نزدیک هونا ' کوي تبدیلي نهیں هوي تهي - پس گو اس عهد میں انسان خدا کي رحمت و جمال کا نظارہ کرنے لگا ' لیکن اسکے ذهن پر تسلط ' خدا کے قهر و غضب کے خوف هي کا تها - جمال و رحمت کي شیفتگي کا نه تها - اس منزل تک پهنچنے کیلیے اُسے ابهي کئي ارتقائي منزلیں طے کرني تهیں -

مذهبي اعمال میں تمام تر دارومدار قرباني اور اسکي بے شمار اقسام پر تها - علم و حکمت اور رزق و بخشش هي کا دیوتا کیوں نهو ' لیکن بغیر قتل و هلاکت کي بهیمت کے خوش نهیں هو سکتا تها - مذهبي اور معبدي رسوم کي کار فرما جماعتیں (یعني مندروں کے پجاریوں ' معلموں ' رهنماؤں کی جماعتیں) صدیوں سے ایک طاقتور نظام کي شکل میں قائم هو چکي تهیں - انکے اقتدار و بالا دستي کا اعتقاد مذهبي عقائد کا سب سے زیادہ ضروري عنصر بن گیا تها - ان معبدي اور اصنامي جماعتوں کے نظام کے قیام نے بهي انسان کے دیني عقائد کي تاریخ میں بهت بڑا حصه لیا - عوام پر ان کا اقتدار جن وسائل سے قائم رہ سکتا تها ' ان میں سب سے زیادہ موثر چیز یهي مذهبي قسم کا خوف اور آسماني قسم کي دهشت انگیزي تهي - اس لیے یه جماعتیں قدرتي طور پر آسماني قهر و غضب کي دائمي مبلغ بن گئي تهیں ' اور انساني دماغ کو خوف و دهشت سے الگ هوکر ' خدا کے طرف نظر اُٹهانے کي مهلت هي نهیں ملتي تهي - جن لوگوں نے مصر ' هندوستان ' اور یونان کي معبدي جماعتوں کے حالات کا مطالعه کیا هے ' وہ اندازہ کر سکینگے که اُس عهد کے دهشت انگیز دیني موثرات میں یه چیز کس درجه قوي و فعال رهي هے ؟

اس دور کے اِس آخري عهد میں پهنچکر همارے لیے ممکن هو جاتا هے که سنین و ایام کے موجودہ حسابات سے اِس کا زمانه متعین کر سکیں - یه تقریباً سنه ۱۷۰۰ قبل مسیح (ع) کا زمانه هے - اِس عهد کے کچهه عرصے بعد سامي دعوت کے قیام و اشاعت کا دور شروع هو جاتا هے -

(سامي دعوت کا ظهور)

" سامي دعوت " سے مقصود تورات کي دعوت هے - تورات کے ظهور کا زمانه تقریباً (تقریباً اس لیے که ایام و سنین کے صحیح تعین میں متعدد تاریخي اور هئیتي اختلافات حائل هیں) ۱۶۴۵ - قبل مسیح هے - تورات کے عبراني سنین کي جو تقویم آجکل کے علماء فن نے مرتب کي هے ' بعینه وهي هے جو ابو ریحان بیروني وغیرہ عرب محققین زیچ و تقاویم نے مرتب کي تهي - اس سے ثابت هوتا هے که بنو اسرائیل کا مصر سے خروج مندرجۂ صدر سنه میں هوا تها - اسلیے تقریباً یهي زمانه حضرة موسی (علی نبینا و علیه الصلواة والسلام) کے ظهور اور تورات کے نزول و دعوت کا زمانه هے -

---

(۱) هرمس کے بارے میں بعض مورخین کو سخت غلط فهمي هوئي هے ' اور اُنکي تقلید سے زمانۂ حال کے بعض مستشرقین یورپ بهي غلط فهمي میں مبتلا هوگئے - چونکه یونان اور مصریوں کے عقیدے میں هرمس علم و حکمت کا دیوتا تها ' اسلیے متاخرین حکماء نے اکثر علوم و فنون کي ابتدا اُسکي طرف منسوب کردي تهي ' اور بعض کتابوں میں علوم کا تذکرہ اس طرح شروع کیا گیا تها ' گویا هرمس کا الهام رباني بیان کر رها هے - جب اِن کتابوں کا عهد عباسیه میں ترجمه هوا تو بعض لوگوں کو یه غلط فهمي هوگئي که هرمس یونان و مصر کے حکما میں سے کوئي حکیم هے - پهر کوشش کي گئي که اُس کا زمانه متعین کیا جاے - بعضوں نے اُسکا زمانه ایسا متعین کیا جو حضرت ادریس علیه السلام کا زمانه تها - اس سے یه خیال پیدا هوا که هرمس اور ادریس ایک هي شخصیت کے دو نام هیں - بعضوں نے کها که تورات میں جس " اخنوخ " کا ذکر آیا هے ' وهي یونانیوں کے یهاں هرمس کے نام سے مشهور هے - بعضوں نے دیکها که هرمس کا تذکرہ مختلف زمانوں میں پایا جاتا هے - اِس لیے انهوں نے تطبیق کي یه صورت نکالي که تین هرمس فرض کرلیے : کبیر ' درمیاني ' صغیر - حالانکه سرے سے هرمس نامي کسي انسان کا وجود هي ثابت نهیں - وہ محض ایک خیالي شخصیت هے - جیسي شخصیت هندوستان میں نظم و حکمت کے لیے بیاس جي کي فرض کرلي گئي هے - ابن الندیم نے فهرست میں (صفحه ۲۶۷ و ۳۱۳) جمال الدین قفطي نے تاریخ الحکماء میں (صفحه ۳۴۶) اور ابن ابی اُصیبعه نے عیون الانباء میں (جلد ۱ - صفحه ۱۶) هرمس کي نسبت جو کچهه لکها هے ' وہ اسي غلط فهمي کا نتیجه هے - هرمس حکیم کے نام سے جو کتابیں عربي میں ترجمه هوئیں ' زیادہ تر قدیم فن کیمیا اور احکام نجوم کي کتابیں هیں - رمل کے ابتدائي خطوط بهي اُسي کے طرف منسوب هیں - البته بیروني اور حموي کي بعض تصریحات سے معلوم هوتا هے که فن هئیة و زیچ میں بهي اس کے بعض رسائل ترجمه کیے گئے تهے - عجیب بات یه هے که دنیا کي سات اقلیموں والي تقسیم جو ایران کے " هفت کشور " سے لي گئي تهي ' محمد بن ابراهیم فزاري نے اسي کے طرف منسوب کي هے (معجم البلدان جلد ۱ - صفحه ۲۶)

گاہ گاہ ایسا بھي ہوتا ہے کہ اس کي طبیعت رحم و کرم پر آجاتي ہے ، اور وہ بخش بھي دیتا ہے اور مالا مال بھي کردیتا ہے - بعینہ یہي تصور خدا کا بھي تھا - اور اسلیے خدا کي صفات رحمت و جمال کي نسبت جو کچھہ بھي سمجھا جاتا تھا ، وہ اس سے زیادہ نہ تھا ، جیسا ایک پر ہیبت بادشاہ کي نسبت سمجھا جاسکتا ہے -

(۲) صفات الہي کے تصور کا ایک نازک اور دقیق پہلو یہ ہے کہ خدا کے افعال کیلیے کوئي مقصد و غایت ہوني چاھیے یا نہیں؟ اس لحاظ سے افعال الہي کي دو ھي نوعیتیں ہوسکتي ہیں - ایک یہ کہ اسکے تمام افعال بغیر کسي غایت اور حکمت کے ہیں - ایک یہ کہ اُسکا ہر فعل کسي مقصد اور حکمت پر مبني ہے - شاہیت اور الوہیت کے تشابہ کا اثر تصور الہي کے اس گوشہ پر بھي پڑا - انسان ہزاروں برس تک خدا کے افعال بھي اسي رنگ روپ میں دیکھتا رہا ، جسمیں اپنے چاندي سونے کے تخت پر بیٹھنے والوں کو دیکھتا تھا - وہ " قدرت " کے ساتھہ " حکمت " جمع نہیں کرسکا - اسکا خیال یہ تھا کہ حکمت اور مقصد کي رعایت دلیل عجز ہے - یہ عام انسانوں کیلیے ضروري ہے جو اپنے حاکموں اور پادشاہوں کے سامنے جوابدہ ہیں ، لیکن ایک پادشاہ جو کسي کے سامنے جوابدہ نہیں ، حکمت و غایت کي رعایت سے ما وراء ہے - ایک پادشاہ جسقدر زیادہ طاقتور اور زیادہ اونچے قسم کا ہوگا ، اُتنے ھي اسکے اعمال زیادہ مطلق العنان ، زیادہ بے ترتیب ، زیادہ بے مصلحت ، زیادہ بے معني ہونگے - وہ بغیر کسي سبب و موجب کے ہزاروں آدمي قتل کر ڈالیگا - بغیر کسي مصلحت کے عمارتیں ڈھا دیگا ، بغیر کسي ضرورت کے نئي عمارتیں کھڑي کر دیگا - ہوسکتا ہے کہ محض اتني سي بات دیکھنے کیلیے کہ رات کي تاریکي میں آتشزدگي کا تماشہ کیسا ہوتا ہے ؟ وہ ایک پورا آباد شہر جلا ڈالے !

یہ جو ہندوستان ، مصر ، یونان ، وغیرہ قدیم متمدن ممالک کي دیوباني کہانیوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ دیوتاؤں کے جسقدر بھي اعمال دکھلائے ہیں ، وہ سب اسي نوعیت کے ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے ، جیسے چند انسان ہر طرح کي طاقت اور اختیار پاکر بے قابو ہوگئے ہیں اور طاقت اور اختیار سے کھیلنے لگتے ہیں - محض اسلیے کہ وہ طاقت رکھتے ہیں ، اپني اپني طاقتیں لہو و لعب کي طرح بلا ضرورت استعمال میں لاتے ہیں ، اور انکي اس کھیل کود سے کائنات ہستي کے ہزاروں کارخانے بننے بگڑنے لگتے ہیں ، تو اس چیز کے اندر وہي شاہي و مالکي مزاج کام کر رہا ہے - پادشاہوں کي زندگي ایسي ھي تھي ، اسلیے دیوتاؤں کے تصور میں بھي اُسي کا عکس نمایاں ہوگیا -

تصور الہي کے اس دور کے بعد اگرچہ تصور کے تمام اجزاء میں ترقي ہوگئي تھي ، لیکن چونکہ شاہیت اور الوہیت کا تشابہ راسخ ہوچکا تھا ، اسلیے ترقي کي ہر منزل میں شاہیت ھي کي قسم کا تصور قائم ہوتا رہا - اُس سے الگ نہ ہوسکا -

(۳) یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ تمام قدیم اقوام کے الہي تصورات میں ، باوجودیکہ وہ تمدن و شایستگي کے بڑے بڑے درجے طے کر چکي تھیں ؛ ادنی درجہ کے حیواني اور بہیمي افعال کے تخیلات سے کسي طرح کا اجتناب نہیں پایا جاتا ، تو اس میں بھي بہت حد تک اسي تشابہ کو دخل ہے - بلا شبہ ان تخیلات کي بنیاد جمعیت بشریہ کے عہد طفولیت میں پڑي تھي جبکہ ذہن انساني بالکل ناتراشیدہ حالت میں تھا ، لیکن عہد تمدن میں کیوں یہ تخیلات بالکل متروک نہیں ہوگئے ؟ اس کي علت یہي ہے کہ شاہیت اور الوہیت کے تشابہ نے یہ اعتقاد پیدا کردیا تھا کہ شاہیت و خداوندي کیلیے اس قسم کي زندگي نقائص کا موجب نہیں ہے ، بڑائي اور غیر مسئولیت کا نتیجہ ہے - چونکہ خدا کے تصور میں بھي شاہیت کي مماثلت کارگر ہوچکي تھي ، اسلیے اس میں یہي یہي شان پیدا کردي گئي -

(۴) حکومت بالوسائط ، یعني خالق حقیقي سے کائنات ہستي کا تعلق براہ راست نہیں ہے - درمیان میں وسائل و وسائط ہیں - خدا انہي کے ذریعہ تمام کارخانۂ وجود چلا رہا ہے ، اسي تشابہ کا ایک نہایت گہرا اور دور رس نتیجہ ہے -

(۵) تصور الہي کا یہ قدیم اور راسخ اعتقاد کہ بخشش معاصي کیلیے جسم انساني کي تعذیب ضروري ہے ، بغیر اسکے خدا کي خوشنودي حاصل نہیں ہوسکتي ، اسي تشابہ کے برگ و بار میں سے ہے - غضب ناک اور مطلق العنان پادشاہ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر سخت سخت سزائیں دیدیتے تھے ، اور جب تک سزا واقع نہیں ہوجاتي تھي ، اُن کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا - یہي بات خدا کے تصور میں بھي پیدا ہوگئي - انسان نے دیکھا کہ اُسکي جسماني عقوبت ، اُسکے شاہي مالکوں کا غضب ٹھنڈا کر دیتي ہے ، اسلیے اُس نے خیال کیا کہ اُس کے آسماني خداوندوں کے اطفاء غضب کیلیے بھي ضروري ہے کہ طرح طرح کي جسماني عقوبتیں اور اذیتیں برداشت کرے - قرباني کي شکل میں یہي چیز قتل نفس تک پہنچ گئي - انسان اپنے ہم جنس کو ، اپني اولاد کو ، خود اپنے آپ کو عفو قصور اور حصول رضاء الہي کیلیے قتل کرنے لگا -

(٦) خدا کے تصور کا ایک نہایت اہم پہلو اُس کي معبودیت کا اعتقاد ہے - یعني یہ کہ اُس کي عبادت کرني چاھیے - لیکن عبادت کیوں کرني چاھیے ؟ اس کا صحیح جواب ذہن انساني کي نارسا استعداد معلوم نہ کرسکي - خدا کا تصور کرتے ہوئے اس نے صرف اُس کي صفات قہر و جلال ھي کا نظارہ کیا تھا ، اس لیے عبادت کي بنیاد خوف و دہشت کے جذبات سے پڑي تھي ، نہ کہ محبت و عبودیت سے - اُس نے خدا کو ایک خوفناک ہستي کي شکل میں دیکھا تھا ، اس لیے اُس کے غضب سے بچنے کے لیے اُس کي خوشامد کرني چاہتا تھا - شاہیت و اُلوہیت کے تشابہ سے یہ تخیل اور زیادہ راسخ و محکم ہوگیا - مطلق العنان اور قہرمان شاہیت بھي ہر انسان سے غلامي و چاکري کراتي تھي ، اور لوگ اپنے دل کي خوشنودي سے نہیں بلکہ سزا کے خوف سے اُن کي خدمت و اطاعت کرتے تھے - نیز اُن کے ہیجان غضب سے بچنے کیلیے طرح طرح کے نذرانے اور تحفے پیش کرتے تھے - خدا کي معبودیت کي بھي ٹھیک یہي نوعیت تھي - جس طرح انسان اپنے تخت نشین حاکموں کي چاکري کرتا تھا ، تاکہ اُن کے ظلم و قہر سے بچے ، اُسي طرح وہ اپنے آسمان نشین کارسازوں کي بھي بندگي کرتا ، تاکہ اُن کے غضب و جلال کا نشانہ نہ بنے - جس طرح وہ اپنے پادشاہوں کو طرح طرح کے نذرانے پیش کرتا تھا تاکہ وہ خوش ہوکر مہربان ہوجائیں ، اسي طرح وہ اپنے خداؤں کے لیے بھي طرح طرح کے نذرانے تجویز کرتا تاکہ وہ مہربان ہوکر اُس کي التجائیں سن لیں -

(دوسرے دور کا منتہاء بلوغ)

اس دور کي منتہاء ترقي یہ تھي کہ بہ تدریج صفات رحمت و جمال کا عنصر ، جو ابتدا میں بہت ھي دھیما تھا ، اس درجہ اُبھر آیا کہ صفات سلبیہ کي طرح صفات ایجابیہ کا بھي بالاستقلال تصور قائم ہوگیا - ہندوستان اور مصر میں علم ، محبت ، دولت ، نسل ، اور رزق کے بھي دیوتا اُسي طرح پیدا ہوگئے ، جس طرح ہلاکت اور بربادي کے بے شمار دیوتا موجود تھے - ہندوستان کي سرسوتي ، لکشمي ، اور درگا وغیرہ کي مورتیاں آج تک ہمارے سامنے سے گذرتي ہیں -

مقرر یا سیاسی ؟

(سیاست سے پہلے تربیت)

(مقتبس از بعض رسائل مصر)

ہمارے ہاں " سیاست " سب سے آسان تر کام ہے ' کیونکہ کسي اصول اور قاعدہ کا علم اس کیلیے ضروري نہیں - لوہاري ' نجاري ' جلد بندي ' نعل بندي ' حتی کہ حجامت بهي سیاست سے مشکل ہے ' کیونکہ یہ تمام پیشے اپنے مقررہ اصول اور قواعد رکھتے ہیں ' جنکے جانے بغیر کوئي آدمي انہیں اختیار نہیں کر سکتا - لیکن " سیاست " کي حالت اس سے بالکل مختلف ہے - جس لمحہ چاہو " سیاسي " ہونے کا اعلان کردے سکتے ہو ' اور سیاست کے نام سے جو بکواس بهي چاہو بلا تامل کر سکتے ہو - کوئي تم پر اعتراض کي جرأت نہیں کرسکتا ' کیونکہ ہمارے ہاں سیاست کسي اصول اور قاعدہ پر مبني نہیں ہے -

لیکن جو قومیں " سیاست " جانتی ہیں ' اُنکے نزدیک یہ چیز بہت مشکل ہے - اُنکے یہاں اِسکے لیے کچھہ اصول و قواعد ہیں ' جن میں کمال حاصل کیے بغیر کوئي آدمي سیاسي نہیں ہو سکتا - اُنکے نزدیک سیاست کي شرطوں میں سے اولین شرط ' اخلاق ہے اور آخري شرط ' کلام یا تقریر ہے - اُنکے یہاں سیاسي ایک خاموش ' پر فکر ' اور کارکن ہستي ہے - اُسکي آواز بازاروں میں سني نہیں جاتي - مجلسیں اُسکي لفاظی سے نا آشنا ہوتي ہیں - وہ خاموش دریا کی طرح ' بغیر کسي شور و غل کے کام کرتا ہے - اُنکے یہاں سیاسي زیادہ بولنے والے ' کم کام کرنے والے ' اور اپني شہرت کا ڈنکا بجانے والے کو نہیں کہتے - بلا شبہ اگر اپنے تدبر اور قوت عمل کے ساتھہ سیاسي ' قوت خطابت کا بهي مالک ہے ' تو سونے پر سہاگا سمجھا جاتا ہے - لیکن برک ' برایت ' اور گلیڈسٹون کي شہرت صرف اُنکي خطابت کي وجہ سے نہ تھي - وہ پہلے سیاسي تھے - پھر خطیب اور مقرر -

بہت سے بڑے بڑے سیاسي ایسے گذرے ہیں جنکي تقریریں مجلسوں میں نہیں گونجتي تھیں - لیکن اُنکے خاموش کام دنیا کو ہلا ڈالتے تھے - اِن سیاسیوں کي فصاحت کا یہ حال تھا کہ جب پارلیمنٹ میں تقریر کرنے کھڑے ہوتے تھے ' تو بہت سے ارکان اُٹھکر سگریٹ نوشي کیلیے چلے جاتے تھے - اور جو بیٹھے رہتے تھے ' انمیں سے بهي اکثر اونگھہ کر خراٹے لینے لگتے تھے - لیکن با وجود اِسکے اُنکے عمل ابتک زندہ ہیں - دنیا کي تاریخ میں اُنکے نام جلي حرفوں میں لکھے ہیں - برخلاف اسکے بڑے بڑے مقرر جو بادلوں کي طرح گرجتے تھے ' مرتے ہي گمنام ہوگیے !

ڈیوک ولنگٹن مقرر نہ تھا ' بلکہ اپني کم سخني کي وجہ سے " خاموش " کے لقب سے مشہور ہوگیا تھا - تا ہم " آہني " کہلاتا تھا ' کیونکہ اُسنے جنگ میں نپولین جیسے فاتح کو تباہ کیا اور حالت امن میں محض اپني اخلاقي قوت سے اپنے تمام مخالف زیر کرلیے - کوئي نہیں کہہ سکتا کہ خاموش ولنگٹن کا مرتبہ مقرر گلیڈسٹون سے کم تھا -

ہم قوت خطابت کي اہمیت گھٹانی نہیں چاہتے - ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قوت خدا کي نعمتوں میں سے ایک بڑي نعمت اور قوموں کي اجتماعي زندگی میں ایک ضروري عامل ہے - لیکن ہم اپني قوم کا یہ اعتقاد غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ " تقریر ہي سب کچھہ ہے " جس کي تقریر موثر ہوتي ہے ' اُسے سب کچھہ سمجھا جاتا ہے ' اور جس کي تقریر کمزور ہوتي ہے ' اُسے کچھہ نہیں سمجھا جاتا - حالانکہ ایک کم علم ' بہترین مقرر ہوسکتا ہے اور علامۂ دوراں ' تقریر کے میدان میں ایک قدم بهي نہیں چل سکتا -

تھوڑے دن ہوئے ' مسٹر بالڈون موجودہ وزیر اعظم انگلستان نے ایک کالج کے طالب علموں کے سامنے تقریر کی تھي - یہ تقریر ہمارے موضوع سے متعلق ہے ' اور اِس لائق ہے کہ عوام اُسے پڑھیں اور فائدہ اُٹھائیں - اُنھوں نے نہایت عمدہ طور پر ثابت کیا ہے کہ افراد اور قوموں کي سیاسي زندگي میں تربیت کتني ضروري چیز ہے ؟

وزیر اعظم نے کہا " تربیت کا سب سے بڑا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عقل کو تصنع اور ریا سے پاک کرتي اور حقائق اشیا دیکھنے کا موقعہ بہم پہنچاتي ہے - علم ہمیں بالکل صحیح طور پر فصاحت و بلاغت سے بد ظن کرتا ہے - آزاد ملکوں میں اگر کسي شخص کو شک و شبہ کي نظر سے دیکھنا ضروري ہے ' تو وہ لچھے دار تقریریں کرنے والا شخص ہے - یعني وہ شخص جو نیم تعلیم یافتہ بھیڑ کو اپني لساني سے مسحور کردیتا اور گمراهي کو خوشنما بنا کر عام کرتا ہے - آزادي کے ہر زمانہ میں سب سے بڑا خطرہ ' یہي گمراہ مقرر رہے ہیں - اِس وقت بهي ہیں ' اور آئندہ بهي رہینگے - ہماري موجودہ آزادي مقدس ہے - ہمیں یقین ہے کہ آزادي ہمارے ملک کے لیے ایک نعمت عظمیٰ ہے - ہم کسي طرح بهي گوارا نہیں کرسکتے کہ ساقط اخلاق کے فصیح البیان مقرر اپني زبانوں کے زہر سے اُسے مسموم کرڈالیں "

" بچپن میں خوشنما لفظوں اور بلیغ جملوں پر میں عاشق تھا - لیکن اٹھارہ برس کي عمر میں پہنچکر میں نے " فورڈ " کا یہ قول پڑھا " فن خطابت (تقریر) علمي بدکاري ہے " اُس دن سے میرا عشق ' نفرت سے بدل گیا اور فصاحت و بلاغت پر سے میرا بھروسہ اُٹھہ گیا "

" وزیر اعظم ہونے کے بعد میں نے سنا کہ جماعت کي ایک معزز خاتون نے ' جس سے مجھے تعارف کي عزت حاصل نہیں ' اپنے

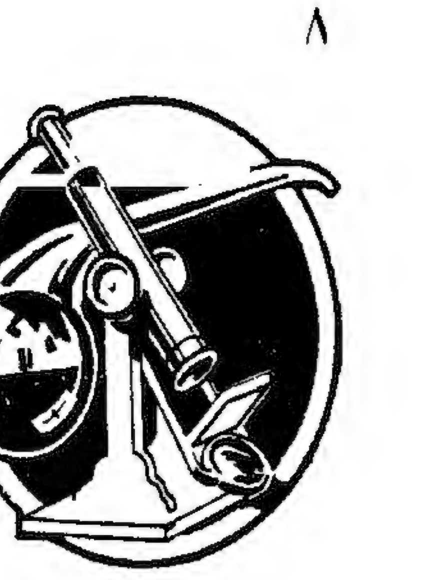

مذاکرہ علمیہ

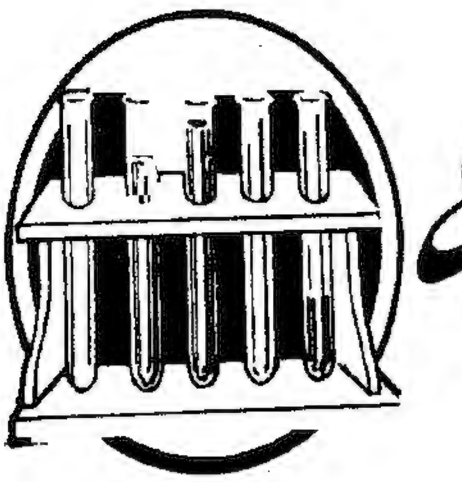

لاسلکی کا راز

لاسلکی (بے تار کی تار برقی) کی دنیا میں بہت سے ایسے راز ہیں جنہیں علم ابتک حل نہیں کر سکا ہے -

* * *

مثلاً یہ کہ لاسلکی لہریں ' روشنی سے زیادہ اندھیرے میں تیز چلتی ہیں - لاسلکی سے خفیف سی بھی واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ دن سے زیادہ رات میں اس کی آواز بلند ہوتی ہے - غروب کے بعد لاسلکی لہروں کی رفتار تقریباً دونی ہو جاتی ہے -

علماء اِس مسئلہ کے قطعی حل سے ابتک عاجز ہیں - بہترین توجیہہ جو کی گئی ہے یہ ہے کہ نور اور حرارت کا لاسلکی لہروں سے گہرا علاقہ ہے - کیونکہ یہ دونوں چیزیں اُن موجوں سے پیدا ہوتی ہیں جو اثیر (ایتھر) میں نہایت ہی غیر معمولی سرعت سے بہتی ہیں - اِن موجوں اور خود اثیر کی موجوں میں بڑا فرق یہ ہے کہ اول الذکر ' آخر الذکر سے بہت چھوٹی ہوتی ہیں -

ظاہر ہے کہ سطح زمین سے جو اثیر محیط ہے ' وہ دن میں نور و حرارت کی اُن موجوں سے لبریز ہوتا ہے جو سورج سے منفصل ہوتی ہیں - یہ موجیں ' اثیر کی موجوں میں سخت اضطراب پیدا کر دیتی ہیں - اِسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آواز میں بھی اضطراب پیدا ہو جاتا ہے - کیونکہ وہ اثیر ہی کے ذریعہ منتقل ہوتی ہیں -

یہ صرف دن ہی میں ہوتا ہے ' جبکہ نور و حرارت کی موجیں اثیر میں موجود ہوتی ہیں - رات کو چونکہ اثیر اُنسے خالی ہوتا ہے ' اِس لئے اُسکی موجوں میں اضطراب پیدا نہیں ہوتا ' اور چونکہ اُسکی موجوں میں اضطراب پیدا نہیں ہوتا ' اس لیے آواز بھی صاف اور بلند سنائی دیتی ہے -

* * *

لاسلکی کا یہ راز بھی عجیب ہے کہ اُسکی موجیں ہمیشہ قوسی خط پر چلتی ہیں - گویا زمین کی قوسی سطح کے مطابق اپنا راستہ بناتی ہیں - لیکن نور و حرارت کی موجوں کا یہ حال نہیں ہے - وہ خط مستقیم پر بہتی ہیں - ثبوت یہ ہے کہ مثلاً ایک منارہ تمہیں تیس میل کی مسافت پر سے دکھائی نہیں دیتا - اسکی دو وجہیں ہیں : ایک یہ کہ زمین گول ہے اور اُسکی سطح قوسی شکل کی ہے ' لہذا دور کی بلندیاں افق میں چھپ جاتی ہیں - دوسری وجہ یہ ہے کہ نور کی شعاعیں خط مستقیم پر پھیلتی ہیں اور افق میں چھپی ہوئی بلندیاں ظاہر نہیں کر سکتیں - بر خلاف اسکے لاسلکی موجیں پورے نصف کرۂ ارضی تک پھیلائی جاسکتی ہیں ' کیونکہ وہ زمین کی سطح کے مطابق چلتی ہیں -

اِس کی تعلیل علماء کے ایک گروہ نے یہ کی ہے کہ لاسلکی لہروں کی رفتار ' اُس غبار کے ذرات یا اثیر کی وجہ سے قوسی ہو جاتی ہے جو کرۂ ارضی کی فضا میں منتشر اور اُس سے محیط ہے - اُنکا خیال ہے کہ یہ لہریں جب لاسلکی آلہ سے نکلتی ہیں تو ایک عظیم قوت کے ساتھہ بلند ہونا شروع ہوتی ہیں ' یہانتک کہ زمین سے محیط غباری طبقہ تک پہنچ جاتی ہیں - پھر وہاں سے لوٹتی ہیں اور اُسی طرح زمین پر منعکس ہوتی ہیں ' جس طرح آئینہ سے نور منعکس ہوتا ہے - یہ عمل برابر جاری رہتا ہے - گویا یہ لہریں فضا میں پراگندہ ہونے کے لیے بھاگتی ہیں مگر غباری ذرے اُنہیں واپس کردیتے ہیں ؛

لیکن علماء کا ایک دوسرا گروہ اثیر کے وجود ہی سے منکر ہے - اُسکا دعوی یہ ہے کہ جن لہروں کو ہم لا سلکی کہتے ہیں ' وہ فضا میں نہیں بلند ہوتیں - زمین ہی پر بہتی ہیں -

* * *

یہ لا سلکی راز بھی کچھہ کم حیرت انگیز نہیں کہ بعض علاقوں میں قوی سے قوی لا سلکی آواز بھی ظاہر نہیں ہوتی - یا بہت ہی دھیمی سنی جاتی ہے - یہ علاقے اِس فن کی اصطلاح میں " خاموش علاقے " یا " موت کے علاقے " کہلاتے ہیں - ایک امریکی عالم لاسلکی کا بیان ہے کہ وہ ایک مرتبہ لاسلکی آلہ لیکر شمال کی سمت روانہ ہوا تا کہ اِس علم پر تقریریں کرے - لیکن وہ جوں جوں شمال کی طرف بڑھتا گیا ' اُسکا آلہ بھی کمزور پڑتا گیا - اُسے خیال ہوا کہ شاید آلہ میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے - چنانچہ نیا آلہ خرید لیا - مگر اُسکی آواز بھی دھیمی ہوتی چلی گئی - یہانتک کہ ایک ایسے شہر میں پہنچا ' جہاں آلہ سے مطلقاً کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی - وہ سخت متعجب ہوا اور کوئی سبب سمجھہ نہ سکا - مگر برابر سفر کرتا رہا ' یہانتک کہ آلہ سے آواز پیدا ہونا اور بڑھنا شروع ہوگئی - بعد میں اُسے معلوم ہوا کہ آلہ میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی تھی ' بلکہ " موت کے علاقے " نے اُسے معطل کر دیا تھا -

* * *

یہ ' اور اِسی طرح کے بعض اور لاسلکی معمے ہیں جنہیں علم ابتک پوری طرح حل نہیں کرسکا ہے - ممکن ہے کہ یہ معمے حل ہو جائیں ' لیکن علم انسانی کے معمے اور کائنات ہستی کے راز کبھی حل نہ ہو سکیں گے - انسان دس معمے سلجھاتا ہے ' تو سو نئے معمے اُس کے اضطراب عجز کے لیے پیدا ہو جاتے ہیں - انسان کے لیے اب سے ہزاروں برس پیشتر بھی علم کے معمے تھے ' اب بھی معمے ہیں ' اور شاید آیندہ بھی ہمیشہ معمے باقی رہینگے :

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا -

تھے - چند ماہ بعد جب خديو توفيق پاشا کي وطن فروشي اور سلطان عبد الحميد کي مذبذب اور متزلزل حکمت عملي کي کمزوري سے "تل الکبير" کے معرکہ کے بعد انگريزي فوج مصر ميں داخل ہوگئي ' تو عربي پاشا اور محمود بارودي پر مقدمہ چلايا گيا ' اور شيخ محمد عبدہ بھي ان کے ساتھہ گرفتار کرليے گئے - اِن کا جرم يہ بتلايا گيا تھا کہ انھوں نے وقائع مصريہ ميں ايسے مقالات لکھے تھے جن ميں تحريک کي حمايت کي گئي تھي - غالباً سعد زغلول بھي اُن کے تعلق کي وجہ سے مبتلاے محن ہوے ليکن بعد کو رہا کرديے گئے - کيونکہ في الحقيقت شيخ کے تعلق و تلمذ کے سوا اِن کا تحريک ميں کوئي حصہ نہ تھا -

اسي زمانہ ميں اِنھيں نئي تعليم کا شوق ہوا - پہلے فرانسيسي زبان کي تحصيل کي - پھر قانون کا مطالعہ کيا - اور سنہ ۱۸۸۹ ميں وکالت شروع کردي - اُن کي غير معمولي ذہانت اور طبعي استعداد کے ثبوت ميں يہ واقعہ بيان کيا گيا ھے کہ جب انھوں نے مصر کي اعلیٰ عدالتوں ميں وکالت کرني چاھی ' تو سرکاري محکمہ نے اجازت دينے سے انکار کرديا - کيونکہ نہ تو اُنھوں نے باقاعدہ سرکاري مدارس ميں تعليم حاصل کي تھي ' نہ يورپ کے مدارس قانون کي کوئي سند رکھتے تھے - ليکن انھوں نے اپنے استحقاق و اھليت پر اصرار کيا ' اور کہا "اگر اس معاملہ کا دار و مدار استعداد اور اھليت پر ھے نہ کہ سند کے ايک پرزہ پر ' تو قانون کا سخت سے سخت امتحان لے ليا جاے - اگر ميں يورپ کے سند يافتہ محاميوں سے (مصر ميں قانون کے بيرسٹر کو محامي کہتے ھيں) بہتر ثابت ھوں تو ميري درخواست منظور کي جاے " يہ واقعہ ھے کہ امتحان ليا گيا ' اور اُن کي قانوني استعداد بہتر سے بہتر معيار پر بھي پوري اُتري !

انکي غير معمولي استعداد نے بہت جلد ترقي مناصب کي راہ اُن پر کھول دي - پہلے بعض قانوني مناصب پر مامور ہوے - پھر سنہ ۱۹۰۶ ميں اس درجہ شہرت حاصل کرلي کہ وزير تعليم ہوگئے -

اسي زمانہ ميں مصري مجلس تشريع (ليجس ليٹو اسمبلي) کے نظام ميں وسعت ہوئی ' اور نئے نئے طريقہ رائج ہوے - يہ ہر موقعہ پر سرکاري مناصب کيليے ايک اول درجہ کے اميدوار تسليم کيے جاتے تھے - سنہ ۱۹۱۱ ميں مجلس تشريع نے انھيں اپنا رئيس منتخب کيا ' جسپر وہ (غالباً) سنہ ۱۹۱۴ تک قائم رہے -

(سعد زغلول کا سياسي مسلک)

سعد زغلول کي تعليمي اور سياسي ' دونوں زندگيوں کي ابتدا شيخ محمد عبدہ کی تعليم و تاثير سے ہوي تھي ' اسليے وہ اپني زندگي کے آخري سالوں تک (يعني سنہ ۱۹۱۸ تک جبکہ التواء

فقدناه ، والامال ترجو حياته
وفى الليلة الظلماء يفتقد البدر !

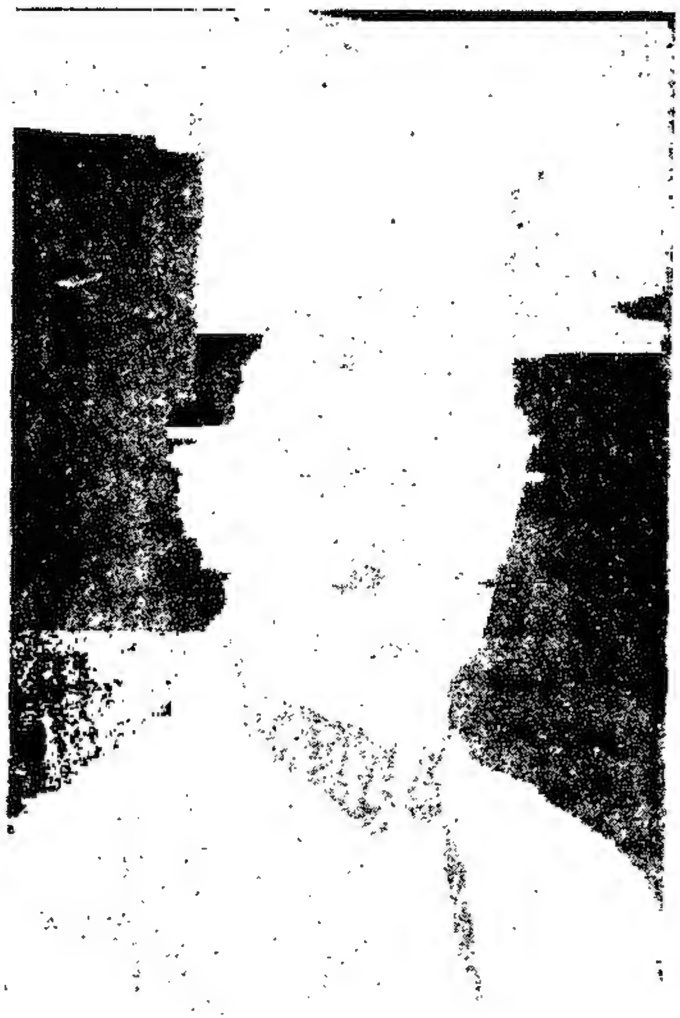

نقيد الشرق ' احمد سعد زغلول

جنگ کے بعد انھوں نے مصر کے کامل استقلال کا مطالبہ کيا ھے) اُسي مسلک پر گامزن رھے جو واقعۂ عربي کے بعد خود شيخ محمد عبدہ نے اختيار کرليا تھا - ھميشہ اُنکا شمار شيخ کي جماعت کے مخصوص افراد ميں رہا - وہ اُن تمام لوگوں ميں جنھيں شيخ کي فيض صحبت نے پيدا کيا تھا ' نماياں اور ممتاز تھے -

شيخ محمد عبدہ مرحوم کا يہ حال تھا کہ وہ فطرة کي بہترين دماغي بخشيشيں ليکر پيدا ہوئے ' ليکن جامع ازھر کي تعليمي فضا سے کوئي بلند تر تعليمي فضا حاصل نہ کرسکے - اسي اثنا ميں سيد جمال الدين مرحوم قاھرہ پہنچے ' اور اُن کے فيض صحبت سے شيخ کے تمام فطري جوھر اُبھر آئے -

سيد موصوف کي دعوت اگرچہ تعليمي اور ديني اصلاح پر مشتمل تھي ' لدکن اُس کا محوري مرکز سياسي انقلاب تھا ' کيونکہ وہ يقين کرتے تھے کہ اسلام کي ديني روح ' سياسي روح سے الگ نہيں ھے - انھوں نے مصر ميں بھي انقلابي دعوت کي تخم ريزي کي - اُس وقت مصر اسماعيل پاشا کي مسرفانہ اور عيش پرستانہ زندگي سے تباہ ہورہا تھا - اغيار و اجانب کي مداخلتوں کے نئے نئے دروازے کھل رھے تھے ' طالبين اصلاح کي تمام اميديں ولي عہد مصر توفيق پاشا سے وابستہ تھيں - سيد جمال الدين نے توفيق تک رسائي حاصل کرنے کے ليے يہ طريقہ اختيار کيا ' کہ پہلے خود قاھرہ کے فري ميسن لاج ميں داخل ہوئے ' پھر کوشش کرکے توفيق کو بھي اس کا گرينڈ ماسٹر منتخب کراليا ' اور اس طرح فري ميسن کا مخفي اور محفوظ جماعتي دائرہ اپنے اور اُس کے گرد کھينچ ليا - توفيق پاشا سيد موصوف کے اصلاحي خيالات سے پوري طرح متاثر ہوا ' اور عہد و اثق کيا کہ با اقتدار ہوتے ھي اصلاح و انقلاب حال کے ليے پوري طرح کوشش کريگا - ليکن جب کچھہ عرصہ کے بعد وہ خديو مصر ہوا ' اور سيد جمال الدين اُن عہود و مواثيق کے ايفا کے طالب ہوئے ' تو پہلے تو ليت و لعل شروع کيا - پھر صاف انکار کرديا ' اور کوشش کي کہ جمال الدين مصر سے نکل جائيں -

سيد جمال الدين يہ حالت ديکھکر نہايت متاثر ہوے - اُن کا عقيدہ يہ تھا کہ جو افراد قوم اور ملک کي نجات کي راہ ميں حائل ھوں ' اُنھيں راہ سے ھٹا دينا جرم نہيں ھے بلکہ انسانيت کي خدمت ھے - چنانچہ اُنھوں نے توفيق پاشا کے قتل کي کوشيشيں شروع کر ديں - اور اس کام کے ليے قرعۂ فال اُن کے نوجوان تلميذ محمد عبدہ کے نام نکلا - شيخ نے اس واقعہ کے بيس برس بعد ايک خط ميں جو مسٹر بلنٹ کے نام لکھا تھا ' اقرار کيا ھے کہ توفيق کو قتل کرديني کيليے وہ طيار ہوگئے تھے - توفيق پاشا قاھرہ سے اسکندريہ جا رھا تھا ' يہ پستول ليکر سڑک پر کھڑے ہوگئے - مگر جب حملہ کا وقت آيا تو

دوست سے سوال کیا " کیا تم جدید وزیر اعظم کو مہذب کہه سکتے هو؟ مجهے شک هے ' یه خاتون " مہذب " کے معني پوري طرح سمجهتی هے - لیکن یه یقیني هے که اُس کے نزدیک تہذیب کوئي ایسي چیز ضرور هے جس سے انگلستان کے وزیر اعظم کو متصف هونا چاهیے - اور بلا شبه یه بہت عمده خیال هے "

" میرے نزدیک تہذیب ایک ایسا عمل هے جو کبهي ختم نہیں هوتا - مدرسه میں میرا چال چلن بے داغ تها ' لیکن میں تمهارے سامنے اعتراف کرتا هوں که میں نے طالب علمي کا زمانه بے کار ضایع کردیا - جس دن سے مجهے هوش آیا ' اُس دن سے میں برابر اپني کمي پوري کرنے میں کوشاں هوں - میں تم سے سچ کہتا هوں - دنیا میں کوئي مسرت بهي اُس مسرت کا مقابله نہیں کر سکتي جو علم حاصل کرنے میں حاصل هوتي هے - میں آج بهي طالب علم هوں ' اور سو برس کي عمر حاصل کرنے کے بعد بهي طالب علم رهونگا - اپنے موجوده منصب سے نکلنے کے بعد میرا اولین فرض یه هوگا که پوري مستعدي سے علم حاصل کرنا شروع کردوں "

" هم سب جانتے هیں که کوئي قوم بهي قدرت کي طرف سے متمدن بنا کر نہیں بهیجي گئي هے - تمام متمدن قوموں نے تمدن و تہذیب کوشش کرکے حاصل کي هے - تمدن کي راه مشکلات سے لبریز هے - تمدن ' تنزل کے خطره سے محفوظ نہیں هے - سینکڑوں قومیں جو کبهي متمدن تهیں ' اپني غفلت کي وجهه سے وحشي هوگئیں - همیں اپني موجوده تہذیب پر گهمنڈ نہیں کرنا چاهئے - یه تہذیب جو هم نے خون پاني ایک کرکے اور لگاتار محنتوں کے بعد حاصل کي هے ' ذرا سي غفلت اور غرور سے تنزل اور پستي سے بدل جا سکتي هے - محض مادي ترقي اور مادي علم ' تمدن نہیں هے - تمدن اِس سے بڑهکر کوئي اور چیز هے - انسانیت کا سب سے زیاده خطرناک زمانه وه هے جبکه علم تیزي سے آگے بڑه رها هو ' اور اپنے ساتهه مادي ترقي ' مادي علم ' اور مادي سامان آسائش عام کر رها هو - لوگ بلا محنت کے کها رهے هوں ' بے خطر مادي لذتوں سے متمتع هو رهے هوں ' اور معنوي ترقي اور روحي اصلاح و تہذیب سے غافل هوں - میں ڈرتا هوں ' همارا موجوده زمانه وهي خطرناک زمانه نه هو ' اور هماري موجوده تہذیب کي کشتي مادي خواهشوں کي چٹانوں سے ٹکراکر غرق نه هوجائے "

" تعلیم و تربیت کي اس سے زیاده کوئي غرض نہیں نه لوگوں کو اشیاء کي اصلي حقیقت معلوم هو - هر چیز کو ویسا هي دیکهیں ' جیسي وه هے ' اور اُسي درجه میں رکهیں جس درجه میں اُسے هونا چاهیے - یه غرض صرف اُنهیں معلموں کے ذریعه حاصل هوسکتي هے جو خود بے غرض هیں - حق کي تعلیم صرف اس لیے دیتے هیں که وه حق هے - حق کو پوري سچائي ' صفائي ' اور دیانت سے ظاهر کرتے هیں - خود غرض معلم ' سیاسي اغراض کے بندے ' حقیر دنیاوي مقاصد پر حق کو قربان کرنے والے لوگ ' هرگز حق کے معلم نہیں هو سکتے - ایسے معلم قوم کے لیے سب سے بڑا خطره هیں ' اور ان دجالوں سے قوم کے نوجوانوں کي حفاظت و حمایت هر محب وطن کا اولین فرض هے - همیں انکي جڑ کاٹ ڈالني چاهیے اور قوم کو اُن کے شر سے همیشه کے لیے نجات دیدیني چاهیے "

* * *

عالم شرق و اسلام

مرحوم سعد باشا زغلول

مصر کي آخري حرکت استقلال کا قائد عظیم

الموت نقاد على كفه جواهر يختار منها الجياد !

سعد باشا زغلول کے انتقال سے عالم شرق و اسلام کي ایک ایسي شخصیت روپوش هوگئي جس میں قوم کي سیاسي قیادت و رهنمائي کي نہایت طاقتور روح نمایاں هوي تهي - اُس کي رهنمایانه زندگي کي تاریخ کوئي طول طویل تاریخ نہیں هے - اُس نے اپني طویل زندگي کے صرف آخري چند سال قوم کي سیاسي رهنمائي میں صرف کیے ' لیکن اِس قلیل وقت کا یه استعمال ایسا بر وقت اور اس درجه صحیح و طاقتور تها ' که تاریخ نے فوراً اپنے دروازے کهول دیے ' اور مصر کے قومي رهنما کے لیے اکابر و مشاهیر عالم کي صف میں جگه طیار کردي - یقیناً وه ان لوگوں میں سے تها ' جنکے کارناموں کیلیے تاریخ کے اوراق همیشه منتظر رهتے هیں !

(مختصر سوانح حیات)

سعد باشا کا سنه ولادت ۱۸۶۰ع هے - ان کي طفولیت کے زمانے میں نئي تعلیم کے مدارس نے اس درجه فروغ نہیں پایا تها که لوگوں کو ان کي طرف توجه هوتي - اُن سب کے لیے جو تعلیم کا شوق رکهتے هوں ' صرف ایک هي جگه تهي ' اور وه جامع ازهر کي درس گاه تهي - چنانچه علوم عربیه و اسلامیه کي متوسط درجه تک تعلیم انهوں نے اور ان کے چهوٹے بهائي فتحي بے نے جامع ازهر هي میں حاصل کي -

ان کي عمر ابهي بیس برس کي بهي نہیں هوئي تهي که قاهره میں سید جمال الدین کي علمي مجالس کي شهرت پهیلي - یه سید موصوف کا مصر میں دوسرا ورود تها ' اور شیخ محمد عبده ان کے نہایت سرگرم شاگرد هوچکے تهے - سعد زغلول بهي انکي مجالس درس میں پهنچنے لگے ' اور شیخ محمد عبده سے اُن کا رشتۂ ارادت و تلمذ قائم هوگیا - اسي رشته نے ان کي اُس تعلیمي ذهنیت میں جو جامع ازهر کے تعلیمي جمود سے پیدا هوئي تهي ' ایک انقلابي حالت پیدا کردي ' اور نظر و فکر کي نئي نئي راهیں کهلنے لگیں - اُن کي وه غیر معمولي قوت خطابت و فصاحت جس کي وجه سے وه همیشه اپنے معاصرین میں ممتاز رهے ' دراصل شیخ محمد عبده هي کي صحبت و تلمذ کا نتیجه تهي -

عربي پاشا کي فوجي تحریک جو بہت حد تک سید جمال الدین کي سیاسي تخم ریزیوں کا قبل از وقت نتیجه تهي ' جب سنه ۱۸۸۲ میں نمودار هوئي ' تو شیخ محمد عبده حکومت مصر کے سرکاري گزٹ " الوقائع المصریه " کے محرر اور مطبوعات مصریه کے مدیر تهے ' اور غالباً سعد زغلول بهي انکے ساتهه اسي دفتر میں کام کرتے

تاریخ و عبر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

محمد الامین اور عبد اللہ المامون

حال میں ڈاکٹر احمد فرید رفاعی مصری نے "عصر المامون" کے نام سے ایک مفید اور دلچسپ کتاب شائع کی ہو اور تاریخ اسلام کے اس اہم عہد کی ذہنی اور فراغی حالت پر بشرح بحث کی ہو۔ بحث کا ایک اہم موضوع امین اور مامون کی حریفانہ شخصیتیں ہیں۔ اور اُن کی اخلاقی اور نفسیاتی حالت کا موازنہ ہو۔ ذیل میں اُس کا ایک حصہ ترجمے کے بعد درج کیا جاتا ہو:

محمد الامین

محمد الامین بن ہارون الرشید سنہ ۱۷۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی سال ہارون الرشید کی تخت نشینی کا ہو۔ امین اپنے سوتیلے بھائی، مامون سے عمر میں ۶ مہینے چھوٹا تھا۔

امین کی ماں زبیدہ بنت جعفر بن المنصور ہو۔ لہٰذا وہ ماں اور باپ دونوں طرف سے ہاشمی ہو۔ اس کے بعد یہ نسلی امتیاز کسی عباسی خلیفہ کو حاصل نہیں ہوا۔

امین کے ہاشمی ماموؤں کو سلطنت میں بڑا اثر و اقتدار حاصل تھا۔ جب اُنھوں نے محسوس کیا کہ خلافت کی طرف دوسرے عباسیوں کی گردنیں اُٹھ رہی ہیں، تو کوشش کی، کہ اُن کا بھانجا امین ہی رشید کا جانشین ہو۔ چنانچہ عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے (جو امین کا ماموں تھا) فضل بن یحییٰ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ امین کے لئے ولیعہدی کی بیعت حاصل کرے۔ فضل بن یحییٰ برمکی کو خلافت میں جو رسوخ حاصل تھا، محتاج تشریح نہیں۔ ہارون الرشید نے اُسے ایک بڑی فوج دیکر خراسان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ موقعہ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لئے بہترین موقعہ تھا۔ فضل نے خیال کیا، اگر امین اُس کی کوشش سے تخت خلافت پر بیٹھیگا، تو اُس کا رسوخ سب سے زیادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اُسنے اپنی تمام قوتیں اس کے لئے وقف کر دیں، فوج کے تمام سپہ سالاروں کو ملا لیا، اور محمد الامین کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ بغیر کسی توقف کے اُس کی پوری فوج نے بیعت کر لی۔ اُس عہد کا شاعر سلم کہتا ہو:

قد بایع الثقلان فی مهد الهدیٰ لمحمد بن زبیدة ابنة جعفر

نمیری کہتا ہو:

ببیعة لولی العهد احکمها
بالنصح منه وبالاشفاق والحدب
قد وکد الفضل عقدا لا انتقاض له
لمصطفی من بنی العباس منتجب

خلیفہ ہارون الرشید کو جب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو معاملہ اُسکے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اہل شرق بیعت کر چکے تھے۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ اسے منظور کر لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور محمد الامین باضابطہ ولی عہد مقرر ہو گیا۔ ابان اللاحقی کہتا ہو:

عزمت امیر المؤمنین علی الرشد برأی ہدی فالحمد للہ ذی الحمد

باوجودیکہ امین ہارون کا بڑا لڑکا نہ تھا، لیکن اس طرح بہ آسانی ولی عہد قرار پا گیا۔

امین کی نفسیاتی و اخلاقی تحلیل

مشاہیر عالم کے عہد طفولیت کی تاریخ بھی اُن کی عظمت کے آثار و علائم سے خالی نہیں ہوتی۔ اُن میں بعض قابلیتیں فطری ہوتی ہیں اور بعض تعلیم و تربیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے قدیم مورخین نے اپنی تاریخی شخصیتوں کے عہد طفولیت کی طرف سے عموماً بے اعتنائی برتی ہو اس لئے اُن کی اخلاقی تحلیل اور نفسیاتی کیفیات کی بنیادیں متعین کرنا آج آسان نہیں۔ تاہم ہمیں بیہقی کا شکرگزار ہونا چاہئیے جسنے اپنی کتاب المحاسن و المساوی میں محمد الامین کے عہد طفولیت و تعلیم پر کسی قدر روشنی ڈالی ہو۔ اور اسی طرح زبیدہ کا ایک خواب بھی قابل ذکر ہے جسے مسعودی نے مروج الذہب میں روایت کیا ہو۔ ان نامکمل روایتوں سے ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ امین کو استخارہ کرنے کی خو کیسے پڑی؟ وہ کیوں فصیح، بلیغ، ادیب تھا؟ وہ کیوں لہو و لعب کا دلدادہ تھا؟ کیوں پُرسکون تھا اور خونریزی سے خائف رہتا تھا؟

⁂

تمھیں معلوم ہو کہ ہارون الرشید نے امین کو فضل بن یحییٰ کی گود میں دیا تھا اور مامون کو جعفر بن یحییٰ کی گود میں۔ فضل بن یحییٰ نے امین کے آتالیق ہشیم ابن بشر الواسطی سے کہا تھا، "سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کرنا کہ اسے خونریزی سے نفرت ہو جائے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں خدا اسے سفاک نہ بنائے۔" اسی طرح ہارون الرشید نے امین کے معلم، احمر نحوی سے کہا تھا "اگر نرمی سے اس کی اصلاح نہ ہو تو سختی کرنا۔" اب ہمیں سُننا چاہئیے خود امین کا یہ معلم اپنے شاگرد کی بابت کیا کہتا ہو؟

احمر کی روایت ہو:

"میں اکثر بڑی سختی سے پیش آتا تھا حتیٰ کہ اُن اوقات میں بھی اُسے پابند رکھتا تھا جو کھیل کود کے لئے مقرر تھے۔ امین نے اپنی والدہ سے میری شکایت کر دی۔ زبیدہ نے مجھے خط لکھا کہ بچہ کی تندرستی برقرار رہنے کے لئے اُسے چند گھنٹے کی مہلت ضرور دینی چاہئیے۔ اس پر میں نے کہا شاہزادہ کا درجہ بلند ہو چکا ہو۔ اُس کی شہرت عام ہو گئی ہو۔ امیر المومنین کی اُس سے محبت اور سلطنت کی ولیعہدی کا مقتضی یہ ہو کہ اُس کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ یہ سخت نامناسب ہوگا کہ وہ زبان کی فصاحت سے قاصر، قوانین شریعت سے جاہل، اور دقائق سیاست سے غافل رہجائے۔ کیونکہ حکومت کی بنیادیں یہی ہیں۔ اسپر خادمہ نے مجھے جواب دیا کہ یہ سچ ہو مگر وہ ماں ہو اور ماں کا دل بچے کی تکلیف سے بے چین ہو جاتا ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس میں ایک دَرپردہ راز بھی ہو۔ اگر کہو تو بیان کر دوں۔ میں نے کہا ضرور بیان کرو۔ اُسنے کہا میری آقا زبیدہ نے مجھ سے اپنا یہ خواب بیان کیا ہو کہ جس رات امین کا حمل میں نے محسوس کیا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ تین عورتیں آئی ہیں۔ ایک میرے دہنے طرف بیٹھی، دوسری بائیں طرف، تیسری نے میرے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی "بادشاہ، بڑی سخاوت والا، بڑا بوجھ اُٹھانے والا، جلد چلا جانے والا" دوسری نے کہا "بادشاہ، کم عمر، صاف دل، عیش پرستی میں پڑنے والا،" تیسری نے کہا "بادشاہ، بُرے چلن والا، بہت ضائع کرنے والا، کم جھگڑنے والا، کم انصاف کرنے والا،" زبیدہ کہتی ہو میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہو گئی۔ پھر حمل میں کوئی خواب نہیں دیکھا۔ لیکن جس رات ولادت ہوئی اُس رات وہی تینوں عورتیں مجھے سوتے میں نظر آئیں۔ وہ آئیں اور بچہ کے سرہانے بیٹھ گئیں۔ سب نے ایک ساتھ جھک کر اُس کا منہ دیکھا۔ ایک کہنے لگی "تر و تازہ پودا، نازک پھول، خوشنما چمن، شیریں چشمہ، کم باقی رہیگا۔ جلد فنا ہو جائے گا" دوسری نے کہا "بیوقوف، بُرا، تباہی کی طرف دوڑیگا، فساد پر جری ہوگا" تیسری بولی "اسکی قبر کھودو۔ اس کا کفن قریب لاؤ۔ اس کا جنازہ طیار کرو۔ موت اس کے لئے زندگی سے بہتر ہو" زبیدہ کہتی ہو، میں خوف سے سہم گئی۔ منجموں کو بلایا۔ سب نے درازی عمر کی بشارت دی۔ مگر میرا دل برابر خوف سے کانپتا رہا ہو۔ یہ واقعہ بیان کر کے شاہی خادمہ کہنے لگی اے احمر کیا ہمارا خوف، اللہ کی تقدیر کو دُور کر سکتا ہو؟ میں نے کہا نہیں"

احمر نحوی کے بعد ہارون نے مشہور امام فن قطرب نحوی کو امین کی تعلیم پر مقرر کیا۔ حماد عجرد، امین پر عاشق تھا اور برابر کوشاں تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُس کا معلم مقرر ہو جائے۔ مگر ناکام رہا کیونکہ اُس کا فسق و فجور مشہور ہو گیا تھا۔ حماد کو اپنے حریف قطرب کی کامیابی پر بڑا غصہ آیا۔ اُسنے خیال کیا یہ منصب اسے اس لئے مل گیا کہ مجھ سے زیادہ ریاکار ہو اور اپنا تہتک چھپانے میں ہوشیار ہے۔ چنانچہ فوراً ایک کاغذ پر چند اشعار لکھے اور خلیفہ کے خادم کو رشوت دیکر آمادہ کر لیا کہ کاغذ، خلیفہ کے قلمدان میں رکھ دیا جائے۔ جب خلیفہ نے قلمدان منگایا تو کیا دیکھتا ہو کہ ایک کاغذ پر یہ اشعار مرقوم ہیں:

قل للامام: جزاک اللہ مغفرة
لا یجمع الدہر بین السخل والذیب
السخل غرہم الذیب غفلته
والذیب یعلم ما بالسخل من طیب

ہارون رشید نے یہ منظوم رقعہ پڑھ کر کہا "دیکھو یہ معلم کہیں ایسا نہ ہو۔ اسے محل سے نکال دو"، چنانچہ قطرب نکال دیا گیا اور حماد اُس کا جانشین بنا۔ ستر یا اسی آدمی ہمیشہ اس کی [illegible] کرتے تھے۔

ہم اس قسم کی روایتوں سے نتیجہ [illegible] کر سکتے ہیں کہ امین کی [illegible] تھا کیسی خراب ہوئی تھی؟ [illegible] اثر ڈالا تھا [illegible] تربیت کا نقص [illegible] اُسے سیاسی پختہ کاری حاصل کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ حالانکہ

انهوں نے محسوس کیا که یه کام اس قدر آسان نهیں هے جس قدر اُنهوں نے ذمه داري لیتے هوئے خیال کیا تها - ان کا دل مضطرب هوکر رهگیا اور حمله نه کرسکے -

اس کے بعد جمال الدین مصر سے نکل جانے پر مجبور هوئے اور هندوستان چلے آئے -

عربي پاشا کے حادثه میں شیخ محمد عبده کو بهي جلا وطني کي سزا دي گئي تهي ' لیکن چهه سات سال کے بعد جب انهوں نے مصر آنا چاها تو حکومت نے اجازت دیدي ' اور واپسي کے تهوڑے هي عرصه بعد افتاء کے عهده پر مامور هوگئے - اسي عهد سے مصر میں ان کي دیني و تعلیمي اصلاحات کا اصلي دور شروع هوتا هے -

لیکن ابتدائي سیاسي زندگي کي نا کامیوں کا جو رد فعل اُن کے اندر پیدا هوگیا تها ' ضروري تها که اس کے اثرات ان کے فکري مزاج میں بهي سرایت کرجاتے - چنانچه وه مدة العمر کے لیے سیاست سے یک قلم علحده هوگئے - اس سے بهي زیاده یه که مصر میں انگریزي قبضه کے فوائد کا اعتراف کرلیا ' اور پوري زندگي نام نهاد اعتدال سے بهي زیاده محتاط سیاسي عقائد میں بسر کردي - انهوں نے اپنے مشهور مقاله " الاسلام و النصرانیه " میں سیاست سے اور اُن تمام باتوں سے جو سیاست سے ادنی تعلق بهي رکهتي هوں ' حتی که سیاست کے لغوي ماده سے بهي ' جو " تعوذ " کیا هے ' وه اُن کي فکري حالت کا مظهر هے -

انهوں نے متعدد مرتبه اپنے اس مسلک کي تشریح بهي کي تهي - اُنکا خیال یه تها که انگریزي قبضه کي وجه سے اگرچه مصر کے سیاسي استقلال کو نقصان پهنچا هے ' لیکن ساتهه هي تحریر و تقریر کي آزادي اور تعلیمي و اقتصادي ترقي کے فوائد بهي حاصل هوے هیں - ملک کا فرض هے که پہلے اس مهلت سے فائده اٹها کر اپني تعلیمي اور دیني حالت درست کرلے - پهر سیاسي استقلال کے لیے ساعي هو - اُنکا جو سیاسي لائحه مسٹر بلنٹ نے " مصر کي مخفي تاریخ " میں شائع کیا هے ' وه تعجب انگیز حد تک اپني سیاسي قناعت پسندي ظاهر کرتا هے - سنه ۱۹۰۱ع میں انکا خیال تها که مصر کے لیے بڑي سے بڑي چیز جو هوسکتي هے ' وه صرف یه هے که ایک اچهي قسم کي مجلس تشریع (لیجیسلیٹو اسمبلي) اُسے دیدي جاے جسکي ایک بڑي تعداد کے انتخاب کا حق ملک کو حاصل هو - وه اس لائحه میں انگریزي قبضه کے خلاف ایک لفظ نهیں کهتے -

بهر حال شیخ محمد عبده کا سیاسي مسلک اس نوعیت کا تها ' اور چونکه سعد زغلول بهي انهي کے تلمیذ اور صحبت یافته تهے ' اس لیے سیاسي عقائد میں اس سطح سے بلند نه هوسکے - سنه ۱۹۱۷ تک اُنکي تمام زندگي سرکاري مناصب میں گزري ' اور آزاد قومي تحریکات کے خلاف وه ویسے هي ایک سرگرم سرکاري عهده دار رهے ' جیسے مصر کے دفتري اقتدار کے تمام دیگر افراد تهے - سنه ۱۸۹۹ - میں جب مرحوم مصطفی کامل پاشا نے حزب الوطني کي بنیاد ڈالي ' تو یه بهي اسکے ویسے هي مخالف تهے ' جیسے مصر کے سرکاري حلقه کے تمام افراد (به استثناء خدیو عباس ' کیونکه وه مخفي طور پر مصطفی کامل کا سرپرست تها) مخالف تهے - سنه ۱۹۰۵ میں جب سید علي یوسف مالک المؤید نے " حزب الامة " قائم کي ' تو اس کے اندر بهي سعد زغلول اور ان کے ساتهیوں هي کا هاتهه کام کر رها تها - مقصود یه تها که حزب الوطني کو شکست هو - مصطفی کامل پاشا نے جب انتقال کیا اور اُن کي جگه مرحوم فرید بے حزب الوطني کے رئیس منتخب هوے ' تو جن لوگوں نے ان کي مساعي کي تخریب میں سرکاري وسائل سے کام لیا ' اُن میں ایک سرگرم اور طاقتور شخصیت سعد پاشا کي بهي تهي - شیخ عبد العزیز شاویش نے جب اللوا کي جگه حزب الوطني کے لیے " العلم " جاري کیا ' تو جس شخص نے سب سے زیاده اپنے وسائل کار ان کي مخالفت میں خرچ کیے ' حتی که ان کي گرفتاري کے احکام بهي صادر هوگئے ' وه سعد پاشا زغلول هي تهے !

اس سلسله میں سنه ۱۸۹۰ سے لیکر سنه ۱۹۱۸ تک جو واقعات پیش آئے ' وه بے شمار هیں ' اور ایک مقاله میں اُن کا استقصاء ممکن نهیں - مصر کي سیاسي حالت نے ایک ایسي نوعیت پیدا کرلي تهي که اُس میں دو مذهبوں کے سوا عملاً تیسرے مذهب کي گنجایش هي نه تهي - یا تو انگریزي قبضهٔ مصر سے مصر کو فوراً نجات ملني چاهیے ' یا اسے جاري رهنا چاهیے - یهي دو اصولي اعتقاد " حزب الوطني " اور " حزب الاحتلال " کي شکل میں ظاهر هوے - حزب الاحتلال کے داعي یعقوب صروف اور فارس نمر اصحاب " المقطم " تهے ' اور حزب الوطني کي صدائیں مصطفی کامل مرحوم کي زبان سے بلند هوري تهیں - چونکه قبضهٔ مصر کي صریح موافقت مصري طبائع پر بالطبع گراں گزرتي تهي ' اسلیے ارباب مناصب و موالات اپنے آپکو حزب الاحتلال میں ظاهر کرنے سے جهجهکتے تهے ' اور اس قسم کي پرده پوش توجیهیں کرنے لگتے تهے جیسي همیشه ان حالات میں ضعفاء همت اور بیچارگان عزم نے کي هوں - مثلاً " تدریجي اصلاحات " کا مغالطه ' " مصالح وقت " کا حیله ' " تعلیمي استعداد کي تقدیم " کا فریب خیال ' اور اسي طرح کے حیل و مغالطات ' لیکن حقیقت حال یه هے که ان تمام لوگوں کي ذهنیت حزب الاحتلال هي کي ذهنیت تهي ' کیونکه بیروني قبضه کي موجودگي میں صرف دو هي سیاسي عقیدے کسي ملک کے لیے هوسکتے هیں : یا تو قبضه رهنا چاهیے ' یا اُسے فوراً ختم هو جانا چاهیے - ان دونوں کے درمیان تیسري راه ممکن نهیں !! و یریدون اَن یتخذوا بین ذلک سبیلا !

(سنه ۱۹۱۸ میں انقلاب فکر)

بهرحال سعد پاشا کي پوري زندگي جس عالم میں بسر هوي تهي ' اُس سے قومي و وطني جهاد استقلال کا عالم متصل نه تها - فاصله پر تها - لیکن سنه ۱۹۱۸ میں جب مصر کو ایک رهنماے صادق کي ضرورت هوي ' تو قدرت الهي نے اِس کا غیر متوقع سامان کردیا اور اچانک سعد پاشا کي طاقتور شخصیت نمایاں هوگئي - انهوں نے ایک هي جست میں وه پورا فاصله طے کرلیا جو اُن کے پنجاه ساله دور حیات اور مصر کي تحریک حریت و استقلال کے درمیان حائل تها !

حقیقت یه هے که اگر زغلول پاشا جیسا شخص جس کي تمام زندگي حکومت کے بڑے بڑے ذمه دارانه مناصب میں گزر چکي تهي ' اور جس کے مداحوں میں لارڈ کرومر تک شریک هوچکے تهے ' اس موقعه پر مصر کا علم استقلال نه اُٹهاتا ' تو یه تحریک اس قدر طاقت و اهمیت حاصل نه کرسکتي ' جو اُس نے چند ماه کے اندر حاصل کرلي تهي !!

* * *

افسانہ

ماں کی محبت

(مشہور روسی افسانہ نگار "ماکسم گورکی" کے ایک اخلاقی افسانہ کا ترجمہ)

امیر تیمور گورکانی، "درہ" کا بہول" میں، جو گلاب و یاسمن کے سرخ و سفید پھولوں کے ایک حسین ابر پارے سے چھپا ہوا تھا، عیش و نشاط اور ناؤ نوش میں مشغول تھا ——— سمرقندی شاعروں نے اس درہ کو "پرواز گل" کے نام سے موسوم کیا تھا ——— اس عجیب مقام سے شہر کے تمام آسمان شکوہ، مینار، اور مساجد و معابد کے سبز گنبد بخوبی نظر آتے تھے ——— درہ کی لمبائی کے گرد، پندرہ ہزار رنگین قناتیں، بڑے بڑے پنکھوں کی طرح، زمین پر قائم تھیں، اور اُن پر دیبا و پرنیاں کی رنگین جھنڈیاں ——— ایسا معلوم ہوتا تھا، جاندار پھول ہوا میں تیر رہے ہیں!

تیمور کا خیمہ، اِن قناتوں اور چھولداریوں کے درمیان ایک خوبصورت ملکہ کی طرح نظر آتا تھا جو اپنی خواصوں کنیزوں کے حلقہ میں کھڑی ہو ——— اُس کے خیمہ کی قنات، زمین کا مربع حصہ گھیرے ہوئے تھی جس کے چاروں حصے تقریباً سو قدم طویل اور تین نیزوں کے برابر بلند تھے۔ خیمہ بارہ طلائی ستونوں پر قائم تھا جو درمیانی حصے کے نیچے نصب تھے اور اس غرض سے کہ کہیں یہ رنگ و بو کا ارضی ابر آسمان کی طرف نہ اُڑ جائے، پانسو سرخ ریشمین طنابوں کے ساتھ محکم کر دیا گیا تھا۔ خیمہ کے چاروں گوشوں میں ایک ایک چاندی کا بنا ہوا شاہین، جو صنعت کا نفیس ترین نمونہ تھا، بٹھایا گیا تھا ——— خیمہ کے بیچ میں پانچواں شاہین، خود تیمور تھا ——— وہ شہنشاہ جو نہیں جانتا تھا مغلوب ہونا کسے کہتے ہیں؟؟

تیمور کا لباس بہت کشادہ تھا، جو آبی رنگ کی دیبا سے تیار کیا گیا تھا، اس پر پانچ ہزار سے زیادہ مروارید کے دانے ٹکے تھے۔ سر پر سفید اور شکستہ کلاہ جس کے نیچے سے اُس کے سپید و سیاہ بال باہر نکل رہے تھے ——— اُس کی آنکھوں سے، جو چاروں طرف نگراں تھیں، جوش کا خون اُبل رہا تھا!

اُس کی آنکھیں چھوٹی اور تنگ تھیں مگر ہر چیز دیکھ رہی تھیں یا دیکھ سکتی تھیں ——— اُن سے زہر کی سی سَردی اور خشکی ٹپک رہی تھی۔!

شہنشاہ کے کانوں میں سراندیپ کے عقیق کے دو گوشوارے تھے، رنگ میں حسین و جمیل ہونٹوں سے ملتے جلتے!!

خیمہ میں نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھے تھے جن پر عیش و عشرت کا سامان مہیا تھا۔ ایک طرف...... مغنیوں اور سازندوں کا ہجوم تھا ——— تیمور کے قریب، اُس کے عزیز و اقربا، دوسرے بادشاہ، خوانین، اور فوجی افسر بیٹھے تھے ——— سب سے زیادہ نزدیک، اُس کے دربار کا شاعر "کرمانی" ——— اپنے کیف و مستی میں مخمور نظر آتا تھا!

یہ وہی کرمانی ہے جس سے ایک دن، تیمور کی اس طرح گفتگو ہوئی تھی:

"کرمانی! اگر مجھے فروخت کیا جائے تو تم کتنے میں خرید و گے؟" تیمور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پچیس سپاہیوں کے معاوضے میں!" کرمانی کا جواب تھا۔

"یہ تو صرف میرے زریں پٹکے کی قیمت ہے"! تیمور نے غضبناک ہو کر کہا۔

"میں نے بھی تو اسی پٹکے کی قیمت لگائی ہے ورنہ خود آپکی ذات کے لئے تو کوئی ایک روپیہ بھی نہ دے گا"!!

کرمانی نے بیباکی سے جواب دیا۔

کیسا زبردست اور جابر شہنشاہ! ——— کسقدر دہشت انگیز!! ——— کسقدر ہولناک!!! ——— اور کرمانی کی یہ بیخوف گفتگو!! کیا اس حق گو شاعر کی شہرت، تیمور کی شہرت سے زیادہ بلند ہونے کا حق نہیں رکھتی؟؟

یکایک ——— اس بزم نوشانوش کے ترنم اور خوشگوار ہنگاموں میں، ایک آواز ——— جس طرح بادلوں سے بجلی کوندجاتی ہے ——— "یلدیرم بایزید" کے مغلوب کرنے والے کے کانوں میں آئی ———!

یہ آواز ——— ایک عورت کی آواز تھی، جو ایک غضبناک شیرنی کی آواز کی طرح سنائی دی!!

تیمور کے انتقام جو اور زخمی دل کو، جو اُس کے فرزند دلبند کے ضائع ہو جانے کے سبب سے تمام دُنیا اور دنیا والوں کے خلاف، غیظ و غضب سے لبریز ہو گیا تھا ——— یہ آواز ایک آشنا سی آواز معلوم ہوئی! جام عشرت، اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اُسکے لبوں پر ایک اضطراری لہر دوڑ گئی۔ یہ لہر کہہ رہی تھی" یہ دلخراش آواز کہاں سے آئی"؟

حکم کی تعمیل "بندگان دولت" کی گھبراہٹ نے کی جو چاروں طرف دوڑ گئے تھے ——— شہنشاہ کو جواب ملا" یہ ایک دیوانی عورت کی آواز ہے جو کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ شکل و صورت سے فقیرنی معلوم ہوتی ہے۔ عربی میں گفتگو کرتی ہے اور" فرمانروائے بحر و بر کی آستاں بوسی کی خواہشمند ہے"!

"فوراً حاضر کی جائے"!!

تیمور نے حکم دیا اور ——— عورت خیمہ میں داخل ہوئی ——— برہنہ پا! پھٹے ہوئے کپڑے! سینہ چھپانے کے لئے اپنی زلفیں بکھیرے ہوئے! چہرہ کا رنگ اُڑا ہوا ——— بغیر کسی کپکپاہٹ کے جو ایسے باجاہ و جلال اور ہیبتناک شہنشاہ کی موجودگی کا ادنیٰ تقاضا تھا ——— اُسنے دونوں ہاتھ شہنشاہ کی طرف پھیلائے اور بیباکانہ ——— خود فراموشانہ لہجہ میں گویا ہوئی:

"کیا تو ہی وہ فرمانروا ہے جسنے سلطان بایزید کو مغلوب کیا؟"

"ہاں میں ہی ہوں ——— میں نے ہی بایزید کو اور بایزید ایسے کئی بادشاہوں کو مغلوب کیا ہے! بتا تو کیا چاہتی ہے"؟

تیمور نے جواب دیا۔

"سن اے امیر! تو جو کچھ بھی ہے اور جس حیثیت میں بھی ہے پھر بھی ایک آدمی ہے! لیکن میں ——— آہ، میں ایک ماں ہوں! تو موت اور ہلاکت کی خدمت کرتا ہے، میں زندگی اور سلامتی کی خدمت کرتی ہوں ——— تو انسان کو ہلاک کرتا ہے۔ میری گود میں اُسکی پرورش ہوتی ہے۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیرے عقیدے میں انصاف کرنا، توانائی میں داخل ہے، مگر مجھے یقین نہیں آتا، اور نہیں آئے گا، جب تک تو میری فریاد کو ——— میری داد کو نہیں پہونچیگا ———!!"

عورت نے کمال تمکین و وقار کے لہجہ میں کہا " اس لئے کہ میں ایک ماں ہوں! ایک دُکھیاری ماں!!"

تیمور نے عورت کی بیخوفی اور بے پروائی کو حیرت سے دیکھا اسکو بیٹھنے کی اجازت دی " میں سن رہا ہوں تم اصل واقعہ سناؤ!"

عورت، شہنشاہ کے سامنے چارزانو ہو بیٹھی اور کہنے لگی

"امیر! میں سالرمو کی رہنے والی ہوں ——— تو نے ہرگز اس جگہ کا نام نہ سنا ہوگا کیونکہ وہ دور ہے ——— یہاں سے بہت ہی دور!...... میرا باپ اور شوہر ماہی گیر تھے، ایک دن بحری قزاقوں نے چھاپا مارا اور" ——— اُسنے روتے ہوئے کہا "دونوں قتل کر ڈالے۔ میرے" ——— اُس کی ہچکی بندھ گئی تھی ——— "میرے لخت جگر کو جو نہایت خوبصورت تھا ———"

تیمور کے منہ سے آہ نکل گئی۔ اسنے دل ہی دل میں کہا "خوبصورت!...... میرے لڑکے جہانگیر کی طرح! آہ"

عورت نے اپنا قصہ جاری رکھتے ہوئے اور آنکھوں سے سیلاب درد بہاتے ہوئے کہا " بے رحم قزاق میرا لڑکا پکڑ لے گئے، آج چار سال! ——— آہ، پورے چار سال گزرے کہ میں اُس کی تلاش میں دیوانہ وار چاروں طرف پھرتی ہوں مگر کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ——— امیر! میں سمجھتی ہوں میرا لڑکا تیرے پاس ہے، کیونکہ بایزید کے لشکر نے اُن بحری قزاقوں کو گرفتار کر لیا تھا اور تو نے بایزید کو شکست دے کر اُس کا سب کچھ چھین لیا ——— ضرور ہے کہ میرا لڑکا تیرے پاس ہوگا اور اس لئے میں چاہتی ہوں تو اُسے میرے سپرد کر دے"!

حاضرین دربار، عورت کی باتوں پر ہنس پڑے" یہ دیوانی ہو گئی ہے"۔

شاعر کرمانی نے کہا" ہاں یہ دیوانی ہے مگر ایک ماں کی طرح!"

تیمور نے دریافت کیا" بڑھیا تو کس طرح اس قدر دور و دراز راستوں سے اس جگہ آ پہنچی؟ تو نے ایسے ایسے پہاڑ اور جنگل کیونکر طے کئے؟ راستہ میں وحشی لٹیروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے کس طرح بچی؟"

آہ، ماں کی محبت!! ——— !! ماں کی ہی پرستش کرنی چاہیئے! دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ماں کی محبت کے راستہ میں حائل اور مانع ہو سکے! انسان کے تمام کامل صفات و حسنات ——— سب ماں کے دامن کی چھاؤں میں پرورش پاتے ہیں ———!! پھول، آفتاب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا! نیک بختی، محبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی! محبت، عورت کے بغیر ممکن

بادشاہوں کے لئے یہ چیز لازمی ہو۔ خصوصاً اُس عہد میں جبکہ بادشاہ بالکل مطلق العنان ہوتے تھے۔ اُن کی رہنمائی کے لئے بجز دین اور ذاتی تقویٰ کے کوئی ضابطہ اور قانون موجود نہ تھا۔ ہارون الرشید کو اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں اس کا پورا موقعہ ملا۔ خلیفہ ہادی نے اُسے جنگ روم کا سپہ سالار بنایا تھا۔ بڑے بڑے سپہ سالاروں اور سیاسی مدبروں کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح مامون کو بھی کافی تجربہ حاصل ہوا تھا۔ خراسان وغیرہ بلاد میں وہ برسر حکومت رہا تھا اور پختہ کار ہو گیا تھا۔ لیکن محمد الامین اس تمام سیاسی اور عملی تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ زبیدہ کا لاڈ اور پیار، مصاحبوں کی چاپلوسی، ہاشمی ماموؤں کا دُلار، امین کی ہلاکت کے ابتدائی اسباب تھے۔

چنانچہ تخت نشین ہونے کے بعد ہم اُسے ایک عیش پرست، مسرف، اور غافل حکمراں پاتے ہیں۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے اور عبد اللہ المامون کی بیعت حاصل کر لینے کے بعد اُسنے اپنے تئیں لہو و لعب کے حوالے کر دیا۔ خوبصورت لڑکے اور خواجہ سرا محل میں جمع ہو گئے تھے سارا وقت لہو و لعب اور عیش و عشرت میں صرف ہوتا تھا۔ اسی طرف، بعض ناموں کی تصریح کے ساتھ، ایک ہم عصر شاعر اشارہ کرتا ہے:

الا یا مزمن المثوی بطوس   غریباً ما یفادی بالنفوس
لقد ابقیت للخصیان بعلا   تحمل منہم شؤم البسوس
فاما "نوفل" فالشان فیہ   وفی "بدر" فیالک من جلیس!
وما "العصمی" "بشار" لدیہ   اذا ذکروا بذی سہم خسیس
وما "حسن الصغیر" اخس حالا   لدیہ عند مخترق الکؤس
لہم من عمرہ شطر و شطر   یعاقر فیہ شرب الخندریس
وما للغانیات لدیہ حظ   سوی التقطیب بالوجہ العبوس
اذا کان الرئیس کذا سقیما   فکیف صلاحنا بعد الرئیس
فلو علم المقیم بدار طوس   لعز علی المقیم بدار طوس

عبد اللہ المامون

عبد اللہ المامون ۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۷۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی خلیفہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کا دن ہے۔ ہارون اس مبارک ساعت میں بچہ کی پیدائش سے بہت خوش ہوا اور اُس کا نام "المامون" (مبارک) رکھا۔ اُس کی ماں "مراجل" ایک کنیز تھی۔ بعض مورخ کہتے ہیں اس کا سلسلۂ نسب ایران کے ایک معزز خاندان سے ملتا ہے۔

مامون نے گہوارۂ خلافت میں پرورش پائی اور اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شروع ہی سے آثار ذہانت و نجابت اُس پر نمایاں تھے۔ بلند ہمت اور اولوالعزم تھا۔ پست خیالات اور رکیک حرکات سے نفرت کرتا تھا۔

مامون میں یہ تمام صفات موجود تھیں۔ اپنے باپ خلیفہ کا بہت محبوب تھا۔ عمر میں بڑا تھا۔ مگر ایں ہمہ ولی عہد نہ ہو سکا۔ کیونکہ امین کی والدہ، زبیدہ کا اثر خلیفہ پر مامون کی ماں سے بہت زیادہ تھا پھر جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، امین کے ہاشمی ماموؤں اور فضل بن یحییٰ برمکی کی سازش نے خلیفہ کو بے بس کر دیا تھا۔ اُسنے طوعاً و کرہاً امین کو ولی عہد تسلیم کر لیا۔

مورخین نے مامون کی نجابت کے بہت سے قصے لکھے ہیں خود اُس کا معلم ابو محمد یزیدی روایت کرتا ہے:

"میں مامون کا معلم تھا۔ ایک دن قصر خلافت میں گیا اور دیر تک منتظر رہا۔ بار بار آدمی بھیجکر اُسے طلب کیا مگر وہ نہ آیا۔ میں نے اُس کے اتالیق سعید الجوہری سے شکایت کی۔ سعید نے کہا ہاں، سُست ہو گیا ہے۔ لیکن باوجود اسکے اپنی سُستی کا الزام خادموں کو دیتا ہے۔ جب وہ ملے تو سختی سے پیش آنا۔ چنانچہ جب شاہزادہ حجرہ میں پہونچا، تو میں نے ملامت کی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور ہاتھوں سے ملنے لگا اتنے میں خبر آئی جعفر بن یحییٰ وزیر آ رہا ہے۔ مامون نے جلدی سے رومال نکالا، آنکھیں پونچھیں، لباس درست کیا، فرش پر چار زانو ہو بیٹھا، اور پیش خدمت سے کہا "وزیر کو حاضر ہونے کی اجازت دو" میں مجلس سے خوفزدہ اُٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا وہ وزیر سے ضرور شکایت کرے گا۔ مامون نے وزیر سے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کی۔ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ابھی رو چکا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں باتیں کرتے جاتے تھے اور خوب ہنستے تھے۔ جب وزیر رخصت ہونے لگا تو مامون نے غلاموں کو اُس کی سواری پیش کرنے کا حکم دیا۔ نیز اُس کے رکاب میں چلنے کو کہا۔ پھر مجھے طلب کیا اور فرمایا سبق پورا کر دو۔ میں نے دعا دیکر عرض کیا۔ "میں تو خوف سے کانپ رہا تھا کہ آپ وزیر سے میری شکایت کر دینگے" اُسنے فوراً جواب دیا "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے ابو محمد! میں خود ہارون الرشید پر بھی یہ کبھی ظاہر نہ کرتا کہ مجھے معلم نے سرزنش کی ہے۔ بھلا وزیر کیا چیز ہے! جو ہم تمھیں پریشان کرتا۔ وہ کبھی واقع نہیں ہو سکتا اگرچہ سو مرتبہ بھی مجھے تنبیہ کرو۔ خدا تمھیں معاف کرے۔ اب آؤ، پڑھانا شروع کر دو!"

بچپن ہی میں مامون غیر معمولی طور پر عقلمند تھا۔ ثبوت کے لئے یہ مشہور قصہ کفایت کرتا ہے۔ ایک دن زبیدہ نے ہارون الرشید کو ملامت کی کہ امین سے زیادہ مامون کی کیوں تعریف کرتا ہے؟ خلیفہ نے کہا اس کا سبب ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مصاحب کو حکم دیا کہ جاکر دونوں سے خلوت میں پوچھے "خلیفہ ہو کر کیا کروگے؟" امین نے خوش ہو کر جواب دیا "تجھے مالا مال کر دوں گا"۔ مامون کا جواب یہ تھا "بیوقوف! تو مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اُس دن کیا کرونگا جب امیر المومنین دنیا میں باقی نہیں رہیں گے؟ میری تمنا تو یہ ہے کہ ہم سب اُن پر قربان ہو جائیں!" یہ جواب سُنکر زبیدہ ندامت سے خاموش ہو گئی۔

بچپن ہی سے مامون کو پورا احساس تھا کہ وہ ایک جلیل القدر شاہزادہ ہے اور مستقبل میں تخت خلافت پر متمکن ہونے والا ہے۔ چنانچہ شاہی آداب و رسوم کا بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ اس کا یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے کہ ایک دن اپنے ایک دوسرے معلم حسن اللؤلؤی کے سامنے بیٹھا تھا کہ اونگھ گیا۔ معلم نے کہا "سو گئے؟" مامون نے غضبناک ہو کر آنکھیں کھول دیں اور کہا "قسم رب کعبہ کی میرا معلم محض بازاری آدمی ہے!" پھر غلاموں کو حکم دیا، اسے محل سے نکال دیں۔ خلیفہ نے سُنا تو مسرت سے یہ شعر پڑھا:

وہل ینبت الخطی الا وشیجہ
وتغرس الا فی منابتہا النخل

انہی اعلیٰ صفات نے مامون کو خلیفہ کا محبوب بنا دیا تھا۔ انہی نے اپنے بھائی کے بعد اُس کے خلیفہ بننے کی سفارش کی۔ انہی نے اُس عہد کے تمام عقلاء و مشاہیر کو اُس سے وابستہ کر دیا تھا۔

شروع ہی سے ظاہر ہوتا تھا کہ مامون وجاہت کا آدمی اور امت کا قائد ہے۔ ایسے آدمی کے لئے ایک بڑی شرط، قوت خطابت بھی ہے۔ قدرت نے مامون کو پوری فیاضی سے یہ قوت بخش دی تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب مامون، سن شعور کو پہونچا تو خلیفہ نے بعض فصحاء کو حکم دیا کہ اُس کے لئے خطبہ لکھیں۔ خطبہ طیار کیا گیا اور جمعہ کے دن مامون نے مسجد میں سُنایا۔ اُسنے یہ خطبہ اس دلیری، سلاست فصاحت، اور شان سے سُنایا تھا کہ تمام حاضرین رونے لگے اور کوئی شبہ نہ کر سکا کہ یہ خطبہ دوسروں نے طیار کیا ہے۔ ابو محمد یزیدی نے فوراً قصیدہ لکھا:

لقد امیر المومنین کراستہ   علیہ بہا شکر الالہ وجوب
بان ولی العہد مامون ہاشم
بہ افضلہ اذ قام وہو خطیب
ولما راہ الناس من کل جانب
بابصارہم والعود منہ صلیب
رماہم بقول: انصتوا لجمالہ
وفی دونہ للسامعین عجیب!

مامون کی یہی نجابت و ذہانت تھی جسنے ہارون کو خوف زدہ کر رکھا تھا۔ وہ امین کے لئے مامون سے خائف تھا، اور مامون کیلئے امین سے اندیشہ کرتا تھا۔ وہ دیکھتا تھا امین کے ہاتھ میں سلطنت کی تمام قوتیں ہوں گی اور وہ اپنے اولوالعزم بھائی کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھے گا۔ دوسری طرف اُسے یہ بھی صاف نظر آ رہا تھا کہ مامون، عقلمند، مدبر، بلند ہمت ہے، اور اپنے سادہ لوح بھائی کو آسانی سے تباہ کر ڈال سکتا ہے۔ پھر دونوں کے طرفداروں کی قوت بھی اُس سے پوشیدہ نہ تھی۔ امین کی پشت پر بنی ہاشم اور قریش تھے۔ مامون کی حمایت پر تمام ایرانی عنصر کربستہ اور کافی طاقتور تھا۔

اس خطرہ کے سدباب کے لئے اُسنے دونوں بھائیوں سے ایک عہد لکھوایا۔ سنہ ۱۸۶ ہجری میں انھیں اور انکے بڑے بڑے طرفداروں کو ساتھ لے کر حج کو گیا اور ہزاروں قسموں کے ساتھ یہ عہد، خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔

تمام حالات پر نظر ڈالنے کے بعد صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہارون الرشید، مامون کو زیادہ چاہتا تھا۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ طوس میں وفات کرتے وقت اُسنے اپنی تمام ذاتی فوج، ہتھیار، اور مال و دولت، مامون کے نام وصیت کر دی۔

پھر مامون کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ آدمیوں کو پہچانتا تھا اور اُن کے انتخاب میں ہمیشہ خوش قسمت تھا۔ مامون کے آدمی بھی اگرچہ خود غرضیوں سے خالی نہ تھے، مگر وہ جانتے تھے کہ اُن کا ذاتی نفع اسی میں ہے کہ مامون کامیاب ہو اور خلیفہ بنے۔ ان لوگوں کی وفاداری کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اُن میں اکثر ایرانی النسل تھے۔ اور معلوم ہے کہ مامون کی ماں بھی ایرانی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر اُن کی ہمدردی اُسے حاصل تھی۔

مامون کی خراسان سے غیر معمولی دلچسپی کا بھی یہی راز ہے۔ مامون، نمایاں طور پر خراسانیوں کا طرفدار تھا۔ اُس کی یہ طرفداری لوگوں کو صاف محسوس ہوتی تھی، اور عربی عنصر کی بددلی کا موجب بن گئی تھی۔ تاریخ میں یہ واقعہ ثبت ہے کہ ایک شخص نے مامون سے بار بار کہا "امیر المومنین! شام کے عربوں پر بھی ویسی ہی شفقت کیجئے جیسی خراسان کے عجمیوں پر کرتے ہیں" مامون نے جواب دیا "تم نے مجھے جواب پر مجبور کر دیا۔ سنو، قبیلہ قیس کو میں اُس کے گھوڑوں پر سے اس طرح اُتار سکا کہ میرے خزانے میں اب ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا (یعنی دولت دیکر انھیں اپنی مخالفت سے باز رکھا) رہا یمن، تو نہ میں نے کبھی اُس سے محبت کی اور نہ اُسنے کبھی مجھ سے محبت کی۔ رہا قضاعہ تو اُسکے سردار برابر سفیانی (یعنی ایک حدیث کے موعود بادشاہ) کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُس کی پیروی کریں۔ رہا ربیعہ تو وہ اُس وقت سے اپنے خدا پر خفا ہے جب سے اُسنے اپنا نبی مضر میں پیدا کیا۔"

مامون کا یہ جواب بڑی حد تک دُرست ہے۔ لیکن خراسان کی طرف اُس کے میلان کی اصلی وجہ وہی اُس کی فارسیت ہے جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اُس کی ماں بھی فارسی تھی اور اُس کی تعلیم و تربیت میں بھی فارسی اثر غالب رہا تھا۔ اسی بنا پر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بعض محققین نے مامون کو شیعہ کیوں قرار دیا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ فارسی ماحول، شیعیت کیلئے لبریز تھا

---

۴ اور مامون نے اسی کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔

عالم مطبوعات و صحائف

دنیا کا جدید ترین شہر

آسٹریلیا کا نیا دار الحکومت

زمین کی آبادی، اور روح و دل کی ویرانی!

ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ یہ خبر مشتہر ہو چکی ہے کہ آسٹریلیا کی حکومت مقام کین بیرا میں ایک نیا دار الحکومت تعمیر کر رہی ہے۔ اب ملبورن کے "السٹریٹیڈ نیوز" نے اس نئے شہر کے مختلف حصوں کی نہایت دلچسپ تصویریں شائع کر دی ہیں اور ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تصویروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ریوٹر ایجنسی کا یہ بیان مبالغہ سے خالی تھا کہ "یہ شہر دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ مرتب و منظم شہر ہوگا"

ایک تصویر میں آبادی کا ایک مکمل قطعہ دکھلایا گیا ہے، جس طرح کے قطعات پر پوری آبادی مشتمل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی بے شمار قطعات میں منقسم کر دی گئی ہے۔ ہر قطعہ میں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چمن زار ہیں اور وسط میں مکانات۔ مکانات کا حصہ اور چاروں طرف کے چمن، سب کے سب مربع ہیں۔ مکانات کے ہر قطعہ میں جتنے مکان ہیں، سب کے سب ایک قطع اور ایک درجہ کے ہیں۔ ان کی تعداد کسی حال میں بھی دس مکانوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اگر اس طرح کے ہر قطعے کو ایک محلہ سے تعبیر کیا جائے، تو کہنا چاہیے کہ اس شہر کے ہر محلہ میں چار حصے سے زائد رقبہ باغ و چمن کا ہوگا، اور صرف پانچواں وسطی حصہ آبادی کا!

دوسری تصویر میں باغ دکھلائے گئے ہیں۔ ان کی سب سے زیادہ موثر خصوصیت یہ ہے کہ درختوں کی تعداد اور قطار ہر حصہ میں مساوی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، سرو قدان چمن ایک ہی صورت، ایک ہی وضع اور ایک ہی تعداد میں ہر طرف صف آرا ہیں!

تیسری تصویر میں اس مصنوعی نہر کا منظر دکھلایا ہے جو دار الحکومت کے مختلف حصوں میں پھیلکر چاروں طرف گردش کرے گی، اور پھر ایک جھیل کی شکل اختیار کرکے پانی اور بجلی کی طاقت کا ذخیرہ بہم پہونچائے گی۔ یہ نہر مصنوعی ہے، لیکن چونکہ انسانی صنعت کا کمال یہ ہوتا ہے کہ فطرت کی سادگیوں سے قریب تر ہو جائے، اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ اس کے پیچ و خم اور نشیب و فراز میں قدرتی نہر کی سی شان پیدا کر دیجائے۔ اسمیں شک نہیں کہ تصویر دیکھ کر کوئی نگاہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ قدرتی نہر نہیں ہے!

باغوں کی روش میں جاپانی (اور فی الحقیقت اندلسی اور مغلی) طریقہ تزئین و آرائش زمین کا ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یعنے مختلف رنگ کے پتھروں اور سیمنٹ کے ذریعہ روشوں کے دامن اور حواشی بنائے گئے ہیں۔ ہر چمن زار کا حاشیہ سفید ہے۔ اس کے بعد تھوڑی جگہ چھوڑ کر پھر ایک سفید جدول دوڑا دی گئی ہے۔ دور سے دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے، ایک نہایت خوشنما اور خوش اطراف قالین بچھا ہوا ہے!

اس شہر کے حسن و جمال کو زمین کے اس حصہ کی قدرتی خوبیوں نے بھی بہت مدد دی ہے جو اس کے لئے منتخب کی گئی ہے۔ یہ سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہے، جو ہندوستان کے اکثر پہاڑی سطح ہائے مسطح کی بلندی ہے۔ اور اس لئے آب و ہوا کافی خنک اور خوشگوار ہے۔ قطعۂ زمین کا پورا رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع میل ہوگا۔ اسکے چاروں طرف درختوں سے بھرے ہوئے پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔ اور انھوں نے اس سطح مسطح کو نیو ساؤتھ ویلز کے صوبے سے الگ کر دیا ہے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس نئے شہر کا نقشہ جس امریکن ماہر فن ہندسہ نے طیار کیا ہے، اسی سے ترکی حکومت نے بھی اپنے نئے دار الحکومت کا نقشہ طیار کرایا ہے جو انگورہ میں زیر تعمیر ہے۔ اس ماہر فن کا نام ڈبلیو بارلے گریفن ہے، اور اسوقت فن ہندسۂ تعمیر میں بہترین شخص تسلیم کیا جاتا ہے

اس دار الحکومت کے لئے پارلیمنٹ کی جو عمارت تعمیر کی گئی ہے، وہ عارضی ہے۔ مستقل اور اصلی عمارت بہ تدریج سو برس کے اندر تعمیر ہوگی۔ سو برس کی مدت پر ہمارے قارئین کو تعجب ہوگا، لیکن انھیں خیال کرنا چاہیے کہ کسی قوم کے قومی کاموں کی عمر میں ایک صدی کا زمانہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا جس قدر فرد کی عمر کے لئے ایک دن!

پچھلی ڈاک کے نیویارک ٹائمز نے بھی اس دار الحکومت کے حالات پر ایک مقالہ شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے "پارلیمنٹ کی اصلی عمارت سو برس کے اندر مکمل ہوگی۔ ایک نہایت مختصر وقت جو کسی قوم کی زندگی کا ہو سکتا ہے! اس مدت کے اندر آسٹریلین قوم یقیناً ترقی کے اس درجہ تک پہنچ جائے گی، جب ضرورت اور خرچ میں کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا!"

امریکن اخبارات نے اسپر جو رائے زنی کی ہے، اس میں رشک کی جھلک صاف نمایاں ہے۔ سائنٹفک امریکن کا مقالہ نگار لکھتا ہے "کین برا کا نقشہ ان تمام غلطیوں سے محفوظ ہے جو واشنگٹن کی آبادی کی ترتیب میں ہو چکی ہیں۔ آسٹریلیا کو امریکہ کے مقابلہ میں یہ فوقیت حاصل ہو گئی کہ وہ امریکی آبادی سے کئی نسل پیچھے وجود میں آیا اور ان تمام تجربوں سے فائدہ اٹھا سکا جو امریکہ کی آبادی سے حاصل ہو چکے ہیں۔ واشنگٹن نہ تو یکساں ہے، نہ مرتب، اور نہ مناسب قطعات میں منقسم۔ لیکن کین برا شہری آبادی کا ایک ایسا کامل جمال ہوگا جس میں تناسب کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی"

پچھلے دنوں اس شہر کا سرکاری افتتاح ہو چکا ہے، لیکن ابھی عام آبادی شروع نہیں ہوئی ہے۔ صرف عارضی سرکاری مکانات آباد ہوئے ہیں۔

لیکن جس وقت ہم انسان کی مادی سعی و جستجو کی یہ داستان شوکت و سطوت پڑھ رہے تھے، تو بے اختیار ہمارا خیال ایک دوسرے گوشۂ فکر کی طرف منتقل ہو گیا۔ افسوس انسانیت کی محرومی پر! زمین کی صورت جس قدر حسین ہوتی جاتی ہے، اتنی ہی اسکی روح و معنویت آرائش جمال سے محروم ہوتی جاتی ہے۔ اینٹ، پتھر، اور سبزہ و درخت کی صورت آرائیوں سے اس کے خال و خط دلفریب بنا سکتے ہیں لیکن اسکے جمال روح کے لئے آرائش بہم نہیں ہو سکتی۔ اس کی روح اور معنویت کیا ہے؟ مجمع انسانی کا حقیقی امن و سکون۔ اسکی معنوی سعادت و مسرت۔ اس کے دل کی راحت، اور روح کا قرار اور چین۔ کیا اس کے لئے بھی دنیا اور دنیا کی قوموں کے پاس کوئی سعی و اہتمام ہے؟ کیا اسکے لئے بھی کسی ماہر فن کا دماغ اور کسی نقاش کا قلم و پرکار ہے؟ دنیا کی قومیں باہم گر رشک و حسد سے مضطرب ہو رہی ہیں۔ ہر قوم اینٹ پتھر کی سربلندی اور لکڑی اور لوہے کی سرفرازی میں دوسرے کو پیچھے ہٹاتا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ لیکن روح و دل کی رفعت و سعادت کے لئے نہ تو کسی کے دل میں رشک ہے، نہ کسی کے دماغ میں طلب۔ آسٹریلیا نے نئے کین برا کا اور ترکی نے نئے انگورہ کا نقشہ بنا لیا۔ لیکن افسوس! کوئی نہیں جو انسانی سعادت کی ایک نئی بستی کا اور روح و دل کے سکون و قرار کے ایک نئے دار الحکومت کا نقشہ بنائے! قرآن حکیم نے مادی زندگی کے استعمال و تصرف پر نہیں مگر اس کے اسی استغراق و پرستش پر بار بار ملامت کی ہے کہ: یعلمون ظاہراً من الحیوٰة الدنیا وہم عن الآخرة ہم غافلون! (۳۰ : ۶)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

کام لینے اور انھیں متاثر کرنے کا سب سے بہتر اور کامیاب طریقہ یہی ہے کہ جماعتی ذہنیت کو متاثر کیا جائے جس کے بعد سرکش سے سرکش افراد بھی متاثر و مغلوب ہو جائیں گے۔ جماعتی ذہنیت کے متاثر کرنے کے طریقوں اور ذریعوں ہی کا نام "پروپاگنڈا" ہے۔

کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ افراد، جو عموماً محب ذات اور خود غرض ہوتے ہیں، ہولناک جنگوں میں ہتیلیوں پر سر رکھے گھس جاتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ جنگ سے ان کی ذات کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچے گا، اپنے تئیں موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں؟

اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ پروپاگنڈے نے انکی انفرادی عقل پر پردہ ڈال دیا ہے اور ایک ایسی جماعتی ذہنیت پیدا کر دی ہے جس کے دھوکے میں پڑ کر جوق در جوق جنگ کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اسی جماعتی ذہنیت کا نام "عام رائے" ہے۔ اسی عام رائے کے طیار کرنے کی کوشش کو "پروپاگنڈا" کہتے ہیں۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ کسی تحریک کے کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے موافق جماعتی ذہنیت پیدا کی جائے، تاکہ افراد اس ذہنیت سے متاثر ہو کر اس کے حامی اور طرفدار بنجائیں۔ جماعتی ذہنیت یا عام رائے بنانے کا ذریعہ تقریر، تحریر، اخبارات، رسائل، انجمنیں غرضکہ بہت سے طریقے ہیں۔ ان تمام طریقوں کو "پروپگنڈا" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ زمانہ میں ہر تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ کارگر ذریعہ "پروپاگنڈا" ہے۔

* * *

نہیں — اور شاعر اور سپاہی — کوئی بھی ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا —!

مظلوم عورت نے کہا "تیمور! میرا لڑکا مجھے دلادے!"

شاعر کرمانی بولا "ماؤں کی ہمیں پرستش کرنی چاہیئے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے بڑے بڑے آدمی پیدا کرتی ہیں، اور آدمیوں کو بلند رتبہ پر پہنچاتی ہیں — ارسطو، فردوسی، اور — اسی طرح سعدی اپنی شہد آمیز شیریں زبانی کے ساتھ — عمر خیام اپنی شراب کی سی زہر آلود رباعیوں کے ساتھ — سکندر، ہومر اور بہرام گور — یہ سب عورت کے، ایک ماں کے بچے ہیں!"

تیمور اُس عورت کی باتوں سے کسی گہری فکر میں چلا گیا۔ پھر سر اُٹھا کر — اُسنے حکم دیا کہ تین سو شہسوار فوراً اُس لڑکے کی تلاش میں روانہ ہوجائیں، جو شخص ڈھونڈھ لائیگا اُسے انعام دیا جائے گا — " پھر اُسنے آہ بھر کر کہا — میں سمجھ گیا یہ عورت اس قدر بے پروا اور بے خوف کیوں ہو؟ — چونکہ وہ ماں ہو! — ایک محبت کرنے والی ماں!! اور کوئی ماں نہیں ہوتی جو محبت نہ کرتی ہو!! لڑکے کے کھوجانے سے اُس کے دل میں آگ سی بھڑک رہی ہو — ایسی آگ! جو برسوں تک، قرنوں تک، شرارے چھڑک سکتی ہو"

تیمور کے حکم جاری کرنے پر کرمانی کی شاعرانہ اور درد آشنا رُوح وجد میں آگئی۔ اُسنے فی البدیہہ یہ اشعار موزوں کرلئے؛

ماں

یہ کون نغمہ ہو ساری دنیا کے نغمہائے طرب سے شیریں؟
جو آسماں کے ستاروں، باغوں کے پھولوں کا عکس بن رہا ہو
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہو؟
زمانہ کے اہلِ ذوق میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا
کہ وہ محبت ہو جس سے یہ خاکدانِ تیرہ سنور رہا ہو!
حریم ہستی مہک رہا ہے!
وہ چیز جو آفتاب نصف النہار اُردی بہشت سے بھی
ہزار درجہ زیادہ اچھی ہو، خوبصورت ہو، خوشنما ہو
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہو؟!
فضائے شگوں میں، میں نے دیکھے ہیں مُسکراتے ہوئے ستارا
میں جانتا ہوں کہ چشم محبوب سارے پھولوں سے خوشنما ہو!
شراب گوں ہو شرابِ ناب ہو!
میں جانتا ہیں کہ اُس کا اِک ہلکا ہلکا سا نازنیں تبسم
دلِ شکستہ کے حق میں کس درجہ مہر انگیز و مہرزا ہو!
لبِ تکلم کا معجزہ ہو!
کرشمہ آرائی ہائے احساسِ حسن کے باوجود اب تک
نہ کہہ سکا کوئی شاعر آخر، وہ نغمۂ دل پذیر کیا ہو؟
جو سب سے بہتر ہو دلربا ہو!!
مگر میں کہتا ہوں اب کہ وہ نغمہ — آہ، وہ دلگداز نغمہ!
جو ساری دنیا کے سارے رنگیں ترانوں کا اصل مُبتدا ہو!
جو قلب فطرت کا آئینہ ہو!
وہ نغمہ — وہ کائنات کا — کائنات کا سحر کار دل ہو!!
وہ دل کہ جس کا جہان والوں نے پیارے سے نام ماں رکھا ہو!!
وہی محبت کی ابتدا ہے!!
وہی محبت کی انتہا ہے!!

مترجمہ اختر شیرانی۔ لاہور

اقتباس و تراجم

پروپاگنڈا

علم اجتماع نے ثابت کردیا ہو کہ نوع انسانی کی ترقی درحقیقت اُن تغیرات اور تدریجی انقلابات سے وابستہ ہو جو مختلف تمدنی موثرات کے ماتحت افراد، جماعات، اور اقوام کی زندگیوں میں واقع ہوتے ہیں۔ تمدن کی تاریخ دراصل اُن تدریجی تبدیلیوں کی تاریخ ہو جو تاریخ کے مسلسل زمانوں میں قوموں کی زندگی میں واقع ہوتی رہی ہیں۔

افراد چونکہ فطرۃً اپنے اسلاف کی تقلید کی طرف مائل ہوتے ہیں اور موروثی عقائد و عادات کے دلدادہ ہوتے ہیں، اس لئے وہ ہر اُس جدت کی مخالفت کرتے ہیں جو موروثی قدامت کو شکست کرنے والی یا اُسمیں تبدیلی کرنے والی ہوتی ہو۔ افراد اگر "جدید" کو قبول بھی کرتے ہیں تو طویل جدوجہد اور اپنے قدیم عقائد و خیالات کے مطابق اسمیں بہت کچھ ترمیم اور تبدیلی کے بعد۔ یہ افراد کی جبلت و طبیعت ہو جس سے وہ مجبور ہیں۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ افراد و جماعت کی زندگی میں تبدیلی بہت آہستہ سرایت کرتی ہو اور انسانی تاریخ میں انقلاب، چیونٹی کی چال چلکر بہت عرصہ بعد رونما ہوتا ہو۔

لیکن کبھی اس تدریجی اور آہستہ رفتار پر ایسے غیر معمولی حالات طاری ہوجاتے ہیں کہ افراد و جماعت کی ذہنیت اُن سے کلیۃً متأثر ہوجاتی ہو۔ طبیعتیں بے خود ہوجاتی ہیں۔ قدامت کا عشق دُور ہو جاتا ہو اور جدت سے نفرت زائل ہوجاتی ہو۔ اس ناگہانی تغیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ جماعت تھوڑی ہی مُدت میں جست کرکے وہ اُن مراحل کو طے کر ڈالتی ہیں جو عام حالات میں کہیں صدیوں کے سفر کے بعد طے کرتی۔

اُن غیر معمولی مُوثرات و عوامل میں، جو تمدن کی رفتار پر گہرا اثر ڈالتے اور اُسے سرعت بخشتے ہیں، ایک بڑا موثر سبب "جنگ" ہے۔ گزشتہ عالمگیر جنگ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہو۔ یہ جنگ اگر دنیا کی سب سے بڑی نہیں تو بہت ہی بڑی جنگوں میں سے ایک نہایت ہی ہولناک جنگ ضرور تھی۔ لیکن باوجود اُن تمام مصائب و آلام کے اعتراف کے جو اس جنگ سے پیدا ہوئے، ہمیں اُس نہایت ہی تیز تبدیلی کو بھی تسلیم کرنا چاہیئے جو اس جنگ نے معاشرت و اجتماع کی ہر شاخ میں اچانک پیدا کردی ہو۔ پھر اس تبدیلی سے افراد و جماعات کی زندگی کے ہر شعبہ میں جو عظیم انقلابات طاری ہوئے ہیں اُنھیں بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہو کہ گذشتہ دس بارہ سال میں انسانیت نے ترقی کے جتنے مرحلے طے کئے ہیں، عام حالات میں وہ صدیوں کی جدوجہد سے بھی طے نہ ہوتے۔ ان تیز انقلابات و تغیرات نے افراد و جماعتوں کی ذہنیت پر عظیم اثر ڈالا ہو اور اُسے ایک ایسے قالب میں ڈھال دیا ہو جو سراسر حیرت انگیز ہے حتیٰ کہ چشم بینا دیکھ سکتی ہو کہ آخری چند سال کی دَوڑ کے بعد اب انسانیت اُس نقطہ پر پہنچ گئی ہو جس سے ماضی قریب کو کوئی علاقہ باقی نہیں رہا۔ انسانیت نے اپنے قریبی ماضی سے تمام رشتے تقریباً منقطع کرلئے ہیں۔ اب وہ اُسے مقدس و محترم نہیں سمجھتی اور اُس کی حفاظت میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کرتی۔ جنگ نے یہی نہیں کیا کہ انقلاب کا تنفر دُور کردیا ہو، بلکہ انسانیت کی ذہنیت بھی کچھ ایسی کردی ہو کہ وہ تبدیلی کی شیدا ہوگئی ہو، اُسے تلاش کرتی ہو، اُسے لینے کے لئے بیچین ہو۔ یہ نئی فکری روح تمام انسانی طبقوں میں کم و بیش عام ہو۔

اسی ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ عمل کا ایک نیا طریقہ بھی عام ہو گیا ہو۔ اس طریقہ کو "پروپاگنڈا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہو۔ آج یہ لفظ ہر کہہ و مہ کی زبان پر ہو۔ حالانکہ جنگ سے پہلے صرف ایک خاص گروہ میں مستعمل تھا۔ لوگ جب اسے کسی کی زبان سے سُنتے یا کاغذ پر لکھا دیکھتے تھے تو اُن کے اندر ایک مبہم خوف سا پیدا ہوجاتا تھا۔ وہ اسے بھی فری میسن وغیرہ پر اسرار لفظ کی طرح کوئی خطرناک لفظ سمجھتے تھے!

"پروپاگنڈا" لاطینی زبان کا لفظ ہو۔ اس کے لغوی معنی ہیں "بڑھتی، زیادتی، فراوانی" اور اصطلاح میں کسی تحریک کے پھیلانے اور عام کرنے کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کی تاریخ یہ ہو کہ سنہ ۱۶۲۲ء میں روم کے پوپ گریگوری پانزدہم نے ایک مذہبی انجمن قائم کی اور اُس کا نام یہی رکھا۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ لاطینی قوموں میں مسیحیت پھیلائی جائے۔ کچھ مدت بعد یہ لفظ اُن تمام طریقوں کے لئے مستعمل ہونے لگا جو مختلف مذہبی اور سیاسی انجمنیں اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے کام میں لاتی تھیں۔ ایک طویل زمانہ تک یہ لفظ خواص ہی کے حلقہ میں گردش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ عوام میں بھی اس لفظ کو مقبولیت حاصل ہوگئی اور دورانِ جنگ میں تو بچہ بچہ نے اسے سُنا اور اُس سے نہایت ہی کامیاب نتائج حاصل کئے گئے۔ اب تو یہ حالت ہوگئی ہو کہ صنعت، حرفت، تجارت، سیاست، مذہب، غرضکہ ہر شعبہ میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا اور اُس کے مفہوم سے کام لیا جاتا ہو۔ تاجر اپنی تجارت کے فروغ دینے اور قسم قسم کی تدبیروں سے پبلک میں اُسے مقبول بنانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں، اُسے بھی "پروپاگنڈا" ہی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہو۔ یہی نہیں بلکہ مضر تحریکوں اور غلط اصولوں کی اشاعت و تبلیغ میں بھی یہی ہتیار کام میں لایا جاتا ہے۔

یہ محقق ہو کہ افراد اپنے انفرادی احول میں، جماعتی ماحول سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہوتے ہیں، جماعت کے احول میں جانے کے بعد افراد کی ذہنیت بڑی حد تک کمزور ہوجاتی ہے اور وہ ایسے افعال پسند کرنے لگتے ہیں جو اپنے انفرادی احول میں ناپسند کرتے۔ علم اجتماع نے صحیح طور پر ثابت کردیا ہو کہ جماعت کا دماغ، فرد کے دماغ سے کہیں زیادہ کمزور، پست، اور منفعل ہوتا ہو۔ پہلی [illegible]

وحشیانہ حرکات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہی، حتی کہ طاقتور جماعت محض اپنے زور سے دوسری جماعت کو کچل دیتی ہی۔ فرینک ٹرنٹ نے تاریخ انگلستان میں لکھا ہی" یہ لڑائی دو وحشی قوموں میں ہو رہی تھی۔ انھوں نے رحم و انصاف بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اگر انھیں کوئی خیال تھا تو صرف یہ تھا کہ کسی طرح انکے دشمن تباہ ہو جائیں۔ دونوں طرف سے سخت مظالم کئے گئے جن پر پردہ ڈالنا ہی مناسب ہی" انگریزی تواریخ نے اپنی حرکات پر تو واقعی پردہ ڈال دیا ہی، لیکن ہندوستانیوں کے مظالم کا بہت بری طرح سے ناک کھینچا گیا۔ سیکڑوں فرضی قصے تواریخ میں درج کئے گئے تاکہ انگریزوں کو انکے پڑھنے سے جوش پیدا ہو۔ آج ہم اس تصویر کا دوسرا رُخ بتاتے ہیں جو تقریباً ۷۰ سال سے لوگوں کی نظروں سے عمداً چھپا دیا گیا ہی۔

پشاور کا واقعہ

۱۵ر جون ۱۸۵۷ء کو پشاور میں ۱۲۰ سپاہی پکڑے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنے افسروں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بہت سے آدمی ایسے تھے جو بغیر کسی مجرمانہ ارادے کے بغاوت میں شامل ہو گئے تھے نکلسن نے ایڈورڈز ڈپٹی کمشنر پشاور کو لکھا تھا کہ میں ۵۰ سکھ قیدیوں کی جان بخشی کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ مجھے انکے افسروں نے یقین دلایا ہی کہ ان لوگوں نے بغاوت میں مطلق حصہ نہیں لیا۔ باقی کو توپ کے ذریعہ اُڑا دیا جائے۔ سر لارنس نے جواب دیا کہ چونکہ وہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اس لئے ان پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی میں تمام آدمیوں کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ میرا مدعا صرف یہ ہی کہ ایسی عبرتناک سزائیں دی جائیں کہ عوام الناس ڈر جائیں، میری تجویز یہ ہی کہ ان میں سے صرف ایک تہائی کو سزائے موت دی جائے۔ اور تعداد ان سپاہیوں میں سے چنی جائے جو نہایت سرکش اور گستاخ ہوں۔ یا جن کے خلاف انکے افسر شکایت کریں اگر ان صفات کے آدمی اتنے نہ ملیں جن سے مجوزہ تعداد پوری ہو سکے تو پھر بوڑھے سپاہیوں کو شامل کر لینا چاہئے۔ باقی قیدیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی جائیں مگر کسی حالت میں بھی تین سال سے کم نہ ہو۔

لارڈ رابرٹس نے جو ان دنوں لفٹنٹی کے عہدے پر تھا اپنی والدہ کو ایک خط میں اسی واقعہ کے متعلق لکھا ہی" ہم جہلم سے پشاور تک پیادہ پا گئے۔ راہ میں باغیوں کو قتل کرتے رہے اور فوجوں سے ہتھیار لیتے رہے۔ لوگوں پر سزائے موت کا جو توپ سے واقع ہو، بڑا اثر پڑتا ہی۔ یہ بڑا ہی خوفناک منظر ہی لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ان مظالم کے ذریعہ ہم ان بدمعاش مسلمانوں کو بتلا دینا چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی مدد سے ہندوستان پر قابض رہینگے"

پنجاب کے واقعات

ایک توپ میں بہت زیادہ بارود بھری ہوئی تھی۔ جب ایک شخص کو اس کے سامنے لا کر رکھا گیا اور توپ چل گئی، تو اس شخص کے سیکڑوں ٹکڑے ہوا میں اُڑ گئے۔ اس کا سر تماشائیوں میں سے ایک کو جا لگا اور کئی آدمیوں پر خون کے چھینٹے پڑے۔ جنرل نکلسن جسے ہم ایام غدر میں دیوتا کی طرح پوجتے تھے، ایڈورڈ کو ایک خط میں لکھتا ہی" ہمیں ایک قانون بنانا چاہئے۔ جس کی رُو سے ہم انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کو زندہ جلا سکیں اور زندہ ہی ان کا چمڑہ اُتار سکیں۔ محض پھانسی دینے سے ہمارا جذبۂ انتقام ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں چاہتا ہوں دنیا کے ایک ایسے کونے میں ہوں جہاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکوں۔ مشرقی ممالک کا قاعدہ ہی کہ جب تک لوگوں پر گورنمنٹ کا دبدبہ اور خوف طاری نہ ہو جائے تب تک اسکے فوائد کی قدر نہیں کیجاتی"

کوپر جو امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ لکھتا ہی کہ پنجاب کے تمام افسر ظلم کرنے میں ابتدا کرتے تھے تاکہ لوگ ڈر جائیں۔ اور انتقام لینے کی جرأت نہ کر سکیں۔

ٹامسن نے سر ہنری کاٹن کو چند مسلمان قیدیوں کے متعلق مندرجہ ذیل واقعہ سنایا تھا۔ "شام کے وقت ایک سکھ اردلی آیا اور سلام کر کے کہا۔ میرے خیال میں حضور قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہونگے۔ میں فوراً حوالات چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ قیدی زمین پر بندھے ہوئے پڑے ہیں بالکل برہنہ اور آخری سانس لے رہے ہیں۔ انکے جسم کے ہر ایک حصے پر تانبا گرم کر کے نشان کئے گئے تھے۔ مجھے اُن کی حالت پر رحم آیا اور پستول سے قتل کر دیا تاکہ جان کندنی کی تکلیف سے بچ جائیں"

جب کاٹن نے یہ دردانگیز واقعہ سنا تو ان سے پوچھا پھر تم نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جنھوں نے یہ وحشیانہ حرکت کی تھی؟ ٹامسن نے جواب دیا۔ میں نے کچھ نہیں کیا!

وحشیانہ قتل و نہب

غدر کے دنوں میں ہر ہندوستانی سپاہی کے خلاف الزام تھا کہ اسنے انگریز بچوں اور عورتوں کے قتل میں مدد دی ہی۔ خواہ وہ کسی جگہ پر ہو اور کتنا ہی بے علاقہ ہو، اگر کوئی انگریز دہلی میں قتل کیا گیا ہو، تو لاہور اور پشاور کے ہندوستانی سپاہی بھی قابل گرفت تھے،

ایک چشم دید گواہ لفٹنٹ مجنڈی بیان کرتا ہی" ایک دفعہ سکھ اور انگریز ایک زخمی قیدی کو سنگینوں سے مار رہے تھے۔ لیکن کوئی ضرب مہلک ثابت نہ ہوئی۔ اسواسطے دو تین لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی گئی، اور اُسے اس آگ میں پھینکا گیا۔ سکھ اور انگریز یہ خوفناک منظر بڑے مزے لے لے کر دیکھ رہے تھے"۔ رسل نے بھی جو ٹائمز لندن کا نامہ نگار تھا۔ اس واقعہ کی تصدیق کی ہی۔ بلکہ وہ کہتا ہی" میں نے اس قیدی کی جلی ہوئی ہڈیاں بھی اس جگہ دیکھی تھیں"

سب سے پہلے اسی رسل نے ان وحشیانہ حرکات اور مظالم پر صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ وہ اپنی ڈائری میں لکھتا ہی" یہ انتقامانہ سزائیں مثلاً مسلمانوں کو سور کے چمڑے میں ڈال کر سی دینا اور قتل کرنے سے پہلے انکے منہ میں سور کی چربی ڈالنا، اور ہندوؤں سے انکے خلاف مذہب حرکات کرانا، انسانیت کے خلاف اور تہذیب سے گری ہوئی حرکتیں ہیں۔ ان سزاؤں سے بڑے خوفناک نتائج پیدا ہونگے جو ہمارے واسطے مہلک ثابت ہونگے"

جب ان مظالم کی حد ہو گئی تو گورنر جنرل نے ۳۱ر جولائی ۱۸۵۷ء کو ایک مفصل حکم جاری کیا جس کی رُو سے دیہات کا جلانا اور نہتے آدمیوں کو بغیر کسی ثبوت کے سزا دینا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ ان افسروں سے سزائے موت کے اختیارات بھی چھین لئے گئے جنھوں نے اندھا دھند یہ اختیارات برتے تھے، ۲۰ر اگست کو جان گرانٹ صوبہ وسطی میں گورنر بنا کر بھیجا گیا تاکہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں ہتیار آدمیوں کی پھانسی کی سزا ملتوی کر دے۔ انگریزوں نے کیننگ اور گرانٹ کے خلاف بہت شور مچایا کیونکہ انھوں نے بہت سے آدمیوں کو پھانسی سے بچایا تھا۔

ایک دفعہ اگست کے دنوں میں ایک انگریزی فوج دیہات جلا کر واپس آ رہی تھی۔ راہ میں چند وفادار سپاہی مل گئے۔ مگر انھیں بھی سنگینوں سے مار دیا گیا۔

یہ مسلمہ امر ہے، کہ بہت سے سپاہی محض خوف کی وجہ سے بھاگ گئے اور پھر بغاوت پر مجبور ہو گئے۔ اگر ہم نے ابتدا میں مظالم نہ کئے ہوتے تو فساد دور تک نہ پھیلتا اور لوگ رحم و انصاف سے مایوس ہو کر باغی نہ ہو جاتے۔

ایک پادری کی بیوہ بڑے فخر سے لکھتی ہی" اُسنے بہت سے قیدیوں کو گرجا صاف کرنے پر مامور کیا لیکن چونکہ یہ کام اُنکے مذہب کے خلاف تھا اس لئے سنگینوں کی نوک سے کرانا پڑتا تھا۔ بعض قیدیوں نے بڑی جلدی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ انھیں خیال تھا۔ کہ وہ اس طرح پھانسی سے بچ جائیں گے۔ لیکن اُن کی یہ غلط فہمی فوراً دور ہو گئی۔ کیونکہ بالآخر سب کو پھانسی دی گئی!"

مجنڈی ایک جگہ لکھتا ہی" میں نے وہ رات مسجد (یعنی جامع مسجد دہلی) کی ناکہ بندی میں گزاری اور رات کا بہت سا حصہ ان قیدیوں کے قتل کرنے میں خرچ کیا۔ جو دن کے وقت پکڑے گئے تھے۔ بہت سے آدمیوں نے مرتے وقت ایسی شجاعت اور متانت دکھائی کہ ہم بھی داد دئے بغیر نہ رہ سکے"

ایک انگریز جو دہلی کے محاصرے میں موجود تھا، لکھتا ہی" دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انگریز صلح کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ تو قتل عام سے خوش ہوتے ہیں"

جب میجر رینالڈ کانپور کے لئے کوچ کر رہا تھا، تو جنرل نیل نے اس کو مفصلہ ذیل ہدایات بھیجیں جو قابل غور ہیں" ان دیہات کو جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہی، تباہ کر دیا جائے۔ جن محلوں میں پٹھان بود و باش رکھتے ہیں انھیں مسمار کر دیا جائے اور باشندے قتل کر دئے جائیں۔ باغی پلٹنوں کے تمام سپاہیوں کو پھانسی دیدی جائے چونکہ فتحپور نے بغاوت کی ہی: اس لئے اس پر بھی حملہ کیا جائے اور تباہ کر دیا جائے۔ اگر ڈپٹی کلکٹر گرفتار ہو جائے تو اسے پھانسی دے دی جائے اور اس کا سر شہر کی کسی بلند عمارت پر لٹکا دیا جائے"

بیگم اودھ نے ۱۸۵۸ء کے ایک اعلان میں یہ فقرہ لکھا تھا "کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا کہ انگریز کوئی جرم معاف کر سکتے ہیں"

۵۰ ہزار جانوں کا قتل

آخر کار کیننگ اور جان لارنس نے بھی اس قتل عام کے روکنے کی کوشش کی۔ ڈزرائیلی (یعنی لارڈ بیکنس فیلڈ) نے تو ابتدا ہی سے اس کے خلاف آواز اُٹھائی تھی۔ جب انگریزوں کا غضب و جوش بڑھتا تو اسنے ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا" مجھے یقین ہی کہ ہماری فوجیں ہندوستان کے لوگوں سے خوفناک انتقام لینگی۔ لیکن میں ان انگریز حاکموں کے اس طرز عمل سے بالکل متفق نہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ہی۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہم غیر ممالک میں بجائے انصاف کے انتقام کے زور سے حکومت کریں۔ میں ظلم کے بدلے میں ظلم نہیں کرنا چاہتا"

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا" لوگ انتقام پر تُلے ہوئے ہیں' اور وہ لوگ بھی جنھیں اپنے ماتحتوں کے روبرو بہتر مثال قائم کرنی چاہئے تھی، اس جوش سے خالی نہیں۔ میں جب اپنے لوگوں کی حرکات دیکھتا ہوں تو شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ ان لوگوں نے کس طرح پچاس ہزار آدمی قتل کر دئے" ملکہ وکٹوریہ نے اس خط کا جواب یہ دیا تھا" لارڈ کیننگ کو یقین کرنا چاہئے کہ میں بھی انگریزوں کی ان وحشیانہ حرکات پر سخت نادم ہوں اور خاصکر انگلستان کی پبلک پر جسنے برطانوی فوجوں کی کارگزاری بنظر تحسین دیکھی ہی"

چونکہ لارڈ کیننگ نرم دل اور کمزور تھا اس لئے وہ وقت پر انگریزوں کا جوش ٹھنڈا نہ کر سکا۔ اس کے ماتحت اس کے اختیار سے باہر تھے۔

قتل و نہب کی مطلق العنانی

سر جارج کیمبل اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہی" میں نے مارشل لا کے متعلق بہت دفعہ سنا ہی لیکن میں ابھی تک اس کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ ہندوستان میں ان دنوں اس کا جو مطلب سمجھا گیا تھا، وہ یہ تھا کہ ہر ایک فوجی کو کھلی اجازت تھی وہ جسے چاہے قتل کرے یا جسے

مطبوعات جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رخ"

حال میں ایک کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ہے جس کا نام

The other side of medal

ہے۔ یعنی "تصویر کا دوسرا رخ" ہے۔ اس کا مصنف ایک مشہور اہل قلم ایڈورڈ ٹامسن ہے۔ اُس نے یہ کتاب اس لیے لکھی ہے کہ "غدر ۵۷ء کے اثنا میں برطانی حکام نے جو انتقامی تدابیر اختیار کی تھیں یا حکومت کے رعب و ہیبت کے مظاہرے کے لیے جو خوں ریزیاں جائز رکھی گئی تھیں، اُن کے واقعات مستند تاریخی مصادر سے اخذ کر کے یکجا کر دیے جائیں، اور اس ہندوستانی غدر کی ہولناک تصویر کا دوسرا رخ بھی دنیا کے سامنے آجائے۔"

غدر ۵۷ء کی تصویر کا ایک رخ تو وہ تھا جو باغی فوج کے قتل و غارت اور لوٹ مار کی صورت میں دنیا دیکھ چکی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ وحشیانہ طرز عمل دہلی، لکھنؤ، اور کانپور میں بے گناہ انگریز عورتوں اور بچوں کا قتل تھا۔ تنہا دہلی میں ۵۲ انگریز مقید تھے۔ باوجود بدبخت بہادر شاہ مرحوم کی پیہم مخالفانہ کوششوں کے باغی فوج نے اُنھیں قتل کر ڈالا۔ غالباً ۷ سے کر ۱۱ تک (کیونکہ روایات مختلف ہیں) اُن میں عورتیں بھی تھیں۔ لکھنؤ میں بھی غدر کے بعد ۲۰ انگریز قیدی تلنگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن میں ایک تہائی تعداد عورتوں کی تھی۔ کانپور میں جاں بخشی کا عہد کرنے کے بعد جو حملہ انگریزوں کی کشتیوں پر کیا گیا جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے، وہ نانا راؤ کے حکم سے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، لیکن یقیناً حد درجہ کا وحشیانہ فعل تھا۔

مختلف مقامات میں غیر مسلح اور بے پناہ انگریزوں پر اُنکے نوکروں نے جو حملے کیے اور عورتیں تک قتل کر ڈالی گئیں، بلاشبہ اخلاق و انسانیت اُنکے لیے کوئی معذرت قبول نہیں کرے گی۔

یہ ۵۷ء کی تصویر کا ایک رخ ہے، اور ایک سو سے زیادہ انگریز اہل قلم اُس کی وحشت و ہولناکی کے خال و خط نمایاں کر چکے ہیں!

لیکن تصویر کے دوسرے رخ کی شہادت کیا ہے؟ وہ اخلاق و انسانیت کا مرقع ہے، یا وحشت و ہولناکی کا؟ پہلے رخ سے کم ہولناک ہے یا زیادہ؟ دنیا کی مہذب حکمران اور قابو یافتہ قوموں میں جنھیں انتقام و غضب کے موقع پر اپنی اخلاقی کیرکٹر (کریکٹر) کے مظاہرہ کا موقع ملا ہے، انگریزی قوم کس جگہ کی مستحق ہے؟ اُسنے خود ہندوستانیوں کی مدد سے فتحیاب ہو کر ہندوستان کے سب سے بڑے شہروں میں جو قتل عام کیا، اور جس طرح غیر مسلح، غیر محارب، اور یکقلم بے گناہ آبادی تہ و بالا کر دی گئی، تاریخ کو اسکے لیے کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟ یہ سوالات ہیں جو غدر ۵۷ء کی تاریخ سے قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہیں، اور یہ واقعہ ہے کہ آج تک کسی مؤرخانہ نظر و تحقیق کی روشنی اس گوشہ پر نہیں پڑی تھی۔ اس نئی کتاب میں مصنف نے تاریخ کے اسی گوشہ پر روشنی ڈالی ہے، اور کوشش کی ہے کہ مستند اور بے لاگ تاریخی مصادر سے واقعات جمع کر دیے جائیں۔ مصنف کے لیے مشکل تھا کہ وہ اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کر سکتا۔ اسکے پاس حکومت ہند کے سرکاری افسروں اور انگلستان کے بعض نیم سرکاری مباحث کے سوا اور کوئی ذریعہ علم نہ تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں ذرائع اس بارے میں غیر جانبدار نہیں قرار دیے جا سکتے۔ تاہم تاریخی شہادات کا جسقدر ذخیرہ بھی جمع ہو گیا ہے، اُس سے بہ حیثیت مجموعی "تصویر کا دوسرا رخ" نمایاں ہو چلا ہے۔

اب ہندوستان اُس منزل سے گزر چکا ہے جب اس قسم کے واقعات محض سیاسی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اصلی حیثیت سیاسی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ غدر ۵۷ء جیسا عظیم واقعہ جسنے ہندوستان کے نئے دور حیات کے ہر گوشے پر اثر ڈالا، ضروری ہے کہ تاریخ کے سامنے پیش کیا جائے، اور اُسے چھوڑ دیا جائے کہ اپنا فیصلہ ثبت کر دے۔

ذیل میں ہم اس کتاب کے بعض ضروری حصوں کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد نے کیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ پوری کتاب کا ترجمہ اُردو میں مرتب کر دیں۔ اُمید ہے یہ ترجمہ پوری دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔

"آکسفورڈ میں یہ مثل عام طور پر مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص ہندوستان کے متعلق کسی معمولی درجہ کے ایوان میں بھی لیکچر دے، تو تمام سامعین یک لخت ایوان خالی کر دیں گے۔ ایک زمانہ تھا جب انگریز علما ہندوستانی علوم و فنون میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ ہندوستانی مسائل پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ ہے کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے، ہندوستانی ہماری حکومت سے تنگ آگئے ہیں۔ انھوں نے ہمارے حسن انتظام کی قدر نہیں کی۔ ہم اگر اب بھی قربانی کر سکیں تو ہندوستان کو بزور شمشیر قابو میں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن جو شور و غل جلیانوالہ باغ کے قتل عام پر ہوا تھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنے آبا و اجداد سے کہیں زیادہ رحمدل واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم ہندوستان میں دوبارہ غدر پیدا کرنا نہیں چاہتے۔

اب ہمارے لائق اور ہونہار نوجوان ہندوستانی ملازمتوں سے گریز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی قابلیت کے آدمی ہندوستان جاتے ہیں۔

ہندوستان کے متعلق غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا یورپ میں پھیلایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے باشندے محض وحشی اور صحرائی ہیں! ہندوستانی مورخ نہیں ہیں۔ انہیں واقعات کو سلسلہ وار ترتیب دینا نہیں آتا۔ وہ تحقیق کے نئے طریقوں سے نا آشنا ہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک غدر ۵۷ء کے متعلق ہندوستان میں کوئی تاریخ صحیح شائع نہیں ہوئی۔ حالانکہ دوسری طرف انگریزوں نے اس واقعہ پر سیکڑوں کتابیں لکھ کر شائع کیں۔ یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے تصویر کا صرف ایک رخ دکھایا ہے۔

غدر کے اسباب

عام طور پر غدر کے دو سبب بیان کیے جاتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تمام صوبے یکے بعد دیگرے اپنی سلطنت میں ملا لیے تھے۔ اس واسطے ہندوستانیوں کے دلوں میں کمپنی کے متعلق بہت شکوک پیدا ہو گئے۔ دوسرا سبب وہی چربی والے کارتوسوں کا قصہ ہے۔ اینسن (Ansen) جو ان دنوں کمانڈر انچیف تھا لکھتا ہے "میں نے مشکوک کارتوس دیکھے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سپاہیوں کے عذرات حق بجانب ہیں۔ مجھے یہ ہرگز خیال نہ تھا کہ ان کارتوسوں کے استعمال میں گائے اور سور کی چربی لگائی جائے گی۔ میرے خیال میں ہندوستانی سپاہیوں کے جذبات کی مطلق پرواہ نہیں کی گئی۔"

یہ کارتوس جو انہیں دنوں میں رائج کیے گئے تھے، سور اور گائے کی چربی سے آلودہ ہوتے تھے۔ اور پیشتر اسکے کہ اُنھیں بندوقوں میں ڈالا جائے، دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس کارتوس کے چند حصے اسقدر سخت ہوتے تھے کہ بغیر دانت کے استعمال کے چلائے نہیں جا سکتے تھے۔ ہندو مذہب میں گائے کا احترام کیا جاتا ہے، جب اُنھیں یہ کارتوس استعمال کرنا پڑے تو سخت رنج ہوا۔ یہی حال مسلمان سپاہیوں کا بھی تھا۔ چنانچہ تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ رسالہ نمبر ۳ مقیم میرٹھ کے ۸۵ سپاہیوں نے ایسے کارتوسوں کے استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا کورٹ مارشل کیا گیا۔ اور دس دس سال کی سزا دی گئی۔ جس طریقے سے یہ حکم سنایا گیا تھا وہ تہذیب سے گرا ہوا تھا۔ مصنف موصوف نے اس خوفناک منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"۸۵ سپاہیوں کو گارد کی حراست میں فوجی عدالت کے روبرو پیش کیا گیا اور یہ سخت حکم سنایا گیا۔ اُن کی فوجی وردی اُنکے جسم سے اُتار دی گئی پھر اُسی وقت بیڑیاں پہنائی گئیں۔ یہ نہایت دردناک نظارہ تھا۔ اُن کے ساتھیوں کو اُن کی حالت زار پر ترس آرہا تھا۔ ان قیدیوں میں بہت سے ایسے سپاہی بھی تھے جنھوں نے انگریزوں کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ اور مختلف لڑائیوں میں عدیم المثال بہادری دکھائی تھی۔ تمام قیدیوں نے بآواز بلند جرنیل کی منت و سماجت کی کہ اس بے عزتی سے بچایا جائے۔ لیکن کسی نے پروا نہ کی۔ جب وہ مایوس ہو گئے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا تمھیں شرم نہیں آتی کہ ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں اور تم خاموشی سے تماشہ دیکھ رہے ہو؟ اس دردناک اپیل سے حاضرین کے دل پر گہرا اثر پڑا۔ ممکن تھا کہ وہ کچھ کر گذرتے۔ لیکن توپوں اور بندوقوں کی موجودگی میں وہ کیا کر سکتے تھے؟ ناچار اُنھیں صبر کرنا پڑا۔ لیکن اس واقعہ سے ہر ایک ہندوستانی انگریزوں کے خلاف ہو گیا۔ وہ لوگ جو ان کی خاطر اپنی جانیں لڑاتے تھے، یکلخت اُنکے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔"

لارڈ کیننگ گورنر جنرل نے اس واقعہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ ایک ایسا احمقانہ حکم تھا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بغاوت کا آغاز اسی حکم سے شروع ہوتا ہے"

دوسرے دن (یعنی ۱۰ مئی ۵۷ء) ایک رسالہ اور دو پیادہ فوجوں نے جیلخانے کے دروازے زبردستی کھول کر اپنے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ پھر انگریز افسروں کے گھر جلا دیے۔ جہاں کہیں کوئی فرنگی ملا قتل کر دیا گیا، اور اس کے بعد سب کے سب دہلی روانہ ہو گئے۔ جب باغی پلٹنیں دہلی پہنچیں۔ تو وہاں بھی انھوں نے انگریزوں کے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جب ایک محکوم قوم اپنے حاکموں سے جنگ و جدل پر آمادہ ہو جاتی ہے تو دونوں طرف سے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن وصنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب ومشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش وتزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب ونوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط وکتابت کیجیے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجیے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف ومساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر بھی حال ہی میں ہم نے فراہم کیے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط وکتابت کیجیے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

جو کچھ چاہے چھین لے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہوگی"

لارڈ کیننگ کی گورنمنٹ نے ۶ر جون کو بعض صوبجات میں مارشل لا نافذ کیا تھا۔ گورنمنٹ کو چاہیے تھا کہ اس قانون کے استعمال کی سختی سے نگرانی کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ گورنمنٹ نے اس معاملہ میں سخت کمزوری دکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماتحت افسر بلا روک ٹوک مظالم برپا کرتے رہے۔ اور بغیر کسی تفتیش کے قتل عام جاری رہا۔

مسٹر رسل ٹائمز کا نامہ نگار ایک جگہ لکھتا ہے "اس غدر میں صرف سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ صرف وہی لوگ قتل کئے جاتے جنھوں نے اس میں حصہ لیا تھا، لیکن اُن دیگر کو قتل کرنا جن کی ان فوجوں سے محض ہمدردی تھی، ایک نہایت بزدلانہ فعل تھا۔ اگر کوئی باغی فوج کسی شہر میں مقیم ہو گئی تھی تو اسکے باشندوں کو محض اس بنا پر قتل کرنا، کہ کیوں انکے شہر میں باغیوں نے ڈیرا ڈالا؟ کتنا وحشیانہ فعل ہے؟ یہ مسلم ہے کہ شہر کے باشندوں نے عام طور پر انگریزوں کے بچانے میں مدد دی تھی۔ لیکن پھر بھی انگریزی فوجوں نے ان کی قدر نہ کی، اگر انگریز صرف باغیوں کو قتل کرتے تو بھر وہ حق بجانب ہوتے۔ لیکن بے شمار بے گناہ لوگوں کو محض اس وجہ سے قتل کیا گیا، کہ وہ ہندوستانی تھے" (باقی آیندہ)

ادبیات

سعد پاشا زغلول کے اقوال

مرحوم احمد سعد پاشا زغلول کو مصر میں جو رسوخ و عظمت حاصل ہوئی اُس میں اُن کی دوسری قابلیتوں کے علاوہ اُن کی قوت خطابت اور بلاغتہ تحریر کو بھی بڑا دخل تھا۔ ذیل میں اُن کے بعض اقوال کا ترجمہ دیا جاتا ہے جو ضرب الامثال کی طرح مشہور ہو گئے ہیں:

کامل آزادی

مصر، کامل آزادی کا مطالبہ کرتا ہے، کیونکہ آزادی، قوموں کا پیدائشی حق ہے۔

نا اُمیدی

اسوقت ہماری حالت کیسی ہی ابتر ہو، مگر ہماری قوم جیسی کوئی بڑی قوم، کبھی اپنی قسمت کی طرف سے نا امید نہیں ہو سکتی!

حاکم و محکوم کی مصلحت

حاکم قوم کی مصلحت ہمیشہ اُس کی محکوم قوم کی مصلحت سے متضاد ہوا کرتی ہے۔

عہدے کی خواہش

اپنے آزاد وطن میں ایک حقیر فرد رعایا بن کر رہنا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ اجنبی حکومت کے ماتحت بڑے سے بڑے عہدے پر مقرر ہوں۔

مادی قوت

مادی قوت، قوم کے ارادے پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

صحیح تحریک

ہر صحیح تحریک امر ور کامیاب ہوتی ہے۔

زمانے کے انقلابات

زمانے کے انقلابات دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنا دیتے ہیں۔

سیاسی اتفاق

مصر اور انگلستان کے درمیان اتفاق کے معنی صرف ایک ہیں۔ یعنی مصر کی کامل آزادی۔

انتہا پسندی

آزادی کے طلبگار، انتہا پسند نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ تو ایک ابتدائی چیز ہے۔ غلامی پسند کرنے والے البتہ انتہا پسند ہیں، کیونکہ غلامی ذلت نفس کی انتہا ہے!

قومی روح

قوم کی روح نہ جنگی قوانین سے مغلوب ہو سکتی ہے، نہ ظلم سے، نہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت سے۔

اصول نہ کہ اشخاص

اگر سعد، قومی اصول سے ہٹ جائے تو اسے گرا دو!

نکتہ چینی

میں اپنی ذات پر نکتہ چینی سنکر خوش ہوتا ہوں، اگرچہ وہ جھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔

اَبنائے وطن کو نصیحت

اَبنائے وطن! تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ میری نگرانی کرے بجز سعد ذمہ دار نہیں ہے، وطن کا ہر فرزند ذمہ دار ہے۔

قومیت

یہ دیکھ کر میری مسرت بے حساب ہو جاتی ہے کہ مصر میں صرف ایک ہی فرقہ موجود ہے، اور وہ مصری قوم ہے۔

قومی زندگی

یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ جماعتوں کا سوال نہیں ہے۔ یہ قومی زندگی کا مسئلہ ہے!

میٹھے بول

انگریز، گفتگو میں بڑے ماہر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میٹھے بول ہمیں مسخر کر لیتے ہیں!

ہمارا مطالبہ

ہمارا مطالبہ کچھ بہت لمبا چوڑا نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ صرف ایک لفظ ہے، "آزادی!"

سعد کی زندگی

سعد، مر کر بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیونکہ ہر مصری، سعد ہے، بلکہ سعد سے بھی زیادہ!

مصری قوم

آج مصری قوم وہ نہیں ہے جو کل تھی۔ آج مسلم اور غیر مسلم الگ الگ نہیں ہیں۔ سب ایک قوم ہیں اور صرف ایک خواہش رکھتے ہیں۔ یعنی آزادی! اور وطن!

عداوت

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے دل میں کسی آدمی کی بھی عداوت پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ عداوت، کمزوروں کا اخلاق ہے۔

قومی عزت

میں کہہ چکا ہوں، کہتا ہوں، کہتا رہوں گا کہ جو عزت میری قوم نے مجھے دی ہے، وہ میرے لئے قابل فخر ہے۔

میرا دل

میرے دلمیں نہ حسد ہے، نہ کینہ ہے۔ میرے دلمیں قومی امانت نے کسی چیز کے لئے بھی جگہ خالی نہیں چھوڑی ہے۔

آزادی کا استحقاق

جو قوم اپنے فرزندوں کا خون اس لئے بہتے دیکھتی ہے کہ وہ آزادی چاہتے ہیں اور پھر خاموش رہتی ہے، وہ یقیناً آزادی کا استحقاق نہیں رکھتی!

وزارت

ہم وزارت کے دشمن نہیں ہیں۔ لیکن غیر قومی وزارت دیکھ نہیں سکتے۔

میرا اخلاق

میں چلّانے والا ہوں، سازشی نہیں ہوں۔

میری آرزو

آزادی، میری آرزو ہے۔ جو ہاتھ بھی آزادی لائے، میں سب سے پہلے اُسکا بوسہ لوں گا، اگرچہ وہ میرے جانی دشمن ہی کا ہاتھ کیوں نہ ہو۔

خود اعتمادی

خود اعتمادی، خود اختیاری وصف نہیں ہے، بلکہ پیدائشی صفت ہے، خود اعتماد آدمی اگر یہ وصف دور بھی کرنا چاہے تو دور نہیں کر سکے گا۔

میری دشمنی

میں نے اگر کسی سے دشمنی کی ہے تو صرف اپنی قوم کی مصلحت کی وجہ سے۔

رُو رعایت

قومی حقوق میں رُو رعایت دخل نہیں پا سکتی۔

ناکامی

تیری قوت نے جو کچھ جمع کیا ہے، بکھر جائے گا۔ طمع نے جو کچھ جوڑا ہے، ٹوٹ جائے گا۔ جس کی بنیاد جھوٹ پر ہے، وہ یقیناً گر پڑیگا!

ناکامی کی علت

ناکامی کی اصلی علت، کارکنوں کی باہمی بے اعتمادی ہوتی ہے۔

صبر و برداشت

ہاں ہم پر مصائب بیشمار ہیں۔ لیکن وہی قوم زیادہ عظمت حاصل کرتی ہے جو زیادہ مصائب برداشت کر سکتی ہے۔

برطانیہ کی ضرورت

اگر برطانیہ کو مصر کی ضرورت ہے، تو مصر کو اُس سے کہیں زیادہ اپنی ضرورت ہے۔

قوت

اگر ہم طاقتور ہوتے تو کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ مصر ہمارے قبضہ میں رہنا چاہیئے!

منفعت

اگر ملکیت میں منفعت کا اصول تسلیم کر لیا جائے، تو دنیا تہ و بالا ہو جائے۔ کیونکہ ہر شخص کی منفعت اسی میں ہے کہ ساری دنیا کا مالک بنجائے۔

عمل اور قربانی

کوئی عمل حق ضائع نہیں ہوتا۔ کوئی قربانی رائگاں نہیں جاتی۔

ضرورت اور قوت

کسی زمانہ میں بھی ضرورت، قانون نہ تھی کسی وقت میں بھی قوت حق کا معیار نہ تھی!

ظلم

ہر ظلم اپنے دامن میں مظلوم کے لئے خوشخبری اور ظالم کے لئے سزا چھپائے ہوتا ہے!

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو
دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی
اور
جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لیے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہی!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لیے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم باسمی ہوکر بلا تفریق مذہب و ملت ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہو اور جس کو چشم بد (حریفوں) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہو۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہو لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہو کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہو کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہو۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہو؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہو جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہو۔ مفرح قلب ہو۔ خوش ذائقہ ہو۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہو۔ اختلاج قلب، دردسر، دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہو۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہو۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہری طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہو اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مد نظر ہے۔ ہمیں اُمید ہو کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہو اور جس کی ہر چیز دیسی ہو۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہو کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ۲ر فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھکر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہو۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہو اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہو۔ "فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھیے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائیڈ بک کی ضرورت ہو جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو

قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہو

ایسی مکمل گائیڈ بک صرف

ڈنلاپ گائیڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہو۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہو

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو تو

تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دوکان

سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماموں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه " سلسلهٔ تراجم " بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اُسوهٔ حسنه ـــ امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق كتاب " زاد المعاد " كے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله ـــ لفظ " وسيله " كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول " توحيد " كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ـــ انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر ـــ امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى ـــ خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ـــ حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سيد محمد رشيد رضا مصري كي تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ـــ فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك - ايـجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال
فى
مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهی داشتن گر داغهاے سينه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب انگيز دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادراق كا مجموعه تها - اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اِس كي جلديں جديد اُردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں " البلاغ پريس " كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جائے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد " البلاغ " (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر " البلاغ پريس "

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

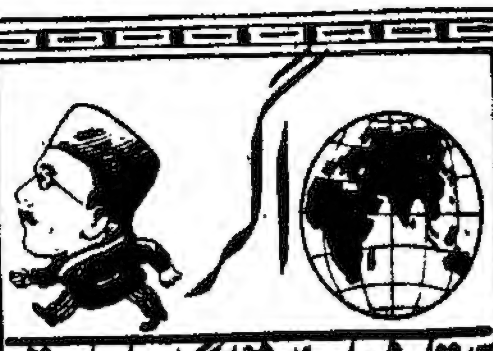

آپ تمام دُنیا دوسے قدم آگے رہنا چاہیں تو

انتخاب لاجواب لاہور

کا مطالعہ کریں اس کے مستقل خریداروں کو چھ سو صفحوں کی انعامی کتابیں مفت دی جاتی ہیں انعامی کتابوں کی فہرست اور نمونہ کا رسالہ دو آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں

مینیجر انتخاب لاجواب لاہور

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرے کے لئے + بیوی کے لئے

قابل گولڈن رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم بی ایم جرمن میڈ
گارنٹی	گارنٹی	گارنٹی ۳ سال کی
نئے نئے ڈیزائن کی خوشنما قیمتی [illegible] قیمت [illegible] صرف سات روپیہ آٹھ آنہ (عہ/) محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	مکمل سلور کیس، خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت صرف پانچ روپے آٹھ آنے (ہے/) محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا بناوٹ کی مضبوط ٹائم کا سچا۔ بیحد سستا قیمت دو روپے محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائینگی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور کارخانہ کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت بہت تھوڑے وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہیگی اسکے بعد تعمیل سے معذور ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہوسکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑیوں کے خریداروں کیلئے کوئی رعایت نہیں ہی۔ اُن سے پوری قیمت مندرجہ جدول لیجائے گی۔ اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی اُن کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ۔ امریکن واچ ہوس، ایسٹ اینڈ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی نمبر ۳ مقام دہلی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اعدا اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی جہالت کا پھل کا صدا نہ باالجملہ ذہب ونیا تمام نوع انسانی پر کھولا ہی؟

قیمت بارہ آنے۔ (مینیجر الہلال کلکتہ)

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم کیوں ہی؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے۔

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہی جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہی اور جس کا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہی۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اسکا مخصوص طریقہ ہی

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہوگیا ہی اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہی۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہی کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہی اور اصلاح قوم کا علمبردار ہی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائے اسیقدر کامیابی ہی

اخبار الجمعیۃ کی پانچ (۵) خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہی۔

(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہی۔

(۳) عربی، فارسی، اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہی۔

(۴) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہی۔

(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہی جس سے اُس کی دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہی۔

ہفتہ میں دوبار شائع ہوتا ہی۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (للعہ/) ششماہی تین روپئے چار آنے (سے؍)

مینیجر الجمعیۃ دہلی

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۳

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ - آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C 4.
سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.
سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیداوار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۳ کلکته : جمعه ۱۲ ۔ ربیع الاول ۱۳٤٦ هجری جلد ۱
Calcutta : Friday, 9. September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔ پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۰۱۲ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۳۹	اردو حروف کی حق مین	۲۸۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۲۹۳	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۱٤	نستعلیق هون	۸٦

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔ الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري مراسلات (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ایک بالکل سفید مرغي اور ایک بالکل سیاه مرغ لو ' اور اُن کي نسل کا تجربه کرو - اب ایسا هوگا که اِن دونوں کے اتحاد تناسلي سے جو بچے پیدا هونگے ' وہ نه تو بالکل سیاه رنگ کے هونگے ' نه بالکل سفید رنگ کے - مخلوط قسم کے هونگے - یه اِس نسل کا پہلا طبقه هوا - اِس مخلوط رنگ کي مرغیوں کي نسل آگے بڑھنے دو - اِن سے جو دوسرا طبقه نسل کا پیدا هوگا ' اُس کي حالت یه هوگي که اُن میں ۲۵ - في صدي مرغیاں بالکل سیاه هونگي ' ۲۵ - في صدي بالکل سفید ' اور ۵۰ في صدي مخلوط رنگت کي - گویا دوسرے طبقه میں اُن کے مورث اعلیٰ کي کامل رنگت ۲۵ - في صدي میں نمایاں هوي ' مگر ۵۰ - في صدي میں مورث ثاني و اقرب کا سا مخلوط رنگ قائم رها - اب اِس دوسرے طبقه سے تیسرا طبقه پیدا کرو - اِس تیسرے طبقه کا حال یه هوگا که سفید سے سفید بچے پیدا هونگے - سیاه سے سیاه پیدا هونگے - مگر مخلوط رنگت کے بچوں میں پھر وهي تناسب نمایاں هوجائیگا ' جو دوسرے طبقه میں تھا - یعني اُسکي نسل میں ۲۵ - في صدي سیاه اور ۲۵ - في صدي سفید هونگے - باقي ۵۰ - في صدي اپنے ماں باپ جیسے مخلوط رنگ کے هونگے !

پھر اِن ۵۰ - في صدي مخلوط رنگ والوں کي نسل جب اَور آگے بڑھیگي ' تو اُس میں بھي یه تناسب برابر قائم رهیگا - یعني همیشه نصف تعداد مخلوط رنگت کي هوگي اور ۲۵ - في صدي سفید ' اور ۲۵ - في صدي سیاه هوگي -

لیکن تیسرے طبقه میں جن افراد کے اندر اُنکے مورث اعلیٰ کي کامل رنگت متوارث هوئي تھي ' اُن کي نسل میں مستقلاً ایک رنگت قائم هوجائیگي - سفید سے همیشه سفید بچے پیدا هونگے ' اور سیاه سے همیشه سیاه -

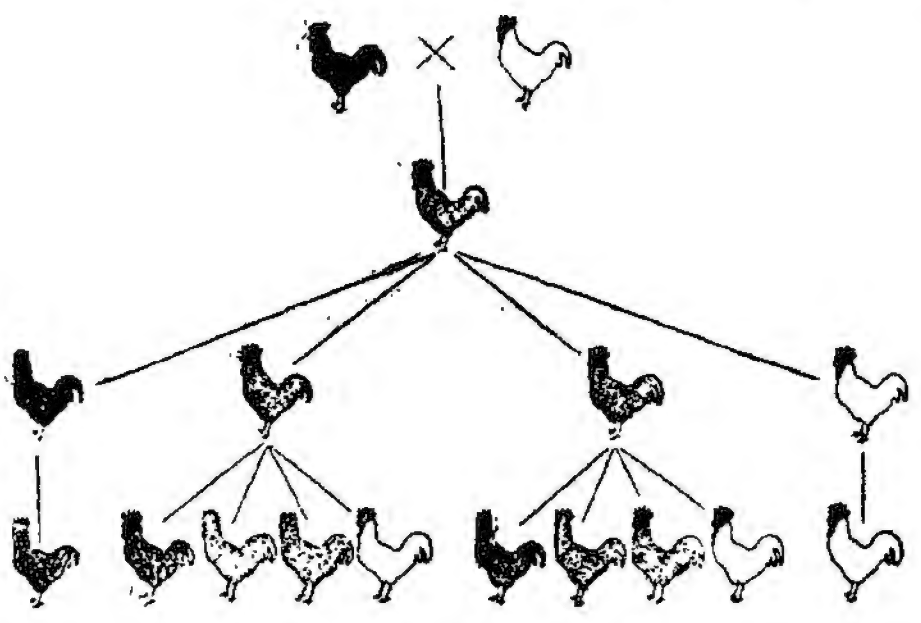

قانون توارث کا ایک عملي مشاهده

مرغیوں کي نسل کے تین طبقات ' جن میں مورث اعلیٰ کا سفید اور سیاه رنگ ایک خاص عددي تناسب کے ساتھه متوارث هوتا هے - مورث اعلیٰ سفید اور سیاه رنگ کے هیں - نسل کے پہلے طبقه میں مخلوط رنگ کا مرغ پیدا هوا هے - لیکن اُس سے جو دوسرا طبقه پیدا هوا هے ' اس میں ۲۵ - فیصدي سفید ' ۲۵ - في صدي سیاه ' اور ۵۰ - في صدي مخلوط رنگت کے هیں - پھر تیسرے طبقه میں سفید سے سفید اور سیاه سے سیاه پیدا هوتا هے ' مگر مخلوط کي نسل میں وهي عددي تناسب قائم هے -

اِس سے معلوم هوا که :

(۱) قانون توارث میں مورث اعلیٰ کے دو مختلف جسماني خواص ' پہلے طبقه میں ایک ایسا مزاج پیدا کرلیتے هیں جو ملا جلا مزاج هوتا هے - یعني اُن میں دونوں طرح کے خاصے اکھٹے هوکر مخلوط هوجاتے هیں -

(۲) اِس پہلے نسلي طبقه نے جو مخلوط مزاج کرلیا هے ' وہ نسل کي آئینده افزائش میں ایک مستقل اور متوارث حیثیت اختیار کرلیتا هے ' اور اپني نسل میں برابر قائم رهتا هے ' لیکن ساتھه هي یه عجیب بات بھي هے که دوسرے طبقه میں نصف تعداد همیشه ایسے افراد کي پیدا هوتي هے ' جن میں اِس مخلوط و ممزوج حالت کي جگه مورث اعلیٰ کے انفرادي خواص الگ الگ نمایاں هوجاتے هیں - اِس نصف تعداد میں آدھي تعداد ایک قسم کے خاصه کي اور آدھي ایک قسم کے خاصه کي هوتي هے - اِس طرح دو مختلف جسماني خواص کے ماں باپ دوسرے طبقه کي نسل میں بالانفراد الگ الگ ' اپنے اپنے خواص نمایاں کردے سکتے هیں !

(۳) نسل کے تیسرے طبقه میں جن افراد کے اندر مورث اعلیٰ کے خواص انفرادي اور غیر مخلوط حالت میں نمایاں هوجاتے هیں ' ان کي نسل میں آینده اِن اجدادي خواص کا اختلاط و امتزاج نہیں هوتا ' بلکه اجدادي خواص کي جو ایک قسم اُن میں نمایاں هولي هے ' وہ مستقلاً قائم هو جاتي هے ' اور اپني نسل میں متوارث هونے لگتي هے -

(۴) لیکن دوسرے طبقه میں جو نصف تعداد ایسي پیدا هوتي هے ' جس میں اجدادي خواص مخلوط و ممزوج حالت میں نمایاں هوتے هیں ' اُن میں قانون توارث کا یه عددي تناسب برابر قائم رهتا اور آگے کي طرف بڑھتا هے - یعني اُن کي نسل میں وهي ۲۵ - ۲۵ - في صدي الگ الگ آبائي خواص ظاهر هوتے هیں ' اور ۵۰ - في صدي مخلوط و ممزوج رهتے هیں -

(۵) ماں باپ کے الگ الگ جسماني خواص سے مولود میں جو مخلوط و ممزوج حالت پیدا هو جاتي هے ' وہ همیشه اپني نسل میں اِس طرح متوارث هوتي هے که نصف تعداد مخلوط قسم کي هوگي ' اور نصف مورث اعلیٰ کے الگ الگ خواص کي -

(انسان میں قانون توارث)

ٹھیک یهي حالت انساني وراثت میں بھي پیش آتي هے - اگر کوئي خالص سفید رنگ کا انسان حبشي عورت سے شادي کرلے تو اُسکي نسل ضرور سانولے رنگ کي هوگي - پھر اگر کسي طرح خود اُسکي اولاد میں باهم دگر تناسل و توالد شروع هو جائے ' تو مرغیوں کي طرح اِس نسل میں بھي ۲۵ - فیصدي اولاد خالص سفید رنگ کی هوگي ' ۲۵ فیصدي خالص سیاه رنگ کي ' اور ۵۰ فیصدي سانولي -

جسماني خواص کے توارث کي یه نوعیت ' معنوي خواص کے توارث کي طرف رهنمائي کرتي هے ' اور یه سوال پیدا هو جاتا هے که کیا اِسي طرح انسان کے ذهني و معنوي خواص و اوصاف میں بھي توارث کا سلسله قائم هے ؟ اور اگر قائم هے تو کیا اُس کا قانون بھي ایسا هي هے ' اور ایسا هي عددي تناسب رکھتا هے ' جیسا جسماني خواص کے توارث میں هے ؟ ان سوالات کا جواب بہت زیاده تفصیل و بحث کا محتاج هے - اِس لیے سردست هم اِنہیں نہیں چھیڑتے -

* * *

مذاکرۂ علمیّہ

قانون توارث جسمانی و معنوی

(منڈل کا ناموس وراثت)

مخلوقات کي جسماني و معنوي زندگي ميں قانون توارث کا مسئلہ ' اُن اہم ترين مسائل ميں سے ہے جنہوں نے قديم زمانے سے علماء کو اپني طرف متوجہ رکھا ہے - طبيعي علوم کي ترقي کے بعد گزشتہ صدي ميں اِس مسئلہ نے اور بھي زيادہ اہميت حاصل کرلي اور بے شمار علماء نے اُس پر بحث کي - بہت سے نظريے قائم ہوے - بہت سے مذاہب ترتيب دیے گئے - ليکن اِس سلسلہ ميں سب سے زيادہ شہرت و اہميت اُس نظريہ کو حاصل ہے ' جو اپنے موجد ' ڈاکٹر منڈل کي طرف منسوب ہے اور " ناموس منڈل " کہلاتا ہے - ذيل ميں ہم اِس نظريہ کي مختصر تشريح کرتے ہيں -

(منڈل)

سنہ ۱۸۲۲ ميں دو شخص ایسے پيدا ہوئے ' جنہوں نے اپني پوري زندگي وراثت کے اثرات و نتائج کي بحث و تحقيق ميں صرف کردي : ان ميں سے ايک انگلستان ميں پيدا ہوا - اسکا نام گلٹن ہے - اور اسکی کتاب " عظمت کي وراثت " بہت مشہور ہو چکي ہے - دوسرا منڈل ہے - يہ ہنگرين نسل کا تھا - سيليشيا ميں پيدا ہوا - اسکي ابتدائي تربيت ديني تعليمات کي تھي - رہبانوں کي جماعت ميں داخل کر ديا گيا تھا - ليکن ۲۹ سال کي عمر ميں رہبانيت ترک کردي اور وائنا کے دار العلوم ميں داخل ہوکر طبيعي علوم کی تحصيل شروع کردي - تعليم ختم کرکے وہ برون ميں اُستاد مقرر ہوگيا اور اپنے فرصت کے اوقات مسئلۂ وراثت ' کي تحقيق ميں صرف کرنے لگا - شروع شروع اُسکے تجربے صرف نباتات ميں محصور تھے -

ڈاکٹر منڈل

اپني تحقيق کے دوران ميں بالآخر وہ ايک عجيب معاملہ پر پہنچا - اُسنے ديکھا ' يہ عجيب معاملہ ' وراثت ميں ہميشہ پيش آتا ہے ' اور کبھي اُس ميں خلل نہيں پڑتا - يہ وہ وقت تھا جب اُس کے تجارب ' عالم حيوان تک وسيع ہو چکے تھے - اُس نے شہد کي مکھيوں کے بھي پچاس چھتے بنائے تھے - اور مختلف قسم کي مکھياں باہمدیگر جمع کرکے اُنکي نسل کے جسماني اور معنوي خواص کا تجربہ کرتا تھا ليکن مکھيوں کے متعلق اُسکي تحقيقات کے جملہ اوراق ضائع ہوگیے - سنہ ۱۸۶۶ ميں اُس کا ايک چھوٹا سا رسالہ شايع ہوا تھا جس ميں يہ نظريہ پيش کيا گيا ہے - يہ رسالہ بھي گم نام ہوگيا - يہانتک کہ سنہ ۱۹۰۰ ميں علماء مغرب کي نظریں اُس پر دوبارہ پڑیں ' اور وسيع پيمانہ پر اُسکي اشاعت کي گئي - آج حيوانات کي پرورش کرنے والوں ميں کوئي شخص بھي ایسا موجود نہيں جو منڈل اور اُس کے نظريہ سے ناواقف ہو يا اُس سے مستفيد نہ ہو رہا ہو -

(ناموس منڈل)

منڈل کا نظريہ ' تين وراثتي اصلوں پر قائم ہے :

(۱) پہلي اصل کا خلاصہ يہ ہے کہ فرد کي بعض صفات ' (عام اِس سے کہ وہ فرد ' حيوان ہو يا نبات) اُسکي آيندہ نسلوں ميں مفقود نہيں ہو جاتیں بلکہ برابر باقي رہتي ہيں ' اور عرصہ تک بغير کسي کمي کے ظاہر ہوتي رہتي ہيں - اِسکي مثال يہ ہے کہ بعض انساني خاندانوں کے خال و خط خاص قسم کے ہوتے ہيں ' اور طويل زمانوں تک اُن کي نسلوں ميں بدستور قائم رہتے ہيں - چنانچہ بعض خاندانوں ميں زائد انگلياں ' يا کٹا ہوا ہونٹھ ' يا چندھي آنکھیں ' يا سفيد بالوں کا گچھا ' غرضکہ مختلف قسم کي جسماني خصوصيتیں ہميشہ موجود رہتي ہيں اور اُن کے افراد ميں وقتاً فوقتاً پوري طرح ظاہر ہوتي رہتي ہيں -

(۲) دوسري اصل کا خلاصہ يہ ہے کہ بعض صفتیں ايسي ہوتي ہيں جنکا ظہور مسلسل نہيں ہوتا - تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ظاہر ہوتي ہيں ' مگر برابر ظاہر ہوتي رہتي ہيں - يعني پہلے ايک مدت تک نماياں رہتي ہيں - پھر غائب ہوجاتي ہيں - پھر لوٹ آتي ہيں - پھر غائب ہوجاتي ہيں - صرف تجربہ ہی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ کون صفت پہلي قسم کي ہے ؟ کون صفت دوسري قسم کي ہے ؟ اِسکي مثال يہ ہے کہ جب بے سينگ کے حيوانات کا سينگ والے حيوان ميں اتحاد تناسلي ہوتا ہے ' تو اُنکي نسل بے سينگ کی پيدا ہوتي ہے - ليکن جب يہي نسل آگے بڑھتي ہے تو اُسکي اولاد ميں ايک خاص تناسب سے بعض افراد سينگ والے پيدا ہوتے ہيں - بعض بے سينگ کے -

برخلاف اِسکے جب کيس والے مرغ کا اِتحاد بے کيس مرغي سے ہوتا ہے تو نسل ' کيس والي پيدا ہوتي ہے - ليکن پھر آگے چل کر بعض کے کيس ہو جاتا ہے - بعض کے نہيں ہوتا - مگر يہ معاملہ ہميشہ ايک ہي تناسب سے پيش آتا ہے -

(۳) تيسري اصل ' اُس تناسب کا تعين اور انضباط ہے جو اِس توارث و تناسل ميں کار فرما ہے - تشريح اُسکي حسب ذيل ہے :

کردي - قوم نے اس نئي شهنشاهي کا اسي جوش و خروش سے استقبال کیا ' جس جوش و خروش سے قدیم شهنشاهي کا خاتمه کیا تها اور حریت و آزادي کے علم بلند کیے تهے - ایک شخصیت کے خلاف عظیم الشان جهاد اس پر جاکے ختم هوگیا که دوسري شخصیت قائم هوگئي - کیا اس سے بهي زیاده غیر معقول نتیجه کسي تحریک کا نکل سکتا هے ؟ لیکن نہیں ' یه نتیجه بالکل معقول تها - اجتماعي اصول و قوانین کے بالکل مطابق تها -

موسولیني ' اٹلي کا ڈیکٹیٹر

یه کیسے ؟ یه اس طرح که انساني جماعتیں کتني هي شورش اور بیچیني کا اظهار کریں ' نظام حکومت کي کتني هي مخالف نظر آئیں ' مگر وه اپني اجتماعي افتاد طبع سے مجبور هوکر در پرده یهي خواهش رکهتي هیں که کوئي نه کوئي زبردست نظام قائم هو ' جو هر قسم کي بیچیني کا قلع قمع کردے اور امن و آمان هر طرف پهیلا دے - یهي سبب هے که جوں هي کوئي نئي شخصیت نمودار هوتي هے اور قوم محسوس کرتي هے که وه شخصیت ' امن بحال کرسکتي هے ' تو بے اختیار اس کے سامنے سر جهکا دیتي هے اور حریت و آزادي کي اپني تمام خواهشیں نا دانسته فراموش کر بیٹهتي هے - دنیا کي تمام تاریخي شورشیں همیں یهي بتاتي هیں - فرانس کے عظیم الشان انقلاب نے بهي همیں یهي دکهایا هے - ایک محقق نے کیا هي خوب بتایا هے " فرانس کي " تیسري انقلابي کمیٹي " کے ممبروں میں سے عهد بونا پارٹي (نپولین) میں ایک نے بادشاهي قبول کرلي - پندره نے " کونٹ " کا لقب اختیار کیا - سات نے مجلس امراء کي شرکت منظور کي - اور چهه وزیر بن گئے " یهي وه لوگ تهے جو انقلاب کے سب سے بڑے رکن اور علم بردار تهے -

(جنگ کے بعد انقلاب)

اب هم تاریخ کي اس عالمگیر جنگ کے بعد والے موجوده انقلاب کو بخوبي سمجهه سکتے هیں - ایک مدت سے یورپ میں مختلف قسم کے خیالات اور نظریے پهیل رهے تهے - ان خیالات اور نظریوں نے بتدریج دماغوں میں هیجان پیدا کیا - اس هیجان نے اجتماعي ' سیاسي ' اور اقتصادي پیچیدگیاں پیدا کیں - ان پیچیدگیوں نے جنگ عمومي کي آگ بهڑکائي - اور جنگ نے مذکورۂ بالا اجتماعي کلیه کي بنا پر لینن اور موسولیني اور مصطفی کمال جیسي آهني شخصیتیں پیدا کردیں - پس جنگ کے بعد جو صورت نمودار هوئي هے ' وه هرگز تعجب انگیز نہیں بلکه مستحکم و مضبوط اجتماعي قوانین کا قدرتي نتیجه هے - یهي هونا چاهیے تها جو هوا ' یهي همیشه هوا کیا هے اور شاید همیشه یهي هوا کرے گا -

(انقلابات کے باني)

یہاں یه سوال بهي قابل غور هے که انقلابات کے باني کون هوتے هیں : افراد یا جماعتیں ؟ کارلائل اور بهت سے محققین کي رائے هے که زبردست شخصیتوں کے افراد هي انقلابات پیدا کراتے اور اجتماعي نظام کي کایا پلٹ کر دیتے هیں - لیکن علم اجتماع کے دوسرے بهت سے علماء ' افراد کے بجائے جماعتوں کو اصل قرار دیتے هیں - وه کهتے هیں قوموں کے دماغ میں انقلاب کي مخفي لهریں پہلے پیدا هوتي هیں ' پهر وهي چند افراد میں مجسم هوکر رونما هوتي هیں اور سوسائٹي پر انقلاب طاري هو جاتا هے - پس افراد بذات خود انقلاب کا سبب نہیں هوتے ' بلکه انقلابي لهروں کا مظهر هوتے هیں - زیاده صاف لفظوں میں یوں کهو که جماعتي اثرات ' افراد کو طیار کرکے انقلاب کراتے هیں -

لیکن صحیح یه هے که انقلاب کا موجب نه تنها جماعتیں هوتي هیں ' نه صرف افراد - بلکه دونوں ایک دوسرے پر اثر ڈالتے اور ایک نئي فضا طیار کرنے میں مدد دیتے هیں - یه یقیني هے که اگر خاص قسم کے اجتماعي حالات و موثرات موجود نه هوتے تو لینن ' موسولیني ' مصطفی کمال جیسے افراد ابهر نہیں سکتے تهے - کیونکه یه افراد مدت سے موجود تهے مگر اسي وقت رونما هوے جب حالات نے ان کي مساعدت کي - لیکن ساتهه هي یه بهي یقیني هے که اگر یه افراد اپني غیر معمولي قوتیں کام میں نه لاتے تو ان کے مساعد حالات بهي پیدا نہیں هوسکتے تهے اور انقلابات بهي طاري نہیں هو سکتے تهے - اس سے ثابت هوتا هے که انقلاب میں افراد اور جماعتیں دونوں برابر کي حصه دار هوتي هیں ' تنها کوئي ایک سوسائٹي میں تبدیلي پیدا نہیں کرسکتا -

لینن ' روس کا ڈیکٹیٹر ' جو اب مر چکا هے

(انقلابي روح اور قومیں)

یه بهي ایک ثابت حقیقت هے که تمام قومیں انقلاب کي یکساں صلاحیت نہیں رکهتیں - تاریخ بتاتي هے که فرانس اور بحر متوسط کے کناروں پر رهنے والي اکثر قومیں انقلاب کي زیاده صلاحیت رکهتي هیں - آب و هوا اور دوسرے اسباب نے انهیں دوسري قوموں سے زیاده حساس ' جلد متاثر هونیوالا ' اور خیالي بنا دیا هے - وه نئے نظرے جلد

پرائمو ڈي ریوا ' اسپین کا ڈیکٹیٹر

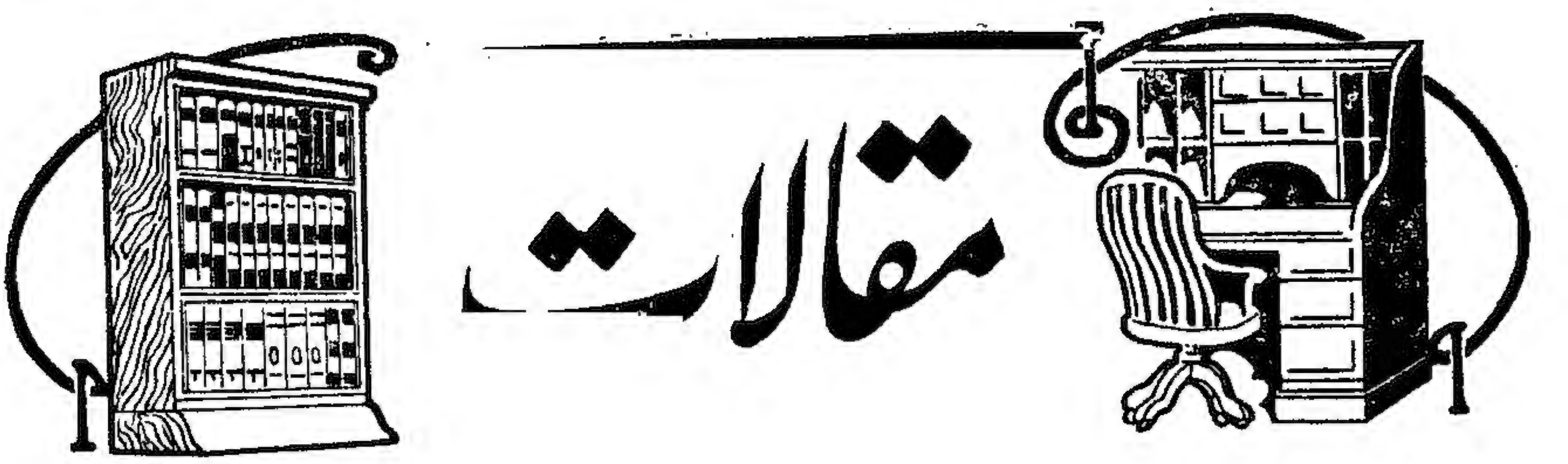

مقالات

عہد انقلاب اور شخصی استبداد

شخصي مطلق العناني

دنیا کي موجودہ سیاست پر ایک سرسري نظر

جنگ عظیم کے بعد پوري دنیا ، خاص کر یورپ اور بالخصوص اُن ممالک نے عجیب پلٹا کھایا ہے جو میدان جنگ میں یہ کہکر اُترے تھے کہ استبداد و ظلم مٹانا چاہتے ہیں - پہلے اِن ممالک میں جو بھي نظام حکومة قائم تھا وہ جنگ کے بعد قائم نہ رہا اور علانیہ یا در پردہ اُس میں بڑي تبدیلي ہوگئي ہے - لوگ سمجھتے تھے اِس جنگ کے بعد دنیا میں جمہوریت اور کامل حریت کا دور دورہ ہو جائیگا اور آزادي کا ایک ایسا نظام جاري و ساري ہو جائیگا جس کے عشق میں اِنسانیت ہمیشہ سے سرگرداں ہے لیکن نتیجہ بالکل بر عکس نکلا - جمہوریت و دستوریت کي جگہہ شخصیت و استبداد نے لے لي - اِس وقت کرۂ ارضي کے اکثر ممالک میں شخصي حکومتیں قائم ہوگئي ہیں - فرق صرف اِس قدر ہے کہ پہلے بادشاہوں کي شخصیتیں زریں تختوں پر جلوہ گر نظر آتي تھیں اور اب عام افراد یا فوجي افسر حکومت کي کرسیوں پر نظر آتے ہیں -

غازي مصطفى كمال پاشا

روس میں خاندان رومانوف اور زار کي جگہہ بالشویک ڈکٹیٹروں (مطلق العنان حکام) نے لے لي ہے - لینن نے جس طور پر حکومة کي ، وہ بھي زار ہي جیسي حکومت تھي - یعني شخصیت ، مطلق العناني اور استبداد - یہ بات دوسري ہے کہ زار کي شخصیت نے ملک کو تباہ کیا اور لینن کي شخصیت نے اُسے زندہ اور خوش حال کردیا - دنیا کی تاریخ میں لینن جیسے مطلق العنان حاکم کي کوئي مثال نہیں ملتي جس نے اپنے غیر متناہي اختیارات اِس طرح عوام اور مظلوموں کي بھلائي میں صرف کیے ہوں -

یہي حال اٹلي کا ہے - اگرچہ پارلیمنٹ اور دستوري پادشاہ (یعني محدود اختیارات رکھنے والا) بدستور موجود ہے لیکن حکومة ایک فرد واحد ، موسولیني کے آھني ہاتھوں میں ہے - یہ شخص پہلے انقلاب پسند اور اشتراکیت کا حامي تھا ، پھر جنگ کے بعد ظلم پسند بن کر اٹلي پر حاوي ہوگیا اور مستبد سے مستبد بادشاہوں کي طرح استبداد و قہر کي حکومت قائم کردي - اِس نے صاف اعلان کردیا ہے " اِس وقت اٹلي کو ایک ایسے زبردست حاکم کي ضرورت ہے جو ہر بے چیني کو کچل کر فنا کرسکے " یہي صورت اسپین ، ترکي ، یونان ، اور اب چین میں پیش آرہي ہے - اِن تمام ملکوں میں شخصیتیں بر سر حکومت آ گئي ہیں اور مفید یا مضر نتائج پیدا کررہي ہیں - یہي نہیں بلکہ خود فرانس اور انگلستان میں بھي شخصیت کي طرف میلان بڑہ رہا ہے - فرانس میں تو ایک سال پہلے اخبارات تک میں یہ چرچا شروع ہوگیا تھا کہ موجودہ اقتصادي اور سیاسي گتھیوں کے سلجھانے میں جمہوري نظام حکومة ناکامیاب ثابت ہوا ہے - لہذا روس وغیرہ ممالک کي طرح یہاں بھي " ڈکٹیٹر شپ " یعني شخصي استبداد قائم ہو جانا چاہیے - انگلستان میں گو اب تک اِس قسم کا خیال با ضابطہ ظاہر نہیں کیا گیا ، لیکن عملاً ملک اِسي طرف جارہا ہے - موجودہ کنسر ویٹیو وزارت بھي درحقیقت ایک قسم کي ڈکٹیٹر شپ ہي ہے اور اُس کے رجعي (قدامت پسند) ہونے میں تو کوئي کلام نہیں -

(تاریخ کا سبق)

آخر یہ صورت کیوں پیش آئي ؟ اِس انقلاب کي علت کیا ہے ؟ تاریخ ہمیں کیا سبق دیتي ہے ؟ جواب ظاہر ہے اور تاریخ عالم پر ایک سرسري نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے - تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھي سوسائٹي کے نظام میں برھمي پیدا ہوتي ہے اور دماغي بے ترتیبي اور اختلال ، عام ہوکر شورشوں اور بغاوتوں کا دروازہ کھول دیتا ہے ، تو ہمیشہ یہي نتیجہ ہوتا ہے جو جنگ کے بعد آج ہم دنیا میں اپني آنکھوں سے دیکھہ رہے ہیں - یعني مضبوط ارادے کے افراد برسر اقتدار آکر اپني شخصیتیں نمایاں کرتے ہیں اور نظام حکومت اپني مرضي کے مطابق استوار کردیتے ہیں -

انقلاب فرانس ، اِس دعوی کي سب سے بڑي اور صاف دلیل ہے - کیسے جوش و خروش سے قوم بغاوت کے لیے اٹھي ؟ حریت ، مساوات ، اخوت کا راگ کیسي بلند آھنگي سے الاپا ؟ کیسے کیسے اصول و مبادي کا اعلان کیا گیا ؟ لیکن نتیجہ کیا نکلا ؟ یہي نہ کہ آندھي کي طرح حریت و مساوات کي ہوائیں آئیں اور نکل گئیں پھر جو فضا میں سکون پیدا ہوا تو گرد و غبار کے اندر سے مستبد شخصیتیں حکومت کي بے نیام آبدار تلواریں لئے نمودار تھیں ! اِن شخصیتوں میں سب سے آخري مگر سب سے زبردست شخصیت نپولین بونا پارٹ کي تھي - اِس عجیب انسان نے یہي نہیں کیا کہ بغاوت اور انقلاب کا قلع قمع کردیا بلکہ ساتھہ ساتھہ اپني شہنشاہي بھي قائم

اور علم میں هوا هے جو لاهوتي پیشواؤں کا مبتدع دین هے اور ناقص و خام مدعیان علم کا کج اندیش علم هے ' تو هم بڑي آساني سے نه صرف پچھلي تاریخ کے تمام حوادث کي تعلیل کر سکینگے ' بلکه مستقبل کے واقعات پر بھي روشني ڈال سکینگے -

(۲)

انساني جماعتیں شعور رکھتي هیں مگر فکر نهیں رکھتیں - بلکه کها گیا هے که جماعت کي شعوري ترقي کا پیمانه ' اسکا وه فرد هے جو سب سے زیاده کمزور فکر ' سب سے زیاده مضطرب شعور ' رکھتا هے - جماعت جس طرح محض شعور رکھتي هے ' اسي طرح سراسر جمود سے بھي لبریز هوتي هے - اور یه که اسکا یه جمود ترقي کے گوناگوں میدانوں میں اسکے قدموں کے توازن کیلیے ضروري هے -

سالها سال سے علماء اجتماع یهي کهه رهے هیں جو گستاؤ لیباں کا نظریه هے - لیکن کبھي اُن کے ذهن میں یه حقیقت نهیں آئي که جماعت ' ایک جامد مخلوق هے - تغییر و تجدید بهت دیر میں میں قبول کرتي هے - اِس بارے میں مجھے صرف ایک انگریز عالم کارل پیرسن کا قول ملا هے - وه کهتا هے :

" ڈارون اور اسپنسر کي تصانیف میں بڑا فرق یه هے که اسپنسر کي کتابیں باوجود اپني تمام قوت و تاثیر کے جلد مٹ جائینگي - برخلاف اس کے ڈارون کي کتابیں باقي رهینگي - کیونکه اُن میں بے نظیر بصیرت اور قوت ادراک موجود هے - اِن کتابوں نے انفرادي اور اجتماعي زندگي کے لیے ایسے اصول و مبادي پیش کردیے ' جنهوں نے دنیا کو قدیم افکار کے بدلنے پر مجبور کردیا - نیز همارے اخلاقي مطمح نظر کو بھي اونچا کرنا اور همارے سامنے میدان زیاده وسیع کرنا شروع کردیا هے - بلا شبه اِن اصول و مبادي کا اثر بهت سست رفتار هے ' لیکن یه سست رفتاري همیں نا امید نه کرے - سب سے قوي موثر ' جو همارے اجتماعي بقاء کي عمارت محفوظ رکھتا هے ' وه وهي صفت هے جسے هم سب سے زیاده مکروه رکھتے هیں - یعني قدامت اور جمود کي صفت - اِسي قدر نهیں بلکه وه دهشت ناک مخالفانه صدائیں جو هر جدید فکر کے خلاف جماعت کي طرف سے بلند هوجاتي هے ' هماري اجتماعي زندگي کي حفاظت کے لیے قوي ترین موثر هیں - جماعت کا یه جمود اُس کے جسم کي محافظت کرتا هے اور نئے نئے تجربوں کا تختۂ مشق بننے نهیں دیتا - نیز صالح کو غیر صالح اور اصلح کو غیر اصلح سے متمیز کر دیتا هے "

عالم مادي اور جماعات انساني کي تکوین میں بهت بڑي مشابهت موجود هے - دونوں میں ایسے عناصر موجود هیں جو اُن کے نظام و توازن کي حفاظت کرتے هیں - چنانچه جس طرح جوهر فرد (ایٹم) میں دو متضاد کهربائي لهریں : ایجابي اور سلبي جاري هوتي هیں ' یا جس طرح تمام مادي دقائق میں جذب و دفع کي دو مخالف قوتیں جمع هوتي هیں ' ٹھیک اُسي طرح اجتماع انساني میں تقدم و جمود کے دو مخالف عناصر هوتے هیں - زندگي کے لیے موت لازمي هوتي هے اور موت کے لیے بعث (دوباره زندگي) ضروري هوتا هے - اِس طریقه پر غور کرنے سے هم سمجھه سکتے هیں که جماعت کي سلبي صفات جنهیں هم نا پسند کرتے هیں ' در حقیقت اُس کے بقاء کے لیے ناگزیر هیں .

اِس حقیقت کو زیاده وضاحت کے ساتھه سمجھنے کے لیے کوئي نرم ماده لے لو اور اُس پر دباؤ ڈالو ' تم دیکھوگے که دباؤ کے ساتھه هي اُس کي شکل بدل جائیگي - پھر دوباره اُسے دابو ' فوراً دوسري شکل اختیار کرلیگا - اس طرح هر دباؤ پر وه ایک نئي صورت میں تبدیل هوتا جائیگا - پس اگر انساني جماعت کي طبیعت بھي اِسي مادے کي طرح نرم هوتي ' اور اُس میں جمود و قدامت پرستي کي ٹھوس صفتیں نه هوتیں ' تو ظاهر هے ' کیسي طوائف الملوکي اور انتشار پیدا هوجاتا ؟ روز روز اُس میں تبدیلیاں هوتي رهتیں ' اور نظام انساني ته و بالا هوکر ره جاتا -

تمام عملي فلسفے شمار کرو . سقراط کا مذهب دیکھو ' کلبي ' اِبي کوري ' رواقي ' مشائي ' وغیرهم کے مذاهب پر نظر ڈالو . اِس کے بعد غور کرو که اگر اجتماع انساني کا مزاج نرم مادے کي طرح هر وقت تبدیلي قبول کرنے کي صلاحیت رکھتا ' تو ان بے شمار اور متضاد مذاهب کي موجودگي میں اُس کا کیا حال هوجاتا ؟ یقیناً اُس کا سارا نظام علم و فکر زیر و زبر هوجاتا اور کوئي وسطی و اصلح راه پیدا نه هوتي -

یهي حال سیاست ' دین ' زبان اور اُن تمام امور کا هے جن پر تمدن کے ستون قائم هیں -

پس اب یه واضح هوگیا که تقدم و ارتقاء ایک ایجابي قوت هے ' جسے باوجود مقاومت کرنے کے سلبي قوت یعني جمود کي صفت مدد دیتي اور آگے بڑھاتي هے - اگر اجتماع انساني ایک مادي دقیقه هوتا تو اُسکے جواهر باهم جذب و دفع کے متضاد عملوں میں مصروف نظر آتے - کیونکه یه متضاد عمل ' اُس کي هستي قائم رکھنے کیلیے ضروري هے - ٹھیک اِسي طرح تقدم و جمود کي متضاد صفتیں بھي اجتماع انساني کے بقاء و دوام اور نشوء و ارتقاء کیلیے لازمي هیں -

بنابریں همیں قدامت پرست جامدوں کو یک قلم برا نهیں سمجھنا چاهیے - انکا جمود بھي بقاء و حیات کیلیے اسي طرح ضروري هے ' جس طرح تجدد اور تقدم پر عمل کرنے والوں کا وجود ضروري هے - جامدین ' اجتماع انساني کیلیے ایک سلبي قوت هیں ' جو جماعت کي رفتار میں اعتدال و توازن پیدا کرتے رهتے هیں -

(۳)

هربرٹ اسپنسر نے اپني کتاب " مبادي معاشرت و اجتماع " ما بعد الالیات کے تطور کي بحث سے شروع کي هے - وه کهتا هے تطور کي تین قسمیں هیں : (۱) تطور غیر عضوي اور اسکا تعلق آسمان و زمین اور سیاروں کي بنا سے هے - (۲) تطور عضوي اور اسکا تعلق طبیعي ظواهر سے هے جنهیں هم طبیعت حیه اور مختلف درجوں کے نبات و حیوان کي ترکیب میں مشاهده کرتے هیں - پھر وه مظاهر ذهني (سائیکا لوجي) جو اُن صور حیه کا خاصه هیں جو ترقي کي اُس حد کو پهنچ گئي هیں جهاں طبیعت تطور نے انهیں اِن مظاهر کا اهل بنا دیا هے - (۳) تطور ما بعد الالیات یا ما بعد العضویات - یه في الحقیقت حالت اجتماعي کا سن بلوغ اور جماعت کے افراد میں تقسیم عمل هے -

اگر هم اِس اصول کي تحلیل کریں اور اپنے موضوع سے تطبیق دیں ' تو همیں ماننا پڑیگا که تطور مابعد الالیات ' نشوء کا وه آخري درجه هے جس تک حیواني جماعتوں کي ترقي پهنچي هے - انسان بھي اِس سب میں حیوان کا شریک هے بلکه مابعد الالیات میں اُس زیاده سے زیاده ترقي تک پهنچ گیا هے جهاں تک حیوان سے پهنچنا ممکن هے - اگر یهي هے تو پھر انسان کو باقي مخلوق پر کیا امتیاز حاصل هے ؟ انسان کا امتیاز یه هے که وه اپنے مابعد العقلیات سے ایک ایسي قوت حاصل کرتا هے جسکے ذریعه اپني عقل کو اپنے مجموع کي بھلائي میں لگاتا هے !

قبول کر لیتیں اور اُن پر عمل کرنے میں تیزی سے پیش قدمی کرتی ہیں - لہذا وہ زیادہ انقلاب پسند ہیں -

برخلاف اِنکے اِنگلو سکسن (انگریزی) قومیں ، زیادہ عملی ہیں - محض نظریوں سے متاثر نہیں ہوتیں - اُن کے جذبات اور دماغی رجحان زیادہ پائدار ہیں - وہ انقلاب کی طرف کم مائل ہوتی ہیں - جرمن قوموں کا بھی یہی حال ہے ، مگر ان میں احساس کسی قدر زیادہ ہے -

روس ، روحانی و نظری خیالات کی طرف سب سے زیادہ مائل ہیں - کمزور عقل اور کمزور ارادہ رکھتے ہیں - اِسی لیے ہر انقلابی دعوت کو لبیک کہنے کے لیے طیار رہتے ہیں - اِس خصوصیت میں اگر اُن پر کوئی سبقت لے گیا ہے تو وہ یہودی ہیں - یہ قوم باغیانہ دماغ رکھتی ہے اور ہر جگہ بغاوت کی تخم ریزی کرتی ہے - ایک محقق نے بتلایا ہے " اجتماعی نظامات پر سب سے زیادہ نکتہ چیں اور بغاوت کی سرگرم دعوت دینے والی کتابیں زیادہ تر یہودیوں ہی کے قلم سے نکلی ہیں - حتی کہ موجودہ سوشیلزم یا بالشویزم بھی ایک یہودی ہی کی ایجاد ہے - اِس کا نام کارل مارکس تھا - اور اِس مذہب کے بڑے بڑے ارکان مثلاً لینن ، ٹراسکی وغیرہ سب یہودی النسل ہیں - یہودیوں کے اِس خاصے کے دو سبب ہیں : اول یہ کہ وہ سامی نسل ہیں - اور معلوم ہے کہ سامی نسل فطرتاً خیالیات و نظریات کی دلدادہ ہوتی ہے - دوسرے یہ کہ مخصوص اجتماعی حالات نے یہودیوں کا دماغ باغیانہ کر دیا ہے - دنیا میں شاید سب سے زیادہ مصیبتیں اِسی قوم نے برداشت کی ہیں اور یہ اِسی کا نتیجہ ہے کہ اُسمیں بغاوت و انقلاب کی روح قائم ہوگئی ہے -

پھر یہ بات بھی خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ جو قومیں جمود و تقلید کی زیادہ دلدادہ ہوتی ہیں اور حالات کی تدریجی تبدیلی کے ساتھ اپنے تئیں بدلتی نہیں رہتیں بلکہ اپنے جمود پر اڑی رہتی ہیں ، وہ اگرچہ دیر میں انقلابی روح سے متاثر ہوتی ہیں مگر جب ایک دفعہ ہو جاتی ہیں تو پھر اُنہی میں سب سے بڑا انفجار بھی ہوتا ہے اور اچانک اُن کی سوسائٹی درہم برہم ہوجاتی ہے - اِس اصل کی بنا پر پیشین گوئی کی جاسکتی ہے کہ ہندوستان میں جب کبھی انقلاب ہوگا تو نہایت ہی ہولناک ہوگا اور پوری موجودہ سوسائٹی کو درہم برہم کر ڈالے گا - کیونکہ یہ ملک سخت جمود کی حالت میں رہا ہے اور تدریجی ترقی سے برابر انکار کرتا رہا ہے - ہندوستان میں جب انقلاب آئے گا تو دنیا بھر کے انقلابات سے زیادہ موثر ثابت ہوگا اور شاید سوسائٹی کی موجودہ کوئی چیز بھی باقی نہ چھوڑے گا - عادات و اطوار ، رسم و رواج ، خیالات و افکار غرضکہ کوئی شے بھی اُس کی ضرب سے نہ بچے گی - اگر ایسے ہولناک انقلاب سے بچنا ہو تو اُسکی صرف یہی ایک تدبیر ہے کہ ابھی سے ملک کو تدریجی ترقی پر لگایا جائے - جوں جوں حالات بدلیں ، ملک میں بھی تبدیلی پیدا کی جائے - ورنہ موجودہ جمود اور ٹھہراؤ ، آیندہ قیامت کا پیش خیمہ بننے والا معلوم ہوتا ہے -

* * *

علم اور دین

کیا فی الحقیقت علم اور دین دو محارب فریق ہیں ؟

رہ رہ کر شور اٹھتا ہے کہ دین اور علم میں نزاع قائم ہے ، اور یہ کہ علم اور دین ، دونوں کی فطرت میں اِس عداوت و تنافر کی بنیادیں مخفی ہیں - بلا شبہ یہ دعوی ایک مدت سے زباں زد خاص و عام ہے - مزید برآں تاریخ سے بھی اِسکی شہادت ملتی ہے - صرف تاریخ ہی نہیں ، خود ہمارا مشاہدہ بھی اِسکی تائید کرتا ہے - لیکن بایں ہمہ ابتک کوئی قطعی ثبوت اِس دعوے کی صحت کا نہیں ملا - تاریخی واقعات اور ہمارے مشاہدے کتنے ہی کثیر ہوں ، تاہم یقینی طور پر ثابت نہیں کر سکتے کہ دین اور علم کے طبائع فی الحقیقت باہم متضاد ہیں -

موجودہ تمدنی حالات پر ایک سر سری نظر ، اس دعوے کے مشکوک کر دینے کے لیے کافی ہے - موجودہ عہد میں مادی علم کا دھارا اتنی شدت و قوت سے بہہ رہا ہے ، جس کی نظیر کسی پچھلے زمانے میں نہیں مل سکتی - لیکن با وجود اس کے ٹھیک علم کے پہلو بہ پہلو ، ہم دینی روح کو بھی پوری مضبوطی سے قائم پاتے ہیں - کسی عہد میں بھی دینی روح انسانی قلوب میں بہ حیثیت عمومی اس سے زیادہ راسخ نہیں ہوگی ، جتنی اِس وقت ہے - بے شک ہم تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا پر ایسے تمدنی دور گزرے ہیں جن میں وقتی طور دین کا دبدبہ گھٹ گیا اور مادیت کے غوغا پر اُسکا نعرہ غالب نہ آ سکا ، لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ خارج میں دین کی آواز کتنی ہی پست کیوں نہ ہوگئی ہو ، روح کے اندر اُسکی بنیادیں ہمیشہ یکساں طور پر استوار رہی ہیں - انسانیت کی پوری تاریخ میں ایک لمحہ بھی ایسا بتایا نہیں جا سکتا ، جس میں دینی یقین و ایمان کے ستون متزلزل ہوگئے ہوں -

اگر واقعی دین اور علم میں معرکہ برپا ہوتا تو ابتک مدت کا فیصلہ بھی ہو چکا ہوتا - ۲۵ - صدیوں سے یہ دونوں نام نہاد حریف پہلو بہ پہلو چل رہے ہیں - مگر ابتک دنیا نے اُنکا کوئی فیصلہ کن معرکہ نہیں دیکھا - کیا یہ طویل و عریض مدت بھی فیصلہ کے لیے کافی نہ تھی ؟

لیکن فیصلہ ہوتا کیونکر ؟ دونوں میں اگر فی الحقیقت کوئی نزاع ہوتی تو اُس کا فیصلہ بھی وقوع میں آتا - یہاں سرے سے جنگ ہی نہیں ہے - حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے لیے فکر انسانی میں بالکل الگ الگ میدان رکھتے ہیں - یہی سبب ہے کہ دونوں ابدی اپنی جگہ پر باقی و قائم ہیں - دونوں کا کہیں بھی حقیقی تصادم نہیں ہوتا - دونوں فکر انسانی کے دو علحدہ علحدہ مظہر ہیں -

لیکن اگر حقیقت یہ ہے تو پھر اُس طویل اور خونیں تاریخ کی ہم کیا توجیہہ کریں جبکہ دینی پیشواؤں نے علم کا گلا گھونٹنے کی کوششیں کیں ؟ نیز اُس مبازرت طلبی کی کیا تاویل کریں جو اصحاب علم کی طرف سے اِس وقت تک دین کو دی جا رہی ہے ؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ دین جو طبیعت انسانی کا ثمرہ ہے ، اور وہ علم جو عقل انسانی کا نتیجہ ہے ، دونوں میں کبھی تصادم نہیں ہوا ، جو تصادم ہوا ہے وہ سراسر اُس دین

" ميرے خيال ميں سرکاري وکيل کي منطق يه خواهش تو نه رکھتي هوگي (قہقه)

" إس مسئله کے صاف کرديني کے بعد اب ميں اصلي موضوع پر متوجه هوتا هوں -

" جج اور جيوري ! اُس ضابطۂ قانون ميں ' جسے هم " قديم يورپين ضابطۂ قانون " کہه سکتے هيں ' ايک ايسا قانون موجود هے جس کي منسوخي پر گزشته سو برس سے تمام فلاسفه ' مفکرين ' اور حقيقي سياست داں زور دے رهے هيں - سب کا بيک زبان مطالبه رها هے که " مقدس تعزيرات " سے يه قانون هميشه کے ليے نکال ديا جائے -

" إس قانون کے متعلق بکاريا نے کہا تها " يه بے دين قانون هے " فرانکلين کہا کرتا تها " يه خوفناک قانون هے " ليکن هميں معلوم هے إن دونوں پر کبهي توهين قانون کا مقدمه نہيں چلايا گيا -

" إسي قانون کے بارے ميں لوئي فلپ نے (جس کا نام ميں اُس احترام کے بغير نہيں لے سکتا جو پيري اور بد نصيبي کے ليے اور هر اُس شخص کے ليے ضروري هے جو إس قانون کي قربان گاه پر بهينٹ چڑها هو) کہا تها " زندگي بهر ميں اس سے نفرت کرتا رها هوں " إسي قانون پر مسيو جيزو اور مسيو دي بروگلي نے سختي سے نکته چيني کي تهي -

" يهي وه قانون هے جسے هماري پارليمنٹ نے اب سے بيس برس پہلے تسليم کيا هے - يعني اکتوبر سنه ۱۸۳۰ ع ميں - حالانکه ٹهيک إسي زمانه ميں ايک نيم وحشي امريکن پارليمنٹ نے إسے ملک کے ضابطۂ قوانين سے خارج کرديا تها -

" يهي وه قانون هے جسے تين سال هوئے فرنکفورٹ کانگريس نے منسوخ کيا - اور إسي کو چند سال هوئے انجمن جمهوريت رومان نے باطل کرديے جانے کا فيصله کيا هے -

" يهي قانون هے جسے هماري مقنن مجلس نے سنه ۱۸۴۸ ع ميں بڑے پس و پيش کے بعد منظور کيا تها - يهي وه قانون هے جو إس وقت جب که ميں تقرير کر رها هوں اُن دو تجويزوں کے رحم پر زنده هے جو اُس کے خلاف هماري مقنن مجلس ميں پيش هيں -

" يهي وه قانون هے جسے ٹسکانيا اور روس ' دونوں ٹهکرا چکے هيں ' اور اب وقت آگيا هے که فرانس بهي اُسے نفرت سے ٹهکرا دے -

" يهي وه قانون هے جس کے سامنے سے انساني ضمير نفرت و کراهت کے ساتهه بهاگتا هے -

" وه قانون کيا هے ؟

" قتل !

" اور اے حضرات ! يهي وه قانون هے جس نے آج يه مقدمه پيدا کيا هے - يهي همارا حقيقي دشمن هے - ممکن هے سرکاري وکيل کو غصه آجائے - ليکن ميں يه کہے بغير نهيں ره سکتا که اُس کے پيچهے بهي يهي قانون چهپا کهڑا هے (قہقه)

" مجهے اعتراف هے که مسيو ليون فوشو کي طرح گزشته بيس برس سے ميں بهي يقين کرتا تها که " اب گلوٹين ' عام ميدانوں ميں ظاهر نهيں هوگي - ليکن مجهے يه بهي يقين تها که اب گلوٹين ' قانوني نقاب اوڑهتي جاتي هے - اب اُس کي حيثيت پہلے سے بہتر هوگئي هے - اب اُس نے ميدان چهوڑ ديا هے ' جہاں سورج چمکتا اور مخلوق جمع هوتي هے - اب وه سڑکوں کا هجوم پسند نهيں کرتي - اب اُس کا تماشه دل پسند نهيں رها - اب وه تماشه تاريکي ميں دکهاتي هے - " سان جاک " کے قيد خانے ميں - خالي جگه ميں - لوگوں کي نظروں سے دور - ميں إس پر مطمئن هوا - ميں نے اُسے اپنا منهه چهپاتے ديکها ' اور إس شرم و حيا پر مبارک باد دي - ليکن اے حضرات ! يه ميري غلطي تهي - کيوں که اُس نے بہت جلد إس عارضي حيا کا پرده چاک کرڈالا اور انتہائي بے شرمي کے ساتهه باهر نکل آئی !

" سان جاک کا قيد خانه يقيناً إس ملکۂ قتل (يعني گلوٹين) کے ليے توهين آميز هے - لہذا اب هميں طيار هو جانا چاهيے که جلد اُسے پهر عام ميدانوں ميں سورج کے نيچے ديکهينگے - جلادوں کي قطاريں اُس کے سامنے کهڑي هونگي - مسلح پوليس اور فوج اُس کے اعزاز ميں دست بسته هوگي - بہت ممکن هے اُس کا تخت خونيں ' اُسي بلديه (کارپوريشن) کے روشن دانوں کے نيچے بچهايا جائے ' جس کي کهڑکيوں ميں کهڑے هوکر بعض نالائقوں نے ۲۴ فروري کو اُسے چلا چلا کر گالياں دي تهيں -

" اب گلوٹين پهر طياري کر رهي هے - اُس نے سوچنا شروع کرديا هے که مضطرب هيئت اجتماعيه کو اپنے استقرار کے ليے ' پهر تمام پچهلي روايات کي طرف لوٹ جانا چاهيے - چونکه وه خود بهي ايک قديم رسم هے ' اس ليے اُسے بهي از سر نو آگے بڑهنا چاهيے - وه تمام مصلحين کے خلاف احتجاج بلند کررهي هے ' کيونکه اُنهوں نے انتہائي گستاخي کے ساتهه اعلان کيا تها که سر کاٹنے کا آله اُس مجمع کا نشان نهيں هوسکتا ' جس کي کتاب ' انجيل هے !

" وه إن مصلحين پر سخت خفا هے - کيونکه محسوس کرتي هے که إن خيالي آدميوں کے سامنے ' جو نظام اطاعت نهيں جانتے ' وه بے وقعت هوتي هے (قہقه) وه چاهتي هے دنيا پهر اُسکي عظمت کا راگ گائے اور اُسکے سامنے تعظيم سے جهک جائے اگر ايسا نهيں هے تو وه خفا هو جائيگي ' اپني توهين پر شور مچائيگي ' عدالت ميں دعوی کريگي ' اور معارضه طلب کريگي " (قہقه)

جج ــــ مقرر کے بيان پر استحسان يا مذمت کا اظهار قطعي طور پر ممنوع هے - إس موقعه پر قہقه نہايت نا مناسب هے -

وکٹر هيگو (تقرير جاري رکهتے هوے) " يه ملکۂ معظمه (گلوٹين) خون کي مالک هے - ليکن وه إسے کافي نهيں سمجهتي - وه جرمانے اور قيدخانے کي بهي حاکم بننا چاهتي هے -

" محترم عدالت ! جس دن ميرے سامنے وه پروانه پيش کيا گيا جو ميرے لڑکے کے نام آيا تها - يعني إس مقدمه کا سمن ' (آج کل هم کتنے عجائبات ديکهه رهے هيں اور هميں عجائبات ديکهنے کا کس قدر عادي هونا چاهئے ؟) مجهے اعتراف کرنا چاهئے که وه پروانه ديکهکر ميري حيرت کي کوئي حد نه رهی - ميں نے تعجب سے کہا - کيا ؟ ... تو کيا اب هم إس حد تک پہنچ گئے هيں ؟ کيا اب هم إس وجه سے مجرم قرار پائينگے که عقل ' ضمير ' آزادي خيال ' اور قانون طبيعت کے حامي هيں ؟ کيا اب هم سے صرف مادي احترام کافي سمجها نهيں جاتا (جس سے هميں کبهي انکار نهيں هوا ' جو هم پر واجب هے ' اور جسے هم فعلاً پيش بهي کر رهے هيں) بلکه اب هم سے مطالبه کيا جا رها هے که معنوي احترام بهي إن سزاؤں کيليے پيش کريں جو انساني ضمير کو پاش پاش کر رهي هيں - جنهيں ديکهکر هر عقلمند کا رنگ فق هو جاتا هے - جنسے دين نفرت کر رها هے ؟ وه سزائيں جو سنگ دلي سے بهي بڑه کر ايک برائي هيں - جنکے نفاذ کے بعد اُنکي تلافي محال هے - جو بالکل اندهي هيں - وه سزائيں جو انساني خون سے تر بتر هيں - جو دين سے بالکل دور هيں - وه جب مجرم کے سر پر نازل هوتي هيں تو شبه هوتا هے که انسانيت إس عالم ميں موجود نهيں هے - جب بے گناه پر پڑتي هيں تو خود خدا کے وجود ميں شک پيدا هو جاتا هے ...

كيا قانون كي نكته چيني، قانون كي توهين هے ؟

تاريخ قوانين مدينه كا ايك صفحه

وكٹر هيگو كي تقرير اپنے لڑكے كي حمايت ميں

(۱)

سنه ۱۸۵۱ كا واقعه هے كه فرانس ميں ايك مجرم كو قتل كي سزا دي جا رهي تهي - مجرم نے گلوٹين (انقلاب فرانس كے آلۂ قتل؛) پر چڑهنے سے انكار كيا ' شور مچايا ' واويلا كيا ' نوحه و بكا كيا ' سخت جسماني مزاحمت كي ' مگر اُسكي كوئي سعي كارگر نهيں هوي - عدالت فيصله كرچكي تهي - جلادوں نے بے دست و پا كركے اُسے گلوٹين پر چڑهايا اور قتل كرديا گيا -

فرانس كے مشهور شاعر و كاتب وكٹر هيگو كے لڑكے چارلس هيگو نے يه منظر اپني آنكهوں سے ديكها ' تو بے اختيار هوگيا اور قتل كي سزا كے خلاف اخبار L, Evenement ميں ايك مضمون شائع كيا - حكومت كي نظر سے يه مضمون گزرا تو كاتب پر قانون كي توهين كا مقدمه دائر كيا ' كيونكه اِس مضمون ميں براه راست قانون كي اِس نوعيت پر حمله كيا گيا تها -

اِس واقعه نے فرانس ميں سخت هلچل ڈال دي - بيك وقت دو بحثيں پيدا هوگئيں : سزائے قتل كي اخلاقي حيثيت اور قانون كي " نكته چيني " اور قانون كي " توهين " ميں فرق - اِنهي دونوں اهم بحثوں پر وكٹر هيگو نے ۱۱ جون سنه ۱۸۵۱ كو عدالت ميں ايك بهت هي بليغ اور پُر زور تقرير كي - اِس موضوع پر يه تقرير بے نظير سمجهي جاتي هے - اِس مين فرانس كے شاعر نے قوت واستدلال اور قوت خطابت دونوں كا بهترين مظاهره كيا هے -

اِس تقرير كي قانوني اور ادبي ' دونوں حيثيتيں ايسي هيں كه ضروري هے ' اردو علم ادب اس سے خالي نه رهے - هم نے حتى الوسع لفظي ترجمه كيا هے -

(وكٹر هيگو كي تقرير)

" سركاري وكيل كے ابتدائي الفاظ سننے كے بعد ميں نے يقين كرليا تها كه وه الزام سے دست بردار هو جائيگا - ليكن ميرا يه يقين ' محض بے بنياد وهم ثابت هوا اور بهت جلد دور هوگيا - سركاري وكيل نے متعدد كوششيں كيں (جو سب كي سب نا كام رهيں) كه موضوع كو محدود و محصور كردے - ليكن موضوع كي طبيعت نے اُسے تفصيل پر مجبور كر ديا - نتيجه يه هوا كے تمام پهلو روشني ميں آ گئے ' اور وكيل كي خلاف مرضي معامله نے اپني پوري اهميت حاصل كرلي - ليكن مجهے اِس نتيجه پر كوئي شكايت نهيں هے -

" ميں اب بلا كسي تمهيد كے فوراً الزام كا مقابله كرتا هوں -

" ليكن سب سے پہلے همیں ايك بنياد پر متفق هو جانا چاهيے - كيونكه مشهور مقوله هے " موضوع كي عمده تعريف ' عمده بحث پيدا كرتي هے " پس همیں سب سے پہلے يه طے كر لينا چاهيے كه " قانون كي حرمت " كے معنی كيا هيں ؟ يه اس ليے كه آج كي بحث كي بنياد يهي مسئله هے -

" نا ممكن هے اِس جمله كے معنے يه هوں كه قانون كي حرمت كے بهانے سے قانون پر نكته چيني روك دي جائے - اِس جمله كے معني اس سے زياده كچهه نهيں هو سكتے كه قانون كي تنفيذ كا احترام كيا جائے اور بس - يه جمله ' نكته چيني كي پوري آزادي ديتا هے ' سخت سے سخت نكته چيني كي بهي ' بلكه مذمت كي بهي - صرف ايك قانون هي كي نهيں بلكه خود ملك كے دستور (كانسٹي ٹيوشن) كي بهي جو سب سے اعلیٰ قانون هوتا هے -

" يه جمله همیں پوري آزادي ديتا هے كه تشريعي قوت (قانون ساز قوت) كو كسي " خطرناك " قانون كي منسوخي پر آماده كريں - اِسي قدر نهيں بلكه يه همیں اجازت ديتا هے كه قانون كي راه ميں هر قسم كي اخلاقي اور معنوي دشوارياں حائل كريں - بلا شبه وه همیں مادي دشوارياں پيش كرنے كي اجازت نهيں ديتا -

" قانون نفذ هونے دو ' اگرچه كتنا هي خراب ' كتنا هي ظالمانه ' كتنا هي وحشيانه هو - اپنے دل و دماغ كے سامنے اُسكي شكايت كرو - مقنن سے شكوه كرو - مگر خود قانون كو روكو نهيں - اُسے جاري هونے دو - ببانگ دهل كهو كه وه خراب هے - ظالمانه هے - وحشيانه هے - ليكن اُسكي راه روك كر كهڑے نه هو -

" هم نكته چيني كرينگے - مذمت كرينگے - مگر بغاوت نهيں كرينگے - يهي وه حقيقي معنیٰ هيں ' يهي وه وحيد معنیٰ هيں " قانون كے احترام " كے ' اگر يه نهيں تو اے حضرات ذرا غور تو كيجيے -

" قانون سازي كا مشكل عمل دو قسموں پر منقسم هوتا هے : مقنن اور اخبارات - اگر ميري تشريح قبول نه كي جائے تو اِسكا نتيجه اسكے سوا كچهه نهيں هو سكتا كه دوسري قسم معدوم هو جائيگي - كيونكه اخبارات كا فرض هے كه قوانين پر نكته چيني كركے مقنن كو قانون سازي ميں مدد ديں ' وه مدد جس كے بغير كوئي قانون مكمل نهيں هو سكتا - جب يه قسم معدوم هو جائيگي تو قدرتي طور پر پهلي قسم ' يعني مقنن كا وجود بهي بيكار هو جائيگا - يعني هماري پارليمنٹ معطل هو كر ره جائيگي اور اُس كے ليے اِس كے سوا كوئي كام باقي نه رهے گا كه هميشه كے ليے بند هو جائے -

---

فرد اور جماعت كبهي متفق نهيں هوتے - وه هميشه دو متضاد وجود هيں - دونوں كي طبيعت ايك دوسرے سے بالكل مختلف هے - دليل يه هے كه ايك هي زمانه ميں رهنے والے افراد كي عظيم تعداد كبهي بهي جماعت كے تطور اور اُسكے مظاهر پر متنبه نهيں هوتي اور نه اس تطور كو بهلائي اور امن كي طرف لانے كي كوشش كرتي هے - فرد جماعت كے تطور سے خود بهي تطور حاصل كرتا هے - ليكن اُسكے وقوع كي اُسے هرگز كوئي خبر نهيں هوتي - پهر خود جماعت بهي اپنے تطور كا كوئي احساس نهيں كرتي ' يهانتك كه امتداد زمانه ' جماعت كے تدريجي تطور كو نماياں كر ديتا هے اور آئنده نسليں اُسے محسوس كرتي اور ديكهتي هيں -

فرد كا جماعت كے شعور كے ماتحت آجانا اُسے اپني مستقل عقليت سے دور كر ديتا هے - جماعتي شعور كا دهارا اُسے جدهر چاهتا هے ' بہا ليجاتا هے : شر كي طرف يا خير كي طرف - جماعتي شعور اور انفرادي عقليت كي جنگ نے پوري انساني تاريخ بنائي هے - تمام جنگي حوادث ' اجتماعي انقلابات اور مختلف مدنيتوں كے قيام ميں همیں هر جگهه يهي حقيقت نماياں نظر آتي هے - يهي روح ' انسانيت كي گردن پكڑے هميشه كهينچتي هوئي دكهائي ديتي هے -

مگر اِن کوششوں کے باوجود بهي شهر عکاء صليبيوں کے قبضه ميں باقي رها ' اور اُن تمام نقصانوں کي تلافي کرتا رها جو اُنهيں اپنے مشرقي مقبوضات سے محرومي کي وجه سے پهنچے تهے - يه ديکهکر ملک اشرف بن قلاؤون نے چاها ' يه مقام بهي اُن سے واپس لے ليا جاے - چنانچه اُس نے حمله کيا اور سنه ۱۲۹۱ ع ميں کامياب هوگيا -

عکا کے واقعه کے بعد مشرق کي فتح کے دروازے ايک مرتبه پهر مغرب پر بند هوگئے - ليکن وه نا اميد نه هوا ' اور روم کے پاپا اور يورپ کے پادشاه برابر حمله کي طياريان کرتے رهے - چنانچه چارلس هشتم شاه فرانس نے عزم مصمم کرليا تها که اپنے جنگي بيڑوں کي قوت سے فلسطين اور مقامات مقدسه پر قبضه کرلے - ليکن تجارتي مفاد نے اُس وقت جنگي کارروائياں کرنے کي اجازت نہيں دي - اور مشرق و مغرب کا تصادم هوتے هوتے رک گيا -

عکا کي فتح کے بعد مشرقي تجارت کي باگيں مصر کے هاتهه آگئي - اب بحر متوسط کي تجارت پيشه قوموں کيليے اِسکے سوا کوئي چاره نه تها که اسکندريه ' دمياط ' اور بيروت کے بازاروں کا طواف کريں - چنانچه وينس اور جنيوا وغيره کے تاجر اِن بازاروں پر ٹوٹ پڑے - کيونکه مشرق کي مصنوعات او هندوستان کي پيداوار حاصل کرنے کا اور کوئي دوسرا راسته اُنکے سامنے موجود نه تها - اُس زمانے ميں هندوستان کے گرم مسالے يورپ ميں از حد مقبول تهے اور غذا کا لازمي جزؤ بن گئے تهے - يه مسالے بهي مصر هي کے راستے يورپ کو حاصل هوتے تهے -

اِس تجارتي مرکزيت نے مصر کو دولت و ثروت کا بهي مرکز بنا ديا - بادشاه اور باشندے مالا مال هوگئے تهے - تمام يورپ ميں قاهره " قاهرهٔ عظمیٰ " کے نام سے پکارا جاتا تها !

(راس اميد کي دريافت)

تقريباً دو سو برس تک يهي حالت رهي - يهانتک که سنه ۹۲۲ه (۱۵۱۶ع) ميں مصر اپني آزادي سے محروم هوگيا - اُسکي تجارتي مرکزيت کو شايد اب بهي کوئي نقصان نه پهنچتا ليکن مصيبت يه هوئي که اُسي زمانے ميں پرتگاليوں نے " راس اميد " دريافت کرلي اور اس طرح مصر کي سياسي اور تجارتي ' دونوں اهميتيں ختم هوگئيں -

راس اميد' اتفاقيه طور پر دريافت نہيں هوا بلکه ضرورت نے اُسکي طرف رهنمائي کي تهي - يوں کهنا چاهئے که هندوستان کي تجارت اُس کا باعث هوئي - حقيقت يه هے که قديم زمانے سے هندوستان ' دنيا کي سياست ميں زبردست موثر رها هے - اسکي فتح کے ليے دنيا ميں بے شمار انقلاب پيدا هوئے اور بے شمار ملکوں کي آزادياں پامال هوئيں - يهي نہيں بلکه نئي دنيا يعني امريکا کا اکتشاف بهي اِسي هندوستان کي طمع و شوق ميں هوا -

عکا سے محروم هوجانے کے بعد يورپ نے ديکها که مشرق اور هندوستان کي تجارت کيليے اب وه يک قلم مصر کے رحم پر هے ' اور بلا وجه مصر کو بے شمار محصول ادا کرتا هے - چنانچه عقلاء يورپ نے غور کرنا شروع کيا که هندوستان تک پهنچنے کي کوئي ايسي راه نکلے جسميں مصر کا توسط نه هو - اِس مشکل کے دو حل اُنکے سامنے آئے : ايک يه که بحر اٹلانٹک ميں مغرب کي طرف سيدهے چلے جائيں ' يهانتک که هندوستان کے ساحل پر پهنچ جائيں - دوسرے يه که افريقا کا چکر لگا کر هندوستان پهنچيں -

يه دونوں نظريے' پہلے جنيوا ميں پهر لشبونه (پرتگال) ميں مشهور هوئے - لشبونه سے يه خيال اسپين پهنچا اور يه دونوں ملک اُس پر سنجيدگي سے غور کرنے لگے -

(کولمبس کي مهم)

پهلا نظريه يعني بحر اٹلانٹک ميں غرباً سفر' سب سے پہلے جنيوا کے ايک باشندے کولمبس نے پيش کيا - ميں کهتا هوں " سب سے پہلے " حالانکه اِس سے ميري مراد " اهل يورپ ميں سب سے پہلے " هے - کيونکه يه ايک تاريخي حقيقت هے که کولمبس سے بهت پہلے اندلس اور مصر کے مسلمان اِس پر غور کرچکے تهے - صرف غور هي نہيں بلکه اُسے عمل ميں بهي لا چکے تهے ' اگرچه کامياب نه هوسکے -

ميرا فرض هے که يه تاريخي حقيقت ' جس پر انسان اور زمانے کي ناانصافيوں نے پردے ڈال رکهے هيں ' روشني ميں لے آوں -

علماء يورپ هميں بتاتے هيں که سب سے پہلے کولمبس کو خيال پيدا هوا که بحر اٹلانٹک ميں غرباً چلنے سے هندوستان تک پهنچ سکتے هيں - چنانچه يه خيال لے کر وه لشبونه گيا اور جان ثاني شاه پرتگال کے سامنے پيش کيا - ليکن يه بادشاه بد نصيب تها اُس نے کولمبس کي بات نه ماني بلکه اُسے مجنوں قرار ديا - کولمبس خفا هوکر اسپين چلا گيا اور فرڈيننڈ اور ملکهٔ ايزابلا کے سامنے اپنا نظريه پيش کيا - نتيجه يه نکلا که وه نئي دنيا تک پهنچ گيا جس کا نام اُس وقت لوگوں نے " مغربي هند " (Indes Occiden Tales) (۱) رکها تها کيونکه کولمبس کا اراده' هندوستان پهنچنے کا تها - اِسي کي تلاش ميں امريکه نکل آيا - اِسي ليے اُسے هندوستان هي سے تعبير کيا گيا -

ليکن جب که کولمبس ' لشبونه ميں يه خيال ليے هوئے بحر اٹلانٹک کي متلاطم موجوں پر اميد کي نظريں ڈال رها تها ' تو کيا اُس کے دل ميں يه خيال بهي گزرا تها که اِسي لشبونه ميں کهڑے هوکر عرب ٹهيک اِسي مقصد بلکه اِس سے بهي بڑے مقصد سے سمندر پر نظريں ڈال چکے هيں ؟

کيا کولمبس کو يه خبر پهنچي تهي که اِسي لشبونه کے مسلمانوں نے اُس سے بهت پہلے اراده کيا تها که بحر ظلمات ميں تحقيقات کے ليے در آئيں ؟

کولمبس کو شايد معلوم نه هوا هو' ليکن يه واقعه تاريخ کے صفحات پر ثبت هے - لشبونه کے اُن مسلمانوں ميں سے جو " مغرورين " کے لقب سے مشهور هيں ' آٹهه عم زاد بهائيوں نے کمر همت چست کي - جهاز طيار کيے - کئي مهينے کا کهانا پاني جمع کيا ' اور اُس هوا کے آغاز پر جو اُنهيں مغرب کے کناروں تک ليجا سکتي تهي' بحر ظلمات ميں روانه هوگئے - اُن کے سفر کا حال شريف ادريسي نے اپني کتاب " نزهة المشتاق في اختراق الآفاق " ميں لکها هے - اهل لشبونه اپنے اِن " مجنونوں " کو بهولے نہيں بلکه اُن کي يادگار باقي رکهنے کے ليے اپنے شهر کے ايک محله کا نام " درب المغرورين " رکهديا -

---

(۱) گيارهويں صدي هجري کے عرب مصنفين کي کتابوں ميں بهي امريکا کا نام (الهنود المغربية) لکها هے - ديکهو مقدمه " کتاب العز و المنافع للمجاهدين بالبارود و المدافع " جو مصر کے سلطاني کتب خانے ميں محفوظ هے -

" ليکن نهيں ! نهيں ! هرگز نهيں ! هم ابهي إس حد تک نهيں پهنچے هيں . . . ميں نے کها مجهے پروانه ديکهکر سخت حيرت هوئي (آپ عنقريب جان لينگے ميري حيرت کس درجه عظيم تهي) کيونکه ميں نے خيال کيا ' اگر إس " جرم " کا کوئي حقيقي مجرم هے ' تو وه ميرا بيٹا نهيں ' خود ميں هوں -

" ميں إس وقت عدالت کے سامنے پوري صفائي سے اعلان کرتا هوں که إس جرم کا حقيقي مجرم ميں هوں ' ميں ! کيونکه گزشته ۲۵ سال سے ميں هي إن سزاؤں کے خلاف هر ممکن ذريعه سے جنگ کر رها هوں -

" ميں تصريح کرتا هوں که گزشته ۲۵ سال سے ميں نے هر طريقه سے " انساني زندگي کي حرمت " بچانے کي کوشش کي هے - يعني وهي جرم کرتا رها هوں جو إس وقت ميرے لڑکے پر عائد کيا جا رها هے - ميں نے يه جرم اپنے لڑکے سے بهت پہلے شروع کيا تها ' اور إس سے کهيں زياده سخت طريقه پر اُسکا ارتکاب کرتا رها هوں - مهربان سرکاري وکيل ! ديکهو ' ميں خود اپنے خلاف گواهي دے رها هوں - ميں اقبالي مجرم هوں - حلفيه اقبال کرتا هوں - ميں نے هر موقعه پر يه جرم کيا هے - بار بار کيا هے - اصرار کے ساتهه کيا هے - هميشه کرنے کا عزم رکها هے - يه عزم إس وقت بهي ميرے قلب ميں موجود - بلکه إس وقت بهي ميں إس جرم سے آلوده هو رها هوں - خود عدالت کے سامنے آلوده هو رها هوں !

" هاں . . . ميں خود اپني زبان سے بغير کسي جبر و اکراه کے اپنے جرم کا اعلان کرتا هوں - ميں اعلان کرتا هوں که ميں زندگي بهر اُن تمام قوانين کي بيخ کني کرتا رها هوں جو وحشيانه هيں - ميں هميشه إس بوڑهے قانون کا دشمن رها هوں جو کهتا هے " آنکهه کے بدلے آنکهه اور دانت کے بدلے دانت " محترم جج اور جيوري ! ميں آپکے سامنے قسم کها کر کهتا هوں که آئنده بهي زندگي بهر ايسے تمام قوانين سے جنگ کرتا رهونگا - ميں ايک مصنف کي حيثيت سے عمر بهر اپنے قلم سے اُنکي مخالفت کرونگا ' اور ايک مقنن کي حيثيت سے اپني آواز هميشه اُنکے برخلاف بلند رکهونگا -

" اے حضرات ! ميں اعلان کرتا هوں (يه کهکر مقرر نے حضرت مسيح عليه السلام کي تصوير کے طرف اپنے دونوں هاتهه پهيلا ديے جو عدالت کے کمرے ميں آويزاں تهي) إس ذات کے سامنے جو إسي قانون قتل کي قربان گاه پر بهينٹ چڑهائي گئي ' جسکے سامنے إس وقت هم کهڑے هيں - يه مقدس تصوير هميں إس وقت ديکهه رهي هے - ميں إس مقدس " قرباني " کے سامنے قسم کے ساتهه يه اعلان کرتا هوں - يه وه هستي تهي جسنے انسانيت کي ابدي تعليم کي خاطر ' اپنے تئيں جلادوں کے حواله کر ديا - انساني قانون نے اُسے سولي پر لٹکايا ' حالانکه اُسکا وجود خود " قانون الهي " تها -

" هاں ميں إسي تصوير کے روبرو بار بار کهتا هوں که ميرے لڑکے نے جو کچهه لکها ' وه صرف إس وجه سے لکها که ميں نے بچپن هي سے اُسے إسکي تلقين کي تهي . . . کيونکه وه جب سے ميرا جسماني لڑکا هے ' اُسي وقت سے ميرا روحاني فرزند بهي هے - کيونکه وه کوشش کرتا هے که اپنے باپ کي راه پر چلے - ليکن بيٹے کا باپ کے طريقے پر چلنا بهي ايک عظيم جرم هے - واقعي يه جرم ميرے ليے سخت حيرت انگيز هے !

" حضرات ! ميں اعتراف کرتا هوں که يه الزام واقعي ميرے ليے شديد تعجب کا موجب هے . . . . . . "

تاريخ و عبر

هندوستان کي تجارت پر مشرق و مغرب کا تصادم

* * *

امريکا اور راس اميد کے اکتشافات

* * *

واسکو ڈي گاما نے ايک عرب کے ذريعه کاميابي حاصل کي

* * *

مشهور مصري کاتب و محقق احمد زکي پاشا نے اپنے ايک سلسلۂ مضامين ميں مندرجۂ بالا عنوانوں پر جو روشني ڈالي هے ' وه نهايت اهم اور دلچسپ هے - انکي بحث خلاصه حسب ذيل هے :

" صليبي جنگوں نے بهت سي مغربي قوموں کے مقبوضات ' شام ميں پيدا کر ديے تهے - ايشيا کے دروازوں پر إن مقبوضات سے يورپ کو بهت فوائد حاصل هوئے - تمام مشرق کي مصنوعات حاصل کرنے اور هندوستان سے تجارت بڑهانے کے بهترين موقع ميسر آگئے صليبيوں نے کبهي کبهي إتني قوت بهي پيدا کرلي تهي که خود دمشق اور قاهره سے خراج وصول کيا کرتے تهے - (۱) انهوں نے کرک پر قبضه کر کے حجاز کے راسته پر تسلط حاصل کرليا تها - عقبه اور طور پر بهي قبضه جمانے کي کوشش ميں تهے ' اور قريب تها که پورے بحر احمر پر چها جائيں - (۲)

ليکن مشرق قريب کے سلاطين ' عين وقت پر بيدار هوگئے - اُن ميں باهم سخت حسد و منافست تهي - تاهم مشترک خطرے کے سامنے متفق هوگئے ' اور اسدالدين ' نورالدين ' صلاح الدين ' نجم الدين ' ملکۂ شجرة الدر ' ملک الظاهر بيبرس ' منصور قلاؤوں ' کي يادگار کوششوں نے مصر اور شام کي سر زمينيں يورپين حمله آوروں سے پاک کرديں -

(۱) ديکهو ابن فضل الله کي مسالک الابصار

(۲) ابن فضل الله نے اپني کتاب " التعريف بالمصطلح الشريف " ميں لکها هے که اهل فرنگ نے کرک ميں بحري بيڑے طيار کيے اور اُنهيں ليکر بحر قلزم ميں پهنچے ، تاکه حجاز پر حمله آور هوں اور اپنے دل کا بخار نکاليں - لکن ايوبي اور عادلي همتوں نے اُنهيں پست کرڈالا - صلاح الدين ايوبي نے اُنکے بهت سے آدمي گرفتار کرليے اور منى بهيجدیے تاکه جمرة العقبه پر اُسي طرح ذبح کرڈالے جائيں جس طرح قرباني کے جانور ذبح کيے جاتے هيں - چنانچه ايسا هي کيا گيا - (منه)

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم
(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ الہلال)

"جوف" سے "حائل" تک اونٹ کی پیٹھ پر دس دن کی مسافت ہے۔ راستہ نہایت ہی اُجاڑ اور بیابانی ہے۔ ہم کبھی ریگ کی بلند پہاڑیوں پر چڑھتے تھے۔ کبھی نشیبی وادیوں میں ہوتے تھے۔ کبھی ایسی بلند پگڈنڈیوں پر چلتے جن کے نیچے ہولناک گہرائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ راستہ ایسا دشوار گزار اور خطرناک ہے کہ اونٹ کا ذرا قدم ڈگمگا جائے تو ہلاکت یقینی ہے۔ عظیم بلندی پر سے انسان فوراً تحت الثریٰ میں جا پہنچے۔

اس سفر میں پہلے ۶ دن تک کہیں پانی نہیں ملا۔ اگر پانی ہمارے ساتھ مشکوں میں اور اونٹوں کے ساتھ اُنکے پیٹ میں نہ ہوتا تو موت یقینی تھی۔ اس تمام مدت میں غسل کرنا کیا معنی غسل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پانی کا ایک ایک قطرہ خود زندگی کی طرح قیمتی تھا۔

ساتویں دن علی الصباح ہمیں "جبہ" نام ایک آبادی ملی۔ یہاں کے تمام مکان ایسی سفید مٹی سے بنے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ چند شیوخ مجھے پوچھتے ہوئے آئے اور مہمان بننے کی درخواست کی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ انھیں پہلے ہی خبر پہنچ گئی تھی کہ ایک مصری، شاہ نجد کی ملاقات کے لئے آرہا ہے۔ "لہذا" انھوں نے کہا "ہمارا اخلاقی فرض تھا کہ تمھیں اپنا مہمان بناتے"

نویں دن ہم "قنا" میں پہنچ گئے۔ یہ بہت ہی چھوٹا گاؤں ہے۔ حتی کہ یہاں ہمیں کھانے کے لئے ایک بکری بھی مول نہ مل سکی لیکن ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ کیونکہ تھوڑے فاصلہ پر تین گاؤں اور تھے۔ ان میں سب سے بڑا گاؤں "ام جلدان" ہے اور اس کی آبادی صرف ۸۰ گھر ہیں۔ مکانوں کے گرد خرمے کے چند درخت ہیں۔ یہاں کے باشندے حرف "قاف" کا تلفظ "گاف" کی طرح کرتے ہیں۔

حائل

دسویں دن "حائل" ہمارے سامنے تھا۔ سلطان ابن سعود کے عمزاد بھائی امیر عبد العزیز بن مساعد بن جلوی، حاکم حائل کا نائب ہمارے استقبال کے لئے شہر کے باہر موجود تھا۔

ہم نے اپنے تمام پچھلے صحرائی سفر میں حائل سے زیادہ آباد کوئی مقام نہیں دیکھا۔ یہ ایک حد تک شہر کا حکم رکھتا ہے۔ آبادی وسیع ہے۔ سڑکیں کشادہ اور منظم ہیں۔ بازار بھی بہت بڑا ہے جس میں اونٹوں اور مویشیوں کی تجارت بڑے پیمانہ پر ہوتی ہے۔ حائل، مدینہ منورہ سے ۸ دن، شام سے ۱۵ دن، اور عراق سے بھی تقریبًا ۱۵ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ تجارت کا ایک مرکزی مقام ہے۔ ہندوستان کے چاول کی یہاں بڑی منڈی ہے۔ اس علاقے کی اصلی غذا یہی چاول ہے۔ قسم قسم کی ترکاریاں، سبزیاں، اور میوے بھی بڑی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ نخلستان بے شمار ہیں۔ لیکن کھجور بدمزہ اور گھٹیا قسم کی ہوتی ہے۔ میں نے عورتوں کو بازار میں روٹی، میوے، ترکاری، مرغی، انڈے بیچتے دیکھا۔ وہ سیاہ کرتے پہنے تھیں۔ اوپر سے سفید چادریں اوڑھے تھیں۔ نہایت باوقار اور سنجیدہ تھیں۔ خریداروں سے ضرورت بھر بولتی تھیں، مگر اس قدر آہستہ کہ کوئی دوسرا آدمی اُن کی آواز نہیں سُن سکتا!

یہاں یہ عجیب بات دیکھی کہ صرف فرانسیسی سکہ، جسے یہ لوگ "شوشی" کہتے ہیں، مستعمل ہے۔ انگریزی یا ترکی سکے نہیں چلتے۔

ایک دن میں حاکم حائل کے نائب کا مہمان رہا۔ دوسرے دن خود حاکم، امیر عبد العزیز بن مساعد نے مجھے اپنے دار الحکومت میں مدعو کیا اور غیر معمولی خاطر تواضع کی۔ پہلی نظر میں دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ امیر شاید متکبر و مغرور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ نہایت ہی منکسر مزاج، خوش اخلاق، اور خوش صحبت ہے۔ وہ اپنے اس صوبے میں اور اس کے اطراف کے تمام شمالی علاقوں میں سلطان ابن سعود کے ماتحت مطلق العنان حاکم ہے، اُس کے احکام کے سامنے کوئی روک کھڑی نہیں ہوسکتی۔ لیکن اُس کے احکام کتاب و سنت کے احکام کے ماتحت ہوتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ سے بال بھر تجاوز کرنا اس علاقے میں ایسا جرم ہے کہ اُس کے لئے کوئی معافی نہیں!

حاکم کے پاس دو موٹریں ہیں جن پر وہ اکثر سفر کیا کرتا ہے۔ موٹر چلانے والا ایک شامی عرب ہے۔ دوسرا نجدی ہے۔

حاکم کے ایک مصاحب کے ساتھ میں قید خانہ دیکھنے گیا۔ مجھے یقین تھا، مجرموں کی بڑی بھیڑ دیکھوں گا۔ مگر قید خانے میں پہنچکر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ وہاں ایک قیدی بھی موجود نہ تھا۔ صرف محافظ سپاہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ میں نے تعجب سے پوچھا "قیدی کہاں ہیں؟" سپاہیوں نے جواب دیا "جب مجرم ہی نہیں ہیں تو قیدی کہاں سے آئیں!" اسوقت مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی احکام شریعت، جرائم کی بیخ کنی کے لئے بہترین قانون ہیں۔ اور یہ کہ نجد سے زیادہ احکام شریعت کی پابندی کسی مسلمان قوم میں نہیں ہے۔ حائل جیسی وسیع آبادی کے قید خانے میں ایک قیدی کا بھی موجود نہ ہونا، یقینًا اس بیسویں صدی میں اعجوبہ کا حکم رکھتا ہے۔

حائل کی آب و ہوا نہایت معتدل ہے۔ یہاں میٹھے پانی کا ایک چشمہ موجود ہے اور اپنے طبی خواص میں "فیشی" کے معدنی چشمے کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کا پانی ہر قسم کا نمک پگھلا دیتا ہے۔ گردے کے جملہ امراض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ خون صاف کرتا ہے اور حیرت انگیز سرعت سے غذا ہضم کردیتا ہے۔ اس چشمے کا نام "السلیح" ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چشمے ہیں۔ یہ سب شیریں اور عمدہ ہیں۔ آب و ہوا کی اسی خوبی کا نتیجہ ہے کہ یہاں کے باشندے خوب توانا تندرست ہیں۔

اب سے پہلے حائل، ابن الرشید کی ریاست کا پایۂ تخت تھا۔ یہ ریاست ایک زمانہ میں ریاض کے خاندان سعود کے تابع تھی پھر کچھ مدت خود مختار رہی۔ اب ایک مرتبہ پھر خاندان سعود کے زیر نگیں آگئی ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

حائل کے باشندے، دراصل قبیلۂ "شمر" کے افراد ہیں۔ یہ قبیلہ صحرا میں بود و باش رکھتا تھا۔ پھر اُس کا ایک بڑا حصہ کٹ کر شہری بن گیا، اور حائل میں آباد ہوگیا۔

حائل میں "اخوان" بکثرت نظر آتے ہیں۔ انھیں یہاں "حبالن" کہتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ سرخ ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ چھوٹے عمامے باندھنے والے معمولی لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ بڑے عمامے والے شیخ ہوتے ہیں۔ نجد میں اس گروہ کو سب سے زیادہ اہمیت و قوت حاصل ہے۔ حائل، احسار، اور حجاز کی فتوحات انہی کے ہاتھوں واقع ہوئی ہیں۔ تمام عرب میں ان کی شجاعت اور پامردی کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ بڑی بڑی فوجوں پر ان کا نام رعب و ہیبت طاری کردیتا ہے۔ اب سے چند سال پہلے یہ سخت وحشی اور جاہل تھے۔ دین کا کوئی حکم بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن آج ان میں سے ہر شخص شریعت کے تمام عملی احکام کا عالم ہے۔ نجد و حجاز میں اتباع شریعت اور ترک بدع و نواہی کی مبلغ یہی جماعت ہے۔

قصیم

حائل میں ایک ہفتہ سلطان کی مہمانی میں رہ کر ہم نے پھر سفر شروع کردیا۔ اب منزل مقصود "بریدہ" تھی۔ بریدہ، حائل سے ۸ دن کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ صاف اور میدانی ہے۔

راستہ میں سب سے پہلی آبادی "مدرہ" کی ملی۔ اس گاؤں کا منظر نہایت دلفریب ہے۔ اس کے گرد کھیت ہیں، اور دور دور تک سر بفلک پہاڑیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑ بہت ہی دلچسپ منظر پیش کرتے ہیں۔ انکے نیچے میدانوں پر سنہری ریگ بچھی ہوئی ہے اور از حد نظر فریب ہے!

راستہ میں ایک قابل ذکر واقعہ پیش آیا۔ ہمارے قافلہ کے ایک مسافر کی اونٹنی رات کو کہیں بھاگ گئی۔ ہر چند تلاش ہوئی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ عین ناامیدی کے وقت ایک بدو نظر آیا۔ اُس سے پوچھا گیا تو اُسنے کہا "میں نے اس شکل کی اونٹنی فلاں مقام پر دیکھی تھی میں اُسے لا سکتا تھا، مگر اس ڈر سے ہاتھ نہیں لگایا کہ چور نہ سمجھا جاؤں" اس واقعہ سے مجھے اہل نجد کی امانت و دیانت کا اور بھی زیادہ یقین ہوگیا۔ میں جتنی زیادہ جستجو کرتا گیا، مجھے معلوم ہوتا گیا کہ چوری اور قزاقی نجد میں بالکل نامعلوم ہے۔

راستہ میں چار گاؤں اور بھی ملے: کہفہ، جوارہ، ذنال، اور شقرہ۔

کولمبس کو بیشک یه امتیاز حاصل هے که وه امریکا تک پہنچ گیا - لیکن کس طرح پہنچا ؟ کیا اُس کے وهم میں بهي یه بات موجود تهي که بحر ظلمات کے دامنوں میں ایک اور دنیا بهي چهپي هوئي هے ؟ إس کا کوئي ثبوت موجود نهیں - وه تو هندوستان کے ارادے سے نکلا تها اور محض اتفاق سے امریکا پہنچ گیا - لیکن لشبونه کے مسلمان تو إسي دنیا کي تحقیق کے لیے نکلے تهے - اُنهیں هندوستان کي فکر نه تهي - نه تجارت و دولت کي طمع تهي - اُن کے سامنے صرف جغرافیائي تحقیقات تهي - ظاهر هے که کولمبس اور اُن کے نقطۂ نظر میں کتنا اختلاف تها اور دونوں میں کون زیاده تحسین علم کا مستحق هے ؟

یهي نهیں بلکه کولمبس سے ڈیڑه سو برس پہلے هي مسلمانوں نے امریکا کا تصور کرلیا تها - ملک الناصر محمد بن قلاؤن کے عهد میں ایک عالم ' قاهره میں موجود تهے - اِن کا نام ابو الثناء محمود بن ابي القاسم الاصفهاني تها - ابن فضل الله العمري اپني کتاب " مسالک الابصار في ممالک الامصار " (جلد ۱ صفحه ۳۱) میں اِن کا یه قول لکهتے هیں :

" میں اِسے بعید نهیں سمجهتا که زمین کے اِس رخ پر پاني کے هٹ جانے کي وجه سے جو خشکي نمودار هوگئي هے ' ویسي هي خشکي زمین کے دوسرے رخ پر بهي موجود هو - چونکه یه مستبعد نهیں هے ' اِس لیے یه بهي مستبعد نهیں که اُس طرف کي خشکي پر بهي ویسے هي حیوان و نباتات موجود هوں ' جیسے هماري اِس زمین میں موجود هیں ' یا وه کسي اور جنس و نوع کے هوں "

(واسکو ڈي گاما اور راس امید)

هندوستان تک پہنچنے کے پہلے نظریه نے امریکا کو ظاهر کیا - اب دوسرا نظریه همارے سامنے آتا هے - اِس سے مقصود یه تها که بحر اٹلانٹک میں افریقه کے گرد گهوم کر هندوستان کي راه نکالي جائے -

یه خیال سب سے پہلے جنووا میں رهنے والے دو بهائیوں : اوگولینو Ogolino اور ویڈینو Vadino کو هوا - وه اس مهم پر روانه بهي هوگئے مگر کامیاب نه هوے اور غرق هوگئے -

لیکن یه خیال برابر زنده رها اور همتیں بڑهاتا رها - اُس وقت پرتگال کے ملک میں بڑي تجارتي بیداري موجود تهي - پرتگالي ' همت و شجاعت میں تمام یورپین قوموں کے آگے تهے - پرتگال کي نازک اندام عورتوں کا بهي اِس حرکت میں بڑا حصه تها - اُنهوں نے اعلان کر دیا تها که وه اُنهي لوگوں سے شادي کرینگي جو افریقا کے ساحلوں پر اپني شجاعت و بسالت ثابت کر دینگے - نتیجه یه هوا که پرتگالي نوجوان سواحل افریقا پر ٹوٹ پڑے ' اور بتدریج بهت سي بندرگاهوں کے مالک بن گئے - اِن مهموں میں عربوں اور یهودیوں نے اُنکي بڑي مدد کي - یه لوگ افریقا سے اُس وقت سب سے زیاده واقفیت رکهتے تهے - اِنهوں نے پرتگالي بادشاهوں خصوصاً شاه هنري کو (جو ملاح کے لقب سے مشهور تها) اپني قیمتي معلومات سے آگاه کیا ' اور اِس طرح افریقا کي تحقیق و فتح میں پرتگالیوں کے رهنما بنے - یهي عرب اور یهودي تهے جنهوں نے پرتگال کو گینیا کي سونے کي کانوں سے آگاه کیا تها - غرضکه سنه ۱۴۱۳ سے سنه ۱۴۸٦ تک پرتگالي اپنے مقبوضات ' سواحل افریقا پر پهیلاتے رهے ' یهانتک که سنه ۱۴۸٦ میں پرتگالي امیر البحر جنوبي افریقا کے آخري نقطه تک پہنچ گیا - یهي وه مقام هے جس کا ذکر قطب الدین نهروالي نے اپني کتاب " البرق الیماني فی الفتح العثماني " میں اِس طرح کیا هے " یه جگه ساحل کے قریب ایک آبنائے میں واقع هے - اس کے ایک جانب پہاڑ هے اور دوسري جانب بحر ظلمات هے - یهاں سمندر سخت طوفاني حالت میں رهتا هے - کشتیاں تک نهیں سکتیں - ٹوٹ جاتي هیں "

پرتگالیوں نے اِس مقام کا نام " راس طوفان " رکها تها - لیکن جان ثاني شاه پرتگال نے اِس کا نام " راس امید " رکهدیا - کیونکه اِس کي دریافت نے براه راست هندوستان تک پہنچنے کي امید پیدا کردي تهي -

لیکن یه امید جان کي زندگي میں پوري نهیں هوئي - اس کي وفات کے بعد اُس کا بیٹا عمانویل ثاني تخت نشین هوا - اِسنے واسکو ڈي گاما کو سنه ۱۴۹۷ میں اِس مهم پر روانه کیا تا که هندوستان کي راه دریافت کرے - اِس شخص نے سفر شروع کیا - راس امید عبور کرکے سواحل کفره میں پہنچا - پهر ممباسه آیا ' پهر ملنده میں وارد هوا - یهیں اِسکي ملاقات حسب تصریح قطب الدین کے (جیسا که " برق یماني " میں مذکور هے) " ایک بحري آدمي سے هوئي - اسکا نام احمد بن ماجد تها - اِسي نے نشه کي حالت میں واسکو ڈي گاما کو هندوستان کا سیدها راسته بتا دیا - اور اس کے بعد بحر هند میں پرتگالیوں کي کثرت هوگئي " لیکن خود پرتگالي مورخ ' احمد بن ماجد کا کوئي ذکر نهیں کرتے - البته ایک ایسے آدمي کا وجود ضرور تسلیم کرتے هیں جو واسکو ڈي گاما کا شریک سفر هوگیا تها - اور اُسکا نام وه " معلم کنه " Malem Cana بتاتے هیں اور کهتے هیں که وه هندوستان پہنچ کر گجرات میں فوت هوگیا - بعضوں نے اُسکا نام Malem Canaque لکها هے -

بعض پرتگالي مورخ کسي ایسے شخص کا وجود تسلیم نهیں کرتے - اُنکا بیان هے که سلطان ملنده نے واسکو کے ساته اپنے ملک سے دو آدمي کر دیے تهے جو بحر هند سے بخوبي واقف تهے -

بهر حال یه ثابت هو جاتا هے که راس امید کي دریافت میں عربوں کا بهي حصه هے اور راس امید سے هندوستان تک پہنچنے میں تو سراسر عربوں هي نے رهنمائي کي تهي -

---

مختارات

(اخبار نویسي)

سلطان عبدالحمید نے معزول هونے کے بعد کہا " اگر میں یلدز (محل) میں لوٹ سکوں تو اخبار نویسوں کو ایک هي قید خانه میں بند کردونگا "

" اِس ملک میں هر دس آدمیوں میں صرف ایک شخص کو انشا پرداز هونا چاهیے " (روزولٹ - امریکا)

" اخبار نویس کي صورت دیکهر شیطانوں کا باوا ' ابلیس ' بهي کانپ جاتا هے " (ولیم سٹیڈ)

" کیوڑے مکوڑوں میں سے اخبار نویس بهي هے " (ملکۂ اسپین)

" اے قلم تو نهایت خوبصورت هے لیکن میري سلطنت میں تو شیطان سے بهي بدتر ثابت هوا هے " (آخري زار روس)

پرتگال کے معزول بادشاه " مانویل " نے اخبار نویسوں سے کہا " تمهیں نے مجهے برباد کیا هے "

جمهوریه وینزولا (امریکا) کے صدر " کاسترو " کا قول هے : " اگر جهنم کا پهاٹک بهي میں کهلا دیکهوں تو اُتنا نه ڈرونگا جتنا اخبار نویس کے قلم سے ڈرتا هوں "

عنوان شرفت ہوگا۔ بقایا تین پلٹنوں میں ابھی کچھ گڑبڑ ہو۔ لیکن مجھے یقین ہو وہ بغاوت نہیں کریں گے۔ میری خواہش ہو، کہ وہ بھی منحرف ہوجائیں۔ تاکہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے۔ منٹگمری"

منٹگمری عیسائیت کی تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا کرتا تھا۔ اس مذہب کی ضرب المثل نرم مزاجی اور حلم و بخشش کا سخت مداح تھا، لیکن اسنے بھی ایسے ظالمانہ فعل کی تائید کی۔ اس کے بعد اسنے ہڈسن کو ایک چٹھی لکھی یہ وہ شخص تھا جسنے بہادر شاہ کے لڑکوں کو سخت بیرحمی سے قتل کیا تھا۔ انگریز مورخین میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جسنے ہڈسن کے اس فعل کی مذمت نہ کی ہو۔ لیکن منٹگمری اسے لکھتا ہو:

"میرے پیارے ہڈسن۔

میں تمھیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے بادشاہ کو گرفتار کرلیا اور اس کے بیٹوں کو قتل کردیا۔ میں امید کرتا ہوں تم اسی طرح اور شاہزادے بھی قتل کروگے۔ منٹگمری"

ایک آدمی اتنا مجروح تھا کہ وہ مقتل پر جانے کے قابل نہ تھا۔ منٹگمری کی ہدایت کے مطابق اسے سرکاری گواہ بنایا گیا۔ چنانچہ کوپر کو مفصلہ ذیل خط لکھا ہو۔ مجروح مذکور کو لاہور بھیجدیا جائے، تاکہ وہ خود اپنی زبان سے امرتسر کے واقعات بیان کرے۔ بغیر اس کے کوئی شخص اعتبار نہیں کرے گا، علاوہ ۲۶ پلٹن کے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے جو آوارہ پھر رہے ہونگے۔ ان سب کو گرفتار کرکے ہماری طرف بھیجدو۔ تم کافی تعداد میں قتل کرچکے ہو، اب ہمیں اپنی فوجوں کے لئے کچھ آدمی چاہئیں۔"

ایک کے بدلے ۵۰۰

اس مجروح قیدی اور ۴۱ آدمیوں کو لاہور بھیجا گیا۔ جہاں وہ بے دریغ قتل کردیئے گئے۔ کوپر خود اقبال کرتا ہو کہ کمان افسر کے قتل کے بعد دو دن کے اندر، اس کے بدلے ۵۰۰ آدمیوں کا خون بہایا گیا۔

کانپور میں ایک کنواں ہو۔ جہاں چند انگریزوں کو قتل کرکے پھینک دیا گیا تھا۔ لیکن اجنالہ میں بھی ایک کنواں ہو۔ جہاں سیکڑوں ہندوستانی قتل کرکے پھینک دیئے گئے۔

رسل اپنی ڈائری میں لکھتا ہو" ایک افسر نے جو رینالڈ کی فوج کے ساتھ سفر رہا تھا۔ مجھ سے ذکر کیا کہ ہندوستانیوں کو اندھا دھند قتل کیا جاتا تھا، دو دن کے عرصے میں ۴۲ آدمیوں کو سڑک کے کنارے پھانسی دی گئی۔ مقتولین میں وہ لوگ تھے جو پلٹن کو اس کی راہ میں مل جاتے تھے ۱۲ آدمیوں کو محض اس وجہ سے پھانسی دی گئی کہ جب پلٹن کوچ کر رہی تھی تو ان کے منہ سڑک کی طرف نہ تھے۔ دوسری طرف دیکھ رہے تھے! جو گاؤں راہ میں آتا تھا، جلا دیا جاتا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ یہ افسوسناک واقعات کانپور کے حادثہ سے بہت پہلے ہوئے تھے۔ اگر ہندوستانیوں کا یہ قتل عام کانپور کے واقعہ کے بعد ظہور پذیر ہوتا تو پھر بھی ہم لوگ شاید حق بجانب ہوتے۔ افسر مذکور نے ان مظالم کے روکنے کی کوشش کی اور رینالڈ سے کہا کہ اگر یہی حالت رہی تو لوگ دیہات خالی کرکے بھاگ جائیں گے اور فوج کے لئے خورد و نوش کا سامان بہم پہنچانے میں سخت دقت واقع ہوگی۔ بالآخر یہی ہوا۔ جہاں کہیں فوج جاتی تھی دیہات بالکل ویران ہوجاتے تھے۔ لوگ غلہ دینے سے گھبراتے کیونکہ انھیں علم تھا کہ اگر انھوں نے یہ نیک کام کیا تو پھر بھی انھیں پھانسی ضرور دی جائے گی"

ایک پادری لکھتا ہو" انگریز ہندوستانیوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں۔ کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ انکے ملازم بھی جو عام طور پر غدر کے زمانہ میں وفادار رہے تھے، ان کی بدسلوکی اور بے رحمی سے نہ بچ سکے۔ لیکن حیرانی کی بات یہ ہو کہ پھر بھی انکی وفاداری اور نمک حلالی میں فرق نہ آیا۔ بہت سے ڈولی بردار اور سائیس جو ہماری نوکری میں زخمی ہوئے تھے، زمین پر پڑے سسک رہے تھے مگر کسی نے علاج معالجہ کی مطلق پرواہ نہ کی۔ وہ دن کے وقت دھوپ میں پڑے رہتے۔ رات کے وقت سردی میں۔ جب دہلی کے باشندوں کا قتل عام ہوا، تو ان میں بہت سے ایسے آدمی تھے جو ہماری کامیابی پر خوش تھے۔ اور ہماری فتح یابی کے لئے دعائیں مانگتے تھے، لیکن اُن کی بھی دعائیں انکے واسطے ہلاکت ثابت ہوئیں۔ بعض نوجوان انگریز تو ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے۔ وہ علانیطور پر کہتے تھے" تمام خدمت گاروں اور پوربیوں کو جو کیمپ میں ہیں تہ تیغ کردیا جائے" یہ وہ ملازم تھے۔ جنھوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہماری خدمت کی تھی"

ونسنٹ سمتھ نے بھی اپنی تاریخ ہند میں تسلیم کیا ہو کہ بہت سے ہندوستانیوں نے ہماری جان بچانے کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

کے (Kaye) اپنی کتاب میں قتل عام سے پیشتر کے واقعات یوں لکھتا ہو:

" مارشل لا کو جاری ہوئے عرصہ ہوگیا ہو۔ وہ ظالمانہ قانون جو مئی اور جون میں مجلس مقننہ نے پاس کئے تھے، بڑی شدت سے اپنا کام کررہے تھے۔ فوجی اور سول افسر ہندوستانیوں کو بلاتمیز قتل کررہے تھے۔ گورنر جنرل نے جو خط و کتابت پارلیمنٹ سے اُن دنوں کی تھی، اس میں صحیح ہو کہ بے گناہ بوڑھوں، عورتوں، اور بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ دیہات جلائے جاتے تھے۔ ان کے باشندوں کو بھی آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ انگریز فخریہ طور پر کہا کرتے تھے" ہم نے کوئی آدمی بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا"!

واقعات قبل از حادثہ کانپور

ایک دفعہ چند چھوٹے لڑکے محض شرارتاً، باغیوں کا سا لباس پہنکر ڈھول بجانے لگے۔ انھیں گرفتار کرکے مقدمہ چلایا گیا اور فوجی عدالت نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ ایک انگریز افسر جو کورٹ مارشل کا رکن تھا، روتا ہوا کمان افسر کے پاس گیا۔ اور ان کی جان بخشی کی سفارش کی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی، اور ان معصوم بچوں کو پھانسی دے دی گئی۔

دیہات میں انگریزوں کی جماعتیں چکر لگاتی تھیں، جو کوئی ملتا تھا اسے کسی درخت پر لٹکا کر پھانسی دے دی جاتی تھی۔

پٹنہ میں مسٹر ٹیلر کمشنر کا گواہ بنانے کا عجیب طریقہ تھا۔ اسنے ایک قیدی سے کہا اگر تم مجھے تین ایسے آدمیوں کے نام بتادو جو واجب القتل ہوں تو میں تمھاری جان بخش دوں گا۔ لیکن اسنے ایسے آدمیوں کے نام لئے جن کے نام سے وہ خود بھی واقف تھا، اس لئے قیدی قتل کیا گیا!

آگرہ اور سہارنپور میں بھی پھانسی کا رواج بڑے زوروں پر تھا دیہاتی لوگ گروہ در گروہ گرفتار کرکے لائے جاتے تھے۔ ان میں بہت تھوڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی، جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہوگا لیکن تمام قیدی فی الفور بغیر کسی تحقیقات کے قتل کردیئے جاتے تھے!

دہلی ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو فتح کی گئی۔ مسز کولینڈ بیان کرتی ہو کہ ایک ہفتے کے اندر کمان افسر نے چار یا پانچسو آدمی بے دریغ کر ڈالے۔ گورکھ سپاہی ان خونناک مناظر میں نہایت دلچسپی لیتے تھے۔ نواب جھجر کو بھی انہی دنوں میں پھانسی دی گئی، لوگ کہتے ہیں کہ اسنے بڑی دیر کے بعد جان دی۔

ایک دفعہ ایک جوہری مسز گارسٹن کے پاس سامان بیچنے کے لئے آیا۔ مسز گارسٹن نے کہا تم بہت زیادہ قیمت مانگتے ہو، میں ابھی تمھیں مٹکاف صاحب کے حوالے کردوں گی۔ وہ اس نام سے ایسا مرعوب ہوا کہ سامان وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا، اور پھر واپس نہ آیا اسکا سے ہندوستانی سخت ڈرتے تھے۔ کیونکہ "جو کوئی اس کی گرفت میں آتا ہو، وہ اسے قتل کردیتا ہو"

کورٹ مارشل کسی پر رحم نہیں کرتی تھی۔ جو کوئی گرفتار ہوتا تھا ضرور ہی قتل کردیا جاتا تھا۔ شہر کے چوک میں ایک بڑی پھانسی کھڑی کی گئی تھی۔ ۵، ۶ آدمی ہر روز پھانسی دیئے جاتے تھے۔ انگریز افسر بڑی متانت سے پاس بیٹھ کر یہ مناظر دیکھا کرتے۔!

گورنر جنرل نے ۲۴ دسمبر ۱۸۵۷ء کو جولائی کے واقعات کے متعلق ایک مفصل رپورٹ لکھی تھی۔ ذیل میں اُسکا اقتباس دیا جاتا ہو:

اس زمانہ میں لوگ بلاامتیاز پھانسی دیئے گئے۔ ان میں ایسے آدمی بھی تھے۔ جن کے برخلاف محض شک تھا۔ سیکڑوں دیہات لوٹے گئے، اور بعد ازاں جلا دیئے گئے۔ ان خونناک حرکات سے وہ قومیں بھی سخت ناراض ہوگئیں۔ جو حکومت کی وفادار تھیں۔ شمالی ہند میں قحط پڑگیا۔ کیونکہ ایسی اندھیر نگری میں باقاعدہ کاشتکاری کرنا ناممکن تھا، جو سپاہی رخصت پر گھر آئے تھے یا جو پلٹنوں کے ٹوٹ جانے کے بعد اپنے گھروں کو واپس جارہے تھے اور جنھوں نے بغاوت میں مطلقاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ بلکہ انگریزوں کی جان بچانے میں مدد کی تھی، ان سب کے ساتھ انگریزی فوجیں وہی سلوک کرتی تھیں جو باغیوں سے کیا جاتا تھا۔ گورنمنٹ کے ماتحت افسروں کی ان افسوسناک حرکات سے ملک میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ گورنمنٹ ہندوؤں اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر اب تل گئی ہو"

تجنڈی لکھتا ہو۔ " گورنمنٹ محض پھانسی اور قتل عام کی وجہ سے چل رہی تھی۔ جب لکھنؤ فتح کیا گیا تو بے شمار آدمی پھانسی پر چڑھا دیئے گئے۔ اُس وقت یہ تمیز نہیں کی جاتی تھی کہ آیا قیدی سپاہی ہو یا اودھ کا کسان ہو؟ صرف اتنی بات کافی تھی کہ چہرا سیاہ ہو۔

آرٹن نے بمبئی ٹیلیگراف میں ایک مراسلہ بھیجا تھا جس کا مضمون یہ ہو۔ " جب ہماری فوج دہلی میں داخل ہوئی۔ تو جو آدمی فصیل کے اندر ملا، اسی جگہ سنگینوں سے مار دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ کئی گھروں میں سے ۴۰ - ۴۰ - ۵۰ - ۵۰ آدمی پکڑے گئے، یہ لوگ باغی نہیں تھے۔ شہر کے باشندے تھے۔ انہیں کامل اُمید تھی کہ انھیں معاف کردیا جائے گا، لیکن وہ سخت مایوس ہوئے۔"

ہومز اپنی تاریخ میں لکھتا ہو" بے گناہ آدمی مارے جاتے تھے وہ جان بخشی کے لئے ہاتھ جوڑتے تھے۔ بوڑھے آدمی جو خوف اور عمر کی وجہ سے کانپتے تھے، گاجر مولی کی طرح کاٹے جاتے تھے لیکن انگریزوں کو بھی کافی اشتعال دلایا گیا تھا۔ کیونکہ انکے چند آدمی شہر کی گلی کوچوں میں مارے گئے تھے۔"

یہی مصنف بیان کرتا ہو کہ جونہی ہم دہلی میں داخل ہوئے۔ لوٹ مار شروع ہوگئی۔ جو ہندوستانی ملتا تھا گولی سے مار دیا جاتا تھا۔ شراب خانے اور دیگر دکانیں لوٹ لی گئیں اور انگریزوں نے شراب پی کر جہاں کہیں ہندوستانیوں کا مجمع دیکھا، ان پر ٹوٹ پڑے۔ ایسی حالت میں بیچارے باشندے کیا کرتے؟ کیا وہ انگریز سپاہیوں کو پکڑ کے کمان افسر کے پاس لے جاتے؟ لیکن وہاں تو یہ حال تھا کہ کمان افسر سے لیکر معمولی سپاہی تک، سب ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے تھے۔"

مسٹر بارٹن جو ٹائمز کا نامہ نگار تھا، ۱۶ نومبر ۱۸۵۷ء کو لکھتا ہو" کل میں اور ایک افسر مع ۲۰ سپاہیوں کے شہر میں چکر لگا رہے تھے۔ ہم نے ۱۴ مقتول عورتیں دیکھیں۔ جن کے گلے انکے شوہروں نے کاٹ ڈالے تھے، اور انکے اوپر چادریں ڈھانپ دی تھیں۔ ہم نے ایک آدمی

آخر الذکر گاؤں میں نمک کا پہاڑ ہے اور خود باشندوں کی ملکیت ہے۔ وہ حکومت کو محصول ادا کئے بغیر نمک نکالتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔

بریدہ کے حاکم، مبارک بن مبیرک، کو ہماری آمد کی خبر مل گئی تھی۔ اُسنے آبادی سے باہر آکر سلطان کی طرف سے ہمارا خیر مقدم کیا اور مہمان بنایا۔ یہ حاکم بھی نہایت خوش اخلاق اور متدین ہے۔

بریدہ، ریگ کے میدان میں واقع ہے۔ حائل کی طرح یہاں بھی عمارتیں بکثرت ہیں۔ یہاں بھی زراعت اچھی ہوتی ہے۔ نخلستان بہت ہیں۔ اس کی کھجور اگرچہ چھوٹی ہے مگر پر مغز اور شیریں ہوتی ہے۔ لیکن اُس میں یہ سخت عیب ہے کہ دیر ہضم ہوتی ہے۔ بریدہ، اس تمام علاقے کا، جسے قصیم کہتے ہیں، پایۂ تخت ہے۔ وسط نجد میں بریدہ سب سے زیادہ متمدن جگہ ہے۔ یہاں شہروں کی طرح سہ منزلہ عمارتیں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ یہاں کے باشندے نجد میں سب سے زیادہ متمدن، دولتمند، چست و چالاک، اور تجارت کے ماہر ہیں۔ یہ لوگ حجاز، شام، مصر، بلکہ ہندوستان تک کے بازاروں سے بڑی بڑی تجارتیں کرتے ہیں۔ تجارت نے اُنکے تعلقات، متمدن دنیا سے پیدا کر دئے ہیں۔ وہ بہت ملنسار اور سلیقہ مند ہو گئے ہیں۔ اُن کی زبان بھی غیر نجدیوں کے لئے سہل ہے۔ مجھے اُن کے دسترخوان پر شبہ ہوتا تھا کہ یہ مصر یا شام کا دسترخوان ہے۔ کیونکہ الوان و اقسام کے شہری کھانے موجود ہوتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ ان میں مذہبی تعصب بھی بہت کم ہو گیا ہے۔ حتی کہ میں نے اُنھیں خفیہ تمباکو بھی پیتے دیکھا ہے۔ تمباکو کا نام نجد میں "تتین" ہے اور اُس کا رکھنا تک جرم ہے۔ سلطان ابن سعود کی حکومت میں بریدہ کے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوان بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہیں۔

بریدہ میں تین دن قیام کرکے ہم نے 'ریاض' کا رُخ کیا۔ نجد کے پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے یہاں سے دو راستے ہیں: طریق وادی اور طریق مستوی۔ آخر الذکر زیادہ مختصر ہے۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ فتح حجاز کے بعد سلطان عبدالعزیز پہلی مرتبہ نجد واپس آرہے ہیں اور جلد ہی ریاض پہنچنے والے ہیں۔ لہذا ہم نے مختصر راستہ اختیار کیا تاکہ سلطان سے پہلے پہنچ جائیں اور اُن کا شاہی استقبال دیکھ سکیں۔

چار دن کے سفر کے بعد ہم ایک گاؤں "ابوشیبہ" میں پہنچے۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ سلطان ۲۶ موٹروں کے جلوس کے ساتھ آج ہی یہاں سے گزرے ہیں۔ راستے میں کوئی قابل ذکر مقام یا واقعہ پیش نہیں آیا۔ الّا یہ کہ یہاں کے باشندے ٹڈی کھانے کے بہت دلدادہ ہیں۔ اتنے دلدادہ کہ مجھے حیرت ہو گئی۔ دنیا ٹڈی سے پناہ مانگتی ہے۔ مگر یہ اُس کی آمد کی دعائیں مانگتے ہیں، اُسے بہت مبارک سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ٹڈی کو خشک کرکے رکھ لیتے ہیں اور دور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں کو بطور قیمتی تحفے کے بھیجتے ہیں۔ چنانچہ مصر میں نجدی تاجروں کے پاس ٹڈیوں کی تھیلیاں آتی رہتی ہیں اور بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں!

ریاض سے پہلے ہمیں کئی آبادیاں ملیں۔ مثلاً: تنجرہ، برہ، درعیہ وغیرہ۔ درعیہ، نجد کا تاریخی شہر ہے۔ یہیں سے خاندان سعود نے ظہور کیا۔ یہی نجد کا قدیم پایۂ تخت ہے۔ یہی وہابیت کا اولین مرکز ہے۔ یہیں نجدیوں اور ابراہیم پاشا مصری کی فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ شہر کے کھنڈروں میں اب تک مصری توپوں کے نشان موجود ہیں۔ درعیہ سے متصل ایک گاؤں "عیینہ" ہے۔ یہ بھی بہت تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہیں سے مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تھا۔

آٹھویں دن ہم ریاض پہنچ گئے۔ شہر خوب آراستہ تھا۔ ہر طرف مسرت کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ تمام نجد سے مبارکباد دینے کے لئے وفد آئے ہوئے تھے۔ کیونکہ سلطان نجد، حجاز فتح کرکے واپس ہوئے تھے۔

سلطان کو ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے ہو گئی تھی۔ اُنھوں نے اپنا خاص نمائندہ میرے استقبال کے لئے شہر کے پھاٹک پر بھیجا۔ وہ مجھے اپنے ہمراہ قصر شاہی میں لے گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں سلطان کے حضور پہنچا۔ مگر اُنھوں نے اس طرح میرا خیر مقدم کیا گویا عمر بھر سے میرے دوست ہیں۔ جب اُنھیں میرے سفر کی غرض معلوم ہوئی تو بہت مسرور ہوئے اور جزیرۃ العرب کے حالات کی تحقیق میں میری ہر طرح امداد کا وعدہ فرمایا۔

سلطان نے نہایت فراخدلی سے میری تواضع کی۔ پورا ایک مکان میرے قیام کے لئے خالی کردیا۔ مجھے اجازت دی کہ جب چاہوں اُن کی*

*مجلس میں بے تکلف آسکتا ہوں۔ نیز اپنے افسروں کو حکم دیا کہ معلومات کی جمع و ترتیب میں میری ہر طرح مدد کریں۔

مطبوعات جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

(۲)

بلیک ہول اور عید کی قربانی

کوپر جو ان دنوں امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا، اپنی کتاب "فساد پنجاب" میں لکھتا ہے: "۲۶ نمبر پلٹن نے ۳۰ جولائی کو لاہور میں بغاوت کرکے اپنے کمان افسر کو قتل کردیا تھا۔ اس کی پاداش میں تمام سپاہی تہ تیغ کر دئے گئے!"

۱۳ مئی کو ۲۰۰ ہندوستانی سپاہیوں سے احتیاطاً ہتھیار لے لئے گئے تھے، تقریباً تین ماہ تک ان پر سکھ اور انگریز پہرا دیتے رہے۔ ۳۰ جولائی کو سخت طوفان باد آیا۔ اور قیدیوں میں غیر معمولی جوش و خروش پایا گیا۔ اس اثنا میں ایک سپاہی تلوار لے کر باہر آیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا۔ آؤ انگریزوں کو قتل کردیں۔ چنانچہ اس نے جاتے ہی کمان افسر کو قتل کردیا۔ اور تمام فوج طوفان کی اوٹ میں بھاگ نکلی۔ ان میں سے سیکڑوں سپاہی سکھوں اور انگریزوں کی گولی باری سے مارے گئے تھے۔ باقی ماندہ سپاہیوں نے دریائے راوی عبور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس نے مزاحمت کی۔ کوپر امرتسر سے اُن کے تعاقب میں آیا۔ اُسنے اپنی کتاب میں ان سپاہیوں کی حالت بیان کی ہے، "دیہات کے لوگ دریا کے کنارے باغیوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ ان میں سے ایک سو ۵۰ آدمیوں کو انھوں نے قتل کردیا اور سیکڑوں کو دریا میں دھکیل دیا۔ چونکہ وہ ۴۰ میل سفر کرکے آئے تھے۔ اس لئے سخت تھکے ہوئے تھے۔ اور دریا کے پانی کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ چنانچہ ناچار ڈوب گئے۔ باغیوں کی ایک خاصی تعداد دریا عبور کرکے ایک جنگل میں چھپ گئی تھی۔ کوپر نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دریا کو کشتیوں کے ذریعے عبور کیا۔ باغیوں کو خیال ہوا، اُن کا کورٹ مارشل کیا جائے گا اور وہ بغیر کسی نزاعت کے گرفتار کرلئے گئے۔ پھر انھیں پولیس اسٹیشن کے ایک کمرے میں بند کردیا گیا۔ دوسرے روز سکھ سپاہی لائے گئے۔ کوپر کے ہمراہیوں میں مسلمانوں کی بھی کچھ تعداد تھی۔ چونکہ اسے شک تھا کہ شاید وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کریں۔ اس لئے انھیں رخصت دے دی گئی، تاکہ امرتسر جاکر عید الضحیٰ منائیں۔ عید الضحیٰ قربانی کا تیوہار ہوتا ہے۔ کوپر بھی ایک خاص قسم کی قربانی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ خوش قسمتی سے پولیس اسٹیشن کے قریب ہی ایک خشک کنواں مل گیا۔ دس دس قیدیوں کو اکٹھا باندھا گیا اور باری باری باہر لاکر گولیوں کی بوچھاڑ سے مار دیا گیا۔ جب ۱۵۰ آدمی اس طرح مارے گئے۔ تو فائر کرنے والوں میں سے ایک بڈھا آدمی بے ہوش ہو گیا۔ اس لئے مارنے والی جماعت کو کچھ عرصہ کے لئے آرام دیا گیا۔ پھر دوبارہ اسی طریقے سے قیدی مارے گئے۔ حتیٰ کہ مقتولین کی تعداد ۲۳۷ تک پہنچ گئی۔ اتنے میں افسر کو معلوم ہوا کہ بقیہ باغی اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلنا چاہتے۔ جب دروازہ کھولا گیا۔ تو اتفاقاً بلیک ہول والے حادثے کا نقشہ سامنے موجود تھا، ۴۵ آدمی خوف، گرمی اور سانس بند ہونے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مرچکے تھے۔ ان تمام باغیوں کی لاشیں اسی کنوئیں میں پھینک دی گئیں اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ اس حادثے کی تمام تر ذمہ داری کوپر پر عائد ہوتی ہے۔ جسنے تین ہزار سکھ فوج کی مدد سے بے شمار مسلمانوں کو ظالمانہ طریقے سے تباہ کیا، اس میں شک نہیں کہ بعد میں اس کی حرکت پر بڑی لعن طعن کی گئی۔ لیکن محض زبانی لعن طعن سے کیا ہوتا ہے؟ لارنس نے جو پنجاب کا گورنر (چیف کمشنر) تھا ایک خط میں اُس کی بڑی تعریف کی ہے، وہ لکھتا ہے:

"میں تم کو تمھاری کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ تم نے اور تمھاری پولیس نے بڑی جانبازی دکھلائی۔ گورنمنٹ تمھاری بہت مشکور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان باغیوں کا انجام دوسرے آدمیوں کے لئے کافی تنبیہ ہوگی۔ جو باغی ادھر اُدھر منڈلا رہے ہیں انھیں پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔" لارنس ۲ اگست ۱۸۵۷ء لاہور

لارنس کے بعد منٹگمری پنجاب کا لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ اُسنے بھی اسی واقعے کے متعلق کوپر کو خط لکھا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے: "جو کچھ تم نے کیا۔ بہت اچھا کیا۔ اس نازک وقت میں کسی حیلہ حجت کی ضرورت نہ تھی۔ جب تک تم زندہ رہوگے، یہ بھلائے واسطے

---

[1] یہ واقعہ اگر زیادہ تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو سر جان لارنس کی سوانح عمری جلد دوم میں دیکھا جائے (الہلال)

صاحبان نے جلسوں اور اخباروں میں ظاہر فرمائیں، میری بے ادبی معاف فرمائی جائے اگر میں عرض کروں کہ اسے دیکھ کر میرا جیسا غیر جانبدار آدمی بھی اسلام کے متعلق اپنے خیالات پر قائم نہیں رہ سکا۔ اور جن لوگوں کے دل و دماغ پہلے ہی سے شک اور شبہات سے بھرے ہوئے ہونگے اور ہزاروں لاکھوں غیر مسلم ایسے ہی ہیں، اُن کے خیالات جیسے کچھ ہوگئے ہونگے، اُس کا آپ اندازہ فرمالیجئے۔ اگر فی الحقیقت اسلام کی تعلیم اپنے ماننے والوں کے لئے ایسی ہی ہو اور اس کے احکام کا یہی حال ہو تو پھر وہ تعلیمات شُبہہ سے خالی نہیں ہیں جو آپ نے میرے دل پر نقش کی ہیں، اور اگر حقیقت حال ایسی نہیں ہو، تو یہ باور کرنا بہت مشکل ہو کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ایک ہی طرح کی بے بُنیاد بات پر اکٹھے ہوجائیں اور زور شور سے اس کا اعلان کریں اور اس کا رَدّ نہ کیا جائے۔

اس بیہودہ پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر مدت سے کیس چل رہا تھا۔ جب یہ چھاپا گیا تھا تو میں نے بھی دیکھا تھا، اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اسے پڑھ کر میرے دل پر اس کے سوا کوئی اثر نہیں پڑا کہ اُس کا لکھنے والا سخت حقیر و ذلیل ہوگیا۔ دُنیا میں کوئی شریف اور شائستہ انسان خواہ کسی مذہب اور اعتقاد کا ہو لیکن کبھی یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ دُنیا کے اُن بانیان مذاہب کا جن کی تعلیمات نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو خدا پرستی کی راہ پر لگایا ہو، گندہ لفظوں میں ذکر کیا جائے، یا اُن کی زندگی کی نامعقول طریق پر ہنسی اُڑائی جائے۔ البتہ ایسے نادان اور جاہل آدمی اس دنیا میں ہمیشہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ جب مسلمان اخبارات نے اس کے خلاف پروٹسٹ کیا، تو میں نے انہیں بالکل حق بجانب سمجھا۔ مجھے میرے بعض دوستوں نے بتلایا کہ اگرچہ یہ پمفلٹ ہر حال میں قابل اعتراض ہو لیکن یہ خود مسلمانوں کے ایک ایسے ہی گندہ پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا ہو۔ لیکن میں نے کہا اگر کسی مسلمان نے لکھا تھا تو ایک بُرائی کی تھی، اور کسی انسان کے بُرائی کرنے کی وجہ سے دوسرے انسانوں کے لئے بُری بات اچھی نہیں ہو جا سکتی۔

یہاں تک تو یہ بات بالکل ٹھیک تھی، لیکن پھر اس کے بعد جو طریقہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمانوں نے اختیار کیا اور ایک کے بعد ایک جو باتیں کہی گئیں وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ کچھ عجیب طرح کی مذہبی مینٹلٹی ظاہر کرتی ہیں جنھیں کسی طرح بھی کسی ٹھیک راستے پر لیجایا نہیں جا سکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہو کہ تمام لیڈروں اور مولانا صاحبان نے اور جمعیت العلما نے جس میں پانچ سو مولوی صاحبان کا ہونا بتلایا گیا ہو، فتویٰ جاری کردیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہیے۔ اور یہ کہ شریعت اسلام کا قانون یہی ہو کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، اسے فوراً مار ڈالنا چاہیے۔ مجھے معاف رکھا جائے اگر میں عرض کروں کہ اس بات کے کہنے میں تو کوئی بڑائی کی بات نہیں ہو کہ جب کبھی ہماری بن آئی تھی تو ہم اپنے خلاف ہر زبان دراز آدمی کو مار ڈالتے تھے۔ اگر اسلام کو اسپر فخر ہو تو یہ ایسا فخر نہیں ہو جو صرف اُسی کے حصے میں آیا ہو۔ جس کسی کو دُنیا میں طاقت ملی ہو اُس نے لوگوں کو قتل کیا ہو اور تلوار کے زور سے اپنی ہیبت قائم کی ہو۔ اسلام کا فخر تو اس بات میں ہونا چاہیے تھا کہ اُس نے انسانوں کو سزا دینے کی جگہ بخشا ہو، اور قتل کرنے کی جگہ زندگی بخشی ہو۔ جناب نے مجھے پچھلے سال لکھا تھا کہ اسلام کی اصلی اسپرٹ انسانیت کی اسپرٹ ہو اور یہی فرق اُس میں اور تمام مذاہب میں ہو۔ اُس نے ہر گوشہ کو انسانیت کی نظر سے دیکھا ہو۔ ملک، جماعت، اور وطن کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہو۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حالت میں کیونکر اسلام کا یہ قانون انسانیت کی اسپرٹ کے ساتھ ہو سکتا ہو کہ جہاں کوئی نادان اور جاہل آدمی بانیٔ اسلام کے خلاف بدزبانی کرے فوراً اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

آپ یقین فرمائیے کہ یہ بات میری اس عقیدت کی جو میں اسلام سے رکھتا ہوں اتنی خلاف تھی کہ پہلے تو مجھے اس پر یقین نہیں ہوا لیکن اس کے بعد میں نے جب خود جمعیت العلما اور انجمن خدام دین اور مولانا محمد علی صاحب کے فتوے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ اسے تسلیم کرلیتا۔

اچھا اگر یہ اسلام کا قانون بھی ہو جب بھی ہندوستان میں اسے رائج کرنے کا مطالبہ کرنا میں نہیں سمجھتا کیا معنی رکھتا ہو۔ اگر بانیٔ اسلام کے لئے مسلمان ایسا قانون چاہیں گے تو دوسرے مذاہب بھی مطالبہ کرینگے۔ پھر کیا مسلمان اس سے متفق ہونگے کہ جو مسلمان ہندوؤں، پارسیوں، بدھسٹوں، کے بزرگوں کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہیے؟

جسقدر واقفیت مجھے اسلام کی کتابوں سے ہو، اسکے مطابق میں نے اس قانون کی تحقیق کرنی چاہی۔ مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ لیکن رسالہ ورتمان کیس میں جن مولوی صاحبان نے شہادت دی ہو، انھوں نے بتلایا ہو کہ کتاب سارم سلول (الصارم المسلول) میں ایسا ہی لکھا ہو۔ میں نے یہاں اپنے مسلمان دوستوں سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا تو وہ کچھ نہیں بتلا سکے۔ بہرحال جمعیت العلما کے فتوے اور مولانا محمد علی صاحب کے اعلان سے تو یہی ثابت ہوتا ہو کہ اسلام کا حکم ایسا ہی ہو۔

علاوہ بریں اس معاملہ میں یہ طریق عمل بھی اسلام کے اخلاق کا کوئی اچھا اثر ہم لوگوں پر نہیں ڈال سکتا کہ جس شخص نے اسلام کے خلاف کچھ لکھا ہو اُسے بازاری گالیاں دی جائیں۔ اور ملعون، کُتا، اور ایسے ہی لفظ کہے جائیں جیسے مولانا محمد علی صاحب جیسے ذمہ دار لیڈر برابر اپنی تقریروں میں کہتے رہے۔ کیا اُس شخص کو گالی دینے سے اُس کی اس بدزبانی اور بے ادبی کا بدلہ لیا جا سکتا ہو جو اُس نے بانیٔ اسلام جیسے عظیم الشان انسان کی شان میں کی ہو؟ اگر نہیں تو اس طرح کی گالیاں دینے سے خود اپنا اخلاق خراب ہوتا ہو۔ اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ محض ایک دو نادان اور بدزبان آدمیوں کے کچھ لکھ دینے پر اس قدر جوش و خروش دکھلایا جائے، گویا مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت کی بات پیش آگئی ہو حالانکہ خود مسلمان صاحبان تمام غیر مذاہب کے خلاف برابر ہر قسم کی اچھی بُری باتیں کہتے رہے ہیں اور ان کی وجہ سے کبھی نہ تو ہندوؤں نے اس طرح شور مچایا ہو نہ عیسائیوں نے۔ یقیناً اس طرح کی باتوں سے جو مینٹلٹی ثابت ہوتی ہو وہ قابل تحسین نہیں ہو۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہو کہ ہندوؤں میں آریہ سماج کے قائم ہونے سے پہلے نہ تو کسی طرح کا تبلیغ کا خیال تھا، اور نہ وہ مذہبی بحث مباحثہ کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کی جانب سے ہمیشہ کتابیں انکے خلاف لکھی جاتی تھیں۔ میں نے لاہور میں پانچ کتابیں ایسی دیکھی جو اس ایجی ٹیشن کی وجہ سے چند صاحبوں نے جمع کی ہیں، اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں ہندوؤں کے رشیوں اور اوتاروں کے خلاف جو بے ہودہ باتیں لکھی ہیں وہ اس بیہودگی سے بہت زیادہ ہو جو رنگیلا رسول لکھنے والے نے دکھلائی ہو۔ یہ کتابیں بیس بیس تیس تیس برس سے ہزاروں کی تعداد میں چھپکر فروخت ہوتی ہیں، لیکن کبھی زعماء نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ان کے لکھنے والوں کے سر قلم کردیئے جائیں۔ معلوم نہیں جناب والا کی نظر سے یہ کتابیں گزری ہیں یا نہیں؟ اگر ارشاد ہوگا تو میں بھجوا دوں گا۔ ایک کتاب تحفۃ الہند ہو۔ جو مولوی عبد اللہ صاحب نے لکھی ہو جو دہلی کے بڑے مولوی ہیں۔ اسمیں ایک نظم ہو جس کا ٹیپ یہ ہو:

کہو یہ کون دھرم ہو؟

اس میں ہندوؤں کے رشیوں اوتاروں کے خلاف اس قدر فحش اور گندہ طریقہ سے اظہار خیال کیا ہو کہ کوئی مہذب آدمی اسے پڑھ بھی نہیں سکتا۔ میری ناقص عقل اس بات سے عاجز ہو کہ جب خود مسلمانوں کا یہ طرز عمل دوسروں کے ساتھ ہو تو وہ خود اس قدر حد سے زیادہ شور و غل کیسے مچا سکتے ہیں؟

علاوہ بریں یہ بات بھی بڑی عجیب ہو کہ اسلام کے قانون میں اپنے مخالفوں کے لئے معافی کی کوئی جگہ نہیں۔ رنگیلا رسول کے پبلشر نے صاف لفظوں میں اظہار افسوس کردیا تھا، لیکن مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ نہیں اسے قتل کرنا چاہیے!

مجھے میرے دوستوں نے کہا ہو کہ اسوقت ملک کی جو عام حالت ہو رہی ہو اور مسلمانوں کے اندھا دھند جوش و خروش کا جو حال ہو رہا ہو اسے دیکھتے ہوئے یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ جناب کوئی بات بھی اپنے ہم مذہبوں کی عام رائے کے خلاف کہیں اسی لئے یہ سب کچھ آپ دیکھتے ہیں لیکن خاموش ہیں۔ اگر میرے دوستوں کا یہ خیال صحیح ہو تو اگرچہ یہ بات میرے لئے بڑے ہی رنج کی ہوگی لیکن میں ایسی گستاخی نہیں کرسکتا کہ اس بارے میں زبان کھولوں۔ کم از کم یہی کیجئے کہ اس بارے میں میرے دل کے شکوک دور کردیجئے کیونکہ ان کی وجہ سے مجھے بہت ہی پریشانی ہو رہی ہو۔ میں چاہتا ہوں صاف صاف معلوم ہوجائے کہ اسلام کے احکام اور تعلیمات کیا ہیں۔

اگر جناب ترتیب کے ساتھ جواب عنایت کرینگے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نمبروار عرض کردیتا ہوں:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہو کہ جو شخص حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کردینا چاہیئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہو کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہو کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سنا ہوگا) اسکو بُرا بھلا نہ کہیں۔ تمام قوم کا بائیکاٹ کردینا چاہیے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہیے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہو کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہیئے جیسا کہ مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا ہو؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہو کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہیئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہو کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اس پر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہیئے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اَڑ جانا چاہیئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اس میں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح سزا کی مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں انکے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھلایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟

(دیکھو صفحہ کالم اول)

سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اُسنے کہا انکے خاوندوں نے اسواسطے قتل کردیا ہے کہ مبادا یہ عورتیں انگریزوں کے قابو میں آجائیں۔ کیونکہ وہ یہ بے عزتی برداشت نہیں کرسکتے۔ پھر اُسی آدمی نے انکے شوہروں کی لاشیں دکھائیں۔ جنھوں نے اس فعل کے بعد اپنے آپ کو قتل کردیا تھا۔ اس شہر نے نادرشاہ کے قتل عام کے بعد ایسے خوفناک مناظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جسدن دلی فتح ہوئی، وہ لوگ جو ہمارے خلاف لڑرہے تھے، شہر سے نکلکر بھاگ گئے تھے۔ صرف وہ لوگ رہ گئے تھے جنھوں نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ بلا امتیاز قتل کئے گئے۔

اکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا نے جو ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب سمجھی جاتی ہے، یہ واقعات قطعاً نظرانداز کردئے ہیں۔ اسنے صرف معمولی طور پر ایک مہذب فوج کے داخلۂ شہر کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہی تاریخ نادرشاہ کے قتل عام کی بڑی مہیب تصویر دکھلاتی ہے۔ حالانکہ نادرشاہ کا قتل عام اس غدر کے قتل عام کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نادرشاہ کا قتل عام صرف چند گھنٹے رہا تھا، اور یہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔

حادثۂ کانپور

بعض انگریز مورخ کہتے ہیں کہ چونکہ باغیوں نے کانپور میں انگریزوں پر ظلم ڈھائے تھے، اس لئے وہ انتقام لینے میں حق بجانب تھے۔ میں ذیل میں کانپور کے حادثہ کے متعلق چند واقعات درج کرتا ہوں۔ آپکے ناظرین خود اندازہ لگالیں گے کہ صورت حال کیا تھی۔

سر جارج فارسٹ نے اپنی کتاب "ہندوستانی بغاوت" میں لکھا ہے۔ "یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ ان سپاہیوں نے جو انگریز قیدیوں کی حراست پر مامور تھے، اُنھیں قتل کرنے سے انکار کردیا تھا، یہ ظالمانہ فعل نانا کے ۵ بدمعاش ہمراہیوں میں سے ایک کنجرے کی ایما سے سرزد ہوا تھا۔ اس فعل کی ذمہ داری کسی صورت میں بھی تمام ہندوستانی قوم پر عائد نہیں ہوسکتی۔ جب کوئی انگریز کسی تاریخ میں پڑھتا ہے کہ مسز جیمز یا مسز جینگز کو کسی ہندوستانی نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ تو اس کے غصے کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ لیکن دوسری طرف یہ امر بھی مسلمہ ہے۔ کہ سیکڑوں عورتیں اور بچے انگریزی فوجوں کی بدولت اس جہانِ فانی سے کوچ کرگئے۔ اگر ہمیں ایک انگریز لیڈی کے خوفناک انجام سے ہمدردی ہے، تو ہمیں یہ بھول نہ جانا چاہیے کہ ہندوستان کے باشندے بھی آخر انسان تھے۔ کانپور کے کنوئیں کا حادثہ کوئی آدمی پسند نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسوقت ہیولاک باغیوں کو شکست دے کر کانپور کی طرف بڑھ رہا تھا، اور باغیوں نے جب ہمارے قتل و سلب کی شہرت سنی تو انھوں نے بھی اشتعال میں آکر قیدیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا۔ جیسا کہ اُنکے بھائیوں اور بہنوں سے ہورہا تھا"

ان دنوں یہ عام افواہ ہمارے لوگوں نے مشہور کر رکھی تھی کہ ہندوستانیوں نے انگریز عورتوں کی عصمت دری کی اور پھر اُنھیں قتل کردیا، سر جارج کیمبل ان تمام روایات کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں اور تمام مشہور مورخ اُن کی تائید کرتے ہیں،

(مترجمہ محمد علی وکیل ایبٹ آباد)

مراسلات

ایک جواب طلب مراسلہ

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزاءِ قتل

مندرجۂ ذیل مراسلت پنجاب کے ایک ہندو دوست کی ہے جو وہاں کی ایک مذہبی انجمن کے عہدہ دار بھی ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں اُنھوں نے مجھ سے خط و کتابت کی تھی اور اپنی طبیعت کی مذہبی بے اطمینانی اور جستجوئے حق و حقیقت کا شوق ظاہر کیا تھا۔ جب کبھی کوئی آدمی اس بارے میں مجھ سے مشورہ کرتا ہے، تو میں ہمیشہ اُسے تقلیدی بندشوں سے آزاد ہونے اور مذاہب کے آزادانہ مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں۔ یہی مشورہ میں نے انھیں بھی دیا۔ اس پر اُنھوں نے بہت سے سوالات لکھ کر بھیجے جن میں سے بعض سوالات کا تعلق اُن شکوک سے تھا جو نفس مذہب اور اُس کی ضرورت سے تعلق رکھتے تھے، اور بعض کا تعلق مسیحیت اور اسلام سے تھا چونکہ خط و کتابت کے ذریعہ اس طرح کے معاملات انجام نہیں پاسکتے، اس لئے میں نے اُنھیں لکھا کہ چند دنوں کے لئے کلکتہ آجائیں اور میرے پاس ٹھیریں۔ وہ آئے اور کچھ عرصہ تک یہاں مقیم رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ بہت حد تک اُن کی طبیعت تقلیدی بندشوں سے آزاد ہوچکی ہے، اور آزادی فکر کے ساتھ مسائل کے مطالعہ کی استعداد رکھتے ہیں۔ وہ جب واپس جانے لگے تو اُنھوں نے اعتراف کیا کہ اُن کی طبیعت کا وہ ابتدائی اضطراب دُور ہوچکا ہے۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً وہ مجھ سے خط و کتابت کرتے رہے۔ گذشتہ دسمبر میں گوہٹی کانگرس کے موقعہ پر پھر کلکتہ آئے اور مجھ سے ملے، اور میں نے اُن کی قلبی حالت سابق سے زیادہ ترقی یافتہ پائی۔

اس ہفتہ اُن کی یہ تحریر میرے نام آئی ہے۔ ضرورت نہ تھی کہ اسے الہلال میں درج کیا جاتا۔ میں حسب معمول اسکا جواب اُنھیں بھیج دیتا۔ لیکن تحریر کے آخر میں اُنھوں نے جو کچھ لکھا ہے، اور اس سے اُن کی طبیعت کے جن تاثرات کا پتہ چلتا ہے، اُن کے ازالہ کے لئے ضروری ہوگیا کہ یہ خط الہلال میں درج کردیا جائے، اور الہلال ہی کے ذریعہ جواب دیا جائے۔ اس ہفتہ یہ شائع کردیا جاتا ہے، لیکن جواب آئندہ ہفتہ لکھ سکوں گا، کیونکہ آج یکایک شملہ جانے کا ارادہ کرلینا پڑا۔ اس لئے تحریر کی مہلت نہیں ہے۔ (ابوالکلام)

میں نے ادھر مدت سے کوئی عریضہ آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں بھیجا کہ میں ارادہ کرچکا تھا راولپنڈی کے معاملات نپٹا کر کلکتہ میں حاضری دوں گا۔ لیکن گھر کے جھگڑے ایسے نکل آئے کہ اب تک چھٹکارا نہ ہوسکا اور شاید کچھ دنوں اور اسی طرح نکل جائیں۔ میں اب بھی یہ خط لکھ کر جناب کے اوقات میں خلل نہیں ڈالتا اور ساری باتیں اپنی حاضری پر اٹھا رکھتا، لیکن اس طرف ایک معاملہ نے میرے خیالات میں نہایت پریشانی پیدا کردی ہے اور میں اسکو زیادہ دیر تک روک نہیں سکتا۔ مجھ کو یقین ہے کہ وہ معاملہ میرے ہی لئے نہیں بلکہ مجھ سے زیادہ ہزاروں انسانوں کے لئے بے دلی اور پریشانی کا سبب بن رہا ہوگا اس لئے مجبوراً یہ عریضہ لکھ کر جناب کا تھوڑا سا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ آپ اس عریضہ کا جواب، یا اسے چھوڑ کر بطور خود اس معاملہ میں اپنی رائے اخبارات کے صفحوں پر شائع کردیتے یا الہلال ہی میں ارقام فرماتے لیکن اگر پبلک میں اس کی اشاعت خلاف مصلحت ہو تو کم سے کم میرے دل کا اضطراب تو دُور کردیں۔

جناب پر ایک مدت سے میرے دل کا حال پوری طرح روشن ہے۔ میں ہر طرح کے مذہبی اور کمیونل تعصبات سے الگ ہوکر مذاہب عالم میں سچائی اور حقیقت کا متلاشی ہوں، اور مجھے آپکی ذات مبارک سے اس بارے میں وقتاً فوقتاً جو مدد ملی ہے، اس کے لئے مدۃ العمر میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔ آپ نے میری آنکھوں پر سے کج فہمی کے بہت سے پردے ہٹادیئے، اور میرے دل کو جو مروجہ مذاہب کی حالت دیکھ کر مذہب کی طرف ہی سے برگشتہ ہوگیا تھا، پھر مذہب کی صداقتوں کی راہ پر لگا دیا۔ خصوصاً مذہب اسلام اور اُس کے بانی کی تعلیم کی جو حقیقت آپنے مجھ پر روشن کردی وہ ایسی ہے کہ میرے خیال میں کوئی انسان بھی جو انصاف اور حق پرستی سے بالکل محروم نہ ہوگیا ہو اُس کی طرف بے اختیار کھنچے ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کم سے کم وہ اُس کی عزت اور احترام کرنے سے تو کبھی انکار نہیں کرے گا۔

……

آپ کو معلوم ہے کہ میں دو برس سے بالکل ایک دوسری ہی نگاہ سے مذہبی صداقت کا مطالعہ کررہا ہوں، لیکن مجھے معاف کیجئے گا۔ ایک بہت بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہے، تو صرف یہی نہیں کہ نہیں ملتی بلکہ برخلاف اس کے ایسی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ابھی حال میں پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر جو ایجی ٹیشن شروع کیا گیا اور جو جو باتیں بڑے بڑے مسلمان لیڈروں اور مولنا

کو ٹرکی کے خلاف اُکسا رہے ہیں - یہ اخبار، اجنبیوں کے پروردہ ہیں اور اُنہی کے اشاروں پر ناچتے ہیں"

یہ اخبارات کی باہمی ٹکر ہے۔ لیکن اب تک دونوں حکومتیں بالکل خاموش ہیں - بلکہ دوستانہ تعلقات کی موجودگی کا یقین دلا رہی ہیں - چنانچہ ایرانی سفارت کے معتمد عام زندی خاں نے اخبارات کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"اخبار آزاد ہیں، جو چاہیں لکھیں - ایرانی اخبارات کی طرح ترکی جرائد بھی سخت لہجہ اختیار کر لیتے ہیں، اور اُن کا لب لہجہ ایران کی مخالفت پر محمول کیا جا سکتا ہے - لیکن اس قسم کی باتیں ہرگز دو مشرقی اور اسلامی ملکوں کے تعلقات پر اثر نہیں ڈال سکتیں جن کی دوستی مشترک فوائد پر استوار ہے"

تقریباً یہی خیال خود ایرانی سفیر نے بھی ظاہر کیا ہے - اُسنے کہا "دونوں ملکوں کی دوستی پائدار اور دائمی ہے - دونوں حکومتیں پورے حزم و اخلاص سے تمام مسائل حل کرنے پر کمر بستہ ہیں - کوئی حادثہ بھی ہمارے تعلقات خراب نہیں کر سکتا"

اُمید کی جاتی ہے، جلد یہ معمولی نزاع ختم ہو جائے گی۔

ترکی پایۂ تخت

غازی مصطفےٰ پاشا کے سفر آستانہ سے بعض حلقوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ترکی پایۂ تخت، جلد انگورہ سے قسطنطنیہ میں منتقل ہو جائے گا - مگر انگورہ کا نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" اس کی تردید کرتا ہے - اُسنے لکھا ہے:

"جب ہم نے ارادہ کیا کہ ٹرکی کی از سرِ نو تعمیر کریں تو اس میں یہ خیال ہرگز ہمارے سامنے نہ تھا کہ ساتھ ہی غیروں کی خوشی کا بھی ہمیں سامان کرنا چاہیے - ہم نے ضرورتاً انگورہ کو پایۂ تخت بنایا تھا - وہ ضرورت اب تک موجود ہے - جب تک ہم امن و امان کے سایہ میں چلکر اپنا مقصد حاصل نہ کر لیں، اُس وقت تک انگورہ ہی کو پائے تخت رہنا چاہیے لہذا اس کی تبدیلی کا سوال اس وقت پیدا ہی نہیں ہو سکتا"

مکتوبِ شام

(الہلال کے نامہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

ہائی کمشنر کا بیان

دو یا تین ہفتے سے میں نے کوئی مکتوب آپکو نہیں لکھا - کیونکہ حالات میں کوئی قابل ذکر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی - ہائی کمشنر کے لبوں پر جو مہر سکوت شروع سے لگ گئی تھی، وہ اب تک باقی تھی - ہر طرف افواہوں کی گرم بازاری تھی، مگر حقیقت کا کہیں پتہ نہ تھا - حکومت جتنا زیادہ ابہام و اخفا برتتی تھی، افواہیں اُتنی ہی زیادہ پھیلتی تھیں - اکثر لوگوں کا رجحان یہ تھا کہ حکومت کچھ نہ کچھ کرنے والی ہے - اگر سب نہیں تو ملک کے مطالبات کا ایک بڑا حصہ ضرور قبول کر لے گی - خصوصاً اب جبکہ دروزی مجاہدین نے ہتیار ڈال دئے ہیں، حکومت بھی نرم ہو جائے گی اور باشندوں کی ضرور اشک شوئی کرے گی -

لیکن ان فریب خوردوں کو اگرچہ بہت زیادہ انتظار کرنا پڑا، تاہم وہ دن آ ہی گیا جب اُنھیں حقیقت عریاں کے مشاہدے پر مجبور ہونا پڑا - مدت تک نقاب پوش رہنے کے بعد ہائی کمشنر نے اپنا منہ کھولا تو اُس میں مکر و ریا کے سوا کچھ بھی نہ تھا - دروزی جہاد ختم ہو جانے سے حکومت کی ہمت بلند ہو گئی - اب اُسے کوئی خوف بھی باقی نہ رہا - چنانچہ ہائی کمشنر نے اپنی پالیسی اور حکمبردار سلطنت فرانس کی سیاست جو وہ شام کے بارے میں طے کر چکی ہے، ظاہر کر دی - ہائی کمشنر کا بیان یقیناً تمام مشرق کے لئے عبرت و موعظت کا ایک سبق ہے - اور وہ حسب ذیل ہے:

"ہائی کمشنر کو اپنے قیام پیرس کے دوران میں بارہا موقعہ ملا کہ فرانسیسی حکومت اور فرانسیسی پارلیمنٹ کی معاملات خارجیہ کی کمیٹی کے روبرو شامی صورتِ حال کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کر دیں خصوصاً باشندوں کی وہ اُمیدیں صفائی کے ساتھ ظاہر کر دیں جو شام کے مختلف حصوں میں دورہ کرنے کے بعد اُنھیں معلوم ہوئی تھیں -

ہائی کمشنر نے شام میں اپنی واپسی کے بعد مختلف حکومتوں کے ذمہ داروں سے بھی بار بار تبادلۂ خیال کیا - حکمبردار حکومت کے خیالات و مقاصد اُن پر ظاہر کئے اور وہ بنیادیں پوری وضاحت سے پیش کر دیں جن پر وہ اپنی سیاست کی بنا رکھنا چاہتے ہیں - وہ بنیادیں حسب ذیل ہیں:

(۱) معاہدۂ حکمبرداری کی دفعہ ایک کی رُو سے چونکہ فرانس نے اپنے سر یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ "شام اور لبنان کے لئے وہ راستہ ہموار کرے گا جس پر چل کر وہ بتدریج خود مختار بن سکیں گے" اور یہ امداد بھی خود مختاری کی ظروف و حالات کے مطابق ہمت افزائی کرے گا - اس لئے فرانس مجلس اقوام سے حاصل کی ہوئی اپنی یہ ذمہ داری برابر پوری کرتا رہے گا - یہاں پر اس ذمہ داری سے دست بردار ہو جانے کا ہرگز کوئی سوال پیش نہیں ہو سکتا -

(۲) اس ذمہ داری کی حیثیت:

معاہدۂ ورسیلز کی دفعہ ۲۲ کی تطبیق، مشرق میں بہت ہی زیادہ مشکل معلوم ہوتی ہے - کیونکہ یہاں کی بعض جماعتیں مدت دراز سے ترقی کے اُس درجہ تک پہنچ گئی ہیں جسنے اُنھیں مشرق قریب کی ترقی پذیر قوموں کی صف اول میں پہونچا دیا ہے - حکمبردار سلطنت نے امن و امان برقرار رکھتے ہوئے، جو ترقی کی اصلی بنیاد ہے، ان جماعتوں کی اُمیدیں پوری کرنے میں کبھی غفلت نہیں برتی - لیکن یہ واقعہ ہے کہ ان اُمیدوں کی تطبیق میں اب تک بکثرت رکاوٹیں حائل ہوتی رہی ہیں اور یہ صرف اس وجہ سے کہ اُن میں باہم بہت زیادہ تناقض موجود ہے -

ان جماعتوں کی اُمیدیں بر لانا، شام میں فرانسیسی سیاست کی ایک بڑی بنیاد ہے - حکمبردار سلطنت اب تک اپنی اس سیاست پر قائم ہے اور عزم بالجزم کئے ہوئے ہے کہ ہمیشہ یہ اُمیدیں پوری کرتی رہے گی جب تک وہ دائرۂ نظام اور امن و امان میں رہیں اور جب تک اقلیات کے حقوق، جن کی معاہدوں نے ضمانت کر دی ہے، اور ملک کے عام مصالح کے خلاف نہ ہوں -

(۳) فرانسیسی سیاست کا دوام اور قانون اساسی -

یہ سیاست، جیسے مسیو دی جوونل پوری وضاحت سے معین کر چکے ہیں اور جیسے حکومت فرانس اور مجلس اقوام نے منظور کر لیا ہے، ضرور ہے کہ ملک کے قانون اساسی میں قائم رکھی جائے - ہائی کمشنر پوری مضبوطی سے اس سیاست کو برقرار رکھیں گے -

لیکن یاد رہے کہ قانون اساسی، صرف وہی لوگ بنائیں گے جو اُسے ضروری سمجھتے ہیں - اس سے مقصود یہ ہے کہ وہی حکومتیں اسکے بنانے میں شریک ہوں گی جو موجودہ نظام کے ماتحت ملک میں قائم ہیں - انہی حکومتوں کو حق ہے کہ ملک کے مصالح پر غور کریں، اپنے باہمی اختلافات مٹانے کی سعی کریں، اور مشترک مصالح کے لئے باہم معاہدے طے کریں - حکمبردار سلطنت، انہیں ہر ممکن مدد دے گی اور ان کے امین حَکَم کی حیثیت سے کام کرے گی -

اگر جدید نظام پر پورے ملک کی رضامندی ضروری سمجھی گئی تو اس مقصد کے لئے بھی کوشش کی جائے گی - لیکن اگر رضامندی کا حاصل کرنا ممکن نہ ہوا تو حکمبردار سلطنت، امن و امان کی حفاظت اور مستقبل کی درستگی کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے گی -

(۴) امن و امان

اب ملک میں ایک مرتبہ پھر امن و امان پوری طرح عام ہو گیا ہے - حکمبردار سلطنت نے اس راہ میں عظیم کوششیں اور بہت بڑی قربانیاں کی ہیں - اس سے یہ صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ فرانس اُس دوستی کے برقرار رکھنے کا غیر متزلزل ارادہ رکھتا ہے جو اُسے ملک شام و لبنان سے ہے -

ملک کی ترقی کے لئے امن امان کی موجودگی ضروری ہے - بد امنی سے ہرگز کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا - بلکہ اُلٹے نقصان یقینی ہے..."

یہ ہائی کمشنر کے بیان کا ضروری حصہ ہے - ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ بیان کس درجہ مضطرب اور بے معنی ہے؟ اُس کے اگر کچھ معنی ہیں تو صرف یہ ہیں کہ فرانس، شام کے مطالبات منظور نہیں کرے گا بلکہ اپنی جنگی قوت سے اُسے بدستور محکوم و مقہور رکھیگا -

فرانس کی بدنیتی

شام میں فرانس کی بدنیتی کا ایک ثبوت، مذکورۂ بالا بیان کے علاوہ، یہ ہے کہ اُسنے شکست خوردہ دروزی مجاہدین کی بیچارگی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش شروع کر دی ہے - چنانچہ گزشتہ ہفتے حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جبل دروز کے باشندوں نے ملک شام سے اپنی کامل علحدگی کا مطالبہ کیا ہے - نیز وہ چاہتے ہیں کہ اُنکے علاقے پر حاکم، فرانسیسی ہوا کرے -

ملک کی عام رائے اس منحوس خبر سے بہت پریشان ہوئی، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شام کی سیاسی وحدت اب تک جس قدر پراگندہ ہو چکی ہے، فرانس کی نظر میں وہ کافی نہیں ہے - فرانس ابھی اس بدنصیب ملک کے اور بھی بہت سے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے - جبل دروز کی علحدگی کے بعد شام، صرف دمشق اور مضافات کے علاقے کا نام رہ جائے گا -

سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ جن دروزی سرداروں کی طرف یہ مطالبہ منسوب کیا جا رہا ہے، وہ ملک میں نہایت ہر دلعزیز تھے - مثلاً عبد الغفار پاشا اطرش، امیر حسن، نجم پاشا حلبی، شیخ محمد الہجری، حمزہ درویش وغیرہم - حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلے ملک کی سیاسی تقسیم و تجزی کے سخت مخالف تھے - بلکہ انکو خونیں جہاد کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ موجودہ تقسیم منسوخ کر دی جائے، اور ملک میں ایک ہی وحدت سیاسی قائم ہو -

لیکن بہت جلد حقیقت آشکارا ہوئی - عام رائے نے معلوم کر لیا کہ یہ جبر بھی فرانس کی بدنیتی نے پیدا کی ہے - واقعہ یہ ہے کہ پچھلے ہفتے ہائی کمشنر، دمشق آئے - اُن کے ساتھ اُن کا نفس ناطقہ کرنل کیٹرو بھی تھا - یہ شخص اپنی ظلم پسندی اور ملک شام سے دشمنی میں کافی شہرت حاصل کر چکا ہے - دمشق سے یہ جبل دروز گیا اور وہاں دروزی سرداروں سے مذکورۂ بالا محضر پر دستخط کرنے کو کہا - اُنھوں نے انکار کیا مگر اسنے اُنھیں اپنی قوت کی زور سے مجبور کر دیا -

اس واقعہ نے باشندوں کو فرانس سے اور بھی زیادہ بدظن کر دیا ہے

ایک اور مصیبت

یہ مصائب کیا کم تھیں کہ ملک پر ایک تازہ مصیبت، خود ایک ملکی کے ہاتھوں نازل ہو رہی ہے - داماد احمد نامی بک، دمشق کی عارضی حکومت کا صدر ہے - اسکے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ شام کے تخت شاہی پر عنقریب متمکن ہوگا - اس طمع میں یہ بالکل فرانس کا غلام بن گیا ہے اور بُری طرح خادمان قوم کو ستا رہا ہے - حال کا واقعہ یہ ہے کہ اسنے اخبار الجوائب کے ایڈیٹر شدیاق آفندی کو دمشق سے نکل

بقیہ صفحہ ۲۲ پر

بریدِ شرق

مکتوبِ آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

شاہ مصر کا سفر انگلستان۔ ترکی قرضے کا تصفیہ۔ ترکی اور ایران۔ ترکی پایۂ تخت

شاہ مصر کا سفر انگلستان

ترکی اخبارات، شاہ مصر کے سفر انگلستان کو بہت اہمیت دے رہے ہیں اور اسے نہ صرف مصر بلکہ تمام شرقی ممالک کے لئے اخلاقی حیثیت سے مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ موقر اخبار "وقت" یوں اظہار خیال کرتا ہے:

"شاہ مصر کی یہ سیاحت ایک نہایت پیچیدہ سیاسی مسئلہ کے حل کے لئے آخری قدم ہے۔ اب سے پہلے مصر کے سب سے بڑے ماہرین سیاست مثلاً سعد پاشا زغلول اور عدلی پاشا یکن نے سر توڑ کوششیں کیں، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اب خود شاہ مصر اپنے وزیر اعظم کے ساتھ انگلستان روانہ ہوئے ہیں تاکہ مسئلۂ مصر، جو ۴۵ برس سے لاینحل ہو رہا ہے، قطعی طور پر حل ہو جائے۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ اس آخری کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اگر اب بھی یہ مسئلہ حل نہ ہوا تو سمجھ لینا چاہئے، وہ آیندہ کبھی مفاہمت سے حل نہ ہوگا، اُس کا فیصلہ صرف قوت و تشدد ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے"

"۱۸۸۲ء میں انگریزوں نے صریح جبر و ظلم سے مصر پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان بچانے کے لئے برطانیہ کو مصر کی ضرورت تھی، جیسا کہ اس مقصد کے لئے اُسے دنیا کے ہر ملک پر قبضہ کی ضرورت ہے۔ برطانیہ کا عزم مصمم تھا کہ مصر کو بالکل ہضم کر جائے۔ چنانچہ جنگ عمومی کے موقعہ پر اُس کے الحاق کا اعلان بھی کر دیا۔ مگر اُسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ زہر بھرا لقمہ کسی طرح بھی ہضم نہیں کیا جا سکتا۔ مصر، اکالۃ الامم ہے۔ بہت سی قوموں نے اُسے ہضم کرنا چاہا، مگر جسنے بھی اُسے نگلنے کی جرأت کی، خود فنا ہو گیا۔ چنانچہ چند ہی سال بعد انگلستان بھی یہ لقمہ اگلنے پر مجبور ہوا اور مصر کے الحاق سے دست بردار ہو جانا پڑا"

"شاہ مصر کی سیاحت نے یورپ کے سامنے صرف یہی ثبوت پیش نہیں کیا کہ مصر، اپنی آزادی پر مُصر ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ پورے مشرق میں استقلال و حریت کی ایک ناقابل مقاومت تحریک عام ہو گئی ہے۔ شاہ مصر نے صاف طور پر بتا دیا کہ اب مشرق، وہ مشرق نہیں ہے جو کبھی غفلت و قناعت اور تن پروری کا مرکز تھا۔ اب وہ بیدار ہو گیا ہے، اور غاصب یورپ سے اپنے حقوق واپس لینے پر تلا ہوا ہے"

ترکی قرضے کا تصفیہ

مرحوم سلطنت عثمانیہ نے یورپ سے بہت سے قرضے لے رکھے تھے۔ انہی قرضوں نے بالآخر اُس کے دروازے یورپین مداخلت کے لئے کھول دیئے۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر سلطنت عثمانیہ اپنے اکثر مقبوضات سے محروم ہو گئی۔ اب یہ مشکل پیش آئی کہ یہ قرضے اُس سے کیونکر وصول کئے جائیں؟ اکثر قرضوں میں انہی مقبوضات کی آمدنی رہن تھی۔ یورپ چاہتا تھا کہ باوجود اپنے ممالک سے محروم ہو جانے کے، یہ تمام قرضے اسی دیوالیہ سلطنت سے وصول کرے۔ مگر یہ عملاً ناممکن تھا۔ کیونکہ اُس کی آمدنی یہ بارگراں اُٹھا نہیں سکتی تھی۔ اسی زمانے میں قومی حکومت نے اناطولیہ میں ظہور کیا اور یورپ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اسی کا نتیجہ معاہدۂ سیورس کے بعد معاہدۂ لوزان ہوا۔ مگر قرضے کی گتھی اس معاہدے سے بھی سلجھ نہ سکی۔ اب گزشتہ ہفتے سالہا سال کی رد و قدح کے بعد ایک فیصلہ ہوا ہے اور سب نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ اس فیصلہ کی دو دفعیں بہت اہم ہیں: ایک یہ کہ ترکی اپنے قرضہ کی نصف مقدار سونے کے سکے کی شکل میں ادا کرے، اور باقی نصف کاغذ کے سکے کی صورت میں۔ دوسری یہ کہ ترکی کا تمام قدیم قرضہ اُن تمام ممالک پر تقسیم کر دیا جائے جو قرضہ لیتے وقت اُس کے قبضہ میں تھے۔ صرف ایک حصہ ترکی کے ذمے باقی رہے۔

یہ فیصلہ یقیناً منصفانہ ہے۔ جنگ کے اختتام پر ترکی کے ذمہ یورپ کا قرضہ ۱۷،۶۱،۸۴،۶۹۲ لیرہ (ترکی پونڈ) تھا۔ اب جدید فیصلہ کی رُو سے اس کی تقسیم اس طرح عمل میں آئی ہے:

ترکی —	۸،۴۵،۹۷،۴۹۵	لیرہ
یونان —	۱،۱۰،۵۴،۶۵۳	"
شام —	۱،۰۸،۸۸،۴۵۹	"
سربیہ —	۵۴،۳۵،۵۷۹	"
عراق —	۵،۲۰،۷۱،۷۸۹	"
فلسطین —	۳۲،۸۴،۴۲۹	"
بلغاریہ —	۱۷،۷۶،۳۵۴	"
البانیہ —	۱۹،۳۳،۲۳۳	"
حجاز —	۱۴،۹۹،۵۱۸	"
یمن —	۱۱،۸۲،۷۰۴	"
شرق اردن —	۷،۴۳،۶۱۰	"
اٹلی —	۲،۴۳،۲۰۰	"
نجد —	۱،۲۹،۱۵۰	لیرہ
عسیر —	۲۶،۱۳۸	"
موصل —	۱۵،۰۰،۳۵۳	"
معان —	۱،۲۸،۷۲۸	"

اوپر ہم نے لکھا ہے کہ یہ فیصلہ سب نے تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اس میں صرف دو حکومتیں مستثنیٰ ہیں، سرویا اور یمن۔ سرویا کی حکومت نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ امام یحییٰ بھی اس سے انکار کر رہے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے انکار سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

ترکی اور ایران

حال کا ایک اہم واقعہ، ترکی اور ایران کی کشیدگی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض حوادث ایسے پیش آ گئے، جنھوں نے طرفین میں سوء ظن کی حالت پیدا کر دی۔

تفصیل یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض جرائم پیشہ خانہ بدوش قبائل موجود ہیں۔ وہ ہمیشہ قتل و غارت کے موقعے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے ان قبائل میں ایک بہت ہی خطرناک شخص "اسماعیل سمیقو" نامی ظاہر ہوا ہے اور سرحدی آبادیوں کی زندگی تلخ کئے ہوئے ہے۔ اسنے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ موقعہ پا کر لوٹ مار مچا دیتا ہے اور پہاڑوں میں بھاگ جاتا ہے۔ ترکی حکومت بہت دنوں سے اس کی تاک میں تھی۔ مگر حال میں مجرموں کی عام معافی کا اعلان کیا گیا، تو اُس سے فائدہ اُٹھا کر اسنے حکومت کو اطلاع دی کہ اب اُسنے اپنے قدیم جرائم سے توبہ کر لی ہے اور آئندہ پُر امن زندگی بسر کرنی چاہتا ہے۔ حکومت نے اُس کی بات پر یقین کیا اور معافی دیدی۔ چنانچہ وہ آزادی سے ترکی حدود میں زندگی بسر کرنے لگا۔

لیکن گزشتہ مہینوں میں اُسنے پھر پلٹا کھایا، اور اپنی قدیم مجرمانہ زندگی اختیار کر لی۔ وہ ایرانی سرزمین میں داخل ہو گیا اور قریبی آبادیوں میں غارت گری شروع کر دی۔

اصلی واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ لیکن ایرانی اخبارات نے اسے دوسری نظر سے دیکھا اور اس قزاق کی حرکتوں کا ذمہ دار، ترکی کو قرار دیا۔ چنانچہ طہران کا نیم سرکاری اخبار "ایران" اس واقعہ پر اس طرح خامہ فرسائی کرتا ہے:

"سرحدی قبائل کی کون ہمت افزائی کر رہا ہے؟ اُنھیں کون ہتیار تقسیم کرتا ہے؟ اُنکے ذریعہ ایران میں کون بدامنی پھیلا رہا ہے؟ ایرانی ان سوالوں کا صاف جواب چاہتے ہیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ترکی اس بارے میں کیا تدابیر اختیار کرنے والی ہے؟ ایران اپنی قومی سرحدوں کی حفاظت اپنے خون سے بھی کرنے پر کمر بستہ ہے"

اخبار "شفق سرخ" لکھتا ہے

"سرحد کے ترک افسر ایرانی علاقوں میں خلاف توقع سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، سرخ ٹوپی کی ہیٹ سے تبدیلی، یہ باتیں ظاہر میں کتنی ہی روشن خیالی کی باتیں نظر آئیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ قوموں کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتیں۔ نوجوان ترکی، بڈھیا ترکی ہی کی لڑکی ہے۔ بڈھیا ترکی ہمیشہ ایران سے بے فائدہ دست بگریباں رہی۔ اب نوجوان ترکی بھی اپنی اسی موروثی سیاست پر واپس آ رہی ہے اور ایران سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے"

اسی لب لہجہ میں تقریباً تمام ایرانی اخبارات نے اظہار خیال کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ترکی اخبارات کا لہجہ بھی کچھ کم سخت نہیں ہے۔ چنانچہ اخبار "جمہوریت" لکھتا ہے:

"ہم جانتے ہیں ایران میں وسیع اخبار موجود نہیں ہیں۔ اُن کی آواز کوئی قوت و وزن نہیں رکھتی۔ ضرور اجنبی انگلیاں ان اخبارات

بقیہ مضمون صفحہ ۱

کیا میں امید کروں کہ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر اُسی انداز میں جیسا تفصیل و بحث کے ساتھ ہمیشہ آپنے لکھا ہے ان امور پر روشنی ڈالیں گے اور مجھ پر احسان فرمائیں گے ....

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجیے کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجیے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر بھی حال میں ہم ہی نے فراہم کیے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم ہی سے خط و کتابت کیجیے بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

برید فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

ایک نئی تحریک۔ امریکہ کی دولت۔

ایک نئی تحریک

اپنے دو پچھلے مکتوبوں میں آمریکہ کی نسوانی زندگی اور تحریک الحاد کی مقبولیت پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ انہی دونوں موضوعوں سے متعلق آج ایک تیسری بحث پیش کرتا ہوں۔ اس بحث نے پورے شمالی آمریکہ کو اپنی طرف سراسر متوجہ کر لیا ہے۔ فی الحال اس بحث سے زیادہ اہم اور مقبول عام و خاص کوئی دوسری بحث یہاں نہیں ہے۔ ہر طرف اسی کا چرچا ہے اور ہر جگہ اُسی پر گرم تقریریں ہو رہی ہیں۔

بحث یہ ہے کہ آمریکہ میں شادی کا موجودہ طریقہ مضر ہے۔ مرد اور عورت دونوں کی خانگی زندگی مکدر کرنے والا ہے۔ لہذا اُسے بدل ڈالنا چاہیے۔

آمریکہ میں بھی شادی کا طریقہ وہی ہے جو دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں رائج ہے۔ یعنی مرد و عورت، عقد کرکے زندگی بھر ساتھ رہنے کے پابند ہو جاتے ہیں۔ نئی تحریک اسی پابندی کے خلاف شروع ہوئی ہے۔ اُس کی منشا یہ ہے کہ شادی کے دو درجے کر دیئے جائیں: پہلا تجربی۔ دوسرا دائمی۔ تجربی سے مقصود یہ ہے کہ مرد اور عورت اگرچہ باضابطہ عقد کریں گے، مگر یہ عقد، معلق و مشروط ہوگا۔ اگر ساتھ رہ کر اُنھیں تجربہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ عقد، اُن کی زندگی کو پُرمسرت نہیں بنا سکتا تو اُنھیں حق ہوگا کہ فوراً جُدا ہو جائیں۔ لیکن اگر تجربے سے ثابت ہو کہ وہ ساتھ خوش رہ سکتے ہیں تو اپنے دائمی عقد کا اعلان کر دیں۔

اس تحریک کا سرگروہ، مسٹر لنڈسی ہے۔ یہ ایک عدالت کا جج ہے اور نکاح و طلاق کے مقدمے فیصل کیا کرتا ہے۔ اسنے اپنی تحریک کا نام "عقد رفاقت" رکھا ہے۔ خود اُس کے اپنے لفظوں میں تحریک کی غرض یہ ہے کہ "مرد اور عورت باہم ساتھ رہنے کا سمجھوتہ کریں، مگر اس عہد کے ساتھ کہ ایک سال تک نسل نہ پیدا ہونے دیں گے۔ بارہ مہینے یکجا رہنے کے بعد اگر وہ دیکھیں کہ اُن کی طبیعتیں باہم متفق ہو سکتی ہیں تو اپنے اس تجربی عقد کو دائمی عقد کی صورت میں تبدیل کر دیں ورنہ ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں"

مسٹر لنڈسی نے ایک اخبار کے نمائندے سے بیان کیا:

"بیس برس سے میں عدالت کی کرسی پر بیٹھتا ہوں۔ اس طویل تجربے نے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ نکاح کا موجودہ نظام، ناقص اور سخت مضرتوں کا موجب ہے۔ لہذا میں نے تجربی نکاح کی تجویز سوچی۔ میرے خیال میں اگر دنیا اس تجویز پر عمل کرے تو اُن تمام مصائب سے نجات پا جائے گی جو عقد کے موجودہ طریقے سے ہمیشہ پیدا ہوتی ہیں۔ تجربی نکاح یقیناً دنیا کو مسرت و سعادت بخشے گا اور انسان کی خانگی زندگی، قابل رشک بنا دے گا"

تجربی عقد کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مرد اور عورت سال کے خاتمہ پر اگر دائمی عقد کے طالب ہوں تو اُنھیں حکومت کے سامنے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ باہم محبت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کا طبی معائنہ ہوگا اگر اس معائنہ میں بھی وہ کامیاب ہو گئے تو اُن کی درخواست منظور کر لی جائے گی، ورنہ اُنھیں جبراً جُدا کر دیا جائے گا۔

یہ ہے تحریک کا خلاصہ۔ لیکن اسنے تمام ملک میں ایک ہلچل ڈال دی ہے۔ روشن خیال طبقہ عام طور پر تحریک کی حمایت کر رہا ہے۔ مگر مذہبی پیشوا اور اُنکے متبعین اس کے سخت خلاف ہیں۔ اسے کفر و الحاد قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر یہ تحریک مقبول ہو جائے گی تو مسیحیت اور کنیسا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مسیحی ہیئت اجتماعیہ درہم برہم ہو جائے گی۔ فسق و فجور کے بند (؟) دروازے کھل جائیں گے۔ غرضکہ وہ اسے شیطانی تحریک قرار دے رہے ہیں۔ دیکھنا چاہیے اس نظری جنگ میں کون فریق فتح یاب ہوتا ہے؟

آمریکہ کی دولت

ولایات متحدہ آمریکہ کی دولت و ثروت کے افسانے دُنیا بھر میں مشہور ہیں۔ واقعی جس قدر خزانے اس ملک میں موجود ہیں" اُتنے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہیں۔ اسوقت میرے سامنے ایک امریکن رسالہ کھلا رکھا ہے۔ اسنے اسی معاملہ پر بحث کی ہے۔

وہ لکھتا ہے:

"جس کے پاس تین چار کروڑ ڈالر جمع ہیں، وہ اسوقت آمریکہ میں" دولتمند" خیال نہیں کیا جاتا۔ کروڑ پتی، اب آمریکہ میں کسی شمار قطار میں نہیں ہیں۔ اب شمار صرف" تارونوں" کا ہوتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ حکومت نے امریکی قوم کی انفرادی دولت کے اعداد شمار شایع کئے۔ اس رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ آمریکہ میں ایک سے بہت زیادہ آدمی ایسے موجود ہیں جن کی دولت ایک ہزار ملین ڈالر یعنی ۲۰ کروڑ پونڈ سے بھی زیادہ ہے۔

اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں جن آدمیوں کی دولت ایک ملین ڈالر سے زیادہ تھی، اُن کی تعداد ۲۰۷ ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ یہ شمار ناقص ہے۔ لوگ، آمدنی کے محصول سے بچنے کے لئے اپنی اصلی آمدنی چھپاتے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ ۱۹۱۶ء ہی میں ایسے دولتمندوں کی تعداد ۲۰۶ تھی۔ کسی طرح خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ۹ سال کی طویل مدت میں، جبکہ دولت کے دروازے ہر طرف سے آمریکہ پر کھل گئے تھے، ایسے دولتمندوں کی تعداد میں صرف ایک کا اضافہ ہوا ہو۔

ذیل کے نقشہ سے آمریکہ کی دولت مندی کا کچھ اندازہ ہو سکے گا:

ڈیڑھ ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۱۰۴
دو ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۴۳
تین ملین تک " "	۲۹
۴ ملین تک " " "	۱۵
۵ ملین تک " " "	۹
۵ ملین سے زیادہ " " "	۷
	۲۰۷

لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہ نقشہ، ناقص ہے۔ تاہم ۵ ملین ڈالر سے زیادہ آمدنی کے مالکوں میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی آمدنی ایک کروڑ پونڈ سالانہ سے بھی زیادہ ہے۔ سرکاری روداد میں اِن کے نام شائع ہوئے ہیں۔ انہی میں مسٹر فورڈ اور اُن کا بیٹا، مسٹر ملن امریکی وزیر مال، اُن کا بھائی، مسٹر ہوٹینی، مسٹر وینڈربلٹ، مسٹر بیکر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ امریکہ میں، دوسرے ملکوں کے برخلاف یہ صورت حال نہیں ہے کہ امیروں کی دَولت برابر بڑھتی جائے اور غریبوں کی غربت روز بروز زیادہ ہوتی جائے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امیروں کی دولت بہت آہستہ آہستہ بڑھتی ہے، لیکن غریب جلد از جلد امیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مذکورۂ بالا روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی آمدنی رکھنے والے (یعنی جو لوگ آمدنی کا محصول ادا کرتے ہیں) سالانہ ۵ ہزار ڈالر سے زیادہ کما لیتے ہیں۔

روداد کے ایک دوسرے نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں حکومت نے حسب ذیل محصول وصول کئے:

اُجرت اور تنخواہ پانے والوں سے:	۴،۴۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر
تجارتی کمپنیوں سے:	۹۷۰،۰۰۰،۰۰۰ "
حقوق طباعت خریدنے والی کمپنیوں سے:	۱،۸۵۰،۰۰۰،۰۰۰ "
سود خوار مہاجنوں سے:	۴،۸۵۰،۰۰۰،۰۰۰ "

آمریکہ کی دولتمندی کے راگ گانے والوں کے بالمقابل علمائے اقتصادیات کا ایک گروہ ایسا بھی موجود ہے جو اس دولت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اُس کی رائے میں آمریکہ کی دولت کسی پائیدار بُنیاد پر قائم نہیں ہے۔ وہ اپنی دلیل میں پچھلے دس گیارہ سال کے اعداد و شمار سے پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آمریکہ میں دولتمندوں کی تعداد نہایت غیر متناسب تعداد میں گھٹتی بڑھتی رہی ہے۔ یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ملک کی دَولت کوئی مستحکم بُنیاد نہیں رکھتی۔ وہ اعداد شمار حسب ذیل ہیں:

سنہ	ایک ملین ڈالر سے زیادہ سالانہ آمدنی رکھنے والے
۱۹۱۴	۶۰
۱۹۱۶	۲۰۶
۱۹۲۰	۲۱
۱۹۲۴	۷۵
۱۹۲۵	۲۰۷

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مُفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۱۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمیٰ ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کرچکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کرچکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع بر اعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کیجاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کرسکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، درد سر، دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہرا طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا امید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت بہت کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں دو آنہ فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خریدکرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے۔ " فہرست دواخانہ معہ جنتری ۱۹۲۶ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی۔"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی ——— تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے سٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے امامين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اسوهٔ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں مشهور آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايجنسي

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جائے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه   الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
،، ،، ،، چهارم ۱۰ روپيه   ،، ،، ،، پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البـــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـــلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر "البـــلاغ پريس"

کلمات مرحوم سعد پاشا زغلول

جلاوطنی میں قوم سے خطاب

اُنھوں نے ہمیں ملک سے نکالا، مگر تم نے ہمیں اپنے دلوں میں جگہ دی!

اُنھوں نے ہمیں گمنام کردینا چاہا، مگر تم نے ہمارا نام اپنے صفحۂ قلب پہ نقش کرلیا!

اُنھوں نے اپنی قوت سے تمھیں پراگندہ کردینا چاہا، مگر تم اور بھی زیادہ باہم جڑ گئے!

اُنھوں نے تشدد سے تمھیں ذلیل کرنا چاہا، مگر تم اور زیادہ معزز بن گئے!

اُنھوں نے طرح طرح کے حیلوں سے تمھیں گمراہ کرنا چاہا، مگر تم گمراہ نہ ہوئے۔ اُن کے فریب نے تمھیں اور زیادہ راہ ہدایت دکھادی!

اس طرح خدا نے اُنھیں رسوا کیا، اور تمھیں سرخروئی بخشی!

امن عالم

امن عالم اگر چاہتے ہو، تو دوسروں کا حق نہ چھینو۔

آزادی

آزادی، میرا پیدائشی حق ہے، عطیہ کے طور پر میں اُسے قبول نہیں کرسکتا۔ آزادی، میری اپنی پشتینی ملکیت ہے کسی کو حق نہیں کہ میری ہی ملکیت مجھے عطیہ کے طور پر دے۔

عورتوں کی تربیت

قومی ترقی کے لئے عورتوں کی تربیت، اولین شرط ہے۔

حق

حق کی طرف لوٹنا کبھی معیوب نہیں۔

حق، قوت، قوم، حکومت

حق، قوت سے بالا ہے۔ قوم، حکومت سے برتر ہے۔

فساد

ہم پر حملہ کرتے ہیں، مگر جب ہم مدافعت کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں "تم فساد کرتے ہو"!

علم، اخلاق

ہمیں زیادہ علم کی ضرورت نہیں، زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

بداخلاقی کا قانون

جس قانون کی بنا، بداخلاقی پر ہو، وہ باطل قانون ہے۔

آزادی کا استعمال

ہم آزادی سے محبت رکھتے ہیں، مگر اس سے بھی زیادہ ہم اُس کے صحیح استعمال سے محبت کرتے ہیں۔

"ڈپلوماہ"

ہمیں اپنی زندگی کے اعمال پر فخر کرنا چاہئے نہ کہ اپنے ہاتھ کے "ڈپلوماہ" پر!

مقصد کی کامیابی

مقصد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہم جدوجہد کریں، اور اگر ضرورت ہو تو مر بھی سکیں!

خوف یا محبت؟

میں چاہتا ہوں، لوگ مجھ سے محبت کریں، نہ کہ مجھ سے ڈریں۔

جامعُ الشواہد

طبعِ ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔

قیمت بارہ آنے۔ منیجر الہلال کلکتہ

اگر

آپ تمام دنیا دو سے قدم آگے رہنا چاہیں تو

انتخاب لاجواب لاہور

کا مطالعہ کریں اس کے مستقل خریداروں کو چھ سو صفحوں کی انعامی کتابیں مفت دی جاتی ہیں انعامی کتابوں کی فہرست اور نمونہ کا رسالہ دو آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں

منیجر انتخاب لاجواب لاہور

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۱۴

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر علم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري ہے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر پ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرنے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رہے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه ہے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٤ کلکتہ : جمعه ١٩ - ربیع الاول ١٣٤٦ هجری جلد ١
Calcutta : Friday, 16, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔
الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١١٢٠ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٢٩٩ ۔
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٣٠٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢١٥	نستعلیق هون	١٠٥

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ١١ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	پانچ آنہ

(١) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں اُنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(٢) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(٣) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(٤) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(٥) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(٧) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(٨) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري مراسلہ (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

يه بات نهيں هے که انگلستان کي نيش زني کے مقابلۂ ميں فرانس خالي بيٹها شکوے شکايت هي کر رها هو - اِس سياسي جنگ ميں وه بهي اپني تمام قوت و قابليت صرف کر رها هے - بلاشبه اِس وقت يورپ ميں اُسے بڑي حد تک شکست اٹهاني پڑي هے - ليکن اُسنے اِس شکست کا بدله انگلستان سے مشرق قريب و بعيد ميں لے ليا هے - ٹرکي کي طرفداري کرکے اُس نے برطانيا کو سخت نقصان پهنچايا هے - اور اب چين ميں بهي برطانيا سے مختلف روش اختيار کرکے اُسے ايسي زک دي هے که مدتوں نه بهولے گا -

مسيو برياں وزير خارجيه نے حال هي ميں مسئلۂ چين پر ايک طويل تقرير کي هے - اُن کے يه الفاظ خاص طور پر قابل غور هيں :

" چين کا مسئله اِس وقت دنيا کا سب سے زياده پيچيده مسئله هے اور اُس نے " بعض " سلطنتوں کو بري طرح بد حواس کر ڈالا هے - مگر اِس بارے ميں فرانس نے ايک بالکل صاف اور ٹهوس مسلک قرار دے ليا هے - وه مسلک يه هے که هم چيني انقلاب کي راه ميں کوئي رکاوٹ پيدا نهيں کرينگے - چيني قوم پرست اچهي طرح ديکهه چکے هيں که فرانس اُن کا کيسا قدردان اور مداح هے - يهي وجه هے که فرانس کے جمله حقوق چين ميں بالکل محفوظ هيں - حالانکه " بعض " دوسري سلطنتوں کو اپنے حقوق بچانے کے ليے فوجيں بهيجنا پڑي هيں - هم چين کو يقين دلاتے هيں که هماري طرف سے اُس کے ليے نه تو جنگ کا خطره هے ' نه هم اُس کي راه ميں کوئي روڑا اٹکانا چاهتے هيں "

(فرانس ميں شاهي)

اِس وقت فرانس ميں سخت اندروني خلفشار موجود هے - قوم تين بڑے گروهوں ميں بٹ گئي هے - ايک جماعت موجوده جمهوري نظام کي حامي هے اور يهي سب سے بڑي جماعت هے - دوسري جماعت اشتراکيوں کي هے - وه چاهتي هے که اشتراکي نظام قائم هو جائے - تيسري شاه پسند هے اور شاهي کا اُلٹا هوا تخت پهر ازسرنو بچهانا چاهتي هے -

يه تاريخي حقيقت هے که انقلاب کے بعد سے اِس وقت تک کوئي زمانه بهي فرانس پر ايسا نهيں گذرا که شاه پسند جماعت موجود نه رهي هو - ڈيوک دي اورلياں کا خاندان برابر تخت شاهي کا دعوے دار رها - آجکل شاه پسندوں ميں پهر حرکت پيدا هوئي هے اور اُنهوں نے بڑي سرگرمي سے اپني دعاية شروع کردي هے - گزشته هفته کونٹ دي بلوا نے اخبارات ميں ايک پر زور مضمون شايع کيا هے اور اُس ميں يه ثابت کرنے کي کوشش کي هے که بالشويک خطرے کے استيصال اور يورپ کي تمام مشکلات کے حل کي حقيقي صورت يهي هے که فرانس کي موجوده جمهوريت توڑ دي جائے اور شاهي حکومت قائم هو - کونٹ نے تخت شاهي کيليے ڈيوک دي گيز کا نام بهي پيش کيا هے جو قديم خاندان شاهي کا ايک بڑا رکن اور في الحال بادشاهي کا دعويدار هے -

(عورتوں کي فوجي بهرتي)

فرانسيسي حکومت بهت بڑے پيمانه پر جنگي طياريان کر رهي هے - حال ميں اُسنے ايک مسودۂ قانون پارليمنٹ کے سامنے پيش کيا هے - اِس سے مقصود فرانسيسي عورتوں کو فوجي خدمت پر مجبور کرنا هے - اِس تجويز نے تمام ملک ميں بيچيني پيدا کردي هے - عورتوں ميں ناراضي عام هے اور مردوں کي بهي بهت سي انجمنيں برهمي کا اظهار کر رهي هيں -

عورتوں کي انجمن نے اِس تجويز پر دو اهم اعتراض کيے هيں : ايک يه که اِس معامله پر غور کرتے وقت عورتوں سے رائے نهيں لي گئي - دوسرے يه که فرانسيسي عورت ابتک اپنے سياسي حقوق سے محروم هے - چنانچه اُسے مجلس حکومت ' بلديه ' اور مجلس ضلع وغيره نمائينده مجلسوں ميں انتخاب کا حق نهيں ديا گيا هے -

عورتوں کي مشهور زعيم ميڈم ميزم نے اخبارات ميں احتجاجي مضمون شايع کيا هے - وه لکهتي هے :

فرانسيسي عورت ' وطن مقدس کي خدمت سے جي نهيں چراتي - ليکن جبکه اُسے مردوں کے برابر حقوق دينے سے انکار کيا جاتا هے تو اُس پر مردوں سے زياده بوجهه ڈالنا کيوں کر جائز هو سکتا هے ؟ فرانسيسي عورت اگر اور کوئي خدمت انجام نه بهي دے ' جب بهي اُسکي يه خدمت کيا کم هے که وه وطن کے ليے مجاهد پيدا کرتي هے ؟ اُسکي يهي ايک خدمت اور اِس خدمت کي شديد تکليفيں اُسے مردوں کے هم پله کر ديتي هيں - پهر فوجي خدمت کا ايک نيا بوجهه اُسکے سر پر ڈال کر اُسکے مصائب ميں کيوں اضافه کيا جاتا هے ؟"

نيز يهي خاتون لکهتي هے :

" عورتوں سے فوجي خدمت ليکر حکومت فرانس ' ملک کو ساري دنيا ميں بدنام کرنا چاهتي هے - اِس وقت جبکه تمام سلطنتيں جنگي طياريان کم کرنے پر غور کر رهي هيں ' هماري حکومت ايک نئي طياري کا اضافه کرنے پر تلي هوئي هے - حکومت کي يه تجويز لندن اور هيگ کے معاهدوں کے بالکل خلاف هے - هم هرگز قبول نهيں کر سکتے که همارا ملک فوجي چهاؤني بن جائے "

(عورتوں کے سياسي حقوق)

حکومت فرانس کي اِس تجويز نے عورتوں ميں اپنے حقوق حاصل کرنے کا ايک نيا ولوله پيدا کرديا هے - اُنهوں نے باضابطه کوشش شروع کردي هے - تمام سياسي پارٹيوں سے اُنهوں نے درخواست کي هے که حق انتخاب هميں بهي ديا جائے ' ورنه هم تمام ملک ميں شورش برپا کر دينگے -

فرانس کي عورتوں کا سب سے بڑا استدلال دوسرے ملکوں کي حالت سے هے - وه کهتي هيں ' دنيا کے تمام متمدن ملکوں ميں عورتوں کو حق انتخاب حاصل هو گيا هے - پهر ايک اکيلے فرانس کي عورتيں اُس سے کيوں محروم هيں ؟ حالانکه سب سے پهلے فرانس هي نے جمهوريت کا علم بلند کيا تها - '

عورتوں کي يه حجت قوي هے - کيونکه واقعي اکثر متمدن ملکوں ميں عورتوں کو انتخاب ميں شرکت کا حق حاصل هو گيا هے - چنانچه ڈنمارک ميں يه حق سنه ١٩١٥ع ميں حاصل هوا - روس ميں سنه ١٩١٧ - ميں - پوليڈ ' يوکرين ' استهونيا ' لتهونيا ' ايرليڈ اور برطانيا ميں سنه ١٩١٨ - ميں - برطانوي قانون کے الفاظ يه هيں " تمام سياسي حقوق هر اُس عورت کو حاصل هيں جو تيس سال کي عمر رکهتي هے ' شادي شده هے ' يا اپنے نام سے کرايۂ مکان ادا کرتي هے ' يا يونيورسٹي کي سند رکهتي هے " سويڈن ' ناروے ' آسٹريا ' زيکوسلاويا ' هنگري ' اور جرمني کي عورتوں کو يه حق سنه ١٩١٩ - ميں حاصل هوا - اهل بلجيم ' ٹرنسوال ' آسٹريليا ' نيوزي ليڈ ' اور ولايات متحده امريکا کو سنه ١٩٢٠ع ميں -

ظاهر هے اِس صورت ميں فرانس کي عورتيں اپني محرومي پر کيونکر صبر کر سکتي هيں ؟

برید فرنگ

مكتوب فرانس

انگلستان اور فرانس كي كشمكش - فرانس ميں شاهي دعاية - عورتوں كيليے جبري فوجي خدمت - عورتوں كے سياسي حقوق

(الهلال كے مقاله نگار مقيم پيرس كے قلم سے)

إدهر چند سال سے فرانس اور انگلستان كے تعلقات برابر خراب هوتے چلے جا رهے هيں - انگلستان ديكهتا هے كه جرمني كي تباهي كے بعد أسكے اصلي اور زبردست دشمن دو هيں : روس اور فرانس - روس أسكي ملك گيري كا دشمن هے ' اور فرانس دنيا كے هر خطه ميں أسكي ملك گيري كا شريك بننا چاهتا هے - يهي وجه هے كه انگلستان نے بيك وقت دو سياسي ميدان جنگ قائم كر ديے هيں - ايك ميں روس سے نبرد آزمائي كر رها هے - دوسرے ميں فرانس سے -

فرانس كو زك دينے كے ليے انگلستان نے يه تدبير كي هے كه أسے يورپ ميں أسكے تمام دوستوں اور حاميوں سے محروم كر ديا هے - إس وقت فرانس بالكل بے يار و مدد گار هے - انگلستان كي يه قديم حكمت عملي هے كه وه حريف كے مقابله ميں بذات خود بهت كم آتا هے - وه دوسروں كو شه ديتا اور نئے نئے دشمن اپنے حريف كے سامنے كهڑے كرتا رهتا هے - إس وقت بهي أسكا يهي طرز عمل هے - مدت تك فرانس كا سامنا جرمني سے ركها - اب أس كي تباهي كے بعد اتلي كو كهڑا كر ديا هے - فيشيسزم نے اتلي كو ديوانه بنا ديا هے اور وه ناعاقبت انديشانه انگلستان كا چيلا بن گيا هے -

اتلي پر افسوں پهونك چكنے كے بعد انگلستان نے هنگري ' رومانيا ' بلغاريا ' يونان ' اسپين ' ليتهونيا ' استهونيا ' اور فنليند كو بهي ملا ليا - صرف پوليند ابتك فرانس كے زير اثر تها مگر آج كل سر آسٹن چمبرلين أسے بهي مسحور كر رهے هيں ' اور با خبر لوگوں كو يقين هے كه امروز فردا ميں پوليند بهي انگريزي جال ميں پهنس جائيگا -

إس صورت حال نے فرانس كو سخت بد حواس كر ڈالا هے - فرانسيسي مدبر اور اخبار بري طرح انگلستان كو گالياں دے رهے هيں - أنهيں صاف نظر آ رها هے كه بحر متوسط ميں انگلستان أن كي قوت كس طرح مفلوج كر رها هے اور اتلي كو آگے بڑهاكر أنكي قومي هستي كے ليے سخت خطرے پيدا كر ديے هيں -

اخبار " طان " نے إس هفته ايك افتتاحيه شايع كيا هے اور أس ميں انگلستان پر بہت لے دے كي هے - وه لكهتا هے :

" برطانيا يقين كرتا هے كه إس وقت دنيا كے امن اور جنگ ' دونوں كي كنجياں أسي اكيلے كے هاتهه ميں هيں - أس نے خفيه معاهدوں كي قديم سنت پهر زنده كي هے اور پورے يورپ ميں سازشوں كا جال پهيلا ديا هے - إس وقت فرانس كو پس پشت ڈال كر أسكا اعتقاد اتلي پر هے - اتلي كي رضامندي وه هر قيمت پر خريد رها هے - ليكن يه قيمت وه اپني جيب سے ادا نهيں كرتا ' بلكه دوسروں كي جيب پر سودا كرتا هے - سان ريمو كانفرنس سے پہلے هي انگلستان نے اتلي كو ايشيائے كوچك كا ايك وسيع علاقه رشوت ميں پيش كيا تها - ليكن تركي كي قوت نے اتلي كے حوصلے پست كر ديے - پهر جنيوا كانفرنس سے پہلے أس نے اتلي كو فرانس كے برابر بحري قوت ركهنے كا حق دے ديا - پهر لندن كانفرنس سے پہلے اتلي كو ڈيرول كا معاوضه اور تجارتي مراعات ديكر اپنا كرليا تها - سنه ١٩٢٤ء كے ختم هونے سے پہلے هي گوبلينڈ كا علاقه اتلي كو ديديا گيا - اكتوبر سنه ١٩٢٥ء ميں لوكارنو كا معاهده هوا - إس ميں اتلي كو فرانس سے بالا ترجگهه دي گئي - ٥ دسمبر سنه ٢٥ء كو اتالين طرابلس ميں كفره اور جغبوب ' سنوسيوں كے متبرك شهر بهي شامل كر ديے گئے - ابهي پورا مهينه بهي گزرنے نه پايا تها كه ٢٩ دسمبر كو افريقا اور ايشيا ميں اتالين مطالبات پر " دوستانه غور " كيا گيا - إس كے ايك مهينه بعد ٢٧ء جنوري سنه ٢٦ كو اتلي كے جنگي قرضه ميں سے ايك بهت بڑي رقم معاف كر دي گئي - ١٢ ابريل سنه ٢٦ كو اتالين علاقه اريٹرا اور بهي زياده وسيع كر ديا گيا اور حبش كي بانٹ ميں اتلي كا ساجها بهي تسليم كرليا گيا - پهر ٧ء اگست ميں اتلي اور اسپين كے ما بين معاهده كرايا گيا اور انگريزي مدبروں نے اعلان كيا كه يه معاهده بحر متوسط ميں سياسي توازن كي بهترين ضمانت اور فرانس كي گردن دبانے كا عمده ذريعه هے - پهر ٢٠ دسمبر سنه ٢٦ كو جب كه اتلي اور فرانس كے تعلقات نهايت كشيده تهے ' جرمني اور اتلي ميں معاهده پر دستخط ثبت كرا ديے گئے - يه معاهده در حقيقت هجومي دفاعي معاهده هے اور إس نے فرانس كي سلامتي كے ليے شديد خطره پيدا كر ديا هے - إسكے ايك مهينه بعد ٢٠ء جنوري سنه ٢٧ء كو بحر احمر كے عربي سواحل كي تقسيم هوئي اور اتلي نے جو كچهه مانگا ' انگلستان نے بخوشي ديديا "

" اتلي كي يه خوشامد ' محض موسوليني كي سياه آنكهوں كے ليے نهيں هے - در اصل انگلستان أسے فرانس كے سر پر أسي طرح سوار كرنے كي فكر ميں هے ' جس طرح اب سے پہلے جرمني كو مدتوں سوار ركهه چكا هے - انگلستان نے يورپ كي تقريباً تمام چهوٹي بڑي سلطنتوں كو پهسلا كر اپنے هاتهه ميں لے ليا فرانس كو چهوت بنا كر الگ كرديا هے ... "

إس ايك اقتباس هي سے فرانس اور انگلستان كے تعلقات كي موجوده نوعيت معلوم كرلي جاسكتي هے اور اندازه هو سكتا هے كه إس وقت يورپ كي سياست كس طرف جا رهي هے ؟

" يه تمام عقلمن ' يه تمام فلاسفه ' يه تمام شرفاء ' جنهوں نے اِس طرح كي باتيں كہيں ' كيا قانون كي توهين كرنے والے تهے ؟ وه قانون جو هميشه وقتي اور مقامي هوتا هے ؟ ميں نہيں جانتا ' سركاري وكيل كا جواب كيا هوگا ؟ ممكن هے وه كہے " هاں توهين كرنے والے تهے " ليكن ميں ؟ تو ميں يہي كہونگا كه يه لوگ ' بازگشت تهے اُس قانون كي ' جس سے بڑا كوئي قانون كبهي موجود نہيں هوا ' يعني " انسانيِ ضمير " كي بازگشت - كيا اِن لوگوں نے اپنے وقت كي عدالت كو بے حرمت كيا ' وه عدالت جو تغير پذير اور غير معصوم هے ؟ هرگز نہيں - وه تو ابدي عدالت كے طلب گار تهے !

" حضرات ! قانون كي نكته چيني كا حق ' سختي سے سخت نكته چيني كا حق ' خصوصاً تعزيري قوانين كي نكته چيني كا حق ' وه قوانين جو همارے اخلاق ميں وحشت كي تخم ريزي كرتے هيں ' همارا مقدس فرض هے - إصلاح كے فرض كے پہلو ميں يه فرض ايك نور هے جو همیں صراط مستقيم دكهاتا هے - يه حق جس طرح مقنن كو حاصل هے ' اُسي طرح انشاء پرداز كو بهي حاصل هے - يه حق ازلي اور ابدي هے - آپ اِس كا ضرور اعتراف كرينگے اور ملزموں كو يقيناً بري كر دينگے -

" ليكن سركاري وكيل كہتا هے (اور يه اُسكي دوسري دليل هے) كه اخبار كي نكته چيني ' ضرورت سے زياده تهي - سخت تهي - ليكن اے حضرات ! ذرا قريب سے معاملے پر نظر ڈاليے - ذرا اِس نام نہاد جرم كو غور سے ديكهيے ! اخبار كا يه هولناك گناه روز روشن ميں ديكهيے !

" كيا ؟ ... ايك شخص ... اُسے موت كا فتوي سنا ديا گيا ... بدنصيب آدمي ! ... ايك دن نور كے تڑكے اُسے ميدان عام ميں كهينچ لے گئے ... گلوتين ... مهيب گلوتين ' اُسنے اپني آنكهوں سے قائم ديكهي ... پهر ؟ ... اُس كے خون نے جوش مارا ... اُس نے مقاومت كرني چاهي ... اُس نے مرنے سے إنكار كيا ... آه ! يا الهي ! ميں خوب جانتا هوں - مجهسے فوراً كہا جائيگا " وه قاتل تها " ليكن ٹهرو ... سنو ' سنو ... اُسے دو جلادوں نے اُٹهاليا - اُس كے دونوں هاتهه بندهے تهے - اُس كے دونوں پاؤں بهي بندهے تهے - ليكن اُس نے جد و جهد كي - اُس نے اپنے دونوں بندهے هوئے پاؤں ' گلوتين ميں ڈال ديے - پهنسا ديے - اُسنے گلوتين كے خلاف ' خود گلوتين كو استعمال كيا - جد و جهد جاري رهي - قوم نے يه منظر مشاهده كيا تو اُس پر خوف چها گيا - جلادوں نے سخت محنت كي - ايڑي سے چوٹي تك كا زور لگا ديا - اُنكي جد و جهد وحشيانه تهي ' سنگ دلانه تهي - اُن كي پيشاني عرق آلود اور شرم سے تاريك هو رهي تهي - اُن كا رنگ فق هو رها تها - وه تهكن سے هانپ رهے تهے - مايوس تهے - ميں نہيں كہه سكتا ' كس خوفناك خيال نے اُنہيں مايوس كر ديا تها ؟

بے شك قوت قانون كے هاتهه رهني چاهيے - يه مسلم هے - يه اصل الاصول هے - ليكن ؟ ليكن يه كه بد نصيب قيدي ' گلوتين سے لپٹ گيا تها - رو رو كر معافي كي التجائيں كر رها تها - مگر ؟ مگر يه كه اُس كے كپڑے اتار ڈالے گئے - اُس كا جسم ننگا كرديا گيا - اُس كے شانوں پر سے خون كے فوارے اڑنے لگے ... مگر اُس كي جد و جهد جاري رهي - آخر پون گهنٹے كے بعد - هاں پون گهنٹے كے بعد (يہاں پر سركاري وكيل نے هاتهه كے اشارے سے وقت كي تعديد كو غلط بتايا - وكٹر هيگو نے تقرير جاري ركهتے هوئے كہا :) سركاري وكيل هم سے لمحوں كا حساب مانگتا هے - پون گهنٹه نه سہي ۳۵ - منٹ - جناب ۳۵ منٹ - اب تو آپ كو كوئي شكايت باقي نہيں ؟ هاں ' ۳۵ منٹ كي خوفناك كشمكش كے بعد ... اُس منظر سے ' جس كا كوئي نام نہيں ... اُس عذاب سے — تمام آدميوں كا عذاب — آپ اچهي طرح سنتے هيں ؟ ... پوري قوم كے عذاب سے - گلوتين كے عذاب سے - اِس وحشيانه عذاب سے ' جس كي مدت ' پوري ايك صدي سے بهي زياده طويل هوگئي تهي ' بد قسمت قيدي كو رهائي دي گئي اور وه قيد خانے پہنچا ديا گيا - اُس وقت قوم نے اطمينان كي سانس لي - اُس وقت قوم نے - اُس قوم نے جس كے پاس اب تك انسانيت كا كچهه بقايا هے — اُس قوم نے جو رحم دل هے ' كيونكه وه محسوس كرتي هے كه وه خود مختار اور حاكم هے — هاں اُس قوم نے خيال كيا كه قيدي كي گلو خلاصي هوگئي -

" ليكن نہيں ' گلو خلاصي ؟ هرگز نہيں ! بلا شبه گلوتين كو اُس وقت شكست هوئي - ليكن وه بدستور سر بلند كهڑي رهي !

اُسي وقت نہيں ' وه هر روز سر بلند كهڑي هے - تمام انسانوں كي آنكهوں كے سامنے ' اُن كي مرضي كے خلاف ' كهڑي هے !

" پهر كيا هوا ؟ شام كو جلاد ' قيدي پر ٹوٹ پڑے - اُسے رسيوں اور زنجيروں سے اس طرح باندها كه ايك بے حس و حركت لاش بن گيا - اندهيرے ميں اُسے ميدان ميں لوٹا لائے - وه اب بهي چلاتا تها - روتا تها - خدا كو پكارتا تها - اپنے ماں باپ كو پكارتا تها - زندگي كي دعائيں مانگتا تها - مگر ؟ مگر اُس كا منهه بند كر ديا گيا - اُسے گلوتين پر چڑها ديا گيا - آه ... اِس كے بعد ؟ ايك خونچكاں سر ' زمين پر پڑا تها ! اُس وقت انسانيت ' فرط تأثر سے تهرا اٹهي - قوم كے بدن ميں رعشه پڑ گيا - كيونكه قانون كے نام پر كبهي كوئي قتل ' اِس قتل سے زياده مكروه اور كمينه نہيں هوا تها - اُس وقت هر انسان نے عميق تأثر كے ساتهه محسوس كيا كه وحشت و بربريت نے انسانيت كي پوري توهين اور نيكي كي پوري تذليل كي هے !

" عين اُس وقت ايك مرد خدا ' ايك نوجوان ' اپنے دل كي گہرائيوں سے چلا اٹها - يه چيخ اُس كي روح كي چيخ تهي - شفقت كي چيخ ' رنج و الم كي چيخ ' رعب و هيبت كي چيخ - وه چيخ جو انسانيت نے بے چين هوكر بلند كي تهي - ليكن يه چيخ تمهاري نظر ميں جرم هے ' اور تم اُس پر سزا دينے كي طياریاں كر رهے هو !

" يه تمام واقعات سنكر ' يه تمام جاں گسل تفصيلات سن كر اے حضرات ! آپ باادب گلوتين سے كہينگے " تو حق پر هے " اور تيوري چڑها كر رحم سے ' مقدس رحم سے كہينگے " تو مجرم هے " !

" ليكن نہيں اے حضرات ! يه نا ممكن هے - ميں كہتا هوں نا ممكن هے -

" محترم سركاري وكيل ! ميں بغير كسي تلخي كے كہتا هوں كه تم كسي حق كي مدافعت نہيں كر رهے هو - تم غلطي پر هو - تم مدنيت كي روح سے بر سر پيكار هو - تم ترقي كے اخلاق سے دست بگريباں هو - قلب انساني تمهارا دشمن هے - ضمير انساني تمهارا حريف هے - وه تمام اصول و مبادي تمهارے مقابلے ميں صف بسته هيں جن كے سايه ميں ساٹهه برس سے فرانس ترقي كر رها هے - جنهوں نے دنيا كو وحشت سے نكال كر متمدن دنيا بنا ديا هے - اِن تمام اصول و مبادي كا لب لباب اور نچوڑ يه هے كه انساني زندگي كي حرمت غير تعليم يافته طبقه پر برادرانه شفقت - مذهب

مقالات

قانون کی تنقید اور قانون کی توهین

تاریخ قوانین مدنیة کا ایک صفحه

وکٹر هیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۲)

" یه ایک منحوس قانون ہے یه قانون ' دنیا کے سامنے ایسے مناظر پیش کرتا ہے جو ادب و حیا سے بالکل خالي هیں - انسانیت ' شرم و ندامت سے اپنا منهه چهپا لیتي ہے - خطرناک مناظر ! وحشیانه مناظر ! یه قانون ' انسانیت کو وحشت کي طرف واپس لے جانا چاهتا ہے - اُس کي قربانیاں کتني هي کم هوں ' مگر حد سے زیاده خوفناک هوتي هیں ! اُس کے نتائج کتنے هي هولناک هوں ' مگر وہ انسانوں کو نکته چیني کي اجازت دینا نہیں چاهتا - اگر کوئي حساس ضمیر رکھنے والا نکته چیني کي جرأت کرتا ہے ' تو اُس کي جرأت " قانون کي توهین " خیال کي جاتي ہے - اور وہ عدالت کے اندر مجرموں کے کٹهرے میں کهڑا کیا جاتا ہے !

" پهر اِس کے بعد ؟ جرمانه ! اِس کے بعد ؟ قید خانه !

" اگر یہي ہے تو آئیے ' هم پارلیمنٹ بند کردیں - مدرسے بند کردیں - اب ترقي و تمدن کے لیے کوئي گنجائش باقي نہیں رهي - آئیے ' اب هم اپنے آپ کو " تاتار " اور " تبتي " کہیں - اب هم متمدن قوم باقي نہیں رہے .

" هاں اب همارے لیے یہي اولى ہے که اپنے آپ کو نیم وحشي یا خالص وحشي قوم کہیں - اگر دنیا میں کبهي فرانس نامي کوئي ملک موجود تها ' تو اب وہ موجود نہیں رها - تم نے فرانس کو بدل ڈالا ہے - بلا شبه فرانس ' شاہ پسند نہیں ہے - لیکن میں دعوے سے کہتا هوں که وہ جمهوري بهي نہیں ہے - اب وہ اِن دونوں کے سوا کچهه اور هوگیا ہے ! (قهقهه)

جج — میں دوباره تنبیه پر مجبور هوں - میں خاموشي کي درخواست کرتا هوں ' ورنه ایوان کے خالي کردینے کا حکم دوں گا -

وکٹر هیگو — (تقریر جاري رکھتے هوئے) آئیے هم واقعات پر غور کریں - الزام کو حقائق پر منطبق کریں -

" محترم جج اور جیوري ! ایک وقت اسپین میں محاکم تفتیش تھے ' اور وهي " قانون " تھے . . . بہت خوب - لیکن مجھے یه کہنے دیجیے که جو هولناک سزائیں یه محاکم تفتیش دیا کرتے تھے ' اُن سزاؤں کا احترام قانون کا احترام نہیں تها - ایک زمانه میں هاتهه کاٹنا قانون تها ' لیکن هاتهه کٹنے کي کبهي تعظیم نہیں کي گئي - ایک زمانه میں آگ سے داغنا ' قانون تها ' مگر اِس فعل کي تقدیس کبهي قانون نه تهي - اب ج همارے زمانے میں گلوٹین ' قانون ہے . . . بہت خوب . . . میں دعوے سے اِس حقیقت کا اعلان کرتا هوں که اگرچه آج گلوٹین قانون ہے ' مگر خود گلوٹین کي کبهي تعظیم نہیں کي گئي اور نه اس وقت کي جا رهي ہے - میرے آقا ' سرکاري وکیل ! یه کیونکر ؟ میں ابهي آپ کو اِس سوال کا جواب دیے دیتا هوں -

" میں کہتا هوں اس ملک کے باشندے گلوٹین کو بهي نفرت و کراهیت کے اُسي گڑهے میں پهینک دینا چاهتے هیں ' جس میں اب سے پہلے " ساري جهان کي تحسین و آفرین کے غلغله کے ساتهه ' آگ سے داغنے ' هاتهه کاٹنے ' اور محاکم تفتیش کي سزاؤں کو ابد الآباد تک کے لیے پهینک چکے هیں -

" باشندے چاهتے هیں ' عدالت کے بلند اور مقدس چبوترے پر سے اِس سڑے هوئے منحوس قانون کي لاش اٹها پهینکیں - کیونکه یه عدل و انصاف کے نوراني چہرے کو اپني تعفن اور ظلمت سے بگاڑ رها ہے . . . . آہ . . . جلاد کا منحوس چہرہ . . . . !

" چونکه هم یه انساني فرض ادا کرنا چاهتے هیں اِس لیے هم پر شورش پهیلانے کا الزام لگایا جاتا ہے .

" هاں بے شک هم نہایت خطرناک لوگ هیں - حد سے زیاده خوفناک لوگ ! کیوں ؟ اس لیے که هم گلوٹین کي منسوخي چاهتے هیں . . . ! اس سے بهي بڑہ کر کوئي جرم دنیا میں موجود ہے ؟

اخبار . . . . اِن کے محرر پر الزام ہے که اُسنے قانون کا احترام نہیں کیا - حضرات ! تهوڑي دیر کے لیے هم اِس قانون کي عبارت میں ' بحث سے الگ هو جائیں ' اور پورے خشوع و خضوع کے ساتهه اُس قانون کے سامنے کهڑے هوں جو هر قانون کي بنیاد ہے - انساني ضمیر کے سامنے ' جو هر سینے میں محفوظ ہے !

جب " سرون " نے ' جو اپنے عهد میں سرکاري وکیل تها ' یه کہا تها که " همارے تعزیري قوانین ' الزام کے دروازے کهولتے مگر ملزم کیلیے بند کرتے هیں " تو کیا اُس نے یه کہه کر قانون کي توهین کي تهي ؟

" جب والٹیر نے اپنے زمانے کے ججوں کي نسبت کہا تها " . . . اِن ججوں کا ذکر نه کرو - اِن میں سے آدهے بندر هیں اور آدهے چیتے " (قهقهه) تو کیا اُس نے قانون کي توهین کي تهي ؟

" جب " ریبر کولر " نے ایک قانون کے متعلق خود پارلیمنٹ میں گلا پهاڑ کر کہا تها " اگر تم یه قانون بناتے هو تو میں قسم کها کر کہتا هوں که میں اِسے توڑ دونگا " تو کیا یه کہه کر اُس نے قانون کي توهین کي تهي ؟

پوری کرنے میں کامل آزادی حاصل ہونی چاہیے - کسی کو بھی اُسکی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں ہے - یہ آزادی در حقیقت مذہب استقلال فردی یا مذہب عقد اجتماعی (سوشل کنٹریکٹ) کے ماننے والوں کی ازادی ہے - ان لوگوں کا دعوی ہے کہ حکومت کے وجود سے پہلے افراد کو کامل آزادی میسر تھی - پھر اُنھوں نے حاکم اعلی کو اپنی آزادی کا کچھہ حصہ اس شرط پر دیدیا کہ وہ اس کے معاوضہ میں اُنکے حقوق کی حفاظت و حمایت کرے - یہ خیال در اصل سترھویں اور اٹھارویں صدی کے بادشاہوں کے قہر و استبداد کی وجہ سے پیدا ہوا - سیاست اُس زمانہ کے علماء نے کہا " حاکم کی قوت و اختیار ، ذاتی و طبیعی نہیں ہے بلکہ رعایا کی بخشی ہوئی ہے "

غور و بحث کے بعد ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ آزادی صرف اُسی شخص کو حاصل ہوسکتی ہے جس کے متعلق فرض کرلیا جائے کہ اُسے ایسی غیر محدود قوت و قدرت حاصل ہوگئی ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی ہر خواہش بے روک ٹوک پوری کرسکتا ہے - اس آزادی کے دلدادہ کہتے ہیں کہ ہر فرد کو حق ہے کہ اپنی تمام خواہشیں جس وقت اور جس طرح چاہے پوری کرلے - اس آزادی کا تصور ایسی حالت میں ہرگز نہیں ہوسکتا جب کہ ایک ہی غرض کے حصول کے لیے متعدد افراد کھڑے ہوں - ہر شخص اُسے صرف اپنے ہی لئے لینا چاہے - ظاہر ہے ، ایسی صورت میں یہ خیالی آزادی قائم نہیں رہ سکتی - ضرور تصادم ہوگا - زیادہ طاقتور غالب آئیگا - کمزور مغلوب و محروم رہینگے ، اور اُن کی آزادی سلب ہوجائیگی -

(مشروط آزادی)

فرد کو زیادہ سے زیادہ اتنی آزادی مل سکتی ہے کہ وہ اپنے تمام افعال میں آزاد ہو جب تک کہ دوسروں کی آزادی اُس کی آزادی کی وجہ سے خطرے میں نہ پڑے - فرانس کے انقلابیوں نے بھی اپنے سنہ ۱۸۷۹ م کے اعلان میں آزادی کی یہی تعریف کی تھی : " آزادی ایک قوت ہے جس سے انسان اپنی ہر خواہش پوری کرسکتا ہے بشرطیکہ اُس کی خواہش دوسروں کے لیے نقصان دہ نہ ہو " ہربرٹ اسپنسر نے بھی آزادی کی تعریف یہ کی ہے " ہر شخص آزاد ہے ، جو چاہے کرے ، بشرطیکہ اپنے فعل سے دوسروں کی آزادی پر دست درازی نہ کرے "

یہ جائز آزادی ہے اور حکومت کے ساتھہ جمع ہوسکتی ہے - بلکہ بغیر حکومت کے اُسکا وجود مشکل ہے - یہ آزادی اُسی وقت ممکن ہے جب کہ اُس کی پشت پناہی پر ایک حاکمانہ نظام موجود ہو - اس آزادی کی اولین شرط یہ ہے کہ دوسروں کی آزادی اور حقوق پر دست درازی نہ ہونے پائے - لہذا ایک بالا تر قوت کا وجود لازمی ہے جو ہر فرد کے حقوق معین کردے ، اُن کی حفاظت و حمایت کی ذمہ دار بن جائے ، اور ہر قسم کی زیادتی روک سکے - پس جائز شخصی آزادی ، نظام حکومت ہی کے ذریعہ پائی جا سکتی ہے - اس آزادی کو سیاسی اصطلاح میں " شہری آزادی " کے نام سے پکارتے ہیں -

اس تفصیل سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ حکومت کا اہم ترین فرض ، شخصی آزادی کی ضمانت ہے - لیکن اس بارے میں بھی علماء سیاست کا اختلاف ہے - ایک گروہ کا خیال ہے کہ حکومت کا فرض صرف اسی قدر ہے کہ افراد کی شخصی آزادی کی دور سے حفاظت کرے مگر خود اُس میں دخل نہ دے - چنانچہ وہ حکومت کے لیے جائز نہیں سمجھتے کہ افراد کے ذاتی معاملات میں کسی قسم کی بھی مداخلت کرے - اُنکے خیال میں افراد کو اپنے بچوں کی تعلیم پر مجبور کرنا ، زراعت کے خاص طریقے جاری کرنے ، کارخانوں کے لیے قواعد قرار دینا ، مزدوری کی شرح مقرر کرنا ؛ یہ ، اور اس قسم کے دوسرے کام ، حکومت کے لیے ناروا ہیں - وہ کہتے ہیں حکومت کو صرف وہ کام کرنے چاہئیں جن سے افراد کی شخصی آزادی محفوظ رہے - مثلاً اُسے فوج مرتب کرنا ، قلعے بنانا ، اور جنگی بیڑے طیار کرنے چاہئیں ، تاکہ دوسری قومیں ملک کی آزادی پر حملہ نہ کرسکیں - اسی طرح پولیس اور دیوانی اور فوجداری عدالتیں وغیرہ رکھنا بھی جائز ہے تاکہ افراد کے حقوق محفوظ رہیں - اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا گروہ حکومت پر کوئی پابندی عاید نہیں کرتا - اُس کے خیال میں حکومت کو وہ تمام کام کرنے چاہئیں جنسے افراد یا جماعت کی بھلائی متصور ہو -

(وطنی اور آئینی آزادی)

علم سیاست میں " استقلال فردی " اور " مشروط آزادی " کے علاوہ ایک قسم " وطنی آزادی " کی بھی ہے - اس سے مقصود قوم کی خود مختاری ہے - جب کوئی قوم اپنی خود مختاری حاصل کرلیتی ہے تو کہا جاتا ہے ، اُسنے " وطنی آزادی " پالی -

آزادی کی ایک چوتھی قسم بھی ہے اور اُسے سیاست کی اصطلاح میں " دستوری آزادی " کہتے ہیں - اس سے مقصود یہ ہے کہ قوم پر ایک ایسی حکومت قائم ہو جسے خود قوم ہی نے منتخب کیا ہو ، اور وہ قوم کے سامنے ذمہ دار اور جوابدہ ہو ، جیسی کہ ولایات متحدہ امریکا ، فرانس ، اور انگلستان وغیرہ کی حکومتیں ہیں -

(سلطنت اور حکومت)

یہاں یہ جاننا بھی مناسب ہے کہ سلطنت (اسٹیٹ) اور حکومت (گورنمنٹ) میں کیا فرق ہے ؟ سلطنت سے مقصود یہ ہے کہ کسی محدود خطہ میں انسانی افراد کی کوئی جماعت آباد ہو اور اُس پر کوئی حکمراں قوت موجود ہو ، عام اس سے کہ حکمراں قوت اکثریت کے ہاتھہ میں ہو ، یا اقلیت کے ہاتھہ میں ، یا فرد واحد کے ہاتھہ میں - یہ قوت باقی تمام لوگوں پر غالب و حاوی ہو - لہذا سلطنت کے موجود ہونے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں : حکم اور اطاعت - جہاں کہیں حکم کرنے والی قوت اور اطاعت کرنے والی جماعت موجود ہو ، کہا جائیگا کہ سلطنت موجود ہے - یا یوں سمجھو کہ سلطنت ، حاکم اور محکوم کے مجموعہ کا نام ہے - رہی حکومت تو وہ اُس شخص یا جماعت کا نام ہے جسکے ہاتھہ میں حکمراں قوت ہوتی ہے -

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ " مشروط آزادی " (اور یہی شہری آزادی ہے) کی حفاظت کا ذمہ حکومت کے سر ہے - لیکن اگر حکومت کسی مستبد اور ظالم شخص کے ہاتھہ میں ہوگی تو وہ اپنی مرضی کے مطابق افراد کی آزادی اور حقوق پر دست درازی کر سکتا ہے - دستوری حکومتوں میں استبداد کا اتنا خطرہ نہیں ہے - لیکن اُن میں بھی شخصی آزادی کی ضمانت یکساں نہیں ہوتی - اس ضمانت کا تعلق براہ راست ، دستور حکومت سے ہوتا ہے - جن ملکوں کا دستور حکومت زیادہ مستحکم ہوتا اور مشکل سے بدلا جا سکتا ہے ، وہاں شخصی آزادی سب سے زیادہ محفوظ رہتی ہے - یہ اس لیے کہ اگر دستور حکومت آسانی سے بدلا جاسکتا ہے تو شخصی آزادی پر بھی آسانی کے ساتھہ دست درازی کی جا سکتی ہے -

مطبوعات جدیدہ

شخصی آزادی

مختلف سیاسي مذاهب کي نظر میں

حال میں مندرجه صدر موضوع " الحرية الشخصية " پر ایک نہایت مفید اور دلچسپ مجموعۂ مقالات مصر میں شائع ہوا ہے جس کے مقاله نگاروں نے کوشش کي ہے که اس باب میں جس قدر مختلف نقطه هاے نظر اور سیاسي مذاهب موجود هیں ' انهیں صحت بیان کے ساتهه واضح کر دیا جاے - " شخصي آزادي " کے باب میں اگرچه بے شمار افکار و آراء موجود هیں ' لیکن اهم اور اصولي مذاهب تین هیں :

(۱) " مذهب تقئید علی الاطلاق " یعني وه مذهب جو کامل شاهیت اور شاهي استبداد کے اعتراف کا نتیجه ہے ' اور جو کہتا ہے که کسي فرد واحد کو اپنے مالکوں اور آقاؤں کے خلاف مطالبۂ آزادي کا حق هي نہیں ہے -

(۲) " مذهب استقلال مقید و مشروط " جو اسوقت عملاً تمام اُن ممالک کي هئیت اجتماعیه کا مذهب ہے ' جو دستوري یا جمهوري حکومت کے طریقوں پر عامل هوچکے هیں - اس مذهب کے معتقدین شخصي آزادي کا مطالبه هر فرد کا فطري حق قرار دیتے هیں ' مگر ساتهه هي جماعت ' قوم ' اور نظم کے مشترک مقاصد کي بالا تري بهي تسلیم کرتے هیں - ان کے اعتقاد میں هر فرد کو آزاد هونا چاهیے ' لیکن اسي حد تک ' جس حد تک جماعت ' قوم ' اور حاکمانه نظام کا مزاج موافقت کرے -

(۳) " مذهب استقلال فردي علي الاطلاق " جو فرد کے حقوق آزادي کو اصل قرار دیکر هیئت اجتماعیه کا تمام نظام اُس کے مطابق رکهنا چاهتا ہے - اس کے معتقدین اُن تمام قیود اور شرائط کے اعتراف سے انکار کرتے هیں جو کسي حال میں بهی فرد کي انفرادي آزادي کے خلاف هوں -

پہلا مذهب بلکلم متروک و مهجور سمجها جاتا تها ' لیکن اٹلي کے فیشي سیزم نے پهر اُسے زنده کر دیا ہے -

هم اس مجموعه سے پہلے ایک مقاله دوسرے مذهب کي تائید مین (جو وقت کا عام اور معمول به مذهب ہے) حذف و اضافه کے بعد نقل کرتے هیں - اُس کے بعد تیسرے مذهب کے مؤید افکار و مباحث نقل کرینگے تاکه قارئین الهــلال اس اهم موضوع کے تمام اطراف پر نظر ڈال سکیں -

---

شخصی آزادي کے معنے کیا هیں ؟ لوگوں کو اِس کے شرح و بیان میں سخت ٹهوکریں لگي هیں - شخصي آزادي کا مفهوم عام طور پر یه سمجهه لیا گیا ہے که هر فرد اپني هر طلب بے روک ٹوک پوري کرسکے - اِس غلط فهمي کا بڑا سبب ' حکام کا طرز عمل ہے - مطلق العناني اور ذاتي مفاد کے مقابلے میں رعایا کے فوائد سے بے پروائي ؛ اُنهوں نے اپنا شعار بنا لیا - اِس غلو کا نتیجه یه نکلا که محکوموں میں بهي غلو پیدا هوگیا - انتهائي استبداد کے مقابلے میں انتهائي آزادي کا مطالبه شروع هوا - اور اِس طرح شخصي آزادي کا صحیح مفهوم بدل گیا -

اِس غلو نے بالاخر یه اصول پیدا کیا که " حکومت اور آزادي یک جا جمع نہیں هو سکتي " اِس اصول کے ماننے والوں کا استدلال یه ہے که حکومت سے مقصود ملک میں ایسے حاکم اعلی کا وجود ہے ' جسکي اطاعت تمام افراد کے لیے ضروري هو - وه قانون بنائے ' قانون کي پابندي پر مجبور کرے ' مخالفوں کو سزائیں دے ' محصول لگائے ' رعایا کي مرضي کے خلاف اعلان جنگ کردے ' اور قتل و خونریزي کا بازار گرم هوجائے - وه کہتے هیں ' اِس صورت میں کسي فرد کي بهي شخصي آزادي محفوظ نہیں ره سکتي -

(مذهب استقلال فردي)

اِس اصول کے قائل هر قسم کي حکومت کے خلاف هیں - اُنکے خیال میں حکومت کي موجودگي افراد کو اُنکي کامل آزادي سے محروم کر دیتي ہے - وه کہتے هیں ' هر فرد کو اپني خواهشیں

اصلاح جو مذهب انتقام کي جگه قائم هوگیا ہے - تمهاري دشمن هر وه چیز ہے جو عقل کو روشني بخشتي ہے - هر وه چیز جو روح کو ابهارتي ہے : یعني دین اور فلسفه - ایک طرف سے (حضرت) مسیح (علیه السلام) اور دوسري طرف سے والٹیر !

" حضرات ! اب میں اپنا بیان ختم کرنا چاهتا هوں - اے میرے فرزند ! میري آنکهه کے نور ! میرے جگر کے ٹکڑے ! هاں اے میري جان ! میں تجهي کو مخاطب کرتا هوں - تجهي کو جو مجرموں کے کٹهرے میں کهڑا ہے ! آج تو شرافت و عزت کي ایک عظیم منزل طے کر رها ہے - خدا نے تجهے محبت کي نظر سے دیکها اور اِس لائق بنایا که تو حق کیلیے جنگ کرے - مقدس حق کے لیے غم کهائے - تو آج اُس منزل میں قدم رکهه رها ہے ' جو همارے زمانے میں حقیقي مردانگي کي منزل ہے - یعني عدل و انصاف کیلیے جنگ - حقیقت کیلیے جنگ - عظیم بن جا ! بلند هوجا ! تو کیا ہے ؟ عقل انساني اور حقیقي جمهوریت کا ایک معمولي سپاهي ! تو آج اُس جگه بیٹها ہے جس پر تجهسے پہلے " برانجیه " بیٹهه چکا ہے - تو " لامرنیه " کي کرسي پر بیٹها ہے - اپنے عقائد میں کمزور نه هو - یه تجهسے میرے آخري لفظ هیں - نه میري وصیت ہے ' بشرطیکه تجهے وصیت کي ضرورت هو - غور کر ' تو اِس وقت " لزوارک " کي جگه بیٹها ہے - آه میري مسرت ! میرے لڑکے کو کیسي عزت ملي ہے ! . . .

" میں کہه چکا . . . "

آثار علميه

صحيح بخاري كا ايک تاريخي نسخه

(مجد الدين فيروز آبادي اور دولة رسوليه)

انسان كي طرح كتابوں كي بهي زندگي هے - جس طرح انسان پر پيدايش و موت ' اقامت و سفر ' غربت و هجرة ' اور عروج و زوال كے حوادث و ايام گزرتے هيں ' ٹهيک اسي طرح كے حوادث و ايام سے فكر انساني كي اِن كاغذي مخلوقات كي تاريخ بهي مرتب هوتي هے - ايک شخص دنيا كے كسي خاص حصے ميں پيدا هوتا هے ' ليكن سيلاب حوادث اچانک اُسے دنيا كے ايک دور دراز حصے ميں پهنچا ديتے هيں جسكا اُسے كبهي وهم و گمان بهي نه هوا هوگا - يهي حال دنيا كي مشهور و معروف كتابوں اور اُن كے تاريخي نسخوں كا بهي هے - سينكڑوں هزاروں كتابيں اور اُن كے نسخے آج دنيا كے مختلف حصوں ميں موجود هيں - اگر اُن كي تاريخي حيات پر نظر ڈالي جاۓ ' تو انقلاب و حوادث عالم كي ايک عجيب و غريب داستان نماياں هوجايگي - نهيں معلوم انتقال اور تغير كي كيسي كيسي منزلوں سے گزرنے كے بعد ' وه اپنے مولد و منشا كي جگه ' اِن مقامات ميں آج پناه گزيں هو سكے هيں - بهت ممكن هے كه ايک كتاب اب سے ايک هزار برس پہلے دنيا كے كسي ايک گوشه ميں پيدا هوئي هو ' اور آج دس صديوں كے اُن انقلابات و تغيرات كے بعد جن سے بے شمار ملكوں اور قوموں كي موت و حيات اور عروج و زوال كي داستانيں وابسته هيں ' دنيا كے ايک دوسرے انتهائي گوشه ميں پهنچ گئي هو !

(ايک نسخه كي سوانح حيات)

شيخ ابو اسماعيل ازدي نے دوسري صدي هجري كے وسط ميں فتوح الشام كي روايات جمع كيں - صاحب ابن عباد نے چوتهي صدي هجري ميں اپنے خزانۂ كتب كے ليے اُس كا نسخه ابن فارس امام لغة و عربية كي زير نگراني و تصحيح لكهوايا - پانچويں صدي ميں يه نسخه نهيں معلوم حوادث و تغيرات كي كتني منزليں طے كركے غزني پهنچا ' اور سلاطين غزنويه كي مواهير اُس پر ثبت هوئيں - پهر غزني سے نكل كر دشت غربت و مهاجرت كي نئي نئي منزليں طے كيں ' اور تمام بلاد ايران و عراق طے كركے مصر جا پهنچا ' چنانچه ساتويں صدي كے اواخر ميں شيخ ابو يعلى مصري كا دستخط اُس پر ثبت هوا ' اور نصف صدي تک اسي سر زمين ميں مقيم رها - پهر اُس كے بعد يهي نسخه يمن پهنچتا هے ' اور كتب خانۂ شاهي كي مهر اس پر ثبت هوتي هے - نيز بعض سلاطين يمن اسي نسخے پر اِسكي قرأت و درس كي اجازت اپنے شيوخ سے ليتے هيں - پهر يمن سے يه نسخه نكلتا هے ' اور كالي كٹ (مالا بار) پهنچتا هے ' مگر وهاں كي آب و هوا راس نهيں آتي ' اور تهوڑے هي عرصه كے بعد دكن پهنچكر سلاطين عادل شاهي كا مهمان هوتا هے - يهاں عرصه تک مقيم رهتا هے ' ليكن اُس كے بعد پهر طرح طرح كے تغيرات و حوادث پيش آۓ هيں - يهانتک كه بالآخر يه نسخه سنه ۱۷۹۹ - ميں ايک فرانسيسي كے هاتهه لگتا هے اور اب پيرس كے قومي كتب خانے ميں محفوظ هے !

كتاب عراق ميں پيدا هوئي ' رے ميں لكهي گئي ' غزني ميں مقيم هوئي ' غزني سے مصر پهنچي ' مصر سے يمن ' يمن سے مالا بار ' مالا بار سے بيجا پور ' بيجا پور سے پانڈي چري ' پانڈي چري سے ايشيا اور يورپ كے تمام بري اور بحري فاصلے طے كركے پيرس دار الحكومت فرانس ميں !

به بيں تفاوت ره از كجاست تا بكجا ؟

(هندوستان كا گذشته دور عام)

اِس سلسله ميں هندوستان كا پچهلا دور علم خصوصيت كے ساتهه قابل ذكر هے - يه ملک عربي و اسلامي تمدن كے تمام بڑے بڑے مركزوں سے بعيد و مهجور تها - دمشق ' بغداد ' قاهره ' اندلس ' خوارزم ' شيراز ' رے ' اصفهان ' يمن ' وغيره ممالک ' عربي و اسلامي تمدن كے وقتاً فوقتاً مركز رهے ' ليكن هندوستان ان ميں سے كسي ملک سے بهي متصل اور قريب نه تها - تاهم هندوستان ميں وقتاً فوقتاً علوم عربيۂ و اسلاميه كے جيسے جيسے عظيم الشان ذخيرے جمع هوے ' اور عربي علوم كے اصولي نسخوں اور امهات نقل و كتابت كا جيسا قيمتي سرمايه فراهم هوا ' وه كسي طرح بهي اسلامي تمدن كے مركزي مقامات سے كمتر قرار نهيں ديا جاسكتا ' اور هندوستان كے امراء و علماء كي علمي قدر دانيوں اور علمي مساعي كي حيرت انگيز شهادت بهم پهنچاتا هے - گذشته نو صديوں كے اندر بے شمار ملكي انقلابات پيش آۓ - هر انقلاب ميں علم و تمدن كا پچهلا ذخيره برباد هوا ' اور نئے ذخيروں كي از سر نو بنياديں پڑيں - خصوصاً سترهويں صدي كے اوائل سے ليكر غدر سنه ۵۷ ع كي انقلابي بربادیوں تک كا زمانه تو علمي ذخائر كي تباهيوں كا ايک مسلسل دور تها - بلا مبالغه كها جا سكتا هے كه جونپور ' مالوه ' دكن ' دهلي ' آگره ' لكهنؤ ' اور مرشدآباد ميں نو سو برس كے اسلامي تمدن نے جس قدر ذخائر علم جمع كيے تهے ' اُن كا دو تهائي حصه يكقلم برباد هوگيا ' اور ايک تهائي حصه جو باقي رها ' اُس كا بهي بڑا حصه منتشر هوكر يا تو يورپ پهنچ گيا ' يا گمنام اور مجهول گوشوں ميں نا پيد هوگيا - با ايں همه آج بهي هندوستان كي فراهم شده كتابوں كا جس قدر سراغ خود ملک كے اندر يا ملک سے باهر لگ سكتا هے ' اُس سے هم اسكي عظمت و كثرت كا وثوق كے ساتهه اندازه لگا سكتے هيں - عربي و اسلامي علوم و فنون كي كوئي شاخ بهي ايسي نهيں هے جس كي امهات كتب كے اصولي نسخے (يعني وه نسخے جو يا تو مصنف كے هاتهه كے لكهے هوے تهے ' يا آئمۂ فن كے درس و مطالعه ميں ره چكے تهے اور اسليے نقل لينے كے ليے زياده مستند سمجهے جاتے تهے ' يا اسي طرح كي كوئي اور اهميت ركهتے تهے) هندوستان نه پهنچے هوں ' اور نه صرف سلاطين و امراء كے كتب خانوں ميں ' بلكه ايک ايک قصبه اور قريه كے اندر اُن كي بڑي تعداد موجود نه هو - قرآن مجيد ' صحاح سته ' معاجم و مسانيد ' تفاسير و شروح ' امهات اصول و فقه ' تاريخ و علوم كے وه نسخے جو سلسل علم كے آئمۂ و اكابر نے حجاز ' عراق ' مصر '

سب سے زیادہ مشکل تبدیلی امریکا کے دستور حکومت کی ہے - اس تبدیلی کے لیے ضروری ہے کہ ملک کی دو ثلث آبادی کی منظوری لی جائے - یعنی مجلس حکومت کے دو ثلث ممبروں کی رضامندی ضروری ہے - لیکن دوسرے ممالک مثلاً انگلستان میں دستور کی تبدیلی اتنی مشکل نہیں ہے - وہاں پارلیمینٹ کو اختیار ہے، جب چاہے تھوڑی سی اکثریت پیدا کرکے بدل ڈالے -

بنا بریں امریکا کا نظام حکومت دنیا کے تمام ملکوں کے موجود نظام حکومت سے زیادہ بہتر اور شخصی آزادی کے لیے زیادہ ضمانت رکھنے والا سمجھا جاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں جتنی شہری آزادی موجود ہے، اتنی روئے زمین پر کسی دوسرے ملک میں موجود نہیں - البتہ روس کا نیا انقلاب اس سے مستثنٰے ہے -

(حکومت اور افراد)

حکومت کو افراد پرکس قسم کا اقتدار حاصل ہونا چاہیے ؟ اس کے سمجھنے کے لیے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ فرد اور سلطنت یا قوم کے درمیان کیا تعلق ہے ؟

" مذہب استقلال فردی " کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ سلطنت یا قوم میں فرد، مستقل مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اور یہ کہ تمام افراد نے باہم معاہدہ کرکے اپنے تئیں اس شرط پر حاکم کے حوالہ کردیا ہے کہ وہ اُن کی شخصی آزادی کی حفاظت کرے اور دوسرے افراد کی دست درازیاں روکے - لہذا حکومت کا اقتدار و اختیار صرف اسی دائرے میں محدود ہے - یعنی زیادتی کا روکنا - اٹھارویں صدی کے علماء سیاست میں اس مذہب نے بہت مقبولیت حاصل کی تھی، مگر بعد میں عملاً متروک ہوگیا -

علماء سیاست کا ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ فرد اور سلطنت کا باہمی تعلق ایک مضبوط طبیعی تعلق ہے - یہ تعلق ویسا ہی ہے، جیسا مختلف اعضاء کا جسم سے ہوتا ہے - جس طرح ہاتھ جسم سے کٹ کر باقی نہیں رہ سکتا، اسی طرح فرد، سلطنت یا قوم سے علحدہ ہوکر زندہ نہیں رہ سکتا - اس گروہ کا خیال ہے کہ سلطنت اس وقت سے موجود ہے، جب سے انسان کی جماعتی زندگی کا آغاز ہوا ہے - شروع میں جب انسان ابتدائی وحشت کی حالت میں تھا، تو اس وقت سلطنت بھی بالکل ابتدائی حالت میں تھی - اس زمانہ میں قبیلہ ہی سلطنت تھی - کیونکہ سلطنت کی یہ تعریف کہ " حاکم اور محکوم موجود ہوں " قبیلے پر بھی صادق آتی تھی - غرضکہ اس گروہ کا مذہب یہ ہے کہ فرد اور سلطنت میں ہرگز تفریق نہیں ہو سکتی - اس مذہب کا نام " مذہب عضوی " ہے - اس مذہب کے بموجب سلطنت میں زندہ جسم کی طرح لگا تار نمو ہوتا رہتا ہے - یہی دائمی نمو، نظام اجتماعی کی ترقی کا باعث حقیقی ہے -

اس تمثیل سے مقصود یہ نہیں ہے کہ سلطنت ہر اعتبار سے زندہ جسم کے مشابہ ہے - کیونکہ سلطنت کا نمو، اضطراری اور غیر اختیاری نہیں ہے - یعنی اس کی ترقی میں افراد کے ارادے کو دخل ہے - افراد ہی اپنے ارادے سے اسے ترقی دیتے اور آگے بڑھاتے ہیں - برخلاف اس کے حیوانی و نباتی اجسام کے نمو میں اختیار و ارادہ دخل نہیں رکھتا - وہ اضطراری و طبیعی طور پر موجود ہوتا اور برابر جاری رہتا ہے -

اس مذہب نے مذہب " استقلال فردی " کو کافی نقصان پہنچایا ہے - کیونکہ آخر الذکر، فرد کو سلطنت سے الگ حیثیت دیتا اور حکومت کا اقتدار و اختیار محدود کرکے سلطنت کی ترقی و تقدم روکتا ہے - برخلاف اس کے دوسرا مذہب، افراد اور سلطنت کو ایک ہی جسم قرار دیتا ہے اور اس طرح اسے نفع پہنچاتا ہے - اس مذہب کی رو سے فرد کو جماعت یا قوم کے فائدے کے لیے شخصی نقصان گوارا کر لینا چاہئے - جیسا کہ ہاتھ، سر یا دل کی حفاظت کے لئے اپنا وجود خطرہ میں ڈال دیتا ہے -

اگر افراد اس مذہب پر ایمان لے آئیں، تو حاکم کے اُن تمام قوانین کی بخوشی اطاعت کرینگے، جن سے اگرچہ شخصی طور پر انہیں نقصان پہنچ سکتا ہے مگر وہ جماعت کے لئے مفید ہیں - کیونکہ وہ سمجھینگے کہ قانون، عام فائدہ کے لئے ہے، نہ کہ شخصی فائدہ کے لئے، اور یہ کہ عام مصلحت کے مقابلے میں شخصی مصلحت فنا ہو جانی چاہئے -

لیکن اگر مذہب " استقلال فردی " تسلیم کرلیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حاکمانہ قوت کا احترام جاتا رہے گا اور سلطنت کی ترقی رک جائیگی - پھر جب سلطنت کمزور ہوجائیگی تو لازمی طور پر فرد بھی کمزور ہو جائیگا - کمزور سلطنتوں کی یہی حالت دنیا مشاہدہ کر رہی ہے - وہ نہ تو خود خوش نصیب ہیں، نہ اُن میں افراد ہی کو خوش نصیبی میسر ہے - موجودہ علماء سیاست کا خیال ہے کہ تاریخ کے تجربے اور روز مرہ کے مشاہدے ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ " مذہب عضوی " قبول کریں اور دنیا میں اس کی اشاعت کریں -

یہ نا ممکن ہے کہ دنیا میں کوئی جماعت ایسی موجود ہو سکے جسکی بنیاد مذہب استقلال فردی پر ہو - جماعتوں کی کامیابی و ترقی کے لیے لازمی ہے کہ اُسکے تمام افراد، مذہب عضوی کے ماننے والے ہوں، مجموع میں جذب ہوجائیں، اور عموم کی مصلحت کے سامنے اپنی شخصیت بھول جائیں - یہی ایک طریقہ ہے جس سے انسانی جماعتیں (سیاسی ہوں یا اجتماعی) ترقی کر سکتی ہیں - کوئی انسانی جماعت، انانیت کو اپنا اصول قرار دے کر زندہ نہیں رہ سکتی - کیونکہ یہ نا ممکن ہے کہ تمام افراد کے اغراض اور خواہشیں بالکل متفق و متحد ہو جائیں - یہی باعث ہے کہ جن ملکوں میں حکومت سے بے اعتمادی، مذہب انانیت یا استقلال فردی کے طرف عام میلان پیدا کر رہی ہے، وہاں کوئی بھی مشترک عمل کامیاب نہیں ہوتا - کتنی ہی انجمنیں قائم ہوتی ہیں، شروع شروع میں بڑا جوش و خروش دکھایا جاتا ہے، لیکن پھر بہت جلد کارکنوں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے اور پوری تحریک ختم ہو جاتی ہے -

مشرق اس بیماری کا بری طرح شکار ہوا ہے - اُسکی وطنیت و قومیت فنا ہو گئی ہے، عام مصالح ضائع ہو گئے ہیں، اور جماعتی تحریکوں کی کامیابی کی بہت کم مثالیں نظر آتی ہیں - مشرق کو یہ مہلک مرض درحقیقت مستبد بادشاہوں کی وجہ سے لاحق ہوا - یہ بادشاہ صدیوں تک مشرقی قوموں پر مسلط رہے ہیں، اور اپنے ذاتی اغراض کے لیے جماعتی مصالح برباد کرتے آئے ہیں - نتیجہ یہ ہوا کہ نسلوں کے تجربہ و مشاہدہ کے بعد مشرقی اقوام کے دلوں میں یہ بات جم گئی کہ قومی وحدت بیکار ہے، اور مصلحت عام کے لیے سعی لا حاصل ہے - ہوتے ہوتے اب اُنکی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وطنیت، قومیت، عام مصلحت، جماعت، وغیرہ الفاظ کے لیے اُن کے دلوں میں کوئی کشش پیدا ہی نہیں ہوتی -

* * *

(یمن کے سلاطین رسولي)

یمن کے خاندان رسولي کا تذکرہ عام تاریخوں میں بہت کم ملتا هے، اس لیے لوگ اُن کے ناموں سے آشنا نہیں - اس نسخه کي تاریخ حیات کي توضیح کے لیے ضروري هے که مختصراً اس کا ذکر کر دیا جاے -

یمن میں ساتویں صدي هجري کے اوائل سے لیکر تقریباً نویں صدي کے درمیاني عہد تک ایک خاص خاندان کے افراد کي حکومت رهي هے جو " رسولي " کے لقب سے مشہور تها - یه لوگ اصلاً ترکمان تهے، اور ترکمانوں کے قبیلۂ " مینجک " سے تعلق رکهتے تهے، لیکن جب اتفاقات وقت نے یمن جیسے خالص عربي ملک کا حکمران بنا دیا، تو ضرورت هوئي که کسي نه کسي طرح اپنا سلسلۂ نسب عرب سلاطین و امراء سے ملادیں - چنانچه ظاهر کیا گیا که اُن کے مورث اعلی جبله بن ایهم غساني کي نسل سے هیں جو حضرة عمر (رضي الله عنه) کے زمانے میں مسلمان هوکر پهر مسیحي هو گیا تها، اور قسطنطنیه چلا گیا تها - الحاق نسب کي صورت یه اختیار کي گئي که جبله عرصه تک روم میں مقیم رها - اُس نے اگرچه مسیحي مذهب اختیار کرلیا تها، لیکن اس کا قلب مطمئن نه تها - مرتے وقت اُس نے اپني اولاد کو وصیت کي که بلاد روم سے نکل کر اسلامي ممالک میں جائیں اور مسلمان هوکر زندگي بسر کریں - وه ترکمانوں کے قبائل میں آکر مقیم هوگئے - اور اس طرح ان کي عربیت، ترکمانیت سے مبدل هوگئي !

اس خاندان کا پہلا فرد جو تاریخ میں نمایاں هوتا هے، محمد بن هارون بن یوحی رستم هے - خلفاء عباسیه کے زمانے میں یه عراق آیا اور تهوڑے عرصه کے اندر عزت و قبولیت حاصل کرلي - اُس زمانے میں حکومت بغداد کو ایک سفیر و رسول کي ضرورت تهي جو مصر و شام میں احکام خلافت کا مبلغ هو - خلیفه نے محمد بن هارون کا اس غرض سے انتخاب کیا، اور اس طرح یه خاندان پہلے عراق سے شام میں، اور پهر شام سے مصر میں منتقل هوگیا - بغداد کي سفارت و رسالت کي بنا پر محمد بن هارون " رسول " کے لقب سے پکارا جاتا تها - یه تلقب اس قدر مشهور هوا که آگے چل کر پورا خاندان " رسول " کي نسبت سے پکارا جانے لگا -

مصر میں جب ایوبیوں کي حکومت قائم هوي، تو یمن اُس وقت مصر کے زیر اثر تها - انهوں نے وهاں کي ولایت کیلیے توران شاه بن ایوب کو بهیجا، اور اسکے ساتهه خاندان رسولي کو بهي روانه کر دیا، کیونکه مصر میں انکي موجودگي سیاسي مصالح کے خلاف تهي - عرصه تک یه خاندان یمن میں امراء و اشراف کي زندگي بسر کرتا رها - لیکن ساتویں صدي کے اوائل میں جب ملک ظاهر بیبرس مصر میں حکمراں هوا، تو یمن میں ایسے تغیرات و حوادث پیش آئے که اِس خاندان کو امارت سے نکل کر ریاست و فرمانروائي کي تخت نشیني کا موقعه ملگیا، اور کچهه عرصه کي کشمکش و تنازع کے بعد حکومت مصر نے بهي اس کا استقلال تسلیم کرلیا - اس خاندان کا پہلا حکمراں ملک المنصور نور الدین عمر بن علي بن رسول تها - یه سنه ۶۲۸ - میں مسند نشین هوا، اور سنه ۶۴۷ ه میں اپنے غلاموں کے هاتهوں قتل هوا - یمن کے علاوه حجاز و حرمین کي حراست و خدمت بهي مصر سے نکل کر اسي حکمران خاندان کے قبضه میں آگئي تهي -

(ملک الاشرف)

اِسي سلسلۂ حکومت کا ساتواں فرمانروا ملک الاشرف اسماعیل بن عباس بن علي بن داؤد رسولي تها، جسکا اس نسخه کي تحریر میں ذکر هے، اور جس کے کتب خانه سے یه نسخه نکل کر کسي طرح هندوستان پہنچ گیا هے -

ملک الاشرف ۲۱ - شعبان سنه ۷۷۸ - ه میں مسند نشین هوا، اور سنه ۸۰۳ - ه میں انتقال کیا - شیخ شرف الدین بن ابي بکر المقري نے مرثیه لکها تها، جسکے اشعار حافظ ابن حجر نے نقل کیے هیں :

هو الدهر کرت بالخطوب کتائبه
و غصت بانیاب حداد نوائبه

تمام مورخین بالاتفاق شهادت دیتے هیں که اس خاندان کے تمام سلاطین اهل علم و فضل تهے، اور علم و فضل کي قدر شناسي میں اپنا عدیل نهیں رکهتے تهے - اس خاندان کا پہلا فرمانروا جس نے حکومت مصر کي نیابت سے ترقي کرکے استقلال و فرمانروائي کي حیثیت حاصل کرلي، سلطان نور الدین تها - الخزرجي صاحب عقود اللولویه (جس کا ذکر آگے آتا هے) لکهتا هے که اُس کي زندگي کي سب سے بڑي مشغولیت یه تهي که اطراف عالم سے اهل علم و فضل کو یمن و حجاز میں جمع کرے، اور مدارس و مساجد سے اپني مملکت معمور کردے - مکۂ معظمه، تعز، عدن، زبید، وادي سهام، اور تهامه کے ایک ایک قصبه میں اُس نے مدرسے اور مسجدیں تعمیر کیں - مکۂ معظمه کا مدرسه اُس عهد کے تمام مدارس حجاز پر فوقیت رکهتا تها - زبید میں تین مدرسے الگ الگ تعمیر کیے - مدرسۂ شافعیه، مدرسۂ حنفیه، اور دار الحدیث - اِن سب کے لیے اوقاف و محاصل تهے جن سے مدرسین و طلباء کو وظائف دیے جاتے تهے - (جلد اول : ۸۴) ملک المظفر جو اس سلسله کا دوسرا فرمانروا هے، وه نه صرف علوم کا قدر شناس اور مدارس و جوامع کا باني تها، بلکه خود بهي صاحب علم و فضل تها - تفسیر، حدیث، اور طب میں اُس کي مصنفات کا حافظ ابن حجر عسقلاني اور قاضي شوکاني نے ذکر کیا هے - الخزرجي لکهتا هے که حدیث کی تمام امهات کتب اس نے اپنے قلم سے لکهي تهیں - ان کي تعداد و ضخامت دیکهکر تعجب هوتا هے که حکومت کي آلودگیوں کے ساتهه علم و کتابت کے لیے اِتنا وقت کیونکر نکل سکا ؟ اُس کے علمي شوق کا یه حال تها که امام فخر الدین رازي کي تفسیر کبیر جب اُس کی نظر سے گزري تو بعض حصے ناقص اور تشنه محسوس هوے - اُس وقت قاهره میں تاج الدین بن بنت الاعز قاضي القضاة تهے - اُنهیں لکها که تفسیر کے مصححه نسخے بهیج دیں - اُنهوں نے چار نسخے بهیجے - لیکن ان سب کا بهي وهي حال تها - اس پر خیال هوا که خود مصنف کے قلم کا لکها هوا مسوده دیکهنا چاهیے - چنانچه ایک سفارت یمن سے هرات بهیجي گئي - اُس نے امام موصوف کے قلم سے لکها هوا اصلي نسخه بصرف کثیر حاصل کیا - خود سلطان موصوف کي یه عبارت خزرجي نے نقل کي هے " میں نے جب یه اصلي نسخه دیکها تو میري کاوش دور هوگئي، کیونکه اس میں وه تمام مقامات ساده چهوڑ دیے گئے تهے، اِس سے معلوم هوتا هے که مصنف کا اراده نظر ثاني کا تها جو پورا نه هوسکا " (جلد ۱ : ۲۲۸) جن اهل نظر نے تفسیر کا بالاستیعاب مطالعه کیا هے، وه سلطان موصوف کي صحت نظر و راے کي تصدیق کرینگے -

خوارزم ، بلاد فارس ، اور مغرب و اندلس میں لکھے تھے یا انکی تصحیح کی تھی ، نه صرف دھلی و آگرہ کے شاھی کتب خانوں میں بلکه جونپور اور اودھ کے قریوں تک میں موجود تھے - یاقوت مستعصمی کے لکھے ھوے مصاحف ، رے اور شیراز کے مجمع قراء و حفاظ کے مصححه قرآن ، حفاظ حدیث کے لکھے ھوے یا املاء شدہ مجامیع حدیث ، حافظ ابن صلاح اور نووی جیسے اکابر حدیث کے دستخطی صحیحین ، حافظ ابو الحجاج مزی اور امام ذھبی کی مصححه صحاح سته ، حافظ ابن حجر اور انکے معاصرین کی خود نوشته مصنفات ، آگرہ اور دھلی میں اسی طرح ملتی تھیں ، جس طرح بغداد اور قاھرہ میں مل سکتی تھیں !

(پانچ نسخے)

ھندوستان کے مختلف گوشوں میں اب بھی اس پچھلے دور علم کے نشان قدم باقی ھیں - حیرت ھوتی ھے که علم و فن کے ان ذخائر کی کثرت و عظمت کا کیا حال ھوگا ، جو اتنی بربادیوں کے بعد بھی بے نام و نشان نه ھوسکے ؟

ھم چاھتے ھیں ، اس سلسله میں بعض تاریخی نسخوں کا ذکر کریں - بالفعل پانچ نسخوں کی تاریخ پیش نظر ھے - یه وہ نسخے ھیں جن میں سے کسی کی زندگی پانچ صدیوں سے کم نہیں ھے اور جن پر انقلاب و حوادث ایام کے بڑے بڑے دور گزر چکے ھیں :

(۱) جامع صحیح بخاری کا نسخۂ رسولی مصححۂ و درسیۂ شیخ مجدد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس و سفر السعادہ -

(۲) صحیح مسلم کا نصف اخیر مصححۂ حافظ ابن الصلاح صاحب مقدمه - و درسیۂ حفاظ مدرسۂ اشرفیۂ قاھرہ -

(۳) کتاب زاد الرفاق صلاح الدین الابیوردی (المتوفی سنه [illegible] ھ) مصححۂ مصنف جس [illegible] قاضی الفاضل یعنے قاضی عبدا[illegible] بن علی وزیر سلطان صلاح الدین ایوبی کا دستخط ثبت ھے -

(۴) تاریخ مکه ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی - مصححه شمس الدین یوسف سبط ابن الجوزی -

(۵) مقامات حریری کا نسخه غرناطه جو امیر ناصر الدین عسقلانی (المتوفی سنه ۷۳۳ ھ) کے کتب خانه میں داخل ھوا پھر سنه ۹۷۰ میں دکن پہنچا ، اور دکن سے ایک شائق علم شیخ محمد یوسف نامی نے حاصل کیا -

(جامع صحیح بخاری نسخۂ رسولی)

آج ھم صحیح بخاری کے نسخۂ رسولی کے آخری صفحه کا عکس مع مختصر تشریحات کے شائع کرتے ھیں - یه نسخه مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب رئیس دھلی کے کتب خانه میں موجود ھے - اس نسخه کی تاریخی نوعیت حسب ذیل ھے :

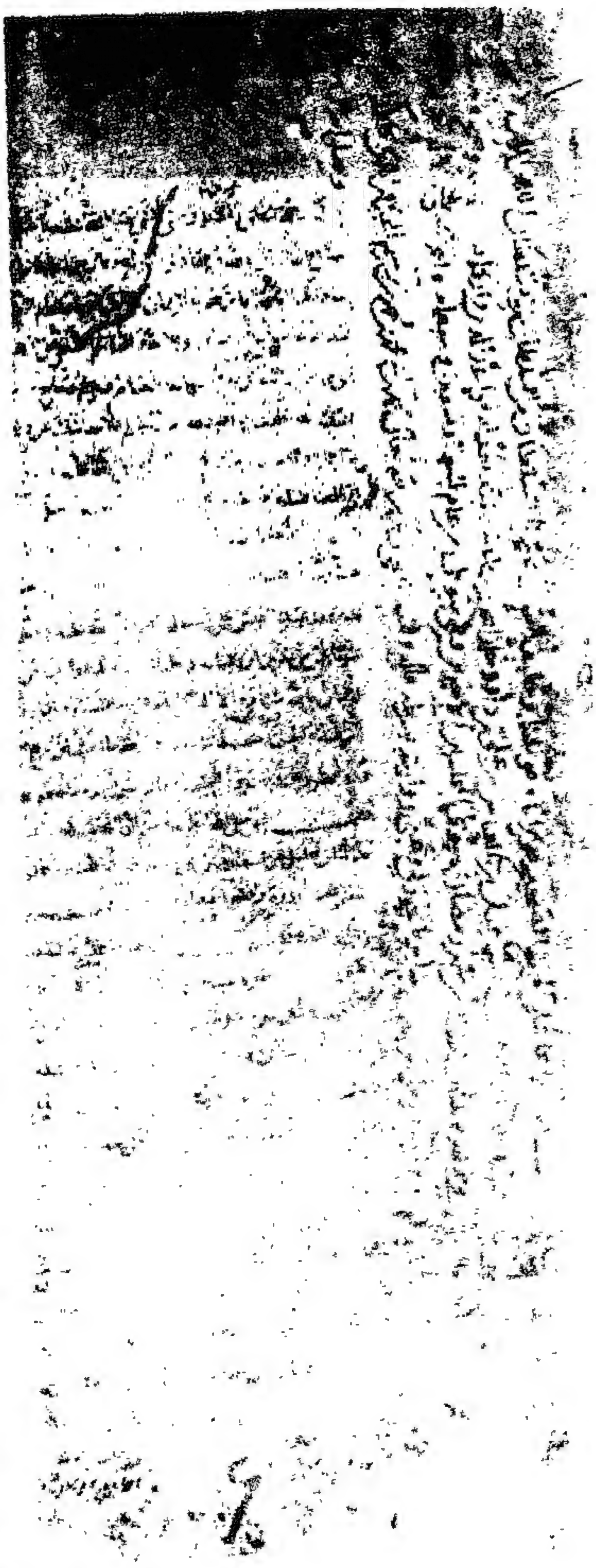

(۱) اصل نسخه بغداد میں لکھا گیا ھے اور وھاں درس و املاء میں رہ چکا ھے -

(۲) بغداد سے شام پہنچا ، اور متعدد علماء و حفاظ حدیث نے املاء و درس کے وقت اسکی تصحیح کی اور جابجا بین السطور اور حواشی میں اختلاف رواۃ و نسخ کی نسبت فوائد و منہیات کا اضافه کیا -

(۳) شام سے یه نسخه غالباً مصر پہنچا ، اور خاندان رسولی کے امراء مقیمین قاھرہ کے ھاتھه لگا - جب وہ یمن پر قابض ھوے تو ان کے ساتھه یمن پہنچکر شاھی کتب خانه میں داخل ھوا -

(۴) جب شیخ مجدد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس ، یمن پہنچے ، اور سلطان ملک الاشرف رسولی نے ان سے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کرنی چاھی ، تو اسی نسخه پر درس و املاء کا سلسله جاری ھوا ، اور اتمام درس کے بعد شیخ موصوف نے اپنے قلم سے ملک الاشرف کے لیے سند و اجازت کی سطور تحریر کردیں -

چنانچه کتاب کے آخر میں شیخ مجدد الدین کے قلم سے حسب ذیل عبارت مرقوم ھے :

"...... سماعاً علي لجميع الصحيح مولانا و مولينا و خليفة الله في عصرنا ، السلطان بن السلطان بن السلطان ، المالك الملك الاشرف ، ممهد الدنيا و الدين ، اسماعيل بن العباس بن علي بن داؤد ، خلد الله سلطانه ، و شيد بعدله قواعد الدين و اركانه ؛ في بضع و ثلثين يوماً من شهر رمضان ، سوي المجلسين الاخرين في شوال ، من عام سبعة و تسعين و سبعمائة ، و اجزت روايته و رواية سائر ما يجوز لي و عني روايته بشرطه . قاله و كتبه الملتجي الى حرم الله تعالى محمد بن ابي محمد بن محمد بن ابراهيم الفيروزابادي تجاوز الله عنه ، و صلى الله على سيدنا محمد و آله و اصحابه و سلم "

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد امویہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی داعی و محرکات

کچھ عرصہ ہوا مرحوم شیخ محمد خضری نے جامعۂ مصریہ میں تاریخ اسلام پر دو سال تک درس دیا تھا جس کا مجموعہ "تاریخ امم اسلامیہ" کے نام سے شائع ہوا تھا - اب اس کا ایک نیا ایڈیشن جامعہ نے شائع کیا ہے، جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نظر ثانی کرکے کتاب کے متعدد اہم مقامات زیادہ مبسوط اور جامع کر دئیے ہیں، اور ترتیب بحث بھی پہلے سے زیادہ موزوں اور مسلسل ہے - بلاشبہ تاریخ اسلام کے مباحث کی سطح اس سے بہت زیادہ بلند ہونی چاہیے جس قدر اس کتاب میں نظر آرہی ہے - تاہم کتاب کی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا - نئے ایڈیشن کے اضافات میں سب سے زیادہ اہم مقام عہد امویہ کے اختتام اور عباسیہ کی تاسیس کے ذہنی دواعی و محرکات ہیں - ہم اس کا خلاصہ چند نمبروں میں شائع کردینا چاہتے ہیں - کیونکہ اس سے تاریخ اسلام کے مطالعہ میں مزید کاوش اور نظر کی راہ باز ہوتی ہے -

عباس بن عبدالمطلب

عباس بن عبدالمطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے - یہ بنی ہاشم کے ایک معزز سردار اور مشہور مدبر تھے - جاہلیت میں ابو سفیان صخر بن حرب سے ان کی دوستی بہت گہری تھی - ظہور اسلام کے بعد رسول اللہ صلعم سے ان کا اخلاص آخری حد تک پہنچ گیا تھا، اگرچہ باقاعدہ مسلمان ایک مدت کے بعد ہوئے - رسول اللہ صلعم بھی ان سے بڑی عزت و محبت کا سلوک کرتے تھے - یہ خلافت عثمانی میں (سنہ ۳۲ھ) ۸۸ برس کی عمر میں فوت ہوئے -

عبداللہ بن عباس

عبداللہ بن عباس، اپنے والد کے منجھلے لڑکے تھے - ہجرت سے تین برس پہلے پیدا ہوئے، رسول اللہ کو ان سے بھی بہت محبت تھی - آپ نے ان کے لئے تفقہ فی القرآن کی دعا کی تھی - حضرت عمر، ان کی علمیت، عقل، فصاحت کی وجہ سے انھیں اپنی مشورت کی خاص مجلسوں میں شریک کرتے، اور باوجود کم سنی کے ان سے فتوی لیتے تھے - حضرت عثمان نے انھیں سنہ ۳۵ھ کے حج کا امیر مقرر کیا - حضرت علی کی خلافت میں وہ انکے دست راست اور قوت بازو تھے - بصرہ کے صوبے کی ولایت (گورنری) بھی انھیں ملی تھی - امیر معاویہ کی خلافت میں وہ سیاسیات سے الگ ہوکر طائف میں مقیم ہوگئے اور وہیں سنہ ۶۸ھ میں انتقال کیا -

علی بن عبداللہ بن عباس

حضرت عبداللہ بن عباس کی اولاد میں سب سے زیادہ اہمیت، انکے سب سے چھوٹے بیٹے، علی، کو حاصل ہے - یہ عین اس دن پیدا ہوئے جس دن امیر المومنین علی علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ ہوا - اسی مناسبت سے ان کا نام "علی" رکھا گیا - یہ نہایت باوقار، وجیہ، فصیح و بلیغ، اور عالی حوصلہ تھے - کہا جاتا ہے، اس وقت ان سے زیادہ خوبصورت کوئی قرشی موجود نہ تھا - ان کا زہد و عبادت بھی بہت مشہور ہے - بنی امیہ نے انھیں مدینہ اور دمشق کے راستہ پر ایک گاؤں، "حمیمہ" جاگیر میں دے دیا تھا - یہ وہیں رہے اور ان کی تمام اولاد بھی وہیں پیدا ہوئی - سنہ ۱۱۸ھ میں انھوں نے انتقال کیا -

محمد بن علی

علی بن عبداللہ کے بیٹوں میں "محمد" نے بہت شہرت حاصل کی - کیونکہ وہ ابراہیم، ابو العباس السفاح، اور ابو جعفر منصور کے والد تھے جن سے خلافت عباسی کا آغاز ہوا - اسی قدر نہیں بلکہ انھی نے یہ نئی دعوت شروع کی اور اپنے باپ علی بن عبداللہ کی زندگی میں شروع کی لیکن خود علی کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا -

عباسی خلافت کا تخیل

اس جلیل القدر خاندان کے تعارف کے بعد اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا اور اموی خلافت برباد کرکے انھوں نے اپنی شہنشاہی کس طرح قائم کرلی؟

آنحضرت (صلعم) کے وفات کے بعد معاملۂ خلافت میں جو اختلاف رائے ہوا، اس کی تفصیلات معلوم و مشہور ہیں - بالآخر جمہور صحابہ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس طرح اس خطرناک اختلاف کا بظاہر خاتمہ ہوگیا -

لیکن معلوم ہے کہ ایک جماعت ابتدا سے موجود تھی جو خلافت کا حق بنو ہاشم یعنی خاندان نبوت میں محصور دیکھتی تھی - اسی جماعت میں حضرت عباس بھی تھے - یہ اگرچہ بنو ہاشم میں سب سے زیادہ سن تھے، مگر کوئی شخص بھی انھیں حضرت علی پر ترجیح نہیں دیتا تھا - حضرت علی علیہ السلام اپنے تئیں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے خود حضرت فاطمہ علیہا السلام کا بھی یہی خیال تھا -

لیکن بالآخر حضرت علی، حضرت عباس، اور ان کی تمام جماعت نے جمہور کے فیصلہ پر عمل کیا - عہد صدیقی اور عہد فاروقی دونوں گزر گئے - حضرت عثمان کے زمانہ میں خلافت کی بحث نے از سر نو سر اٹھایا، حضرت علی خیال کرتے تھے کہ مجلس شوری کے اکثر ارکان نے حضرت عثمان کو خلیفہ منتخب کرکے انکے ساتھ ناانصافی کی ہے -

حضرت عثمان کے آخری عہد میں حضرت عباس کا انتقال ہوا - انھوں نے کثیر اولاد چھوڑی، مگر یہ ثابت نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی خلافت حاصل کرنے کا متمنی ہوا ہو -

حضرت عثمان کی خلافت کے چھٹے سال ایک جماعت میں خیال پیدا ہوا کہ خلافت، حضرت عثمان سے حضرت علی کو منتقل کردی جائے اس تحریک کے چند داعی، بڑے بڑے اسلامی مرکزوں: کوفہ، بصرہ، اور فسطاط (مصر) میں ظاہر ہوئے - تحریک کا آغاز اس طرح ہوا کہ حضرت عثمان کے عمال و حکام کی مذمت شروع کی گئی - ان کی برائیاں مشہور کی جانے لگیں - ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک کے لوگوں کو یہ باتیں لکھتے اور پھر سب اپنی جماعت کے لوگوں کو مدینہ میں ان حالات سے مطلع کرتے - تھوڑی ہی مدت کے بعد تمام اسلامی ملکوں میں حضرت عثمان کے ولاۃ و حکام بدنام ہوگئے اور عام شکایات پیدا ہوگئیں - اس کامیابی کے بعد ان لوگوں نے خود خلیفہ کی مذمت شروع کی اور حضرت عثمان پر بہت سے الزام لگائے جن میں سے بعض صحیح تھے اور بعض بالکل بے بنیاد تھے - حضرت عثمان کی نرمی طبیعت اور فتنہ و فساد سے حد درجہ احتیاط نے اس صورت حال کے لئے بہت افزا فضا پیدا کردی تھی - انھوں نے تینوں اسلامی مرکزوں یعنی کوفہ، بصرہ، اور فسطاط کے شورش پسند جمع کئے، اور فریادی بنکر دار الخلافہ، مدینہ پر چڑھ دوڑے - حضرت عثمان نے غایت درجہ نرمی دکھائی - ان کی تمام شکایتیں تسلیم کرلیں، اور مطالبات منظور کرلئے - اس پر بظاہر سب نے رضامندی اور اطمینان کا اظہار کیا اور اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہوگئے -

مگر چند دن بعد صورت حال نے ایک نیا پہلو بدلا - مصری وفد جوش و غضب کی حالت میں راستے سے واپس لوٹا - اس کے پاس ایک خط تھا جس پر حضرت عثمان کی مہر تھی اور اس کا مضمون یہ تھا کہ "مصری وفد قتل کر ڈالا جائے" بیان کیا گیا کہ یہ خط حضرت عثمان نے والی مصر کے نام بھیجا تھا - لیکن جب یہ خط پیش ہوا تو حضرت عثمان نے قسم کھا کر کہا کہ نہ تو انھوں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے بلوائیوں نے یقین کرلیا، مگر ساتھ ہی اسے مروان بن الحکم کی شرارت قرار دیا اور اس کے حوالہ کردینے کا مطالبہ کیا حضرت عثمان نے مروان کے حوالہ کرنے سے انکار کیا - اس پر انھوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بالآخر اس فعل کے مرتکب ہوئے جس سے تاریخ اسلام کی طبیعت آج تک قطعاً نا آشنا تھی یعنی حضرت عثمان قتل کر ڈالے گئے - یہ پہلی اجتماعی معصیت تھی جو مسلمانوں سے دنیا میں سرزد ہوئی!

اب خلافت، حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی - آپ نے پس و پیش کے بعد قبول کرلیا - لیکن آپ کو ایک دن بھی چین نہ ملا - رشتہ نظم و ملت بکھر چکا تھا - سرکشی و طغیان کا مادہ سر اٹھا چکا تھا - نزاع و شقاق نے مسلمانوں کا گھر دیکھ لیا تھا - مدعیوں سے برابر جنگیں جاری رہیں - یہاں تک کہ رمضان سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوگئے -

آپ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کو اہل کوفہ نے خلیفہ بنایا مگر انھوں نے انتہائی دانش مندی اور بے نظیر ایثار سے کام لیکر جس کی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں ہے، مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں کا خاتمہ کردینا چاہا - وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اہل عراق بھروسہ کے قابل نہیں ہیں اور ان کے عظیم المرتبہ والد کے لئے ہمیشہ پریشانیوں کا موجب رہے ہیں - انھوں نے امیر معاویہ سے صلح کرلی، اور خلافت سے دست بردار ہوگئے - سنہ ۵۰ھ میں آپ نے انتقال کیا - امیر معاویہ نے خلافت اپنے لڑکے یزید کے

اسي خاندان كا تيسرا حكمران الملك المويد تها جس كي نسبت خزرجي نے تصريح كي هے كه اسكي تصنيف مختصر كتاب الجمهرة علماء عصر ميں مقبول و مشهور هے -

ملك الاشرف كے باپ ملك الافضل كا ترجمه حافظ ابن حجر عسقلاني نے درر كامنه ميں درج كيا هے - وه لكهتے هيں علم و فضل كا قدر شناس تها اور خود بهي تمام علوم عربيه و دينيه ميں درجهٔ رسوخ و نظر ركهتا تها - اسكي مصنفات ميں سے يمن كي دو تاريخيں ، تاريخ ابن خلكان كا مختصر ، اور فن انساب ميں بغية ذوي الهمم اس درجه كي كتابيں نهيں ، جنكي اهميت كا تمام اكابر مصر و شام نے اعتراف كيا تها -

خود ملك الاشرف كا (جسكے كتب خانه كا يه نسخه هے اور جس نے اس پر فيروز آبادي سے سند حديث لي) يه حال تها كه مصر ، حجاز ، شام ، عراق ، اور بلاد فارس تك كے علماء كو آسكي قدر شناسيوں نے كهينچ بلايا تها - اس نے بهي اپنے پيشروں كي طرح بلاد يمن و حجاز ميں متعدد عظيم الشان عمارتيں درس و ترويج علم كيليے تعمير كيں اور بڑے بڑے محاصل انكے مخارج كيليے وقف كر دیے - وه خود بهي صاحب علم و فضل تها اور علوم لغة و ادب اور فقه و حديث كا هميشه اشتغال ركهتا تها - اس كي علمي قدر دانيوں كا اندازه كرنے كے ليے صرف وهي معاملات كفايت كرتے هيں جو اس ميں اور فيروز آبادي ميں پيش آتے رهے - عربي لغة كي سب سے زياده مقبول و متداول كتاب القاموس اسي كي قدر دانيوں نے فيروز آبادي سے لكهوائي تهي - چنانچه قاموس كے ديباچه ميں مصنف اس خاندان كے مدح كرتے هوئے لكهتا هے :

مولي ملوك الارض ، من في وجهه
مقباس نور ايما مقباس

(مجد الدين فيروز آبادي)

مجد الدين فيروز آبادي ان اكابر علم ميں سے تهے جنهيں سلاطين وقت كي فياضيوں نے صف علم كي طرح صف امارت ميں بهي ممتاز كرديا تها - ان كا سنه ولادت ٧٢٩ هـ - هے اور تاريخ وفات ٢٠ شوال سنه ٨١٧ - هـ كازرون ميں پيدا هوے ، شيراز ميں ابتدائي تعليم حاصل كي - اور عراق اور مصر و شام كے ائمهٔ علوم سے تكميل كي - ان كے اساتذه ميں وقت كے تمام ائمهٔ علوم مثلاً شيخ تقي الدين سبكي ، ابن مظفر النابلسي ، حافظ علائي ، ابن نباته ، عز الدين ابن جماعة وغيرهم كے نام نظر آتے هيں - امام ابن قيم بهي ان كے اساتذه ميں هيں - يه انهي كے فيض تلمذ كا نتيجه تها كه اگرچه ان كي ابتدائي نشو و نما فقهاء شافعيه كے زير اثر هوئي ، ليكن تقليد كي بندشوں سے آزاد هوگئے ، اور اصحاب تحقيق و اجتهاد كا ذوق و مشرب پيدا هوگيا - چنانچه ان كي كتاب سفر السعادة اور الاسعاد في رتبة الاجتهاد ميں اس ذوق كي جهلك صاف نماياں هے - ان عهد كے سلاطين ميں كوئي بادشاه ايسا نهيں هے جس نے ان كي قدر داني نه كي هو - شاه منصور بن شجاع صاحب تبريز ، ملك الاشرف صاحب يمن ، بايزيد يلدرم ، تيمور صاحب قران ، احمد بن اويس صاحب بغداد ، ناصر الدين محمد شاه دهلي ؛ ان سب كے درباروں ميں وه پهنچے اور انعام و اكرام سے مالا مال هوے - سنه ٧٩٦ هـ ميں هندوستان سے واپس جاتے هوے سواحل يمن ميں اترے اور ملك الاشرف سلطان يمن سے ملاقات هوئي - وه ان كے فضل و كمال كا غلغله پہلے هي سن چكا تها - يه موقعه غنيمت تصور كيا ، اور يمن كي اقامت پر اصرار كيا - اس زمانے ميں يمن كے قاضي القضاة جمال الدين الريمي شارح التنبيه كا انتقال هوگيا تها اور منصب خالي تها يه اس منصب پر مامور هوے اور بيس سال تك يمن كے قاضي القضاة رهے -

(نسخه كي تاريخي توثيق)

خوش قسمتي سے يمن كے خاندان رسولي كي ايك مستقل تاريخ شائع هوگئي هے - يه شيخ علي بن الحسن الخزرجي كي العقود اللؤلؤيه في تاريخ الدولة الرسوليه هے جسے دو دو جلدوں ميں گب ميموريل فنڈ كے امينوں نے قاهرة ميں چهپوا كر شائع كيا هے - اس كا اصلي نسخه يمن سے عهد عالمگيري ميں ، هندوستان آيا تها ، اور معتمد خاں عالمگيري كے كتب خانے ميں داخل هوا تها - وهاں سے نكلا اور محمد شاه كے عهد ميں اسكے وزير قمر الدين خاں مغفرت كے قبضه ميں آيا - قمر الدين خاں كے كتب خانے سے نكل كر وارن هسٹنگز كے پاس پهنچا - اس نے انڈيا آفس كے كتب خانے كي نذر كرديا -

اس تاريخ ميں سلاطين رسوليه كے عهد كے واقعات روزنامچه كي طرح تاريخ وار درج هيں - ميں نے اس خيال سے ملك اشرف كے زمانے كے واقعات پر نظر ڈالي، كه شايد اس نسخه كے درس و املاء كي طرف كوئي اشاره مل جاے - ميرا قياس صحيح نكلا - فيروز آبادي نے صحيح بخاري كے درس و املاء كي جن مجالس كا اپني عبارت ميں ذكر كيا هے ، ٹهيك انهي تاريخوں ميں اسكا ذكر خزرجي نے بهي كيا هے -

سنة ٧٩٦ كے واقعات ميں لكهتا هے :

" ٢٤ رمضان كو يمن ميں امام فقيه علامة القاضي الاجل مجد الدين محمد بن يعقوب الشيرازي پهنچے - سلطان نے انكا بڑا اعزاز و اكرام كيا - چار هزار درهم بطور رقم ضيافت كے پہلے هي دن مرحمت فرماے - اس سے پہلے چار هزار درهم عدن بهيجے گئے تهے تاكه عدن سے زبيد تك كے مصارف سفر ميں مدد ديں - شيخ موصوف علوم حديث ، نحو ، لغة ، تاريخ ، اور فقه ميں درجهٔ مشيخت ركهتے هيں - انكي مصنفات ميں سے بخاري كي شرح هے جو نهايت مشرح اور مفيد هے " (جلد ٢ : ٢٩٥)

پهر سنه ٧٩٧ هـ - كے وقائع ميں لكهتا هے كه ٦ - ذي الحجه كو شيخ مجد الدين قاضي القضاة مقرر كيے گئے اور سلطان كا فرمان اس بارے ميں شائع هوا - (صفحه ٢٧٨)

سنه ٧٩٩ - هـ كے وقائع ميں لكهتا هے :

" و في شهر رمضان من هذه السنة سمع السلطان صحيح البخاري من حديث رسول الله صلعم على القاضي مجد الدين يومئذ و كان ذا سند عال من طرق شتى " (صفحه ٢٨٦)

اس تصريح سے عبارت مندرجهٔ نسخه كي پوري توثيق هوگئي - معلوم هوگيا كه سلطان ملك الاشرف نے فيروز آبادي سے صحيح بخاري كي سند و اجازت حاصل كي تهي ، اور رمضان ميں املاء و سماع كا سلسله جاري رها تها - جو نسخه زير درس و املاء رها ، اور جس پر سند دي گئي ، وه يهي نسخه هے - نهيں معلوم اس نسخه پر ايام و حوادث كے كيسے كيسے تغيرات گزر چكے هيں ؟

* * *

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم

(۳۰:۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی یہ تیسری قسط ہے۔ الہلال)

ریاض

ریاض، پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے نجد کا سب سے بڑا اور سب سے اہم شہر ہے۔ اُس میں بکثرت بلند عمارتیں موجود ہیں، مگر سب قدیم طرز کی ہیں۔ شاہی خاندان کے محل اپنی وسعت اور خوشنمائی میں ریاض کی تمام عمارتوں سے ممتاز ہیں۔ شہر کے گرد عظیم الشان شہر پناہ ہے۔ پرانے شرقی وضع کے پھاٹک لگے ہیں اور ضرورت کے وقت مقفل کر دیے جاتے ہیں۔ ریاض کے چاروں طرف نخلستان پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مزرعہ خاص خاندان شاہی کا ہے۔ اس میں دو چیزیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا: ایک گلاب اور دوسری کپاس۔ معلوم ہوتا ہے سلطان ابن سعود نے روئی کے یہ چند درخت اتفاقیہ طور پر نصب نہیں کرائے ہیں بلکہ نجد میں روئی کی کاشت جاری کرنی چاہتے ہیں جیسا کہ مجھ سے بعض ارکان حکومت نے اشارۃً بیان کیا تھا۔ اگر سلطان نے یہ کیا تو یقیناً ملک کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ باشندے الامال ہو جائیں گے۔

مدرسے

ریاض میں چند دینی مدرسے موجود ہیں۔ مگر ان کی حیثیت، قدیم مسجدی مکتبوں سے زیادہ نہیں۔ ان میں بچوں کو ضرورت بھر لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ نیز پورا قرآن بھی حفظ کرا دیتے ہیں۔ علوم دینیہ کی تکمیل میں لوگ اپنا زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ بہت تھوڑے آدمی ایسا کرتے ہیں۔ باقی ضرورت بھر تعلیم حاصل کر کے دنیاوی کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قرآنی احکام کی رُو سے ضروری نہیں کہ تمام لوگ علوم دینیہ حاصل کریں۔ یہ کافی ہے کہ ایک منتخب جماعت ان میں مشغول رہے۔

مسجدیں

ریاض میں کل ۶ مسجدیں ہیں۔ ان میں کوئی زینت و آرائش نہیں ہوتی۔ فرش بھی نہیں ہوتا۔ گنبد بھی نہیں ہیں۔ اکثر میں چھت بھی نہیں ہے۔ جمعہ کی نماز صرف ایک مسجد میں ہوتی ہے۔ خطبہ سننے کا اہتمام اس درجہ شدید ہے کہ بعض لوگ صبح ہی سے آ کر منبر کے سامنے جم بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجدوں میں روشنی بھی زیادہ نہیں کی جاتی۔ ایک دو شمعوں سے کام لیا جاتا ہے۔ نماز فجر کے بعد روز صبح کو موذن، نمازیوں کی حاضری لیتا ہے۔ پہلے دن کی غیر حاضری پر ٹوپی چھین لی جاتی ہے۔ دوسرے دن کی غیر حاضری پر جبہ ضبط کر لیا جاتا ہے۔ تیسرے دن کی غیر حاضری پر جسمانی سزا دی جاتی ہے!

نماز جمعہ کے بعد بادشاہ یا اُس کا نائب، محل شاہی کے ایوان میں نمازیوں سے ملاقات کے لئے بیٹھتا ہے۔ اُس وقت تمام حاضرین کو پہلے چاء اور نجدی قہوہ پلایا جاتا ہے۔ آخر میں بخوردانیاں پھرائی جاتی ہیں جن میں مشک و عنبر سلگتا ہے۔

قصر شاہی

قصر شاہی بالکل عربی طرز کا ہے۔ اُس میں اینٹ چونے کے بڑے بڑے خوبصورت ستون کھڑے ہیں، جن کے نقش و نگار نہایت نظر فریب ہیں۔ دو منزلہ عمارت ہے۔ نچلی منزل میں دعوت کا وسیع ایوان ہے۔ اس میں بیک وقت سیکڑوں مہمان بیٹھ سکتے ہیں۔ اطراف میں عام لوگوں کے لئے کھانے کے کمرے ہیں۔ یہ نچلی منزل، گویا دعوت خانہ ہے۔ بالائی منزل میں وسیع ایوان ہیں۔ ایک ایوان میں خود سلطان کا کتب خانہ اور دفتر خاص ہے۔ ایک اور ایوان، ولی عہد امیر سعود کے لئے مخصوص ہے۔ باقی حصوں میں بڑے بڑے افسروں اور شاہی طبیب کا قیام ہے۔ اسی محل کے متصل ایک اور محل ہے، اور اس میں سلطانہ اور شاہی بیگمیں رہتی ہیں۔ زنانہ خدم و حشم کی تعداد ۳۰۰ ہے۔

سلطان ابن سعود

سلطان عبدالعزیز بن سعود، دراز قامت ہیں۔ جسم بھرا ہوا اور ٹھوس ہے۔ رنگ، گندمی ہے۔ آنکھیں چمکیلی ہیں۔ پیشانی، کشادہ ہے۔ عینک استعمال کرتے ہیں۔ غیر معمولی ذہانت، قوت ارادی، عزم و حزم، خوش مزاجی، تدبر، یہ وہ اوصاف ہیں جو سلطان کی صورت دیکھتے ہی آدمی محسوس کر لیتا ہے۔ عمر، ۵۰ کے قریب ہے۔ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں گولی لگی تھی۔ اُس کا نشان اب تک نمایاں ہے۔ وہ ہمیشہ سر جھکا کر چلتے ہیں۔ نجدی وضع کا زرکش جبہ پہنتے ہیں اور اُس کا ایک دامن عموماً، بغل میں دابے رہتے ہیں تاکہ تیز چل سکیں۔ پوری قوم اُن سے محبت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھیں اپنی زندگی کا کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ وہ بغیر کسی محافظ کو ساتھ لئے بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

پہلی ملاقات

پہلی ملاقات ہی میں سلطان مجھ سے بالکل بے تکلف تھے۔ اُنھوں نے گفتگو میری مزاج پرسی سے شروع کی: "راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟" "میرے عہدے داروں نے کیسا سلوک کیا؟" "کسی بدو نے کوئی شرارت تو نہیں کی؟" اسی قسم کے بہت سے سوال شروع کر دیئے۔ میں نے اپنے سفر کی تمام روداد سنا دی۔ جس قدر میری خاطر تواضع ہوئی تھی، شکریہ کے ساتھ اُس کا بھی ذکر کیا۔ جو کچھ امن و امان میں نے مشاہدہ کیا تھا، اُس کی طرف بھی اشارہ کیا۔ چوری، قزاقی، اور جرائم کی عدم موجودگی پر تعجب کا اظہار کیا۔

سلطان کی گفتگو

میری خاموشی کے بعد سلطان نے کہا:

"الحمد للہ ہمارے ملک میں ایک ہی دین اور ایک ہی مذہب ہے۔ تمام نجدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ فقہ اسلامی میں ۴ مذہب مشہور ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل کا مذہب، سنت رسول اللہ سے زیادہ قریب ہے۔ ہمارے عقیدے میں تمام مسلمان، باہم بھائی بھائی ہیں۔ نجد میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے "السلام علیکم" کہہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں خدا کے امان و سلام میں ہو گئے۔ تمام مسلمان، کلمۂ توحید پر جمع ہیں۔ تمام حبل اللہ المتین کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اسی بنیاد پر ہماری سلطنت قائم ہے۔ ہم سلطنت کے بھوکے نہیں ہیں اور نہ فخر و غرور اور تن پروری کے لئے حکومت کرتے ہیں۔ زمین اللہ کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی یہ امانت ہمارے سپرد کی ہے۔ لہذا ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ایمانداری کے ساتھ یہ امانت ادا کر دیں۔ ہمیں شرک سے نفرت ہے۔ اگر ہمیں تمام مشرک ملکوں کی فرمانروائی بھی پیش کی جائے تو ہم اسے ہرگز منظور نہ کریں۔ ہم کسی سے بھی لڑائی پسند نہیں کرتے۔ حتی کہ کفار سے بھی نہیں۔ البتہ اُن کے لئے ہماری یہ دعا ضرور ہے کہ خدا اُنھیں صراط مستقیم دکھائے۔ جب تک وہ ہم سے تعرض نہیں کرتے، ہم بھی اُنھیں نہیں چھیڑیں گے۔ ہم اُن سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ ہم اُن سے تشبہ بھی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ حتی کہ اُن کا لباس بھی پسند نہیں کرتے۔ حقیقی مسلم وہ ہے جو اپنے دین کے اصول کی پیروی کرتا ہے۔ جو کوئی کفار کی تقلید کرتا ہے، وہ نہ اپنے دین میں کوئی بھلائی حاصل کر سکتا ہے نہ دنیا میں۔"

یہ گفتگو، اس جلیل القدر صحرائی بادشاہ کی ذہنیت پوری صفائی سے ظاہر کرتی ہے۔ صحراء عرب کے باشندے صدیوں سے قتل و غارت گری اور جرم و گناہ کے عادی تھے۔ صرف صحراء ہی کے نہیں بلکہ حجاز کے باشندے بھی۔ وہ کسی نظام حکومت کی اطاعت کے عادی نہ تھے۔ لیکن یہ اسی سلطان کا تدبر و دبدبہ تھا جس نے اُنھیں اپنے آہنی ہاتھوں سے مطیع کیا اور امن و نظام قائم کر دیا۔

طرز حکومت

نجد کی حکومت، قدیم وضع کی ہے۔ وہاں حکومت، علیحدہ علیحدہ شعبوں پر منقسم نہیں ہے۔ نہ مجلس حکومت ہے، نہ وزارت ہے۔ پوری حکومت، خود سلطان کی ذات ہے، اور اُن کا قانون، کتاب و سنت ہے۔ لیکن کیا مجال کہ کسی قسم کی بد نظمی پیدا ہو جائے۔ آمد و خرچ کے تمام حسابات مرتب رہتے ہیں، خود سلطان اُن کی نگرانی کرتے ہیں۔ ایک پیسہ کا بھی غبن نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے اسی صحرائی

سپردکی۔ یہ ولی عہدی کی پہلی بدعت ہو جو بزور شمشیر منوائی گئی۔ یزید کے زمانے میں پھر ابتری پیدا ہوئی۔ اہل مدینہ نے یزید کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ لیکن بُری طرح کچل ڈالے گئے۔ کوفہ نے حضرت حسین علیہ السلام کو دعوت دی۔ مگر عین وقت پر بے وفائی بھی کی اور کربلا کا وہ فاجعۂ کبریٰ پیش آیا جس پر آجتک مؤرخ کا قلم ماتم کر رہا ہو۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن الزبیر نے اپنی خلافت کا علم بلند کیا، اور مکہ معظمہ میں تمکن ہو گئے۔

یزید کی وفات نے عبداللہ بن الزبیر کی قوت بہت بڑھا دی، حجاز، مصر، اور عراق زیر نگیں ہو گئے۔ لیکن بنو ہاشم نے اُن کی بیعت سے انکار کیا۔ چنانچہ محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اور عبداللہ بن عباس وغیرہ اُن سے برابر برگشتہ رہے۔

اُسی زمانہ میں ایک خود غرض اور چالاک آدمی، مختار بن ابی عبید الثقفی، عراق میں ظاہر ہوا۔ اہل بیت کی حمایت کا دعویٰ کیا اور امام مہدی، یعنی محمد بن الحنفیہ کے لئے دعوت شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب خاندان علی ابن ابی طالب (علیہم السلام) میں سب سے زیادہ معمر، محمد بن الحنفیہ ہی تھے۔ لیکن مختار کو زیادہ عروج حاصل نہ ہو سکا۔ عبداللہ بن الزبیر نے اپنے بھائی مصعب کی قیادت میں ایک فوج جرّار اُس کے مقابلہ پر بھیجی اور اُسے قتل کر ڈالا۔ مختار مغلوب ہو گیا مگر عراق میں شیعیت (یعنی طرفداران خاندان علی کی جماعت) برابر قائم رہی۔

محمد بن الحنفیہ نے بالآخر عبدالملک بن مروان کی خلافت تسلیم کر لی لیکن شیعیان محمد بن حنفیہ اس کے بعد بھی اُنہی کو خلافت کا مستحق یقین کرتے رہے اور اُن کی بیعت کو مجبوری کی بیعت قرار دیا حتیٰ کہ اُن کے انتقال پر ایک گروہ نے اس حد تک غلو کیا کہ اُنکی موت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ کہا گیا کہ وہ غائب ہو گئے ہیں اور عنقریب واپس آئیں گے۔ چنانچہ اُن کا شاعر السید الحمیری کہتا ہے:

وسبط لا یذوق الموت حتی　یقود الخیل یقدمها اللواءا

محمد بن الحنفیہ کی وفات کے بعد اُن کی جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک گروہ اُنھیں زندہ بتا کر اُنہی کی حمایت پر قائم رہا۔ ایک گروہ نے اُن کے بیٹے ابو ہاشم کی امامت کا اعلان کیا۔ یہ دونوں جماعتیں "کیسانی" کہلاتی ہیں۔ کیسان، مختار بن ابی عبید کا لقب تھا، اور یہ دونوں اُسی کی طرف منسوب ہیں۔

لیکن ایک تیسری جماعت نے حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُنکے صاحبزادے زین العابدین علی بن الحسین کی حمایت شروع کی لیکن خود امام زین العابدین کی نسبت ثابت نہیں کہ اُنھوں نے کبھی اپنی خلافت کا دعویٰ کیا ہو۔

اس جماعت کا اعتقاد یہ تھا کہ خلافت حضرت علی کے بعد اُن کی فاطمی اولاد میں مخصوص ہو۔ اس لئے حضرت حسین کے بعد امام زین العابدین کو حق خلافت پہنچا ہو، کیونکہ واقعۂ کربلا کے بعد اپنے بھائیوں میں صرف یہی ایک زندہ بچے تھے۔ یہی جماعت ہو جو آگے چلکر "امامیہ" کے لقب سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ اس کا اعتقاد یہ ہو کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اُنکے بعد امامت حضرت حسن کی طرف منتقل ہوئی۔ پھر حضرت حسین کی طرف، پھر علی بن الحسین کی طرف اسی طرح ہر زمانہ میں اُمت کے لئے ایک منصوص امام کی موجودگی ضروری ہو اور وہ بنی فاطمہ کی ایک معین شخصیت ہو۔

اُس وقت خاندان عباس میں سب سے بڑے علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ انہی سے عباسیوں نے ظہور کیا۔ یہ حجاز چھوڑ کر حُمیمہ نامی مقام میں مقیم ہو گئے تھے۔ انہی کے وقت سے عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہو کہ ابو ہاشم بن محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اپنی عمر کے آخری دنوں میں علی بن عبداللہ کے یہاں حُمیمہ میں مقیم تھے۔ وفات کے وقت اُنھوں نے خلافت کا حق علی بن عبداللہ اور اُن کی اولاد کو بخش دیا اور اپنے حامیوں کو اُن کی نصرت و حمایت کی وصیت کی۔ چنانچہ اُس وقت سے شیعوں کا کیسانی گروہ علی بن عبداللہ بن عباس کا حامی بن گیا۔

لیکن بنی فاطمہ کے طرفدار شیعوں نے اسے تسلیم نہیں کیا، کیونکہ وہ محمد بن الحنفیہ کی امامت کے قائل نہ تھے۔ حضرت امام زین العابدین کی وفات کے بعد ان میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اُنکے ایک گروہ نے محمد الباقر بن زین العابدین (علیہما السلام) کی امامت پر زور دیا۔ باقی لوگوں نے خلافت کو ہر فاطمی کا حق قرار دیا۔ چنانچہ انہی کی ایک جماعت زید بن علی بن الحسین کی طرفدار ہو گئی اور "زیدیہ" کہلائی جو آجتک موجود ہو۔

خلافت کے لئے عملی جد و جہد شیعوں کی صرف دو جماعتوں نے کی تھی: کیسانی اور زیدی۔ اول الذکر علی بن عبداللہ بن عباس کے طرفدار ہو گئے تھے، اور آخر الذکر زید بن علی بن حسین اور اُنکے بیٹے یحییٰ کے۔

علی بن عبداللہ بن عباس اور محمد الباقر بن علی بن حسین، دونوں کی وفات تقریباً ایک ہی وقت میں ہوئی۔ اول الذکر کے حامی کیسانی شیعہ، اُنکے بیٹے محمد بن علی کے مددگار بن گئے، اور آخر الذکر کے حامی امامیہ شیعوں نے اُن کے بیٹے جعفر الصادق (علیہ السلام) کو امام تسلیم کر لیا۔ مگر آخری جماعت نے کوئی عملی اقدام نہیں کیا تھا۔

داعی اوّل

اب خاندان عباس بن عبدالمطلب کے سرگروہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ یہ بڑے عاقل اور دُور اندیش تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ سلطنت، ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں یکایک منتقل نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لئے عام رائے میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہو۔ چنانچہ انھوں نے جلد بازی سے پرہیز کیا، اور سکون و صبر سے دعوت پھیلانے کا سامان مہیا کرنا شروع کیا۔ انھوں نے اپنے حامیوں کو حکم دیا کہ اہل بیت کے لئے خلافت کی دعوت عام کریں مگر اہل بیت میں سے کسی خاص آدمی کا نام نہ لیں، کیونکہ اوّل تو جس شخص کا نام لیا جاتا، اُس کی جان خطرہ میں پڑ جاتی۔ ثانیاً اہل بیت کا نام شیعیان اہل بیت کی تمام جماعتوں کو متحد کر دیتا تھا، مگر خاندان و شخص کے تعین سے اختلاف و نزاع شروع ہو جاتا۔

انھوں نے انتہائی سیاسی دانش مندی سے اپنی دعوت کے لئے خراسان منتخب کیا۔ کوفہ چونکہ قدیم سے شیعان اہل بیت کا صدر مقام تھا لہذا اُسے مرکز قرار دیا۔

خراسان میں اس دعوت کی کامیابی کے دو سبب ہو سکتے تھے:

ایک یہ کہ عجمی مسلمان، شیعی تخیل کو بآسانی سمجھ سکتا تھا، کیونکہ شیعی تخیل یہ ہو کہ خلافت، رسول اللہ صلعم کے اہل بیت میں منتقل ہو جائے۔ عجمی مسلمان چونکہ عربی عصبیت اور قرشی قبائل کی منافست سے متاثر نہ تھا، اس لئے اُس کی عقل میں مسئلہ خلافت کا بہترین حل یہی ہو سکتا تھا کہ پیغمبر کی خلافت، پیغمبر کے خاندان ہی میں ہو، جیسا کہ تمام عجمی شاہی خاندانوں کا دستور تھا کہ بادشاہ کے بعد اُس کا وارث اُس کا بیٹا ہوا کرتا تھا۔

دوسرے یہ کہ ایران ایک قدیم تمدن اور شاندار تاریخ کا مالک تھا۔ بنی اُمیہ نے اس ملک سے غلاموں کا سا برتاؤ کیا تھا۔ ایرانی عنصر، عربی عنصر کے سامنے بالکل حقیر کر دیا گیا تھا۔ لہذا ایرانیوں کو قدرتی طور پر یہ خواہش تھی کہ موجودہ خلافت ختم ہو، اور اُن کی امداد و اعانت سے نئی سلطنت قائم ہو، تاکہ اُنھیں قومی عزت و عروج حاصل کرنے کا نیا موقعہ مل سکے۔

ابن الفقیہ نے "کتاب البلدان" میں لکھا ہو کہ جب محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اپنے دعاۃ بھیجنے لگے تو اُن سے کہا:

"کوفہ، علی (علیہ السلام) اور اُن کی اولاد کی محبت میں سرشار ہو۔ بصرہ، عثمانی ہو اور اصولِ امان کا قائل ہو۔ وہ کہتا ہو قاتل نہ بنو، مقتول بن جاؤ۔ جزیرہ، گمراہ حروری (خارجی) ہو، وحشی بدوؤں اور نصاریٰ کے سے اخلاق والے مسلمانوں سے لبریز ہو۔ شام، آل ابی سفیان کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ بنی مروان کی اطاعت، شدید جہالت، سخت کینہ اُس کے خمیر میں ہو۔ رہا مکہ اور مدینہ تو اُن پر ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کا غلبہ ہو۔ لیکن اہل خراسان کے دروازے تمھارے سامنے کھلے ہیں۔ وہاں عظیم آبادیاں ہیں، دلیرانہ شجاعت ہو۔ سلیم سینے ہیں۔ خالی دل ہیں، خواہشوں نے اُنھیں گندہ نہیں کیا ہو، فساد نے اُنھیں بگاڑا نہیں ہو۔ وہ ایسی فوج ہیں جو توانا اور تنومند ہو، بھاری جسم، چوڑے شانے، اونچے قد، بڑے سر، داڑھیاں اور مونچھیں، ہولناک نعرے، شاندار زبانیں۔ میں مشرق سے نیک فال رکھتا ہوں، جہاں سے دُنیا کی شمع طلوع ہوتی اور مخلوق کا نور ظاہر ہوتا ہو"

خفیہ انجمن کا قیام

یہ خفیہ انجمن، علی بن عبداللہ بن عباس ہی کی زندگی میں قائم ہوئی۔ یہ زمانہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس کے دو مرکز قرار دئے گئے: کوفہ اور خراسان۔ کوفہ میں علی بن عبداللہ کا غلام میسرہ مقرر کیا گیا اور خراسان میں محمد بن خنیس اور ابو عکرمہ سراج بھیجے گئے۔ نیز بارہ داعی یا نقیب منتخب ہوئے۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) سلیمان بن کثیر الخزاعی
(۲) مالک بن الہیثم الخزاعی
(۳) طلحہ بن زریق الخزاعی
(۴) عمرو بن اعین الخزاعی
(۵) عیسیٰ بن اعین الخزاعی
(۶) قحطبہ بن شبیب الطائی
(۷) لاہز بن قریظ التمیمی
(۸) موسیٰ بن کعب التمیمی
(۹) القاسم بن مجاشع التمیمی
(۱۰) ابو داؤد خالد بن ابراہیم الشیبانی
(۱۱) ابو علی الہروی شبل بن طہمان الحنفی
(۱۲) عمران بن اسمٰعیل المعیطی

ان کے علاوہ ۷۰ آدمی اور مقرر کئے گئے۔ ان کا کام یہ تھا کہ ان بارہ نقیبوں کے حکم پر عمل کریں۔ محمد بن علی نے ان سب کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو بمنزلہ وصیت اور دستور العمل کے تھی۔

دوسری صدی ہجری کے آغاز سے دعوت شروع ہوئی اور ۱۳۲ھ تک جاری رہی۔ یہی وہ سال ہو جس میں عباسیوں نے کامیابی حاصل کی اور ابو العباس السفاح کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔

برید شرق

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

نقید الشرق احمد سعد زغلول پاشا مرحوم

ذیل کی مراسلت معمول سے زیادہ طویل ہے۔ ہم نے بڑا حصہ حذف کر دیا ہے۔ اسپر بھی ہمیں خوف ہے کہ یہ آجکی اشاعت کا بڑا حصہ روک لے گا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ حادثہ کی غیر معمولی اہمیت اور شخص موضوع کی عظمت دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ جگہ نکالی جائے۔

مصر میں اس ہفتہ اہم ترین واقعہ، احمد سعد پاشا زغلول کی بالکل غیر متوقع وفات ہے۔ عین اُسوقت جبکہ میں اُن کی بحالی صحت، اور شاہ مصر کی سیاحت انگلستان، کے نتائج پر بحث کرنا چاہتا تھا، اچانک یہ حادثۂ جانکاہ پیش آگیا۔ حیران ہوں اپنا یہ مکتوب کس طرح شروع کروں؟ مرحوم کی سوانح عمری بیان کروں؟ اُن نقصانات کا ذکر کروں جو اس واقعہ سے مصر کو پہنچ سکتے ہیں؟ اُن کے جنازہ کے شاندار جلوس کا ذکر کروں؟ اُنکی جلیل القدر حرم کا ماتم لکھوں؟ وہ نوحۂ بکا بیان کروں جو اسوقت تمام ملک میں برپا ہے جس کا شور میں ان سطور کی تحریر کے وقت بھی سُن رہا ہوں، اور جس کا بیان یقیناً میری قدرت سے باہر ہے۔ میں شارع درب الجمامیز میں مقیم ہوں۔ میرے پڑوس میں جتنے مکان ہیں، ماتمی آثار و علائم سے غمناک ہیں۔ عورتوں اور بچوں تک کے چہرے انکے دلی حزن و ملال کی شہادت دے رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا قاہرہ کے ہر گھر میں اس کے کسی قریبی عزیز کا ماتم پیش آگیا ہے۔

آغاز مرض

۱۷ اگست کو مرحوم کے کان میں خفیف سا التہاب [illegible] ہوا اور یہی شکایت مہلک ثابت ہوئی۔ وہ اپنے دیہاتی مقام "مسجد وصیف" میں مقیم تھے۔ مرض کی نوعیت دیکھ کر ڈاکٹروں نے رائے دی کہ فوراً قاہرہ [illegible] آجائیں۔ چنانچہ قاہرہ لائے گئے اور یہاں کے اطباء [illegible] کیا۔

تاہم [illegible] طبیعت بحال ہوگئی تھی۔ لیکن گزشتہ [illegible] مرض نے از سر نو حملہ کیا۔ ۸ بجے رات کو دائیں پہلو میں درد محسوس ہوا۔ منگل کے دن حرارت برابر بڑھتی رہی۔ صبح ۸ بجے مرحوم نے [illegible] سے یہ کلمہ کہا "میں ختم ہو گیا!" یہ کہتے ہی زبان بند ہو گئی [illegible] اسی دن یعنی ۲۳ اگست کی رات کو ۱۰ بجے [illegible] روح پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

خبر کیونکر مشہور ہوئی؟

وفات کے دن صبح ہی سے مرحوم کے مکان میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وفات کے وقت ڈاکٹروں کے علاوہ مرحوم کے [illegible] بھانجے فتح اللہ پاشا برکات بھی بستر مرگ کے پاس موجود تھے۔ وہ

کے بعد ہی وہ نیچے کی منزل میں اُتر آئے۔ حاضرین نے دوڑ کر حالت دریافت کی۔ مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ سب حیرت میں تھے اور طرح طرح کے قیاسات لگا رہے تھے۔ اسی اثنا میں اوپر سے بین کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسپر حاضرین دوبارہ فتح اللہ پاشا کی طرف دوڑے۔ وہ اب بھی چپ تھے۔ لیکن اُنھوں نے زور سے اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ مارے۔ یہ اشارہ کافی تھا۔ ایک لمحے کے لئے سب پر سناٹا چھا گیا۔ پھر بیک وقت سب کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ یہ حادثہ ایسا دل ہلا ڈالنے والا تھا کہ رونے پر کسی کو ملامت نہیں کی جا سکتی تھی۔ کہرام مچ گیا تھا۔ عین اُسوقت ڈاکٹر شفیق اوپر سے اُتر کر آئے اور مضبوط آواز میں چلائے "سوگوار بیوہ پہ رحم کرو! تمہارا رونا اُسے ہلاک کر ڈالے گا۔ سعد مر گئے، لیکن اگر تم چاہو تو انھیں اپنے دلوں میں ہمیشہ زندہ رکھ سکتے ہو"

مگر یہ وقت نصیحت سننے کا نہ تھا۔ نالہ و بکا برابر بلند رہا۔ قرب و جوار کے لوگوں نے سنا تو اُن پر بھی یہی حالت طاری ہوگئی۔ چشم زدن میں یہ مشئوم خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اب کوئی نہ تھا جو اس حادثۂ قوم و ملت پر ماتمی نہ ہوا

اُسی وقت تار کے ذریعہ تمام دنیا میں خبر پھیل گئی۔

سعد پاشا کی بیوہ

سعد پاشا کی وفات پر اُن کی بیوی کا جو حال ہوگا، ظاہر ہے۔ مصر میں ان دونوں کی محبت ضرب المثل اور تمام مردوں اور عورتوں کے لئے نمونہ تھی۔ سعد پاشا کو اُن سے اس درجہ محبت تھی کہ اگرچہ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر انھوں نے کبھی دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ مرحوم نے اپنی تمام دولت اور جائداد بھی اپنی بیوی کو باضابطہ ہبہ کر دی تھی۔ ظاہر ہے، ایسے وفادار شوہر کی موت اور پھر ایسے شوہر کی موت جس کی عظمت ساری دنیا تسلیم کرتی تھی، اُس کی بیوی کے لئے کیسی عظیم مصیبت ہوگی؟ ادھر کئی دن سے یہ معزز خاتون بیمار تھیں۔ ڈاکٹروں نے سختی سے ممانعت کر دی تھی کہ مریض کی خدمت میں حصہ نہ لے۔ مگر اُنھوں نے صاف انکار کر دیا۔ وہ اس قدر ناتواں تھیں کہ بمشکل چل سکتی تھیں۔ اسپر بھی تیمارداری میں ہمہ تن مشغول رہتی تھیں:

اخبارات نے وہ مؤثر مناجات شائع کر دی ہے جو بیوہ نے اپنے متوفی شوہر کی نعش کو مخاطب کر کے کی تھی۔

مجلس وزراء

اطلاع پاتے ہی مجلس وزراء کا ایک فوری جلسہ منعقد ہوا اور اُسنے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

"وزارت، انتہائی رنج و الم کے ساتھ مصری قوم کو اُس کے عظیم رہنما، سعد پاشا زغلول کی وفات کی جانکاہ خبر پہنچاتی ہے۔ مختصر بیماری کے بعد موت کے بے پناہ ہاتھ نے قوم کے رہنما، اُس کی اُمیدوں کے مرکز، اُس کی بیداری کے قائد، اُس کی حمایت کے علم بردار کو ذرا بھی مہلت دئے بغیر چھین لیا۔ خدا مرحوم پر اپنی رحمت نازل کرے اور قوم کو صبر جمیل عطا فرمائے"

جنازہ

رات بھر مرحوم کے مکان میں زائرین کا ہجوم رہا۔ دوسرے دن صبح ۹ بجے تمام وزراء اور سفراء دول بھی پہنچ گئے۔ بارہ بجے دن کو نعش بالائی منزل سے نیچے لائی گئی۔ اُسپر صرف کفنی تھی۔ کوئی قیمتی چادر نہ تھی۔ نیچے آتے ہی پھولوں کی بارش شروع ہوگئی۔ بے شمار ٹوکرے پھولوں سے بھرے ہوئے، لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ نعش دیکھ کر ایک مرتبہ پھر گریہ و بکا برپا ہو گیا!

اب مصری فوج بھی پہنچ چکی تھی۔ جنازہ سرکاری طور پر اُٹھنا طے پایا تھا۔ تمام سرکاری عہدے دار، امراء، وزراء، سفراء، پارلیمنٹ کے ممبر، مسلمان، قبطی، رومی، ارمن، یہودی فرقوں کے علماء، کاہن، ربّی، اور احبار اپنے اپنے خاص لباس میں جمع تھے۔

جب تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں تو سعد پاشا کی بیگم سیاہ نقاب مُنہ پر ڈالے برآمد ہوئیں۔ وہ ضعف سے چل نہیں سکتی تھیں۔ کئی عورتوں کے سہارے وہ اپنی موٹر تک پہنچیں۔ مگر بیٹھنے سے پہلے ہی بیہوش ہو گئیں۔ فوراً منعش دوائیں دے کر انھیں ہوش میں لایا گیا۔ اب وزراء اور فوجی افسروں نے نعش اپنے کاندھوں پر اٹھائی اور توپ کی گاڑی پر رکھی۔ اسوقت کا منظر ناقابل بیان ہے۔ معلوم ہوتا تھا، مصر کا آسمان و زمین ماتم کر رہا ہے۔ رونے والی عورتوں اور مردوں کی چیخیں باہم مل گئی تھیں۔ کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ نہیں معلوم رونے والوں میں کتنی قوت پیدا ہو گئی تھی، اور اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کے کتنے دریا سما گئے تھے کہ نوحہ و بکا کا سلسلہ کسی طرح بھی رُکنے پر نہیں آتا تھا!

مصری علم

اسوقت محبت و عقیدت کا ایک جھگڑا پیش آگیا۔ فوج کے افسروں نے نعش اُٹھانے سے پہلے کہا "جنگی روایات کی رُو سے ضروری ہے کہ مرحوم کی نعش پر مصر کا فوجی پرچم ڈالا جائے۔" ساتھ ہی اُنھوں نے اپنا پرچم پیش بھی کر دیا۔ مگر مرحوم کی بیوہ نے [illegible] انکار کیا۔ اُنھوں نے ایک ریشمی علم پہلے سے طیار کر لیا تھا۔ [illegible] اصرار کیا کہ نعش اسی میں لپیٹی جائے۔ مجبوراً افسروں کو اپنی ضد سے باز رہنا پڑا۔

اس کے بعد ملکی افسروں نے کہا "مرحوم کے تمام تمغے اُن کی نعش پر رکھے جائیں، کیونکہ وہ ہماری جماعت کے آدمی تھے" مگر بیگم زغلول نے اس سے بھی انکار کیا۔ اُنھوں نے کہا "سب سے بڑا تمغہ مصری علم ہے۔ اس تمغہ کے بعد کوئی دوسرا تمغہ نہیں رکھا جا سکتا"

جوں ہی نعش توپ پر رکھی گئی، منادی نہایت ہی بلند آواز سے چلایا "لا الہ الا اللہ" ۔۔۔ "البقاء للہ" ہر طرف سے نعرے بلند ہوئے "وداعاً یا سعد!" عورتیں چلائیں "فلتحی ذکری سعد!"

بادشاہ نے حجاز میں آکر حکومت کی وضع دوسری کردی ہے۔ حجاز کی حکومت دفتری نظم کی حکومت ہے۔ وہاں کے لئے نجد کی سی حکومت موزوں نہ تھی۔

سلطان کی فیاضی

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مسلسل تین سال کی غیر حاضری کے بعد سلطان اپنے دار السلطنت میں واپس گئے تھے۔ وہ ہم سے ۴ دن پہلے ریاض پہنچ چکے تھے۔ تاہم ہم نے اپنی آمد پر دیکھا کہ شہر مسرت و انبساط کے مؤثر نظاروں سے لبریز ہے۔ بے شمار وفد، نجد کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے تھے اور عقیدت و خلوص کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسری طرف سلطان کی فیاضیوں کا دروازہ کھلا تھا۔ کوئی نہ تھا جسے وہ اُس کی توقع سے زیادہ نہ دے رہے ہوں۔ اُن کی سخاوت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا، "یقیناً یہ ایک ایسا آدمی ہے جو نہ دولت سے محبت کرتا ہے نہ فقر و فاقہ سے ڈرتا ہے"

ملوکیت نجد کا اعلان

خوش قسمتی سے میں اُس تاریخی جلسہ میں بھی شریک ہو سکا جو سلطان ابن سعود کو "ملک نجد" بنانے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ نجدیوں نے یہ دیکھ کر کہ سلطان ابن سعود اب ملک الحجاز ہو گئے ہیں۔ پسند کیا کہ اپنے ملک کے لئے بھی اُن کا یہی لقب قرار پا جائے۔

سلطان کی لڑکی کا عقد

اسی طرح ایک اور جلسہ میں بھی مجھے شرکت کا موقعہ ملا۔ یہ سلطان کی بیٹی شاہزادی "سارہ" کی شادی کا جلسہ تھا۔ امیر فیصل ابن سعد سلطان کے بھتیجے سے اُن کا عقد ہوا ہے۔ مجھے دیکھ کر تعجب ہوا کہ نجد میں شادیاں کس قدر سادہ ہوتی ہیں۔ یہ خود سلطان کی لڑکی کی شادی تھی۔ مگر اس میں نہ کوئی اسراف تھا نہ دھوم دھام تھی۔ از حد سادہ تقریب تھی۔ قصر شاہی کے ایوان میں فرش بچھا دیا گیا تھا۔ کھانے چنے گئے۔ دعوت ولیمہ کے بعد سلطان کے حکم سے ۵۰۰ بکریاں ذبح کی گئیں اور عام دعوت شروع ہو گئی۔ اس میں امیر غریب کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ہر کس و ناکس مدعو تھا۔

تجارت و زراعت

ریاض کے باشندے عام طور پر تجارت پیشہ ہیں۔ احساء، کویت، اور بحرین سے مال لاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ نجد کی ایک بڑی تجارت، موتی کی تجارت ہے۔ غواصی میں نجدیوں نے خاص شہرت حاصل کر لی ہے اور کافی دولت حاصل کرتے ہیں۔ ریاض کے اطراف میں زراعت کم ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ تجارتی شہر ہے نہ کہ زرعی۔

سلطان کے معمولات

سلطان کے معمولات یہ ہیں کہ کچھ رات رہے سے بیدار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اپنے کسی خدمتگار کو بھی اتنے سویرے اپنی خدمت کے لئے نہیں بلاتے خود ہی پانی لیتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ فجر کی اذان سن کر مسجد جاتے ہیں۔ نماز کے بعد محل واپس آتے ہیں۔ اپنے خاندان کے ساتھ ناشتہ تناول کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے دفتر میں آ بیٹھتے ہیں۔ خطوط پڑھتے ہیں۔ سرکاری کاغذات ملاحظہ کرتے ہیں۔ احکام لکھتے ہیں۔ طلوع آفتاب کے ایک گھڑی بعد تک یہی مشغولیت رہتی ہے۔ پھر ایوان عام میں تشریف لاتے ہیں۔ یہاں خاص لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں پھر "اخوان" کے وفد حاضر ہوتے ہیں۔ اُن سے بڑی ہی بے تکلفی سے باتیں شروع ہوتی ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی آزاد مزاج ہیں۔ اپنے بادشاہ کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں، گویا اپنے کسی بھائی کے سامنے ہیں یہ اس لئے نہیں کہ وہ بالکل وحشی ہیں۔ میں نے انھیں وحشی نہیں پایا۔ میرے خیال میں ان کا یہ طرز خطاب اس لئے ہے کہ وہ اسے اتباع سلف صالح سمجھتے ہیں۔ وہ بڑی بے تکلفی سے "یا عبد العزیز!" کہہ رہے تھے۔ ایک شخص نے میرا تعجب محسوس کر کے میرے کان میں کہا "یہ طریقہ خود سلطان ہی نے مقرر کیا ہے۔ وہ خطاب کے دوسرے طریقے قبول نہیں کرتا"

چاشت کے وقت ایک دوسرے ایوان میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ "مجلس کبیر" کہلاتی ہے۔ یہاں نجد کے بڑے بڑے شیوخ اور خاندان رشید اور خاندان عاید کے امراء سے ملاقات ہوتی ہے۔ اول الذکر خاندان حائل کا فرمانروا تھا۔ آخر الذکر اَبہا کا۔ اب یہ دونوں ریاستیں نجد کے ماتحت ہیں اور اُن کے شاہی خاندان، ریاض میں قید ہیں لیکن یہ قید ایسی ہے کہ اُن پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ شہر کے اندر اپنی نقل و حرکت میں بالکل آزاد ہیں اور نہایت عزت و احترام کا اُن سے برتاؤ کیا جاتا ہے۔

اس مجلس میں سلطان کی گفتگو عام معاملات پر ہوتی ہے۔ دین تاریخ، ادب، سیاست، ہر موضوع پر باتیں کرتے ہیں اور نہایت آزادی اور صفائی سے۔ اُن کی صاف گوئی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دن سلطان نے ایک شامی اخبار مجھے دیا۔ اسمیں یہ خبر درج تھی کہ "سید عبد اللہ بن عاید مکہ سے بھاگ گئے ہیں اور ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن سعود پر یورش کر رہے ہیں"

سلطان نے کہا "اخبار نے یہ خبر لکھی ہے، حالانکہ سید عبد اللہ یہاں، اس مجلس میں، موجود ہیں۔ ہم اور سید عبد اللہ اور خاندان رشید، سب بھائی ہیں۔ ہم میں کوئی نزاع نہیں ہے"

سلطان کے قول کی تمام مجلس نے تصدیق کی۔ خصوصاً سید عبد اللہ بن عائد نے۔

اس مجلس سے اٹھ کر سلطان اپنے والد "عبد الرحمن بن سعود" سے ملاقات کو جاتے ہیں۔ اِن کی عمر اب نوّے سال کے قریب ہے مگر اب تک ہوش حواس بالکل درست اور قویٰ مضبوط ہیں۔ نہایت خوش اخلاق، خوش صحبت، خوش گفتار ہیں۔ والد سے رخصت ہو کر اپنی بڑی بہن شاہزادی "نورہ" سے ملنے جاتے ہیں۔ نجد میں بڑی بہن کی عزت بہت زیادہ کی جاتی ہے۔ سلطان حد سے زیادہ اُن کا احترام کرتے ہیں۔ یہ نجدی شاہزادی بھی اپنے عربی اخلاق میں غیر معمولی ہے۔ اس کی شرافت و سخاوت دور دور مشہور ہے۔ خود مجھ سے اس کا برتاؤ نہایت ہی شفقت کا تھا۔ روز میری خیریت دریافت کرتی تھی۔ میرے لئے اچھے اچھے کھانے بھیجا کرتی تھی۔

عشاء کے بعد سلطان کئی گھنٹے اپنے عہدے داروں سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں۔ ہر عہدے دار کے دفتر میں خود جاتے ہیں۔ دن بھر کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں اور ضروری مشورے اور ہدایتیں دیتے ہیں۔

یہ اُن کے روزمرہ کے معمولات ہیں۔ لیکن کبھی کبھی صحرا میں شکار کے لئے بھی جاتے ہیں۔ یہ سفر آجکل موٹروں پر ہوتا ہے۔

شیوخ نجد کا سلطان سے اختلاف

پچھلے دنوں مصری اخبارات نے یہ خبر مشہور کردی تھی کہ نجد کے سب سے بڑے شیوخ مثلاً فیصل الدرویش شیخ قبیلہ مطیر اور سلطان بن بجاد شیخ قبیلہ عتیبہ، سلطان ابن سعود کے مخالف ہو گئے ہیں۔ ریاض میں اپنی موجودگی کے وقت میں نے بھی اس قسم کی خبریں سنی تھیں فیصل الدرویش کی مخالفت کی وجہ یہ بتائی گئی کہ پچھلے سال موسم حج میں محمل مصری کی فوج سے نجدیوں کا تصادم ہو گیا تھا۔ اُسمیں فیصل الدرویش کو شکایت ہے کہ سلطان نے مصریوں کی طرفداری کی اور نجدیوں کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیا۔ لیکن یہ خبر غلط تھی۔ خود میں نے اپنی آنکھوں سے فیصل کو سلطان کی خدمت میں دیکھا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ عقیدت و اطاعت کا اظہار کر رہا تھا۔

بلاشبہ سلطان بن بجاد کو کچھ شکایت ہو گئی تھی۔ یہ شکایت بعض شرعی احکام کی تطبیق کے بارے میں تھی۔ لیکن بہت جلد غلط فہمی دور ہو گئی اور وہ بھی سلطان کی خدمت میں پہنچ گیا۔

نجدیوں کا ایمان

تمام نجدیوں۔ بدوؤں اور شہریوں۔ کا پختہ ایمان ہے کہ آدمی صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرے اور اُس کی شریعت کی پابندی میں سرگرم رہے۔ ہر آدمی کی قسمت پہلے سے لکھ دی گئی ہے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ ہرگز اُس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی لہٰذا اُسے موت سے بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ڈھونڈھنی چاہیے۔ ہر آدمی کو اُس کے عمل کی جزا و سزا ملے گی۔ نیکی کا ثواب حاصل ہوگا۔ بدی پر عذاب پائے گا۔ یہی باعث ہے کہ وہ ہر قسم کے گناہوں اور جرموں سے، خفیہ اور علانیہ، پرہیز کرتے ہیں۔

شوق جہاد

جنگ کو وہ عبادت سمجھتے ہیں۔ دین الٰہی کے دشمن کا قتل عظیم ترین ثواب خیال کرتے ہیں۔ دین کی راہ میں خود قتل ہو جانا، شہادت عظمٰی تصور کرتے ہیں۔ اس بات پر انھیں اس درجہ یقین ہے کہ بڑے ہی شوق سے جنگ پر جاتے ہیں۔ ہر بدو اپنا کفن اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ نہایت بے پروائی سے اپنے تئیں موت کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جب اُن کا کوئی ساتھی لڑائی میں گرتا ہے، تو بیک زبان نعرہ مارتے ہیں "واخلیلاہ! لقد سبقتنی الی الجنۃ!" (اے دوست! مجھ سے پہلے ہی جنت میں داخل ہو گیا!) جب دشمن کو بھگا دیتے ہیں تو چلاتے ہیں "یا اہل التوحید! یا اہل التوحید! ایاک نعبد و ایاک نستعین" (ہاں اے اہل توحید! خدایا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں!)

وہ گولیوں کی باڑھ کو "ریح الجنۃ" (جنت کی ہوا) کہتے ہیں اور انتہائی شوق و رغبت سے سینے تانے دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں وہ اس موت کو موت نہیں، زندگی خیال کرتے ہیں۔ اگر اُن کے کسی آدمی کی پیٹھ پر گولی لگتی ہے تو اُسے بزدل کہتے اور سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں اُن کا قول ہے "ہمیشہ سینے پر زخم کھاؤ۔ پشت کبھی نہ دکھاؤ۔ موت اٹل ہے، اُس سے کہاں بھاگ سکتے ہو؟ شہادت کی موت مر کر سرمدی زندگی حاصل کرو!" میدان سے بھاگنا اُن کے خیال میں ایسا عیب ہے کہ ایسے شخص کو دفن تک نہیں کرتے۔ یہی باعث ہے کہ وہ مر جاتے ہیں مگر بھاگتے نہیں۔ اُن کی یہ ثابت قدمی، بالآخر اُن کے دشمن کے حوصلے پست کر دیتی ہے اور وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

نجدیوں کی یہ شجاعت و بسالت عرب میں اس قدر مشہور ہو گئی ہے کہ لوگ اُن کے نام ہی سے ڈر جاتے ہیں۔ چند نجدی سوار سیکڑوں آدمی بھگا دیتے ہیں۔ حجاز کی جنگ، اس حقیقت کا ثبوت ہے۔ حجازی فوج اس قدر مرعوب ہو گئی تھی کہ بے لڑے ہتھیار ڈال دیتی تھی۔ حائل، احساء اور قطیف وغیرہ ممالک کی فتح بھی زیادہ تر اسی رعب کی وجہ سے ہوئی تھی۔

موت کے بعد

نجدی سنت نبوی کی اتباع میں بہت ہی سخت ہیں۔ اپنے مقتولوں اور مُردوں کا ماتم نہیں کرتے۔ قبروں پر گنبد اور عمارتیں نہیں بناتے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد جس طرح آدمی کی دنیاوی زندگی ختم ہو جاتی ہے اسی طرح اُس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں مُردوں کو ہماری ظاہری تکریم و تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں وہ ہم سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ آخرت میں انھیں جو درجہ ملے گا وہی اُن کا درجہ ہے لہٰذا اُن کے لئے اسی کی دعا کرنی چاہیے۔

جائے۔ اُس کا نام بدستور یہی رہے گا۔ مرحوم کی بیوہ کو زندگی بھر اُس میں رہنے کا حق ہوگا۔

یہ مکان مرحوم نے ۱۹۰۱ء میں تعمیر کیا تھا۔ اور اپنی حرم محترم پر وقف کر دیا تھا۔ وزارت نے طے کیا ہے کہ مکان کا وہ تمام سامان اُسی ترتیب سے باقی رکھا جائے گا، جس طرح مرحوم کی وفات کے وقت تھا۔ حتیٰ کہ مرحوم کے کپڑے بھی محفوظ رکھے جائیں گے۔ ان کپڑوں میں ایک شیخ جبہ بھی ہے جو وہ اپنے وطنی لباس کے اوپر پہنا کرتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا بھی تمام سامان علیٰ حالہ رکھا رہے گا۔ گھر کی ہر چیز پر لکھا جائے گا کہ کب خریدی گئی؟ کیوں خریدی گئی؟ اور مرحوم اُس سے کیا کام لیتے تھے؟

(۳) بیت الامہ ہی میں مرحوم کی نعش دفن کی جائے گی۔ اُن کی موجودہ قبر عارضی ہے۔ اس نئے انتظام کی تکمیل اور جدید شاندار مقبرے کی تعمیر کے بعد نعش یہاں منتقل کر دی جائے گی۔

(۴) سعد پاشا "ابیانہ" گاؤں کے جس مکان میں پیدا ہوئے تھے، وہ بھی خرید لیا جائے اور اُس میں شفاخانہ یا مدرسہ جاری کر دیا جائے۔

(۵) پایۂ تخت میں ایک عظیم الشان شفاخانہ یا یتیم خانہ قائم کیا جائے اور مرحوم کے نام پر اُس کا نام رکھا جائے۔

تعزیت کے پیغام

بیگم زغلول کے نام دنیا بھر سے تعزیت کے پیغام آرہے ہیں۔ بڑے بڑے آدمیوں اور بادشاہوں نے تار بھیجے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا پیغام سلطان ابن سعود اور اُن کے بیٹے امیر فیصل کا تھا۔ ان دونوں نے نہایت رنج و ملال کا اظہار کیا ہے اور اس حادثہ کو تمام مشرق کے لئے عظیم خسارہ بتایا ہے۔ اگر میں ان تمام پیغاموں کا ذکر کروں تو چٹھی بہت طویل ہو جائے گی۔

یورپین اخبارات کے افکار

یہ معلوم کرنا نہایت اہم ہے کہ زغلول پاشا کی وفات کو یورپ کے اخبارات نے کس نظر سے دیکھا ہے؟ خصوصاً برطانی اخباروں نے کس طرح اظہار خیال کیا ہے؟

ٹائمس آف لندن لکھتا ہے:

"زغلول پاشا نے معاملات مصر میں جو حصہ لیا، اُس کے متعلق تاریخ کا فیصلہ کچھ ہی ہو، لیکن یہ یقینی ہے کہ تاریخ انھیں مصر جدید کا سب سے بڑا آدمی شمار کرے گی۔ وہ اپنے اندر ایک حیرت انگیز روح رکھتے تھے، اگرچہ زیادہ مضبوط جسم کے مالک نہ تھے۔ وہ اپنی جسمانی بناوٹ اور شکل و صورت میں مصری "فلاح" (کسان) کا مکمل نمونہ تھے۔ زبردست شخصیت اور اخلاق رکھتے تھے۔ خلاف عادت شجاعت انتہائی مزاحت، اُن کی نمایاں صفت تھی۔ بڑی قوت استدلال، مسکت حجت، حاضر جوابی، خوش گفتاری، اور حیرت انگیز خطابت نے انھیں نہایت ممتاز کر دیا تھا۔ محمد علی پاشا اول خدیو مصر کے عہد سے آج تک کسی نے بھی فرعون کی سرزمین میں اتنی مقبولیت، اخلاقی اقتدار، اور عام محبوبیت حاصل نہیں کی جتنی زغلول پاشا نے حاصل کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر جدید کی تاریخ میں وہ پہلے سیاسی رہنما ہیں جنھوں نے قوم کے دل و دماغ، دونوں پر یکساں اثر ڈالا اور اُن کی سیاسی تربیت کی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مشرقی رہنما مغربی رہنماؤں کے مقابلے میں جلد بوڑھے ہو کر معطل ہو جاتے ہیں، لیکن سعد زغلول، اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک چست و چالاک رہے اور سخت سے سخت دماغی محنت انجام دیتے رہے۔ تاریخ میں بہت کم انتہا پسند انقلابیوں کے نام ملتے ہیں جو ۶۰ سال کی عمر کے بعد بھی اپنا سیاسی اقتدار اور مقبولیت برقرار رکھ سکے ہوں۔ لیکن زغلول پاشا اپنے آخری وقت تک محبوب و مقبول رہے۔ اُن کی عمر جتنی زیادہ ہوتی گئی، اُسی قدر زیادہ اُن میں سیاسی جوش اور انقلابی روح بیدار ہوتی گئی ... برطانیہ نے زغلول کو جلاوطن کیا تھا۔ لیکن اس عظیم انسان کے دل میں اس وجہ سے کوئی بغض پیدا نہیں ہوا۔ برطانیہ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ اُس کا ایک ایسا دشمن ہے جو خندہ پیشانی سے ہر طرح کی ضربیں برداشت کر سکتا اور پورے حوصلہ سے اُن کا جواب دے سکتا ہے۔ کوئی شخص بھی اس "فلاح" کی شجاعت پر حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا جس نے بے شمار مخالف قوتوں سے مقابلہ کیا اور سب کو بالآخر اپنے ارادے کے سامنے جھکا لیا....!"

ڈیلی نیوز لکھتا ہے:

"زغلول، سالہا سال سے مصر کا معبود تھا۔ سیاسی جنگ میں اُس کی شجاعت و لیاقت بے نظیر تھی۔ وہ اپنی قوم کو کامل خود مختاری کی طرف لے جا رہا تھا۔ لارڈ کرزن نے ایک مرتبہ کہا تھا "زغلول، شورش کا غیر مسئول علمبردار ہے!" لیکن کچھ ہو، وہ اپنے ملک کی آزادی چاہتا اور انگریزوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا چاہتا تھا۔ مصریوں کے دل میں اُس کی عزت بے حساب تھی۔ وہ ہمارا شریف اور بہادر دشمن تھا"

مانچسٹر گارڈین لکھتا ہے:

"زغلول پاشا، تمام مصریوں میں ایک آدمی تھا۔ اُس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے ۳ مرتبہ جلا وطن ہونا پڑا۔ انگریزوں نے بہت کوشش کی کہ اُسے جاہ و منصب کا لالچ دے کر ملا لیں، مگر اُس نے ہمیشہ انکار کیا، اور کامل خود مختاری کے سوا کبھی کچھ قبول کرنے پر رضامند نہ ہوا۔ سعد پاشا کی ذہانت، اخلاق، خوش مزاجی ایسی تھی جس کی نظیر مغلوب قوموں کے رہنماؤں میں کبھی نہیں دیکھی گئی"

یہ انگلستان کے متعصب سے متعصب اخبارات کے خیالات ہیں۔ لیبر پارٹی کے اخبارات نے تو اس سے بہت زیادہ لکھا ہے۔ اختصار کے خیال سے ہم ان کا ذکر نہیں کر سکتے۔ یہ تمام رائیں تار کے ذریعہ قاہرہ کے اخبارات میں پہنچی ہیں اور ابھی ان کا سلسلہ برابر جاری ہے۔

اسی طرح فرانسیسی اخبارات نے بھی طویل و عریض مضمون شائع کئے ہیں اور مرحوم کی بہت تعریف کی ہے۔

نیم سرکاری اخبار "طان" لکھتا ہے: سعد پاشا، مصر کے اِس وقت سب سے بڑے آدمی تھے۔ اُن کی زندگی کا اکثر حصہ، اپنے ملک کے لئے آزادی حاصل کرنے کی جد و جہد میں گزرا۔ وہ دنیا بھر کی نظروں میں معزز و محترم تھے...."

"ایکو ڈی پاری" لکھتا ہے "زغلول، مصر کا عظیم آدمی تھا۔ آزادی کا علمبردار تھا۔ مصر میں اُس سے بڑا کوئی آدمی موجود نہ تھا...."

اخبار "دیبا" لکھتا ہے "سعد کی موت نے مصر کو اپنے سب سے بڑے رہنما سے محروم کر دیا۔ اُس کی شخصیت، بہت ہی عظیم تھی...."

مکتوب بہت دراز ہو گیا ہے۔ آئندہ ہفتے انشاء اللہ میں لکھوں گا کہ سعد پاشا کی موت کا اثر مصر کی سیاست پر کیا پڑ سکتا ہے؟ اور انگریز اُس سے فائدہ اٹھانے کی ابھی سے کیسی طیاریاں کرنے لگے ہیں؟ لیکن قلم روکنے سے پہلے میں بہت ہی اختصار کے ساتھ مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ آپ کے قارئین اندازہ کر سکیں کہ یہ عظیم زندگی کیونکر شروع ہوئی اور کس طرح موجودہ بلندی تک پہنچی؟

سعد پاشا کی زندگی پر ایک نظر

وہ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔

"۵ر اکتوبر ۱۸۸۱ء کو شیخ سعد زغلول ازہری طالب علم کی سرکاری اخبار الوقائع المصریہ کے ادارۂ تحریر میں تقرری ہوئی۔ ۸۰۰ قرش (ایک قرش ۲ر کا ہوتا ہے) ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ یہ طالب علم خوش اطوار ہے۔ شیخ محمد عبدہ نے اُس کے چال چلن کی تصدیق کی ہے"

یہ عبارت ایک سرکاری فرمان سے اخذ کی گئی ہے۔ اُس وقت مرحوم، ازہر کے طالب علم تھے اور "شیخ سعد زغلول" کہلاتے تھے۔

یکم فروری ۱۸۸۲ء کو اُن کی تنخواہ ۹۳۳ قرش ہو گئی۔

۳ر مئی ۱۸۸۲ء کو "سعد آفندی زغلول" کا تبادلہ وزارت داخلیہ کے محکمہ میں ہو گیا اور تنخواہ ۱۵ پونڈ مقرر ہوئی۔

۱۶ر ستمبر ۱۸۸۲ء کو "جیزہ" کی کمشنری میں محافظ دفتر کاغذات سرکاری مقرر ہوئے۔

۲۷ر جون ۱۸۹۲ء میں ۴۵ پونڈ تنخواہ پر درجہ دوم کے مجسٹریٹ مقرر ہو گئے۔

یکم فروری ۱۸۹۴ء میں تنخواہ ۵۵ پونڈ ہو گئی۔

یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں تنخواہ ۶۰ پونڈ قرار پائی۔

۸ر اپریل ۱۸۹۹ء میں انھیں پہلا سرکاری تمغہ دیا گیا۔

۱۲ر جنوری ۱۹۰۳ء میں انھیں تیسرا نشان مجیدی عنایت ہوا۔

یکم جنوری ۱۹۰۶ء میں اُن کی سالانہ تنخواہ ایک ہزار پونڈ ہو گئی۔

۲۸ر اکتوبر ۱۹۰۶ء میں سعد زغلول بک "وزیر تعلیم" مقرر ہو گئے۔

۱۲ر نومبر ۱۹۰۶ء میں "پاشا" کا خطاب ملا۔

۱۸ر جنوری ۱۹۰۸ء میں "مجیدی اول" کا تمغہ ملا۔

۲۳ر فروری ۱۹۱۰ء میں محکمۂ عدالت کے وزیر مقرر ہوئے۔

۲۷ر جنوری ۱۹۲۴ء میں وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

۲۳ر مارچ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر مقرر ہوئے۔

۱۰ر جون ۱۹۲۶ء میں دوسری مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر منتخب ہوئے۔

۲۳ر اگست ۱۹۲۷ء میں فوت ہو گئے۔

اطلاع ضروری

(۱)

بارش کی وجہ سے مطبع الہلال کے مشین روم کے بعض حصے کئی ہفتہ سے کمزور ہو گئے تھے، خصوصاً وہ ستون جن کے ذریعہ مشین موٹر سے ملحق کی گئی ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کام کے روکے بغیر درستگی کی جا سکے لیکن کوئی صورت نہ نکل سکی۔ مجبوراً اس ہفتہ کا کام ختم کر کے ان کی از سر نو تعمیر شروع کر دی جاتی ہے۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ آئندہ نمبر کسی نہ کسی طرح نکل جائے، لیکن اگر کامیابی نہ ہوئی تو اس صورت میں آئندہ جمعہ کا پرچہ جاری نہ ہو سکے گا، اور اُس کے بعد کے جمعہ کو نکلے گا۔ خریداران الہلال کو اگر بیس تک پرچہ نہ ملے، تو وہ سمجھ لیں کہ پرچہ شائع نہیں ہو سکا ہے۔ یہ ہفتہ خریداروں کی سالانہ قیمت میں محسوب نہ ہوگا۔ "منیجر"

(۲)

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس وقت تک مولانا ابو الکلام کے اُن مضامین کی اشاعت شروع نہیں ہوئی ہے جس کا اُن کے احباب کو انتظار تھا۔ بجز باب التفسیر کے اور وہ بھی ہر نمبر میں مسلسل نہیں ہے۔ اُن حضرات کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ الہلال جاری کرتے ہوئے اُنھوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جس وقت تک مقدمہ اور تفسیر کی ابتدائی جلدوں کی از سر نو تحریر سے وہ فارغ نہیں ہو سکیں گے، الہلال کے لئے پورا وقت نہیں نکال سکیں گے۔ اب وہ ایک حد تک فارغ ہو چکے ہیں۔ اور اُنھوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ سفر شملہ سے واپسی کے بعد اس کے لئے کافی وقت نکال لیں گے۔

منیجر

ایک عجیب قیامت برپا ہوگئی۔ اگر فوج اور پولیس کا انتظام غیر معمولی نہ ہوتا تو یقیناً بے شمار جانیں ضایع جاتیں۔ کیونکہ نعش کے بلند ہوتے ہی ہزاروں آدمیوں نے بیک وقت آگے بڑھنا شروع کردیا۔ ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ سعد کی نعش کا بوسہ لے لے، یا کم سے کم اُسے چھو ہی لے۔ مگر فوج و پولیس نے پُرجوش مجمع کو روک دیا اور ٹھیک ۸ بجے جنازہ روانہ ہوگیا۔ جلوس میں سب سے آگے فوج کا ایک بڑا دستہ اپنا جنگی باجا بجا رہا تھا۔ اُس کے بعد مزدوری پیشہ طبقہ کی مختلف جماعتیں تھیں۔ ریلوے کے مزدور، کارخانوں کے مزدور، گاڑی بان، لوہار، حجام، غرضکہ مختلف پیشہ وروں کی علحدہ علحدہ صفیں تھیں۔ انکے پیچھے پھر فوج اپنے باجے کے ساتھ تھی۔ اس کے پیچھے مختلف تجارتی کمپنیوں کے مزدور اور کارخانوں، چھاپے خانوں کے مزدوروں کی صفیں، انکے بعد تھیں۔ پھر......

مگر میرے لئے یہ تمام تفصیل بیان کرنا ناممکن ہے۔ صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ قاہرہ میں جتنی جماعتیں اور فرقے موجود ہیں، جتنے مدارس قائم ہیں، جتنی انجمنیں،...... بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ جتنی بھی مخلوق موجود ہے: اُس کا بڑا حصہ جنازے کے ساتھ ماتم کناں موجود تھا!

اس جلوس میں ایک قابل ذکر بات یہ تھی کہ اُس میں ہر طرف ہلال و صلیب، دونوں کے علم بلند تھے۔ دونوں ہوا میں ہلتے تھے اور ہم آغوش ہوجاتے تھے۔ یہ نظارہ نہایت ہی پُراثر تھا۔ یہ اس حقیقت کا ثبوت پیش کر رہا تھا کہ مصر میں اب ایک ہی عنصر باقی ہے، اور وہ آزادی کی خواہاں مصری قوم ہے۔ اور یہ کہ سعد زغلول کسی ایک فرقہ کا رہنما نہ تھا، بلکہ مصر کے تمام فرقوں کا یکساں طور پر رہنما تھا۔ وہ جس طرح مسلمانوں کا محبوب تھا، اُسی طرح مسیحی مصریوں کا بھی محبوب تھا!

نماز جنازہ

ٹھیک ۶ بجے جنازہ، مسجد قیسون میں پہونچا۔ یہاں لاکھوں مخلوق نے نماز جنازہ ادا کی۔ صفوں میں سیکڑوں قبطی عیسائی، اور مصری یہودی بھی مسلمان نمازیوں کے دوش بدوش کھڑے تھے، اور اپنے سردار کی مغفرت کے لئے رب العالمین سے الحاح وزاری کر رہے تھے!

قبر پر!

نماز کے بعد جنازہ پھر آگے بڑھا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ قبر کے قریب پہنچکر جلوس رُکا۔ ۶ آدمیوں نے گاڑی پر سے نعش اُتاری۔ ان میں دو قبطی عیسائی بھی شامل تھے۔ قبر میں نعش اُتارنے والے بھی یہی لوگ تھے۔ اس وقت کا ماتم ناقابل بیان ہے۔ دنیا کا کوئی قلم بھی اُسے نہیں لکھ سکتا۔ ایسا ماتم تھا کہ دل ہلے جاتے تھے۔ ۶ معزز آدمی بیہوش ہوکر گر پڑے!

اس تمام دوران میں قلعہ سے توپیں دغتی رہی تھیں۔ مسیحی گرجوں کے گھنٹے بج رہے تھے۔ تکبیروں کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ قاہرہ، پورے معنی میں نشانِ غم بن گیا تھا۔

مٹی دینے سے پہلے فتح اللہ باشا برکات قبر میں اُترے اور مرحوم کو آخری سلام کرکے نکل آئے۔

وزیر داخلیہ کی تقریر

اس مؤثر موقعہ پر جعفر والی باشا وزیر داخلیہ کھڑے ہوئے اور کہا:

"سعد مر گیا۔ اُف، کیسی سخت مصیبت درپیش ہے! یہ ایسی مصیبت ہے جس کا غم کبھی دُور نہیں ہوگا۔ سعد پاشا نے جن اعلیٰ اصول پر اپنی زندگی قربان کی، الحمد للہ اب وہ اصول تمام مصری قوم کے دلوں میں راسخ ہو چکے ہیں۔ اگر یہ جلیل القدر وجود اپنے جسم سے دُور ہوگیا ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں، اُس کی روح ہمارے اندر برابر زندہ رہے گی۔ ہم سب ایک ایک کرکے اسی طرح مر جائیں گے، مگر قوم اس شخص کی پیدا کی ہوئی روح سے ہمیشہ زندہ رہیگی!"

پارلیمنٹ کی تعزیت

وفات کے دوسرے دن پارلیمنٹ کے تمام ممبر بیت الامہ (یعنی قوم کا گھر۔ یہ اُس مکان کا نام ہوگیا ہے جس میں سعد پاشا رہتے تھے) میں جمع ہوئے، اور بیگم زغلول کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

"مرحوم و مغفور رہنما کی حرم محترم!

"یہ موقعہ ہمارے لئے نہایت ہی دردناک ہے کہ بیت الامہ میں جبکہ وہ سعد سے خالی ہوچکا ہے، اُس کی رفیق حیات کی تعزیت کو حاضر ہوں۔

"معزز خاتون! مصری قومیت کی تعمیر میں سعد نے پہلی اینٹ رکھی۔ اُسنے پوری سرزمینِ مصر کو ایک قوم بنا دیا اور اُس کا ایک ہی نعرہ قرار دیدیا: وہ نعرہ، کامل آزادی کا نعرہ ہے۔ اُسنے پوری قوم کی ایک صف بنادی۔ خود آگے کھڑا ہوا، اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُسنے آزادی کی صفیں آگے بڑھائیں۔ عزت و عظمت کی راہوں میں داخل ہوا۔ تمام مشکلیں حل کر ڈالیں۔ رکاوٹیں دُور کردیں۔ اپنی بے نظیر قربانیوں سے منزل مقصود قریب کردی۔ اپنی بے مثل ہمت سے ناممکن کو ممکن بنا دیا!

"سعد، دستوری حکومت کا باپ تھا، محافظ تھا، سپہ سالار تھا، سپاہی تھا۔ پارلیمنٹ کا سب سے پہلے کھولنے والا تھا۔ منبر خطابت کو سب سے پہلے ہلا ڈالنے والا تھا۔ حکومت کے ایوان میں سب سے پہلے اُسی کی حق گو آواز گونجی تھی!

"سعد ہی نے پارلیمنٹ کے اصول مقرر کئے۔ ضوابط بنائے۔ دستور العمل مرتب کیا۔ اُس کی عزت بڑھائی۔ اُس میں عظمت پیدا کی۔ اُسے قوت بخشی۔ اپنے جاہ و جلال کا ایک عظیم پرتو اُس پر ڈالا، اور وہ پُرجاہ اور پُرجلال بن گئی.......

"سعد اپنی صدارت کی کرسی پر حق و باطل کی سچی میزان تھا۔ دُور اور نزدیک کے لئے روشنی کا ستون تھا۔ فصاحت میں صادق البیان تھا۔ پیری میں شباب عزم تھا۔ فیصلہ کی عظمت تھا۔ لفظ میں بلاغت تھا۔ حجت بالغہ تھا۔ آیۃ الدہر تھا۔ ہدایت کا نور تھا۔ عقل کا ستون تھا۔ خطابت کا امام تھا....

"محترم خاتون! اسوقت جبکہ حزن و ملال نے آپ کو اپنی موجوں میں لے لیا ہے، اور جبکہ سعد پر رب کریم کی نظر عنایت پڑ رہی ہے، ہم اپنے زخمی دلوں کے ساتھ تعزیت پیش کرتے اور قسم کھاتے ہیں کہ جب تک زندگی باقی ہے کامل آزادی کے حصول کی جدوجہد جاری رکھیں گے اور پورے اتحاد و اتفاق کے ساتھ دستور حکومت کی حفاظت کریں گے۔

"محترم خاتون! سعد نہ آپ کا تھا نہ ہمارا تھا۔ وہ خدا کا تھا اور وطن کا تھا۔ اُسنے اپنی تمام جرأت و ہمت، عظیم قربانیاں، عزم راسخ، غرضکہ جتنی بھی مافوق العادت قوتیں اُسے ملی تھیں، سب کی سب اپنے وطن کی خدمت پر وقف کردی تھیں، یہاں تک کہ موت آگئی، اور اُسے شہادت نصیب ہوئی۔ سعد، شہید وطن ہے!

"سعد اپنی قبر میں آرام سے سوئے، کیونکہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ گیا ہے جو اُسے کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ پس سعد پر اُس کی زندگی میں سلام ہو اور موت کے بعد قبر میں بھی......"

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ فتح اللہ باشا نے بالائی کمرے سے چلا کر کہا: "حضرات! سعد باشا کی حرم محترم آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ خاموش ہوجائیے۔ وہ کہتی ہیں آپ کی تقریر سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ آپکی ہمدردی کی از حد شکر گذار ہوں۔ میری زبان اُس کے اظہار سے قطعاً عاجز ہے۔ خدا سے میری دعا ہے کہ آپ سب کو سلامت رکھے۔ زندہ باد مصر!"

سعد پاشا کی حرم کا بیان

صفیہ خانم زوجہ محترمہ سعد پاشا مرحوم نے قوم کے نام حسب ذیل بیان شایع کیا ہے:

"میرے فرزندو!

"اگر سعد، جوارِ خداوندی میں پہنچ چکا ہے، مجھ اکیلی کا سعد ہوتا، تو اُس کی موت پر تمہاری تعزیتوں کا شکریہ ادا کرتی لیکن وہ پورے مصر کا سعد تھا۔ وہ مصر کا سپہ سالار تھا۔ امین تھا۔ اُسکی موت کی مصیبت، خود تمہاری مصیبت ہے۔ اُس کا ماتم خود تمہارا ماتم ہے۔ اگر مجھے شکریہ ادا کرنے کا کوئی حق پہنچ سکتا ہے تو وہ صرف اسی لحاظ سے کہ اُس کی محبت مجھے حاصل تھی۔ اُس کی نیکی مجھ پر دائمی تھی۔ اُس کے نام کی عزت مجھے نصیب ہوئی تھی۔ اُس کی وجہ سے تمہاری محبت اور قومی حکومت کی شفقت مجھے میسر آئی۔ اگر اتنا حق میرے لئے منظور کرو تو میرا شکریہ قبول کرلو۔ ایسا شکریہ جس کے اخفا کی قدرت میرے دل میں نہیں ہے اور جس کے اظہار سے میری زبان قاصر ہے!

"میرے بچو! سعد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک اعلیٰ مطمح نظر تھا۔ سعد مر گیا، مگر الحمد للہ یہ مطمح نظر ہنوز باقی ہے۔ اُس کی محبوب شکل ہم سے اوجھل ہوگئی، مگر اُس کی قیمتی یاد ہمارے دلوں میں زندہ رہے گی، والذکریٰ تنفع المؤمنین!

"اگرچہ اُس کی جدائی کے غم نے ہمارے دل توڑ ڈالے ہیں لیکن آؤ، اس غم کو مزید حمیت و شجاعت کا ذریعہ بنائیں۔ یہ غم ہماری ہمتیں بلند کرنے والا اور ہم میں ایک بالکل نیا جوش پیدا کرنے والا ہو کیونکہ شریف غم ایک ایسی قوت پیدا کردیتا ہے جو بے روک ہوتی ہے، ایسی ہمت لاتا ہے جو لامتناہی ہوتی ہے۔ اگر سعد کا ہم پر کوئی حق ہے تو وہ حق یہی ہے کہ ہم امید کو نہ چھوڑیں، کیونکہ یہ پودا اُسی کا لگایا ہوا ہے۔ ہم اُس کے حسن ظن کے مطابق ثابت ہوں۔ اُس کا کام پورا کریں۔ اُس کی رکھی ہوئی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کردیں۔ مصر کو یاد رکھیں۔ مصر کے سوا سب کچھ بھول جائیں۔ مصر ہی ہمارا مبدا و منتہا ہے۔ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی کی خاک میں مل جانے والے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو یقین کرو، سعد کو اپنی صفوں میں پائیں گے۔ بلکہ ہر خادم وطن، ہر مجاہد وطن، سعد کو اپنے دل کے اندر دیکھے گا۔ یہ اس لئے کہ سعد، جس سے ہم محبت کرتے اور جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہتے ہیں، در اصل ہمارا وہ مطالبہ حق ہے جس کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ یعنی آزادی، یعنی خود مختاری۔ اسی پر ہم جئینگے اور اسی پر مرینگے!

"میرے عزیزو! آج مصر تمہاری طرف دیکھ رہا ہے، تم بھی اُسے دیکھو۔ وہ تمہیں پکار رہا ہے۔ تم بھی اُس کی آواز سنو۔ تمنے کبھی اُس کی پکار سے کان بند نہیں کئے۔ آج پھر اُس کی طرف دوڑو۔ بے شک سعد مر گیا، مگر مصر زندہ رہے! بے شک قوم کا رہنما مر گیا، مگر قوم زندہ رہے! قومی آرزوؤں کا نشان مٹ گیا مگر قومی آرزوئیں زندہ ہیں۔ آؤ ہم بڑھ کر سعد کا جھنڈا اپنے کاندھوں پر اٹھا لیں۔ وہی اللہ جس نے مصر کے لئے ظلمت غفلت کے بعد نور بیداری کی راہ باز کردی تھی، ہمیں آیندہ بھی راہِ راست دکھائے گا، اور قوم کے لئے سعد کا نعم البدل پیدا کردے گا......."

سعد پاشا کی یادگار

مجلس وزارت نے سعد پاشا کی یادگار قائم کرنے کے لئے حسب ذیل تجویزیں منظور کی ہیں:

(۱) مرحوم کا ایک بلند مجسمہ قاہرہ میں اور ایک اسکندریہ میں قائم کیا جائے۔ یہ دونوں مجسمے مرحوم کو بحالت خطابت میں ظاہر کرینگے۔

(۲) "بیت الامہ" (سعد پاشا کا مکان) خرید کر قومی عمارت بنادی

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانے قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر اگر آپکو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجیے۔ یا کم از کم ہماری نمائش گاہ کے ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجیے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لیے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام عجیب خانے، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی سے فراہم کیے گئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لیے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجیے۔
بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

ادبیات

ان من البیان لسحرا!

مرحوم سعد باشا زغلول کی بلیغ تقریریں

مرحوم احمد سعد باشا زغلول کی فصاحت و بلاغت اور قوت خطابت، مشہور عالم ہو۔ اُن کی مقبولیت اور سیاسی زعامت کی کامیابی میں ایک بڑا راز اُن کی یہی ساحرانہ خطابت ہو۔ ہم چاہتے ہیں اُن کی بعض مشہور تقریروں کے اقتباسات وقتاً فوقتاً شایع کرتے رہیں۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ اِن سے مرحوم کا سیاسی مذہب اور فکری رجحان بھی معلوم ہوگا۔

شہیدانِ وطن کی یاد

"ہمہ تن خشوع ہو کر اُن پاک روحوں کی طرف، بہادروں کی روحوں کی طرف، متوجہ ہوتا ہوں، جنھوں نے حق کا اعلان کیا، حالانکہ حق کا اعلان، مصر میں سب سے بڑا جرم تھا!

"وہ حق کا ڈنکا بجاتے آگے بڑھے۔ اُن کی بے لاگ شجاعت نے ہمیں سرخ رُو کر دیا۔ سب کو وطن کے احترام پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنا فرض انجام دے چکے۔ اب وہ آرام سے اپنی قبروں میں سوئیں۔ آزادی کی سُہانی صبح اُن کے خون سے نہائی ہوئی، غلامی کی ظلمت چاک کر کے نکل آئی۔ اللہ اُن کی قبریں روشن کرے۔ فردوس بریں میں اُنھیں آرام دے۔ ہمارے عمل سے اُن روحوں کو خوش کرے"

نوجوان

"میری قوم کی جوانی پر خدا کا سایہ! نوجوانوں نے جوانی کے اُن تمام خزانوں کے منہ کھول دیئے جو اُن کے سینوں میں بند تھے۔ پورے ملک کو جوش اور خودداری سے لبریز کر دیا۔ دلوں میں عظمت پیدا کی، سَروں میں حکمت آتاری، جسموں میں نظام قائم کر دیا۔ نوجوان ہی ہماری تحریک کا اصلی ستون ہیں۔ مصر کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ مستقبل اُنھیں کے ہاتھ میں ہو۔ اور نوجوان ہاتھوں کی قوت معلوم ہو"

علمارِ دین

"میں علمارِ اسلام اور مسیحی قسیسوں کا شکر گزار ہوں۔ اُنھوں نے متحد ہو کر دشمن کی سب بڑی حجت باطل کر دی۔ تمام اختلافات دُور کر دیئے، اور ثابت کر دیا کہ سب دین اپنی غرض میں ایک ہیں۔ سب وطن کی مدافعت فرض قرار دیتے ہیں، سب کا تعلق، خالق ارض و سما کی عبادت سے ہو۔ سب وطنی مصلحت میں مخلوق کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں"

اصول نہ کہ اشخاص

"سعد اور اُس کے رفیق، اِتم میں انبیا نہیں ہیں جنھوں نے معجزے دکھائے۔ اولیار نہیں ہیں جنھوں نے کرامتیں دکھائی ہیں۔ وہ تمھارے ہی افراد ہیں۔ تمھارے اصول کے خدمتگذار ہیں۔ تمھارے ہی آدمی ہیں، تمھارے شعور کا اُنھوں نے احساس کیا اور تمھارے اصول سے لبریز ہو گئے۔ چنانچہ وہ اُن کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پس ہمارے لئے کوئی فخر نہیں۔ اور اگر ہو تو وہ تم سب کا فخر ہو۔

"بلاشبہ میں نے کچھ خدمت کی ہو۔ لیکن میں نے کوئی قربانی نہیں کی، کیونکہ میں بے روزگار تھا۔ البتہ میرے ساتھیوں نے قربانیاں کی ہیں۔ اُنھوں نے اپنے منصب اور عہدے چھوڑے، حتیٰ کہ اپنی اولاد تک کی جدائی گوارا کی، اور آپ جانتے ہیں کہ میرے کوئی اولاد بھی نہیں (ہر سر حاضرین چلائے "ہم سب آپ کی اولاد ہیں") بلاشبہ تم سب میری اولاد ہو۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمام اعزاز اشخاص کے لئے نہیں، اصول کے لئے ہو۔ وہ اصول، سعد اور سعد کے رفقار سے کہیں بلند ہو"

اتحاد

"میری نظر میں سب سے بڑی اور محبوب چیز مسلمانوں اور قبطیوں کا اتحاد ہو۔ یہ علم جو اِس مبارک اتحاد کا نشان ہو، مجھے دُنیا اور دُنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہو۔ یہ علم میرے ہاتھ میں ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی پوری قوت سے اُس کی حفاظت کروں گا اور زندگی کے آخری لمحے تک اُسے بلند رکھوں گا۔ "مسلمان" اور "عیسائی"! لیکن میں مسلمان اور عیسائی نہیں چاہتا۔ مصر میں صرف ایک قوم ہونا چاہیے اور وہ مصری قوم ہو"

وکالت

وکلار کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مرحوم نے کہا،

"میری خدمتوں کی دھوم مچی ہوئی ہو۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرے لئے اِن خدمتوں پر فخر کرنا روا نہیں ہو لیکن میں آپ کی اجازت سے صرف اِس بات پر فخر کرنا چاہتا ہوں کہ میں وکالت کے پیشے میں داخل ہوا اور اُس کی خدمت کی۔

"ہاں، میں اِس خدمت پر بہت زیادہ فخر کرتا ہوں۔ مجھے کوئی انانیت کا الزام نہ دے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں اُس زمانے میں اِس پیشہ کا کیا حال تھا؟

"میں نے وکالت کا پیشہ اُسوقت اختیار لیا جب یہ پیشہ معزز نہ تھا، جیسا اِسوقت ہو۔ بلکہ وہ حقیر سمجھا جاتا تھا اور اُس کے آدمی بھی حقیر سمجھے جاتے تھے۔ یہ پیشہ اصل میں جس قدر شریف تھا، ہمارے ملک میں اُسی قدر ذلیل ہو گیا تھا۔ وکیل اور دغاباز، یہ دونوں لفظ ہم معنی سمجھے جاتے تھے۔ اونچے خاندان کا کوئی رُکن بھی اُس میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور سچ یہ ہو کہ اُسوقت خود وکلار کو بھی اپنی عزت نفس کا کوئی خیال نہ تھا۔

"لیکن یہ سب جانتے بوجھتے بھی میں اِس پیشہ میں در آیا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی اخلاقی شجاعت کا کام تھا۔ میں سُنا کرتا تھا کہ لوگ وکیل اِس لئے بنتے ہیں کہ مکر و فریب کی راہوں سے دولت کمائیں۔ میں نے کہا لیکن میں اِس لئے وکیل بنوں گا کہ حق و عدالت کی خدمت کر سکوں۔

"یہ اُسوقت کی بات ہو جب وکیل، حاکم عدالت کے رحم پر ہوتا تھا۔ اُس کی ذرا سی ناراضی بھی، وکیل کو اپنی کمائی سے محروم کر دیتی تھی۔

"ایک دن ایسا ہوا کہ میں ایک مقدمہ پر بحث کر رہا تھا۔ سرکاری وکیل نے کہا آج پیشی ٹرہا دی جائے۔ میں نے اعتراض کیا۔ مقدمہ کا التوا ناروا ہو، کیونکہ ملزموں کو قید خانے میں بلا سبب رکھنا ظلم ہو۔ حاکم خفا ہو گیا "فوراً اپنے الفاظ واپس لو" حاکم نے کہا۔ عدالت کے لئے کوئی بات بھی ناروا اور ناجائز نہیں" لیکن میں نے الفاظ واپس لینے سے انکار کیا اور سخت صورتحال کا مقابلہ کیا۔

"اِسی طرح کے بہت سے واقعات پیش آتے رہے، یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا جب یہ پیشہ معزز ہو گیا اور حکام، وکلار کی دوستی پر فخر کرنے لگے"

قومی نگرانی کے حدود

"ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ قوم کو ہماری نگرانی کا حق ہو۔ قوم کا فرض ہو کہ وہ اپنا مطالبہ ہمیں بتلائے۔ اُس نے یہ مطالبہ ہمیں بتا دیا ہو کہ "کامل آزادی" اب ہم کوشش کرتے ہیں۔ قوم کو یہ حق نہیں ہو کہ وہ کوشش کی راہیں بھی ہمارے لئے مقرر کرے۔ قدم قدم پر ہم سے بازپرس کرے۔ اگر ہم کسی سے گفتگو کریں تو ہم سے رود او طلب کرے۔ اگر ہم کہیں جائیں تو ہم سے وجہ دریافت کرے۔ قوم کو چاہیئے کہ خاموشی سے ہماری کوششیں دیکھے۔ جب ہم اُس کے سامنے اپنی کوشش کے نتائج پیش کریں تو بلاشبہ اُسے حق ہو کہ ہماری تجویزیں خوب جانچے۔ اگر اُس کی پسند کے مطابق نہ ہوں تو ٹھکرا دے۔ ہمیں ہرگز کوئی شکایت نہیں ہوگی"

آزادی کی نعمت

"ہم دنیا کی ہر نعمت سے محروم ہو جانے پر طیار ہیں۔ سب آرام ہم سے چھین لو، ہمارا مال و دولت بھی ضبط کر لو۔ ہم اِن سب پر صبر کر لیں گے۔ مگر ہمیں غلام بنانے والو! یاد رکھو، ہم آزادی سے ہرگز دست بردار نہ ہونگے۔ آزادی، خدا کی سب سے بڑی نعمت ہو۔ اُس سے محرومی خود زندگی سے محرومی ہو"

قومی وحدت

"قوم اِسکے سوا کچھ نہیں کہ اِنسانوں کا ایک مجموعہ ہو، وہ مجموعہ جس کی مصلحت ایک ہو، جس کا شعور ایک ہو، جس کی آرزو ایک ہو۔ ہماری قوم کی اِسوقت آرزو کیا ہو؟ کامل خود مختاری!

"ہماری قومی وحدت مضبوط بنیاد پر قائم ہو۔ اُس میں فرقے ہیں نہ درجے ہیں۔

وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ "باشاؤں" (امیروں) کا گروہ پوری قوم پر حاوی ہونا چاہتا ہو۔ ہمارے ملک میں نہ "باشاؤں" کا کوئی خاص گروہ ہو نہ "فلاحیں" (کسان) کا۔ ہم سب "باشا" بھی ہو سکتے ہیں اور "فلاح" بھی ہو سکتے ہیں۔ میرے اپنے خاندان کے اکثر افراد فلاح ہیں لیکن میں سعد زغلول باشا ہوں۔

"وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر دینی فرقے موجود ہیں۔ ممکن ہو پہلے کبھی ہوں، لیکن اب کوئی فرقہ نہیں ہو۔ اور اگر کوئی ہو تو وہ ایک ہی فرقہ ہو۔ یعنے مصری قوم، جب سے جدید بیداری کا سورج طلوع ہوا ہو ہلال اور صلیب نے ہمیشہ کے لئے معانقہ کر لیا ہو۔ یہ معانقہ صرف مسلمان اور قبطی کا معانقہ نہیں ہو۔ یہ مسلمانوں کا دُنیا بھر کی قوموں اور مذہبوں سے اتحاد کا نشان ہو۔ ہم متعصب نہیں ہیں۔ ۲

۲- ہم شیطان کے پجاری نہیں ہیں جو انسانوں میں پھوٹ ڈالتا ہو۔ ہم خدا کے پرستار ہیں جو انسانوں میں محبت کا رشتہ پیدا کرتا ہو"

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

یاد رکھئے موسم گرما کا نایاب تحفہ صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمی ہوکر بلا تفریق مذہب و ملت ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کرچکا ہے اور جس کو چشم بد (جعلسازوں) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کرچکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کرسکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سے اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، دردسر، دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایات کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہری طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مد نظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں رکھنے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں فی صدی کمیشن ملیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے ملسکتا ہے۔ "فہرست دواخانہ مع جنتری سنہ ۱۹۲۷ء" کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی —— تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کرے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے سٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو تو

تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان

سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگاکر

استعمال کیجئے

مطبوعات الہلال بك ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزی

اس سلسله میں ہم نے اماموں کی ان نادر و اعلی درجه کی بلند پایه عربی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا ہے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ڈھائی روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد ڈھائی روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکی تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھ آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضا مصری کی تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمی ' اسلامی ' سه ماہی رساله ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربی ' فارسی ' انگریزی ' اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے - اسکے علاوہ ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگی -

منیجر الہلال بك ایجنسی

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاہور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کے وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال

فی

مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را

تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینه را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رساله ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الہلال اگرچه ایک ہفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا ' اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف انواق کا مجموعه تھا - اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب ' مذہب ' سیاسی ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفته وار رساله تھا ' جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کی وجه سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی ' مذہبی ' سیاسی ' اور اجتماعی مواد و معلومات کا بہترین مجموعه ہیں - ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا ' ہم نے کوشش کی که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخری موقعه دیتے ہیں که اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں ' چونکه جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس به ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چہارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبه الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچه اچھے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ہے - قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

جامع الشواہد

طبعِ ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوعِ انسانی پر کھول دیا ہے؟

سنہ ۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظرثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ر (دفتر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پچیس روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

[illegible] گولڈن رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم بی ایم جرمن سیڈ

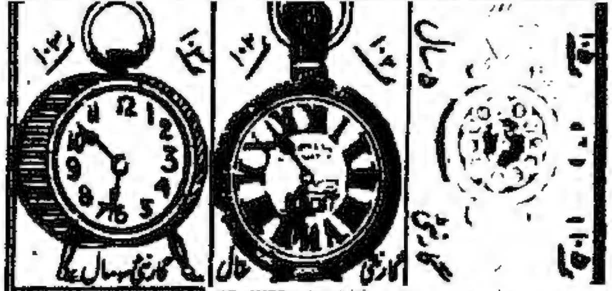

[illegible] کی خوش نصیبی [illegible] قیمت [illegible] پیکنگ معاف نہیں	اصل [illegible] نہایت خوبصورت مضبوط [illegible] قیمت [illegible] آٹھ روپے [illegible] محصول ڈاک و پیکنگ معاف نہیں	دیکھنے میں نہایت خوبصورت چال کا اچھا [illegible] مضبوط [illegible] قیمت [illegible] محصول ڈاک پیکنگ معاف نہیں

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائینگی۔ یہ رعایت محض [illegible] اور فرم کی شہرت کی وجہ سے [illegible] وقت تک [illegible] جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں [illegible] آپ فوراً ہی آرڈر [illegible] ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپکی فرمایش کی تعمیل نہ ہوسکے

نوٹ۔ ایک ایک گھڑی کے خریدنے کے لئے کوئی رعایت نہیں ہے ان سے [illegible] قیمت [illegible] محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا ❖

[illegible] امریکن واچ ہوس [illegible] اسٹاکسٹ [illegible] مقام [illegible]

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت
دنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ ”شیفر“
کا
”لائف ٹائم“ قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو ”شیفر“
کا
”لائف ٹائم“
لینا چاہیے!

۱۹۲۷

نمبر ۱۵

جلد ۱

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے :

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي مسائل پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یهاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یهاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بهت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نهیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

" میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۵
کلکته : جمعه ۳ . ربیع الثانی ۱۳٤٦ هجری
جلد ۱
Calcutta : Friday, 30, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۲۱۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳٤۹
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۳۲٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱۱۷
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۲۳		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول - - باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - سات روپیه
قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ایک اخبار کے نمایندہ سے اُس نے گفتگو کرتے ہوئے کہا :

" میري عمر اِس وقت ساٹھہ برس کي ہے - لیکن میں ایسا محسوس کرتا ہوں ' گویا عالم شباب میں ہوں - دس برس پہلے میں بالکل بوڑھا ہو گیا تھا اور یقین کرتا تھا کہ زندگي ختم ہو گئي - اُس وقت میں پیدل چل نہیں سکتا تھا - میري شرائین سوکھہ کر سخت ہوگئي تھیں ' اور تمام جسم کمزور ہو چکا تھا - لیکن اب میں آساني سے دوڑ سکتا ہوں - تمام ورزشي کھیل اِس طرح کھیلتا ہوں ' گویا تیس برس برس کا جوان ہوں - میں روز چودہ پندرہ گھنٹے کام کرتا ہوں ' مگر ذرا نہیں تھکتا - مجھہ میں اِتني بدني قوت ہے کہ بڑے بڑے پہلوانوں اور گھونسہ بازوں سے مقابلہ کر سکتا ہوں - میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئي ایک آدمي بھي ایسا موجود نہیں جو مجھہ سے زیادہ زندگي کي مسرتیں لوٹتا یا اُن مسرتوں کا لطف محسوس کر سکتا ہو - میري یہ قابل رشک حالت ' صرف اُس طریق علاج کا نتیجہ ہے جو میں نے ایجاد کیا ہے - مجھے از حد خوشي ہے کہ میرا تجربہ پورے طور پر کامیاب ہوا - چونکہ اِس طریقہ میں تمام عالم انسانیت کے لیے بھلائي ہے ' اِس لیے میں اُس کا ایک حصہ ظاہر کر دونگا - لیکن دوسرا حصہ بدستور مخفي رکھونگا ' یہانتک کہ اُس کے ظہور کے لیے مناسب وقت آجائے - مجھے دیکھو - کیا میري قوت ' چستي ' تندرستي ' ایسي نہیں ہے جس پر نوجوان رشک کریں ؟ "

" اپنے طریق علاج کا جو حصہ میں دنیا پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں ' وہ در حقیقت بالکل صاف ' سادہ ' اور معمولي ہے - اُس کا تعلق سراسر غذا سے ہے - چالیس سال کي عمر تک جو چاہو کھاؤ پیو ' بلکہ اِس سن تک جس طرح چاہو زندگي بسر کرو - لیکن جونہي چالیسویں سالگرہ شروع ہو ' گوشت ' شراب ' اور تمباکو سے قطعي اجتناب کر لو - اِس عمر والے کے لیے گوشت یقیناً سم قاتل کا حکم رکھتا ہے - اس کي جگہ پر ہفتہ میں ایک دو مرتبہ مچھلي استعمال کي جا سکتي ہے - مچھلي حقیقي معني میں گوشت نہیں ہے (اگرچہ علماء تشریح اِس کے خلاف کچھہ ہي کہیں) مچھلي میں کبریتي مادہ بہت بڑي مقدار میں موجود ہوتا ہے - اور معلوم ہے ' یہ مادہ دماغ اور اُس کي تندرستي کے لیے اصلي جوہر ہے - جسم کي خلایا یا تھیلیاں ہمیشہ تبدیل ہوتي رہتي ہیں - پراني خلایا غائب ہوجاتي ہیں ' نئي خلایا اُن کي جگہ لے لیتي ہیں - چالیس سال کي عمر تک یہ عمل جاري رہتا ہے - اِس کے بعد خلایا کا انحلال تو جاري رہتا ہے ' مگر نئي خلایا کي تکوین نہیں ہوتي - درحقیقت ہم چالیس برس کي عمر سے مرنا شروع کر دیتے ہیں ' کیونکہ اُس قوت سے محروم ہو جاتے ہیں جو خلایا کي تکوین کي علت ہے - بلا شبہ ہم اِس عمر کے بعد بھي زندہ رہتے ہیں ' لیکن ہمارے قوی برابر گرتے اور مٹتے جاتے ہیں - یہ بھي ظاہر ہے کہ گوشت ' شراب ' اور تمباکو جن عناصر سے مرکب ہے ' وہ زندہ خلایا کو قتل کرتے اور مٹاتے رہتے ہیں - پس اگر ہم زیادہ زندہ رہنے کے متمني ہیں تو ہمیں اِس تدریجي خود کشي سے اجتناب کرنا چاہیے - یعني ہمیں اِن قاتل عناصر کے استعمال سے قطعي پرہیز کرنا چاہیے "

" گلٹي کے ذریعہ شباب واپس لانے کا طریقہ بے فائدہ ہے - اُس کا اثر بہت ہي محدود اور عارضي ہوتا ہے - کیونکہ بوڑھے آدمي میں جوان بندر کي گلٹي اُسي وقت تک قوت پیدا کر سکتي ہے جب تک صحیح و سالم موجود ہے - لیکن جوں ہي اُس میں ضعف پیدا ہوگا ' بڑھاپا پہلے سے بھي زیادہ شدت سے واپس آجائیگا اور ڈاکٹر کي کوئي کوشش بھي اُسے سنبھال نہ سکے گي - واقعہ یہ ہے کہ زندگي کا جوہر ' گلٹي میں نہیں بلکہ جسم کي خلایا میں ہوتا ہے - ہر خلیہ اپنے اندر جرثوم حیات پوشیدہ رکھتي ہے - اِس جرثوم کو ہم زندگي کا میکروب کہہ سکتے ہیں - یہي میکروب ' خلیہ کو حرکت دیتا اور زندہ رکھتا ہے - اِس میکروب کا قتل خود خلیہ کا قتل ہے - اور خلیہ کا قتل زندگي کا خاتمہ کرنا ہے - لہذا اِن جراثیم حیات کے بقاء و دوام کي کوشش کرني چاہیے - اِس کوشش کي کامیابي یقیناً زندگي کو دراز کر دے گي - میں نے ایک ایسا کیمیاوي مرکب طیار کر لیا ہے جو اِن جراثیم کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے - لیکن اِس مرکب کو میں ابھي ظاہر کرنا نہیں چاہتا ' یہانتک کہ اُس کے مزید تجربے ختم کر لوں "

" ہر شخص جانتا ہے کہ چالیس سال کي عمر کے بعد جسم میں جو مادہ کم ہو جاتا ہے ' وہ کلورائڈ کا ایک مرکب ہے - یہ مرکب میں نے معلوم کر لیا ہے اور اُسے ابھي تک راز بنائے ہوئے ہوں - اگر یہي مرکب بوڑھے جسم میں انجیکشن کے ذریعہ پہنچا دیا جائے تو انسان ضرور جوان ہو جائیگا ... اُس کي حیرت انگیز تاثیر تم اِس وقت بھي میرے جسم میں دیکھہ سکتے ہو "

احساس الم کا ازالہ

تکلیف کے احساس کا سبب کیا ہے ؟

تکلیف کا احساس اِس لئے ہوتا ہے کہ جسم میں اعصاب (پٹھے) موجود ہیں - یہ اعصاب اِس احساس کو اُس کے مرکز — دماغ — تک پہنچاتے ہیں اور انسان تکلیف محسوس کرتا ہے - علم کي ترقي کے بعد بہت سے مخدرات ایجاد ہو گئے ہیں - یہ اِس احساس کو زایل کر دیتے ہیں مگر اُن کا اثر عارضي ہوتا ہے - پھر بہت سے بیماروں پر اِن مخدر دواؤں کا استعمال بھي نہیں کیا جاسکتا ' کیونکہ اُن کا دل کمزور ہوتا ہے اور وہ اُن کے متحمل نہیں ہوسکتے -

یہ ' اور اِسي قسم کي دوسري مشکلات دیکھہ کر مذکور الصدر ڈاکٹر کن آب نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کرنے کي کوشش شروع کر دي ہے جو سرے سے تکلیف کا احساس ہي زایل کر دے اور مخدر دواؤں کي ضرورت باقي نہ رہے -

ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اِس مقصد میں اُسے ضرور کامیابي ہوگي - اِس کامیابي کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ہمیشہ کے لئے تمام آلام و تکالیف سے نجات پا جائیگا - اُس وقت جراح مخدرات کي مدد کے بغیر عمل جراحي کر سکینگے - مریض ہرگز کوئي تکلیف محسوس نہیں کریگا - ڈاکٹر کا دعوی ہے کہ کتوں پر اُس کا تجربہ بالکل پورا اترا ہے - لہذا کوئي وجہ نہیں کہ انسان پر بھي کامیاب نہ رہے -

اِس طریق علاج کا خلاصہ یہ ہے کہ " نخاع مستطیل " (بصلة النخاع) پر عمل جراحي کیا جائے تاکہ احساس کا مرکز ہمیشہ کے لیے شل اور سن ہوجائے - ظاہر ہے ' جب اصلي مرکز سن ہوجائیگا تو تکلیف کا احساس بھي قطعاً باقي نہیں رہے گا - واقعي اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوگیا ' تو ہمارے تمام جسماني آلام ہمیشہ کے لیے ختم ہوجا سکتے ہیں -

لیکن ابھي کامیابي دور نظر آتي ہے - کیونکہ اِس عمل جراحي میں ایک بڑا خطرہ یہ ہے کہ دماغ میں جملہ احساسات کے مرکز ہي کہیں شل نہ ہوجائیں اور انسان میں کوئي حس ہي باقي نہ رہے - ہاں اگر وہ خاص عصب (پٹھا) دریافت ہوجائے جو تکلیف کا احساس دماغ تک پہنچاتا ہے ' تو بلا شبہ یہ اکتشاف ' انسانیت کے لیے نعمت عظمی بن جاسکتا ہے -

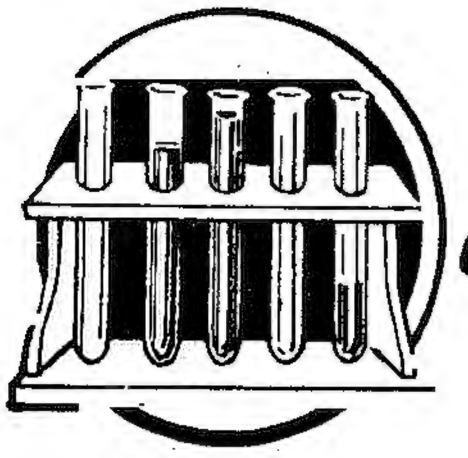

مذاکره علميّه

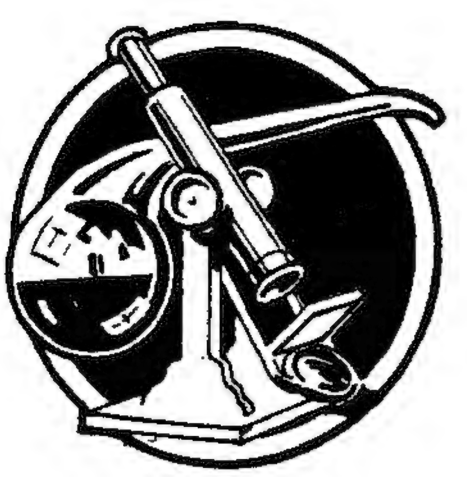

برتر انسان

(Super man)

(ایک جدید علمي تجربه)

قارئین الهلال ڈاکٹر وورنوف کے نام سے واقف هوچکے هیں - اس ڈاکٹر نے شباب کي واپسي کے لیے جو طریقه ایجاد کیا هے ' اُس کا مفصل بیان کسي پچھلي اشاعت میں درج هوچکا هے - آج هم اُس کا ایک اور تجربه - یا زیاده صحیح لفظوں میں نظریه - پیش کرتے هیں - یه نظریه بلاشبه عجیب هے - اتنا عجیب که بمشکل یقین کیا جا سکتا هے - لیکن ڈاکٹر مذکور اُس پر مضبوطي سے مصر هے ' اور ثبوت میں اپنے بعض تجربوں کا حواله دیتا هے -

جدید نظریه یه هے که صرف بوڑھے هي جوان نهیں بنا دیے جاسکتے بلکه ایک نئي انساني نسل بھي پیدا کي جا سکتي هے جو موجوده نسل سے اپنے جسمي و دماغي قویٰ میں کهیں زیاده برتر هوگي - ڈاکٹر وورنوف اِس اینده نسل کو " سوپر مین " یا برتر انسان کے لفظ سے تعبیر کرتا هے - یه دراصل مشهور جرمن حکیم نیٹشے کي اصطلاح هے - اُس کا دعویٰ هے که اِس نسل کا هر فرد اپنے جسم و دماغ میں ایک نمونه هوگا ' بهت طویل العمر هوگا ' کم سے کم ۱۵۰ برس ضرور زنده رهے گا !

اعادهٔ شباب کا معامله ' اب نظریے کي حد سے نکل کر علمي حقائق کي صف میں جگه پا چکا هے - علم ' اُس کي راه میں بهت سي مسافتیں طے کرچکا هے - شکوک و شبهات کے تقریباً تمام پردے اُس پر سے اٹھه چکے هیں - عنقریب انساني تاریخ پر اِس کا بهت گهرا اثر پڑنے والا هے -

لیکن " برتر نسل " کي تخلیق ابھي تک ایک نظریه هي هے ' اگرچه ڈاکٹر وورنوف کو اُس پر پورا یقین هے - اپنے اِس نظریه کي تکمیل میں بھي وه بندر کي گلٹیوں سے کام لینا چاهتا هے -

تفصیل یه هے که ڈاکٹر وورنوف کا اعتقاد هے ' اگر ممتاز جسمي و عقلي قویٰ کے آدمیوں میں ایک تیسري گلٹي کا اضافه کر دیا جائے ' تو اُن کي نسل ضرور برتر هوگي - اب تک وه مینڈھوں پر متعدد کامیاب تجربے کرچکا هے - لیکن حال میں آٹھه برس کے ایک لڑکے پر تجربه شروع کیا هے - اُس کا خیال هے ' اِس لڑکے کي اولاد حیرت انگیز عقلي و جسمي قویٰ کي مالک هوگي -

اِس موضوع پر ایک اخبار کے نامه نگار سے گفتگو کرتے هوئے ڈاکٹر موصوف نے کها :

" میں مستقبل پر نظر ڈالتا هوں تو اُس کے دامنوں میں " سوپر مین " (برتر انسان) صاف دکھائي دیتا هے - يهي النسل اور اُس کي نسل ابد الآباد تک دنیا پر حکومت کرے گي - یه نسل ایک ایسي قهرمان عقل و جسم کي مالک هوگي که تمام مخلوقات اُس کي قوت قاهره کے سامنے جھک جائینگي ... میں ابتک بوڑھوں کو جوان بناتا تھا - لیکن یه کچھه زیاده نتیجه خیز عمل نه تھا - اِس سے انساني عمر میں تھوڑا سا اضافه هوتا هے - لیکن اب جن نئے تجربوں کا میں نے عزم کیا هے ' وه تمام پچھلے تجربوں سے کهیں زیاده حیرت انگیز اور نتیجه خیز هونگے - یه تجربے صرف بوڑھوں هي پر نهیں هونگے - اب میري توجه کا مرکز کم عمر بچے هونگے - وه بچے جنکي عمر آٹھه اور دس برس کي هے - بندر کي گلٹي هي یه حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گي ' اور انهیں ایک نیا آدمي بنا دے گي - میں ایسے بچوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کرونگا جو غیر معمولي ذهانت اور جسماني قوت رکھتے هیں - یه بچے اور ان کي نسل ' مستقبل میں یقیناً نهایت عظیم هوگي - اِس مقصد میں سب سے بڑي مشکل یه درپیش هے که ترقي یافته بندروں (شمپانزي اور اورنگ اوٹنگ) کي کافي تعداد موجود نهیں هے - اگر هر آدمي کے لیے ایک ایک بندر مل جائے تو نهایت قلیل مدت میں نسل انساني کي کایا پلٹ جائے - لیکن یه مشکل نا قابل حل نهیں هے - یورپ اور امریکا کے گرم علاقوں میں بندروں کي افزائش کا انتظام کیا جا سکتا هے "

جراثیم حیات

(ایک اور جدید نظریه)

هندوستان میں کم لوگوں نے ڈاکٹر کن آب کا نام سنا هوگا - حالانکه وه فرانس کا ایک مشهور ڈاکٹر اور عالم هے - اُس جیسي وسیع معلومات رکھنے والے آدمي دنیا میں بهت کم هیں - وه ۸۰ - علوم و فنون اور صناعتوں کا ماهر هے - چنانچه سائنس داں ' طبیب ' فیلسوف ' کیمیائي ' موجد ' موسیقي داں ' شاعر ' ریاضي ' فلکي ' سب هي کچھه هے - غیر معمولي دماغي قابلیت کے علاوه نهایت عظیم جسماني قوت بھي رکھتا هے - پورا پهلوان هے -

یه عجیب ڈاکٹر ' وورنوف اور اُسکے تمام هم مشرب ڈاکٹروں کے بارے میں سخت سوءظن رکھتا هے - اُس کے خیال میں وه دغاباز هیں - جواني واپس لانے کا جو طریقه اُنهوں نے ایجاد کیا هے ' غلط هے - اُس کا اثر ' عارضي هے ' اور اُس کا رد عمل نهایت مضر هوتا هے - لیکن خود اپنے متعلق اُس کا دعویٰ هے که وه بوڑھوں کو بغیر کسي گلٹي کے استعمال کے جوان بنا دیتا هے اور انسان کي عمر دو سو برس تک طویل کردے سکتا هے - اس کے علاج میں سب سے پہلے اُن شرطوں کي پابندي ضروري هے جو اُس کے خیال میں درازي عمر کي ضروري شرطیں هیں - پھر انجیکشن کے ذریعه وه ایک ماده جسم میں داخل کر دیتا هے - یه ماده خود اُس نے ایجاد کیا هے - دنیا کو ابتک اُس کا کوئي عام و تجربه حاصل نهیں هوا -

وفات کا پته چل گیا - وہ شاهي محل میں گهس پڑي اور بایزید کے لڑکے کو بایزید کي آمد تک تخت پر بٹها دیا - سلطان محمد فاتح نے اپنے دونوں لڑکوں کے بیٹے بطور ضمانت کے اپنے پاس رکهه چهوڑے تھے تاکه وہ وفادار اور اطاعت شعار رهیں - معامله یهیں پر ختم نهیں هوگیا بلکه فوج سازش سے بهي واقف هوگئي اور وزیر اعظم کو قتل کر ڈالا -

(٤)

اب جم کي زندگي کے هولناک تاریک دن شروع هوتے هیں - قاصد هوا کي طرح اڑ کر بایزید کے پاس پهنچا - ولي عهد گویا پهلے هي سے طیار بیٹها تها - فوراً روانه هوگیا اور نهایت سرعت سے پایۂ تخت میں داخل هوا - لیکن قصر شاهي میں فوج نے داخل هونے نهیں دیا اور اپنا انعام طلب کیا - گویا اپني وفاداري کي قیمت لیني چاهي - بایزید، ڈرپوک تها - فوراً خزانے کا منهه کهول دیا اور سب کو خوش کردیا - بعد میں یهي بخشش فوج کا مطالبه اور قرضه بن گئي اور سلطنت کے لیے بہت مضر ثابت هوئي -

بایزید تخت نشین هوگیا اور اپنے بهائي جم پر قابو حاصل کرنے کي تدبیریں سوچنے لگا - جم اب تک اِس انقلاب سے بے خبر تها - باپ کي وفات اُس وقت معلوم هوئي جب صدر اعظم قتل اور بایزید تخت نشین هوچکا تها !

سخت متحیر هوا که کیا کرے ؟ یه ظاهر تها که صدر اعظم کے بعد پایۂ تخت میں اُس کے حامیوں کي کوئي جماعت باقي نهیں رهي هے - علماء اُس کے سخت خلاف هیں اور عام راے اُنهي کے زیر اثر هے - اب اُسے اپنے سامنے دو هي راهیں نظر آتي تهیں : بهائي کي اطاعت، یا جنگ - پهلي صورت کي طرف اُس کا رجحان تها، مگر دو باتوں سے ڈرتا تها : ایک یه که گلیشیا کي حکومت اُس کے هاتهه سے چهین لي جائیگي - دوسرے یه که بایزید اُسے قتل کي کوشش کریگا - کیونکه ترک سلاطین کا یه عام دستور تها که اپنے بهائیوں کو قتل کرڈالا کرتے تھے - اگرچه وہ کتنے هي مطیع و وفادار هوں -

سلطان محمد فاتح
جبکه وہ قسطنطنیه کے سقوط کے بعد شهر میں
داخل هوا

مجبوراً اُس نے جنگ کا عزم کیا - اُسے اپني کامیابي کي قوي امید تهي - گلیشیا کے باشندے جنگجو اور وفادار تھے - اُس نے خیال کیا، بایزید بزدل اور پست همت هے - هرگز مقابله نه کر سکے گا -

(۵)

چنانچه وہ فوراً کمر بسته هوگیا اور ایک جرار فوج لے کر بروسه کي طرف بڑها - بروسه، قسطنطنیه کي کنجي هے - اُسے یقین تها، بایزید کي طیاري سے پهلے هي وہ بروسه پر قابض هوجائے گا - مگر بایزید بهي غافل نه تها - مقابله کي طیاري کرچکا تها - جم کے متحرک هوتے هي اُس نے بهي ایاز پاشا کي قیادت میں ایک فوج روانه کردي، اور خود بهي ایشیائي ساحل پر جنگي کارروائي کرنے کیلیے آ موجود هوا -

دونوں فوجیں بیک وقت بروسه کے سامنے پهنچیں - شهر والوں نے اپني بربادي کے خوف سے دونوں پر شهر کے دروازے بند کردیے - باهر هي باهر فیصله کر لینے پر مجبور کیا - میدان جنگ گرم هوا اور پهلے هي معرکه میں بایزید کي فوج بهاگ نکلي - جم، مظفر و منصور شهر میں داخل هوا اور اپني سابق عیاشي پهر شروع کردي - اب اُسے کامل یقین تها که پایۂ تخت کا مالک هوجائے گا -

لیکن یه اُس کي سخت غلط تهي - بایزید نے ایک اور فوج گراں سنان پاشا کي سپه سالاري میں بهیجي - مگنیا سے ایک دوسري فوج اُس کي کمک پر چل دي، اور دونوں نے مل کر جم پر حمله کردیا - عیش پسند شاهزادے کے سپه سالار، نصوح نے دشمن کي قوت دیکهي تو درۂ ازواد کي طرف پسپا هوگیا - خود جم کو بهي بروسه خالي کرنا پڑا - صرف ستره دن کي حکومت اُس کي قسمت میں لکهي تهي !

بایزید نے صرف اپني جنگي قوت هي پر بهروسه نهیں سازش کا جال بهي پهیلا دیا - بڑي بڑي رشوتیں دے کر جم کے بہت سے آدمي ملا لیے - حتی که اُس کا وزیر یعقوب بهي خیانت پر آماده هوگیا - یعقوب نے اپنے آقا کو یني شهر چلنے کا مشوره دیا - یهاں بایزید کي ایک بڑي فوج موجود تهي - فوراً جم پر ٹوٹ پڑي - اب بهي پله شاهزادے هي کا بهاري تها - مگر عین میدان جنگ میں اُس کے سپه سالار نصوح نے دغا کي اور فوج کا ایک بڑا حصه لے کر دشمن سے جا ملا - اب جم کے لیے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئي چاره باقي نهیں رها تها -

لیکن ابهي ایک امید باقي تهي - سلجوق خاتون، سلطان محمد فاتح کي پهوپهي، دونوں بهائیوں میں صلح کي کوشش کر رهي تهي - خود جم نے اُسے بروسه سے بهیجا تها - تجویز یه تهي که سلطنت تقسیم هوجائے - یوروپین علاقوں پر بایزید حکومت کرے اور ایشیاء جم کے حوالے کر دے - نیک دل سلجوق خاتون نے سلطان کو بہت کچهه سمجهایا - بهائي کے حقوق یاد دلائے، مگر کامیابي نه هوئي - بایزید نے صاف کهدیا " بادشاهوں میں رشته نهیں هوتا "

جم، شکست کها کر بهاگا - راسته میں خود اُسي کے سپاهیوں نے اُسے لوٹ لیا اور سخت زخمي کیا - محمد فاتح کا اولو العزم فرزند دوسرے دن آق شهر میں اِس طرح پهنچا که تن پر ایک کپڑا بهي نه تها اور سردي سے اُس کا تمام بدن کانپ رها تها - اگر ایک شخص رحم کها کے اُسے اپنا گرم کوٹ نه دے دیتا تو یقیناً ٹهٹهر کر مر جاتا !

شکست کے ایک هفته بعد وہ قونیه پهنچا - یهاں اپني ماں اور بیوي سے ملاقات هوئي - اِنهیں لے کر شام روانه هوا، اور شام سے ۲۸ جون سنه ۱۴۸۲ع کو مصر پهنچا - مصر میں اُس کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا - خود سلطان قایتبائي نے شهر کے باهر آ کر خیر مقدم کیا اور معزز مهمان کو اپنے محل میں اتارا - چار مهینے آرام

افسانه

ترکي تاريخ کا ايک مجهول صفحه

(شاهزاده چم کا افسوس ناک انجام)

کم لوگوں نے شاهزاده " چم " کا نام سنا هوگا - عام طور پر مورخوں نے بهي اِس کا ذکر نهيں کيا هے - نتيجه يه هے که يه نام بالکل اجنبي معلوم هوتا هے - حالانکه اِس کا واقعه ترکي تاريخ ميں ايک نهايت هي غم ناک فاجعه (ٹريجڈي) هے - اور اِس وقت بهي مشرقي دنيا کے ليے عبرت و موعظت کا ايک درس هے - آج هم قارئين الهلال سے اِس تاريخي شخصيت کا تعارف کراتے هيں -

(۱)

چم — يا يورپين تلفظ کے مطابق " زيزم " — ايک بد نصيب مشرقي شاهزاده هے - مصائب و آلام نے اُس سے محبت کي - زمانے نے بے وفائي کي - حسرت و غم نے اُسکا پيچها کيا -

سلطان محمد ' فاتح قسطنطنيه کا يه منجهلا لڑکا تها - اُس ميں جسماني قوت ' ذهانت ' حسن ' خوش مزاجي ' رقيق احساس ' شجاعت ' جمله اوصاف جمع هوگئے تهے - پيدائشي شاعر تها - ترکي شعر و ادب ميں ابتک اُس کے آثار موجود هيں ' اور اُس کي ذهني بلندي اور شاعرانه تخيل کا بهترين ثبوت هيں -

اُس کا آغاز نهايت اميد افزا تها - گمان هوتا تها که قدرت اُس پر پوري طرح مهربان هے - ابهي اُس کي عمر دس برس هي کي تهي که اولوالعزم باپ ' محمد فاتح ' اُس کي قابليت کا معترف هوگيا اور صوبۀ قسطموني کا حاکم مقرر کرديا - يهاں شعراء و ادباء کي ايک بڑي جماعت موجود تهي - کم سن شاهزادے نے اُنهيں باریاب کيا ' تعلقات بڑهائے ' اور خداداد قابليت کے ساته شعر و ادب کا با قاعده مطالعه کيا - تهوڑي هي مدت ميں اپنے استادوں سے بهي بازي لے گيا - اُسي زمانے ميں ايک فارسي قصے " خورشيد و جمشيد " کا ترکي شعر ميں ترجمه کيا اور اپنے والد کے نام هديه کيا - محمد فاتح بهت خوش هوا - پہلے سے زياده مهربان هوگيا اور صوبۀ کليشيا کي حکومت سپرد کردي - اُس وقت چم کي عمر صرف اٹهاره سال کي تهي ' مگر وه پخته کار حکمراں بن چکا تها -

کليشيا ميں اُس نے اپني انتظامي قابليت کے بڑے بڑے ثبوت پيش کيے - يه صوبه پہلے سلجوقيوں کي ايک رياست تها - آل عثمان نے اُسے فتح تو کر ليا تها ؛ مگر پوري طرح قابو نهيں پاسکے تهے - هميشه بدامني اور شورش برپا رهتي تهي - سابق سلجوقي حکمراں بغاوتوں پر بغاوتيں کرتے رهتے تهے - مصر کے چرکس بادشاه اور ايران کے شهنشاه اُن کي امداد کرتے تهے - اُس وقت ترکي سلطنت ميں اِس صوبے سے زياده مشکل حکومت کسي صوبے کي نه تهي - واليوں پر والي آتے تهے اور ناکام لوٹ جاتے تهے -

ليکن چم نے آتے هي اپني بے نظير همت و شجاعت سے کام لے کر تمام شورش پسند عناصر کا خاتمه کرديا - هولناک معرکوں ميں بے خوف و خطر گهس جاتا تها - دست بدست لڑائياں لڑتا تها - بڑے بڑے شه زوروں سے نبرد آزما هوتا اور هميشه غالب رهتا - تهوڑے هي دنوں ميں اُس کا رعب دلوں پر چها گيا - چم کا نام دل دهلا ديتا تها - باشندے ڈر سے اُس کا نام نهيں ليتے تهے - " رستم دوراں " کے لقب سے ياد کرنے لگے تهے !

(۲)

پانچ برس تک نهايت بيدار مغزي سے حکومت کرتا رها - هر طرف امن و اماں قائم هوچکا تها - کوئي پيچيدگي بهي باقي نهيں رهي تهي - اب اُس نے اپنے تئيں معطل پايا - اِس تعطل نے اُس کے مزاج ميں تبديلي پيدا کي ' اور اِسي تبديلي سے اُس کي بد نصيبي کا آغاز هوا -

حکومت کي ذمه داريوں سے غافل هوگيا - عيش و عشرت کي بساط بچها دي - نفس پرستي کا دروازه کهول ديا - اُس کا محل بوالهوسوں کا مرکز اور عيش پرستوں کا کعبه بن گيا -

اب تک وه پوري قوم کا محبوب تها - کوئي نه تها جو اُسے محمد فاتح کا سچا جانشين نه خيال کرتا هو - ملک بهر کي يهي راے تهي که آئنده سلطان وهي هوگا - ليکن اِس نئي تبديلي نے اُس کي شهرت و مقبوليت کو سخت نقصان پهنچايا - دو جماعتيں قائم هوگئيں : ايک اب بهي اُس کي مؤيد تهي - پورے يورپ کے مقابلے کي قوت اُسي ميں ديکهتي تهي - يه جماعت وزير اعظم محمد نشانجي پاشا کي تهي - دوسري جماعت فسق و فجور کي وجه سے اُس کي سخت مخالفت تهي - دين و امت کے ليے اُسے خطرناک سمجهتي تهي - اِس جماعت کا سرگروه ' شيخ الاسلام تها -

چم کا حريف ' بايزيد تها - يه اُس کا بڑا بهائي اور ترکي دستور حکومت کي رو سے اپنے باپ کا وارث تها - سلطان محمد کي زندگي ميں دونوں حريف دور دور رهے - ليکن اُس کي وفات کے بعد تصادم ضروري تها -

چم ' عقلمند ' بهادر ' اولوالعزم ' مگر عياشي کي وجه سے غفلت کا شکار هوگيا تها - بايزيد ' بے وقوف ' بزدل ' پست همت ' مگر سلطنت حاصل کرنے کے ليے بے قرار تها - بايزيد اپنے بهائي کي قابليتوں سے واقف تها ' اِس ليے بهت بيدار رهتا تها -

(۳)

اپنے باپ کي وفات کے وقت دونوں بهائي پايۀ تخت ' قسطنطنيه سے دور تهے - چم کليشيا ميں تها اور بايزيد آماسيا کا حاکم تها - وزير اعظم محمد نشانجي پاشا چونکه چم کا طرفدار تها ' اس ليے اُس نے سلطان کي موت فوج سے مخفي رکهي - کيونکه فوج تمام تر ترکي علماء کے زير اثر تهي - اُس نے پہلے ايک خفيه قاصد چم کے پاس بهيجا که فوراً پايۀ تخت پهنچو اور سلطنت پر قابض هو جاؤ - نيز وه تدبيريں بهي لکهديں جن سے بايزيد زير کيا جا سکتا تها - کئي دن بعد دوسرا قاصد بايزيد کے پاس بهيجا اور تخت نشيني کي دعوت دي -

دونو قاصد روانه هوگئے - مگر چم بد قسمت تها - اُس کا قاصد پهنچ نه سکا - کوتاهيه کا حاکم سناں پاشا ' بايزيد کا طرفدار تها - وه حقيقت سے واقف هوگيا اور قاصد کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا - دوسري مصيبت يه پڑي که پايۀ تخت کي فوج کو سلطان کي

کا غم کها رهے هيں - مگر پوپ نے منظور نهيں کيا - اس نے کها " يورپ کے بادشاه ' ترکي پر چڑهائي کرنے کي طياري کر رهے هيں تاکه تمهيں تخت نشين کرديں " ساتهه هي اس نے بهت اصرار کيا که مسيحي دين اختيار کرليے تاکه " دنيا کے ساتهه آخرت کي عزت بهي حاصل هوجائے "

چم ' پکا مسلمان تها - پوپ کي يه دعوت حقارت سے رد کردي - اس نے سختي سے کها " اگر تمام دنيا کي بادشاهي مل جاے ' تو بهي ميں اپنا دين فروخت نهيں کرونگا " اتنا هي نهيں بلکه غيور شهزادے نے پوپ کے روبرو سر جهکانے يا اس کے هاتهه کو بوسه دينے سے بهي انکار کر ديا ' جيسا که شاهان يورپ کا دستور تها - اس نے کها " ميں مسلمان هوں - پوپ کے سامنے نه تو جهک سکتا هوں ' نه اس کا هاتهه چوم سکتا هوں ! "

پوپ نے اسے ويٹيکان ميں نظر بند کرديا اور دول يورپ کو ترکي پر حمله کي ترغيب دينے لگا - مگر اس وقت بهي يورپ ميں باهم دگر سخت منافست تهي - آپس ميں کوئي سمجهوتا نه هوسکا - اسي اثناء ميں پوپ نے انتقال کيا اور مشهور ظالم کارڈنيل ' اسکندر اس کا جانشين هوا - اس نے اس عظيم رقم پر قناعت نهيں کي جو چم کو قيد ميں رکهنے کے صله ميں بايزيد سے سالانه وصول کيا کرتا تها - بلکه ايک بهت بڑي رشوت لے کر اس کے قتل پر آماده هوگيا -

(۱۱)

اسي زمانه ميں (ستمبر سنه ۱۴۹۴ع) چارلس هشتم شاه فرانس نے روم کا محاصره کرليا ' اور صلح کي ايک شرط يه بهي قرار دي که چم اس کے حواله کر دياجائے - پوپ نے دونوں طرف سے فائده اٹهانا چاها - اس زمانے ميں يورپ کے روحاني رهنما آلات و وسائل قتل کے بهي سب سے بڑے ماهر تهے - پوپ کے پاس ايک ايسا زهر موجود تها جو اگر ايک تندرست آدمي کو کهلا ديا جاے ' تو ايک خاص مدت تک اس کي تندرستي پر کوئي اثر نهيں پڑتا تها - ليکن اس مدت کے بعد آهسته آهسته اسکي تاثير کام کرنے لگتي تهي ' اور به تدريج مريض کا خاتمه کر ديتي تهي - پوپ نے يهي زهر چم کو کهلا ديا ' اور اسکي اطلاع بايزيد کو ديکر اس سے مطلوبه رقم حاصل کرلي - پهر زنده و سالم چم ' چارلس کے حواله کرديا ' اور اس سے بهي صلح کرلي !

چم ' شاه فرانس کے قبضه ميں آگيا - چارلس نے اسے ترکي پر فوج کشي کے ليے آماده کرنا شروع کيا - مگر اب وه سمجهه چکا تها که يورپ اس کي طرفداري نهيں کر رها هے - اس کي آڑ ميں سب سے بڑي اسلامي سلطنت تباه کرني چاهتا هے - چنانچه اس نے قطعي طور پر انکار کرديا - بادشاه نے ناراض هوکر قيد کرديا - مگر اب اس کي دائمي رهائي کا وقت بهي آ پهنچا تها - پولس رسول کے جانشين پوپ کا زهر اس کے جسم ميں سرايت کرچکا تها - وه ابهي ناپولي هي ميں تها که ۲۴- فروري سنه ۱۴۹۵ع ميں انتهائي حسرت و ياس کے ساتهه اس دنيا سے هميشه کے ليے رخصت هوگيا !

اسکے آخري الفاظ يه تهے :

" خدايا ! اگر دشمنان دين مجهسے مسلمانوں کے خلاف کام لينا چاهتے هيں ' تو مجهے جلد موت ديدے ' اور ان کا مقصد پورا نه هونے دے ! "

* * *

مختارات

حب ذات کس ميں زياده هے : مرد ميں يا عورت ميں ؟

(ايک مصري خاتون کے قلم سے)

سب سے پہلے مجهے يه ظاهر کردينا چاهيے که دنيا کي ترقي کے ليے جس طرح ايثار کرنے والے ضروري هيں ' اسي طرح حب ذات رکهنے والے بهي ضروري هيں - اگر ايک آدمي بهي حب ذات رکهنے والا باقي نه رهے ' تو ايثار کرنے والے لوگ کس کي خدمت کرينگے ؟ وه ضرور دل ميں گهٹ گهٹ کر مر جائنگے - کيونکه ان کے ليے ايثار کي نيکي پر عمل کرنے کا کوئي موقعه موجود نه هوگا - ليکن چونکه يه دونوں خصلتيں رکهنے والے دنيا ميں تقريباً مساوي تعداد ميں موجود هيں ' اور هميشه موجود رهينگے ' اس ليے اس صورت حال کے پيش آنے کا کوئي خطره نهيں هے -

اب سوال يه پيدا هوتا هے که حب ذات کس ميں زياده هے : مرد ميں يا عورت ميں ؟ ميرے خيال ميں جواب صرف ايک هي هو سکتا هے ' اور وه يه هے که مجموعي طور پر جنس نسواني ميں يه خصلت زياده پائي جاتي هے - عورتيں علی العموم حب ذات کي بيماري ميں مبتلا هيں - هر عورت اپني طبيعت پر تهوڑا سا غور کرکے يه حقيقت معلوم کرلے سکتي هے - برخلاف اسکے مردوں ميں ايثار کا ماده بهت هوتا هے - عورتيں خود غور کريں که انکے آرام و آسائش کے ليے مرد کتني تکليفيں اٹهاتے هيں ؟ همارے ليے دروازے کهولتے هيں - هماري گري هوئي چيزيں اٹها ديتے هيں - ريل اور ٹريم وغيره سواريوں ميں همارے ليے اپني جگه خالي کر ديتے هيں - همارے سر پر چهتري لگا کے چلتے هيں - غرضکه اٹهنے بيٹهنے ' کهانے ' پينے ' هر چيز ميں همارے ليے ايثار کرتے هيں - خود تکليف اٹهاتے هيں اور هميں آرام ديتے هيں !

حقيقت يه هے که عورت ' مرد کي اس خصلت سے بهت خوش هوتي هے - اسے اسکي مردانگي کي علامت سمجهتي هے - اسي طرح مرد بهي عورت کي حب ذات پسند کرتا هے - بلکه اگر هم عورتوں ميں حب ذات نه هوتي ' تو مرد هم سے سخت نفرت کرنے لگتے - يهي حب ذات ' بناوٹي کمزوري ' مصنوعي نزاکت ! وه ادائيں هيں جو هميں مرد کي نظر ميں معزز و محبوب بنائے هوئے هيں -

* * *

لینے کے بعد حج کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوا - وہاں بہت سے ترک سرداروں سے ملاقات ہوئي - یہ لوگ بایزید کے خلاف تھے - اُنھوں نے شاہزادے کو از سر نو قسمت آزمائي کا مشورہ دیا اور اپني عقیدت و خدمت پیش کي - اِنھي میں قاسم بک حاکم کلیشیا بھي تھا -

(٦)

جم نے پھر کمر ہمت چست کي - حلب پہنچا - وہاں بایزید کے کئي باغي سپہ سالار اُس کے انتظار میں تھے - اُنھیں ساتھ لے کر کلیشیا گیا اور وعدہ کیا کہ سلطان بننے کے بعد کلیشیا کو خود مختاري بخش دے گا -

جم نے ایک بڑي فوج جمع کرلي اور قونیہ کے طرف بڑھا - بایزید نے سنا تو ایک لشکر گراں کے ساتھ روانہ ہوا - اُس کي فوج کا سپہ سالار اپنے زمانے کا سب سے بڑا جنگي آدمي تھا - کدیک احمد باشا فاتح اٹرنٹو مشرق و مغرب ' دونوں دنیاؤں میں مشہور تھا - اُس نے آتے ہي جم کي فوج تہ بالا کر ڈالي -

جم ' پھر بھاگا اور کلیشیا کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوگیا - بایزید نے ایک وفد بھیج کر خواہش کي کہ جنگ سے باز آجائے اور پر امن زندگي اختیار کرے - اُس نے منظور کرلیا مگر اِس شرط پر کہ اُسے چند صوبوں کي حکومت بخش دي جائے - بایزید نے انکار کیا " ایک سلطنت میں دو ساجھي جمع نہیں ہو سکتے " اُس کا صاف جواب تھا -

بایزید نے صرف انکار ہي نہیں کیا بلکہ حریف کا پہاڑوں میں تعاقب بھي شروع کردیا - جم کے لیے اب وسیع دنیا تنگ ہوگئي - اُس نے ارادہ کیا کہ مصر یا ایران میں جاکر پناہ ڈھونڈھے ' مگر قاسم بک نے مشورہ دیا کہ یورپ جائے اور وہاں کے پادشاہوں کي مدد سے اپنا ملک فتح کرے -

(۷)

شاہزادے نے بڑے پس و پیش کے بعد یہ تجویز قبول کرلي - قسطنطنیہ کي فتح کا واقعہ ابھي تازہ ہي تھا - یورپ کے تمام بادشاہ ترکوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے - قوي امید تھي کہ وہ سلطنت عثمانیہ کي تباہي کے خیال سے اِس باہمي خانہ جنگي میں شرکت منظور کر لینگے ' اور اِس طرح مداخلت و استیلاء کا موقعہ بہم پہنچائینگے -

جم نے جزیرۂ روڈس میں اپنا ایک وفد بھیجا - اُس وقت یہ جزیرہ مشہور صلیبي مجاہدین " سینٹ جان کے سواروں " کے قبضہ میں تھا - جزیرے کے حاکم اعلی نے اپنے ارکان حکومت کے مشورے سے شاہزادے کي حمایت قبول کرلي - آنے کي دعوت دي اور اپنا جنگي بیڑہ اُس کے لیے بھیج دیا -

۲۳ - جولائي سنہ ۱۴۸۲ - کو جم کا روڈس میں شاہانہ استقبال کیا گیا - اور نہایت عزت و احترام سے اُسکي ضیافتیں شروع ہوئیں - بایزید کو معلوم ہوا تو اُس نے جزیرہ کي حکومت کو دائمي صلح کے معاہدہ کا پیغام بھیجا - ساتھ ہي بہت سے امتیازات بھي پیش کیے - اِن مراعات کے صلے میں جم کي حوالگي کي درخواست کي - جزیرہ کي حکومت بہت خوش ہوئي - اُس نے شاہانہ مراعات قبول کرلیں - مگر جم کے حوالہ کرنے سے اِس بنا پر انکار کیا کہ وہ مہمان ہے - البتہ وعدہ کیا کہ اُسے جزیرے سے نکال دیا جائیگا -

جزیرے کي حکومت نے ایک طرف بایزید سے معاملہ طے کرلیا - دوسري طرف جم سے وعدہ لے لیا کہ سلطنت پر قابض ہونے کے بعد اُسے عظیم الشان مراعات دے گا - باضابطہ عہدنامہ لکھوا لینے کے بعد شاہزادے سے کہا کہ یہاں اُس کي زندگي خطرے میں ہے - بایزید نے اسے زہر دینے کے لیے اپنے جاسوس بھیج دیے ہیں - لہذا مصلحت یہي ہے کہ فرانس چلا جائے -

(۸)

بد نصیب شاہزادہ راضي ہوگیا - اور اگست سنہ ۱۴۸۲ ع میں جزیرے سے روانہ ہوا - اُسے یقین تھا کہ فرانس جا رہا ہے - وہاں آزاد شاہانہ زندگي بسر کریگا - مگر جہاز میں بیٹھتے ہي اُس نے محسوس کیا کہ حکام جزیرہ کي حراست و قید میں ہے اور وہ اُسے آزاد کرنا نہیں چاہتے - مگر اب مجبور تھا - صبر کے سوا کوئي چارہ نہ تھا -

شاہزادہ ' شہر نیس میں پہنچایا گیا - یہ مقام اُسے بہت پسند آیا - اُس کي تعریف میں ایک قصیدہ لکھا - یہیں اقامت اختیار کرني چاہتا تھا مگر تخت شاہي کے لیے بے چین تھا - چنانچہ یہاں سے شاہ فرانس کے پاس قاصد بھیجا اور امداد کي درخواست کي - لیکن حکومت روڈس کے آدمیوں نے قاصد کو راستہ میں روک لیا اور شاہزادے کو فروري سنہ ۱۴۸۳ ع میں نیس سے دوسري جگہ لے گئے - اب اُسے کہیں جمنے نہیں دیتے تھے - شہروں شہروں لئے پھرتے تھے اور سختي سے نگراني کرتے تھے -

جم کو یقین ہوگیا کہ اُسے دھوکا دیا گیا ہے - یہ لوگ اُس کے ذریعہ بایزید سے فائدہ اٹھا رہے ہیں - چنانچہ اُس نے پھر دو قاصد روانہ کیے - ایک فرانس کو ' دوسرا ہنگري کو - مگر اُس کے میزبان روڈس کے حاکموں کو خبر مل گئي اور اُسے قلعہ ساسناگ میں تن تنہا قید کردیا -

(۹)

اب جم کي زندگي میں پھر ایک نیا انقلاب ہوتا ہے - قلعہ ساسناگ کا مالک ایک ڈیوک تھا - اُس کي لڑکي فلپینیا ہیلانا حسن و جمال میں یکتا تھي - شاہزادے نے اُسے دیکھا تو عاشق ہوگیا - دوشیزہ کو بھي اُس سے محبت ہوگئي - محبت نے مرد میدان جم کي طبیعت بالکل بدل ڈالي - جنگ و جدل سے نفرت ہوگئي - حکومت کا شوق زائل ہوگیا - خاموش زندگي کي طلب پیدا ہوئي - اُس نے بایزید کو پے در پے خطوط بھیجے اور رحم و کرم کي درخواست کي - مگر سنگ دل بھائي کو رحم نہ آیا - دشمن کو جھکتے دیکھ کر اُس کي ہمت اور بھي بڑھ گئي - اُس نے شاہ فرانس سے مطالبہ کیا کہ جم کو فوراً اپني حدود سے خارج کردے -

جزیرۂ روڈس کے حکام نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے جاتا ہے - فوراً ایک نئے سودے پر آمادہ ہوگئے - پوپ اینو سینٹ ہشتم سے ایک بہت بڑي قیمت لے کر ' ۱۳ - مارچ سنہ ۱۴۸۹ - کو شہزادہ اُس کے حوالہ کر دیا -

(۱۰)

جم ' روم کو روانہ کیا گیا - پوپ سے ملاقات ہوئي - جم نے اپني مصیبتیں نہایت مؤثر پیرایہ میں بیان کیں اور درخواست کي کہ اُسے مصر جانے دیا جائے جہاں اُسکي ماں اور بیوي مدتوں سے جدائي

كر ديا هے - اس تصوير ميں علامۂ موصوف جس لباس ميں دكهائے گئے هيں ، ساتويں اور آٹهويں صدي هجري ميں مسلمانان مغرب (مراكش و تيونس) كا عام لباس تها - اور مصر و شام ميں بهي اسي وضع كا عمامه استعمال كيا جاتا تها - علامۂ موصوف كا آخري عهد مصر ميں بسر هوا هے - بهت ممكن هے ، يه تصوير اصلي اور مستند هو -

---

(علم الا جتماع)

پہلے يه علم ، علماء و مفكرين كے ايك نهايت تنگ دائرے ميں محصور تها ، مگر اب وه ايك ضروري موضوع بن گيا هے اور سب كے ليے اُس كي تحصيل لازمي هوگئي هے -

(فرد اور جماعت)

فرد اور جماعت ميں ايسا مضبوط رشته هے كه عملاً لازم و ملزوم بن گئے هيں - ناممكن هے كه ان ميں سے ايك مفقود هو اور دوسرا موجود هو سكے - روز بروز ثابت هوتا جاتا هے كه عام اجتماع اور علم افراد ، دونوں باهم دگر وابسته هيں - ان ميں تفريق ناممكن هے ، اور يه ، كه تمام فلسفي اور اخلاقي مسائل ؛ اجتماعي مسائل ميں داخل هيں -

فرد اپني صفتيں اور خصلتيں ، اپني قوم و جنس سے ورثه ميں پاتا هے - يهي معني هيں " جماعت " كے - علم جماعت (يا اجتماع) مادي اور معنوي حيات كے علم سنن و نواميس سے بحث كرتا هے - نيز اُس كا تعلق علم الحياة سے بهي گهرا هے - كيونكه كها جا سكتا هے كه جمله كائنات اپنے آغاز كے وقت ايك هي عظيم جماعت تهيں - يه اس ليے كه وه شروع ميں غير مرئي جوهر فرد (ايٹم) كے بے حساب ذروں كا مجموعه تهيں - بنا بريں علم اجتماع ، جمله علوم كا مجموعه اور خلاصه هے -

(قوم كا نظام اُسكي استعداد و ضرورت كے مطابق هوتا هے)

اِس علم كے اساتذه كي رائے هے كه هر قوم كا سياسي و اجتماعي نظام دوسري قوموں سے نماياں طور پر مختلف هوتا هے - هر قوم كا نظام ، اُس كي ذهني و تمدني حالت كا ترجمان هوتا هے - اِس نظام كي اهميت اور خوبي هميشه اعتباري هوتي هے - جماعتوں كے نشو و ارتقاء ميں سياسي نظامات ، سبب و عامل هونے سے كهيں زياده خود مقصد و عمل هوتے هيں -

قوم كي مخصوص سياسي تنظيم ، صرف اُس كي موجوده زندگي هي كي ميزان نهيں هوتي ، بلكه اُن تمام انتظامي دوروں كا بهي پته ديتي هے جو اُس پر گزشته زمانوں ميں گزر چكے هيں - كسي انسان كو بهي يه قدرت حاصل نهيں كه ملك ميں كوئي ايسا نظام جاري كردے جو نظري طور پر سب سے بهتر اور ترقي يافته معلوم هو - تاريخ بتاتي هے كه غير فاني قوانين قائم كرنے والے مقننوں نے صرف اس ليے كاميابي حاصل كي تهي كه اُنهوں نے پہلے قوم كي ضروريات معلوم كرلي تهيں ، پهر اِن ضروريات كے مطابق قانون بنائے تهے - سولن نے كيا هي خوب كها هے " ميں نے ايتهنز كے باشندوں كے ليے ايسا قانون طيار نهيں كيا هے جو عقلاً سب سے افضل هے - بلكه ايسا قانون بنايا هے جو اُن كي استعداد اور ضرورت كے موافق هے "

تمدن كي تاريخ يه حقيقت پوري طرح ثابت كر رهي هے كه هر قوم كا نظام ، اُس كي ضرورت كا مظهر هوتا هے - هم ديكهتے هيں كه اُن قوموں كے نظام تقريباً يكساں هوتے هيں جو ترقي كي مساوي سطح پر پهنچ گئي هيں - پوري تاريخ ميں كوئي ايك مثال بهي ايسي موجود نهيں كه كسي قوم كا نظام ، قوت اور تشدد كے ذريعه بدلا جاسكا هو - بلا شبه يه صورت كبهي فتوحات اور انقلابات كے بعد پيدا هوجاتي هے - مگر تبديلي محض ظاهري اور لفظي هوتي هے - حقيقت و واقعه پر اُس كا كوئي اثر نهيں پڑتا - اِس كي بهت سي مثاليں موجود هيں - جزيرۂ كارسيكا مدت سے فرانس جيسي متمدن حكومت كے ماتحت هے ، مگر آج تك اِس جزيره كي وحشت دور نه كي جا سكي - يهي حال آئر ليند كا هے - صديوں تك ساتهه رهنے پر بهي وه انگلستان سے منزلوں دور هے - حقيقت يهي هے كه قوموں كي طبيعت و فطرت كو اُن كے نظاموں پر پورا اقتدار حاصل هوتا هے - نظام كي تبديلي اُسي وقت ممكن هے جب قوم كے دماغ ميں بهي تبديلي پيدا هو جائے -

(اچانك ترقي ناممكن هے)

مقننوں كي قدرت سے باهر هے كه اپنے دل سے كوئي ضابطۂ قانون ايجاد كركے قوم كو اُس پر چلاديں - بڑي بڑي بغاوتوں اور عظيم فاتحوں نے اگر اِس طرح كي جرأت كبهي كي ، تو زبردستي زياده مدت تك قائم نه ره سكي اور قديم حالت پهر لوٹ آئي - اِس كي مثال يه هے كه اگر حيوان كو كسي ايسي بات پر مجبور كيا جائے جو اُس كے مزاج كے خلاف هے ، تو وه اُسي وقت تك اُسے كرتا رهيگا ، جب تك دباؤ موجود هے - ليكن دباؤ هٹتے هي فوراً اُسے چهوڑ دے گا - اِس سے ثابت هوتا هے كه قوموں كے نظام ، اُنكي ضرورت كے ترجمان اور اُن كے شعور كا مظهر هوتے هيں - اور يه كه اُن كي تبديلي ، قوم كي ذهنيت كي تبديلي كے بعد هي ممكن هے - قوموں كي ذهنيت ، فوراً تبديل نهيں هو سكتي - به تدريج اور آهستگي سے بدلتي هے -

سياسي و اجتماعي نظام كے نشوء و تكوين كا باعث وهي هوتا هے جو خود كائنات كي تكوين كا باعث هے - يهي وجه هے كه اچانك تبديلي محال هے - يه ايك اٹل اجتماعي قانون هے كه نماياں تبديلي ، اُن بهت سي مخفي تبديليوں كا نتيجه هوتي هے جو صديوں تك جاري رهتي هيں - هم تبديلي كا احساس اُس وقت كرتے هيں جب وضعي قوانين آكر هميں بتانے لگتے هيں - هم خيال كرتے هيں تبديلي اِنهي قوانين كا نتيجه هے - حالانكه يه تبديلي ايك طويل و مسلسل حركت و عمل كا نتيجه هوتي هے -

حقيقي مقننوں كا فرض صرف يه هے كه قوم كي راسخ عادتوں اور خصلتوں كي تائيد كريں ، مگر صرف اُنهي كي جو مفيد هوں - مضر كي مضرت كم كرنے اور بتدريج دفع كرنے كي كوشش كرتے رهيں -

بسا اوقات قوم كے سمجهنے كے ليے اُسكي تاريخ سے كهيں زياده اُس كے ضابطۂ قانون كا مطالعه ضروري هوتا هے - كيونكه ضابطۂ قانون هميں بالكل صحيح طور پر بتا ديتا هے كه قوم كي اجتماعي حالت اور ضروريات مختلف زمانوں ميں كيا كيا تهيں ، اور اُن ميں بتدريج كيا كيا تبديلياں هوئي هيں ؟

افراد ، اقوام ، نظامات ، عقائد ؛ كا ارتقاء هميشه تدريجي هي هوتا هے - جب تاريخ هميں كسي قوم كي بابت بتلائے كه وه ترقي يافته تمدن كي مالك تهي ، تو هميں فوراً سمجهه لينا چاهيے كه اُس كا يه تمدن ، ايك طويل ماضي كا نتيجه هے - اگرچه يه ماضي همارے ليے كتنا هي مجهول كيوں نه هو - كيونكه يه بالكل ظاهر هے كه زبان اور ادب (لٹريچر) كا وجود اچانك نهيں هوجاسكتا - خود اُن كا وجود هي اِس بات كي قطعي دليل هے كه وه ايك قديم ماضي ركهتے هيں - موجوده مغربي تهذيب كي مثال اِس حقيقت كے فهم كے ليے بالكل كافي هے - يورپ اپني موجوده تمدني سطح تك بے شمار انقلابات سے گزركر هي

مقالات

علم الاجتماع

(۱)

" علم الاجتماع " سے مقصود وہ علم ہے جس کا موضوع بحث انسان كي اجتماعي زندگي ہے - انسان كي اجتماعي زندگي كي پيدائش ' اس كي نشو و نما ' اس كے طبعي احوال و تاثرات ' اس كي مزاجي كيفيات ' اور اس كے نتائج و ثمرات كا بطريق استقراء اس طرح استقصا كرنا ؛ كه اس بارے ميں اصول و كليات مرتب هو جائيں ؛ علم الاجتماع كا دائرۂ نظر و بحث ہے - تاريخ علوم ميں سب سے پہلے جس شخص نے اس علم كے مباحث بطور ايك مدون علم كے ترتيب ديے ' وہ علامۂ ابن خلدون هيں - ان كا مقدمۂ تاريخ اس علم كي عديم النظير كتاب ہے -

علامۂ ابن خلدون كے بعد صديوں تك اس علم ميں كوئي اضافه نهيں هوا - گذشته صدي ميں جب موسيو كا ترمير نے مقدمه كا فرانسيسي ترجمه شائع كيا تو علماء مغرب كو اس طرف توجه هوئي - رفته رفته يه مبحث وقت كا سب سے زياده اهم اور دقيق موضوع نظر بن گيا - بلاشبه فرانسيسي ترجمۂ ابن خلدون سے پہلے علماء مغرب فلسفۂ تاريخ كي طرف متوجه هو چكے تھے ' اور تاريخ كي نئي فلسفيانه ترتيب كي بنيادیں پڑ چكي تھيں - نيز اصول قوانين و نظامات حكومت پر بھي مونٹسكيو اور بنتيهم جيسے مفكرين كي كتابيں شائع هو چكي تھيں - ليكن ان مباحث كو " علم الاجتماع " كا كامل مراد نهيں كہا جا سكتا - يه واقعه ہے كه ترجمۂ ابن خلدون كي اشاعت سے پہلے يه علم به حيثيت ايك مستقل علم كے ' يورپ ميں زير بحث نه تھا - جس قدر كتابيں بھي اس علم پر لكھي گئي هيں ' سب كي سب گذشته صدي كے اواخر ميں مرتب هوئي هيں ' اور يقيناً ان كا اولين سر چشمه مقدمۂ ابن خلدون هي ہے - موجوده زمانه ميں ڈاكٹر ليباں كي مصنفات سب سے زياده وقيع سمجھي گئي هيں - اس نے نه صرف اس موضوع پر ھي كتابيں لكھيں ' بلكه وہ كام بھي انجام ديا جسكا اراده ابن خلدون نے كيا تھا مگر پورا نه كرسكا - يعني متعدد اقوام كي تاريخيں بھي اسي علم كے اصول و كليات كے ماتحت ترتيب ديديں -

ذيل ميں هم ايك مختصر مگر وقيع رساله كا ترجمه درج كرتے هيں جو تركي ميں ڈاكٹر احمد شعيب بك نے سنه ۱۹۱۰ ع ميں انقلاب عثماني كے بعد لكھا تھا ' اور بلاد اسلاميه كے اهل علم ميں نهايت مقبول هوا تھا - ڈاكٹر موصوف قسطنطنيه كے مدرسه حقوق (قانون) ميں استاذ تھے ' اور ان گنتي كے اصحاب علم و نظر ميں سے تھے ' جنهيں تركي كے نئے عهد تعليم و ترقي كا ماحصل سمجھنا چاهئے - سنه ۱۹۰۸ ع ميں جب دستوري انقلاب هوا ' تو انهوں نے مرحوم جاويد بے اور احمد رضا بے كے ساتھ شريك هوكر ايك نهايت وقيع ماهوار رساله " مجلۂ علوم اقتصاديه و اجتماعيه " جاري كيا تھا - تركي كے تمام مشاهير اهل قلم كي رائے ہے كه اس سے بہتر علمي رساله تركي زبان ميں شائع نهيں هوا - يه رساله اسي مجله ميں به دفعات شائع هوا تھا - پھر مطابع ثروت فنون نے كتاب كي شكل ميں مرتب كركے چھاپ ديا -

اس موضوع ميں يه مقاله مختصر ہے ' مگر وسعت نظر و فكر كے ساتھ لكھا گيا ہے - هم اس كا ترجمه شائع كر ديتے هيں تاكه اردو ميں ايك ترك مفكر كي بہترين كتاب منتقل هوجائے - البته يه ظاهر كر دينا ضروري ہے كه مصنف نے مقاله كي تمهيد ميں فطرۃ انساني كے خير و شرير جو اظهار رائے كيا ہے ' اور اسے روسو كا مذهب قرار ديكر اسكي يك قلم تغليط كر دي ہے ' هم اسے مصنف كي لغزش نظر سمجھتے هيں اور اس سے متفق نهيں هيں - مقاله كا ترجمه مكمل هوجائے تو بطور استدراك و تعليق اس مسئله پر مختصراً اپني رائے ظاهر كر دينگے - اس مقام كے علاوه بعض ديگر مقامات بھي مزيد نظر و كاوش كے مستحق هيں ' اور انكي طرف بھي خاتمه ميں اشاره كر ديا جائيگا -

اس مقاله كے ساتھ هم علامۂ ابن خلدون كي تصوير بھي شائع كر ديتے هيں - يه ايك قديم قلمي مرقع كا عكس ہے جو دمشق كے ايك قديم كتب خانه ميں محفوظ تھا اور اب وهاں كے مجمع علمي (عربي اكاڈيمي) نے اپنے عجائب خانه كے آثار عتيقه ميں داخل

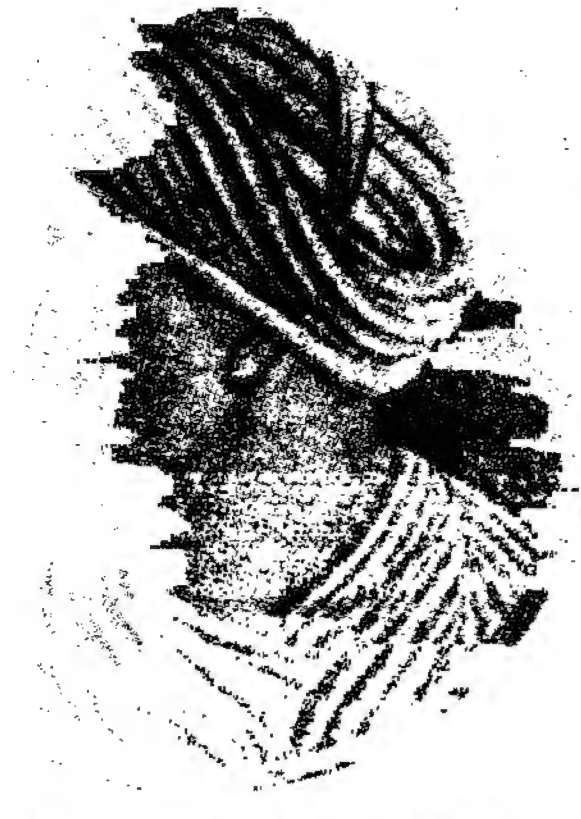

عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون - المتوفي ۸۰۸ ھ
جس نے سب سے پہلے علم الاجتماع مدون كيا

عالم مطبوعات و صحائف

Sketches of the Sects of Palestine & Syria.

By Harry Charles Luke.

(شام و فلسطین کے فرقے ' مصنفه هرے چارلس لیوک)

اخبار ٹائمس لندن نے اپنے هفته وار ادبي ضمیمه میں مندرجه بالا کتاب پر ان الفاظ میں تنقید کي هے :

" اگرچه فلسطین کي آبادي ساتهه لاکهه سے زیاده هے ' اور ۴۰ - مختلف زبانیں بولنے والے ' ۶۵ - فرقوں کے اشخاص موجود هیں ' پهر بهي مسٹر لیوک مصنف کتاب کو ایک اسماعیلي بهي وهاں نظر نهیں آیا ' اور اسکے لیے انهیں شام جانا پڑا - یه وهي فرقه هے جو جنگ صلیبي کے زمانه میں بهت مشهور هوگیا تها - مصنف نے اس کے بعض اسلاف کے حالات نهایت دلچسپ طریقه سے بیان کئے هیں - شاید اس حقیقت سے بهت کم لوگ واقف هونگے که یه وفادار قاتل اپنے آقا کے حکم کي کس طرح اطاعت کرتے تهے ' اور کس طرح اسکے کهنے پر هر قسم کے کام انجام دینے کیلیے آماده هو جاتے تهے - حتی که دوسروں کا قتل یا خود کشي بهي ان کے لیے کوئي اهمیت نهیں رکهتي تهي -

اس اسماعیلي فرقه نے اگرچه اپني تمام رسمیں ترک کر دي هیں - پهر بهي ایک حسین نوجوان خاتون کو سیاه لباس میں ملبوس کرنے اور سر پر پهولوں کے تاج رکهنے کي رسم اب تک رائج هے - مسٹر لیوک نے اپني کتاب میں اس فرقه کے نهایت دلچسپ حالات لکهے هیں - باخبر مصنف همکو ایک اور فرقه کا بهي پته دیتا هے جو سمرتین کهلاتے هیں - اُن کا خانداني مذهبي پیشوا نابلس میں رهتا هے اور سالانه کوه گرزم پر اپني قدیم ترین قرباني ادا کرتا هے جو کتاب الخروج میں درج هے - اس کتاب میں اُن معصوم حبشیوں کا بهي تذکره هے ' جنکا کام قیمتي چهتریاں لیجانا اور دوسروں کي چهتوں پر ناچنا یا عبادت کرنا هے - اسکے علاوه یهاں کے مختلف فرقوں میں حق وراثت کے متعلق جو اختلافات هیں ' اور جنکي وجه سے اکثر خانه جنگیاں رونما هوتي رهتي هیں ' نهایت وضاحت سے بیان کیے گئے هیں "

" اگرچه فرقوں کے اعتبار سے مسیحي فرقوں کي تعداد اسلامي فرقوں سے جن میں مسلم ملحد بهي شریک هیں ' کهیں زیاده هے ' لیکن آبادي کے لحاظ سے مسلمان ایک کے مقابله میں تین هیں - اسي طرح تعداد میں وه یهودیوں سے بهي زیاده هیں - مصنف نے اِن قوموں کے حالات کے ساتهه ترکوں کے اوس برتاؤ کي بهي مثالیں دي هیں ' جو وه اپنے عیسائي اور یهودي رعایا کے ساتهه کرتے تهے - چنانچه اُس نے اُن احکام کي نقلیں درج کي هیں جنکے ذریعه ارمنیوں ' پادریوں ' اور یهودي ربیوں کو اپنے مردے دفن کرنے کي اجازت ملتي تهي - حکمناموں کي نقلوں کے بعد مصنف نے موجوده طریقۂ حکومت کا ترکوں کے طرز حکومت سے موازنه کرکے اول الذکر کو ترجیح دي هے -

هم اس پر اتنا اضافه کرنا چاهتے هیں که مصنف کتاب اور ٹائمس کے نقد نگار نے شام کے جس فرقه کو " اسماعیلي " کے لقب سے پکارا هے ' وه اگرچه اسماعیلیه هي کي ایک شاخ هے ' لیکن ایک مدت سے " دروز " کے نام سے موسوم کي جاتي هے اور اس کے عقائد اصل اسماعیلي فرقه سے بهت کچهه مختلف هیں -

بیگم فهمي کا عجیب مطالبه

(قاتله کا مقتول شوهر کي جائداد پر دعوی !)

قارئین الهلال کو یاد هوگا که اب سے تقریباً دو سال پهلے لندن کے ایک هوٹل میں بیگم فهمي نے (جو ایک فرانسیسي عورت هے) اپنے شوهر فهمي بے مصري کو گولي کا نشانه بنایا تها - لندن میں اوس پر مقدمه چلایا گیا ' لیکن وه چهوٹ گئي ' اور اب وهي قاتله اپنے مقتول شوهر کي جائداد پر حق زوجیت کا دعوی کرنے والي هے !

اور اُس کي هلاکت پر تلي هوئي تهي - یهي سبب هے که همارے اجداد کو پهلي فکر یهي هوئي که حیوان و انسان کي دست درازیوں سے مدافعت کیونکر کریں - چنانچه وه اِس کا سامان مهیا کرنے میں مشغول هوگئے -

هر اشتراک عمل کا نظام اُن ضرورتوں کے مطابق هوتا هے جو اُسکے وجود کا باعث هوتي هیں - انساني اجتماع کي ابتدائي ضرورت دو قسم کي تهي :

(۱) داخلي خطروں کا سد باب ۔

(۲) خارجي حملوں سے مدافعت ۔

اِسي ضرورت نے انساني جماعت کو حکومت کي تکوین پر مجبور کیا - شروع شروع میں مقصود یه تها که حکومت ' جماعت کے افراد کي قوت اِسي طور پر منظم کرے اور اُسے اِس طرح استعمال میں لائے ' که جماعت ' داخلي و خارجي خطروں سے محفوظ ره سکے - لیکن اس کے معني یه نهیں هیں ' جیسا که روسو کهتا هے ' که جماعت کے افراد کسي مقام پر جمع هوے اور بحث و مباحثه کے بعد باهم عهد و پیمان کر لیا ' بلکه صورت یه هوئي هوگي که جماعت کے سب سے زیاده عقلمند اور طاقتور فرد نے اِس ضرورت کا احساس کیا هوگا اور اپني زبردست قوت سے تمام افراد کو مغلوب کرکے حاکم بن بیٹها هوگا - پهر وقتي ضروریات نے حکومت کا نظام قائم کرنے اور وقتي قوانین بنانے میں اُس کي رهنمائي کي هوگي -

انانیت اور حب ذات انسان کي فطرت میں داخل هے - دو آدمیوں کي مصلحتوں میں ادنی تصادم بهي عداوت و فساد کا موجب بن جاتا هے - مدتوں انسان نے اِنهي حالات میں انفرادي زندگي بسر کي - لیکن بالاخر طویل تجربوں نے اُسے بتا دیا که قتل ' خونریزي ' نهب و سلب ' جماعت اور افراد ' دونوں کے لئے مضر هیں - انسان مجبور هوا که اپنے سابق طرز زندگي میں تبدیلي پیدا کرے اور ایک نئي مگر زیاده پر امن اور آرام ده زندگي اختیار کرے -

یهي تجربه یا ضرورت ' حکومت اور تمام قوانین اجتماع کي اصلي اور ابتدائي بنیاد هے -

پهنچا هے - يه سراسر جنون هے که کوئي قوم ترقي کے بلند درجه تک اچانک پهنچ جانے کا خيال کرے -

(سلطنت کي تکوين اور روسو کا نظريه)

جوزيف دومستر اور بونلڈ نے سلطنت (استيٹ) کي تکوين کا جو نظريه قائم کيا تها ' وه اب اِس حد تک شکست هوچکا هے که اس کے بطلان کے ليے کسي بحث کي ضرورت باقي نهيں رهي - اِسي طرح " اصحاب جمهورية " (جن کا سر گروه روسو هے) کے نظريے بهي غلط ثابت هوچکے هيں -

مذهب جمهورية ' سولهويں صدي کے اواخر ميں اپنے پورے عروج کو پهنچ گيا تها - هنري سوم کے قتل کے بعد پروٹسٹنٹ فرقه نے اِس مذهب سے هٹنا شروع کيا - سترهويں صدي ميں هوبس اور گوربيو نے ظاهر هوکر اِس مذهب کي از سر نو حمايت شروع کي - ليکن وه اِس نتيجه کي کوئي توجيه نه کرسکے که اِس مذهب کے تسليم کرلينے کے بعد يا تو فرد کا استبداد لازم آجاتا هے ' يا جماعت کا -

آخر ميں روسو نے آکر يه تمام نظريے اپني کتاب " عقد اجتماعي " ميں جمع کردیے - روسو کي رائے هے که انساني افراد اپني طبيعي خود مختاري سے اس بنا پر دست بردار هوے هيں که اُنهيں اِس کے معارضه ميں امن و اطمينان ملے - چنانچه اُنهوں نے باهم معاهده کرليا که انفرادي زندگي کے بجاے جماعتي زندگي بسر کرينگے - اِس معاهدے نے اُن ميں اجتماعي اخلاق کي ايک خاص طبيعت پيدا کردي -

روسو کا خيال هے که فرد فطرتاً نيک هوتا هے - رذالت و شر' جماعت سے پيدا هوتا هے - افراد فطري طور پر عدل و انصاف کے دلداده ' خير اور نيکي کے پرستار ' اور نظام کي اطاعت کي طرف راغب هوتے هيں - وه هميشه نيک اور خوش نصيب هوتے ' اگر جماعت کي برائياں اُنهيں لگ نه جاتيں -

حريت ' مساوات ' اور قوم کا اقتدار ؛ يه " عقد اجتماعي " کي بنيادي دفعات هيں - روسو نے اِن کا ذکر اپنے بيان " حقوق انساني " ميں بهي کيا هے -

روسو کے زمانه ميں يه نظريه بهت مقبول تها که انسان فطرتاً نيک اور عاقل هے - اُس کا هر عمل حتى که هر حرکت کسي نه کسي معقول سبب پر مبني هوتي هے - اُس وقت کے اکثر ادباء و فلاسفه يهي خيال رکهتے تهے - حتى که ارکان سلطنت کا بهي اِسي پر ايمان تها - چنانچه تورگو نے تربيت پر ايک رساله لکهکر بادشاه کو ديا اور دعوي کيا که " اِس پر عمل کرکے فرانس کي حالت ايسي هوجائيگي که ابهي يقين نهيں کي جا سکتي " نيز کها کرتا تها " انساني اخلاق کي فضيلت پر ايمان رکهنا فرض هے "

جرمني ميں بهي کانٹ اور ويختي نے اِس مذهب کا علم بلند کيا تها - ليکن اُن کے رد کے ليے بڑے بڑے فلاسفه اٹهه کهڑے هوئے - هيگل ' استراوس ' استوارٹ مل ' اسپنسر ' آوگسٹ کونٹ ' تين ' رينان وغيرهم نے اپني اپني جگه اُس کي دهجياں اڑاديں -

خود اشتراکيوں نے بهي يه مذهب قبول نهيں کيا اور اِسے منطقي مغالطه قرار ديا - زومر مائن کهتا هے " عقد اجتماعي کا نظريه ' محض ايک وهم هے "

اقتدار قومي کا نظريه بهي اب تک محض ايک دعوي هي دعوي هے - عمل ميں آج تک اُس کا کبهي ظهور نهيں هوا - تاريخ نے بهي اُس کي کوئي مثال پيش نهيں کي - بنابريں اُسے بهي ايک خيالي و وهمي نظريه هي کهه سکتے هيں -

(فطرة انساني)

پهر يه بهي واقعه هے که عقل و حکمت انسان کي فطري صفت نهيں هے ' بلکه سخت جد و جهد کے بعد کسب کي جاتي هے - يه صفت ' اگر اِسے صفت کهنا صحيح هو ' اب تک غير دائمي حالت توازن مين هے - علم وظائف الاعضاء (فيزيولوجي) اور علم النفس (سائيکو لوجي) بتاتے هے که " انسان فطري طور پر اُتنا هي مريض هے ' جتنا مجنون هے - همارے اعضاء کي سلامتي اور عقل کي درستگي ' سرا سر اتفاقات کا نتيجه هے - دماغ کا عمل بهي هميشه مضطرب هوتا هے - منطقي قياسات اور اعلى خيالات ' صرف ايک محدود روشن خيال جماعت سے مخصوص هوتے هيں - انسان کے ارادے پر اصلي حکمراني ' اُس کے عقل و دماغ کو نهيں بلکه جسماني ترکيب ' مادي ضرورت ' حيواني طبيعت ' قوت خيال ' حرص و طمع ' اور شخصي اغراض وغيره خصلتوں کو حاصل هے "

همارا يه خيال که انسان فطرتاً نيکي ' خير ' حلم ' اور اجتماعي مصلحت کو ؛ بدي ' شر ' غصه ' اور شخصي مصلحت پر ترجيح دينے کي طبيعت رکهتا هے ' درحقيقت اپنے آپ کو سخت دهوکا دينا هے - کيونکه وحشت و ظلم کي جو صفات هم نے اپنے اجداد سے ورثه ميں پائي هيں ' اب تک همارے ذهن و دماغ ميں پوري طرح راسخ هيں - انساني دماغ کي ساخت هي کچهه اِس وضع کي هے که انسان هميشه اپنے خيالات واوهام کا بنده رهے - شديد هيجان ' شک و شبه ' جذبات ' ساده لوحي ' خود غرضي ' يه انسان کي امتيازي خصوصيات و صفات هوگئي هيں -

يه حقائق پيش نظر رکهنے کے بعد ' هم بآساني فيصله کر دے سکتے هيں که انساني فطرة کے متعلق روسو کا نظريه سرا سر وهم و خيال هے - اور اُس کے هم مشربوں کو حقيقت سے کوئي تعلق نهيں -

(سلطنت کي تکوين ميں اقليم کا اثر)

سلطنت کي تکوين ميں اقليم کے اثرات کو بهت دخل هوتا هے - سياسي و اجتماعي نظامات ' اقليم کي تبديلي سے بدل جايا کرتے هيں - اِس کي مثال يه هے که جو قوميں ميدانوں اور سبزه زاروں ميں بود و باش رکهتي هيں ' اُن کي اقليم کا اقتضاء هي يه هوتا هے که بدوي زندگي بسر کريں - ان کي مرکزي حکومت ميں ابوي اقتدار کا رنگ غالب هوتا هے اور استبداد کمزور هوتا هے - يه قوميں هميشه فتوحات و حکمراني کي دلداده هوتي هيں - برخلاف اِن کے وه قوميں جو جنگلوں ميں شکار پر زندگي بسر کرتي هيں ' اپني مرکزي حکومت ميں استبداد غالب رکهتي هيں اور ابوي شفقت کمزور هوجاتي هے - اِن ميں جهالت نماياں هوتي هے - وسعت نظر مفقود هوتي هے ' اولوالعزمي اور بلند همتي ناپيد نظر آتي هے ' فتح و استيلاء کا جذبه مرده هوجاتا هے ' هميشه تنگ دائرے هي ميں زندگي بسر کرتي رهتي هيں -

(جماعتوں اور سلطنتوں کے وجود کا سبب)

قديم ترين حکومتوں کے ظهور کي تاريخ هميں بتاتي هے که انسانوں کا اجتماع اور باهمي اشتراک عمل ' صرف ضرورت هي کي وجه سے پيدا هوا تها - وه ابتدائي ضرورت ' دشمنوں کے حملوں سے مدافعت تهي - اُن مجهول زمانوں ميں هر چيز انسان کے ليے خطرناک تهي '

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم

(۸:۳۰)

سیاحان عالم کے مشاہدات و تأثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی آخری قسط)

نجد کی غذا

نجد خصوصاً صحرا کی اصلی غذا چاول ہے۔ روٹی بہت کم کھاتے ہیں۔ لیکن چاول چمچ سے نہیں کھاتے۔ بلکہ اُس کا استعمال بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اُن کے چمچے اُن کے ہاتھ اور انگلیاں ہیں۔ بے تکلف برتن میں ڈال دیتے ہیں اور لقمے نگلنا شروع کر دیتے ہیں۔ تمام کھانوں میں ہلدی ضرور ملاتے ہیں اور بہت زیادہ مقدار میں۔ ہلدی کا نام اُن کی اصطلاح میں "بزارہ" ہے۔

دودھ اُن کے یہاں بہت افراط سے ہے، مگر اُس کا پنیر بنانا نہیں جانتے لیکن نمک ڈال کر کھویا بناتے ہیں اور بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔ کچی پیاز قطعاً نہیں کھاتے۔ اُس کا کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ بتاتے ہیں کہ اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اُن کے تمام کھانے حد درجہ سادہ ہیں۔ اچھے کھانوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے کیونکہ سلف صالح اچھی غذائیں پسند نہیں کرتے تھے۔

تندرستی

پورے نجد میں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی صرف سلطان کا شاہی طبیب۔ یہ عجیب بات ہے کہ باوجود تنہا ہونے کے ڈاکٹر کے لیے مشغولیت بہت ہی کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر بیمار ہی نہیں ہوتے۔ سادہ معیشت نے بیماریوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ تعداد اموات بہت محدود ہے۔ ۴۰، ۵۰ برس کی عمر میں شاذ و نادر ہی کوئی مرتا ہے۔ نجدی عام طور پر میدان جنگ میں قتل ہو جاتے ہیں، بیمار ہو کر بستر پر مرنا نہیں جانتے۔

ریاض میں میری موجودگی کے دوران میں ایک بدو، شاہی طبیب کے پاس آیا اور اپنی بیوی کے لیے دوا مانگی۔ عورت، ریاض سے بہت دور، وسط صحرا میں بیمار پڑی تھی۔ طبیب نے مریض کے دیکھے بغیر دوا تجویز کرنے سے انکار کر دیا۔ بدو پہلے تو خفا ہوا۔ پھر طبیب کی "جہالت" پر ہنسا اور کہنے لگا "اپنی دوا اپنے ہی پاس رہنے دو۔ میری واپسی تک وہ اچھی ہو جائے گی!"

اسی طرح ایک اور بدو آیا۔ اُس کے شانے میں بندوق کی گولی لگی تھی اور جسم میں پیوست ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی وجہ سے اُس کا داہنا ہاتھ بالکل بے کار ہو گیا تھا۔ شاہی طبیب نے کہا گولی نکالنے سے پہلے جسم کے اس حصے کو دواؤں سے سُن کر ڈالنا، پھر اُس پر عمل جراحی کرنا ضروری ہے۔ اس پر بدو ہنسنے لگا۔ "والعدہ" اُس نے کہا "میں جنت کی ہوا (یعنی بندوق کی گولی) ہی سے مروں گا۔ طبیب کے نشتر پر اپنی جان نہیں دوں گا!"

حیرت انگیز حواس

یقیناً ناظرین یہ سُن کر تعجب کریں گے کہ نجدی بدو یہی نہیں کہ ستاروں کی رہنمائی میں صحرا کی عظیم مسافتیں طے کرتے ہیں، بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ آدھے دن کی مسافت پر سے آدمیوں کے باتوں کی آواز بھی سُن لیتے ہیں۔ درحقیقت اُن کی قوت سامعہ اور قوت باصرہ بہت ہی قوی ہے۔ صحرا کی پاک صاف زندگی نے اُن کے قویٰ کمزور ہونے نہیں دیے ہیں۔ نہایت ہی ذکی الحس ہیں۔ بہت دُور کی آواز سنتے اور بہت دُور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔

تاریخ و سنین کا حساب

تاریخ کا حساب سرکاری کاغذات اور تجارت میں سنہ ہجری سے ہوتا ہے۔ لیکن عام لوگ خصوصاً صحرا کے باشندے، قدیم عربوں کی طرح مشہور تاریخی واقعات سے حساب کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں فلاں واقعہ سنہ احسار کے دو برس بعد یا سنہ حجاز کے ایک برس بعد ہوا۔ سنہ احسار یا سنہ حجاز سے مقصود، ان دونوں ملکوں کی فتح کا سال ہے۔ اسی طرح دوسرے اہم واقعات سے تاریخ کا شمار شروع کر دیتے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ حساب ہمیشہ صحیح ہوتا ہے، صحیح طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کبھی غلط فہمی واقع نہیں ہوتی۔ ہر شخص اہم واقعات اور اُن کے زمانوں سے واقف ہوتا ہے۔

زبان

نجد کی بولی، مصر اور شام کی بولیوں سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اُن کا عربی لہجہ دوسرے ملکوں سے نمایاں اختلاف رکھتا ہے۔ یہ لوگ کاف کو ہمیشہ تائے مشدد سے بدل دیتے ہیں۔ "س" "م" یہ دو حرف ایسے ہیں کہ بکثرت استعمال کیے جاتے ہیں اور بہت سے جملوں کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب بسم اللہ کہنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم" کسی حکم پر اطاعت کا اظہار کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم"۔ اگر کسی کو پکارو تو فوراً جواب دے گا "سم" یعنی میں نے سُن لیا۔

داڑھی

داڑھی کو نجد میں جو عزت حاصل ہے وہ کسی چیز کو بھی نہیں ہے۔ داڑھی منڈانے والے کو قریب قریب کافر سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ترک داڑھی کو یہودیت کی علامت سمجھتے ہیں اور نجدی اسلام کی، دو اسلامی قوموں کا یہ اختلاف ذوق یقیناً حیرت انگیز ہے۔

قبائل بنی صخر

نجد کے تمام قبائل، سعودی حکومت سے پہلے نہایت وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اسلام کی تعلیمات سے بالکل ہٹ گئے تھے اور دین تک سے جاہل ہو گئے تھے۔ کلمۂ شہادت کے سوا دین کی کوئی بات بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن سعودی فرمانرواؤں نے انھیں دین کی تعلیم دی اور شریعت حقہ کے اتباع پر مجبور کر دیا۔ آج نجد ہی دنیا میں ایسا ملک ہے جہاں اسلامی احکام پر سب سے زیادہ عمل ہوتا ہے۔

لیکن اس کلیہ سے قبائل بنی صخر مستثنیٰ ہیں۔ یہ قبائل، شرق اردن سے ملحق نجدی سرحدوں میں آباد ہیں۔ یہ چونکہ حال ہی میں نجدی حکومت کے مطیع ہوئے ہیں، اس لیے ان کی تعلیم و تربیت ابھی تک کچھ بھی نہیں ہو سکی ہے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ بالکل وحشی ہیں اور شاذ و نادر ہی اُن کا کوئی فرد، صحیح طور پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اُن کی عادتیں، رسم و رواج اور طریق بود و باش بالکل وحشیانہ ہے۔ میں نے ان کی ایک شادی بھی دیکھی۔ نکاح کا طریقہ اِن کے یہاں یہ ہے کہ ایک لمبی موٹی لکڑی لا کر مجلس میں رکھی جاتی ہے۔ اُس کا ایک سرا شوہر پکڑتا ہے اور دوسرا سرا لڑکی کے باپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لڑکی کا باپ چلا کر کہتا ہے "وحیاۃ العود، والرب المعبود جوزت(؟) ابنتی" (قسم اس لکڑی کی زندگی اور رب معبود کی کہ میں نے اپنی لڑکی بیاہ دی) اس کے جواب میں شوہر کہتا ہے "تجوزت (؟) ابنتک" (میں نے تیری لڑکی سے شادی کر لی) بس نکاح ہو گیا!

سلطان ابن سعود سے آخری گفتگو

ریاض سے روانگی سے پہلے میں نے چاہا کہ سلطان عبد العزیز بن سعود سے بعض اہم معاملات پر گفتگو کر لوں۔ سلطان نے انتہائی مہربانی سے میری درخواست منظور کر لی۔ بے تکلف ہو بیٹھے اور حسب ذیل بیان دیا:

"شاید صحرا کے باشندوں کی خشک طبیعت، بدوی معیشت، اور دینی تصلب سے آپ کو کچھ تکلیف ہوئی ہوگی۔ لیکن اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے۔ صحرا کی زندگی نے انھیں ایسا ہی بنا دیا ہے۔ وہ اپنی فطرت پر قائم ہیں۔ اور جان بوجھ کر کوئی شرارت نہیں کرتے۔ برخلاف اُن کے آپ نے مجھے اور میرے ارکان سلطنت کو بھی دیکھ لیا ہے کہ ہم لوگ ہرگز متعصب نہیں ہیں۔ مسلمان تو ہمارے بھائی ہیں ہم غیر مسلموں سے بھی رواداری کا سلوک کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سفرائے دُول سے طویل سیاسی گفت و شنید کرتے ہیں۔ بسا اوقات اُن کی بعض باتیں ہمارے خلاف مزاج ہوتی ہیں۔ مگر ہم کبھی غصہ کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت ملائمت اور معاملہ فہمی سے گفتگو جاری رکھتے ہیں۔

"میں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس ذات برتر نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی قوم کو، جیسی یہ نجدی قوم ہے، اپنے بادشاہ کا حد سے زیادہ وفادار، جاں نثار اور محب بنا دیا ہے۔ یہ قوم مصیبت کے وقت اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہو جاتی ہے۔ خطرے میں اُس کی حفاظت کرتی ہے۔ اُس پر قربان ہوتی ہے۔ کم پر قناعت کر لیتی ہے۔ شریفیوں سے جنگ کے دوران میں ہماری قوم نے اپنے بادشاہ

اس سلسله میں اخبار پیپل لندن کے نامه نگار نے اوس سے ملاقات کي تهي - اس ملاقات کے حالات یه هیں - نامه نگار لکهتا هے :

" یه کوئي تعجب کی بات نه تهي که وه مجهے نه پهچان سکي - اور واقعة تو یه هے که میں خود بهي مشکل سے اس بات پر یقین کرنے کیلیے تیار تها که حسین لباس میں یه ملبوس حسینه وهي پریشاں سفید روح هے ' جسے میں نے اب سے دو سال پہلے عدالت میں دیکها تها - آج اوس کے رنگین ' روشن ' تر و تازه چهره ' اور باوقار حرکات میں کهیں بهي اون خطروں اور اندیشوں کا پته نه تها جنهوں نے اسے اپنے شهزاده شوهر کے قتل پر مجبور کردیا تها "

" تمام دنیا کي طرح میں نے بهي سنا تها که مرحوم فهمي بے کي جائداد جو دو سے پانچ ملین فرانک کے درمیان هے ' اوسکي دو بهنوں اور چچا کو مل گئي هے - اسکا یه فیصله که اب وه خود قاهره جاکر یه دعوی از سر نو پیش کریگي ' میرے لیے ایک حیرت انگیز خبر تهي "

" میں نے دریافت کیا " آخر کس چیز نے اپ کو اس بات پر آماده کیا هے ؟"

" اوس نے جواب دیا " وه کهتے هیں ' جب تک میں بذات خود دعوی پیش نه کروں ' سماعت نهیں هو سکتي - اسلیے میرے پاس قاهره جانے کے سوا اور چاره کار کیا هے ؟ "

" لیکن مجهے یاد تها که اس سے پہلے تین مرتبه بیگم فهمي نے قاهره جانے سے انکار کردیا تها ' اور اسکے رجوع میں ایک وجه یه بهي بتلائي گئي تهي که وه خائف هے - میں نے اس کي طرف اشاره کیا تو وه هنسي اور پهر مسکراتے هوے جواب دیا " میں اور خوف ! میں مصر میں کسي سے نهیں ڈرتي - مصري میرے دوست هیں - شریف هیں " اس نے اپنے بازو پر سے کپڑا هٹا کر بتایا که اُس کا هاتهه زخمي تها ' اس لیے وه قاهره جانے کے قابل نه تهي - اُس نے یقین دلایا که اب وه پہلے اسپین جالیگي ' وهاں سے سیدها مصر پهنچیگي - یه کهتے هوے اُس نے ایک خاص انداز سے اپنا هاتهه اٹهایا ' اور اُس کي آنکهوں میں ایک عجیب روشني پیدا هوگئي - قاهره کا مصري انصاف اُس کے لیے کوئي خوفناک چیز نهیں هے - جو قاضي ان آنکهوں سے متاثر هوے بغیر رهیگا ' اُس کے متعلق سمجهه لینا چاهئے که اُس کے سینه میں دل کي جگه یقیناً پتهر کا ٹکڑا هوگا - اس رعنائي کے باوجود بیگم فهمي تین شادیاں کر چکي هے ' اور اُس کي ایک هفده ساله لڑکي بهي موجود هے ! "

" بیگم فهمي کو اس بات کا یقین هے که وه قاهره میں اپنا مقدمه جیت لے گي - اُس نے مجهے بتایا که حال هي میں اُس نے ایک مقدمه جیتا هے - وه مقدمه ایک ٹریس کیس (صندوق آرائش) کے متعلق تها جس کي قیمت ۴ هزار پونڈ هے - یه بکس اُن دو بکسوں میں سے تها جو شادي سے کچهه دن قبل شهزاده فهمي بے کے لیے بنائے گئے تهے - ایک سیاه کچهوے کي کهال کا اُس کے لیے ' دوسرا زرد رنگ کا اُس کي منسوبه کے لیے - حادثهٔ قتل کے بعد فهمي بے کي بهن نے اس بکس کے لیے مقدمه دائر کیا - بیگم فهمي اس کے لیے لڑي اور بالآخر کامیاب هوگئي - اُس نے کها " یه مقدمه اس لیے نه تها که وه بکس بهت قیمتي تها ' بلکه یه اصول کا سوال تها - اُس نے یه بکس مجهے دیا تها - اور میرے لیے ضروري تها که میں اُسے حاصل کروں " آپ کو یه سن کر متعجب نه هونا چاهئے که بیگم فهمي نے اپني چوتهي شادي کا خیال ترک نهیں کیا هے ' اگرچه اس میں عجلت نهیں هے "

ڈاک کي تاریخ

یورپ کے ڈاکخانوں کي بین الاقوامي مجلس کا ایک اجلاس حال میں به مقام هالینڈ منعقد هوا تها - اس سلسله میں ڈاک کے موجوده طریقه کي تاریخ بهي بیان کي گئي جس کا خلاصه حسب ذیل هے :

" قدیم زمانه میں خطوط کي آمد و رفت کے مختلف طریقے تهے - ڈاک کا محکمه زیاده تر بادشاهوں کي خدمت کیلیے تها - بادشاه اپنے خطوط ' فرمان ' اور احکام اپنے عهده داروں اور دوستوں کو بهیجا کرتے تهے - محکمهٔ ڈاک یه تها که کچهه لوگ خطوط لیکر گهوڑوں اور اونٹوں وغیره سواریوں پر سفر کیا کرتے تهے -

مصریوں نے اپني ترقي کے زمانه میں ڈاک کا باقاعده انتظام کیا - مصریوں سے یه چیز رومانیوں نے لي - شهنشاه اگستس کے زمانه میں سلطنت روم میں ڈاک کا آغاز هوا -

ساتویں صدي عیسوي میں فرانس میں ڈاک کو رواج دیا گیا - لیکن چونکه یه زمانه فرانس میں سخت بد امني کا زمانه تها ' اس لیے یه انتظام کامیاب نه هوا اور جلد موقوف هوگیا - چارلس اول نے بعد میں ڈاک کا محکمه از سر نو قائم کیا تاکه اسکي وسیع سلطنت میں مواصلات کي آساني هو - مگر زیاده عرصه وه بهي قایم نه رہ سکا -

آخر سنه ۱۴۶۴ع میں لوي چاردهم نے اُسکا پهر آغاز کیا اور ڈاک کا انتظام پوري هوشیاري اور مضبوطي سے قائم کر دیا - سولهویں صدي میں فرانس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈاکخانوں کا جال پهیل گیا تها ' اور هر شخص کو حق حاصل هوگیا تها که جب چاهے ' اپنے خطوط ڈاک کے ذریعه بهیج دے - سنه ۱۶۲۷ع میں خط نویسي کے قواعد اور شروط مقرر کیے گئے - سنه ۱۹۲۹ - سے مني آرڈر بهي ڈاکخانوں میں لیے جانے لگے -

ڈاک کے ٹکٹ سب سے پہلے سنه ۱۶۵۳ع میں فرانس میں ایجاد هوئے - لیکن تهوڑي مدت بعد اُنکا استعمال ترک کر دیا گیا اور لوگ اُنهیں بهول گئے - سنه ۱۸۲۳ع میں ڈنمارک کے سرکاري اخبار میں ایک مضمون شائع کرکے حکومت کو توجه دلائي گئي که ڈاک کے ٹکٹ استعمال کیے جائیں - مگر اس پر توجه نهیں کي گئي - سنه ۱۸۳۹ع میں انگریزوں نے اسکي ضرورت محسوس کي - اسکے بعد باقي سلطنتوں نے بهي انکي تقلید کي - ذیل کے نقشه سے معلوم هوگا که دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کب سے ڈاک کے ٹکٹ جاري هوئے هیں :

انگلستان	—		سنه ۱۸۳۹
بلجیم	۳	نومبر	سنه ۱۸۴۷
فرانس	۱	جنوري	سنه ۱۸۴۸
اسپین	۲	مارچ	سنه ۱۸۴۸
سوئٹزر لینڈ	۱۴	اپریل	سنه ۱۸۴۹
پروشیا	۱	جنوري	سنه ۱۸۵۰
آسٹریا	۱	ایضاً	ایضاً
ڈنمارک	۱۵	ایضاً	ایضاً
اٹلي	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۱
هالینڈ	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۲
ناروے	۱	ایضاً	سنه ۱۸۵۵
یونان	—	اکتوبر	سنه ۱۸۶۱
ٹرکي	۳	مئی	سنه ۱۸۶۶
مصر	۱۵	دسمبر	سنه ۱۸۶۶

لکھا۔ محمد کا جواب حسب ذیل تھا:

"اُس خدا کا ہزار ہزار شکر جسنے تمھیں اور تمھاری دعوت کو عزت بخشی! ابھی تمھارے بہت آدمی قتل ہونا باقی ہیں!"

اسد بن عبداللہ، شیعوں پر بہت سخت تھا۔ اپنی پہلی حکومت میں وہ جس قدر تشدد اُن پر کرسکا، کیا۔ معزول ہونے کے بعد جب دوبارہ والی (گورنر) ہوا تو اور بھی زیادہ ظلم و جور کیا۔ چنانچہ سنہ ۱۱۸ ہجری میں اُسنے خراسان کے تقریبًا تمام داعی گرفتار کرلئے۔ بہتوں کو قتل کیا۔ بہت سے قید کردیئے۔

شیعی دعوت کے نقباء و ائمہ: سلیمان بن کثیر، مالک بن الہیثم، موسیٰ بن کعب، لاہز بن قریظ، خالد بن ابراہیم، طلحہ بن زریق وغیرہم جب اُس کے سامنے پیش کئے گئے تو بہت غضبناک ہوکر چلایا:

"اے فساق! کیا خدا نے فرمایا نہیں ہو کہ "گزشتہ کو اللہ نے معاف کیا۔ البتہ جو کوئی بدی کی طرف دوبارہ لوٹے گا، خدا اُس سے سخت انتقام لے گا"؟

سلیمان بن کثیر نے کہا "میں بولوں یا خاموش رہوں؟"

کہنے لگا "بول"

سلیمان نے کہا "واللہ ہماری مثال بالکل یہ ہو جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہو:

لو بغیر الماء حلقی شرق　　کنت کالغصان بالماء اعتصاری

پھر اُسنے کہا:

"اے امیر! آپ ہمارا قصہ جانتے ہیں؟ واللہ آپ بچھوؤں کو شکار کھلوا رہے ہیں۔ ہم آپ ہی کی قوم (یمن) کے آدمی ہیں۔ مضری ہمارے دشمن ہیں، کیونکہ ہم اُنکے ہم قوم قتیبہ بن مسلم (والی خراسان) کے سخت مخالف تھے۔ محض انتقام کے خیال سے اُنھوں نے ہم پر یہ تہمت لگائی ہو"

حاکم نے اِن کا جواب معقول سمجھا اور اُنھیں رہا کردیا۔ اِس سے اندازہ کیا جاسکتا ہو کہ اُسوقت قبائل کی عصبیت کس حد تک پہنچ چکی تھی؟ سنہ ۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ نے انتقال کیا اور شیعوں نے اطمینان کی سانس لی۔

اِس کے بعد عالم اسلامی میں دو ایسے انقلاب پیدا ہوئے جنھوں نے شیعوں کے لئے کامیابی کی راہ باز کردی اور اُن کے دشمن کی تباہی کا سبب بنے۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہو:

(۱) خاندان بنی اُمیہ میں ایسی پھوٹ پڑی کہ کسی طرح دور نہ کی جا سکی۔ باہمی خانہ جنگی کا دروازہ یزید بن الولید بن عبدالملک بن مروان نے کھولا۔ یزید نے اپنے عم زادے ولید بن یزید بن عبدالملک کے خلاف سر اُٹھایا، اُسے فسق و فجور اور کفر و الحاد سے متہم کیا۔ ایک گروہ نے اُس کا ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہوگیا۔

اُس کی کامیابی دیکھ کر دوسرے طامعوں کے حوصلے بھی بڑھ گئے چنانچہ مروان بن محمد بن مروان مسند خلافت کی طرف بڑھا اور اُسپر تمکن ہونے کی جدو جہد شروع کردی۔ مروان، جزیرہ اور ارمینیہ کا حاکم تھا۔ ایک بڑی فوج اُس کے ہاتھ میں تھی۔ مقتول ولید کے خون کا اُسنے دعویٰ کیا اور اپنی جنگی قوت سے خلافت پر قابض ہوگیا۔ مگر اُس کی کامیابی نے فتنہ و فساد کا استیصال نہیں کیا۔ بلکہ مزید فتنوں کے دروازے کھل گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ بنی امیہ اِس خانہ جنگی کے مہلک نتائج سے بالکل غافل تھے۔ اُن کے عقلاء خوب سمجھتے تھے کہ یہ بربادی کا پیش خیمہ ہو۔ چنانچہ اُن کا ایک شاعر کہتا ہو:

انی اعیذکم باللہ من فتن　　مثل الجبال تسامی ثم تندفع
لا تبقرن بایدیکم بطونکم　　ثم لا حسرۃ تغنی ولا ندم

مگر جب ایک مرتبہ فتنہ و فساد پھیل جاتا ہو تو آسانی سے دور نہیں ہوتا۔

(۲) خراسان میں قومی عصبیت کا ظہور اور عرب قبائل کی باہمی منافرت میں ترقی۔ معلوم ہو عرب دو بڑی قسموں پر بٹے ہوئے ہیں: قحطان اور نزار۔ عرب کی قدیم ریاست و سیادت، یمن یا قحطان کے ہاتھ میں تھی لیکن اسلام نے آکر نزار کو بلند کردیا اور عربی زعامت اُن کے قبضہ میں آگئی۔ ایک مدت تک جاہلی عصبیت مفقود رہی۔ اسلام نے تمام عربوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ لیکن جب فتنہ و فساد کی آندھیاں چلیں تو سیاسی اغراض سے امراء و حکام نے یہ عصبیت از سرنو زندہ کرنا شروع کی، اور وہ خراسان میں پوری قوت سے زندہ ہوگئی۔

چنانچہ پہلے قحطانیوں اور نزاریوں میں پھوٹ پڑی۔ اول الذکر کا سرگروہ جدیع بن شبیب تھا اور آخر الذکر کا نصر بن سیار، والی خراسان۔ پھر خود نزاریوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ ربیعہ اور مضر کی الگ الگ جماعتیں بن گئیں۔ ربیعہ کی اکثریت شیبان بن سلمہ حروری کے ساتھ تھی اور وہ خلافت سے باغی تھا۔

یہ اختلاف صرف، افکار و آراء کا اختلاف نہ تھا۔ اسنے جنگ کی صورت اختیار کی۔ نزاریوں کو شکست ہوئی۔ قحطانی غالب آئے۔ قحطانیوں نے نصر بن سیار کو ملک سے نکال دیا اور قبائل مضر کے گھر گرادیئے۔ اسی پر ایک مضری عورت کہتی ہو:

لا بارک اللہ فی انثیٰ و عذبہا　　تزوجت مضریا آخر الدہر

اسی زمانہ میں محمد بن علی، امام شیعہ نے انتقال کیا۔ وفات سے پہلے اُنھوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے ابراہیم کو قرار دیا اور شیعوں کو اس کی اطلاع دیدی۔ چنانچہ اب ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے لئے دعوت شروع ہوئی۔

ابو مسلم خراسانی

ابراہیم بن محمد زیادہ خوش نصیب تھا۔ اُس کے برسر دعوت آتے ہی ایک اولوالعزم اور بہادر نوجوان اُس کے زیر علم آگیا۔ اس کا نام ابو مسلم خراسانی تھا۔ اصل میں یہ شخص عیسیٰ بن معقل عجلی کا غلام تھا بکیر بن ماہان، کوفہ کے شیعی داعی اکبر نے اُسے خرید لیا اور شیعی تعلیم و تربیت پر اُس کی نشو و نما ہوئی۔ یہ سب سے پہلے سنہ ۱۲۵ھ میں محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اب ابراہیم بن محمد سے پوری طرح وابستہ ہوگیا۔

اس کے بشرے ہی سے عزم و حزم اور غیر معمولی ذہانت و شجاعت کے آثار ظاہر تھے۔ خراسان کے شیعوں کو ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ عمل کے لئے زمین تیار ہوچکی تھی۔ بنی امیہ میں خانہ جنگی شروع تھی۔ خراسان میں عربی قبائل باہم کٹے مرتے تھے۔

ابراہیم بن محمد، بڑا ہی دانشمند تھا۔ اُس کی دوربین نظریں ابو مسلم پر پڑیں۔ فورًا معلوم کرلیا کہ اِس عجمی غلام میں کیسی محیر العقول قوتیں پنہاں ہیں۔ چنانچہ اُسے خراسان روانہ کردیا، اور وہاں کے شیعوں کو حکم بھیجا کہ ابو مسلم کی پوری پوری اطاعت کریں۔ کیونکہ میں نے اُسے خراسان کا حاکم مقرر کیا ہو۔

ابراہیم بن محمد نے ابو مسلم کو رخصت کرتے ہوئے حسب ذیل وصیت کی تھی:

"اے عبدالرحمن! تو ہم اہل بیت ہی میں سے ایک آدمی ہو لہذا میری وصیت پر عمل کر۔ دیکھ قبائل یمن کی عزت کرنا۔ اُنھی میں اُترنا اُنھی پر بھروسہ کرنا۔ کیونکہ یہ معاملہ اُنھی کے ہاتھوں انجام پائیگا۔ قبائل ربیعہ سے بہت ہوشیار رہنا۔ یہ دغاباز لوگ ہیں۔ قبائل مضر، آستین کے سانپ ہیں۔ ادنیٰ سے شبہ پر بھی اُنھیں قتل کر ڈالنا۔ ہرگز کوئی نرمی اُن کے ساتھ نہ کرنا۔ اگر تجھ سے یہ ممکن ہو کہ خراسان میں ایک زبان بھی عربی باقی نہ رہے تو ایک بھی باقی نہ رکھ۔ ۵ بالشت کے بچے پر بھی اگر تجھے شبہ ہوجائے تو فورًا قتل کر ڈالنا۔ سلیمان بن کثیر (خراسان کے داعی اکبر) سے ہمیشہ مشورہ لینا اُس کی نافرمانی نہ کرنا۔ اگر کوئی مشکل آپڑے تو اُسی کی رائے پر عمل کرنا"

ابو مسلم سنہ ۱۲۸ھ میں خراسان پہونچا۔ یہاں عربوں کی حالت از حد زبوں ہو رہی تھی۔ اُسنے پوری عقل و دانش سے کام شروع کیا۔ ایک سال کے بعد وہ شیعوں کی ایک بڑی جماعت لے کر "امام" (ابراہیم بن محمد) کی ملاقات کو روانہ ہوا۔ لیکن راستہ ہی میں امام کا قاصد ملا "واپس جاؤ اور کام شروع کردو"۔ نیز امام نے ایک علم بھی بھیجا۔ اِس کا نام "رایۃ النصر" (فتح کا جھنڈا) تھا۔

دَورِ عمل

ابو مسلم لوٹا اور مرو کے ایک گاؤں "سفیذنج" میں اُترا۔ یہاں اُسنے اپنے داعی ہر طرف پھیلادئے کہ شیعوں کو جمع کریں۔ چنانچہ ہر طرف سے لوگ جوق جوق آنا شروع ہوگئے۔ یہ رمضان سنہ ۱۲۹ھ کا واقعہ ہو۔

۲۵ رمضان کو اُسنے امام کا بھیجا ہوا "رایۃ النصر" بلند کیا۔ یہ چودہ گز بلند تھا۔ اُسوقت ابو مسلم یہ آیت تلاوت کررہا تھا "اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علیٰ نصرہم لقدیر"! اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے سیاہ لباس پہن لیا جو بعد میں عباسیوں کا سرکاری لباس قرار پایا۔

پہلا کام اُسنے یہ کیا کہ گاؤں کے قلعہ کی مرمت کی اور اُسمیں مقیم ہوگیا۔ رمضان کے بعد عید الفطر آئی۔ ابو مسلم نے اپنے لشکر میں نماز قائم کی۔ سلیمان بن کثیر کو امام بنایا اور حکم دیا کہ نماز بغیر اذان و اقامت کے خطبہ سے پہلے شروع کرے۔ بنو امیہ کا عمل اِس کے خلاف تھا۔ وہ خطبہ و اذان سے شروع کرتے تھے اور نماز کے لئے اقامت بھی کہی جاتی تھی۔ نیز یہ حکم دیا کہ نماز میں مسلسل ۶ تکبیریں کہی جائیں، برخلاف بنی امیہ کے جو پہلی رکعت میں ۴ تکبیریں کہتے تھے اور دوسری میں تین تکبیریں۔ نماز کے بعد ابو مسلم نے اپنی فوج کو پُرتکلف دعوت کھلائی۔

اِس کے بعد ابو مسلم نے نصر بن سیار خراسان کے اموی والی کو خط لکھا۔ یہ خط، ابو مسلم کی ذہانت، بلاغت، اور اولوالعزمی کا بہترین ثبوت سمجھا جاتا ہو۔ حالانکہ اُس میں ابو مسلم نے خود کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ صرف قرآن کی یہ آیت لکھدی تھی۔ مگر اِس آیت نے وہ اثر پیدا کیا، جو بڑی سے بڑی تحریر بھی پیدا نہیں کرسکتی تھی:

ابو مسلم کا خط یہ تھا:

"امابعد، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک قوم کی مذمت میں فرمایا ہو: "واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءہم نذیر لیکونن اہدیٰ من احدی الامم، فلما جاءہم نذیر ما زادہم الا نفورا، استکبارا فی الارض ومکر السیئ ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ، فہل ینظرون الا سنۃ الاولین؟ فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا"

نصر بن سیار سے اِس کے سوا کوئی جواب نہ بن پڑا کہ اپنے غلام یزید کی قیادت میں ایک بڑی فوج بھیجدی۔ ابو مسلم نے مالک بن الہیثم خزاعی کو مقابلہ پر روانہ کیا۔ مقام "آلین" میں پہلی جنگ برپا ہوئی مگر شیعہ فتح یاب ہوئے۔ دشمن کا سپہ سالار یزید زخمی ہوکر قید ہو گیا۔ ابو مسلم نے اُس کا علاج کرایا۔ تندرست ہوجانے پر اُس سے کہا "یا تو ہماری دعوت میں شریک ہوجاؤ۔ یا اپنے آقا کے پاس لوٹ جاؤ، مگر اِس قسم کے ساتھ کہ ہم سے آئندہ نہ لڑوگے اور ہماری نسبت دروغ بیانی کروگے۔ بلکہ ہماری حالت ہمیشہ وہی بیان کروگے جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو"

یزید نے واپسی پسند کی۔ نصر نے اُسے دیکھا تو بہت خفا ہوا۔

کا جس ہمت و بسالت اور جانبازی سے بول بالا کیا، وہ میرے قول کا بالکل تازہ ثبوت ہے“

”حجاز سے جنگ کا سبب کیا ہوا؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں“ سلطان نے فوراً جواب دیا، ”میں بقسم کہتا ہوں کہ میں حجاز سے ہرگز جنگ کرنے کا خواہش مند نہ تھا۔ لیکن خود شریف حسین نے مجھے جنگ پر مجبور کر دیا۔ اُس نے صرف یہی نہیں کیا کہ نجدی حاجیوں کے لئے مصیبت پیدا کر دی، بلکہ دنیائے اسلام کے تمام حاجیوں کی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی۔ ہم مدتوں یہ صورتِ حال صبرِ جمیل کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔ مگر شریفِ حجاز کی سرکشی اور جرأت برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ ہم نے بارہا نتائجِ بد سے ڈرایا! مگر اُنھیں ذرا بھی نصیحت نہ ہوئی۔ بلکہ اُلٹے اُن کا جبر و تکبر برابر زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ نہایت ہی تحقیر اور بے رحمی سے ہمیں ستانا شروع کر دیا۔ آخر ہمارا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور ہم نے اپنی فوج حجاز کی طرف بڑھائی۔ آپ جب کبھی میری زبان سے لفظ ”فوج“ سنیں تو اُس سے یہی بہادر بدو قوم سمجھئے جو آپ اپنے گرد یہاں دیکھ رہے ہیں۔

”ہم نے فوج کشی تو کر دی مگر ہمیں پورا یقین تھا کہ ہماری غرض صرف حجاز کی ظالموں سے تطہیر، حجاج کے لئے قیامِ امن اور مسلمانوں کے جان و مال کی حمایت ہے۔ ہمیں ہرگز خیال نہ تھا کہ ہم حجاز فتح کرنے اور اپنی سلطنت و قوت بڑھانے جا رہے ہیں۔

”ہم خوب جانتے تھے کہ اہلِ حجاز کی روایات اور عقائد ہماری روایات اور عقائد سے مختلف ہیں۔ اُس ملک میں قتل و سلب و نہب کے ایسے قوی جتھے موجود ہیں کہ اُن کا قلع قمع بہت مشکل ہے۔ وہاں کے باشندوں میں ویسی تبدیلی جیسی ہم نے نجدیوں میں کر دی ہے ناممکن سی نظر آتی تھی۔

”مزید برآں ہم سمجھتے تھے کہ حجاز کا قبضہ ہمارے لئے بے شمار مشکلات پیدا کر دے سکتا ہے۔ بعض یورپین سلطنتوں کو ہمارے معاملات میں مداخلت کا موقع مل سکتا ہے۔ لیکن ان تمام اندیشوں کے باوجود ہم نے حریف کی مبارزت طلبی کا جواب دیا اور میدان میں کود پڑے۔ چونکہ ہماری غرض اور نیت بالکل نیک تھی، اس لئے ہم نے کسی اندیشے کی بھی پروا نہ کی اور وہ کرنے پر آمادہ ہو گئے جسے ہم دیانتاً اپنا فرض سمجھتے تھے۔

”مجھے یقین ہے کہ اسی نیک نیتی نے ہمیں کامیاب کیا۔ یہ جنگ کچھ زیادہ دیرپا نہیں ہوئی۔ ایک ہی یلغار میں دشمن کا خاتمہ ہو گیا۔ شریف کی حکومت اچھی نہ تھی۔ تمام حجاز اُس سے نالاں تھا۔ یہی سبب ہے کہ باشندوں نے اُس کی ذرا بھی مدد نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ہر جگہ ہمارا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اکثر جنگی نقطے ہمیں بغیر جنگ کے مل گئے۔

”ہم نے ابھی شریف اور شریفیوں کو بھگایا ہی تھا، اور باشندوں کو اپنے مقاصد سے آگاہ ہی کرنے پائے تھے کہ اُن کے اہلِ الحل والعقد نے جمع ہو کر ہم سے اُن کی بیعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا۔ ہم نے بھی دیکھا کہ حجاز اور حرمِ بیت اللہ کی مصلحت اسی میں ہے کہ ہم بیعت قبول کر لیں اور حجاز پر دینِ الٰہی اور سنتِ نبوی کی حکومت قائم کر دیں۔ چنانچہ ہم نے پورے غور و فکر کے بعد حجاز کی بادشاہت منظور کر لی۔“

”حجاز کے نظامِ حکومت میں اعلیٰ حضرت نے کیا تبدیلی کی ہے؟“ میں نے دریافت کیا۔

”حکومتِ حجاز کا بنیادی نظام علیٰ حالہ قائم ہے“ سلطان نے جواب دیا، ”ہم نے اُس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ حتیٰ کہ ہم نے وہ سابق عہدے دار بھی باقی رکھے ہیں جن میں دیانت و اخلاص کی صفات نظر آئیں۔ ہم نے جو کچھ تبدیلی کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ شریف حسین کے من گھڑت قوانین اُٹھا دئے ہیں اور اُن کی جگہ احکامِ شریعت قائم کر دئے ہیں۔ تمام باشندوں نے یہ تبدیلی بڑی ہی مسرت سے قبول کی ہے، رہی یہ بحث کہ یہ تبدیلی مفید ہوئی یا مضر؟ تو خود اپنی آنکھوں سے آپ حجاز میں اس کا جواب دیکھ لیں گے۔ اس وقت سرزمینِ حجاز میں پورا پورا امن قائم ہو چکا ہے اور ہر طرح کی بدامنی اور شورش کا قطعی انسداد کر دیا گیا ہے“

”اعلیٰ حضرت نے ابھی فرمایا کہ فتحِ حجاز سے بعض یورپین سلطنتوں کی مداخلت کا احتمال تھا۔ ”بعض سلطنتوں“ سے آپ کی مراد کون سلطنتیں ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

سلطان نے جواب دیا:

”آپ جانتے ہیں کہ اکثر دولِ یورپ، خصوصاً انگلستان، اسلامی قوموں پر حکومت کر رہی ہیں۔ یہ اپنے حجاج کی حمایت کے بہانے سے مداخلت کے موقعے نکال سکتی تھیں۔ لیکن میں مسرت کے ساتھ اس واقعہ کا اظہار کرتا ہوں کہ اب تک کسی یورپین سلطنت نے اس طرح کی جرأت نہیں کی ہے۔ میں برطانیہ کی خاص طور پر تعریف کروں گا کہ اُس نے معاملہ فہمی سے کام لیا اور کسی قسم کی مداخلت کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے دوستانہ تعلقات اُسی وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک باہمی احترام اور حقوق کی رعایت موجود ہے“

”خلافت کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی کیا رائے ہے؟ کیا اس منصب کے لئے سعی مناسب نہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں اس اہم مسئلہ میں اظہارِ خیال مناسب نہیں سمجھتا“ سلطان نے مسکرا کر کہا ”بہت سے اسباب ایسے موجود ہیں کہ میں اس بارے میں گفتگو بہتر خیال نہیں کرتا۔ میری قوم کے سامنے کچھ شرعی امور و اعتبارات بھی موجود ہیں۔ آدابِ مجلس کا اقتضا یہ ہے کہ میں آپ کے سامنے *

---

* کوئی اظہارِ خیال نہ کروں۔ مسئلۂ خلافت، تمام عالمِ اسلامی کا مسئلہ ہے۔ تنہا مسلمانوں ہی کو حق ہے کہ اُس پر غور کریں۔ مجھے اس منصب کی ہرگز کوئی طلب نہیں ہے“

تاریخ و عبر

تاریخِ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہدِ اُمیہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخِ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی و دعوتی محرکات

(۲)

ہاشمی خلافت کی دعوت دو ممتاز دوروں پر منقسم ہے:

پہلا دور پُرامن دعوت کا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب اموی خاندان باہم متحد تھا، ابو مسلم خراسانی، ہاشمی دعوت میں شریک نہیں ہوا تھا اور خراسانی فوج میں قومی عصبیت نے ظہور نہیں کیا تھا۔ ۲۰ سال تک یہ دور قائم رہا۔ دوسرا دور، قوت و تشدد کے ساتھ دعوت کا دور ہے۔ اسے دورِ عمل کہہ سکتے ہیں۔ دونوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

دورِ اوّل

(سنہ ۱۰۰ھ سے سنہ ۱۲۰ ہجری تک)

اس زمانے میں مبلغ و داعی، خراسان کے علاقوں میں سوداگر بن کر دورہ کرتے اور خفیہ دعوت پھیلاتے تھے۔ اُن کا مرکز کوفہ میں تھا۔ اپنی کارگزاریوں کی روداد وہاں بھیجتے تھے۔ کوفہ سے خبریں حمیمہ پہنچتی تھیں جہاں سرگروہِ دعوت، محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس مقیم تھے۔

خراسان میں سب سے پہلے اُن کا راز سنہ ۱۰۲ھ میں کھلا، قبیلۂ تمیم کا ایک شخص والیِ خراسان سعید بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہا ”یہاں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو بُری باتیں کرتے ہیں“

سعید نے انھیں فوراً طلب کیا:

”تم کون ہو؟“ اُس نے سوال کیا۔

”سوداگر“ اُنھوں نے جواب دیا۔

”یہ تمہاری نسبت کیسی شکایت ہے؟“ حاکم نے کہا۔

”ہمیں نہیں معلوم“ اُن کا صاف جواب تھا۔

”تم کوئی دعوت لے کر آئے ہو؟“ والی نے پوچھا۔

”ہمیں اپنی تجارت کی فکروں ہی سے چھٹی نہیں۔ دعوت کیا پھیلائیں گے؟“ اُنھوں نے سادہ لوحی سے جواب دیا۔

حاکم نے ضمانت طلب کی۔ ربیعہ اور یمن کے لوگوں نے آکر ضمانت کر لی۔

”ہم انھیں خوب جانتے ہیں“ اُنھوں نے کہا ”ہم ان کی نیک چلنی کے ضامن ہوتے ہیں“

حاکم نے مطمئن ہو کر انھیں چھوڑ دیا۔

سنہ ۱۰۵ھ میں اس خفیہ انجمن کو ایک نئی قوت حاصل ہوئی۔ بکیر بن ہامان نامی ایک امیرِ کبیر اُس میں شامل ہو گیا اور اپنی تمام دولت اس پر وقف کر دی۔ اُسی اثنا میں کوفہ کا داعیِ اوّل میسرہ فوت ہو گیا۔ محمد بن علی نے نہایت دور اندیشی سے اس مرکز کے لئے ابن ہامان کو منتخب کیا اور اُس کے ذریعہ بہت فائدہ حاصل کیا۔

شیعانِ بنی ہاشم پر پہلی مصیبت، اسد بن عبداللہ القسری کے ہاتھوں نازل ہوئی۔ یہ بنی امیہ کا خراسان میں والی تھا، سخت بے رحم اور سفاک تھا۔ جاسوسوں نے اُسے اس گروہ کی خبر دی۔ چند آدمی گرفتار ہوئے اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد انھیں سولی پر چڑھا دیا۔ انھی میں ایک عمار العبادی بھی تھا۔ مگر وہ کسی طرح بچ نکلا اور کوفہ میں آکر بکیر بن ہامان کو یہ منحوس خبر سنائی۔ بکیر نے محمد بن علی کو

برید شرق

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

سعد پاشا زغلول کی زندگی پر ایک نظر

مصر میں اسوقت مرحوم زغلول پاشا کے ذکر کے سوا کوئی ذکر اہمیت نہیں رکھتا۔ قوم اب تک ماتم کر رہی ہے اور نہیں معلوم کب تک کرتی رہے گی۔ پچھلے ہفتہ ایک مفصل مکتوب، اُن کی وفات پر ارسال کر چکا ہوں۔ لیکن یہ عظیم شرقی رہنما ایک مکتوب سے زیادہ ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ میں چاہتا ہوں آج مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالوں۔

زندگی کی پہلی مہم

سعد پاشا کی پوری زندگی، غیر معمولی شجاعت و جرأت کے کارناموں سے لبریز ہے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت، جامع ازہر میں پائی۔ ازہر اُن کے زمانے میں۔ اور اب تک۔ مصر کی سب سے بڑی اور طاقتور تعلیم گاہ ہے۔ اُس کی حالت اگرچہ مدت سے زبوں ہے، مگر کم آدمی نکتہ چینی کی جرأت کرسکتے ہیں۔ سعد نے یہی نہیں کیا کہ آغاز عمر ہی میں ازہر کی علی الاعلان مذمت کی، بلکہ انتہائی شجاعت سے، اس تعلیم گاہ اور اُس کی جملہ خصوصیات سے علیحدہ ہوگئے۔ اُنھوں نے ازہر کا لباس تک ترک کردیا اور جدید وضع کا لباس اختیار کرکے ازہر کی جماعت سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگئے۔ یہ اُن کی زندگی کی پہلی مہم تھی اور بہت سخت تھی۔

عجیب جرأت

سرکاری ملازمت کے زمانے میں اُنھوں نے کبھی حکام کی خوشامد نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اُن سے ایک طرح کی مخاصمت جاری رہی۔ وہ اطاعت اور خوشامد چاہتے تھے۔ اِن کی شیوۂ طبیعت اِس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ حتیٰ کہ وزارت کے عہدے پر پہنچنے کے بعد ایک مرتبہ خود عباس حلمی پاشا، خدیو مصر سے سخت تکرار ہوگئی۔ انھوں نے ایک لائحہ عمل طیار کیا تھا۔ خدیو نے اُسے پسند نہیں کیا۔ دونوں میں بحث شروع ہوگئی۔ خدیو نے خفا ہوکر غصہ سے میز پر ہاتھ مارا۔ سعد کا بلا پس و پیش جواب یہ تھا کہ اُنھوں نے بھی میز پر گھونسہ ماردیا، اور اتنی آواز بلند ہوئی کہ مصر کے فرمانروا کے گھونسے سے بھی بلند نہ ہوئی تھی۔

وکالت کا پیشہ

وکالت کا پیشہ بھی اُنھوں نے اسی طرح اختیار کیا۔ وہ باضابطہ وکیل نہ تھے۔ تاہم اُنھوں نے اپنی شجاعت و جرأت سے کام لیا اور اِس پیشہ میں خلاف قاعدہ داخل ہوگئے۔ حکومت نے مخالفت کی مگر وہ سب مخالفتوں پر غالب آگئے اور وکیل بن بیٹھے۔ اس کے بعد ان کی قانونی قابلیت کی وہ دھوم ہوئی کہ عدالت عالیہ کے جج مقرر ہوئے پھر محکمۂ عدالت کے وزیر بنائے گئے۔

لارڈ کرومر کی پیشین گوئی

اُن کی یہی جرأت و شجاعت دیکھ کر لارڈ کرومر نے پیشین گوئی کی تھی "آیندہ، سعد زغلول، مصر کے سب سے بڑے آدمی اور سیاسی رہنما بنیں گے" واقعات نے یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت کردی۔

سیاسی زندگی کا آغاز

سعد پاشا کی زعیمانہ سیاسی زندگی، درحقیقت، فروری ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب جنگ عمومی کی ہولناکیوں نے برطانیہ کو شیر ببر کی کھال اُڑھا دی تھی۔ وہ ہیبت و دبدبہ تھا کہ کسی کو نظر اُٹھانے کی بھی جرأت نہ رہی تھی۔ خصوصاً مصر میں جہاں جنگی قانون نافذ تھا اور برطانیہ نے غاصبانہ ملک کا الحاق کرلیا تھا۔ مگر سعد زغلول نے منبر عام پر کھڑے ہوکر انتہائی شجاعت سے بانگ دہل انگریزی قبضہ کے خلاف آواز بلند کی، اور مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔

مرحوم نے اپنی اس پہلی سیاسی تقریر میں کہا تھا:

"ہمارا ملک خود مختار ہے۔ ۱۸۴۰ء کے معاہدۂ لندن میں اُس کا اعتراف کیا جاچکا ہے۔ جنگ کے زمانے میں جو سیاسی تبدیلی کی گئی ہے، اس کا ذکر بالکل بے کار ہے۔ کیونکہ تمام علمائے قانون کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "حمایۃ" (پروٹیکٹریٹ) کا وجود اُسی وقت ہوسکتا ہے جب ایک قوم، دوسری قوم سے اُس کی حمایت میں رہنے کی خواہش کرے لہذا وہ ایک سمجھوتہ یا عہدنامہ ہے جس میں ایجاب قبول، مُتساوی شرط ہے۔ لیکن مصر میں اس طرح کی کوئی بات کبھی پیش نہیں آئی، اور نہ قیامت تک کبھی پیش آسکتی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے از خود "حمایۃ" کا اعلان کردیا۔ لیکن مصر نے اُسے قبول نہیں کیا۔ لہذا یہ حمایۃ، سراسر باطل ہے۔ ہرگز برقرار نہیں رہ سکتی"

اس تصریح نے ایک طرف برطانوی حلقوں کو سخت برہم کیا۔ دوسری طرف مصری قوم میں حق طلبی کی نئی روح پیدا ہوگئی۔ چنانچہ سیاسی جدوجہد کا آغاز ہوا اور وہ بڑھتے بڑھتے ایک عظیم تحریک بن گئی۔

برطانیہ کی تخویف

پہلے تو برطانیہ، تخویف و تہدید کو کافی سمجھتا رہا۔ لیکن جب اُسے یقین ہوگیا کہ سعد پاشا ڈرنے والے نہیں ہیں، تو اُس کے ظلم و جبر کی قوتوں میں حرکت ہوئی اور آخری کارروائی کرنے پر تل گئی۔

چنانچہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۱ء کو جنرل کلایٹن نے فیلڈ مارشل جنرل ایلن بائی، برطانوی سپہ سالار اعظم کا حسب ذیل حکم سعد پاشا کو تحریراً پہنچایا:

"جنگی قانون کے بموجب اس حکم کے ذریعہ سعد پاشا زغلول کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ تمام تقریروں سے پرہیز کریں۔ عام جلسوں میں شریک نہ ہوں۔ مصری وفود سے ملاقات نہ کریں۔ اخبارات میں مضمون نہ لکھیں۔ اور کوئی سیاسی کام نہ کریں۔ اُنھیں حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً قاہرہ سے چلے جائیں اور اپنے دیہات کے مکان میں قیام کریں۔ [illegible] کا سرکاری افسر اُن کی نگرانی کرے گا"

سعد پاشا کا جواب

زغلول پاشا کا جواب قابل دید ہے۔ اُنھوں نے لکھا:

"فیلڈ مارشل ایلن بائی کا حکم مجھے پہونچا۔ مگر یہ حکم سخت ظالمانہ ہے۔ اُس کی کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ میں اپنی پوری قوت سے اُس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔

"چونکہ قوم نے مجھے اپنا وکیل بنایا ہے تاکہ اُس کی خود مختاری کی کوشش کروں، اس لئے اُس کی قوت کے سوا کسی دوسری قوت کو کوئی حق نہیں کہ اس مقدس فرض سے دست بردار ہونے پر مجھے مجبور کرے۔

"لہذا میں بدستور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے موجود رہوں گا۔ ظالمانہ قوت جو کچھ بھی کرسکتی ہے، کرگزرے۔ ہم مضبوط دل اور ٹھنڈے ضمیر کے ساتھ اُس کے مقابلہ کے لئے طیار بیٹھے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں ہماری جائز کوششوں کے خلاف جتنا بھی تشدد کیا جائے گا وہ ملک کو اس کی منزل مقصود سے اور بھی زیادہ قریب کر دے گا۔ ملک کی منزل مقصود بجز کامل آزادی کے کچھ نہیں ہے!"

گرفتاری اور جلاوطنی

اس جواب کے پہنچتے ہی برطانی حکام نے مرحوم کو اور اُن کی جماعت کے دو ممبر اور دو آدمیوں کو گرفتار کرلیا۔

اس تاریخی واقعہ کا ذکر خود مرحوم نے جلاوطنی سے واپس آکر ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کی تقریر میں کیا ہے۔ بہتر ہے ہم اُنھی کی زبان سے

بقیہ مضمون صفحہ ۱۲

بن محمد حاکم تھا۔ لیکن عبداللہ اُس کے تعاقب میں تھا۔ حبیب بن مرہ کو وہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ ابان نے عبداللہ کی اطاعت قبول کرلی اور بغیر کسی جنگ کے یہ علاقہ عباسیوں کو مل گیا۔

مروان، قنسرین پہونچا۔ عبداللہ نے وہاں بھی پیچھا کیا۔ قنسرین سے حمص، حمص سے دمشق آیا۔ مگر عبداللہ نے پیچھا نہ چھوڑا۔ دمشق میں ایک مختصر سی لڑائی ہوئی اور دارالخلافہ بھی عباسیوں کے قبضہ میں آگیا۔

دمشق سے مروان علاقہ اردن گیا۔ پھر فلسطین میں پناہ ڈھونڈھی مگر نہ ملی۔ آخر فسطاط (مصر) کا رخ کیا۔ فسطاط سے ایک دور افتادہ گاؤں "بوصیر" میں جاکر چھپ گیا۔

عبداللہ اب بھی تعاقب پر سرگرم تھا۔ مگر ابوالعباس کا حکم پہونچا کہ صالح بن علی کو اس مہم پر روانہ کردے اور خود آگے نہ بڑھے۔ چنانچہ صالح بن علی، مصر پہونچا اور پتہ لگاکر بوصیر میں مروان کو قتل کرڈالا۔ مروان کے قتل نے مشرق میں اموی خلافت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا اور بنی عباس کی خلافت قائم ہوگئی۔ تاریخ اسلام کا یہ اہم واقعہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲ھ ہجری میں پیش آیا تھا۔

یزید نے کہا: "انھوں نے مجھ سے قسم لے لی ہے کہ اُن کی بابت کوئی بات جھوٹ نہیں کہوں گا۔ واللہ میں نے اُنھیں اس حال میں دیکھا کہ پابندی اوقات کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اذان دیتے ہیں۔ اقامت کہتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کی محبت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر آپ میرے آقا نہ ہوتے اور آزاد کر کے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا تو واللہ میں اُنہی کے ساتھ رہتا اور ہرگز یہاں لوٹ کر نہ آتا!"

اس واقعہ کے بعد ابومسلم کو بہت طاقت حاصل ہو گئی۔ اب اُس کی فوج اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ سفیدنج میں گنجائش باقی نہ رہی۔ مجبوراً وہاں سے ماخوان میں منتقل ہو گیا۔ اُس کی قلعہ بندی کی اور خندقیں کھود کر بیٹھ گیا۔ اسوقت اس کے پاس ۷ ہزار کی جمعیت تھی۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اُس زمانے میں خراسان کے عربوں میں تین عصبتیں یا جماعتیں قائم ہو گئی تھیں: یمنی، مضر، ربیعہ۔ ابومسلم نے اس باہمی پھوٹ سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ اُسنے ان سب کو لڑا کر زیر کیا۔ آہستہ آہستہ اُسے قوت حاصل ہو گئی حتیٰ کہ سنہ ۱۳۰ھ میں مرو پر بھی قبضہ کر لیا۔ وہ شہر میں اُسوقت داخل ہوا جبکہ علی بن جدیع اور نصر بن سیار دونوں سڑکوں پر لڑ رہے تھے۔ یہ آیت اُس کی زبان پر تھی: ودخل المدینة علی حین غفلة من اهلها فوجد فیها رجلین یقتتلان، هذا من شیعته وهذا من عدوه!

مرو پر قبضہ کرنے کے بعد ابومسلم نے خراسان کے تمام علاقوں پر حملہ شروع کر دیا۔ اُس کے مشہور سپہ سالار قحطبہ بن شبیب نے رے فتح کیا۔ رے کے بعد ہمدان، نہاوند، شہرزور، اور موصل فتح ہوئے۔ اب عراق کی باری آئی۔ قحطبہ سرزمین عراق میں داخل ہو گیا۔ ابن ہبیرہ والی عراق نے اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اسی اثناء میں قحطبہ شیعی سپہ سالار کا انتقال ہو گیا۔ اُس کا بیٹا حسن، جانشین ہوا اور یلغار کرتا ہوا محرم ۱۳۲ھ میں کوفہ پر قابض ہو گیا۔

اموی سپہ سالار ابن ہبیرہ نے واسط میں پناہ لی۔ حسن بن قحطبہ اُس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دوسرے شیعی سپہ سالار بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر بیک وقت مختلف علاقوں پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ حمید بن قحطبہ، مدائن گیا۔ مسیب بن زہیر اور خالد بن برمک، دیر قنیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ مہلبی اور شراحیل نے عین التمر پر حملہ کیا۔ بسام بن ابراہیم نے اہواز پر یورش کی۔ اور خود کوفہ کے داعی اکبر ابوسلمۃ الخلال نے اپنا لشکر حمام اعین کے سامنے اُتار دیا۔

افشائے راز

خراسان و عراق میں یہ ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ مگر بنی امیہ بالکل غافل تھے۔ اپنی خانہ جنگی میں مشغول تھے۔ اُنھیں ابتک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ شیعہ کس شخص کی طرف دعوت دے رہے ہیں؟

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو حکم دیا تھا کہ کسی خاص آدمی کا نام دعوت میں نہ لیں، بلکہ تمام اہل بیت نبوی کی حمایت و نصرت کی طرف مخلوق کو بلائیں۔ چنانچہ بڑے بڑے سرداروں کے سوا کوئی شخص بھی اصلی راز سے واقف نہ تھا۔

راز اس طرح ظاہر ہوا کہ مروان بن محمد اموی خلیفہ کو ابراہیم بن محمد (امام شیعہ) کا وہ خط حاصل ہو گیا جو اُسنے ابومسلم خراسانی کے کسی خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اب خلیفہ خواب غفلت سے جاگا اور حاکم بلقاء کو حکم دیا کہ حمیمہ پر حملہ کر کے ابراہیم بن محمد کو گرفتار کر لے اور دارالخلافہ بھیجدے۔ ابراہیم نے گرفتار ہوتے وقت اپنے بھائی ابوالعباس کے حق میں امامت کی وصیت کر دی اور اُسے پورے خاندان کے ساتھ کوفہ چلے جانے کا حکم دیا۔

ابراہیم، حرّان کے قیدخانہ میں بند کیا گیا۔ اور وہیں فوت ہو گیا۔ مورخین میں اختلاف ہے کہ ابراہیم کو زہر دیا گیا تھا، یا اُس پر گھر کی چھت گرا دی گئی تھی؟ بہرحال یہ یقینی ہے کہ وہ قتل کیا گیا۔

ابراہیم کا خاندان، ماہ صفر ۱۳۲ھ میں کوفہ پہونچا۔ اُسوقت شیعی تحریک کا سرگروہ ابوسلمہ خلال تھا اور "وزیر آل محمد" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اسنے ابراہیم کے خاندان کو کوفہ کے ایک محلے میں چھپا دیا اور ۴۰ دن تک کسی شخص کو بھی اُن کی خبر نہ دی۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ابوسلمہ نے عباسیوں کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ارادہ کر لیا تھا کہ اُن سے کٹ کر علویوں سے مل جائے۔ چنانچہ اُسنے خاندان علیؑ کے تین سرداروں: حضرت جعفر صادق بن محمد الباقر، عبداللہ المحض بن حسن بن حسن، اور عمر الاشرف بن زین العابدین (علیہم السلام) کے پاس خطوط بھیجے۔ قاصد سے کہا پہلے حضرت جعفر صادق کے پاس جائے۔ اگر وہ دعوت قبول کر لیں تو باقی دونوں خط ضائع کر دے۔ اگر انکار کریں تو عبداللہ المحض کے پاس جائے۔ اگر وہ بھی نہ مانیں تو آخر میں عمر الاشرف سے ملے۔

جعفر صادق نے قاصد کو دیکھ کر کہا:

"مجھے ابوسلمہ سے کیا سروکار؟ وہ تو کسی اور کا حامی ہے"

"آپ خط تو پڑھیے" قاصد نے کہا۔

"چراغ قریب لاؤ" امام جعفر نے اپنے خادم سے کہا۔

چراغ لایا گیا اور حضرت جعفر صادق نے خط اُس سے لگا کر جلا دیا۔

"آپ کچھ جواب دیں گے؟" قاصد نے کہا۔

"جواب تو تم نے دیکھ لیا" اُن کا صاف جواب تھا۔

قاصد مایوس ہو کر حضرت عبداللہ المحض کے پاس گیا۔ اُنھوں نے خط لے لیا اور فوراً حضرت جعفر صادق کے پاس دوڑے آئے:

"یہ ابوسلمہ کا خط ہے" عبداللہ المحض نے کہا "مجھے خلافت قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ ہمارے خراسانی طرفداروں کی یہی خواہش ہے"

"خراسانی، تمھارے کب سے طرفدار بنے ہیں؟" حضرت جعفر صادق نے کہا "کیا تم ہی نے ابومسلم کو وہاں بھیجا تھا؟ اُن میں سے کسی ایک آدمی کا نام بھی تمھیں معلوم ہے؟ کسی ایک کی بھی صورت دیکھی ہے؟ وہ کیسے تمھارے طرفدار ہو سکتے ہیں، حالانکہ نہ وہ تمھیں جانتے ہیں، نہ تم اُنھیں جانتے ہو؟"

"یہ گفتگو شاید کسی خاص وجہ سے آپ کر رہے ہیں؟" عبداللہ نے سوال کیا۔

"خدا جانتا ہے کہ میں ہر مسلمان کی خیرخواہی اپنے اوپر فرض سمجھتا ہوں، پھر تم سے نصیحت میں کیونکر بخل کروں گا؟" حضرت جعفر صادق نے جواب دیا "یہ خیال خام چھوڑ دو۔ یہ سلطنت کسی اور ہی کو ملے گی۔ تم سے پہلے اسی مضمون کا خط مجھے بھی پہنچ چکا ہے"

اس گفتگو کے بعد عبداللہ المحض نے بھی انکار کر دیا۔

آخر میں قاصد، عمر بن زین العابدین کے پاس پہنچا۔ اُنھوں نے سنتے ہی جواب دیا:

"میں خط والے کو نہیں جانتا، جواب کیسے دوں؟"

اس اثنا میں ابوسلمہ کے سپہ سالاروں کو اُس کی نیت پر شبہ ہوا ساتھ ہی ابراہیم بن محمد کے خاندان کی کوفہ میں موجودگی کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ وہ لشکر سے نکل کر کوفہ پہنچے۔ ابوالعباس کو ابوسلمہ کی نظربندی سے نکالا اور بیعت خلافت اُس کے ہاتھ پر کی۔ مجبوراً ابوسلمہ کو بھی بیعت کرنی پڑی۔ مگر ابوالعباس اُس سے کبیدہ ہو گیا تھا۔

ابوالعباس کا خطبہ

۱۲ ربیع الاول روز جمعہ کو ابوالعباس نے جامع مسجد میں نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔ خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ صلعم کی قرابت پر فخر کیا۔ خلفاء راشدین کی تعریف کی۔ بنی حرب اور بنی مروان (بنی امیہ) کے ظلم و جور کی مذمت کی۔ اور کہا:

"اے اہل کوفہ! میں امید کرتا ہوں کہ جس راہ سے تمھیں بھلائی پہنچ چکی ہے، اُس سے تم پر کبھی برائی نہ آئے گی (یعنی اہل بیت نبوی) اور جس راہ سے برائی آ چکی ہے، اُس راہ سے کبھی بھلائی نہ آئے گی (یعنی بنی امیہ) ہم اہل بیت کا والی و حامی، اللہ بزرگ و برتر ہی ہے۔ تم اے اہل کوفہ! ہماری محبت کے مورد ہو۔ ہماری دوستی کے اہل ہو۔ تم وہ ہو، جو ہماری محبت سے کبھی برگشتہ نہیں ہوئے۔ ظالموں کا ظلم تمھارے دل ہم سے نہ بدل سکا۔ یہاں تک کہ تم نے ہمارا زمانہ دیکھ لیا اور خدا ہماری سلطنت تمھارے لئے لے آیا۔ پس ہمارے حسن سلوک کے تم سب سے زیادہ مستحق ہو۔ میں نے تمھارے وظیفوں میں سو سو درہم کا اضافہ کر دیا ہے۔ تم طیار ہو جاؤ، کیونکہ میں "سفاح" ہوں . . ."

ابوالعباس، "سفاح" کے لقب سے اسی خطبہ کے بعد مشہور ہوا۔ کیونکہ اُس نے خود اپنے منہ سے اپنے کو "سفاح" کہا تھا۔

اُس زمانے میں ابوالعباس کو کھانسی کی شکایت تھی۔ خطبہ ختم ہونے سے پہلے ہی اُسے کھانسی آنے لگی اور تقریر نہ کر سکا۔ فوراً اُس کا چچا داؤد بن علی منبر پر چڑھ گیا۔ وہ عباسیوں میں سب سے زیادہ فصیح تھا۔ اُسنے کہا:

"واللہ ہم اس لئے نہیں اُٹھے ہیں کہ مال و دولت جمع کریں، محل بنائیں، عیش و عشرت کریں۔ ہم صرف اس وجہ سے اُٹھے ہیں کہ ہمارا حق سلب ہو گیا تھا۔ ہمارے عم زادوں پر ظلم ہوتا تھا۔ تمھاری حالت جور و ستم نے زبوں کر دی تھی۔ ہم اپنے بستروں پر ہوتے تھے مگر تمھاری مصیبتیں یاد کر کے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہماری پیٹھ کے نیچے انگارے بچھے ہیں۔ بنی امیہ نے تمھیں ہلاک کر ڈالا۔ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا۔ تمھارے صدقے، تمھاری خیراتیں، مال غنیمت میں تمھارے حصے سب ضبط کر لئے۔ ہم نے بہت برداشت کیا۔ مگر بالآخر مجبور ہو گئے اور تمھاری حمایت و حفاظت پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم تم سے اللہ کے نام پر، رسول کے نام پر، اور عباس کے نام پر عہد کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بموجب حکومت کرینگے۔ سنت رسول اللہ کے مطابق سلوک کرینگے . .

. . . . اے اہل کوفہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمھارے اس منبر پر دو ہی خلیفہ کھڑے ہوئے ہیں: ایک امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ دوسرا امیرالمومنین عبداللہ بن محمد (یہ کہکر ابوالعباس کی طرف اشارہ کیا) یقین کرو یہ معاملہ (خلافت) برابر ہمارے ہی ہاتھ میں رہے گا، یہاں تک کہ اُسے عیسیٰ بن مریم صلوات اللہ علیہ کے حوالہ کر دیں!"

نماز کے بعد سفاح نے لوگوں سے بیعت لی۔ رات تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔

بیعت لے کر خود سفاح، لشکر میں چلا گیا اور کوفہ کی حکومت اپنے چچا داؤد بن علی کے سپرد کی۔

آخری مقابلہ

اب فیصلہ کن کارروائی کا وقت آ گیا تھا۔ خود خلیفہ مروان بن محمد کی مرکزی قوت پر غالب آنا تھا۔

اُدھر مروان بھی غافل نہ تھا۔ وہ ایک فوج گراں لے کر حرّان کو موصل پہنچ گیا۔ ابوالعباس نے اپنی فوج کی قیادت اپنے چچا عبداللہ بن علی کے سپرد کی۔ دونوں فوجوں میں دریائے زاب پر بہت ہی سخت جنگ ہوئی۔ لیکن مروان کو شکست ہو گئی۔ حالانکہ اُس کے ساتھ ایک لاکھ ۲۰ ہزار شام کی منتخب فوج تھی۔ عبداللہ نے اُس کا پورا لشکر تباہ کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ کا ہے۔

مروان بھاگ کر حرّان میں پہونچا۔ یہاں اُس کا بھتیجا ابان بن یزید

بصائر و حکم

ماہ ربیع الاول کا اختتام

اور واقعۂ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ہُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ!

تاریخ نوع عالم کی عظیم ہستیاں، اور داعی لا الٰہ الا اللہ کی عظمت!

(مقتبس)

دنیا، قدیم سے عظیم انسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ اپنے خیال کے مطابق مظاہر عظمت کی گوناگوں عبادتیں کرتی ہے لیکن مظاہر عظمت کا تخیل صد درجہ متباین ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق اور اپنی اپنی نظر رکھتا ہے۔ وکل حزب بما لدیہم فرحون!

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ و حکام اُسپر ایمان لائے ہیں۔ حریص اور طماع اُس کی عبادت کرتے ہیں!

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولتمند اُسپر ایمان رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کے ساتھ اُس کی پرستش کرتے ہیں!

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے، اور اُس کے پجاری بھی موجود ہیں!

حُسن میں بھی عظمت ہے اور اُس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں!

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قد و قامت کے انسانوں کے ساتھ ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے!

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے، اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔

شاید کوئی بھی اُس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتا جس کا نام لوگوں نے "عظمت" رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن اسپر بھی وہ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ رہا ہے۔ ہر شخص اُسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اُس کے لئے جدو جہد کرتا ہے، اُسے انسانوں کے مراتب تولنے کی میزان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور عظمار کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیاء کرام کے ذکر پر کسی کے لئے روا نہ ہوتا کہ اُنھیں عظیم قرار دینے کی بحث کرے اس لئے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں میں ان کی جگہ ڈھونڈی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے دھوکوں اور مادی بڑائیوں کی فتنہ اندیشیوں سے اس درجہ لیث ہو چکی ہیں کہ انسانیت اعلیٰ کے مظاہر علو و رفعت کے لئے ان کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھائی جا سکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذات اعظم و اکمل نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا کہ تمام انسان، کنگھی کے دانتوں کی طرح بالکل برابر ہو جائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر، اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہے۔ آپنے کہہ دیا، سب آدمی ہم رتبہ ہیں سب آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی کا پُتلا تھا۔ آپنے قبول نہیں کیا کہ انسان میں دو قسمیں ہوں: عظیم اور غیر عظیم۔ اُس کی نظر میں خوش حال اور بدحال، فقیر اور بادشاہ، سب برابر درجہ کے آدمی تھے۔

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس ارضی عظمت پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے فتنہ نے دنیا کو مفتون بنا رکھا ہے۔ یہ عظمت، درحقیقت بلند نفسوں کے لئے ذلت اور رب العالمین کی جناب میں شرک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظمار کی پرستش کے لئے نہیں آئے تھے اگرچہ ساری دنیا نے اُن کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کے لئے بھی تسلیم نہیں کی اور نہ اپنی ذات ہی کے لئے پسند کی حالانکہ وہ اُن کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں سامنے آئی۔ اُن کے قدموں پر لوٹی، مگر اُنھوں نے اُس سے منہ پھیر لیا، اور اُس میں ذرا بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیت کے ساتھ نبی ہوں، یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں۔ تاج و تخت کی ساری شوکتیں جمع کر دی گئیں۔ مگر اُنھوں نے عبدیت پسند کی غربت اختیار کی۔ اُن کی روح مقدس و مطہر کی خوشی اسی میں تھی کہ فقیری میں زندہ رہیں، فقیری میں دنیا سے جائیں، فقیروں ہی کے زمرے میں اُٹھائے جائیں:

وراودتہ الجبال الشم من ذہب   عن نفسہ فاراہا ایما شمم!

جو لوگ بادشاہت اور اُس کی عظمت کے پجاری ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے، نہ اُنھوں نے بادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر لامحالہ اُنھیں (صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ ہی قرار دیا جائے تو اُن کی بادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ۔ جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریت اور کسریٰ کی کسرویت کے مقابلے میں اس جزیرہ کی بادشاہی کوئی بڑی بادشاہی نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ مال و جاہ دنیوی کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں، وہ دیکھ لے سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت سے تہی دست تھے۔ اُن کی دولتوں کا خزانہ، اُن کا فقر و فاقہ تھا!

جو لوگ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں اور فاتحوں کے جاہ و جلال کے لئے نگاہ ادب اور دل عظمت سرا رکھتے ہیں، انھیں مایوس ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی جنگی فتح مکہ کی فتح تھی جو اُس عہد میں بھی دنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریہ تھا!

جو لوگ دنیا کے فلاسفہ، حکما، اور موجدین کی عظمتوں کے آشنا اور اُن کی رفعتوں کے پرستار ہیں، اُنکے لئے یہ خبر نئی خبر نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے۔ دنیا کا صناعی لکھنا پڑھنا نہ تو اُنھوں نے سیکھا تھا اور نہ کسی نے انھیں سکھانے کی جرأت کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو؟ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے اُن کی تعریفیں سنگی لاٹوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی اُن کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی اُنکے نام پر بنائی گئی؟ اسکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطین کے نام سے قسطنطنیہ آباد ہوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی پکاری نہیں گئی!

⁂

ہرگز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خیالی اور فانی عظمتیں رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اُن کی تاریخ لکھنے والوں کو اُن کی عظمت ان حقیر مظاہر عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہیے، اگرچہ دنیا ابھی مظاہر پرستی میں مبتلا ہو رہی ہے۔

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جویا ہو، تو اُسے اُن کی عظمت صرف ایک کلمہ میں مل سکتی ہے جو وہ لائے تھے۔ اُسی کلمہ میں اُن کی پوری عظمت قائم ہے۔ اُسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں کے اندر ان کی عظمت باقی و سرمد، اٹل اور اٹل ہے۔

وہ کلمہ کیا ہے؟

"لا الٰہ الا اللہ!"

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۵)

سنک ہو جاتے تھے۔ دس بجے دفتر میں آکر بیٹھتے تھے اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک یا دو بجے دوپہر کا کھانا کھاتے تھے۔ کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے۔ دسترخوان پر ہمیشہ دوستوں کا مجمع رہتا تھا۔ کھانے کے بعد ایک گھنٹہ باتیں کرتے تھے۔ پھر شام تک آرام کرتے تھے۔ پھر دفتر آتے تھے اور ایک گھنٹہ کام کرکے تفریح کو نکلتے تھے۔ تفریح میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ واپسی پر پھر مطالعہ کرتے تھے۔ ۸-۹ بجے رات کا کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد پھر باتیں شروع ہو جاتی تھیں۔ لیکن یہ مجلس ایک گھنٹے سے زیادہ دراز نہیں ہوتی تھی۔ دس بجے کے قریب چارپائی پر چلے جاتے تھے، اور مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے تھے۔ عموماً ۴ گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتے تھے۔

سٹین۔ اُنھوں نے کہا:

"دو سال پہلے ٹھیک اسی تاریخ میں اندھی قوت نے حق پرستوں کی جائے امن میں دست درازی کی۔ میرا گھر ہر طرف سے مسلح فوج نے گھیر لیا۔ تمام کمروں اور دریچوں میں بندوقیں اُٹھائے سپاہی گھس پڑے۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر مورچے قائم کر لئے۔ پھر ہتیار بند فوجی افسر میرے خاص کمرے میں در آئے۔ میں اپنے بستر پر غافل سو رہا تھا۔ مجھے نہایت دہشت ناکی کے ساتھ جگایا گیا اور لباس پہننے سے بھی پہلے گرفتار کر لینا چاہا۔ میں نے انکار کیا اور اطمینان سے کپڑے پہنے۔ پھر مجھے نیچے اُتار لائے۔ میرے گرد بندوقوں اور سنگینوں کا ہجوم تھا۔ میری بیوی میرے پیچھے دوڑ رہی تھی۔ مجھ سے ملنا چاہتی تھی۔ مگر اُسے روک دیا گیا۔ صلیب احمر کی ایک بھدی گاڑی پر مجھے بٹھایا گیا۔ اور گاڑی روانہ ہوئی۔ ایک بڑا جنگی مظاہرہ میرے ساتھ تھا۔ مسلح موٹریں آگے تھیں۔ مسلح موٹریں پیچھے تھیں۔ ہر طرف سے بندوقیں جھکی ہوئی تھیں۔ اُن کے استعمال کے لئے ادنیٰ سی ادنیٰ بات کا انتظار تھا۔ یہ تمام کارروائی بالکل اچانک ہوئی۔ مجھے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ کسی قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ کوئی تحریری حکم پیش نہیں کیا گیا۔ قوت نے اپنی سرکشی اور جبروت کا پورا پورا اظہار کرنا چاہا اور کر دیا۔"

ہندوستان کو شرم آنی چاہیے!

مرحوم کو گرفتار کر کے کہاں لے گئے؟ یہ اظہار میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ یقیناً آپکے تمام غیور قارئین اُسے شرمناک خیال کرینگے۔ بہرحال یہ جلیل القدر رہنما گرفتار کر کے سوئس کی ہندوستانی چھاؤنی میں بھیجا گیا تھا۔ ہندوستانی خیموں میں رکھا گیا تھا۔ ہندوستانی سپاہیوں کی حراست میں بند کیا گیا تھا!

لیکن اس کے باوجود مرحوم نے کبھی ہندوستان کو بُرا نہیں کہا۔ بلکہ ہمیشہ ہندوستان کی تحریک آزادی سے ہمدردی ظاہر کی۔ ہندوستانی لشکر میں پہنچنے کا حال مرحوم نے یوں بیان کیا:

"مجھے سوئس لے گئے۔ مگر ایک ایسے راستے سے جو بالکل غیر آباد تھا۔ حتیٰ کہ کہیں پانی تک دستیاب نہ ہوتا تھا۔ میں بہت بھوکا تھا۔ کھانے کا کوئی سامان بھی ساتھ لینے کی اجازت نہ تھی۔ خوش قسمتی سے ایک ہندوستانی افسر کو ترس آیا اور اُسنے ایک روٹی اور پنیر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مجھے دیا۔ دن بھر کی میری غذا بس یہی تھی!

"۵ بجے شام کو میں ہندوستانی لشکر میں پہنچایا گیا۔ یہاں فوجی افسر نے مجھے اپنی حراست میں لے لیا اور ایک پھٹے ہوئے خیمے میں اُتارا۔ رات بھر گرم ہوائیں خیمے کے سوراخوں سے اندر پہنچتی تھیں اور جھلسائے ڈالتی تھیں۔ میں اُس رات مجبور ہوا کہ اپنے دن ہی کے لباس میں سو جاؤں کیونکہ کوئی دوسرا کپڑا ساتھ نہ تھا۔

"لیکن الحمدللہ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ میں ہمیشہ شام کو ایک گھنٹہ موٹر کی سیر سے تھک جایا کرتا تھا۔ مگر اُس وقت میں بالکل نہیں تھکا۔ اللہ نے میری مدد کی اور ایک ایسی قوت بخشی کہ یہ تمام سختیاں برداشت کر گیا۔

"دوسرے دن میرے پانچوں رفقاءِ مصیبت بھی پہنچ گئے۔ مجھے نہایت مسرت ہوئی، کیونکہ وہ سب مطمئن تھے اور برطانیہ کی اس طفلانہ حرکت پر ہنستے تھے۔ ۲۹ دسمبر تک ہم ہندوستانی لشکر ہی میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اُسی دن عشاء کے وقت ہمیں حکم ملا کہ نصف گھنٹے کے اندر سفر کے لئے طیار ہو جاؤ۔ ہمیں طیاری ہی کیا کرنی تھی؟ ہر وقت طیار تھے۔ ہمارا طیار ہونا، صرف اُٹھ کھڑا ہونا تھا۔

"ہم قیدیوں کی بند گاڑی میں سوار کئے گئے۔ ساحل پر پہنچے۔ یہاں ایک کشتی ہمارے انتظار میں تھی۔ اُس پر سوار ہوئے اور جہاز میں پہنچ گئے۔ جہاز ہندوستانی سپاہیوں سے لبریز تھا۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ عدن جا رہے ہیں۔ ۴ جنوری کو عدن پہنچے۔ ۲۸ فروری کو سیشل پہنچائے گئے۔ پھر مجھے جبل طارق بھیج دیا گیا جہاں ۳ ستمبر سے ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء تک برابر قید رہا۔

"ہم نے یہ تمام مدت، قید خانوں اور قلعوں میں گزاری۔ دنیا بھر سے الگ کر دئے گئے تھے۔ کسی کو بھی ہمارے قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ حتیٰ کہ ورزش اور چہل قدمی کے لئے بھی اجازت لینی پڑتی تھی۔ ہماری تمام خط و کتابت دیکھی جاتی تھی اور شاذ و نادر ہی منزل مقصود تک پہونچائی جاتی تھی . . . . لیکن یہ تمام بندشیں اور سختیاں بالکل بے کار گئیں۔ کیونکہ ہمارے دلوں میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی۔ ہم اپنی ناقابل برداشت مصیبتوں پر خوش ہوتے رہے۔ ہر مصیبت ہمیں یاد دلاتی تھی کہ ہمارا مقصد کیسا شریف اور غایت کیسی جلیل ہے!"

سعد پاشا کے خطوط اپنی حرم کے نام

ذیل میں سعد پاشا کے دو خط ملاحظہ ہوں۔ یہ خط انھوں نے جلا وطنی سے اپنی حرم محترم کو بھیجے تھے:

"ہندوستانی لشکر (سوئیس)

"۲۸ دسمبر ۱۹۲۱ء

"عزیزتی!

"تمھارا ۲۷ دسمبر کا خط پہونچا۔ اگرچہ یہ فراق مجھ پر بہت شاق ہے اور ملاقات کی بے حد تمنا ہے۔ لیکن میں نے بمسرت تمھارے صفر کے التواء کو پسند کیا۔ مجھے اُس وطنی شعور پر فخر ہے جس نے یہ مصیبت تم پر آسان کر دی، حالانکہ میں جانتا ہوں، تمھارے لئے بالکل ناقابل برداشت تھی۔ میرے ابنائے وطن تمھاری اس قربانی کے ہر طرح مستحق تھے۔ ہمارا یہ فراق کتنا ہی المناک ہو مگر ہمیں پوری ثابت قدمی اور صبر و شکر کے ساتھ اِسے برداشت کرنا چاہئے۔ نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

"عبداللہ خادم بھی پہنچ گیا۔ مہذب مخلص نوجوان ہے۔ انگریزی جانتا ہے۔ میرے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اُس کی بیوی کا ہر طرح خیال رکھنا۔

"میری تندرستی اچھی ہے۔ کئی خط تمھیں بھیج چکا ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تم تک پہنچنے نہیں دئے گئے۔ اگر یہی بات ہے تو اس سے مقصود ظلم میں زیادتی ہے۔ حالانکہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بہرحال میں تمھاری تندرستی اور خوشی کا متمنی ہوں۔"

دوسرا خط

"عدن۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء

"عزیزتی!

"دعا ہے کہ تم اور ہمارا پورا خاندان بخیر و عافیت ہو۔ الحمدللہ ہم اچھے ہیں۔ صرف یہی ایک غم ہے کہ تمھارے خطوط نہیں پہنچتے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ تم لکھتی نہیں۔ تم ضرور لکھتی ہو، کیونکہ بغیر لکھے رہ نہیں سکتیں لیکن یہ قوت تمھارے خط روک لیتی ہے۔ اس سے ہمیں تکلیف ضرور ہے مگر خود اس قوت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یقین کرو، میں بھی ہر ہفتہ دو خط لکھتا ہوں۔ اگر تمھیں کوئی خط نہ پہونچا ہو تو سمجھ لو یہ میری خطا نہیں، اسی قوت کی شرارت ہے۔

"ہمیں عربی اخبار نہیں ملتے۔ کبھی کبھی فرانسیسی اور انگریزی اخبار دئے جاتے ہیں، مگر بہت پُرانے۔ ایک اخبار میں مصری قوم سے تمھاری یہ درخواست نظر سے گزری کہ میری تندرستی کے لئے دعا کی جائے۔ میں اس پر بہت خوش ہوا کہ مصر میں تمھارے جیسے بلند ہمت لوگ موجود ہیں، جو ایسے اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ ہماری اُمیدیں بر لائے اور ہماری حالت درست کر دے۔ والسلام"

مرحوم کی شخصیت

مرحوم کی شخصیت، نہایت طاقتور تھی۔ نجی کی صحبتوں میں بھی شخصیت آدمی کو متأثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ معمولی گفتگو کے بعد ہی فوراً یقین ہو جاتا تھا کہ یہ شخص، اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ عقل کا مالک ہے۔ ایک عجیب عظمت اُن پر سایہ فگن رہتی تھی۔ کوئی شخص بھی مرعوب ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔

ابوی شفقت

قدرت نے سعد کو کوئی اولاد نہیں دی۔ مگر اُن میں ابوی شفقت اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود تھی۔ تمام کم عمروں کے ساتھ اُن کا برتاؤ بالکل ایسا تھا، جیسا باپ کا اپنے بچوں سے ہوتا ہے۔ اُن کا یہ قول بہت مشہور ہے جو اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا تھا: "اولاد نہ ہونے پر غم نہ کرو، کیونکہ خدا نے ہمیں ۱۴ ملین بچے عنایت کئے ہیں!"

روشن خیالی

سعد ہمیشہ روشن خیال رہے۔ جمود و تقلید کا اُن پر کبھی بھی قبضہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے زمانے سے برابر آگے رہے۔ سید جمال الدین افغانی نے مصر میں جو اجتماعی و سیاسی حرکت پیدا کر دی تھی، اُس میں یہ فوراً داخل ہو گئے، حالانکہ کم عمر تھے۔ قاسم امین نے حقوق نسواں کے لئے آواز بلند کی یہ اس جد و جہد میں بھی پیش پیش تھے۔ وکالت سے لیکر وزارت تک جملہ منصبوں اور عہدوں میں ان کی اصلاح پسندی اور روشن خیالی کی یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

قدرت الٰہی پر یقین

سعد پاشا کی پوری زندگی ایسی مثالوں سے لبریز ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قدرت الٰہی پر غیر معمولی یقین و ایمان رکھتے تھے۔ سخت سے سخت مصیبتیں پڑیں، مگر وہ کبھی ناامید نہ ہوئے اور ہمیشہ خدا کی ذات پر بھروسہ کئے رہے۔ اُن کی تقریریں ایسے جملوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی تھیں جن میں یہ یقین و ایمان ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اُن کی ایک تقریر کے چند جملے مجھے یاد ہیں۔ اُنھوں نے کہا:

"ہمیں بشارت ہو کہ ہم حق پر ہیں، حق کے لئے کوشاں ہیں، حق کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور معلوم ہے کہ خدا حق پرستوں کا عمل رائیگاں نہیں کرتا۔"

"خدا نے ہمیں یہ دیکھنے کا عادی بنا دیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا ہے، مصیبتوں میں ہماری دست گیری کرتا ہے۔ مصیبت جتنی زیادہ سخت ہوتی ہے اُتنا ہی زیادہ منزل مقصود سے قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے حقوق پر مضبوطی سے جمے رہیں اور ثابت قدمی سے مصائب برداشت کرتے رہیں۔ خدا صابروں کے ساتھ ہے!"

مطالعہ اور گفتگو

مرحوم کو کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ کبھی اُن کا ہاتھ کتاب سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ عربی تقریر و تحریر میں وہ اپنی نظیر ہی نہ رکھتے تھے۔ لیکن عربی زبان کا دائرہ، اُن کی وسیع عقل و دماغ کے لئے ناکافی تھا۔ لہذا اُنھوں نے ۴۰ سال کی عمر میں فرانسیسی زبان سیکھی، اور اس طرح پڑھی کہ اس کے ماہر بن گئے۔ پھر ۶۰ برس کی عمر میں جرمن اور انگریزی زبانیں سیکھیں۔

گفتگو کے بھی وہ بڑے دلدادہ تھے۔ بلکہ اس فن میں عجیب مہارت رکھتے تھے۔ ایسی دلچسپ گفتگو ہوتی تھی کہ کبھی جی گھبرا نہیں سکتا تھا۔ ظرافت و بذلہ سنجی گویا خمیر میں داخل تھی۔ بہت صاف گفتگو کرتے تھے۔ ایک ایک لفظ الگ الگ بولتے تھے۔ اس طرح بولتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا زبان سے نہیں دل سے بول رہے ہیں۔

معمولات

اُن کی زندگی بہت منضبط تھی۔ ہر کام وقت پر ہوتا تھا۔ صبح ۶ بجے بیدار ہوتے تھے۔ غسل کرتے تھے۔ ناشتہ تناول کرتے تھے اور مطالعہ میں

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں طبع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ آنہ منیجر الہلال کلکتہ

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل فخر گولڈن رسٹ واچ	ٹائم پیس ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم بی ایم جی جرمن میڈ
نئے نئے ڈیزائن کی خوشنما فینسی [illegible] محصول ڈاک پیکنگ سمیت آرڈر لیں	اعلیٰ سلور کیس خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانے والی قیمت تین پانچ روپے آٹھ آنے [illegible] محصول ڈاک پیکنگ سمیت آرڈر لیں	دیکھنے میں خوبصورت چلنے میں اچھا [illegible] مضبوط ٹائم کا سچا [illegible] قیمت [illegible] محصول ڈاک پیکنگ سمیت آرڈر لیں

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے کی گئی ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہیں گی اسکے بعد ہم تعمیل کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے۔

نوٹ۔ یکے بعد دیگرے خریدنے کی کوئی رعایت نہیں ہے۔ ان سے الگ الگ قیمت مندرجہ بالا لی جائیگی اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا ۔

پتہ امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی نمبر ۸۳ مقام دہلی

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دوکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہیئے!

مال و دولت کی عظمت، جاہ و عزت کی عظمت، حکومت و سلطنت کی عظمت، علوم و فنون کی عظمت، ہر طرح اور ہر نوع کی دنیاوی اعزاز کی عظمت، اِن میں سے کوئی عظمت بھی، بلکہ یہ تمام عظمتیں مل کر بھی، اُس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں، جو لاالٰہ الا اللہ میں پنہاں ہے!

دنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ، تمام فلاسفہ، کیا وقعت رکھتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کلمۂ لاالٰہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے؟

یہ ایک کلمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں، جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اُس کی عظمت کے آگے دنیا اور دنیا کے تمام زخرفات و تنعمات ہیچ تھے!

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِس دنیا میں آئے اور یہ کلمہ اُس کے سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اُس کی قدر جان نہ سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا، لیکن وہ ایک ہی کلمہ، دنیا سے ٹکرایا، اور اُس میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اُس وقت کے انسانی آداب و عادات اُس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہٰذا آداب و عادات کے پرستار اُس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اوہام و خرافات نے اُسے قبول نہ کیا۔ لہٰذا اوہام و خرافات کے پجاری اُس سے دست بگریباں ہو گئے۔ ظلم و استبداد کی طبیعت نے اُس سے کراہت کی لہٰذا ظلم و استبداد کے طاغوت اپنی جملہ قوتیں لے کر اُس پر دوڑ پڑے!

صرف یہی ایک کلمہ تھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اسی کی قوت سے بادشاہوں کے جتھوں، دولتمندوں کے جتھوں، عوام و خواص کے جتھوں ـــ تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے۔ لیکن اُن کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا اور دنیا میں اپنی ناممکن التسخیر قوت قاہرہ سے اپنا راستہ بناتا رہا! وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گام زن ہے۔ اب بھی مستعد مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ، جس میں اُسے آج تک کبھی شکست نہیں ہوئی! جسم و آلات کی جنگ نہیں، حقیقت و معنی کی جنگ! خون کی آرزو مند جنگ نہیں، زندگی کی کار فرما جنگ!

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمۂ لاالٰہ الا اللہ، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو اُن کا یہ کلمہ حق ہوگا یا باطل ہوگا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے ـــ حالانکہ وہ باطل نہیں ہے ـــ تو عالم وجود سے اُسی طرح محو ہو جائے گا جس طرح تمام باطل کلمے اور غلط نظریے محو ہو گئے۔ علم حق اور عقل صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اُسی طرح غائب ہو جائے گا، جس طرح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ظلمت شب کافور ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے ـــ حالانکہ وہ حق ہے ـــ تو علم و عقل حق کے انوار اُس کے لئے اِس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ کر لے۔ تمام دلوں میں اُتر جائے۔ کالے، گورے، عرب، عجم، عالم، جاہل، امراء، فقراء سب اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں!

وہ دن ضرور آنے والا ہے جب صرف علم حق ہی کی سلطنت ہو گی۔ جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام، مدعیانِ علم باطل کے ظنون، سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقل صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہو گی۔ عقل انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی اُس کا پر جلال تخت، علم حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق باطل سے الگ ہو جائے گا۔ طیب اور خبیث میں اشتباہ باقی نہیں ہوگا صرف وہی تعلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو کارساز فطرۃ کی حقیقی اور بے میل تعلیم ہو گی!

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں نہ مجاہدین کی شمشیریں۔ حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایانِ دین کے خود ساختہ دعووں اور مرعوب کن دلیلوں سے۔ نام نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں، اور مقدس جمود و تقلید کی راسخ الاعتقادیاں، یہ تمام چیزیں، گھر کے نمود سے زیادہ نہیں ہیں جو علم حق کے نور کے دیکھتے ہی فنا ہو جائے گا۔ محض ایک غوغا ہے۔ علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی، سکونِ موت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطانِ عظیم، نورانی تاجِ علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اُٹھاتا، جلال ربانی کے ساتھ نمودار ہو گا، اور جہل و ظلمت کے تمام بت سرنگوں ہو جائیں گے!

کلمۂ لاالٰہ الا اللہ کی کامل فتحمندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل حق کے بند ٹوٹیں، اور یہ دونوں جبریلی قوتیں جہل و غرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں، صرف اتنی ہی دیر باقی ہے۔ کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر اس وقت تک جہل و وہم کے کثیف پردے پڑے ہیں۔

ہاں: وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے جب تنہا علم و عقل حق کی فرمانروائی ہو جائے گی۔ علم و عقل حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دن، صرف اُسی دن، خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کرے گا۔ سچائی کا بول بالا ہوگا۔ منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس دن کلمۂ لاالٰہ الا اللہ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سر بلند چلے گا۔ فتح کا نشان اُس کے آگے ہوگا۔ ایک طرف سے اُس کا عرش علم کے کاندھے پر ہوگا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہوگی۔ اُس دن سارا جہان بیانگ دہل تہما دے گا "لاالٰہ الا اللہ!"

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم، ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمۂ لاالٰہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اِس جہان فانی کی تنہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہو گا نہ کبھی ہلاک ہو گا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد، حق ہے، لہٰذا اُس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون، الوہیت ہے، لہٰذا اُسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائے گی۔ آسمان بدل جائے گا۔ نظام کون بدل جائے گا۔ تمام ایجادیں فراموش ہو جائیں گی۔ تمام قوتیں نابود ہو جائیں گی۔ تمام فلسفے مٹ جائیں گے۔ تمام دانائیاں غائب ہو جائیں گی۔ صرف ایک ربّ ذوالجلال والاکرام باقی رہ جائے گا۔ اُس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔ اور اِس لئے کلمۂ لاالٰہ الا اللہ بھی باقی رہ جائے گا!

اُس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پورا ہو جائے گا۔ تمام مخلوق صدق دل سے گواہی دے گی "اشہد ان محمداً رسول اللہ!"

سعد پاشا زغلول کے اقوال

"حمایۃ"

"انگریز کہتے ہیں: تم ہماری غلامی میں نہیں: ہماری حمایۃ (پروٹیکٹوریٹ) میں ہو۔ یہ الفاظ وہ اِس لئے بولتے ہیں کہ اُن کے خیال میں مصری الفاظ سے خوش ہو جاتے ہیں اور معانی پر غور نہیں کرتے۔ لیکن یہ اُن کا خیال غلط ہے۔ اب ہم معانی دیکھتے ہیں، الفاظ کی پروا نہیں کرتے۔ ہم آزادی اور کامل آزادی چاہتے ہیں، اگرچہ تم اُس کا نام غلامی ہی رکھ دو۔ ہم الفاظ کے پجاری نہیں ہیں۔ ہم معانی کے طلبگار رہیں۔ ہمیں صرف آزادی، کامل آزادی مطلوب ہے"

ٹائمس کا نامہ نگار

"حضرات! آپ لندن ٹائمز کو جانتے ہیں؟ انگریزی حکومت کی زبان۔ گمراہی پھیلانے کا آلہ۔ لندن ٹائمز کا نامہ نگار میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

"آخر یہ تمام شور و غل کیوں ہے؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کچھ نہیں صرف آزادی" میرا جواب تھا۔

"لیکن مصر تو آزاد ہی ہے" نامہ نگار نے کہا۔

"کیا انگلستان اسی قسم کی آزادی اپنے لئے پسند کریگا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ لارڈ کرزن سے کیوں گفت و شنید منظور نہیں کرتے؟" اُسنے پوچھا۔

"ہم شیطان سے بھی گفت و شنید کرنے پر آمادہ ہیں" میں نے کہا: "بشرطیکہ وہ ہماری آزادی تسلیم کر کے گفتگو کرے"

یہ سن کر نامہ نگار نے رخصت کی اجازت چاہی!"

طالب علموں سے خطاب

"عزیزانِ من! میں پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اُن پاک روحوں کا سلام قبول کرتا ہوں جنھوں نے اپنے خون سے مستقبل تحریر کر دیا ہے۔

"میں پورے سرور و انبساط سے زندوں کا سلام قبول کرتا ہوں اپنے اُن فرزندوں کا جو موجودہ تحریک کا ستون ہیں۔ وہ کون ہیں؟ عزیزو! وہ تم ہو۔ تم جو نوجوان ہو، ملک کی زندہ روح ہو، متحرک نبض ہو۔

"میں پورے سکون سے یہ عزت قبول کرتا ہوں کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو چوپایوں کی زندگی بسر کرنے سے انکار کرتی ہے جو اصول و مبادی پر زندہ ہے۔ اشخاص کی پوجاری نہیں ہے۔

"مجھے فخر ہے کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو زندہ، حساس اور پُرامید ہے۔ جس کی امیدوں کا مرکز، آزادی، کامل آزادی ہے۔

"میں تم سے عہد کرتا ہوں، ایسا عہد جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، کہ اپنی پوری زندگی تمھارے لئے کامل آزادی کی کوشش میں صرف کر دوں گا۔ اگر کامیاب ہوا، تو سبحان اللہ، ورنہ تم میرا نا تمام کام پورا کرنا یہ میری وصیت ہے۔

"تمھاری جیسی فوج کے سپہ سالار کے لئے روا نہیں کہ کمزور ہو، ضعیف الارادہ ہو، بددیانت ہو۔ ہم پر حرام ہے کہ ایسی بات قبول کریں جس میں تمھاری ذلت ہو۔ ہمارے لئے جرم ہے کہ ایسی بات منظور کریں جو کامل آزادی سے کم درجہ ہو"

جلا وطنی

"زغلول جلا وطن کر دیا گیا، حالانکہ زغلول، مصری قوم کا محض ایک فرد ہے۔ مصر میں لاکھوں زغلول موجود ہیں، اور زغلول کی طرح آزادی کی راہ میں مصائب برداشت کر سکتے ہیں۔ مصر کی تحریک آزادی کچلنے کے لئے ایک زغلول کو نہیں، تمام مصریوں کو جلا وطن کر دینا چاہئے"

مصنوعی آزادی

"کہتے ہیں یہ معاہدہ، مصر کی کامل آزادی کا معاہدہ ہے۔ اگر میں بھی اِس معاہدہ کو کامل آزادی کا معاہدہ کہنے لگوں، تو ابھی برطانیہ کی نظر میں محبوب بن جاؤں اور برطانی اخبار کل ہی سے نعرے لگانا شروع کر دیں "زندہ باد سعد!" لیکن میں غلامی کو آزادی نہیں کہہ سکتا۔ یا تو میں مجنون ہوں کہ آزادی کو غلامی کہتا ہوں، یا وہ مجنون ہیں کہ غلامی کو آزادی کہتے ہیں لیکن میں مجنون نہیں ہوں، کیونکہ تم کہتے ہو میں تمھارا سردار ہوں!" (قہقہہ)

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سو گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں ؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہی!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمّی ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہردلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد و حریص سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم شائقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا تغیر مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، دردسر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے لئے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا امید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں فی روپیہ کمیشن دیا جائے گا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہٰذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی سے ہی مل سکتا ہے۔ "فہرست دواخانہ معہ جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کرے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جنکی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Bretain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے قریب ترین دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

أسوۂ حسنه ـــ امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ٢ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله ـــ لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ـــ انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر ـــ امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى ـــ خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ـــ حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ـــ فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ٨ آنه سالانه ٢ روپيه پيشگي -

منيجر الهــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين
اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال
فى
مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهــلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياسيات ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ١٩١٨ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البــلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم	١٠ روپيه	الهلال مكمل جلد سوم	١٠ روپيه
" " " چهارم	١٠ روپيه	" " " پنجم	١٠ روپيه

جلد "البــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهــلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ٨ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر "البــلاغ پريس"

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دُنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

119, BROMPTON ROAL, KENSINGTON, LONDON, S W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں۔ پُرانے سکے اور نقوش، پُرانے زیور، آرایش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجیے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجیے۔ اہل علم اور اہل دولت دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دُنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔

دُنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجیے بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

١٩٢٧

الهلال

جلد ١

نمبر ١٦

قیمت ٥ ـ آنه

دنيا كي بهترين كتابوں كيلئے بهترين رهنما:

ٹائمز اف لنڈن كا ادبي ضميمه

يه ضميمه دنيا كي تمام كتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقيع تبصره كرتا هے -

اسكا معتدل نقد علمي حلقوں ميں مسلم هے -

اس ميں چند صفحات وقت كے جاري اور زير بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هيں جنكي اهميت كا عام طور پر اعتراف كيا گيا هے -

اپنے يهاں كے ايجنٹ سے تقاضه كيجئے كه وه ٹائمز لنڈن كا هفته وار ادبي ضميمه آپكے لئے مهيا كرے - ليكن اگر آپ چاهيں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب كر سكتے هيں

دنيا كے هر معلم اور ماهر فن تعليم كيلئے

ضروري هے كه

ٹائمز اف لنڈن كا تعليمي ضميمه مطالعه كرے

اگر آپ چاهتے هيں كه فن تعليم كے تمام نظري اور عملي تغيرات و ترقيات سے بے خبر نه رهيں ' تو آپكو يه ضميمه بلا ناغه مطالعه ميں ركهنا چاهئيے -

يه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبريں اور مباحث جمع كرديتا هے - ماهرين فن اور مشاهير تعليم كے قلم سے اسكے صفحات مرتب هوتے هيں -

اپنے يهاں كے ايجنٹ سے طلب كيجئے .

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب كرسكتے هيں -

كيا آپ تجارت كرني چاهتے هيں ؟

اگر آپ چاهتے هيں كه يورپ اور امريكه كے تمام بڑے بڑے كارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم كريں ' نفع بخش ايجنسياں ليں ' هندوستان سے خام پيدا وار بهيجيں ' نئي نئي ايجادات سے اپنے ملك كو آشنا كريں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمايه ليكر ايك وقيع كار و بار شروع كرديں ' تو آپ كو ابتدا ميں بهت سي باتيں معلوم كرني چاهئيں - اس طرح كي تجارت كے گر اور بهيد سيكهنے چاهئيں - هندوستان كے تمام حلقوں اور يورپ و امريكه كے تمام كارخانوں اور كوٹهيوں كے حالات اور اصول معاملت معلوم كرنے چاهئيں - بغير اس كے آپ كامياب نهيں هوسكتے -

اگر آپ چاهتے هيں كه بهت تهوڑا سا وقت خرچ كركے يه ساري باتيں با قاعده علمي اصول پر معلوم كرليں ' تو آپكو چاهيے كه هم سے خط و كتابت كريں - هم يه كام به حيثيت ايك ماهر فن كے كر رهے هيں - خط و كتابت كے بعد هي آپكو معلوم هو جائيگا كه آپكے مقصد كيلئے هم كس درجه مفيد هيں ؟

همارے تعلقات دنيا كے تمام تجارتي حلقوں سے هيں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اينڈ كو - برلن

پوسٹ بكس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح كي مشينيں جو گرم ملكوں كے ميووں كو خشك كرنے اور پهلوں كو محفوظ ركهنے كيلئے ضروري هيں ' اس كارخانے ميں طيار كي جاتي هيں تمام دنيا ميں اس قسم كي مشينوں كا يه بهترين كارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و كتابت كيجيے -

ياد ركهيے

ميووں ' تركاريوں ' اور هر طرح كے زرعي مواد كو خشك كرنے كا بهترين طريقه وه هے جو " نئے سسٹم " كے نام سے متمدن ممالك ميں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " كے مطابق كام كرنے والي مشينيں صرف اسي كارخانه سے مل سكتي هيں .

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين القرآن الحكيم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٦ کلکته : جمعه ١٠ ـ ربیع الثانی ١٣٤٦ هجری جلد ١

Calcutta : Friday, 7. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٣٠١ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٣٧٥
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٣٧٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٢٧
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢٢٨		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح و بیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - - بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - - سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي - - - ساڑھے روپیہ
قیمت فی پرچہ - - - پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جنگي اقتدار رکھنے والے بادشاهوں پر رعايا کي کوئي نگراني نهيں هوتي - ليکن تجارتي حکومتوں ميں تجار و اعيان ' حاکم کي نگراني کرتے هيں ' اور حاکم ' تجار و اعيان کي نگراني کرتا هے ' کيونکه پوري قوم اِس ممتاز طبقه کے مظالم کا نشانه بن سکتي هے -

(حکومتوں کي تشکيل ميں مذهبي پيشواؤں کا دخل)

ايک تيسري قوت بهي هے جو حکومتوں کي تشکيل ميں بڑا دخل رکھتي هے - وه قوت کاهنوں اور مذهبي پيشواؤں کي هے - قديم زمانے ميں ديني پيشواؤں کو غير معمولي اهميت و طاقت حاصل تهي - مصريوں اور يهوديوں ميں اِن کا اقتدار بے روک تها - يه اِنهي کاهنوں کي قوت تهي جس نے مخلوق سے فرعون کي پرستش کرائي اور رومس اور ريموس (۱) کو جنگ کے ديوتا کي اولاد تسليم کرا ديا - چين کے شهنشاهوں کے متعلق بهي ايسا هي اعتقاد تها - سيام کے بادشاه تو آج تک اِسي قسم کے القاب سے ياد کيے جاتے هيں -

غرضکه سياسي قوت ' اجتماعي ارتقاء کا نتيجه هوتي هے - کمزور هميشه طاقتوروں کا لقمه هوتے هيں - قوت صرف مادي هي نهيں هوتي - ديني ' اخلاقي ' اور فکري بهي هوتي هے - بلکه کبهي کبهي اقتصادي بهي هوتي هے - مارکس کا قول هے که اقتصادي قوت هي سياسي قوت ميں اصل و بنياد کا حکم رکھتي هے - اُس کي يه رائے هر حال ميں صحيح نهيں هے ' اگرچه اقتصادي قوت ' سياسي نظامات کي تاريخ ميں بهت موثر رهي هے -

(سياسي حکومت ' اور باهمي تعاون کي تاثير اُمت کي تکوين ميں)

سياسي حکومت کا ظهور ' ايک اجتماعي حادثه هے - يه حادثه هميشه ايک هي قسم کا هوتا هے - جماعتيں اپني قلت و کثرت ميں کتني هي متباين هوں ' مگر اِس سے اُن کے طبائع ميں کوئي تباين پيدا نهيں هوتا -

انسان ' باهم اجتماعي تعاون کے رشتوں سے جڑ گئے هيں - صرف اسي تعاون کے ذريعه هم اپني ضرورتيں پوري کرسکتے هيں - انسانوں کي ضرورتيں اور قابليتيں مختلف اور متفاوت هيں - اِسي صورت حال نے اُنهيں مجبور کر ديا هے که تقسيم عمل کے اصول پر باهمي تعاون سے کام ليں -

همارے اجداد کي اجتماعي روش ' ناموس نشو و ارتقاء کے ماتحت فوراً بدل گئي جب اُنهوں نے دور توحش سے دور بداوت ميں قدم رکھا - جغرافيائي اور جنگي ضرورتوں سے مجبور هوکر بهت سے قبيلے متحد هوگئے - اُن کے اتحاد نے ايک نيا مجموعه پيدا کرديا - اِسي مجموعه کا نام بعد کو " اُمت " يا " قوم " هوا - پهر جب زرعي غلامي اور سرداري کا طريقه رائج هوا ' تو غلاموں کے قتل کر ڈالنے کا دستور منسوخ هوگيا اور غلام کاشتکاري کي خدمت پر مامور کر ديے گئے - پهر صنعت و حرفت کے وسيع پيمانے پر ظهور نے سرے سے يه غلامي بهي موقوف کردي -

اِسي تدريجي ارتقاء نے قوميتيں پيدا کيں ' اور قبائلي سرداروں کو شاهي تختوں پر بٹها ديا - پهلے زمانے ميں پادشاه کا اولين کام يه تها که فوج کي سپه سالاري کرے - مصريوں ' اشوريوں ' اور يورپين قوموں کي تاريخ ايسي مثالوں سے لبريز هے -

(جماعت کي زندگي اور تعاون کے دو اصول)

بعض علماء اجتماع کي رائے ميں جماعت ' ايک حقيقي زندگي رکھتي هے - اُن کا خيال هے که جماعتي ذهن و وجدان ' فردي ذهن و وجدان سے علحده وجود رکھتا هے - قديم زمانے ميں افلاطون اور ارسطو کا بهي نظريه يهي تها که جماعت ' ايک عظيم زنده وجود هے - گويا وه سينکڑوں سروں کا حيوان هے - همارے زمانے ميں بهي متعدد علماء نے يهي کها هے - چنانچه وومس وغيره کهتے هيں که جماعتيں ' اپني مستقل زندگی رکھتي هيں - وه جسم هي کي مثال پيش کرتے هيں - وه کهتے هيں علماء فيزيو لوجي (علم وظائف اعضاء) کا متفقه فيصله هے که اجسام حيه کي اساسي طبيعت يه هے که هر عضو اپني جگه پر ايک خاص عمل انجام ديتا هے جس سے مجموعي جسم کي زندگي بر قرار رهتي هے - مثلاً نبات ' جڑوں ' پتوں ' اور پهولوں وغيره سے مرکب هوتا هے - اِن ميں سے هر چيز اپني جگه پر پورے درخت کي سلامتي و بقاء کے ليے کام کرتي هے -

اعضاء کا يه تعاون ' دو اصلوں پر مبني قرار ديا جا سکتا هے :

(۱) مختلف اعضاء ميں وظائف کي تقسيم و تحديد -

(۲) وه غرض و غايت ' جس کے ليے بطريق تعاون تمام اعضاء کوشش کرتے هيں -

يه دونوں اصليں ' تمام انساني و حيواني جماعتوں ميں پائي جاتي هيں - يه اِس ليے که اگر اعضاء جسم ميں وظائف کي تقسيم نه هو ' تو اُس جسم ميں سرے سے وصف عضويت هي موجود نهيں هو سکتا - مثلاً اگر هم ايک رنگ کا ٹيله ديکهيں جس کے تمام اجزاء و اقسام متشابه هوں ' اور سب ايک هي عمل انجام دے رهے هوں ' تو همیں فيصله کر دينا پڑيگا که اِس ٹيلے کے اجزاء ميں وظائف کي تقسيم نهيں هے - يعني اُس ميں خود عضويت کا وجود هي نهيں هے - يهي حال انساني جماعت کا هے - جس انساني گروه کا هر فرد اپني علحده زندگي بسر کرتا اور جماعت کے ليے کوئي کام نهيں کرتا هے ' همیں کهنا چاهيے که وه گروه سرے سے جماعت هي نهيں هے ' بلکه دور وحشت ميں پڑا هوا هے -

(وظائف کي تقسيم)

جسم ميں عضويت کا آغاز اُسي وقت سے هوتا هے جب اُس کے اجزاء ميں وظائف کي تقسيم هو جاتي هے - يهي حال انسانوں کا هے جب اُن ميں تقسيم عمل نافذ هو جاتي هے - بعض کهيتي پر لگ جاتے هيں - بعض کپڑا بننے لگتے هيں - بعض مکان بنانے لگتے هيں ...... اِس حالت ميں انسانوں کے اِس گروه کا نام " جماعت " هو جاتا هے -

ميلن کي رائے هے که عالم اقتصاد ميں تقسيم عمل ' عالم فيزيو لوجي (وظائف الاعضاء) ميں تقسيم وظائف (فرائض) کے بالکل مشابه هے - يه تقسيم هي جسم حي کي خصوصيت پيدا کرتي هے - اور يهي تقسيم " جماعت " کو موجود کرتي هے -

اِس کي مثال يه هے که زنده جسم ميں معده ' نه تو دل کا فرض انجام ديتا هے ' نه دل معدے کا - گزشته تفصيل سے واضح هوچکا هے که زندگي پيدا کرنے ميں تقسيم وظائف ' تعاون هي کي بنياد پر قائم هوتي هے - مثلاً دماغ اپني غذا حاصل کرنے کے ليے خود عمل نهيں کرتا ' بلکه اُس کي غذا معده مهيا کرتا هے ' اور قلب يه غذا اُس تک پهنچاتا هے - يهي حال جماعت کا هے -

---

(۱) رومس اور ريموس ' مندر وستا کي راهبه " ري سيلويا " کے توأم لڑکے تهے ' اور زنا سے پيدا هوئے تهے - مگر راهبه نے دعوی کيا که وه جنگ کے ديوتا مريخ کي اولاد هيں - رومس ' روم کا باني هے -

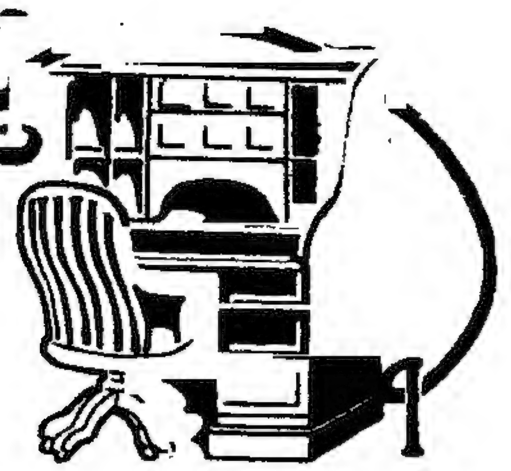

مقالات

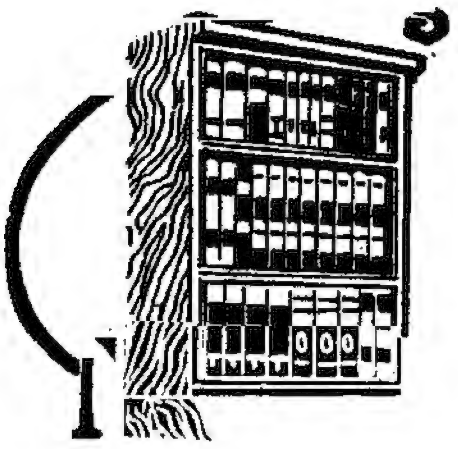

علم الاجتمـــاع

(۲)

(فرد کا اقتدار جماعت پر)

جماعت نے طویل تجربے سے معلوم کر لیا تھا که شکار اور جنگ میں وهي شخص اُس کا سردار هونا چاهیے' جو اسلحه کے استعمال میں مشاق اور جسماني قوت میں اصلح هو - یه حال صرف انساني جماعتوں هي کا نهیں هے - چڑیاں بهي جب ایک اقلیم سے دوسري اقلیم کو جاتي هیں' تو اپني سرداري اور پیش قدمي کے لیے اپنا سب سے زیاده قوي اور تیز نظر فرد منتخب کرتي هیں - همیشه دیکها جاتا هے که چڑیوں کے غول اپنے سردار کے پیچهے اڑتے هوئے جاتے هیں !

اپني تکوین کے آغاز میں سلطنت کي بهي یهي صورت هوئي - افریقه' استریلیا' اور نیوزي لینڈ میں ابتک ایسے قبائل موجود هیں جو یه اجتماعي نظام پیش کر رهے هیں - بعض قبائل ایسے بهي هیں جن کا سردار دائمي نهیں هوتا' عارضي طور پر منتخب کر لیا جاتا هے - چنانچه قبائل تُصمان کا یهي حال هے - اُن کا جب کوئي خاندان سفر یا جنگ کو جانے لگتا هے تو اپنا سردار منتخب کر لیتا هے - لیکن اِس ضرورت کے ختم هوتے هي سردار کي سرداري بهي ختم هو جاتي هے' اور وه باقي افراد کي طرح ایک فرد عام هو جاتا هے -

جو جماعتیں جنگ و جدل سے دور هیں' اُن میں فرد کا کوئي اقتدار نهیں هوتا - چنانچه قبائل دوجي میں کوئي بهي سردار نهیں هے - تمام افراد بالکل مساویانه زندگي بسر کرتے هیں -

یهي حال قبائل اسکیمو کا هے - اِن کي تعداد اگرچه بهت زیاده هے' مگر آج تک اُن میں کوئي سردار نهیں هے - شروع شروع جب اُن کے سواحل پر یوروپین جهاز پهنچے' تو اُنهیں یه دیکهه کر سخت حیرت هوئي که بحري سپاهي اپنے افسروں کے اشاروں پر حرکت تے هیں !

(حکومتوں کي تشکیل میں جنگ کا دخل)

ابتدائي حکومتوں کے وجود کا باعث صرف جنگ هي نه تهي - لیکن جو حکومتیں جنگي ضرورت سے قائم هوتي هیں' وه فرد هي کے ماتحت هوتي هیں - ابتدائي جنگوں کے تجارب نے انساني جماعتوں کو یقین دلا دیا که نظام و ترتیب کي قوت' کثرت تعداد کي قوت سے کهیں زیاده مؤثر هوتي هے - بهت سي جماعتیں محض اِس لیے برباد هو گئیں که اُن میں کوئي نظام موجود نه تها - انتشار و فوضویت عام تهي - چنانچه بتدریج انسانوں نے نظام کے فوائد معلوم کیے اور منتظم زندگي اختیار کرنے پر مجبور هو گئے -

جمله مستبد حکومتوں کي پیدائش' جنگ هي سے هوئي هے - شخصي حکمراني کا باعث' جنگ سے بڑه کر کوئي چیز نهیں هوسکتي -

چنانچه قرون اولیٰ میں جب روم کے لیے ایک بڑا جنگي خطره پیش آیا' تو قهري حکومت (ڈکٹیٹرشپ) قائم هوگئي - لیکن اُس کے دفع هوتے هي مینسناٹس' جو اِس حکومت کا حاکم تها' اپنے کهیت میں هل چلانے واپس چلا گیا - تاریخ میں ایسي بهت سي مثالیں موجود هیں که زیاده سے زیاده حریت پسند قوموں میں بهي جنگوں نے ایسے آدمي پیدا کر دیے' جو شروع میں حامي حریت معلوم هوتے تهے مگر جنگي ضرورتوں نے اُنهیں مستبد حاکم بنا دیا -

جنگي قومیں — اپنے جغرافیائي موقعه کے لحاظ سے — استبدادي طرز حکومت هي پر برقرار رهیں - اسي طرح تمام وسیع ممالک' جن پر دشمنوں کے حملے هوتے رهے یا جن میں اندروني شورشیں زیاده برپا هوتي رهیں' اُن کي حکومتیں لازمي طور پر استبدادي رهي هیں - برخلاف اِن کے چهوٹے چهوٹے اور چهار طرف پهاڑوں سے محفوظ ملکوں کي حکومتیں جمهوري هوا کرتی هیں - چنانچه قدیم زمانے میں یونان اور موجوده زمانے میں سوئٹزر لینڈ اُن ممالک کي مثال هیں جو استبداد سے یک قلم نا آشنا هیں - لیکن قوم ترکمان — بدویت کي حالت میں — شخصي استبداد کي طرف مائل رهي هے -

(حکومتوں کي تشکیل میں صناعت کا دخل)

صناعت' اگرچه براه راست حکومتوں کي تکوین کا باعث نهیں هے' لیکن جنگ کے بعد وه بهي اُن کي تشکیل میں بڑا دخل رکهتي هے - کیونکه صناعت' دولتمندي کا اولین سبب هے اور اس لیے باشندوں میں فرق مراتب کا موجب هے -

ابتدائي انسان نے جوں هي آلات کو ترقي دي' مختلف قسم کي صنعتیں ظاهر هونے لگیں - صناعوں اور کاشتکاروں نے غیر معمولي محنت کے ذریعه اِتني پیداوار مهیا کرلي جو اُن کي ضرورت سے زیاده تهي - چنانچه اُس کي فروخت اور مبادله سے اُنهیں کافي دولت حاصل هوگئي - اِس دولت سے اُنهوں نے دوسروں سے زیاده رسوخ حاصل کرلیا اور اپنے لیے خاص خاص صنعتیں اور پیشے خاص کرلیے -

اِن مالداروں کو بهت جلد ضرورت محسوس هوئي که حریص و طماع غریبوں سے اپني دولت محفوظ رکهنے کي تدابیر اختیار کریں - چنانچه اُنهوں نے اِس مقصد کے لیے قانون و نظام بنائے - یا دوسرے لفظوں میں ملک کے لیے حکومت کي بنیاد رکهي اور اُسکي خاص شکل تجویز کي -

اِس قسم کي حکومتیں' جو صناعوں اور تاجروں کے هاتهوں ظاهر هوئیں' قدرتي طور پر اُن حکومتوں سے مختلف مزاج رکهتي تهیں' جنهیں جنگوں نے پیدا کیا تها - کیونکه اول الذکر میں کامل شخصي اقتدار قائم نهیں هو سکتا تها - صناعوں اور تاجروں کي جماعت کو بهي رسوخ حاصل تها - اِس قسم کي حکومتوں کي مثال قدیم زمانے میں وینس اور ولمنک کي حکومتیں تهیں - یه حکومتیں جنگي حکومتوں سے بهت سي باتوں میں مختلف هوتي هیں -

ايک قديم مرقع

خليفہ هارون الرشيد اور فرانسيسي سفارت

عرصہ هوا ' زمانۂ حال کے مشهور مصري مصنف جرجي زيدان موسس الهلال قاهرہ نے اپني سياحت يورپ کي ياد داشتيں شائع کرتے هوے لکها تها " سوربن يونيورسٹي ميں ايک قديم مرقع ميري نظر سے گزرا - اس ميں اُس فرانسيسي سفارت کا خليفہ هارون الرشيد کے دربار ميں ورود دکهلايا گيا هے جو شارليمين اول نے بغداد بهيجي تهي ' اور جس کے جواب ميں هارون الرشيد نے وہ عجيب و غريب گهڑي ارسال کي تهي جس کا تمام يورپ ميں عرصہ تک شہرہ رها "

جرجي زيدان نے اس مرقع کا عکس شائع کر ديا تها - اس مرقع ميں هارون الرشيد ايک بلند مسند پر جو تو بر تو گديلوں سے بنائي گئي هے ' بيٹها هے - سر پر هنود کي وضع کي قلنسوہ هے اور اس پر عمامہ بندها هے - [illegible] غلام عقب ميں کهڑے هيں ' اور فرانسيسي سفارت کے ارکان زمين بوس هو رهے هيں -

" مجهے اس مرقع سے بهت دلچسپي هوي ليکن اِسکي تاريخ قدامت کي کوئي تصريح نهيں کي گئي تهي - ميں نے خيال کيا ' بهت ممکن هے زمانۂ حال کے کسي مصور نے واقعۂ سفارت کے تخيل کو مرقع کي صورت ديدي هو ' يا کسي تاريخي کتاب کي تزئين کے ليے طيار کيا گيا هو - ميں چاهتا تها ' اس بارے ميں مزيد معلومات حاصل کيے جائيں - کيونکہ مجهے اپني ايک زير تحرير کتاب کے ليے اس طرح کے تمام م[illegible] کي ضرورت تهي -

گذشتہ سال ايک تقريب سے مجهے م[illegible]لا کہ موسيو بلوشر سے خط و کتابت کروں - يہ فرانس کے مشهور فارسي داں متسشرق هيں اور کچهہ عرصہ سے پيرس کے قومي کتب خانہ کے فارسي حصہ کي از سر نو تحقيقات کر رهے هيں - ميں نے اس مرقع کي نسبت ان سے دريافت کيا - ان کا جواب حسب ذيل تها :

" جس مرقع کا آپ نے ذکر کيا هے (يعنے سوربن يونيورسٹي کا) وہ اصل نهيں هے - اصلي مرقع کي نقل هے - اصلي مرقع اس کتب خانہ ميں (نيشنل لائبريري پيرس) ميں محفوظ هے - يہ مشکل هے کہ اس کي صحيح تاريخ معين کي جا سکے ' ليکن اس ميں کوئي شک نهيں کہ سولهويں صدي ميں يہ مرقع موجود تها - کيونکہ سنہ ۱۵۸۹ - ميں جب هينرخ Heinrich نے اپنا مجموعۂ تاريخ عرب نيپلز ميں شائع کيا هے ' تو اس ميں يہ مرقع بهي درج کيا گيا تها - مرقع کے نيچے يہ عبارت لکهي گئي تهي " بغداد کے خليفہ کے دربار ميں شارليمين کي سفارت — اِس مرقع کي نسبت خيال کيا جاتا هے کہ يہ شارليمين کے حکم سے طيار کيا گيا تها " مرقع کا جو نسخہ بطور اصل کے اسوقت محفوظ هے ' غالباً وہ بهي اصل نهيں هے - کسي دوسرے نسخہ کي نقل هے - کيونکہ اس ميں بعض خاص طرح کے رنگ استعمال کيے گئے هيں ' اور اُن رنگوں کا استعمال سولهويں صدي کے بعد شروع هوا هے — * * * * * * * * * سولهويں اور سترهويں صدي ميں يہ مرقع منجملہ اُن تصاوير کے تها ' جن سے فرانس کے شاهي قصر آراستہ کيے جاتے تهے - قصر توئلري کے ليے يہ مرقع ايوان استقلال کي اُن تصويروں کي قد و قامت کے مطابق طيار کيا گيا تها ' جو اسکي دهني اور بائيں ديواروں پر قدم آدم جتني ترتيب دي گئي تهيں - ميں اگرچہ يہ کہنے کے ليے کافي تاريخي تصريحات نهيں پاتا کہ يہ مرقع اصلي هے ' تاهم اس کي تاريخي قدر و قيمت سے انکار نهيں کيا جا سکتا - کم از کم يہ بات بالکل صاف هے کہ خود شارليمين کے عهد کا هو يا نہ هو ' ليکن سولهويں صدي سے پيشتر کا رائج و مشهور مرقع ضرور هے * * * ايک دوسرے واقعہ سے بهي اس مرقع کي تاريخي حيثيت کي تصديق هوتي هے - هارون الرشيد نے اس سفارت کے جواب ميں فرانسيسي سفيروں کے ساتهہ اپنے خاص سفراء بهي بهيجے تهے ' اور ان کے ذريعہ بيت المقدس کي طلائي کنجياں اور بهت سے قيمتي تحائف روانہ کيے تهے - انهي تحائف ميں وہ اپنے عهد کي عجيب و غريب گهڑي بهي تهي جس کا ذکر اُس عهد کے مورخ اے جي نارٹ Eginhart نے

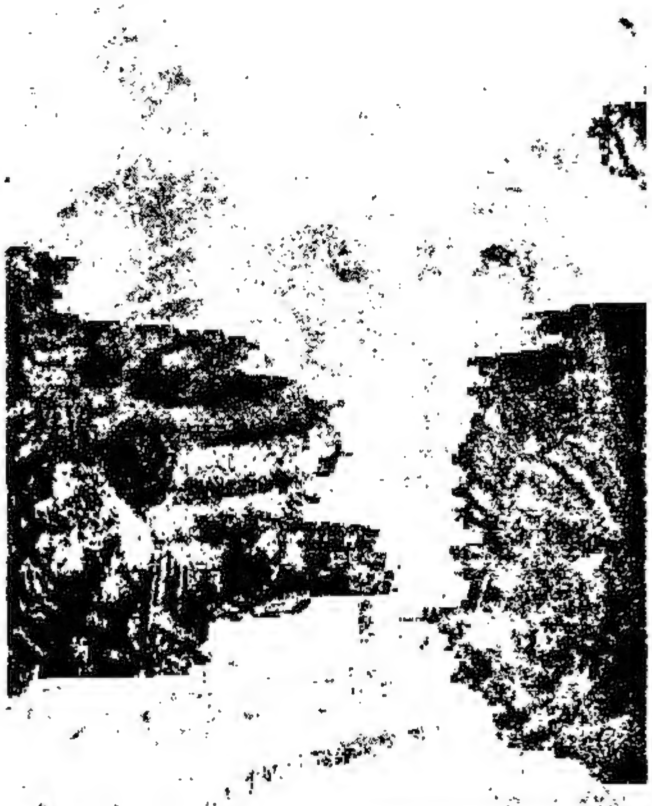

ضروری ہے کہ اُس میں بھی بعض افراد ' قوم کی مدافعت کی ذمہ داری لیں ' بعض عام مصالح انجام دیں ... اِس تقسیم عمل اور تعاون کی غایت یہ ہوتی ہے کہ مجموع یعنی جماعت ' قائم و محفوظ رہے - ہر عضو ' دوسرے اعضاء کے مقابلے میں بیک وقت ' واسطہ اور غایت ہوتا ہے - چنانچہ مثلاً کاشتکار حاکم کا خدمت گزار ہوتا ہے ' اور حاکم ' کاشتکار کا خادم ہوتا ہے - اِسی طرح جماعت کا ہر فرد ' دوسرے افراد کا معاون و مدد گار ہوجاتا ہے -

یہ اعمال اپنی مجموعی حیثیت سے دائرۂ حیات میں متعدد حلقوں کا حکم رکھتے ہیں - تمام اقوام اور قبائل ' انسانی مجموعہ میں ایسے ہی دائرے بناتے چلے جاتے ہیں -

(سلطنت میں نظام حیات)

اسپنسر نے کائنات حیہ کی بحث میں بتایا ہے کہ جسم حی میں تین بڑے نظام ' تین بڑے وظائف انجام دیتے ہیں :

نظام ہضمی ' مجموعہ عصبی ' نظام تنفس -

یہی حال سلطنت کا ہے - ایک فریق مجموع کے لیے اُس کی غذا مہیا کرتا ہے - دوسرا فریق سلطنت کا انتظام سنبھالتا ہے - تیسرا فریق — اور وہ درمیانی فریق ہے — زمین کی پیداوار تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے تاکہ باقی جماعت اُسے اپنے کام میں لائے -

یہ عمل ' جسم انسانی میں دوران خون کے نظام سے بہت مشابہ ہے - سلطنت میں زراعت ' حکومت ' تجارت ' تین اعضاء ہیں اور اُن اعضاء ثلاثہ کے قائم مقام ہیں جو حیاۃ حیوانی قائم رکھتے ہیں -

یہاں پر ایک سوال قابل لحاظ ہے - ہمیں اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے - " کیا سلطنت اِن اعضاء کے وجود کے بعد ہی موجود ہوجاتی ہے ؟ — گھڑی کا آلہ یا جہاز کا آلہ ' کائنات حیہ کے مشابہ ہے - چنانچہ وہ بھی دوسرے اجسام حیہ کی طرح مختلف اعضاء سے مرکب ہے - اِس کے اعضاء میں بھی تقسیم عمل ہے اور اپنے اعمال کی انجام دہی میں تعاون رکھتے ہیں - یہ آلات ' زندہ اجسام سے اِس قدر مشابہ ہیں کہ وحشی انسان اُنہیں سچ مچ زندہ وجود ہی سمجھہ لیتے ہیں - اگر یہی بات ہے تو پھر جاندار آلے اور بے جان آلے میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے ؟ "

اِس سوال کا جواب لابنتس نے یہ دیا ہے کہ " لکڑی یا لوہے کا مصنوعی آلہ ' فی نفسہ کوئی عضویت نہیں رکھتا - برخلاف اس کے ہر زندہ وجود عضویت اور مستقل زندگی رکھتا ہے - ہر عالم حی ' چھوٹے زندہ عوالم کا مجموعہ ہے "

ویرخوف اور کلوڈ برناڈ نے ثابت کیا ہے کہ ہر حیوان اپنے سے بہت زیادہ چھوٹے اور پست بے شمار حیوانات سے مرکب ہوتا ہے - ہمارے جسموں کے اندر بہت سی ذی روح کائنات موجود ہیں - اِن میں سے ہر ایک مستقل زندگی رکھتی ہے - اِن کائنات کی زندگی ہمارے ہی خون سے ہے - یہ کائنات ' مختلف قابلیتیں ' خواہشیں ' امراض ' اور حرکات رکھتی ہیں - اگر ہم کسی کیڑے کے دو ٹکڑے کردیں تو بھی اُس کا ہر ٹکڑا زندہ رہے گا - بلاشبہ ترقی یافتہ حیوانوں کی یہ حالت نہیں ہے - لیکن ان حیوانات کے بھی بعض اجزاء — مثلاً ناخن اور بال — جسم کی موت کے بعد زندہ رہتے ہیں - مرنے کے بعد انسان کے ناخن اور بالوں کا بڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اِن میں زندگی موجود رہتی ہے - اِسی طرح یہ بھی واقعہ ہے کہ کئی چوہوں کی دمیں اگر ایک چوہے کے جسم میں لگا دی جائیں ' تو اِن تمام دموں میں بھی زندگی پیدا ہو جائیگی -

مختارات

عورت کی طاقت

عورت ' ہیئت اجتماعیہ کی بنانے والی ہے - پوری ہیئت اجتماعیہ ' عورت کے قبضۂ اختیار میں ہے - سب کچھہ اُسی کی مدد سے اور اُسی کیلیے ہوتا ہے - عورت ' مرد کی سب سے بڑی مربی و معلم ہے - وہ عورت ہی ہے جو مرد کو اعلی اخلاق ' پسندیدہ آداب ' اور رقیق احساس سکھاتی ہے عورت بعض مردوں کو لطف معاشرت کی تعلیم دیتی اور سب کو سخت مزاجی سے باز رکھتی ہے - عورت ہی کے ذریعہ مرد کو معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی اجتماعی زندگی کیسے نازک اور پر پیچ عناصر و اجزاء سے مرکب ہے - عورت کے قریب ہونے ہی سے ہم محسوس کرتے ہیں کہ جذبات کا طوفان اور ایمان کا دھارا اِتنا زبردست ہے کہ اُسے روکا نہیں جا سکتا ' اور یہ ' کہ انسان اپنی عقل کے بل بوتے پر نہیں چل رہا ہے -

(اناتول فرانس)

علماء کی خوش مزاجی

عام طور پر مشہور ہے کہ علماء و فضلاء خشک مزاج ہوتے ہیں - شب و روز خشک مباحث میں غور و فکر کرنے کی وجہ سے خشک دماغ ہو جاتے ہیں - یہ چیز اِس قدر مشہور ہوئی کہ علم اور خوش مزاجی کو بڑی حد تک متضاد خیال کیا جانے لگا - بہت سے مدعیان علم مصنوعی خشک مزاجی کی عادت ڈال کر دنیا کو اپنی علمیت منوانے لگے - حالانکہ علم اور بشاشت میں ہرگز کوئی تضاد نہیں ہے - زیادہ سے زیادہ ہنس مکھہ آدمی بھی بڑے سے بڑا عالم ہوسکتا ہے - اِس کی سب سے زیادہ نمایاں مثال جاپان میں موجود ہے - یہاں کے علماء فن عموماً بڑے خوش مزاج ہوتے ہیں - حال میں مشہور جاپانی عالم ' ڈاکٹر " میورا " امریکا گیا تھا - وہاں کے لوگ اُس کی ہنسی اور خوش طبعی دیکھکر متعجب ہوئے -

بادشاہوں کو ھدیہ

بادشاہوں کے لیے ایک مصیبت ہدیے بھی ہیں جو اُنہیں بہت بڑی مقدار میں ہمیشہ پہنچتے رہتے ہیں ایڈورڈ ہفتم کے پاس سیکڑوں صندوق سیگرٹ ' نک ٹائی ' دستانوں ' جوتوں ' اور چھڑیوں سے لبریز بطور ہدیہ کے آیا کرتے تھے - وہ ہدیے بہت کم قبول کرتے اور اکثر واپس کردیا کرتے - تاہم بعض نادر چیزیں لے بھی لیتے تھے - چنانچہ ایک شخص نے امریکا سے پاؤ بھر وزن کا ایک آلو بھیجا تھا - اُسے بادشاہ نے قبول کرلیا - اِسی طرح ایک قدیم مصری شاہزادی کا ممی کیا ہوا ہاتھہ بھی منظور کرلیا تھا ' اور اُس سے میز پر کاغذ دبانے کا کام لیا کرتے تھے !

یہی حال سابق قیصر جرمنی کا تھا - ایک شخص نے افریقا کے سب سے بلند پہاڑ " کیلیما نگارو " کی چوٹی پر سے ایک پتھر کاٹ کر ہدیہ بھیجا تھا - اُسے قبول کر لیا - نیز ایک بڑھیا کا سو مارک کا نوٹ بھی منظور کرلیا تھا - اِس عورت نے دربان کے ہاتھہ شہنشاہ کو ایک لفافہ بھیجا جس میں اس بنک نوٹ کے علاوہ ایک خط تھا :

" کل میں نے آپ کو فوج کی قواعد ملاحظہ کرتے وقت سردی سے کانپتے دیکھا - یہ سو مارک کا نوٹ قبول کیجیے اور اِس سے اونی بنیائن خرید لیجیے "

ہوتا ، تو بہت ممکن تھا ، اصلاح و تجدید کی راہیں باز ہو جاتیں ۔ لیکن عبدالعزیز کے مجنونانہ استبداد نے جسکے ساتھہ شخصی حکمرانی کے تمام عیش پرستانہ عناصر فساد بھی جمع ہوگئے تھے ، اصلاح حال کے تمام دروازے مسدود کر دیے ۔ خزانہ بالکل خالی تھا ۔ یورپ سے قرضوں پر قرض لیے جا رہے تھے ۔ مالیات کے بہترین وسائل مکفول ہوگئے تھے ۔ روس نے پیٹرسبرگ سے سرائے دولمہ بغیچہ تک اپنی مخفی سازشوں کا جال بچھا دیا تھا ۔ روسی سفیر جنرل اگناتیف کا اقتدار روز بروز بڑھ رہا تھا ، اور سلطان اپنے تمام معاملات میں اسی کے مشوروں پر کار بند تھا ۔ سلطان کا تمام وقت محل کی عیش پرستیوں میں صرف ہوتا ۔ بسا اوقات ایک ایک مہینے تک وزراء حکومت کو بار یابی کا موقعہ نہیں ملتا ۔ شخصی حکومتوں کا قدرتی مزاج ہی شخصی انانیت اور مستبدانہ قہر و جبر رہتا ہے ۔ پھر اگر خصوصیت کے ساتھہ اسکا کوئی حکمران "مستبد" ہو جائے ، تو ظاہر ہے ، اسکا استبداد کس درجہ لا علاج اور بے پناہ ہوگا ؟ تمام ترک اہل قلم متفق ہیں کہ عبدالعزیز اپنے تمام پچھلے مستبد حکمرانوں سے بھی زیادہ مستبد تھا ۔ کوئی بات بھی اسے اسدرجہ طیش و غضب میں نہیں لاتی تھی جسقدر اس بات کا تصور ، کہ دنیا کی کوئی مخلوق اسے "مشورہ" دینا چاہتی ہے ، یا نصیحت کرنے کی جرأت رکھتی ہے ۔ ابتدا میں جو لوگ بھولے سے کوئی ایسی جرأت کر بیٹھے ، انہیں فوراً اسکی سزا بھگتنی پڑی ۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ کارخانۂ سلطنت روز بروز درہم برہم ہو رہا تھا اور آنے والے خطرے کے آثار قریب سے قریب تر ہونے لگے تھے یہ حالت جاری تھی ، مگر ہر طرف غفلت و اعراض کا سناٹا چھایا تھا ۔ کوئی صدا نہ تھی جو کلمۂ حق و اصلاح سے آشنا ہوتی !

لیکن غفلت و افساد کے اس سکوت میں بالآخر جنبش ہوئی ، اور دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دعوت الی الحق کی بے خوف صدا بلند ہوئی ۔ یہ مصطفی فاضل کی صدا تھی ۔ وہ صداے حق ، جسے نہ تو سلطان عبدالعزیز کی سطوت و جبروت روک سکی ، نہ امارت و وزارت کے مطامع مانع آسکے !

تاریخ میں یہ صداء اصلاح "لائحۂ اصلاحیہ" کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ دراصل ایک مکتوب ہے جو سلطان عبد العزیز کے نام لکھا گیا تھا ۔ مصطفی فاضل نے یہ مکتوب سنہ ۱۸۶۷ میں لکھا ، اور بذات خاص سلطان کے حوالہ کیا ۔ لوگوں کو جب اس جسارت کا حال معلوم ہوا تو شدت تحیر سے انگشت بدندان رہگئے ۔ دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں یہ بالکل ایک نئی قسم کی جسارت تھی ۔ ایسی جسارت جسکی مصطفی رشید ، فواد پاشا ، اور عالی پاشا جیسے مصلحین بھی جرأت نہیں کرسکتے تھے !

سلطان عبدالعزیز نے یہ لائحہ پڑھا ، اور وہی نتیجہ نکلا جو متوقع تھا ۔ مصطفی فاضل کو قسطنطنیہ سے ہجرت کرنی پڑی ۔ وہ پیرس آیا اور ایک مدت تک کیلیے یہاں مقیم ہوگیا ۔ مصطفی فاضل کے اسی قیام پیرس سے نوجوان ترک جماعت کی سب سے پہلی بنیاد پڑی ۔ قسطنطنیہ کے متعدد نوجوان بتدریج پیرس چلے آئے ، اور مصطفی فاضل کی امداد و سرپرستی میں متحدہ زندگی بسر کرنے لگے ۔ اس عہد کے وہ تمام اصلاح پسند افراد جنہوں نے نہ صرف دولۃ عثمانیہ کیلیے سیاسی انقلاب کی تخم ریزی کی ، بلکہ ترکی علم ادب و کتابت میں بھی دور جدید کی بنیاد ڈالی ، اسی عہد کی پیداوار ہیں ۔ نامق کمال بے ، ضیا پاشا ادیب ، سعد اللہ پاشا ، ابوالضیا توفیق ، وغیرہم کی نشو و نما اسی دور میں ہوئی ۔

مصطفی فاضل کو اس جسارت کا صلہ صرف مہاجرت ہی کی صورت میں نہیں ملا ، بلکہ اسکی تمام ترکی جائداد بھی ضبط کرلی گئی ۔ اگر فرانسیسی حکومت درمیان نہ پڑتی ، تو شاید مصری جائداد سے بھی محروم ہو جاتا ۔

مصطفی فاضل کا لائحہ ، تاریخ شرق جدید کا ایک اہم واقعہ ہے ۔ جس جرأت و صراحت کے ساتھہ وقت کے ایک مستبد سلطان کو مخاطب کیا گیا ہے ، اور استبداد و شخصیت کی جگہ آزادی و شوری کی دعوت دی گئی ہے ، اس کی کوئی دوسری نظیر اس عہد میں نہیں مل سکتی ۔ ہم چاہتے ہیں یہ پورا لائحہ اردو میں منتقل ہو جائے ، کیونکہ یہ تاریخ شرق جدید کی ایک قیمتی دستاویز ہے ۔

(مسئلہ اصلاح اور ایک اصل مہم)

یہ موقعہ تفصیل کا نہیں لیکن اشارہ نا گزیر ہے ۔ دولۃ عثمانیہ میں سلطان مصلح کے عہد سے لیکر سلطان عبد الحمید خان تک اصلاح و تجدید کی جس قدر حرکتیں ظہور میں آئیں ، وہ اگرچہ اس اعتبار سے قابل احترام ہیں کہ استبداد و فساد کے مقابلہ میں حریت و اصلاح کی طلبگار تھیں ، لیکن ساتھہ ہی یہ واقعہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انکی بنیاد میں یورپ کی عامیانہ تقلید و محاکات کے سوا کوئی مجتہدانہ بصیرت موجود نہ تھی ۔

صدیوں سے اسلام کی حقیقی دینی روح مفقود ہو چکی تھی ۔ اسلام کے حقیقی سرچشمۂ شرع و تعلیم کی جگہ طرح طرح کے انسانی ساخت کے نئے سر چشمے پھوٹ نکلے تھے ، اور اجتہاد و نظر کی جگہ تقلید و جمود کی بنیادیں استوار ہوگئی تھیں ۔ ضرورت تھی کہ ایسے اصحاب نظر و بصیرت پیدا ہوتے ، جو سب سے پہلے امت کے دینی مزاج کی درستگی کی کوشش کرتے جس کے بغیر حکومتوں کا حاکمانہ مزاج بھی درست نہیں ہو سکتا تھا ۔ اس اصلاح کے بعد یورپ کے علمی و صناعی فوائد کے اخذ و اختیار کی راہ خود بخود کھل جاتی ۔ البتہ بصیرت و اعتبار کے ساتھہ کھلتی ۔ تقلید و کورچشمی کے ساتھہ نہ کھلتی ۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا ۔ دولۃ عثمانیہ میں ایسے علماء نا پید تھے اور ہمیشہ نا پید رہے جو صاحب نظر و بصیرت ہوں ۔ امراء و حکام جہل و اوہام کی تاریکی میں گم تھے ۔ اتفاقات نے چند شخصیتیں پیدا کر دیں جنہیں یورپ کے علوم و لغات سے آشنا ہونے کا موقعہ مل گیا ۔ یہ اپنی کسی بصیرت و روشنی کی بنا پر نہیں بلکہ محض تقلید کی راہ سے استبداد و جہل کی مضرتوں پر مطلع ہوے ، اور اصلاح و انقلاب کی سعی شروع کردی ۔ سعی صحیح تھی ، بروقت تھی ، لیکن ساعی بصیرت و نظر سے محروم تھے ۔ مرض کا احساس غلط نہ تھا ، لیکن نہ تو تشخیص کامل تھی ، نہ علاج ہی صحیح تھا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس راہ میں جس قدر قدم بھی اٹھے ، وہ اگرچہ اکثر حالتوں میں اصلاً غلط نہ تھے ، لیکن مجتہدانہ بصیرت و نظر کے فقدان سے کوئی صحیح انقلاب صورت حال میں پیدا نہ کر سکے ، اور شرح اس اجمال کی بہت طولانی ہے ۔

بہر حال بحث و نظر کا یہ مقام دوسرا ہے ۔ اس کے فہم و ذوق کے لیے دوسری قسم کی صحبتیں مطلوب ہیں ۔ یہاں جو حقیقت قلم بند کرنی ہے یہ ہے ، کہ گذشتہ صدی کے مشرقی مصلحین کی تاریخ میں مصطفی فاضل پاشا کو اصلاح و انقلاب ترکیہ کے بانی و داعی ہونے کا شرف حاصل ہے ، اور اسکا یادگار کارنامہ "لائحۂ اصلاحیہ" ہے :

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

مصطفی فاضل پاشا

اور لائحۂ اصلاحیہ

(اعلان حق اور امر بالمعروف کا ایک شاندار کارنامہ)

انیسویں صدي کے وسط میں دولة عثمانیه کي سیاسي و اجتماعي اصلاحات کي جو حرکت شروع هوئي تهي ' عام طور پر اسکي ابتدائي تخم ریزي مرحوم مدحت پاشا کي طرف منسوب کي گئي ہے - لیکن واقعه یه ہے که مدحت پاشا اس روح تجدید کا داعي اول نه تها - اسے منظم و وسیع کرنے والا تها - ترکي اصلاح و تجدید کي اصلي تاریخ مصطفی فاضل پاشا سے شروع هوتي ہے - في الحقیقت نوجوان ترکوں کي اجتماعي حرکت کا حقیقي موسس وهي تها -

(اصلاح کي ابتدائي فضا)

عثماني دارالخلافة میں جس شخص نے یورپ کے تمدني انقلاب کا چلے پہل مطالعه کیا ' وہ مصطفی رشید پاشا تها - امراء دولة میں یهي پہلا شخص ہے جسنے یورپ کي زبانوں سے واقفیت حاصل کي - اسکي نشوونما سلطان محمود مصلح کے عهد میں هوئي تهي - سنه ۱۸۳۹ع میں جب سلطان موصوف کا انتقال هوا اور سلطان عبدالمجید تخت نشین هوا ' تو یه لندن میں عثماني سفیر تها - سلطان عبدالمجید نے اس منصب سے ترقي دي اور وزارت خارجیه پر مامور کردیا - یه اسي شخص کي سعي کا نتیجه تها که اسي سال کے ۱۰ جون میں دولة عثمانیه کي تنظیم و اصلاح کا وہ تاریخي فرمان صادر هوا جو " خط گل خانه " کے نام سے مشهور ہے - اسکا نام " گل خانه " اسلیے هوا که سراے " توب قپو " کے چمنستان (گل خانه) میں اس کا اعلان هوا تها - اس اعلان میں دولة کے قانوني اور منظم هونے کا یقین دلایا گیا تها - نیز مسلم اور ذمي کے حقوق کے مساوي هونے ' اور هر طرح کے غیر قانوني امتیازات کے منسوخ کر دینے کا اعلان تها -

مصطفی رشید پاشا نے اپنے عهد وزارت میں تعلیمي و معاشرتي اصلاحات کي جو روح پیدا کی تهي ' اس کا نتیجه یه تها که ایک قلیل جماعت نئے تعلیم یافته افراد کي پیدا هوگئي - ان میں سب سے زیادہ نامور شخص دو هوے : عالي پاشا اور فواد پاشا - دونوں نے صدارت و نظارت کے مناصب تک ترقي کي ' اور اپنے عهد کے مشاهیر مدبرین میں شمار کیے گئے - سلطان عبدالمجید کے عهد کے تمام اجراآت اصلاحیه کي باعث و کارفرما شخصیتیں یهي تهیں - معاهدۂ پیریس (۳۰ - مارچ سنه ۱۸۴۶) میں دولة عثمانیه کو جو کامیابي هوئي ' اور انگلستان ' فرانس ' اور اتلي نے روس کے برخلاف ساتهه دیا ' وہ بہت کچهه انهي دونوں کي مساعي کا نتیجه تها - معاهدۂ پیرس کے بعد هي تاریخ اصلاح عثماني کا دوسرا فرمان شائع هوا تها جو " خط شریف " کے نام سے پکارا جاتا ہے - اس میں " خط گل خانه " کي مزید تائید کي گئي تهي ' اور تمام رعایا کي آزادي حقوق کے احترام کا یقین دلایا گیا تها - یه بهي تمام تر فواد اور عالي هي کي مساعي کا نتیجه تها -

(مصطفی فاضل)

مصطفی رشید ' فواد ' اور عالي پاشا نے اصلاح و تغیر کیلیے فضا پیدا کردي ' مگر جماعت پیدا کرنے کا کام بعد کو هونے والا تها - یه مصطفی فاضل پاشا کي شخصیت تهي ' جس نے اس نئي فضا کو نشوونما دي ' اور " نوجوان " ترکوں کي جمعیت کا اولین سنگ بنیاد رکهدیا - مدحت پاشا بعد کو آیا تا که اپنے عظیم اعمال اور عظیم قرباني سے اس سنگ بنیاد پر ایک نئي عمارت چن دے !

مصطفی فاضل پاشا محمد علي باني خاندان خدیویۂ مصر کا پوتا اور ابراهیم پاشا فاتح حجاز و شام کا بیٹا تها - سنه ۱۸۳۰ع میں پیدا هوا اور مصر میں تعلیم و تربیت حاصل کي - مصر میں محمد علي کے زمانے سے مغربي علوم و السنه کي اهمیت کا احساس عام هو چلا تها ' اور خاندان خدیوي کے تمام افراد فرانسیسي زبان کي تعلیم حاصل کرنے لگے تهے - مصطفی فاضل کو بهي اسکا موقعه ملا - اس طرح مغربي علوم و تمدن کے فهم و مطالعه کا دروازہ اس پر کهل گیا - ابهي سلطان عبدالمجید هي کا زمانه تها که وہ قسطنطنیه آیا ' اور چند سالوں کے بعد جب سلطان عبدالعزیز تخت نشین هوا ' تو نظارت معارف (تعلیم) کا ناظر مقرر هوگیا - پهر کچهه دنوں کے بعد جب مالیات کي وزارت کي جگه خالي هوئي ' تو حکومت کي نظر انتخاب اسي پر پڑي -

(لائحه اصلاحیه)

یه وہ وقت تها ' جبکه دولة عثمانیه کي زوال پذیر هستي کي حفاظت کیلیے اصلاح و علاج کي آخري مهلت درپیش تهي ' اور قریب تها که همیشه کیلیے اسکي شش صد ساله عظمت و جلال کي دیواریں سرنگوں هوجائیں - سلطان محمود مصلح نے نئي اصلاحات کي بنیاد رکهي - سلطان عبدالمجید نے اسے بلند کرنا چاها - اگر سلطان عبدالعزیز کا وجود بهي اس سلسلۂ اصلاح کي تیسري کڑي

کیا ہے - اس عرب سفارت کے ورود و استقبال کا ایک ایسا هي مرقع فرانس میں موجود ہے جیسا یه زیر بحث مرقع ہے - اس مرقع میں شارلیمین کو اس کے دربار میں دکهایا گیا ہے اور عرب سفیر اس حالت میں نمایاں هیں که اپنے تحائف پیش کررہے هیں - اس سے صاف طور پر یه بات واضح هو جاتي ہے که واقعۂ سفارت کے دونوں درباروں کي تصویریں به یک وقت طیار کي گئي تهیں - اور عجب نهیں خود شارلیمین کے حکم سے طیار کي گئي هوں - یه دوسرا مرقع پیرس کي مشهور عمارت پنتهیوں Pantheon کي دیواروں پر اس وقت تک موجود ہے - یہاں شارلیمین کے عهد کے مختلف مرقع دکهائے گئے هیں ' من جمله ان کے عربي سفارت کا استقبال بهي ہے "

اس مرقع کي نقل هدیۂ قارئین ہے -

بلاشبه ' مضبوط اخلاق هي اِس وجود میں تنها ایک قوت نهیں هے - کیونکه یهاں جرائم کي بهي جرار فوجیں کهڑي هیں ' اور گناهوں کے تخت بهي بچهے هیں - لیکن یه یقیني هے که مضبوط اُخلاق ' ایک مستحکم و راسخ بنیاد ضرور هے - اُس کے بغیر کوئي سلطنت قائم نهیں هوسکتي - جب وه کسي قوم کا ساتهه چهوڑ دیتا هے ' تو اُس قوم کي اجتماعي عمارت بهي گر پڑتي هے - اُس کا یه خاصه عجیب هے که جوں جوں اُس کي فتوحات میں وسعت هوتي هے ' اُس کا دائره بهي وسیع و عظیم هوتا جاتا هے - برخلاف دوسري قوموں کے جو امتداد زمانه سے کمزور هو جاتیں اور کامیابي کے بعد فنا هونے لگتي هیں -

اعلیٰ حضرت کي عظمت اور وطن کي عزت کے تمام خیر خواه ' انتهائي رنج و ملال سے دیکهه رهے هیں که قوم کي شهامت ' زائل هو رهي هے اور اُسکي شرافت و خودداري ختم هوتي جاتي هے - یه اعلي صفات ' قوم میں کیونکر باقي ره سکتي هیں ' اگرچه کتني هي راسخ هوں ' جبکه مسیحي رعایا کے ساتهه مسلمان بهي گونا گوں ذلتوں کا نشانه بنے هوئے هیں اور هر قسم کي دنائت کے گهونٹ اُنهیں زبردستي پلائے جارهے هیں ؟ مسلمان اور عیسائي ' حضور والا کي تمام رعایا ' حکام کے ظلم و جور سے چیخ رهي هے - یه حکام وه هیں جو حضور کے برائے نام فرمانبردار هیں - اعلي حضرت کو کیا معلوم که وه شاهي احکام قوم میں جاري کرتے هیں یا اپني هوا و هوس سے کام لیتے هیں !

آپ کي سلطنت ' عام رائے سے خالي هے - نتیجه یه هے که آپ کے عمال ' رعایا کے سامنے جواب ده نهیں هیں - اِس کے معنے یه هیں که خود حضور کے عرش معلیٰ کے رو برو بهي ذمه دار اور جواب ده نهیں هیں ' کیونکه کوئي شخص بهي اُن کي شکایت عتبات عالیه تک پهنچانے کي قدرت نهیں رکهتا ' اور چونکه اُن کے جرائم ذات شاهانه کے علم میں نهیں آسکتے ' اِس لیے اُن سے باز پرس بهي نهیں هوسکتي - لهذا وه بالکل نڈر هوگئے هیں - رعیت پر دست درازي میں بے باک هیں - هر قسم کي برائیاں کهلے بندهوں کر رهے هیں - باشندے دو گروهوں پر منقسم هوگئے هیں : ظالم حاکم ' کوئي نهیں جو اُن کا هاتهه پکڑے - مظلوم رعایا ' کوئي نهیں جو اُس پر ترس کهائے - حاکم ' جس کا دعویٰ هے که اُس کي قوت ' خود سلطان کي قوت هے ' لهذا بے روک اور بے قید هے - وه اِس قوت کي گهمنڈ میں جمله معائب و نقائص سے آلوده هوتا هے - محکوم ' جس کا کام یه ره گیا هے که ذلت کے تاریک غار میں برابر گرتا چلا جائے - حکام ' جنهوں نے رعایا کے لبوں پر قفل چڑها دیے هیں - اگر کبهي کسي کے منه سے فریاد کي چیخ بلند هوجاتي هے تو یه حکام اُسے بغاوت قرار دے دیتے هیں - لهذا تمام رعایا ' نا امیدي میں پڑ گئي هے - بے حساب ظلم و جور کے نیچے دبي هے ' مگر خوف سے چپ هے - ظلم کے هاتهه اُس کا گلا دابے هوئے هیں ' اور اعلي حضرت سے مخفي نهیں که ظلم دلوں میں فساد پیدا کر دیتا اور عقلوں میں فتور ڈال دیتا هے -

ترکوں کي رگوں میں پاک اور بے میل خون موج زن هے - یقیناً هم وطن سے بے حد محبت کرتے هیں - حب الوّطني ' هماري همتیں بلند کرتي هے ' بڑي سے بڑي قربانیاں بهي هم پر آسان کردیتي هے - هم بهادر سپاهي هیں ' موت سے نهیں ڈرتے - هم میں وقار هے اور همارے اسلاف سے همیں میراث میں ملا هے - همارا امتیازي وصف ' صمیم اخلاص هے - یهي اخلاص همیں آماده کرتا هے که مسرّات کو جمله محاسن پر ترجیح دیں - لیکن کیا یه صفات حمیده هم میں زیاده مدت تک باقي رهینگي ؟ کیا هم خیر و شر کے اِس تصادم کا همیشه یونهي مقابله کرتے رهینگے ؟

میرے آقا ! جس دن یه اخلاق هم سے رخصت هوجائینگے ' اُسي دن هماري موت بهي نازل هوجائیگي - هم کسي کو بهي اپنا حامي و مددگار نه پائینگے -

کاش هماري مصیبت ' صرف همارے معنوي انحطاط هي پر ختم هو جاتي اور اِس جهل عمیم اور فساد عظیم تک نه پهنچتي جو همارے تمام عقلي قویٰ تباه کر رها هے -

میرے آقا ! جب همارے اسلاف یورپ میں اُترے ' تو اُن کے پاس علم کي کوئي روشني بهي نه تهي - لیکن وه ذوق سلیم رکهتے تهے - یه ذوق اُن میں قوت و جرأت پیدا کرتا تها ' جیسا که تمام پاک اور بلند نفسوں کا خاصه هے - وه علم نهیں رکهتے تهے ' مگر عقل کے مالک تهے - وه عقل جو حرکت پسند کرتي ' جمود سے نفرت کرتي ' اور رذالت سے کراهت رکهتي هے - وه اُن لوگوں سے بالکل مختلف تهے جو همارے هراول دیکهتے هي بهاگ کهڑے هوئے تهے - وائے افسوس ! عقلیں ' اُس حکومت کے زیر سایه مفلوج هوجاتي هیں ' جس میں انفرادي همت کے لیے کوئي گنجائش نهیں هوتي !

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ترک سب سے زیاده استبداد سے متأثر هوئے هیں - کیونکه یه استبداد اُن کي فطري استقامت نفس اور خود داري سے میل نهیں کهاتا - هم ترکوں میں وه شرمناک قابلیت ذرا بهي موجود نهیں جو بیزنطیني عیاشوں میں تهي - اُن کي حالت یه تهي که عقل و فطنت رکهتے تهے مگر نه ذلت سے گریز کرتے تهے نه مطلق العنان حکومت سے نفرت رکهتے تهے - هم بالکل ساده دل پیدا هوئے تهے - همارے خیالات کي سادگي پر دنیا کو حیرت تهي - لیکن جب همارے خیالات هم سے چهین لیے گئے تو هم مخبوط الحواس هوگئے - عقل کي نعمت سے محروم هوگئے - اگر یهي حالت جاري رهي تو ایک دن آئیگا جب هم میں حکمراني کي صلاحیت باقي نه رهے گي - کوئي ایک آدمي بهي ایسا نه ملیگا جو انتظام سنبهال سکے -

حضور والا ! هم اب ایک ایسے زمانے میں هیں جس میں عزت اُسي کو مل سکتي هے ' جس کي عقل بڑي اور علم زیاده هو - یهي باعث هے که تمام یورپ میں علم کا غلغله بلند هے اور تمام قوتیں اُس پر صرف هو رهي هیں - کوئي حکومت بهي اِس کے فکر و اهتمام سے خالي نهیں هے - سوئٹزر لینڈ میں ایک آدمي بهي اَن پڑه دکهائي نهیں دیتا - انگلستان میں (جس پر مٹهي بهر امرا حکومت کرتے تهے مگر اب اپنے امتیازات سے دست بردار هوتے جاتے هیں) ۴۵ - برس سے اشاعت تعلیم کي عظیم الشان کوششیں هو رهي هیں - مجهے یقین هے که پروشیا نے آسٹریا پر صرف اِس سبب سے فتح پائي هے که وه مغلوب سے علم میں زیاده تهي - کیا همارے لیے روا هے که اپنے عقلي انحطاط پر قائم رهیں ' حالانکه همارے گرد یورپ ' عقلي ارتقاء کے لیے اَن تهک کوششیں کر رها هے ؟

میں اِس خیال سے پناه مانگتا هوں که اعلیٰ حضرت اشاعت تعلیم کے لیے صرف مدارس کي کثرت کافي تصور فرمائیں - وه محل کس کام کے جنهیں مکین نه ملیں ؟ اُن مدارس سے کیا فائده جن میں نسل و خواري کي اولاد تربیت پائے ؟

(مصطفیٰ فاضل کا لائحہ)

اعلیٰ حضرت !

کلمۂ حق بادشاہوں اور حکمرانوں تک پہنچنا، بہت مشکل ہے - درباری اس پر پردہ ڈالتے اور اسے چھپاتے ہیں - بادشاہ فرمانروائی کے نشہ میں مخمور اور سلطنت کی لذتوں میں غرق، راہ صواب سے غافل ہوجاتے ہیں -

وہ خیال کرتے ہیں کہ قومیں اپنے ہی کرتوت سے پریشانی میں پڑتی ہیں - اور اپنی ہی غفلت سے پستی میں گرتی ہیں - سلطنتیں، جب برباد ہوتی ہیں، تو قضاء و قدر کے بے روک ہاتھوں ہی سے برباد ہوتی ہیں -

واقعات کو رو در رو دیکھنے اور اوہام کو اوہام سمجھنے کے لیے انسان کو بڑے ہی اخلاص اور بڑی ہی جرأت کی ضرورت ہے - بادشاہ تک بے کم و کاست حقیقت پہنچانے کے لیے اور بھی زیادہ اخلاص و جرأت کی ضرورت ہے -

میرے آقا ! یہ اخلاص کبھی میرے دل سے جدا نہیں ہوا - خود اعلیٰ حضرت سلطان اس کے شاہد ہیں - وہ لوگ بھی اس سے ناواقف نہیں جو میری جلا وطنی کا سبب ہوے ہیں - بلاشبہ زمانے نے مجھے موقعہ نہیں دیا کہ وحشی قانونوں سے اعلیٰ حضرت کی ذات شاہانہ سے اپنی عقیدت ثابت کرتا اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود — اگر یہ نہ کہوں کہ اس کے احیا — کے ارادے پورے کرسکتا - لیکن میں پہلا آدمی ہوں جس نے اعلیٰ حضرت کے سامنے شاہی حکومت کے عیوب بے پردہ کرنے اور وطن عزیز کے مصائب پیش کرنے کی جرأت کی ہے - یہ اس لیے کہ میرا دماغ اعلیٰ حضرت اور سلطنت عثمانیہ کی خدمت کے لیے سراسر وقف ہے - مجھے اعلیٰ حضرت کے عرش سے جو عقیدت و وابستگی ہے، اور وطن محبوب سے جو محبت و وارفتگی ہے، اسی نے مجھ میں یہ قوت پیدا کردی ہے کہ بے خوف و خطر ان مصائب و آلام پر نظر ڈالوں جو ہمیں رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں پیش آرہے ہیں - حضور کے اخلاق عالیہ پر میرا یقین مجھے ہمت دلاتا ہے کہ ان مصائب کی تشریح کروں - کوئی ایک بھی مخفی نہ رکھوں - سب کو صاف صاف ظاہر کردوں - پھر وہ علاج عرض کروں جو ہمیں شفا بخش سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے استعمال سے پہلے وقت نکل نہ جائے -

میرے آقا ! آپ کی مسیحی رعایا کی جانب سے جس سرکشی کا برابر اظہار ہوتا رہتا ہے، وہ یقیناً، ہمارے اجنبی دشمنوں کی شرارت کا نتیجہ ہے - لیکن وہ اس امر کی بھی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت کی حکومت کا برتاؤ اپنی تمام رعایا کے ساتھ کوئی عمدہ برتاؤ نہیں ہے - اس برتاؤ میں اگر حکومت پہلے معذور تھی تو یقیناً اب اسے برقرار رکھنے میں اس کے لیے کوئی عذر نہیں ہوسکتا - کیونکہ اس مسلک کا ثمرہ، ظلم کے سوا کچھ نہیں ہے - جہل، اس سے پھیلتا ہے، فقر و فاقہ اور شر و فساد کی اس سے پیدائش ہوتی ہے -

یورپ خیال کرتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں صرف مسیحی رعایا ہی ظلم و تذلیل کے لیے منتخب کرلی گئی ہے حالانکہ یہ سخت غلطی ہے - مسلمان، جن کی حمایت پر کوئی یورپین سلطنت نہیں، مسیحیوں سے زیادہ ظلم اٹھا رہے ہیں - ان کے مصائب و آلام کہیں زیادہ ہیں - وہ بیشک محض اس لیے صبر کیے بیٹھے ہیں کہ قضاء و قدر پر ان کا پختہ ایمان ہے - صبر و سکون کے عادی ہیں - نفس بلند رکھتے ہیں - ان کی یہ صفات، یورپین تخیل سے بہت بلند ہیں - اس لیے یورپ والے انہیں سمجھ نہیں سکتے - پھر یہ مسلمان، ان شریف اور اولو العزم اسلاف کی نسل ہیں جو فرمانروائی کے تخت پر جلوہ گر ہوچکے ہیں - سلطنت سے انکا اخلاص، قرآن پر ان کے ایمان سے مل کر ایسا راسخ ہوگیا ہے کہ ابتک اس میں تزلزل پیدا نہیں ہوا - لیکن اعلیٰ حضرت اپنے مخلص ترین خادم کو یہ عرض کرنے کی اجازت دیں کہ اب مسلمانوں کا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا ہے - مصیبت آخری حد تک پہنچ چکی ہے - آلام نے ان کا جسم کھا ڈالا ہے - اپنا غم و غصہ چھپانے کی اب ان میں قدرت باقی نہیں رہی - یقیناً حضور والا کے خاندان اور قوم کے لیے یہ سخت خطرہ ہے کہ رعایا، یاس و نا امیدی کا شکار ہوجائے -

مخلوق پر ظلم بہت سخت ہوگیا ہے - آپ یقیناً اس سے متنفر ہیں، اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کی امت کے عظماء و اکابر بھی اس سے بیزار ہیں - لیکن وہ مجموعی حکومت کا ایک لازمی نتیجہ ہے - حتیٰ کہ خود اعلیٰ حضرت بھی، جنکی قوت معلوم اور سطوت مشہور ہے، شاید اسے روکنے کی قدرت نہیں رکھتے - کیونکہ اس کی خبر سمع مبارک تک پہنچتی ہی نہیں - حالانکہ وہ اس امت کی مردانگی تباہ کر رہا ہے - اس کی شخصیت گرا رہا ہے، اس کے فضائل برباد کر رہا ہے -

میرے آقا ! آپ کی رعایا میں ایسے مخلص افراد موجود ہیں جن کے دل یہ دیکھکر حسرت سے پگھلے جاتے ہیں کہ یہ امت — جو ہماری عزت و فخر ہے — کس طرح نسل کی کمی اور ہجرت کی زیادتی کی وجہ سے کمزور و کم تعداد ہوتی چلی جا رہی ہے - لیکن میں اس سے خائف نہیں ہوں - ممکن ہے اس میں ہمارے فوجی نظام کو بھی کچھ دخل ہو - لیکن جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اور جسے روز بروز قریب آتے دیکھتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہم مغلوب قوموں کے مشابہ ہوتے جاتے ہیں - روز بروز ہماری معنویت کمزور ہو رہی ہے اور یہ مرض قوم کے تمام طبقوں میں عام ہوتا جاتا ہے -

میرے آقا ! ہمارے اسلاف نے چار صدی پہلے مشرق کی رومن شہنشاہت تہ و بالا کر ڈالی، عروس البلاد اور ملکۂ جہاں، قسطنطنیہ میں اپنے قدم گاڑ دیے، اور وہ فتح عظیم حاصل کی جو تاریخ میں ایک عظیم ترین کارنامہ شمار کی جاتی ہے - لیکن اس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا تھا ؟ صرف دین کا اعتقاد اور جنگ میں شجاعت ہی نہ تھی - ان کی وہ اولو العزمی اور بہادری، درحقیقت، ان کی معنویت ہی کا ایک جلوہ تھا - وہ اپنے سرداروں کی اطاعت، خوش دلی سے کرتے تھے، نہ کہ خوف اور مجبوری سے - یہی وجہ تھی کہ ذلت ان پر قابو نہ پاسکی - عقل پر اندھی تابعداری غالب نہ آسکی - انکی خود داری برابر باقی رہی - استقلال ذاتی نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا - اطاعت نظام (ڈسپلن) کی روح، عزت نفس کی روح سے مل گئی تھی - دونوں روحیں، مضبوط اخلاق کی بنیادوں پر قائم تھیں - فضیلت نے انمیں گھر کرلیا تھا - اس لیے انہوں نے وہ عظیم سلطنت الٹ ڈالی جسے استبداد کی ذلتیں گھن کی طرح لگ گئی تھیں، اور ظلم و جور نے اس کی تمام جڑیں ہلا ڈالی تھیں -

ملين ڈالر بھي جمع كر سكوں گا - اُس وقت ميرے پيش نظر صرف يه خيال تها كه كسي طرح دنيا كا ايک كامياب آدمي بن جاؤں -

ميرے پيش نظر كاميابي كيا تهي؟ اُس كا معيار كيا تها؟ ميں بتا نہيں سكتا - كيونكه كوئي مفصل خيال ذهن ميں موجود نه تها - كاميابي كا محض ايک مبہم سا تصور تها - ميں نے يہي تصور اپنا مطمع نظر قرار دے ليا اور كوشش شروع كردي - مجھے خود تعجب هوا كه تهوڑي هي مدت بعد دولت اپنے آپ جمع هونے لگي تهي اور ابتک جمع هوتي چلي جاتي هے !

مجھے آج تک اپني غربت اور تنگ دستي ياد هے - ميں بہت كم عمر تها - طرح طرح كے ولولے اور امنگيں دل كو گدگداتي تهيں ' مگر ميں اپني كوئي خواهش بھي پوري نہيں كر سكتا تها - مجھے پيٹ بھر كر روٹي بھي نہيں ملتي تهي - ميں دربدر كام تلاش كرتا پھرتا ' اور كہيں بھي كام نہيں ملتا - سخت جد وجہد كے بعد بالاخر ايک كام ملا - ايک بحري حوض ميں نوكري مل گئي - هفته وار سوله شلنگ تنخواه مقرر هوگئي - ميں بہت خوش هوا - مگر فوراً هي ميري خوشي رنج سے بدل گئي - كيونكه اِس كمپني كے منيجر مسٹر گوبس نے مجھے بلا كر نہايت خشكي سے كہا " يه تنخواه تمہيں ملے گي ' اگرچه تم اِس كے كسي طرح بھي اهل نہيں هو !"

ميں نے كوئي جواب نہيں ديا - ميرے دل ميں سخت غم و غصه تها - ميں نے عزم كرليا كه كچھه هي هو جائے ' ميں اپني حالت ضرور درست كركے چھوڑونگا - چنانچه ميں نے كوشش شروع كردي ' اور چند هي سال بعد يہي مسٹر گوبس مجبور هوئے كه مجھے اپني عظيم كمپني كا شريک بنا ليں !

مجھه سے لوگ پوچھا كرتے هيں " آدمي كروڑ پتي كيسے بن جاسكتا هے؟ " ميرا جواب هميشه يه هوتا هے كه دولت جمع كرنے كا كوئي خاص قاعده نہيں هے - اِس كا مدار صرف دو باتوں پر هے : ذهانت اور قسمت - اگر انسان كو اِن دونوں ميں سے كافي حصه ملا هے ' تو بلا شبه وه بہت زياده دولت جمع كرلے سكتا هے -

بہت سے معمولي ذهانت كے لوگ هميشه " زمانه " كو ملامت كيا كرتے هيں كه اُن كا ساتهه نہيں ديتا - وه كہتے هيں " اگر هميں ايک موقعه بھي ميسر آجائے تو هم فوراً دولتمند بن جائيں " ليكن يه اُن كي غلطي هے - قصور زمانے كا نہيں خود اُن كا هے - اُن كي ذهانت و قابليت كا هے - اعلى ذهانت كے لوگ هاتهه پر هاتهه ركهه كر موقعه كا انتظار نہيں كيا كرتے - وه خود موقعه پيدا كرتے هيں اور اُس سے فائده اُٹھاتے هيں -

ميں نوجوانوں كو هميشه نصيحت كرتا رهتا هوں كه اپني تمام قوتيں اور كوششيں ايک هي طرف متوجه ركهيں - كيونكه بغير اِس كے دولت حاصل نہيں هو سكتي - مختلف كام شروع كركے كوششيں پراگنده كر دينے سے اكثر ناكامي كي مصيبت پيش آجايا كرتي هے - هميشه ايک مركز بنانا چاهيے ' اور اُسي پر تمام قوتيں صرف كرديني چاهيئيں - بلا شبه ميں بھي اُن لوگوں ميں هوں جو بيک وقت بہت سي تجارتيں پھيلائے هوئے هيں - ليكن يه ميں نے اب كيا هے جبكه ايک بڑے سرمايه كا مالک بن چكا هوں - شروع شروع ميں نے كبھي يه جرأت نہيں كي كه بہت سے كام لے كر بيٹھه جاؤں -

محنت اور چستي كو بھي كاميابي ميں بہت بڑا دخل هے - شروع ميں ميرا دستور يه تها كه صبح سات بجے سے اپنے كام پر پہنچ جاتا تها اور گيارہ بجے رات سے پہلے واپس نہيں آتا تها - ميں جانتا هوں كه آج كل كے نوجوان اِتني محنت نہيں كرسكينگے - ليكن اگر وه اُتني محنت بھي كريں ' جتني وه آساني سے كرسكتے هيں ' تو كوئي وجه نہيں كه كامياب نه هو جائيں -

ميرے خيال ميں منضبط محنت سے زياده لذيذ كوئي چيز بھي نہيں هے - ميں دنيا كے ايک بہترين جہاز كا مالک هوں - بہترين بادباني كشتي بھي ميرے پاس هے - ميں نے شكار بھي بہت كھيلا هے - عيش و آرام كے جمله سامانوں سے بھي متمتع هوا هوں - مگر ميں سچ كہتا هوں - مجھے كسي بات ميں بھي اُتني لذت حاصل نہيں هوئي ' جتني اپني روز كي محنت ميں حاصل هوتي هے - ميں سمجھتا هوں ' ميري كاميابي كا سب سے بڑا راز ميري اِسي محنت ميں هے -

بريد شرق

مكتوب قسطنطنيه

(الهلال كے مقاله نگار مقيم قسطنطنيه كے قلم سے)

غازي مصطفى كمال پاشا كا پيغام - مجلس وطني كا انتخاب - وزراء آستانه ميں - غازي كے خلاف سازش -

(غازي مصطفى كمال كا پيغام)

مجلس وطني كے انتخاب كے سلسله ميں غازي مصطفى كمال پاشا نے تركي قوم كے نام ايک پيغام شايع كيا هے - يه تحرير خود موصوف نے اپنے قلم سے لكھي هے - اس ليے نہايت پر زور اور بليغ هے - اِس ميں اُنهوں نے جنگ آزادي كے بعد پہلي مجلس وطني اور اپني جماعت " خلق فرقه سي " كي كارگزارياں ياد دلائي هيں اور پھر قوم سے اپني جماعت كے انتخاب كي درخواست كي هے - وه لكھتے هيں :

" آج موقعه هے كه هم گزشته چار سال كے اندر اپنے عظيم اصلاحي و تعميري جہاد پر نظر ڈاليں اور اطمينان كے ساتهه وه كاميابياں ديكھيں جو هم نے حاصل كي هيں - همارا ملک ايک ايسي مہيب جنگ سے جس كي نظير تاريخ ميں نہيں ملتي ' فتحمند نكلا تها - اُسے اُن مساعي و اعمال كي سخت ضرورت تهي جن سے قوميں زنده رهتي هيں - يه پہلا موقعه نه تها كه تركي قوم نے فتح و نصرت ديكھي تهي - تركي قوم كي پوري تاريخ فتوحات سے لبريز هے - ليكن چونكه پہلے تركي قوم ميدان جنگ سے باهر كوئي كوشش نہيں كرتي تهي ' اس ليے اپني فتح سے كوئي فائده بھي نہيں اُٹھا سكتي تهي - بلكه بتدريج اُسكي فتح ' شكست بن جاتي تهي - جو فتحمندي بر قرار نہيں ركھي جاتي ' اُس كے نتائج بسا اوقات

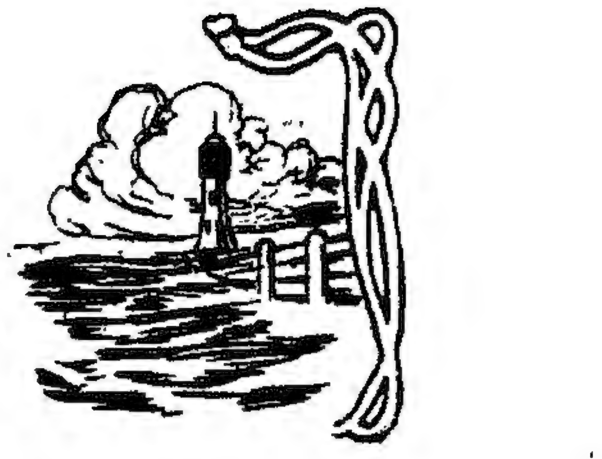

برید فرنگ

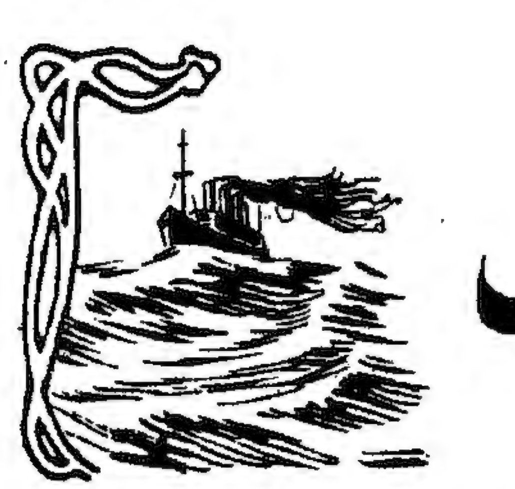

آزادی' قوموں کے لیے اولین مربی ہے - آزادی ہی تمام دوسرے مربیوں کو پیدا کرتی ہے - کوئی مربی بھی آزادی کا قائم مقام نہیں ہوسکتا - کوئی مربی بھی آزادی کا عمل انجام نہیں دے سکتا - غلام قومیں علم کی تحقیر کرتی ہیں' کیونکہ علم اُنہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچاتا - قومیں اُسی وقت علم کی طرف راغب ہوتی ہیں' جب اُنہیں اپنے حقوق کی جانب سے اطمینان ہوجاتا ہے - وہ علم اس لیے حاصل کرتی ہیں کہ اپنے حقوق سے فائدہ اٹھائیں - اور بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں - ہو جاہل اور غلام قوم' بزدل ہوتی ہے یا خائن -

اعلی حضرت! اِس وقت ہماری مصیبت صرف یہی نہیں ہے کہ ہم معنوی کمزوری اور عقلی فساد میں مبتلا ہیں - ہماری مصیبت اِس سے بھی بڑی ہے - ہم ہر جگہ ایک جبار و قہار دشمن کو اپنے سامنے پاتے ہیں - وہ بے رحم دشمن' ہمارا افلاس ہے - حضور نے کتنی مرتبہ اپنے خزانے خالی دیکھے؟ کتنی مرتبہ تنخواہیں تقسیم کرنے کے لیے روپیہ موجود نہ پا کر رنجیدہ ہوئے؟ آپ کا رحیم قلب یہ سونچ کر ہمیشہ کس قدر اداس ہوتا رہا ہے کہ عمال سلطنت کی تنخواہیں بہت حقیر ہیں؟ یہ اس لیے کہ حضور جانتے ہیں' مشرقی عہدہ دار جب تنخواہ کافی نہیں پاتے' تو رشوت خوار ہو جاتے ہیں - رعایا میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دیتے ہیں - لیکن سلطنت کے خزانے خالی ہونے پر ہمیں اُتنا افسوس نہیں جتنا رعایا کی غربت کا افسوس ہے - کیونکہ سرکاری خزانہ محض اِس لیے خالی رہتا ہے کہ رعایا غریب ہے - رعایا کا افلاس' ایک عظیم ترین خطرہ ہے -

دنیا کی حکمتوں میں صرف اعلی حضرت ہی کی حکومت ایسی ہے جو اِتنے قلیل خراج پر زندہ ہے - حضور کی سلطنت نہایت عظیم' وسیع' اور آباد ہے - تعجب ہے کہ رعایا اِتنا قلیل خراج بھی ادا نہیں کر سکتی! لیکن ہمارا یہ تعجب باقی نہیں رہتا جب ہم دیکھتے ہیں کہ خراج جمع کرنے کا طریقہ' ایک بد ترین طریقہ ہے - ہماری قوم' بہت ہی کم کام کرتی ہے - وہ ہر ہنر سے جاہل ہے - یہی وجہ ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہے اور حکومت کا خراج ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی - حالانکہ دوسرے ملکوں کی رعایا ہم سے بہت زیادہ خراج بخوشی ادا کر دیتی ہے -

اعلی حضرت کی سلطنت میں ہر چیز کو زوال آگیا ہے: زراعت تجارت' صنعت' کوئی چیز بھی تباہی سے نہ بچی - ہم پیدا کرنے کے طریقے بالکل بھول گئے ہیں اور اپنے فقر و فاقہ کے مشاہدہ پر قانع ہیں - فقر کی ہیبتناک صورت ہمارے سامنے ہے - ہم اُس کی دہشت سے ہمت و جرأت کا کوئی کام کر ہی نہیں سکتے -

* * *

بد نصیب کروڑ پتی

(کیا دولت' حسرت کا سبب ہے؟)

(دولت جمع کرنے کے لیے ہے یا خرچ کیلیے؟)

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دولت مند' خوش نصیب ہیں - اور فقر و فاقے میں مبتلا انسان بد نصیب - لیکن یہ کوئی قاعدۂ کلیہ نہیں ہے - کیونکہ بہت سے کروڑ پتی' انتہاء درجہ بد نصیبی کی زندگی بسر کر رہے ہیں - اور بہت سے نان شبینہ کے محتاج ہیں جنہیں مسرت و سعادت کی زندگی حاصل ہے!

حال میں مسٹر چارلس ولنت نے جو ایک مشہور امریکن کروڑ پتی ہیں' اِس موضوع پر ایک مضمون شایع کیا ہے - وہ اِس لائق ہے کہ مفلس اور امیر' دونوں اسے غور سے پڑھیں -

وہ لکھتے ہیں:

دولت مسرت و سعادت کے لیے کوئی لازمی شرط نہیں ہے - کیونکہ مسرت' در حقیقت خود اُس شخص پر موقوف ہوتی ہے جو اُس کا متمنی ہوتا ہے - میں بہت سے کروڑ پتیوں سے واقف ہوں - یہ دنیا کے سب سے زیادہ بد نصیب انسان ہیں - لیکن بہت سے ایسے مفلس انسانوں کو بھی جانتا ہوں جو نہایت پر مسرت زندگی بسر کر رہے ہیں!

مجرد دولت سے اُسی شخص کو مسرت حاصل ہو سکتی ہے جو حد سے زیادہ طماع اور صرف مال کا حریص ہو - ورنہ محض دولت کے جمع ہوجانے سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ مسرت بھی جمع ہو جائے -

دولت سے وہی شخص مسرت حاصل کر سکتا ہے جو صرف اُس کا جمع کرنا ہی نہیں جانتا' بلکہ خرچ کرنا بھی جانتا ہے - میرے خیال میں وہی دولت مند' مسرت و سعادت محسوس کرتے ہیں جو اپنی دولت بہتر طریقوں پر خرچ کرنا جانتے ہیں -

میں بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو کہا کرتے ہیں "اگر ہمیں ایک ملین ڈالر مل جائے تو ہم مطمئن ہو جائیں اور خوش و خرم زندگی بسر کریں" لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے - اِتنی دولت جمع ہوجانے کے بعد بھی وہ خوشی محسوس نہیں کرینگے' الا یہ کہ وہ یہ بھی سیکھ لیں کہ اپنی دولت کس طرح خرچ کرنی چاہیے؟

جب میں نے دولت جمع کرنی شروع کی' تو ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ میں عنقریب کروڑ پتی بن جاونگا - میرے خواب میں بھی یہ بات کبھی نہیں آئی تھی کہ ایک

"تمھارے یہاں سیاح بہت آتے ہیں؟" شراب خانے کی مالکہ نے اُس سے سوال کیا۔

"اس سال فصل بہت خراب تھی۔ اب آنا شروع ہوئے ہیں" انٹونیو نے جواب دیا۔

"ابھی موسم بہار بھی دیر میں آئے گا" شراب خانے کی مالکہ نے کہا "تمھارے یہاں آدمی اس جزیرے سے زیادہ ہیں؟"

"پیٹ بھر روٹی بھی نہ ملتی، اگر یہ کشتی میرے پاس نہ ہوتی" انٹونیو نے خشکی سے جواب دیا۔ "لیکن میرا چچا، نارنگی کے کئی باغوں کا مالک ہے وہ کہا کرتا ہے جب تک میں زندہ ہوں، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ بُرے وقت کبھی تجھے نہیں بھولوں گا!"

"اس مالدار چچا کے اولاد بھی ہے؟" عورت نے سوال کیا۔

"نہیں" انٹونیو نے کہا "اُسنے شادی ہی نہیں کی۔ دوسرے ملکوں میں رہکر بہت دولت جمع کرلی۔ وہ عنقریب ایک شکار خانہ بنانے والا ہے اُس کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں دے گا"

"انٹونیو! تم بڑے جوانمرد ہو" عورت نے خوشامد سے کہا۔

"زندگی سب کے لئے کٹھن ہے" نوجوان ملاح نے شانے ہلاکر کہا اور باہر نکل کے پھر تمام راستے اور آسمان دیکھنے لگا۔ حالانکہ خوب جانتا تھا، موسم معلوم کرنے کے لئے ہر طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں!

"میں ایک اور بوتل لاتی ہوں" شراب فروش عورت نے کہا "تمھارا چچا تو دام ادا ہی کرے گا"

"نہیں" انٹونیو نے انکار کیا "پہلی ہی بوتل نے سر چکرا دیا ہے"

وہ یہ کہنے ہی پایا تھا کہ کسی کی چاپ سنائی دی۔ نوجوان ملاح فوراً پہچان گیا۔ پاؤں کی اسی آواز کے لئے وہ دن بھر ہمہ تن گوش بنا رہا تھا — موریلا سامنے کھڑی تھی۔

انٹونیو تیزی سے کھڑا ہوگیا:

"مجھے فوراً جانا ہے" اُسنے شراب خانے کی مالکہ سے کہا۔

چشم زدن میں وہ اپنی کشتی پر تھا۔ موریلا، بدستور کھڑی تھی۔ کچھ متردد سی تھی۔ بالآخر اُسنے بھی شراب فروش عورت کو سلام کیا اور گھاٹ پر پہنچ گئی۔ وہ اب بھی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید کسی اور مسافر کو ساتھ لینے کا خیال کر رہی تھی۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ سمندر ٹھنڈا تھا۔ ماہی گیر سو رہے تھے یا اپنے جال درست کرنے میں ایسے مصروف تھے کہ کسی نے توجہ نہ دی۔

انٹونیو، ایک لحہ چپ کھڑا رہا۔ اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ آخر وہ کشتی سے کنارے آیا اور کچھ کہے بغیر موریلا کو اس طرح گود میں اُٹھا لیا گویا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔

موریلا، کشتی کے بالکل آخر میں جاکر بیٹھی۔ اُسنے اپنا سر اس قدر جھکا لیا کہ صرف آدھا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے اور چشم و ابرو کو چھپا لیتے تھے۔ خوبصورت ناک کھڑی دکھائی دیتی تھی۔

وہ غیظ و غضب سے لبریز تھی!

سمندر میں کچھ دور جانے کے بعد ڈوبتے ہوئے سورج کی تپش اُسے محسوس ہوئی۔ اُسنے گٹھری کھولی اور رومال نکالکر سر پر باندھ لیا۔ پھر روٹی کھانے لگی کیونکہ صبح سے بالکل بھوکی تھی۔

اب تک دونوں بالکل خاموش تھے۔ انٹونیو نے موریلا کو روکھی روٹی کھاتے دیکھ کر ٹوکری سے دو نارنگیاں نکال کر بڑھادیں:

"موریلا!" ملاح نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا "روٹی، اس کے ساتھ کھاؤ۔ یہ نہ سمجھنا میں نے یہ نارنگیاں تمھارے لئے بچا رکھی تھیں۔ یہ ٹوکری سے گر گئی تھیں۔ لوٹتے پر نظر آئیں"

انٹونیو، اس وقت جھوٹ بول رہا تھا!

"تم ہی کھاؤ" لڑکی نے غصہ سے کہا "میرے لئے روٹی کافی ہے"

"اس گرمی میں نارنگی اچھی ہوتی ہے، تم بہت چلکر آئی ہو" انٹونیو نے کہا۔

"میں پانی پی چکی ہوں" غصہ ور لڑکی نے خشکی سے جواب دیا۔

"خیر" ملاح نے کہا اور پھر خاموشی چھاگئی۔

اسوقت سمندر بالکل خاموش اور آئینہ کی طرح شفاف تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا، حتیٰ کہ ساحل پر اُڑنے والی چڑیاں بھی اس پُر جلال منظر کے سامنے ساکت تھیں۔ صرف کشتی سے موجوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"تم اپنی ماں کے لئے نارنگیاں لے جاسکتی ہو" انٹونیو نے نگاہیں نیچی کرکے کہا۔

"گھر میں نارنگیاں رکھی ہیں" لڑکی نے پھر خفگی سے جواب دیا "جب ختم ہوجائیں گی تو میں اور خرید سکتی ہوں"

"ٹھیک ہے" ملاح نے شرمندہ ہوکر کہا "لیکن یہ نارنگیاں میری طرف سے اپنی ماں کو دینا۔ میرا سلام کہدینا"

"وہ تمھیں نہیں جانتی" موریلا نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم میرا تعارف کردینا" انٹونیو نے پھر کہا۔

"میں بھی تمھیں نہیں جانتی" لڑکی کا صاف جواب تھا۔

یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ موریلا نے ملاح سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک اتوار کو موریلا کا عاشق (مصور) جب گاؤں میں آیا اور پہلی مرتبہ اس لڑکی کو دیکھا، تو مبہوت ہوکر اُس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے لگا۔ عین اُسی وقت انٹونیو اپنے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیل رہا تھا۔ مصور اپنے خیالات میں محو تھا کہ انٹونیو نے جان بوجھ کر گیند ایسا مارا کہ غریب کے سر پر زور سے لگا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُس مظلوم سے لڑنے کے لئے بھی آمادہ ہوگیا۔

کئی ہفتے بعد جب موریلا نے شادی کی درخواست نامنظور کردی تو مصور نے چلتے وقت کہا "میں جانتا ہوں، اُس نوجوان کی وجہ سے تم مجھے سوکھا جواب دے رہی ہو" مگر موریلا نے اُس وقت بھی یہی کہا:

"ہرگز نہیں، میں اُسے پہچانتی تک نہیں"

حالانکہ وہ گیند کے واقعہ سے واقف ہوچکی تھی اور انٹونیو کو پوری طرح جانتی تھی۔

آج اسوقت دونوں کشتی میں ہیں — تنہا ہیں — اس طرح بیٹھے ہیں گویا حریف ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دل بُری طرح دھڑک رہے ہیں!

انٹونیو، وہ ہمیشہ کا ہنس مکھ نوجوان، اس وقت، فرط تاثر سے سُرخ ہو رہا ہے۔ بڑی ہی قوت سے کشتی کھے رہا تھا۔ پانی کے قطرے اُڑکر موریلا پر گرتے تھے ساتھ ہی کچھ غصے میں بڑبڑا بھی رہا تھا۔

موریلا اس طرح بیٹھی تھی گویا اُسے دیکھ ہی نہیں رہی ہے۔ بڑی ہی بے پروائی سے کشتی کا کنارہ دیکھ رہی تھی اور ہاتھ نیچا کئے پانی سے کھیلتی جاتی تھی۔ پھر اُسنے اپنے سر کا رومال کھول ڈالا۔ ایک ہاتھ سے بال دُرست کرنے اور دوسرے سے رخسار پانی سے تر کرنے لگی وہ اس انداز سے بیٹھی تھی، گویا کوئی دوسرا وہاں موجود ہی نہیں ہے۔

کشتی کھلے سمندر میں پہنچی۔ جزیرہ نظر سے اوجھل ہوگیا۔ سورنٹو کا کنارہ بھی دور ہے۔ قرب و جوار میں کوئی اور کشتی بھی دکھائی نہیں دیتی۔

انٹونیو نے چاروں طرف دیکھا۔ اُس کے تیور ایسے ہوگئے گویا کوئی عزم مصمم کرچکا ہے۔ اُس کے رخسار کی سُرخی غائب ہوگئی۔ زردی چھاگئی۔ اُسنے اچانک ڈانڈ سے ہاتھ اُٹھالئے۔

موریلا نے اُسے دیکھا۔ بغیر کسی خوف، مگر ہوشیاری سے۔

"اب فیصلہ ہوجانا چاہئیے" انٹونیو یکایک چلایا "یہ کھیل بہت چکا تعجب ہے میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟ تم کہتی ہو مجھے نہیں جانتی! حالانکہ اس تمام زمانے میں مجھے دیکھتی رہی ہو کہ پاگلوں کی طرح تمھارے پیچھے پھرتا ہوں۔ میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ اپنا دکھ کہنا چاہتا ہوں، مگر تم حقارت سے ہمیشہ بے پروائی دکھاتی ہو۔ گویا میں کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا!"

"کیا؟" لڑکی نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ہاں میں سمجھتی تھی تم مجھ سے تعارف چاہتے ہو۔ لیکن میں بلا سبب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا نشانہ بننا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً جبکہ میں تمھیں اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی — نہ تمھیں، نہ کسی اور انسان کو"

"نہ کسی انسان کو!" انٹونیو نے دانت پیسکر کہا "تم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتیں، صرف اسی وقت کہہ رہی ہو، کیونکہ اُس مصور سے شادی پسند نہیں کی۔ لیکن تم ناسمجھ ہو۔ آج نہیں تو مستقبل میں تمھیں شادی کرنی ہی پڑے گی۔ مصور نہ سہی، کسی اور کو شوہر بناؤگی"

"کون جانتا ہے؟" موریلا نے سنجیدگی سے کہا "مستقبل کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ممکن ہے میں اپنا خیال بدل دوں۔ لیکن تمھیں اس کی فکر کیوں ہے؟"

"مجھے فکر کیوں ہے؟" انٹونیو چلایا۔ بیچ کشتی میں کھڑا ہوگیا۔ کشتی دائیں بائیں جھکنے لگی "مجھے فکر کیوں ہے؟ یہ تم کہتی ہو؟ خوب جانتی ہو! قسم کھاکر کہتا ہوں جس شخص کو بھی مجھ پر ترجیح دوگی، اُس کی جان میرے ہاتھ سے جائے گی! میں برداشت نہیں کرسکتا! برداشت نہیں کرسکتا!"

"کیا؟" موریلا نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "کیا میں تم سے کوئی وعدہ کرچکی ہوں؟ اگر تم پاگل ہوجاؤ تو میرا کیا قصور ہے؟ تمھیں مجھ پر کیا حق حاصل ہے؟"

"آہ! حق!" ملاح نے جوش سے چلانا چاہا مگر اُسے رونا آگیا۔ آواز رُک گئی "بے شک میرا حق کہیں لکھا ہوا نہیں ہے۔ کسی حاکم نے مانا نہیں ہے۔ کسی وکیل نے ثابت نہیں کیا ہے۔ کسی انسان نے جانا بھی نہیں ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تم پر میں حق رکھتا ہوں، ٹھیک اُسی طرح جس طرح آسمان (جنت) میں میرا حق ہے اگر میں مسیحیت پر مرجاؤں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھیں کسی دوسرے شخص کے ساتھ گرجے میں جاتے دیکھوں گا اور خاموش رہوں گا؟ کیا میں برداشت کرسکتا ہوں کہ گاؤں کی لڑکیاں شانے ہلاکر میرا مذاق اُڑائیں؟"

"جو جی چاہے کرو" لڑکی نے سکون سے جواب دیا "میں تمھاری دھمکیوں سے ڈر نہیں سکتی۔ میں آزاد ہوں، جو میرے جی میں آئے گا، کروں گی"

انٹونیو، غصہ سے دیوانہ ہوگیا۔ اُس کا تمام بدن کانپنے لگا:

"پھر کبھی نہ کہنا" ملاح چلایا "میں وہ نہیں ہوں کہ تیری جیسی ایک لڑکی میری زندگی برباد کرڈالے۔ تو اسوقت میرے بس میں ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ میرا حکم ماننا ہوگا!"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں غصہ سے لال ہوگئیں۔ اُسنے ملاح کو جرأت سے دیکھا:

"ہمت ہو تو مار ڈالو!" اُسنے پُورے سکون سے کہا۔

"جو کہتا ہوں، وہی کرتا ہوں" انٹونیو نے زور سے کہا مگر اُس کی آواز بھرا گئی "یہاں سمندر کی تہ میں ہم دونوں کی جگہ ہے۔ معزز خاتون! میں اس سے باز نہیں رہ سکتا"

اُسنے یہ لفظ بڑی حسرت و تکلیف سے کہے۔ اُس کا چہرہ بالکل دیوانوں کا سا ہوگیا تھا:

"لیکن" اُسنے پھر کہا "ہمیں ساتھ ہی چلنا چاہئیے۔ ابھی چلنا چاہئیے۔ فوراً چلنا چاہئیے" یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور موریلا

"موریلا!" پادری نے پھر گفتگو شروع کی۔ "تو لوئی معسو کی بھی کچھ خبر ہو؟"

موریلا نے اپنے نازک ہونٹ ہلا کر انکار کیا۔

"تمھاری تصویر اُتارنا چاہتا تھا، تم نے انکار کیوں کیا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"میری تصویر کیوں؟" دوشیزہ نے جھنجھلا کر جواب دیا "کیا مجھ سے زیادہ خوبصورت عورتیں موجود نہیں؟ کون جانتا ہو میری تصویر لے کر کیا کرتا؟ شاید جادو کر دیتا۔ مجھے تکلیف دیتا۔ قتل کر ڈالتا۔ میری ماں یہی کہتی تھی"

"ہش!" پادری نے خلوص سے کہا "فضول نہ بکو۔ کیا تم خدا کی اماں میں نہیں ہو؟ کیا خدا کے حکم بغیر ایک ذرہ بھی ہل سکتا ہو؟ کوئی انسان بھی تیرا رُواں میلا نہیں کر سکتا۔ پھر وہ تو تجھ پر عاشق تھا، ورنہ شادی کی درخواست کیوں کرتا؟"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تو نے شادی کیوں نامنظور کی؟" نیک دل پادری نے سوال کیا "لوگ کہتے ہیں شریف و معقول آدمی تھا۔ تیری اور تیری ماں کی خبرگیری کرتا۔ ریشم بیچنے سے کہیں زیادہ تم فائدے میں رہتیں"

"ہم بالکل فقیر ہیں" لڑکی نے بڑے تاثر سے جواب دیا "میری ماں مدت سے بیمار ہو۔ ہم اُس پر بوجھ ہوتے۔ پھر میں عزت دار خاتون بننے کے لائق نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں کے سامنے وہ مجھے دیکھ کر ضرور شرمندہ ہوتا"

"کیا کہتی ہو؟" پادری نے خیر خواہی سے کہا "میں کہتا ہوں وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ شاید تمھارے ساتھ سوتو ہی میں رہ جاتا ایسا شوہر ملنا مشکل ہو"

"میں شوہر نہیں چاہتی" موریلا نے بہت آہستہ سے مگر فیصلے کے لہجہ میں کہا "میں کبھی شادی نہیں کروں گی!"

"کیا رہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ ہو؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

دوشیزہ نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔

"لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ تو ضدی ہو" پادری نے جوش سے کہا "تیری ہٹ بہت سخت ہو۔ ایک لمحہ کے لئے سوچ، تیری یہ ضد کتنی خطرناک ہو؟ یہ تیری مصیبت میں اضافہ کرنیوالی ہو۔ تیری ماں کی بدنصیبی بڑھانے والی ہو۔ کیا تیرے پاس کوئی ایک وجہ بھی ہو کہ ایسے شریف آدمی کو رد کر دیتی ہو؟ جواب دے"

"میرے پاس وجہ ہو" موریلا نے دبی زبان سے کہا "مگر میں بیان نہیں کروں گی"

"بیان نہیں کروں گی!" پادری نے خفا ہو کر اُس کا جملہ دُہرایا "مجھ سے بیان نہیں کروگی؟ میں جو تیرا پادری ہوں۔ تو خوب جانتی ہو تیرا خیر خواہ ہوں۔ کیا یہ صحیح نہیں؟"

موریلا نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

"تو اپنا راز مجھ پر ظاہر کر" پادری نے شفقت سے کہا "اگر وجہ ٹھیک ہوگی تو میں سب سے پہلے تائید کروں گا۔ تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ اس دُنیا سے بالکل بے خبر ہو۔ ایک زمانہ آئے گا جب یہ زریں موقع کھو دینے پر افسوس کروگی۔ معلوم ہوتا ہو، خدا نے رحم کھا کر اس شخص کو تمھارے گھر بھیجا تھا"

موریلا نے شرمائی ہوئی نظریں اُٹھائیں اور کشتی کے سرے پر دیکھنے لگی جہاں انٹونیو کی نگاہیں دُور اُفق پر جمی تھیں اور اپنے خیالات میں غرق تھا۔ پادری نے دوشیزہ کو بغور دیکھا۔ اپنا کان اُس کے قریب کر دیا۔ "آپ میرے باپ کو نہیں جانتے" لڑکی نے نہایت آہستگی سے پادری کے کان میں کہا۔

"تیرا باپ؟" پادری چلا اُٹھا "کیوں نہیں؟ تو ابھی دس برس کی بھی نہ تھی کہ خدا نے اُسے بُلا لیا۔ آسمان کی بادشاہت میں اُسے جگہ ملے! اپنی اس ضد میں اُس کا ذکر کیوں کرتی ہو؟"

"آپ نہیں جانتے" لڑکی نے زور دیکر کہا "آپ کو نہیں معلوم میری ماں کی تمام بیماری کا وہی اکیلا سبب ہو"

"کیونکر؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

"اپنی بے رحمی سے" موریلا نے فوراً جواب دیا "آخری وقت تک میری ماں کو مارتا رہا۔ مجھے وہ راتیں اب تک یاد ہیں۔ وہ ایک عجیب جنون کی حالت میں گھر آتا تھا۔ میری ماں ایک لفظ بھی نہیں کہتی تھی۔ مگر وہ مارنا شروع کر دیتا تھا۔ آہ! میرا دل اب بھی رنجیدہ ہوتا ہو! میں اپنا مُنہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتی تھی اور پڑ رہتی تھی لیکن اندر ہی اندر روتی رہتی۔ وہ میری ماں کو مارتے مارتے آخر تھک جاتا غریب بیہوش ہو کر گر پڑتی تھی۔ وہ اُسے دیر تک غور سے دیکھتا پھر نہیں معلوم اُس کے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا کہ دوڑ کر اُسے اُٹھاتا اور سینے سے لگا کر پیار کرنے لگتا۔ اتنے زور سے دابتا تھا کہ اُس کے مُنہ سے چیخ نکل جاتی تھی۔ لیکن اس تمام ظلم پر بھی میری ماں کبھی خفا نہیں ہوتی۔ بلکہ مجھے بھی منع کرتی رہتی تھی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کروں۔ میری ماں کو اُس سے بلا کی محبت تھی۔ اس سختی پر بھی وہ اُسی کا کلمہ پڑھتی تھی۔ جب سے وہ مرا ہو، یہ بھی بیمار ہو گئی ہو۔ اُسے غم کھائے جاتا ہو۔ اگر مر گئی۔ خدانخواستہ۔ تو میں جانتی ہوں اُس کا قاتل کون ہو؟"

پادری سناٹے میں پڑ گیا۔ تعجب سے سر ہلانے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اس عجیب لڑکی کو کیونکر قائل کرے۔

"اپنے باپ کو معاف کر دو!" بالآخر پادری نے کہا "اُسی طرح معاف کر دو، جس طرح تمھاری ماں نے معاف کر دیا ہو۔ پُرانی باتوں کی تکلیف دہ یاد دُور کر دو۔ مستقبل میں تمھارے اچھے دن آئیں گے اور تمام مصیبتیں بھلا دیں گے"

"نہیں، نہیں!" موریلا نے جوش سے کہا "میں کبھی نہیں بھول سکتی، یہی وجہ ہو کہ میں نے عمر بھر کنواری رہنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ ہرگز کسی مرد کی کنیز نہیں بنوں گی۔ یہ مرد پہلے مارتے ہیں، پھر پیار کرتے ہیں لیکن میرے ساتھ کوئی یہ حرکت نہیں کر سکتا۔ مجھ سے جو مرد بھی محبت کی درخواست کرے گا، اُس کا مُنہ توڑ دوں گی۔ لیکن میری ماں بالکل بے بس تھی۔ وہ نہ مار کا مقابلہ کر سکتی تھی، نہ پیار کا۔ وہ اُس سے محبت کرتی تھی۔ میں ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کروں گی"

"تم بالکل بچہ ہو!" پادری نے مُسکرا کر کہا "دنیا کو کچھ بھی نہیں جانتی، اسی لئے بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ کیا سب مرد تمھارے باپ ہی کے سے ہیں؟ کیا تم نے کبھی کوئی اچھا آدمی نہیں دیکھا؟ کیا دُنیا میں ایسی خوش نصیب بی بیاں نہیں ہیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ عیش و آرام سے رہتی ہیں؟"

"کچھ ہو" موریلا نے زور دے کر کہا "میرے ماں باپ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ میری ماں مر جانا پسند کرتی تھی مگر اُس کی شکایت پسند نہیں کرتی تھی۔ یہ صرف محبت کی وجہ سے۔ اگر محبت یہی ہو۔ اگر محبت، زبان کو گونگی کر دیتی ہو، اگر محبت ایسی سخت مصیبت لاتی ہو تو میں ہرگز ہرگز کبھی مرد سے محبت نہیں کروں گی"

"میں نے کہدیا تم ایک بچے سے کچھ زیادہ نہیں" پادری نے کہا "تم بے معنی باتیں کرتی ہو۔ جب وقت آجائے گا، تمھاری رائے اور پسند نہیں پوچھی جائے گی۔ تم محبت کی زنجیر میں اپنی مرضی کے خلاف بھی جکڑ دی جاؤ گی"

موریلا خاموش رہی۔

"کیا تمھارے خیال میں یہ معسو بھی سنگدل تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"اُس کی نظریں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی میرے باپ کی ہو جایا کرتی تھیں جب وہ میری ماں کی خوشامد کرتا تھا۔ میں وہ نظریں خوب پہچانتی ہوں۔ ایک مرد اس طرح کی نظروں سے دیکھتا بھی ہو، اور پھر عین اسی وقت اپنی بے خطا بیوی کو مار کے ادھموا بھی کر دے سکتا ہو۔ مجھے ایسی نظروں سے بڑا ہی ڈر لگتا ہو"

موریلا اب بالکل چپ ہو گئی۔ پادری نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اُس کے ذہن میں اب بہت سی معقول دلیلیں آ گئی تھیں مگر وہ چپ ہی رہا کیونکہ نوجوان ملاح کا چہرہ یہ گفتگو سن کر غصہ سے لال ہو رہا تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد کشتی جزیرے کے گھاٹ پر پہنچ گئی۔ انٹونیو نے پادری کو گود میں اُٹھا لیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چل کر اُسے خشکی پر اُتار دیا۔ لیکن موریلا نے اُس کا انتظار نہیں کیا۔ اُس نے ایک ہاتھ میں اپنی کھڑاؤں لی۔ دوسرے میں لچھی رَبائی اور گھٹنوں تک کپڑے اُٹھا، ساحل پر پہنچ گئی۔

"میں یہاں کچھ مدت ٹھہروں گا" پادری انٹونیو سے کہہ رہا تھا "انتظار کی ضرورت نہیں۔ شاید میں کل سے پہلے لوٹ نہ سکوں گا۔ موریلا! (دوشیزہ کی طرف مخاطب ہو کر) گھر لوٹ کر اپنی ماں کو سلام کہدینا۔ اسی ہفتہ میں ملاقات کو آؤں گا۔ کیا رات سے پہلے واپس جاؤ گی؟"

"اگر ممکن ہوا" لڑکی نے اپنے کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

اب انٹونیو بولا:

"لیکن مجھے لوٹنا ضرور ہو" اُس نے مضطرب آواز سے کہا "تاہم میں شام تک انتظار کروں گا۔ اگر آپ نہ آئے۔ میرے لئے برابر ہو"

"موریلا!" پادری نے کہا "تم ضرور واپس جانا۔ رات بھر ماں کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آگے بڑھی۔ پادری کا ہاتھ چوما اور اس طرح سلام کیا کہ ملاح بھی اُس کا مخاطب تھا لیکن انٹونیو نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ٹوپی اُٹھا کر صرف پادری کو تعظیم دی۔ دونوں دو مختلف راستوں پر روانہ ہو گئے۔ انٹونیو تھوڑی دیر تک پادری کو دیکھتا رہا۔ پھر موریلا پر نظر جما دی، جو دھوپ سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ رکھے چلی جا رہی تھی۔ راستہ کی موڑ پر پہنچ کے موریلا ٹھہری اور بلندی پر سے گھوم کر پیچھے دیکھنے لگی۔ اُس کے سامنے خاموش سمندر رنگیں فرش بچھائے پھیلا ہوا تھا۔ صبح کے سورج کی دلفریب شعاعیں اُس کی سطح پر لوٹ رہی تھیں۔ آسمان صاف شفاف تھا۔ واقعی منظر شاعرانہ اور جذبات انگیز تھا۔

لیکن قسمت کا کرشمہ دیکھو۔ موریلا کی نظریں اُٹھتے ہی انٹونیو کی چمکیلی نظروں سے جا لڑیں۔ دونوں گھبرا سے گئے۔ بیک وقت دونوں میں ایک ایسی جنبش ہوئی گویا اُنھوں نے کوئی غلطی کی ہو اور اُسے چھپانا چاہتے ہیں!

موریلا تیزی سے مُڑی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

(۲)

انٹونیو کو ماہی گیروں کے شراب خانے میں بیٹھے کئی گھنٹے ہو گئے وہ از حد مشغول معلوم ہوتا تھا۔ بار بار اُٹھتا تھا اور تمام راستوں پر نظر ڈال کے لوٹ آتا تھا۔

موسم میں تبدیلی شروع ہو گئی۔ وہ خیال کرنے لگا اگر رات سے پہلے ہی موسم بدل گیا تو "وہ" جلد واپسی پر مجبور ہو گی۔

جمیل (مشہور شاعر عرب)

جمیل کا عشق بثینہ سے مشہور عالم ہے۔ ابوسہل ساعدی عیادت کو گیا۔ نزع کی حالت تھی۔ جمیل نے کہا "ابوسہل! ایسے آدمی کی بابت کیا کہتے ہو جو خدا سے اس حال میں ملتا ہے کہ اُس نے کبھی کا خون نہیں بہایا، شراب نہیں پی، کبھی بدکاری نہیں کی۔ کیا اس کے لئے جنت کی امید ہے؟"

ساعدی نے کہا "بخدا ہاں، مگر وہ کون ہے؟"

"مجھے اُمید ہے کہ میں ہوں" جمیل نے جواب دیا۔

ساعدی نے بثینہ کا ذکر کیا۔

"دیکھو" جمیل نے آہ سرد بھر کر کہا "یہ دنیا میں میرا آخری دن ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں اگر کبھی بثینہ کی طرف میں نے بدی سے نظر کی ہو"

جب وفات بالکل قریب پہونچی تو جمیل نے اپنے ایک دوست کو بلا کر یہ وصیت کی:

جب میں مر جاؤں، تو گھر کا تمام سامان تمھارا ہے۔ صرف حمیر کی پوشاک کا ایک جوڑا اس سے الگ ہے۔ تم میری اونٹنی پر سوار ہو کر بثینہ کے قبیلہ میں جانا اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر میرے کرتے کا گریبان پھاڑ ڈالنا پھر چلا کر یہ شعر پڑھ دینا:

صدع النعی وما کنی بجمیل   وثوی بمصر ثواء غیر قفول

موت بے دھڑک آ پہونچی، جمیل سے کوئی رعایت نہ کی۔ وہ اب اس طرح مقیم ہو گیا کہ کبھی واپسی نہ ہوگی۔

ولقد اجر الذیل فی وادی القری   نشوان بین مزارع ونخیل

میں وادی قری میں کھیتوں اور نخلستانوں میں خوشی خوشی پھرا کرتا تھا۔

قومی بثینۃ فاندبی بعویل   وابکی خلیلک دون کل خلیل

بثینہ! اُٹھ اور نوحہ کر۔ اپنے سب سے بڑے دوست کے لئے!

دوست نے وصیت پوری کر دی۔ جمیل نے سنہ ۸۲ھ (سنہ ۷۰۱ء) میں انتقال کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ

وفات کے وقت اپنے تمام لڑکوں کو جمع کیا۔ پھر ترکش منگایا اور کہا "کیا تم یہ تمام ایک ساتھ بندھے ہوئے تیر توڑ سکتے ہو؟" اُنھوں نے کہا "نہیں" مہلب نے کہا "اگر الگ الگ ہوں؟" اُنھوں نے جواب دیا "ایک ایک تیر کا توڑنا بالکل آسان ہے" مہلب نے کہا "یہی مثال اتفاق و اتحاد اور جماعت کی ہے۔ ملے رہوگے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ الگ الگ ہو جاؤگے تو بہ آسانی ہلاک کر دیے جاؤگے"

سنہ ۸۳ھ (سنہ ۷۰۲ء) میں فوت ہوئے

عبدالملک بن مروان

موت کے وقت اپنے بیٹے ولید سے کہا:

"دیکھ میری موت پر بیوقوف عورتوں کی طرح بیٹھ کر آنسو نہ بہانا۔ بلکہ کمر باندھنا، آستین چڑھانا، چیتے کی کھال پہن لینا۔ مجھے میرے گڑھے میں ڈال کر چھوڑ دینا۔ میں اپنا معاملہ خود چکا لوں گا۔ لیکن تم اپنے معاملہ کی فکر کرنا۔ لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا۔ جو اپنے سر سے یوں کرے (یعنی انکار کرے) تو تم بھی اپنی تلوار سے یوں کرنا" (یعنی اُس کی گردن اُڑا دینا)

پھر یزید بن معاویہ کے دونوں لڑکوں: محمد اور خالد کو طلب کیا۔ اُن سے پوچھا "کیا ولید کی بیعت پر نادم ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "ہم ولید سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے" عبدالملک نے کہا "واللہ اگر تم کچھ اور جواب دیتے تو فوراً تمھارا سر اُڑا دیتا!" پھر اپنے بچھونے کا کنارا اُٹھا کر دکھایا۔ نیچے شمشیر برہنہ رکھی تھی!

یہ اُس وقت کی گفتگو ہے جب سکرات موت طاری تھی۔ عبدالملک نے کہنا شروع کیا "وہ خدا کتنا بڑا ہے جو چھوٹے بڑے، سب کو بے پروائی سے موت دیتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اس لفظ پر روح پرواز کر گئی۔

اصمعی کہا کرتا تھا "میں عبدالملک پر حسد کرتا ہوں۔ کیونکہ اُس نے مرتے وقت کہا تھا "خدایا! میرے گناہ اگرچہ بے شمار ہیں اور بے حد بڑے ہیں، لیکن تیرے عفو کے سامنے بہت کم اور بہت چھوٹے ہیں لہٰذا مجھے معاف کر دے!"

کہتے ہیں، عبدالملک نے وفات کے وقت اپنے محل کی کھڑکی سے ایک دھوبی کو کپڑے دھوتے دیکھا تھا۔ اُس نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا "کاش میں اس دھوبی کی طرح ہوتا کہ اپنی روز کی کمائی سے پیٹ پالتا! کاش میں خلیفہ نہ بنا ہوتا!" پھر یہ شعر پڑھا:

لیتنی کنت قبل ما قد بدالی   فی رؤس الجبال ارعی الوعولا

ابوحازم نے یہ قول سُنا تو کہنے لگے "الحمد للہ، یہ لوگ موت کے وقت اُس بات کی تمنا کرتے ہیں جو ہمیں حاصل ہے۔ لیکن ہم موت کے وقت اُن کی حالت کی آرزو نہیں کرتے!"

سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ء) میں وفات پائی۔

ابن القریہ

مشہور عرب خطیب ابن القریہ کو قتل کرنے کا حجاج بن یوسف نے حکم دیا۔ جلاد تلوار لے کر آیا۔ ابن القریہ نے کہا "خدا حاکم کی درستگی کرے! میں مرنے سے پہلے تین لفظ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں جو میرے بعد ضرب المثل ہو کر ہمیشہ زندہ رہیں گے"

حجاج نے کہا "کہہ، کیا کہتا ہے؟"

ابن القریہ نے کہا "ہر اصیل گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے۔ ہر تلوار کند ہو جاتی ہے۔ ہر دانا سے غلطی ہوتی ہے"

حجاج نے کہا "یہ وقت، مذاح کا نہیں ہے۔ جلاد! اپنا کام کر!"

جلاد کا ہاتھ چلا اور ابن القریہ کا سر، زمین پر تھا۔

سنہ ۸۴ھ (سنہ ۷۰۳ء) کا یہ واقعہ ہے۔

اخطل

مشہور شاعر اخطل سے موت کے وقت پوچھا گیا "کوئی وصیت؟" کہا "ہاں" پھر اپنے دوست فرزدق کو یہ وصیت کی:

اوصی الفرزدق عند المات   بام جریر واعیارہا

(میں موت کے وقت فرزدق کو وصیت کرتا ہوں کہ جریر کی ماں اور اُس کی سوکنوں کا خیال رکھے)

سنہ ۹۰ھ (سنہ ۷۰۸ء) میں فوت ہوا

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام کوفہ

موت کے وقت سخت خوفزدہ ہوئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہنے لگے "اس حالت سے زیادہ خطرناک حالت اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہر لحظہ ڈر لگا ہے کہ پروردگار کا قاصد پہونچے اور جنت یا دوزخ کی خبر دے۔ قسم خدا کی، میری تمنا ہے کہ قیامت تک میری روح یوں ہی حلق میں پھنسی رہے!"

سنہ ۹۶ھ (سنہ ۷۱۴ء) میں انتقال کیا

مروان بن محمد

بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد جب عباسیوں کے ہاتھ قتل ہونے لگا تو یہ شعر کہے:

الدہر یومان: ذا امن وذا حذرٌ   والعیش شطران: ذا صفو وذا کدرُ

زمانہ، دو ہی دن ہیں: امن کا دن اور اندیشہ کا دن۔ زندگی کیا ہے؟ آدھی میں خوشی، آدھی میں رنج۔

وکم علی الارض من خضر ویابسۃ   ولیس یرجم الا ما لہ ثمرُ

زمین پر بے شمار خشک و تر چیزیں ہیں، مگر پتھر اُسی درخت پر برسائے جاتے ہیں جس میں پھل ہیں۔

قل للذی بصروف الدہر عیرنا   ہل عیر الدہر الا من لہ قدرُ

زمانے کے انقلاب پر طعنہ دینے والوں سے کہہ دو کہ زمانہ اُسی کے خلاف ہوتا ہے جو کوئی درجہ رکھتا ہے۔

الا تری البحر تعلو فوقہ جیف   وتستقر باقصی قعرہ الدررُ

تم دیکھتے نہیں دریا کی سطح پر مُردے تیرتے ہیں لیکن موتی اُس کی تہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔

وان تکن عبثت ایدی الزمان بنا   ونالنا من تجنی بوسہ ضررُ

اگر زمانے کے ہاتھوں نے ہمیں ستایا اور اُسکی سختیاں ہم پر پڑی ہیں،

ففی السماء نجوم لا عداد لہا   ولیس یکسف الا الشمس والقمرُ

تو کوئی تعجب نہیں۔ آسمان میں بے شمار ستارے موجود ہیں مگر گہن صرف چاند اور سورج ہی کو لگتا ہے۔

سنہ ۱۳۲ھ (سنہ ۷۵۰ء) میں قتل ہوا

ابوجعفر منصور

عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے سفر حج میں مقام "بئر میمون" پر پہونچکر جب اپنی وفات قریب سمجھی، تو اپنے ولی عہد، مہدی کو طلب کیا۔ اُس وقت ابوجعفر کے سامنے ایک بڑا تھیلا رکھا تھا۔ اسمیں کتابیں اور حساب کے کاغذات رہتے تھے۔ کبھی کسی شخص کو اُسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

ولی عہد کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا:

"فرزند! یہ تھیلا دیکھ۔ اس کی حفاظت کرنا، کیونکہ اس میں تیرے بزرگوں کا علم محفوظ ہے۔ اس شہر (بغداد) کا خیال رکھنا۔ کسی اور شہر کو اپنا پایہ تخت نہ بنانا۔ کیونکہ یہ شہر تیرا اپنا ہے اور اس میں تیری عزت ہے۔ میں نے اس میں تیرے لئے اتنے خزانے جمع کر دیئے ہیں جتنے کبھی کسی خلیفہ نے جمع نہیں کئے تھے۔ حتیٰ کہ اگر دس برس بھی تجھے سلطنت کا خراج نہ ملے تو بھی یہ خزانے جملہ مصارف کے لئے کافی سے زیادہ ہونگے۔ ان کی حفاظت کرنا، کیونکہ اُن کی موجودگی میں تجھے ہمیشہ قوت حاصل رہےگی۔ تیرا گھر آباد رہے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں تو اُن کی حفاظت نہیں کرے گا۔

"اپنے خاندان سے نیک سلوک کرنا۔ اُنھیں عزت بخشنا۔ اُن پر احسان کرنا۔ ان کے لئے منبر نصب کرنا۔ اُن کی چوکھٹوں پر لوگوں کو جھکانا۔ کیونکہ اُن کی عزت، تیری عزت ہے۔

"اپنے غلاموں سے نیکی کرنا۔ اپنے قریب رکھنا۔ اُن کی تعداد میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ مصیبت کے وقت وہ تیری سپر ہونگے۔

"خراسانیوں کے بارے میں میری نیک وصیت یاد رہے۔ وہ تیرے حامی و مددگار رہیں۔ اُنھوں نے اپنی جان و مال سے تیری مدد کی ہے۔ اُن سے اچھا برتاؤ کرنا۔ اُن کی خطائیں معاف کرنا۔ اُن کے یتیموں اور بیواؤں کی خبر لینا۔

"خبردار! کوئی نیا شہر آباد نہ کرنا۔ کیونکہ تو اُسے پورا نہ کر سکے گا۔ خبردار! عورتوں کو اپنے مشورے میں داخل نہ کرنا۔ یہ میری آخری وصیت ہے"

جب دم لبوں پر آیا تو کہا "بادشاہ وہ ہے جو نہ مر سکا"

سنہ ۱۵۹ھ (سنہ ۷۷۶ء) میں انتقال کیا

امام سفیان ثوری رح

موت کے وقت نہایت مضطرب تھے۔ کہا گیا "ابوعبداللہ! یہ اضطراب کیوں؟ کیا آپ اُس ذات کے پاس نہیں جا رہے ہیں، جس کی آپنے ہمیشہ عبادت کی اور ہمیشہ اُسی کی طرف بھاگتے رہے؟"

کہنے لگے "تمھارا بھلا ہو! میں ایک ایسے راستہ میں سفر شروع کرنے والا ہوں، جسے میں نہیں جانتا اور اُس پروردگار کے روبرو پہنچنے والا ہوں، جسے میں نے دیکھا نہیں ہے!"

سنہ ۱۶۱ھ (سنہ ۷۷۸ء) میں وفات پائی۔

عبداللہ بن عبدالعزیز

موت کے وقت کہنے لگے "خدا کی نعمت کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر پوری

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کے مختصر وفیات

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

وفات کے قریب آپنے اپنی وصیت لکھوائی اور حضرت عثمان اور ایک انصاری کے ہاتھ مسجد میں بھیج دی تاکہ مسلمانوں کو سنا دی جائے۔ وصیت حسب ذیل تھی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم - یہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی وصیت ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا اور آخرت میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ ایسے وقت کی وصیت ہے جبکہ منکر ایمان لے آتا، فاجر بدبختی میں پڑتا، اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے تم پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے اور تقویٰ برتے، تو اُس کی بابت میرا یہی گمان اور یہی امید ہے۔ لیکن اگر وہ بدل جائے، تو میں نے صحیح بھلائی چاہی ہے۔ غیب کا علم، خدا کے سوا کسی کو نہیں"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے "میرے والد مرض موت کے آخری دنوں میں بے ہوش ہو گئے۔ میری زبان سے بے اختیار نکل گیا "افسوس، میرے باپ کو سخت بیماری لاحق ہوگئی ہے" اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی تو فرمایا "نہیں، یہ بیماری نہیں ہے، وہ چیز ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذلک ما کنت منہ تحید۔ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا، تین کپڑوں میں۔ پھر پوچھا، انھوں نے کس دن وفات پائی تھی؟ عرض کیا۔ پیر کے دن۔ پوچھا، آج کونسا دن ہے؟ میں نے کہا۔ پیر کا دن ہے۔ فرمایا: میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ آج رات اور دن کے درمیان میری موت واقع ہو جائے۔ پھر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کہا: دو مزید کپڑے ملا کر اسی میں مجھے کفنا دینا۔ میں نے کہا۔ یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا: الحی احوج الی الجدید من المیت انما ہو للمہنۃ والصدید۔ زندہ انسان بمقابلہ مردہ کے نئے کپڑے کا زیادہ حاجت مند ہے۔ اور کفن تو ریم اور خون کے لئے ہے!

جب وفات ہوئی تو یہ دعا یوسفی آپکے زبان پر تھی: توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین! خدایا! اس حالت میں موت دے کہ مسلم ہوں، یعنی تیرا فرمانبردار ہوں، اور ایسا کر کہ صالح انسانوں کے ساتھ میرا شمول ہو!

تاریخ وفات ۱۳ھ (۶۳۴ء)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنے صاحبزادے عبد اللہ سے فرمایا:

"میرا چہرہ زمین پر رکھدے، شاید خدا مجھ پر مہربان ہو جائے اور رحم کرے!"

آخری کلمہ وصیت اہل ذمہ یعنے غیر مسلم رعایا کی نسبت تھا:

"میں اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم رعایا کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری یاد رکھے۔ اُن سے جو اقرار کئے گئے ہیں، ہمیشہ پورے کئے جائیں، اُن کی اُن کے دشمنوں سے حفاظت کی جائے، اُن پر کبھی سختی نہ کی جائے"

تاریخ وفات ۲۳ھ (۶۴۴ء)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

جب قتل کا یقین ہوگیا تو حضرت علی کو خط لکھا:

"سیلاب، چوٹی تک پہنچ گیا۔ معاملہ، حد سے تجاوز کر گیا۔ خط دیکھتے ہی میرے پاس آؤ۔ موافقت میں یا مخالفت میں"

خط کے آخر میں یہ شعر لکھا:

شعر - فان کنت ماکولا فکن خیر آکل　　والا فادرکنی ولما امزق

(اگر میرے لئے یہی صورت رہ گئی ہے کہ میں کسی کا نوالہ بنوں تو سب سے بہتر کھانے والے تم بنو۔ ورنہ میرے ٹکڑے اڑنے سے پہلے مجھے آکر بچالو)

۳۵ھ (۶۵۵ء) میں شہید ہوئے

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت بہت حسرت ظاہر کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا "اے ابو عبد الرحمن! آپ کو کس چیز پر افسوس ہے؟ جواب دیا "میں دنیا پر افسوس نہیں کرتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت کی تھی۔ فرمایا تھا "تمھارے پاس مسافر کے زاد راہ بھر سامان ہونا چاہئے" میں ڈرتا ہوں، ہم نے اس وصیت پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ میرے گرد یہ چیزیں جمع ہیں"

یہ کہکر گھر کے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا گیا تو گھر میں کل سامان، ایک تلوار، ایک طشت، ایک پیالہ تھا!

۳۶ھ (۶۵۶ء) میں انتقال ہوا

امام حسن علیہ السلام

وفات کے وقت بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا شروع کیا۔ ایک صاحبزادے نے عرض کیا "آپ بھی دنیا پر افسوس کرتے ہیں؟" فرمایا "فرزند! دنیا پر نہیں، خود اپنے نفس پر افسوس کرتا ہوں، کیونکہ اُس جیسی کوئی چیز مجھے کبھی نہیں ملی!"

۵۰ھ (۶۷۰ء) میں انتقال کیا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت رونے لگے۔ سبب پوچھا گیا۔ کہا:

"اس لئے روتا ہوں کہ سفر بہت دراز ہے، زاد راہ بہت کم ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ نہیں معلوم جنت میں مقام ہوگا یا دوزخ میں؟"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنی اولاد سے کہا "میری وصیت کون قبول کرے گا؟" بڑے نے کہا "میں" کہنے لگے "میرا قرضہ ادا کرنا ہوگا" پوچھا "کتنا ہے؟" کہا "۸۰ ہزار دینار!" پوچھا "کیوں لیا تھا؟" جواب دیا:

"دو قسم کے آدمیوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں: شریف النفس غریبوں کی۔ اور حیا سے سوال نہ کرسکنے والوں کی۔ یہ مجبور ہوکر آتے تھے۔ مگر شرم سے مانگ نہ سکتے تھے۔ فرط حیا سے چہرہ سرخ ہوجاتا تھا۔ میں سوال سے پہلے ہی انھیں دے دیتا تھا"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے۔

سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

بڑے خوددار اور بلند ہمت تھے۔ مرض الموت میں مشورہ دیا گیا "بیمار، کراہنے سے راحت پاتا اور طبیب سے اپنی حالت بیان کرنے سے مطمئن ہوتا ہے"

کہنے لگے "کراہنا، بزدلی ہے، عیب ہے۔ خدا ہرگز میرا کراہنا نہیں سنے گا تاکہ اُس کے حضور بزدل نہ ٹھہروں۔ رہا طبیب، تو واللہ، خدا کے سوا کسی کو بھی اپنے اوپر اختیار نہیں دوں گا۔ خدا چاہے تو مجھے رکھے، چاہے اُٹھالے!"

ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ

فالج میں مبتلا ہوئے۔ کہا گیا "دوا کیوں نہیں کرتے؟" جواب دیا "میں دوا کا فائدہ جانتا ہوں، مگر نہ مریض ہی زندہ رہیگا نہ طبیب پھر دوا کیوں کروں؟"

۶۴ھ (۶۸۳ء) میں وفات پائی

معاویہ بن یزید بن معاویہ

وفات کے وقت مشورہ دیا گیا "اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے"

جواب دیا "میں نے خلافت سے نہ زندگی میں فائدہ اُٹھایا نہ مرنے کے بعد اُس کا بوجھ اُٹھاؤں گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ بنی امیہ اُس کی شیرینی لیں اور میرے حصے میں تلخی آئے"

۶۴ھ (۶۸۳ء)

میں وفات پائی۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۰)

کو اُٹھا لینا چاہا۔ مگر فوراً ہی اُسی تیزی سے اپنا داہنا ہاتھ کھینچ کے پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ موریلا نے اُسے پوری قوت سے کاٹ کھایا تھا۔

"ہا! ہا!" موریلا قہقہہ مار کر ہنسی:

"مجھے تیرا حکم ماننا پڑے گا؟" وہ جوش سے چلائی "میں تیری لونڈی ہوں؟"

یہ کہکر وہ خود سمندر میں پھاند پڑی۔ ملاح کی نظروں سے غائب ہو گئی پھر نمودار ہوئی۔ اُس کے کپڑے جسم سے چمٹ گئے تھے۔ بال کھل گئے تھے بڑی طاقت و مہارت سے پیر رہی تھی۔ اُسنے کوئی لفظ نہیں کہا۔ کشتی سے دور ہونے لگی۔ ساحل کی طرف جانے لگی۔

مغلوب کم پڑھی۔

قرأت ختم ہونے پر اُن میں سے ایک نے اور بھی زیادہ خوش الحانی مگر عجمیت کے ساتھ ایک دعا مانگی۔ اسمیں سلطان محمد فاتح کا ذکر تھا جو اس مسجد کا گویا بانی ہے۔ نیز ایک اور سلطان کا بھی نام لیا مگر ہم سمجھ نہ سکے۔

ترک خطیب

اب خطیب منبر پر کھڑا ہوا۔ خطبہ دیا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں تھا۔ مگر اس کا لہجہ ہم عربوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ ہم خطبہ کا صرف پہلا جملہ سمجھ سکے جو یہ تھا " الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ الذی انعم علی المومنین بختم القرآن "

خطیب نے خطبہ کے آخر میں " جیوش المسلمین و عساکر الموحدین " کے لئے دعا کی اور ترکی جمہوریت کے بقا و دوام کی التجا پر خطبہ ختم کیا۔

ترک نمازی

ترک نمازیوں کے آداب دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ صفوں میں بیٹھے تھے۔ از حد خشوع و خضوع، اُن پر طاری تھا، حالانکہ وہ خطبہ و تلاوت میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ بہادر قوم، اپنے ایمان میں نہایت راسخ ہے۔ لباس اور وضع قطع میں کتنی ہی تبدیلی ہو جائے، مگر اس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت یہ قوم، تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہے۔

نمازی عورتیں

مسجد کے آخری حصہ میں عورتوں کے لئے ایک جگہ خاص کر دی گئی ہے۔ یہ جگہ بھی بھری ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ بوڑھی عورتیں ہی نماز کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان میں اکثر عورتیں بوڑھی تھیں۔ شاید قدیسہ صوفیہ ایسی ہی نمازی عورتیں اپنے معبد میں دیکھنا پسند کرتی ہے!

مسجد میں عربی تحریریں

اوپر لکھ چکا ہوں کہ مسیحی نقوش کی جگہ جا بجا قرآنی آیتیں اور عربی عبارتیں لکھ دی گئی ہیں۔ چنانچہ درمیانی قبہ کے مرکز کے گرد یہ آیت خط ثلث میں کندہ ہے۔ " اللہ نور السموات والارض، مثل نورہ کمشکاۃ فیہا مصباح، المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ "

محراب میں یہ آیت لکھی ہے " فاسجدوا للہ واعبدوا "

دیواروں پر یا بڑی تختیوں پر اللہ، محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اسمائے گرامی درج ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تختیاں آویزاں ہیں، اور اُن میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بہت سی عربی نصیحتیں لکھی ہیں۔

یہ تمام کتبے، فن خطاطی کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ شاید ہی کہیں اُن کی نظیر مل سکے۔

ایک عجیب وصف

ایا صوفیہ کی عمارت میں یہ عجیب ہندسی وصف موجود ہے کہ اُس میں آواز کتنی ہی آہستہ بلند ہو، اُس کی بازگشت خوب بلند اور بالکل صاف ہوتی ہے۔ چنانچہ امام کے پڑھے خطبے کی بازگشت در و دیوار سے صاف سنائی دیتی تھی۔ یہ وصف ہم نے کسی دوسری عمارت میں نہیں دیکھا۔

ایا صوفیہ کو کنیسہ بنانے کی برطانی کوشش

ایا صوفیہ کو دوبارہ کنیسا بنا دینے کی کوشش بہت مدت سے کی جا رہی ہے مگر سب سے زیادہ خطرناک اور آخری کوشش اُسوقت کی گئی تھی، جب جنگ عمومی کے بعد اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسجد کے بالکل قریب اب تک دو چوبی فوجی بارکیں موجود ہیں۔ خالی اور اجاڑ پڑی ہیں۔ وضع سے برطانی فوجوں کی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکان اس غرض سے بنائے گئے تھے کہ ان میں انگریز سپاہی رہیں گے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو داخل ہونے سے باز رکھیں۔ اُسوقت اتحادیوں نے یہ مجنونانہ فیصلہ کر لیا تھا اور امروز فردا میں اُس کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔ مگر بروقت ترکوں کو خبر لگ گئی۔ اُن کے کئی ہزار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور طے کر لیا کہ موت سے پہلے ایا صوفیہ کو گرجا بننے نہیں دیں گے۔ اُنکے ارادے کی خبر ہوا کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور عام شورش کا سامان ہونے لگا۔

اتحادی ڈر گئے اور اپنا فیصلہ کسی دوسرے مناسب موقع کے لئے ملتوی کر دیا۔ اُنھیں یقین تھا، سال دو سال بعد پوری طرح قابو حاصل کر کے یہ کاروائی کر سکیں گے۔ مگر مشیت الٰہی اس کے خلاف تھی۔ اتحادیوں کو نامراد قسطنطنیہ خالی کر دینا پڑا۔ ایا صوفیہ آج تک مسجد ہی ہے اور انشاء اللہ مسجد ہی رہے گی۔

* * *

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک خط کے جواب میں

الہلال نمبر ۱۳ میں، ایک عزیز طالب حق کی جو مراسلت درج کی گئی تھی، افسوس ہے کہ پے در پے سفر اور علالت طبع کی وجہ سے اُس کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس کے لئے وقت نکال سکا ہوں۔

مذہب اور پیروان مذہب

میرا خطاب عزیز موصوف سے ہے۔

افسوس ہے، اس خط میں آپنے اپنے جو تاثرات ظاہر کئے ہیں وہ اُسی اصلی غلطی کا نتیجہ ہیں جس سے پرہیز کرنے کا آپنے ارادہ کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ پہلے پہل مجھ سے ملے، اور اپنے دل کے شکوک و اضطراب مجھ پر ظاہر کئے، تو میں نے بعض مقدمات آپکے ذہن نشین کرنے چاہے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ وہ بنیادی مقدمات ہیں جن کے بغیر آج طلب حقیقت کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ منجملہ اُن مقدمات کے ایک مقدمہ یہ تھا کہ مذہب اور پیروان مذہب کا امتیاز ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک چیز نہیں ہے۔ مذہب کے بارے میں ہماری دو تہائی مایوسیاں صرف اسی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہیں کہ ہم لسا اوقات ان دونوں کا عددی اختلاف بھول جاتے ہیں۔ میں سب سے پہلی بات جو آپکے علم میں لانی چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپنے جستجوئے حقیقت میں ایک بنیادی صداقت معلوم کی تھی اور اب اُس کا سررشتہ آپکے ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہے اور افسوس ہے کہ آپ متنبہ نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں " ایک بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، وہ جب ہم مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہے تو نہ صرف یہ کہ نہیں ملتی بلکہ ایسی ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک و شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا " سوال یہ ہے کہ اسلام کی جو تعلیم آپکے علم میں آئی ہے، اگر فی الحقیقت آپ مطمئن ہو گئے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیم ہے، تو پھر آپ " دیگر مسلمانوں " کی تعلیم میں اُسے ڈھونڈھنا کیوں چاہتے ہیں؟ آپ کو " اسلام " کی تعلیم کی تلاش ہے، یا " مسلمانوں " کی تعلیم کی؟ یقیناً یہ دونوں چیزیں ایک نہیں ہو سکتیں۔ ایک چیز تعلیم بہ حیثیت تعلیم کے ہے اور ایک چیز اسکے پیرؤں کا فہم و عمل ہے۔

اگر آپ کو اسلام کی تعلیم کی جستجو ہے، تو وہ دنیا کی ہر تعلیمی حقیقت کی طرح صرف اپنے حقیقی سرچشمہ ہی میں ڈھونڈھی جا سکتی ہے، نہ کہ انسانوں کی تعلیم میں اگرچہ وہ انسان اپنے اعتقاد میں مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر آپکی اُس سرچشمہ تک رسائی ہو گئی ہے (اور کم از کم میرا تاثر آپ کی نسبت یہ تھا کہ آپ کو اس کا اعتراف ہے) تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ اسلام کی تعلیم معلوم کرنے کے لئے خود اسلام تک پہنچ گئے ہیں، اور اس صورت میں آپکے لئے صرف یہی رہ جاتا ہے کہ خود اسلام سے اسلام معلوم کریں، اور جب معلوم ہو گیا تو جہاں تک اسلامی تعلیم کا تعلق ہے، آپکی جستجو ختم ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کے لئے یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ زندگی میں اُس کا عمل تلاش کریں۔ لیکن " عمل " تلاش کریں۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے " عمل " کو " اسلام " کی تعلیم قرار دے دیں۔ اگر مسلمانوں کی زندگی میں آپ کو اُس کا عمل نظر آئے، تو آپکو یہ رائے قائم کرنی چاہیے کہ اسلام کی تعلیم پر دنیا کی مسلمان نامی جماعت عمل کر رہی ہے۔ نہ نظر آئے تو افسوس کرنا چاہیئے، اور سمجھ لینا چاہیئے کہ دنیا کی عالمگیر گمراہیوں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ مسلمان نامی جماعت بھی اسلام کی تعلیمات پر عامل نہیں۔ میں نہیں سمجھتا یہ قدرتی اور سچا طریقہ چھوڑ کر آپنے غلط روی اور کج اندیشی کی راہ کیوں اختیار کی؟ جہاں آپکو " عمل " دیکھنا چاہیئے، وہاں آپ " تعلیم " ڈھونڈھتے ہیں، اور جہاں سے " تعلیم " کی حقیقت کا سراغ مل سکتا ہے، اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں؟

عزیز من! میری وہ بات یاد کیجئے جو میں نے بار بار آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی: دنیا کی کوئی تعلیمی صداقت بھی ایسی نہیں ہے جسکے پیرؤں کا فہم و عمل حجت قرار دے کر ہم حقیقت کی طرف قدم بڑھا سکتے ہوں۔ مذہب کو چھوڑیئے۔ دنیوی اور مادی علوم و صنائع کا کوئی محدود سے محدود گوشہ لیجئے۔ کیا اس طریقہ سے ہم ان گوشوں میں بھی حقیقت کی طرف قدم اُٹھا سکتے ہیں؟ جب دنیا کے ایک معمولی مصنف یا عالم کی کتاب کے لئے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا فہم و ادعا کچھ مفید نہیں ہو سکتا، اگر کوئی ایسی بات بیان کی جائے جو خود اُس کتاب میں موجود نہ ہو، تو مذاہب عالم کے لئے جن پر انسانی فہم و استعداد کے تغیرات و حوادث کی صدیاں گزر چکی ہیں اور لاکھوں کروڑوں افراد مختلف ظروف سے نسلاً بعد نسل اُن کے تعلیمی حقائق متاثر ہو چکے ہیں، کسی فرد یا جماعت کا فہم و عمل حجت ہو سکتا ہے؟

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۸:۳۰)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

قدیم قسطنطنیہ پر ایک جدید نظر!

(مصری اہلِ قلم استاذ مرسی محمود کے قلم سے)

مسجد ایا صوفیہ

سیاحانِ عالم نے ہمیشہ اعتراف کیا ہے کہ ایا صوفیہ کے مشاہدے سے تعمیری، دمعنوی جلالی، وجمالی کی جو عظمت انسان کے دل و دماغ کو مسخر کر لیتی ہے، وہ دنیا کی کسی موجودہ عمارت میں نہیں پائی جاتی۔ لندن کے ویسٹ منسٹر، پیرس کے پانتھیوں، رومی کے کینسے، ایتھنز کے کربول، اقصر کے معبد کرنک، الحمرا کے محل، کوئی بھی اُس نوعیت کی تاثیر نہیں رکھتا، جو ایا صوفیہ کے لیے مخصوص ہے۔ میں نے جلیل القدر توتا خن آمن کی لاش اُس کے پُر شوکت مقبرے میں دیکھی ہے، وہ مقبرہ جس کے اکتشاف نے دنیا بھر کے اعصاب ہلا دیئے ہیں۔ لیکن میرے دل پر وہ اثر نہیں پڑا جو کل ایا صوفیہ کے مشاہدے سے محسوس ہوا تھا اور جو شاید زندگی بھر محسوس ہوتا رہے گا!

کنیسۂ ایا صوفیہ، اب مسجد ایا صوفیہ بن گیا ہے۔ یہی بہتر اور مناسب بھی تھا۔ کیونکہ قدیسۂ صوفیہ، جس کے نام پر یہ عمارت بنائی گئی ہے، عرف و عادت کے اعتبار سے، ایک مستقل معبد بننے کی مستحق نہیں ہے۔

یہ عظیم کنیسا، جسے کوسطنیان نے شہیدۂ قدیسہ صوفیہ کی یادگار بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا، اور جسے عظیم اسلامی بادشاہ محمد ثانی نے مسجد بنا دیا، صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اپنے مسیحی مظاہر و خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ابتک یہ پورا کنیسا ہے۔ اُس کی صلیبی شکل بدستور قائم ہے۔ اُس کے مختلف حصے، جن کی ترتیب و تنسیق میں صلیبی شکل مدِ نظر رکھی گئی ہے، ابتک اپنی صلیبیت ہی پر باقی ہیں۔ اُس کے ستون ابتک کوسطنیان اور اُس کی ملکہ کے نشان وفاداری کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اُس کے اندر دونوں پہلوؤں میں بپتسما دینے کے حوض اب تک موجود ہیں۔ یہ سنگ مرمر کے ہیں۔ اُن کی شکل مرتبانی ہے۔ اِن میں اب نمازی عورتیں وضو کرتی ہیں۔ اُس کی دیواروں پر مقدس نقوش بھی اب تک نظر آتے ہیں، اگرچہ ترکوں نے اُنھیں محو کرنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت مریم (علیہا السلام) کی تصویر آج بھی اپنی موثر آنکھوں سے نمازیوں کی صفیں دیکھنے کے لئے موجود ہے۔ ترکوں نے اُس کا مصورانہ نقشہ مٹانے کی کوشش کی کیونکہ اسلام کی عبادت گاہ اس نشانِ شرک کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی، مگر پوری طرح نہ مٹ سکا شاید یہ اُس کا "معجزہ" ہے کہ وہ ایک ایسے تاریک حصے میں ہے جہاں سے وہ سب کو دیکھتی ہے، مگر اُسکو سب دیکھ نہیں سکتے!

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُس کی محراب — حالانکہ وہ کنیسا تھی — بغیر کسی ترمیم کے مسجد کی محراب بن گئی۔ کیونکہ ٹھیک قبلہ کی سمت میں واقع تھی۔ یہی سبب ہے کہ نماز میں تم اپنے آپ کو ایسے رنگین شیشوں کے سامنے پاؤ گے جو صرف کنیسوں ہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ تمھاری نگاہ جدھر اُٹھے گی، آیات قرآنی اور عربی عبارتیں نظر آئیں گی، مگر تم یہی محسوس کرو گے کہ مسجد میں نہیں، مسیحی کنیسے میں ہو۔ کیونکہ ایا صوفیہ کی مجموعی ہیئت اب تک بالکل کنیسے ہی کی ہے۔

اِس محراب کے قریب، جو صلیب کا سر پیش کرتی ہے، سنگ مرمر کا وہ منبر ابتک قائم ہے جس پر مسیحی خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ اسی کے بالمقابل ایک اور منبر بنایا گیا ہے۔ اُس پر اسلامی خطیب کھڑا ہوتا ہے۔ یہ دونوں منبر گویا تاریخ کے دو اہم صفحے ہیں اور کبھی محو ہونے والے نہیں!

مسجد کے ساتوں فولادی پھاٹک اتنے عظیم الشان ہیں کہ مستحکم قلعوں کے پھاٹک معلوم ہوتے ہیں۔ ہر پھاٹک کی فولادی چادر پر صلیب بنی ہے۔ ترک فاتحوں نے اُس کا اُفقی خط مٹا دیا ہے۔ لیکن طولی خط آجتک کیا ہی موجود ہے جیسا قدیم عہد میں تھا۔

میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ کیونکہ بے فائدہ ہے کتنی ہی کوشش کروں، قارئین، اصلیت کا عشرِ عشیر بھی تصور نہ کر سکیں گے مختصر یہ ہے کہ سابق کا یہ کنیسا اور حال کی مسجد، ایک ایسی عمارت ہے جس سے زیادہ خوبصورت اور شاندار عمارت، انسانی آنکھ اِس وقت صفحۂ زمین پر کہیں نہیں دیکھ سکتی!

بازلیک

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا ہم نے ارادہ کیا۔ لیکن مسجد میں جانے سے پہلے بازلیک میں داخل ہوئے۔ بازلیک، ایا صوفیہ کے قریب واقع ہے۔ یہ دراصل زمین کے نیچے ایک بہت بڑا حوض یا رومانی وضع کا تالاب ہے۔ تقریباً ۳۳۶ ستونوں پر قائم ہے۔ اِس سے مقصود یہ تھا کہ دشمن کے محاصرے کے وقت اِس میں پانی محفوظ رکھا جائے، تاکہ شہر پیاس سے ہلاک نہ ہو جائے۔ یہ تالاب، ایک سرنگ کے ذریعہ ایا صوفیہ سے ملا دیا گیا ہے اور آسانی سے آمد و رفت ممکن ہے۔

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ

بازلیک کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نماز جمعہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمیں یہ دیکھنے کا از حد شوق تھا کہ ترکی کے موجودہ اجتماعی انقلاب کے بعد ہیٹ پوش ترک نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھتے ہیں تو ہیٹ کے ساتھ کیونکر پڑھتے ہیں؟

لیکن مسجد میں داخل ہوتے ہی ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی ہم نے دیکھا، مسجد نمازیوں سے لبریز ہے۔ جب کبھی ایا صوفیہ کی بابت کہا جائے کہ لبریز ہے، تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہزار ہا آدمی اُس میں موجود ہیں۔ ممکن ہے ۱۰ ہزار ہوں۔ ممکن ہے بیس ہزار ہوں۔ ممکن ہے ۵۰ ہزار ہوں تعداد کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے؟

یہ دیکھ کر ہمیں اور بھی تعجب ہوا کہ سب ہیٹ پہنے ہیں۔ اُس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ ترکوں نے جو ہیٹ پہنی ہے، وہ یورپین ہیٹ نہیں ہے۔ ترکوں نے اُسے بھی ایا صوفیہ کی طرح مسلمان کر لیا ہے۔ یہ ہیٹ، مسجد میں بھی اُنکے سروں پر موجود تھی۔ اور اللہ کی عبادت سے روک نہیں سکتی تھی

ابھی ہماری حیرت بدستور باقی تھی۔ ہم سوچتے تھے، اِس ہیٹ کے ساتھ لوگ نماز کیسے پڑھیں گے؟ لیکن ہم نے دیکھا، جو آدمی نماز کے لئے اُٹھتا ہے، ہیٹ اپنے سامنے رکھ لیتا ہے اور جیب سے معمولی کپڑے کی ٹوپی نکالکر پہن لیتا ہے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جن کے پاس خاص ٹوپیاں نہ تھیں۔ وہ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔ خود ہم نے بھی اسی طرح نماز پڑھی۔ بعض ایسے بھی تھے جو نرم ہیٹ پہنے تھے۔ انھوں نے نماز کے وقت اپنی ٹوپیاں گھما دیں۔ بلند کنارا پیچھے کر دیا اور لپٹ کنارا سامنے، تاکہ رب العالمین کے حضور اپنا ماتھا زمین پر رکھ سکیں!

ترک قاری

ہم اسلامی اور مسیحی دونوں منبروں کے مابین بیٹھے۔ ہم سے کچھ فاصلہ پر سنگ مرمر کے ۶ بلند پایوں پر ایک وسیع بیٹھک تھی۔ اُس پر چار ترک قاری بیٹھے خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہر قاری ایک ایک گوشہ میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ پہلے ایک قاری پڑھتا۔ پھر اُسی کا اعادہ باری باری باقی تینوں قاری کرتے تھے۔ آخر میں سب ملکر کہتے "سبحان اللہ، الحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر"

میں نے اپنے عرب رفقاء کا امتحان لینا چاہا۔ اُن سے پوچھا یہ لوگ کون سورتیں پڑھ رہے ہیں؟ مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ لیکن ہمیں بالآخر معلوم ہو گیا کہ وہ سورۂ الم نشرح اور اُس کے بعد کی سورتیں پڑھ رہے تھے۔ آخر میں اُنھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی۔ پھر سورۂ بقرہ،

(بقیہ مضمون صکا)

دُنیا میرے قدموں کے نیچے آجائے تو بھی میں اُسے لینے والا نہیں کیونکہ میں ہمیشہ اسی دن سے ڈرتا رہا ہوں جو آج درپیش ہے"

سنہ ۱۸۳ھ (سنہ [illegible]ء) میں انتقال کیا

سیبویہ امام نحو

مشہور نحوی سیبویہ نے وفات کے وقت یہ شعر پڑھا:

یؤمّل دنیا لتبقی لہ   فمات المؤمّل قبل الامل

آرزو کرنے والے نے آرزو کی کہ دنیا ہمیشہ باقی رہے۔ لیکن آرزو کے پہلے ہی آرزو کرنے والا مر گیا۔

یہ کہکر بیہوش ہو گئے۔ سر بھائی کے زانو پر تھا وہ رونے لگے۔

انھوں نے آنکھ کھول دی۔ اُن کے آنسو دیکھ کر کہا:

وکنا جمیعاً فرّق الدہر بیننا   الی الامد الاقصی فمن یأمن الدہرا

ہم سب ساتھ تھے، زمانے نے ہمیشہ کے لئے جُدا کر دیا۔ پس زمانے پر کون بھروسہ کر سکتا ہے؟

سنہ ۱۸۶ھ (سنہ [illegible]ء) میں وفات پائی۔

اشتہار
کے
لئے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

سنہ ۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دیدئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرے کے لئے + بیوی کے لئے

[illegible] رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	شہرۂ عالم [illegible] جرمن [illegible]
غیر معمولی ڈیزائن کی خوشنما قیمتی [illegible] قیمت [illegible] [illegible] سات روپیہ آٹھ آنہ [illegible] محصول ڈاک پیکنگ [illegible]	مکمل سلور کیس خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتاتی ہے اصلی قیمت [illegible] صرف پانچ روپے آٹھ آنے [illegible] محصول ڈاک پیکنگ [illegible]	دیکھنے میں خوبصورت چال اچھا [illegible] ٹائم کا سچا [illegible] قیمت دو روپے محصول ڈاک پیکنگ [illegible]

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی [illegible] وقت تک [illegible] جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں [illegible] ہم نہیں کہہ سکتے [illegible] آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریداروں کے لئے کوئی رعایت نہیں ہے ان سے اصلی قیمت مندرجہ چارج کی جائے گی اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ: امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ [illegible] مقام دہلی

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں

تو

آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

طریقِ جدل اور طریقِ ہدایت

معلوم نہیں آپکو وہ بات بھی یاد رہی یا نہیں جو میں نے گذشتہ سال آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی۔ اس راہ میں بحث و جستجو کے ہمیشہ سے دو طریقے رہے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جسے قرآن نے اپنی زبان میں "جدل" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جسے "ہدایت" کے لفظ سے پکارا ہے۔ "جدل" کے معنی لڑنے جھگڑنے کے۔ "ہدایت" کے معنی سیدھی اور سچی راہ اختیار کرنے کے۔

وہ تمام لوگ جو حقیقت و صداقت کے متلاشی نہیں ہوتے بلکہ کسی خاص خیال اور جذبہ سے اپنی کوئی بات منوانی اور دوسرے کی کوئی بات گرا دینی چاہتے ہیں، طریقِ جدل پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپکو کتنا ہی حق کا طالب و مطیع ظاہر کریں، لیکن فی الحقیقت وہ حق کے نہیں اپنی ہوا و نفس کے مطیع ہوتے ہیں۔ وہ سچائی کے متلاشی نہیں ہوتے کہ ہر موقعہ پر اُس کے ظہور و علم کے منتظر رہیں۔ وہ محض اپنے کسی ٹھہرائے ہوئے خیال اور اعتقاد کے پُجاری ہوتے ہیں، اور اس لئے ہمیشہ اسی ڈھونڈھ میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بات منوا دیں۔ مذاہبِ عالم کے پُرجوش حامیوں، مذہبی مجالس کے زباں دراز مناظروں اور مذہبی بحث و نظر کے بنائے ہوئے نام نہاد علوم میں دسترس رکھنے والوں کا غالب حصہ اسی طریقِ جدل کی پیداوار ہے۔

لیکن دوسرا طریقہ طریقِ "ہدایت" ہے۔ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو سچ مچ کو سچائی اور حقیقت کے متلاشی ہوتے ہیں، اور منوانے کے لئے نہیں، ماننے کے لئے قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ نہ تو کوئی خاص فریقانہ جذبہ رکھتے ہیں، نہ کوئی خاص فریقانہ دعویٰ۔ نہ تو اُنھیں کسی خیال اور رائے کی برتری ثابت کر دینے کی ضد ہوتی ہے، نہ کسی خاص خیال اور رائے کو زک دینے کا جوش۔ اُن کی طلب، اُن کی جستجو، اُن کا اعتقاد، اُنکا مشرب، اُن کا حلقہ، اُن کی تمام کد و کاوش کی غرض و غایت، صرف یہی ہوتی ہے کہ حق کی تلاش کی جائے، اور جب مل جائے تو اُسے پہچان لیا جائے۔ اس طریقہ کے رہرو کی ہر بات پچھلے طریقہ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ مقصد اور نظر و فکر کی روح میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ طریقِ جدل پر چلنے والے سچائی کے نہیں بلکہ سچائی کے نام پر جھگڑنے کے شائق ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی ہر بات میں ایک جھگڑالو اور بحث دماغ کی روح پائی جاتی ہے۔ لیکن طریقِ ہدایت کا پیرو کسی حال میں بھی جھگڑالو اور بحث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کی روح طلبِ حق کی روح ہوتی ہے، اور حق کی طلب اور اُس کی معرفت کا عشق کبھی بحث و نزاع کی نفس پرستیوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت ان دونوں طریقوں میں نہ صرف اختلاف ہے بلکہ صریح تضاد ہے۔ پہلے کا نتیجہ یہ ہے کہ حق کی طلب و معرفت کی استعداد ہی طبیعتِ انسانی میں باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف حق ہی کی طلب و معرفت کا استغراق باقی رہ جاتا ہے۔ نفس و ہوس کی تمام غفلتیں اور خود پرستیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔

جدل یا ہدایت؟

میں نے پہلے بھی کہا تھا، اور اب پھر آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر سفر کا عزم ہے تو کیوں پہلے ہی سے اپنی گمراہی کا بھی فیصلہ کر لیں؟ کیوں نہ قدم بڑھانے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کہ ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟ راہیں یہاں دو ہی ہیں۔ ایک وہ جسے قرآن نے اپنی بولی میں "جدل" کہا ہے۔ دوسری وہ جسے "ہدایت" سے تعبیر کیا ہے۔ اگر "جدل" کا شوق ہے، تو واقعہ یہ ہے کہ آج دنیا کے پرستارانِ مذاہب میں ننانوے ۹۹ فیصدی انسان اسی راہ پر گامزن ہیں۔ آپ بھی اس بھیڑ میں شامل ہو جائیے۔ لیکن اگر حق کی طلب اور سچائی کی لگن ہے، تو پھر ضروری ہے کہ دوسری راہ اختیار کی جائے۔ لیکن دوسری راہ اختیار کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ زبان سے اس کا دعویٰ کیا جائے۔ جہاں تک دعوے کا تعلق ہے، کوئی سخت سے سخت مجادل (جھگڑالو) انسان بھی اس دعوے سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرے گا۔ چاہئے کہ سچ مچ کو جدل و نزاع کی جگہ سچائی کے ایک سچے اور بے نفس متلاشی کی روح آپکے اندر پیدا ہو جائے۔ اس صورت میں آپکے بحث و مطالعہ کا انداز ہی دوسرا ہو جائیگا۔ جو چیزیں بقول آپکے آج "شک و شبہ کا طوفان" آپکے اندر پیدا کر دیتی ہیں، اُس حالت میں آپکے لئے مزید یقین کا پیغام اور معرفتِ حق کا وسیلہ بن جائیں گی!

مذاہبِ عالم بہ اعتبارِ حفظ و عمل

اگر ایک شخص "مجادل" نہیں بلکہ طریقِ "ہدایت" پر عامل ہے، تو وہ بغیر کسی بحث و اختلاف کے تسلیم کرے گا کہ آج جس قدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں، تعلیمی مصادر کے لحاظ سے اُنھیں تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) وہ نہایت قدیم مذاہب جن پر امتدادِ زمانہ سے انقلابِ حالت کے ایسے دَور گزر چکے ہیں کہ اب اُنھیں اُن کی حقیقی صورت و حالت میں معلوم کرنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ اُن کی تعلیم کے مصادر محفوظ نہیں ہیں، اُنکی حقیقی تعلیمی روح یک قلم منقلب ہو گئی ہے، اُنکے پیرؤں کی عملی زندگی میں حقیقت کا اب کوئی سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔

کسی چیز کی اصلیت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے دو طرح کی شہادتیں مل سکتی ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ دونوں کا مطلب واضح و معلوم ہے۔ حاجتِ تشریح نہیں۔ اس قسم کے مذاہب کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے لئے ہم اُن کی اندرونی شہادتوں پر قناعت نہیں کر سکتے، کیونکہ انقلابِ حالت کی وجہ سے اُن کے پیرؤں کی علمی و عملی زندگی اس درجہ بدل چکی ہے کہ اُس سے حقیقت کی شہادت ملنا متوقع نہیں۔ طالبِ حقیقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیرونی شہادتوں کی جستجو کرے۔ اگر کوئی ایسی شہادت مل جائے تو اُس کی روشنی میں اُن کی اندرونی حالت پر نظر ڈالے۔

(۲) دوسری قسم اُن مذاہب کی نظر آئے گی جن کی عمر پہلی قسم کے مذاہب سے کم ہے، اور جنھیں نسبتہً اپنی تعلیم کی اشاعت و توسیع کیلئے بہتر زمانہ حاصل ہوا تھا۔ اس لئے اگرچہ اُن پر بھی انقلابِ حالت کے وہ تمام دَور گزر چکے ہیں جو اصلیت کو محرّف اور مبدّل کر دیتے ہیں اور عملی روح یک قلم مفقود ہو جاتی ہے، تاہم اُن کی تعلیم کے بنیادی سرچشمے اس حد تک ضرور موجود ہیں کہ ایک طالبِ حق اُن سے اندرونی شہادت حاصل کر سکتا ہے، اور تغیر و تحریف کے بے شمار پردے پڑ جانے پر بھی اصلیت کی جھلک نظر آ جاتی ہے۔

البتہ یہ اندرونی شہادت اس درجہ واضح اور قطعی نہیں ہے کہ بیرونی شہادتوں کی ضرورت نہ ہو۔ ضروری ہے کہ کوئی مضبوط شہادت باہر سے بھی حاصل کی جا سکے، ورنہ حقیقت کا قابلِ یقین فیصلہ نہیں ہو سکے گا۔

(۳) اگر ہم نے صحتِ نظر کے ساتھ ان دونوں قسموں پر نظر ڈال لی ہے، تو ضروری ہے کہ ایک تیسری اور آخری قسم بھی سامنے آ جائے۔ یہ وہ قسم ہے جس کا ظہور دنیا کے تمدن و علوم کی اشاعت و تنظیم کے زمانے میں ہوا، اور اس لئے ایسے وسائل اُسکے لئے بہم ہو گئے کہ تعلیمی مصادر کے تلف ہونے یا کمی بیشی سے محرّف ہو جانے کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہا۔ جس طرح اُس زمانے میں جبکہ اُس کا نیا نیا ظہور ہوا تھا، اُس کی تعلیم اپنی حقیقی صورت و حالت میں دیکھی جا سکتی تھی، ٹھیک اُسی طرح آج بھی ہر آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ البتہ انقلابِ حالت کے وہ تمام دَور جو جمعیتِ بشری کی دائمی و عملی زندگی پر گزرا کرتے ہیں، اُس پر بھی گزرے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے فہم و عمل کی نوعیت روز بروز کمزور پڑتی گئی۔ یہاں تک کہ اُس کی حقیقی تعلیم کے مقابلہ میں، اُسکے پیرؤں کی عملی ذہنیت نے بہ حیثیت مجموعی ایک دوسری قسم کا نقشہ پیدا کر دیا۔ تاہم ایک جویائے حقیقت کے لئے اضطراب و تشویشِ خاطر کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اُسکے تمام تعلیمی مصادر اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں، اور وہ اس قدر واضح، اس قدر مختصر، اسقدر سہل الحصول ہیں کہ ہر طالبِ حقیقت طلب و معرفت کا ایک قدم بڑھا کر اُن تک پہنچ جا سکتا ہے، اور جیسی کچھ بھی اصلیت ہے اُس کے سامنے روشن ہو جا سکتی ہے۔

چونکہ اس آخری قسم کے تمام تعلیمی مصادر محفوظ، مدوّن، اور ہر انسان کے دسترس میں ہیں، اس لئے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اپنی اندرونی شہادت ہی سے پہچانی جا سکتی اور پرکھی جا سکتی ہے۔

بلاشبہ اُس کی عملی روح امتدادِ زمانہ کے مؤثرات و عوامل سے متاثر ہو چکی ہے، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں، تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُسکی عملیت کی بنیادیں پچھلی دو قسموں کی طرح منہدم ہو گئیں۔ ایک جویائے حقیقت معلوم کر لے سکتا ہے کہ امتدادِ زمانہ کے یہ تمام تغیرات سطح سے نیچے نہیں اُتر سکے ہیں۔ بنیادیں بدستور قائم ہیں۔

مذاہبِ عالم میں ہندوستان اور ایران کے قدیم مذاہب پہلی قسم میں داخل ہیں۔ یہودی اور مسیحی مذاہب دوسری قسم میں۔ تیسری قسم سے مقصود اسلام ہے۔

جویائے حقیقت کا فرض

اگر ایک شخص کی راہ وہ راہ نہیں ہے جسے "جدل" سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہ مذاہبِ عالم کی اس صورتِ حال کے اعتراف میں ہرگز تأمل نہیں کریگا، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" کا اختلاف، یا حقیقی تعلیم اور غیر حقیقی تعلیم کی موجودگی کبھی اُس کے لئے "شک و شبہ کا طوفان" پیدا نہیں کر سکے گی۔ وہ دنیا کی زیادہ سے زیادہ واضح حقیقتوں کی طرح دیکھے گا کہ پیروانِ مذاہب کا موجودہ عمل و فہم اُن مذاہب کی حقیقی تعلیم کے لئے حجت نہیں ہو سکتا اور یہ ناگزیر ہے کہ جماعت، عمل، اور شخصی ترجمانوں سے بے اثر ہو کر صرف مذہب اور اُس کی "تعلیم" پر اعتماد کریں۔ ورنہ یا تو ہمیں یک قلم مذاہب کے برخلاف فیصلہ کرنا پڑے گا، یا فریقانہ تعصب و انکار میں مبتلا ہو جائیں گے، اور اس طرح فہمِ حقیقت و اعتدالِ رائے کی راہیں ہم پر بند ہو جائیں گی۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، شاید ہی دنیا میں کسی تعلیم کی حقیقت و اصلیت کا ادراک اسقدر آسان اور سہل ہو، جسقدر اسلام کا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کی تعلیمی اصل اس طرح محفوظ اور مرتب و دنیا کے ہر انسان کے دسترس میں ہے، کہ بغیر کسی علمی تحقیق و کاوش کے ہر شخص حاصل کر لے سکتا ہے اور اُس کے مطالب سے واقف ہو جا سکتا ہے۔ ثانیاً اُس کے تمام مصادر اس طرح مسلّم اور طے شدہ ہیں کہ اس بارے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ ثالثاً تعلیمی مصادر کی جتنی بھی مقدار ہے، بہت مختصر ہے۔ اتنی مختصر ہے کہ اگر ایک معمولی درجہ کا تعلیم یافتہ انسان چاہے تو ایک دن کے اندر معلوم کر لے سکتا ہے کہ اسلام کے تعلیمی مصادر کے مطالب کیا کیا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک تعلیم اس درجہ واضح اور سہل ہمارے سامنے موجود ہو، تو کیا کسی انصاف پسند "غیر مجادل" انسان کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اُس کے فہم کے لئے خود اُسپر اعتماد نہ کرے، اور اگر اُس کی تعلیم میں اور بعض انسانوں کے فہم میں اختلاف واقع ہو جائے، تو اپنے آپ کو "شک و شبہ کے طوفان" کے حوالے کر دے؟

یہاں تک میں نے صرف اصولی بحث کی ہے۔ اب مجھے آپکے بعض تأثرات اور پیش کردہ سوالات کا جواب دینا چاہیے۔

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانوی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شائع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجے کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شائع ہوا کرتی ہے

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم باسمّی ہو کر بلا تفریق مذہب عالم پر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہی اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہی۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہی لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہی کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہی کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہی۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہی؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہی جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہی۔ مفرح قلب ہی۔ خوش ذائقہ ہی۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دفع کرتا ہی۔ اختلاج قلب، دردِ سر، دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایات کو رفع کرتا ہی۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہی۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہی اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مد نظر ہی۔ ہمیں اُمید ہی کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نو خیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہی اور جس کی ہر چیز دیسی ہی۔ خوش ہونگے اور باوجود اتنی خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہی کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ارزانی پر کمیشن دیا جائیگا

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہی۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہی اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہی۔ فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہی جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو

قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہی۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہی

اگر آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی تو

تأمل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان

سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الہــلال بك ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماممین کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا ہے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ہے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ہے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ہے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا ہے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الہــلال بك ایــجنسی

(حلقه نمبر ٢٤ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھین

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را

تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وه رساله ہے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الہــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف انواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اُس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا ہے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ہے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنہیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدللہ یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ہے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
„ „ چہارم ۱۰ روپیه   „ „ پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البــلاغ" (جب دوسري مرتبه الہــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ہے - قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه ہے -

منیجر "البــلاغ پریس"

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرایش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں بہ تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ و امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہیں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

۱۹۲۷

الهلال

مبر ۱۷
جلد ۱

البلاغ پریس کلکته

قیمت ۵ ـ آنه

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

◆

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

◆

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

◆

Berlin-W 35

◆

Post No. 24.

◆

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

---

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۷ کلکتہ : جمعہ ۱۷ ۔ ربیع الثانی ۱۳۴۶ ہجری جلد ۱

Calcutta : Friday, 14. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی ۔ طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۴۰۱ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۲۰۷	اردو حروف کی حق مین	۳۹۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۴۲۴	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۴۰	نستعلیق ہون	۱۴۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الہلال

الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "مینیجر الهلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس، کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نمبر خریداري ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري مراسلت (مثلاً رسید زر ، اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جو سورج کو جس طرف سے چاهے نکالے " لیکن سورج کا ایک سمت کي جگه کسي دوسري سمت سے نکلنا کوئي دنیا کا محسوس واقعه نه تها جو لوگوں کے علم میں هوتا اور حضرت ابراهیم آسے اپنے پروردگار کا فعل قرار دے سکتے - نمرود کهه سکتا تها که اچها اگر یهي دلیل هے تو تمهارا پروردگار پورب کي جگه پچهم سے ایک مرتبه نکال دکهائے - اس پر حضرت ابراهیم کیا جواب دیتے ؟ کیا وه اپنے پروردگار سے چاهتے که نظام شمسي کا پورا کارخانه درهم برهم کرکے سورج دوسري سمت سے نکلتا هوا دکها دے ؟

(۵) علاوه بریں جب حضرت ابراهیم علیه السلام نے پہلي دلیل سے رجوع کرکے دوسري دلیل پیش کي ، تو ضروري تها که یه پہلے سے زیاده واضح و اقطع هوتي - اُن کي پہلي دلیل یه تهي که موت و حیات کي باگ الله هي کے هاتهه هے - دوسري یه که اجرام سماوي اُسي کے حکم و مشیت سے کام کرتے هیں - ظاهر هے که دوسري دلیل پہلي سے زیاده وزني نهیں کهي جا سکتي - اگر موت و حیات جیسا واضح اور بدیهي معامله خصم کو ساکت نه کر سکا ، تو اجرام سماوي کا معامله کیا مفید اثبات هو سکتا هے ؟

میں نے بڑے هي شوق سے حضرت امام فخر الدین رازي کي تفسیر کبیر دیکهي تهي - کیونکه وه قرآن مجید کے مقامات کو عقلي مباحث سے صاف کرنا چاهتے هیں - مگر میں عرض نهیں کر سکتا که مجهے کس قدر مایوسي هوئي ؟ لطف یه هے که انهوں نے پوري تفصیل کے ساتهه یه تمام شبهات خود هي لکهے هیں ، لیکن جواب کا جو کچهه حال هے ، اس کا اندازه اِس سے کر لیجیے که اُس کے پڑهنے کے بعد اپنے دل کو اور زیاده شکوک و شبهات میں مبتلا پاتا هوں -

پہلے شبه پر انهوں نے بالکل توجه نهیں کي هے - دوسرے شبه کے دو جواب دیے هیں - ایک یه که ایک دلیل چهوڑ کر دوسري دلیل کا اختیار کرنا مستدل کے لیے جائز هے - اس میں کوئي حرج نهیں ، کیونکه دوسري دلیل پہلي دلیل سے اوضح هے - اِسے عام مفسرین کي طرف منسوب کرتے هیں - دوسرا جواب " محققین " کا جواب قرار دیا هے - وه یه هے که " یه ایک دلیل کو چهوڑ کر دوسري دلیل کا اختیار کرنا نه تها - بلکه ایک هي دلیل کي مزید وضاحت کرني تهي : وهو انا نری حدوث اشیاء لا یقدر الخلق علی احداثها ، له امثلة ، منها الاحیاء و الاماتة ، و منها السحاب و الرعد و البرق ، و منها حرکات الافلاک و الکواکب ، و المستدل لا یجوز له أن ینتقل من دلیل علی دلیل آخر ، لکن اذا ذکر لایضاح کلام مثالا ، فله أن ینتقل من ذلک المثال الی مثال آخر ، فکان ما فعله ابراهیم من باب ما یکون الدلیل واحداً ، إلا انه یقع الانتقال عند ایضاحه من مثال الی مثال آخر - و هذ الوجه احسن و الیق بکلام اهل التحقیق "

اُس کے بعد آگے چل کر لکهتے هیں : " لما احتج ابراهیم بالاحیاء و الاماتة ، اورد الخصم علیه سوالا لا یلیق بالعقلاء ، و هو انک اذا دعیت الحیاء و الاماتة لا بواسطة ، فذلک لا تجد الی اثباته سبیلا ، و ان دعیت حصولها بواسطة حرکات الافلاک ، فنظیره او ما یقرب منه حاصل للبشر - فاجاب ابراهیم بان الاحیاء و الاماتة و ان حصلا بواسطة حرکات الافلاک ، لکن تلک الحرکات حصلت من الله تعالی و ذلک لا یقدح في کون الاحیاء و الاماتة من الله ، بخلاف الخلق فانه لا قدرة لهم علی تحریکات الافلاک " خلاصه اِس تقریر کا یه هے که پہلي دلیل پر جو نمرود نے اعتراض کیا تو اِس کا مطلب یه تها که اُس نے کہا ، خدا کي صفت جلانے اور مارنے کي کیسي هے ؟ وه بلا واسطه جلاتا اور مارتا هے ، یا افلاک کي حرکت اور اس کے اثرات کے ذریعه ؟ اگر پہلي بات هے تو اُس کا اثبات ممکن نهیں - اور اگر دوسري بات هے تو یه انسان کو بهي حاصل هے - یعنی وسائط کے ذریعه موت و حیات وجود میں آسکتي هے - مثلاً مرد اور عورت کے ملنے کے واسطه سے زنده انسان پیدا هو سکتا هے ، اور قتل کے ذریعه هلاک کیا جا سکتا هے - اس کے جواب میں حضرت ابراهیم نے اپني دلیل کي مزید وضاحت کي اور فرمایا که احیاء اور اماتت اگرچه افلاک کي حرکات کے واسطه سے ظهور میں آتي هے ، لیکن افلاک کي حرکت بهي تو خدا هي کے حکم و مشیت سے هے - اُس کے سوا کون هے جو انهیں حرکت میں لا سکے ؟ اور جب اُس کے سوا کوئي دوسرا افلاک کو متحرک نهیں کر سکتا ، تو ثابت هو گیا که احیاء اور اماتت بهي نهیں کر سکتا -

میں حیران هوں که اس امام جلیل القدر کي اس تقریر کي نسبت کیا عرض کروں ؟ ان کے جواب سے شبه دور هوا هے یا اور زیاده مضبوط هوگیا هے ؟ اول تو یه فرض کرنا که نمرود کا مطلب اعتراض بے واسطه اور بغیر واسطه کا جهگڑا تها ، کهاں سے ثابت هوتا هے ؟ قرآن مجید میں تو صرف اتنا هي هے که " انا احي و امیت " پهر یه کهنا که یه دوسري دلیل کي مزید توضیح هے ، نئي دلیل نهیں هے ، کسي طرح بهي سمجهه میں نهیں آتا - افلاک کي حرکت کو بهلا موت و حیات سے کیا تعلق ؟ کیونکر یه استدلال پہلي دلیل کے ساتهه مربوط هو سکتا هے ؟ پہلي دلیل کا تعلق جلانے اور مارنے کي صفت سے تها - دوسري میں سورج کے طلوع و غروب کي جهت سے - اس میں اور موت و حیات کي طاقت و تصرف میں کوئي علاقه نهیں - تعجب هے که کیونکر امام موصوف ایسي کمزور اور بے ربط بات کو محققین کا مذهب قرار دیتے هیں اور وثوق کے ساتهه قرار دیتے هیں -

پهر مفسرین کا یه عام مذهب بهي که دوسري دلیل پہلي سے اوضح هے ، تشفي پیدا کرنے سے قاصر هے - صاف بات تو یهي معلوم هوتي هے که پہلي دلیل هي زیاده واضح اور قطعي تهي -

تیسرے شبه کا جواب امام موصوف نے یه دیا هے که نمرود دوسري دلیل کا معارضه نهیں کر سکا - اسلیے که هو سکتا هے ، خدا نے اُس وقت ، اُس کے حواس مختل کر دیے هوں - وه اس قابل هي نه رها هو که اعتراض کرے - سوال یه هے که اگر معترض اور مشکک کو اسي طرح حواس باخته کرکے چپ کرا دینا تها ، تو پهر اس مناظره کي ضرورت هي کیا تهي ؟ پہلے هي سے مخبوط الحواس بنا دیا هوتا تا که وه اعتراض هي نه کر سکتا - علاوه بریں اگر خدا تعالی کي سنت یهي هے که جو معترضین انبیاء کرام سے معارضه کرتے هیں ، ان کے حواس سلب کر لیا کرتا هے ، تو اس کا مطلب یهي هو سکتا هے که انبیاء کرام کے پاس مسکت اور قاطع جواب نهیں هوتے ، اس لیے غریب معترضین مخبوط الحواس کرکے چپ کرا دیے جاتے هیں - کیا ایسے جوابوں سے قرآن مجید کے معارف روشني میں آسکتے هیں ؟ خصوصاً اِس زمانے میں ؟

خود امام صاحب بار بار اس پر زور دیتے هیں که " جب ایک دلیل یا مثال خصم کے مقابله میں پیش کي جائے ، اور اُس پر وه نا فهمي سے اعتراض کر دے ، تو مستدل کا فرض هے که اُس کے اعتراض کي خامی ظاهر کر دے اور بغیر اس کے آگے نه بڑهے ، اور جب ایک معمولي مناظر کے لیے ایسا کرنا ضروري هے ، تو ظاهر هے که ایک نبي اولوالعزم کے لیے کیوں ضروري نه هو جس کا مناظره تمام دنیا کے سامنے بطور ایک بنیادي صداقت کے پیش کیا جا رها هے ؟ " تاهم وه اس قوت کے ساتهه اعتراض وارد کرکے ، اس کا کوئي کمزور سے کمزور جواب بهي نهیں دیتے ، اور صرف یه کهکر چپ هو جاتے هیں که " محققین کي تفسیر پر شبهات وارد

باب التفسير

حضرت ابراهيم اور ايك بادشاه كا مكالمه

كريمه " الم تر الى الذى حاج ابراهيم " كى تفسير

ايک استفسار

(از جناب مولوي محمد عبدالحق صاحب سكندرابادي)

جيسا كه جناب كو معلوم هے ' ميں گذشته سال سے ايک سلسلۂ رسائل كي ترتيب ميں مشغول هوں جن كا مقصد يه هے كه قران مجيد كے مطالب حكيمانه ايک ايسے نئے اسلوب سے بيان كيے جائيں كه آج كل كي مذهب سے برگشته طبيعتيں اُن سے تشفي حاصل كر سكيں - ايک همدرد ملت رئيس دكن نے اُنكے انگريزي زبان ميں ساتھ ساتھ ترجمه كرانے كا بھي انتظام كر ديا هے ' اور اُميد هے كه چند ماه كے اندر اُنكي اشاعت كا سلسله شروع هو جايگا * * * * اِس سلسله ميں قرآن مجيد كے متعدد مقامات هيں جو ايک عرصه سے ميرے سامنے هيں - ليكن حقيقت حال يه هے كه جيسا تشفي بخش حل اُنكا هونا چاهيے ' اِس وقت تک نهيں هو سكا هے ' اور جب تک خود اپني طبيعت مطمئن نه هو جائے ' دوسروں كے سامنے قدم اُٹھانا ديانت تحرير كے خلاف سمجھتا هوں - يه عرض كرنا ضروري نهيں كه قران مجيد كے فهم و مطالعه كا جسقدر بھي خاكسار ذوق پيدا كر سكا هے ' وه سب جناب هي كے طفيل هے ' اور جناب هي كي تحريرات كے شغف كا نتيجه هے - اِسليے اِن مشكلات ميں بھي جناب هي سے دستگيري كي اُميد هے - اگرچه وه مقامات ايک سے زياده هيں ' مگر سر دست ميں جرأت نهيں كر سكتا كه جناب كا زياده وقت لوں - صرف ايک مقام كي نسبت اپنا اِطمينان چاهتا هوں جسكے خاطر خواه حل نه هونے كي وجه سے خاكسار كي زير ترتيب كتاب كا كام رک گيا هے -

سورۂ بقره ميں حضرت ابراهيم عليه السلام اور ايک پادشاه كے مناظره كا ذكر هے جسكي نسبت همارے مفسرين كا بيان هے كه وه نمرود تھا : الم تر الي الذي حاج ابراهيم في ربه ان اتاه الله الملک ' اذ قال ابراهيم ربي الذي يحي و يميت ' قال انا اُحي و اُميت ' قال ابراهيم فان الله ياتي بالشمس من المشرق فات بها من المغرب ' فبهت الذي كفر ' و الله لا يهدي القوم الظالمين - مضمون اِس آيت كا يه هے كه حضرت ابراهيم سے نمرود نے خدا كے باب ميں حجت كي - اسپر اُنهوں نے فرمايا كه ميرا پروردگار وه هے جو جلاتا هے اور مارتا هے - يعني زندگي اور موت اُسي كے قبضۂ و تصرف ميں هے - اگر كوئي دوسري هستي خدائي كي مدعي هے ' تو اُسے چاهيے كه يه قوت و تصرف اپنے اندر ثابت كرے - نمرود نے اِسكے جواب ميں كها - اگر يهي وصف خدائي كا هے تو يه مجھه ميں بھي هے - ميں بھي جلاتا هوں اور مارتا هوں - حضرت ابراهيم نے يه سنكر فرمايا كه خدا پورب سے سورج نكالتا هے - تو پچھم سے نكال دے - اِس پر نمرود مبهوت هوكر رهگيا -

يه دراصل حضرت ابراهيم عليه السلام اور نمرود كا مناظره هے جسميں نمرود كي حيثيت خدائي كے مدعي كي هے اور حضرت ابراهيم اسكے زعم باطل كا بطلان ثابت كرنا چاهتے هيں - اب اس آيۃ كي تفسير ميں چند در چند مشكلات حائل هيں :

(۱) اول يه كه جب نمرود خدا هونے كا مدعي تھا ' تو ظاهر هے كه دليل پيش كرنا اسكے ذمه تھا - نه كه حضرت ابراهيم كے ذمے جنكي حيثيت منكر كي تھي - ليكن يهاں حضرت ابراهيم اس سے كوئي دليل نهيں مانگتے - بلكه خود اپنے پروردگار كي پروردگاري كي دليل پيش كر ديتے هيں كه " الذي يحي و يميت " اور وه اس سے معارضه كرنے لگتا هے -

(۲) پھر جب اُنهوں نے ايک ايسي دليل بيان فرمائي تھي جس سے بڑھكر واضح اور قاطع دليل نهيں هوسكتي ' تو چاهيے تھا كه نمرود كے جاهلانه اور طفلانه معارضه كي قلعي كھول ديتے - كيونكه وه اپنے جهل و بلادت سے زندگي بخشنے اور موت دينے كا وه مطلب سمجھه هي نه سكا تھا جو مؤتي سے موتي انساني عقل كو بھي سمجھه لينا چاهيے - وه بول اُٹھا كه يه بات تو مجھے بھي حاصل هے - ضروري تھا كه حضرت ابراهيم فرماتے ' موت اور حيات بخشنے سے مطلب يه هے كه جس طرح وه اَن ديكھي ذات تمام جانداروں كو نيستي سے هستي بخشتي هے ' اور پھر ايک خاص وقت پر فنا كر ديتي هے ' اسي طرح تو بھي ايک چھوٹا سے چھوٹا كيڑا بنا ديكھه - ليكن آپ يه نهيں كهتے ' بلكه فوراً اس دليل كو چھوڑ كر ايک دوسري دليل پيش كر ديتے هيں - يعني سورج كو اسكي معمولي سمت كي جگه دوسري سمت سے نكالدينے كي فرمايش كرتے هيں - اس سے لازم آتا هے كه گويا آپنے اپني پهلي دليل كي كمزوري مان لي - اور (نعوذ بالله) نمرود كے معارضه سے لاچار هوگئے - اسليے اسے چھوڑ كر نئي دليل كا سهارا ليا - ايک معمولي مناظر كيليے بھي يه بات دليل عجز هے ' چه جائيكه ايک جليل القدر پيغمبر كيليے -

(۳) پھر دوسري دليل جو پيش كي گئي ' اُس پر بھي شبهات وارد هوتے هيں - قران مجيد ناطق هے كه پهلي دليل سے نهيں مگر دوسري دليل سے نمرود لا جواب هو كر رهگيا - مگر اعتراض هو سكتا هے كه جس شخص كي شوخ چشمي كا يه حال تھا كه موت و حيات كے وصف الهي تک كا بيان اُسے چپ نه كرا سكا ' وه اِس دوسري دليل سے كس طرح لا جواب هوگيا ؟ اگر كها جاسے ' اس ليے كه وه پچھم كي طرف سے سورج نكالنے پر قادر نه تھا ' تو جواب يه هے كه وه موت و حيات بخشنے پر بھي تو قادر نه تھا ؟ جس طرح اس بات كا ايک غلط مطلب ٹھرا كر اُس نے معارضه كر ديا تھا اور حضرت ابراهيم ترک دليل پر مجبور هو گئے تھے ' اسي طرح اِس كا بھي كر دے سكتا تھا - كهديتا ميں بھي ايسا كر سكتا هوں -

(۴) علاوه بريں دليل كے معنے يه هيں كه وه ايسي بات هوتي هے كه اس كے اثبات سے مدعا كا ثبوت متحقق هو جاتا هے - ليكن حضرت ابراهيم كي دوسري دليل ايسي معلوم نهيں هوتي - اُس كا اثبات اس مقدمه كے اثبات پر موقوف هے كه " خدا وهي هوسكتا هے

یہ اجتماعي قانون نہایت عجیب ہے - کیونکہ بظاہر ایک قسم کا تناقض رکھتا ہے - ایک طرف کہتا ہے ، تغیر و تبدل ضروري ہے - نئي چیزلو اور پراني چیزیں چھوڑ دو - دوسري طرف یہ بھي کہے جاتا ہے کہ پراني چیزیں یک لخت فنا نہ ہونے دو - اپنے پچھلي مقومات و خصوصیات باقي رکھو - اپني قومي خصوصیات مٹا کر کوئي قوم ، قوم نہیں رہ سکتي - لیکن في نفسہ اِس میں تناقض نہیں ہے - دونوں باتیں اپني جگہ ٹھیک ہیں - نئي چیزوں کے اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام نئي چیزیں اختیار کرلي جائیں جو قومي مزاج و مصالح کے موافق ہوں - خصوصیات کے باقي رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ تمام بنیادي چیزیں قائم رکھي جائیں جو قومي مزاج کا استقلال و اختصاص قائم رکھنے کیلیے ضروري ہیں - یعني رد و قبول اور اخذ و ترک میں اعتدال کا سررشتہ ہاتھہ سے نہ دیا جائے -

بلا شبہ اِس قانون کي تطبیق میں اعتدال قائم رکھنا بہت مشکل ہے - چند ہي قومیں اصلاح میں اپنا دماغي توازن قائم رکھہ سکي ہیں - یا تو یہ ہوا ہے کہ اپني تمام قدیم عادات و روایات پر اڑ گئیں ، اور ایک قدم بھي آگے بڑھنے سے انکار کردیا - یا یہ ہوا کہ فوراً تبدیل و انقلاب پر اُتر آئیں ، اور اپني کوئي بھي قدیم خصوصیت باقي نہ رکھي - پہلي صورت تفریط کي ہے - دوسري صورت افراط کي ہے - اور نجات و ترقي توسط و اقتصاد میں ہے -

(قدیم قوموں کا جمود و تقلید)

تبدل کي قابلیت کے معني اس کے سوا کچھہ نہیں ہیں کہ عالم خارجي کي اطاعت کي جائے - قدیم زمانے میں ہر جگہ لوگوں کا طرز معیشت تقریباً یکساں تھا - اسي لیے تبدل کی ضرورت بھي کمزور تھي - اُس کي قابلیت آہستہ آہستہ پیدا ہوتي تھي - حتی کہ بعض قدیم قومیں صدیوں تک ایک ہي حالت پر قائم رہیں اور تبدیلي کي ضرورت محسوس نہ کي - اُن کا تعلق ہمیشہ ایسي قوموں سے رہا ، جو اُنہي کي طرح وحشي یا نیم وحشي تھیں - اُن کے سامنے کوئي بہتر نمونہ تہذیب و تمدن کا موجود نہ تھا - اس لیے ترقي کي رغبت بھي پیدا نہ ہوئي ، اور جمود و تقلید کي طبیعت برابر باقي رہي -

قدیم قوموں کے جمود و تقلید کا راز یہ ہے کہ وہ اپني فطرت کي طرف سے مجبور کي جاتي ہیں کہ اپني زندگي اور زندگي کي بنیادیں محفوظ رکھیں - یہي باعث ہے کہ اُن قوموں میں فرد کا معاملہ چنداں اہمیت نہیں رکھتا تھا - بلکہ اُس زمانے میں فرد کے لیے جائز ہي نہ تھا کہ مستقل زندگي بسر کرے - وہ قومیں اسے بالکل قدرتي بات خیال کرتي تھیں کہ عام مصلحت کے لیے افراد اپني ہستي قربان کر دیں - اُس وقت شخصي آزادي ، کسي کے واہمہ میں بھي نہ تھي -

بعض نظري آدمیوں نے آزادي کي اعلیٰ مثال یوناني جمہوریتوں میں بتائي ہے - حالانکہ اُن جمہوریتوں میں افراد کو مطلق آزادي حاصل نہ تھي - وہ ایسے نظامات کي پابندیوں میں جکڑے ہوے تھے جنہیں آج متمدن دنیا میں کوئي آدمي بھي برداشت نہیں کر سکتا - اُن جمہوریتوں میں افراد کو اِتني آزادي بھي حاصل نہ تھي کہ اپني مرضي سے کوئي دیني عقیدہ رکھیں ، یا اپني اولاد کي بطور خود تعلیم و تربیت کرسکیں - اسپارٹا میں یہ حالت تھي کہ افراد کو اپنے گھروں میں کھانا پکانے اور کھانے کي بھي اجازت نہ تھي - وہ مجبور تھے کہ عام دستر خوانوں ہي پر بیٹھہ کر کھانا کھائیں - یونان میں اصلاح و تجدید کے داعي مجرم سمجھے جاتے تھے - چنانچہ پوري قوم سقراط کے خلاف کھڑي ہوگئي ، اور اُس وقت تک چین نہ لیا ، جب تک اُس مصلح کي جان نہ لے لي !

بلا شبہ اِس قسم کے سخت نظامات اُن ملکوں کے لیے ضروري ہیں ، جو ہمیشہ دشمن کے حملوں کا نشانہ بنے رہتے ہیں -

قدیم زمانے میں رومانیوں نے معلوم کرلیا تھا کہ اصلاح و انقلاب میں نقطۂ توازن کیا ہے - ایک طرف وہ تجدد و اصلاح کے حامي تھے ، دوسري طرف اپني خصوصیات کي حفاظت بھی کرتے تھے - یہ وصف اُن میں اِس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ فتوحات نے اُن کے تعلقات دوسري قوموں سے قائم کر دیے تھے - یہ تعلقات نئے نئے حالات پیدا کر دیتے تھے ، اور وہ نظامات کي تبدیلي پر مجبور ہوجاتے تھے - رومانیوں کا سنہرا زمانہ وہي تھا جب وہ اِس مرکز توازن پر قائم تھے - لیکن جب سے اُنہوں نے افراط و تفریط شروع کي ، روز بروز گرنے اور تباہ ہونے لگے -

(انگریزوں کي کامیابي کا راز)

موجودہ زمانے میں علمی انکشافات ، جدید صنائع کے ظہور ، اور مواصلات کي سہولت و کثرت نے مختلف تمدنوں میں ایک ایسا تصادم و احتکاک پیدا کر دیا ہے ، کہ ہر لمحہ عظیم تغیرات و انقلابات کے موقعے پیدا ہوتے رہتے ہیں - اس صورت حال کا قدرتي نتیجہ یہ ہے کہ مرکز توازن تقریباً مجہول ہو گیا ہے ، اور اُس کي تلاش از حد مشکل ہوگئي ہے - یہي سبب ہے کہ موجودہ دنیا میں ہر طرف شورشیں اور انقلابات برپا ہو رہے ہیں - کوئي نظام بھي پائداري حاصل کرنے نہیں پاتا -

لیکن صرف انگریزوں ہي کي قوم یورپ کي ایک ایسي قوم ہے جس نے رومانیوں کي طرح مرکز توازن معلوم کر لیا ہے - وہ ایک طرف اصلاح و تجدد کي حامي ہے - دوسري طرف اپنے قومي مقومات بھي برقرار رکھے ہوئے ہے - اُن میں جمود و تقلید نہیں ہے - برابر اصلاح و تجدید میں مشغول ہیں ، مگر پوري تدریج اور دانشمندي کے ساتھہ قدم بڑھاتے ہیں - انگلستان کي آزادي نہ تو کرامویل کے ہاتھوں قائم ہوئي ہے ، نہ جمہوریت پسندوں کي لائي ہوئي ہے - وہ انگریزي تاریخ کي پیداوار ہے (۱) - یہ تمام عظمت و قوت جس پر آج انگلستان فخر کر رہا ہے ، درحقیقت اِسي توازن فکر و عمل کا نتیجہ ہے -

---

(۱) جب خاندان استوارٹ کے پادشاہ چارلس اول کا استبداد بہت بڑہ گیا ، تو انگریز امریکا کي طرف ہجرت کرنے لگے - حتی کہ انگلستان کے بعض علاقے بالکل خالي ہوگئے - ظالم بادشاہ یہ دیکھہ کر گھبرایا اور ہجرت کي ممانعت کردي - جس دن ممانعت کا اعلان ہوا ، دریائے ٹیمس میں مہاجرین کے کئي جہاز روانگي کے لیے طیار تھے - اُنہي میں کرامویل بھي تھا - اب باشندوں نے دیکھا کہ ظلم سے نجات حاصل کرنے کي راہ بغاوت کے سوا کوئي نہیں ہوسکتي - چنانچہ بغاوت شروع ہوگئي - کرامویل اِس باغي فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا - بغاوت کامیاب ہوئي - جمہوریت کا اعلان کیا گیا - کرامویل جمہوریت کا صدر منتخب ہوا - اُس وقت اُس کا لقب " لارڈ پروٹیکٹر " تھا - مگر بعد میں خود یہ بھي مستبد ہوگیا - آخر سنہ ۱۶۴۹ع میں قوم نے اُس کي حکومت کا بھي خاتمہ کر دیا -

مقالات

نہیں ہو سکتے" حالانکہ وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ خواہ نئی دلیل بیان کی جائے ' خواہ نئی مثال ' ضروری ہے کہ انتقال سے پہلے معارض کی خامی واضح کردی جائے - پس جس طرح شبہ عام مفسرین کی تفسیر پر وارد ہوتا ہے ' اسی طرح اُس تفسیر پر بھی وارد ہوتا ہے جسے امام موصوف " مدققین " کی تفسیر قرار دیتے ہیں -

مجھے جب اس طرف سے مایوسی ہوگئی تو خیال ہوا کہ موجودہ زمانے کے محققین نے اس پر ضرور نئی روشنی ڈالی ہوگی - چنانچہ میں نے بمبئی سے استاد امام شیخ محمد عبدہ مصری کی تفسیر منگوا کر دیکھی ' لیکن افسوس ہے کہ اس میں بھی وہی امام رازی والی تفسیر بجنسہ پائی - اِن شبہات کا کوئی جواب نہیں ملا - تفسیر نیشا پوری ' تفسیر ابن کثیر ' تفسیر علامۂ ابن سعود ' تفسیر روح المعانی شہاب آلوسی بھی خاکسار کے پیش نظر ہیں ' مگر اِن سب میں بھی یا تو وہی تفسیر کبیر والا جواب نقل کردیا ہے ' یا وہ باتیں لکھدی ہیں جنھیں امام رازی نے عام مفسرین کا جواب قرار دیا ہے - یا پھر سرے سے کسی طرح کی کاوش ہی نہیں کی گئی ہے -

جب پچھلوں میں حضرت امام رازی جیسے محقق نے اور حال کے محققین میں شیخ محمد عبدہ مصری جیسے امام و مفسر نے مجھے صاف جواب دیدیا ' تو پھر میرے لیے صرف جناب ہی کی چوکھٹ باقی رہگئی - لاریب صرف جناب ہی کی ایک ذات والا صفات ہے جو موجودہ زمانے میں حقائق قرآن کی ، وہ تمام مشکلات حل کردے سکتی ہے جن تک دوسروں کی نظر و تحقیق نہیں پہنچ سکی ہے - اب خاکسار ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ سے دستگیری کا طالب ہے - اور امید قوی رکھتا ہے کہ مایوس نہ ہوگا -

مجھ سے میرے حیدرآباد کے ایک دوست نے ذکر کیا تھا کہ جمعیت العلماء ہند نے عید کے موقع پر اخبار الجمعیت کا ایک خاص نمبر "خلیل نمبر" کے نام سے نکالا ہے اور اس میں صدر جمعیت مولانا کفایت اللہ صاحب نے اس مقام کی تفسیر شرح و بسط سے تحریر فرمائی ہے - میں نے بڑے ہی شوق سے خلیل نمبر منگوایا اور دیکھا - واقعی اس میں مولانا صاحب موصوف کا مضمون "مناظرۂ خلیل و نمرود" کے عنوان سے تین بڑے صفحوں میں نکلا ہے ' لیکن مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں تمام تر وہی تفسیر کبیر کی پوری بحث اردو میں نقل کردی گئی ہے - اس سے زیادہ ایک حرف نہیں ہے -

الہلال :

آپ نے استفسار میں اِس قدر تشریح و تفصیل کی ہے کہ اسی نے آج کی اشاعت کا بڑا حصہ روک لیا - اب جواب کے لیے آیندہ اشاعت کا انتظار کیجیے -

علم الاجتمـــاع

[illegible]

(۳)

(ناموس اجتماع اور محافظت و تجدید)

افراد کے وجدان سے علحدہ ' جماعتی وجدان کے متعلق ہم نے جتنے اقوال نقل کیے ہیں ' دلائل نے ابتک اُن کی تصدیق نہیں کی ہے - نیز ابتک یہ بھی ثابت نہیں ہوا ہے کہ جماعت کی صفت عضویۃ ' افراد کی عضویت سے الگ وجود رکھتی ہے - یہ اقوال نظریوں اور آراء کا حکم بھی نہیں رکھتے - زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تشبیہات و استعارات ہیں -

لیکن ساتھہ ہی یہ یقینی ہے کہ تمام طبیعی کائنات کی طرح عالم اجتماع کے بھی خاص نوامیس و قوانین ہیں ' اور وہ غیر متبدل اور اٹل ہیں -

اجتماع کا ایک قانون یہ ہے کہ جن اجزاء سے سلطنت اور امت مرکب ہوتی ہے ' وہ تمام اجزاء باہم دگر اس درجہ وابستہ و مربوط ہوتے ہیں کہ ایک جزء کے متأثر ہوتے ہی باقی تمام اجزاء بھی فوراً متأثر ہوجاتے ہیں -

اِس اجتماعی قانون کی بنا پر مقننین اور مصلحین کے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ ماہر طبیبوں کی طرح اصلاح و تشریع میں بہت زیادہ ہوشیار و محتاط ہوں - ایسا نہ ہو کہ ایک عضو کی بیماری کے علاج میں باقی اعضاء سے غافل ہوجائیں ' اور پہلی بیماری سے بھی بدتر بیماریوں کی پیدایش کا سبب بن جائیں -

علم اجتماع کے دو رخ ہیں : ایک طرف وہ جدید اصلاحات اور جدید اصول و مبادی کا حامی ہوتا ہے تا کہ مستقبل ' ماضی و حال سے بہتر ہوجاے - دوسری طرف وہ ماضی و قدیم کی بھی حفاظت چاہتا ہے - وہ قوموں کو بتاتا ہے کہ اپنا ماضی ' اپنے مقومات ' اور اپنی خصوصیات بالکل فنا نہ ہوجانے دیں ' اُنھیں بچائیں ' اور باقی رکھیں - ورنہ اُن کی قومیت درہم برہم ہوجائیگی ' اور اصلاح ' فساد کا ذریعہ بن جائیگا -

تاریخ بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے - مشاہدہ کی بھی یہی ہدایت ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ قوموں کی ترقی کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ تبدیل و تغیر قبول کریں - یعنی وہ نئے اوصاف اختیار کریں ' مگر تدریج اور نظر و حزم کے ساتھہ -

قوموں کی حالت پر غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کے اصلی ستون دو ہیں :

(۱) تغیر و تبدل کی قابلیت کا موجود ہونا -
(۲) تدریج و تطور کے ساتھہ تغیر قبول کرنا -

مذاکرۂ علمیّہ

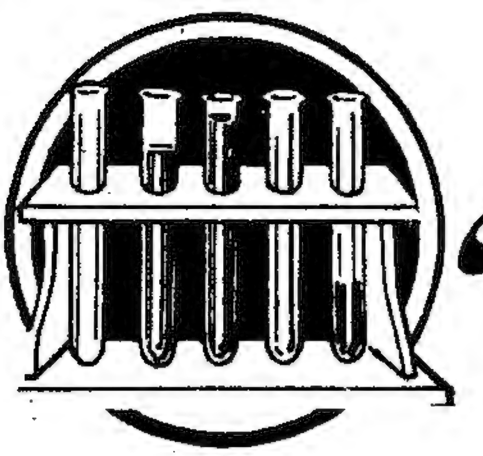

جب حکومت کي شکل حالات ' ماحول ' اور قومي آرزوں کے خلاف هوتي هے ' اور اُس کي تبديلي کے ليے قوم کے سامنے کوئي قانوني راہ باز نهيں هوتي ' تو يه وقت انقلاب و بغاوت کے ظهور کا وقت هوتا هے - لهذا ضروري هے که ضرورت کے وقت فوراً اصلاح شروع کردي جائے ' ورنه قوم کو يه حق حاصل هو جائيگا که فوري تبديلي کے ليے اپنا قدرتي حق استعمال کرے اور بغاوت پيدا هوجاے -

اسپين ميں باشندگان هالينڈ کي بغاوت (سنه ۹۹۲ ه) خاندان اسٹورٹ پر انگريزوں کا خروج ' نپولين بونا پارٹ پر جرمني کی بغاوت ' آسٹريا پر اٹالين قوموں کي بغاوت - يه تمام بغاوتيں تاريخ کي نظر ميں ' صحيح ' جائز ' اور قانوني بغاوتيں تهيں -

(انقلاب کي طبيعت اور حکومت کے فرائض) سکاریہ

بغاوت عموماً آتش فشاں پهاڑ کے انفجار يا آندهي کے طوفان کے مشابه هوتي هے - شروع شروع ميں اُس کا خيال چند افراد کے اندر پيدا هوتا هے - پهر آهسته آهسته تمام قوم ميں پهيل جاتا هے - بغاوت کا خيال تبديلي کے احساس سے پيدا هوتا هے - جب تبديلي ظاهر نهيں هوتي تو حکومت کي طرف سے عام بد دلي پيدا هوجاتي هے - يه بد دلي مخفي غصه کي صورت اختيار کر ليتي هے - جب حالت اِس درجه تک پهنچ جاتي هے تو قوم هر لمحه مشتعل هو جانے کے ليے طيار هو جاتي هے - اُس وقت معمولي سے معمولي بات بهي عام بغاوت کا سبب بن جاسکتي هے -

لهذا حکام کا فرض هے که ايسي حالت پيدا هونے سے پہلے هي اصلاح نافذ کرديں - ليکن اگر بر وقت نه کرسکيں ' تو پهر اُن کے ليے بهترين طريقه يه هے که اِس بغاوت و انقلاب ميں شامل هوجائيں ' يعني اُسے اپنے هاتهه ميں لے ليں ' تاکه اُس کي مضرتيں کم سے کم هوجائيں -

اعتذار

افسوس هے که شهر کي عام تعطيل کي وجه سے اس هفته بهي مطلوبه تصاوير طيار نه هوسکيں اور هميں تصوير کے بغير پرچه شائع کرنا پڑا - تصاوير کے نه مل سکنے کي اطلاع ملنے پر وه تمام مضامين بهي ترک کردينے پڑے جن کا تعلق تصاوير سے تها - اس صورت حال کا صحيح علاج يهي هے که جلد از جلد تصاوير کي طياري کا مستقل انتظام کرليا جاے - آينده پرچوں ميں هم اس کمي کي پوري تلافي کرديںگے -

منيجر

عالم سماوی

کيا ستارے زندگي سے محروم هيں ؟

هم تاروں بهري رات ميں نظر اُٹهاتے هيں تو آسمان پر بے شمار ستارے نظر آتے هيں - يه ستارے درحقيقت ويسے هي کرے هيں ' جيسا ايک کره خود هماري زمين هے - اِن ستاروں ميں بهت سے ستارے هماري زمين سے بهي بهت زياده بڑے اور بهت زياده عمر کے هيں - بعض هماري زمين سے چهوٹے اور اُس سے کم عمر رکهتے هيں - يه تمام ستارے بهي ويسے هي ايک نظام سے وابسته هيں ' جيسا همارا نظام شمسي هے - اِن ميں بهي آفتاب هيں اور اپنے گرد بهت سے کواکب اور سيارے رکهتے هيں -

مدت سے علماء فلک ميں سخت اختلاف هے که يه ستارے بهي هماري زمين کي طرح زنده موجودات سے آباد هيں يا نهيں ؟ ايک گروه پهلي رائے کا قائل هے - دوسرا دوسري راے کا -

پهلے گروه کي دليل يه هے که زندگي کے ليے جن شرطوں کي ضرورت هے ' وه زمين کے علاوه اِن ستاروں ميں موجود نهيں هيں - ليکن اُس کا يه دعوی کئي وجوه سے نا قابل تسليم هے - پهلي بات تو يه هے که اِن شرطوں کي عدم موجودگي کا ثبوت کيا هے ؟ کون دعوی کرسکتا هے که هوا ' پاني ' نور ' حرارت ' وغيره لوازم زندگي سے يه ستارے بالکل خالي هيں ؟ بلا شبه اب تک اِن کے وجود کي بهي کوئي دليل همارے علم ميں نهيں آئي - ليکن بهت ممکن هے که يه چيزيں وهاں موجود هوں اور هماري تحقيقات ميں ابهي نه آئي هوں - حال هي ميں انساني علم نے معلوم کرليا هے که بعض ستاروں ميں اکسيجن موجود هے ' جو زندگي قائم رکهنے والي هوا کا اصلي جزو هے -

پهر يه دعوی بهي بالکل بے دليل هے که زندگي کي جو شرطيں هميں معلوم هيں ' اُن کے بغير زندگي کا وجود ممکن نهيں - بلا شبه هماري زمين پر زندگي اِن شرطوں کے بغير نا ممکن هے - ليکن يه کيا ضروري هے که دوسرے ستاروں کي طبيعت بهي بالکل ويسے هي هو جيسي هماري زمين کي هے ؟ يه بهي ضروري نهيں که زندگي کا ظهور اُن ستاروں ميں بهي ويسا هي هو ' جيسا اِس زمين ميں هے - بهت ممکن هے اُن ستاروں ميں زندگي کي شکليں بالکل مختلف هوں - اجسام کي ساخت جدا هو ' اعضاء و عضلات دوسري وضع کے هوں - زندگي کے لوازم مختلف هوں - ستاروں کي کائنات پر ايک هي اعتبار سے قياس کرنا اور اُن پر يکساں حکم لگانا ' صحيح نهيں هوسکتا -

اِس تفصیل سے واضح ہوجاتا ہے کہ ہر قوم کے اخلاق و عادات ایسے ہونے چاہئیں کہ آسانی سے بدل نہ سکیں - لیکن ساتھہ ہی اُن میں اِتنی لچک بھی لازمی ہے کہ بتدریج تبدیلی قبول کر سکیں - تاریخ کا قبرستان ایسی قوموں کی نعشوں سے لبریز ہے جو یہ راز معلوم نہ کر سکنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں -

(ترقی انقلاب سے بہتر ہے)

اجتماع کا یہ ناموس بھی ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ تدریجی ترقی کی راہ ' اچانک انقلاب سے بہتر اور محفوظ ہوتی ہے - لیکن کبھی کبھی ایسے حالات بھی پیدا ہوجاتے ہیں کہ انقلاب ضروری ہوجاتا ہے - اس کی مثال یہ ہے کہ بعض جسمانی امراض کا بہترین علاج یہی ہوتا ہے کہ فوراً سخت بخار چڑھ آئے - بخار کی شدت ' وہ امراض دور کر دیتی ہے - قومیں بھی کبھی کبھی ایسے ہی امراض میں مبتلا ہوجاتی ہیں ' اور اُن کا علاج یہی ہوتا ہے کہ فوراً انقلاب برپا کر دیا جائے - کیونکہ ایسی حالت میں اگر تدریجی اصلاح کا انتظار کیا جائے گا ' تو مرض امتداد زمانہ سے تمام قومی جسم پر حاوی ہو جائیگا ' اور پھر اُس کا علاج مشکل ہو جائیگا - چنانچہ جہاں تک کسی ایسی قوم کی ترقی کا تعلق ہے ' جو کسی دوسری غاصب قوم کے ماتحت آ گئی ہو ' انقلاب کے بغیر چارہ نہیں - کیونکہ اس صورت میں کسی قدرتی حالت کی اصلاح و ترقی کا سوال درپیش نہیں ہوتا ' بلکہ ایک غیر قدرتی اور ناجائز قبضۂ و غصب کا خاتمہ مطلوب ہوتا ہے -

بہرحال ماہرین سیاست کا فرض ہے کہ زمانے کی روح ' اُس کے پھیلنے سے پہلے ہی معلوم کرلیں ' اور حکومت کی شکل میں ایسی تبدیلیاں کرتے رہیں جن پر عام رائے مطمئن ہوسکے - ورنہ نتیجہ نہایت ہی مہلک ہوگا -

(نوجوان اور بوڑھے)

اِس سلسلہ میں یہ حقیقت بھی قابل ذکر ہے کہ سن رسیدہ افراد نوجوانوں کے مقابلے میں اصلاح و تجدد کے کم حامی ہوتے ہیں - اِس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے کہ قابل ملامت ہوں - علم وظائف اعضاء سے ثابت ہوچکا ہے کہ بوڑھے اجسام میں اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں ' اسلیے عادات کی مقاومت کی قوت باقی نہیں رہتی - برخلاف اس کے نوجوانوں کے اعصاب مضبوط ہوتے ہیں اور اسلیے عادات کی مخالفت آسانی سے کرسکتے ہیں -

(خیالات کا عروج و ہبوط)

زمانے کی روح ہمیشہ موجود رہتی ہے - ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے - تاریخ کے بڑے بڑے دور اس کے سوا کچھہ نہیں ہیں کہ زمانے کی مختلف روحوں کے مظہر ہیں - جدید خیالات و افکار کی مثال بالکل ستاروں کی سی ہے - وہ کبھی افق پر بلند ہوتے ہیں ' کبھی بالکل چھپ جاتے ہیں - اسی طرح کبھی ایک قسم کے خیالات کو عروج ہوتا ہے ' کبھی دوسرے قسم کے خیالات کو - آج جو خیالات مقبول عام و خاص ہیں ' بہت ممکن ہے کہ کل مکروہ و متروک ہوجائیں - صلیبی جنگوں کے زمانے میں جن افکار نے تمام یورپ میں ہلچل ڈال دی تھی ' آج دنیا اُن سے نفرت کرتی اور اُن پر حقارت سے مسکراتی ہے -

زمانہ بہت سی قوتوں کو پراگندہ کرکے فنا کر ڈالتا ہے ' اور بہت سی نئی قوتیں پیدا کردیتا ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہین ہوتیں - دنیا کی بہت سی پرانی آرزوئیں آج مٹ چکی ہیں اور اُن کی جگہ بالکل نئی امنگوں نے لے لی ہے -

(زمانہ کی روح)

زمانے کی روح کبھی ایک نقطہ و مرکز پر قائم نہیں رہتی - وہ بحر زخار کی موجوں کی طرح ہر طرف پھیلتی اور ظاہر ہوتی رہتی ہے - وہ ہوا کی طرح ہر مقام پر پہنچتی اور دلوں اور دماغوں کو جنبش میں لاتی رہتی ہے -

زمانے کی روح ہی درحقیقت قوموں میں زندگی اور حرکت پیدا کرتی ہے - زمانے کی روح ایک پر اسرار اَن دیکھی مخلوق ہے - کوئی اُسے دیکھہ نہیں سکتا ' مگر وہ سب میں داخل ہوتی اور اپنا عمل انجام دیتی رہتی ہے !

زمانے کی روح خاص طور پر بڑی بڑی انسانی جماعتوں میں جنبش پیدا کردیتی ہے - بڑے بڑے شہروں میں قوت سے ظاہر ہوتی ہے - قصبوں اور دیہاتوں میں اُس کا اثر کمزور ہوا کرتا ہے -

حکام و ارباب سیاست کا فرض ہے کہ سب سے پہلے زمانے کی روح اور اُس کے مقتضیات معلوم کریں - اس کے مطابق اپنے اندر تبدیلی کریں - ایسے نظام جاری کریں جو اِس روح کے مطابق ہوں - ورنہ نتیجہ ' ناکامی و ہلاکت کے سوا کچھہ نہ ہوگا -

حکام وقت کا فرض ہے کہ اپنے زمانے کی روح سے غفلت نہ برتیں - یہ روح کوئی خیالی بات نہیں ہے ' بلکہ حقیقی وجود رکھتی ہے - قوموں کے حکام اور رہنماؤں کی ذمہ داری بہت ہی عظیم ہوتی ہے - اُن کا کام بالکل جہاز کے ناخدا کا سا ہے ' جو ایک لمحہ کے لیے بھی ہوا اور موسم کی طرف سے غافل نہیں ہوسکتا - اُس کی نظریں ' جہاز کے چپہ چپہ پر ہوتی ہیں - کیونکہ ایک ننھا سا سوراخ بھی پورے جہاز کی غرقابی کا باعث ہوجا سکتا ہے -

اِس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانے اور حالات کی تبدیلی کے ساتھہ ساتھہ اجتماعی و سیاسی نظامات میں بھی تبدیلی لازمی ہے - ایسا کرنے سے ترقی و سعادت کی راہیں کھلتی ہیں - اور اِس کی مخالفت سے تباہی و بربادی نازل ہوتی ہے -

(مسلح انقلاب)

بغاوت یا مسلح انقلاب اُسی وقت جایز ہوتا ہے ' جب عام رائے اور قوم کی امیدوں کے موافق ہو - ایسے انقلاب میں پوری قوم کے جذبات مشتعل ہوجاتے ہیں - انقلاب سے کسی قسم کا بھی ہو — بنیادی تبدیلی کا ثبوت ہوتا ہے -

اصلاح کے عمل میں حقوق کا دائرہ طبیعی طور پر وسیع ہوتا ہے - برخلاف اس کے انقلاب میں تبدیلی اچانک واقع ہوتی ہے - انقلاب درحقیقت ' اجتماعی انتقام ہے - ایک غیر طبیعی حرکت ہے - خونریزی اور مصائب و آلام اُس سے پیدا ہوتے ہیں -

انقلاب ' ایک مصیبت ہے - ملک پر یہ مصیبت اُسی وقت نازل ہوتی ہے جب ضرورت کے مطابق ' اصلاح موجود نہیں ہوتی - فساد اجتماعی جسم میں پھیل جاتا ہے ' اور قومی مزاج بالکل بگاڑ ڈالتا ہے - اصلاح کی تاخیر کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ اُس کی راہ میں کوئی رکاوٹ پڑ جاتی ہے - وہ اپنی طبیعی حد کو پہنچنے نہیں پاتی - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دبی ہوئی اجتماعی روح اچانک اُبل پڑتی ہے ' اور تمام موانع کو قوت کے ساتھہ اُٹھا پھینکتی ہے - پس انقلاب ' کوئی اجتماعی قانون نہیں ہے - ہاں اُسے اجتماعی حادثہ کہہ سکتے ہیں -

تاریخ و عبر

مسیحیت اور بت پرستی

آٹھویں اور نویں صدي میں مسیحیت کو خیالات کي ایک بڑي خانه جنگي کا سامنا کرنا پڑا تھا - اِس خانه جنگي کي وجه ' بت پرستي تھي - بیزنطیني شهنشاهیت میں یه نزاع آخري حد تک پہنچ گئي تھي -

ابتدائي عهد کے عیسائي بتوں ' تصویروں ' اور نقش و نگار کي تعظیم و عبادت سے نفرت رکھتے تھے - کیونکه یه سب پرستي تھي - وہ یہودیت سے نکلے تھے ' اور یہودیت خدا کا تجسم نا جائز قرار دیتي ھے - انھیں یورپ میں یونانیوں سے مقابله کرنا پڑا تھا ' یوناني بت پرستي کے سب سے بڑے شائق تھے - اس لیے قدرتي طور پر وہ اپنے حریفوں سے اپنے آپ کو علحدہ رکھنا چاھتے تھے -

اُس زمانے میں مسیحي دعاۃ اِن بت پرستوں پر هنستے تھے اور تعجب کرتے تھے که یه لوگ خود اپني بنائي هوئي چیزوں کو سجدہ کرتے هیں - لیکن بت پرستي سے یه بیزاري تثلیث اور تجسم کو روک نه سکي - بلکه اس سے بحث و جدال هي نے درحقیقت بت پرستي اور تصویر پرستي مسیحي کنیسا میں پیدا کردي !

(بت پرستي کي ابتدا)

یه چیز مسیحیت میں سب سے پہلے جن نو مذهب عیسائیوں کے ذریعه آئي تھي ' وہ بھي حضرت مسیح کے بت یا تصویر کي پرستش نہیں کرتے تھے - لیکن چونکه بت پرستي سے نئے نئے مسیحیت میں آئے تھے ' اس لیے اُنھوں نے حضرت مسیح کي تصویروں کي تعظیم و تکریم شروع کردي - ٹھیک اُسی طرح ' جس طرح ارسطو اور فیساغورس وغیرہ کي تصویروں کي یوناني عزت کیا کرتے تھے - اِن نئے نئے ایمان کے خیال سے مسیحي علماء نے تساهل برتا ' اور یه خیال کرکے که یه لوگ اِن چیزوں کي عبادت نہیں کرتے بلکه صرف تعظیم کرتے هیں ' ان پر کوئي تشدد نہیں کیا - اس طرح یه تعظیم بغیر کسي روک کے جاري هوگئي -

بتدریج اِس تعظیم نے عبادت کي صورت اختیار کرلي - یہانتک که تیسري صدي میں قسطنطین نے مسیحي کنیسے میں با ضابطه طور پر یه نئي مسیحي عبادت داخل کردي - مسیحي علماء نے اُس وقت بھي کوئي مخالفت نہیں کي - اُنھوں نے خیال کیا ' بت پرستي کي اب جڑیں تک اُکھڑ چکي هیں ' اُس کے از سر نو احیا کا کوئي اندیشه نہیں ھے -

چنانچه نئي پرستش کا آغاز هوگیا - سب سے پہلے صلیب اور مقدس آثار کي تعظیم سے شروع هوئي - پھر شہیدوں اور ولیوں کي قبور کي تعظیم و تکریم شروع هوگئي - پھر اُن سے منتیں مرادیں مانگي جانے لگیں - بالآخر ان کي مورتیں ظاهر هوئیں - لوگوں نے خیال کیا ' اگر صلیب اور مقدس آثار و قبور میں بزرگي ھے ' تو کوئي وجه نہیں که مورتوں میں اُن سے بھي زیادہ بزرگي اور برکت نه هو؟ بادشاهوں اور بڑے آدمیوں کے بت بنائے جاتے هیں ' کیوں نه خدا کے برگزیدہ بندوں کے بھي بت بنائے جائیں ' اور ان سے برکت و سعادت حاصل کي جاے ' حالانکه وہ بادشاهوں سے کہیں زیادہ اجلال و تکریم کے مستحق هیں ؟

اِس طرح بتدریج بت پرستي مسیحي کنیسے میں داخل هوگئي - شروع شروع میں کنیسا کي دیواروں پر تصویریں اور مورتیں اِس غرض سے آویزاں کي گئي تھیں که " اِن کے معائنه سے عبرت و موعظت حاصل هوگي " لیکن آگے چلکر ان کي حیثیت ایک نا گزیر دیني شعار اور رباني عبادت کي هوگئي - مخلص عیسائي بتوں اور تصویروں کے لیے اُسي طرح نماز پڑھنے لگے ' جس طرح وہ خدا کے لیے نماز پڑھتے تھے !

اِس بدعت کے ساتھ اور بھي کئي مشرکانه رسمیں مسیحي کنیسا میں داخل هوگئیں - چنانچه چراغاں ' بخور ' رکوع و سجود ' وغیرہ رسمیں ' سب بت پرستوں هي سے لي گئي هیں -

سچے عیسائیوں نے جب یه حالت دیکھي تو اعتراض کیا - مگر اُن کي کوئي شنوائي نہیں هوئي - اِن مقدس تصویروں اور مورتوں کے هزاروں معجزے مشہور هو چکے تھے - لوگ اُن سے دست بردار هونے کے لیے طیار نه تھے -

شروع شروع میں روح القدس کي تصویریں بہت مبہم اور مضطرب بنائي جاتي تھیں - لیکن حضرت مسیح اور مریم (علیہما السلام) اور فرشتوں کي تصویریں بالکل صاف اور خالص انساني قالب میں هوا کرتي تھیں -

(چھٹي صدي مسیحي)

ابھي چھٹي صدي ختم نہیں هوئي تھي ' که یه مشرکانه عبادت کنیسا کي ایک شرعي عبادت بن چکي تھي - تمام کنیسے تصویروں اور بتوں سے آراسته تھے ' حتی که خود ویٹیکن (محل اعظم پوپ) بھي اُن سے لبریز هو چکا تھا - اب یه حالت تھي که مسیحي مومنین ' تصویروں اور بتوں کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے - انھیں عبادت و برکت کے لیے ضروري سمجھنے لگے تھے - وہ تقوی و بزرگي کے نشان خیال کیے جاتے تھے -

آٹھویں صدي کے اوائل میں تصویر پرستي اور بت پرستي ' مسیحي عبادت خانوں میں پورے عروج تک پہنچ چکي تھي - اِسي زمانے میں بعض یوناني علماء ظاهر هوئے ' اور اِسے کنیسا کي بت پرستي قرار دیا - اِن لوگوں نے کہا " مشرک قومیں بھي اپنے بتوں کو خدا نہیں کہتي تھیں ' بلکه بعینه وهي معاني اُن کے پیش نظر تھے ' جو اِن تصویروں اور مورتوں کے بارے میں تمھارے پیش نظر هیں - لیکن اِس پر بھي خدا کي شریعت نے اُنھیں مشرک قرار دیا - تم میں اور اُن میں کوئي فرق نہیں - صرف الفاظ اور اسماء کا اختلاف ھے " -

(اسلام کا ظہور)

صدیوں کي غفلت کے بعد مسیحي علماء میں یه بیداري صرف اِس وجه سے پیدا هوئي تھي که دین اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر اب مصر ' شام ' فلسطین پر چھا گیا تھا اور خود بیزنطیني کنیسے کے مرکز پر اُسکي تیز نظریں پڑ رهي تھیں - اسلام کي تعلیمات اِس بارے میں معلوم و مشہور هیں - ابتدائي تصادم کے زمانے هي میں مسیحیوں کو معلوم هو گیا تھا که مسلمان اُنھیں بت پرست اور مشرک کہتے هیں - اُنھوں نے اسلامي مسجدیں بھي دیکھي تھیں جو هر قسم کي تصویروں اور مورتوں سے خالي تھیں -

مسیحیوں کي ایک جماعت اسلامي اثرات سے متاثر هوگئي اور توراۃ کي تعلیم کي طرف از سر نو دعوت دینے لگي جو تصویر پرستي اور بت پرستي کي تمام شکلوں کو حرام قرار دیتي ھے -

دوسرے گروہ کا بیان بڑی حد تک مقبول ہے - وہ کہتا ہے ہماری زمین کیا ہے ؟ اِس لا متناہی فضا میں بہنے والے لکھوکھا کروں میں سے ایک چھوٹا سا کرہ ہے - زمین کو ظاہری اعتبار سے دوسرے کروں پر کوئی امتیاز حاصل نہیں - نہ تو اُس کا حجم ہی سب سے بڑا ہے ، نہ عمر ہی سب سے زیادہ ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ اُس میں زندگی موجود ہو ، اور باقی تمام کرے ، جو اُس سے کہیں زیادہ بڑے اور قدیم ہیں ، زندگی سے بالکل خالی سمجھے جائیں ؟

ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ تمام ستارے بھی ویسے ہی ایک دقیق نظام سے وابستہ ہیں ، جیسا نظام ہماری زمین کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے - وہ بھی نہایت انتظام کے ساتھ اپنے افلاک میں گردش کرتے ہیں - اُن کی رفتار میں بھی ادنی سے ادنی خلل یا بد نظمی کبھی پیدا نہیں ہوتی - پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ ستارے جن پر قدرت اپنی اِس قدر توجہ صرف کر رہی ہے ، بغیر کسی زندگی کے موجود ہوں ، اور اِس کے سوا کوئی غرض و غایت نہ رکھتے ہوں کہ ہماری دلچسپی اور نظر فریبی کا سامان مہیا کریں ؟ اِس میں قدرت کی کیا حکمت ہو سکتی ہے کہ یہ ننھا سا ذرہ ، یعنی زمین ، تو آباد ہو ، اور باقی تمام عظیم الشان عوالم چٹیل میدان سے بھی بدتر ہوں ؟ حالانکہ وہ بھی زمین ہی کی طرح ایک پورے حکیمانہ نظام کے ماتحت قائم ہیں -

بے شمار علمی قرائن اِس نظریے کی تائید کر رہے ہیں کہ ہمارے تمام نظام شمسی کے کواکب کی اصلیت ایک ہی ہے - اور وہ سدیم ہے - اِن سب کی تکوین ، سدیم ہی کے مادہ سے ہوئی ہے - وہ بتدریج سدیمی کرہ سے جدا ہو کر مستقل وجود بنے ہیں - اِسی طرح تمام کیمیاوی و فلکی دلائل کا رجحان بھی اِسی نظریے کی طرف ہے کہ نہ صرف خاندان شمسی بلکہ جملہ عوالم فلکی ، اِسی سدیم سے بنے ہیں - زمین اور جملہ ستاروں کا خمیر ایک ہی ہے - سب ایک ہی مادے کی مختلف شکلیں ہیں - سب کا مادہ کیمیاوی ذروں سے مرکب ہے - ان میں ہر ذرہ اپنے اندر دو کہربائی لہریں ایجابی اور سلبی رکھتا ہے -

پس جب جملہ کائنات اور ہماری زمین ، ایک ہی اصل رکھتی ہیں ، تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ہمارے کرے ہی میں زندگی ہو اور باقی تمام کرے ، مردہ اور بے جان فرض کر لیے جائیں - اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ زمین کے سوا کسی دوسرے ستارے میں زندگی نہیں ہے ، تو یہ سوال قابل غور ہے کہ بقول علماء فلک جب سورج اپنی حرارت برابر کھو رہا ہے ، اور کروڑوں برس کے بعد ایک وقت آجائیگا جب وہ بالکل بے نور اور بے حرارت ہو کر رہ جائیگا - اُس وقت زمین یقیناً زندگی سے محروم ہو جائیگی - ایسی حالت میں یہ کروڑوں ستارے کیا ہونگے ؟ کیا یہ بھی ہمارے نظام شمسی کے ساتھ تباہ ہو جائینگے ؟ حالانکہ معلوم ہے کہ گنتی کے چند کواکب کے سوا باقی تمام ستارے ہمارے نظام شمسی سے باہر ہیں اور ہمارے آفتاب کی موت و حیات کا اُن پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا - اگر یہ تباہ نہیں ہونگے ، تو اِن کے وجود سے فائدہ کیا ہے جب کہ وہ بالکل اُجاڑ ، سنسان ، اور بے جان ہیں ؟

تمام عقلی و نقلی علوم اور دینی روایات بھی ثابت کر رہی ہیں کہ جملہ کائنات ، ایک ہی اصل سے ظاہر ہوئی ہیں اور ایک ہی قسم کے طبیعی ناموس کے ماتحت برقرار ہیں - اگر یہ صحیح ہے تو زمین کو کوئی خاص امتیاز حاصل نہیں ہے کہ صرف اُسی پر زندگی ہو اور باقی تمام عوالم بے نور اور زندگی سے محروم ہوں - زمین پر زندگی کے جو لوازم ہیں ، ضروری نہیں کہ دوسرے ستاروں میں بھی لوازم ہوں - ناموس انتخاب طبیعی بتاتا ہے کہ زندہ کائنات اپنے ماحول اور زمان و مکان کے اختلاف سے مختلف صورتیں اختیار کر لیتی ہیں - اُن کی شکل بھی بدل جاتی ہے - مزاج بھی مختلف ہو جاتا ہے - پہلے یقین کیا جاتا تھا کہ سنٹی گریڈ کے سو درجہ حرارت میں کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا - لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ بعض جراثیم کھولتے ہوئے پانی میں بھی زندہ رہجاتے ہیں - اِسی طرح بعض جراثیم برف میں بھی مدتوں نہیں مرتے - اگر یہ صحیح ہے تو یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے ستاروں کے جاندار بھی اُس ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتے ، جو ماحول ہماری زندگی کے منافی ہے -

ممکن ہے ستاروں میں زندگی کا قوام ہماری زمین کی زندگی کے قوام سے مختلف ہو - مثلاً آکسیجن ہمارے لیے ضروری ہے ، مگر دوسرے ستاروں کی مخلوقات کے لیے ضروری نہ ہو - ظاہر ہے کہ ستاروں کے جاندار ہم سے مختلف ہونگے ، کیونکہ اُن کا ماحول ہم سے بالکل مختلف ہے - ہمارے اُن کے درمیان مابہ الاشتراک صرف روح ہی ہو سکتی ہے - اور معلوم ہے کہ روح نہ تو کوئی شکل رکھتی ہے ، نہ مادے کے تابع ہے - خود اپنی اِسی زمین پر ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں مخلوقات اپنی جسمانی ترکیب اور ضروریات زندگی میں ایک دوسرے سے پورا اختلاف رکھتی ہیں - تاہم سب زندہ ہیں ، اور سب میں ایک ہی روح کارفرما ہے - جب خود زمین پر مخلوقات کا اختلاف اِس درجہ زیادہ ہے ، تو ظاہر ہے ، دوسرے ستاروں کی مخلوق ہم سے کیوں مختلف نہ ہو؟

چونکہ ہماری زمین ، سب سے زیادہ قدیم نہیں ہے ، اس لیے ممکن ہے ، دوسرے ستاروں میں زندگی زیادہ قدیم اور بہت ترقی یافتہ ہو - بہت ممکن ہے کہ بعض ستاروں کی مخلوق اِس درجہ ترقی کر گئی ہو کہ ہم سے بہت زیادہ علم و حکمت رکھتی ہو - ہم سے بہت زیادہ اسرار وجود سے واقف ہو - ہم سے کہیں زیادہ اُس کی ایجادیں محیر العقول ہوں - ممکن ہے اُس کے پاس ایسے ذرایع موجود ہوں کہ قریب کے دوسرے ستاروں تک بھی پہنچ سکتے ہوں اور روح و مادہ کے راز معلوم کر چکی ہوں - ممکن ہے اُن کے جسم ہمارے ہی جیسے ہوں - ممکن ہے ہم سے بالکل مختلف ہوں - بہت ممکن ہے وہ ہم سے زیادہ حواس رکھتے ہوں -

یہ ہے خلاصہ دوسرے گروہ کے خیالات کا - اور پہلے گروہ کے خیالات سے زیادہ معقول معلوم ہوتا ہے -

اطلاع

اکثر حضرات الهلال کے ابتدائی نمبروں کا شوق ظاہر کرتے ہیں ، اور خریدار ہوتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تمام پچھلے پرچے بھیج دیے جائیں - لیکن افسوس ہے کہ ابتدائی نمبر اب دفتر میں موجود نہیں ہیں اور اسلیے دفتر تعمیل سے مجبور ہے -

منیجر

ترکی حکومت

اور اُس کے اجتماعي و سياسي تغيرات

شروع سے ابتک

(۱)

دور اول

سنه ۶۹۹ ھ (۱۳۰۰ ع) سے سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ ع) تک

آل عثمان کی سلطنت اُس زمانہ میں ظاهر هوئي' جب صليبي جنگوں کي خونريزي سے مشرق قريب کي سرزمين سرخ هو رهي تهي' اور مسيحي تعصبات سے وقت کا مطلع غبار آلود تها - اس وقت کي آب و هوا کا يه قدرتي اثر تها که سلطان عثمان اور اُن کي اولوالعزم اولاد ميں ديني جهاد کا جذبه پيدا هوا' اور وه مسيحي ممالک کي فتوحات پر کمربسته هوگئے - يه يورپ کے صليبي حمله کا قدرتي رد عمل تها -

اُس وقت ايشيائے کوچک کے اطراف و جوانب بروسه' ازميد' ازنق' طرابزون' ميں بيزنطيني سلطنت (قسطنطنيه) کے باج گزار امرا حکمران تهے - آل عثمان نے اپنے جهاد اور ملک گيري کا آغاز انهي سے کيا' اور يکے بعد ديگرے مطيع يا مغلوب کرتے گئے - ان سے فارغ هوکر دردانيال کے آگے بڑھے' اور بلغاريا' سرويا' اور بيزنطيني سلطنت کو زير و زبر کرنے کے بعد مسيحيت کي راج دهاني " روم " کو گهورنے لگے - يه صليبي لڑائيوں کے جوابي حمله هي کا جذبه تها' جس نے سلاطين آل عثمان کو يک قلم يورپ کي طرف متوجه کر ديا تها' اور ايشيا سے بڑي حد تک غافل رهے تهے - صرف سلطان سليم ياوز (خونريز) نے ايشيا کي طرف توجه کي' مگر اس کي ايشيائي فتوحات ميں ايک دوسرا هي جذبه کار فرما تها - وه عرش خلافت پر جلوه گر هونے کا متمني تها' جس ميں آسے پوري طرح کاميابي هوگئي -

يورپ صليبي جنگوں سے بالکل خسته هو چکا تها - مسلسل شکستوں نے اُس کي شجاعت و همت پر کاري ضربيں لگائي تهيں - فرقه وارانه حسد و منافست نے اُس کے تمام قوى معطل کر ديے تهے - ان حالات کا لازمي نتيجه تها که دول يورپ نے ترکي سيلاب کے مقابله کا کوئي خيال نهيں کيا' اور قسطنطنيه اور مشرقي يورپ کي مسيحي رياستوں اور قوموں کو مغلوب هوجانے ديا - ليکن جب ترکوں نے بلقان سے بهي قدم آگے بڑهايا' اور هنگري پر ترکتازياں شروع کرديں' تو يورپ کي آنکهيں کهليں - مذهب کے نام پر متعدد محاذ قائم کيے گئے' اور ترکوں کے روکنے کي کوشش شروع هوئي - مگر کاميابي حاصل نه کرسکے -

يهانتک که سلطان سليمان قانوني کي وفات کے بعد خود ترکوں ميں کمزوري پيدا هوگئي - سلطان مراد ثالث کے عهد ميں يه کمزوري ظاهر هوئي' سلطان احمد اول کے زمانه ميں اس نے ترقي پائي' اور سلطان محمد رابع کے دور ميں بلوغ و کمال تک پهنچ گئي - ترک جس قدر کمزور هوتے گئے' يورپ کا مسيحي اتحاد بهي اُسي قدر ٹوٹتا گيا - يهانتک که صرف روس اور آسٹريا ترکوں کے مقابله ميں رہ گئے' اور انهيں يورپ سے نکالنے کي کوشش کرتے رهے -

اس طرح ترکي شهنشاهيت نے اپني عمر کا اکثر حصه پے در پے جنگوں ميں گزار ديا - ابتدائي جنگيں حمله آورانه تهيں' بعد ميں مدافعانه هوگئيں - ليکن اس تمام مدت ميں ترکي سلطنت ايک مذهبي سلطنت رهي - اس کا تمام داخلي نظام شريعت کے احکام پر مبني تها - علماء و فقهاء کو غير معمولي اقتدار حاصل تها - مفتيوں کے فتوے عزل و نصب اور نظم و نسق کے ليے جاري هوتے رهتے - چونکه عثماني حکومت کي نشو و نما هي اُس وقت هوئي تهي' جب که اسلام کے ديني علم و عمل کي روح پژمرده هونا شروع هوگئي تهي' اور ديني نظر و بصيرت اور اجتهاد فکر کي جگه تقليد و جمود کي بنيادیں قائم هوچکي تهيں' اس ليے مذهبي احکام و نظام کي کوئي بهتر روح پيدا نه هوسکي - جن علماء کے هاتهه ميں نظم و نسق کے احکام تهے' ان کا علم تمام تر فقه حنفي کي حد متداول متون و شروح تک جو متاخرين کي ترتيب دي هوئي تهيں' محدود تها' ان سے باهر نه تو کوئي نظر رکهتے تهے' اور نه ايسي فضا تهي که بلند نظري پيدا هوسکتي -

اس صورت حال کا لازمي نتيجه يه نکلا که اسلام کي پچهلي حکومتوں کي طرح' عثماني حکومت ميں نظم و اداره کي کوئي موافق روح پيدا نه هو سکي - دائرۂ حکومت تمام بر اعظم يورپ اور مشرق ميں پهيل گيا تها - مختلف مذاهب' مختلف نسليں' مختلف تمدن' اور مختلف جماعتي مزاج رفتۂ حکومت ميں جمع هوگئے تهے' حکومت کے ليے اتنے مختلف عناصر پر کامياب حکومت قائم رکهني آسان نه تها - ترک هميشه سے ايک جنگي قوم تهے - اب ان کے زير نگيں يورپ اور مشرق کي تمام متمدن آباديان آگئي تهيں - ضرورت تهي که انتظام حکومت کي ايک طاقتور روح پيدا کي جاتي - يه روح ضرور پيدا هوتي' اگر علوم دينيه کي حقيقي روح باقي رهتي' اور تقليد و تنگ نظري نے فقهاء کے دماغ عقيم نه کرديے هوتے - ليکن افسوس که حالت دوسري تهي - نتيجه يه نکلا که روز بروز حکومت کا انتظامي مزاج معتدل هونے لگا - حتى که يورپ کے مورخين کو يه کهنے کا موقع مل گيا که " اسلام کے احکام کي روح هي حاکمانه انتظام (اڈمنسٹريشن) کے خلاف هے " حالانکه اسلام کي روح مخالف نهيں هے - مسلمانوں کا دماغي تنزل مخالف هے -

(دور اصلاح)

سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ ع) سے سنه ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷۶ ع) تک

اِدهر ترکي مدافعانه جنگوں ميں مصروف تهي - روس اور آسٹريا کے حملوں کا مقابله کر رهي تهي - اُدهر يورپ ميں ايک نئي تهذيب پهيل رهي تهي' جديد تمدن زندگي اور ترقي کے نئے نئے دروازے کهول رها تها' اور اقوام يورپ تيزي سے آگے بڑه رهي تهيں - ايک طرف کامل وقفه تها' دوسري طرف پوري حرکت و سرعت تهي - نتيجه يه نکلا که يورپ بهت آگے بڑه گيا' اور ترکي جهاں تهي' وهيں کي وهيں ره گئي' بلکه مسلسل دفاعي جنگوں نے اُسکي چوليں هلا ڈاليں -

---

اس کے بعد پهر بت پرستي کے خلاف کوئي با ضابطه مسيحي دعوت پيدا نهيں هوئي - يهانتک که صليبي لڑائيوں کے بعد اسلامي توحيد کي تعليم يورپ کے قلب تک پهنچي' اور مشهور مسيحي مصلح لوتهر کا ظهور هوا -

(لیون کی اصلاح)

اسی زمانے میں لیون سوم قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا۔ اس شہنشاہ نے اشوریہ کے پہاڑوں میں نشو و نما پائی تھی۔ ہر قسم کی تعلیم و تربیت سے محروم تھا۔ تاہم عقل سلیم رکھتا تھا۔ یہودیوں اور عربوں کی صحبت میں بیٹھ چکا تھا، اور ان کے اثر سے تصویروں اور بتوں کی تعظیم و عبادت سے متنفر تھا۔

یہ تخت نشین ہوا: اور نہایت تدبر سے اپنے ارادے مخفی رکھے۔ یہانتک کہ جب پوری طرح اقتدار حاصل ہو گیا تو دینی اصلاح کی طرف قدم اٹھایا۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ علماء کی ایک مجلس منعقد کی اور یہ فتوی صادر کرایا کہ کنیسوں اور مقدس ہیکلوں سے تصویریں اور مورتیں ہٹا کر کسی ایسی بلند جگہ منتقل کردی جائیں جہاں مشرکانہ رسمیں انجام نہ دی جا سکیں۔

چند سال بعد اس نے دوسرا قدم اٹھایا اور مورتیوں کی پرستش، انکی تعظیم، اور کنیسوں میں موجودگی، سب ناجائز قرار دیدی۔ اس نے صرف اتنے ہی پر بس نہیں کیا، بلکہ قسطنطنیہ کے تمام کنیسوں کو تصویروں اور مورتوں سے خالی بھی کر دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح اور حضرت مریم بتول (علیہما السلام) کے تمام بت توڑ کر پھینک دیے گئے۔ اور تمام تصویریں محو کردی گئیں۔

اس کے بیٹے قسطنطین پنجم نے اس بارے میں اور بھی زیادہ سختی برتی۔ سنہ ۷۵۴ ع میں اس نے ایک دینی مجلس منعقد کی۔ اس میں ۳۳۸ پیسوا جمع ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ مجلس بہت ہی بڑی مجلس تھی۔ مگر اس میں صرف بیزنطینی کنیسے ہی کے علماء شریک ہوئے تھے۔ روم، اسکندریہ، بیت المقدس، اور انطاکیہ کے نمائندے شامل نہیں تھے۔ بادشاہ نے اس مجلس کے سامنے تصویر پرستی کا مسئلہ پیش کیا۔ متفقہ فیصلہ ہوا کہ یہ عبادت، مسیحی تعلیمات کی رو سے قطعاً حرام ہے۔ اور پرستش کی تصویریں، مجسمے، اور آثار مسیحی عبادت گاہوں سے خارج کردینے چاہئیں۔ اس مجلس نے صلیب کو بھی اپنے فتوے میں مستثنی نہیں کیا، اسے بھی تجسم کا رمز قرار دیکر ممنوع ٹھہرایا۔ مزید برآں خود فن مصوری کو بھی ناجائز بتایا۔ اس نے یہ حکم بھی نافذ کیا کہ جو شخص صلیب بنائے، یا مقدس تصویریں اور نقوش اتارے، اسے فوراً کنیسے سے خارج کردیا جائے، اگرچہ وہ خود علماء کی جماعت ہی میں سے کیوں نہ ہو۔

سنہ ۷۶۶ ع میں اس فیصلہ کو اور بھی زیادہ تشدد کے ساتھ جاری کیا گیا۔ صلیب رکھنا، ولیوں کے لیے نماز پڑھنا، تصویروں کی تعظیم کرنا، یہ سب باتیں جرم قرار پائیں، اور مخالفوں کے لیے تازیانہ کی سزا سے لیکر آنکھیں پھوڑنے، زبان کاٹنے، اور سولی پر چڑھانے تک کی سزائیں تجویز کی گئیں۔

(بت پرستی کا دوسرا دور)

لیکن ملکۂ ایرینی کے عہد میں پھر انقلاب ہوا۔ یہ ملکہ بت پرستی کی حامی تھی، کیونکہ وہ نسلاً یونانی تھی اور عورت تھی۔ یہ اس حیثیت سے تخت نشین ہوئی تھی کہ اپنے نا بالغ لڑکے قسطنطین ششم کی ولی اور سرپرست رہیگی۔ اس نے برسر اقتدار آتے ہی ایقونی کنیسا (یعنی بت پرستی کو حرام سمجھنے والے کنیسا) کے علماء کو ستانا شروع کردیا۔ ستمبر سنہ ۷۸۷ع میں بہ مقام نیس ایک دینی مجلس منعقد کی۔ اس میں ۸۶۷ پادری جمع ہوئے تھے۔ پوپ کے نمائندے بھی شریک تھے۔ بالاتفاق یہ فتوی صادر کیا گیا کہ مقدس تصویروں اور بتوں کی عبادت مسیحیت میں جائز ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ شرعاً مستحسن ہے۔ دلیل میں اسلاف کی بہت سی جھوٹی روایتیں پیش کی گئی تھیں۔ مزید برآں قسطنطنیہ کی سابق دینی مجلس کی تکفیر بھی کی گئی تھی۔ اس کے فیصلہ پر عمل کرنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا گیا!

(دوسری اصلاح)

ایک مدت تک اس نئے فیصلہ پر عمل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ تھیوفلس بیزنطینیہ کا بادشاہ ہوا۔ یہ بت پرستی کا دشمن تھا۔ سنہ ۸۳۳ ع میں اس نے پھر علماء مسیحیت سے ایک نیا فتوی حاصل کیا اور بت پرستی حرام قرار دلائی۔ اس نے صرف تصویریں اور بت ہی نہیں مٹائے، بلکہ کنیسوں میں مسیحی بزرگوں کے ناموں کے ساتھ "مقدس" کا لفظ بھی مٹا ڈالا۔ مصوروں اور بت سازوں کو شدید سزائیں دی گئیں۔ بہت سے خلاف ورزی کرنے والے پادریوں کی پیشانیاں آگ سے داغ دی گئیں۔ غرضکہ اس رسم کے خلاف سخت جہاد جاری ہوگیا۔

اسی زمانے میں ایک مسیحی عالم جان (جسے عربوں نے یوحنا نحوی کے نام سے پکارا ہے) مشرقی رومن سلطنت کے کنیسے کا بطریق اعظم مقرر ہوا۔ یہ شہنشاہ کا استاد تھا اور بت پرستی کا سخت مخالف، مگر اسکی طبیعت بہت کمزور تھی۔ اس نے شاہی احکام کی تنفیذ میں تساہل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ علانیہ احکام شاہی کی خلاف ورزی پر آمادہ ہوگئے۔ شہنشاہ نے یہ حالت دیکھی تو سخت برہم ہوا۔ پہلے سے بھی زیادہ تشدد پر اتر آیا اور مقدس تصویروں اور بتوں کے معتقدین کو سخت سزائیں دینے لگا۔

(بت پرستی کا تیسرا دور)

شہنشاہ کے انتقال پر اس کی ملکہ تخت نشین ہوئی۔ وہ اپنے شوہر کے خلاف عقیدہ رکھتی تھی۔ اس نے بت پرستی پھر رائج کرنی چاہی مگر اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی یوحنا نحوی تھا۔ یہ شخص دونوں جماعتوں کی نظر میں مردود تھا۔ بت پرستی کے مخالف، اسے بزدل اور منافق سمجھتے تھے۔ حامی دشمن خیال کرتے تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہ طبیعی علوم اور فلسفہ کا عالم تھا۔ یہ چیز اس زمانے میں تمام دیندار مسیحیوں کی نظر میں کفر و الحاد تھی۔ اس صورت حال نے یوحنا کو بالکل بے یار و مددگار کر دیا۔ چنانچہ اسے معزول کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں۔ اس پر یہ تہمت لگائی گئی کہ جادوگر ہے۔ یہ تہمت اس کی معزولی کے لیے کافی تھی۔ چنانچہ اسے ذلت کے ساتھ نکالا گیا اور ایک گمنام خانقاہ میں جلا وطن کر دیا گیا۔ مگر مخالفوں کو اس سے سیری نہیں ہوئی۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے ایک ولی کی تصویر کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہیں۔ اس الزام پر اسے سخت سزا ملی اور توراۃ کے قانون "دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ" کے بموجب اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالی گئیں!

اب ملکہ کے لیے میدان صاف تھا۔ اس نے سنہ ۸۴۲ع میں ایک اور دینی مجلس قسطنطنیہ میں منعقد کی اور از سر نو بت پرستی کا فتوی صادر کرادیا۔ تمام مخالف، کافر قرار دیے گئے، اور بت پرستی مسیحیت کی بنیادی عبادت تسلیم کرلی گئی۔ ۱۹ فروری سنہ ۸۴۲ ع میں کنیسۂ ایا صوفیا میں پھر تصویریں اور مورتیں واپس آگئیں۔ یونانی کنیسا اب تک یہ دن ایک عظیم دینی تہوار کے طور پر مناتا ہے۔

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مصطفیٰ پاشا الفاضل

اور لائحہ اصلاحیہ

(۲)

میرے آقا! اہل یورپ کہتے ہیں کہ ہماری کمزوری اور انحطاط ہماری قومیت اور ہمارے دین کی وجہ سے ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم فوجی زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کسی بات کے لئے موزوں ہی نہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال حقیقت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ہماری امت دنیا کی دوسری امتوں سے کوئی مستثنے صورت حال نہیں رکھتی۔ جس طرح دنیا کی مختلف قومیں ابتدا میں جنگی قوت سے نمایاں ہوئیں تاکہ اپنی ہستی کے لئے استقلال پیدا کریں، اور پھر علوم و صنائع اور تمام اعمال مدنیہ کے لئے مستعد ہو گئیں، اسی طرح ہم بھی اپنی جنگی شجاعت سے دنیا میں نمایاں ہوئے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ترقی و سعادت کے تمام اعمال کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔ قوم کی ابتدائی حرکت لڑائی میں ظاہر ہوئی ہو یا صنائع میں، مصدر دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے اور وہ حرکت کی استعداد ہے۔ جب یہ استعداد ہے، اس کی راہ کبھی رک نہیں سکتی۔ خود یورپ کی مختلف قوموں کا اٹھان ہماری ہی طرح جنگ و عسکریت سے ہوا ہے، اور اب وہ تمدن و صنائع کے میدان میں سب سے پیش پیش ہیں۔

اسی طرح ہمارے دین پر بھی الزام صحیح نہیں۔ اس دین کی طرح دنیا کے تمام دینوں کی بھی تعلیم یہی ہے کہ جملہ کائنات، مشیت الٰہی کے ماتحت ہے۔ مسیحیوں کے عقیدے اس بارے میں ہمارے عقیدوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ وہ مذہب جبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ انکے پولس رسول کی تعلیم ہے کہ انسان، پروردگار کے ہاتھ میں ایسا ہے، جیسے گندھی ہوئی مٹی کمہار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اے میرے آقا! انھیں بھلائی اور بہتری حاصل کرنے سے کوئی چیز روک نہ سکی۔

حق کا اظہار ضروری ہے۔ ہمیں جس چیز نے ان کی طرح عملی قوم ہونے سے روک دیا ہے، وہ ہمارا طرز حکومت ہے۔ جس حکومت میں یہ اندھیر روا ہو کہ ایک انسان دوسرے انسان کی محنت سے بغیر استحقاق کے نفع اٹھائے، وہاں نہ عقل ترقی پا سکتی ہے، نہ خوشحالی، عام ہو سکتی ہے۔ جس ملک میں بھی ظلم پھیل جاتا ہے، مخلوق عمل سے کنارہ کش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اسے اپنی محنت سے متمتع ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

فرانس کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ یہ خوبصورت ملک، جس کے مداح اعلیٰ حضرت بھی ہیں ۱۷۸۹ء سے پہلے سخت غفلت و فلاکت میں پڑا تھا۔ لائق سے لائق وزیر بر سر حکومت آئے اور بڑی بڑی کوششیں کیں کہ صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کو رواج دیں، ملک میں حرکت و زندگی پیدا کریں، مگر ناکام رہے۔ ملک نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ ظلم و استبداد ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ رعایا اپنی محنت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی۔ کسان جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے فقر و فاقہ نے انھیں حیوانوں کی سی مخلوق بنا دیا تھا۔ کوئی بھی محنت و مشقت کی طرف رغبت ظاہر نہیں کرتا تھا۔

لیکن صرف تیس برس کی مدت کے بعد اب فرانس، فرانس ہو گیا ہے۔ تمدن و تہذیب کا مرکز ہے علوم و صنائع سے مالا مال ہے۔ میرے آقا! یہ حیرت انگیز تبدیلی، صرف نظام حکومت کی تبدیلی کا نتیجہ تھی۔ مستبد حکومت نے ملک کو ویران کر ڈالا تھا۔ آزاد حکومت نے آتے ہی اس میں روح پھونک دی۔ ایسی روح جس نے اسے زندہ، جوان، طاقتور، اور خوشحال بنا دیا۔ درحقیقت فرانس پر آزادی کا بہت ہی عظیم احسان ہے۔

میرے آقا! آزادی، قوموں کو زندہ کر دیتی ہے۔ صرف معنوی زندگی ہی نہیں، مادی زندگی بھی بخشتی ہے۔ جب انسان اپنے حقوق سے محروم ہو جاتا ہے، تو ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اس کے تمام جسمانی و معنوی قویٰ معطل ہو جاتے ہیں۔

میرے آقا! جب قوم کی وہ حالت ہو جائے، جو اوپر عرض کر چکا ہوں۔ زمانہ، اس کے اخلاق پر دست درازی کرے، غفلت، آہستہ آہستہ اس کی عقل پر حاوی ہوتی جائے، فقر و فاقہ اس کا خون چوسنے لگے، اور سلطنت کے خزانے خالی ہو جائیں، تو ایسی حالت میں ہر محب وطن اور مخلص قوم کا فرض ہو جاتا ہے کہ صرف اصلاح کے مطالبہ ہی پر قانع نہ ہو جائے بلکہ عمل کا فوری قدم بھی اٹھائے۔ اصلاح ایک بے معنی لفظ ہے اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ کتنے قوانین کا ہم سے وعدہ کیا گیا؟ کتنے نظام شائع کئے گئے؟ مگر [illegible] سامنے نہیں آیا۔ لہٰذا اب ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ ایک قدم آگے بڑھائیں اور یہ اہم معروضہ عرش معظم [illegible] بہ انتہائی تعظیم و احترام [illegible] پیش کر دیں۔

میرے آقا! آپ اس سلطنت کا ہاتھ پکڑیئے اور اس کا شباب تازہ کر دیجئے۔ دستور (یعنی دستوری نظام حکومت) کا ہاتھ بڑھایئے اور اسے اختلال و بدنظمی سے نکال لیجئے۔ امت کو ایسا دستور بخشئے جس کا جسم تندرست ہو، سینہ کشادہ ہو، نیت نیک ہو۔ پھر اسے اپنی امان میں لے لیجئے، ایسا انتظام قائم کیجئے کہ وہ اخلاص سے جاری ہو، امانت سے اس پر عمل کیا جائے، اور ہمیشہ کے لئے دست درازیوں سے محفوظ ہو جائے۔ ایسا دستور جس کے سامنے مسلم اور غیر مسلم، دونوں اپنے حقوق و واجبات میں برابر ہوں، تاکہ قومی اتحاد پیدا ہو۔ سب کو سلامتی اپنے سایہ میں لے لے، اور مغربیوں کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے کہ غالب اور مغلوب میں اتحاد، محال ہے۔

آہ میرے آقا! میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اہل حل و عقد میں منافق اور جاہل، لفظ دستور تک سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت سے کہتے ہیں کہ دستور، بادشاہ کو ایک بے جان کٹھ پتلی بنا دیتا ہے۔ اس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اس کی عظمت سلب کر لیتا ہے۔ دوسری طرف قوم سے کہتے ہیں: دستور تمھیں تمھاری عزیز ترین خصوصیتوں: دین، لباس، رسم و رواج سب سے محروم کر دے گا۔ لیکن یہ لوگ یا تو دغاباز ہیں، یا جہالت نے ان کی عقل پر پردے ڈال دئے ہیں۔

میرے آقا! ان لوگوں کے مشورے پر کان نہ دھریئے۔ اے میری امت! ان کی گمراہی کی پروا نہ کر۔ دستور، صرف خود غرضی کو روکتا ہے۔ بادشاہ کی صرف اتنی ہی آزادی سلب کرتا ہے کہ وہ رعیت کے معاملہ میں غلطی نہ کرے۔ اتنا ہی اختیار چھینتا ہے، جتنے غیر معتدل اختیار سے شر پیدا ہوتا ہے۔ وہ قوم پر کوئی ایسا حکم نہیں لگاتا جو اس کی عزت کے خلاف یا اس کی سعادت کے منافی ہو۔ وہ دین کی حفاظت کرتا ہے۔ سلطنت کا نگہبان ہوتا ہے۔ حقوق کی ضمانت کرتا ہے۔ دلوں میں اطمینان اتارتا ہے۔ ہر انسان کو آزاد اور شریف بنا دیتا ہے!

دستور ہمارے لئے یہ موقعہ بہم پہونچائے گا کہ تمام سلطنتوں سے اپنے تعلقات اور زیادہ بہتر بنا دیں۔ یہاں، اس ملک میں، وہاں، یورپ میں، کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاملات میں سفرا، دول کی مداخلت نے کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ یہ لوگ برابر اصلاح، اصلاح چلاتے ہیں مگر سب کو معلوم ہے کہ اس مطالبہ سے ان کا مقصد ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دینا ہے، یا اس سے ان کی غرض بعض افراد کی خدمت ہے یہ اور بھی زیادہ برا اور نقصان دہ ہے۔ لیکن دستور، ہماری حکومت ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم کر دے گا کہ کسی اجنبی کو مداخلت کی جرأت باقی نہ رہے گی۔ تمام رعایا اپنی حکومت کے ظل حمایت میں ہوگی۔ سب کو عدل و انصاف کے سایہ میں یکساں امن ملے گا۔ دستور کے سامنے سب آدمی برابر برابر ہو جائیں گے۔

میرے آقا! وقت آ گیا ہے کہ اسلاف کی سلطنت کو بچا لیں۔ اس کی راہ میں ہمارے خون اور ہمارے آنسوؤں کی قربانیاں عظیم تھیں۔ اس کا ماضی، شاندار تھا، اس کا حاضر، حسرتناک ہے۔ آہ! یہ حاضر خود اعلیٰ حضرت کے رحیم قلب کے لئے کیسا کس درجہ تکلیف دہ ہے؟ ہمارے گرد ہر چیز ہمیں دھمکا رہی ہے۔ ہمارے ہاتھ کی ہر چیز گرتی اور ٹوٹتی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دوربین نظریں یہ سارے خطرے دیکھ رہی ہیں۔ معاملہ، سنجیدہ اور واقعی ہے۔ خیالی توہم کی اسمیں گنجائش نہیں۔ آپکے پاس اتنی فوج موجود ہے کہ اجنبی ایندھن سے بھڑکنے والی ہر فساد کی آگ، بجھا دے سکتی ہے۔ لیکن اس فوج کے پاس نہ تو کھانا ہے کہ مفتوحوں کا پیٹ پال سکے، نہ حکمت ہے کہ مغلوبوں کے دلوں میں اتر سکے، اور نہ ہی ایسا ہے کہ خوف زدوں کو اپنے دائرہ حفاظت میں لے لے اور ظالموں کا ظلم روک سکے۔ آپ طامعوں کو اپنے ملک میں نئے نئے امتیازات دیکر فیصلہ کا دن دور کر سکتے ہیں، لیکن آپ کی اس بخشش میں ہمارا حصہ کیا ہے؟ بہت ممکن ہے فیصلہ کے ہولناک دن میں ہم اسی بخشش کی بدولت اور بھی زیادہ کمزور بے کس، اور فقیر ثابت ہوں۔

میرے آقا! ہر سال جو گزرتا ہے، ہمارے بیرونی مددگاروں کی تعداد کم کرتا اور ہماری داخلی زندگی کا ایک چراغ بجھا دیتا ہے۔ یہ انگلستان ہمارے سامنے موجود ہے۔ اب وہ ہماری امداد کا ویسا خواہشمند نہیں جیسا بارہ برس پہلے تھا۔ یہ آسٹریا، جرمنی سے شکست کھانے کے بعد مغربی ہونے سے زیادہ مشرقی سلطنت بن گیا ہے۔ اب وہ سلاوی قوموں سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے جو ہماری سرزمین میں مقیم ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اندیشہ کی بات یہ ہے کہ یورپ کی عام رائے ہمارے بخلاف ہے۔ ۱۸۵۴ء میں وہ ہماری طرفدار تھی، مگر روز بروز ہم سے منہ پھیرتی

سلطان محمود ثاني تک ترک اپني عظمت و سرگراني کي وجه سے علم و فن کي هر نئي بات کو نفرت کي نظر سے ديکھتے تھے - صرف توپ خانه اور طبابت کي چند اصلاحات منظور کي گئي تھيں - باقي تمام علمي و صناعي انکشافات سے غفلت و اعراض تھا - مشهور ترکي مورخ جودت پاشا نے اپني تاريخ ميں ترکوں کا ذهني جمود دکھايا هے - وہ لکھتا هے که " رسمي احمد آفندي نے سلطان مصطفى ثالث کے زمانه ميں يورپ کي سياحت کي تھي - واپس آکر سلطان کے ايک مقرب خاص يوسف آفندي سے بيان کيا که دول يورپ اپنے ملکوں کے حفظان صحت پر بهت متوجه هيں - جا بجا قرنطينے قائم کيے گئے هيں - سلطنت عثمانيه کو بھي يهي کرنا چاهيے - لائق مصاحب نے يه سنکر پيشاني پر بل ڈال ليے اور کها " ميں تمهيں اب تک عقلمند سمجھتا تھا ' مگر تم سخت احمق نکلے ' تم اتنا بھي نهيں سمجھ سکتے که يورپ کے لوگ همارے ملک ميں صرف بيماريوں کے ڈر سے نهيں آتے - اگر هم حفظان صحت کا انتظام کر دينگے تو ظاهر هے ' يه روک اٹھ جائيگي ' اور يورپين هماري سرزمين پر چيونٹي کي طرح پھيل جائينگے - پھر هم انهيں کيسے قابو ميں رکھ سکينگے ؟ "

يه بات نهيں هے که ترکي ميں کسي کو بھي اصلاح کا خيال نه تھا - خود سلطان مصطفى ثالث اور سليم ثالث اصلاح کے بڑے حامي تھے - مگر بالکل مجبور تھے - اصلاح کي سب سے بڑي مخالفت فوج اور عامة الناس کي طرف سے هوتي تھي - ينگ چري فوجوں کو حد سے زياده اقتدار حاصل هوگيا تھا ' سلطان انکے هاتھ ميں کھلونا تھا - يه فوجيں سخت جاهل اور گنوار تھيں - کسي طرح کي اصلاح ديکھنا نهيں چاهتي تھيں - عام رعايا سرکاري علماء کے هاتھوں ميں تھي ' اور معلوم هے که علماء دولت هر زمانه ميں اصلاح کے سب سے بڑے مخالف هوتے هيں - اصلاح کي هر صدا ان علماء سوء کے مذهب ميں کفر و الحاد کي صدا تھي - وہ ايک لمحه کيليے بھي گوارا نهيں کرسکتے تھے که علم کي ايک شعاع بھي ترکي کے آسمان پر چمکے -

سب سے پهلے سلطان محمود ثاني کو اصلاح کي توفيق ملي - يه سلطان بڑا هي اولوالعزم تھا - اس نے ينگ چري فوجوں کا قتل عام کرکے خاتمه کرديا - اس کا اثر يه هوا که اس کي هيبت دلوں پر چھا گئي ' اور علماء دولت بھي باوجود اپني تمام سرکشيوں کے لرزنے لگے - اس سلطان نے اصلاح کے لئے اپني سلطنت کے دروازے کھول ديے اور فوج کا نظام بالکل جديد کرديا - عام ترکي لباس بھي ترک کرديا گيا - اور خود سلطان نے نيا فوجي لباس پهنکر اس کي ابتدا کردي - مگر افسوس هے که اب بهت دير هوچکي تھي - يورپ تر و تازه هوکر از سر نو ترکي کي تباهي پر تل گيا تھا ' اور هرگز نهيں چاهتا تھا که يه پرانا حريف از سر نو طاقت حاصل کرلے - چنانچه ترکي کي ماتحت عيسائي اقوام سے بغاوت کرائي گئي ' ان کي حمايت و حفاظت کے ليے مداخلت کا مطالبه کيا گيا ' اور بين الاقوامي سياست ميں " مسئلۂ مشرق " کے نام سے ايک جديد لفظ کا اضافه هوگيا ' جس سے مقصود صرف يه تھا که ترکي کا خاتمه کرديا جاے -

يه تاريخي واقعه هے که سلطان محمود اور ان کے بعد سلطان عبد المجيد نے اصلاحات عام کرنے کي سر توڑ کوششيں کيں ' شيخ الاسلام احمد عارف آفندي نے تمام قلمرو ميں دوره کرکے مسلمانوں کو سمجھانا شروع کيا که اصلاحات شريعت کے خلاف نهيں هيں ' اور انهيں نفرت و وحشت کي نظر سے نهيں ديکھنا چاهئے - اس طرح تمدني اصلاحات کي راه ميں کوئي بھي اندروني رکاوٹ باقي نهيں رهي تھي - ليکن خود يورپ ' جو هميشه اصلاحات کے ليے غل مچايا کرتا تھا ' سد راه هوا - لا متناهي جنگوں کا سلسله شروع کراديا گيا ' اور ترکي کے مدبرين اور خزانه کو اصلاح کي ذرا بھي مهلت نهيں دي گئي - اس طرح ۶۸ سال کا زمانه نکل گيا -

---

زنجي تحريک حريت

کچھ عرصه سے افريقا کے زنجيوں ميں آزادي کي تحريک پھيل رهي هے - اس کا مرکز جمهوريه " ليبريا " ميں هے - مرقص گاروي صدر انجمن " آزادي جنس زنجي " نے اعلان کيا هے که نصف صدي کے اندر اندر افريقا کے سياه آدمي اس قابل هو جائينگے که اپنے اوپر خود حکومت کرنے لگيں ' اور پورے افريقا کي متحده جمهوريت قائم کرليں - صدر نے کام کي موجوده مشکلات کا اعتراف کرتے هوئے کها هے : هم في الحال تقرير و تحرير کے ذريعه پروپگنڈا نهيں کرسکتے - کيونکه باشندوں ميں تعليم مفقود هے - ليکن همارے پاس ايک معقول ذريعه موجود هے ' اور وه " ڈھول " هے - هم ڈھول پر اپني دعوت ايک قبيله سے دوسرے قبيله تک پهنچاديتے هيں اور باشندے اسے قبول کرتے جاتے هيں -

(پارليمنٹري گالياں)

" پارليمنٹوں ميں هميشه تعليم يافته آدمي بيٹھتے هيں - با ايں همه ان کي گاليوں کا ايک نمونه ملاحظه هو :

سرويا کي پارليمنٹ کے ايک ممبر نے ايک مقرر کو مخاطب کرکے کها : " چرس پينے والے ! مرده گھوڑيوں کے سوداگر ! حرمت کے قاتل ! "
جرمن پارليمنٹ ميں ايک ممبر نے دوسرے سے کها : " تو سڑا هوا سور هے ! تو کيڑے پڑا هوا جسم هے ! تو ديوانوں کا بادشاه هے ! "

" تو بوڑھي يهودي هے ! تو قانون کا تاجر هے ! تو آئرليند کي شکاري کي رسي هے ! تو کرامول کے زمانه کا سڑا هوا چيتھڑا هے ! " يه انگريزي پارليمنٹ ميں ايک ممبر کا بيان تھا !

WANTED.

Urdu Trained Mistresses for the Karachi Municipal Urdu Girls Schools on the following salary :

	Pay	Allowance	Total
1st Year (Junior)	Rs. 50/-	Rs. 10/-	Rs. 60/-
2nd Year	„ 55/-	„ 10/-	„ 65/-
3rd Year (Senior)	„ 65/-	„ 10/-	„ 75/-

The above posts are pensionable and governed by the Municipal Pension & Provident Fund Rules. The appointments will be on 2 years' contract in the first instance. Apply with full details; also age, nationality with copies of testimonials, if any. Applications should reach the Undersigned on or before 1-11-1927. Those already in service, should apply through their authorities under whom they are employed.

Sd. V. G. PRADHAN,
Administrative Officer.
SCHOOL BOARD,
KARACHI MUNICIPALITY, (I.H)

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

قصر یلدیز کے ہوٹل کی بندش۔ مجلس کے انتخابات۔ ایک نئی سازش۔ ترک اور افغان۔ ٹرکی اور ایران

قصر یلدیز کے ملعب کی بندش

آپ کے قارئین، قصر یلدیز کے نام سے ناآشنا نہ ہونگے۔ یہی وہ محل بلکہ قلعہ ہے جس میں بیٹھ کر سلطان عبدالحمید ثانی نے کامل ۳۳ سال تک ایسے استبداد و قہر کی حکومت کی، جو موجودہ دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں رکھتی!

یلدیز، باسفورس کے یورپی ساحل پر واقع ہے۔ اس کا پہلا پھاٹک، بالکل لب سمندر ہے۔ یہاں سے صنوبر کے گھنے اور خوبصورت جنگل شروع ہوجاتے ہیں۔ انہیں طے کرکے محل تک پہنچنے کے لئے تیز موٹر کار میں بھی کم سے کم پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بہت بلندی پر محل، مستحکم قلعہ کی طرح کھڑا ہے۔ پہلے اس کے گرد میلوں تک، مورچے اور قلعہ بندیاں تھیں۔

اس زمانے میں یلدیز کا نام ترکوں کے دل لرزا دیتا تھا۔ یلدیز کا نام لینا، یلدیز کا ذکر کرنا، یلدیز کا لفظ تحریر میں لانا، یلدیز کی طرف نظر اٹھانا، یہ سب باتیں انسان کو حکومت کی نظر میں مشتبہ کردینے کے لئے کافی تھیں۔ اسوقت بڑے بڑے حکام کے سوا، کسی ترک کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اندر سے یلدیز کی کبھی جھلک دیکھ سکتا ہے!

۳۳ سال کے بعد یلدیز کا یہ طلسم ٹوٹا۔ سلطان محمد خامس مرحوم کے زمانے میں اس کی وہ ہیبت باقی نہیں رہی۔ لیکن عوام کے لئے اس کا داخلہ اب بھی ناممکن تھا۔

وحید الدین محمد سادس، آخری عثمانی سلطان کے زمانے میں پھر یلدیز نے اپنا رعب واپس لینا شروع کردیا تھا۔ یہ سلطان، اپنے بھائی عبدالحمید کی سی طبیعت رکھتا تھا، اور اسی جبروت سے حکومت کرنی چاہتا تھا۔ مگر زمانے کے انقلابات نے اسے مہلت نہ دی اسے تخت سلطنت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجانا پڑا۔

آخری خلیفہ، سلطان عبدالمجید کے مختصر عہد میں یلدیز کی تمام ہیبت زائل ہوگئی۔ جمہوریت نے آتے ہی اس کے دروازے عام مخلوق کے لئے کھول دیئے۔

جمہوری حکومت نے یہ محل آستانہ کی بلدیہ (میونسپلٹی) کو دیدیا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ اس طرح استعمال میں لایا جائے کہ شہر کے باشندوں کی خوشحالی میں ترقی ہو۔ اور اس کے قیام و مصارف کا بار خزینۂ بلدیہ پر نہ پڑے۔ اسی زمانے میں ایک اٹالین سرمایہ دار لوبیرا نامی نے درخواست پیش کی کہ یہ محل اسے کرایہ پر دیدیا جائے۔ وہ اس میں ہوٹل اور ملعب (تفریح کی جگہ) قائم کرے گا، اور ایک معقول رقم حکومت کو دیا کرے گا۔ ترکی حکومت نے یہ تجویز اس شرط پر منظور کرلی کہ ترک باشندوں کو اس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اس کے قیام کا اعلان دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں کردیا جائے۔ حکومت کا خیال تھا کہ اس طرح ترک، اسراف سے بچ جائیں گے اور دوسرے ملکوں کے دولت مند یہاں آکر اپنی دولت بہائیں گے۔ اور اس طرح شہر کو وہ عظیم مالی فوائد حاصل ہوں گے جو اسوقت تک صرف یورپ کے بڑے بڑے شہروں کو حاصل ہورہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ارکان حکومت کی بہت بڑی غلطی تھی۔ انھوں نے معاملہ کا صرف ایک ہی پہلو دیکھا، اور تمام پہلو نظرانداز کردیئے۔

بہرحال اٹالین نے شرائط منظور کرلیں اور افسوس ہے کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ترکی سلاطین کے پایۂ تخت میں لہو و لعب کا یہ عظیم الشان مرکز قائم ہوگیا!!

ٹھیکہ کی باقی شرطیں یہ تھیں کہ ماہوار کرایہ کے علاوہ بلدیہ کو ہوٹل کی آمدنی سے بھی فی صدی ایک معقول رقم دیجائے گی۔ چنانچہ بلدیہ نے پہلی قسط ۳۵،۰۰۰ (ترکی پونڈ) کی ہوٹل کی آمدنی سے وصول کئے اس کے مقابلہ میں سرمایہ دار کو ۱۰ لاکھ ترکی پونڈ نفع ہوا۔

تقریباً ۷ مہینے یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر اس تمام مدت میں بلدیہ کو یہ شکایت رہی کہ کرایہ دار معاہدے کی شرطیں پوری نہیں کررہا ہے۔ ترکی اخبارات میں روز مضامین شایع ہوتے تھے اور اعداد و شمار سے دکھایا جاتا تھا کہ اس لعب سے ترکی قوم کی کتنی دولت ضائع ہورہی ہے؟ بجائے اس کے کہ یورپ کے سرمایہ دار یہاں آکر اپنی دولت صرف کریں، خود ترکوں کی دولت برباد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ ہوٹل میں علانیہ قمار کھیلا جاتا تھا، اور اس کا شوق ترکوں میں بھی پھیلنے لگا تھا۔ دنیا کی یہ شریف ترین قوم اب تک قمار کے مہلک مرض سے محفوظ تھی، لیکن اس اٹالین سرمایہ دار کی زبردستی اور ارکان حکومت کی ناعاقبت اندیشی نے اس سے ترکوں کو بھی آشنا کردیا!

ایک طرف یہ بربادی پھیلی ہوئی تھی، دوسری طرف یورپ کے دولتمندوں نے گویا اس کا مقاطعہ کر رکھا تھا۔ اول تو کرایہ دار نے اس مرکز کا یورپ کے مراکز تفریح میں اعلان ہی نہیں کیا، کیونکہ اس نے دیکھا، مقامی آبادی ہی اس کی مطلب براری کے لئے کافی ہے۔ پھر یہ بھی ہوا کہ قومی تعصب کی وجہ سے دوسری قوموں کے دولتمند، لندن، پیرس، برلن کو چھوڑ کر اپنی دولت ترکوں میں خرچ کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

الحمد للہ کہ ۷ ماہ کی غفلت کے بعد اب حکومت متنبہ ہوئی اور اس نے فیصلہ کرلیا کہ اس عظیم خطرے کا سدباب کردے۔ چنانچہ کل رات کو کمشنر نظیف بک پولیس کی ایک بڑی جمعیت لے کر محل یلدیز میں گھس پڑے۔ قمارخانے میں داخل ہوئے۔ وہاں بازیاں لگ رہی تھیں۔ حاضرین میں ایک اچھی تعداد ترکوں کی موجود تھی۔ ایک ترک طالبعلم بھی موجود تھا۔ لوگ اسے آسمانی بلا سمجھ کر بھاگنے لگے۔ مگر کمشنر نے ڈپٹ کر کہا:

”کھیل ختم ہوگیا۔ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے!“

چنانچہ سب مبہوت کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ فوراً ان کے نام لکھے گئے۔ بازی کی رقمیں جمع کی گئیں۔ کل ۳،۰۰۰ پونڈ تھے۔ پھر قمارخانے کا صندوق ضبط کیا گیا۔ اس میں ۴،۰۰۰ پونڈ تھے۔ ایک شخص اتنی ہی رقم لئے بھاگ رہا تھا، اسے بھی گرفتار کیا گیا۔ پھر محل کے تمام دروازے مقفل کردیئے گئے اور محافظ پھاٹکوں پر کھڑے ہوگئے۔

اس واقعہ کے بعد کمشنر نے حسب ذیل بیان شایع کیا:

”حکومت نے صرف اس بات کی اجازت دی تھی کہ اجنبی لوگ یلدیز میں ملعب قائم کریں تاکہ اس سے شہر کو مالی منفعت حاصل ہو۔ لیکن لوبیرا نے معاہدے کی پابندی نہیں کی اور اسے شہر کے لئے ایک نہایت خطرناک قمارخانہ بنا دیا جسے کسی حال میں بھی حکومت گوارا نہیں کرسکتی۔ مجبوراً حکومت نے فیصلہ کرلیا کہ معاہدہ منسوخ کردے اور قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائے“

اس طرح ترکوں کو یلدیز کی مصیبت سے دوبارہ نجات مل گئی۔

مجلس کے انتخابات

مجلس (پارلیمنٹ) کے انتخابات ختم ہوگئے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی پوری جماعت انتخابات میں کامیاب ہوگئی۔ کسی دوسری جماعت کا ایک آدمی بھی نئی مجلس میں نہ ہوگا۔ تمام کرسیاں ”خلق فرقہ سی“ کے آدمیوں ہی کے قبضہ میں رہیں گی۔

اس کامیابی پر غازی ممدوح نے قوم کے نام ایک اعلان شایع کیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

”میرے عزیز برادران وطن نے اپنی متفقہ رائے سے ثابت کردیا کہ وہ ہماری سیاسی جماعت پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اس کی گزشتہ خدمات بہ نظر استحسان دیکھتے ہیں، اور اس کے آئندہ مسلک کو مفید یقین کرتے ہیں۔ یقیناً ان کا یہ اعتماد، ہمارے لئے بہت ہمت افزا ہے۔ اس نے ہمیں مستقبل کی تعمیر کے لئے پہلے سے بھی زیادہ قوت بخش دی ہے۔“

بلاشبہ یہ کامیابی ہے۔ لیکن اس میں ایک پہلو ایسا بھی موجود ہے جو ہر شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے، جیسا کہ پچھلے مکتوب میں لکھ چکا ہوں کہ موجودہ انتخابات میں اس [illegible] جماعت کے سوا کوئی دوسری جماعت شریک ہی نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا ہر حال میں یہی نتیجہ نکلنا تھا کہ اسی جماعت کے امیدوار منتخب ہوجائیں۔ اسے کوئی ایسی کامیابی نہیں کہہ سکتے جو مقابلہ کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

یہ اہم پہلو، خود انگورہ کے نیم سرکاری اخبار ”حاکمیت ملیہ“ کو بھی زیر بحث لانا پڑا۔ وہ اپنے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے:

”دوسرے ملکوں میں انتخابات، مختلف ذہنی مذاہب (اسکول) یا مختلف طبقوں کے ذاتی منافع کی بنا پر ہوا کرتے ہیں۔ انہیں دونوں سببوں سے مختلف سیاسی جماعتیں قائم ہوجاتی ہیں۔ اور ان میں ہر جماعت برسراقتدار آنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ٹرکی میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ یہاں اب تک ایسے طبقے موجود نہیں ہیں جن کے مفاد مختلف ہوں۔ ٹرکی میں سرمایہ داروں، مزدوروں، اور متوسط الحال لوگوں کی جماعتیں موجود نہیں ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی قوم ہے، اور تمام باشندے مشترک مفاد و اغراض رکھتے ہیں۔“

”بلاشبہ حالت امن میں یہاں بھی دو فکری رجحان پیدا ہوجاتے ہیں: ایک گروہ کا فکری رجحان یہ ہوتا ہے کہ ملک کی نجات و سلامتی ماضی میں، ماضی کی تقلید میں، اور قدیم رسم و رواج کی پابندی میں ہے۔ دوسرے گروہ کی رائے میں کامیابی تمام تر اصلاح و تجدید میں ہے۔ پہلے گروہ میں عامۃ الناس اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص داخل ہیں۔ دوسرے

جاتی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت، مہربانی فرما کر پیرس، لندن، اور روم کے اخبارات پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ جو قومیں اپنی مصلحت سے ہماری مدد کیا کرتی تھیں، اب وہ ہماری تباہی کا یقین کرنے لگی ہیں۔ انگلستان، فرانس، اور اٹلی کے بہت سے مدبر ہمارے حکام کی حرکتیں دیکھ کر اور رعایا پر ظلم و ستم مشاہدہ کر کے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اعلان کرنے لگے ہیں "یہ حکومت ہرگز اپنی اصلاح نہیں کر سکتی۔ اس کا زوال یقینی ہے۔ ہم بھی اُسے چھوڑ دیں۔ اُس کی موت جلد واقع ہو جانے دیں!"

میرے آقا! ہمیں ان پیشین گوئیوں کی تکذیب کر دینی چاہیے لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ اپنی حکومت میں تبدیلی کریں۔ یہ تبدیلی عمدہ و بہتر ہوگی، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے ارادے اور حکم سے ہوگی۔ ہم فرانس، انگلستان اور اٹلی پر ثابت کر دیں کہ نہ ہماری قومیت نے ہمیں اس کمزوری اور فساد میں گرا رکھا ہے، نہ یہ ہمارے مقدس دین ہی کا اقتضا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم مر چکے ہیں! ہم زندوں کی طرح عمل کر کے دکھا دیں کہ نہیں، مرے نہیں ہیں، زندہ ہیں!

میرے آقا! ہم پہلی قوم نہیں ہیں جسپر زمانے نے یورش کی ہے۔ اُسکی ہر خوبی بگاڑ ڈالی ہے، اور اُس کے تمام قویٰ کمزور کر ڈالے ہیں۔ ہم آخری قوم بھی نہیں ہونگے جس کی ایسی زبوں حالت ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی بہت سی ایسی قومیں ہیں جن پر زمانہ اپنی تمام مصیبتوں کے ساتھ ٹوٹ پڑا ہے، اور اُن کا حال بھی بالکل ہمارے جیسا ہو گیا ہے۔ میں اعلیٰ حضرت کے روبرو عرض کر چکا ہوں کہ گزشتہ صدی میں فرانسیسی قوم کس قدر تباہ ہو گئی تھی۔ کس طرح اُس کی صنعت و حرفت برباد ہو گئی تھی۔ کس قدر اُس کی ثروت کمزور ہو گئی تھی کہ ہر دس سال کے بعد دیوالیہ ہو جایا کرتی تھی۔ کس طرح اُس کے تمام طبقوں پر ظلم ہو رہا تھا، حتیٰ کہ اُس وقت کے ایک مدبر نے لوئی پانزدہم سے کہدیا تھا: "آپ کی سلطنت میں کوئی نہیں جو اپنی عزت پر فخر کرے اور وزیر کے انتقام سے بچ جائے۔ کوئی نہیں جو اپنی بدحالی پر صبر و شکر کرے اور ایک حقیر چپراسی کے غصے سے بھی بچ نکلے!" اُس ملک میں حکومت کا کوئی رعب داب باقی نہ رہا تھا۔ اُس کے سامنے عمل کی تمام راہیں بند ہو گئی تھیں۔ حواس گم ہو گئے تھے ہر روز ایک نئی روش اختیار کرتی اور بدلتی تھی۔ جنگ ہفت سالہ کے بعد تو فرانس گر کر تیسرے درجے کی دول کے زمرے میں شمار ہونے لگا تھا۔ لیکن اُس نے پھر بہت جلد اپنی اصلی جگہ حاصل کر لی۔ چند ہی سال میں اُس کی تمام برباد قوتیں واپس آ گئیں۔ حتیٰ کہ اُس کی فوجوں نے یورپ کی متحدہ یلغار روک دی۔

یہ حیرت انگیز کامیابی فرانس نے کیونکر حاصل کی؟ صرف اس وجہ سے کہ اُسنے حکومت کے بوسیدہ نظام کی جگہ ایک نیا صلح پرور نظام قائم کر دیا تھا۔ بلاشبہ یہ شاندار تبدیلی مصائب سے خالی نہ تھی۔ بہت سا خون بہا، بہت سے آنسو گرے۔ مگر یہ مصائب کچھ اس تبدیلی کا لازمی نتیجہ نہ تھیں۔ ان مصائب کی اصلی وجہ یہ تھی کہ تبدیلی اُس وقت واقع ہوئی جب اُس کے لئے ذرا بھی وقت باقی نہ رہا تھا۔ بالکل آخری لمحہ تھا وہ لمحہ جس میں اگر قومیں اُٹھ پڑتی ہیں، تو اُن کا اُٹھنا بڑا ہی ہولناک ہوتا ہے۔

میرے آقا! ایک فرانسیسی قوم ہی ایسی نہیں ہے جو اپنے مصائب سے صحیح سالم نکل آئی ہو۔ فرانس کے علاوہ اور بھی ایسی قومیں موجود ہیں۔ ریاست پیمونٹی (اٹلی) کے نواب نے آرزو کی کہ عظیم الشان اطالین قوم کا بادشاہ ہو جائے۔ وہ بادشاہ ہو گیا! کیونکر؟ اُسنے کوئی فوج جمع نہیں کی، کوئی رسالہ طیار نہیں کیا۔ اُسنے صرف یہ کیا کہ قوم کو ایک آزاد دستوری حکومت بخش دی۔ اس بخشش کے ساتھ ہی اُس کی فتوحات شروع ہو گئیں۔ زمین کی فتوحات نہیں جن پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، دلوں کی فتوحات جو دنیا کی حقیقی فتوحات ہیں۔ وہ پورے اٹلی کے دلوں اور عقلوں پر قابض ہو گیا۔ مرتے وقت اُسنے متبسم لبوں سے پیشین گوئی کی تھی "میرے بیٹے وکٹر عمانوئیل کی سلطنت کا رقبہ میری ریاست کے رقبے سے تین گنا زیادہ ہوگا" دنیا نے دیکھ لیا کہ بوڑھے نواب کی پیشین گوئی بالکل حق تھی، یہ کیوں ہوا؟ صرف اس وجہ سے کہ دانشمند حکمران نے ٹھیک وقت پر آزادی کا لفظ اپنی زبان سے کہا تھا، وہ لفظ جو اپنے تین حرفوں میں دنیا کی تمام سعادتیں اور کامرانیاں پوشیدہ رکھتا ہے!

میرے پاس اس سے بھی زیادہ روشن اور صاف مثالیں موجود ہیں اور اس کی مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت اُن پر نظر غائر ڈالیں۔ لیکن میں اس عرضیہ میں اُن سب کا ذکر نہیں کر سکتا۔ میں آسٹریا کا ذکر کروں جو اپنی دستوری آزادی کے سہارے وقت کے عظیم خطروں سے محفوظ گزر رہی ہے؟ یا پروشیا کا ذکر کروں جو ابھی کل کی بات ہے کہ اپنی تہذیب کی بدولت میدان جنگ سے فتحمند نکلی ہے؟ لیکن مجھے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ میں جس قدر عرض کر چکا ہوں، اعلیٰ حضرت کو مطمئن کر دینے کے لئے کافی ہے۔

اعلیٰ حضرت! قوموں کی آزادی اُن کا حق ہے۔ اُن کی امانت ہے۔ اُن کا ورثہ ہے۔ اور حکومتوں کا فرض ہے کہ اس امانت کے سپرد کر دینے میں تساہل نہ کریں۔ یہ سپردگی ان کی قوت بڑھاتی ہے اور انھیں ہر طرح کے خطروں سے محفوظ کر دیتی ہے۔ آج دنیا کی تمام حکومتیں اس امانت کی سپردگی پر مجبور ہو گئی ہیں۔ کونسی وجہ ہے کہ عثمانی حکومت اس عام اجتماعی حالت سے مستثنیٰ تصور کر لیا جائے؟ کیا ترکی قوم زمرۂ اقوام میں شامل نہیں ہے؟

پھر ایسا کیوں ہو؟ کیا اس لئے کہ ہمارا دین ہمیں ترقی و سعادت سے محروم رکھتا اور تمدن و شائستگی سے دُور رکھنا چاہتا ہے؟ میرا جلیل القدر آقا مجھ سے زیادہ واقف ہے کہ ایک لمحہ کے لئے یہ گمان صحیح نہیں ہو سکتا۔

میرے آقا! اس دنیا میں دو سیاستیں نہیں ہیں: اسلامی اور مسیحی۔ عدل ایک ہی ہے، اور سیاست اُس عدل کے سوا کچھ نہیں جو حاکم کے ہاتھ سے صادر ہوتا ہے۔

یہ ہمارا دین نہیں ہے بلکہ ہمارا قدیم نظام ہے جو ہمیں فنا کر رہا ہے۔ اُس نے ہمارے مدبروں کی طبیعت بگاڑ دی اور اُن کی خودداری زائل کر دی پھر ان مدبروں نے سلطنت کی طبیعت بگاڑ دی اور اُس کی عزت تلف ہو گئی۔ پس ہمیں یہ نظام ترک کر دینا چاہیے اور اُس کی طرف کبھی لوٹنا نہیں چاہیے۔ اس نظام کے بوجھ کے نیچے اُمت پڑی سسک رہی ہے۔ یہ نظام حملہ آور دشمن سے ہمیں کبھی پناہ نہیں دے سکتا۔ ہمیں وہ نظام اختیار کرنا چاہیے جو عدل و مساوات اور حریت صادقہ کا نظام ہے، اور جس کا خاصہ یہ ہے کہ جہاں کہیں قائم ہو جاتا ہے وہاں قوموں کو ہاتھ پکڑ کر اُٹھا دیتا ہے اور عظمت کے محل طیار کر دیتا ہے۔

کیا ہمارے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ صوبے جو ابھی حال ہی میں ہم سے جدا ہوئے ہیں اور جنھیں اپنے خون یا دین کے لحاظ سے ہم پر کوئی ترجیح حاصل نہیں، آزاد نظام حکومت کا خیر مقدم کریں، اور ہم پس و پیش میں پڑے رہیں؟ کیا آپکی سلطنت میں ایسے سچے اور مخلص محب وطن موجود نہیں ہیں جیسے مصر، ٹیونس، مولڈاویا، رومانیہ، اور سرویہ میں ہیں؟ کیوں نہیں ضرور ہیں۔ اُنھیں بلائیے، وہ سر کے بل دوڑ کر آئیں گے۔ ہر شہر میں رعایا کی پسند سے ایک گروہ منتخب کیجئے، وہ آپکے سامنے رعیت کے معاملات بے نقاب کر دے گا، اور پھر وہ راہ عمل باز ہو جائے گی جس کی جانب حضور کی ابوی شفقت کا رجحان ہے۔ اس کے بعد اپنے شاہانہ ارادے سے رعایا کے نمائندوں کو اپنی سلطنت کے مرکز میں جمع کیجئے۔ وہ عرش اعظم کے روبرو رعیت کی ضرورتیں پیش کرینگے اور عتبۂ عالیہ تک اُس کی آرزوئیں پہونچائیں گے۔

ایک طبیب کہا کرتا تھا "مجھے ایک گز کپڑا دو، میں تمھیں ایک شریف آدمی بنا دوں گا" اے میرے آقا! آپ بھی اپنی سرپرستی میں حقوق عطا کر کے اپنی رعایا کو محنتی، اولوالعزم، اور زندہ بنا سکتے ہیں۔ وہ آزادی کی بخشش پر حضور کی شکر گزار ہوگی، ظلم اُٹھ جانے پر دعائیں دے گی۔ آپکی خدمت کے لئے اپنی جانیں قربان کرے گی۔ آپ کی، اپنی اور سلطنت کی بھلائی کے لئے کوشش کرے گی۔ اُس کی عقل درست ہو جائے گی۔ اُس کا نفس پاک ہو جائے گا، اور اس طرح وہ اسلاف کی فضیلتیں دوبارہ حاصل کر لے گی۔ جب خطرے کا بگل بجے گا، تو وہ ہتھیلیوں پر سر لے کر دوڑے گی، عرش معظم کے گرد جمع ہو جائے گی، اور اعلیٰ حضرت کی نصرت میں خوش و خرم موت کا خیر مقدم بجا لائے گی کیونکہ وہ سمجھے گی اُس کی تمام سعادتوں کا ضامن سرچشمہ یہی عرش مبارک ہے۔

میں یہاں اس دستوری نظام حکومت کی تشریح کرنی نہیں چاہتا جسے میں ملک کی قابلیت، اخلاق، اور روایات کے مطابق دیکھنے کا متمنی ہوں۔ میں عنقریب یہ دستور اعلیٰ حضرت کے حضور میں پیش کر دوں گا۔ اسے میں نے اور میرے رفقا نے ترتیب دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے علم میں یہ حقیقت پہلے سے موجود ہے کہ میں صاحب غرض نہیں ہوں۔ مجھے نہ کسی منصب کی طلب ہے نہ کسی عطیے اور بخشش کی آرزو۔ میری غرض صرف اس قدر ہے، اور میں بلند آہنگی سے اس کا اعلان کرتا ہوں، کہ اعلیٰ حضرت کے روبرو سلطنت کی عظیم اکثریت یعنی مسلمانوں اور مسیحیوں کی آرزو رکھ دوں۔ یقیناً جلا وطنی کی تمام تلخیاں مجھ پر آسان ہو جائیں گی اگر ذات شاہانہ کے سامنے حقیقت عریاں پیش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت سلطان معظم! سب سے پہلے خود اپنے ضمیر طاہر کی طرف رجوع کیجئے کہ وہ اس زمانے میں آپ کا کیا فرض بتاتا ہے، جبکہ آپ کی رعیت حیرت میں پڑ گئی ہے اور پورے معنی میں تباہ ہو رہی ہے؟ یہ ایک جلیل القدر عمل ہے۔ اسے وہی انجام دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عزم و شہامت کا وصف عطا فرمایا ہے۔ جو کوئی بھی یہ عمل عظیم انجام دے گا، تاریخ اُس کا نام ہمیشہ یاد رکھے گی اور تمام مخلوق اُس کا نام عزت و شکر گزاری کے ساتھ لیتی رہے گی!

میرے آقا! اگر زمانے نے حضور والا کو وہ شرف نہیں بخشا جو آپکے اجداد کے حصے میں آیا تھا، یعنی آپ کے ہاتھوں اس عظیم سلطنت کی بنیاد نہیں پڑی، تو زمانے نے یہ شرف آپکے لئے محفوظ رکھ چھوڑا تھا کہ اس سلطنت کی عظمت رفتہ دوبارہ واپس لانے کا کام آپ ہی کے دست مبارک سے انجام پائے۔ تمام صادق محبان وطن بلکہ آپ کی کروڑوں مسلمان اور مسیحی رعایا کی آوازیں اس دعوت میں میری شریک ہیں کہ حضور اس عمل عظیم و اشرف کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت ہی اُسکے اہل ہیں۔ یہ شرف حضور کے اسم گرامی کو اُن عظمائے تاریخ کے بلند لوگوں کی صف میں لکھ دے گا جن کی تمام مخلوق تعظیم کرتی اور جن کی عظمت کے راگ تمام قومیں گا رہی ہیں"

مصطفیٰ فاضل ۔ سنہ ۱۸۶۶ء

خط و کتابت

میں

اپنا نمبر ضرور لکھا کیجئے جو ہر ہفتہ رسالہ کی چٹ پر

آپکے نام کے ساتھ درج ہوتا ہے۔

منیجر

دلازار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک جویائے حق کے خط کے جواب میں

(۲)

یہاں تک میں نے جو کچھ لکھا، وہ اس باب میں ایک اصولی بحث تھی۔ میں نے ابھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی ہے کہ جن باتوں کا آپنے ذکر کیا ہے اُن کی اصلیت کیا ہے اور وہ فی الحقیقت اسلام کے احکام ہیں یا نہیں؟ میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ صورت حال کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن آپ کا طریقِ نظر صحیح نہیں ہے۔ آپ اسلام کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے بعد محض اس وجہ سے اپنے آپ کو "شک و شبہ" کے حوالے کر دیتے ہیں کہ "دیگر مسلمانوں" کا فہم و عمل اس کے خلاف نظر آتا ہے۔ "دوسرے مسلمانوں" کا یہ بیان کردہ فہم و عمل فی الحقیقت خلاف ہے یا نہیں؟ اس سے بھی ابھی کوئی بحث نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایک جویائے حقیقت انسان جس کا مقصد جنگ و نزاع نہیں بلکہ سچائی کی طلب و تحقیق ہو، کیوں راہ تحقیق میں اصل تعلیم چھوڑ کر لوگوں کے فہم و عمل سے متاثر ہو، اور اس کی وجہ سے "شکوک و شبہات" میں مبتلا ہو جائے!

بہ حیثیت ایک طالب حق و صداقت کے یہ بات پیشتر سے آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ مذاہب کی تعلیم اور پیروان مذاہب کا فہم و عمل دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں۔ ایک چیز نہیں رہیں، اور اس لئے اگر اس طرح کا کوئی اختلاف آپکے علم میں آتا ہے، تو یہ کوئی نیا انکشاف نہیں ہے جس سے آپ حیران و سراسیمہ ہو جائیں، بلکہ پیشتر کی سمجھی بوجھی ہوئی بات کا ایک مزید معائنہ اور تجربہ ہے۔ تجربہ شک شبہ کا باعث کیوں ہو؟ اس سے تو آپکے علم الیقین میں اور زیادہ اضافہ ہونا چاہیے؟

دعوتِ قرآنی کی بنیادی اصل

یہ موقعہ زیادہ تفصیل و بحث کا نہیں ہے ورنہ میں آپ کو بتلاتا کہ جستجوئے حقیقت اور معرفت صداقت کی یہی وہ بنیادی اصل ہے جس کی اب تیرہ سو برس پہلے قرآن حکیم نے نوع انسانی کو دعوت دی تھی۔ دراصل قرآن کی ساری تعلیم اسی اصل کی شرح ہے۔ قرآن جس وقت نازل ہوا، اُس وقت دنیا میں مذاہب کے پیرؤں کی کمی نہ تھی، لیکن مذاہب کی حقیقت گم ہو چکی تھی۔ اُسی طرح گم تھی جس طرح آج بھی گم ہے۔ مذاہب کے پیرؤں کی بے شمار جماعتیں قائم تھیں، اور ہر جماعت صرف اپنے ہی کو سچائی کی وارث اور ہر دوسری جماعت کو سچائی سے محروم یقین کرتی تھی۔ سچائی کی راہ ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کیلئے بظاہر دو ہی طریقے ہو سکتے تھے: یا تو تمام پیروان مذاہب کی تصدیق کرے یا سب کی تکذیب کرے۔ سب کی تصدیق کی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے سے متضاد تھا۔ ہر جماعت نہ صرف اپنی صداقت کی مدعی تھی، بلکہ دوسرے کے بطلان کی بھی مدعی تھی۔ اس لئے سب کی تصدیق کے معنی یہ تھے کہ سب کو بیک وقت حق اور باطل، دونوں تسلیم کر لیا جائے۔ اسی طرح سب کی تکذیب بھی صداقت کے خلاف تھی۔ کیونکہ اس صورت میں دنیا کا مذہبی صداقت سے خالی ہونا لازم آتا تھا، اور انسان کی روحانی ہدایت و تربیت کی تمام بنیادیں منہدم ہو جاتی تھیں۔ پس اُسنے ان دونو طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار نہیں کیا۔ ایک تیسری راہ اختیار کی۔ اُسنے کہا، دنیا کے تمام مذاہب حق ہیں، لیکن دنیا کے تمام پیروانِ مذاہب حق سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جس قدر بھی گمراہی ہے، جس قدر بھی اختلاف ہے، جسقدر بھی دعوؤں کی لڑائی اور جماعت بندیوں کا تصادم ہے، پیروان مذہب کے فہم و عمل میں ہے۔ مذاہب کی تعلیم میں نہیں ہے۔ اگر پیروان مذہب کا یہ انحراف دور ہو جائے جو حق نہیں ہے، تو ہر جماعت کے پاس وہ چیز باقی رہ جائے گی جو صرف حق ہے، اور چونکہ وہ حق ہے، اس لئے نہ تو اُس میں ایک راہ سے زیادہ کی گنجائش ہے۔ نہ کسی طرح کے اختلاف و نزاع کا امکان۔ یہی مذہب عالم کا "مشترک حق" دنیا کی عالمگیر روحانی صداقت ہے، اور اسی کو قرآن نے اپنی زبان میں "اسلام" اور "صراط مستقیم" سے تعبیر کیا ہے:

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا، وما انزل الی ابرٰہیم واسمٰعیل ویعقوب والاسباط، وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ، وما اوتی النبیون من ربہم، لا نفرق بین احد منہم، ونحن لہ مسلمون! فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا، وان تولوا فانما ہم فی شقاق فسیکفیکہم اللہ، وھو السمیع العلیم! (۲:۱۳۷)

سچائی کی راہ یہ ہے کہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اُس سچائی پر ایمان لے آئے جو ہمارے سامنے پیش کی گئی ہے۔ نیز اُن تمام مذہبی صداقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ابراہیم پر نازل ہوئیں، اور جن کی اسماعیل و یعقوب اور اُن کی نسل کے رہنماؤں نے دعوت دی، اور پھر وہ تعلیم جو موسیٰ کو دی گئی، اور وہ تعلیم جو عیسیٰ کا پیغام حق تھا۔ غرضکہ دنیا کے سارے نبیوں اور مذہبی صداقت کے سارے معلموں کو خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو کچھ ملا ہے، اُس سب پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم اُن سب کو ایک ہی طرح کے یقین اور احترام کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ہم اُن میں کسی طرح کی تفریق نہیں کرتے کہ ایک کی تصدیق کریں اور دوسرے کو جھٹلائیں۔ ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اُس کی سچائی جہاں کہیں اور جب کبھی آئی ہو، ہمارے لئے سچائی ہے اور ہم اُسے قبول کرتے ہیں!

اس طرح قرآن نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کی تصدیق کی، مگر تمام پیروان مذاہب کی تکذیب کی، اور اس تصدیق و تکذیب کے اجتماع سے اُس بنیادی صداقت کی راہ نوع انسانی پر کھول دی، جس پر چلے بغیر کوئی انسان مذہبی حقیقت کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ آج بھی ہر اُس انسان کے لئے جو مذہب کی روحانی صداقت کی طلب رکھتا ہو، اس راہ کے سوا دوسری کوئی راہ موجود نہیں ہے۔ وہ وقت اب دور نہیں ہے جب عالم انسانیت مذاہب عالم کے اختلافات سے اُکتا کر مجبور ہو جائے گا کہ یا تو یک قلم مذہب ترک کر دے یا تمام مذہبی صداقتوں کو جمع کر دے۔ میرا یقین ہے کہ جمعیت انسانی مذہب ترک نہیں کر سکتی۔ اس لئے ناگزیر ہے کہ دوسرا طریقہ اختیار کرے۔ اور جب وہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گی، تو فی الحقیقت وہ یہی طریقہ ہوگا جس کی طرف تیرہ سو برس پہلے قرآن نے دعوت دی تھی: یعنی انسانوں کے فہم و عمل کی تکذیب اور اصل مذاہب کی تصدیق۔ اُس وقت دنیا کے تمام پیروان مذاہب یک زبان ہو کر اعلان کریں گے:

کان الناس امۃ واحدۃ، فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین، وانزل معہم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فی ما اختلفوا فیہ، وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتہم البینات بغیا بینہم، فہدی اللہ الذین اٰمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ، واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم! (۲:۲۰۹)

دنیا میں انسانی جمعیت کی ابتدا اختلاف سے نہیں بلکہ وحدت و یگانگت سے ہوئی ہے۔ سب ایک ہی قوم تھے اور سب فطری صداقت کے ایک ہی طریق پر چلنے والے تھے۔ پھر ایسا ہوا کہ اُن میں پھوٹ پڑ گئی اور گمراہی و فساد کی بے شمار راہوں میں بکھر گئے۔ تب خدا نے اُن کی ہدایت کے لئے نبیوں کو مبعوث کیا جو نیک کرداری کے پھل کی بشارت دیتے تھے اور بد کرداری کے نتائج سے ڈراتے تھے۔ اُنکے ساتھ تعلیم حق کی کتابیں تھیں۔ یہ اس لئے نازل کی گئی تھیں تاکہ جن جن باتوں میں نادانی و گمراہی سے اختلاف اور جھگڑے پیدا کر دئیے گئے ہیں، اُن سب کا فیصلہ ہو جائے اور سب اُس حقیقی دین پر متفق ہو جائیں جس سے منحرف ہو کر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے ہیں۔ افسوس ہے کہ نسل انسانی اس پر بھی اختلاف و فساد سے باز نہ آئی۔ جن جن باتوں کے فیصلہ کے لئے یہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، اُنھی میں پھر اختلاف پیدا کر دیا گیا، اور دین حق کی حقیقت اور وحدت گم ہو گئی۔ جب ایسا ہوا تو ضروری تھا کہ ایک مرتبہ اِن تمام اختلافوں اور گمراہیوں کے خلاف، دین حق کی حقیقت کا عام اعلان کر دیا جائے، اور تمام جماعتوں اور مدعیوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے فضل و رحمت سے اس کا دروازہ اہل ایمان پر کھول دیا، اور وہ جسکو چاہتا ہے ہدایت کی راہ دکھا دیتا ہے!

مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اب میں اُس خاص معاملہ پر متوجہ ہوتا ہوں جس کا آپنے ذکر کیا ہے۔ میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپنے جس قدر تاثرات قبول کئے ہیں، وہ زیادہ تر اسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں۔

اس بارے میں آپنے جو کچھ لکھا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ تسلیم کرتے ہیں، یہ رسالہ فی الحقیقت نہایت بے ہودہ اور دلازار تھا اور اس پر اعتراض کرنے میں مسلمان حق بجانب تھے۔ لیکن آپ کہتے

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۹)

"لیکن حاشا و کلا، قوم اور اُس کے زعیم کا مقام اس سے بلند ہے۔ سعد نے مر کر لازوال زندگی حاصل کر لی۔ تمھاری آرزوئیں جو اُس کے وجود میں مجسم تھیں، اب اُس کی غیر فانی روح کے ساتھ، ابدی و سرمدی ہو گئیں۔ اب فنا کا ہاتھ کسی طرح بھی اُن تک نہیں پہنچ سکتا"

"ابنائے وطن! وفد، جو تمھاری بیداری کا پہلا مظہر تھا، آج بھی باقی ہے، اور آئندہ بھی باقی رہے گا۔ وہ تمھاری قوت کی میزان، تمھارے جہاد کا عنوان، تمھاری وحدت کی بنیاد، تمھاری آرزوؤں کی زبان، اور تمھارے آلام کا ترجمان ہے!

"وہ اُس وقت تک میدان نہیں چھوڑے گا جبتک کامل خود مختاری اور صحیح آزادی کے ذریعہ وطن کی عزت سے بے داغ نہ کر دے"

گروہ، تعلیم یافتہ اشخاص کا ہے۔"

"یہ دونوں فکری رجحان، ٹرکی میں ۲۰ برس سے متصادم ہو رہے ہیں۔ سیاست، فوج، ادب، علم، کوئی میدان نہیں جس میں یہ دونوں نقطہائے فکر باہم دست بگریباں نہ ہوں"

"لہذا یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ بہت سی جماعتیں نہیں تو کم سے کم دو جماعتیں ملک میں ضرور موجود ہیں اور برسر اقتدار آنے کے لئے متصادم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسوقت عملاً صرف ایک ہی سیاسی جماعت موجود ہے، اور وہ حامیان اصلاح و تجدد کی ہے"

"اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ حامیانِ اصلاح اپنے مقاصد کا بیانگ دُہل اعلان کرتے ہیں اور مقرر و منضبط لائحہ عمل رکھتے ہیں۔ برخلاف انکے حامیان جمود و تقلید میں اپنے مقاصد کے اعلان کی جرأت نہیں، درحقیقت وہ کوئی معین راہ عمل رکھتے ہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان میں باہم کوئی فکری رابطہ بھی موجود نہیں ہے جو ایک باقاعدہ جماعتی شکل پیدا کر سکے۔ ہر کوئی اپنی ایک علحدہ مضطرب اور مبہم رائے رکھتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ملنے پر آمادہ نہیں ہے"

"یہی سبب ہے کہ عملی طور پر یہ جماعت مر گئی ہے۔ کسی طرح بھی اپنے حریف کے مقابلے میں کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کی اس عملی موت نے اُس میں یہ خطرناک مرض بھی پیدا کر دیا ہے کہ وہ پس پردہ سازشوں اور خیانتوں کے جال بُنتی اور ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتی ہے"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ "حاکیت ملیت" کی یہ رائے افراط و تفریط سے خالی نہیں ہے۔

ایک نئی سازش

اس ہفتے ایک نئی سازش پر سے پردہ اُٹھا ہے۔ آپکے قارئین کو یاد ہوگا کہ معاہدۂ لوزان کے بعد ہی ترکی حکومت نے اپنی سرحدوں سے ۱۵۰ آدمیوں کو ہمیشہ کے لئے جلاوطن کر دیا تھا۔ کیونکہ اُن کی پچھلی زندگی، سازشوں اور خیانتوں سے لبریز تھی۔

یہ لوگ ٹرکی سے نکلکر یونان، مصر، شام وغیرہ ملکوں میں پھیل گئے اور ترکی حکومت سے انتقام لینے کی فکریں کرنے لگے۔ یونان میں پناہ گزیں خائنوں کی روش بہت مشتبہ تھی۔ ترکی خفیہ پولیس برابر ان کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

انھوں نے کئی سال مطمئن زندگی بسر کرنے کے بعد خیال کیا کہ ترکی حکومت اُن سے بالکل غافل ہو گئی ہے۔ چنانچہ حکومت یونان کے بھروسے پر ایک سازش بنائی اور عمل کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سازش کا سرغنہ، حاجی سامی ہے۔ یہ چرکسی قوم کا آدمی ہے اور اپنے وقت کا مشہور جرائم پیشہ اور خونریز رہ چکا ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی کی حکومت کے زمانے میں اسنے سیکڑوں خون کئے تھے۔ مرحوم انور پاشا جب ترکستان گئے تو یہ بھی وہاں پہونچا اور جنگ میں شریک ہو گیا۔ اُن کی شہادت کے بعد پھر ٹرکی واپس آیا اور اپنا پرانا مشغلہ جاری کر دیا۔ معاہدۂ لوزان کے بعد حکومت نے اسے بھی جلاوطن کر دیا تھا۔

پچھلے ہفتے ترکی پولیس کو معلوم ہوا کہ یہ یونان سے اپنا مسلح چرکسی جتھا لے کر سمرنا پہونچا ہے، اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی جان لینے کی فکر میں ہے۔ چنانچہ فوراً اُسے گرفتار کرنا چاہا۔ مگر اُسنے مقابلہ کیا جس میں وہ خود مارا گیا، مگر اُس کی پوری ٹولی قید ہو گئی۔

اس ٹولی میں تمام چرکسی لوگ شامل ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں، مجید کوچک، مجید کلاں، حقی قاتل، مکی برادر حاجی سامی۔ ان لوگوں نے اپنی سازش کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ انگورہ کے قریب مقام "تفلو خان" میں جا کر قیام کرینگے۔ یہاں تک کہ جب غازی موصوف اور اُن کے وزراء اجلاس کے وسط میں انگورہ روانہ ہونگے تو مذکورۂ بالا گاؤں میں اُن کی ریل ڈائنامیٹ کے ذریعہ اُڑا دیجائیگی

تلاشی لینے پر ان لوگوں کے پاس سادے کاغذ کی ایک کتاب دستیاب ہوئی۔ پولیس کو شبہ ہوا تو اُس کی کیمیاوی تحقیقات کرائی گئی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس میں غیر مرئی روشنائی سے اُن کے باقی ہم خیالوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس طرح حکومت کو اس پورے جتھے کا علم ہو گیا۔ اس سلسلے میں ایک پنشن یافتہ فوجی افسر عاطف بک کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے۔

ترک اور افغان

حال میں حکومت افغانستان نے فوجی تربیت تعلیم کے لئے اپنے متعدد افسر ٹرکی بھیجے ہیں۔ انہیں باہر شادی کرنے کی سخت ممانعت تھی تاہم صوبہ دار محمد اکرم خاں نے ایک ترکی خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسنے اس بارے میں افغانی سفیر کو درخواست دی۔ سفیر نے درخواست، کابل بھیجدی۔ کابل سے خود امیر امان اللہ خاں کا حکم آیا کہ شادی اجازت دیدی جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ تمام افغانی افسروں کو بھی اب ترک خاتونوں سے شادی کی آزادی دیدی جائے۔ ساتھ ہی شاہ افغانستان نے یہ بھی لکھا کہ یہ شادی، ترکی قانون مدنی کے موافق عمل میں آئے۔ فرمان عالی میں یہ بھی تھا کہ "میں نہایت خوش ہوں گا اگر افغان افسر اپنی ترک بیویوں کے ساتھ کابل پہنچیں۔ ترکی اجتماعی زندگی کے اصول سیکھ کر آئیں اور اپنے ملک میں اُنھیں رائج کریں"

ٹرکی اور ایران

پچھلے دنوں بعض سرحدی حوادث کی وجہ سے ٹرکی اور ایران میں کشیدگی کے آثار پیدا ہو گئے تھے، جیسا کہ میں بروقت آپ کو مطلع کر چکا ہوں لیکن اب دونوں حکومتوں کے تدبر سے جملہ غلط فہمیاں دُور ہو گئی ہیں۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ اسی ہفتے ایرانی سفارتخانے میں ترکی وزیر خارجہ توفیق رشدی بک اور ترکی سفیر متعینۂ طہران ممدوح شوکت بک کو نہایت پر تکلف دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں ایرانی سفیر نے تقریر کرتے ہوئے بہت زور دار الفاظ میں کہا کہ دونوں حکومتوں کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں، اور ہمیشہ دوستانہ ہی رہیں گے۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

نئے رہنما کا انتخاب

سعد پاشا زغلول کی وفات کے بعد اُن کے جانشین کے انتخاب کا معاملہ بہت اہم اور مشکل تھا۔ ظاہر ہے اسوقت مصر کی توجہات کا مرکز، اس مسئلہ کے سوا، کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہو سکتا تھا لیکن انگلستان میں بھی اسکی وجہ سے بےچینی کچھ کم نہ تھی۔ مصر میں انگلستان کی تمام امیدیں اسی مسئلہ سے وابستہ تھیں اور وہ انتہائی اضطراب سے فیصلہ کا انتظار کر رہا تھا۔

حسب عادت انگریزی اخبارات نے مصر کی متفقہ صفوں میں پھوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ ایک طرف احمد زیور پاشا کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کی کہ اب موقعہ ہے، ہمت کرو اور برسر اقتدار آجاؤ۔ دوسری طرف اعتدال پسندوں، یعنی عدلی پاشا اور ثروت پاشا کی جماعت کو اُکسایا کہ وفد کی جماعت، مصر کی پوری سیاست پر حاوی ہو رہی ہے۔ اب وقت ہے اُسے گرادو!

تیسری طرف خود وفد کی جماعت میں بھی نا اتفاقی ڈالنی چاہی۔ اس غرض کے لئے فتح اللہ پاشا برکات سے بہتر کوئی شخص نہیں مل سکتا تھا۔ موصوف، مرحوم زغلول پاشا کے بھانجے ہیں اور اُنکے ساتھ جہاد ملی میں بے شمار مصائب برداشت کر چکے ہیں۔ ان اخبارات نے خیال کیا کہ تعریفیں کر کے انہیں وفد کی صدارت کے لئے کھڑا کر دینا چاہئے۔ وفد کی جماعت، بعض مصالح کی بنا پر ان کی سرداری قبول نہیں کرنا چاہتی۔ اس طرح آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ملک کی سب سے بڑی سیاسی قوت درہم برہم ہو جائے گی۔

مگر مقام مسرت ہے کہ یہ تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ زیور پاشا نے کان ہلائے، مگر عام رائے سے مرعوب ہو کر خاموش ہو گئے۔ اعتدال پسند نے بھی قابل تعریف رویہ اختیار کیا، اور وفد کی جماعت سے لڑنا نامنظور کر دیا۔

خود وفد نے بھی نہایت دانشمندی سے کام لیا اور مرحوم رہنما کی جانشینی کا مسئلہ بڑی ہی خوش اسلوبی سے حل کر دیا۔ فتح اللہ پاشا برکات نے جنھیں انگریزی اخبارات، برات کا دولھا بنانا چاہتے تھے، صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ مجھے سرداری کی طلب نہیں ہے۔ میں وفد کے فیصلے کے سامنے ہر وقت بلا کسی قید و شرط کے سر خم کرنے کو طیار ہوں۔

وفد نے اپنا فیصلہ ۲۶ ستمبر کو سنا دیا۔ یہ جلسہ نہایت عظیم الشان تھا تقریباً تمام ارکان جمع تھے۔ جلسہ کی کارروائی، محمد نجیب الغرابلی پاشا کی تقریر سے شروع ہوئی۔ یہ تقریر پورے وفد کی جانب سے تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"جو کوئی سعد کی ذات خاص کا مددگار تھا، تو سعد مر گئے۔ لیکن جو سعد کے اصول کا حامی تھا، تو سعد کے اصول باقی ہیں، کبھی مٹنے والے نہیں۔

"بلاشبہ سعد مر گئے۔ بہت سے دل، جو اُن کی ہیبت سے تھمے تھے مسرت سے اُچھلنے لگے۔ بہت سے سر جو اُنکے رعب سے خم تھے، بلند ہونے لگے فتنہ کا سر اپنی دونوں آنکھیں تم میں ہر طرف پھرانے لگا کہ کوئی شگاف دیکھ اور درآئے۔ لیکن تدبیر و حکیم خدا نے تمھیں اُس کی نظر بد سے بچا لیا۔ تم نے خدا کی توفیق سے فتنہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اپنا اتحاد بچا کر شیطان کو مایوس کر دیا، وہ تمھارے متحدہ عَلَم دیکھ کر اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہو گیا

"وفد نے اپنے قانون کے بموجب اپنی صدارت کے معاملے پر غور کیا۔ پورے غور و خوض کے بعد اُس کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ یہ جلیل القدر منصب ایک ایسے شخص کے سپرد کرے، جسے تم سب جانتے ہو اور حق کی حمایت میں اُس کا حصہ دیکھ چکے ہو۔ وہ مصائب میں ہمیشہ ثابت قدم رہا۔ تکلیفوں میں اُس کی پیشانی پر کبھی بل نہ آیا۔ ایمان میں اُسنے ہمیشہ سبقت کی۔ آزادی کے لئے اُسنے اپنی زندگی وقف کر دی۔

"وہ شخص کون ہے؟ وہ مصطفیٰ نحاس ہے!......"

اس تقریر کے بعد اور بہت سی تقریریں ہوئیں اور مصطفیٰ نحاس پاشا بالاتفاق، وفد کے صدر، اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں جماعت وفد کے رئیس منتخب ہو گئے۔

وفد کا پیغام

مصری وفد نے قوم کے نام حسب ذیل پیغام شائع کیا ہے:

"ابناء وطن! عظیم القدرت خدائے بزرگ و برتر کی مشیت پوری ہوئی اور سعد زغلول کا انتقال ہو گیا۔ تم اُس کے فراق پر رنج سے رو دیے لیکن حکمت الٰہی نے اس کے سوا کچھ منظور نہ کیا کہ تمھارے سردار کو ویسی ہی شریف موت دے جیسی شریف زندگی اُسے بخشی تھی۔ چنانچہ جس طرح وہ مجاہد زندہ رہا تھا، اُسی طرح مجاہد ہی مرا۔ دنیا و آخرت، دونوں میں اُس کے لئے مجاہدین کا ثواب جزیل موجود تھا!

"سعد مر گیا، اس سے تمھارے دل ٹوٹ گئے۔ بعض لوگوں نے تمھارا رنج و الم دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ اُس بڑے سینے میں جو بڑی بڑی آرزوئیں پنہاں تھیں، اُس کی موت ہی کے ساتھ مر گئیں۔

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

ابراہیم موصلی

اپنے زمانے کا سب سے بڑا ماہر فن موسیقی، ابراہیم موصلی، قولنج کی بیماری میں مبتلا ہوا اور خلیفہ کے محل میں آنے جانے سے معذور ہو گیا۔ جب تکلیف بہت بڑھی تو یہ شعر اس کی زبان پر جاری ہو گئے:

مَلّ واللہ طبیبی
من مقاساۃ الذی بی

واللہ طبیب میرے مرض کی تشخیص سے اکتا گیا ہے

سوف اُنعیٰ عن قریب
لعدو وحبیب!

عنقریب دوست و دشمن سب کو میری موت کی خبر سنا دی جائے گی!

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید عیادت کو گیا اور پوچھا:

"ابراہیم کیا حال ہے؟"

ابراہیم نے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا:

سقیم مل منہ اقربوہ
واسلمہ المداوی والحمیم

بیمار، جس سے اُس کے رشتہ دار اُکتا گئے ہیں۔ طبیب اور دوست اُسے چھوڑ چکے ہیں۔

سنہ ۱۸۸ھ (سنہ ۸۰۴ء) میں انتقال کیا

عباس بن الاحنف

اصمعی نے بیان کیا ایک دن میں بصرہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک حسین نوجوان میرے پیچھے کھڑا ہے۔

"میرا آقا آپ کو یاد کرتا ہے" خوبصورت لڑکے نے کہا۔

میں اُس کے ساتھ روانہ ہوا۔ صحرا میں ایک خیمہ کھڑا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوگئی کہ عباس بن الاحنف اُس میں پڑے دم توڑ رہے ہیں اُس وقت اُن کی زبان پہ یہ شعر تھے:

یا بعید الدار عن وطنہ
مفردا یبکی علی شجنہ

اے اپنے وطن سے بہت دور! تنہا تو اپنی حسرت پر رو رہا ہے!

کلما جد النحیب بہ
زادت الاسقام فی بدنہ

جوں جوں اُس کا گریہ بڑھتا ہے، اُس کے جسم میں بیماریاں بھی بڑھتی جاتی ہیں!

پھر وہ بیہوش ہو گئے۔ درخت پر ایک چڑیا چلائی۔ عباس نے اُس کی آواز پر آنکھ کھول دی اور یہ شعر پڑھنے لگے:

ولقد زاد الفؤاد شجی
ہاتف یبکی علی فننہ

دل کا رنج اور بھی زیادہ کر دیا، اپنی ڈالی پر سے پکارنے والے نے۔

شاقنی ما شاقہ فبکی
کلنا یبکی علی سکنہ

جس کا شوق مجھے ہے، اُسی کا اُسے بھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے حبیب کے لئے روتا ہے۔

وہ پھر بیہوش ہو گئے۔ میں نے خیال کیا پہلی سی غشی ہے۔ مگر اُنھوں نے ایک لمبی سانس لی اور سرد ہو گئے تھے!

سنہ ۱۹۲ھ (مطابق سنہ ۸۰۸ء) میں فوت ہوئے۔

خلیفہ ہارون الرشید

جب بیماری بہت سخت ہو گئی تو طبیب بلائے گئے۔ مگر کسی علاج سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ ہارون مایوس ہو گیا اور یہ شعر پڑھے:

ان الطبیب بطبہ ودوائہ
لا یستطیع دفاع مکروہ اتی

طبیب اپنی طب اور دوا سے کسی مصیبت کو اُس کے آجانے کے بعد دور نہیں کر سکتا۔

ما للطبیب یموت بالداء الذی
قد کان یبری مثلہ فی ما مضی؟

یہ کیا ہے کہ طبیب اُسی بیماری سے مرتا ہے جسے ہمیشہ اپنے علاج سے اچھا کیا کرتا تھا؟

ہلک المداوی والمداوی والذی
جلب الدواء وباعہ ومن اشتری

معالج، مریض، دوا لانے والا، دوا بیچنے والا، دوا خریدنے والا، سب مر جائیں گے!

جب موت کا یقین ہو گیا تو بنی ہاشم کو طلب کیا، اور کہا:

"ہر مخلوق مر جانے والی ہے۔ آج میں بھی موت کے گھاٹ اُتر رہا ہوں میں تمھیں تین وصیتیں کرتا ہوں: اپنی امانت کی حفاظت کرنا۔ اپنے سرداروں کی خیر خواہی کرنا۔ اپنا اتحاد برقرار رکھنا۔ میرے دونوں لڑکوں محمد (امین) اور عبداللہ (مامون) کو دیکھنا۔ اِن میں سے جو بھی اپنے بھائی پر سرکشی کرے، اُسے گمراہی سے روک دینا اور اُس کا عہد توڑ دینا"

سنہ ۱۹۳ھ (سنہ ۸۰۹ء) میں وفات پائی۔

ابو نواس

ہارون رشید کے مشہور مصاحب اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے راوی شعر اور شاعر، ابو نواس نے مرتے وقت یہ شعر کہے:

دبّ فیّ الفناء سفلا وعلوا
واراني اموت عضوا فعضوا

اوپر نیچے ہر طرف سے فنا مجھ میں دوڑ رہی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جوڑ جوڑ سے مر رہا ہوں۔

ذہبت شرتی بجدۃ نفسی
وتذکرت طاعۃ اللہ نضوا

میری تمام تیزی چلی گئی۔ اپنے سوکھ جانے پر مجھے طاعت الٰہی کا خیال آیا!

لیس من ساعۃ مضت لی الا
نقصتنی بمرہا بی جزءا

ہر گھڑی مجھ پر گذر رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی حصہ کم کرتی جاتی ہے!

لہف نفسی علی لیال وایام
تملیتہن لعبا ولہوا

اُن دنوں اور راتوں پر میرا افسوس، جنھیں میں نے لہو و لعب میں گزار دیا!

قد اسأنا کل الاساءۃ فاللہم
صفحا عنا وغفرا وعفوا

ہم نے سراسر بُرائی ہی کی ہے لیکن خدایا! ہم تیری عفو و بخشش چاہتے ہیں!

محمد امین

ہارون رشید کے جانشین محمد امین کو گرفتار کرنے کے لئے جب مامون کے آدمی آدھی رات کے وقت محل میں گھسے، تو چلا اُٹھا:

"انا للہ وانا الیہ راجعون! واللہ میری جان، خدا کی راہ میں چلی گئی۔ آہ، کوئی تدبیر نہیں۔ کوئی حامی نہیں۔"

گرفتار ہو جانے پر اُس نے اپنی اولاد اور عزیزوں سے کہا:

"یہ تمھارا آخری دیدار ہے۔ خدا تمھارا نگہبان ہو!"

قتل کے وقت جلادوں سے کہا:

"تمھارا بُرا ہو! جانتے نہیں میں رسول اللہ کے چچا کا پوتا، ہارون الرشید کا بیٹا، اور مامون کا بھائی ہوں؟ میرا خون کرنے میں خدا سے ڈر دیا"

سنہ ۱۹۸ھ (سنہ ۸۱۳ء) میں قتل ہوا

حضرت معروف الکرخی رح

مشہور صوفی و زاہد معروف کرخی سے حالت نزع میں کہا گیا "وصیت کیجئے"

کہنے لگے:

"جب میں مر جاؤں تو میرا یہ کرتا بھی صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں دُنیا سے اُسی طرح جاؤں، جیسا آیا تھا"

سنہ ۲۰۰ھ (سنہ ۸۱۶ء) میں وفات پائی۔

حضرت بشر بن المنصور رح

وفات کے وقت بہت خوش تھے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا "آپ موت پر خوش ہوتے ہیں؟"

کہنے لگے "کیا تمھارے خیال میں خالق کے حضور جانا، جس سے مجھے بڑی ہی اُمید ہے، مخلوق میں رہنے کے برابر ہے؟ وہ مخلوق جس سے میں ڈرتا ہوں؟" یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی۔

(سنہ ۲۰۹ھ - سنہ ۸۲۵ء)

بقیہ مضمون صفحہ ۱۱

ہیں تو اس کی بالکل کوشش نہیں کرتے کہ احتیاط اور انصاف کے ساتھ قدم اُٹھائیں۔ ہندوستان میں تقریباً ۵ برس سے ہندو مسلمانوں کی موجودہ کشمکش شروع ہوئی ہے۔ اگر اِن ۵ برسوں کے وہ تمام بیانات اور مباحث جمع کر لئے جائیں جو ایک فریق نے دوسرے کے اقوال و اعمال کی نسبت بیان کئے ہیں، اور پھر اُن پر انصاف اور صداقت شعاری کے ساتھ نظر ڈالی جائے، تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نصف سے زیادہ مقدار اُن باتوں کی نکلے گی جو کبھی فتنہ و فساد کی صورت نہ اختیار کرتیں اگر واقعات کے مطالعہ و بیان میں انصاف و دیانت کا تھوڑا سا بھی لحاظ رکھا جاتا۔

کہ معاملہ اس حد تک پہنچکر ختم نہیں ہوگیا۔ بلکہ آپکے لفظوں میں:

"جو طریقہ مسلمانوں نے ملک کے ایک سرے سے لیکر دوسرے تک اختیار کیا، اور جو باتیں کہی گئیں، وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ عجیب طرح کی مذہبی ذہنیت ظاہر کرتی تھیں جنھیں کسی طرح بھی ٹھیک راستہ پر نہیں لے جایا جا سکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور "مولانا صاحبان" نے اور جمعیت العلماء نے فتویٰ جاری کر دیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہیے۔ اور یہ کہ اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً مار ڈالنا چاہیے"

میں آپکی طبیعت کی صداقت اندیشی اور حق جوئی کا معترف تھا اور اس موقعہ پر بھی معترف ہوں۔ آپنے اس رسالہ کے متعلق جو رائے قائم کی، اور جس طرح بے لاگ اور قطعی لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کر دیا، فی الحقیقت ایک راستی پسند انسان کا یہی شیوہ ہونا چاہیے لیکن جن واقعات کا آپنے ذکر کیا ہے، افسوس ہے کہ نہ تو اُن کی تعبیر صحیح ہے، اور نہ وہ تاثر صحیح ہے جو آپ نے قبول کیا ہے۔ آخری جز میں وہی اصولی غلطی کام کر رہی ہے جس پر پچھلی سطور میں بحث کر چکا ہوں

تعبیر میں آپنے جو غلطی کی ہے، وہ غلطی عام ہے۔ اور اُس ناواقفیت کا نتیجہ ہے جو ایک ہزار سال کی یکجائی کے باوجود ہندؤں کو اسلام اور مسلمانوں کی نسبت ہے۔ میں نے بارہا خیال کیا ہے کہ اگر کسی ذریعہ سے ہم یہ باہمی ناآشنائی دُور کر دے سکیں، تو باہمی مخالفت اور توحش کی کتنی بڑی تعداد خود بخود دُور ہو جا سکتی ہے؟ مگر افسوس ہے کہ اس کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ آپنے غالباً بعض اخباروں کے مضامین دیکھ کر یہ رائے قائم کرلی کہ "مسلمان لیڈروں اور جمعیت العلماء نے فتویٰ دیدیا" لیکن اگر آپ کو مسلمانوں کی اصطلاح "فتویٰ" کی حقیقت معلوم ہوتی جو بہت ہی معمولی اور عام ہے، تو کبھی یہ بات آپکے قلم سے نہیں نکلتی۔ آپ "لیڈروں" کے ساتھ "فتویٰ" کا لفظ نہیں نکالتے۔ آپ سے یہ غلطی بھی نہیں ہوتی کہ اُن تمام باتوں کو جو کسی "لیڈر" یا عالم نے عام مجالس کے ایک مقرر ہونے کی حیثیت سے کہی ہیں، یا اپنے اپنے انداز طبیعت کے مطابق نرم و گرم خیالات ظاہر کئے ہیں "فتویٰ" قرار دیدیتے۔ بلاشبہ آپ ان تمام باتوں پر اس حیثیت سے نظر ڈال سکتے تھے کہ کہاں تک موزوں ہیں یا غیر موزوں ہیں۔ لیکن اُنھیں "فتویٰ" کے لفظ سے تعبیر نہ کرتے۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ "فتویٰ" نہیں ہیں۔

غالباً آپ کا خیال یہ ہے کہ جب کبھی کسی معاملہ پر ایک مسلمان، مذہبی قسم کی کوئی بات کہے، تو وہ "فتویٰ" ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح تو وہ ساری باتیں جو مسلمان جلسوں میں کہتے ہیں یا اخباروں میں لکھتے ہیں، "فتویٰ" ہو جائیں گی۔ "فتویٰ" مسلمانوں کے دینی علوم کی ایک اصطلاح ہے، اور اس کا اطلاق صرف اُس بیان پر ہوتا ہے جو ایک مستند عالم دین اس حیثیت سے دیتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں اُس کے نزدیک شریعت کا حکم یہ ہے۔ جب تک ایک عالم شرع اس حیثیت سے ایک بیان نہ دے، وہ فتویٰ نہیں ہے، اور کوئی مسلمان بھی اُسے فتویٰ نہیں سمجھیگا۔ اب آپ غور کیجئے کہ لیڈروں کی طرف "فتویٰ" منسوب کر دینا کیسی افسوسناک غلطی ہے؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ علماء بھی "لیڈر" ہیں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یقیناً یہاں لیڈر سے مقصود علماء نہیں ہیں۔ بلکہ مسلمان جماعتوں کے عام سربرآوردہ اشخاص اور سیاسی رہنما ہیں، اور یقیناً نہ تو وہ "فتویٰ" دیتے ہیں، نہ مسلمانوں میں کوئی شخص اُنکے بیانات کو فتویٰ کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔

البتہ جمعیت العلماء مذہبی حیثیت سے "فتویٰ" دے سکتی ہے، لیکن یہ خیال صریح غلط ہے کہ جمعیت العلماء نے "رنگیلا رسول" کے لکھنے والے یا چھاپنے والے کی نسبت کوئی "فتویٰ" جاری کیا۔ یہاں پھر وہی باہمی ناواقفیت اور ناآشنائی کی بلا آگئی ہے جو ہندو مسلمانوں کے تمام معاملات پر چھائی ہوئی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی مذہبی اصطلاح "فتویٰ" کی حیثیت اور نوعیت پر آپ کی نظر نہیں، اس لئے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ غور کیجئے، اس ایک معاملہ میں یکے بعد دیگرے کتنی غلطیاں پیدا ہو گئی ہیں:

اولاً مسلمانوں میں شرعی حیثیت سے فتویٰ اسی وقت دیا جاتا ہے جب کسی خاص معاملہ میں شرعی حکم واضح کر دینا ہو تاکہ مسلمانوں کا کوئی فرد یا جماعت اُسپر عمل کرے۔ موجودہ صورت میں "فتویٰ" کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہندوستان میں ایک شخص نے اسلام کے خلاف دلآزار کتاب لکھی تھی اور شائع کی تھی۔ یہاں نہ تو مسلمانوں کی حکومت ہے، نہ شرعی قوانین نافذ ہیں، نہ مسلمانوں کے مذہبی گروہ کو کسی طرح کا دخل سیاست و تعزیر میں ہے۔ جو کچھ بھی اس بارے میں کر سکتی ہے حکومت کر سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں مداخلت کرے گا مجرم ہوگا۔ پس ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے فتویٰ لینے یا دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ کوئی شخص اس درجہ مجنون یا احمق ہو جائے کہ وہ خیال کرے، ہندوستان میں اُسے تعزیر و سیاست کے احکام جاری کرنے کی قدرت حاصل ہو گئی ہے اور اس لئے فتویٰ دینا شروع کر دے کہ فلاں آدمی کو قتل کر ڈالنا چاہیے، اور فلاں آدمی کو قید میں ڈال دینا چاہیے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

ثانیاً جمعیت العلماء کی نسبت یہ سمجھ لینا کہ چونکہ وہ علماء کی انجمن ہے، اس لئے اُس کی جانب سے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے "فتویٰ" ہے، کس درجہ ناواقفیت کی بات ہے؟ وہ ایک انجمن ہے، اور اس حیثیت سے وہ تمام طریقے اظہار رائے کے عمل میں لاتی ہے جو دنیا کی تمام انجمنیں عمل میں لایا کرتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے جس پر وہ کارروائی کرنا ضروری سمجھتی ہے، تو تجویز کی شکل میں کوئی بات ترتیب دیتی ہے اور اُسے منظور کرکے شائع کر دیتی ہے۔ اس معاملہ پر بھی اُسنے ایک تجویز منظور کی، اور غالباً لاہور میں اپنی جمعیۃ عاملہ (ورکنگ کمیٹی) کا ایک جلسہ کرکے اُس کا اعلان کر دیا۔ وہ جمعیت العلماء کی ایک تجویز ہے۔ یقیناً لوگوں نے اُسے اُس درجہ اہمیت دی ہوگی، جس درجہ اہمیت وہ جمعیت العلماء کی تجاویز کو دیا کرتے ہیں، لیکن وہ "فتویٰ" نہیں ہے۔ کیونکہ "فتویٰ" دینے کی اس معاملہ میں گنجائش ہی نہ تھی۔ آپ جمعیت کی ایک تجویز کو "فتویٰ" کہہ رہے ہیں۔

ثالثاً جمعیت العلماء کی اس تجویز کا مضمون بھی آپنے صحیح طور پر معلوم نہیں کیا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، وہ اصلیت سے اس درجہ ہٹا ہوا ہے کہ اگر میں آپ کو ملامت کروں تو آپ کو ناخوش نہیں ہونا چاہیے۔ کم از کم آپ جیسی طبیعت کے آدمی کو ایک واقعہ کے نقل کرنے میں اس درجہ بے احتیاط نہیں ہونا تھا۔ جمعیت العلماء کی تجویز تمام اخباروں میں شائع ہو گئی تھی۔ میری نظر سے بھی گزری تھی۔ اگر آپ چاہیں تو اُسوقت کا کوئی اردو اخبار حاصل کرکے دیکھ لے سکتے ہیں۔ اُس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ "رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کر دینا چاہیے" جیسا کہ آپنے لکھا ہے۔ کم سے کم اتنی بات تو ہر شخص کی سمجھ میں آجانی چاہیے کہ برٹش انڈیا میں کوئی شخص یا جماعت اپنے آپ کو گرفتار کرائے بغیر کسی انسان کے قتل کی علانیہ ترغیب نہیں دے سکتی۔ اگر جمعیت نے یا کسی انجمن نے ایسا اعلان کیا ہوتا تو یہ صریح ایک انسان کے قتل کا اقدام تھا۔ دراصل وہ تجویز مسلمانوں کو مخاطب کرکے لکھی ہی نہیں گئی تھی کہ اس طرح کی قاتلانہ ترغیب کی اس میں گنجائش ہوتی۔ اُس کا تمام تر خطاب حکومت سے تھا۔ حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس طرح کے دلآزار حملوں کا سدِّباب کر دے، اور اگر موجودہ قوانین اسکے لئے کافی نہیں ہیں تو نیا قانون نافذ کر دے۔ البتہ اُس تجویز میں اس بات کا حوالہ ضرور تھا کہ اسلامی قوانین میں (یا بصورت اسلامی حکومت ہونے کے۔ مجھے اصلی الفاظ یاد نہیں ہیں) ایسے شخص کی سزا قتل ہے جو پیغمبر اسلام کی عمداً توہین و تذلیل کرے۔ یہ حوالہ جس طریقہ سے دیا گیا تھا، اُس کا صاف منشا یہ تھا کہ معاملہ کی اہمیت حکومت پر واضح ہو جائے۔ یعنی یہ بات اُس کے علم میں آجائے کہ مسلمانوں کے دینی احساسات اس بارے میں کیا ہیں، اور اُن کے نقطۂ خیال سے یہ معاملہ کس درجہ اہم اور ضروری ہے؟ بلاشبہ اسپر بحث کی جا سکتی ہے کہ اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دینا یا ذکر کرنا کہاں تک صحیح تھا؟ اور فی الحقیقت اسلام کا قانون کیا ہے؟ اس بارے میں میری رائے اور اسلامی قوانین کی حقیقت کی بحث آگے آئے گی اور آپ معلوم کر لینگے کہ میرا خیال اور عمل کیا ہے لیکن بحیثیت ایک صداقت اندیش انسان کے آپ کو اور اُن تمام لوگوں کو جو اس بارے میں طرح طرح کے تاثرات قبول کر رہے ہیں، یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ واقعہ کی نوعیت وہ نہیں ہے جو اُنھوں نے سمجھ رکھی ہے۔ ہم ایک معاملہ کی نسبت موافق رائے رکھتے ہوں یا مخالف، ہر حال میں ہمارا فرض ہے کہ معاملہ کو اُس کی صحیح اور حقیقی صورت میں دیکھیں، اور جیسا کچھ بھی وہ ہو اُسے تسلیم کرکے رائے قائم کریں۔ انصاف کیجئے، کہاں یہ بات کہ جمعیت العلماء نے ایک تجویز منظور کرکے حکومت کو صورت حال پر توجہ دلائی اور اسمیں اس بات کا حوالہ دیا کہ اسلامی قانون اس بارے میں یہ تھا، اور کہاں اُس کی یہ تعبیر کہ "جمعیت نے فتویٰ دیدیا کہ قتل کر دینا چاہیے"؟ اسوقت دنیا کے کسی مذہب کے ماننے والے بھی ایسے نہیں جنھوں نے گذشتہ زمانے میں اپنے اپنے وقت کے مصالح کے مطابق قتل و تعزیر کے احکام نافذ نہ کئے ہوں اور وہ ان کی کتابوں میں ثبت نہ ہوں۔ مختلف موقعوں پر بے محل یا بامحل اُن کا ذکر بھی کر دیا جاتا ہے لیکن کوئی شخص اُس کا مطلب یہ نہیں سمجھتا کہ بحالت موجودہ انھیں نافذ کرنا مقصود ہے۔

رابعاً آپنے جن لفظوں میں جمعیت کے بیان کردہ اسلامی قانون کی تعبیر کی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ آپ لکھتے ہیں "اسلام کا یہ قانون ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، فوراً اُسے مار ڈالنا چاہیے" لیکن آپ یقین کیجئے کہ نہ تو جمعیت العلماء کی تجویز میں اس قانون کی یہ تعبیر تھی، اور نہ میری معلومات میں کسی مسلمان نے کبھی یہ تعبیر کی ہے۔ جمعیت نے یا کسی دوسری جماعت نے اگر یہ کہا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا یہ قانون تھا، تو اس کا صاف مطلب وہی ہو سکتا ہے جو حکومتوں کے قوانین کا عام طور پر ہوتا ہے۔ یعنے اُنکے قوانین کی رُو سے یہ ایک ایسا جرم تھا جو اگر عدالتی تحقیقات کے بعد ثابت ہو جائے، تو اس کے لئے قتل تک کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکال لیا گیا کہ "جو مسلمان کسی کو بدزبانی کرتے دیکھے، اُسے فوراً قتل کر ڈالے"؟ اسلام کے شرعی نظم کی رُو سے تو کسی جرم کے لئے بھی ایسی آزادی جائز نہیں ہو سکتی۔ تعزیر اور سیاست کے تمام احکام کا تعلق قضا سے ہے۔ یعنی آجکل کی بول چال میں عدالتی کارروائی سے۔ کسی فرد کو بھی اپنی جگہ اختیار نہیں کہ قانون اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور جس کسی کو اپنے نزدیک مجرم سمجھے سزا دیدے۔ یہ کام صرف حکومت اور عدالت کا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو وہ اسلامی قوانین کی رُو سے اُسی طرح سزا کا مستحق ہوگا، جس طرح ایک قانون کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم ہو سکتا ہے۔

میں نے اس حصۂ بیان میں ضرورت سے زیادہ تفصیل اس لئے کی کہ میں چاہتا ہوں، یہ بات آپ پر واضح ہو جائے کہ واقعات کے مطالعہ و بیان میں وقت کی کوتاہیوں اور سطحی اندیشیوں کا کیا حال ہے؟ کس طرح ایک بات بغیر کسی اشتباہ اور پیچیدگی کے محض اس لئے کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے اور بے لاگ طریقہ سے معاملات پر نظر ڈالنے کی استعداد کھو چکے ہیں اور جب کبھی کسی معاملہ پر بحث کرنے

"مجھے ایسا برتاؤ نہ کرنا تھا۔ تمھیں غصہ دلا کر میں نے سخت غلطی کی۔ اور یہ زخم ......"

مورّیلا، انٹونیو کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے چپ ہوگئی۔

"تم نے کچھ نہیں کیا" انٹونیو نے کہا "تم نے صرف اپنا بچاؤ کیا تھا۔ یہی کرنا بھی چاہیے تھا۔ میری دیوانگی کے مقابلے میں اسی کی ضرورت تھی۔ تمھاری ذرا بھی خطا نہیں ہے۔ ہرگز معافی کا ذکر نہ کرو۔ تم نے تو مجھ پر بڑا ہی احسان کیا ہے۔ میں تمھارا دل سے شکر گزار ہوں۔ اچھا، اپنا رومال لیتی جاؤ"

انٹونیو نے رومال آگے بڑھایا۔ لیکن مورّیلا خاموش تھی۔ اُس کے اندر خیالات میں سخت تصادم تھا:

"میری غلطی سے تمھاری چادر بھی چلی گئی۔ نارنگی کی تمام قیمت بھی اُسی میں بندھی تھی۔ مجھے بہت دیر بعد اس کا خیال آیا۔ میں اس وقت اُس کی تلافی نہیں کر سکتی — ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ اگر ہے تو میری ماں کا ہے۔ لیکن یہ چاندی کی صلیب، میری ہے۔ مصوّر جاتے وقت چھوڑ گیا تھا۔ میں نے آجتک اسے کبھی نہیں پہنا تھا۔ صندوق میں بھی نہیں رکھا تھا۔ اگر اسے بیچو گے تو کچھ نہ کچھ وصول ہو جائے گا۔ میری ماں کا یہی خیال ہے — نقصان کا تھوڑا سا بدلہ ہو جائے گا۔ باقی میں اپنی ماں کے سو جانے کے بعد روز رات کو سوت کات کات کے ادا کر دوں گی"

"نہیں نہیں، میں ہرگز نہیں لوں گا" یہ کہہ کر انٹونیو نے چمکیلی صلیب لوٹا دی۔ "لیلو" مورّیلا نے کہا "تم نہیں جانتے، تمھارا ہاتھ کتنے دن کام نہیں کر سکے گا۔ یہ صلیب بھی ہے"

"مجھے تکلیف نہ دو" انٹونیو نے نقاہت سے کہا۔

"میں کہتی ہوں لے لو" مورّیلا نے اصرار سے کہا۔

"سمندر میں پھینک دو" انٹونیو جھنجلا گیا۔

"میں ہدیہ پیش نہیں کر رہی ہوں۔ اپنا کچھ بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں" مورّیلا نے پھر کہا۔

"تم پر میرا کوئی قرضہ نہیں ہے" انٹونیو نے جوش سے کہا "اگر تم میرا کچھ اپنے ذمہ سمجھتی ہو تو میری ایک درخواست منظور کر لو۔ تم بوجھ سے ہلکی ہو جاؤ گی۔ میری درخواست یہ ہے کہ جب میں کہیں دکھائی دوں تو میری طرف نظر نہ اُٹھانا، تاکہ مجھے اپنی اس دیوانگی پر ہمیشہ ندامت ہوا کرے۔ خدا حافظ! جاؤ۔ یہ ہماری آخری باتیں ہیں"

مورّیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اُس نے اپنا رومال اُٹھا کر ٹوکری میں ڈالا، صلیب بھی اسی میں گرا دی۔ پھر ٹوکری کا ڈھکنا بند کیا۔ انٹونیو نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آنسو اُس کے نازک رخساروں پر بہ رہے تھے!

"الٰہی!" انٹونیو چلّایا "مورّیلا! کیا ہوا؟ کچھ بیمار ہو گئیں؟ یہ سر سے پاؤں تک کانپتی کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں۔ مجھے گھر لوٹنا چاہیے"

یہ کہہ کر مورّیلا لڑکھڑاتے پاؤں سے دروازے کی طرف چلی۔ مگر باہر نہیں گئی۔ دیوار پر سر رکھ کے رونے لگی۔ دیر سے بھری ہوئی تھی اب بے قابو ہو گئی۔ انٹونیو نے اُس کی سسکیاں سنیں۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اُٹھ کر پاس پہنچے، وہ خود دوڑ کر آئی اور اُس پر گر پڑی:

"اب میں برداشت نہیں کر سکتی" اُس نے آنسوؤں کے ساتھ ملّاح کو زور سے پکڑ کر کہا "میں برداشت نہیں کر سکتی! میں تمھیں چھوڑ کر جا نہیں سکتی۔ آہ! تم مجھ سے اتنی محبت کے ساتھ بولتے ہو! مجھے مارو۔ میری جان لے لو۔ مجھے لعنت ملامت کرو۔ لیکن مجھے اپنے سے دُور نہ کرو ......"

روتی ہوئی لڑکی کو انٹونیو نے فوراً اُٹھا لیا۔ وہ بھی چپ تھا۔ مگر آنسو اُس کی آنکھوں سے بھی جاری تھے!

انٹونیو نے لمبی سانس لے کر کہا "خدایا یہ میں کیا سنتا ہوں؟ اگر میرا خون زخم سے بہ گیا ہے تو میرا دل اس طرح کیوں دھڑک رہا ہے؟ کیوں سینے سے نکلا پڑتا ہے؟ مورّیلا! اگر یہ تم صرف تسلّی دینے کے لئے کہتی ہو، تو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن کیا تم پر میرا کوئی حق نہیں ہے؟ کیا میں نے تمھارے پیچھے بہت دُکھ نہیں سہا ہے؟"

"ہرگز نہیں!" مورّیلا مضبوط آواز میں کہا، "کوئی حق نہیں! کیونکہ میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں! اب مجھے کہنے دو۔ میں تم سے، اسی محبت کے ڈر سے بھاگا کرتی تھی۔ لیکن اب نہیں بھاگوں گی"

(۷)

مورّیلا، گھر کے باہر تاریکی میں غائب ہو گئی۔ انٹونیو، کھڑکی کے سامنے مبہوت بیٹھا تھا۔ خاموش سمندر اُس کے آگے پھیلا تھا۔ اُفق میں ہر طرف تاریکی اور خاموشی تھی۔ جھلملاتے تارے آسمان پر سے منہ نکالے دیکھ رہے تھے!

(۸)

اعتراف کی کرسی پر پادری بیٹھا مسکرا رہا ہے۔ مورّیلا ابھی ایک بہت لمبا اعتراف کر کے رخصت ہوئی ہے۔

"کون خیال کر سکتا تھا؟" پادری نے اپنے آپ سے کہا "واقعی کون خیال کر سکتا تھا کہ خدا اس گمراہ دل کو ہدایت بخشے گا؟ ہماری نظریں بہت کوتاہ ہیں۔ آسمان کے راز دیکھ نہیں سکتیں۔ خدا مورّیلا کو، انٹونیو کو، دونوں کی اولاد کو برکت دے!"

(۹)

کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ عورت کے دل کے سمجھنے کے لئے اس دنیا میں ہمارا کوئی قانون اور قاعدہ بھی کام نہیں دے سکتا۔ وہ جب بہت زیادہ غضب ناک ہوتی ہے تو بہت زیادہ محبت کرتی ہے، اور جب بہت ملتفت ہوتی ہے تو فوراً محبت سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ تاہم ایک قاعدہ ضرور ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں کبھی غصہ کی نفرت اور خودداری کی بے پروائی قائم نہیں رہ سکتی۔ سخت سے سخت جنگ آزما مزاج بھی ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں سپر ڈال دے گی اور ہار مان لے گی!

رہنمایانِ مُلک و مِلّت کا متفقہ اعلان

اخبار الجمعیۃ کی خدمات کا اعتراف

آج ہر شخص پر یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گئی ہے کہ قوموں کی مذہبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اقتصادی ترقی میں قومی اخبارات کی رہنمائی کو بڑا دخل ہے۔ جو لوگ دُنیا کے روزانہ انقلاب اور قوموں کے عروج و انحطاط کے حالات سے بے خبر ہیں وہ زندگی کے کسی شعبہ میں ترقی نہیں کر سکتے۔ اسی طرح قومی اخباروں میں سے جو اخبار کہ قوم کی فلاح و بہبودی کی جگہ اپنے مالی فائدے کو مدِنظر رکھتے ہیں وہ بجائے قوم کی اصلاح کرنے کے اس کی تباہی و بربادی کے باعث بنجاتے ہیں۔

اخبار الجمعیۃ دہلی جو تین سال سے جمعیۃ علماء ہند دہلی کی سرپرستی میں نکل رہا ہے اُن صحیح او حقیقت شناس راست باز اخباروں میں سے ہے جنھوں نے حقیقی طور پر مذہب و وطن کی سچی خدمت کی ہے اور ہر موقع پر نہایت دیانت اور جرأت کے ساتھ حق رہنمائی ادا کیا ہے۔ اپنے مالی فائدے اور نقصان سے قطع نظر کر کے قوم کے خالص فائدے کا خیال رکھا اور طرفۃ العین کے لئے بھی جادۂ حق سے انحراف نہیں کیا۔ الجمعیۃ بجا طور پر اس کا مستحق تھا کہ قوم کا کوئی فرد اسکی رہنمائی سے بے بہرہ نہ رہتا اور مسلمانوں کے گھر گھر میں یہ اخبار پڑھا جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسکی کما حقہ قدر نہ کی اور اس ۳ سال کے عرصہ میں اس کی اتنی اشاعت بھی نہیں ہوئی کہ وہ اپنے مصارف سے ہی بے فکر ہو جاتا۔ ہم تمام مسلمانوں سے مذہب و وطن کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مفید و مؤقر اخبار کے زریں مضامین سے فائدہ اُٹھائیں اور کوشش کریں کہ پڑھے لکھے مسلمانوں کا کوئی گھر اس اخبار سے خالی نہ رہے۔ بالخصوص معاونین جمعیۃ سے پوری اُمید رکھتے ہیں کہ ہر خریدار کم از کم دو جدید خریدار مہیا کر دینے کی کوشش کر کے اپنے مذہبی اور وطنی فریضہ کو ادا کرے گا۔ اخبار الجمعیۃ کی امداد در حقیقت مذہب و وطن اور قوم کی امداد ہے اور یہ معاون تمام مسلمانوں اور مذہب و وطن کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد کفایت اللہ (صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند) (سیٹھ حاجی) عبداللہ ہارون (ایم ایل اے صدر جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولانا) حبیب الرحمٰن (صاحب صدر خلافت کمیٹی لدھیانہ) (مولانا ظفر علیخاں (صاحب۔ اڈیٹر زمیندار لاہور) (مولانا احمد سعید (صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند) (جناب) قریشی (صاحب اڈیٹر تنظیم۔ آنریری اسسٹنٹ سکریٹری آل انڈیا تنظیم کمیٹی امرتسر) (مولانا سید سلیمان (صاحب ندوی۔ اڈیٹر معارف اعظم گڈھ) (مولانا ابو المحاسن) محمد عرفانی (صاحب ناظم آل انڈیا جمعیۃ علماء ہند و ناظم جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولوی سر) رحیم بخش (صاحب سابق وزیر اعظم ریاست بہاولپور کے سی ایس آئی۔ ایم ایل سی) (مولانا سید) عطاء اللہ شاہ (صاحب بخاری) (مولانا ثناء اللہ (صاحب اڈیٹر اہلحدیث امرتسر) (مولانا) عبد الماجد (صاحب دریابادی اڈیٹر سچ و صدر خلافت کمیٹی اودھ) (ڈاکٹر) سیف الدین (صاحب کچلو امرتسر) (مولانا سید) غلام بھیک (صاحب نیرنگ معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ) (مولانا) غلام رسول (صاحب مہر اڈیٹر انقلاب لاہور) (سید) جالب (صاحب دہلوی اڈیٹر ہمدم لکھنؤ) (ڈاکٹر سر) محمد اقبال (صاحب بیرسٹر ایٹ لا لاہور) بدرالحسن (صاحب جلالی اڈیٹر مدینہ بجنور) (حضرت مولانا) حسین احمد (صاحب جانشین حضرت شیخ الہند) (مولانا) شبیر احمد (صاحب عثمانی دیوبند) (مولانا حبیب الرحمٰن (صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند) (مولانا) عبدالحلیم (صدیقی لکھنؤ) (مولانا ابو المحاسن محمد سجاد (صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار) (مولانا) مرتضیٰ حسن (صاحب دیوبند) (صاحبزادہ) عبد القیوم (ایم ایل اے) (دیوان سید) آل رسول (صاحب سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف) (مولانا پیر) محمد ضیاء الدین (صاحب سجادہ نشین سیال شریف پنجاب) (مولانا سید مناظر احسن (صاحب گیلانی پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) (مسٹر) شعیب قریشی۔

:(اخبار الجمعیۃ کے لئے تمام خط و کتابت بنام منیجر الجمعیۃ۔ دہلی کے پتہ پر آنی چاہئیں۔ قیمت سالانہ ۸ ششماہی ۴ ممالک غیر سے ۱۰۔ نمونہ مفت):

افسانہ

غضب ناک محبوبہ

L'ARRABIATA

(پال ہیس کے قلم سے)

(۲)

انٹونیو، لڑکی کے غرق ہونے کے خوف سے سناٹے میں آگیا۔ وہ بت بنا کھڑا تھا۔ اُس کے دماغ میں کوئی خیال بھی باقی نہیں رہا تھا۔ آسمان پر نظر جائے اس طرح کھڑا تھا، گویا کسی معجزے کا انتظار کر رہا ہو!

آخر کار اُس کے حواس درست ہوئے۔ اُسنے ڈانڈ اُٹھائی اور پوری قوت سے کشتی، لڑکی کی طرف لے چلا۔ اُس کی آنکھیں لڑکی پر جمی تھیں۔ اُسے بالکل خیال نہ رہا کہ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ بہ رہا ہو۔

موریلا بڑی تیزی سے پیرتی چلی جاتی تھی۔ مگر کشتی اُس کے قریب پہنچ ہی گئی۔

"خدا کے لئے کشتی پر آجاؤ!" انٹونیو چلایا "میں دیوانہ ہوگیا تھا۔ خدا جانے میری عقل پر کیسے پتھر پڑگئے تھے۔ گویا مجھ پر بجلی گر گئی تھی۔ میرے سینے میں آگ کا تنور جل اُٹھا تھا۔ موریلا! میں معافی تک کی درخواست نہیں کرسکتا۔ میں معافی کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ بس میری التجا صرف اتنی ہو کہ کشتی پر چلی آؤ۔ ہلاک مت ہو!"

موریلا برابر پیرتی رہی۔ گویا اُس نے سُنا ہی نہیں۔

"ساحل تک پہنچنا محال ہو" انٹونیو نے پھر کہا "ابھی پورے دو میل باقی ہیں۔ اپنی بیمار ماں کا خیال کرو۔ اُس کا کیا حال ہوجائے گا؟ اگر تمھیں نقصان پہونچا تو میں بھی جان دے دوں گا"

موریلا نے سامنے نگاہ کرکے فاصلہ دیکھا۔ پھر بغیر کوئی جواب دیئے کشتی کی طرف آنے لگی۔ کشتی کا کنارہ پکڑلیا اور اوپر چڑھنے لگی۔ انٹونیو، سہارا دینے کے لئے اُٹھا۔ کشتی ایک طرف جھک پڑی۔ ملاح کی چادر کنارے رکھی تھی۔ پانی میں گر پڑی۔ لڑکی نے سہارا لینے سے انکار کیا۔ پھرتی سے اوپر آگئی اور اپنی پہلی جگہ پر خاموش جا بیٹھی۔

(۴)

انٹونیو نے اُسے مطمئن دیکھ کر پھر کشتی کھینا شروع کردی۔ موریلا اپنے بال ہاتھوں میں لے کر نچوڑنے لگی۔

یکایک موریلا کی نظر کشتی کی زمین پر پڑی۔ وہ خون سے رنگین تھی اُس نے فوراً انٹونیو کے ہاتھ کی طرف نظر اُٹھائی۔ ہاتھ سخت زخمی تھا۔ مگر وہ پوری قوت سے کام کر رہا تھا۔

"یہ لو" موریلا نے کہا اور اپنے رومال کی طرف اشارہ کیا انٹونیو نے موریلا کو دیکھے بغیر سر کے اشارے سے انکار کردیا۔ اور کشتی چلاتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد موریلا اپنی جگہ سے اُٹھی۔ آگے بڑھی۔ ملاح کے سامنے بیٹھ گئی، اور اپنے رومال سے اُس کا ہاتھ باندھنے لگی۔ انٹونیو نے بہت بہت انکار کیا مگر دوشیزہ نے اُس کے زخمی ہاتھ سے ڈانڈ لے لی اور خود چلانے لگی۔ وہ ملاح کو نہیں دیکھتی تھی، لیکن ڈانڈ پر اُس کے ہاتھ کے خون کے جو قطرے لگ گئے تھے، اُن پر نظریں گڑ گئی تھیں۔

دونوں چپ تھے۔ چہرے اُترے ہوئے تھے۔ جب ساحل کے قریب پہنچے تو ماہی گیر صاحب سلامت کرنے لگے۔ بعض بعض نے آنکھوں ہی آنکھوں میں باہم کچھ اشارات بھی کئے۔ لیکن وہ دونوں بالکل خاموش رہے۔ اُن میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔

سورج ابھی تک باقی تھا۔ کنارا آگیا۔ موریلا نے اپنے کپڑے درست کئے اور اُتر پڑی۔

صبح والی بڑھیا اپنی پوتی کے ساتھ وہیں بیٹھی چرخا کات رہی تھی۔

"انٹونیو!" ملاح کو دیکھ کر چلائی "تیرے ہاتھ میں کیا ہوا؟ خدا خیر کرے! تیری کشتی بھی خون سے رنگین ہو!"

"کچھ نہیں" انٹونیو نے افسردگی سے جواب دیا "کشتی میں ایک کیل نکل آئی تھی۔ اُس سے زخم لگ گیا۔ صبح تک اچھا ہوجائے گا۔ یہی زیادہ خون تو میرے لئے مصیبت تھا۔ زخم کی راہ نکل گیا"

"یہاں آؤ، میں پٹی باندھ دوں" نیک دل بڑھیا نے کہا "ذرا ٹھرو، میں ابھی کوئی جڑی بوٹی لاتی ہوں"

"شکریہ" انٹونیو نے کہا "زحمت نہ کرو۔ زخم بھر گیا ہو۔ صبح تک بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔ میری تندرستی اچھی ہو۔ معمولی تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہوتا"

"خدا حافظ!" موریلا نے کہا، جو اب تک کھڑی بڑھیا کی باتیں سُن رہی تھی۔

خدا حافظ!" انٹونیو نے اُس کی طرف نظر اُٹھائے بغیر جواب دیا۔

موریلا اپنے گھر روانہ ہوگئی۔ انٹونیو نے بھی بے دلی کے ساتھ اپنی ڈانڈ اور ٹوکریاں اُٹھائیں اور جھونپڑے کی راہ لی۔

(۵)

انٹونیو اپنے چھوٹے سے جھونپڑے میں اکیلا ہو۔ بہت پریشان ہو۔ کسی پہلو چین نہیں۔ اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ہوا ٹھنڈی تھی اور بے شیشہ کی کھڑکیوں سے اندر آرہی تھی۔ تنہائی اس کے لئے ایک مدت تک آرام دہ تھی۔ دیوار پر مقدس کنواری (مریم علیہا السلام) کی تصویر لٹک رہی تھی۔ وہ تصویر کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کنواری کے سر پر ستاروں کی آرائش دیکھی۔ لیکن نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہا۔ وہ نماز کیوں پڑھے؟ ابھی ابھی وہ اپنی زندگی کی تمام آرزوؤں سے محروم ہوچکا ہو!

اُس نے خیال کیا، آج دن ختم نہ ہوگا۔ بے صبری سے رات کا انتظار کرنے لگا۔ تھکا ہوا تھا۔ خون بہ جانے کی وجہ سے بھی طبیعت کمزور ہورہی تھی۔ ہاتھ کے زخم کا درد بڑھنے لگا۔ وہ لکڑی کی ایک چھوٹی سی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ کی پٹی کھولی تو پھر خون بہنے لگا۔ پورا ہاتھ ورم کر آیا تھا۔ بڑی محنت سے اُس نے ہاتھ دھویا۔ موریلا کے دانتوں کے نشان صاف نظر آتے تھے!

"اُس کی کیا خطا ہو؟" اپنے آپ سے کہنے لگا "میں وحشی ہوگیا تھا۔ مجھے یہی سزا ملنی چاہیے تھی۔ کل بڑھیا کے ہاتھ اُس کا رومال واپس کردوں گا۔ اور اب کبھی اُس کا سامنا نہ کروں گا!"

زخم دوبارہ دھویا۔ دانتوں کی مدد سے پٹی باندھی۔ بچھونے پر دراز ہوگیا۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔

وہ سمجھ نہ سکا، سویا تھا یا رات بھر جاگتا رہا۔ لیکن اُسے چاند کی دھندلی روشنی میں جب ہوش آیا تو ہاتھ میں سخت درد ہو رہا تھا۔

(۶)

یکایک دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

موریلا اُس کے سامنے کھڑی تھی!!

وہ بغیر اجازت کے اندر چلی آئی۔ بالکل خاموش تھی۔ سر کا رومال کھولا، ہاتھ کی ٹوکری، سامنے چھوٹے سے میز پر رکھ دی۔

"اپنا رومال لینے آئی ہو؟" انٹونیو نے پوچھا "ناحق تکلیف اُٹھائی۔ میں خود کل صبح بھیجنے والا تھا"

"رومال نہیں" موریلا نے ہانپتے ہوئے جواب دیا "میں دیر سے پہاڑی پر جڑی بوٹی ڈھونڈھ رہی تھی۔ لو، یہ لائی ہوں"

"تم نے بڑی تکلیف کی" ملاح نے جوش مسرت کے احساس سے مضطرب ہوکر کہا "افسوس، تم بہت پریشان ہوئیں۔ مجھے تو اب آرام ہو۔ لیکن اگر تکلیف بھی ہو، تو اس کا مستحق ہوں۔ تم ایسے وقت کیوں آئیں؟ اگر کوئی دیکھ لے؟ تم لوگوں کی عادت جانتی ہو۔ انھیں ہر وقت کچھ نہ کچھ کہنا ہی چاہیے"

"میں کسی کی بھی بکواس کی پرواہ نہیں کرتی" موریلا نے غصے سے ہمدردی کے ملے جلے لہجہ میں کہا "میں تمھارا ہاتھ دیکھنے اور دوا لگانے آئی ہوں۔ تم اپنے بائیں ہاتھ سے دوا نہیں لگا سکتے"

"میں دوا کا مستحق نہیں ہوں۔ سچ کہتا ہوں" انٹونیو نے تاثر کے ساتھ کہا۔

"اچھا مجھے ہاتھ دیکھنے دو۔ اچھا ہوگا تو دوا نہ لگاؤں گی"

یہ کہہ کر موریلا نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب انکار اُسکی قدرت سے باہر تھا۔ پٹی کھولتے ہی دوشیزہ چلائی "آہ، یسوع!"

نہیں معمولی سا ورم ہو۔ کل تک اُتر جائے گا" انٹونیو نے بے پروائی سے کہا۔

موریلا نے سر ہلایا:

"تم ایک ہفتہ سے پہلے سمندر میں لوٹ نہیں سکتے"

"اونہہ، ایک ہفتہ، دو ہفتے، دس ہفتے" ملاح نے بے رنج کہا۔

موریلا اُس کا زخم بڑی توجہ سے دھونے لگی۔ وہ چھوٹے بچے کی طرح کراہتا تھا۔ موریلا نے زخم پر دوا تھوپ دی۔ پٹی باندھ دی۔ درد میں کمی ہوگئی۔

"موریلا! شکریہ!" انٹونیو نے آرام پاکر کہا "اگر مجھ پر ایک اور احسان کرنا چاہو، تو وہ یہ ہو کہ میرا دن والا قصور معاف کردو۔ میری سب باتیں بھول جاؤ۔ نہیں معلوم ایسا کیوں ہوا؟ ہرگز نہیں تمھارا کوئی خطا نہیں تھی۔ اب میری زبان سے کبھی کوئی ناگوار بات نہیں سنوگی......"

"نہیں نہیں، مجھے معافی مانگنی چاہیے" موریلا نے جلدی سے کہا

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہیں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور
جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھٹے ماہ کے

بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ شیفر

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ، اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو شیفر کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں
جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر
ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان

کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز و مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

قیمت ۱۲ ؍ (منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے، تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سب سے قریب دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

أسوهٔ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

کتاب الوسيله — لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

أئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريداروں کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے - اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهــلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادراق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - ان کي مقبوليت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ١٩١٨ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جائے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديدے هيں که اس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ١٠ روپيه الهلال مکمل جلد سوم ١٠ روپيه
" " " چهارم ١٠ روپيه " " " پنجم ١٠ روپيه

ا جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ٨ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں شلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران،
ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

جلد ۱

نمبر ۱۸

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C 4.
سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري ہے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.
سے طلب کرسکتے هیں

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وسیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

◆

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

◆

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

◆

Berlin-W 35

◆

Post No. 24.

◆

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه ہے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

• میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسی کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٨ کلکته : جمعه ٢٤ . ربیع الثانی ١٣٤٦ هجری جلد ١
Calcutta : Friday, 21, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای . پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین . الهلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٤٩٢ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢١٧	اردو حروف کی حق مین	٤١٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٤٦٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٥١
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢٥٠		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "مینیجر الہلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

صرف لوتهر اور میلان هي نے اِس علمي تحقیق کي مخالفت نهیں کي ' بلکه پروتستنت کنیسا کے اور بهت سے اقطاب بهي سخت مخالف رهے - چنانچه کالون نے اپني کتاب " حواشي بر سفر تکوین " میں کوپر نیکوس اور اس کے هم خیالوں پر بڑي سختي سے حمله کیا هے اور اُن سب کو کافر اور ملحد قرار دیا هے جو زمین کو نظام کائنات کا مرکز تسلیم نهیں کرتے - وه زبور کي آیتیں پیش کرنے کے بعد سوال کرتا هے " وه کون هے جو کوپر نیکوس کو روح القدس کي سي عظمت رکهنے والا سمجهنے کي جرأت کر سکتا هے ؟ "

کالون کے جانشین ' تریڤن کي بهي یهي رائے تهي - کپلر اور نیوٹن نے جب کوپر نیکوس اور گلیلیو کے نظریے پوري طرح ثابت کر دیے ' اور ان کے لیے غیر متزلزل قواعد مقرر کر دیے ' تب بهي تریڤن اپني لاهوتي کتاب شایع کرنے سے باز نهیں رها ' اور کتاب مقدس کے نصوص سے ثابت کرنا چاها که آسمان ' سورج ' اور چاند زمین کے گرد گهومتے هیں ' اور خود زمین نظام کائنات کے مرکز میں قائم و ثابت هے !

تاریخ انگلستان میں بهي اِس لاهوتي جد و جهد کي بهت مثالیں ملتي هیں - هچنسن نے اپني کتاب " اصول موسوي " میں ' ڈاکٹر سمرلیل بیک نے " مقدس فلسفه " میں ' هورن ' اسقف هورسلے ' اور وربس وغیرهم نے اپني اپني تفسیروں میں نیوٹن کے نظریے کي بڑي سرگرمي کے ساتهه مقاومت کي هے - کتاب مقدس کي آیتوں سے مسلح هوکر اُس پر ٹوٹ پڑے هیں - یهي حال ڈاکٹر جان اوین کا هے ' جو پیورٹینن مذهب کا ایک بڑا قطب مانا جاتا هے - اُس نے انتهائي دیده دلیري سے اعلان کردیا که " کوپر نیکوس کا نظریه ' سراسر وهم و خیال هے - کیونکه نصوص وحي کے برخلاف هے " مشهور جان ویسلے بهي اِس گروه سے باهر نهیں هے - اُس کا صاف اعلان تها " جدید فلکي نظریے کفر و الحاد کي طرف لیجانے والے هیں "

سولهویں صدي کے وسط میں شهر ویٹنبرگ میں (جو پروتستنت مذهب کا مرکز تها) دو عالم رٹي کوس اور رینالڈ رهتے تهے - اُنهوں نے کوپرنیکوس کے مذهب کي تحقیقات کي تهي ' اور اُسے حق سمجهتے تهے - لیکن انهیں اجازت نهیں دي گئي که اپنے طالب علموں پر اپنا یه اعتقاد ظاهر کریں - رٹي کوس نے تو تنگ آکر یونیورسٹي سے استعفا دیدیا ' تاکه آزادي کے ساتهه اعلان حق کرسکے - لیکن رینالڈ یه نه کرسکا - اُسے مجبور هونا پڑا که قدیم مذهب کي حمایت کرتا رهے - اُسے حکم دیا گیا تها که اپنے درس میں کوپرنیکوس کے مذهب کا کوئي ذکر نه کرے - اگر کبهي اِشاره کرنا پڑے تو پهر اُس پر بطلیموسي نظام کو ترجیح دے - اُس نے اِس حکم پر عمل کیا - لیکن اِس پر بهي تکفیر سے محفوظ نه ره سکا ' اور بالآخر ذلت کے ساتهه یونیورسٹي سے نکال دیا گیا - اُس کي جگه ایک نیا استاد مقرر هوا تها - اِس معلم نے اپني پهلي تقریر اِس جملے سے شروع کي تهي : " کوپرنیکوس کا نظریه ' بدیهي طور پر غلط هے - خلاف عقل هے - هرگز علمي مرکزوں میں اُسکا ذکر نهیں کرنا چاهیے ! "

پروتستنٹ لاهوتیوں نے صرف اِتنے هي پر اکتفا نهیں کیا ' بلکه تعلیم گاهوں میں بهي ایسي کتابیں داخل کر دیں ' جو قدیم خرافات کا مجموعه تهیں - چنانچه کاهن هنسل نے مدارس کے لیے ایک مختصر کتاب " اصل کائنات اور نظام موسوي کا اتباع " لکهي تهي اور ثابت کیا تها که کوپرنیکوس کے فلکي نظریے کتاب مقدس کے بالکل خلاف هیں " خواه ریاضي کے قواعد اور دور بین کے مشاهدات کا کتناهي دعوی کیوں نه کیا جاے ' لیکن ایک ایماندار مسیحي کو کبهي تسلیم نهیں کرنا چاهیے " !

یه علم دشمني صرف قرون مظلمه هي کا خاصه نه تهي - جدید پروتستنٹیت کو بهي وراثت میں ملي تهي - چنانچه اُنیسویں صدي کے آخري برسوں میں مشن کالجوں کے بهت سے استاذ اِس جرم پر خارج کر دیے گئے تهے ' که وه جدید علم هیئت پر اعتقاد رکهتے تهے اور اسلیے ملحد تهے !

(کلیسائي علم و استدلال)

لاهوتي عدالت میں گلیلیو کي سزا یابي کے بعد رومن کیتهولک کلیسا کي هدایت سے کئي کتابیں لکهي گئي تهیں ' تاکه کوپر نیکوس کي " گمراهي " مسیحي دلوں سے دور کي جائے - چنانچه سیبیومونٹي اپني کتاب میں زمین کو ساکن ثابت کرتے هوے لکهتا هے :

" جو حیوانات حرکت کرتے هیں ' اُن کے اعضاء اور عضلات هوتے هیں - لیکن چونکه زمین نه تو اعضاء رکهتي هے ' نه عضلات ' اس لیے وه حرکت نهیں کرسکتي - وه فرشتے هیں ' جو زحل ' مریخ ' آفتاب وغیره کو حرکت دیتے رهتے هیں - اگر بفرض محال تسلیم بهي کرلیا جائے که زمین متحرک هے ' تو اُسے حرکت میں لانے کے لیے ضروري هوگا که اُس کے مرکز میں ایک فرشته هو - حالانکه معلوم هے که فرشتے زمین کے اندر نهیں رهتے - وهاں تو صرف شیطان کا بسیرا هے - اگر کها جاے که شیطان زمین کو متحرک رکهتا هے ' تو یه نا قابل تسلیم هے - کیونکه شیطان کے ایسے اعمال کتاب مقدس سے ثابت نهیں " !

کاش اس مسیحي علامه کو معلوم هوتا که اگر ستاروں کي حرکت کیلیے فرشتوں کي تلاش هے ' تو وه فرشته موجود هے - اس کا نام " قوت جذب و دفع " هے !

پولاک اپني کتاب " کوپر نیکوس کے رد " میں اِس طرح گهر افشاني کرتا هے :

" کتاب مقدس کي تصریح موجود هے که زمین ساکن هے اور سورج چاند گردش میں هیں - اگر کبهي هم دیکهیں که سورج چاند متحرک نهیں هیں ' تو کتاب مقدس کي رو سے همیں ماننا پڑیگا که یه تبدیلي کسي عظیم معجزے کي بنا پر پیدا هوئي هے - اس کے خلاف جتنے خیالات هیں ' اُن کي اشاعت پوري سختي سے روک دیني چاهیے ' کیونکه اُنمیں زمین کے متعلق ایک ایسي رائے پیش کي جاتي هے جو کتاب مقدس کے صریح خلاف هے "

پهر عقلي دلائل اور مشاهدے سے بهي استدلال کرتا هے :

" اگر تسلیم کر لیا جائے که زمین حرکت کرتي هے تو پهر مشاهدات کي توجیه کیا کي جاسکتي هے ؟ اگر ایک تیر آسمان کي طرف پهینکا جاے ' تو وه اپني جگه واپس آجایگا - حالانکه تیر بهت دور جاکر گرنا چاهیے - کیونکه نئے نظریے کے بموجب زمین از حد سرعت سے مشرق کي طرف جا رهي هے - اگر في الواقع زمین متحرک هوتي تو زمین کا پورا کارخانه درهم برهم هو جاتا "

اسکے بعد لکهتا هے :

" کوپرنیکوس کے نظریے کے بموجب زمین کا متحرک هونا ' خود زمین کي طبیعت کے بهي خلاف هے - کیونکه زمین صرف ٹهوس

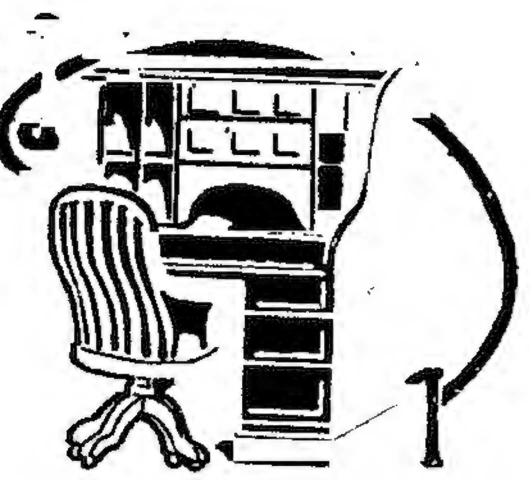

مقالات

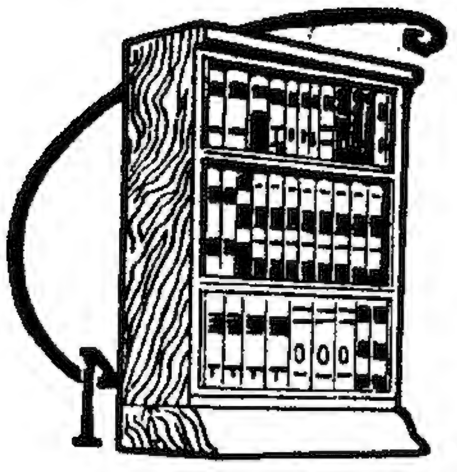

علم اور کلیسا کا معرکہ

کلیسائي جہل و جمود کے بعض تاریخي حقائق

گزشتہ تین صدیوں سے دین اور علم کي معرکہ آرائي کا غلغلہ بلند ہے - لیکن في الحقیقت یہ معرکہ دین اور علم میں نہیں ہے - دیني جماعتوں اور علم کے مدعیوں میں ہے - اگر یہ دونوں صف آرا جماعتیں میدان سے ہٹ جائیں ' تو پھر صرف علم اور دین باقي رہجائینگے ' اور دنیا دیکھ لیگي کہ ان میں کوئي نزاع نہیں ہے !

یورپ میں جب نئي علمي ترقیات نے نشو و نما پائي ' تو دین ' مسیحي کلیسا کي شکل میں موجود تھا - علمي حلقوں کا تصادم کلیسا کے جمود و تعصب سے ہوا ' اور اس نے معرکۂ علم و دین کي صورت اختیار کرلي -

امریکا میں ڈریپر نے اور یورپ میں لیکي نے اس معرکہ آرائي کي داستانیں لکھیں ' اور " علم " کي فتح مندیوں اور " دین " کي ہزیمتوں کا غلغلہ ہر طرف بلند ہوگیا - حالانکہ اس فرضي معرکہ آرائي میں اُنھوں نے جس فریق کو " دین " کے نام سے پکارا ہے ' وہ دین نہ تھا ' دیني جماعتوں کا ایک خاص نظام تھا جو کلیسا کے نام سے قائم ہوگیا ہے - اگر وہ " دین " کي جگہ " کلیسا " کا لفظ اختیار کر لیتے ' تو یہ پورا رزم نامہ اپني جگہ صحیح ہوجاتا ' اور ہمیں علم کي فتح مندیوں اور کلیسا کي ہزیمتوں کے اعتراف میں ذرا بھي تامل نہ ہوتا - جان ڈکنسن اور پروفیسر وہائٹ نے ڈریپر اور لیکي کي یہ غلط اندیشي دور کرني چاہي ' لیکن اُن کي صدائیں زیادہ بلند اور مقبول نہ ہوسکیں -

(پروٹسٹنٹ کلیسا اور علم)

انیسویں صدي کے آخر میں اکثر مصنفوں نے اِس نزاع کي ذمہ داري رومن کیتھولک کنیسے پر ڈالدي ہے اور اُسي کو علم کي دشمني اور علماء کي تعذیب کا مجرم قرار دیا ہے - گویا اِس کنیسے کے سوا کسي دوسرے مسیحي کنیسے نے علم کي کوئي مقاومت نہیں کي - لیکن یہ صحیح نہیں ہے - یہ تاریخي حقیقت ہے کہ روشن خیالي اور تسامح علمي میں سب سے زیادہ مشہور کلیسا ' پروٹسٹنٹ بھي عقلي تنگ نظري اور علم دشمني میں رومن کنیسے سے پیچھے نہیں رہا - لوتھر کے جانشینوں نے بھي علم دشمني میں ویسي ہي مجاہدانہ روح پیدا کرلي تھي ' جیسي صدیوں سے قدیم کلیسا میں موجود تھي -

گیلیلو نے جب کوپر نیکوس کے نظریے کي حقانیت ثابت کردي ' اور دور بین کے ذریعہ چاند میں پہاڑ ' سورج میں دھبے ' اور عطارد کے اقمار دکھا دیے ' تو رومن کنیسا غیظ و غضب سے مجنون ہوگیا - دیني عدالت کو حکم دیا گیا کہ اِس " ملحد " کو گمراہي سے روکا جائے اور کنیسا کي اطاعت پر مجبور کیا جائے - دلیل و برہان سے نہیں — جس سے کنیسا تہي دست تھا — لوہے اور آگ سے ' جس کي کنیسے کے پاس کوئي کمي نہ تھي !

لیکن کیا لوتھر اور اُس کے پیرو اِس " الحاد " کے کم دشمن تھے ؟ کیا اُنھوں نے عقل کے قید کرنے اور گمراہي کے پھیلانے میں کوئي کمي کي ؟ اِس کا جواب ہم خود لوتھر کي زبان سے سن سکتے ہیں - کوپر نیکوس کا رد کرتے ہوئے وہ کہتا ہے :

" لوگ ایک مجنون نجومي کي بکواس پر کان دھرتے ہیں - حالانکہ وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ زمین گردش کرتي ہے ' نہ کہ آسمان - واقعہ یہ ہے کہ لیاقت اور دانائي میں شہرت حاصل کرنے کا ہر خواہش مند انسان کوئي نہ کوئي نیا نظریہ پھیلانے کي کوشش کرتا ہے - وہ مدعي ہوتا ہے کہ اُس کا نظریہ سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ یقیني ہے - یہ آسیب زدہ انسان آج اٹھا ہے کہ علم ہئیت کے تمام قواعد و اصول تہ و بالا کرڈالے - حالانکہ کتاب مقدس میں صاف لکھا ہے کہ یوشع نبي نے سورج سے کہا ' ٹھہر جا - لیکن زمین کو ایسا حکم نہیں دیا گیا ' کیونکہ وہ خود ہي ٹھہري ہوئي ہے "

ایک دوسرے پروٹسٹنٹ مصلح میلان کا لہجہ اِس " الحاد " کے مقابلے میں لوتھر سے نرم ہے - لیکن وہ بھي اپني کتاب میں (جو کوپر نیکوس کي وفات کے چھہ برس بعد شایع ہوئي ہے) لکھتا ہے :

" ہماري آنکھیں مشاہدہ کرتي ہیں کہ آسمان ہر چوبیس گھنٹے میں گھوم جاتے ہیں - لیکن بعض جدت پسندوں نے مشہور کرنا شروع کردیا ہے کہ زمین حرکت کرتي ہے نہ کہ فلک ثاني اور آفتاب - اِس قسم کے خیالات کي علانیہ اشاعت اور اُن کے ذریعہ مخلوق کي تضلیل ' بلند ہمتي اور دیانت داري کے قطعي خلاف ہے - کیونکہ یہ لوگوں کے لیے مکروہ نتائج پیدا کرنے والا نمونہ بن جائیگا - جو کوئي بھي نیکي کا طالب ہے ' اُسے حق سے روگرداني نہیں کرني چاہئے - وہ حق ' جو خداوند خدا نے اپني کتاب میں نازل فرمایا ہے ' اور جسکے سوا سب کچھہ باطل ہے "

اس کے بعد یہي مسیحي مصلح مزامیر داود اور دیگر مقدس صحیفوں کا حوالہ دے کر دعوی کرتا ہے " ان سے پوري وضاحت کے ساتھہ ثابت ہو جاتا ہے کہ زمین ٹھہري ہوئي ہے اور سورج اُس کے گرد گھومتا ہے " اِتنا ہي نہیں بلکہ اپنے بیان کے اثبات میں وہ عقلي دلائل بھي پیش کرتا ہے ' اور پھر یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ " زمین اُسي حالت میں ایک جگہ قائم رہسکتي ہے جبکہ وہ اِس کائنات کے وسط میں ہو " پھر اُسے غصہ آجاتا ہے - وہ غضب ناک ہوکر کہتا ہے " اُن لوگوں کو سخت عبرت انگیز سزائیں دیني چاہئیں جو کوپر نیکوس کي تعلیم کي اشاعت کرتے ہیں " !

سمجھتے - میں نے خیال کیا ' اپنے کاؤں کے لیے کوئي ایسي زبان ایجاد کرني چاهئے ' جو سب کے لیے آسان اور قابل فہم هو - اسپرنتو ' اِسي خیال کا نتیجه ہے "

یه کام آسان نه تها - ڈاکٹر مذکور کو یورپ کي تقریباً تمام زبانیں سیکھني پڑیں - سب کي صرف و نحو میں مہارت حاصل کي ' اور ایک بالکل نئي زبان اور نیا قاعده بنانا پڑا - سنه ۱۸۸٥ ع میں اُس نے اپني تعلیم ختم کي تهي اور طبابت کا پیشه اختیار کرلیا تها - تاهم اُس کي تمام تر توجه اِس نئي زبان کي تکمیل و اشاعت هي پر صرف هوتي رهي - سنه ۱۸۸۷ ع میں اُس نے اِس زبان کي پہلي کتاب شائع کي - اُس کا نام " عالمگیر زبان " تها -

شروع شروع میں اُسے سخت ناکامیابي هوئي - سب لوگ اُسے مجنون قرار دیتے تهے - کوئي اُس کي مدد پر کهڑا نہیں هوتا تها - لیکن بتدریج یورپ میں اُس کا خیال مقبولیت حاصل کرنے لگا ' اور اِس زبان کي ترقي کے لیے پیرس میں ایک انجمن "Esperantistes Pacifiques De Paris" کے نام سے قائم هوگئي -

سب سے پہلے سنه ۱۸۷۸ میں دنیا نے یه نئي زبان سني - ڈاکٹر موصوف نے ایک جلسه میں اس زبان کي ایک نظم سنائي - اس کے ابتدائي بند مع ترجمه حسب ذیل هیں :

En La mondo vanis nova sento

دنیا میں ایک نیا شعور آیا -

Fra La;mondo iras ferta voko

دنیا میں ایک طاقتور دعوت پهیلانے لگا

Per de flugiloj de facila vento

هلکي هوا کے بازؤں پر

Nun de loko flugu gi al loko

اُسے ایک جگه سے دوسري جگه اڑنے دو !

اسپرانتو ' اِس قدر آسان زبان هے که اُس کے تمام قواعد ایک گهنٹه کے اندر معلوم کر لیے جاسکتے هیں - اُس کے الفاظ کي تعداد صرف دو هزار هے - چند هفتے کي مزاولت کے بعد گفتگو اور تحریر بخوبي کي جا سکتي هے - اُس کے تمام الفاظ یوناني ' لاطیني ' جرمن ' روسي ' فرانسیسي ' اور انگریزي زبانوں سے ماخوذ هیں - اُس میں صرف ۲۳ حرف هیں - u, s, j, h, g, c دو حرفوں کے قائم مقام هوتے هیں - کوئي ساکن حرف نہیں هے - جو حرف لکها جاتا هے ' تلفظ بهي کیا جاتا هے - شاذ افعال بهي نہیں هیں - معرفه کا صرف ایک حرف هے اور وه La هے -

الفاظ کي قسمیں اُن کے اواخر سے پہچاني جاتي هیں - مثلاً Patro (باپ) میں o اسم کي علامت هے - Patra (ابوي) میں a نعت یا نسبت کي علامت هے - Patre میں e ظرف کي علامت هے - Palri میں i فعل کي علامت هے -

حروف علت ' a, e. u, o, جب اصل لفظ سے ملا دیے جاتے هیں ' تو وه لفظ یا تو صفت هوجاتا هے یا ظرف ' فعل ' اور اسم -

فعل کي تصریف یوں هوتي هے :

(مصدر)	Ami (محبت)
میں محبت کرتا هوں	mi Amas
میں نے محبت کي	mi Amis
میں محبت کرونگا	mi Amos
شاید میں محبت کروں	mi Amus
محبت کرو	Amu
محبت کرنے والا	Aman ta
محبت کرتا تها	Amin to
عنقریب محبت کریگا	Amon te

اسپرانتو زبان میں مسیحي نماز کي دعا کا ترجمه یه هے :

Patro nia Kiu estas en la cielo,

اے همارے باپ تو جو آسمان میں هے !

sankta estu Via nomo Venuregeco Via.

تیرا نام پاک مانا جائے ' تیري بادشاهي آئے !

Estu rolo Via Kiel en la cielotiel ankau, sur la tero.

تیري مرضي جیسي آسمان پر پوري هوتي هے ' زمین پر بهي هو !

Panon miau ciu tagan donu almi hodiau.

هماري روز کي روٹي آج همیں دے !

Kaj pardona al ni suldojon niaju.

همارے قرض همیں بخش دے !

Kiel ni ankau pardonas al niajsuldantoj.

جس طرح هم نے اپنے قرضداروں کو بخش دیا هے !

Ni Konduku nin en tenton.

همیں آزمائش میں نه پڑنے دے !

Sed liberigu nin de la mallona.

بلکه برائي سے بچا !

Amen!

آمین !

الهلال کی ابتدائی نمبر

الهلال سلسلۂ جدید کے ابتدائي نمبر ' یعني نمبر ۱ - سے ۴ - تک بعض حضرات کو مطلوب هیں ' وه دوگني قیمت پر خریدنے کے لیے طیار هیں - دفتر کو اطلاع دي جائے -

منیجر

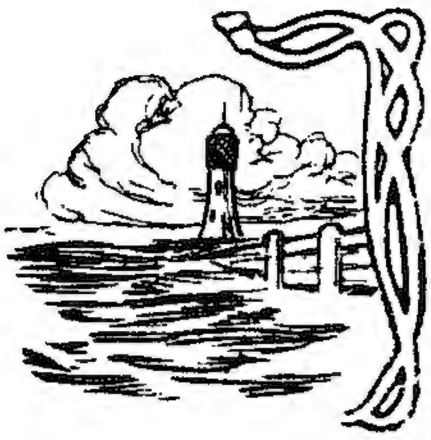

برید فرنگ

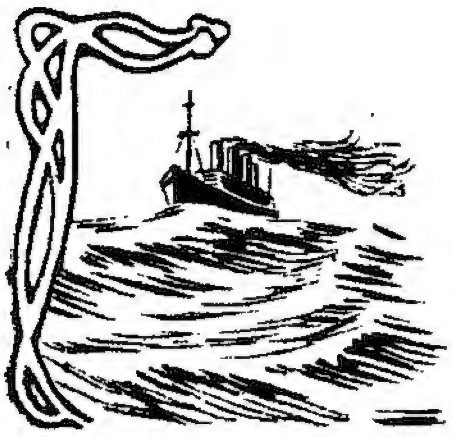

اور سرد هي نهيں هے ' بلکه اپنے عناصر ميں برودت کے خواص بهي رکهتي هے - معلوم هے که برودت حرکت کو روکتي هے ' بلکه اُسے فنا کر ڈالتي هے - هم حيوانات ميں ديکهتے هيں که ٹهنڈے پڑ جانے کے ساتهه هي اُن کي حرکت بهي موقوف هو جاتي هے - لهذا زمين کا متحرک هونا قطعاً محال هے "

" کتاب مقدس کي صريح نصوص سے ثابت هے که آسمان زمين کے اوپر حرکت کر رهے هيں ' اور چونکه مدور حرکت کے ليے ضروري هے که اُسکا کوئي مرکز قائم هو ' لهذا تسليم کر لينا پڑيگا که زمين نظام کائنات کے وسط ميں ثابت و قائم هے "

يه کيتهولک کليسا کے خيالات تهے - مگر پروٹسٹنٹ کليسا بهي اس سے کچهه کم عقل مند نه تها - لوتهر کے پيرو بهي کتاب مقدس کي تفسيروں اور لوتهر کے اقوال کے اندهے مقلد تهے - کالو ليس باوجود اپنے وسيع علم و نظر کے ' لوتهر کا اس درجه مقلد تها که اُس نے بهي اِس علمي حقيقت کے تسليم کرنے سے صاف انکار کر ديا - زمين کي حرکت کے خلاف اُس کي سب سے بڑي دليل يه تهي :

" کتاب مقدس ميں لکها هے - خدا نے خرقيا نبي سے کها " ديکهه ميں آفتاب کے ڈهلے هوئے سايه کے درجوں ميں سے جو دهوپ گهڑي ميں معلوم کيے جاتے هيں ' دس درجے پهرا کے چڑها لاؤنگا " چنانچه آفتاب جن درجوں ميں ڈهل گيا تها ' اُن سے دس درجے پهر چڑه گيا (اشعياء - باب ۳۸) "

انگلستان کے مشهور لاهوتي عالم ڈاکٹر اسمتهه نے اعلان کر ديا تها :

" شاهي علمي انجمن ' ملحدوں کي انجمن هے اور دين کے خلاف کوشش کر رهي هے "

جان اوين کا اعلان هے :

" نيوٹن کا نظريه کبهي صحيح علمي بنياد پر قائم نهيں هوا - وه سراسر اوهام و خرافات هے - اور کتاب مقدس کي صريح نصوص کے مخالفت هونے کي وجه سے ناقابل اعتنا هے "

جان ويزلي کا مقوله مشهور هے :

" اگر سحر و ساحري بے اصل چيز هے ' تو انجيل کي کوئي بات بهي صحيح نهيں هے "

يه تهي مسيحي کليسا کي ذهنيت جس نے علم کے مقابله کا اعلان کيا تها ' اور يقيناً اُس کے ليے اس ميدان مبارزت ميں دائمي اور هلاکت انگيز شکست کے سوا کچهه نه تها - کسي انسان کو بهي جو حقيقت اور صداقت کا احساس رکهتا هے ' اس شکست پر متاسف نهيں هونا چاهئے -

* * *

دنیا کی مشترك اور عام زبان

کيا تمام دنيا ميں ايک مشترک زبان رائج هو سکتي هے ؟

اسپرنٹو

گذشته مهينے ميلان (اٹلي) ميں يورپ کي نئي مشترک زبان " اسپرنٹو " کے حاميوں کا سالانه اجتماع منعقد هوا تها جو کئي سال سے هر سال منعقد هوا کرتا هے - تازه ڈاک ميں اس اجتماع کي بعض دلچسپ تفصيلات آئي هيں - چونکه هندوستان ميں اس وقت تک اس نئي زبان کي نسبت بهت کم لکها گيا هے ' اس ليے هم بعض مضامين کا خلاصه درج کر ديتے هيں :

موجوده علمي ترقيوں ' تمدني ضرورتوں ' ذرائع مراسلات کي سهولت نے دنيا کے تمام براعظموں کو باهم دگر ملا ديا هے - اِس زمانے ميں کوئي قوم ' دوسري قوموں سے قطع تعلق کرکے زنده نهيں ره سکتي -

ليکن اِتنے قرب و مراسلت پر بهي دنيا کي قوميں اِس وقت تک ايک دوسرے سے دور هي هيں - اُن ميں باهمي تعارف کے ذرائع بهت کم پيدا هوے هيں - اِس صورت حال کي بڑي ذمه داري قوموں کي علحده علحده زبانوں پر هے - هر قوم اپني مخصوص زبان رکهتي هے - دوسري قوم کي زبان سے نا واقف هے - اگر واقف هونا بهي چاهے تو بهت مشکل هے که بهت سي زبانيں هر شخص سيکهه سکے - اِس ليے عالمگير تعارف و اجتماع کي کوئي صورت نکل نهيں سکتي -

يه حالت ديکهکر مدت سے بعض عقلاء مغرب کا خيال هے که دنيا بهر کے ليے کوئي سهل اور مختصر زبان پيدا کي جاے - " اسپرنٹو " ايک ايسي هي نو ساخته زبان کا نام هے جو پچهلي صدي کے اواخر ميں ايجاد کي گئي هے -

اسپرنٹو کا موجد ايک روسي ڈاکٹر زمينهوف نامي هے - يه صوبهٔ کرودنو کے ايک چهوٹے سے گاؤں بيسلٹرک کا رهنے والا هے -

اِس زبان کي ايجاد کا خيال اُسے اُس وقت پيدا هوا ' جبکه اُس کي عمر صرف دس باره برس کي تهي - اُس نے يه سرگذشت خود اپني زبان سے اِس طرح بيان کي هے :

" ميرے گاؤں ميں روسيوں ' يهوديوں ' پولشوں ' جرمنوں کي مخلوط آبادي تهي - ميں روز سڑکوں پر لڑائي جهگڑے کے واقعات ديکها کرتا تها - تحقيقات سے معلوم هوا که يه جهگڑے زياده تر اِس ليے پيدا هوجاتے هيں که باشندے ايک دوسرے کي زبان نهيں

میں داعي بهیجے گئے - حجاز ریلوے بنائي گئي - غرض که ایک ایسي فضا پیدا کردي گئي ' جس نے مسلمانان عالم میں " خلیفهٔ اسلام " کي شهرت عام کردي - اِس صورت حال نے سلطان کے هاتهه میں بظاهر ایک ایسي قوت دیدي تهي ' جس سے وه دول یورپ کو اپنے عالمگیر اسلامي اثر کا یقین دلانا چاهتا تها -

سلطان عبد العزیز

إس میں شک نهیں که سلطان عبد الحمید کي إس حکمت عملي نے ایک سطحي شان و شوکت اور نام و نمود ضرور پیدا کردي تهي - دنیا کي سطح بیں نگاهیں دیکهتي تهیں که سلطنت عثماني کي بین الاسلامي مقبولیت کا دائره وسیع هو رها هے - لیکن في الحقیقت یه جو کچهه بهي تها ' محض ایک بالائي نمایش تهي - ته میں کوئي صحیح اور حقیقي عملي روح نه تهي - جهاں تک خلافت آل عثمان کي بین الاسلامي مقبولیت کا تعلق هے ' تیس برس کے پورے حمیدي دور میں کوئي کوشش ایسي نهیں کي گئي جس کا منشا یه هو که دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے صحیح بنیاد پر روابط قائم کیے جائیں ' اور اُن میں اور مرکز خلافت میں معنوي اور اخلاقي معاونت کا رشته پیدا هو - ایسے دماغ قصر سلطاني میں موجود هي نه تهے جو ان مهمات کے فهم و عمل کي استعداد رکهتے هوں - اس باب میں جو کچهه بهي هوا ' وه اس سے زیاده نه تها که دو چار خود غرض اور خداع عرب ' صوفیت اور تقدس کے بهیس میں قصر سلطاني تک پهنچ گئے ' اور سلطان کي توهم پرستي سے فائده اٹها کر اُس پر حاوي هو گئے - شیخ ابو الهدی رفاعي ' شیخ ظافر مدني ' فضل الله مالا باري وغیرهم ' اسي قسم کي شخصیتیں تهیں - وه نه تو اسلامي ممالک میں کوئي اثر و رسوخ رکهتي تهیں ' نه اس طرح کے کاموں کے فهم و عمل کي اُن میں صلاحیت تهي - اگر انهوں نے اس قسم کا کوئي کام انجام دیا بهي ' تو وه صرف یه تها که عراق اور شام میں ایسے لوگوں کي ایک جماعت پیدا کردي ' جو بیش قرار وظائف لیکر سلطان کي مدح و ثنا میں سرگرم رها کرتے تهے ' اور تهوڑے تهوڑے عرصه کے بعد سلطان کي اطاعت و انقیاد کے وجوب پر کوئي کتاب شائع هو جایا کرتي تهي - سب سے بڑا کام اس جماعت کا اور اس کے هم مشربوں کا یه تها ' که جاسوسي اور مخفي خبر رساني کا ایک بالا تر محکمه بن گئے تهے - شب و روز فرضي خطروں کے گڑهنے اور پهر ان کے انسداد کے لیے بڑي بڑي رقموں کے وصول کرنے میں سر گرم رهتے - اسلامي خلافت ' بین الاسلامي مرکزیت ' دیني شوکت و جبروت ' اور روحاني پیشوائي و سلطاني کا یه تمام طلسم ' صرف ان بنیادوں پر قائم تها ' که قصر یلدز کي داخلي حکومت ترک افسروں کي جگه حبشي اور حجازي خواجه سراؤں کے هاتهه میں چلي گئي تهي ' سلطان کا خاص باڈي گارڈ عرب سواروں کا تها ' افریقه اور هندوستان کے بعض سیاحوں کو جو گاه گاه قسطنطنیه آجاتے تهے ' " نشان مجیدي " کے تمغے مل جاتے تهے ' تعلیم و ترقي کي تمام راهیں یه کهکر بند کردي گئي تهیں که " اسلامي مقاصد " کے خلاف هیں ' اصلاح نظام حکومت کو الحاد اور زندقه سے تعبیر کیا جاتا تها ' تمام اصلاح طلب مسلمانوں کا شمار " مرتدین " میں تها ' اور سب سے بڑهکر یه که هر هفته شیخ ابو الهدی وغیره مشائخ یلدز کے خواب میں دنیا کے تمام پیغمبر اور اولیا آکر سلطان عبد الحمید کے لیے الهي برکتوں اور غیبي نصرتوں کي بشارتیں پهنچا دیا کرتے تهے !

سلطان عبد الحمید نے اگر صرف وه قوت هي منظم کردي هوتي جو خلافت اسلامي کي بین الاسلامي مقبولیت سے پیدا هو رهي تهي ' تو في الحقیقت یه اُسکے تمام جبر و استبداد کا کفاره هوتا ' اور دولة عثمانیه کے لیے مغربي طاقتوں کے حملهٔ و تسلط کا خطره همیشه کے لیے دور هو جاتا ' لیکن وه تو اسلام اور اسلامي خلافت کو محض اپنے شخصي استبداد کے حفظ و بقا کا آله بنانا چاهتا تها - اوهام و خرافات کے سوا کوئي حقیقي عمل اُس کے سامنے نهیں تها - چین کے پانچ کروڑ مسلمانوں نے بار بار مددیں کیں اور وفود پر وفود بهیجے که انکي دیني هدایت و تعلیم کا انتظام کیا جاے ' لیکن کچهه نهیں کیا گیا - افریقه کے مسلمانوں کے وفود چار سال تک قسطنطنیه میں پڑے رهے تا که انهیں مرکز خلافت اپني اخلاقي سر پرستي میں لیلے ' لیکن کوئي سنوائي نهیں هوئي - مصر اور مراکش کي سرپرستي خود اپنے هاتهوں ضائع کر ڈالي - یمن اور نجد کے قبائل محض اس لیے سرکش و مخالف رهے ' که ترک والیوں کے مظالم سے اُنهیں کبهي نجات نهیں ملتي تهي -

مصطفی فاضل پاشا

جس نے سلطان عبد العزیز کے نام لائحهٔ اصلاحیه بهیجا تها -

تاريخ و عبر

حكومت تركيه

اور اس كے اجتماعي و سياسي تغيرات

شروع سے ابتک

(۲)

(بين الا سلامي تركي)

سنه ۱۲۳۹ ھ (۱۸۷۶ ع) سے سنه ۱۳۲۶ ھ (۱۹۰۸ ع) تک

صورت حال يه تهي كه سلطان عبدالحميد ثاني ترک مصلحين كي سعي و تدبير سے تخت نشين هوئے - مدحت پاشا اور اس كے ساتهي اصلاح پسند وزراء نے سلطان مراد كي جگه عبد الحميد كو اس ليے تخت نشين كيا تها ' كه وه محسوس كرتے تهے ' سلطنت اور قوم كي سب سے بڑي ضرورت اصلاح اور دستور هے ' اور اس كے ليے اِس نوجوان شهزاده كا سلطان هونا مفيد هوگا -

سلطان محمود مصلح

متوفي سنه ۱۸۳۹

عبد الحميد تخت نشين هوا - اصلاحات كا مزيد اعلان كيا گيا - عثماني سلطنت " شخصي " كي جگه " دستوري " قرار پا گئي ' اور عثماني پارليمنٹ كے قيام كا فرمان نافذ هوگيا -

اگر يه صورت حال جاري رهتي ' تو با وجود دول يورپ كي پے هم مقاومتوں اور جنگ پليونا كے شديد نقصانات كے ' دولة عثمانيه كي نئي نشو و نما شروع هو جاتي - ليكن افسوس هے كه بهت جلد سلطان كے مزاج نے پلٹا كهايا ' اصلاح پسند عنصر كي جگه قدامت پرست اور خود غرض پاشاؤں كا اقتدار قائم هوگيا ' اور اصلاح و تغير كي تمام اميديں جو سلطان محمود مصلح كے زمانے سے نشؤ و نما پانے لگي تهيں ' سنه ۱۸۸۰ ميں ختم هوگئيں !

جس سال سلطان عبد الحميد تخت نشين هوا اور عثماني دستور كا اعلان كيا گيا ' اسي سال جاپان كے نظام حكومت ميں بهي اصلاح هوئي تهي اور دستوري حكومت كا اعلان كيا گيا تها - جاپان تيس سال كے اندر مشرق كي سب سے بڑي طاقتور حكومت بن گيا ' ليكن عثماني حكومت نے اسي تيس سال كے اندر اپني رهي سهي طاقت بهي فنا كردي - جاپان نے دستوري حكومت قائم ركهي تهي ' سلطان عبد الحميد نے چهه ماه كے بعد اس كا خاتمه كر ديا تها !

سلطان عبد المجيد

جسنے اصلاحات كو مزيد رونق اور ترقي دي

اصلاحات كا خاتمه كر دينے كے بعد سلطان نے ايک نئي حكمت عملي ايجاد كي - يه حكمت عملي تركي اور تركي سے باهر " بين الاسلامي حكمت عملي " يا " اتحاد اسلامي " كے نام سے پكاري جاتي تهي - اس كا منشا يه بيان كيا گيا تها كه " يه تمام مسلمانان عالم كي معنوي اور اخلاقي اعانت مركز خلافت كے ساتهه وابسته كر ديگي "

چنانچه مدتوں كا لپٹا هوا علم خلافت از سر نو بلند كيا گيا - علماء و مشائخ كا ايک بڑا گروه دارالخلافة ميں جمع هوگيا - ابو الهدى رفاعي اور شيخ ظافر وغيره مشائخ نماياں هوے ' عربي عنصر سے از سر نو رشتۂ ارتباط قائم كيا گيا - عزت پاشا عابد وغيره سر بر آورده عرب مقرب بنائے گئے - عرب سپاهي بڑي بڑي تنخواهوں پر باڈي گارڈ ميں داخل كيے گئے ' عربي ممالک

قديم تركي فوج كا ايک منظر

ينگ چري سپاهي جو اصلاح كي راه ميں سب سے بڑي روک تهے

عرض عبودیت !

سلطان عبد الحمید کے سامنے وزراء حکومت سجدہ کر رہے ہیں !

اُنھوں نے تاریخ کا سبق بھلا دیا ، اور سادہ لوحی سے یقین کر لیا کہ اِن نئے اصول پر چلنے سے یورپ اور سلطنت کے مسیحی عناصر مطمئن ہو جائینگے ، اور اُنکا ملک خوشحال اور ترقی یافتہ ہوجائیگا - یہی حسن ظن ، اُنکی سب سے بڑی غلطی تھی - چنانچہ فوراً داخلی اور خارجی مشکلات نمودار ہوگئیں - آسٹریا نے بوسینیا ہرزی گونیا پر قبضہ کر لیا - یونان کریٹ پر قابض ہوگیا - اٹلی نے طرابلس الغرب پر ہاتھ صاف کیا - البانیا کٹ کر الگ ہوگیا ، بلقانی ریاستوں نے یورپ کے اکثر ترکی مقبوضات ہضم کر لیے - ملک کے اندر غیر ترکی عناصر نے سر کشی شروع کردی - صرف غیر مسلم جماعتوں ہی میں نہیں ، بلکہ مسلمانوں میں بھی نئی نئی انجمنیں قائم ہوگئیں - خود دارالخلافۃ میں مسلمانوں کی متعدد مخالفانہ انجمنیں بن گئی تھیں - مثلاً انجمن " اِخاء عربی " " عربی کلب " ، " چرکس انجمن " " کردی انجمن " " البانی انجمن " وغیرہ وغیرہ - اِن انجمنوں کے ظہور کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اِن اسلامی عناصر اور ترکی عنصر میں نفرت و عداوت پیدا ہوگئی - یہ صورت حال دیکھکر خود ترکوں میں سلطنت کی حکمت عملی کے متعلق اختلاف رونما ہوگیا - ایک گروہ نے از سر نو حمیدی سیاست زندہ کرنی چاہی - ایک گروہ نے " تورانیت " کا نعرہ بلند کیا - آخری گروہ کا تعصب یہانتک بڑھ گیا تھا کہ اُسکے ترجمان اخبار " اقدام " نے تجویز پیش کردی کہ ترکی زبان سے تمام عربی الفاظ خارج کر دینے چاہییں !

سلطان عبد الحمید کے دور حکومت کا خاتمہ

یہ اُس موقعہ کا مرقع ہے جب قوم کا وفد پیام عزل پہنچا رہا ہے !

لیکن پیہم مصائب نے زمام حکومت معتدل گروہ کے ہاتھ میں دیدی - " انجمن ائتلاف " نے حکومت سنبھال لی - سلطان عبد الحمید کا شاگرد کامل پاشا وزیر اعظم ہوا ، کامل پاشا ایک طرف یورپ کو مطمئن کرنے لگا ، دوسری طرف ترکی کے مختلف عناصر کے سر پر بھی ہاتھ پھیرنے لگا - اب چونکہ " بلقانی مسئلہ " کے بعد " عربی مسئلہ " کے نام سے ایک نئی الجھن پیدا ہوگئی تھی ، اور فرانس اُس سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا ، اس لیے کامل پاشا نے پیش بندی کرکے ۱۳۲۹ ع میں والی بیروت ادھم بک کو حکم دیدیا کہ صوبۂ شام کی کونسل سے مطلوبہ اصلاحات کے بارے میں گفتگو کرکے رپورٹ طیار کرے - اِس پیش بندی نے ترکی کو بہت فائدہ پہنچایا - کیونکہ جب فرانس نے سرکاری طور پر شام میں اصلاحات جاری کرنے کا مطالبہ کیا ، تو کامل پاشا نے اِس جواب سے اُسکا منہ بند کردیا " ہم پہلے ہی سے اِس فکر میں ہیں "

اِدھر یہ سیاسی بازی گری ہو رہی تھی ، اُدھر انجمن اتحاد و ترقی گھات لگائے بیٹھی تھی - چنانچہ موقعہ پاتے ہی اُسنے وزارت الٹ دی ، اور محمود شوکت پاشا وزیر اعظم قرار پائے - انھوں نے آتے ہی شامی کونسل کو غیر قانونی قرار دیدیا ، اور والی کو خفیہ اشارہ کردیا کہ تحریک کو اُبھرنے نہ دے - والی نے پوری سختی ظاہر کی ، حتی کہ جنگی قانون بھی جاری کردیا ، مگر اِس پر بھی شامی انجمن نے اپنا سالانہ جلسہ کر ہی دیا - اِس جلسہ میں ۸۴ نمائندے شریک ہوئے تھے - اُنھوں نے اصلاحات کا لائحہ منظور کر لیا - جب حکومت نے اور بھی زیادہ تشدد کیا ، تو شامیوں نے اپنی مؤتمر پیرس میں منعقد کی - اب انجمن اتحاد و ترقی پریشان ہوئی - کیونکہ ایک طرف اُسکی حریف " انجمن ائتلاف و ترقی " برسر مخالفت تھی ، دوسری طرف عربی مسئلہ بین الاقوامی شکل اختیار کرتا جاتا تھا - ایک عجیب اتفاق یہ ہوا کہ عربی مؤتمر ، محمود شوکت پاشا کے قتل کے تیسرے دن منعقد ہوئی ، جس سے حکومت اور بھی زیادہ متاثر ہوئی ، اور پرنس سعید حلیم پاشا وزیر اعظم صلح و آشتی کی حکمت عملی اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے - چنانچہ اُنھوں نے اپنا ایک نمائندہ پیرس بھیجا ، اور عرب رہنماؤں سے گفت و شنید کے بعد مطالبہ اصلاحی لائحہ کا بڑا حصہ منظور کر لیا -

شامیوں کی کامیابی دیکھکر عراقیوں کے خون میں بھی گرمی پیدا ہوئی ، اور طالب بک نقیب کی سر براہی میں عراق نے اصلاحات کا مطالبہ شروع کردیا - لیکن اب نوجوان ترک سنبھل گئے تھے - اُنھوں نے جاوید پاشا کو

اصل یہ ہے کہ سلطان عبدالحمید مرحوم نے اتحاد اسلامي اور خلافت دیني کا مظاهرہ اس لیے نہیں کیا تها کہ في الحقیقت اس باب میں کوئي روشني اس کے سامنے موجود تهي ' اور وہ کسي تعمیري جذبہ سے اِس طرف قدم بڑهانا چاهتا تها ' بلکہ یہ تمام باتیں محض ایک طرح کے منفي اور تخریبي جذبہ سے پیدا هوئي تهیں - مقصود یہ تها کہ اِس کے ذریعہ اصلاح طلب تحریک کي نشو و نما کا خاتمہ کردیا جائے ' اور اُس کي طرف سے عثماني رعایا کے قلوب غافل هوجائیں - یہي وجہ ہے کہ یہ باتیں صرف اِسي حد تک کام میں لائي جاتي تهیں ' جس حد تک ترکي مصلحین کي مخالفت میں سود مند هوسکتي تهیں - حقیقت اور عملیت کي کوئي روح موجود نہ تهي - اگر سلطان عبد الحمید اتحاد اسلامي اور مرکزیت خلافت کي تقویت کا واقعي طلب گار هوتا ' تو سید جمال الدین اسدآبادي اور شیخ محمد عبدہ سے بڑهکر اِس کے لیے کون داعي اور عامل هو سکتے تهے ؟ ان دونوں نے بیس برس تک اپني تمام طاقتیں عبد الحمید کے هاتهوں میں دیدیني چاهیں ' لیکن ان کے ساتهہ جو سلوک هوا ' دنیا کو معلوم ہے - پہلے کو موت کا زهر آلودہ جام پینا پڑا - دوسرے کو قصر سلطاني کي چوکهٹ تک باریابي نصیب هي نہ هوئي !

بہر حال سلطان عبدالحمید کا دور' دولۃ عثمانیہ کے زوال طاقت کا آخري عہد تها - سلطان کو مدحت پاشا کي جماعت نے اس لیے تخت نشین کیا تها ' کہ وہ سلطان مصلح کي اصلاح کي تکمیل کریگا ' اور دولۃ عثمانیہ کو استبدادي حکومت کے مفاسد سے نجات مل جائیگي - سلطان نے ابتدا میں اصلاح پسند جماعت کا ساتهہ دیا - ترکي پارلیمنٹ قائم کردي گئي - لیکن پهر بتدریج رجعت پسند عناصر برسر اقتدار آ گئے - پارلیمنٹ معطل کردي گئي -

مدحت پاشا اور اُس کے ساتهیوں کو فرضي الزامات عائد کرکے گرفتار کر لیا گیا ' اور قلعۂ طائف کے قید خانے میں گلا گهونٹ کر مار ڈالا گیا - اس کے بعد تمام نظم حکومت تہہ و بالا هوگیا - وزراء اور دفاتر حکومت کي جگہ " مابین همایوني " یعني قصر سلطاني نے براہ راست حکومت شروع هوگئي - اس حکومت کا نہ تو کوئي اصول تها ' نہ قاعدہ - نہ بجٹ بنتا تها ' نہ مالیات کا کوئي تخمینہ تها - خواجہ سراؤں کے افسر " بہرام آغا " کے هاتهہ میں سب کچهہ تها - وہ سلطان کے احکام باب عالي کے وزراء تک پہنچا دیا کرتا - بیس برس کے اندر جتنے انسان محض اس بنا پر هلاک کر دیے گئے ' کہ اُن پر اصلاح پسندي و انقلاب کا شبہ تها ' کوئي ذریعہ نہیں کہ انکي صحیح تعداد معلوم کي جا سکے - یلدز کے بعض کاغذات سے معلوم هوا تها کہ صرف چهہ ماہ کے اندر یعني مارچ سنہ ۱۸۹۸ سے ستمبر سنہ ۱۸۹۸ تک تین سو اسي آدمي گرفتار کئے گیے تهے !

لیکن نہ تو سلطان عبدالحمید دنیا کے پچهلے جبار و مستبد حکمرانوں سے زیادہ طاقتور تها ' نہ اس کي خاطر خدا کے قوانین حق و عدالت معطل هو جا سکتے تهے - بالآخر نوجوان ترکوں کي پنجاہ سالہ مساعي بار آور هوئیں ' اور عین اُس وقت جب کہ سلطان کے وهم و گمان میں بهي کسي طرح کا خدشہ نہ تها ' مناستر اور سلانیک میں انقلاب کا نا ممکن التسخیر علم بلند کردیا گیا - سلطان نے بہت کوشش کي کہ کسي طرح اس ناگہاني طاقت کا مقابلہ کرسکے مگر نہ کرسکا - اور عثماني دستور کے قیام کا اعلان کرنا پڑا -

مدحت پاشا
شهید راہ حریت و دستور !

یہ دستور سلطان کي ذات خاص کا مخالف نہ تها - لیکن سلطـــان کي مستبد روح اُس سے موافـــق نـــہ هو سکي - بالآخر نو ماہ کے بعد تصادم هوا ' اور محمود شوکت پاشا مرحوم نے اپني مشهور عالم تیس هزار فوج کے ساتهہ قسطنطنیہ پہنچکر قصر یلدز کا محاصرہ کر لیا - تین دن کے محاصرہ کے بعد عثماني پارلیمنٹ کے نمایندے قصر یلدز میں داخل هوے ' اور قوم کا پیغام پہنچا دیا کہ " آپ معزول کیے گئے ' اور شہزادہ محمد رشاد تخت نشین هو رهے هیں " قصر یلدز کے اس مشهور قہرمان نے اُسوقت لرزتے هوے یہ التجا کي تهي " میں اپني زندگي کیلیے تمهیں خدا کا واسطہ دیتا هوں " ! یہ اب اپني زندگي کیلیے انسانوں کو خدا کا واسطہ دیتا تها - اُن انسانوں کو ' جنهوں نے اپني مظلوم اور بیکس زندگي کیلیے سیکڑوں مرتبہ اُسے خدا کے واسطے دیے تهے ' لیکن ایک لمحہ کیلیے بهي اُسکے دل میں خدا کے خوف نے جگہ نہیں پائي تهي !

تاریخ مشرق کا یہ عبرت انگیز انقلاب جولائي سنہ ۱۹۰۸ ع میں واقع هوا تها -

سلطان عبد الحمید
چالیس سال کي عمر میں

(اتحادي ترکي)

جمعیۃ اتحاد و ترقي کا دور

سنہ ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ع) سے سنہ ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ع) تک

انجمن اتحاد و ترقي نے برسر اقتدار آتے هي " وطنیت " " حریت " " اخوت " اور " مساوات " کي بنیادوں پر عثماني سلطنت کو استوار کرنا چاها - نوجوان ترک ' بڑے هي نهین ' چست ' اور مخلص تهے - لیکن مدبر اور تجربہ کار نہ تهے -

FKEE
NA A

اثار عتیقه

شهر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الکهف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۱)

صدیونکے خواب گراں کے بعد اب شهر رقیم یا پیٹرا پهر بیدار هو رها هے - قدس اور لندن کي آمده اطلاعات مظهر هیں که حال میں اس قدیم شهر کے کهنڈروں میں قیمتي پتهروں اور پرانے طلائي زیورات کا ایک بهت بڑا ذخیره بدوي عربوں کے هاتهه لگا هے -

پیٹرا عرب قدیم کا ایک گم شده شهر هے - سالها سال سے غیر آباد پڑا تها - کبهي کبهي صحرا گرد بدوي جنکو شاداب نخلستانوں اور سر سبز چرا گاهوں کي تلاش اِدهر اُدهر آواره رکهتي هے ' تمدن قدیم کي اس یادگار کو آدمي کي صورت دکها دیتے تهے !

(الف لیله کا طلسم)

ایک مرتبه ایک صحرا نشین عرب پیٹرا کے کهنڈروں میں گهوم رها تها - ناگاه اوسکا پانوں ایک پتهر پر پڑ گیا - قبل اسکے که وه اس بات کا اندازه کر سکے که کیا هونے والا هے ' پتهر نیچے کو کهسکا ' زمین دهنسي ' اور اب عرب ایک عجیب و غریب غار میں پڑا تها - پتهر بدستور اپني جگه پر آگیا ' اور راه بند هوگئي !

اب بدوي نے خود کو ایک زمین دوز محراب میں پایا ' لیکن باهر آنے کا کوئي راسته نظر نهیں آتا تها -

غریب عرب ایک عرصه تک ادهر اُدهر ٹٹولتا رها - تاریکي بلا کي تهي - محض اس خوف سے که کهیں کسي دوسري نامعلوم مصیبت سے دو چار نه هونا پڑے ' اوسنے هاتهوں اور پیروں کے بل رینگنا شروع کیا - اس جد و جهد میں ایک وسیع ایوان مل گیا - اس ایوان کي تاریکي کو ایک پهاڑي سوراخ سے نکلنے والي دهندلي روشني ایک حد تک کم کر رهي تهي - روشني کا سهارا پا کر اس محصور بلا نے ادهر اُدهر آنکهیں پهاڑ پهاڑ کر دیکهنا شروع کیا - کیا دیکهتا هے که ایک گوشے میں قیمتي جواهرات اور طلائي اشیا کا ڈهیر پڑا هے - یه خزانه غالباً طائر اور صیدان کے بحري قزاقوں نے ازمنه مظلمه میں جمع کیا هوگا - عرب حیرت کے دریا میں ڈوبا هوا ' اس تمام ماحول کو عالم رؤیا سمجهه رها تها - بالآخر اوسنے چند جواهر ریزے اپنے عمامه میں رکهه لیے ' اور باهر نکلنے کي راه تلاش کرنے لگا - اس نے غور کیا که روشني جس سوراخ سے آ رهي هے ' اس سے باهر نکل سکتا هے یا نهیں ؟ اس کا خیال ٹهیک تها - روشني کے نیچے ایک سنگي زینه موجود تها - به مشکل سوراخ تک پهنچ سکا - وهاں پتهر کے کئي ٹکڑے ایک دوسرے پر پڑے تهے - زور کرنے سے ایک پتهر هٹ گیا اور یه باهر نکل آیا -

یه جواهرات بیت المقدس کے بازاروں میں بکے - ماهرین آثار انهیں توراة سے بهي زیاده پرانا بتاتے هیں -

بیان کیا جاتا هے که پیٹرا کا یه کنز مخفي لارڈ کارناوان کے دریافت کرده وادي الملوک (مصر) کے خزائن سے بهي کهیں زیاده بیش قیمت هے - عجائب خانه لندن کا ایک وفد اس گم شده شهر کي تحقیقات کیلیے جا رها هے -

(جغرافیائي محل)

یه مقام ساحل بحر قلزم سے زیاده فاصله پر نهیں هے - نقشه کے دیکهنے سے بحر قلزم کا بالائي حصه دو ٹکڑوں میں منقسم معلوم هوگا - اس کے شمال میں جزیره نماء سینا هے جسکي شکل مثلث نما هے - سینا کا جنوبي نوکدار کناره بحر قلزم کو دو شاخوں میں جدا کر دیتا هے - سینا کے غرب میں بحر قلزم کي وه شاخ هے جو خلیج سوئز کے نام سے موسوم هے - آج کل یه تجارت عالم کي شاهراه عظیم هے - سینا کے شرق میں بحر قلزم کا وه حصه هے جو خلیج عقبه کے نام سے پکارا جاتا هے - یه جگه اب متروک هوگئي هے - جهاز بهت کم آتے جاتے هیں - ایک طرف سینا کي ننگي پهاڑیاں هیں - دوسري طرف خلیج عقبه کے پهاڑوں اور صحراء عرب کا نا پیدا کنار سلسله هے - اس خلیج کے ساحل پر کوئي بندرگاه نهیں هے - قصبه عقبه کے چند بے ترتیب مکانات کے سوا باقي تمام حصه غیر آباد اور پتهریلا هے - بحر شمالي و بحر جنوبي کے دور دراز سواحل کو چهوڑ کر جهاں بمشکل ذي روح وجود کا پته چلتا هے ' دنیا کا کوئي ساحل اس قدر ساکت اور سنسان نهیں هے !

لیکن پرانے زمانه میں خلیج عقبه کي اهمیت همارے زمانه کے خلیج سوئز سے کهیں زیاده تهي - تین هزار سال قبل یهاں حضرت سلیمان کے بحري مراکب هندوستان کي اشیاء تجارت بار کیے هوئے هر وقت لنگر انداز رهتے تهے - جب تک هندي و ایراني تجارتي قافلے اس راستے سے آمد و رفت کرتے رهے ' یه ملک تمدن عالم کا مرکز رها - جب شاهراه تجارت یهاں سے دوسري جانب منتقل هوگئي ' اور بحر روم اور خلیج سوئز کا راسته دریافت کر لیا گیا ' تو یه ساحل رفته رفته غیر آباد هوگیا - صلیبي لڑائیوں کے زمانه میں مسیحي مجاهدین نے اس نواح میں کچهه بیداري پیدا کردي تهي ' مگر سلطان صلاح الدین کي تیغ جهاد نے یه حصهٔ عالم بهي صلیبیوں پر تنگ کردیا ' اور اس کے بعد سے پیٹرا کے اطراف انساني آبادي سے همیشه خالي رهے -

جنگ عظیم کے زمانه میں شریف حسین اور اس کے بیٹے امیر فیصل نے اس نواح کو اپني افواج کا عقبي مستقر بنایا تها - هر هفته انگریزي جنگي جهاز اور دخاني کشتیاں سامان حرب سے لدي هوئي ساحل پر آتي تهیں - سنه ۱۹۱۷ ع اور سنه ۱۹۱۸ ع میں اس آمد و رفت کا تسلسل نهایت پابندي سے قائم رها ' اور ایک

بهرام آغا خراجه سرا
جو تمام وزرا پر حکومت کرتا تھا

عراق کا گورنر بنا کر بهیج دیا - اس نے آتے هي عراقي تحریک کا خاتمه کردیا - ساتهه هي بکرسامي بک کو بیروت کي گورنري پر مقرر کیا ' جو اپنے تدبر اور سخت گیري میں بهت شهرت رکهتا تها ' اِس نے کچهه ایسے پیترے بدلے ' که شامي تحریک بهي سرد پڑگئي ' اور پیرس کي موتمر میں جو کچهه طے پایا تها ' اُسکا اکثر حصه کالعدم هوگیا !

اب جنگ عمومي کي خوفناک گهٹائیں فضا میں پهیل رهي تهیں - وه مصیبت سر پر آگئي تهي جسکا تصور بهي کبهي انساني دماغ نے نہیں کیا تها -

---

جنگ عمومي کے بعد

سنه ۱۳۳۲ ه (۱۹۱۴) ء سے سنه ۱۳۳۳ ه (۱۹۱۵) تک

دستوري نظام حکومت کے کامیاب بنانے اور سلطنت کے مختلف عناصر کو مشترک وطنیت و قومیت کے نام پر متحد کرنے میں انجمن اتحاد و ترقي کو ناکامي هوئي - اِس تلخ تجربه کے بعد اِس انجمن کے ارکان میں آینده طرز عمل کے متعلق اختلاف پیدا هوا - اکثریت " تورانی تحریک " پهیلانے کے حق میں تهي ' اور اقلیت " اتحاد اسلامي " کے فکر کو عملي جامه پهنانا چاهتي تهي - یه اختلاف ابهي ختم نهیں هوا تها که عالم گیر جنگ کا طبل بج گیا ' اور اکثریت کو اقلیت کي رائے کے سامنے جهک جانا پڑا - اب بجز اِس کے کوئي چاره کار نه تها که تمام اسلامي عناصر ' خصوصاً عربوں کي تائید اسلام کے نام پر حاصل کي جائے -

چنانچه انور پاشا نے عبد الرحمن بک الیوسف اور شیخ اسعد شقیر وغیره کو شام بهیجا که عربوں کے اسلامي جذبات بیدار کریں - پهر جمال پاشا نے جو شام کے جنگی حاکم تهے ' عربوں کي مدارات شروع کي اور عربي تحریک سے اپني گهري دل چسپي اور همدردي کا اظهار کیا - فرانسیسي قنصل خانه سے جو کاغذات دستیاب هوئے تهے ' اُن سے اُنهیں صاف معلوم هوگیا تها که بهت سے سر بر آورده شامي ' ترکي کے خلاف فرانس سے ساز باز کرچکے هیں - مگر اُنهوں نے خیانت کے تمام مجرموں سے چشم پوشي کي - البته عیسائیوں سے پوري باز پرس کي گئي -

حسین رامي پاشا
محکمهٔ جاسوسي کا سرغنه

جمال پاشا نے صرف شام هي میں نهیں بلکه تمام جزیرة العرب میں دیني جهاد کا غلغله بلند کردیا - کربلا ' نجف ' بغداد کے علماء کي دیني حمیت جوش میں آگئي - شریف مکه ' سلطان ابن سعود ' ابن رشید ' امام یمن ' تمام أمراء عرب کو جهاد کي دعوت دي گئي -

لیکن نوجوان ترکوں نے بهت جلد دیکهه لیا که مسلمانوں اور عربوں میں اُن کي دعوت کوئي گرم جوشي پیدا نه کرسکي - بلکه جنسي و نسلي اور مقامي مصالح کا تعصب اس کڑے وقت میں بهي اُن پر غالب رها - وه سلطنت عثمانیه اور خلافة اسلامیه کي حمایت و نصرت پر آماده نه هوسکے - هندوستان اور مراکش کے مسلمان انگریزي اور فرانسیسي جهنڈے کے تلے جمع هوکر آے ' اور ان کے سینوں پر بے دریغ گولیاں چلائیں !

اِس نامرادي کا نتیجه یه هوا که توراني تحریک کے حمایتیوں کو پهر زور حاصل هوگیا - نا چار انجمن اتحاد و ترقي کو ان کے نظام عمل پر چلنا پڑا -

عربوں کي ناعاقبت اندیشي نے اور زیاده ترکوں کو مایوس کردیا تها - شام کے چند خود غرض اور برخود غلط افراد طیار هوگئے که اس نازک وقت سے فائده اُٹهائیں اور دول متحده کا ساتهه دیکر " عربي امارت " کي بنیادیں قائم کردیں - بهت ممکن تها که اِن لوگوں کے انقلابي افکار عامة الناس میں مقبول نه هوتے ' لیکن اُسي موقعه پر حجاز میں برطانی سازشیں کامیاب هوگئیں اور شریف نے علم بغاوت بلند کردیا - جس وقت جمال پاشا مصر پر حمله کي طیاریاں کررها تها ' اور تمام سازو سامان مکمل هو چکا تها ' اچانک اُس نے دیکها که شریف حسین اور اُس کے لڑکوں کي بغاوت نے اس کي تمام امیدوں کا خاتمه کردیا هے !

* * *

غازي مصطفی کمال پاشا

افسانہ

روحانیات کی مجلس

ہولناک رات

(مترجم)

ایوان الکسرویچ نے اپنے دوستوں کو مضطرب آواز اور زرد چہرے کے ساتھ ذیل کا واقعہ سنایا:

۱۸۹۳ء کے کرسمس کی رات، بہت ہی اندھیری تھی۔ میں اپنے ایک دوست کے یہاں دیر تک ایک روحانی جلسے میں بیٹھا رہا۔ مجھے تاریکی میں اپنے گھر لوٹنا تھا۔

اُس زمانے میں ماسکو کی ایک ایسی گلی میں میرا قیام تھا، جو شہر میں سب سے زیادہ وحشت ناک اور تاریک گلی تھی۔ جب جب میں اُس پر گزرتا، ڈراؤنے خیالات میرا دماغ پریشان کر دیا کرتے تھے۔

روحانی جلسے میں آخری جملہ جو میں نے سنا تھا، وہ خاص میری ذات کے متعلق تھا۔ مشہور فیلسوف سپینوزا کی روح کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ جلسہ میں شریک ہے۔ اُسنے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

"تیری موت قریب آگئی، جلد خدا کے سامنے توبہ کر!"

میں ڈر گیا۔ پھر سوال کیا۔ مزید تشریح چاہی۔

"تیری زندگی ختم ہو گئی۔ آج ہی توبہ کر لے!" یہ میرے سوال کا دوبارہ جواب تھا۔

میں علم الارواح (اسپریچولیزم) کا قائل نہیں ہوں۔ تاہم موت کا خیال ہمیشہ مجھے خوفزدہ کر دیا کرتا تھا۔ ایک عجیب طرح کی اُداسی مجھ پر چھا جاتی تھی۔

میں بدحواس جلسہ گاہ سے بھاگا۔ اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اوپر کی منزل پر پہنچ کے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اُس وقت بھی میرا خوف سے بُرا حال تھا۔ معلوم ہوتا تھا گرا پڑتا ہوں۔

(۲)

کمرہ تاریک تھا۔ باہر تیز ہوا چل رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے جھونکے ٹکرا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عناصر بھی خوف و دہشت کی حالت میں مضطرب ہو رہے ہیں!

"اگر سپینوزا کی پیشین گوئی ٹھیک ہے" میں نے تھرتھراتی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ کہا، "اگر اس سنگ دل فیلسوف کی روح نے سچ کہا ہے تو بس آج ہی رات میرا خاتمہ ہے! یہ واویلا کرنے والی ہوائیں میرا نوحہ کریں گی، یہ کالی بدلیاں ماتم کی صفیں بچھائیں گی! افسوس میری زندگی......"

میں نے دیا سلائی جلائی۔

"ہیں!" میں گلا پھاڑ کر بے خودی سے چلایا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ سر سے پاؤں تک تمام بدن کانپ رہا تھا۔ شاید ظلم گردش میں پہنچکر میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لی تھیں!

میں نے کمرہ میں کیا دیکھا؟ دیکھو! اس وقت بھی میرے بدن کے روئیں کھڑے ہو گئے ہیں۔ دل دھڑک رہا ہے۔

عین کمرے کے وسط میں مُردے کا تابوت رکھا تھا! اُس پر ارغوانی غلاف چڑھا تھا۔ سنہری صلیب لگی تھی۔ میں نے صرف ایک ہی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مجھے اُس کا ہر حصہ نظر آگیا۔ آجتک اُس کا پورا نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے!

یہ ایک لڑکی کا تابوت تھا۔ کیونکہ بہت چھوٹا تھا۔ اور رنگ اور آرایش ویسی ہی تھی، جیسی لڑکیوں کے تابوتوں پر کی جاتی ہے۔

(۳)

میں تیر کی طرح زینے پر پہونچا اور سیلاب کی تیزی سے اُترنے لگا۔ بلکہ کہنا چاہیے گرنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوفناک رعب اپنی پوری قوت سے مجھے دھکیل رہا تھا!

سڑک پر میں نے جلدی سے روشنی کا ایک کھمبا دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا۔ کھمبا، مینہ سے بھیگا ہوا تھا۔ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ جسم نے سردی محسوس کی تو میرے ہوش و حواس واپس آنے لگے۔

"اگر کمرے میں آگ لگی ہوتی" میں خیال کرنے لگا "بلکہ اُس میں چور کھڑا ہوتا، شیر ٹہلتا ہوتا، دیوانہ کتا بیٹھا ہوتا، اگر اُس کی چھت بھی اچانک گر پڑتی، تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔ میں اسے ایک معمولی بات سمجھتا۔ مگر لاش! ایک کمل تابوت! اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے مکان میں تابوت کیونکر آیا؟ کون لایا؟ ایک امیر لڑکی کا کامدار تابوت! سونے چاندی کے کام سے آراستہ! ایک معمولی نوکر کے حقیر کمرے میں اُسے کون لایا؟ کیوں لایا؟ معلوم نہیں، وہ خالی ہے یا اندر لاش رکھی ہے؟ ...."

اچانک مجھے خیال آیا "اگر یہ معجزہ نہیں تو کوئی ہولناک جرم ہے" لاکھ لاکھ سوچا۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔

"دروازے پر تو قفل چڑھا تھا" میں پھر سوچنے لگا "کنجی ایسی مخفی جگہ رکھی تھی کہ میرے خاص دوستوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ناممکن ہے کہ کسی دوست نے یہ موت کا تحفہ میرے لئے مہیا کیا ہو۔ شاید کوئی مزدور غلطی سے لے آیا۔ لیکن مزدور لاتا تو مزدوری لئے بغیر چلا کیوں جاتا؟ اور میرے یہاں مزدور تابوت کیوں لائے؟......"

پھر میرے پراگندہ دماغ میں ایک اور خیال آیا:

"ممکن ہے یہ کارروائی اُسی روح کی ہو، جسنے آج رات میری موت کی خبر دی ہے۔ شاید یہ تابوت میری لاش کے لئے لایا گیا ہو لیکن یہ ناممکن ہے۔ تابوت میرے قد سے بہت چھوٹا ہے"

(۴)

اب بارش پھر شروع ہو گئی۔ گویا میرے قتل کے لئے آسمان سے یورش ہو رہی ہے۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ میرا اُوورکوٹ اُڑا جاتا تھا۔ میں بھیگ کر شرابور ہو گیا۔

"مجھے کہیں پناہ لینی چاہیئے" میں نے دل سے کہا "لیکن کہاں؟ کمرے میں، جہاں تابوت رکھا ہے؟ ناممکن ہے۔ اگر میں وہاں گیا تو یقیناً دیوانہ ہو جاؤں گا"

مگر اس پانی اور سردی میں سڑک پر کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ میں نے فوراً اپنے ایک دوست روسٹوف نامی کے گھر کی راہ لی۔ وہ بھی ایک تنگ تاریک گلی میں ایک کمرہ کے اندر رہتا تھا۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے ایک طاق میں ہاتھ مارا تو کنجی مل گئی۔ قفل کھولکر اندر چلا گیا۔

میرا کوٹ بھیگ گیا تھا۔ میں نے اُسے اُتار کر کمرے کی زمین پر ڈال دیا۔ اندھیرے میں پاؤں نے ایک کرسی سے ٹھوکر کھائی۔ میں اُسی پر بیٹھ گیا۔ تاریکی سخت تھی۔ کچھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ ہوا تیز تھی۔ کھڑکیاں ہل رہی تھیں۔ باہر کلیسوں کے گھنٹے کرسمس کی خوشی میں بج رہے تھے۔

میں نے جیب سے ڈبیا نکالکر دیا سلائی جلائی۔

"اُف، یہاں بھی!" بے اختیار میرے منہ سے چیخ نکل گئی میں دیوانہ وار بھاگ کر کمرے کے باہر گرا۔

یہاں بھی تابوت رکھا تھا! لیکن میرے کمرے کے تابوت سے بڑا تھا۔ اور سیاہ غلاف سے ڈھکا تھا۔ سیاہ غلاف نے اُسے اور بھی زیادہ ہیبت ناک بنا دیا تھا!

"یہاں بھی وہی تابوت!" میں سوچنے لگا "معلوم ہوتا ہے یہ میرا وہم و خیال ہے۔ میری نگاہ دھوکا کھا رہی ہے۔ ناممکن ہے کہ میں جہاں جاؤں، میرے استقبال کے لئے ایک خوفناک تابوت پہلے سے مہیا ہو جائے۔ ضرور آج میرے اعصاب میں خلل آگیا ہے۔ جہاں جاتا ہوں تابوت ہی نظر آتا ہے... میں ضرور پاگل ہو گیا ہوں۔ جنون کا سبب صاف ظاہر ہے۔ اسی منحوس روحانی جلسے اور سپینوزا کی شیطان روح نے میرا دماغ خراب کر ڈالا!"

میں تھک کر زمین پر بیٹھ گیا۔ دونوں کنپٹیاں زور سے ہاتھوں میں دبا لیں۔

"الٰہی! کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ آہ میں پاگل ہو گیا!" یہ کہتے ہوئے بے اختیار میرے آنسو نکل آئے۔

قریب تھا میرا سر پھٹ جائے۔ میرے پیروں میں سکت باقی نہیں رہی تھی۔ مینہ کا وہ زور تھا کہ خدا کی پناہ۔ میرا تمام بدن سردی سے کانپنے لگا۔ نہ سر پر ٹوپی تھی نہ جسم پر کوٹ۔ میں اُنھیں لینے کمرے میں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں........ آہ، بہت ہی ہولناک منظر، ناقابل برداشت ہولناکی موجود تھی!

(۵)

میرے سر کے تیر کی طرح سیدھے بال کھڑے ہو گئے۔ ٹھنڈا پسینہ پیشانی سے بہنے لگا۔ حالانکہ اب مجھے کامل یقین ہو چکا تھا کہ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے، وہ محض ایک طرح کے اعصابی مرض کا نتیجہ اور وہم و خیال ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔

"اب کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟" بار بار یہی سوال دہراتا تھا۔

یکایک مجھے ایک دوسرا دوست، گوڈ سارون یاد آگیا۔ اس نے

عارضي چهل پهل پيدا هوگئي - ليکن جنگ کے خاتمه کے بعد يه سرگرمي بهي ختم هوگئي ' اور يه حصه پهر شهر خموشاں بن گيا -

خليج عقبه کے دهانه سے ايک پهاڑي اور ريگستاني سلسله شروع هوتا هے جو اندرون ملک ميں دور تک چلا جاتا هے - پيٹرا کے کهنڈر عقبه سے ۹۰ - ميل کي مسافت پر واقع هيں - پهاڑوں کے درميان اس شهر کا محل وقوع هے - بدو رهنما کے بغير ان آثار تک سياح کي پهونچ مشکل هے - پيٹرا سے شمال کو ۲۰ ميل کے فاصله پر وادي بحر ميت هے - سيدهے هاتهه يعني شرق کي طرف شمالي عرب کا عريض ريگستان هے - سامنے ارض ادوم يا ادوميا کے پهاڑونکا وه سلسله هے ' جو باب الرقيم يا پيٹرا کا پهاٹک کهلاتا هے - اس سلسله کو قطع کيے بغير پيٹرا تک پهونچنا محال هے - دوسري جانب پهاڑي مگر ڈهالو راسته هے - اس پر سے هو کر نيچے اترتے هيں - چند گهنٹے کے پهاڑي اور پيچ در پيچ راسته کے بعد وادي ادوم کا خاتمه هو جاتا هے - سفيد ريت کے ٹيلونکے ختم هونيکے بعد ايک تنگ دره ملتا هے - يه بلند پهاڑي ديوار کا دروازه هے - يهاں پر وادي کي وسعت ۱۲ - ميل سے کم هو کر صرف ' ۱۲ - فيٹ رهجاتي هے - دره کي ديواريں هزارها فيٹ اونچي هيں - عرب اس راسته کو " شق " کے نام سے پکارتے هيں - اس شق کي راه سے سياحوں کے گهوڑے اور بار برداري کے اونٹ افتاں و خيزاں راه طے کيا کرتے هيں - پتهروں پر چاروں طرف چهپکلياں لپٹي هوئي هيں - هر هر قدم پر تنگنائے زياده وحشتناک هوتي جاتي هے - راسته ميں ايک پهاڑي شگاف ملتا هے جس سے شفاف پاني کا چشمه موجزن هے - عرب کهتے هيں ' يهي وه جگه هے جهاں حضرت موسى عليه السلام نے عصا مار کر اپنے پياسے همراهيونکے لئے پاني کے چشمے جاري کر دیے تهے - يه وادي وادي موسى کے نام سے موسوم هے - وادي اسقدر تنگ هے که اونٹ پر سے دونوں طرف کي ديواريں بخوبي چهوي جاسکتي هيں - اکثر جگه ارد گرد کي پهاڑياں بلند هو کر چهت کا کام ديتي هيں - اس جگه آسمان بالکل دکهائي نهيں ديتا - سورج کي شعاع بهي يهانتک نهيں پهونچتي -

(يوناني مندر)

ايک گهنٹه کي مسافت کے بعد سياح ايک تيز گهاؤ سے گذرتا هے - اب نظر کے سامنے ايسا دلفريب اور حيرت خيز منظر آجاتا هے جو ايک عرصه تک کيليے از خود رفتگي کي کيفيت طاري کر ديتا هے - يوناني طرز کا ايک نفيس اور خوشرنگ مندر سامنے نظر آتا هے - اوسکا دلفريب حسن اور دلکشا طرز ' حد درجه متاثر کرنيوالا هے - عهد کهن کے صناعوں نے پهاڑوں سے کاٹ کر يه خوبصورت عمارت تعمير کي تهي -

ادومي پهاڑونسے يه عمارت تراشتے هوے ' دندانه دار آلات سے کام ليا گيا هوگا - اس مندر کي بالائي سطح مختلف رنگونسے مزين هے ' اور ريشمي کپڑے کي طرح جهلک رکهتي هے -

دنيا کا کوئي اور پهاٹک ' دنياء قديم کے اس خاموش شهر کے دروازے سے زياده اثر ڈالنے والا نهيں هے - هندوستان کا سرخ شهر ' فتح پور سيکري بهي اسکا مقابله نهيں کرسکتا - روماني و يوناني مخلوط فن تعمير کے طرز پر يه مندر کم از کم دو هزار سال قبل اس پهاڑي سے طيار کيا گيا تها - اسکا عهد تعمير روماني شهنشاه هدرين کي فوج کشي کے زمانه سے تعلق رکهتا هے - اهل عرب ميں اس مندر کا نام الخزينه مشهور هے - لمبے لمبے ستونوں کے اوپر ايک ديو پيکر صراحي نما ظرف هے - عرب کهتے هيں که يه ظرف فراعنه کے جواهرات اور طلائي سرمايه کا مخزن هے - شروع سے اسے توڑنے کي کوششيں کي گئيں مگر کاميابي نهيں هوي - کرنيل لارنس کے ساتهيوں نے بهي هزاروں گولياں چلائيں - بعض بعض دفعه پتهر کے چهوٹے چهوٹے ٹکڑے ٹوٹ کر گر پڑے - مگر کچهه زياده اثر نه هوا - نهيں معلوم کس ديوي يا ديوتا کي يهاں پوجا هوتي تهي ؟ کرنيل لارنس کي راے ميں مصري ديوي " ايسيس " کي پرستش هوتي هوگي - کيونکه هيڈرين کي فوج کشي کے وقت تمام سواحل بحر روم اسي ديوي کے سامنے سر بسجود تهے -

يهانسے چند گز کے فاصله پر اصل شهر بيضاوي نشيب ميں واقع هے - سطح سمندر سے ۹۰ هزار فيٹ اونچے محدب حصه سے شروع هوتا هے - وادي کي بلندي صرف ايک هزار فيٹ رهجاتي هے - اس نشيب ميں اسوقت تک شهر کي سڑکوں اور عمارتوں کے آثار باقي هيں - يه تمام عمارتيں پهاڑ کاٹ کر بنائي گئي تهيں !

پيٹرا کے رنگ برنگ آثار هر اس سياح کو جو مشرقي ديوار عبور کرنيکي جرات کرتا هے ' اپني جانب مائل کرليتي هيں - سورج کي کرنيں ارد گرد کي پهاڑيوں کو قوس قزح بنا ديتي هيں - انکي چمک بلوچستان کي ارغواني پهاڑيوں سے بهي کهيں زياده دلکش هے - پهاڑيونکي سطح سے زعفراني ' نارنجي ' ارغواني ' بنفشي رنگ کي لهريں نکلتي رهتي هيں - غروب آفتاب کے وقت رات کي تاريکي چها جانے سے پہلے ' ايسا معلوم هوتا هے ' گويا طرح طرح کے رنگوں کے کي موجيں امنڈ رهي هيں !

محمد يحيى - ايم - اے - ايل - ايل - بي
وکيل بدايوں

WANTED.

Urdu Trained Mistresses for the Karachi Municipal Urdu Girls Schools on the following salary :

	Pay	Allowance	Total
1st Year (Junior)	Rs. 50/-	Rs. 10/-	Rs. 60/-
2nd Year	,, 55/-	,, 10/-	,, 65/-
3rd Year (Senior)	,, 65/-	,, 10/-	,, 75/-

The above posts are pensionable and governed by the Municipal Pension & Provident Fund Rules. The appointments will be on 2 years' contract in the first instance. Apply with full details; also age, nationality with copies of testimonials, if any. Applications should reach the Undersigned on or before 1-11-1927. Those already in service, should apply through their authorities under whom they are employed.

Sd. V. G. PRADHAN,
Administrative Officer.
SCHOOL BOARD,
KARACHI MUNICIPALITY, (I H.)

لئے ہز مجسٹی برطانیہ نے سر گلبرٹ ولنگھم کلیٹن کو اپنا مختار قرار دے کر روانہ کیا، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا نے ہز رائل ہائنس امیر فیصل اپنے فرزند اور نائب کو اپنا مختار قرار دیا۔

"مذکورۂ بالا تمہید کی بنا پر، دونوں نمائندوں کی مختارنامہ کی صحت سے مطمئن ہو کر، ہز رائل ہائنس امیر فیصل بن عبدالعزیز اور سر گلبرٹ ولنگھم کلیٹن نے حسب ذیل شرطوں پر اتفاق کیا ہے:

شرط اول۔ ہز مجسٹی برطانیہ، ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کی کامل اور بے قید خود مختاری کا اقرار کرتے ہیں۔

شرط دوم۔ ہز مجسٹی برطانیہ اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے مابین امن و امان اور دوستی برقرار رہے گی۔ طرفین عہد کرتے ہیں کہ باہم خوشگوار تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے، اور اپنے جملہ وسائل سے سعی کرینگے کہ اپنے ملک کو ایسے غیر قانونی اعمال کے لئے مستعمل ہونے نہ دیں جو دوسرے فریق کے ملک میں امن و امان اور سکون کے مخالف ہوں۔

شرط سوم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ برطانیہ کی جملہ مسلمان رعایا یا اُس کے زیر حمایت مسلمان باشندوں کے لئے فرض حج کی ادائگی میں سہولت پیدا کریں گے، جیسا کہ باقی تمام حجاج کے لئے کرتے ہیں۔ نیز ہز مجسٹی وعدہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی جان و مال کو اُن کے قیام حجاز کے دوران میں ہر طرح امنیت حاصل ہوگی۔

شرط چہارم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ مذکورۂ بالا حاجیوں میں سے جو لوگ اُن کی سرحدوں میں فوت ہو جائینگے اور جن کے شرعی وارث ہز مجسٹی کے ملک میں موجود نہ ہونگے، اُن کا ترکہ جدہ میں برطانوی نمائندے یا اُس کے نائب کے حوالہ کر دیا جائے گا، تاکہ متوفی کے مستحق وارثوں تک پہنچا دیا جائے لیکن یہ حوالگی اس شرط کے ساتھ عمل میں آئے گی کہ پہلے ہز مجسٹی سلطان کی خاص عدالتوں کے سامنے یہ معاملہ پیش ہو جائے اور حجازی قوانین کے مطابق لازمی محصول وصول کر لیا جائے۔

شرط پنجم۔ ہز مجسٹی شہنشاہ برطانیہ، ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کی جملہ رعایا کے لئے حجازی اور نجدی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ ہز مجسٹی برطانیہ کے مقبوضات اور زیر حمایت ملکوں میں پائے جائیں اسی طرح ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا بھی برطانیہ کی رعایا یا اُس کے زیر حمایت باشندوں کے لئے برطانی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے ممالک میں پائے جائیں گے۔ اس امر میں اُن بین الاقوامی قوانین کا لحاظ کیا جائے گا جو خود مختار حکومتوں کے مابین نافذ ہیں۔

شرط ششم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ کویت، بحرین، اور ساحل عمان کے مشائخ کے حسن جوار کو ملحوظ رکھیں گے جن سے برطانیہ کے خاص معاہدات ہو چکے ہیں۔

شرط ہفتم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ اپنے تمام وسائل سے غلامی کے سد باب میں برطانیہ کی مدد کرینگے۔

شرط ہشتم۔ معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہو کہ جلد سے جلد یہ معاہدہ نافذ کریں اور منظوری کے کاغذات ایک دوسرے کے حوالہ کر دیں۔ معاہدہ اُس دن سے نافذ ہوگا، جب منظوری کے کاغذات کا باہم مبادلہ عمل میں آ جائے گا۔ معاہدہ اس تاریخ سے ۷ برس تک نافذ رہے گا۔ لیکن اگر طرفین میں سے کوئی فریق بھی ۷ سال گزرنے کے بعد ۶ مہینے پہلے سے اعلان نہ کرے گا کہ وہ معاہدہ باطل کر دینا چاہتا ہے، تو اس صورت میں معاہدہ برابر نافذ رہے گا۔ معاہدہ اُسی وقت باطل ہوگا، جبکہ ۶ مہینے پہلے اُس کے ابطال کا کوئی فریق باضابطہ اعلان کر دے۔

شرط نہم۔ ہز مجسٹی شاہ برطانیہ اور ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کے درمیان جو معاہدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ہوا تھا، جبکہ ہز مجسٹی صرف نجد کے حاکم تھے، اب وہ اس نئے معاہدے کے بعد کالعدم ہو گیا۔

شرط دہم۔ یہ معاہدہ دو زبانوں: عربی اور انگریزی میں قلمبند کیا گیا ہے۔ دونوں دستاویزوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ لیکن اگر کسی عبارت کی تفسیر میں اختلاف پیدا ہو تو انگریزی دستاویز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شرط یازدہم۔ یہ معاہدہ، معاہدۂ جدہ کے نام سے موسوم ہوگا۔

یہ معاہدہ جدہ میں بروز جمعہ تاریخ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء میں طے پایا۔"

معاہدہ جدہ پر بحث غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آپکے قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ معاہدہ بالکل ویسا ہے جیسے معاہدے دنیا کی تمام ہم رتبہ خود مختار سلطنتوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ سلطنت نجد و حجاز کامل طور پر خود مختار تسلیم کر لی گئی، بلکہ شرط پنجم کی رو سے اُسے تمام بین الاقوامی حقوق بھی حاصل ہو گئے۔ نجد و حجاز کی جدید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُن کے باشندوں کی مستقل جنسیت تسلیم کر لی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دونوں ملکوں کے تعلقات برطانیہ سے بین الاقوامی قوانین کی بنیاد پر قائم ہو گئے، جیسا کہ اسی شرط کے آخر میں بالتصریح مذکور ہے۔ اب برطانیہ کے وہ امتیازات بھی باقی نہیں رہے جو مرحوم سلطنت عثمانیہ نے اپنے ملکوں میں اُسے بخش رکھے تھے، اور جو اب تک حجاز میں اور کسی حد تک نجد میں بھی برقرار تھے۔

اس معاہدے میں جابجا "سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا" کے لفظ آئے ہیں۔ ملحقاتہا سے مقصود وہ تمام علاقے ہیں جن پر سلطان ابن سعود کا قبضہ یا حمایت ہے۔ مثلاً ملک عسیر جو حال ہی میں اپنی رضا و رغبت سے حضرت شیخ سنوسی کے مشورہ پر، اُن کی حمایت میں آ گیا ہے۔

مسئلہ اسلحہ

معاہدے کے ساتھ چند ضمیمے بھی ہیں۔ یہ بھی شایع ہو گئے ہیں۔ ایک ضمیمہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا ہے کہ بحر احمر کو اُس بین الاقوامی قانون سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرے گا، جو ہتھیاروں کی فروخت کے متعلق ہے۔ آپکے قارئین واقف ہونگے کہ یورپ کی دول عظمیٰ نے مشرقی قوموں کو کمزور رکھنے کے لئے ایک قانون بنا رکھا ہے، جس کی رو سے بہت سے مشرقی ممالک جن میں ایران اور ممالک عرب بھی داخل ہیں، سمندر کی راہ سے اسلحہ خریدنے کے حق سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ یقیناً سلطان ابن سعود کا تمام مشرقی دنیا خصوصاً عربی ممالک پر بہت بڑا احسان ہوگا اگر ان کی کوشش سے بحر احمر اس جابرانہ قانون سے مستثنیٰ ہو جائے اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ عربی ممالک کی جنگی قوت بہت بہتر ہو جائے گی۔ ایک قریبی فائدہ یہ بھی ہوگا کہ یمن، اٹلی کی حرص و طمع سے محفوظ ہو جائے گا جو اُسپر بہت جلد ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔

عقبہ و معان

ایک دوسرے ضمیمہ میں عقبہ و معان کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں علاقے شریف علی نے اپنی مختصر حکومت کے زمانے میں برطانیہ کے حوالے کر دیئے تھے۔ سلطان ابن سعود کو اس کارروائی پر اعتراض تھا۔ اُن کا اعتراض یہ تھا کہ یہ فعل ایک مفرور حاکم کا ہے، جس کی حکومت کی بنیادیں ایک دن کے لئے بھی استوار نہیں ہوئیں، اور جسے عملاً ایک شہر (جدہ) سے زیادہ حصے پر اقتدار حاصل نہیں تھا۔ عرصہ تک برطانیہ کو اس اعتراض کی حقیقت سے انکار رہا، مگر اب اُس نے اصل اعتراض تسلیم کر لیا ہے۔ اور بحث کسی دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کر دی ہے۔ بلاشبہ اس وقت عقبہ و معان کا مسئلہ حل نہیں ہوا، لیکن اُس کے حل کے لئے راستہ کھل گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ سلطان ابن سعود بہت جلد یہ دونوں علاقے برطانیہ سے واپس لے لیں گے، کیونکہ یہ حجاز کی حفاظت کے لئے از حد ضروری ہیں۔ اور حدود حجاز میں داخل ہیں۔

معاہدہ کی کامیابی کے اسباب

قلم روکنے سے پہلے چند الفاظ اُن اسباب کے بیان میں بھی ضروری ہیں جو اس معاہدہ کا موجب ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت تمام دنیا پر روشن ہے کہ برطانیہ مدت سے کوشاں ہے کہ کسی طرح پورے عرب خصوصاً حجاز پر قابو حاصل کر لے۔ شریف حسین کے ساتھ اُس کے معاہدے اور اٹلی کے ساتھ سمجھوتہ اس حقیقت کا تازہ ثبوت ہے۔ تاہم وہ ایک مرتبہ پھر مجبور ہو گیا کہ ایسا ایک معاہدہ منظور کر لے جو اُس کی پرانی آرزوں کے صریح خلاف ہے۔

اس کے تین اہم سبب ہیں:

(۱) سلطان ابن سعود نے پچھلے چند سالوں کے اندر غیر معمولی قوت حاصل کر لی ہے۔ فتح حجاز کے بعد عسیر کی حمایت نے انھیں عرب کا ایسا طاقتور حکمراں بنا دیا ہے کہ برطانیہ آسانی سے مغلوب نہیں کر سکتا عرب کی سرزمین پر اچانک اتنی بڑی قوت کے ظہور نے برطانیہ کو مجبور کر دیا کہ یا تو عرب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے، یا مدت تک کے لئے عرب میں اپنے تجارتی و سیاسی مفاد سے ہاتھ دھو لے۔ سلطان ابن سعود کو ناخوش کرنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک طرف وہ عراق کی طرف بڑھیں، دوسری طرف شرق اردن پر نظر ڈالیں اور تیسری طرف خلیج فارس کے نیم برطانی علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں۔ عرب کے حالات سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ عراق، شرق اردن، اور خلیج فارس کے اکثر عرب علاقوں میں تمام بدوی آبادیاں سلطان ابن سعود کے زیر اثر ہیں [illegible] قریب، نجدی دعوت قبول کر چکی ہیں۔ سلطان کا ایک اشارہ اُن ممالک میں قیامت برپا کر دے سکتا ہے۔ برطانیہ کی قوت کتنی ہی عظیم ہو، مگر وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ بیٹھے بٹھلائے یہ تمام بلائیں اپنے سر پر نازل کر لے لہذا اُس کی مصلحت یہی تھی کہ سلطان ابن سعود سے تعلقات خوشگوار رکھے اور ان کی کامل خود مختاری کے خلاف کوئی جذبہ ظاہر نہ ہونے دے۔

(۲) شام کی حکمرداری نے عربی ممالک میں فرانس کو برطانیہ کا رقیب بنا دیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یورپ میں برطانی سیاست نے فرانس کو سخت شکست دی ہے۔ اور اُسے اُس کے تمام دوستوں سے محروم کر کے لاچار کر دیا ہے۔ فرانس اس سبب سے برطانیہ پر دانت پیس رہا ہے اور مشرق میں اُس سے انتقام لینے پر تل گیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرف چین میں برطانیہ کی مخالفت کر رہا ہے، دوسری طرف عرب میں سلطان ابن سعود سے راہ و رسم پیدا کر رہا ہے۔ برطانیہ نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر اُس نے اس موقعہ پر ذرا سی بھی غفلت کی تو بہت ممکن ہے، فرانس یہ بازی لے جائے۔

(۳) بالشویک روس نے پچھلے دنوں عرب سے بہت دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اِن کا خیال تھا کہ بالشویک دعوت کا ایک مرکز حجاز میں بھی قائم کر دیں، تاکہ یہاں سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اُس کی اشاعت ہو سکے۔ برطانیہ اسوقت روس سے از حد خائف ہے۔ اُس کا یہ ارادہ معلوم کر کے بالکل بدحواس ہو گیا، اور بے تحاشا کوشش شروع کر دی کہ دوستانہ معاہدہ منعقد ہو جائے۔ معاہدہ کی دوسری شرط کا تعلق غالباً اسی چیز سے ہے۔

غالباً اس تفصیل کے بعد معاہدۂ جدہ پوری روشنی میں آ جائے گا اور اس کے فہم میں کسی کو غلط فہمی نہ ہوگی۔ آئندہ مکتوب میں اُن اصلاحات پر بحث کروں گا جن کا اسوقت حجاز میں اجراء در پیش ہے۔

حال ہی میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی تھی، اور میرے قریب رہتا تھا وہ بھی میرے ساتھ روحانی جلسے میں شریک تھا۔

میں بے تحاشا اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس کا کمرہ مکان کی سب سے اونچی منزل پر واقع تھا۔

لیکن میں ابھی زینے ہی پر تھا، کہ اوپر سے خوفناک شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا، جیسے کوئی آدمی بدحواسی سے ادھر اُدھر دوڑ رہا ہے۔ اور زور زور پاؤں زمین پر مار رہا ہے۔

فوراً ہی ایک دہشت ناک آواز میرے کانوں میں آئی:

"مدد! مدد! دَوڑو! دَوڑو!"

اور اس کے ساتھ ہی ایک شخص اوپر سے بے تحاشا گرتا ہوا مجھ سے ٹکرایا۔

"سارون! سارون! دوست! تم ہو؟ کیا ہوا؟" میں بے اختیار چلّا اُٹھا۔ کیونکہ یہ شخص میرا دوست سارون ہی تھا۔

زینے پر دھندلی روشنی تھی۔ سارون نے آتے ہی دیوانہ وار میرے مونڈھے پکڑ لئے۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہا تھا۔ چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں عجیب قسم کی وحشت ظاہر کر رہی تھیں!

"سارون!" میں پھر چلّایا۔

"ریکیموف!" اُس کی لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی "ریکیموف! تم ہو تم؟ کیا واقعی تم ہی ہو؟"

اُسنے مجھے بغور دیکھا اور لمبی سانس لی۔

"یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ مُردے کی طرح پیلے پڑ گئے ہو۔ اُف، تمھاری صورت کیسی ڈراؤنی ہو رہی ہے؟ خدارا بتلاؤ کیا ہوا؟"

اُسنے مجھے بغور دیکھ کر کہا۔

"اور یہ تمھاری حالت کیا ہو رہی ہے؟ بالکل مُردہ معلوم ہوتے ہو!" میرا جواب تھا۔

"ٹھہرو" اُسنے جلدی سے کہا "ذرا دم لینے دو۔ آہ میں اس وقت تم سے ملکر کتنا خوش ہوا ہوں؟ جان جاتے جاتے بچی۔ محاضرات ارواح کے جلسوں پر خدا کی لعنت! علم الارواح پر ہزار لعنت! اُس جلسے نے نہیں معلوم میرے لئے کیسی کیسی ہولناک چیزیں پیدا کر دی ہیں؟ کیا تم یقین کروگے کہ جونہی میں اپنے کمرے میں داخل ہوا... اُف کیسا ڈراؤنا منظر! میں نے دیکھا، کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا ہے!"

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ یہ تو بعینہٖ خود میری سرگزشت تھی۔ میں نے چیخ کر پوچھا:

"تابوت! کیا کہتے ہو؟ تابوت!"

اُسنے صاف لفظوں میں کہا "تابوت! ایک حقیقی تابوت! میں بُزدل نہیں ہوں۔ لیکن اس منظر سے تو شیطان بھی بے ہوش ہو جاتا"

میں پھر خوف سے کانپنے لگا۔ میں نے بمشکل اپنے دونوں مشاہدے اُس سے بیان کر دئے۔ میں نے کہا "خدایا! عجیب طرح کی ہولناکی! میں نے اپنے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اپنے دوست کے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اور اب تم کہتے ہو کہ تم نے بھی اپنے کمرے میں تابوت دیکھا ہے......"

(۶)

ہم دونوں مکان کی چوکھٹ پر کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں مبہوت تھے۔ ہمیں خیال ہوا، شاید ہم سو رہے ہیں۔ یہ شبہہ یک وقت دونوں کے دماغ میں گزرا، اس لئے ایک دوسرے کو گھورنے لگے تاکہ معلوم کر لیں، ہم واقعی جاگ رہے ہیں یا عالم خواب میں ہیں!

"نہیں، ہم خواب میں نہیں ہیں" سارون نے کہا "ہم گھٹنے کی چوٹ محسوس کرتے ہیں۔ ضرور جاگ رہے ہیں۔ ہم نے جو تابوت دیکھے ہیں یقیناً وہ تابوت ہی ہیں۔ ہمارا وہم و خیال نہیں ہے۔ اب بتلاؤ، کیا کریں؟"

ہم اب مکان کی سیڑھی پر آ کے کھڑے ہوگئے، اور دیر تک سوچتے رہے، کیا کرنا چاہئے؟ آخر طے ہوا کہ ہمت کرکے اوپر چلیں، اور نوکر کو جگا کر کمرے میں جائیں۔

(۷)

نوکر ہاتھ میں شمع لئے اندر گیا۔ ہم پیچھے پیچھے چلے۔ واقعی کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا تھا۔ اُس پر سفید ریشمیں چادر پڑی تھی کناروں پر سونے کے تاروں کا کام تھا۔ جا بجا چاندی کے پھول کڑھے تھے!

تابوت دیکھ کر نوکر نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔

"اب ہم حقیقت معلوم کر لے سکتے ہیں" میرے دوست نے رُک رُک کر کہا، کیونکہ وہ پُورے جسم سے کانپ رہا تھا "دیکھنا چاہیے کہ معاملہ کیا ہے؟ تابوت خالی ہے، یا اُس میں کوئی لاش بھی ہے؟"

بڑے پیش و پس کے بعد سارون نے ہمت کی۔ چند قدم آگے بڑھا، اور تابوت کا ڈھکنا اُلٹ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ہم نے جھک کر دیکھا۔ تابوت بالکل خالی تھا۔ نعش کی جگہ ایک لفافہ پڑا تھا!

(۸)

میرے دوست نے لفافہ اُٹھا لیا، اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا۔ اُس کے اندر حسب ذیل سطریں مرقوم تھیں:

"میرے پیارے دوست سارون!

"تمھیں معلوم ہے ہماری مالی حالت کس درجہ بگڑ چکی ہے۔ مختصر لفظوں میں واقعہ یہ ہے کہ میرا بھائی دیوالیہ ہوگیا ہے۔ کل اُس کا تمام سامان نیلام ہو جائے گا۔ تم جانتے ہو، اُس کی دکان میں تابوتوں کے سوا کچھ نہیں ہے (کیونکہ شہر بھر کے لئے وہی تابوت مہیا کرتا ہے) اب ہمارے لئے فقر و فاقہ کے سوا کچھ باقی نہیں! ہمارے خاندان نے مشورے کے بعد طے کیا ہے کہ جتنے تابوت بھی راتوں رات نکالے جا سکتے ہیں نکال دئے جائیں تاکہ وہ نیلام سے بچ جائیں۔ چنانچہ اپنے تمام دوستوں کے یہاں ایک ایک تابوت بھیج دیا ہے۔ ایک تابوت تمھارے یہاں بھی رکھوا دیتے ہیں۔ تم مطمئن رہو، ایک ہفتے سے زیادہ تمھیں اسکی حفاظت نہیں کرنی پڑے گی، اور ہم اسکے لئے تمھارے اور تمام دوستوں کے نہایت شکرگزار ہوں گے"

تمھارا مخلص "ایوان گودین"

(۹)

اس واقعہ کے بعد تین مہینے تک میں اپنے اعصاب کا علاج کرتا رہا۔ اب تک یہ حالت ہے کہ جب کبھی شام کو گھر لوٹتا ہوں، تو دروازے پر خوف سے ٹھٹک جاتا ہوں۔ کمرے میں تابوت کا منظر یاد آ جایا کرتا ہے۔

برید شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم جدہ کے قلم سے)

معاہدہ جدّہ

قارئین الہلال واقف ہوں گے کہ نجد اور برطانیہ کے مابین سنہ۱۹۱۵ء میں ایک معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اس معاہدے میں بعض دفعات ایسی تھیں جن سے نجد کی خود مختاری پر پابندیاں عائد ہوتی تھیں۔ مثلاً اسمیں ایک شرط یہ تھی کہ حکومت نجد، برطانیہ کے سوا کسی دوسری سلطنت سے سیاسی گفت و شنید نہیں کرے گی اور نہ تجارتی و اقتصادی تعلقات قائم کرے گی۔ یا یہ کہ سلطان نجد، حجاز کی طرف پیشقدمی نہیں کرینگے۔ اس کے معاوضہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ خارجی حملوں سے انکے مقبوضات کی حفاظت کرے گا۔

اگرچہ سلطان ابن سعود نے کبھی برطانیہ کو اپنے ملک میں مداخلت کا موقع نہیں دیا، تاہم بیرونی دنیا میں حالات سے بے خبر لوگوں کو معاہدے کی شرطیں دیکھ کر شبہ ہوتا تھا کہ نجد، برطانیہ کی حمایت اور سرپرستی میں ہے۔

دراصل سنہ۱۵ء کا معاہدہ، جنگ عظیم کے خاص حالات کا نتیجہ تھا۔ سلطان کو برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں، خصوصاً شریف حسین کی طرف سے سخت خطرے درپیش تھے۔ جرمنی اور ٹرکی سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اس لئے مجبور ہو کر اُنھوں نے یہ معاہدہ منظور کر لیا تھا لیکن جنگ کے چند ہی سال بعد وہ اس سے بے پروا ہو گئے، اور فرانس سے تجارتی تعلقات قائم کر لئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ حجاز پر بھی یورش کر دی، اور برطانیہ کے پروردہ اقتدار شریف حسین اور اس کے خاندان کو خارج کر دیا!

اب گویا عملاً کوئی معاہدہ بھی نجد اور برطانیہ کے درمیان موجود نہ تھا۔ حالات میں انقلاب عظیم واقع ہو چکا تھا، اور اس لئے جدید معاہدے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کے لئے گذشتہ ۱۰ مئی سنہ۲۷ء کو گفت و شنید شروع ہوگئی اور اب ۲۲ ستمبر سنہ رواں کو تکمیل کے بعد اعلان ہوگیا ہے۔

اصلی معاہدے کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

"ہز مجسٹی شاہ برطانیہ، آیرلینڈ، برطانی مقبوضات ماوراء البحر اور شہنشاہ ہندوستان نے ایک جانب سے، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا نے دوسری جانب سے، اپنے باہمی دوستانہ تعلقات کے استحکام اور اپنے مصالح کی حفاظت کے خیال سے عزم کیا ہے کہ باہم دوستی اور حسن تفاہم کا ایک معاہدہ منعقد کریں۔ چنانچہ اس غرض کے

سینہ میں چھپائے، اور وقت مناسب کی منتظر ہے۔ علی حیدر بے کو خود نوشتہ سوانح عمری کا جو مسودہ اپنی والدہ سے ملا تھا، وہ ناتمام تھا، اور کچھ پتہ نہیں چلا تھا کہ اصل میں ناتمام تھا، یا اس کے بقیہ اوراق ضائع ہو گئے تھے۔ اعلان دستور کے بعد یکایک یہ خبر ترکی اخبارات میں چھپی کہ "وصفی آفندی مدیر اوراق (ریکارڈ کیپر) طائف نے ۳۰ برس کے بعد، طائف کے ایک باغ بیرون شہر سے وہ آہنی صندوق نکالا ہے، جس میں مدحت پاشا کی خود نوشتہ کتاب محفوظ تھی۔ وصفی آفندی نے مدحت پاشا کے قتل کے بعد ۱۵۔ ذی قعدہ ۱۳۰۱ھ کو زمین میں دفن کر دیا تھا"

وصفی آفندی نے یہ صندوق علی حیدر بے کے حوالہ کر دیا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مدحت پاشا نے اپنی کتاب مکمل کر لی تھی، اور احتیاطاً اس کی دو نقلیں بھی، اپنے رفیق حبس شیخ خیر اللہ آفندی (سابق شیخ الاسلام) سے کرائی تھیں تاکہ اگر اصل نسخہ محفوظ نہ رہ سکے تو اس کی نقل موجود رہے۔ اصل نسخہ کا ابتدائی حصہ بدفعات سمرنا بھیجا گیا، بقیہ اجزاء ابھی نہیں بھیجے گئے تھے کہ ۱۱ رجب ۱۳۰۱ ہجری کی وہ ہولناک رات آ گئی جو مرحوم اور اُس کے ساتھی محمود پاشا داماد کے قتل کی رات تھی۔ اس طرح مرحوم کو بقیہ اوراق بھیجنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ اوراق قتل کے بعد قید خانہ کے حکام کو مل گئے تھے اور قسطنطنیہ بھیج دیئے گئے تھے۔ لیکن اُن کی دو نقلیں خیر اللہ آفندی کے پاس رہ گئی تھیں۔ خیر اللہ آفندی نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ دونوں نسخے کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔ اُسنے ایک نسخہ اپنے معتمد دوست کمال آفندی شیخ تکیہ آستانہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک شخص مصطفےٰ آفندی نامی کے سپرد کیا، اور دوسرا طائف کے ڈاکٹر فخری بے کو دے دیا۔ پہلا نسخہ کمال آفندی تک پہنچ سکا اور مصطفےٰ آفندی کا انتقال ہو گیا۔ لیکن دوسرا نسخہ ڈاکٹر فخری نے وصفی آفندی مدیر اوراق طائف کے سپرد کر دیا۔ وصفی آفندی مدحت پاشا کی جماعت سے ہمدردی رکھتا تھا اور دل سے اصلاح پسند تھا۔ اُسنے اس امانت کی قدر کی، اور ایک آہنی صندوق میں بند کر کے شہر کے باہر دفن کر دیا۔

مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری

علی حیدر بے انقلاب کے بعد قسطنطنیہ آ گیا تھا۔ اُسنے اس نسخہ کا پچھلے مسودہ سے مقابلہ کیا، اور ترکی میں ایک نئی کتاب مرتب کر کے ۱۹۱۳ء میں شائع کر دی۔ یہ مدحت پاشا کی سرگزشت حیات کا مکمل مجموعہ ہے۔ اس میں اس کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، قید خانۂ طائف کے تمام خطوط ہیں، اصلاح نظام حکومت کی تمام یادداشتیں ہیں، اور آخر میں چند ضمیمے ہیں جن سے کتاب کے بعض تفصیل طلب مقامات کی مزید تشریح ہو جاتی ہے۔

علی حیدر بک اس مجموعہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

"ایک ایسے موقعہ پر جبکہ میری قوم قیام دستور کی یادگار منا رہی ہے (جولائی ۱۹۰۸ء) میں اپنے والد مرحوم کی خود نوشتہ سوانح حیات کا ہدیہ اُس کے سامنے پیش کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ یہ عبرت و موعظت کا ذریعہ ہوگا!

"جب ہمارا وطن عزیز اپنی صدہا سالہ عظمت و شوکت کی بلندیوں سے تنزل کے قعر ذلت میں گر رہا تھا، اور عدل و نظام کے فقدان نے امید و مراد کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے، تو اس وقت ان اوراق کا مصنف ملک و ملت کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کے کامل ۴۵ سال اس راہ میں بسر کر دیئے۔ یہاں تک کہ اسی کی راہ میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر ڈالی!

"میرے والد نے یہ اوراق قلعۂ طائف کے قید خانہ میں اُس وقت لکھے تھے، جبکہ وہ خونی مجرموں کی طرح ایک تنگ کوٹھری میں مقید تھا، اور شقی و جافی پاسبانوں کی نگاہیں ہر وقت اُس پر لگی رہتی تھیں۔ مسودہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا اکثر حصہ ایک ایک دو دو سطر کر کے، مختلف اوقات میں لکھا گیا ہے، اور بہت سے مقامات میں ناتمام جملوں اور لفظوں پر قلم کی کشش رک گئی ہے۔ وہ قلم اور کاغذ فرش کے نیچے چھپا کر رکھ دیا کرتے تھے، اور جب کبھی پاسبانوں کی نگاہوں سے مہلت ملتی تھی، لکھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ پوری دو سطریں بھی نہیں لکھنے پاتے تھے کہ کسی آدمی کی آہٹ سنائی دیتی، یا باہر سے باتوں کی آواز آنے لگتی، اور وہ قلم کاغذ چھپا دینے پر مجبور ہو جاتے تھے!

"عین اُس حالت میں بھی جبکہ موت سامنے تھی، زندگی و راحت کے تمام وسائل مفقود ہو چکے تھے، ضعف پیری اور امراض کے آلام سے قویٰ معطل ہو رہے تھے، اور ایک جابر و مستبد پادشاہ اور اُس کے رذیل اور جرائم پیشہ حکام ہر آن اُس کے انفاس حیات کم کرنے کے درپے ہو رہے تھے، وہ اپنی قوم اور ملت کی خدمت سے بے فکر نہیں ہوا، اور محض اس امید موہوم سے کہ شاید اُس کے لکھے ہوئے اوراق کسی وقت قوم کی نظروں تک پہنچ جائیں، اُسنے اپنی زندگی کے تمام تجارب و افکار قلمبند کر دیئے۔ عین اُس وقت جبکہ عبد الحمید اُس کی موت کے وسائل پر غور کر رہا تھا، وہ قید خانہ کی کوٹھری کے اندر اُن وسائل کے قلمبند کرنے میں مشغول تھا جن کے ذریعہ عبد الحمید کا عرش مملکت موت کے خطرات سے نجات پا سکتا تھا!

"میرے والد نے یہ کتاب قید خانہ میں لکھی، اور اس کا ایک حصہ سمرنا میں اپنے اہل و عیال کے پاس بھجوا دیا۔ یہ ابتدائی حصہ اور بعض خطوط مجھے اپنی والدہ مرحومہ سے ملے تھے، اور میں نے اُنھیں ایک مقدس تذکار سمجھ کر محفوظ رکھا تھا۔ چند سال پیشتر میں نے یورپ میں جو کتاب مرحوم کے وقائع حیات پر شائع کی تھی، وہ انہی اوراق سے مرتب کی گئی تھی۔

"یہ اُس شخص کا اثر ہے جسے ۱۱۔ رجب ۱۳۰۱ ہجری کو رات کے ۹ بجے (یعنے انگریزی گھڑی کے حساب سے بارہ بجے) عبد الحمید کے حکم سے قید خانۂ طائف میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ اس لئے ہلاک کر ڈالا گیا، کہ وہ ظلم و استبداد کا مخالف تھا، اور عدل و دستور کا داعی تھا۔ آج جبکہ تمام مملکت عثمانیہ قیام دستور کے یادگار کی خوشیاں منا رہی ہے، بیجا نہیں اگر میں یہ اُمید کروں کہ دستور عثمانی کے اس شہید کی یاد ہر فرد قوم کے دل میں تازہ ہو جائے!"

سوانح حیات

مدحت پاشا کی اسی خود نوشتہ سوانح عمری سے ہم مختصراً اس کے حالات نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن خطوط کا ترجمہ درج کریں گے جو قلعۂ طائف سے بھیجے گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم

مدحت پاشا ابن قاضی حاجی حافظ محمد اشرف

صفر ۱۲۳۸ھ میں بمقام قسطنطنیہ پیدا ہوا۔ والدین نے احمد شفیق نام رکھا تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور حافظ شفیق کہلانے لگا۔

۱۲۴۹ھ میں اس کے والد علاقۂ لودین کے قاضی مقرر ہو گئے۔ یہاں اسنے لکھنا سیکھا، اور ایک برس بعد جب وہ واپس ہوا، تو عاکف پاشا وزیر خارجیہ کے حکم سے دیوان ہمایونی میں داخل کر لیا گیا۔ یہاں اسنے اُس رسم الخط کی مشق کی جو اس محکمہ کے لئے خاص ہے۔ اس محکمہ کی تعلیم گاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تمام فارغ التحصیل طلبا کو ایک علحدہ نام یا لقب دے دیا کرتی تھی۔ چنانچہ اُسنے حافظ شفیق کے لئے بھی ایک نیا نام تجویز کیا۔ یہ "مدحت" تھا، اُس دن سے "شفیق" کی جگہ "مدحت" کے نام سے پکارا جانے لگا۔

۱۲۵۱ھ میں اس کے والد علاقۂ ٹونجہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ مدحت بھی ساتھ گیا اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اُس کے والد چونکہ فارغ التحصیل عالم تھے، اس لئے شروع ہی سے اسے فارسی، عربی، اور دینی علوم کی تعلیم دی گئی۔ ٹونجہ سے واپس آنے کے بعد اُس نے آستانہ کی تاریخی مسجد "جامع فاتح" میں دینی علوم کی تکمیل کی اور فارسی زبان میں بھی کامل مہارت حاصل کر لی۔

جب ۱۲۵۲ھ میں حکومت نے "مدرسۂ عرفانیہ" جاری کیا اور منتخب ہونہار طالب علم اُس میں داخل کئے گئے، تو اُن میں ایک مدحت آفندی بھی تھا۔ لیکن اُس نے جلد دیکھ لیا کہ اس مدرسہ کے طالب علم اُس کے برابر قابلیت نہیں رکھتے، اور تعلیم بھی بہت معمولی درجہ کی ہے، اس لئے برداشتہ خاطر ہو کر چھوڑ دیا۔

عملی زندگی

۱۲۵۸ھ میں اُسنے اپنی تعلیم ختم کر لی۔ مگر اس کی عملی زندگی، اِس سے بہت پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ وہ کم عمری ہی سے سرکاری دفتر میں ملازم ہو گیا تھا۔ دفتر کا کام بھی انجام دیتا اور تعلیم بھی جاری رکھتا۔

لیکن ۱۲۵۸ھ میں اُسنے خالص عملی زندگی میں قدم رکھا۔ ۲۵۰۰ قرش تنخواہ پر اُسے ایک مستقل جگہ مل گئی۔ یہ ولایت شام میں سرکاری کاغذات کی تحریر کی جگہ تھی۔ دو تین برس تک اسی جگہ پر مامور رہا۔ پھر ۱۲۶۱ھ میں سامی پاشا والی قونیہ کے دفتر میں لے لیا گیا۔ ۱۲۶۳ھ میں اسی والی کے ساتھ صوبۂ قسطمونی میں گیا۔ ۱۲۶۴ھ میں قسطنطنیہ واپس آیا اور اسی زمانہ میں اُس کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد اُسے وزیر اعظم کے دفتر میں انشاء و کتابت کی معزز جگہ مل گئی۔ اس جگہ کے ملجانے سے اُسپر اعلیٰ اور مرکزی مناصب کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ حکومت کے ممتاز اور ذمہ دارانہ مناصب پر مامور ہونے لگا۔

تفتیش (انسپکشن)

۱۲۶۷ھ میں حلب شام کے جنگی خانے میں سخت بدنظمی پیدا ہوئی۔ حتیٰ کہ خزانۂ حکومت کے ۲۰ تھیلے غائب ہو گئے۔ اس معاملہ کی تفتیش کے لئے مدحت آفندی بھیجا گیا۔ اُسے خفیہ طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ عربی ممالک کے سپہ سالار اعظم محمد پاشا قبرصلی کے طرز عمل کی بھی تحقیقات کرے۔ ۶ مہینے کی محنت کے بعد اُسنے ثابت کر دیا کہ نقدی کے ۲۰ تھیلے نہیں، بلکہ ۵ ہزار تھیلے چوری ہو گئے ہیں۔ چور کا بھی پتہ چلا لیا، اور اُس سے ایک ہزار ۴۰۰ تھیلے وصول کر لئے۔ نیز ناقابل رد دلائل سے ثابت کر دیا کہ سپہ سالار نے قوم دروز کے معاملے میں سخت غلطیاں کی ہیں۔

مجلس والا کی صدارت

وزیر اعظم رشید پاشا نے مدحت آفندی کی اس خدمت کی بہت تعریف کی۔ عرب کا سپہ سالار معزول کر دیا گیا۔ اور مدحت کو ۱۲۶۹ھ میں مجلس والا کا صدر مقرر کیا گیا۔ یہ منصب اُس کی فطری اور غیر معمولی انتظامی قابلیت کے ظہور کے لئے ہر طرح موزوں تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس کی قابلیتوں کے ایسے نمایاں ثبوت ملے کہ وہ رشید پاشا، عالی پاشا، رشدی پاشا وغیرہ ارکان سلطنت کا معتمد علیہ بن گیا۔ چنانچہ جب مسئلہ کریمیا کے حل کرنے کے لئے روسی پرنس منچیکوف قسطنطنیہ آیا، تو معاہدوں کی تحریر اسی کے سپرد کر دی گئی جو بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔

ارکان حکومت سے مخالفت

اب ترقی کرتے کرتے، مدحت آفندی املطی میں کاتب ثانی کے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔ ۱۲۷۰ھ میں محمد پاشا قبرصلی، وزیر اعظم مقرر ہوا

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۱)

ترکی اصلاح و تجدد کی تحریک سلطان محمود مصلح کے زمانے میں شروع ہوئی، اور سلطان عبد العزیز کے عہد میں مصطفیٰ فاضل پاشا کے ہاتھوں اُس کی پہلی جماعت کی بنیاد پڑی۔ تاہم یہ محض ابتدا تھی۔ تحریک کے قیام و ترقی کے لئے ضرورت تھی کہ کوئی ایسی اولو العزم شخصیت نمودار ہو، جو اپنی قربانی کے خون سے اس نئی تخم ریزی کی آبیاری کر سکے۔ اصلاح و تغیر کی تحریک، اس آبیاری کے بغیر کبھی نشو و نما نہیں پا سکتی۔

ترکی اصلاح کا پہلا فکری عنصر مصطفیٰ رشید کی شخصیت میں نمایاں ہوا تھا، لیکن اُسے سلطان محمود اور سلطان عبد المجید جیسے اصلاح پسند فرمانروا ملے، اور اس لئے اُس کی اصلاح پسندی آزمائش کی جگہ مزید قبولیت کا باعث ہوئی۔ فواد پاشا اور عالی پاشا بھی مصلحانہ افکار رکھتے تھے، لیکن وہ کوئی عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔ اس لئے اُنکے لئے کوئی آزمائش پیدا نہ ہو سکی۔ مصطفیٰ فاضل پاشا نے بلاشبہ نیا قدم اُٹھایا، اور لائحۂ اصلاحیہ پیش کر کے اپنے لئے خطرات پیدا کر دیئے تاہم معاملہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ جلا وطن ہو گیا۔ یا مصر کی حکومت و خدیویت سے محروم ہو جانا پڑا۔ پس جہاں تک تحریک کی ابتدائی نشو و نما کا تعلق ہے، اب تک کوئی شخصیت ایسی نمایاں نہیں ہوئی تھی جسے اس راہ میں جانفروشی و قربانی کی منزل سے گزرنا پڑا ہو۔ یہ منزل ایک اولو العزم شخصیت کے ظہور کی منتظر تھی۔ یہ اولو العزمی مدحت پاشا کی شخصیت میں ظاہر ہو گئی۔ مدحت پاشا اس راہ کا پہلا قتیل و شہید ہے۔ اُس کے خون نے وہ آبیاری بہم پہنچا دی، جس کے بغیر یہ تخم انقلاب بار آور نہیں ہو سکتا تھا!

مدحت پاشا اور عبد الحمید

سلطان عبد الحمید کی پُر فریب حکمت عملیوں نے واقعات و حقائق پر ایسے پردے ڈال دیئے تھے کہ مدتوں تک دُنیا کی نگاہیں دھوکا کھاتی رہیں۔ اور مدحت پاشا کی شخصیت نمایاں نہ ہو سکی۔ مدحت پاشا اور اُسکے ساتھیوں کے خلاف جب مقدمہ قائم کیا گیا، اور اُسے سلطان عبد العزیز کے قتل کی سازش کے انکشاف سے تعبیر کیا گیا، تو دُنیا نے بغیر کسی شک کے قبول کر لیا۔ کیونکہ نہ تو مدحت پاشا کی مصلحانہ حیثیت اور اعمال کی دنیا کو خبر تھی اور نہ ترکی میں کوئی ایسی قومی طاقت پیدا ہوئی تھی جو اصلیت کا اظہار کر سکتی۔ سر ہنری ایلیٹ (انگریزی سفیر متعینۂ قسطنطنیہ) نے سنہ ۱۸۸۸ء میں جب اپنی یادداشت شائع کی، اور مدحت پاشا کو بے قصور ظاہر کیا، تو خود انگلستان میں بہت کم لوگوں نے اسے باور کیا۔ عام طور پر خیال کیا گیا کہ سر ہنری اپنی دوستی کا جو اُس میں اور مدحت پاشا میں تھی، حق ادا کر رہا ہے، جہاں تک مشرقی اور اسلامی ممالک کا تعلق ہے، اُسوقت نہ تو لوگوں میں اس قسم کے معاملات سمجھنے کی استعداد پیدا ہوئی تھی اور نہ عام طور پر دلچسپی لی جاتی تھی۔ ہندوستان میں اُس وقت جس قدر اُردو اخبار نکلتے تھے، سب نے مدحت پاشا کے مقدمہ کو "باغیوں" کے مقدمہ سے تعبیر کیا تھا۔ اُس زمانے کے بعض اخبارات کے فائل ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ کلکتہ کے "اردو گائیڈ" اور لاہور کے "انجمن پنجاب" نے "باغی مدحت پاشا" کی سزا یابی کی خبریں شائع کی تھیں!

مقدمہ کے بعد مدحت پاشا طائف کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ اور کچھ دنوں بعد گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ اُسوقت دُنیا اس مظلوم کو بالکل بھلا چکی تھی۔ اصلاح پسند ترکوں کے سوا جو یورپ میں منتشر ہو چکے تھے، کوئی جماعت ایسی نہ تھی جسے حقیقتِ حال کا علم ہو، یا اس کی شخصیت میں دلچسپی رکھتی ہو۔

یلدز کی دعایتہ

برسوں پر برس گزر گئے، اور اس قتیلِ ظلم و استبداد کی ہولناک موت کی حقیقت دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہی۔ قسطنطنیہ میں عہد حمیدی کے تمام مستبدانہ اعمال اپنی پوری سرگرمی کے ساتھ شروع ہو چکے تھے مدحت پاشا اور اسکے رفقا کا نام لینا ایسا ہی ناقابل معافی جرم تھا، جیسا "اصلاح" اور "دستور" یا "پارلیمنٹ" کا نام لینا۔ کئی کتابوں کی اشاعت محض اس بنا پر صیغۂ احتساب نے (جو "نظارۂ معارف" کے نام سے قائم کیا گیا تھا) روک دی کہ اُنکے مصنفین کا نام بھی مدحت تھا۔

مدحت پاشا کے اعمالِ حیات کو دُنیا کی نظروں میں مذموم ثابت کرنے کے لئے ترکی اور ترکی سے باہر بے شمار اہل قلم کی خدمات خرید لی گئی تھیں اور وہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی ایسی تحریر شائع کرتے رہتے تھے جس کے ذریعہ مدحت اور اس کی جماعت کو ملک و سلطنت کا دشمن ثابت کیا جاتا تھا، اور سلطان عبد الحمید کے قاتلانہ اعمال کی مدحت سرائی کی جاتی تھی۔ قسطنطنیہ میں احمد فارس شدیاق کا عربی اخبار "الجوائب" اس کام میں سب سے زیادہ پر جوش اور سرگرم تھا۔ اُسنے بار بار اپنے قارئین کو یقین دلانا چاہا کہ "مدحت اور اُسکی جماعت کا اصلی مقصود دینِ مقدس اسلام کی بیخ کنی کرنی تھی!" یورپ اور انگلستان میں بھی قصر یلدز کے ایجنٹ بے دریغ روپیہ خرچ کر رہے تھے۔ بہت سے اخبار اور اخبار نویس تھے، جنھوں نے اپنی خدمات یلدز کے حوالہ کر دی تھیں۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک انگریزی کتاب "دوازدہ سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید" کے نام سے انگلستان میں شائع ہوئی تھی۔ اُس کے دیباچہ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ "یہ انگلستان کی ایک شہزادی کی ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے" یہ کتاب بھی حمیدی دعایتہ (پروپیگنڈا) کا نتیجہ تھی، اور اس لئے شائع کرائی گئی تھی تاکہ سر ہنری ایلیٹ کے اُن مضامین کا جواب دیدیا جائے جو اُسنے مدحت پاشا اور اُس کی مصلحانہ مساعی کی حمایت میں لکھے تھے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے۔

انکشافِ حقیقت

ایک عرصہ کے بعد جب مدحت پاشا کا لڑکا علی حیدر بے جوان ہوا، تو اُس کی ماں نعیمہ خانم نے اُس کے باپ کی آخری امانت اُسکے سپرد کر دی۔ یہ امانت کیا تھی؟ یہ ایک نامکمل خود نوشتہ سوانح حیات تھی، جو اس شہید حریت نے طائف کے قید خانہ میں لکھی تھی۔ اور چند خطوط تھے، جو اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے طائف سے بھیجے تھے۔ اِن خطوط میں اُن تمام ہولناک واقعات کی تفصیل درج تھی جو طائف کے محبس میں پیش آئے تھے۔

یہ خطوط طائف کے قید خانے سے کیونکر بھیجے گئے اور کس ذریعہ سے مرحوم کے خاندان تک پہنچے؟ اس کی تفصیل ان اوراق میں درج تھی۔ اُس زمانے میں مصر کے خاندان خدیوی کی ایک امیرزادی، بیگم صفوت پاشا نے مکہ معظمہ میں قیام اختیار کر لیا تھا، اور اپنی دولت و ریاست کی وجہ سے شریف اور گورنر حجاز پر بہت رسوخ رکھتی تھی۔ یہ بیگم مدحت پاشا اور اس کے مصلحانہ اعمال سے واقف تھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ وہ مع اپنے رفیقوں کے طائف میں قید کیا گیا ہے، تو آمادہ ہو گئی کہ اپنی موجودگی سے ان کی مصیبت کم کرنے کی کوشش کرے۔ اور تو کچھ نہ کر سکی، لیکن اس کی وجہ سے خط و کتابت کا ایک محفوظ ذریعہ پیدا ہو گیا۔ طائف کا ایک فوجی ڈاکٹر فخری بے اُس کے زیر اثر تھا اُسے قیدیوں کے دیکھنے کی اجازت تھی۔ وہ ان سے پوشیدہ خطوط لے لیتا اور مکہ معظمہ پہونچا دیتا۔ مکہ سے خطوط مصر بھیجدیئے جاتے۔ مصر سے سمرنا کی ایک فرانسیسی کمپنی کے دفتر میں پہنچ جاتے جہاں مدحت پاشا کا خاندان مقیم تھا۔ کمپنی کے دفتر کا منتظم مدحت پاشا کی بیوی اور بہن تک پہونچا دیتا۔

البتہ مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری ناتمام تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو تکمیل کا موقعہ نہیں ملا، یا بقیہ مسودہ ضائع ہو گیا۔

علی حیدر بے نے ان اوراق کی مدد سے مدحت پاشا کے اعمالِ حیات پر ایک کتاب مرتب کی، اور سنہ ۱۹۰۶ء میں پیرس سے شائع کی۔ پہلے فرانسیسی زبان میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اُس کا انگریزی اڈیشن بھی شائع ہو گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ دُنیا کو حقیقتِ حال سے واقف ہونے کا موقعہ ملا، اور کذب و افترا کے وہ تمام پردے چاک ہو گئے جو عبد الحمید اور اُس کے حامیوں نے اس راست باز مصلح کی زندگی پر ڈال دیئے تھے۔ قصر یلدز کے کارپردازوں نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح اس کتاب کی قطعی شہادتیں کمزور ثابت کر دیں لیکن اب ۲۰ سال کی مستور حقیقت عالم آشکارا ہو چکی تھی، اور حقیقت جب ایک مرتبہ آشکارا ہو جائے، تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اُسے مسخر نہیں کر سکتی!

طائف کا مدفون صندوق

سنہ ۱۹۰۸ء کے انقلاب دستور کے بعد اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا۔ معلوم ہوتا ہے، اس شہید ظلم کی مقدس امانت صرف اُس کے خاندان ہی میں محفوظ نہ تھی، بلکہ طائف کی زمین نے بھی اپنا آغوشِ صیانت کھول دیا تھا، تاکہ اُس کی آخری امانت لیئے

برید فرنگ

مکتوب جرمنی

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

قیصر کی جرمنی میں واپسی۔ قیصر کے موجودہ خیالات۔

قیصر کی واپسی

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں قیصر ولہلم کی جرمنی میں واپسی پر مفصل بحث کرچکا ہوں۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر فوراً واپس آجائے گا۔ لیکن جولائی پر دو ماہ اور گزر گئے، اور قیصر کی جلاوطنی ختم نہ ہوئی۔ حکومت جرمنی نے قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت میں دو سال کا مزید اضافہ کردیا ہے۔ لوگ حیرت و تعجب سے اس کا سبب دریافت کر رہے ہیں؟

یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ ماہ جولائی میں قیصر واپس آنے والا تھا جولائی کی قید اس لئے تھی کہ قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت اسی مہینے میں ختم ہوجاتی تھی۔ لیکن مدت ختم ہونے سے تین چار دن پہلے حکومت نے اس میں دو سال کی مزید توسیع کردی۔ یہ کارروائی خود قیصر کے اشارے سے ہوئی تھی۔ اصلی وجہ یہ تھی کہ اب تک فرانسیسی فوجوں نے جرمنی کی سرزمین خالی نہیں کی ہے۔ اسوقت وہ دریائے رین پر قلعے بنا رہی ہیں جب تک یہ قلعے طیار نہیں ہوجائیں گے، وہ جرمنی خالی نہیں کریں گی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۹ء کے موسم سرما میں تعمیر مکمل ہوجائے گی اور پورا جرمنی آزاد ہوجائے گا۔

دراصل قیصر ولہلم نے اُسوقت تک کے لئے جرمنی میں قدم رکھنے سے انکار کردیا جب تک اُس کی سرزمین پر ایک اجنبی سپاہی بھی موجود ہے۔ یہی سبب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے قیصر کی واپسی پھر ملتوی ہوگئی۔

قیصر نے انکار کیوں کیا؟ کیا سرحد پر فرانس کی مختصر فوجوں کی موجودگی اُس کے لئے خطرناک تھی؟

یہاں خطرے کا سوال نہ تھا۔ خودداری کا سوال تھا قیصر کی عزت نفس نے گوارا نہ کیا کہ اپنے وطن، اس حال میں واپس ہو جبکہ اُس کی سرزمین پر اجنبی سپاہی موجود ہیں۔

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس نزاع پر روشنی ڈال چکا ہوں جو قیصر کی نئی بیوی اور سابق ولی عہد کی بیوی میں جاری ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ قیصر کی بیوی جرمنی میں آکر مقیم ہوگئی ہے تاکہ اپنے شوہر کی تخت نشینی کے لئے میدان صاف کرے۔ دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اپنے بڑے لڑکے کو جرمنی کا بادشاہ بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن اب یہ نزاع کلیۃً دُور ہوچکی ہے۔ تمام شاہ پسند متحد و متفق ہوگئے ہیں اور صرف قیصر کی حمایت کر رہے ہیں۔

چند اہم تبدیلیاں

پچھلے چند ماہ میں اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ پہلے شاہ پسندوں کا زعیم مارشل لوڈنڈارف تھا۔ اب قیصر نے اُسے معزول کردیا ہے۔ اب ہنڈنبرگ جمہوری حکومت کی صدارت کے ساتھ، شاہ پسندوں کا بھی سرگروہ بن گیا ہے۔ مارشل لوڈنڈارف نے کئی سال بے کار گزار دئے اور شاہی تحریک کو کوئی ترقی نہیں دی۔ لیکن مارشل ہنڈنبرگ نے غیر معمولی تدبر سے کام لے کر پوری کامیابی حاصل کرلی ہے۔ قیصر کے مخالفوں کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ ایک نہایت نازک زمانے میں قیصر اپنا ملک چھوڑ کر ہالینڈ بھاگ گیا۔ لیکن ہنڈنبرگ نے اب یہ اعتراض دُور کردیا ہے۔ اُسنے قیصر کی اس حرکت کی تمام ذمہ داری خود اپنے سر لے لی ہے۔ اُسنے صاف لفظوں میں اعلان کردیا:

"میں نے ہی قیصر کو اس فعل پر مجبور کیا تھا۔ حالانکہ وہ راضی نہ تھا درحقیقت قیصر نے ملک چھوڑ کر ملک کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اُسنے خود ذلت اُٹھانا گوارا کرلیا تاکہ ملک کی عزت برقرار رہے۔ اگر قیصر فوراً ہالینڈ چلا نہ جاتا تو ایک طرف جرمنی کی تمام فوجیں تباہ ہوجاتیں کیونکہ اُس کی غیرت ہرگز ہتھیار رکھ دینا قبول نہ کرتی۔ دوسری طرف اتحادی سلطنتیں ملک کے شہنشاہ کو گرفتار کرکے مجرموں کی طرح سزا دینے کی کوشش کرتیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر میں نے قیصر کو جلاوطنی پر مجبور کردیا تھا"

ہنڈنبرگ کے اس اعلان نے جرمنی کے اکثر باشندوں کو مطمئن کردیا ہے۔ اب وہ قیصر کے بھاگنے کو اُس کا عیب و نقص نہیں، بلکہ ایک ملکی خدمت اور عظیم قربانی سمجھنے لگے ہیں۔

قیصر پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اُسنے اپنی ملکہ کے فوت ہوتے ہی نہایت بے وفائی کے ساتھ دوسری شادی کرنے میں جلدی کی۔ ہنڈنبرگ نے یہ اعتراض بھی دُور کردیا اور اس کی ذمہ داری بھی خود اوڑھ لی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُسنے ایک طرف سابق ولی عہد کو راضی کرلیا کہ اپنے باپ کے خلاف کوئی کوشش نہ کرے، دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اور قیصر کی نئی بیوی میں بھی صلح کرادی۔ غرضکہ اُسنے تمام شاہ پسندوں کو ایک خیال پر جمع کردیا۔ اب سب صرف قیصر کی تخت نشینی چاہتے ہیں۔

ہنڈنبرگ نے یہ صورت حال صرف پروشیا ہی میں پیدا نہیں کردی بلکہ جرمنی کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو بھی قیصر کی حمایت پر آمادہ کردیا ہے۔ اب جب قیصر واپس ہوگا تو یقین کیا جاتا ہے کہ صرف پروشیا ہی کا نہیں بلکہ ریاست سکسونی کو چھوڑ کر تمام جرمنی کا شہنشاہ ہوگا۔ ریاست سکسونی میں بالشویکی خیالات مقبول ہوگئے ہیں اور وہاں عنقریب سوویٹ حکومت قائم ہوجانے والی ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُمید کی جاتی ہے کہ آسٹریا بھی اُس کے زیر نگیں آجائے گا۔ کیونکہ اس وقت وہاں جرمنی سے الحاق کا خیال بہت عام ہو رہا ہے۔

شاہ پسندوں کی انجمنیں

اسوقت جرمنی میں شاہ پسندوں کی بارہ انجمنیں قائم ہیں۔ یہ انجمنیں نہایت سرگرمی سے مصروف عمل ہیں۔ تقسیم عمل کے اصول پر ان انجمنوں نے تحریک کے مختلف کام بانٹ لئے ہیں۔

مثلاً ایک انجمن کا کام یہ ہے کہ وہ دُنیا بھر میں قیصر کو مقبول بنانے کی دعوت پھیلا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اس کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ جنگ عمومی کی ذمہ داری سے قیصر کو بری ثابت کرے اور سفاکی و خونریزی کے وہ تمام الزام دُور کردے جو اتحادی سلطنتوں نے قیصر پر لگا رکھے ہیں۔ اس انجمن نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ دُنیا کی علمی رائے اب قیصر کی اُتنی مخالف نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔

ایک دوسری انجمن کا نام "شعبۂ خارجیہ" ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام سلطنتوں اور قوموں کے خیالات قیصر کے متعلق معلوم کرتی رہتی ہے۔ اس کی تازہ روداد سے ثابت ہوتا ہے کہ دُول یورپ میں صرف ایک فرانس ہی ایسی دولت ہے جو اب تک قیصر کی دشمنی پر قائم ہے۔ باقی سلطنتوں کو زیادہ پرخاش باقی نہیں رہی۔ روداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اٹلی اور امریکہ، قیصر کی واپسی کی کوئی مخالفت نہیں کریں گے۔ انگلستان کی مخالفت کا بھی اندیشہ نہیں ہے، الا یہ کہ مسٹر لائیڈ جارج پھر برسر حکومت آجائے اور اس کی اب کوئی امید نہیں۔

تیسری انجمن کا نام "انجمن مظاہرات" ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ پورے جرمنی میں قیصر کی حمایت کے مظاہرے کیا کرتی ہے۔ چنانچہ کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا جس میں بڑے بڑے شہروں کی سڑکوں پر عام مظاہرے نہ نکلتے ہوں۔ یہ انجمن قیصر کی تصویریں اور مورتیں مفت تقسیم کرتی ہے۔ نیز ایسے عام جلسوں کا اہتمام کرتی ہے جن میں تمام شاہی رسمیں برتی جاتی ہیں۔

چوتھی انجمن کا کام یہ ہے کہ تحریر کے ذریعہ قیصر کی حمایت کے افکار پھیلاتی رہے۔ چنانچہ اس کی سرپرستی میں بکثرت اخبار نکل رہے ہیں اور سیکڑوں لائق انشا پرداز مضامین اور کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔

پانچویں انجمن بحری و بری فوجوں اور پولیس میں اپنے مقاصد کی اشاعت کر رہی ہے اور پوری کامیابی حاصل کرچکی ہے۔ اسوقت جرمن فوج اور پولیس میں مشکل سے کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو قیصر کا حامی نہ ہو۔ حتی کہ خفیہ پولیس کے آدمی بھی اس تحریک میں شامل ہوچکے ہیں۔

مختصر یہ کہ پورا جرمنی قیصر کے لئے چشم براہ ہے۔ عام باشندے ہی نہیں بلکہ جمہوری حکومت اور اس کے اکثر ارکان بھی اسی خیال کے ہوگئے ہیں۔ ہنڈنبرگ تو اپنی شاہ پسندی میں پوری طرح مشہور ہوچکا ہے لیکن موجودہ وزیر اعظم ہر سٹریسمان بھی کچھ کم شاہ پسند نہیں ہے۔ کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح فرانسیسی فوجیں جلد سے جلد جرمنی کی سرحد خالی کردیں تاکہ قیصر مرنے سے پہلے واپس آجائے۔

قیصر کے خیالات

یقیناً یہ معلوم کرنا نہایت دلچسپی کا موجب ہے کہ اسوقت جبکہ قیصر کی

(بقیہ مضمون صفحہ [illegible])

وطن کردیں۔ یہ روسی اثرات کا مخالف اور ایک دیانت دار شخص تھا۔ سلطان نے اُسے صوبہ بروسہ کا حاکم مقرر کرکے حکم دیا کہ پایہ تخت سے روانہ ہوجائے حسین عونی بیمار تھا۔ مگر سلطان نے اُسے جبراً بھجوادیا۔ اسی قسم کا برتاؤ اور بہت سے مخلص اشخاص کے ساتھ بھی کیا گیا۔

کچھ مدت بعد حسین عونی پاشا بروسہ سے لوٹ آیا اور دیکھا کہ عام رائے سلطان کے معزول کردینے پر مصر ہے۔ اُسنے اس بارے میں بعض سربرآوردہ آدمیوں سے مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق اس تجویز کی حمایت کی۔

یہ مدحت آفندی کا سخت دشمن تھا۔ کیونکہ اسی نے اُسے عرب کی سپہ سالاری سے معزول کرایا تھا۔ اب اُسنے انتقام لینا اور سرکاری ملازمت سے خارج کرا دینا چاہا۔ اُسنے بہت کوشش کی مگر کوئی بات قابل گرفت نہیں ملی۔ آخر اُس نے خیال کیا، اسے صوبہ جات ردیلی کا حاکم بنا کر بھیج دیا جائے، اور چونکہ سخت ہنگامے برپا تھے، اور بہت سے والی امن و امان قائم کرنے میں ناکام رہ چکے تھے، اس لئے مدحت آفندی بھی ناکام رہیگا، اور اس طرح اُسے نالائق قرار دینے کا بہتر موقعہ ہاتھ آئے گا۔ چنانچہ اُسنے احکام صادر کر دیئے۔

اب مدحت آفندی کے لئے سخت مشکل پیش آئی۔ وہ وزیر اعظم کی بدنیتی سے واقف ہو چکا تھا، اگر نہیں جاتا تھا تو عدول حکمی ہوتی تھی۔ جاتا تھا، تو ناکامی کا اندیشہ تھا۔ بہرحال اُسنے جانے کا فیصلہ کر لیا، اور سنہ ۱۲۷۷ھ میں ایک فوجی مہم ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔

یہاں مدحت آفندی نے حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت دیا۔ صرف ۶ مہینے کی قلیل مدت میں ۲۸۰ باغی سرغناؤں کو گرفتار کر لیا۔ ۲۰۰ کو حکومت کی بلا اجازت پھانسی دے دی۔ ۸۰ کو آستانہ کے قید خانے میں بھیجدیا۔ باقی کو قانون کے مطابق سخت سخت سزائیں دیں۔

باغی صوبوں نے نئے حاکم کی یہ غیر معمولی مستعدی دیکھی تو اطاعت کے لئے فوراً سر جھکا دئیے۔ یورپ کی زبان بالکل بند ہو گئی جو بلقان کی اس بےچینی کو اپنی مداخلت کا ذریعہ بنا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے اب محمد پاشا بھی معزول ہو چکا تھا۔ رشید پاشا اُن کی جگہ وزیر اعظم تھا۔ اُسنے مدحت آفندی کی شاندار خدمات کا اعتراف کیا اور آستانہ واپس بلا لیا۔ مدحت آفندی نے ردیلی کے حالات کی مفصل روداد پیش کی اور اصلاحات کا ایک مسودہ بھی طیار کیا۔ حکومت نے اسے شکریے کے ساتھ قبول کیا۔ مگر بعض حالات اور تبدیلیاں ایسی پیش آگئیں کہ اصلاحات کی تجاویز پر کوئی عملی کارروائی نہ ہو سکی۔ دراصل حکومت کا مزاج صدیوں سے ایسا ہو گیا تھا کہ بغیر کسی بنیادی تغیر کے اصلاحات کی تجاویز سود مند نہیں ہو سکتی تھیں۔

وزیر اعظم نے مدحت آفندی کو مجلس والا میں دوبارہ داخل کیا۔ مگر ابھی چند ماہ بھی اس صورت حال پر نہیں گزرے تھے کہ رشید پاشا پھر معزول ہو گیا اور مصر چلا گیا۔ اسکی جگہ عالی پاشا کو ملی، مگر اُسے بھی یورپ کا سفر پیش آگیا اور دار الحکومت سے غیر حاضر ہو گیا۔ اسکی نیابت محمد پاشا قبرصلی کو مل گئی۔ اسی محمد پاشا کو جو مدحت کا جانی دشمن تھا، اپنے برسر اقتدار آتے ہی پھر انتقامی تدابیر کا عمل میں لانا شروع کر دیا۔

اس مرتبہ مدحت پر یہ تہمت لگائی گئی کہ اُسنے حکومت کے بعض محاصل پر قبضہ کر لیا ہے۔ چنانچہ باضابطہ مقدمہ قائم ہو گیا۔ مگر پہلی ہی پیشی میں ثابت ہو گیا کہ الزام کی کوئی اصلیت نہیں، محض اتہام ہے۔ ایک گواہ نے تو علانیہ عدالت کے سامنے اقرار کر لیا کہ "مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا گیا ہے، اور مدحت کے خلاف اُسنے جو کچھ کہا ہے، سراسر باطل ہے۔"

مدحت آفندی عزت کے ساتھ بری ہو گیا، اور نائب وزیر اعظم کو سخت شرمندگی اُٹھانی پڑی۔

بلغاریہ اور سرویہ میں

اُس زمانے میں بلغاریہ کی حالت خراب ہونے لگی۔ حکام کے ظلم نے باشندوں کو پریشان کر ڈالا۔ مدحت آفندی تحقیقات کے لئے بھیجا گیا۔ اُسنے اپنی روداد باب عالی میں پیش کر دی اور ثابت کیا کہ باشندوں کی شکایتیں صحیح ہیں۔ گورنر سعید پاشا اور اُس کے کارندوں نے سخت فساد مچا رکھا ہے۔ باب عالی نے اس کی روداد تسلیم کر لی اور گورنر اور اُسکے عہدہ داروں کو معزول کر دیا۔

بلغاریہ سے فارغ ہو کر مدحت آفندی سرویہ گیا۔ وہاں بھی سخت ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ بعض علاقوں کے باشندوں نے ترکی حکام کو بالکل خارج کر دیا تھا۔ اور طوائف الملوکی قائم ہو گئی تھی۔ مدحت آفندی نے اس صوبے کی بھی اصلاح کی اور باغی علاقوں میں از سر نو حکومت قائم کر دی۔

یورپ کا سفر

مدحت آفندی، قسطنطنیہ واپس آگیا۔ اُسے یقین تھا کہ حکومت اُسکی خدمات کا اعتراف کرے گی۔ مگر یہاں سلطان عبد المجید پر معزول گورنر سعید پاشا اور اُس کے دوستوں کا جادو چل چکا تھا۔ انھوں نے سلطان کو مدحت آفندی سے ناراض کرا دیا۔

اسی اثنا میں رشید پاشا کا بھی انتقال ہو گیا۔ جو مدحت کا سرپرست تھا۔ مدحت آفندی، سلطان کی ناراضی سے افسردہ خاطر ہو چکا تھا۔ اپنے مربی کی وفات سے اور بھی زیادہ بے دل ہوا، اور سرکاری مناصب ترک کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ ساتھ ہی اُسے خیال ہوا کہ ممالک یورپ کی سیر و سیاحت کرے جن کی علمی و تمدنی ترقیات کے افسانے اس کے گوش گزار ہو چکے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۲۷۴ھ میں یورپ روانہ ہو گیا۔ ۶ مہینے وہاں قیام کیا۔ پیرس، لندن، وائنا، بلجیم وغیرہ کی سیر کی اور یورپ کی ترقی کے اسباب و وسائل معلوم کئے۔

فرانسیسی زبان

مدحت آفندی کی طالب علمی کے زمانے میں فرانسیسی زبان کو ترکی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اس لئے اُسنے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن اب حالات میں عظیم تبدیلی واقع ہو چکی تھی، اور ہر سیاسی مدبر کے لئے اس زبان سے واقفیت لازمی ہو گئی تھی۔ مدحت آفندی نے اپنے اندر یہ کمی محسوس کی، اور اس زبان کی تحصیل پر کمر بستہ ہو گیا۔ وہ اپنی فرصت کے اوقات میں بطور خود مطالعہ کرتا رہتا یہاں تک کہ یورپ کا سفر پیش آیا اور اس زبان میں اُسنے پوری مہارت حاصل کر لی۔

رتبۂ وزارت اور صوبہ کی ولایت

سنہ ۱۲۷۵ھ میں مدحت آفندی یورپ سے واپس آیا اور دوبارہ مجلس والا کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اسی اثنا میں محمد پاشا قبرصلی پرانا دشمن وزیر اعظم ہو چکا تھا۔ مدحت آفندی کو خوف تھا کہ پھر اُسکی عداوت کا نشانہ بنے گا، مگر یہ دیکھ کر اُسے تعجب ہوا کہ اب مخالفت کی جگہ اس کی طرف سے موافقت کے اظہارات شروع ہو گئے تھے۔ اُسنے مدحت آفندی کو طلب کیا۔ گزشتہ معاملات کی معافی چاہی اور سلطان عبد المجید سے بھی سفارش کی کہ اس کی پچھلی خدمات کے اعتراف میں وزارت کا اعزازی رتبہ بخشا جائے، اور صوبہ نیش کی حکومت سپرد کر دی جائے۔ چنانچہ سنہ ۱۲۷۸ھ میں مدحت آفندی اس صوبہ کا والی مقرر ہو گیا۔ اور سلطان عبد المجید کی وفات تک اسی منصب پر مامور رہا۔

سلطان عبد العزیز

سلطان عبد العزیز کے آخری عہد میں سلطنت عثمانیہ کی حالت از حد زبوں ہو گئی۔ ہر طرف داخلی شورشیں برپا ہو گئیں، اور یورپ نے متحد ہو کر از سر نو دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔

بدقسمتی سے سلطان، اپنے وزیر اعظم محمود ندیم پاشا کے قبضہ میں تھا۔ اور ندیم پاشا، روسی سفیر جنرل اگناٹیف کے اشاروں پر حرکت کر رہا تھا۔ ترکی قوم اس حقیقت سے واقف ہو گئی تھی اور ندیم پاشا کی معزولی کا مطالبہ کر رہی تھی۔ مگر سلطان نے کانوں میں تیل ڈال لیا تھا، نہ کسی کی نصیحت سنتا تھا نہ کسی فریاد پر توجہ دیتا۔

اُسی زمانے میں خبر مشہور ہوئی کہ سلطان، ۴۰ لاکھ پونڈ کا ایک نیا قرضہ لینے والے ہیں۔ عام رائے اس خبر سے نہایت برہم ہوئی۔ کیونکہ سلطان کے اسراف نے سلطنت کا تمام خزانہ خالی کر دیا تھا اور قرضوں کا ناقابل برداشت بوجھ پہلے ہی سے ملک کی گردن توڑ رہا تھا۔

اسی اثناء میں صوبۂ ہرزیگوینا کا مسئلہ پیش آیا۔ یہ محض حکومت کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ عام رائے اب اور بھی زیادہ برہم ہو گئی۔ چند دن بعد خبریں آنا شروع ہوئیں کہ بلقان میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے اور اُسکے شعلے ادرنہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آستانہ میں بلقان کے مسلمان طالب علموں کے پاس خطوط پہنچے کہ "باغیوں نے تمھارے گھر لوٹ لئے۔ اور عزیز و اقارب قتل کر ڈالے۔" طالب علموں نے یہ وحشتناک خبریں سنیں تو جوش میں آگئے۔ اُن کے جوش نے شہر کی تمام مسلمان آبادی میں بھی ہیجان پیدا کر دیا۔ لوگوں کو پہلے سے یقین تھا کہ حکومت، بلقان کے معاملات سے غفلت برت رہی ہے، اور ندیم پاشا روس کے اشارے سے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ روس کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانے سے اُسے مداخلت کا موقع ملے۔

بلقانی طالب علموں کے ساتھ ہزاروں مخلوق باب عالی کی طرف روانہ ہوئی اور وزیر اعظم سے ملاقات کا مطالبہ کیا۔ وزیر اعظم نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا، اور سلطان کو مشورہ دیا کہ نئی وزارت کا اعلان کر کے عوام الناس کا جوش ٹھنڈا کر دیں۔ چنانچہ محمود ندیم پاشا اور حسن آفندی شیخ الاسلام، دونوں معزول کر دئیے گئے۔ رشدی پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام بنائے گئے۔ نیز مدحت پاشا بھی رتبۂ وزارت کے ساتھ مجلس اعلیٰ کا رکن مقرر ہو گیا۔

لیکن وزارت کی تبدیلی سے حالات میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ ندیم پاشا اگرچہ معزول کر دیا گیا تھا، لیکن محض ایک سطحی تبدیلی تھی۔ سلطان بدستور ندیم پاشا کے ہاتھوں میں تھا۔ ندیم پاشا روسی سفارت خانہ سے احکام حاصل کرتا، اور انکے مطابق سلطان کو مخفی مشورے دیتا رہتا۔

عام رائے نے جلد معلوم کر لیا کہ ندیم پاشا امروز فردا ہی میں پھر برسر حکومت آجائے گا۔ اُس کی معزولی محض ایک دکھاوے کی کارروائی ہے۔ اسی اثنا میں روسی سفیر جنرل اگناٹیف نے ہر طرف مشہور کر دیا کہ دار السلطنت میں عنقریب بغاوت ہونے والی ہے۔ مسلمان عیسائیوں کو قتل کی عام طیاریاں کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی اُسنے یہ بھی کیا کہ مانٹی نگرو سے سو مسلح نوجوان بلائے اور اپنی سفارت کی حفاظت کے لئے مقرر کر دئیے۔ اس کارروائی نے تمام شہر میں تشویش پیدا کر دی۔ قسطنطنیہ کی مسیحی آبادی نے کاروبار بند کر دیا، اور شہر چھوڑ دینا چاہا۔ ان کارروائیوں سے روسی سفیر کا مدعا یہ تھا کہ محمود پاشا کی دوبارہ وزارت کے لئے میدان صاف کرے۔ وہ یہ دکھلانا چاہتا تھا کہ نئی وزارت امن و امان قائم نہیں رکھ سکتی، اور مسیحی رعایا کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

ترکوں نے یہ حالت دیکھی، تو وہ مرعوب نہیں ہوئے، اُنھوں نے خود سلطان کے معزول کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ کیونکہ اب وہ سمجھ گئے تھے کہ اس شخص کی موجودگی میں کسی قسم کی اصلاح ممکن نہیں۔

یہ خبر ہوا کی طرح بازاروں میں پھیل گئی۔ وہاں سے قصر شاہی میں پہنچی۔ سلطان بہت پریشان ہوئے۔ والدہ سلطان نے مدحت پاشا کے پاس اپنا معتمد علیہ خواجہ سرا جوہر آغا بھیجا اور دریافت کیا کہ قوم کی ناراضی دور کرنے کے لئے کونسا طریقہ مفید ہو سکتا ہے؟

مدحت پاشا نے فوراً اصلاحات کا ایک مسودہ طیار کیا اور سلطان کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ اسے جاری کر دینے سے عام رائے مطمئن ہو جائے گی۔ مگر سلطان کی نخوت نے اُسے منظور نہ کیا۔

اس تمام مدت میں سلطان، محمود ندیم پاشا کے مشوروں پر عمل کرتا رہا اور محمود ندیم، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، روسی سفیر کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔ محمود ندیم نے سلطان کو ترغیب دی کہ حسین عونی پاشا کو جلا

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

حضرت امام شافعیؒ

امام مزنی کہتے ہیں، جس دن حضرت امام شافعی رحمہ نے انتقال کیا اُس کی صبح کو میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

"مزاج کیسا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

اُنھوں نے ٹھنڈی سانس لی،

"دنیا سے جا رہا ہوں، دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں، موت کا پیالہ منہ سے لگا ہے۔ نہیں معلوم میری روح جنت میں جائے گی کہ اُسے مبارکباد دوں، یا دوزخ میں جائے گی کہ اُسے تعزیت پیش کروں؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

ولما قسا قلبی وضاقت مذاہبی   جعلت الرجا منی لعفوک سلما

اپنے دل کی سختی اور اپنی بیچارگی کے بعد میں نے تیری عفو پر اپنی امید کو سہارا بنا لیا ہے۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ   بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ میری نظر میں بہت ہی بڑا تھا، مگر جب تیرے عفو کے مقابلے میں اُسے رکھا، تو اے رب، تیرا عفو زیادہ بڑا نکلا۔

۲۰۴ھ (۸۱۹ء) میں وفات پائی۔

مامون الرشید

نزع کے وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا۔ بچھونے پر ریت پڑی تھی، اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا۔ یہ الفاظ زبان پر تھے:

"اے وہ جس کی بادشاہی کبھی زائل نہ ہوگی، اُس پر رحم فرما جس کی بادشاہی جا رہی ہو! اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا، اُس پر رحم کر جو مر رہا ہو!"

جاحظ نے کہا "خدا امیر المومنین کا ثواب زیادہ کرے اور تندرستی بخشے!"

"میری تندرستی کی دعا نہ کرو" مامون نے فوراً کہا "بلکہ میرے لئے مغفرت کی دعا کرو"

پھر کہا "خدایا! تو نے ہمیں حکم دئے اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو مجھے بخش دے کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہے" اسی پر روح پرواز کر گئی

۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں وفات پائی۔

حکیم ابو العتاہیہ

مشہور زاہد و حکیم شاعر ابو العتاہیہ سے موت کے وقت پوچھا گیا۔

"کوئی خواہش باقی ہے؟"

کہا "ہاں، میری خواہش یہ ہے کہ مغنی "مخارق" آ کر میرے سرہانے میرے یہ شعر گائے:

اذا ما انقضت منی من الدہر مدتی   فان عزاء الباکیات قلیل!

جبکہ دنیا میں میری زندگی کی مدت ختم ہو چکی ہو تو رونے والیوں کی تعزیت بھی بہت کم ہے۔

سیعرض عن ذکری وتنسی مودتی   ویحدث بعدی للخلیل خلیل!

سب میرے خیال سے منہ پھیر لیں گے، میری محبت بھول جائیں گے۔ میرے بعد بھی دوست اپنے دوستوں سے باتیں کرینگے۔

۲۱۱ھ (۸۲۶ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ واثق باللہ

خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ شعر پڑھے:

الموت فیہ جمیع الناس تشترک   لا سوقۃ منہم یبقی ولا ملک

موت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہ ہی زندہ رہیں گے۔

ما ضر اہل قلیل فی تفاقرہم   ولیس یغنی عن الملاک ما ملکوا

غریبوں کو اُن کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امیروں کو اُن کی امیری بھی کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔

پھر حکم دیا، فرش اٹھا دیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلایا:

"اے وہ جس کی بادشاہی لازوال ہے، اُس پر رحم کر جس کی بادشاہی ختم ہو گئی!"

یہ کہتے ہی انتقال ہو گیا (۲۳۲ھ ۸۴۷ء)

خلیفہ منتصر باللہ

خلیفہ محمد منتصر باللہ ایک دن دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اُس کی نظر ایک فارسی عبارت پر پڑ گئی جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اُسے پڑھوایا تو لکھا تھا:

"میں شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو قتل کیا، لیکن اُس کے بعد بادشاہی سے کوئی تمتع حاصل نہ کر سکا"

خلیفہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ فوراً ہی مجلس سے اٹھ گیا۔ چند ہی روز بعد بیمار پڑا اور زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اس حالت کو آئی تو خلیفہ نے کہا "دنیا اور آخرت دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئیں۔ میں نے اپنے باپ کی موت میں جلدی کی، لہٰذا میری موت میں بھی جلدی کی گئی"

پھر یہ شعر پڑھا:

فما فرحت نفسی بدنیا اخذتہا   ولکن الی الرب الکریم اصیر

دنیا کے حاصل ہو جانے سے میری روح کو کوئی خوشی نصیب نہ ہوئی اب میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔

۲۴۸ھ - ۸۶۲ء میں وفات ہوئی۔

امام جاحظ

ادب عربی کا مشہور امام، جاحظ کا جب وقت آخر ہوا تو ابو العباس المبرد عیادت کو گیا۔

مزاج پرسی کے جواب میں جاحظ نے کہا:

"وہ شخص کیسا ہوگا جس کا آدھا دھڑ سُن ہو گیا ہو، حتیٰ کہ اگر آرے سے بھی چیر دیا جائے تو اُسے پتہ نہ چلے؟ اور آدھا دھڑ اتنا حساس ہو گیا ہو کہ اگر مکھی بھی اُس کے قریب اُڑے تو درد ہونے لگے؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

اترجو ان تکون وانت شیخ   کما قد کنت ایام الشباب؟

کیا تو آرزو کرتا ہے کہ اب بڑھاپے میں بھی ویسا ہی ہو جائے جیسا جوانی کے دنوں میں تھا؟

لقد کذبتک نفسک لیس ثوب   دریس کالجدید من الثیاب؟

تیرا نفس جھوٹا ہے۔ پرانا کپڑا نئے کپڑے کی طرح کیونکر ہو سکتا ہے؟

۲۵۵ھ (۸۶۹ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ معتضد باللہ

سولھواں عباسی خلیفہ، معتضد باللہ سخت ظالم و مستبد تھا۔ وفات کے وقت اپنا مرثیہ اُس نے یوں پڑھا:

تمتع من الدنیا فانک لا تبقی   وخذ صفوہا ان صفت ودع الرنقا

دنیا سے لطف اٹھا لے کیونکہ تو باقی نہیں رہے گا۔ اُس کی بھلائی لے لے اور برائی چھوڑ دے!

ولا تامنن الدہر انی امنتہ   فلم یبق لی حالا ولم یرع لی حقا

اُس دنیا پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا جس پر میں نے بھروسہ کیا تھا۔ دیکھ! اُس نے مجھ سے بیوفائی کی اور کسی حق کا بھی خیال نہ کیا۔

قتلت صنادید الرجال ولم ادع   عدوا ولم امہل علی ظنہ خلقا

میں نے بڑے بڑے بہادر مارے۔ کوئی دشمن نہ چھوڑا۔ کسی کو بھی اُس کی سرکشی پر باقی نہ رہنے دیا۔

واخلیت دار الملک من کل نازع   فشردتہم غربا ومزقتہم شرقا

میں نے پایہ تخت تمام مخالفوں سے خالی کر دیا، انھیں پراگندہ کر کے مشرق و مغرب میں پھیلا دیا۔

فلما بلغت النجم عزا ورفعۃ   ودانت رقاب الخلق اجمع لی رقا

لیکن جب میں اپنی عزت و رفعت میں ستاروں تک پہنچ گیا اور تمام مخلوق کی گردنوں میں میری غلامی کا طوق پڑ گیا،

رمانی الردی سہما فاخمد جمرتی   فہا انا ذا فی حفرتی عاجلا القی!

تو ایسا ہوا کہ موت نے مجھ پر ایک تیر چلایا اور میری آگ بجھا دی۔ دیکھ، اب میں عنقریب ہی اپنے گڑھے میں ڈالا جانے والا ہوں۔

ولم یغن عنی ما جمعت، ولم اجد   لذی ملک منہا، ولا راغب رفقا

میرے جمع کئے ہوئے خزانے میرے کام نہ آئے۔ دولت سے بیزار ہونے والے اور دولت کے لالچی، کسی نے بھی ہمدردی نہ کی!

فیالیت شعری بعد موتی ما القی   الی نعم الرحمن ام نارہ القی؟

آہ کاش! میں جانوں، موت کے بعد اللہ کی نعمتیں پاؤں گا، یا دوزخ میں جھونک دیا جاؤں گا؟ ۲۸۹ھ (۹۰۲ء) میں انتقال کیا۔

واپسی کے لئے جرمنی میں میدان طیار ہو چکا ہو، خود قیصر کی ذہنیت کیا ہو؟ یہاں کے اخباروں نے حال ہی میں قیصر کی ایک گفتگو شائع کی ہو۔ اُسنے یہ گفتگو ایک انگریز ممبر پارلیمنٹ سے کی تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

دُنیا کی آیندہ جنگ

"دس برس گزرنے سے پہلے" قیصر نے کہا "دنیا کو ایک اور عظیم جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس جنگ میں یورپ کی تمام سلطنتیں شریک ہوں گی۔ کوئی بھی اُس سے علحدہ نہ رہ سکے گی۔ میں یہاں اپنی جلاوطنی کی جگہ سے بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ مغرب کے افق سے ایک ہولناک جنگ کی گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ یہ ایسی سخت جنگ ہوگی جس کے سامنے پچھلی جنگ ہیچ ہو جائے گی۔ تمام دنیا خون میں غرق ہو جائے گی۔ بہت سے ملک ویران ہو جائینگے۔ بہت سی سلطنتیں نابید ہو جائیں گی۔ دنیا کی تمام قومیں اُس کی مصیبت سے چیخ اُٹھیں گی۔ ایسی مصیبتیں جن سے عالم انسانیت اب تک نا واقف ہو۔ یقیناً یہ جنگ نہایت ہیبت ناک ہوگی کیونکہ اُس کے ظہور کے وقت دُنیا کی تمام قومیں پُورے طور پر نئے اسلحہ سے آراستہ ہوں گی"

"ہاں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام قومیں جنگ کی طیاریاں کر رہی ہیں۔ مجلس اقوام کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ محض سیاسی تفریح کا ایک نیا سامان ہو۔ اُس کے امن کے وعظوں پر قومیں ہنستی ہیں... تمام سلطنتیں جنگی جہاز، آبدوز کشتیاں، اور ہوائی بیڑے طیار کر رہی ہیں۔ مختلف قسم کے جدید گیس ایجاد کئے گئے ہیں جو اب تک غیر معلوم تھے۔ قومیں نہایت اخفار کے ساتھ ان جہنمی مواد کے تجربے کر رہی ہیں۔ ہر سلطنت نے مہلک ہتیاروں اور گیسوں کے بکثرت ذخیرے جمع کرلئے ہیں تاکہ جب جنگ کا بگل بجے تو پُوری طرح طیار ثابت ہوں"

یہ تمام طیاریاں کیوں ہیں؟ جواب دیا جاتا ہو مدافعت کے لئے! مگر جنگ کا کس طرف سے اندیشہ ہو جبکہ ہر سلطنت مدافعت ہی کی طیاری کر رہی ہو؟"

"تھوڑے دن ہوئے، ایک معزز انگریز میری ملاقات کے لئے یہاں آیا۔ دوران گفتگو میں میں نے پوچھا، آخر یہ ہر طرف جنگی طیاریاں کیوں ہو رہی ہیں؟ اُس نے جواب دیا، "اصلی خطرہ مشرق میں ہو۔ جنگ عمومی کے بعد مشرقی قومیں بیدار ہو گئی ہیں اور مغربی حکومتوں کے خلاف طیار ہو رہی ہیں۔ اُن کی ہولناک بغاوت کے خوف سے یورپ جنگی طیاری پر مجبور ہو گیا ہو!"

"میں اس جواب پر ہنس پڑا۔ میں نے کہا مغربی قومیں، مشرقی قوموں سے ہرگز خائف نہیں ہیں۔ دراصل وہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے ڈرتی ہیں۔ مغربی قوموں میں باہم سخت حسد اور منافست ہو۔ سیاسی مدبر ایک دوسرے سے چکنی چُپڑی باتیں کرتے ہیں۔ مگر حکومتوں کے وزیر اور فوجوں کے سپہ سالار آئندہ جنگی میدانوں کے نقشے بنانے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف سفرا اور وزرا کھڑے زیتون کی شاخ ہلا رہے ہیں (یعنی امن پسندی کا اظہار کر رہے ہیں) دوسری طرف بحری سپہ سالار جدید ترین آبدوزوں اور جہنمی مادوں کے تجربے کر رہے ہیں۔ اُن کی کوشش ہو کہ کسی طرح زہریلی گیس سمندر کی موجوں پر پھیلانے میں بھی کامیابی حاصل کرلیں!"

"ہوابازوں نے محیط اٹلانٹک کے عبور کی کوشش شروع کردی ہو ہر ہفتے ہم ایک نئی کوشش کی خبر سنتے ہیں۔ کرنل لنڈبرگ نے اپنی حیرت انگیز جرات سے ثابت کر دیا ہو کہ محیط اٹلانٹک، پیسیفک، یا محیط ہندی کا ہوائی جہاز سے عبور کرنا ناممکن نہیں ہو۔ آئندہ جنگ ایسے ہواباز پیدا کرے گی جو سمندر کی موجوں پر رہیں گے اور اپنے عمل سے ثابت کردیں گے کہ سمندر پار رہ کر بھی کوئی قوم جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی"

"میرے عہد حکومت میں کونٹ زپلین نے ایک دن مجھ سے کہا اگر جرمنی کے پاس زپلین وضع کے ۵۰۰ ہوائی جہازوں کا بیڑا ہو جائے، تو تمام دُنیا پر جرمنی کی برتری قائم ہو سکتی ہو۔ اگر اعلیٰ حضرت کی حکومت ضروری مصارف مہیا کردے تو میں ایک سال کی مدت میں پانسو جہاز طیار کر دے سکتا ہوں۔ ایک سال اور ایک ہفتہ کے بعد جرمنی تمام دُنیا پر حکومت کرے گا!" لیکن مجلس حکومت نے یہ تجویز منظور نہیں کی"

"اگر میرے لئے پیشین گوئی کرنا جائز ہو، تو میں تمہیں اُن قوموں کے نام بھی بتلا دے سکتا ہوں جو آیندہ جنگ میں حملہ آورانہ یا مدافعانہ شرکت کریں گی۔ لیکن ایک جلا وطن بادشاہ کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اُنگلی اُٹھا کر اُن قوموں کی طرف اشارہ کرے جو جنگ کا تنور سلگا رہی ہیں!"

"آیندہ جنگ کئی سال تک جاری نہیں رہے گی جیسی کہ پچھلی جنگ تھی۔ آیندہ جنگ میں ہر کام بجلی کی سی تیزی سے ہوگا۔ جنگ کا صور پھنکتے ہی تار برقی اور بے تار برقی کے آلات میں حرکت ہوگی، اور چشم زدن میں تمام جنگجو قومیں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ غیر مرئی آبدوزیں اپنی جگہوں سے نکل پڑیں گی۔ ہولناک ہوائی بیڑے آسمان کی سطح پر چھا جائیں گے۔ قتل و ہلاکت کے سامان حیرت انگیز سرعت سے منتقل ہونے لگیں گے، اور چند گھنٹوں کے اندر خشکی اور تری کی تمام زندگیاں موت سے بدل جائیں گی۔ پچھلی جنگ میں ایک جہاز کے غرق ہونے میں جتنی دیر لگتی تھی، اُس سے سوگنا جلد غرقابی عمل میں آئے گی۔ اس جنگ میں وہی قوم کامیاب ہوگی، جو سب سے پہلے اپنی آبدوزیں اور ہوائی بیڑے میدان میں پہنچا سکے گی، تاکہ سب سے پہلے اپنی جہنمی فرائض ادا کرسکے!"

"مستقبل کی جنگیں میں فوجیں، عقابوں کی طرح اچانک ٹوٹ پڑیں گی۔ اگر تمام سلطنتیں سرعت عمل میں برابر نہ ہوں گی، تو کامیابی پیشقدمی کرنے والی سلطنت کو حاصل ہوگی۔ بہت ممکن ہو، اُس جنگ میں بڑی بڑی سلطنتوں کی پُوری قوت صرف ۴۸ گھنٹے میں برباد ہو جائے!"

"یہ اس لئے کہ مستقبل جنگ کے طریقے بہت ہی سریع اور ہولناک ہونگے۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ ضروری اور مفید عنصر جاسوسی کا ہوگا۔ یہ عنصر اس وقت بھی ہر سلطنت کے یہاں بہت بڑی وسعت کے ساتھ موجود ہو۔ ہر سلطنت دوسری سلطنت کی طیاریاں اپنے جاسوسوں کے ذریعے معلوم کر رہی ہو۔ جس سلطنت کی اطلاع زیادہ وسیع اور صحیح ہوگی، وہی اُس جنگ میں فتحیاب ہوگی۔ جنگ عمومی سے پہلے اور اُس کے دوران میں جرمنی کا محکمۂ جاسوسی بہت مکمل تھا۔ ہمارے جاسوس دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس محکمہ کی نگرانی خود میں نے اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ میں تمام بڑے بڑے جاسوسوں سے براہ راست ملتا اور نہایت غور اور محنت سے اُن کی خفیہ رُوداد میں مطالعہ کیا کرتا۔ دُنیا میں ہر لمحے جو کچھ بھی ہوتا تھا، اُس کا علم مجھے حیرت انگیز سرعت سے ہو جایا کرتا تھا"

"میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت دُنیا میں جاسوسی، پہلے سے کہیں زیادہ موجود ہو۔ خاص طور پر روس کا محکمۂ جاسوسی سب سے زیادہ منتظم ہو۔ میں اُن تمام سلطنتوں کے نام گِنا سکتا ہوں جن کے جاسوس دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ یہاں خود میرے گرد بھی اُن کے جاسوسوں کا ہجوم ہو۔ وہ خیال کرتی ہیں، میرا وجود اُن کی سلامتی کے لئے خطرہ ہو۔ حالانکہ اگر ان سلطنتوں کو عقل ہوتی تو وہ جان لیتی کہ اس بڑھاپے میں میری سب سے بڑی آرزو یہ ہو کہ اپنی حکومت پر واپس جاؤں اور دُنیا کو ایک نیا سبق دوں۔ حرب و ضرب کا نہیں، صلح و آشتی کا!"

"جنگ، دنیا میں ہمیشہ باقی رہیگی کیونکہ انسان کی فطرت میں طمع و حرص کے جذبات راسخ ہیں۔ جنگ کو معدوم کرنے کی کوشش بالکل بے کار ہیں۔ ہاں جنگ کو کم کرنے کی کوششیں مفید ہو سکتی ہیں اگر میں اپنے قدیم تخت پر ہوتا، تو دنیا کو امن سلامتی کا ایک نیا راستہ دکھا سکتا تھا۔ لیکن میں دنیا سے الگ کر دیا گیا ہوں۔ سلطنتیں میری ہلاکت کی کوشش کر رہی ہیں، حالانکہ اس سے اُنھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اگر وہ مجھ سے مشورہ کریں اور مجھے جرمنی واپس جانے دیں، تو میں اُنھیں بہت کچھ نفع پہونچا سکتا ہوں"

برلن ۲۰ر ستمبر سنہ ۱۹۲۷ء

معاہدۂ حجاز و برطانیہ

"بریدِ شرق" میں ہم ایک مراسلت درج کر چکے ہیں جس میں معاہدۂ حجاز و برطانیہ کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ مراسلہ نگار نے لکھا ہو کہ بعض مسائل جو اس معاہدہ میں طے نہ ہو سکے، ضمیمہ میں اُنکے بحث طلب ہونے کا اعتراف کیا گیا ہو، اور کسی آیندہ مناسب موقعہ کے لئے ملتوی کر دئے گئے ہیں۔

اب تازہ ڈاک سے حجاز کا سرکاری جریدہ "ام القریٰ" مورخہ ۲۴ر ستمبر سنہ ۲۷ء موصول ہوا ہو۔ اسمیں معاہدہ کی وہ عربی نقل بجنسہ موجود ہو جو مراسلہ نگار نے ہمارے پاس بھیجی تھی۔ ساتھ ہی وہ خط و کتابت بھی شایع کردی ہو جو بعض مختلف فیہ مسائل کی نسبت فریقین میں ہوئی تھی۔ اس خط و کتابت کا تعلق انہی مسائل سے ہو جنھیں مراسلہ نگار نے "بحث طلب" اور "ملتوی شدہ" قرار دیا ہو۔

پہلا خط سر گلبرٹ کلیٹن کا (مورخہ ۱۹ر مئی سنہ ۲۷ء) ہو جسمیں وہ لکھتا ہو: "آپکی تجویز ہو کہ معاہدہ میں ایک دفعہ اس مضمون کی بڑھا دی جائے کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے وہ تمام رکاوٹیں دُور کر دی جائیں گی جو اسلحہ اور جنگی مواد کے خریدنے اور منگوانے میں حائل ہو سکتی ہیں۔ میں آپکو حکومت برطانیہ کی جانب سے یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ اس بارے میں کسی دفعہ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اور مجھے اجازت دی گئی ہو کہ میں آپ کو اطمینان دلا دوں کہ جزیرۃ العرب کو جنگی مواد بھیجنے کی ممانعت اب اُٹھا دی گئی ہو، اور اگر آپکی حکومت چاہے تو وہ انگلستان کے کارخانوں سے ہر طرح کا سامان جنگ منگوا سکتی ہو۔ برطانی حکومت کی جانب سے کوئی رکاوٹ اسمیں ڈالی جائے گی"

اس کے جواب میں حکومت حجاز کی جانب سے ۱۹ر مئی کو لکھا گیا:

"آپکے اس اطلاع کے جواب میں کہ "جزیرۃ العرب میں اسلحۂ جنگ کی خرید اور انکا درود آپکی حکومت کی جانب سے ممنوع نہیں ہو" شکریہ ادا کیا جاتا ہو"

دوسرے خط میں حجاز کے حدود کا ذکر ہو۔ حکومت حجاز مصر تھی کہ عقبہ اور معان حجاز کے حدود میں داخل ہیں۔ برطانیہ حجاز اور شرق الاردن کی حدود طول بلد ۳۸ شرقی اور عرض بلد ۳۵، ۲۹ شمالی قرار دیتا تھا جس سے یہ مقامات نکل جاتے تھے۔ ۱۸ اپریل۔ ذی قعدہ کو حکومت حجاز کی جانب سے لکھا گیا۔

"آپکے خط سے معلوم ہوا کہ حکومت برطانیہ اپنی رائے پر مُصر ہو۔ چونکہ بحالت موجودہ اس نزاع کا آخری فیصلہ مشکل ہو، اس لئے ہم اسکے لئے طیار ہیں کہ یہ مسئلہ بالفعل ملتوی کر دیا جائے، اور آئندہ کسی مناسب موقعہ پر اس کا آخری فیصلہ عمل میں آئے"

اس خط و کتابت سے معلوم ہوا کہ جہاں تک مسئلہ اسلحہ کا تعلق تھا، برطانی حکومت اسپر آمادہ نہ ہوئی کہ معاہدہ میں صاف صاف اپنا موقف ظاہر کردے۔ جہاں تک عقبہ و معان کا تعلق ہو، موجودہ صورت حال جاری رہیگی۔ برطانیہ نے اس بارے میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہا ہو جس سے ثابت ہو کہ وہ اس مسئلہ کو کم از کم زیر بحث تسلیم کرتا ہو۔ البتہ حکومت حجاز * نے آئندہ کے لئے دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہو اور اپنا حق اعتراض محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دُنیا میں کتُب فروشی کا عظیم مرکز ہی
اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہی!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع

ہوتا ہی

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں
تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مُسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں ہر چھٹے
ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتے ہیں

دُنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON LONDON S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں شلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک اعتدال ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

اُن فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اسوهٔ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' دريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـــجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين

اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال
في
مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوگئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شائقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شائقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شائقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پہلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کر دے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جا سکیں جن

کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے،

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide
to great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے

بڑے ریلوے سٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

قیمت ۸ر (منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت

ہے

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

١٩٢٧

نمبر ١٩ جلد ١

الهلال

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ - آنہ

دنيا كي بهترين كتابوں كيلئے بهترين رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضميمه

يه ضميمه دنيا كي تمام كتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقيع تبصره كرتا هے -

اسكا معتدل نقد علمي حلقوں ميں مسلم هے -

اس ميں چند صفحات وقت كے جاري اور زير بحث ادبي نوائد پر بهي هوتے هيں جنكي اهميت كا عام طور پر اعتراف كيا گيا هے -

اپنے يہاں كے ايجنٹ سے تقاضه كيجئے كه وہ ٹائمز لنڈن كا هفته وار ادبي ضميمه آپكے لئے مهيا كرے - ليكن اگر آپ چاهيں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب كر سكتے هيں

دنيا كے هر معلم اور ماهر فن تعليم كيلئے

ضروري هے كه

ٹائمز اف لنڈن کا تعليمي ضميمه مطالعه كرے

اگر آپ چاهتے هيں كه فن تعليم كے تمام نظري اور عملي تغيرات و ترقيات سے بے خبر نه رهيں ' تو آپكو يه ضميمه بلا ناغه مطالعه ميں رکهنا چاهيے -

يه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبريں اور مباحث جمع كرديتا هے - ماهرين فن اور مشاهير تعليم كے قلم سے اسكے صفحات مرتب هوتے هيں -

اپنے يہاں كے ايجنٹ سے طلب كيجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب كرسكتے هيں -

كيا آپ تجارت كرني چاهتے هيں ؟

اگر آپ چاهتے هيں كه يورپ اور امريكه كے تمام بڑے بڑے كارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم كريں ' نفع بخش ايجنسياں ليں هندوستان سے خام پيدا وار بهيجيں ' نئي نئي ايجادات سے اپنے ملك كو آشنا كريں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمايه ليكر ايك وقيع كاروبار شروع كرديں ' تو آپ كو ابتدا ميں بهت سي باتيں معلوم كرني چاهئيں - اس طرح كي تجارت كے گر اور بهيد سيكهنے چاهئيں - هندوستان كے تمام حلقوں اور يورپ و امريكه كے تمام كارخانوں اور كوٹهيوں كے حالات اور اصول معاملت معلوم كرنے چاهئيں - بغير اس كے آپ كامياب نهيں هوسكتے -

اگر آپ چاهتے هيں كه بهت تهوڑا سا وقت خرچ كركے يه ساري باتيں با قاعده علمي اصول پر معلوم كرليں ' تو آپكو چاهيے كه هم سے خط وكتابت كريں - هم يه كام به حيثيت ايك ماهر فن كے كر رهے هيں - خط وكتابت كے بعد هي آپكو معلوم هوجائيگا كه آپكے مقصد كيلئے هم كس درجه مفيد هيں ؟

همارے تعلقات دنيا كے تمام تجارتي حلقوں سے هيں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اينڈ كو - برلن

پوسٹ بكس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح كي مشينيں جو گرم ملكوں كے ميوؤں كو خشك كرنے اور پهلوں كو محفوظ ركهنے كيلئے ضروري هيں ' اس كارخانے ميں طيار كي جاتي هيں - تمام دنيا ميں اس قسم كي مشينوں كا يه بهترين كارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط وكتابت كيجيے -

ياد ركهيے

ميوؤں ' تركاريوں ' اور هر طرح كے زرعي مواد كو خشك كرنے كا بهترين طريقه وہ هے جو " نئے سسٹم " كے نام سے متمدن ممالك ميں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " كے مطابق كام كرنے والي مشينيں صرف اسي كارخانه سے مل سكتي هيں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
~~E[illegible] Maulana Abul~~-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۱۹ — کلکته : جمعه ۱ ـ جمادی الاولی ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 28, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ـ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ـ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ـ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ـ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۸۰ مراسلات وصول هوی هین ـ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۲۵	اردو حروف کی حق مین	٤۲۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۵۱٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲٦۱	نستعلیق هون	۱۵۱۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ـ

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح و بیان کی ضرورت هی ـ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ـ

الهلال

الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - سات روپیه
قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(جديد ترکي)

سنه ۱۳۴۲ ه (۱۹۲۳ع) سے ابتک

مصطفی کمال پاشا نے نئي قومي حرکت کا علم بلند کيا ' اور عثماني شهنشاهي کے کهنڈروں پر جديد ترکي سلطنت کي بنياديں تعمير کرديں !

ترکوں کو خاص اپنے آبائي وطن پر يونان کي غاصبانه حکومت سے سخت اذيت هوئي تهي - وه کسي طرح بهي يه ذلت برداشت نهيں کر سکتے تهے - وه منتظر تهے که کوئي مرد ميدان آئے ' اور يه اسکے زير علم قومي جهاد شروع کر ديں - ضرورت نے مصطفی کمال پاشا کو پيدا کر ديا ' اور ترکي قوم نے پوري خود فروشي کے ساتهه اس کا ساتهه ديا -

اس وقت قسطنطنيه پر دول اتحاد کا قبضه تها - سلطان انکے هاتهه ميں کٹهه پتلي سے زياده وقعت نهيں رکهتا تها - جوں هي دول متحده نے اناطوليه ميں بےچيني ديکهي ' سلطان سے ايک فرمان شائع کرا ديا جس ميں مصطفی کمال اور اسکے تمام ساتهي باغي اور مستحق قتل قرار دیے گئے تهے - يه پهلا موقعه تها که ترکوں کو آل عثمان کے خلاف بغاوت کا خيال پيدا هوا ' اور انهوں نے اس خاندان سے هميشه کيليے پيچها چهڑا لينے کا عزم کرليا -

سنه ۱۹۲۰ - ميں اناطوليه کي مجلس قومي نے منظم فوج طيار کرنے کا فيصله کيا - اس وقت تک لوگ کماليوں کي مجاهدانه جرأت پر هنستے تهے - يهانتک که سنه ۱۹۲۱ - ميں " آريں نو " کے معرکه ميں عصمت پاشا نے عظيم الشان فتح حاصل کي - اب دنيا کي نظريں مجلس قومي کي طرف اٹهه گئيں - اسے عزت کي نگاهوں سے ديکها جانے لگا - وه ترکي قوم کي نمائنده تسليم کرلي گئي !

شروع ميں مصطفی کمال پاشا شخصي ترفع و ظهور سے تنفر ظاهر کرتے رهے - وه کها کرتے تهے ' ميں يه مهم ختم کر کے کسي ديهات ميں چلا جاؤنگا اور خاموش زندگي بسر کرونگا - ليکن جوں جوں کاميابي يقيني هوتي گئي ' ان کے خيالات ميں بهي نماياں تغيرات هوتے گئے - يهانتک که صاف کهنا شروع کرديا " مجلس قومي کي حکومت ' سلطنت آل عثمان کے کهنڈروں پر قائم کي گئي هے " اس [illegible] سے انهوں نے اپني نيت کا [illegible] اظهار کر ديا تها که اب وه آل عثمان کي حکومت نهيں چاهتے - پهر فروري سنه ۱۹۲۳ع ميں سمرنا کي اقتصادي مؤتمر ميں اس سے بهي زياده صاف الفاظ اختيار کيے گئے " ان سلاطين نے ملک کي تمام دولت اپني عياشيوں ميں برباد کر ڈالي - قوم کو فقير اور قلاش کر کے چهوڑ ديا ! "

انهوں نے يهي نهيں کيا که انگوره کو حکومت کا مرکز قرار ديا اور خود مجلس کے صدر منتخب هو گئے ' بلکه مجلس ميں اپني هي جماعت کو اکثريت بهي دلائي - اب انکے اختيارات بے روک تهے - انهوں نے فوراً آل عثمان کي حکومت ختم کر کے جمهوريت کا آخري اعلان کر ديا ' اور خود جمهوريت کے پہلے صدر منتخب هو گئے !

کمالي اصلاح کي راه ميں " خلافت " ايک روک سمجهي جاتي تهي - چنانچه اسے بهي انهوں نے هٹا ديا - پهر قوانين سلطنت کي بهي ترميم و تنسيخ کي - ملک کي اجتماعي زندگي کي هر شاخ ميں بهي انقلاب عظيم پيدا کرديا - اب وه ايک ايسے راسته پر چل رهے هيں جو انکے نزديک بهترين راسته هے - مستقبل فيصله کريگا که يه راسته صحيح هے يا غلط ؟ ليکن اس ميں شک نهيں که جهانتک ملک کے اجتماعي اور معاشرتي انقلاب اور يورپ کي مقلدانه روح کا تعلق هے ' ان کي راه اعتدال و صواب کي راه نهيں هے -

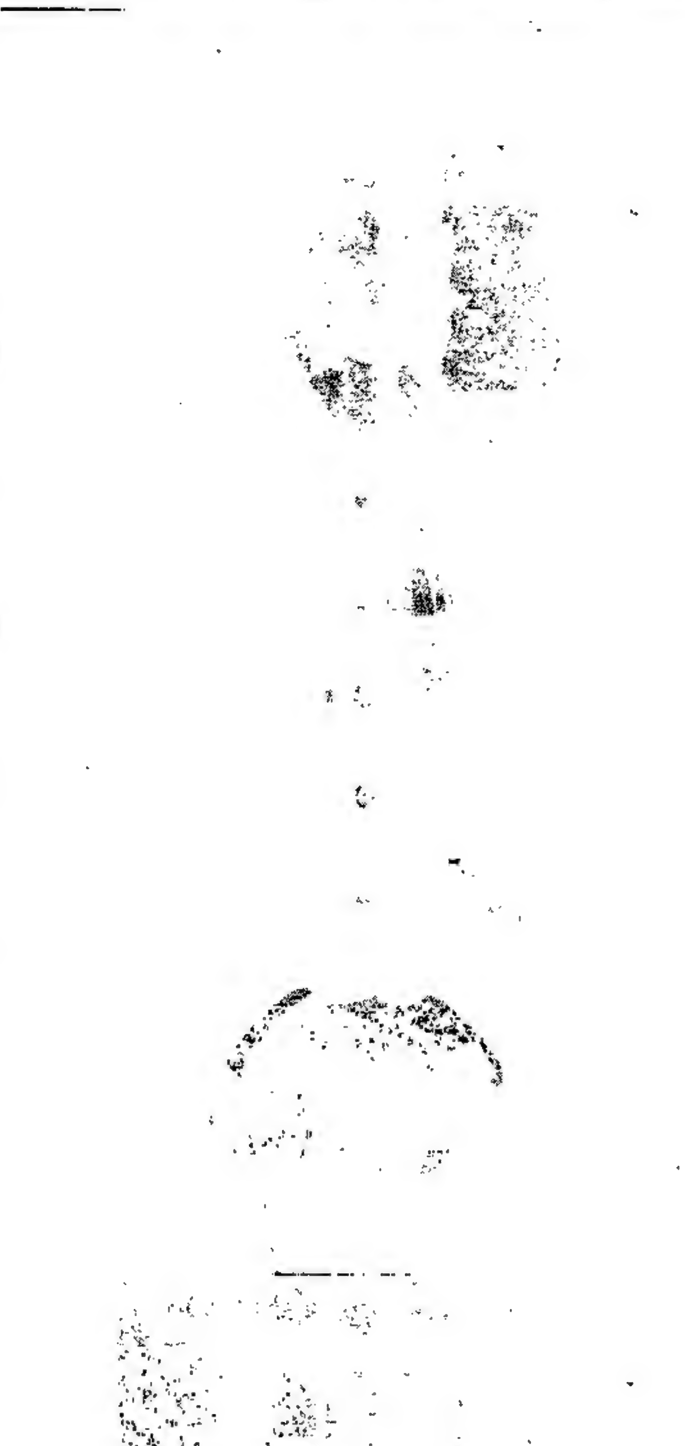

سنه ۱۹۰۸ سے ۱۹۳۴ تک !

(۱) محمود شوکت پاشا مرحوم جو اتحاد و ترقي کي دستوري حرکت کے فوجي مظهر تهے - جنهوں نے سنه ۱۹۰۸ ميں بغير کسي کشت و خون کے سلطان عبد الحميد مرحوم کو معزول کرديا -

(۲) غازي مصطفی کمال پاشا جو ترکوں کي جمهوري تحريک کے باني و زعيم هيں - انهوں نے سنه ۲۴ - ميں نه صرف عثماني خليفه بلکه عثماني خلافت کا منصب هي ختم کرديا -

تاریخ و عبر

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۳)

تورانی دور

سنه ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵ء) سے سنه ۱۳۳۷ ھ (۱۹۱۸ء) تک

" تورانیت " کا برق پھونکا گیا - ترکي قوم نے اُسے سنا - مگر زیادہ مانوس نه ہوئي - کیونکه اِس برق کے پھونکنے والے اگرچه نسلاً ترک تھے ' مگر تمام تر بیروني ممالک کے باشندے تھے ' اور ان پر ترکوں کو پورا بھروسه نه تھا - وہ بارہا دھوکے کھا چکے تھے - تورانیت کے اولین علم بردار روسي تاتاري نو جوان تھے جو عہد حمیدي کے بعد ترکي میں آ بسے تھے ' اور تمام ترکي اقوام کو توراني قومیت کے نام پر جمع کرنے کے خواب دیکھه رہے تھے - اِن میں سب سے زیادہ سر بر آوردہ شخص اوغلي یوسف اور احمد اغاییف بک تھے -

طلعت بے

اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن

لیکن چونکه یه نئي دعوت دنیا کي موجودہ قوم پرست ذہنیت کے بالکل موافق تھي ' اس لیے بہت جلد ترویج پذیر ہوگیا ' اور جوق جوق ترک اُسکے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے - وزارت داخلیه ' مشیخۃ اسلامیه ' اور وزارت اوقاف نے اپنے اپنے خزانوں کے منه اُسکي تقویت و تبلیغ کیلیے کھول دیے - یہي نہیں بلکه تمام سر بر آوردہ اخبارات مثلاً " اقدام " ' " ترجمان حقیقت " اور " جون ترک " وغیرہ کے صفحات اُسکے لیے وقف ہوگئے - بڑي بڑي انجمنیں مثلاً " ترک یوردو " اور " ترک اجاغي " وغیرہ قائم کي گئیں -

جاوید بے

اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن جسے گذشته سال انگورہ میں پھانسي دي گئی -

اندرون ملک اور بیرون ملک میں ترکي قوموں کو جگانے کیلیے مبلغین اور دعاۃ بھیجے گئے - غرضکه ایک نئي حرکت پیدا ہوگئي - جرمني نے بھي جو اُس وقت تک جنگ میں فتحمند تھي ' اِس تحریک کا خیر مقدم کیا ' اور اُسکے خوشنما اور موثر بنانے میں ساعي ہوگئي -

تھوڑي ہي مدت بعد بظاہر کامیابي کے آثار نظر آنے لگے - اُسي زمانه میں روس کا انقلاب ظہور میں آیا اور بالشویک حکومت قائم ہوگئي - روس کي تمام ترکي اقوام نے بھي اِس توراني دعوت کو بڑي گرم جوشي سے لبیک کہا - چنانچه سنه ۱۹۱۷ کي توراني موتمر میں ۸۰۰ - نمائندے مختلف ترکي منگولي اقوام کے یکجا ہوئے ' اور بڑے جوش و خروش سے " اتحاد توراني " کے راگ گائے گئے -

مگر بدقسمتي سے ترکي کو جنگ میں شکست اُٹھاني پڑي - ایسي شکست ' که قریب تھا ' ترکي حکومت کا ہمیشه کیلیے خاتمه ہو جائے - سنه ۱۹۱۹ - میں دول اتحاد دارالخلافه پر قابض ہوگئیں ' اور وہ وقت آگیا که یا تو کوئي عجیب اور غیر معمولي قوت پیدا ہوکر ترکي حکومت کیلیے نیا سامان حیات بہم پہنچا دے ؛ یا چھه سو برس کي یه تاریخ عظمت و جلال ہمیشه کیلیے ختم ہو جائے !

جمال پاشا

جو ایام جنگ میں والي شام تھا

کچهه عرصه کے بعد بنو اسرائیل کا زوال شروع هوگیا - اهل اسیریا نے رفته رفته ان کے ممالک چهین لیے - ادومیا بهي باجگذار بن گیا - اهل اسیریا کو جب میڈیا والوں کے هاتهوں شکست ملي ' تو ان کے ضعف نے نبطیوں کو پیٹرا پر قابض کرادیا - حضرت اسمٰعیل کے ۱۲ - لڑکے تهے - " نابت " سب سے بڑے تهے - ان سب بهائیوں کي اولاد عرب کے مختلف حصوں میں پهیل گئیں - بنو نابت کو نبطي یا بنو نبایوط بهي کهتے هیں - نبطیوں نے نهایت ترقي کي - ابتداء ان کا پیشه بحري قزاقي تها - بعد کو ایک طاقتور اور متمدن قوم بن گئے - ان کے مکانات عالیشان اور سنگیں تهے - تجارت ' صناعت ' سنگ تراشي ' شیشه سازي ' ظروف سازي ' پارچه بافي ' میں ان کا کوئي ثاني نه تها -

انباط کي سلطنت بہت وسیع تهي - اس کے حدود شمال میں دمشق تک ' غرب میں فلسطین تک ' اور جنوب میں وسط عرب تک پهیلے هوئے تهے - پیٹرا یا رقیم اُن کا دارالسلطنت تها - ادومي و نبطي عهد میں پیٹرا تجارت عالم کا مرکز بن گیا تها - پیٹرا کے عروج کے وقت وادي موسی دنیاکي مشهور ترین شاهراه تهي - کاروانوں کے گهنٹوں کي غیر منقطع جهنکار اور پے درپے قافلوں کے شور و هنگاموں نے اهل روما کو بهي متحیر کردیا تها - انباط کا آخري بادشاه حارث رابع تها - یه بادشاه حضرت یحیی اور حضرت عیسی (علیهما السلام) کا هم عصر تها - اس نے یهودیوں کے بادشاه هیرودتس قاتل حضرت یحیی پر فوج کشي کي ' اور میدان جنگ میں هزیمت دي - پولوس حواري اسي حارث کے یهاں قید تها ' اور جیل خانه سے کسي نه کسي طرح فرار هوگیا تها - حارث کے بعد کوئي طاقتور حکمران پیدا نهیں هوا - دولت انباط اهل روما کي نا قابل تسخیر قوت کي تاب مقاومت نه لا سکي ' اور همیشه کے لیے اپني آزادي کهو بیٹهي -

عهد نامه عتیق میں " سلع " کے نام سے اس شهر کا تذکره هے - عبراني زبان میں سلع کے معني پهاڑي کے هیں - جب فراعنهٔ مصر کے مظالم نے بنو اسرائیل پر سر زمین مصر تنگ کردي تهي ' تو یه شهر بہت زمانه سے آباد تها ' اور پرانا شهر کهلاتا تها - بعض روایات میں آیا هے که بنو اسرائیل نے صحرا نوردي سے تنگ آکر اهل پیٹرا سے پناه کي درخواست کي تهي ' لیکن اُنهوں نے اپنے دروازه ان بد نصیبوں پر بند کردیے - اسي لیے انبیاء بني اسرائیل نے اهل پیٹرا کے حق میں سخت بد دعائیں کي تهیں -

پیٹرا عرصهٔ دراز تک مصري تمدن کے زیر نگیں رها - مصریوں سے اهل پیٹرا کے تجارتي تعلقات جاري رهتے تهے - ادوم کے بادشاهان قدیم کي شادیاں فراعنهٔ مصر کے خاندانوں میں هوتي تهیں - فن سنگ تراشي میں پیٹرا نے مصر سے بہت کچهه سیکها تها - پیٹرا کے نوجوان اور متمول طلباء علم و فن کي تکمیل کے لیے مصر کا سفر کرتے تهے - دنیا کے شهروں میں پیٹرا مضبوط ترین شهر سمجها جاتا تها - سکندر اعظم نے بهي اس کے فتح کے لیے ایک جرار فوج بهیجي تهي ' لیکن پهاڑي دیوار عبور نه کرسکي - اگرچه یوناني تلوار پیٹرا کو فتح نه کرسکي ' لیکن یوناني تمدن نے اُسے مفتوح کرلیا - یوناني علوم و فنون یهاں رواج پاگئے - پیٹرا کے وسیع تماشه گاهوں ' عریض معابدوں ' دلکش باغوں ' اور تجارت سے حاصل کي هوئي عیش و عشرت نے ' اُسے سیاحان وقت کا کعبه سفر بنا دیا تها - یورپ کے لیے روما اور ایشیائے کوچک کے لیے پیٹرا ' یکساں منزلت رکهتے تهے - تجارتي لحاظ سے یه نبطي شهر دنیاء قدیم کا قرطاجنه تها - یا وسطي یورپ کا برلن -

حریص اهل روما پر پیٹرا کي شهرت نهایت شاق گزرتي تهي - بالاخر انهوں نے ایک طاقتور بحري بیڑے کي مدد سے سنه ۱۰۵ ع میں پیٹرا اور اس کے حوالي فتح کرلیے - اب یه حصهٔ ملک " اربیا پیٹرا " کے نام سے روماني سلاطین کا ایک صوبه بن گیا تها - روماني عهد حکومت میں بهي پیٹرا عرصه دراز تک عرب ' فارس ' هند ' فلسطین ' مصر ' اور شام کي کارواني تجارت کا مرکز رها - لیکن بعد کو شاهراه تجارت کي تبدیلي اور روما کے زوال نے پیٹرا کے انحطاط کے دور کا آغاز کر دیا -

(استدراک)

مندرجهٔ صدر مقاله مولوي محمد یحیی صاحب وکیل بدایوں نے بعض انگریزي رسائل سے اخذ کر کے لکها هے ' جو بعض جزئي ترمیمات کے بعد درج کر دیا گیا - اس سلسله میں چند امور کي وضاحت ضروري هے :

" الدیر "

(۱) پیٹرا کے یه آثار مقامي عربوں میں " رقیم " کے نام سے مشهور هیں - گذشته صدي کے اواخر کے اور حال کے تمام سیاحوں نے اسي نام سے اسکي تحقیقات کي هے - سنه ۱۹۰۶ - میں جب مقام " طابه " کي نسبت حکومت مصر اور دولة عثمانیه میں نزاع هوئي تهي ' اور ایک مشترک ترکي مصري کمشین تحقیقات کے لیے متعین هوا تها ' تو اُسوقت بهي " الرقیم " کے ذکر سے دنیا کے کان آشنا هوئے تهے -

(۲) تورات میں بهي " رقیم " کا ذکر موجود هے -

(۳) قرآن حکیم نے سورهٔ کهف میں جهاں " اصحاب کهف " کا ذکر کیا هے ' وهاں " الرقیم " کا لفظ بهي آیا هے : ام حسبتم ان اصحاب الکهف و الرقیم کانوا من آیاتنا عجبا ؟ (۸ : ۱۸) کهف کے لفظ کے معني واضح تهے که غار کے هیں ' مگر " الرقیم " کے مفهوم کے تعین میں اختلاف هوا - عربي میں رقیم کے معني ایسي چیز کے هیں جو لکهي هوئي هو - اس لیے بعض مفسرین نے خیال کیا که رقیم سے مقصود یه هے که اصحاب کهف کے حالات قلمبند کرلیے گئے تهے - یا اُس غار پر جس میں اصحاب کهف کي نعشیں تهیں ' کوئي کتبه لکهکر لگا دیا هوگا - چنانچه امام بخاري نے حضرت عبد الله ابن عباس کا ایک قول به روایت سعید بن جبیر نقل کیا هے که اصحاب کهف کا حال ایک پتهر پر کهود کر نصب کر دیا گیا تها - اسي لیے " رقیم " کے لقب سے مشهور هوگئے -

(۴) عجب نهیں اس خیال کا باعث وه عام شهرت هو جو ایشیائے کوچک اور شام کے عیسائیوں میں ایک ایسے هي واقعه کي نسبت موجود تهي - قدیم لاطیني تحریرات میں ایک ایسي تحریر

آثار عتیقہ

شہر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من ایاتنا عجبا

(۲)

(قربان گاہ)

پتھروں سے تراشی ہوئی سیڑھیاں جن میں سے بعض بعض کا طول ایک میل ہے ' پیٹرا کی چوٹیوں تک پہونچا دیتی ہیں - انمیں سے اکثر سیڑھیاں عہد عتیق کی اون مرتفع قربان گاہوں سے گزرتی ہیں جہاں ہزارہا سال پہلے اہل پیٹرا اپنے مراسم مذہبی بجا لاتے تھے - ان میں سے بعض آثار تقریباً ایک ہزار فیٹ کی بلندی پر واقع ہیں - ایک زینہ اوس مندر تک پہنچتا ہے جو اسوقت تک " الدیر " کے نام سے موسوم ہے - اسکی ڈیڑھ سو فیٹ اونچی گلابی رنگ ایک پہاڑ سے تراش کر بنائی گئی ہے - اسکی چوٹی پر بھی ایک صراحی نما ظرف ہے - عرب اسے ابھی جواہرات کا مخزن کہتے ہیں - دوسرا زینہ جبل قربانی کا راستہ ہے - یہ پہاڑی بالکل علحدہ ہے - اس پر سے پوری وادی کا منظر نظر آجاتا ہے - اسکے بالائی حصہ میں دو قربان گاہیں ہیں - ایک آگ جمع کرنے کیلیے تھی - دوسری میں اون جانوروں کا خون جمع ہوتا تھا جو قربان کیے جاتے تھے - قربان گاہ کے قریب قدیم وضع کے دو طویل مربع مینار ہیں - پہاڑ کے عقب میں ایک دوسری مرتفع چوٹی ہے جسپر ایک صلیبی نائٹ کے قلعہ کے بعض آثار نظر آتے ہیں - مگر اس نائٹ کا نام معلوم نہیں -

قربان گاہ

(مدفن حضرت ہارون)

یہاں سے کچھہ فاصلہ پر ایک سیاہ پہاڑ کا عکس سا معلوم ہوتا ہے - اسکی چوٹی پر ایک سفید گنبد تعمیر ہے - ریگستانی سورج کی کرنیں اسے اور زیادہ چمکدار بنادیتی ہیں - اہل عرب کا قول ہے کہ یہی جگہ حضرت ہارون (علیہ السلام) کا مولد و مدفن ہے - اس [illegible] گنبد میں ایک چھوٹی سی مسجد اور چھوٹا سا مقبرہ بھی ہے - یہ پہاڑی جبل ھور کے نام سے پکاری جاتی ہے - اس وادی خاموش میں ہر جگہ مندروں اور مصلوں کی کثرت ہے -

(اثری تحقیقات)

ایک صدی کا عرصہ ہوا ' اسکاٹ لینڈ کے مشہور سیاح عرب ' جان برکاٹ نے اس شہر کا معائنہ کیا تھا - سنہ ۱۸۴۶ میں ھلینا مارٹینا نامی ایک سیاح عورت نے بھی یہ کھنڈر دیکھے تھے - دو یا تین سال ہوئے ' دو جرمن ماہرین آثار نے بھی چند مساحت دانوں کی معیت میں اس وادی کی تحقیقات کی تھی ' اور متعدد نقشے اور خاکے طیار کیے تھے -

(تاریخی حالات)

اگر توراۃ کے موجودہ نسخے پر اعتماد کیا جائے ' تو " رقیم " کی ابتدائی تاریخ حسب ذیل ہے :

قطورا حضرت ابراہیم کی تیسری بیوی تھیں - اون کے بطن سے مدین پیدا ہوا - مدین کی اولاد پھلی پھولی ' اور اتنی بڑھی ' کہ بالآخر ایک قوم بن گئی - بنو مدین ' سنہ ۱۷۰۰ قبل مسیح میں پانچ قبائلی شیوخ یا ملوک کے زیر نگیں تھے - ایک بادشاہ کا نام رقیم تھا - پہلی صدی قبل مسیح کا اسرائیلی مورخ یوسیفس لکھتا ہے کہ اسی مدیانی بادشاہ نے رقیم آباد کیا تھا - اسکا دوسرا نام پیٹرا یونانیوں نے رکھا تھا - یونانی زبان میں پیٹرا پتھر کو کہتے ہیں - غالباً اس شہر کا سنگستانی ماحول اس نام کیلیے محرک ہوا ہوگا -

مدیانی قوت کے اضمحلال کے بعد بنو ادوم مسلط ہوگئے - حضرت ابراہیم کی زوجہ اولی سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے تھے - حضرت اسحق کے دو لڑکے ہوئے - یعقوب اور عیص یا ادوم - بنو ادوم انہیں ادوم کی نسل سے تھے -

سلاطین ادوم نے ایک عرصہ تک رقیم پر حکمرانی کی - آخری ادومی بادشاہ ھدار کے زمانہ میں ادومیوں اور اسرائیلیوں میں سخت معرکہ آرائیاں ہوئیں - شاول (طالوت) اور حضرت داؤد نے بنو ادوم کو پے در پے ہزیمتیں دیں - بالآخر نویں صدی قبل مسیح میں امصیا بادشاہ یہود نے رقیم فتح کرلیا -

میں زور سے چلا اٹھي " نہیں ' نہیں ' میں مرد هونا نہیں چاهتي ! "

" اب یه زنانه کپڑے اتار دو " ایک ڈاکٹر نے میرے کندھے پر هاتھ رکھکر کہا " اب همارا جیسا کوٹ پتلون پہن لو - آج کے بعد یه ریشمین جرابیں اور اونچي ایڑي کا جوتا نه پہننا ! اب تم هماري طرح مرد هوگئي هو " !

میري مصیبت ابهي ختم نہیں هوئي تهي - مجهے اپنے منگیتر کو یه هولناک خبر سنانا ابهي باقي تها !

" خدایا ! میں کیا کروں ؟ " راستے میں میں خیال کرنے لگي " اپنے منگیتر سے کیونکر کہوں — ؟ اف ! یه منحوس خبر اسے کیسے سناؤں ؟ "

" میرے دوست " میں نے انتهائي حسرت و یاس سے لڑکھڑاتي آواز میں اپنے عاشق کو مخاطب کیا " اب میں عورت نہیں رهي — هماري شادي ناممکن هے ! — "

اس نے قہقہه مارا اور مجهے هاتھ پکڑ کر اپني طرف کهینچ لیا - لیکن میں نے سنجیدگي سے تمام واقعه سنا دیا -

" کیا ؟ " وہ غصه سے چلایا " کس شیطان نے تم سے یه کہه دیا هے ؟ " میں نے جیب سے طبي سندیں نکال کر اسکے سامنے ڈالدیں - وہ حیرت زدہ رہ گیا - هم دیر تک حسرت و یاس سے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رهے - بار بار اس پر ایک غشي کي سي حالت طاري هو جاتي تهي - هم دونوں اپني پچهلي محبت پر غور کرتے تھے ' اپنے وعدے یاد کرتے تھے ' مستقبل کا خیال کرتے تھے ' اور یه سب کچهه ایک خواب سا معلوم هوتا تها - ایسي غمناکي (ٹریجڈي) دنیا میں کبهي واقع نہیں هوئي هوگي !

میں اگرچه اب مرد هو چکي تهي ' لیکن اپنے منگیتر کي محبت میرے دل میں بالکل اتني هي اور ویسي هي تهي ' جتني اور جیسي عورت هونے کي حالت میں هوسکتي هے - میري حسرت بے حساب تهي - میں خیال کر رهي تهي که میرا عاشق اگر چاهے تو کسي دوسري عورت کو اپني بیوي بنا لے سکتا هے ' لیکن میں کتنا هي چاهوں ' اب کسي مرد کو اپنا شوهر نہیں بنا سکتي !

" کچهه پروا نہیں ! " میرا عاشق جوش سے چلا کر کهڑا هوگیا - " اگر تم مرد هوگئي هو تو کوئي پروا نہیں - میں تم سے اب بهي محبت کرونگا - اگر تم میري بیوي نہیں بن سکتي ' تو دوست تو بن سکتي هو؟ میں تم سے ایسي محبت کرونگا ' جیسي محبت اس آسمان کے نیچے کسي نے بهي اپنے دوست سے نہیں کي هوگي ! میں زندگي بهر تمہارے نام پر کنوارا رهونگا ! "

پهر هم دونوں نے نہایت جوش سے مصافحه کیا - لیکن کیسا مصافحه ؟ مردانه مصافحه !

جب میں نے پہلي مرتبه خوبصورت زنانے کپڑے اتار کر مردانے کپڑے پہنے ' تو بے اختیار دل بهر آیا ' اور پهوٹ پهوٹ کر رونے لگي - آئینه میں جب میں نے اپني صورت دیکهي ' تو رنج و غم کي شدت سے میرا دل قریب تها که پهٹ جائے - آج میں بازاروں میں اپني سہیلیوں کو زنانه لباس میں چلتے دیکھکر رشک و حسد سے جل جاتي هوں - هر عورت کے نسواني وجود کا منظر میري آنکهوں کے لیے غم ناک هے - میرا دل بے اختیار رونے لگتا هے !

یه عجیب بات هے که نوجوان مرد جو پہلے مجهه سے اظہار محبت کرتے تھے اور مجهے اپنے ساتھ فخر و مباهات سے تهیٹر لیجاتے تھے ' اب مجهه سے کہتے هیں ' آؤ همارے ساتهه مل کر نوجوان لڑکیوں سے ملاقاتیں کرو - کیونکه تم بهي هماري هي طرح مرد هوگئي هو ! مگر وہ بالکل نہیں جانتے که اگرچه میں مرد هوچکي هوں ' مگر اب تک میرے جذبات نسواني هي هیں - میں هر خوبصورت لڑکي کو دیکھکر آتش رشک میں جلنے لگتي هوں - وہ مجهے اپني رقیب معلوم هوتي هے !

میں اب مرد هونے کے بعد زندگي پر نظر ڈالتي هوں تو پہلے سے مختلف پاتي هوں - اب زندگي میرے لیے ویسي رحیم و شفیق نہیں رهي جیسي پہلے تهي - اب خود مجهے دوسروں کي حمایت کرنے کے فرائض ادا کرنا پڑتے هیں - حالانکه پہلے دوسرے لوگ میري حمایت کرنے کي فکر میں رهتے تھے - مجهے اپني تزئین و آرائش کے سوا کوئي فکر نه تهي - اب مجهے اپنے ساتهه تهیٹر جانے والي عورتوں کے مصارف اپني جیب سے ادا کرنا پڑتے هیں ' حالانکه پہلے میرے مصارف دوسروں کے ذمے هوا کرتے تھے - لیکن ساتهه هي مجهے اعتراف کرنا چاهئے که اب میري آزادي پہلے سے بہت زیادہ هوگئي هے - اب میں اپني زندگي کي مالک هوں - آزادي سے جہاں چاهوں جاسکتي هوں ' اور جتني دیر چاهوں ' گهر سے باهر رہ سکتي هوں -

شروع میں خیال تها که نوجوان مرد اور نوجوان عورتیں ' دونوں مجهه سے نفرت کرینگے - میري یه جنسي تبدیلي کسي کو بهي پسند نہیں آئے گي - مگر تجربه سے معلوم هوا که میرا خیال غلط تها - دونوں گروہ مجهے پسند کرتے هیں - مرد اس لیے که مرد هوگئي هوں اور ان کي صحبتوں اور گفتگوؤں میں مرد کي طرح حصه لینے لگي هوں - عورتیں اس لیے که پہلے میں انهي کي طرح عورت تهي میري طرف زیادہ رغبت کا اظہار کرنے لگي هیں اور مجهه سے محبت کي طالب هیں - لیکن عورتوں کي یه حرکت مجهے بالکل نہیں بهاتي - کیونکه اگرچه طبیبوں نے میرے مرد هو جانے کا فیصله کردیا هے - مگر میرا احساس هنوز یهي هے که میں عورت هوں !

جونهي اخبارات نے میري اس " بد نصیبي " کي خبر شائع کي ' یورپ کے مختلف شہروں سے تقریباً پچاس درخواستیں عورتوں نے میرے پاس بهیج دیں - جن میں لکها تها که وہ مجهه سے شادي کرنے کے لیے طیار هیں - مجهے بہت تعجب هوا که وہ مجهه سے شادي کیوں چاهتي هیں ؟ سب نے بالاتفاق لکها تها " هم تم سے اس لیے شادي پسند کرتے هیں که تم پہلے عورت تهیں ' اس لیے عورتوں کے احساسات و جذبات سے بخوبي واقف هو - تم دنیا کے تمام مردوں سے زیادہ بہتر شوهر بن سکتي هو "

لیکن میں کسي عورت سے بهي شادي کرنا نہیں چاهتي - میں نے قسم کها لي هے که اپنے منگیتر سے محروم هو جانے کے بعد اسي کي طرح میں بهي عمر بهر بغیر شادي کے رهوں گي !

تمام طبیبوں کا بیان هے که میري یه تبدیلي نہایت هي حیرت انگیز هے - جرمني کي ایک یونیورسٹي مجهے ایک هزار پونڈ اس شرط پر دے رهي هے که موت کے بعد اپني نعش اس کے حواله کر دوں اور وہ میري جسماني ساخت کا معائنه کرسکے - هر طرف سے لوگ مجهے لکهه رهے هیں که اگر میں دنیا کا دورہ کروں تو بڑي دولت جمع کرلونگي - ایک سینما کمپني کي بهي درخواست آئي هے - وہ میري تصویریں لیکر تماشا گاهوں میں دکهانا چاهتي هے - لیکن میں اس قسم کي کوئي بات بهي منظور نہیں کرونگي - میں اپنے جسم کو مال جمع کرنے کا آله بنانا نہیں چاهتي ! "

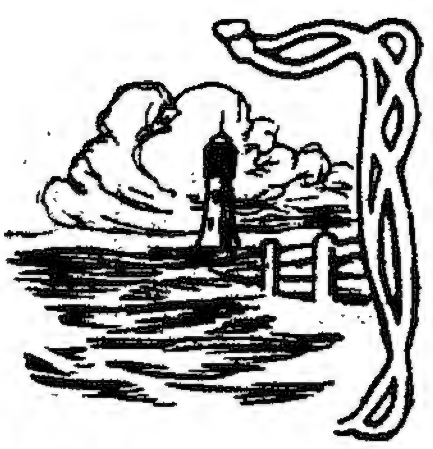

برید فرنگ

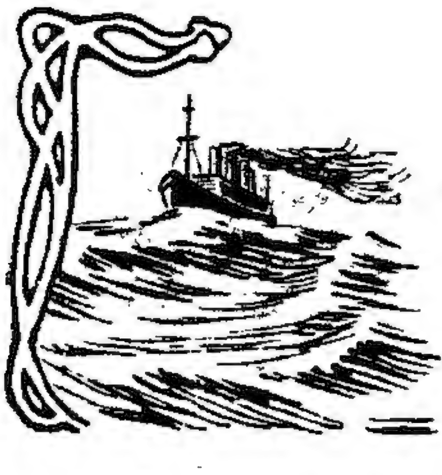

اس وقت تک موجود ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ پانچویں صدی مسیحی میں انطاکیہ کے ایک بطریق نے یہ تحریر لکھی تھی - اس میں سات آدمیوں اور اُن کے ایک وفادار کتے کراتیمری نامی کا (جسے عربی میں قطمیر کرلیا گیا ہے) قصہ بیان کیا گیا ہے -

(۴) لیکن اگر " رقیم " سے مقصود وہی شہر ہے ' جس کا ذکر عہد عتیق اور یوسیفس کی تاریخ میں ہے ' تو " رقیم " عبرانی لفظ ہے نہ کہ عربی ' اور اس لیے عربی مادہ کی اس کے لیے جستجو سود مند نہیں - عبرانی میں یہ لفظ " راقیم " تھا - عربی میں " رقیم " ہوگیا -

(۵) عرب شعراء جاہلیۃ کے کلام میں جس طرح کہف کا ذکر پایا جاتا ہے ' رقیم کا بھی ذکر موجود ہے - امیہ بن ابی الصلت کہتا ہے :

و لیس بہا الا الرقیم مجاوراً
و صیدھم ' و القوم فی الکہف ہمد

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے عرب جاہلیت کے لوگ " الرقیم " سے واقف تھے ' اور اصحاب کہف کے قصہ کی بھی شہرت تھی - البتہ تمام پرانے واقعات کی طرح یہ واقعہ بھی بہت کچھ محرف ہوگیا تھا ' اور طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہوگئی تھیں - قرآن حکیم نے اصلی واقعہ آشکارا کردیا -

(۶) بلاشبہ اغلب یہی ہے کہ " الرقیم " سے مقصود یہی شہر ہو - الرقیم عرب میں یا عرب سے بالکل متصل واقع تھا - قرب کی وجہ سے وہاں کے حالات قدرتی طور پر اہل عرب کے علم میں آتے رہتے تھے - اگر عام مفسرین اور مورخین کا یہ خیال تسلیم کرلیا جائے ' کہ اس واقعہ کا تعلق ایشیائے کوچک کے رومی شہر ایفی سس (افسوس) سے تھا ' تو قدرتی طور پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عرب جاہلیت میں ایک رومی شہر کا واقعہ جو یونانی زبان میں لکھا گیا تھا ' کیونکر مشہور ہوگیا ؟

(۷) مفسرین میں بھی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے - چنانچہ امام ابن جریر اور ابوالفداء نے ان کے اقوال نقل کیے ہیں -

(۸) مضمون میں ایک پہاڑی چشمہ کا ذکر ہے جسکی نسبت عربوں میں مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام والا چشمہ ہے - یہ شہرت بے اصل نہیں معلوم ہوتی -

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنو اسرائیل کے قبائل ساتھ لیکر مصر سے نکلے ' تو فلسطین تک پہنچتے پہنچتے دو واقعات پہاڑی چشموں کے بہنے کے پیش آئے - پہلا واقعہ وادی سینا میں پیش آیا تھا ' جس کا ذکر سفر خروج کی فصل ۱۷ - میں ہے - دوسرا واقعہ وہ ہے جو ادومیوں کے ملک کے قریب ایک ایسے موقعہ پر پیش آیا تھا جہاں سے " جبل ہور " قریب تھا - اِس کا ذکر سفر اعداد کے اصحاح ۲۰ میں ہے - یقیناً یہ دوسرا واقعہ شہر رقیم ہی سے تعلق رکھتا ہے ' اور اسی لیئے اسکا نام وادی موسیٰ مشہور ہو گیا ہے -

اب مین مرد ہون !

ایک عورت کے خیالات مرد ہو جانے کے بعد !

اِٹلی میں رینا ٹیگرا زیانا نامی ایک اٹھارہ سال کی دوشیزہ لڑکی تھی - اچانک اُس کے اعضاء میں تبدیلی شروع ہوئی - اب وہ پورے معنی میں مرد ہوگئی ہے - چنانچہ ڈاکٹروں نے اُسے مرد ہونے کی سند دیدی ہے !

پچھلے دنوں ریوٹر ایجنسی نے یہ خبر تمام دنیا میں مشتہر کردی تھی - اب اسکی مزید تفصیلات اِنگلستان کے اخبارات میں آ گئی ہیں :

یہ حیرت انگیز واقعہ گزشتہ ماہ اگست میں پیش آیا - اِس سابق دوشیزہ اور حال کے نوجوان مرد نے اخبارات میں ایک مضمون شایع کیا ہے - اِس مضمون میں وہ مرد ہو جانے کے بعد اپنے تاثرات بیان کرتا ہے - چونکہ وہ ابتک اپنے جذبات میں نسوانیت کا تاثر ظاہر کرتا ہے ' اسلیے بہتر ہے کہ ہم بھی اُس کا ذکر ضمیر مونث کے ساتھ کریں - وہ لکھتی ہے :

" بچپن ہی سے میرے دل میں یہ تمنا موجود تھی کہ کاش میں مرد ہوتی ' تاکہ مردوں کی سی آزاد زندگی بسر کر سکتی - لیکن اب جبکہ قدرت نے میرے لڑکپن کی یہ طفلانہ آرزو پوری کر کے دنیا کا سب سے بڑا عجیب واقعہ دکھا دیا ہے ' میری خواہش بالکل برعکس ہوگئی ہے - کاش میں دوبارہ عورت ہو جاتی !

مسلسل تین ہفتے اطباء کی ایک بڑی مجلس ' میرا طبی معائنہ کرتی رہی - بالآخر متفقہ طور پر اُس نے فیصلہ صادر کردیا کہ میں عورت نہیں رہی - مرد ہوگئی ہوں - ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ عجیب فتویٰ سن کر میری حیرت کا کیا حال ہوا ہوگا ؟ میں مبہوت ہوکر رہ گئی - پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - میں نے اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا - میری ہچکی بندھ گئی -

……

(۹) تورات میں جس پہاڑ کا ذکر " جبل ہور " کے نام سے کیا گیا ہے (جو عبرانی لفظ ہے) وہی آج کل " جبل حور " کے نام سے عربوں میں مشہور ہوگیا ہے - یہ خیال کہ یہاں حضرت ہارون علیہ السلام دفن ہوے تھے ' غلط نہیں ہے - تورات سے پوری طرح اِس کی تصدیق ہوتی ہے - سفر اعداد اصحاح ۲۰ - میں حضرت ہارون کی وفات کا ذکر موجود ہے - اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھیک اسی جغرافیائی محل میں ' جبل ہور کی بلندیوں پر ' حضرت ہارون نے وفات پائی تھی - اسلامی عہد میں بھی یہ مقام اس حیثیت سے مشہور تھا - چنانچہ غالباً عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں وہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی - مسجد اسوقت تک موجود ہے -

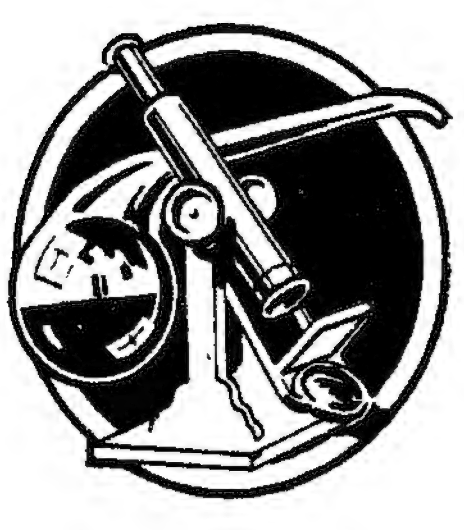

مذاکرهٔ علميه

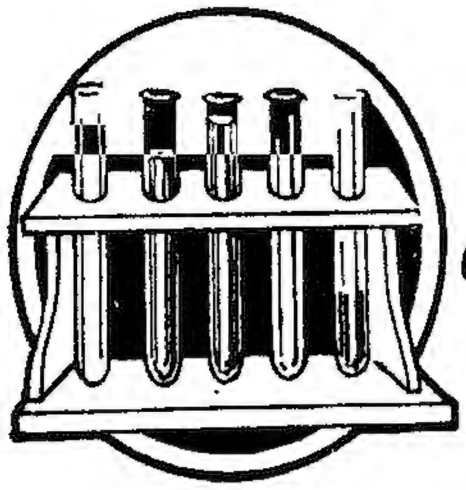

کے بالائي حصه پر پهنچنا اور اُس ايوان ميں داخل هوتا جس ميں بادشاه ' ولي عهد ' اور ارکان سلطنت بڑے جاه و جلال سے بيٹھے هوتے تھے - شاهي استقبال کے بعد سفير اپني تحرير اسناد سناتا تها اسکے بعد اپنے کاغذات پيش کرتا - پهر بادشاه کے حضور اپنے ساتهيوں اور مصاحبوں کو ايک ايک کرکے پيش کرتا - استقبال کا يه جلسه بهت دير تک رهتا تها - پهر سب کهانے کے کمرے ميں جاتے تھے اور دعوت شروع هو جاتي تهي - بعض سفير اِس قدر بهڑکيلي اور بهاري ورديان پهنے هوتے تھے که اُنکے بوجهه سے کهانا نهيں کها سکتے تھے - مجبور هوتے تھے که دستر خوان پر بيٹھنے سے پہلے دوسرے کمرے ميں جاکر اپنا لباس بدل آئيں - دعوت کے بعد سفير پهر اپني سرکاري وردي پهن ليتا اور ولي عهد اور وزراء وغيره سے ملاقات کرتا - يه ملاقاتيں بهي اتني لمبي هوتي تهيں که سفير تهک جاتا تها ' اور کهانے کے کمرے ميں دو باره جاکر کچهه کها پي ليتا تها -

ليکن اب يه طريقے موقوف هوگئے هيں - آج کل يورپ ميں يه دستور هے که نئے سفير کے پهنچنے کے بعد دو بجے حاجب سفارت خانه جاتا هے - سفير اور اُس کا عمله سرکاري ورديان پهنے اُس کا استقبال کرتے هيں - چند منٹ بعد سرکاري گاڑياں اور باڈي گارڈ پهنچ جاتا هے ' اور سفير صدر جمهوريت يا پادشاه کي ملاقات کے ليے محل کو روانه هو جاتا هے - سفير کے پهنچنے پر جنگي موسيقي کے ذريعه اُسے سلامي دي جاتي هے - جس ملک کا سفير هوتا هے ' پہلے اُسي ملک کا گانا گايا جاتا هے - پهر فوجي گيت بجايا جاتا هے - موسيقي سے فارغ هوکر سفير اور اُس کے ساتهي گاڑيوں سے اترتے هيں - زينوں سيڑهي پر دو فوجي افسر استقبال کرتے هيں اور سفير کو مع اُس کے همراهيوں کے استقبال کے کمرے ميں ليجاتے هيں -

استقبال کے کمرے ميں ايک طرف صدر جمهوريت يا بادشاه اور ارکان حکومت هوتے هيں ' دوسري طرف سفير اور اُس کے ساتهي - دونوں کے بيچ ميں حاجب اور مترجم کهڑے هو جاتے هيں - حاجب سفير کا نام اور لقب بيان کرکے اُس کا تعارف کراتا هے - پهر سفير اپنے کاغذات پيش کرتا اور لکهي هوئي تقرير پڑه کر سناديتا هے - صدر جمهوريت يا پادشاه جوابي تقرير کرتا هے - پهر رسمي گفتگو هوتي هے - طرفين کے آدميوں کا ايک دوسرے سے تعارف کرايا جاتا هے اور مصافحه پر تقريب ختم هوجاتي هے -

* * *

علوم ماديه کی ترقی

از

علماء کے حوصلے

عقل انساني کس حد تک ترقي کرتي چلي جائيگي ؟ مادي علم کي تگ و دو کهاں پر جاکے رکے گي ؟ علماء کے حوصلے کيا هيں ؟

علم کي موجوده حيرت انگيز ترقياں ديکهکر يه سوال هر شخص کے ذهن ميں پيدا هوجاتا هے - ليکن جواب بهت مشکل هے - اجمالي طور پر يه کها جاسکتا هے که علم ' کائنات فطرت کے جمله مادي و روحاني راز معلوم کرلينا چاهتا هے - اگرچه وه اِس وقت تک صرف چند گوشوں هي پر سے پرده اُٹها سکا هے - في الحال علماء کے سامنے اهم ترين مسائل حسب ذيل هيں :

(۱) شباب کي تجديد
(۲) زندگي کي زياده سے زياده تطويل
(۳) حسب مرضي نسل کي تولد
(۴) زندگي کي تخليق
(۵) موت کے بعد زندگي کا اعاده

علم اور علماء کے يه حوصلے ' کچهه نئے نهيں هيں - قديم ترين زمانوں سے يه مسائل زير بحث هيں - زمانه پہلے دنيا اِن مسائل کے اشتغال کو جنون سمجهتي تهي اور اُن پر هنستي تهي - ليکن اب نه کوئي هنستا هے ' نه جنون سمجهتا هے - بلکه سب حيرت کے ساتهه زياده سے زياده حيرت انگيز علمي انکشاف ديکهنے کے منتظر رهتے هيں - کيونکه گذشته ۱۵ برس ميں علم نے زياده سے زياده ناممکن باتيں ممکن کر دکهائي هيں -

ڈاکٹر وورونوف نے اب بکثرت عملي تجارب سے ثابت کرديا هے که شباب کي کامل تجديد ' وهم و خيال نهيں هے جيسا که پہلے سمجها جاتا تها ' بلکه واقعه و مشاهده هے - اِس ڈاکٹر نے اکثر زنده بوڑهوں کو بالکل جوان بنا ديا هے - وه اب تک زنده هيں اور صحيح معنوں ميں جوان هوگئے هيں -

حال هي ميں يه علمي انکشاف بهي هوا هے که ايک مرے هوئے کبوتر کا دل اطباء نے کاٹ ليا اور نمک پوٹاس ' اور سوڈے کے اجزاء سے ممزوج عرق ميں ڈال ديا - چند هي لمحے بعد ' دل ميں زندگي کے آثار ظاهر هوگئے - وه زنده دل کي طرح حرکت کرنے لگا - کئي گهنٹے تک زنده رها - حالانکه کبوتر دير سے مرا پڑا تها !

قلب کو زنده کرديئے کا يه پهلا تجربه نهيں هے - اس قسم کے بے شمار تجربے هوچکے هيں - يه عمل مدت سے جاري هے که موت

مطبوعات جدیدہ

سفیرون کا استقبال

حال میں ایک دلچسپ کتاب جرمنی میں شایع ہوی ہے : " ازمنۂ وسطی کے شاہی مراسم " اسکے بعض حصوں کا ترجمہ مصری معاصر المقتطف نے شائع کیا ہے - ذیل کا ٹکڑہ اُسی سے ماخوذ ہے :

قدیم زمانہ میں سفراء کے استقبال و ملاقات کے لئے دربار بڑی شان و شوکت سے سجائے جاتے تھے - بادشا اِس بارے میں بہت زیادہ اہتمام کا اظہار کرتے تھے - موجودہ زمانہ میں اگرچہ وہ پرانی شان و شوکت باقی نہیں رہی ' تاہم سفراء کی ملاقات و استقبال کے معین اصول و قواعد موجود ہیں ' جن کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے - اِن اصول و قواعد کو بین الاقوامی زبان میں " پروٹوکول " کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -

(عربی سفرا)

عربی عہد حکومت میں سفراء کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی - موجودہ زمانہ کی طرح اُس وقت بھی سفیر دو قسم کے ہوتے تھے : عارضی اور دائمی - عارضی سفیروں کا کام کسی خاص پیغام کا پہنچانا یا کوئی خاص مہم انجام دینا ہوتا تھا - دائمی سفیروں کو دوسری سلطنتوں میں ہمیشہ حاضر رہنا پڑتا تھا -

صاحب نہایۃ الارب کی تصریح کے مطابق عربوں نے سفیر کے لیے یہ شرطیں قرار دی تھیں : " خوبصورت ہو - اُس کا نام خوشگوار ہو - متدین اور پارسا ہو - مخلص ' امین ' اور نیک طینت ہو - حاضر جواب ہو - معاملہ فہم ہو - خوشامد کا عادی نہ ہو - رشوت قبول نہ کرے - ڈرپوک نہ ہو ... "

عرب خلفاء بیرونی سفیروں کی بڑی خاطر مدارات کرتے تھے - فاطمی عہد حکومت میں سفیروں کے قیام کے لیے ایک نہایت ہی شاندار محل مخصوص تھا ' اور خلفاء کا حکم تھا کہ اُن کی زیادہ سے زیادہ عزت کی جائے -

استقبال کا طریقہ یہ تھا کہ اگر سفیر سپہ سالار کی قسم سے ہوتا ' تو آس کے پہنچتے ہی خلیفہ ملاقات کرتا اور پیغام سنتا تھا ... اگر فوجی آدمی نہ ہوتا ' تو ملاقات سے پہلے تین دن تک مہمان خانہ میں رکھا جاتا تھا - اِس اثنا میں کوئی شخص بھی اُس سے نہیں مل سکتا تھا - جوتھے دن خلیفہ کا دربار آراستہ کیا جاتا - جنگی افسر رعب و داب سے صفیں باندہ کر کھڑے ہوجاتے - بادشاہ اپنی پوری شان و شوکت سے تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوتا - ارکان حکومت اپنے اپنے رتبہ کے مطابق بیٹھتے - جب سب انتظام مکمل ہوجاتا ' تو صاحب اعتماد سفیر کو لیے دربار میں داخل ہوتا - جوں ہی خلیفہ کا چہرہ دکھائی دیتا ' سفیر فرش زمین کو بوسہ دیتا - پھر ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ وسط دربار میں پہنچتا ' اور وہاں سے مجرا ادا کرنے کے بعد اُس مقام پر پہنچایا جاتا ' جہاں خلیفہ سے ہم کلامی کرسکتا تھا - اُس مقام پر پہنچکر سفیر کھڑا رہتا - اس کے گرد شاہی حاجب اور مترجم دست بستہ کھڑے ہوتے - خلیفہ جب گفتگو کی اجازت دیتا ' تو سفیر مجرا ادا کرکے اپنے بادشاہ کا سلام پہنچاتا - خلیفہ اُس بادشاہ کے درجہ کے مطابق سلام کا جواب دیتا - پھر سفیر اپنی جیب سے بادشاہ کا خط نکال کر اپنی آنکھوں اور سر پر رکھتا اور خلیفہ کے حضور پیش کردیتا - اگر خلیفہ کو اُس بادشاہ کی عزت افزائی منظور ہوتی ' تو کھڑے ہو کر اُس کا خط اٹھاتا تھا - پھر وزیروں کو خط کے کھولنے اور پڑھنے کا حکم دیتا تھا - تھوڑی دیر معمولی سلام کلام کے بعد سفیر کو بیٹھنے کی اجازت ملتی - وہ آداب بجا لاکر اپنی جگہ بیٹھ جاتا - دربار کے بعد سفیر مہمان خانہ بھیج دیا جاتا تھا - نجی کی ملاقاتیں بعد میں ہوتی تھیں -

(فرانس کے شاہی رسوم)

فرانس میں جب شاہی قائم تھی ' تو سفیروں سے ملاقات کا طریقہ یہ تھا کہ پیرس میں چند روز قیام کرنے کے بعد وہ وزیر تشریفات سے ملاقات کرتا تھا - وزیر اُسے بتاتا تھا کہ بادشاہ کس دن ملاقات کریگا - ملاقات سے تین دن پہلے شاندار شاہی گاڑیاں سفیر کی قیام گاہ پر پہنچتی تھیں ' اور اُسے مع اُس کے مصاحبوں کے سفیروں کی مہمانی کے خاص محل میں لیجاتی تھیں - یہاں وہ بادشاہ کا مہمان ہوتا تھا - یہ محل نہایت آراستہ ہوتا تھا اور مہمان کی تواضع میں غیر معمولی فیاضی سے کام لیا جاتا تھا - روزانہ دعوتیں ہوتی تھیں ' اور سفیر کے خوش کرنے کی پوری کوشش کی جاتی تھی -

سفیر جتنے زیادہ دور ملک کا ہوتا تھا ' اُتنی ہی زیادہ اُس کی خاطر مدارات کی جاتی تھی - مورخین کا بیان ہے کہ ترکی سفیر کے صرف کھانے پر شاہ فرانس روزانہ ۵۰۰ اشرفی خرچ کرتا تھا - سنہ ۱۶۹۹ع میں جب سلطنت مراکش کا سفیر آیا ' تو بریسٹ کے قیام کے دوران میں ۹۰۰۰ پونڈ ' اور پیرس کے قیام میں ۳۱۷۰۰ پونڈ صرف کیے گیے - شہر بریسٹ سے پایۂ تخت تک سفر میں ۳۸۰۰ پونڈ صرف ہوے تھے - یعنی کل ۴۴۵۰۰ پونڈ یا ۶۶۷۵۰۰ روپیہ خرچ کیے گیے تھے !

اُس زمانہ میں دستور تھا کہ سفیر کے دستر خوان کے تماشہ کیلیے پیرس کے عمائدین بلائے جاتے تھے - اُنکی موجودگی میں سفیر کو کھانا کھلایا جاتا تھا - بادشاہ سے ملاقات کے دن سفیر ایک دوسرے محل میں منتقل کیا جاتا - یہاں کچھہ دیر ٹھہرنے کے بعد شاہی سواریاں اُسے لینے آتی تھیں ' اور اُسکا جلوس دیکھنے کیلیے پیرس کی سڑکوں پر تماشائیوں کا ہجوم ہو جاتا تھا -

ورسلز کے شاہی محل تک پہنچنے میں کامل تین گھنٹے لگتے تھے - محل کے پھاٹک اور بیرونی میدان میں سفیر کو صف بستہ فوجیں نظر آتی تھیں - اِنسے گزر کر وہ سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا محل

اُس وقت سردي نا قابل برداشت هوگي - سردي کا تعلق سورج سے زیادہ هواؤں سے هوجائے گا - جب قطبي هوائیں چلینگي تو سردي بڑہ جائیگي - جب خط استوا کي هوائیں چلینگي تو گرمي هو جایگي -

ظاهر هے که فضا کي حرارت هي آبي بخار پیدا کرتي هے - یه بخار پاني برساتا هے اور انسان پینے کے لیے پاني پاتا هے - لیکن جب سورج کي حرارت کم هوجائیگي ' تو بخار بننا بهي موقوف هو جائیگا - یعني بارش بهي نهیں هوگي - جتنا پاني پہلے کا جمع هوگا ' وہ بهي بگڑ جائے گا ' اور بے شمار نئے نئے امراض پیدا هو جائینگے -

غرضکه اُس وقت زمین پر زندہ رهنا مشکل هوجائے گا - یہانتک که جب سورج کي آخري شعاعیں بهي ختم هوجائینگي تو زندگي بالکل ختم هوجائیگي -

(قلب کے متعلق ایک نیا نظریه)

ڈاکٹر مندلسن جرمني کا مشهور محقق هے اور برلن کي یونیورسٹي میں قلبي امراض کا اُستاذ هے - اِس نے حال میں قلب کے متعلق ایک نیا نظریه پیش کیا هے -

وہ کہتا هے که قلب ' زندگي بر قرار رکھنے کا اصلي آله نهیں هے بلکه دوسرے درجہ کي چیز هے - زندگي کي اصلي بنیاد ' قلب پر نهیں ' بلکه جسم کي اُن خلایا پر هے جو خون جذب کرتي هیں - اِس کا ثبوت یه هے که بہت سے کمزور دل کے آدمي مدتوں تک زندہ رهتے هیں - حالانکه اُن کا قلب ' جسم کے مختلف اجزاء میں پوري طرح خون پہنچا نهیں سکتا - نیز ایک ثبوت یه بهي هے که بہت سے آدمي قلب کي حرکت بند هوتے هي ' مردہ سمجهه کر دفن کردیے جاتے هیں ' حالانکه وہ دراصل زندہ هوتے هیں - ایسے واقعات بکثرت پیش آتے رهتے هیں - اگر قلب هي پر زندگي کا مدار هوتا ' تو اُس کي حرکت بند هونے کے بعد هي زندگي بهي ختم هوجاتي ' حالانکه ایسا نهیں هوتا -

(ایک عجیب مخلوق)

آسٹرین اخبارون نے یه عجیب خبر شایع کي هے که ابواني نام ایک گاؤں میں اب سے ۱۹ - برس پہلے ایک عورت کے لڑکا پیدا هوا - یه بندر سے بہت مشابه تها - والدین نے اُس کا نام الکزنڈر رکها - لیکن جوں جوں اُس کي عمر بڑهتي گئي ' بندر سے مشابهت بهي بڑهتي گئي - حتی که اب جوان هونے پر وہ بالکل بندر هوگیا هے - صرف صورت و شکل هي میں نهیں ' حرکات و سکنات و طبیعت میں بهي بندر هے - وہ آدمیوں کي طرح رهنا پسند نهیں کرتا - بول بهي نهیں سکتا - بندر کي طرح چلاتا اور اچهلتا کودتا هے - پچهلے دنوں اُس کے والدین نے اُسے ایک آهني قفس میں قید کردیا تها - کیونکه آدمیوں کو تکلیف پہنچانے لگا تها - ایک دن اتفاق سے چهوٹ گیا اور سڑک پر پہنچ گیا - لوگ اُسے گوریلا سمجهه کر ڈر گئے اور بهاگے - بڑي مشکل سے اُسے قید کیا گیا - اب ایک هنگرین عورت اُسے اپنے ساتهه بوداپسٹ لے گئي هے - ڈاکٹر متعجب هیں که کیا رائے قائم کریں ؟ وہ آدمي نهیں هے - مگر آدمي کے پیٹ سے بندر کیسے پیدا هوسکتا هے ؟ یہاں قانون وراثت سے بهي کوئي بحث نهیں کي جاسکتي - کیونکه ڈاروین کے متبعین بهي یه نهیں کہتے که انسان بندر سے پیدا هوا هے - بلکه یه کہتے هیں که بندر اور انسان ایک هي مورث اعلی کي اولاد هیں -

(کیا کهانے کي ضرورت باقي نهیں رهے گي ؟)

علماء کي رائے هے که ویٹامین Vitamine هي دراصل هماري تمام غذا کا حقیقي جوهر هے اِسي پر زندگي کا دار و مدار هے - ویٹامین کي بہت سي قسمیں قرار دي گئي هیں ' اور هر قسم کا حروف ابجد پر الگ الگ نام رکهدیا گیا هے - بعض جرمن علمي رسائل کا بیان هے که ایک جرمن کیمیائي کو ویٹامین (الف) کي ایجاد میں کامیابي حاصل هوگئي هے -

سر الفرید مونڈ نے حال میں اِس جرمن عالم کي تحقیقات کا معاینه کیا ' اور اپنے خیالات اِس بارے میں شائع کیے هیں - وہ لکهتا هے :

" اگر اِس جرمن عالم کا دعوی صحیح هے که اُس نے ویٹامین کیمیاوي طریق پر طیار کر لي هے ' تو اس کے معني یه هیں که هم عنقریب جمله میوؤں ' سبزیوں ' ترکاریوں ' اور مچهلي کے تیل وغیرہ غذاؤں سے مستغني هو جائینگے - هماري اقتصادي زندگي میں عظیم انقلاب هو جائیگا - کوئي ملک اپني غذا میں دوسرے ملک کا محتاج نهیں رهے گا - انسان کي غذا ' ویٹامین کي ٹکیاں هونگي ' اور بہتر سے بہتر خوراک کا کام دینگي -

" اتنا هي نهیں بلکه پورے عالم تمدن پر اِس کا اثر پڑے گا - جسم انساني کي موجودہ ترکیب میں بهي تبدیلي هو جائیگي - اِس جدید غذا کے لیے معدے کي ضرورت باقي نهیں رهیگي - ایک زمانه ایسا آجائیگا جب انسان کے جسم سے معدہ بالکل غائب هو جائیگا "

اطلاع

مولانا ابو الکلام کي علالت

۲۴ ستمبر سے مولانا ابو الکلام کي طبیعت برابر علیل هے - پہلے بیري بیري مرض کے اشتداد سے دوران سر کي تکلیف شروع هوئي - پهر سرخ بخار (ڈینگو فیور) لاحق هوگیا - جس کي آج کل کلکته میں عام شکایت هے - اب اگرچه بخار اُتر چکا هے ' مگر اُس کي وجه سے بیحد طبیعت کمزور هوگئي هے - یہي وجه هے که آل انڈیا کانگرس کمیٹي کے جلسوں میں بهي وہ حصه نه لے سکے ' بجز ورکنیگ کمیٹي کے جلسوں کے جو اُن کي علالت کے خیال سے اُنهي کے مکان میں منعقد هورهي هیں -

جن حضرات کے خطوط اِس دو هفته کے اندر ان کے نام آچکے هیں ' وہ جواب نه ملنے کي وجه سے پریشان خاطر هونگے - براہ عنایت چند دن اور انتظار کریں تاکه مولانا کي طبیعت بحال هوجائے ' اور وہ به اطمینان خطوط کا جواب لکها سکیں -

منیجر

طاري هونے کے بعد سینه چیر ڈالتے هیں اور خاص طریقوں سے دل کو ملنا شروع کر دیتے هیں - تهوڑي دیر میں دوران خون شروع هوجاتا هے - دل هلنے لگتا هے ' اور دل کي حرکت کے ساتهه هي تمام جسم میں زندگي واپس آجاتي هے - حال هي کا واقعه هے که لندن کے شفاخانۂ سینٹ تهامس میں ایک عورت مسز اڈیلڈ ایک خطرناک عمل جراحي میں فوت هوگئي - ڈاکٹر نے فوراً اُس کا سینه چاک کر ڈالا اور دل کي مالش شروع کردي - پندره منٹ بعد عورت بالکل زنده هوگئي تهي - البته وه بیهوش رهي ' اور تیس گهنٹے بعد ضعف قلب کي وجه سے پهر مر گئي -

اِس سے بهي زیاده عجیب تجربه علماء نے یه کر دکهایا هے که جانداروں نے سر کاٹ کر ایک دوسرے کے جسم میں لگا دیے هیں اور وه زنده رهے هیں ! چنانچه پچهلے دنوں لندن میں علماء کے ایک جم غفیر کے سامنے ایک ڈاکٹر نے بهت سے جهینگروں کے سر کاٹ دیے - پهر ایک کا سر دوسرے میں جوڑ دیا - حاضرین یه دیکهه کر حیرت زده ره گئے که چند لمحے بعد تمام جهینگر اپنے نئے سروں کے ساتهه کودنے لگے تهے ! تجربه یهیں پر ختم نهیں هوگیا بلکه کچهه مدت بعد جهینگروں میں جنسي تبدیلي بهي ظاهر هوئي - یعني جن میں ماده کے سر لگائے گئے تهے ' وه ماده هوگئے ' اور نر سر والے نر بن گئے !

یه شعبده نه تها - ایک علمي تجربه تها - علماء کي نظر میں اِس تجربے کي بهت اهمیت هے - کیونکه اُن کے خیال میں یه تجربه حسب مرضي نسل پیدا کرنے کا دروازه کهول دے گا - انسان اپني پسند کے مطابق نر یا ماده اولاد پیدا کر سکے گا -

اِسي سلسله میں یه علمي تحقیق بهي قابل ذکر هے که علماء نے تجربے سے معلوم کر لیا هے که اگر مچهر کي پرورش سرد مقام میں کي جائے اور غذا کم دي جائے ' تو اُس کي نسل عموماً نر پیدا هوتي هے - بر خلاف اس کے گرم جگه میں رکهنے اور زیاده خوراک دینے سے اولاد زیاده تر ماده پیدا هوتي هے - اِس تجربے کي بنا پر انساني مردم شماري کي تحقیقات کي گئي ' تو معلوم هوا عام مصائب خصوصاً جنگ کے زمانوں میں مرد زیاده پیدا هوتے هیں' اور امن و راحت کے دوران میں عورتیں زیاده هو جاتي هیں -

آج کل علم وراثت کے ماهر نهایت کوشش کر رهے هیں که مادي و دماغي ' هر اعتبار سے انسان کي آئنده نسلیں زیاده ترقي یافته پیدا کریں - ڈاکٹر شٹناخ اور وورو نوف وغیره علماء کي کوششوں سے یه امید پیدا هوگئي هے که اِس مقصد میں ضرور کامیاب هو جائینگے - اِن ڈاکٹروں کا دعوی هے که اِس صدي کے ختم هونے سے پہلے هي انساني عمر کا اوسط ' سو برس هوجائیگا - اور پهر بهت جلد یه صورت پیدا هوجائیگي که انسان ڈیڑه سو بلکه دو سو برس تک کي عمر حاصل کر سکے گا -

لیکن اِن تمام حیرت انگیز کامیابیوں کے باوجود علم معترف هے که وه ابهي تک اپنے عهد طفولیت هي میں هے ' اور قدرت الهي انسان کو جسقدر دولت علم بخشنا چاهتي هے ' ابهي اُس کا سوواں حصه بهي انسان نے حاصل نهیں کیا هے !

(جب سورج بجهه جائیگا ؟)

بالاتفاق تمام علماء فلک کا فیصله هے که سورج کا حجم کم هو رها هے ' کیونکه اُس کي حرارت میں لگا تار کمي واقع هورهي هے - ایک دن ایسا آنے والا هے جب اُس کي حرارت بالکل ختم هوجائیگي - وه بجهه جائیگا - بالکل ٹهنڈا پڑجائیگا - اُس وقت همارا یه کرۂ زمین اور نظام شمسي کے جمله کواکب ' بالکل تاریک هوجائینگے - غذائي مادے کم هوکر بالکل ناپید هوجائینگے - مهلک وبائیں پهیل جائینگي - انسان ' حیوان ' نباتات ' کوئي ذي روح ' بهي باقي نهیں رهیگا - کیونکه زمین ' زندگي پیدا کرنے اور قائم رکهنے کي صلاحیت سے قطعي طور پر محروم هو جائیگي !

علماء کے خیال میں یه نتیجه لازمي هے - دنیا کي بربادي اِسي طور پر واقع هوگي - لیکن یه بربادي کب هوگي ؟ کیا هم یا هماري قریبي نسلیں یه هولناک نتیجه دیکهه سکیں گی ؟

نهیں - علماء نے آفتاب کي حرارت اور روشني کا حساب لگا کر بتادیا هے که ابهي آفتاب میں اِتني قوت موجود هے ' که وه کم سے کم ۱۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ سال تک نظام شمسي کو زنده رکهه سکتي هے !

لیکن آفتاب اچانک نهیں بجهه جائیگا - بتدریج بجهے گا - کیونکه وه بتدریج اپني قوت و حرارت کهو رها هے - اِس وقت آفتاب کي حرارت ' دهر نهیٹ کے مقیاس کے حساب سے دس هزار درجه هے - علماء کا خیال هے که جب یه حرارت نو هزار درجے پر آ جائے گي ' تو کرۂ ارضي کے خط استوا پر حرارت ' صفر کے نیچے گر جائیگي - ظاهر هے که اِس صورت میں کوئي انسان بهي خط عرضي کے درجه ٦٠ سے اوپر زنده نهیں ره سکے گا ' (بجز سکنڈناویا کے جهاں سمندر کا وه دهارا موجود هے جسے "خلیج کا دهارا" کهتے هیں اور جو اِتني حرارت باقي رکهے گا که زندگي بر قرار رهے) الا یه که جنوب سے غذا مهیا کرنے کا اُس کے پاس سامان موجود هو -

علماء کا خیال هے که جب آفتاب کي حرارت نو هزار درجے پر آجائیگي ' تو تمام انسان سمٹ کر خط استواء کے گرد جمع هو جائینگے -

اُنهیں سب سے بڑي فکر غذا حاصل کرنے کي هوگي - اُس وقت سخت جنگیں برپا هونگي - کیونکه آدمي زیاده هونگے' اور غذا کم هوگي - طاقتور ' کمزوروں کو هلاک کر ڈالینگے - تنازع للبقاء اور بقاء اصلح کا قانون پوري بے دردي سے نافذ رهے گا - طاقتوروں کو بهي اطمینان نصیب نه هوگا - کیونکه سورج برابر ٹهنڈا هوتا رهے گا - غذا کم هوتي جائیگي ' اور زندگي کے لیے انسانوں میں برابر جنگ جاري رهے گي !

حرارت کے ساتهه آفتاب کي روشني بهي لازمي طور کم هوتي جائے گي - بتدریج آسمان کا نیلا رنگ بدل کر تیز زرد هوجائے گا - ابر کا رنگ بهي زرد هو جائے گا - آفتاب کي شعاعیں حسب ذیل ترتیب سے زائل هو جائینگي :

(۱) ماوراء بنفشي شعاعیں
(۲) بنفشي شعاعیں
(۳) نیلي شعاعیں
(۴) اودي شعاعیں
(۵) سبز شعاعیں
(۶) زرد شعاعیں
(۷) نارنجي شعاعیں
(۸) سرخ شعاعیں

جب آفتاب کا نور بهت کم هوجائے گا ' تو اُس کي شعاعیں سراسر سرخ هوجائینگي - پهاڑوں پر جمي هوئي تمام برف اُس وقت سرخ یا زرد دکهائي دے گی !

عالمِ مطبوعات و صحائف

رُوح

ساٹھ اطبّاء عصر کے مباحث

حال میں آمریکہ کے ایک علمی رسالے نے دو سوال شایع کیے تھے:

(۱) کیا روح کے وجود پر کوئی علمی دلیل موجود ہے؟

(۲) کیا علمی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے؟

"۶۰ مشہور طبیبوں نے اِن دونوں سوالوں کے جوابات دیئے ہیں سبنے بالاتفاق تقریبًا ایک ہی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں اُن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

ڈاکٹر فرانک والک نے دعویٰ کیا ہے کہ بعض مرنے والوں میں اُسنے ایسی علامتیں دیکھی ہیں، جن سے موت کے بعد روح کے بقاء کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن رسالے نے وہ علامتیں شایع نہیں کیں۔ البتہ اتنا لکھا ہے کہ بعض علامتیں، مادّی ہیں، بعض اثیری (یعنی ایثر کی قسم کی)

ڈاکٹر ہنٹ اور اُنکے رفقاء علم کا فیصلہ ہے

"کوئی علمی دلیل موت کے بعد روح کے بقاء پر موجود نہیں روح کے بقاء کا عقیدہ ایک خالص دینی عقیدہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ عقیدہ، نفس انسانی کی اِس آرزو کا مظہر ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہنا چاہتا ہے اور فنا ہو جانے سے ڈر رہا ہے۔ اِس مسئلہ پر ہمیشہ دینی پہلو ہی سے گفتگو کرنی چاہیئے نہ کہ علمی پہلو سے، کیونکہ علم میں اُس کا کوئی ثبوت موجود نہیں"

ڈاکٹر ہنٹ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے

"لیکن اِس کے یہ معنی نہیں کہ میں روح کے وجود یا اُسکے بقاء کا منکر ہوں۔ بلکہ میں اِن سب باتوں پر پختہ ایمان رکھتا ہوں مگر میرا یہ ایمان، علمی حقائق و براہین پر مبنی نہیں ہے، بلکہ سراسر ضمیر و وجدان کے رجحان پر قائم ہے"

ڈاکٹر کین لکھتا ہے

"اگر ہم موت سے پہلے اور موت کے بعد انسانی جسم ناپیں یا تولیں، تو دونوں حالتوں میں ہرگز کوئی فرق نہیں پائیں گے تاہم یہ واقعہ ہے کہ موت کے بعد جسم انسانی میں کوئی چیز کم ضرور ہو جاتی ہے اِس کمی کو ہم روح کا نکل جانا کہتے ہیں۔ کسی انسان نے بھی روح نکلتے نہیں دیکھی، مگر کسی کو بھی اُس کے نکلنے میں شک و شبہ نہیں ہوتا۔ درحقیقت روح، اِس کائنات میں سب سے بڑا راز بلکہ سب سے زیادہ پیچیدہ طلسم ہے۔ علم اُس کے ثابت کرنے سے قطعًا عاجز ہے، لیکن دین اُسے ثابت کرتا ہے بلکہ اُسی پر اپنی تعلیم کی بنیاد رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے، فانی ہے۔ روح، ہمارے حواس سے پرے ہے۔ اِس لئے ہم اُس کے فانی ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ روحی مفکر سیسرو کا یہ قول مجھے از حد پسند ہے کہ ایک بار اُسنے کہا تھا "اگر میں گمراہ ہوں تو بھی افلاطون کے ساتھ ہونے کو ترجیح دوں گا، بجائے اِس کے کہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں جو بقاء روح کے منکر ہیں" صدیوں سے علماء کوشش کر رہے ہیں کہ عالم غیب اور قبر کے بعد کی دنیا کو معلوم کریں، مگر اُن کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ یہ اِس لئے کہ علم، انسان کا ساتھ صرف اُس کی زندگی بھر دیتا ہے۔ موت کے طاری ہوتے ہی علم کی رفاقت چھوٹ جاتی ہے۔ البتہ اُس وقت دین، ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اگر نظریۂ نشوو ارتقاء، علم ہیئت، اور دوسرے فاسفی علوم و فنون پر ہم یقین رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ روح اور اُس کے بقاء پر بھی ایمان نہ رکھیں۔ کائنات کے بے شمار رازات تک ہماری عقل سے باہر ہیں، مگر اُن کی حقیقت سے جاہل ہونے پر بھی ہم اُنھیں تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں نہ روح کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے؟"

ایک اور مضمون نگار جسنے اپنا نام ظاہر نہیں کیا، لکھتا ہے:

"موت کے بعد روح کے بقاء کا عقیدہ، سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اُس میں بحث کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ مرنے کے بعد کوئی آدمی بھی اِس دنیا میں واپس نہیں آیا کہ ہمیں اصلی حقیقت سے آگاہ کرتا۔ علم اِس کے ثبوت سے قاصر ہے۔ ہماری عقل یہ تصوّر نہیں کر سکتی کہ جسم کے فنا ہو جانے کے بعد روح باقی رہے۔ لیکن ہماری عقل نے اب تک کتنے حقائق سمجھ لئے ہیں؟"

ڈاکٹر رچرڈ کابٹ نے لکھا ہے:

"میں بقاء روح پر کامل ایمان رکھتا ہوں، اِس لئے نہیں کہ علمی دلائل اُسے ثابت کرتے ہیں، بلکہ اِس لئے کہ میرا وجدان مجھے اِس یقین پر مجبور کرتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اگر علم بقاء روح ثابت نہیں کر سکتا، تو یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ اُسے باطل بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ بہرحال میں بقاء روح کا قائل ہوں میرا پختہ ایمان ہے کہ موت کے بعد ہم دائمی زندگی حاصل کر لیتے ہیں"

ایک اور ڈاکٹر نے (جسے علمی رسالہ نے آمریکہ کا مشہور ترین محقق قرار دیا ہے) کہا ہے:

"جن قرائن کی بنا پر بقاء روح ثابت کی جاتی ہے، وہ ہر اعتبار سے لائق غور ہیں۔ میرے ذہن میں ڈاروِن کا یہ قول برابر موجود رہتا ہے "عقل کسی طرح بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ یہ کائنات محض اتفاق سے ظاہر ہو پڑی ہو۔ وہ حیرت انگیز دقیق نظام جس پر کائنات قائم ہے، ناممکن ہے کہ اُس بے معنی لفظ کا نتیجہ ہو جسے عوام "اتفاق" کہتے ہیں" نظریۂ نشوو ارتقاء، جو جملہ زندہ کائنات پر منطبق ہوتا ہے صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اِس مرئی و مادّی عالم سے پرے ایک ایسی غیر مرئی قوت موجود ہے جو ناموس طبیعت پر کامل سلطنت و نفوذ رکھتی ہے۔ وہی کائنات کی مالک ہے اور وہی اُسے انتہائی دانش مندی سے چلا رہی ہے۔ یہ غیر مرئی قوت، لازمی طور پر ازلی و ابدی ہی ہو سکتی ہے"

اپنا مضمون ختم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بقاء روح کا عقیدہ محض وہم و خیال نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ انسان نے بلا سبب یہ عقیدہ پیدا نہیں کیا۔ درحقیقت یہ عقیدہ، قدرت کے ایک الہام سے پیدا ہوا ہے۔ انسانی عقل ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی کہ موت کے ساتھ ہی فنا طاری ہو جاتا ہے۔ عقل انسانی کا یہ رجحان مادّی نہیں ہے۔ روحانی ہے۔ اور ہرگز باطل نہیں ہو سکتا۔ میں یہ اعلان کسی دینی جذبہ کی بنا پر نہیں کر رہا ہوں، بلکہ ایک عالم ہونے کی حیثیت سے بھی میرا یہی اعتقاد ہے"

ڈاکٹر ٹانزنڈ نے یوں اظہار رائے کیا ہے:

"انسانی زندگی میں کوئی ثبوت بھی روح کے وجود کا موجود نہیں۔ نیز کسی علمی دلیل سے موت کے بعد بقاء روح کا نظریہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے، علم ہرگز اِس طرح کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمارا کسی بات کے ثابت کرنے سے قاصر رہ جانا اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے"

ڈاکٹر کالوج لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد بھی مجھے کوئی مادّی ثبوت، موت کے بعد بقاء روح کا نہیں مل سکا۔ میرا علم زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب دماغ کا عمل رُک جاتا ہے تو عقل غائب ہو جاتی ہے۔ تاہم مجھے حق الیقین ہے کہ اِس مادّی عالم کے پرے ایک غیر مرئی لا متناہی عقل موجود ہے"

ڈاکٹر آگسٹ کاٹل کا خیال ہے:

"میں نے آجتک باوجود کوشش کے کوئی ثبوت اِس کا نہیں پایا کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ دراصل ہماری مادّی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے۔ لیکن اُس کا امتیاز کمیت میں نہیں ہے کیفیت میں ہے۔ میرے خیال میں انسان کی تربیت اِس طرح ہونی چاہیئے کہ وہ علم اور دین کو علحدہ علحدہ رکھے اور سمجھے۔ روح کا علمی دلائل سے ثابت نہ ہونا، اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ دین نے انسانیت کو بہت نفع پہونچایا ہے۔ انسانیت کو ہمیشہ دین کی ضرورت باقی رہیگی"

ڈاکٹر کولینڈ لکھتا ہے:

"میرے شخصی تجربے نے مجھے پورے طور پر مطمئن کر دیا ہے کہ ہماری زندگی کا تعلق ایک ایسی چیز سے قائم ہے جو کبھی فنا ہونے والا نہیں کاش میں اتنی فصاحت رکھتا کہ دوسروں میں بھی یہ اعتقاد پیدا کر سکتا۔ وہ چیز وہی ہے جسے "روح" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میں اگرچہ اُسے ثابت نہیں کر سکتا مگر مجھے اُس پر کامل یقین ہے روح، مادّی و کیمیاوی قوانین کے تابع نہیں ہے، لہٰذا اُسے مادّیات پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ ابھی علم نے اتنی ترقی نہیں کی کہ یہ طلسم کھول سکے"

* * *

ایک فراموش شدہ عظمت

جو تذکرہ و یاد آوري کي مستحق هے

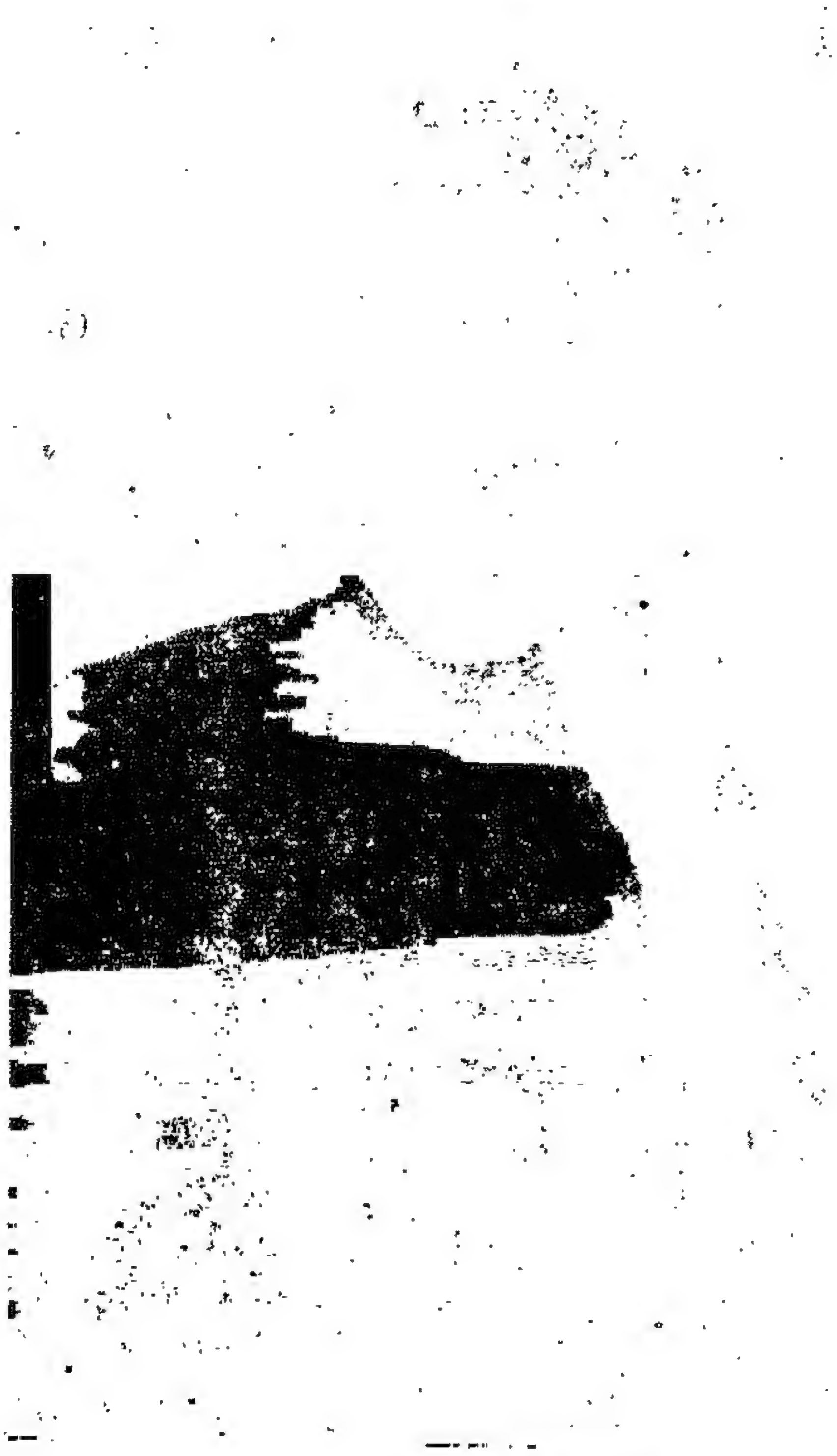

امیر محمد بن عبد الکریم

جنکي نسبت یورپ کي تازہ ڈاک میں بعض نئي تفصیلات آئي هیں - معلوم هوا هے که فرانس کے ایک دار اشاعت نے انسے فرمایش کي تهي که وہ خود اپنے قلم سے اپني سوانح عمري قلمبند کردیں - شیخ نے یہ درخواست منظور کرلي اور اب وہ بہ یک وقت فرانسیسي اور عربي ' دونوں زبانوں میں اپنے حالات قلمبند کر رهے هیں -

پیرس کي مسجد اور عربي چمنستان کا مصور نمونه ' جسکي تکمیل کیلیے اس هفته سلطان مصر نے ایک لاکهه فرانک دیا هے

ناگزیر تھی۔ اب قانون کے بموجب عبدالحمید آفندی ولی عہد تھے، اس لئے وہی تخت نشین ہو سکتے تھے۔ دستور اساسی کا جو مسودہ میں نے طیار کیا تھا، ولی عہد نے ملاحظہ کر لیا تھا اور اُس سے بالکل متفق تھا۔ اُسنے بڑے ہی جوش سے کہا تھا کہ سلطنت کی نجات صرف ایسے ہی نظام حکومت سے ممکن ہے۔ اُسنے پورے یقین کے ساتھ اپنے اس عزم کا بھی یقین دلایا تھا کہ تخت نشیں ہوتے ہی اُس کا اعلان کریگا۔ ہم خدام سلطنت کی مسرت بے حساب تھی۔ ہم برسوں سے احیار دولت کا جو خواب خرگوش دیکھ رہے تھے، اب اُس کی تعبیر ہمارے سامنے تھی۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ نوجوان شہزادہ سلطنت اور اُمت کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ ۱۱۔ شعبان ۱۲۹۳ھ کو عبدالحمید کی تخت نشینی کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

سفراء دول کی مؤتمر

بلقان کا مسئلہ، درحقیقت روس کا اُٹھایا ہوا تھا۔ لیکن جب ہماری فوجوں نے بلقانی باغیوں کے چھکے چھڑا دیے، تو روس نے نئے نئے حیلے تراشنا شروع کئے، اور دول یورپ کو ایک مؤتمر منعقد کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ آستانہ میں دول عظمیٰ کے سفیروں کا اجتماع ہوا۔ اُنھوں نے پہلی تجویز یہ طے کی کہ بلغاریہ کو اندرونی خود مختاری دیدی جائے۔

مدحت پاشا کی وزارت

ظاہر ہے، ہم اس قسم کی تجویزیں منظور نہیں کر سکتے تھے۔ ان تجویزوں کا مان لینا، بلقان سے ہاتھ دھونا تھا۔ مگر دول یورپ نے دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ رشدی پاشا وزیر اعظم بہت خائف تھے۔ اس صورت حال نے مجھے مجبور کر دیا کہ وزیر اعظم کی کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ میں حالات کی اہمیت سے بخوبی واقف تھا۔ تاہم میں نے اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔

ہماری مصیبت صرف یورپ ہی کی جانب سے نہ تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ ہمارا خزانہ بالکل خالی تھا۔ سلطان عبدالعزیز کے مہلک اسراف نے ایک کوڑی باقی نہیں رکھی تھی۔ میں نے غیر معمولی محنت کر کے نئے بنک نوٹ جاری کر دیئے۔

دستور اساسی کا اعلان

سلطان عبدالحمید نے تخت نشین ہوتے ہی دستور اساسی کا مسودہ ایک مجلس کے سپرد کر دیا تھا کہ اُس کی جانچ پڑتال کرے۔ مجلس نے اُسپر پوری بحث کی، اور منظور کر کے سلطان کی خدمت میں بھیجا۔ سلطان نے بھی اُس پر پسندیدگی کا اظہار کیا، اور ۷ر ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اُس کا اعلان ہو گیا۔ تمام مملکت نے اس اعلان کا پُرجوش استقبال کیا۔ پوری سلطنت میں جشن منایا جانے لگا۔

اسی اثنا میں ہم نے دول یورپ کی مؤتمر کو صاف اور قطعی لفظوں میں اطلاع دیدی کہ ہم اُس کی کوئی تجویز بھی منظور نہیں کرینگے۔ ہماری یہ جرأت نہایت خطرناک تھی۔ ہم نے گویا پورے یورپ کو دعوت جنگ دے دی تھی۔ مگر ہم مجبور تھے۔ ہماری مجلس وزراء نے طے کر لیا تھا کہ خاموشی سے تباہ نہیں ہونگے۔ اگر مٹنا ہی ہو تو عزت کے ساتھ مٹیں گے۔ دُول یورپ ہمارا انکار سن کر بہت برہم ہوئیں، اور اپنے سفراء واپس بلا لئے۔ اس کا دوسرا صاف مطلب یہ تھا کہ ہمارے باہمی سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔

دوسری طرف میں نے یہ کیا کہ بلقانی ریاستوں سے براہ راست گفت و شنید شروع کر دی۔ اُنھیں نرم نرم شرطوں پر صلح کے لئے راضی کر لیا۔ ساتھ ہی دستور اساسی کے اعلان کے بعد ہم نے پہلی عثمانی مجلس (پارلیمنٹ) کے لئے انتخابات شروع کر دیئے۔

ہم یہ سب کچھ کر رہے تھے، مگر چونکہ روس کی طرف سے اعلان جنگ کا قوی احتمال تھا اس لئے جنگی تیاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ فوجوں کی ترتیب اور نقل و حرکت تمام مملکت میں شروع ہو گئی تھی۔

مدحت پاشا کی جلا وطنی

سلطنت ان داخلی اور خارجی مشکلات میں پھنسی ہوئی تھی۔ میں اصلاح حال کی شب و روز کوشش کر رہا تھا، کہ اچانک ایک دن قصر طولمہ باغچہ میں سلطان نے مجھے طلب کیا۔ جوں ہی میں پہنچا، مجھ سے قلمدان وزارت لے لیا گیا، اور کہا گیا کہ میں جہاز عزالدین میں فوراً سوار ہو جاؤں۔ کیونکہ میں سلطان کے حکم سے جلا وطن کر دیا گیا ہوں مجھے یورپ چلا جانا چاہئے!

سلطان مراد کی تخت نشینی کے دن سے میں نے اس قدر محنت کی تھی کہ مجھے یقین ہے کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا۔ میں نے لگاتار جد و جہد سے اب ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی کہ سلطنت تمام خطروں سے صحیح و سالم نکل جاتی۔ لیکن اب اچانک یہ معاملہ پیش آ گیا۔ پہلے مجھے خوشی ہوئی کہ اب آرام کر سکوں گا۔ مگر فوراً اس خیال سے دل و جگر مجروح ہو گیا کہ میری زندگی، میری نہیں بلکہ قوم و ملک کی ہے، اور اس کے لئے سخت خطرات درپیش ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ سلطان کی یہ حرکت، سلطنت کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوگی۔ اور اصلاح کی تمام اُمیدیں ضائع ہو جائیں گی۔

میں نے اپنا قصور دریافت کیا۔ سعید پاشا، سلطان کے پاس گئے، اور واپس آ کر کہا کہ دستور اساسی کی دفعہ ۱۱۳ کی رُو سے سلطان کو حق پہنچتا ہے کہ ہر اُس شخص کو جلا وطن کر دیں، جسے پولیس کا افسر اعلیٰ سلطنت کے لئے خطرناک ظاہر کرے۔ ساتھ ہی اُنھوں نے دو سرکاری کاغذ بھی دکھلائے۔ ایک میں لکھا تھا کہ پولیس نے ایک فوجی افسر کو بازار میں کہتے سنا: "مدحت پاشا عنقریب ترکی جمہوریت کا صدر منتخب ہوگا"

میں جلا وطنی کی اس وجہ پر اپنی بے اختیارانہ ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ سعید پاشا نے کہا: "سلطان معظم، سلام کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب تمھیں واپس بلا لیا جائے گا"

میں نے کہا: "سلطان کے سلام کا شکریہ! مگر سلطان کو میرا یہ پیغام پہونچا دو کہ اپنی واپسی پر میں ان محلوں میں سلطان کو نہیں پاؤں گا اور نہ سلطنت کی یہ عظمت و شان نظر آئے گی۔ اُسوقت میں تباہی روک نہ سکوں گا!" میں نے یہ کہا اور روانہ ہو گیا۔

میری ناگہانی جلا وطنی سے پایۂ تخت اور صوبوں میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ لوگ ڈرے کہ اب دستور اساسی بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ میں نے ہی اُسے مرتب کیا تھا، اور سب سے زیادہ میں ہی اُس پر زور دے رہا تھا۔ یہ بے چینی دیکھ کر سلطان مجبور ہوئے کہ نئی نئی تہمتیں تراشی جائیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے اخبارات میں شائع کیا گیا کہ میرے کاغذات میں ایسی چیزیں ملی ہیں جن سے میری خیانت ثابت ہوتی ہے، اسی لئے سلطان نے مجھے معزول کر کے جلا وطن کر دیا ہے!

اُس وقت تک ترک اس قدر نیک دل تھے کہ سرکاری افترا پردازیاں سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے اکثر لوگ میرے مخالف ہو گئے۔ مگر یورپ کے اخبارات حقیقت حال سے واقف تھے۔ اُنھوں نے صحیح خبر شائع کر دی کہ چونکہ مدحت پاشا نے سلطان کی غلامی منظور نہیں کی، اس لئے اُن پر عتاب شاہی نازل ہوا ہے۔ ترکوں نے یہ سنا تو سلطان پر نہایت برہم ہوئے۔ اب قصر شاہی مجبور ہوا کہ میرے خلاف ایک پوری سازش طیار کرے۔ چنانچہ آستانہ کے اخبارات اور ساقط معزولوں اور شاعروں کو رشوت دیکر آمادہ کیا گیا کہ مجھ پر حملہ شروع کر دیں۔ میں نے ترکی اخبارات دیکھے تو ہنسنے لگا۔ کل تک یہ میرے تدبر و دیانت کے راگ گاتے تھے۔ آج مجھے شیطان قرار دینے لگے! اُسوقت بے اختیار میری زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی: "واذا اراد اللہ بقوم سوءاً فلا مرد لہ وما لہم من دونہ من وال"

روس کا اعلان جنگ

میری جلا وطنی کی خبر سینٹ پیٹرزبرگ (دار الحکومت روس) پہنچی تو حکومت روس مسرت سے اُچھل پڑی۔ اب اُسنے باب عالی پر زور دینا شروع کیا کہ بلقان کے متعلق اُس کے مطالبات منظور کر لے۔ لیکن ترکی حکومت نے انکار کیا۔ اسپر روس نے اعلان جنگ کر دیا، اور دریائے طونہ کی طرف سے روسی فوج حملہ آور ہو گئی۔

اب سخت پریشانی پیدا ہو گئی۔ ہمارا خزانہ بالکل خالی پڑا تھا۔ میرے جاری کئے ہوئے بنک نوٹ، سلطان نے بے پروائی سے خرچ کر ڈالے تھے۔ نئے نوٹوں کا شائع کرنا سر دست ناممکن تھا۔ اعلان جنگ نے سابق نوٹوں کی قیمت بھی کم کر دی تھی۔ حکومت کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ رعایا سے زبردستی روپیہ وصول کیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔

اس سے بھی بڑی مصیبت، سلطان کی ناتجربہ کاری تھی۔ جنگ شروع ہوتے ہی سلطان نے مہدی پاشا اور ردیف پاشا کو معزول کر دیا۔ یہ دونوں سپہ سالار روسی سرحدوں سے واقف تھے اور اس جنگ کے لئے پہلے ہی سے نقشے مرتب کر چکے تھے۔ ان کی معزولی نے میدان جنگ میں سخت ابتری پیدا کر دی۔ اُسوقت ہماری جنگی قوت کافی تھی۔ ۵ لاکھ نظامی فوج نہایت عمدہ طور پر مسلح موجود تھی۔ رضا کاروں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ مگر سلطان کی شخصی مداخلت نے معاملہ خراب کر دیا۔ رضا کار فوجیں منتشر کر دی گئیں۔ نظامی فوجوں میں بدنظمی پیدا ہو گئی۔ اسپر بھی سلیمان پاشا اور عثمان پاشا نے دشمن کی یلغار روک دی، اور امید بندھی کہ یہ دونوں سپہ سالار سلطنت کو خطرہ سے بچا لیں گے۔ مگر کوئی جنگی مرکز موجود نہ تھا۔ مختلف مقامات سے احکام صادر ہوتے تھے۔ ہر مقام میں سلطان کی ضد موجود تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان پاشا کی فوجیں بھاگنے لگیں اور عثمان پاشا، پلونہ میں قید ہو گئے۔ پلونہ میں روس کی پوری قوت موجود تھی۔ خود زار روس فوج کی قیادت کر رہا تھا۔

روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی اور اُس کی مظفر و منصور فوجیں سین اسٹفانو (مضافات قسطنطنیہ) تک پہنچ گئیں۔ دوسری طرف سے انگریزی حکومت کا جنگی بیڑہ، باسفورس میں آ گیا اور قصر شاہی کے سامنے توپیں سیدھی کر کے کھڑا ہو گیا۔

میں اُسوقت یورپ میں اپنی جلا وطنی کے دن گزار رہا تھا۔ مجھے سلطنت کے معاملات میں مداخلت یا دُول یورپ سے گفت و شنید کا کوئی حق نہ تھا۔ تاہم میرا دل یہ تباہی دیکھ کر بے چین ہو گیا اور میں نے جد و جہد شروع کر دی۔ لندن، پیرس، ویانا، برلن، تمام مراکز میں پھرا۔ اس سعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سین اسٹفانو کا ذلیل معاہدہ منسوخ ہو گیا اور سلطنت ایک مرتبہ پھر بچ گئی۔ مجھے وزراء سلطنت اور خود سلطان کی غفلت پر از حد افسوس ہے۔ میں اُسوقت جبکہ روس پلونہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا، آسٹریا کو راضی کر لیا تھا کہ روس پر حملہ آور ہو جائے۔ آسٹریا کے حملے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا کہ روسی فوجوں پر واپسی کا راستہ مسدود ہو جاتا اور سب کی سب یا تو قید ہو جاتیں، یا برباد ہو جاتیں۔ میں نے فوراً سلطان کو مفصل تار دیا۔ مگر بیس دن گزر گئے اور کوئی جواب نہ آیا۔ اسی اثنا میں روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی تھی!

میری خدمات کا اثر سلطان پر پڑا۔ اُنھوں نے مجھے بے گناہ کو "انتہائی رحم و کرم" سے معاف کر دیا۔ [illegible]

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۲)

سلطان کی معزولی

حسین عونی پاشا، رشدی پاشا، مدحت پاشا، اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام نے مل کر طے کیا کہ جمادی الاولیٰ کو ولی عہد مراد آفندی کو تخت نشین کر دیا جائے۔ لیکن اس تاریخ سے دو دن پہلے ہی سلطان عبد العزیز کو کسی طرح اس معاملہ کی خبر پہنچ گئی اور انھوں نے عونی پاشا کو ملاقات کے لئے اپنے محل میں طلب کیا۔ مگر عونی پاشا نہیں گئے۔ کیونکہ انھیں افشاء راز کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ چونکہ اب فرصت تاخیر میں خطرہ تھا، اس لئے یہی طے پایا کہ فوراً تخت نشینی عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ حسین عونی پاشا نے اسی رات اپنے شرکاء کی مجلس منعقد کی، اور سلطان کی معزولی کے لئے بڑی تعداد میں فوج بھی جمع کر لی گئی۔

مدحت پاشا اپنی خود نوشتہ سوانح عمری میں لکھتے ہیں:

"ہم نے مناسب سمجھا کہ ولی عہد مراد آفندی کی تخت نشینی کا اعلان، وزارت جنگ کی عمارت میں ہو۔ چنانچہ میں (مدحت پاشا) اور رشدی پاشا صبح تڑکے وزارت جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ حسین پاشا، احمد پاشا، ردیف پاشا، حسن پاشا، طولمہ باغچہ (قصر شاہی) میں گئے تاکہ وہاں فوج کو ضروری احکام دیں۔

"یہ تمام کارروائی پوری طرح مخفی رکھی گئی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے رفقاء کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ لیکن جب ہم وزارت جنگ میں پہنچے، تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں لاکھوں آدمی جمع ہیں اور نئے سلطان کے ورود کا انتظار کر رہے ہیں۔ آج تک مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ خبر تمام شہر میں راتوں رات کس طرح مشہور ہو گئی؟"

"مجمع، ازحد جوش و خروش میں تھا۔ بڑی ہی بے چینی سے مراد آفندی کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ولی عہد کی سواری نمودار ہوئی۔ حسین عونی پاشا ان کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تمام مجمع نے نئے سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی تخت نشینی کا اعلان ہو گیا۔ اسی وقت سلطنت کے تمام صوبوں اور یورپ کی تمام حکومتوں کو تار کے ذریعہ اس عزل و تخت نشینی کی اطلاع بھیج دی گئی۔ دار الخلافہ میں جشن شروع ہو گیا۔ ہر طرف جھنڈے بلند ہو گئے۔ اجنبی جہازوں نے بھی اپنے علم اونچے کر دئے، لیکن روسی سفارت خانہ نے مظاہر جشن میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور دو دن تک عالم تذبذب میں رہا۔

"روس کو محمود ندیم پاشا کی معزولی سے سخت رنج ہوا تھا۔ اب خود سلطان کی معزولی نے اسے اور بھی برہم کر دیا۔ چنانچہ نلدروف نے ترکی وزارت خارجیہ کے نام تار بھیجا کہ "انھیں اس بات پر سخت افسوس ہے کہ ایک معمولی سپہ سالار کی جرأت نے سلطان کو اس کے تاج و تخت سے محروم کر دیا ہے!"

"سلطان عبد العزیز معزول کر دئے گئے، لیکن ان کی ذات اور عزت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا گیا۔ پہلے دستور تھا کہ معزول سلاطین قید کر دئے جاتے تھے، ہم بھی سلطنت کے مصالح کے لئے ایسا کر سکتے تھے، مگر ہم نے نہیں کیا۔ ہم جانتے تھے کہ ملک میں کوئی جماعت بھی سلطان کی طرفدار نہیں ہے۔ لہذا انھیں قید کرنا قطعاً غیر ضروری تھا۔ علاوہ بریں ہم دستوری نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، اور دستوری حکومت میں کسی شخص کو بھی بغیر جرم کے قید کرنا جائز نہیں ہوتا، اگرچہ وہ معزول بادشاہ ہی کیوں نہ ہو"

"معزول ہونے کے بعد سلطان عبد العزیز نے سلطان مراد کو دست خاص سے مبارکباد کا خط لکھا، اور محل طوب قپو سے "فریہ" میں منتقل کر دئے جانے کی درخواست کی۔ درخواست منظور کر لی گئی اور معزول سلطان نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنی تین سو بیویوں اور کنیزوں کے ساتھ نئے محل میں منتقل ہو گئے۔

عبد العزیز کی خودکشی

ہم ابھی نئے سلطان کی تاج پوشی کے جلسوں سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہوئے تھے، کہ سلطان عبد العزیز نے اپنی نخوت و غرور کے جنون سے بے خود ہو کر خودکشی کر لی۔

یہ واقعہ معزولی سے ۶ دن بعد پیش آیا۔ اتوار کے دن انھوں نے اپنے ایک ملازم سے قینچی طلب کی اور اپنے بازو کی رگیں کاٹ ڈالیں۔ ان کی موت خودکشی سے ہوئی۔ یہ بالکل یقینی بات تھی۔ تاہم مزید احتیاط کے خیال سے ہم نے اس کی باقاعدہ تحقیقات بھی کرائی۔ تمام شاہی طبیبوں اور اجنبی سفارت خانوں کے ڈاکٹروں کو بلا کر معائنہ کرا لیا گیا۔ ان ڈاکٹروں کی تعداد ۱۹ کے قریب تھی۔ انھوں نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ سلطان نے خودکشی کی ہے۔

سلطان مراد کی بیماری

سلطان مراد کی تخت نشینی ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے عمل میں آئی تھی۔ اتنا بڑا مجمع انھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجمع ازحد جوش و خروش میں تھا اور پوری قوت سے نعرے بلند کرتا تھا۔ نئے سلطان کے اعصاب پر اس منظر نے بہت برا اثر کیا، اور وہ عصبی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اس واقعہ کے چھٹے دن جب انھوں نے معزول سلطان عبد العزیز کی خودکشی کا حال سنا، تو مرض نے اور بھی زیادہ شدت اختیار کی۔ دوسرے ہی دن ان میں جنون کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔ ہم نے یہ واقعہ احتیاطاً مخفی رکھا اور علاج کرتے رہے، لیکن ۲۵ دن کے بعد ایک روز سلطان، باغ کے حوض میں پھاند پڑے اور محل کے خدام کو ان کے جنون کا حال معلوم ہو گیا۔ اب اخفا ناممکن تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام شہر حقیقت حال سے واقف ہو گیا تھا!

سلطان کی بیماری نے سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہم نے دستور اساسی طیار کر لیا تھا، مگر اسی بیماری کی وجہ سے اعلان ملتوی کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ حکومت کے تمام کام معطل ہو گئے۔ حتی کہ سفراء و دول کے کاغذات تک کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ اگرچہ وزارت و حکومت موجود تھی، مگر قانون کے مطابق ہر حکم کے لئے سلطان کی منظوری لازمی تھی۔ اور سلطان اس قابل نہ تھے کہ معاملات سلطنت کی سماعت کر سکتے۔

ایک نئی مصیبت

اس صورت حال نے ہمیں سخت پریشان کر دیا تھا۔ ہم سلطنت کے معاملات پر غور کرنے کے لئے رات رات بھر بیٹھے رہتے۔ ایک رات میرے مکان پر شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی اور وزراء سلطنت جمع تھے کہ ایک شخص حسن چرکسی نامی آیا۔ یہ فوج میں افسر تھا، اور سلطان عبد العزیز کے لڑکے شہزادہ یوسف عز الدین کا ایڈی کانگ رہ چکا تھا۔ اسنے وزیر جنگ سے ایک بہت ضروری معاملہ کے لئے ملاقات کی درخواست کی۔ جوں ہی وہ اندر داخل ہوا، حسین عونی پاشا پر پستول نکال کر حملہ کر دیا۔ حسین عونی کے سینہ پر گولی لگی اور ان کا کام تمام ہو گیا۔ چونکہ ہمارے پاس ہتیار نہیں تھے، بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر قیصرلی احمد پاشا وزیر بحر نے قاتل کو گرفتار کرنا چاہا۔ قاتل نے انھیں بھی سخت زخمی کیا۔ وہ بھاگے۔ اسنے تعاقب کیا۔ میرا خادم احمد آغا اس سے لپٹ گیا۔ مگر قاتل نے اسے بھی قتل کر ڈالا۔ وزراء کے محافظ سپاہی دوڑے، مگر قاتل کی جیب میں ۵ پستول تھے۔ اسنے ۵ آدمی اور قتل کر دئے۔ اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس کے قریب جائے۔ قاتل اب ایک دوسرے کمرے میں گھسا، وہاں راشد پاشا بیہوش پڑے تھے۔ اسنے انھیں بھی قتل کر دیا۔ بالآخر جب کافی تعداد میں مسلح پولیس کے سپاہی پہنچے تو وہ گرفتار کیا گیا۔

اس حادثہ نے سلطنت کو بہت نقصان پہنچایا۔ حسین عونی پاشا، فنون جنگ میں بے نظیر تھے۔ راشد پاشا، خارجی معاملات کے فہم میں مشہور تھے۔ ہمارے دشمن ان دونوں کی موت سے بہت خوش ہوئے۔

بلقان اور جزیرہ کریٹ کی شورش

ہم ان مصائب میں گرفتار تھے کہ مانٹی نگرو، سرویا، بلغاریا، اور کریٹ میں شورشیں برپا ہو گئیں۔ ہمارے عزم و استقلال کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ بایں ہمہ ہم نے بروقت کارروائی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی۔ فوراً ہر طرف فوجیں روانہ کر دی گئیں۔ ہماری فوجوں نے غیر معمولی شجاعت و ہمت دکھائی، اور تمام شورشوں کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی

لیکن سلطنت کی حفاظت کے لئے مجنون سلطان کی معزولی

(۵) مکہ، مدینہ، طائف، جدہ، ینبوع کے مابین سڑکیں بنائی جائیں۔

(۶) حرم کعبہ میں نیا اضافہ کیا جائے۔ اُس کے انتظام میں خرابیاں ہیں۔ اصلاح کی جائے۔

(۷) چاہ زمزم سے پانی نکالنے کا موجودہ طریقہ اچھا نہیں۔ اُصول حفظان صحت کے خلاف ہے۔

(۸) نہر زبیدہ کی موجودہ صورت حال خراب ہے۔ جابجا سے کھلی ہوئی ہے۔ قسم قسم کی گندگیاں اُس میں گرجاتی ہیں۔ لوگ کپڑے بھی اُس میں دھولیتے ہیں۔ حاجی اور باشندے یہی پانی پیتے ہیں اور نقصان اُٹھاتے ہیں۔

(۹) نہر زبیدہ ناکافی ہے۔ جدید کنوئیں کھودنے چاہئیں۔

(۱۰) منیٰ، عرفات، اور مجرہ میں پانی اور سایہ کا انتظام نہیں ہے۔

یہ مجلس تفتیش و اصلاح کے مسودۂ اصلاحات کی چند سفارشیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے ان پر کہاں تک عمل ہوا ہے؟

تعلیم

نئے مدرسے جاری کئے جارہے ہیں۔ مدارس کے لئے نصاب تعلیم اور دستور العمل بنایا جارہا ہے۔ مصر و شام سے لائق مدرس طلب کئے جارہے ہیں۔ صرف حجاز کے بڑے بڑے شہروں ہی میں نہیں بلکہ بدوی قبائل میں بھی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بدوی باشندے باضابطہ مدارس سے مستفید نہیں ہوسکتے۔ لہذا اُن کے لئے متعدد خاص معلم بلائے گئے ہیں جو خود بھی بدوی ہیں اور بدوی عادات و طبائع سے واقف ہیں۔ اب تک ۲۰ قبیلوں میں تعلیم کا انتظام کیا جاچکا ہے۔ مگر ظاہر ہے تعلیمی اصلاحات کا نتیجہ ایک مدت کے بعد ہی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ تعلیمی لائحہ ایک فرمان کی صورت میں شائع کیا گیا ہے اور وہ بالاختصار یہ ہے:

دفعہ اول۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ مجلس معارف کے لائحہ سے ہٹکر بطور خود تعلیم دے۔

دفعہ دوم۔ جن علوم کی تعلیم دی جائے گی، وہ وہی ہونگے جنھیں مجلس معارف نے مقرر کردیا ہے۔

دفعہ سوم۔ حجاز کی تعلیم گاہیں، مجلس معارف کے ماتحت ہونگی۔

دفعہ چہارم۔ گھروں میں تعلیم نہیں دی جاسکے گی الایہ کہ مجلس معارف سے اجازت حاصل کرلی گئی ہو۔

دفعہ پنجم۔ تعلیمی نصاب اور دستور العمل عنقریب مرتب کیا جائے گا۔ سلطان نے اس کے لئے ایک مجلس کی تشکیل کا حکم دیدیا ہے۔

دفعہ ششم۔ تعلیمی لائحہ اور دستور العمل حسب ذیل اصول پر مبنی ہوگا۔

(۱) تعلیم کی غرض ایک ہو۔

(۲) حجاز میں تعلیمی بدنظمی دُور کردی جائے۔ تمام تعلیم ایک ہی نظام کے ماتحت رہے۔ ابتدائی تعلیم، تبدریج اجباری کردی جائے اور غریبوں کے لئے مفت ہو۔

(۳) حجاز میں تعلیم کے چار درجے قرار دئے جائیں: مکتبی، ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔

(۴) مسجد حرام میں جو تعلیم جاری ہے، اُس کے لئے ایک ضابطہ مقرر ہو۔

(۵) مدرسوں کی قابلیت کے لئے معیار مقرر کردیا جائے۔

دفعہ ہفتم۔ مدارس اور تعلیم کی جانچ کے لئے مفتش مقرر کئے جائینگے وہ پوری تعلیم کی نگرانی کرینگے اور اپنی رودادیں مجلس معارف کے سامنے پیش کیا کرینگے۔

عدالتی نظام

عدالتوں کے لئے ایک نیا دستور العمل سلطان نے شایع کیا ہے۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دفعہ اول: مکہ معظمہ میں حسب ذیل عدالتیں قائم ہوں:

(۱) عدالت خفیفہ۔ اس کا مرکز قلعۂ حمیدیہ میں ہوگا۔ یہ اُن تمام دیوانی و فوجداری مقدمات کا فوراً فیصلہ کرے گی جن میں ۲۰ گنی سے کم کا دعویٰ پیش ہوگا۔ اور جن میں مجرم کے لئے سنگین سزا نہیں ہے۔ اس کے فیصلے کی اپیل نہیں ہوسکتی۔ الایہ کہ ظواہر شرع کے صریح خلاف ہو۔

(۲) اسی قسم کی ایک اور عدالت بھی قائم ہوگی۔ یہ صرف بدوی قبائل کے مقدمات کا فیصلہ کرے گی۔

(۳) شرعی عدالت عالیہ۔ یہ اُن تمام مقدموں پر غور کرے گی جو عدالت خفیفہ کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ اس کے فیصلے اُس کے قاضیوں کے اتفاق اور یا اکثریت سے صادر ہونگے۔

دفعہ دوم۔ جدہ اور مدینہ میں بھی اسی قسم کی تینوں عدالتیں قائم کی جائیں۔

دفعہ سوم۔ مکہ کی عدالتوں میں قاضیوں کی تعداد حسب ذیل ہوگی:

(۱) عدالتہائے خفیفہ میں ایک ایک قاضی۔

(۲) عدالت عالیہ میں تین۔

دفعہ چہارم۔ عدالتی نگرانی کے لئے ایک مجلس قائم ہو۔ اس کا فرض یہ ہوگا کہ وقتاً فوقتاً مقدمات کی رفتار اور فیصلوں کی جانچ کرتی رہے۔ اگر کبھی غلطی دیکھے، تو فوراً بازپرس کرے۔

دفعہ پنجم۔ یہ مجلس ایک صدر، ایک کاتب (سکریٹری) اور تین ارکان سے مرکب ہوگی۔ خود سلطان ان لوگوں کو منتخب کرینگے۔

دفعہ ششم۔ اس مجلس کے وظائف حسب ذیل ہونگے:

(۱) تمام حدود شرعیہ پر نظر رکھنی۔

(۲) مالی مقدمات پر نظر ثانی کرنی بشرطیکہ کوئی فریق اس کی درخواست کرے۔

(۳) کم عمر بچوں کے حقوق اور اوقاف کے اموال کی حفاظت۔

(۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

(۵) اُن مسائل میں فتویٰ صادر کرنا جن کا تعلق شرعی عدالتوں سے نہیں ہے۔

(۶) اگر عدالتوں کے قاضی کسی معاملے میں مختلف ہوں اور فیصلہ نہ کرسکیں، تو اُنھیں مشورہ دینا۔

دفعہ ہفتم۔ فیصلہ کے صادر ہونے کے بعد اُس کے نفاذ میں ۵ دن سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

دفعہ ہشتم۔ قاضیوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ عدالت کے اوقات میں لوگوں سے نجی ملاقاتیں کریں۔

دفعہ نہم۔ اپیل کی انتہائی مدت ۱۵ دن ہے۔

یہ عدالتی نظام نامے کے چند دفعات کا خلاصہ ہے۔ اس نظام نامے کے ساتھ ہی دو شاہی فرمان بھی شایع ہوئے ہیں۔ ایک میں مکہ معظمہ کی تینوں عدالتوں کے لئے قاضیوں (ججوں) کی تقرری منظور ہوئی دوسرے میں عدالتی نگرانی کی مجلس کے ارکان کے نام بتلائے گئے ہیں۔

عدالت عالیہ کے لئے تین قاضی مقرر ہوئے ہیں: شیخ محمد المرزوقی ابوحسین (صدر) بہجت البیطار (رکن) امین فودہ (رکن) باقی دونوں عدالتوں کے لئے بالترتیب شیخ محمد التویجری اور شیخ حسین عبدالغنی مقرر کئے گئے ہیں۔

عدالتی نگرانی والی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبدالقادر بن حسن (صدر)
(۲) شیخ محمد الطیب الترکی (کاتب)
(۳) شیخ علی المالکی (رکن)
(۴) شیخ محمد الباقر (")
(۵) شیخ سعید ابوالخیر (")

مجلس امر بالمعروف

عدالتی نظام نامے کے ساتھ ایک فرمان میں مجلس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ اس کی دفعات حسب ذیل ہیں:

(۱) اس مجلس کا مرکز، مکہ میں ہوگا۔ شاخیں، جدہ، مدینہ، طائف، ینبوع وغیرہ ملحقات میں ہونگی۔

(۲) ہر مقام کی مجلس میں حسب ضرورت ارکان کی تعداد رہے گی۔

(۳) ارکان کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ شریعت کے عالم، خوش اخلاق اور خوش اطوار ہوں۔

(۴) ہر مجلس کے ماتحت، مسلح فوج ہوگی اور اُس کے احکام نافذ کرے گی۔

(۵) ہر ہفتہ دو مرتبہ یہ مجلسیں جمع ہونگی۔

(۶) ان مجلسوں کے فرائض حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کو اوقات نماز میں متنبہ کرنا اور بے نمازیوں کو خوش اسلوبی سے نماز کی طرف راغب کرنا۔

(۲) جن مقامات میں خلاف شرع کام ہونے کا شبہ ہو، اُن کی نگرانی۔

(۳) باشندوں کو نرمی کے ساتھ معاصی و منکرات کے ترک کی ترغیب دینا۔

(۴) شادی غمی میں خلاف شرع رسموں سے باز رکھنا۔

(۵) عوام کو فحش کلامی سے روکنا۔

(۶) کمزوروں کی مدد، بیواؤں سے حسن سلوک، لاچاروں کی دست گیری۔

(۷) حیوانات پر رحم۔

(۸) یہ مجلسیں ہر اُس بات کا حکم دیں گی اور ہر اُس بات سے منع کریں گی جس پر امت کا اجماع ہے۔ مختلف فیہ امور میں عدالتی نگرانی والی مجلس سے رجوع کریں گی۔ کیونکہ امر بالمعروف، معروف میں ہے نہ کہ امور اجتہادیہ میں۔

تنبیہ۔ ان مجالس کے ماتحت فوجوں کو سختی سے ممانعت کیجاتی ہے کہ احکام کے نفاذ میں ہرگز تشدد سے کام نہ لیں۔

مکہ معظمہ کی مرکزی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبدالرحمن الشناق (صدر)
(۲) " عمر فقیہ (رکن)
(۳) " محمد لوز کتبی (")
(۴) " محمد شیروانی (")
(۵) " اسعد مشفع (")
(۶) " عبداللہ بن عمار (")
(۷) " عبیداللہ بن مطلق (")
(۸) " سلیمان الصنیع (")
(۹) " محمد الخضری (")
(۱۰) " محمد عبدالرحمن العقل (")

مجلۃ الاحکام الشرعیہ

عدالتی اصلاحات کے سلسلہ میں سب سے بڑی اصلاح، جو سلطان ابن سعود کے پیش نظر ہے، وہ "مجلۂ احکام شرعیہ" ہے۔ آپکے قارئین سے مخفی نہیں کہ فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ کی تفریق سے شریعت کے قیام میں کس قدر دشواریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ خصوصاً اُن ممالک میں جہاں چاروں مذاہب کے متبعین موجود ہیں۔ بلکہ خود ہر مذہب کی کتب میں اس قدر اختلاف ہے کہ شرعی عدالتوں کا کام نہایت دشوار ہوجاتا ہے۔ اب سے پہلے ٹرکی میں جب شرعی عدالتیں قائم

مقرر کیا۔ ایک ہزار پونڈ "انعام" دیا۔ ۵۰۰ پونڈ میرے بیوی بچوں کو مرحمت کئے۔ اور مجھے اجازت دی کہ اپنے خاندان کے ساتھ جزیرۂ کریٹ میں رہوں۔ چنانچہ یکم شوال ۱۲۹۵ھ میں میرا خاندان کریٹ پہنچ گیا۔

شام کی گورنری

لیکن دو ہی مہینے بعد مجھ فرمان شاہی بلاکر تم شام کے گورنر مقرر کئے گئے۔ میں معاملہ کی تہ تک پہنچا ہوا تھا۔ دراصل سلطان مجھے پایۂ تخت سے دُور رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے معذرت کی۔ بڑھاپے کا عذر پیش کیا مگر مسموع نہ ہوا اور شام جانا پڑا۔ مجھے اس منصب سے خوشی ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ مناصب کی طلب تھی۔ اب میں مناصب سے اُکتا سا گیا تھا اس لئے کہ شام میں میں اپنا جنون اصلاح پورا کر سکوں گا۔ میرا جنون، میری اصلاح پسندی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

شام میں آتے ہی میں نے محسوس کیا کہ مسلمان باشندوں میں تعلیم بالکل مفقود ہے۔ چنانچہ میں نے تعلیم کی اشاعت، تمام اصلاحات پر مقدم رکھی، اور سیکڑوں مدرسے جاری کر دیئے۔ میں نے ایک قانون بنایا کہ ۷ برس کی عمر کے بعد جو کوئی اپنے لڑکے کو مدرسے میں داخل نہیں کرے گا اُسے سزا دی جائے گی۔ ان مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد تعلیم کی طرف باشندوں کو رغبت پیدا ہو گئی۔ اور ہزاروں بچے پڑھنے لکھنے لگے۔ حالانکہ مجھ سے پہلے اس صوبے میں صرف گنتی کے چند مکتب قائم تھے اور اُن میں بھی صرف قرآن پڑھایا جاتا تھا۔

از سر نو سازشوں کا ظہور

تعلیم کے بعد میں نے دوسری اصلاحات شروع کیں۔ مگر اچانک دارالخلافہ میں میرے خلاف از سر نو سازشوں کا ظہور ہوا۔ سلطان نے داماد محمود پاشا اور رشدی پاشا وغیرہ کو جلا وطن کر دیا جو سعی اصلاح میں میرے ہم خیال تھے۔ اور محمود ندیم پاشا اور جودت پاشا کو اپنا مشیر بنا لیا جو اصلاح اور اصلاح پسند جماعت کے سخت دشمن تھے۔ پارلیمنٹ بند کر دی۔ دستور اساسی منسوخ کر دیا۔ پھر خود میرے متعلق، آستانہ کے اخبارات نے لکھنا شروع کیا کہ میں شام میں بغاوت کی طیاری کر رہا ہوں۔ عنقریب اپنی پادشاہی کا اعلان کر دوں گا۔ میں اس کی بھی پروا نہ کرتا، لیکن شام میں میری اصلاحات کی مخالفت پایۂ تخت سے ہونے لگی۔ اب میں نے دیکھا کہ استعفا پیش کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ اپنی پیری اور ضعیفی کی بنا پر استعفی دے دیا۔ بڑی حجتوں کے بعد سلطان نے اُسے منظور کیا۔ لیکن حکومت کی خدمت سے مجھے علحدہ ہونے نہیں دیا۔ شام سے سمرنا کی گورنری پر بھیج دیا۔

سمرنا میں اصلاحات و ترقی

اُسوقت صوبۂ سمرنا کی حالت نہایت زبوں تھی۔ کوئی انتظام نہ تھا۔ ہر طرف لُوٹ مار اور بے امنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے از سر نو حکومت قائم کی۔ مدرسے جاری کئے۔ سڑکیں بنائیں۔ ٹریم جاری کی مگر دارالخلافہ میں میرے خلاف برابر سازشیں جاری تھیں۔ محمود ندیم پاشا برسر اقتدار تھا اور روس کے اشاروں پر کام کر رہا تھا۔

اب سلطان عبدالحمید بالکل کھُل کھیلنا چاہتے تھے۔ جن جن لوگوں سے اُنھیں مخالفت کا ذرا بھی اندیشہ تھا، سب کو پایۂ تخت سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ مگر اس پر بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ اس اثنا میں معزول سلطان مراد کا جنون دور ہو چکا تھا۔ سلطان عبدالحمید کو اندیشہ پیدا ہوا، مبادا اُنھیں دوبارہ تخت نشین کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے تمام اصلاح پسندوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔

❋

❋ مدحت پاشا کے خلاف مقدمہ

اس مقصد کے لئے سلطان عبدالحمید نے مرحوم عبدالعزیز کی خودکشی کو آلۂ کار بنایا۔ عبدالعزیز کی وفات، ایک سازش اور قتل کا نتیجہ قرار دی گئی۔ ایک برس تک خفیہ طیاریاں ہوتی رہیں۔ پھر اچانک داماد محمود جلال الدین پاشا، رشدی پاشا، سردار عبدی پاشا، ردیف پاشا، اور شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی جلا وطن کر دیئے گئے۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ انہی لوگوں نے سلطان عبدالعزیز کو قتل کیا ہے۔ مگر وہ تحقیقات آجتک شائع نہیں کی گئی۔

اس اثنا میں میرے بعض دوست مجھے لکھ رہے تھے کہ عنقریب تم بھی گرفتار ہونے والے ہو۔ فوراً بھاگ جاؤ۔ نیز میرے ایک یورپین دوست نے آکر کہا "میں ایک جہاز خاص تمھارے لئے لایا ہوں۔ فوراً یورپ چلے جاؤ۔ ورنہ گرفتار ہو جاؤ گے" مگر میں نے قطعی انکار کر دیا۔ میں نے کہا سلطان عبدالعزیز نے خودکشی کی ہے۔ نہ میں نے اور نہ کسی اور نے اُنھیں قتل کیا ہے۔ جب میں مجرم ہی نہیں ہوں تو کیوں بھاگوں اور دشمنوں کو تہمت لگانے کا موقعہ دوں؟ میں نے ۴۰ برس سلطنت کی خدمت کی ہے۔ اب آخری وقت میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا! میں نے یہ کہا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ سلطان میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور جلد سے جلد میرا فیصلہ کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے ہر روز اپنی گرفتاری کا انتظار رہتا تھا۔ چنانچہ ۴ رابیع کو جبکہ میں سمرنا کے دارالحکومت میں اپنے خاندان کے ساتھ سو رہا تھا، آدھی رات کے وقت سلطانی سپاہیوں نے محاصرہ کر لیا، اور مجھے قید کر کے آستانہ بھیجدیا گیا۔

بریدِ شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار حجاز کے قلم سے)

جدید اصلاحات

گزشتہ ہفتہ معاہدۂ جدہ پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس ہفتہ اُن جدید اصلاحات پر مفصل بحث کرنے کا ارادہ تھا جو حجاز میں شروع ہو چکی ہیں۔ مگر جب لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا ایک مضمون میں بحث نہیں ہو سکتی، کیونکہ اصلاحات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ مجبوراً نہایت مختصر اشاروں پر اکتفا کروں گا۔

آپکے قارئین واقف ہیں کہ پچھلے دنوں سلطان ابن سعود بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے نجد گئے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی میں بعض بدنظمیاں حجاز میں رونما ہو گئی تھیں۔ یہ بدنظمی ایک حد تک قدرتی کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ موجودہ حکومت کی عمر ابھی بہت کم ہے اور صدیوں کے اختلال و فساد کے بعد حجاز میں بہت ہی زیادہ مدبر اور بیدار حکومت کی ضرورت ہے۔ باشندوں کے مزاج بگڑے ہوئے ہیں۔ ذرا سی غفلت میں بے لگام ہو جاتے ہیں۔

مجلس تفتیش

سلطان نے یہ صورت حال دیکھی تو فوراً اُس کے سدباب پر کمربستہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ایک مجلس "لجنۃ التفتیش والاصلاح" کے نام سے قائم کر دی۔ اس مجلس کی طرف میں اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اشارہ کر چکا ہوں۔ اس مجلس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام شعبوں کی جانچ پڑتال کر کے اصلاح کی تجویزیں سلطان کے سامنے پیش کرے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُن تمام تدبیروں پر بھی غور کرے جو حجاز کی ترقی و خوشحالی کا موجب بن سکتی ہیں۔ سلطان نے اس مجلس کو کافی اختیارات دیئے ہیں۔ یہ مجلس جو کچھ طے کر دیتی ہے، سلطان اُسے منظور کر لیتے ہیں۔ درحقیقت تمام جدید اصلاحات کا مسودہ اسی مجلس نے بنایا ہے۔

ذیل میں بعض اہم اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) تعلیم۔ مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح حجاز میں بھی تعلیم تین درجوں پر تقسیم کر دی جائے: ابتدائی، ثانوی، اعلی۔ تمام تعلیم گاہوں کے لئے عام اس سے کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، ایک ہی نصاب اور دستور العمل بنایا جائے۔ نئی کتابیں تصنیف یا ترجمہ کی جائیں اور اُن میں ملک کی استعداد کا لحاظ رکھا جائے۔ ۲۲ ارکان پر مشتمل ایک مجلس "مجلس معارف" کے نام سے قائم کی جائے اور پورا محکمۂ تعلیم اُس کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) مجلس تفتیش نے فیصلہ کیا کہ عدالتوں کا موجودہ نظام، فاسد ہے اس میں تبدیلی کی جائے۔ اسوقت صورت یہ تھی کہ مقدمات کا فیصلہ مدتوں تک نہیں ہو سکتا تھا۔ داد خواہوں کو سخت پریشانیاں اُٹھانی پڑتی تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ باشندے اپنا نقصان گوارا کر لیتے، مگر عدالتوں کے تباہ کن پنجوں میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ مجلس نے طے کیا کہ عدالتوں کا نظام بہت سادہ کر دیا جائے۔ مقدمات کے فیصلے میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ شرعی احکام کے مطابق فوراً فیصلہ صادر ہو جائے۔ عدالت کے حکام کے غیر محدود اختیارات مقید کر دیئے جائیں۔ اُن پر باضابطہ نگرانی قائم کی جائے، تاکہ مقدمہ والوں کو اُن کی دیانت پر شبہ باقی نہ رہے۔ چھوٹی چھوٹی عدالتیں جابجا قائم کی جائیں۔ اِن کا کام یہ ہو کہ معمولی مقدمات کا تصفیہ فوراً کر دیا کریں۔

(۳) ملک میں حفظان صحت کا انتظام مکمل نہیں ہے۔ نئے شفا خانے کھولے جائیں۔ نئے طبی آلات مہیا کئے جائیں۔ لائق طبیبوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔

(۴) ڈاک اور پولیس کے محکموں میں اصلاحات جاری کی جائیں۔

لا تنہ عن خلق وتاتی مثلہ عار علیک اذا فعلت عظیم

"حکومت کے عہدہ داروں کا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کریں۔ حق کے معاملے میں کسی کی بھی ملامت کی پروا نہ کریں۔ کسی کے بھی شبہ سے نہ ڈریں۔ کیونکہ ملامت اور شبہ، دنیا کے حالات میں سے ہے۔ دین میں سے نہیں ہے۔ منکروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شبہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے شکوک باطل کر دیئے۔ اپنا دین غالب کردیا۔ منکروں کو خسران کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ دارین کی سعادت کا ایک ذریعہ ہے کہ اشرار ہمیشہ اخیار کے دشمن ہوتے ہیں۔

"ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا رب، اللہ ہے۔ ہمارا دین، اسلام ہے۔ ہماری کتاب قرآن ہے۔ ہمارے نبی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن محض زبان کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا عمل چاہتا ہے: قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ" بت پرست بھی، خدا پرستی کے مدعی تھے! مگر خدا نے اُنھیں قبول نہ کیا۔ منافق بھی ہم مسلمانوں ہی کے سے دعوے کرتے تھے! مگر خدا نے فرمایا "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"

"یہاں شرعی عدالتیں موجود ہیں۔ امر بالمعروف کی مجلسیں قائم کردی گئی ہیں۔ یہ سب کیوں ہیں؟ صرف اظہار حق کے لئے۔ تم اے عہدہ داران حکومت! امین کے امین ہو۔ اس بلد امین کے امین ہو۔ تم اس کے ذمہ دار ہو۔ تم اس کے خادم ہو۔ پس جو احکام، شہر کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، اُن کے سب سے پہلے مخاطب تم ہو۔ وہ تم پر سب سے پہلے نافذ ہونگے۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا کہ کچھ لوگوں پر احکام جاری ہوں اور کچھ لوگ مستثنیٰ رہیں، اگرچہ مستثنیٰ رہنے والا خود ابن سعود اور اُس کا بیٹا فیصل ہی کیوں نہ ہو!

"ہم اس شہر میں گئے ہیں کیونکہ اُس سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ اس کے باشندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے بھلائی کی کوشش کرتے ہیں۔

"ہم اخیار سے محبت رکھتے ہیں۔ اشرار سے نفرت کرتے ہیں۔ الحمد للہ کہ دین ولهن کی برکت سے ہمیں بعض اعمال نافعہ کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ ہم نے جماعت امر بالمعروف ونہی عن المنکر قائم کردی ہے۔ اُس کے احکام سب کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں۔ تم اے عہدہ دارو! سب سے زیادہ اُن احکام کے مخاطب ہو۔ کیونکہ تم ہی اُنھیں نافذ کرنے والے ہو۔ اگر تم خود اُن پر عامل نہ ہوگے، تو دوسرے بھی اُن پر عمل نہ کرینگے"

"ہم تم سے تین باتیں چاہتے ہیں:

(۱) اپنے اوقات میں نماز۔ ہرگز نماز جماعت سے تخلف جائز نہیں الایہ کہ عذر شرعی ہو۔

(۲) جملہ محرمات شرعیہ سے اجتناب، اشرار کی صحبت سے پرہیز۔

(۳) شرعی آداب کے مخالف امور میں غیر مسلموں کی تقلید سے احتراز۔

"مختصر یہ کہ تم پر حکومت کے احکام کی اطاعت اور پیروی لازم ہے بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرع نہ ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے تمہاری حکومت کوئی خلاف شرع حکم صادر نہیں کرتی۔

"یقین کرو میں خود سب کی تفتیش کروں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اچانک تم پر ٹوٹ پڑوں گا۔ جس کسی کو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا دیکھوں گا اور اُس کی غلطی ثابت ہوجائے گی، پہلے اُس کے افسر کو قانون کے مطابق سزا دوں گا۔ پھر اُس شخص سے بازپرس کروں گا۔ یقین کرو سزا ہمیشہ سخت سے سخت اور بے رو رعایت ہوگی۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ میری سنو، کیونکہ میں تمھیں خوف الٰہی کی وصیت کرتا ہوں!

"تمام عہدہ داروں پر فرض ہے کہ احکام حکومت پر عمل کریں جو حکومت ہمیشہ امر الٰہی کا حکم دیتی اور نہی سے منع کرتی ہے۔ اگر ہم اللہ اور اُس کے رسول کے حکموں پر عامل ہوں، تو ہماری سنو اور اطاعت کرو۔ اگر خدا نخواستہ ایسے نہ ہوں تو نہ تو ہماری سنو نہ اطاعت کرو!

افسانہ

نپولین پر دوسرا حملہ

یکم مئی سنہ ۱۸۰۹ء میں نپولین، آسٹریا میں جنگ کر رہا تھا۔ ۲۳ اکتوبر کو جبکہ وہ اپنی فتحمند فوجوں کا معائنہ کر رہا تھا، یکایک میدان کے ایک گوشہ سے ایک خوبصورت نوجوان نمودار ہوا، اور آہستہ آہستہ نپولین کی طرف بڑھنے لگا۔ مارشل برتھیہ کی نظر اُس پر پڑی اور اُسنے اُسے روک کر کہا:

"اگر شہنشاہ کو کوئی درخواست دینی چاہتے ہو تو مجھے دیدو، میں پیش کردوں گا" نوجوان نے جواب دیا "میں خود نپولین سے زبانی گفتگو کرنی چاہتا ہوں"

یہ کہکر نوجوان پیچھے ہٹا۔ مارشل نے خیال کیا وہ واپس جا رہا ہے۔ مگر اس کے مڑتے ہی نوجوان نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ مارشل کو شک ہوا، اور اسنے ایک افسر کو حکم دیا کہ اُسے گرفتار کرکے لیجائے۔ یہ واقعہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سب فوج کی قواعد کے تماشہ میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد افسر نے واپس آکر مارشل کو خبر دی کہ نوجوان کی جیب میں خنجر نکلا ہے جو ایک سفید کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔ جنگی قواعد ختم ہونے کے بعد مارشل نوجوان کو دیکھنے گیا۔ دیکھا کہ وہ چارپائی پر پڑا ہے۔ اُس کے سامنے ایک عورت کی تصویر، نوٹ بک، اور چند سکے رکھے ہیں۔

مارشل نے سوال کیا:

"تمھارا کیا نام ہے؟"

"صرف نپولین کو بتاؤں گا"

"تم اس خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"نپولین کو بتاؤں گا"

"شہنشاہ کی جان لینا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"نپولین کو جواب دوں گا"

چند منٹ بعد نپولین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی۔ اُسنے نوجوان کو اپنے سامنے طلب کیا۔ نوجوان کی شکلیں کسی تھیں۔ نپولین کے سامنے پہونچکر وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوا۔

نپولین: تم فرنچ جانتے ہو؟"

نوجوان: بہت کم"

"نام؟"

"فرڈرک سٹابس"

"وطن؟"

"جرمنی"

"باپ کا پیشہ؟"

"پروٹسٹنٹ پادری"

"تمھاری عمر؟"

"اٹھارہ برس"

"خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"آپکو قتل!"

"تو دیوانہ ہے؟"

"ہرگز نہیں"

"بیمار ہے؟"

"نہایت تندرست ہوں"

"مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے؟"

"کیونکہ تم نے میرے وطن کو بدبخت بنا دیا ہے!"

"کیا میں نے تیرے ساتھ بھی کچھ بُرائی کی ہے؟"

"ہاں میرے ساتھ بھی اور ہر جرمن کے ساتھ بھی"

"تجھے اس جرم کے لئے کس نے بھیجا ہے؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ میں خود اپنے اس اعتقاد سے آیا ہوں کہ تمھیں قتل کرکے اپنے وطن اور تمام یورپ کو تمھارے شر سے نجات دیدونگا!"

"آج سے پہلے بھی تو نے مجھے دیکھا تھا؟"

"ہاں، ارفورٹ میں"

"اُسوقت بھی میرے قتل کا ارادہ تھا؟"

"ہرگز نہیں۔ میں سمجھتا تھا تم پھر کبھی جرمنی پر اعلان جنگ نہ کروگے۔ اُسوقت میں تم سے محبت کرتا تھا"

"یہاں وائنا میں کتنے دن سے ہو؟"

"دس دن سے"

"اتنے دن کیوں خاموش رہے؟"

"آج سے پہلے کوئی مناسب موقعہ نہیں ملا"

"میں پھر پوچھتا ہوں دیوانہ ہو یا بیمار؟"

"دونوں میں سے کوئی بھی نہیں"

"میں "کورویسار" کو بلواتا ہوں"

"یہ کون شخص ہے؟"

"ڈاکٹر"

"لیکن مجھے ڈاکٹر کی مطلق ضرورت نہیں"

تمام حاضرین پر خاموشی طاری ہوگئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر آیا اور نبض دیکھی۔ نوجوان نے کہا:

"کیوں ڈاکٹر! میں بالکل تندرست نہیں ہوں؟"

ڈاکٹر نے نپولین سے عرض کیا:

"یہ بالکل تندرست ہے" نوجوان نے خوش ہوکر نپولین سے کہا:

— "میں نے پہلے ہی عرض کردیا تھا" نپولین کو لڑکے کی جرأت پر از حد تعجب ہوا۔ تاہم اُسنے پھر گفتگو شروع کی: — "تم سخت ناسمجھ اور ناعاقبت اندیش ہو۔ اپنے اور اپنے خاندان کے دشمن ہو۔ تاہم میں جاں بخشی کرنے کو طیار ہوں بشرطیکہ ندامت ظاہر کرو اور معافی چاہو" — "ندامت! معافی! ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! البتہ مجھے اپنی ناکامی پر افسوس ضرور ہے" — "عجب!*

[illegible] — "پستا! قتل جیسی جرم تمہیں مقدس فرض ہے!" — "تمہیں اس عورت کی تصویر سے آرام ہوتی ہے؟" — "میری محبوبہ کی" — "وہ تمہاری جان پر رنجیدہ ہوگی؟" — "نہیں بلکہ وہ میری ناکامی پر رنجیدہ ہوگی۔ وہ بھی تم سے ویسی ہی نفرت کرتی ہے جیسی میں" — "اگر میں معاف کردوں تو احسان مانوگے؟" — "ہرگز نہیں بلکہ دوبارہ قتل کرنیکی کوشش کرونگا" نپولین کو نوجوان کی دلیری پر حیرت چھا گئی! دس کے ساتھ گردن نے کام کیا۔

تھیں اور فقہ حنفی پر فیصلہ صادر کرتی تھیں تو انھیں سخت دشواریاں پیش آتی تھیں۔ یہی دشواریاں دیکھ کر ترکوں نے ایک مجلہ یا قانون نامہ، فقہ حنفی سے مرتب کیا تھا اور ترکی عدالتیں اُس پر عمل کراتی تھیں۔

حجاز میں چاروں مذاہب کے پیرو موجود ہیں۔ مالکیوں اور شافعیوں کی اکثریت ہے۔ موسم حج میں تو تین چار مہینے کے لئے ہر مذہب کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حجاز میں کسی ایک فقہی مذہب کو معتبر قرار دینا اور باقی کو پس پشت ڈال دینا، صریح ناانصافی ہوگی۔ لہذا سلطان ابن سعود نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاز کی شرعی عدالتیں کسی ایک مذہب کی مقید نہ ہوں بلکہ بیک وقت چاروں مذاہب پر حسب حالت تلفیقاً عمل کریں۔ چونکہ تمام اہل سنت وجماعت مسلمان، چاروں مذاہب فقہ کی مساوی حق تسلیم کرتے ہیں، اس لئے سلطان نے طے کیا کہ مذاہب اربعہ کے زیادہ سے زیادہ مستند اور ضروریات زمانہ کے مطابق احکام لے لئے جائیں اور اُنھی کی بنا پر عدالتیں فیصلہ کریں۔

مگر موجودہ زمانہ میں ایسے علماء وقضاۃ کا ملنا مشکل ہے جو بیک وقت چاروں مذاہب کے ماہر ہوں، لہذا سلطان نے طے کیا کہ ایک مجلہ یا قانون نامہ مرتب کیا جائے اور اُس میں مذاہب اربعہ کے متفق علیہ احکام اور زیادہ سے زیادہ مستند اور وقت کے مناسب احکام جمع کردیئے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سلطان عنقریب مذاہب اربعہ کے مشہور علماء کی ایک مجلس مرتب کرنے والے ہیں۔ یہی مجلس یہ مجلہ طیار کرے گی۔

حفظان صحت

سلطان نے حفظان صحت کے انتظامات بھی شروع کردیئے ہیں۔ متعدد مصری وشامی ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرلی ہیں۔ جدہ میں ایک طبی مرکز قائم کرنے کی منظوری صادر کرلی ہے۔ یہ طبی مرکز جدید ترین صحی اسلوب پر قائم ہوگا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ متعدد حجازی نوجوان یورپ بھیجے گئے ہیں تاکہ طبی علوم کی تکمیل کریں۔ حجاز کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُس کے نوجوان تعلیم کے لئے باہر بھیجے جا رہے ہیں۔

جدید سڑکیں

جدہ اور مکہ کے درمیان پرانی سڑک کی مرمت ہو رہی ہے۔ اس راستے میں جابجا دور دور تک ریت پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ سلطان نے اُس کی مرمت جاری کردی ہے۔ پوری سڑک پر پتھر کوٹا جا رہا ہے۔ آیندہ موسم حج میں حاجی یہ سڑک بالکل طیار پائیں گے اور بہت آرام حاصل کرینگے۔

مکہ اور طائف کے مابین بھی ایک سڑک بنائی گئی ہے۔ اس پر موٹر چلنے لگے ہیں۔ طائف، مکہ کے لئے روح کا حکم رکھتا ہے۔ سبزیاں، ترکاریاں، میوے، مکہ میں طائف ہی سے آتے ہیں۔ اب سے پہلے دونوں شہروں کے مابین سفر ۲ دن میں ختم ہوتا تھا۔ اب صرف ۴ گھنٹے میں طے کیا جاتا ہے۔ طائف کی آب وہوا نہایت عمدہ ہے۔ مناظر ایسے ہیں کہ حجاز کا سوئٹزرلینڈ معلوم ہوتا ہے۔ مگر اب تک اُس کی آبادی و ترقی کا کوئی سامان نہ تھا۔ سلطان اُسے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ طائف، حجاز کا قدرتی طور پر گرمائی پایۂ تخت ہے۔ سلطان نے اپنا خاندان طائف بھیجدیا ہے، تاکہ مکہ کے دوسرے باشندوں کو بھی ترغیب ہو اور وہ گرمی میں وہاں جا کر رہا کریں۔

ینبع اور مدینہ کے مابین بھی سڑک بن رہی ہے۔

حرم میں اصلاحات

حرم کعبہ میں دو قسم کی اصلاحات شروع ہوگئی ہیں: تعمیری اصلاحات اور انتظامی اصلاحات۔

تعمیری اصلاحات کے سلسلہ میں تین امور اہم ہیں:

(۱) حرم کا موجودہ رقبہ، حجاج بیت اللہ کے لئے ناکافی ہے۔ لہذا اطراف حرم کے بعض مکان، حکومت نے خرید لئے ہیں تاکہ مسجد زیادہ وسیع کردی جائے۔ یہ توسیع "باب زیادہ" کی طرف سے عمل میں آئیگی۔

(۲) حرم کے گرد مکانوں کا ایسا سلسلہ قائم ہے کہ بیت اللہ کی رونق وعظمت پوری طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ لہذا حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ بتدریج اطراف کے مکان خرید کرکے منہدم کردیئے جائیں۔

(۳) مسجد حرام کے صحن پر کوئی چھت نہیں ہے صرف اطراف کے دالان ہیں، لیکن وہ بھی دھوپ کی مداخلت سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس سے حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ دھوپ کی شدت سے بہت آدمی بیمار ہو جاتے تھے۔ اب سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ چاروں طرف دالانوں کے سامنے پتلے پتلے آہنی ستون کھڑے کئے جائیں اور اُن پر ۸ میٹر لمبا شامیانہ نصب کردیا جائے۔ یہ شامیانہ دن میں تان دیا جائے گا اور رات کو اُٹھا دیا جائے گا تاکہ ہوا بند نہ ہو۔ اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کم سے کم ۲۵ ہزار آدمی بیک وقت سایہ میں بیٹھ سکینگے!

(۴) حرم کے صحن میں سنگ ریزوں کا فرش ہے۔ اس سے حرم میں گرمی زیادہ رہتی ہے اور پوری طرح صفائی بھی نہیں ہو سکتی۔ سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ سنگ ریزے اُٹھا دیئے جائیں اور تمام فرش پر سیمنٹ کردیا جائے۔ چنانچہ سیمنٹ بچھانے کی مشین آگئی ہے۔

انتظامی اصلاحات بھی بہت ہیں۔ صرف بعض کا ذکر کرتا ہوں:

(۱) اب تک کعبہ کے اندر داخل ہونے کے لئے حاجیوں کو روپیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ناجائز قرار دیا گیا۔ تمام حاجی ایک پیسہ بھی ادا کئے بغیر بیت اللہ میں داخل ہونگے۔

(۲) موجودہ اغوات کی (خواجہ سرا جو حرم کعبہ کی خدمت پر مامور ہیں) تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں کمی کردی جائے گی۔

(۳) حرم میں نماز کے لئے ۱۰ امام کافی ہیں۔ باقی موقوف کردیئے جائیں گے۔

(۴) علماء سے فتویٰ طلب کیا جائے گا کہ امامت کی اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) حرم میں صفائی کا انتظام ناکافی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فراشوں کی تنخواہ بہت کم ہے۔ اُن کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے گا۔

(۶) مکبروں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اُن میں کمی کی جائے گی۔

(۷) حرم میں کل ۲۰ دروازے ہیں۔ ۴ دروازے، اطراف کے مکان والوں کے ہیں۔ ان لوگوں کو تنبیہ کیا جاتا ہے کہ اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں تاکہ یہ دروازے عام گزرگاہ نہ بن جائیں۔ کیونکہ حرم بیت اللہ، عبادت کا مقام ہے نہ کہ شارع عام۔ باقی ۲۴ دروازوں میں ہر ایک کے واسطے دو دو دربان مقرر کئے جائیں گے تاکہ انتظام قائم رکھیں۔

(۸) شرعاً مسجد میں سونا جائز نہیں، الاّ اُن پردیسیوں کے جو کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ لیکن مکہ میں ہر آنے والا یہی عذر پیش کرسکتا ہے۔ لہذا حرم میں سونا قطعی طور پر ممنوع قرار دیا گیا۔ صرف اعتکاف کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۹) حرم کی نگرانی کے لئے ۸ مفتش مقرر کئے گئے۔ یہ لوگ حرم کے جملہ انتظامات کی نگرانی کرینگے۔

(۱۰) ایک مجلس "مجلس ادارۃ الحرم" کے نام سے قائم ہوگی۔ وہی حرم کے انتظامات کی ذمہ دار ہوگی۔

چاہ زمزم

چاہ زمزم کی موجودہ صورت یہ ہے کہ کھلا ہوا ہے۔ ڈول سے پانی نکالا جاتا ہے۔ پانی نکالنے والوں اور پینے والوں کی دھوون اُسی میں گرتی رہتی ہے۔ پھر سب حاجیوں کو حسب مرضی پانی بھی نہیں ملتا۔ عام طور پر انھیں پانی کے لئے اُجرت دینا پڑتی ہے۔ ان تمام خرابیوں کے سدباب کے لئے سلطان نے طے کیا کہ کنواں اوپر سے ڈھک دیا جائے۔ زمزم کی پیمائش سے معلوم ہوا کہ اُس کا کل عمق ۴۲ میٹر ہے۔ ۳۲ میٹر میں پانی ہے، باقی دس میٹر اُس کی دیوار ہے۔ ہندسی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ اگر پانی نکالنے کا معقول انتظام کیا جائے تو اس سے کئی گنا زیادہ پانی کنواں دے سکتا ہے، حتیٰ کہ پورا شہر اس سے سیراب ہو سکتا ہے۔ لہذا طے پایا کہ پانی نکالنے کی جدید ترین مشین نصب کی جائے۔ حرم کے چاروں طرف نل پھیلا دیئے جائیں اور اُن میں پانی جاری کردیا جائے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حاجی بغیر کسی زحمت کے جس وقت چاہیں گے زمزم کا پانی پی سکیں گے۔

جدید کنوئیں

مکہ، منیٰ، عرفات، بحرہ وغیرہ میں جدید قسم کے کنوئیں کھودے جا رہے ہیں۔ وادی نعمان، شہداء، اور منیٰ میں کام شروع بھی ہو چکا ہے۔ لیکن صرف ان کنوؤں سے پانی کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ بڑے بڑے حوضوں کی بھی ضرورت ہے۔ چنانچہ طے کیا گیا ہے کہ برسات اور پہاڑی سیلاب کا پانی محفوظ کردینے کے لئے حوض بھی بنائے جائیں۔

نہر زبیدہ

چونکہ نہر زبیدہ مکہ معظمہ میں میٹھے پانی کا تنہا منبع ہے۔ لہذا اُس کی حفاظت و ترقی کے لئے سلطان نے خاص توجہ کی ہے۔ یہ نہر جابجا سے کھلی ہوئی ہے، حتیٰ کہ بعض مقامات میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ میٹر تک کھلی ہے۔ اس کا بند کرنا بھی مشکل ہے۔ کیونکہ باشندے پیاس سے مر جائیں گے۔ مگر اس کے کھلے رہنے سے یہ شدید نقصان ہے کہ لوگ اُس میں میلے کپڑے دھوتے اور نہاتے ہیں۔ اُن کی نگرانی ناممکن ہے۔ لہذا طے پایا کہ عرفات میں ایک بہت بڑا تالاب بنایا جائے۔ نہر کا تمام پانی جدید ترین صحی اصول پر اُس میں صاف کیا جائے، اور صاف ہونے کے بعد آگے بڑھے۔ اس تدبیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مکہ کے باشندوں اور حاجیوں کو آدھی بیماریوں سے نجات مل جائے گی جو سراسر اسی نہر کا پانی پینے سے پیدا ہوا کرتی تھیں۔

سایہ کا انتظام

طے پایا کہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ، اور جدہ کے مابین حاجیوں کے واسطے بڑے بڑے ایوان تعمیر کئے جائیں تاکہ وہ اُنکے نیچے دھوپ سے پناہ حاصل کرسکیں۔ ہر موسم حج میں دیکھا جاتا ہے کہ سیکڑوں حاجی دھوپ کی تپش سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس نئے انتظام سے یہ مصیبت بڑی حد تک دور ہو جائے گی۔

سلطان کی ایک تقریر

گزشتہ ہفتے سلطان نے اپنی حکومت کے تمام عہدہ داروں کو جمع کیا اور اُن کے سامنے ایک طویل تقریر کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"آپ جانتے ہیں سب سے افضل عمل، کلمۂ حق کا اعلان ہے۔ سب سے بدترین عمل، حق کا اخفا ہے۔ ہماری مجلسیں ہمیشہ کلمۂ حق کے اظہار، حکام، و رعایا کی نصیحت و ہدایت کے لئے ہونی چاہئیں۔

"ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مضبوط قدموں سے۔ ترقی میں ہمارے خیالات، ہمارے معتقدات، ہماری آرزوئیں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کی پیروی کے تابع ہونی چاہئیں۔ دنیا کا جو کام ہمارے دین کے مطابق ہوگا، اُسے کریں گے، جو مخالف ہوگا، اُس سے باز رہیں گے۔

"حکومت کے عہدہ داروں کا فرض ہے کہ یہ حقائق بیان کریں لیکن صرف قول و بیان کافی نہیں ہے۔ عمل بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم؟" عربی شاعر کہتا:

احرار اسلام

اوائل عہد اموی کی اسلامی ذہنیت

ایک بڑھیا خلیفہ کے دربار میں

سودہ بنت عمارہ

سودہ بنت عمارہ حضرت علی علیہ السلام کے جاں نثاروں میں تھی جنگ صفین میں اُس نے اپنے پُرجوش خطبوں اور رجزیہ شعروں سے شامیوں پر عرصۂ کارزار تنگ کر دیا تھا۔ اُس کے بھائی نے نہایت پامردی سے شامی شجاعوں کو شکست دی تھی۔

جب امیر معاویہؓ تخت سلطنت پر متمکن ہوگئے، تو ایک دن یہ اپنے قبیلہ کی شکایت لے کر دربار میں پہنچی۔ جو گفتگو اس میں اور امیر معاویہ میں ہوئی، تاریخ اسلام کے اوراق نے محفوظ کرلی ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ خلافت راشدہ کا دورِ حریت ختم ہوچکا تھا، اور امیر معاویہؓ کی دارائی شہنشاہیت کے جاہ و جلال سے تخت خلافت کو روشناس کرچکے تھے۔ پھر بھی اسلام کی پیدا کی ہوئی روحِ حریت کا یہ حال تھا کہ قبائل کی ایک معمولی بڑھیا عورت دربار شاہی میں آتی تھی، اور بغیر کسی جھجک کے سخت سے سخت مخالفانہ خیالات ظاہر کردیتی تھی!

امیر کی نظر جب سودہ پر پڑی، تو بے اختیار بول اُٹھے "کیا تم ہی وہ سودہ ہو جو صفین کی لڑائی میں میری جماعت کے خلاف نہایت جوش و خروش سے یہ اشعار سنا رہی تھیں؟"

شمر کفعل ابیک یا ابن عمارۃ   یوم الطعان وملتقی الاقران

اے فرزند عمارہ! نبرد آزمائی اور جنگ جوئی میں اپنے باپ کے سے کارنامے کر دکھا!

وانصر علیاً والحسین ورہطہ   واقصد لہند وابنہا بہوان

علی کی، حسین کی، اور اُنکے خاندان کی حمایت کر۔ ہند اور اُس کے بیٹے کو خوار کردے۔

ان الامام اخو النبی محمد   علم الہدی ومنارۃ الایمان!

امام (یعنی حضرت علی) محمد صلعم کے بھائی ہیں، ہدایت کا نشان اور ایمان کا منارہ ہیں!

فقہ الحتوف وسر امام لوائہ   قدما بابیض صارم وسنان!

اُسے خطروں سے بچا۔ اُس کے جھنڈے کے آگے شمشیر آبدار اور نیزہ لے کر پیشقدمی کر!

"ہاں قسم خدا کی" سودہ نے فوراً جواب دیا "میرا جیسا آدمی نہ حق سے منہ پھیر سکتا ہے نہ جھوٹ بولکر معذرت کرسکتا ہے۔ وہ میں ہی تھی"

"تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟" امیر معاویہ نے سوال کیا۔

"علی علیہ السلام کی محبت اور اتباع حق کی وجہ سے" سودہ کا جواب تھا!

"لیکن علیؓ نے تمھیں کیا بدلہ دیا؟" امیر نے پھر سوال کیا۔

"پچھلی باتوں کے تذکرہ سے کیا فائدہ؟" سودہ نے جواب دیا۔

"ہیہات!" امیر معاویہ نے کہا "تمھارے بھائی کا معاملہ بھلایا نہیں جاسکتا۔ مجھے کسی سے بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی تمھارے بھائی اور تمھاری قوم سے پہنچی ہے"

"سچ ہے" سودہ نے جرأت سے کہا "میرا بھائی حقیر آدمی نہ تھا کہ بھلا دیا جاسکے۔ واللہ وہ ویسا تھا جیسا خنساء نے اپنے بھائی صخر کے بارے میں کہا ہے:

وان صخرا لتأتم الہداۃ بہ   کانہ علم فی راسہ نار

صخر وہ ہے جس کی پیروی رہبر کرتے ہیں۔ گویا پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے!

"سچ ہے۔ تیرا بھائی ایسا ہی تھا" امیر نے تصدیق کی: "اچھا، کہو میرے پاس کیوں آئیں؟"

"تم اب آدمیوں کے سردار اور اُن کے معاملات انجام دینے والے بن گئے ہو" سودہ نے کہا "خدا تم سے ہماری بابت اور ہمارے حقوق کی بابت سوال کرے گا۔ تمھاری طرف سے ہمارے یہاں ایسے حکام آتے رہتے ہیں، جو تمھاری شوکت پر گھمنڈ کرتے، اور تمھاری قوت سے جبّاری کرتے ہیں۔ یہ ہمیں اس طرح کاٹ رہے ہیں، جس طرح کھیتی کاٹی جاتی ہے، یہ ہمیں ذلیل کرتے ہیں۔ ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ تمھارا والی بسر بن ارطاۃ تمھاری طرف سے آیا اور میرے آدمی مار ڈالے، میرا مال چھین لیا، اور مجھے ایک ایسی بات کہنے پر مجبور کرنا چاہا جو میرے منہ سے نکلنا ناممکن ہے (یعنی حضرت علی علیہ السلام سے اظہار بیزاری) اگر اطاعت واجب ہوتی تو ہمارے اندر بھی قوت و استعداد تھی۔ بہر حال اُسے معزول کردو اور ہمارے شکریہ کے مستحق بنو، ورنہ پھر ہم تمھیں دکھا دینگے"

"تو مجھے دھمکاتی ہے!" امیر نے کہا "میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ تجھے سرکش اونٹ پر بٹھا کر بسر بن ارطاۃ کے پاس بھیج دوں تاکہ جو سزا چاہے، دے دے"

سودہ نے سر جھکالیا۔ پھر سر اُٹھایا اور یہ شعر پڑھے:

صلی الالہ علی جسم تضمنہ   قبر فاصبح فیہ العدل مدفونا!

خدا کی رحمت اُس جسم پر، جسے قبر نے چھپا لیا ہے، اور عدل اُسمیں مدفون پڑا ہے۔

قد حالف الحق لا یبغی بہ بدلا   فصار بالحق والایمان مقرونا

وہ ہمیشہ حق کے ساتھ تھا، اُسے کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اُس کا نام حق و ایمان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جڑ گیا ہے!

"یہ کون ہے؟" امیر نے انجان بن کر سوال کیا۔

"علی بن ابی طالب علیہ السلام" سودہ کا برجستہ جواب تھا۔

"اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا کہ تیری نظر میں ایسا بن گیا؟" امیر نے پوچھا۔

"اُنھوں نے ہم سے صدقہ وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا" سودہ نے کہا "میرے اور اس شخص کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ میں اُس کی شکایت لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اُسوقت نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نماز چھوڑ دی، اور بڑے ہی لطف اور نرمی سے میرا حال پوچھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان کردیا۔ آپ سنتے ہی رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا "خدایا! تو مجھ پر اور میرے عمال پر گواہ ہے۔ میں نے اُنھیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا" اس کے بعد اپنی جیب سے ایک کھال کا ٹکڑا نکالا اور اُس پر لکھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قد جاءتکم بینۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءہم، ولا تعثوا فی الارض مفسدین بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین، وما انا علیکم بحفیظ۔ اذا قرأت کتابی فاحتفظ بما فی یدیک من عملنا حتی یقدم علیک من یقبضہ منک، والسلام"

(تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس روشنی آچکی ہے۔ لہذا ناپ تول ٹھیک ٹھیک کرو۔ لوگوں کا حق نہ مارو۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ اللہ کا بقیہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں تم پر محافظ نہیں ہوں۔ میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہمارا کام ہو اُسکو محفوظ رکھ۔ یہاں تک کہ وہ شخص پہنچ جائے جو تجھ سے وہ سب وصول کرلے۔ یعنی اُس حاکم کو معزول کردیا۔)

"میں نے امیر المؤمنین کے ہاتھ سے خط لے لیا۔ واللہ امیر اُنھوں نے نہ تو کوئی مُہر لگائی، نہ اُسے بند ہی کیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اُسے حرف حرف پڑھ لیا"

"ابن ابی طالب نے تمھیں حکام پر جری بنا دیا ہے" امیر معاویہ نے کہا "بہت دیر میں یہ جرأت تم سے دُور ہوگی"

پھر حکم دیا کہ سودہ کا مال واپس کردیا جائے اور اُس سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔

"یہ حکم میرے لئے خاص ہے یا میری پوری قوم کے لئے؟" سودہ نے سوال کیا۔

"تجھے دوسروں سے کیا سروکار؟" امیر معاویہ نے کہا۔

"تو واللہ یہ کمینگی اور بدکاری ہے" سودہ نے کہا "اگر عدل عام نہیں تو میں اُسے نہیں قبول کرتی"

مجبوراً امیر معاویہ نے حکم دیا کہ اُس کے پورے قبیلے کی بابت فرمان لکھ دیا جائے۔ (عقد الفرید و بلاغات النساء)

* * *

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر، مقبول خاص و عام اسم با مسمّیٰ
ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی

تحفہ

ماء اللحم دو آتشہ بنسخہ خاص

تار کا کافی پتہ ہمدرد دہلی

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اُٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اسکی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچائی کے اظہار کا کوئی موقع ہی نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دیگا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوی میں سچا ہے مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے۔ علاوہ اس کے چند قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۲۷ء مع جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ

علمائے دیوبند کا واحد ترجمان

اخبار

الانصار ہفتہ وار

سائز ۲۰×۳۰

مقام اشاعت دار العلوم دیوبند

عنقریب ایک حقیقی اسلامی دعوت کا
پیغام

لیکر دار العلوم دیوبند سے یکم نومبر ۲۷ء کو شائع ہوگا۔ اُمید ہے کہ متوسلین دار العلوم اور مسلمانان ہند پوری گرمجوشی کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرینگے۔ سالانہ قیمت عہ، ششماہی قیمت عا، ممالک غیر سے سالانہ صہ ششماہی عہ

مہذب اشتہارات رعایتی اُجرت کے ساتھ لئے جائیں گے اور ایجنٹوں کو معقول کمیشن دیا جائیگا۔

خط و کتابت و ترسیل زر بنام ناظم الانصار دار العلوم دیوبند ہونی چاہئے۔

المعلن۔ احقر حبیب الرحمٰن ناظم دار العلوم دیوبند (یوپی)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصولڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل گولڈن رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم ٹائم پیس جرمن میڈ
نئے نئے ڈیزائن کی خوشنما نفیس [illegible] ٹائم کیپر قیمت صرف [illegible] سات روپیہ آٹھ آنہ محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	مکمل سلور کیس خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانے والی قیمت صرف تین پانچ روپے آٹھ آنے محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا [illegible] الارم کا سچا۔ [illegible] قیمت [illegible] محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس

گارنٹی ۳ سال

تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائینگی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک ہے جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں ہیں اسکے بعد ہم قیمتیں کے ذمہ دار نہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمایش کی تعمیل نہ ہو سکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑیوں کے خریداروں کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ اُن سے پوری قیمت منسلکہ چارج کیجائیگی۔ نیز محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی اُن کو ادا کرنا ہوگا +

پتہ ملنے کا۔ امریکن واچ ہوس۔ اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی نمبر ۳ مقام دہلی

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع
ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ
ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہی

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

318, BROMPTON ROAD, KENSINGTON LONDON S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجیے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجیے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لیے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کیے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لیے بھی، پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجیے بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اسوهٔ حسنه ــــ امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله ــــ لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ــــ انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر ــــ امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى ــــ خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ــــ حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ــــ فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـــجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين
اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال
فى
مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهي داشتن گر داغهائے سينه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـــلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيلئے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جائے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه   الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه   " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر "البـلاغ پريس"

کیا آپکو معلوم نہیں
کہ
اسوقت
دنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم"
قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ
ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی
بھر کام دے سکتا ہے
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں
سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں
کوئی نہیں
کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر"
کا
"لائف ٹائم"
لینا
چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو
یاد رکھئے
کہ
آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما
گائڈ بک
کی ضرورت ہے
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کر دے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جا سکیں جن
کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے
ایسی
مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین
The Dunlop guide
to great Britain
کا دوسرا ایڈیشن ہے
ہندوستان کے
تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے
بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد
طبع ثانی
مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب آپ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟
قیمت عہ (مینیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو
دمہ
ضیق النفس
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت
ہو
تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب
دوا فروش کی دکان سے
فوراً
ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا
منگوا کر
استعمال کیجئے

۱۹۲۷

الہلال

نمبر ۲۰
جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اس کا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي مواد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بهت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نهیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته ، اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۀ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ٢٠ — کلکته : جمعه ٨ . جمادی الاولی ١٣٤٦ هجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 4, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اکر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای . پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .
الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٥٥٠ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢٣٥	اردو حروف کی حق مین	٤٢٨
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٥٥٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٥٠
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢٧٣		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . **الهلال**

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شائع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - ساڑهے رو پیه
قیمت في پرچه - - - پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الهلال" کے نام سے ني جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکهتے هوں آنکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته ، صاف اور خوش خط لکهیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکهیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جار هے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

اُس نے مذہبي انبساط ' بہادرانہ جوش ' اور متوسط طبقے کي بلند خيالي ' خود بيں تخمينۂ و شمار کے آب سرد ميں غرق کردي - اسنے ذاتي جوہر کو مول تول اور لين دين کي ايک جنس بنا ديا - اور تمام بيش قيمت آزاديوں کو پس پشت ڈالکر " آزاد تجارت " کي صرف ايک نامعقول آزادي قائم کر دي !

الغرض اُسنے کمزوروں کے اُس قديم خود غرضانہ استعمال کي جگہ جسپر مذہب و سياست کي دلفريبيوں کا نقاب پڑا ہوا تھا ' ايک نيا برہنہ ' وحشيانہ ' بے شرم ' اور کھرا خود غرضانہ استعمال ايجاد کر ديا -

سرمايہ دار طبقے نے اُن تمام پيشوں کي خوبياں مليامیٹ کرديں جو پہلے عزت کي نظر سے ديکھے جاتے تھے - اُسنے ڈاکٹر ' وکيل ' پروہت ' شاعر ' فلسفي ' غرضکہ سب کو محض ايک اجرتي مزدور بنا کے چھوڑ ديا !

سرمايہ دار طبقہ نے خانداني رشتے سے محبت و جذبات کے تمام عناصر بھي نکال پھينکے ' اور اُنکي جگہ ايک خالص مالي لين دين کا رشتہ قائم کر ديا !

سرمايہ دار طبقہ نے بتا ديا کہ وحشيانہ اظہار طاقت ' جسے قرون وسطی کے رجعت پسند اِس قدر سراہتے تھے ' کامل سہُولت کے ساتھہ انکے عہد ميں کس درجہ کاميابي حاصل کر سکتا ہے -

يہ طبقہ ' سب سے پہلا طبقہ تھا جسنے ثابت کر دکھايا کہ انسان کي سرگرمي کيا کچھہ کر سکتي ہے - اسنے مصري اہرام ' رومن نہروں ' اور گوتھک خانقاہوں سے بالکل مختلف قسم کے عجائبات پيدا کئے ' اور قديم ہجرتوں اور مذہبي جہادوں سے بالکل مختلف قسم کي مہميں جاري کيں -

تمام سابق صنعتي طبقوں کے وجود کي اولين شرط يہ تھي کہ پيداوار کے اگلے طريقے برقرار رہيں - ليکن سرمايہ دار طبقہ کي زندگي ناممکن ہے جب تک کہ آلات پيداوار ' طريق پيداوار ' اور تمام اجتماعي رشتوں ميں برابر انقلاب نہ ہوتا رہے - چنانچہ طريق پيداوار کا مسلسل انقلاب ' اجتماعي نظام کي پيہم برہمي ' دائمي بے چيني ' اور کبھي نہ ختم ہونے والي بے اطميناني ' يہي وہ چيزيں ہيں جو سرمايہ دار عہد کو تمام ديگر زمانوں سے امتياز ديتي ہيں -

تمام جچے تلے اور مضبوط معاشرتي رشتے مع اپنے ہم آہنگ مقرر و محترم عقائد و خيالات کے فنا کردیے گئے ہيں اور ان کي جگہ جو رشتے اور خيالات رائج کئے گئے ہيں قبل اس کے کہ چمکيں ' پرانے ہوچکے ہيں - جو کچھہ بھي ٹھوس اور مقبول تھا ' مٹ چکا ہے - جو کچھہ بھي مقدس تھا ' ناپاک کرديا گيا ہے - اور اب انجام کار انسان مجبور ہوگيا ہے کہ اپنے حالات زندگي اور حقيقي معاشرتي تعلقات ' کھلي آنکھوں سے ديکھے .

تمام کرۂ ارضي کے سرمايہ داروں کو اپني پيداوار کے ليے ايک برابر بڑھتے رہنے والے بازار کي ضرورت ' ديوانہ کیے ہوئے ہے - انہيں ہر جگہ اپنا آشيانہ بنانا ' ہر مقام پر ڈيرہ ڈالنا ' چپہ چپہ سے ناتا جوڑنا ضروري ہے -

سرمايہ دار طبقہ نے عالمگير بازار غصب کرکے تمام ممالک کي درآمد و برآمد قومي اور ملکي قيود سے آزاد کردي ہے - رجعت پسندوں کي اميدوں کے برخلاف صنعت و حرفت کے نيچے سے اُس کي بنياديں نکال کر پھينک دي ہيں - قديم اور مروج صنعتيں برباد کي جا چکي ہيں ' اور جو باقي ہيں برابر برباد کي جارہي ہيں - ان کي جگہ نئي صنعتيں رائج کي جارہي ہيں کہ جن کا رواج تمام مہذب اقوام کے ليے ايک نہايت ہي اہم اور قابل غور مسئلہ ہے ' کيونکہ اِن صنعتوں کي حالت يہ ہے کہ صرف يہ اپنے ہي ملک کي خام پيداوار استعمال ميں نہيں لاتيں ' بلکہ دور دراز علاقوں کي بھي خام پيداوار چاہتي ہيں ' نيز انکي کثرت کي وجہ سے اُن کي کھپت صرف انکے ہي علاقے ميں نہيں بلکہ دنيا کے گوشہ گوشہ ميں ہوني چاہيے -

پراني ضروريات کي جگہ جو ملکي پيداوار سے رفع ہوجاتي تھيں نئي ضروريات پيدا ہوگئي ہيں جو اپنے رفع ہونے کے ليے دور دراز ممالک کي پيداوار کا بھي مطالبہ کرتي ہيں -

يہ حال صرف مادي پيداوار ہي کا نہيں ' بلکہ ذہني پيداوار کا بھي ہے - ايک قوم کي دماغي پيداوار ' تمام قوموں کي عام ملکيت بن گئي ہے - محدود تخيل اور بے تعلقي روز بروز ناممکن ہوتي جاتي ہے ' اور قومي و مقامي ادبيات سے ايک عالمگير ارضي علم ادب پيدا ہو رہا ہے -

سرمايہ دار طبقہ ' آلات پيداوار کي تيز ترقي اور مواصلات کي مسلسل آسانيوں کے ذريعہ وحشي سے وحشي اقوام کو بھي تہذيب کي طرف کھينچ رہا ہے - سامان تجارت کي ارزاني ہي وہ بھاري توپ ہے جس کے زور سے نہايت سرکش قوموں کو بھي اطاعت پر مجبور کرديا گيا ہے - تمام اقوام کو موت کي دھمکي دي جارہي ہے کہ سرمايہ دارانہ طريق پيداوار اختيار کرليں ' اور نام نہاد تہذيب قبول کرکے مہذب بن جائيں -

سرمايہ دار طبقہ نے ديہات کو شہر کا تابع بنا ديا ہے - بکثرت نئے شہر پيدا کردیے ہيں - ديہات کے مقابلہ ميں قصبات کي آبادي ميں حيرت انگيز اضافہ ہوگيا ہے - اور اس طرح دنيا کي بہت بڑي آبادي کو ديہاتي زندگي کي سادگيوں سے محروم کرديا ہے -

اُس نے جس طرح ديہات کو شہر کا محتاج بنايا ہے ' ٹھيک اُسي طرح وحشي اور نيم وحشي ممالک کو مہذب ممالک کا دست نگر بھي بنا ديا ہے - کاشتکار قوموں کو سرمايہ داروں کا اور مشرق کو مغرب کا محتاج بنا ديا ہے -

سرمايہ دار طبقہ ذرائع پيدار ' ملکيت ' اور آبادي کي وسعت پر برابر قابو حاصل کرتا جاتا ہے - اُس نے آبادي گنجان کردي ہے - ذرائع پيداوار ميں مرکزيت پيدا کردي ہے - اور ملکيت کو سميٹ کر صرف چند ہاتھوں کے اندر محدود کرديا ہے -

اِس صورت حال کا لازمي نتيجہ ' سياسي مرکزيت تھي جو سرمايہ دار طبقہ کے ہاتھوں وجود ميں آچکي ہے ' آزاد اور نيم آزاد اقوام جن کے مصالح ' قوانين ' حکومت ' اور رسم و رواج جدا جدا تھے ' کھينچ تان کے ايک قوم بنا دي گئي ہيں ' ايسي قوم جس کي حکومت ' ضابطۂ قانون ' اجتماعي مصالح ' اور رسم و رواج ' سب ايک ہيں -

سرمايہ دار طبقہ نے اپنے صد سالہ جماعتي عہد حکومت ميں ايسي عظيم الشان بار آور قوتيں پيدا کردي ہيں جنہيں تمام پچھلي نسليں بھي پيدا نہ کرسکي تھيں - اُسنے قدرت کي طاقتوں پر قبضہ کيا ' علم آلات اور کيميا کا صنعت و زراعت ميں استعمال کيا ' دخاني جہاز ' ريلوے ' اور تار برقي کے سلسلے جاري کیے ' زراعت کے ليے تمام براعظموں کي صفائي کي ' درياؤں کي نہر بندي کي ' اور زمين کے تمام خزانے اُلٹ ڈالے - بھلا کسي

مطبوعات جدیدہ

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

جرمني کے کمیونسٹ مرکز اشاعت نے حال میں ایک نیا سلسلۂ مطبوعات " کمیونیزم " کے اصول و مبادیات پر شائع کرنا شروع کیا ہے جسکي دو جلدیں اِس وقت تک شائع ہوچکي ہیں - پہلي جلد میں زیادہ تر مشہور کمیونسٹ رہنما ، کارل مارکس کے منتخب مضامین ہیں ، اور ابتدا میں اُسکي مفصل سوانح حیات بھي شامل کردي ہے -

روس کے آخري انقلاب کے بعد سے کمیونیزم دنیا کي ایک زندہ اور عامل حقیقت ہوگئي ہے ، اور ہر ملک کیلیے ضروري ہوگیا ہے کہ نہ صرف سیاسي حیثیت سے ، بلکہ علمي حیثیت سے بھي اسکے اصول و مبادیات کا مطالعہ کرے ، اور نقد و بصیرت کے ساتھہ صحیح راے قائم کرے - جہانتک ہمیں معلوم ہے ، اِس وقت تک اردو میں کوئي کتاب ایسي شائع نہیں ہوئي ہے جس میں صحت کے ساتھہ اس انقلاب انگیز سیاسي و اجتماعي مذہب کي حقیقت واضح کي گئي ہو - یہ نیا مجموعہ دیکھکر ہمیں خیال ہوا کہ کارل مارکس کے بعض مختصر مقالات اس غرض کیلیے نہایت مفید اور جامع ہیں - ہم ان مقالات میں سے ایک مقالہ الہلال میں شائع کرنے کے لیے منتخب کرتے ہیں - اس کے مطالعہ سے نہ صرف اس مذہب کے اصول و عقائد بلکہ اسکے ظہور و اشاعت کي ابتدائي تاریخ بھي واضح ہوجائیگي -

یہ واضح رہے کہ اس مقالہ اور اسي طرح کے دیگر مقالات کے تراجم سے مقصود صرف یہ ہے کہ وقت کي ضروري معلومات اردو خواں طبقہ کے لیے مہیا ہوجائے - یہ مقصود نہیں ہے کہ یہ خیالات اس حیثیت سے پیش کیے جائیں کہ وہ یک قلم مقبول اور پسندیدہ خیالات ہیں - ہمارے خیال میں " کمیونیزم " موجودہ تمدن کي سرمایہ دارانہ بے اعتدالي کا قدرتي رد فعل ہے ، اور جس طرح موجودہ تمدن کي سرمایہ داري افراط کے ایک انتہائي نقطہ تک پہنچ چکي ہے ، اُسي طرح کمیونیزم بھي تفریط کے دوسرے نقطہ کا ظہور ہے - حق و صواب کي راہ افراط و تفریط کي راہ نہیں ہوسکتي ، وہ ہمیشہ درمیان کي راہ ہوتي ہے !

---

(۱)

(سرمایہ دار اور مزدور)

آجتک کي تمام سوسائٹیوں کي تاریخ ، جماعتي کشمکش کي ایک مسلسل تاریخ ہے -

آزاد اور غلام ، شریف اور رذیل ، آقا اور خدمتگار ، تجارتي مکھیے اور بنجارے ، مختصر یہ کہ ظالم اور مظلوم ، ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے رہے ، اور ایک ایسي مسلسل جنگ میں مشغول رہے جو کبھي علانیہ تھي اور کبھي خفیہ ، مگر جسکا خاتمہ ہمیشہ یا تو سوسائٹي کي ایک انقلابي کایا پلٹ کي صورت میں ہوا ، یا تمام حریف جماعتوں کي عام بربادي کي شکل میں !

قدیم ترین تاریخي عہد میں بھي تقریباً ہر جگہ سوسائٹي مختلف درجوں اور گروہوں میں بٹي ہوئي اور ایک مکمل معاشرتي نظام میں سمٹي ہوئي نظر آتي ہے - قدیم روم میں ہم شریفوں ، نوابوں ، گنواروں ، اور غلاموں کي تقسیم پاتے ہیں - قرون وسطی میں جاگیردار ، اسامي ، تجارتي مکھیے ، شاگرد پیشہ ، اور خدمتگار دکھائي دیتے ہیں - صرف یہي نہیں بلکہ اِنمیں سے ہر جماعت بھي کئي کئي جماعتوں میں منقسم ملتي ہے -

موجودہ سرمایہ دار سوسائٹي نے ، جسکي تعمیر جاگیردار سوسائٹي کے کھنڈروں پر ہوئي ہے ، جماعتي جھگڑے اور رقابتیں موقوف نہیں کیں ، بلکہ پہلے سے زیادہ نئے نئے فرقے ، ظلم کے نئے نئے طریقے ، اور لڑائي کے نئے نئے ڈھنگ نکال لیے ہیں -

البتہ ہمارے موجودہ سرمایہ دار عہد نے یہ امتیاز ضرور حاصل کیا ہے کہ اُس نے جماعتي اختلاف محدود کردیے ہیں ، اور تمام سوسائٹي سمیت کے دو بڑي حریف جماعتوں : " سرمایہ دار " اور " مزدور " میں تقسیم کردي ہے -

قرون وسطی کے کاشت کاروں سے دیہاتي نمائندوں کي ابتدا ہوئي ، اور اِنھیں اسامیوں نے سرمایہ دار طبقہ کي بھي آب و گل مہیا کي -

امریکہ کي دریافت اور زمین کے گرد دورے نے اٹھتے ہوئے سرمایہ دار طبقے کے سامنے عمل کا ایک نیا میدان کھول دیا - ایسٹ انڈین اور چیني بازاروں ، امریکہ کے استعمار ، مستعمرانہ تجارت ، نیز ذرائع تبادلہ اور ذرائع پیداوار کي وسعت نے تجارت ، جہاز راني ، اور صنعت و حرفت میں ایک نئي روح پھونک دي ، اور انحطاط پذیر جاگیر دار سوسائٹي کے انقلابي عناصر کو تیزي سے اُبھار دیا -

صنعت و حرفت کا سابق جاگیردارانہ نظام وہ بڑھتي ہوئي ضرورتیں پوري نہیں کرسکتا تھا جو نئے بازاروں کے ساتھہ پیدا ہوگئي تھیں - نتیجہ یہ ہوا کہ دست کاري کے نظام نے اُسکي جگہ لے لي ، تجارتي مکھیے معزول ہوگئے ، متوسط صنعتي طبقہ اُنکا قائم مقام بن گیا - مختلف سندي مکھیوں کے مابین محنت کي تقسیم ، عام کارخانوں میں محنت کي تقسیم کے آگے معدوم ہوگئي -

سرمایہ دار طبقہ نے جہاں بھي طاقت حاصل کي ، تمام جاگیر دارانہ ، بزرگانہ ، مذہبي ، اور معنوي رشتے توڑ پھوڑ ڈالے - اُسنے بڑي بے رحمي سے وہ تمام بوقلموں بندھن توڑ کے رکھدیے جو انسان کو اُسکے " فطري سرداروں " سے باندھتے چلے آتے تھے اور اُس ایک رشتہ کے سوا کوئي رشتہ باہمي روابط کا باقي نہ چھوڑا جسے برہنہ خود غرضي اور کھري نقد ادائیگي کا رشتہ کہتے ہیں -

ادنی اور متوسط طبقه ' چهوٹے دوکاندار ' سوداگر ' زراعت پیشه ' زمیندار ' دستکار ' سب کے سب مزدوري پیشه طبقه میں جذب هو رهے هیں - کچهه تو اس وجه سے که اُنکا معمولي سرمایه موجوده صنائع کیلیے ناکافي هے اور بڑے بڑے سرمایه داروں کے مقابله میں بیکار هوجاتا هے ' اور کچهه اس وجه سے که اُنکے خاص پیشوں کو پیداوار کے نئے ذرائع نے ظاهر هوکر بے قدر کردیا هے - اس طرح مزدوروں کا یه طبقه صرف مزدوروں هي سے نہیں بلکه آبادي کے هر حصه سے مرکب هے -

(۲)

مزدوري پیشه طبقه مختلف تدریجي مرحلوں سے گزر کر اِس درجه تک پہنچا هے - سرمایه دار کے برخلاف اُسکي جد و جہد اُسکي پیدائش کے وقت هي سے شروع هوگئي هے -

سب سے پہلے یه جد وجہد ایک فرد واحد مزدور کي جد و جہد کي حیثیت سے شروع هوئي ' پهر کسي ایک کارخانه کے مزدوروں کي جد وجہد بني ' پهر کسي خاص نواح کے تمام هم پیشه مزدوروں کي جد و جہد کي صورت میں تبدیل هوگئي ' جسکا مقصد سرمایه داروں سے جنگ کرنا تها جو اِن سب کو براه راست تباه کر رها تها -

اِس منزل میں مزدور ' سرمایه دارانه طریق پیداوار پر نہیں بلکه خود آلات پیداوار پر حمله کرتے تهے - بیروني مال برباد کر ڈالتے تهے ' مشینیں توڑ پهوڑ ڈالتے تهے ' کارخانوں میں آگ لگا دیتے تهے ' اور کوشش کرتے تهے که طاقت کے زور سے اپني وه حیثیت پهر قائم کردیں جو قرون وسطی میں ضائع هوچکي تهي - لیکن باوجود متحده مقصد رکهنے کے ' اِس منزل میں ' مزدور ایک غیر متحد بهیڑ کي شکل رکهتے تهے جو تمام دنیا میں پهیلي هوئي تهي ' اور جسکے اندر باهمي مقابله کے جذبه نے پهوٹ ڈال دي تهي -

اِس دور میں مزدور جب منظم هونے کیلیے متحد هوئے ' تو یه اُنکے اپنے اِتحاد کا نہیں ' بلکه سرمایه دار طبقه کے اتحاد کا نتیجه تها - وه اپنے سیاسي مقاصد کے حصول کیلیے مجبور هو جاتا تها که مزدوروں میں ایک نئي حرکت پیدا کردے -

اِس منزل میں مزدور براه راست اپنے دشمنوں سے نہیں لڑتے تهے ' بلکه ان کي جنگ اپنے دشمن کے دشمنوں سے هوتي تهي ' یعني مطلق العنان شاهي سے ' زمینداروں سے ' غیر صنعتي اور چهوٹے چهوٹے سرمایه داروں سے -

اس طرح مزدوروں کي یه پوري تاریخي تحریک ' سرمایه دار طبقه هي کے هاتهوں میں رهي هے ' اور تمام کامیابیاں جو آجے حاصل هوئي هیں ' سرمایه داروں هي کي کامیابیاں هیں -

صنعت کي ترقي کے ساتهه ساتهه مزدوري پیشه طبقه کي کمیت میں صرف افراد هي کا اضافه نہیں هوا ' بلکه بڑي بڑي جماعتیں بهي اس میں شامل هوتي گئیں اور ابتک هو رهي هیں -

اس کي طاقت روز بروز بڑه رهي هے اور وه اپني طاقت کي افزوني برابر محسوس کر رها هے -

جوں جوں مشینري ' محنت کے امتیازات مٹاتي جاتي هے اور اُجرت هر جگه کم سے کم کرتي جاتي هے ' اسي قدر مزدوروں کے فوائد اور حالات زندگي میں بهي یکسانیت پیدا هو رهي هے -

سرمایه دار طبقه میں مقابله کي روح جس قدر ترقي کرتي جاتي هے اور تجارتي مشکلات جسقدر بڑهتي جاتي هیں ' اسي قدر مزدوروں کي اجرت میں اتار چڑهاؤ زیاده هوتا جاتا هے - مشینري کي مسلسل اور تیز ترقي مزدوروں کي روزي کو برابر غیر محفوظ بنا رهي هے ' اور انفرادي مزدور اور انفرادي سرمایه دار کا شخصي تصادم ' جماعتي تصادم کي صورت اختیار کرتا جاتا هے - ایک طرف مزدور ' سرمایه داروں کے خلاف متحد هورهے هیں - دوسري طرف سرمایه دار شرح اجرت برقرار رکهنے کے لیے مزدوروں کے برخلاف جتها بندي کر رهے هیں - انهوں نے اپنے تئیں مستقل انجمنوں کي صورت میں منظم کرلیا هے ' تاکه اچانک تصادم کے لیے پہلے سے طیار رهیں - کہیں کہیں یه باهمي لڑائي بغاوت کي صورت میں بهي پهوٹ چکي هے -

کبهي کبهي مزدوروں کو فتح حاصل هوجاتي هے ' مگر محض تهوڑي مدت کے لیے - اس سے همیں گهبرانا نہیں چاهیے - کیونکه ان کي جد و جہد کا اصلي ثمره فوري کامیابي نہیں بلکه اُن کے بڑهتے هوئے اتحاد میں هے - اِس اتحاد کو موجوده ذرائع آمد و رفت سے جو موجوده صنعت کي ایجاد هیں ' بہت مدد مل رهي هے - مختلف ممالک کے مزدور باهم دگر مل رهے هیں ' اور اِس طرح وه کام انجام پا رها هے جس کي ازحد ضرورت تهي - وه اتحاد جس کے حصول میں قرون وسطی کے شہریوں کو اپني خراب سڑکوں کي وجه سے صدیاں لگ جاتیں ' موجوده مزدوروں کو ریلوے کے ذریعه چند سالوں کے اندر حاصل هوگیا هے -

مزدوروں کي جماعتي اور سیاسي تنظیم خود اُن کے باهمي مقابله کي وجه سے همیشه رک رک جایا کي هے ' لیکن هر مرتبه زیاده قوت ' زیاده استقلال ' اور زیاده استحکام کے ساتهه اُبهري هے - سرمایه داروں کي باهمي پهوٹ سے اُسے کافي فائده پہنچا هے ' اور وه هر موقعه پر مزدوروں کے حقوق و مفاد کے قانوني اعتراف پر مجبور هوگئے هیں -

قدیم سوسائٹي میں جماعتوں کا باهمي تصادم ' مختلف طریقوں سے مزدوري پیشه طبقه کو بڑها رها هے - خود سرمایه دار بهي مجبوراً اسکي ترقي کا باعث هوئے هیں - وه اپنے تئیں ایک مسلسل حالت جنگ میں پاتے هیں - ایک طرف خانداني إمارت هے ' دوسري طرف خود سرمایه داروں کي وه جماعتیں هیں جنکے مفاد صنعتي ترقي کے منافي هیں - تیسري طرف بیروني ممالک کے سرمایه دار هیں جو هر وقت ٹوٹ پڑنے کیلیے طیار هیں - غرضکه سرمایه داروں کو هر طرف لڑنا اور هر ایک سے نبرد آزمائي کرني پڑتي هے - ظاهر هے ' وه تن تنها اتنے دشمنوں کا مقابله نہیں کر سکتے ' اور مجبور هوتے هیں که مزدوروں سے اعانت کي اپیل کریں - اِس طرح وه خود هي مزدوروں کو سیاسي اکهاڑه میں کهینچ لاتے هیں ' اور اُن کیلیے اجتماعي تعلیم کے عناصر مهیا کردیتے هیں - وه خود هي مزدوروں کے هاتهه میں وه هتیار دیدیتے هیں جو خود اُن کے خلاف استعمال کیے جائینگے !

صرف یهي نہیں بلکه صنعت کي ترقي نے حکمراں طبقه کے تمام حصوں کو بهي عجلت اور گهبراهٹ کے ساتهه مزدوري پیشه طبقه کي طرف دهکیلنا شروع کر دیا هے ' یا کم از کم انکي زندگي خطره میں ڈالدي هے - یهي وجه هے که یه حکمراں جماعت مزدوري پیشه طبقه کیلیے ترقي کے بے شمار پرزے مهیا کر رهي هے

پچھلي نسل کو يه وهم بھي گزرا تھا که اجتماعي محنت کي گود ميں ايسي بار آور قوتيں پڑي سو رهي هيں ؟

گزشته بيان ميں هم واضح کر چکے هيں که ذرائع پيداوار اور تبادله جن کي بنيادوں پر سرمايه دار طبقه نے اپني عمارت کھڑي کي هے ' اگرچه جاگيرداري کے عهد ميں پيدا هوئے تھے ' مگر خود جاگير اُنسے کوئي فائده نه اُٹھا سکي بلکه اُلٹے اُنکے گرداب ميں پڑکر تباه هوگئي ' کيونکه يه ذرائع پيداوار اور تبادله جب اپني ترقي کي ايک خاص منزل پر پهنچ گئے ' تو وه حالات جنکے ماتحت جاگيردار سوسائٹي پيدا کرتے اور تبادله کرتے تھے ' يعني کاشتکاري و دستکاري کا جاگير دارانه نظام ' ترقي يافته قوتوں کے سامنے ٹھهر نه سکے - وه پيداوار کو سهارا دينے کے بجائے اُسکے حق ميں روک اور بوجھل بيڑياں بن گئے ' جن کا ٹوٹ گرنا ضروري تھا - چنانچه اُنکي جگه آزاد مقابلے اور سرمايه دار طبقه کي اقتصادي و سياسي حکومت نے لے لي -

ليکن اب تاريخ نے اپنا اعاده پھر شروع کيا هے ' جو کچھه جاگير داروں پر گزرا هے ' وهي اب سرمايه داروں کو درپيش هے -

سرمايه دارانه حالات ' پيداوار ' تبادله ' سرمايه دارانه املاکي رشتے ' غرضکه پوري موجوده سرمايه دار سوسائٹي جسنے ايسے عظيم الشان ذرائع ايجاد کيے هيں ' سخت مصائب ميں مبتلا هے - اسکي مثال اُس جادوگر کي سي هے جو خبيث طاقتوں کو جگا تو ديتا هے مگر اُنپر قابو نهيں رکھه سکتا -

بهت زمانه تک صنعت و تجارت کي تاريخ ' جديد بار آور قوتوں کي موجوده حالات کے خلاف ' ايک بغاوت کي عام تاريخ رهي هے - اس سلسله ميں اُن تجارتي مشکلات کي طرف اشاره کر دينا کافي هوگا جو وقتاً فوقتاً پوري سرمايه دار سوسائٹي کے ليے موت و حيات کا سوال پيدا کر ديا کرتي هيں -

ليکن باوجود اِن هولناک خطروں کے ايک عام اجتماعي وبا پھيلي هوئي هے جسکا نام " زائد پيداوار " هے اور جو پچھلے زمانوں ميں يقيناً ايک حماقت معلوم هوتي -

اِس صورت حال کا نتيجه يه هے که سوسائٹي اپنے تئيں اچانک ايک عارضي وحشيانه حالت ميں مبتلا پاتي هے - قحط اور بربادي کي ايک عالمگير جنگ برپا هو جاتي هے - معلوم هوتا هے که صنعت و تجارت اور زندگي کے تمام ذرائع تباه هو جائينگے - کيوں ؟ اس ليے که تهذيب بهت زياده هوگئي هے ' ذرائع زندگي بهت زياده هوگئے هيں ' صنعت بهت زياده هوگئي هے ' تجارت بهت زياده هوگئي هے !

اِن خطرات کا مقابله سرمايه دار کيونکر کرتے هيں ؟ اِس طرح که ايک طرف تو بهت سي بار آور قوتيں بجبر برباد کر ڈالتے هيں ' دوسري طرف نئے بازاروں کو فتح کرتے اور پرانے بازاروں کو مزيد رونق ديتے چلے جاتے هيں - اِسکے معني يه هيں که وه اور بھي زياده وسيع اور زياده برباد کن مشکلات کيليے راسته هموار کر رهے هيں اور ساتھه ساتھه وه ذرائع بھي مٹاتے جاتے هيں جنسے يه مشکلات رفع کي جاسکتي تھيں -

غرضکه وه هتيار جنسے سرمايه داروں نے جاگيرداري پر فتح حاصل کي تھي ' اب خود انھيں پر اُلٹ پڑے هيں -

ليکن سرمايه داروں نے صرف يه مهلک هتيار هي نهيں گڑھے هيں ' بلکه وه لوگ بھي پيدا کر ديے هيں جو يه هتيار استعمال کرينگے - وه کون هيں ؟ موجوده مزدور !

جس تناسب سے سرمايه اور سرمايه داروں نے ترقي کي هے ' اسي تناسب سے مزدوروں نے بھي ترقي کي هے - اِس طبقه کي زندگي اُسي وقت تک هے جبتک اُسے کام ملتا رهے ' اور کام اُسي وقت تک ملتا هے جبتک وه سرمايه کو بڑھاتا رهے - يه مزدور جو اپنے تئيں فرداً فرداً بيچ ڈالنے پر مجبور کر ديے گئے هيں ' تجارت کي دوسري چيزوں کي طرح ايک جنس هوگئے هيں اور مقابله کے هير پھير اور نرخ کے چڑھاؤ اُتار سے هميشه مصيبت جھيلتے رهتے هيں -

مزدور کا کام ' کلوں کے کثرت استعمال اور محنت کي تقسيم کے باعث اپني انفرادي شخصيت سے محروم هوگيا هے اور اب مزدور کيليے اپنے اندر کوئي خاص کشش نهيں رکھتا - مزدور مشين کا محض ايک ضميمه بنا ديا گيا هے ' جس سے نهايت آسان کام کي خواهش کي جاتي هے - جسکا نتيجه يه هے که اب اُسکي قيمت گھٹ کر بس اِتني هي ره گئي هے که مزدور بمشکل اُس سے اپني قوت لايموت کا سامان کرسکتا هے -

اب ايک مصنوعي برتن اور مزدور ' دونوں هم درجه چيزيں هوگئي هيں جنکي قيمت اُنکي لاگت کے حساب سے هوتي هے - يهي سبب هے که جوں جوں محنت سستي هوتي جاتي هے ' مزدوري بھي گھٹ رهي هے - پھر تماشه يه هے که جسقدر کام کي تقسيم اور کلوں کا استعمال بڑھتا جاتا هے ' اِسي قدر کام کا بوجھه بھي بڑھ رها هے ' يا تو کام کے گھنٹے بڑھا ديے جاتے هيں ' يا زياده کام ايک خاص وقت ميں ليا جاتا هے ' يا مشين کي رفتار ميں اضافه کر ديا جاتا هے ' (وغيره وغيره)

موجوده صنعت نے نيک آقا کي چھوٹي سي دکان کو صنعتي سرمايه دار کے بڑے کارخانه کي صورت ميں بدل ديا هے - مزدوروں کے غول کے غول کارخانوں ميں بھرے هوئے هيں جن کي تنظيم سپاهيوں کي طرح کي جاتي هے ' اور جو سپاهيوں هي کي طرح چھوٹے بڑے افسروں کي ايک مطلق العنان حکومت کے شکنجه ميں جکڑ ديے گئے هيں - وه نه صرف سرمايه دار طبقے اور سرمايه دار حکومت کے غلام هوتے هيں ' بلکه انهيں شب و روز هر سرمايه دار صناع کي بھي غلامي کرني پڑتي هے -

جسقدر کھلے الفاظ ميں يه خود سر حکومت اعلان کرتي جاتي هے که خود غرضي اور منفعت شخصي اس کا مقصد هے ' اُسي قدر وه حقير ' نفرت انگيز ' اور تکليف ده هوتي جاتي هے !

دستي مشقت ميں قوت اور چستي کي ضرورت جتني کم هوتي جاتي هے ' يعني موجوده صنعت جس قدر زياده ترقي کرتي جاتي هے ' اُسي قدر مردانه محنت کي جگه زنانه محنت کو دي جارهي هے - مزدوري پيشه طبقه کے ليے اب عمر اور جنس کا اختلاف کوئي معاشرتي اهميت نهيں رکھتا - مزدور مرد اور عورتيں سب کے سب محنت کے پرزے هوگئے هيں جن کي قيمت عمر اور جنس کے لحاظ سے گھٹتي بڑھتي رهتي هے -

جوں هي مزدور کو اپنے سرمايه دار آقا سے مزدوري ملتي هے ' فوراً دوسري سرمايه دار جماعتيں اُس پر ٹوٹ پڑتي هيں : مکان دار ' دوکان دار ' ساهوکار ' غرضکه سب کے سب اُس کے لوٹنے کھسوٹنے کو آ موجود هوتے هيں -

عظمیٰ کا باب اِسي وقت سے شروع هوتا هے - اِسي سفر میں اُس کي دماغي قابلیت ' محققانه روح ' اور عزم و همت کي قوت ظاهر هوتي هے - اِسي سفر میں اُسے فارسي اور ترکي زبانیں بهي سیکهني پڑتي هیں - فارسي زبان سے سیاح کو بہت مدد ملي ' خصوصاً هندوستان میں ٹهیک اُسي طرح جس طرح اُس کے پیشرو ' مارکو پولو کو تاتاري زبان سے مدد ملي تهي !

غرضکه ابن بطوطه اپنے مشرقي سفر پر روانه هوگیا - نجد اور صحراء عرب کو طے کرکے عراق پہنچا راستے کے جمله حالات و آثار مفصل قلم بند کیے - پهر دجله و فرات کو عبور کرکے عراق عجم میں داخل هوا ' اور شیراز و اصفہان وغیره کی سیر کي - لیکن وه آگے نہیں بڑها بلکه لوٹ کر پهر دجله و فرات عبور کیا اور عراق عرب میں سفر شروع کردیا - اُس وقت بغداد کی حالت نہایت زبون تهي - تاتاریوں کی تخریب کے بعد ' عباسي دار الخلافه ویران هوگیا تها ' ابن بطوطه یہاں بہت متأثر نظر آتا هے اور ایک سچے مسلمان کي طرح رنج و غم کا اظہار کرتا هے -

بغداد سے سیاح ' موصل پہنچا - موصل سے نصیبین اور سنجار آیا - اِس سر زمین کے تمام امراء و سلاطین سے ملاقات کي یہاں پر اُس کي سیاحت اچانک منقطع هوجاتی هے - نہیں معلوم کیوں ' وه پهر بغداد اور بغداد سے مکه پہنچ جاتا هے - وه هم سے صرف اِس قدر کہتا هے که دوسري مرتبه مکه معظمه اِس حال میں پہنچا که سخت بیمار تها - چنانچه مکمل ایک سال جوار بیت الله میں مقیم رهتا هے - اِس طویل اقامت کے بعد پهر اُس میں نیا جوش پیدا هوتا هے اور پہلے سے بهي زیاده طویل سفر پر روانه هوجاتا هے -

چنانچه وه یمن پہنچتا هے - پهر سومال جاتا هے - پهر ساحل بحر عرب کے تمام ممالک کی سیر کرتا هوا عمان اور بحرین میں جا نکلتا هے - بحرین میں موتي نکالنے والوں سے ملتا هے - مگر ٹهہرتا نہیں اور صحراء طے کرکے سه باره مکه معظمه میں وارد هوتا هے - یہاں ملک الناصر شاه مصر سے اُس کي ملاقات هوتي هے

حج کے بعد پهر سفر شروع کرتا هے اور اِس مرتبه بحر احمر عبور کرکے سوڈان ' بلاد زنج ' صعید مصر کی سیاحت کرتا هوا قاهره پہنچتا هے - لیکن قیام نہیں کرتا بلکه شام چلا جاتا هے اور ساحل لاذقیه سے جہاز پر بیٹهه کے سنه ۷۳۳ ه (سنه ۱۳۳۳ ع) میں ساحل اناطولیه پر قدم رکهتا هے -

(اناطولیه)

اُس وقت اناطولیه میں سلجوقی امراء و سلاطین کا دور پورا تها - لیکن آل عثمان کا مبداء عروج حاصل کررها تها آهسته آهسته سلجوقي امراء اُس کے سامنے هتهیار رکهتے جاتے تهے - سلطنت عثمانیه کے [illegible] اول عثمان نے بوزنطیني شہنشاهی میں ابهي دور تک هاته [illegible] پهیلا دیے تهے - اُس وقت عثماني ریاست کا پایهٔ تخت بروسه [illegible] بطوطه کے زمانے میں سلطان اُرخان بن عثمان کی حکومت [illegible]

اُرخان کے علاوه سلجوقی امراء میں سب سے زیاده [illegible] اُزبک خاں شاه شمال تها - یه شہنشاه قسطنطنیه کا داماد [illegible] ابن بطوطه یه ملک دیکهه کر بہت متعجب هوا - کیونکه [illegible] اِسلام کو غلبه حاصل هوچکا تها مگر نو مسلموں کے عادات [illegible] عجیب طرح کے تهے - اِبن بطوطه نے پورے ملک کي سیاحت کي هے اور بڑی تفصیل سے جمله حالات بیان کیے هیں - یه عجیب بات هے که هر ملک میں وه قصر شاهي تک رسائي حاصل کرلیا کرتا تها - یہاں کے بهي تمام اُمراء و سلاطین سے اُسنے ملاقاتیں کیں

(قسطنطنیه)

اناطولیه سے وه قسطنطنیه کو چلا - خوش قسمتي سے اُس زمانے میں سلطان محمد اُزبک خاں کی ملکه " خاتون بیلون " بهي اپنے باپ شہنشاه قسطنطنیه کي ملاقات کو جا رهي تهي - اِبن بطوطه اِسي شاهي قافله میں داخل هوگیا اور سنه ۷۳۳ ه - سنه ۱۳۳۳ ع میں نہایت تزک و احتشام سے بیزنطیني پایهٔ تخت میں داخل هوا -

سیاح خود اپني زبان سے یه واقعه اِس طرح بیان کرتا هے :

" هم زوال کے وقت قسطنطنیهٔ عظمیٰ میں داخل هوئے - پورے شہر میں ناقوس اِس زور سے بج رهے تهے که در و دیوار تک گونج اُٹهے تهے - هم قصر شاهي کے پہلے پهاٹک پر پہنچے - وهاں سو سنتري اپنے سپه سالار کے ساتهه کهڑے تهے اور آپس میں کہه رهے تهے " سراکنون ' سراکنون " جس کے معني هیں " مسلمان " (یوناني زبان میں Sarrazino عرب مسلمانوں کا نام هے - شاید اِبن بطوطه نے یہي لفظ سنا هوگا)

پهر وه شہنشاه سے اپني ملاقات کا حال لکهتا هے :

"چوتهے دن خاتون نے اپنا غلام سنبل هندي میرے پاس بهیجا - وه مجهے قصر شاهي میں لے گیا - هم چار پهاٹکوں سے گزرے - هر پهاٹک میں مسلح سپاهي موجود تهے - پانچویں پهاٹک پر غلام مجهے چهوڑ کر چلا گیا - پهر چار رومي نو جوانوں کو لے کر لوٹا - اُنهوں نے میري تلاشي لي که کوئي چهري تو چهپي هوئي نہیں هے - افسر نے بتایا که یہاں کا دستور ایسا هي هے - جو شخص بهي بادشاه سے ملنا چاهتا هے ' اُس کي تلاشي ضرور لي جاتي هے - پهر پهاٹک کهولا گیا - میں اندر داخل هوا - چار آدمیوں نے مجهے گهیر لیا - دو مجهے آگے سے پکڑے تهے ' دو پیچهے تهے - میں ایک بڑے ایوان میں داخل کیا گیا - اُس کي دیواریں بہت آراسته تهیں - قسم قسم کے حیوانات و نباتات کي تصویریں بني تهیں - بیچ میں فواره تها - دونوں جانب سپاهي صف بسته کهڑے تهے اور بالکل خاموش تهے - وسط میں تین اور آدمي کهڑے تهے - اِنهوں نے مجهے میرے محافظوں سے لے لیا اور اُسي طرح پکڑ کر لے چلے - انمیں ایک یہودي تها - یہودي نے مجهه سے عربي میں کہا " ڈرو نہیں ' میں ترجمان هوں " پهر میں ایک عظیم گنبد میں داخل کیا گیا - شہنشاه مع اپني ملکه کے تخت شاهی پر جلوه افروز تها - داهني طرف چهه آدمي کهڑے تهے بائیں طرف چار آدمي تهے - سب هتیار بند تهے - بادشاه کے قریب پہنچنے سے پہلے مجهه سے کہا گیا که تهوڑي دیر بیٹهه کر حواس درست کرلو - پهر میں تخت شاهي کے سامنے پہنچایا گیا - میں نے سلام کیا - بادشاه نے بیٹهنے کا اشاره کیا - مگر میں بیٹها نہیں - بادشاه نے مجهه سے بہت سے سوال کیے - بیت المقدس کي بابت پوچها - مقدس چٹان ' مولد مسیح ' بیت اللحم ' شہر خلیل ' کا حال دریافت کیا - پهر دمشق ' مصر ' عراق ' اور رومي ممالک کے حالات پوچهے - میں نے هر سوال کا جواب دیا - یہودي ترجمه کرتا جاتا تها - شاید شہنشاه کو میري گفتگو پسند آئي - چنانچه اُس نے اپنے لڑکوں سے کہا اِس شخص کی عزت کرو اور امن و امان میں رکهو - پهر میرے لیے خلعت کا حکم دیا - نیز ایک آراسته گهوڑا اور چهتر بهي عنایت کیا ' جو شاهي امان کي علامت هے "

اِس شہنشاه کا نام اِبن بطوطه نے تکفور اور اُس کے باپ کا نام جرجیس لکها هے - ممکن هے یه اُن کے مسیحي نام هوں - ورنه

جس طرح پچھلے زمانہ میں شرفاء کا ایک حصہ سرمایہ داروں میں آ ملا تھا، اسي طرح اب سرمایہ داروں کا ایک حصہ مزدوروں میں آ رہا ہے، خصوصاً وہ مفکر حصہ جسے اِس تاریخي تحریک کا نظري علم حاصل ہوگیا ہے -

تمام جماعتیں جو في الحال سرمایہ دار طبقہ سے برسر جنگ ہیں، انمیں صرف مزدوري پیشہ جماعت ہي ایک حقیقي انقلابي جماعت ہے - باقي تمام دوسري جماعتیں موجودہ صنعت کے سامنے سوتي اور گلتي چلي جاتي ہیں - اور یہ کچھہ عجیب نہیں، کیونکہ مزدوري پیشہ طبقہ ہي صنعت و حرفت کي خاص اور براہ راست پیداوار ہے -

رہا ادنی اور متوسط طبقہ، چھوٹے چھوٹے دستکار، معمولي دکاندار، زراعت پیشہ زمیندار، تو یہ سب سرمایہ دار طبقہ سے اس لئے جنگ کر رہے ہیں کہ متوسط طبقہ کے رکن ہونے کے لحاظ سے اپني حیثیت برقرار رکھیں - یہ جماعتیں انقلابي نہیں بلکہ قدامت پسند ہیں - قدامت پسند ہي نہیں بلکہ رجعت پسند بھي ہیں - وہ تاریخ کا چکر لوٹا کر الٹا چلانے کي کوشش کر رہي ہیں - اگر وہ کبھي انقلابي ہو بھي گئیں، تو صرف اس خوف سے ہونگي کہ مبادا مزدوري پیشہ طبقہ میں جبراً دھکیل نہ دي جائیں -

گزشتہ سوسائٹي کے معاشرتي حالات اب مزدوروں کے معاشرتي حالات میں مدغم ہو چکے ہیں - مزدوري پیشہ طبقہ بغیر کسي ملکیت کے ہے، اسکے اپنے بیوي بچوں سے رشتے سرمایہ دارانہ خانداني رشتوں سے بالکل مختلف ہیں - موجودہ صنعتي محنت اور سرمایہ داري نے انگلینڈ، فرانس، امریکہ، اور جرمني میں مزدوروں کے تمام قومي اخلاق خراب کر ڈالے ہیں - مزدوروں کے حق میں قانون، اخلاق، مذہب، ٹٹیاں ہیں جنکے پیچھے بیٹھکر سرمایہ دار انہیں شکار کیا کرتے ہیں -

تمام گزشتہ جماعتوں نے طاقت پا کر ہمیشہ یہي کوشش کي ہے کہ اپني حیثیت مضبوط کرنے کیلیے تمام سوسائٹي کو اپنے ہي طریق عمل کا پابند کردیں - مزدوروں کو بھي اسي اصول پر عمل کرنا چاہئے - وہ سوسائٹي کي بار آور قوتوں پر قابو حاصل نہیں کرسکتے جبتک کہ سے تمام پرانے دستوروں کو منسوخ نہ کردیں - خود مزدوروں کے پاس کوئي ایسي چیز نہیں جسکي انہیں حفاظت کرني ضروري ہو، انہیں شخصي ملکیت کي تمام سابق پابندیاں اور ضمانتیں منسوخ کردني چاہئیں -

تمام پچھلي تاریخي تحریکیں یا تو آبادي کي اقلیت کي تحریکیں تھیں یا انکے مفاد کیلیے تھیں - لیکن مزدوروں کي تحریک بالکل دوسري ہي نوعیت کي ہے - وہ عظیم الشان اکثریت کي ایک حساس تحریک ہے اور عظیم الشان اکثریت کے مفاد کیلیے ہے -

مزدوري پیشہ طبقہ، موجودہ سوسائٹي کي سب سے نچلي پرت ہے - وہ اس وقت تک نہیں اٹھہ سکتا ہے، جبتک کہ اوپر کے وہ تمام پرت جن سے حاکمانہ سوسائٹي مرکب ہے، پرزے پرزے کر کے اڑا نہ دیے جائیں -

اگرچہ مزدوروں کا قیام قومي بنیادوں پر نہیں ہے، لیکن سرمایہ داروں کے برخلاف انکي جد و جہد ضرور قومي ہے - ہر ملک کے مزدوروں کو قدرتي طور پر سب سے پہلے اپنے یہاں کے سرمایہ داروں سے نمٹ لینا چاہئے

* * *

ابن بطوط کی سیاحت

(ایشیائي تاریخ میں اُس کا مرتبہ)

(عبد اللہ عنان ایک مصري اہل قلم کے قلم سے)

عین اُس زمانے میں جبکہ مارکو پولو نے اپني ایشیائي سیاحت ختم کي، طنجہ (مراکش) میں ایک مسلمان سیاح پیدا ہوا (۷۰۳ ھ - سنہ ۱۳۰۴ ع) اِس کا نام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تھا - بعد میں دنیا نے اُسے ابن بطوطہ کے نام سے جانا - آٹھویں صدي ہجري کي چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک شخصیت اس کي بھي ہے -

ابن بطوطہ کي طفولیت اور ابتدائي تعلیم و تربیت سے ہم ناواقف ہیں - لیکن اُس کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے دیني علوم میں پوري طرح مہارت حاصل کرلي تھي - ہم اُن اسباب سے بھي ناواقف ہیں جنہوں نے اِس طویل سیاحت پر اُسے آمادہ کیا - زیادہ سے زیادہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ۲۲ سال کي عمر میں اُسے حج اور بیت اللہ کي زیارت کا شوق پیدا ہوا اور اِسي ارادے سے وہ وطن سے نکلا - معلوم ہوتا ہے اِس سفر کے لیے اُس کي مادي طیاري کافي نہ تھي - تاہم وہ جرأت کرکے چل پڑا اور مغرب اقصیٰ کے بڑے بڑے شہر: تلمسان، الجزائر، بجایہ، قسطنطنیہ سے گزرتا ہوا تیونس پہنچا اِس وقت سیاح کا آغاز شباب تھا - غریب الوطني کے مصائب سے ناآشنا تھا - خود بیان کرتا ہے کہ جب تیونس میں اُسے کسي نے اجنبیت کي وجہ سے سلام نہ کیا "تو اُس کا دل بے اختیار ہوگیا - آنسو جاري ہوگئے - اور سخت رنج و الم محسوس ہوا!"

حاجیوں کے قافلہ کے ساتھہ وہ پہلے طرابلس پھر اسکندریہ پہنچا - یہ اُس کے سفر کا دسواں مہینہ تھا - اسکندریہ، اُسے بہت پسند آیا اور اُس نے گوارا نہ کیا کہ سرسري طور پر دیکھہ کر آگے بڑھ جائے - چنانچہ وہ ٹھہر گیا اور ایک محقق سیاح کي طرح شہر اور اُس کے آثار کي تحقیقات شروع کردي - یہاں سے فارغ ہوکر قاہرہ پہنچا پایۂ تخت کي عمارتیں، مسجدیں، ہرام دیکھے - پھر پورے ملک کي ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاحت کي - اِسي قدر نہیں بلکہ وہ مصر کے علماء، امراء، حتی کہ بادشاہ تک سے ملا - یہ زمانہ ملک ناصر بن قلاؤن کا تھا -

مصر سے صحراء سینا کي راہ فلسطین پہنچا اور وہاں کے اسلامي اور مسیحي مقامات مقدسہ کي سیر کي - پھر شام گیا اور تمام بڑے بڑے شہر اور آثار دیکھے - شام سے صحراء کو عبور کرکے حجاز پہنچا اور حج سے مشرف ہوا -

ہم کہہ چکے ہیں کہ اُس نے حج کي نیت سے سفر شروع کیا تھا - مگر اُس میں کامیاب ہونے کے بعد وہ وطن واپس نہیں ہوا - معلوم ہوتا ہے اِسي زمانے میں اُسے مشرقي دنیا کي سیاحت کا خیال پیدا ہوا - چنانچہ وہ عراق کے ارادے سے چل پڑا اب اُسے صحراء عرب سے گزرنا تھا - یہ مرحلہ بہت ہي سخت تھا - اب تک اُسے کوئي ایسا خطرناک سفر پیش نہیں آیا تھا - تاہم وہ بے خوف و خطر روانہ ہوجاتا ہے - درحقیقت ابن بطوطہ کي سیاحت اور

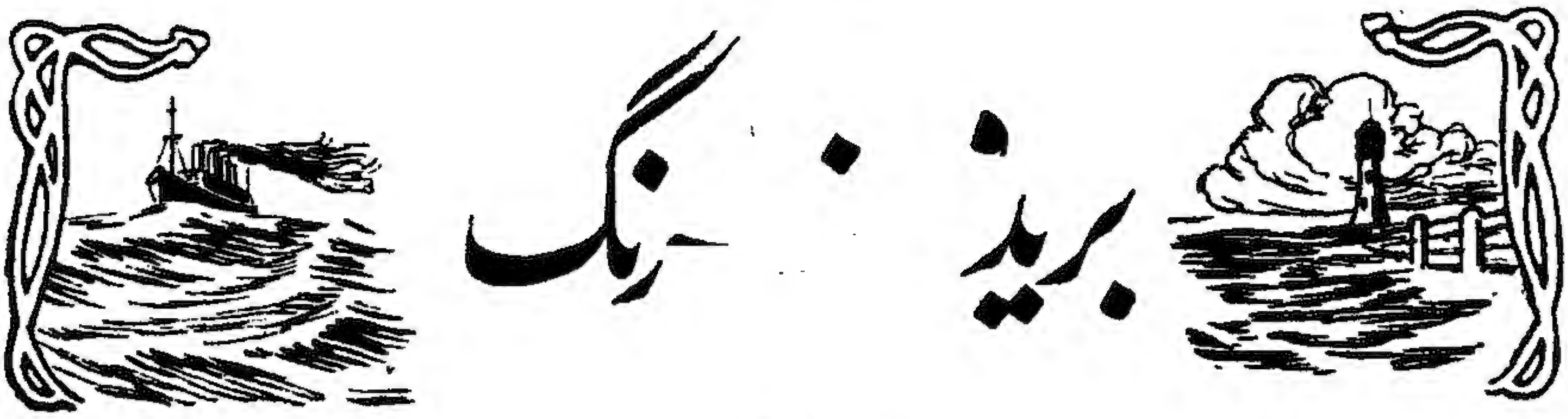

بريد فرنگ

هوائي سفر کا ایک نیا تجربه !

سائنٹفک امریکن کي آخري اشاعت نے امریکه کے ایک نئے فضائي تجربه کي روداد شایع کي ہے - معمولي اتفاقات کس طرح علمي تجارب کے نئے نئے دروازے کھول دیتے ہیں ؟ یه واقعه اس حقیقت کي ایک تازه مثال ہے !

واشنگٹن کے قریب ایک بحري تنگ نالے پر بجلي کے تاروں کا سلسله قائم ہے - یه تار معمولي کھمبوں پر نصب ہیں - جس طرح کے کھمبے ہر جگه تار کا سلسله قائم کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں - پچھلے دنوں بجلي کے کارخانه کے بعض افسروں نے اراده کیا که اگر تار کا تمام سلسله رنگ دیا جاۓ تو حفاظت اور پائداري کے لیے بہتر ہوگا - لیکن مشکل یه پیش آئي که موجوده نصب و قائم حالت میں رنگنے کا انتظام کیونکر ہو ؟ تار کا بڑا حصه تنگ نالے کے اوپر سے گزرا ہے ، اور نہایت بلندي پر واقع ہے - کوئي کشتي ، کوئي جہاز ، کوئي سواري ، اس غرض کے لیے کام نہیں دے سکتي تھي - بالاخر انہوں نے غور کرنا شروع کیا که خاص اس غرض کے لیے کوئي نیا ذریعه پیدا کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ تھوڑي سي کاوش کے بعد وہ ایک نیا مگر عجیب قسم کا ذریعه پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے - نوعیت کے اعتبار سے یه نہایت سہل اور ساده قسم کي چیز ہے - لیکن محل استعمال کے لحاظ سے ایک عظیم فضائي تجربه کا دروازه کھول رہي ہے - اس تجربه سے ثابت ہوگیا که اگر ضرورت پیش آجاۓ ، تو ایسي فضائي سواري استعمال کي جا سکتي ہے جو تار کے معمولي سلسلوں پر ایک نقطه سے دوسرے نقطه تک بغیر کسي خطرے کے سوار کو پہنچا دے !

تصویر میں یه سواري تار پر چلتي ہوئي نظر آ رہي ہے - دوسري تصویر میں وہ ابتدائي نقطه دکھلایا گیا ہے جہاں سے روانگي شروع ہوئي ہے ، اور پہلي میں درمیاني حالت دکھلائي ہے - یه ایک پتلا سا تختہ ہے جس میں ہاتھ سے چلانے کي چرخي لگي ہے ، اور چھوٹے چھوٹے پہیوں سے تار پر دوڑ رہا ہے - سائنٹفک امریکن کا نامه نگار کہتا ہے " دو آدمي اس آله پر سوار ہوۓ اور بغیر کسي حادثه کے تار پر سفر کرتے ہوۓ چلے گئے " اس اتفاقي تجربے سے ثابت ہوگیا که تار پر معلق چلنے والي ٹرینوں کي تجویز پوري طرح کامیاب ہو سکتي ہے - نیز اگر ضرورت پیش آجاۓ ، تو دنیا کي بڑي بڑي بحري آبنائیں معلق سواریوں کے ذریعه به آساني زمین سے ملا دي جا سکتي ہیں -

معلوم ہے کہ اُس عہد کے قیصر کا نام انڈرو نیکوس ثالث تھا اور اُسکا باپ انڈرونیکو ثاني تھا -

اُس زمانے میں قسطنطنیہ اپني سابق عظمت سے بہت کچھہ محروم ہوچکا تھا - سو برس پہلے صلیبي مجاہدوں نے آکے فتح کیا اور بہت کچھہ برباد کرکے چلے گئے - تاہم اب بھي وہ عروس البلاد تھا - اِبن بطوطہ نے پوري تدقیق سے اُس کا حال لکھا ہے - ایک جگہ کہتا ہے :

" یہ شہر بہت ہي عظیم الشان ہے - دو حصوں میں منقسم ہے - وسط میں ایک بہت زیادہ مد و جزر رکھنے والا دریا موجزن ہے - (یعني قرن الذہب) اِس دریا کا نام " ابسمي " ہے - شہر کے ایک حصے کا نام " اصطنبول " ہے اور دریا کے مشرقي کنارے پر آباد ہے - اِسي میں قصر شاہي اور امراء کے محل ہیں - یہ حصہ بہت آباد ہے - بازار پر رونق ہیں - سڑکیں کشادہ اور پختہ ہیں - شہر ایک پہاڑ پر آباد ہے جو نو میل تک سمندر میں پھیلتا چلا گیا ہے - اُس کي چوٹي پر ایک چھوٹا سا قلعہ اور شاہي محل ہے - ایک دیوار اِس پہاڑ کو گھیرے ہوئے ہے اور سمندر کي طرف سے اُسے مسخر کرنا نا ممکن ہے - اِسي حصے کے وسط میں کلیسا ایا صوفیا ہے - شہر کے دوسرے حصے کا نام " غلطہ " ہے - وہ دریا کے مغربي کنارے پر ہے - اِس حصے میں فرنگي نصاریٰ رہتے ہیں - چنانچہ جنیوا ' وینس ' روم ' فرانس ... کے باشندے موجود ہیں "

عرب سیاح نے بڑي تفصیل سے قسطنطنیہ کے گرجوں اور خانقاہوں کا حال لکھا ہے - خاص شاہي اذن سے اُس نے ترجمان کے ساتھہ اِن تمام مقامات کي سیر کي تھي -

قسطنطنیہ میں چند ہفتے مقیم رہا - یوناني تمدن کا اُس کے دل و دماغ پر گہرا اثر پڑا - پھر وہ دو بارہ اناطولیا طے کرکے ترکستان کي طرف بڑھا اور خوارزم میں اترا - اُس وقت یہ صوبہ مذکور الصدر سلطان محمد ازبک کے زیر نگیں تھا - یہاں سے بخارا پہنچا - شہر تاتاري حملہ سے برباد ہو چکا تھا - عرب سیاح نے حضرت امام بخاري جامع حدیث کي قبر کي زیارت کي - پھر بلوچستان ہوتا ہوا ہندوستان میں داخل ہوا ' اور سنہ ۷۳۴ ھ میں پنجاب پہنچ گیا -

ابن بطوطہ کا سفر ہندوستان بہت طویل تھا - اُس نے اس براعظم کو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک طے کیا - حتیٰ کہ سیلون تک پہنچا - ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں سے ملاقاتیں کیں - سلطان محمد شاہ سے بہت تقرب حاصل ہوگیا تھا - یہاں وہ کئي سال رہا اور منصب قضاء پر مامور ہوگیا - نیز کئي سیاسي سفارتوں پر بھي گیا ' اور بادشاہ کي بہت سي خدمات بجا لایا -

ہندوستان کے حالات ابن بطوطہ نے بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں - ہندوؤں کے رسم و رواج ' عبادات ' عادات پر بحث کي ہے - ہندوستان میں ایک مرتبہ اُسے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تھا - اُس کے کاغذات بھي لے گئے تھے - سیاح اپنے کاغذات کے نقصان پر بہت متأسف ہے - کیونکہ اُن میں اُس کے سفر کي یاد داشتیں بھي تھیں -

ہندوستان سے وہ جاوا اور سماٹرا گیا - پھر شمال کي طرف روانہ ہوا - وہ ہم سے کہتا ہے کہ یہ سفر چین کا تھا - مگر تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیني ہندوستان اور جنوبي چین سے آگے نہیں بڑھا - شمال میں اُس کا سفر بہت ہي محدود تھا - چین سے پھر جاوہ کے طرف لوٹا - جاوہ سے ہندوستان آیا - پھر فارس ' عراق ' شام ' مصر ہوتا ہوا تیونس پہنچا - تیونس سے جہاز پر بیٹھا ' اور سنہ ۷۵۳ھ میں فاس پہنچ گیا - یعنی کامل ۲۵ - سال سفر کے بعد وطن واپس ہوا !

لیکن اپنے وطن طنجہ میں اُس کا قدم زیادہ دن تک نہیں جما - اندلس کي سیاحت پر روانہ ہوگیا - اُس وقت یہ اسلامي سلطنت سمٹ کر غرناطہ کے علاقہ میں محصور ہوگئي تھي - سلطان ابو الحجاج یوسف بن الولید النصري کا زمانہ تھا - ابن بطوطہ نے وہاں کے علماء و فقہاء سے ملاقاتیں کیں ' قدیم آثار دیکھے ' پھر مراکش واپس آگیا -

مگر یہ واپسي بھي عارضي تھي - تھوڑے ہي عرصہ بعد صحراء اعظم کي راہ سے سوڈان کے سفر پر روانہ ہوگیا - لیکن یہ اُس کا آخري سفر تھا - سلطان ابو عنان شاہ مراکش مزید سفر سے مانع ہوا اور اپني مصاحبت پر اصرار کیا - یہ واقعہ سنہ ۷۵۵ ھ کا ہے - ابن بطوطہ نے مسلسل ۳۰ برس تک سیاحت کي - ۲۲ برس کي عمر میں سیاحت شروع کي اور ۵۵ - برس کي عمر میں ختم کي -

ابن بطوطہ سلطان مراکش کا درباري بن گیا - سلطان اُس کے حالات سفر سن کر بہت مسرور ہوتا تھا - بعض لوگ ابن بطوطہ کي صداقت میں اُسي طرح شبہ کرتے تھے ' جس طرح اِس کے پیشرو مارکو پولو کو اُس کے ہم عصروں نے غلط بیان قرار دیدیا تھا - ابن بطوطہ کو ابناء زمانہ کي اِس بے قدري پر بہت افسوس تھا - ایک جگہ وہ نہایت رنجیدہ ہوکر لکھتا ہے " خدا جانتا ہے میرے بیانات صحیح ہیں - خدا کي گواہي میرے لیے کافي ہے "

علامۂ ابن خلدون نے جب اپني تاریخ کبیر مدون کرنا شروع کي ' تو ابن بطوطہ اور اُس کي سیاحت کا قصہ تازہ تھا - وہ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

" سلطان ابو عنان کے عہد میں طنجہ کا ایک شخص ابن بطوطہ نام مراکش میں آیا - یہ مشرق میں سیاحت کرچکا تھا - عراق ' یمن ہندوستان وغیرہ ممالک میں پھرا تھا - شاہ ہند کے پایۂ تخت دہلي میں بھي گیا تھا ' اور سلطان محمد شاہ کا مقرب ہوگیا تھا ' حتیٰ کہ عہدۂ قضا پر بھي مامور ہوگیا - سفر سے واپسي کے بعد اُسنے سلطان ابو عنان کے دربار میں رسوخ حاصل کیا - وہ اپنے عجیب عجیب مشاہدے بیان کیا کرتا تھا - حتیٰ کہ بہت سے لوگ اُسے جھوٹا سمجھنے لگے تھے - ایک دن میں نے سلطان کے وزیر فارس بن وردار سے اِس بارے میں گفتگو کي اور بتایا کہ لوگ کس طرح اُس کي تکذیب کر رہے ہیں - وزیر نے صحیح جواب دیا " تمھیں اُن سلطنتوں کے حالات کا انکار نہیں کرنا چاہیے جن سے ناواقف ہو "

اِبن بطوطہ کو مارکو پولو پر کئي حیثیتوں سے امتیاز حاصل ہے - آخر الذکر نے براعظم ایشیا کا صرف وسطي حصہ دیکھا تھا - لیکن اِبن بطوطہ کي سیاحت بہت طویل تھي - ایشیا کے علاوہ افریقہ کے بہت سے حصے اور یورپ میں قسطنطنیہ اور اندلس کي بھي اُس نے سیر کي تھي - پھر اُس کے مشاہدات بہت زیادہ محققانہ تھے - اُس کا سفرنامہ اُس عہد کے ایشیا اور افریقہ کي تاریخ اور جغرافیہ میں بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے - اُس کا اِسلوب بیان بھي زیادہ شگفتہ ' مکمل ' اور علمي ہے -

صلیب اور خون

(بیوریا میں ایک پر اسرار عورت!)

یورپ کی عقل پرستی اور مشرق کی توہم پرستی کا غلغلہ صدیوں سے بلند ہے - مشرقی ممالک میں عام طور پر یہ خیال پیدا کردیا گیا ہے کہ ہر طرح کی توہم پرستی اور غیر معقول خوش اعتقادی صرف مشرقی اقوام ہی میں پائی جاتی ہے - باشندگان یورپ کے عقل و دماغ ان تمام امراض سے محفوظ ہیں! لیکن واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۹۲۷ کے یورپ میں بھی ہزاروں لاکھوں انسان ایسے موجود ہیں، جن کی مذہبی توہم پرستیاں کسی طرح بھی مشرقی اقوام کی خوش اعتقادیوں سے کم نہیں ہیں!

یورپ کی پچھلی ڈاک کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوریا کے ایک کاشتکار خاندان کی لڑکی تھریسا نیومین نامی کی نسبت ہزاروں لاکھوں انسانوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ایک مسیحی معجزہ کے اعلان کے لیے بھیجی گئی ہے - دور دور سے لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں، اور یقین کرتے ہیں کہ اس کی زیارت سے اور اس کا دامن چھو لینے سے ہر طرح کی بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے!

یہ "مسیحی معجزہ" کیا ہے؟

تھریسا بے ہوشی کی حالت میں

بیان کیا جاتا ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد یہ لڑکی بے ہوش ہو جایا کرتی ہے - اور بے ہوشی کی حالت میں اسکے تمام جسم پر صلیب کے سے نشان پڑ جاتے ہیں - نیز پیر کے تلوؤں سے خون بھی جاری ہو جاتا ہے - جب ہوش میں واپس آتی ہے، تو صلیبی نشان معدوم ہو جاتے ہیں، اور خون کا بہنا بھی بند ہو جاتا ہے - اخبارات کا بیان ہے کہ نہ صرف علاقہ کے پادریوں نے بلکہ سرکاری افسروں نے بھی بے ہوشی کی حالت میں اس لڑکی کا معائنہ کیا ہے، اور سب متفقہ طور پر تصدیق کرتے ہیں کہ صلیب کے نشان جسم پر نمایاں ہو جاتے ہیں - عجب نہیں یہ لڑکی ہسٹریا یعنی اختناق الرحم کی کسی غیر معروف قسم میں مبتلا ہو -

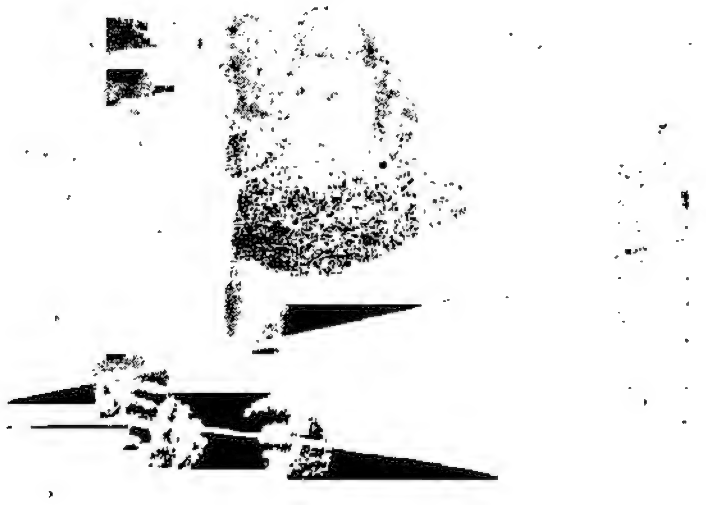

بائیں جانب تھریسا ہے - دہنی جانب ایک راہبہ ہے جو اسے گرجا لے جا رہی ہے!

بالشویك روس كی عدالت

جو نو جاسوسوں کے قتل کا فیصله لکھه رھي ھے !

ابھي تھوڑا عرصه ھوا ، خبر آئي تھي که حکومت روس نے ۲۶ آدمیوں کو جاسوسي کے جرم پر گرفتار کیا ھے جن میں سے ۹ ملزموں کو قتل کي سزا دي گئي - یه مرقع اُسي مقدمه سے تعلق رکھتا ھے - اور گریفک لندن کے نامه نگار نے موسکو سے بھیجا ھے -

روسي تبلیغ و اشاعت

حال میں روسیوں نے ایک قومي میله کي تقریب پر ایک نہایت دلچسپ مجسمه " سرمایه داري " کا طیار کیا تھا جو ایک موٹر کار پر نصب تھا اور تمام قصبوں اور قریوں میں اُسکي نمایش کي گئي تھي - یه مجسمه کره کا ایک ڈھانچا ھے ، جسکے اوپر ایک انسان بیٹھا ھوا ھے - کره سے مقصود تمام دنیا ھے ، اور انسان سے مقصود " سرمایه داري " کي طاقت ھے - گویا سرمایه داري نے تمام کرۂ ارضي اپنے قبضه میں کر رکھا ھے !

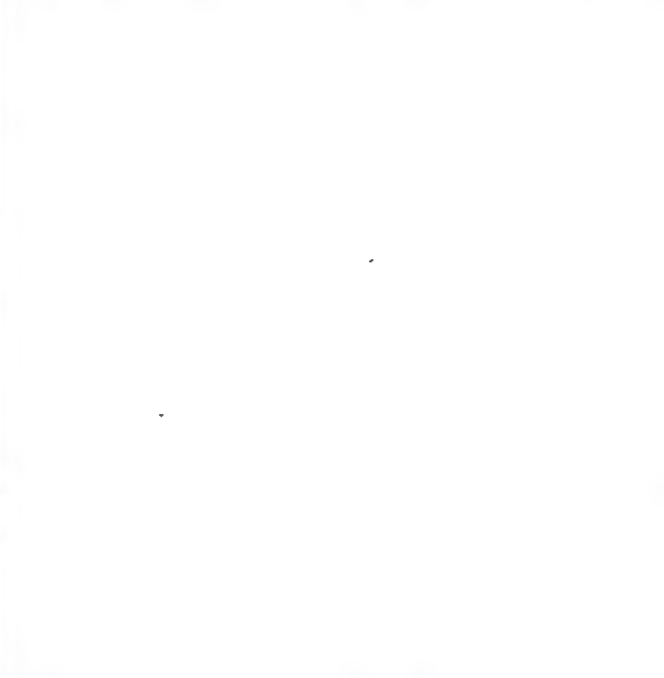

" سرمایه داري " کي همه گیري و عالم افگني کي مجسم تمثیل !

لاسلکی عکاسی

یه دو تصویریں " لا سلکي عکاسي " کے تجارب کا آخري تجربه پیش کرتي ھیں - " لا سلکي عکاسي " سے مقصود وه نیا انکشاف ھے جس کے ذریعه دور دراز مقامات سے بغیر رویت و حضور کے تصویر لیلي جا سکتي ھے - امریکه میں اس کا تجربه نہایت تیزي سے ترقي کر رھا ھے - ستمبر کے اواخر میں متعدد تصویریں کامیابي کے ساتھه لي گئیں - تصویر نمبر ۱ ایک عورت کي تصویر ھے جو تصویر لینے کے مقام سے کئي میل کے فاصله پر تھي - تصویر نمبر ۲ بھي ایک ایسي ھي تصویر ھے لیکن اس میں نمبر ۱ سے زیاده کامیابي ھوي ھے - یه تجربه جب پوري طرح کامیاب ھو جایگا ، تو جس طرح ریڈیو مراکز کے ذریعه دنیا کے ھر حصه کي صدائیں سن لي جا سکتي ھیں ، اُسي طرح ھر منظر اور وجود کي تصویر بھي به آساني کھینچ لي جائیگي !

(۱)

(۲)

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کے وہ خطوط جو اُس نے قید خانہ طائف سے اپنے عزیزوں کے نام بھیجے تھے

(۱)

"آج بچوں کی تصویریں پہنچیں۔ میں نے تمھارے خطوں کے جواب بھیجدئے تھے۔ معلوم ہوتا ہو نہیں ملے۔ کیونکہ تم نے اُن کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

سمرنا سے مجھے استانبول لے گئے۔ وہاں قصر یلدز میں مجھ کو اور محمود پاشا اور نوری پاشا کو علحدہ علحدہ حجروں میں قید کردیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہو سلطان عبد العزیز نے خودکشی نہیں کی ہو۔ بلکہ سلطان مراد اور اُن کی والدہ کے اشتعال سے محمود پاشا اور نوری پاشا نے انھیں قتل کرایا ہو۔ اور یہ کہ خود میں، خیر اللہ آفندی، اور رشدی پاشا بھی اِس قاتلانہ سازش میں شریک تھے۔ پھر کہا گیا کہ مصطفےٰ پہلوان، حاجی محمد، مصطفےٰ جزائری، سلطان مرحوم کے تینوں خادم اصلی قاتل ہیں۔

حالانکہ یہ سب جھوٹ ہو کیونکہ یہ تینوں شخص، عبد العزیز کی وفات کے وقت نظر بند تھے۔ اگر بفرض محال عبد العزیز کو کسی نے قتل ہی کیا ہو تو کسی حال میں بھی میرے یا رشدی پاشا کے خلاف شبہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ سلطان کی وفات کے وقت اُن کی والدہ اور تین سو بیویاں اور کنیزیں محل میں موجود تھیں۔ پانچ برس گزر گئے، مگر آجتک اُنھوں نے کبھی اشارۃً کنایۃً بھی نہیں کہا کہ سلطان قتل کیے گئے ہیں۔

ہمیں مدعیوں نے محل شاہی میں نام نہاد عدالت کے سامنے پوری تفصیل سے تمام واقعات بیان کئے۔ تمام ججوں کو مجبوراً تسلیم کرلینا پڑا کہ واقعی کوئی ثبوت قتل کا موجود نہیں، بلکہ یہ سراسر بہتان ہو۔ مگر چونکہ سلطان عبد الحمید "خطرناک" لوگوں سے چھٹکارا حاصل کرنے پر کمربستہ تھے۔ اِس لئے عدالت نے ۱۱۔ آدمیوں کو زبردستی مجرم قرار دے کر بے رحمانہ سزائیں دے دیں۔ عدالت کے بعض ایماندار ارکان نے آخر وقت تک اِس فیصلہ میں شرکت سے انکار کیا۔ سلطان نے اُن کی ایمانداری کی بھی پوری قدر دانی کی اور ہماری طرح وہ بھی قید خانے بھیجدیئے گئے!

سلطان سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ بعض مصاحب ہر تیسرے دن میرے پاس سلطانی پیغام لے کر آتے تھے اور تسلیاں دے جاتے تھے۔ ایک دن یہ پیغام پہونچا کہ سلطان کو میری اِس مصیبت کا نہایت قلق ہو۔ میری جلاوطنی پر وہ انتہائی افسوس کے ساتھ مجبور ہوگئے ہیں۔ لیکن پوری ہمدردی سے مجھے اجازت دی ہو کہ اپنا خاندان اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں!" نیز مجھے اذن شاہی حاصل ہوا کہ اپنے عزیزوں کو اگر چاہوں، خط لکھ دوں۔ میں نے خطوط لکھ کر دے دئے، مگر افسوس ہو کہ وہ تم لوگوں تک نہیں پہنچائے گئے۔

مجھے یقین تھا کہ تردوس یا عکّا کو جلاوطن ہو رہا ہوں۔ میرے خادم عارف کو افسروں نے جہاز کے ایک کمرے میں قید کردیا۔ میرے پاس پہننے کا ایک کپڑا بھی نہیں تھا۔ حتی کہ رات کا لباس بھی موجود نہ تھا۔ جو کپڑے میرے بدن پر تھے، وہی پہنے رہا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے خادم کو دیکھ لیا۔ اُس کے پاس میرے رات کے پہننے کا کُرتا موجود تھا۔ وہ میں نے پہن لیا اور بدن کے کپڑے اُتار کر خود اپنے ہاتھ سے دھوئے اور اُس وقت تک کمرے میں چھپا بیٹھا رہا جب تک کپڑے سوکھ نہ گئے۔ اب دنیا سے مجھے نفرت ہوگئی ہو اور چاہتا ہوں جلد اپنے پروردگار کے سامنے پہنچ جاؤں!

ہم تمام رفقائے مصیبت جہاز "عز الدین" پر سوار کردیئے گئے کچھ نہیں معلوم تھا کہاں جارہے ہیں؟ محمود پاشا کو ایک نہایت غلیظ کمرے میں رکھا گیا۔ نوری پاشا اور میں بھی ایسے ہی کمروں میں اُتارے گئے۔ پھر دروازوں پر قفل چڑھا دیئے گئے۔

ہم جدہ پہنچے۔ بحر احمر کی گرمی بہت ہی سخت ہوتی ہو۔ ہماری تندرستی کو بہت نقصان پہونچا۔ ہمارے کمرے پاخانوں کے قریب تھے۔ بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ نوری پاشا تو جہاز ہی میں پاگل ہوگئے تھے۔ ابتک اُن کا دماغ درست نہیں ہوا۔

جدہ پہنچتے ہی ہم سمجھ گئے کہ طائف میں قید ہونا ہو۔ مگر ہم باہم کوئی گفتگو نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ آٹھ آٹھ مسلح سپاہی تھے اور بولنے کی سخت ممانعت تھی۔ ہم سے ازحد ذلت کا برتاؤ کیا گیا کشاں کشاں مکہ معظمہ پہنچے۔ اور حرم شریف کے قریب بعض کمروں میں قید کردیئے گئے۔ ہم خاص مسجد کعبہ میں موجود تھے۔ مگر ایک مرتبہ بھی ہمیں زیارت کی اجازت نہیں دی گئی!

ہم طائف پہنچے اور قلعہ کے قید خانہ میں علحدہ علحدہ کوٹھریوں کے اندر قید کردیئے گئے۔ ہر کمرے کے سامنے ننگی تلواریں لئے سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ باہم گفتگو کی سخت ممانعت تھی، مگر اب اُٹھ گئی ہو کیونکہ پاسبانوں نے دیکھا، اِس پابندی کی تعمیل ممکن نہیں۔

سلطان کا فرمان، شریف مکہ کو پہونچا کہ یہ لوگ (یعنی ہم اہل وطن ہیں۔ اندیشہ ہو بھاگ جائیں گے۔ پوری سختی سے نگرانی ہونی چاہیے۔ یہ حکم پاتے ہی شریف نے کمروں کے روشن دانوں کو بھی بند کرادیا اور ہمارے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دیں۔ مگر اب بیڑیاں کاٹ دی گئی ہیں۔ کیونکہ بیماری نے ہمیں اِس قابل ہی نہیں رکھا کہ یہ بوجھ برداشت کرسکیں۔

خوش قسمتی سے ایک شریف آدمی کی ہمدردی حاصل ہوگئی ہو یہ ہمارے خطوط تم تک پہنچایا کرے گا۔ پچھلے خطوط، جو تمھیں ملے، اسی کے ذریعے بھیجے گئے تھے۔ جب میں نے اپنے رفیقوں کو اطلاع دی کہ میرے اور اُنکے خطوط، منزل مقصود پر پہنچ گئے، تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کیونکہ ہر ایک کے بچے ہیں اور اُن کی ملاقات کی تمنا رکھتے ہیں۔ اگر ہم نے جرم کیا ہوتا تو اِس خیال سے دل کو تسکین دے سکتے کہ یہ ہمارے جرم کی سزا ہو، لیکن ہم نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہو۔ بجز اس کے کہ سلطنت اور امت کی اصلاح و ترقی چاہی ہو۔ اگر یہی جرم ہو، تو افسوس اُس ملک پر جہاں اصلاح و ترقی جرم سمجھی جائے!

میرے رفقا، انتہائی غم و الم میں ہیں۔ یہ بالکل قدرتی بات ہو لیکن میری حالت اُن سے بہتر ہو۔ میں اب ۶۰ برس سے تجاوز کرچکا ہوں۔ اِس عمر کا آدمی کتنے برس اور جی سکتا ہو؟ تمھیں یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ہی سے میرا عزم تھا کہ خلوت کی زندگی اختیار کرلوں۔ سفر آخرت کی طیاری میں باقی دن گزار دوں۔ معلوم ہوتا ہو خدا نے یہ اُسی کا سامان کردیا ہو!

مدت سے تمنا تھی کہ ذہن کو تلاوت قرآن میں مشغول کردوں مگر فرصت نہیں ملتی تھی۔ اب الحمد للہ پوری مہلت مل گئی اور میں نے "قد سمع اللہ" تک قرآن مجید از سر نو حفظ کرلیا ہو۔ میں نماز کی بھی پوری پابندی کرتا ہوں۔ شب و روز یاد خداوندی میں مصروف رہتا ہوں۔ آیت "ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ ومن یؤمن باللہ یہد قلبہ" ہر لمحہ میرے پیش نظر رہتی ہو۔ مجھے اِس سے بڑی ہی تسکین حاصل ہوتی ہو۔ اپنے رب پر متوکل ہوگیا ہوں۔ اپنے تئیں اُس کے حوالے کردیا ہو۔ تم بھی یہی کرو۔ اُس پر توکل کرو اور اُس کے سپرد ہو جاؤ!

اگر مجھے کوئی رنج ہو، تو وہ تمھاری اور بچوں کی جدائی کا ہو۔ خداوند جل و علا سے دعا ہو ہم سب کو پھر جمع کردے۔ میرے مصنوعی دانت ٹوٹ گئے۔ یہاں اُن کی مرمت کرنے والا کوئی نہیں۔ کھانے میں اب مجھے ناقابل برداشت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہو۔ میں نے تمباکو طلب کی تھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ نیز لکھا تھا کہ تفسیر بیضاوی، تفسیر روح البیان، اور وہ زرد رنگ کی فرانسیسی کتاب بھیجدو جسے میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ یہ سب کتابیں، سمرنا میں موجود ہیں۔ اگر بھیج سکو، تو روانگی میں دیر نہ کرنا۔

یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ بچوں کی تعلیم پر پوری توجہ صرف کررہی ہو۔ علی حیدر، وسیمہ، صابرہ کو بہت بہت پیار کرو۔ دریہ خانم کو اور تمام ملازموں کو سلام۔

سمرنا میں دو صندوق، ساحلی کمپنی کے منیجر کے پاس چھوڑ آیا تھا ان میں میرے تمغے اور اعزازی سندیں ہیں۔ تاکید کردی تھی کہ تمھیں دے دے۔ معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہوا؟ اگر صندوق ابتک اسی خائن کے پاس ہیں، تو مجھے لکھو تاکہ اُسے یاد دہانی کروں"

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنیا میں جغرافیائي ' عمراني ' اور اقتصادي لحاظ سے
هندوستان کي موجوده حیثیت کیا هے ؟

(۱)

(هندوستان کا رقبه)

ملک	رقبه ایکڑ کے حساب سے
هندوستان	۱،۱۶،۲۹،۱۹،۰۰۰
برطانوي هندوستان	۶۲،۰۷،۲۵،۰۰۰
یورپ	۲،۴۰،۰۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۷،۷۱،۵۲،۰۰۰
ولایات متحدهٔ امریکا	۱،۹۰،۳۲،۶۹،۰۰۰
استریلیا	۱،۹۰،۳۶،۶۴،۰۰۰
کینڈا	۲،۳۹،۷۰،۸۲،۰۰۰
جرمني	۱۳،۳۵،۹۴،۰۰۰
فرانس	۱۳،۰۸،۵۴،۰۰۰
چین	۲،۵۰،۴۷،۲۸،۰۰۰
جاپان	۱۶،۶۸،۷۲،۰۰۰

هندوستان ' جرمن شهنشاهي سے ۷ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' جاپاني سلطنت سے ۱۱ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' جزائر برطالیا سے ۱۵ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' بر اعظم یورپ کے برابر هے - باستثناء روس -

هندوستان میں ۷،۰۰،۰۰۰ دیهات هیں -

هندوستان میں ۶۷۷ دیسي ریاستیں هیں -

برطانوي هندوستان ' ۱۴ صوبوں پر منقسم هے - هر صوبه ' ضلعوں پر منقسم هے - هر ضلع ' تعلقوں یا تحصیلوں پر منقسم هے - هر تعلقه ' تهانوں پر منقسم هے - هر ضلع کا اوسط رقبه ۴،۵۰۰ مربع میل هے -

هندوستان کي دس میں نو حصه آبادي دیهاتوں میں رهتي هے -

هندوستان میں ۷ لاکهه دیهات هیں - اس کے معنے یه هے که اگر کوئي آدمي هر قریه میں صرف ایک دن ٹهرے ' تو پورے هندوستان کے دورے کے لیے ۱،۹۲۷ سال درکار هونگے -

هندوستان میں ایک لاکهه سے زیاده آبادي رکهنے والے ۳۱ شهر هیں -

(هندوستان کي آبادي)

کل دنیا	۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰
کل هندوستان	۳۱،۹۳،۶۱،۰۰۰
برطاني هندوستان	۲۴،۷۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۴،۲۹،۱۹،۷۰۰
جاپان	۶،۶۰،۸۱،۹۵۴
جرمني	۵،۱۸،۷۰،۷۴۲
فرانس	۳،۹۲،۰۹،۵۱۸
اٹلي	۴،۲۱،۱۵،۶۰۶
سوویٹ روس	۱۳،۲۰،۰۰،۴۱۳
چین	۴۳،۶۰،۹۴،۹۵۳
ولایات متحدهٔ امریکه	۱۱،۲۷،۸۶،۰۰۰

هندوستان کي آبادي ' دنیا کي مجموعي آبادي کا پانچواں حصه هے -

هندوستان کي آبادي ولایات متحده کي آبادي سے ۳ گني زیاده هے -

هندوستان کي آبادي فرانس کي آبادي سے ۸ گنا زیاده هے -

صرف مدراس اور میسور کي آبادي ' جاپان کے برابر هے -

صرف بمبئي کي آبادي ' اسپین اور پرتگال کي مجموعي آبادي سے زیاده هے -

هندوستان میں هر مربع میل کي اوسط آبادي ۱۷۷ هے -

اگر هر منٹ میں ۲۵ آدمي پر نظر ڈالي جائے ' تو پورے هندوستان کي آبادي دیکهنے کے لیے ۳۰ برس کا زمانه درکار هوگا !

(دنیا کي آبادي رنگ کے اعتبار سے)

(کل دنیا کي آبادي : ۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰)

سفید فام	۹۳،۶۰،۰۰،۰۰۰
زرد فام	۵۱،۷۴،۸۸،۰۰۰
سیاه فام	۲۴،۳۰۶۰،۰۰۰

(سفید فام)

هندوستاني	۲۴،۵۰،۰۰،۰۰۰
ٹیوٹانک	۲۶،۶۷،۰۰،۰۰۰
سلاوي	۱۷،۶۰،۰۰،۰۰۰
لاطیني	۱۷،۲۰،۵۰،۰۰۰
یوناني	۹۵،۰۰،۰۰۰
باسکس	۴،۰۰،۰۰۰
افغان	۷۵،۰۰،۰۰۰
ایراني	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
عرب اور بربر	۲،۴۰،۰۰،۰۰۰
یهودي	۲،۵۰،۰۰،۰۰۰
قبطي	۸،۵۰،۰۰۰
دیگر اقوام	۹۰،۰۰،۰۰۰

(زرد فام)

چیني	۳۲،۳۰،۰۰،۰۰۰
جاپاني	۵،۶۵،۰۰،۰۰۰
کورین	۱،۷۰،۰۰،۰۰۰
ترک	۱،۲۰،۰۰،۰۰۰
امریکن دیسي ' اهل ملایا ' اور فلیپائن	۴،۰۰،۰۰،۰۰۰
منگولي	۳۰،۰۰،۰۰۰
کرغیز وغیره	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
ماؤئر	۹۵،۰۰،۰۰۰
فنس	۳۵،۰۰،۰۰۰
اسکیمو اور سائبیرین	۱۰،۰۵،۰۰۰
سیامي	۸۵،۰۰،۰۰۰
برمي	۷۸،۹۰،۰۰۰
تبتي	۶۵،۰۰،۰۰۰

گیا ہوں۔ اخبارات کو یہ خبر شایع کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ترکی کے اخبار "طان" تک کو گمراہی میں ڈال دیا گیا اور اُس نے بذریعہ تار آستانہ کے اخباروں سے دریافت کیا۔ اس سے پہلے یہ افواہ مشہور کی گئی تھی کہ میں مجنون ہو گیا ہوں۔ معلوم نہیں اس کذب و دروغ سے حکومت کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

طائف۔ ۲۲ صفر سنہ ۱۳۰۱ھ

(۷)

اپنے مرشد سلیمان آفندی کے نام

"... قسمت میں یہی تھا کہ ہم اپنے اہل و عیال اور مال و متاع سے جیتے جی دور اور اپنی آزادی سے محروم ہو جائیں۔ ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں، اُس کا تصوّر بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ صرف ذاتِ الٰہی باقی رہے گی۔ کوئی مخلوق بھی دائمی زندگی نہیں پائے گی۔ سب کے لئے زوال ضروری ہے:

لا یغرن امرأ عیشہ　　کل حی صائر للزوال!

یہ چند روزہ زندگی، ایک کھیل ہے۔ بلکہ ایک پل ہے جس پر سے انسان گزر جاتا ہے۔ زندگی کی حرص و طمع، لاحاصل ہے۔ ان مصائب پر اللہ تعالیٰ بندوں کا ثواب زیادہ کر دیتا ہے۔ ہمارے لئے انبیاء و اولیاء کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ ان میں اکثر قید خانوں ہی میں مرے۔ امام ابو حنیفہ اور امام موسیٰ کاظم کی مثال ہر وقت میرے پیش نظر رہتی ہے۔

میری حالت اس وقت یہ ہے کہ ہر لحظہ یہ مقولہ زبان پر رہتا ہے۔ "کن فی الدنیا کانک غریب" (دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیسی ہو) زندگی کے آخری مرحلے تک پہنچ چکا ہوں۔ عمر ۶۰ سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اب مجھے ہر لحظۂ حیات غنیمت سمجھنا چاہیے اور آخرت کی طیاری کرنی چاہیے۔ میرے پاس بعض کتابیں موجود ہیں۔ ان میں آپ کا مجموعۂ رسائل بھی ہے۔ اس کتاب سے مجھے عبادت الٰہی میں بہت مدد ملتی ہے۔ لیکن انسان تنہا اپنی رائے سے ہر قسم کی ریاضت نہیں کر سکتا۔ لہذا اے شیخ جلیل! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اُس راستہ کی طرف رہنمائی کیجیے جو خدا تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ میں یہاں دور سے بھی آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں۔ کیونکہ معنوی علاقہ، جسمانی اتصال کا محتاج نہیں۔ آپ مجھے تحریر کے ذریعہ ہدایت دیجیے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو خود تشریف لائیے اور زبانی رہنمائی کیجیے۔ میں بے صبری سے آپ کے تحریری یا زبانی جواب کا منتظر رہوں گا۔"

قید خانۂ طائف۔ ۱۹ شوال سنہ ۱۳۰۰ھ

(۸)

نعیمہ خانم کے نام

"گزشتہ ماہ ایک خط "سعید بک" کے فرضی دستخط سے بھیج چکا ہوں۔ اس کے ایک ہفتہ بعد، دو پھوڑے نکل آئے۔ ایک پیٹھ میں، دوسرا پہلو میں۔ یہاں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی نو مشق ہے۔ دوستوں کو میری بیماری سے سخت تشویش ہوئی۔ اُنھوں نے میری لاعلمی میں والیٔ مکہ کو تجربہ کار طبیب بھیجنے کے لئے لکھا۔ مگر والی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں صاحب فراش تھا اور قصر سلطانی سے برابر احکام آ رہے تھے کہ مجھے اور میرے رفقاء کو قتل کر ڈالا جائے۔ چنانچہ ہمارا خاص کھانا موقوف کر دیا اور ہمارے نوکر بھی علیحدہ کر دیے گئے۔ میں بستر مرگ پر پڑا تھا کہ ایک افسر نے آ کر حکم پہنچایا "تمھیں بھی وہی کھانا ملے گا جو دوسرے تمام قیدیوں کو دیا جاتا ہے۔ لہذا بازار سے کوئی چیز نہ خریدو" تمھارے خاص برتن بھی لے لئے گئے۔ "قید خانہ کے برتنوں میں کھاؤ، کپڑے بھی اپنے ہاتھ سے دھونا پڑیں گے"! پھر اُس نے ہم سے کاغذ، قلم، دوات وغیرہ لکھنے پڑھنے کا تمام سامان بھی لے لیا اور چلا گیا۔

الحمد للہ میں نے تمھارے تمام خطوط پہلے ہی سے جلا دیے تھے، ورنہ انھیں ایک اور بہانہ ستانے کا مل جاتا۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور دو برس کی عمر کا بچہ قلعہ کے قریب ایک مکان میں تھے۔ اُنھیں بھی نکال دیا گیا۔ اس وقت یہ لوگ مکہ میں مقیم ہیں۔

اس سختی سے حکومت کی غرض یہ ہے کہ ہم جلد سے جلد مر جائیں کیونکہ ہم لوگ اچھے کھانوں کے عادی ہیں۔ قیدیوں کا کھانا کھا کر ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ ہمیں ہر ممکن تکلیف بھی دی جا رہی ہے کیونکہ حکومت کو شبہ ہے کہ یہ لوگ قیدیوں کا کھانا کھانے پر بھی زیادہ دن زندہ رہیں گے۔ جب سے میرے رفقاء نے یہ حکم سنا ہے، نہایت پریشان ہیں اور شب و روز اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے ہیں۔

اس مہلک بیماری میں مجھے آرام کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ مگر میرے خادم کو بھی لے گئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ طبیب کی آمد و رفت بھی روک دی۔ اس سے بھی بڑھ کر افسر کی گستاخانہ گفتگو نے مجھے اذیت دی۔ میری بیماری بہت زیادہ ہو گئی۔ موت کا قطعی یقین تھا۔ دنیا سے سفر پر مجھے ازحد خوشی تھی۔ لیکن افسوس، موت قسمت میں نہ تھی۔ زندگی کا معاملہ، صرف خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ میری طلب پر بھی موت نہ آئی۔ میرے رفقاء نے ایک مرہم خود بنا کر پھوڑوں پر لگا دیا تھا۔ وہ اُس سے پھوٹ گئے۔ ۱۵ دن میں زخم بھر گئے۔ اب میں پھر زندہ ہو گیا ہوں۔

افسر نے میرے خادم کو جدہ بھیج دیا تھا تاکہ آستانہ پہنچا دیا جائے مگر قصر شاہی سے حکم آیا کہ اُسے وطن جانے نہ دیا جائے، بلکہ قید کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ غریب بھی قید ہے۔ اس حادثہ سے مجھے بہت رنج پہنچا۔ میں خوش تھا کہ مسکین کو اس مصیبت سے نجات ملی مگر میری خوشی، صرف چند روزہ تھی۔ اب مجھے اپنی مصیبت کے ساتھ اُس کی مصیبت پر بھی غم کھانا ہے۔

روپیہ، کپڑے، ماکولات، کوئی چیز بھی نہ بھیجنا کیونکہ مجھے کچھ بھی پہنچ نہیں سکتا۔ اور اگر پہنچے بھی، تو بیکار ہے۔ روپیہ اس لئے بیکار ہے کہ ہم کوئی چیز خرید نہیں سکتے۔ کپڑے اس لئے بیکار ہیں کہ کپڑے دھلوانے کی ہمیں اجازت نہیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے دھو کر پہنتے ہیں۔ اس حالت میں پرانے اور نئے کپڑے یکساں ہیں۔ لہذا کوئی چیز بھی نہ بھیجو۔

ہمارے لئے جو کھانا مقرر ہوا ہے وہ صرف شوربا ہے۔ ایک ظرف میں ۸ آدمیوں کے لئے شوربا آتا ہے اور ہرگز کافی نہیں ہوتا۔ شام کو مولی کے پتوں کا شوربا ہوتا ہے۔ ہم لوگ یہ کھانا بالکل کھا نہیں سکتے۔ بھوکوں مر رہے ہیں۔ بہت ناتوان ہو گئے ہیں۔ ہر لحظہ موت کا انتظار ہے۔ دیکھنا چاہیے ہم میں کون پہلے قبر میں جاتا ہے۔"

بچوں کو پیار۔ سب کو سلام

۸ جمادی الآخر سنہ ۱۳۰۱ھ

(۹)

نعیمہ خانم اور فرزند عزیز علی حیدر کے نام

"یہ غالباً میرا آخری خط ہے۔ کیونکہ ہمارا کھانا بند ہو چکا ہے اور سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں، جیسا کہ پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں۔

اب وہ ہمیں زہر دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ کئی مرتبہ دے بھی چکے ہیں لیکن میرے خادم عارف (جو اب میرے ہی ساتھ قید ہے) کی وفاداری اور بیداری کی وجہ سے اب تک اُنھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ ایک دن عارف نے ایک افسر کے ذریعہ دودھ خریدا۔ افسر نے اُس میں زہر ملا دیا تھا۔ عارف پہچان گیا اور دودھ پھینک دیا۔ ۴ دن بعد عارف نے گوشت خرید کر میرے لئے پکایا۔ مگر اُسکے ہٹتے ہی اُس میں زہر ڈال دیا گیا۔ چند دن بعد ہمارے پانی کی صراحی میں زہر ملا دیا گیا۔ ہمارے محافظ بکر آفندی چرکسی نے اعتراف کر لیا ہے کہ قصر شاہی سے روز تاکیدی حکم آ رہے ہیں کہ ہمیں فوراً مار ڈالا جائے۔ چنانچہ عثمان پاشا والیٔ مکہ نے محمد بک چرکسی کو مکہ معظمہ سے خاص اسی غرض سے یہاں بھیجا ہے اور وہ قتل کی طیاریوں میں لگا ہوا ہے۔ ظاہر ہے ہم ان تمام قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ موت یقینی ہے۔ شاید اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی تمھیں میری موت کی خبر پہنچے۔ لیکن تم رنجیدہ نہ ہونا۔ کیونکہ مجھے امید ہے یہ موت، میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ میں اپنے وطن اور امت کی راہ میں مر رہا ہوں۔ میری وصیت یہ ہے کہ حکومت کوشش کرے گی تمھیں آستانہ لے جائے اور تھوڑا وظیفہ مقرر کرے۔ مگر تم اسے منظور نہ کرنا۔ اپنے گھر ہی میں رہنا۔ میری بہن صدیقہ خانم کو اپنے ساتھ رکھنا اور ترکہ میں سے اُنھیں بھی حصہ دینا۔ میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا۔

۱۰ رجب سنہ ۱۳۰۱ھ

آخری خط

شہادت سے ایک دن پہلے لکھا گیا

علی وصفی آفندی کے نام

میں تمھیں پہلے بھی خط لکھ چکا ہوں۔ اپنی سوانح عمری کا ایک جزو ختم کر کے تمھیں بھیج چکا ہوں۔ پڑھنے کے بعد سمرنا بھیج دینا۔ اب زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ کیونکہ یہ لوگ زہر دینے میں ناکامیاب رہے۔ اب کوئی دوسری تدبیر کریں گے۔ میں ہر لحظہ خداوند تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ اگر میں مر جاؤں تو فقراء پر سو پونڈ خیرات کر دینا جو تمھارے پاس امانت ہیں۔ اگر اس سے زیادہ خرچ کرنا تو سمرنا سے روپیہ طلب کر لینا۔ فوراً آ جائے گا۔ میرے مرشد شیخ سلیمان کی دست بوسی کرو اور میرے حق میں دعا کی درخواست کرو۔ درویش صلاح الدین پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ اُس کی طبیعت کا حال معلوم ہے۔ بلا ضرورت مجھے نہ لکھنا۔ آئندہ شاید میں بھی کچھ لکھ نہیں سکوں گا۔ کیونکہ حالت بہت خطرناک ہو گئی ہے۔ والسلام

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدیدہ کے ابتدائی نمبر یعنی نمبر

۱ سے ۵ تک

بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی

قیمت پر

خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع

دیجائے

منیجر

(۲)

"رمضان کے بعد کوئی خط نہیں ملا۔ تمھارے اور بچّوں کے حالات نہ معلوم ہونے سے سخت قلق اور ملال ہے۔ تم نے ضرور روپیہ اور کھانے کی چیزیں بھیجی ہوں گی۔ مگر مجھے کچھ نہیں پہنچا۔ مجھے روپیہ کی ازحد ضرورت ہے۔ کیونکہ پچھلے سال جو ۵۰ پونڈ بھیجے تھے، اور جو رقم قسطنطنیہ سے آئی تھی، اب اسمیں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے حکومت نے ہمارے کھانے پینے کا ذمہ خود لے رکھا تھا مگر اب وہ کسی کو کچھ نہیں دیتی۔ ہمیں اپنی روٹی خریدنا پڑتی ہے۔ ہمارے ساتھ بعض ایسے قیدی بھی ہیں جن کے پاس ایک پیسہ نہیں۔ میرا محمود پاشا اُن کی کفالت کر رہے ہیں۔ انھیں کپڑے بھی بنانے ہیں۔ ہمیں قیدخانے کے نوکروں کا بھی خیال کرنا پڑتا ہے۔ یہ لوگ محض ہماری وجہ سے یہاں رکھے گئے ہیں۔ ان حالات کی بنا پر ہمیں روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔

ہمارے رفقاء میں فوج کے بعض چھوٹے بڑے افسر بھی ہیں انھوں نے ہم سے کچھ روپیہ قرض لے کر کپڑا خریدا ہے۔ بیچارے خود اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ اُن کی مصیبت اسی پر ختم نہیں ہو جاتی انکے لئے ایک خشک روٹی کا بھی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ بعض مجبوراً روزہ رکھتے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ اُن کی ضروریات زندگی کا حتی الوسع خیال رکھیں۔ ہر ملک میں دولت مند، غریبوں کی دستگیری کرتے ہیں لیکن یہاں ان مسکینوں کے لیے اس قسم کا کوئی موقعہ موجود نہیں ہے۔ انسانیت کا تقاضہ ہے کہ ہم ہی انکی خبر لیں۔ لہٰذا فوراً ہم پچاس پونڈ حکومت کے توسط سے بھیجدو۔ اگر فوراً روپیہ نہ آیا تو میں اپنا پانی کا برتن اور گھڑی بیچنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ اس صورت میں لوگ بہت قیل و قال کریں گے اور ہمارے ذہن کو تشویش ہوگی۔

بچوں کو بہت بہت پیار۔"

مدحت

قلعہ طائف کا قیدخانہ

۲۵ر اگست ۱۸۸۱ء

(۳)

"... پرسوں یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شریف مکہ (عبدالمطلب) حسب عادت آجکل طائف میں موجود تھے۔ منگل کی رات کو وہ اپنے گھر میں مطمئن سو رہے تھے کہ اچانک آدھی رات کو تین فوجوں نے آکر اُن کا محل گھیر لیا۔ فوج کے ساتھ ۹ توپیں بھی تھیں۔ صبح ہم کیا دیکھتے ہیں کہ شریف اپنے رات کے کپڑوں میں ہمارے قیدخانے میں قیدی بنے چلے آرہے ہیں۔

کہا جاتا ہے شریف کا جرم یہ ہے کہ اُسنے انگریزوں سے سازش کرنی چاہی تھی۔ اس شخص نے ہمیں محض سلطان کے خوش کرنے کے لئے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ خدا نے اس کا بدلہ لے لیا۔ وہی مصیبت اُس پر ڈال دی جسمیں ہم پھنسے ہیں۔ اسمیں ہر عاقل کے لئے عبرت ہے۔ لیکن مجھے اس شخص پر بہت ترس آتا ہے۔ سو برس کا بوڑھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے ہے۔ یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہمیں سمرنا میں پیش آیا تھا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہاں توپوں کی تعداد زیادہ تھی۔"

مدحت

(۴)

"گزشتہ رمضان سے تمھاری اور بچوں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ میں نے بھی تمھیں اپنی مفصل حالت نہیں لکھی۔ کیونکہ نہایت ہی سخت تکلیف میں ہوں۔ پانچ مہینے ہوتے ہیں کہ ہمارے خدمتگار ہم سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ حال میں آستانہ سے عمر نام ایک شخص خاص اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ اگر ہماری ایذا رسانی میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو پوری کر دے۔ اس شخص کی عمر زیادہ ہے، مگر عقل کم ہے۔ اس کے افعال ایسے ہیں جو کسی شریف الطبع آدمی کے نہیں ہو سکتے۔ یہ ہماری جان لینے پر تلا ہوا ہے، کیونکہ شاید اسے یہی حکم ملا ہے یا مزید مقبولیت اس ذریعہ سے حاصل کرنی چاہتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ بھوکا رکھنے سے ہم جلد نہیں مرینگے بلکہ ہماری زندگی بڑھ جائیگی۔ لہٰذا کوئی ایسی تدبیر نکالنی چاہتا ہے جس سے میری، محمود پاشا کی اور خیراللہ آفندی کی زندگی جلد سے جلد ختم ہو جائے۔ وہ نوکروں سے کہتا ہے "تم ضرور وطن واپس جانے کے لئے بے قرار ہو گے۔ لیکن جب تک یہ تمھارے آقا زندہ ہیں، تم واپس نہیں جا سکتے۔ ان کے قتل میں میری مدد کرو تاکہ آزادی حاصل کر سکو" چنانچہ اسنے نوری پاشا کے خادم بکر آغا کو بلا کر کہا، "تم نوکروں کی قید اُسی وقت ختم ہو گی جب یہ لوگ مریں گے۔ نوری پاشا تو مجنون ہیں۔ کئی دفعہ کمرے کی کھڑکی سے پھاندنا بھی چاہا۔ تم اُن کی اس میں مدد کیوں نہیں کرتے؟ مجھ سے ریتی لو اور کھڑکی کی سلاخ ریت ڈالو۔ تاکہ نوری پاشا پھاند کر ہلاک ہو جائیں۔"

غرضکہ اسنے تمام نوکروں کو بھڑکانا شروع کر دیا ہے۔ نوکروں نے اُس کی سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ اسپر انھیں سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں۔ یہ خبریں سُن کر ہم سخت پریشان ہیں۔ ہمیں زہر دینے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک طرف دُنیاوی منفعت حاصل کرنے کے لئے یہ شخص ہمیں مارنا چاہتا ہے، دوسری طرف اخروی ثواب کے لئے حج کرنے بھی گیا ہے۔ یہ سمجھتا ہے اس طرح دین اور دُنیا، دونوں اُسے حاصل ہو جائینگے!

ہم [illegible] برس سے یہاں ہیں۔ مگر آج تک قلعہ کا پھاٹک تک دیکھ نہ سکے۔ عزیز ترین لوگوں سے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ ہمارے پاس ایک اجنبی باورچی تھا۔ ڈرا دھمکا کر اُسے بھی رخصت کر دیا گیا۔ یہ حالات دیکھ کر ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمیں جلد اس دُنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔

اگر ہمارے ستانے اور اس طرح قفس میں بند رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ قصر شاہی کی سازش پر پردہ ڈالا جائے، تو یہ کوشش بے سود ہے۔ یورپ بھر میں اصلی حقیقت مشہور ہو چکی ہے۔ اخبارات کے صفحوں پر آچکی ہے۔ لیکن اگر ہمیں تکلیف دے کر سلطان اور انکے مصاحب خوش ہوتے ہیں تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ احکم الحاکمین سے فریاد کریں اور دعا مانگیں کہ وہ اپنا فیصلہ جلد صادر کر دے۔ اگر تمھیں کوئی منصف مزاج ملے تو ہماری ناقابل بیان مصیبت کی یہ داستان سُنا دینا۔

قیدخانہ طائف ۵ محرم ۱۳۰۰ھ

(۵)

والیٔ حجاز عثمان پاشا کے نام

"آپنے رسالہ دار تحریک کے نام جو خط لکھا ہے اُس میں شکایت کی ہے کہ میں نے عمر پاشا کے افعال کی اطلاع انگریزی قونصل کو دی ہے۔ حالانکہ میں نے قونصل مذکور کو ہرگز کوئی خط نہیں لکھا۔ بلکہ اس قسم کا کبھی وہم بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُسے اطلاع بھیجوں۔

عمر پاشا کی حرکتیں ایسی نہیں ہیں کہ زیادہ دنوں تک مخفی رہیں۔ طائف اور مکہ میں بچہ بچہ اُن سے واقف ہے۔ اگر انگریزی قونصل کو علم ہوا ہو تو تاجروں اور عام باشندوں کے ذریعہ ہوا ہوگا۔

لیکن آپنے دوسرے خط میں پھر مجھے اس معاملہ میں ملامت کی ہے۔ [illegible] آپ کو یقین ہے کہ اسمیں میرا ہاتھ ضرور ہے۔ لہٰذا مجھے [illegible] کہ حقیقت ظاہر کر دوں۔

عمر پاشا علی الاعلان کہتے رہے ہیں کہ اُنکے آنے کی غرض، ہم قیدیوں کو زہر دے کر قتل کرنا ہے۔ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عمل سے بھی وہ اسے ثابت کرتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے کھلے بندھوں نوکروں کو مشورہ دیا کہ اپنے آقاؤں کو دن دہاڑے مار ڈالیں۔ نوکروں نے ایسا نہیں کیا تو اُنھیں قید کر دیا گیا اور سخت تکلیفیں دی گئیں۔

اجانب کو اگر یہ شرمناک حالات معلوم ہو گئے ہیں تو یہ کچھ عجیب نہیں ہے۔ انگریزی قونصلوں کا کام ہی یہ ہے کہ خبریں معلوم کر کے اپنی حکومت کو مطلع کرتے رہیں۔ باہر ہمارا کوئی ایسا معتمد علیہ موجود نہیں جسپر ہم اس طرح کے معاملات میں بھروسہ کر سکیں۔ پھر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے انگریزی قونصل کو اطلاع پہنچائی ہوگی؟ ہمارے نوکر بھی آزاد نہیں ہیں کہ ادہر اُدہر جا سکیں۔ وہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قلعہ سے نکلتے ہیں تاکہ ضروری اشیا بازار سے خرید لیں اور اُسوقت بھی مسلح افسروں کی حراست میں رہتے ہیں۔

نہیں معلوم تمھارے ضمیر نے یہ کیونکر گوارا کیا کہ ہمیں ملامت کرو۔ تمھارے خیال میں اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی آزادی، اولاد، احباب، مال و متاع سب سے جیتے جی محروم کر دیئے گئے ہیں، اور ایک قفس میں جانوروں کی طرح محبوس ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں کی صحت بھی معلوم نہیں کر سکتے؟ یقیناً یہ ایسا برتاؤ ہے جسے دنیا کا کوئی قانون، کوئی شریعت، کوئی انصاف پسند انسان جائز قرار نہیں دے سکتا!

اگر یہ تہمت تراشنے سے مقصود یہ ہے کہ ہماری عزیزوں کو خط و کتابت بھی موقوف کر دی جائے تو وہ ہماری اس قید کی وجہ سے پہلے ہی سخت بدبختی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ مرے کو مارنا کہاں کا انصاف ہے؟

تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ سمرنا میں میں نے فرانسیسی قونصل سے پناہ چاہی تھی۔ یہ حقیقت سے تمھاری جہالت کی دلیل ہے۔ میں صوبۂ سمرنا جیسے ایک بڑے صوبے کا حاکم تھا۔ اچانک ایک رات میرے گھر کا فوجوں نے محاصرہ کر لیا۔ مجھے قید کر کے لے چلے۔ میں اپنی عورتوں اور بچوں کا گریہ و بکا اپنے کانوں سے سُنتا تھا، مگر انھیں تسلی تک نہیں دے سکتا تھا۔ اُسوقت میرے دل کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا جواب میں خود تمھارے ضمیر سے چاہتا ہوں۔

اگر تم مجھے اس لئے ملامت کرتے ہو کہ حکومت کی حرکات کو حق بجانب قرار دو، تو یہ کوشش بے فائدہ ہے۔ میں دو مرتبہ وزیراعظم رہ چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی مجھ سے یہ ذلت آمیز برتاؤ کیا گیا اور بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا گیا۔

تم نے لکھا ہے تم ایسی باتوں کی اجازت دے نہیں سکتے اور اب تم ہماری زبانیں بند کر دوگے۔ ہماری زبانیں اب بھی بند ہیں۔ معمولی افسروں اور سپاہیوں کی ہمپر حکومت ہے۔ ہم زبان ہلا نہیں سکتے۔ تم اس وقت اختیار رکھتے ہو۔ ہم بے اختیار ہیں۔ جو تمھارے دل میں آئے شوق سے کرو۔ ہمیں اعتراض کا بھی حق نہیں ہے۔ تم ہمیں "مجرم" کہتے ہو۔ ہم اس پر بھی معترض نہیں ہو سکتے۔ لیکن میں تمھیں وہ گفتگو یاد دلاتا ہوں جو تم نے دارالحکومت میں مجھ سے کی تھی۔ تم نے انسانیت، مروت، شرافت کا ذکر کیا تھا۔ کیا یہ موجودہ برتاؤ ان صفات کے مطابق ہے؟

قیدخانہ طائف، ۲ر صفر ۱۳۰۰ھ

(۶)

نغیرہ آنم کے نام

"... پچھلے دنوں مشہور کر دیا گیا کہ میں ہندستان یا یورپ بھاگ

سراسر بنگال اور کلکتہ کے عظیم خزانوں کی لوٹ سے پہلے یعنی جنگ پلاسی سے پہلے ہمارے ملک (انگلستان) کی صنعت نہایت پست تھی
(ڈگبی)

تین کرور انسانوں کو لوٹ کر کلکتہ میں عظیم الشان دولت بہت جلد جمع کر لی گئی تھی ... قدیم زمانوں میں معمولی مظالم پر ہندوستانی اپنے حاکموں کو برطرف کر دیا کرتے تھے۔ مگر انگریزی حکومت لینے والی نہ تھی یہ حکومت سنگ دل سے سنگ دل وحشی اور مستبد حکومتوں کی طرح ظالم اور سخت تھی۔ مزید براں تمام تمدنی طاقتور ہتیاروں سے مسلح تھی۔
(لارڈ کلایو پر میکالے کا مضمون)

یہ مالا مال خزانے، کروڑوں آدمیوں کی صدیوں کی کمائی، انگریزوں نے ہتیا کر لنڈن اسی طرح بھیجدی، جس طرح رومن نے یونان اور پونٹس کے خزانے اٹلی بھیجدیے تھے، ہندوستانی خزانے کتنے قیمتی تھے؟ کوئی انسان بھی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ ضرور کروڑوں اشرفیاں ہونگی۔ اتنی دولت اسوقت کی مجموعی یورپین دولت سے بھی بہت زیادہ تھی۔
(بروکس آدم)

جب میں ۱۷۵۰ء میں انگلستان آیا تو یہاں بڑے بڑے شہروں کے علاوہ ملک بھر میں بارہ بینک بھی موجود نہ تھے۔ بنگال کی چاندی نے انگلستان پہنچکر صرف دولت میں بے شمار اضافہ کیا بلکہ اس کی رفتار بھی بہت تیز کر دی
(بروک)

ہمارے خیال میں یہ بڑی دولت جو ہم نے ہندوستانی تجارت سے حاصل کی ہو ایک نہایت ہی ظالمانہ اور جابرانہ دستور العمل سے مہیا ہوئی ہو ایسا دستور العمل جس کی نظیر نہ کسی ملک میں ملتی ہو نہ کسی زمانہ میں۔
(ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کی یادداشت ۱۸۱۲ء)

سرسری اندازہ کے ساتھ، بڑی آسانی سے دعوی کیا جا سکتا ہو کہ جنگ پلاسی اور جنگ واٹرلو کے درمیانی زمانہ میں ہندوستان سے انگلستان کو پندرہ ارب روپیہ جا چکا تھا۔
(میجر ونگیٹ)

ہندوستان، انیسویں صدی میں انگلستان کو کم سے کم ایک ارب ۰۰ کرور روپیہ دے چکا ہو۔ ہمارے ہم وطنوں (انگریزوں) کا ۳۰۰ کرور روپیہ ہندوستانی تجارت میں لگا ہو۔ اس طرح ہندوستان کی تجارت ہمارے لئے دنیا کے تمام ملکوں کی تجارت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہو۔ ہندوستان میں ہمارے حوصلہ مند نوجوانوں اور بے شمار نفیروں کو روٹی مل رہی ہو۔ دنیا کے ہر گوشہ میں ہمارے ملک کو ہندوستان کا قبضہ بہت زیادہ طاقتور، باعزت، اور با اثر بنا رہا ہو۔ تمام اعلی خیالات، مسیحی حکمرانی اور تہذیب کے فرائض سے قطع نظر کر کے، ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ہندوستان کو ہمیشہ اپنے قبضہ میں رکھنا چاہیئے۔ انگریز بھاری سے بھاری قربانیاں کرنے کو طیار رہیں مگر یہ سونے کی چڑیا کسی حال میں بھی اپنے ہاتھ سے اڑنے نہیں دیں گے!
(میجر ونگیٹ ۱۸۵۹ء)

ہندوستان نے ہمارے لئے سب کچھ کیا ہو کرہ زمین پر ہمیں ایسا ذی ہمت عالیشان جزیرہ بنا دیا ہو جیسا جاپان کو اس کے جزائر نے ہم اتنی بڑی سلطنت ہو گئے ہیں جتنی دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس احسان پر ہمیں ہندوستان کا ہمیشہ شکرگزار رہنا چاہیے۔
(سر جارج برڈوڈ)

ہندوستان کا ہمیشہ خون چوستے رہنا چاہیے۔
(لارڈ سالسبری ۱۸۷۵ء)

میں پوری متانت سے اعلان کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے مظالم سے مالابار کی مخلوق تباہ ہو گئی اور ملک برباد کر ڈالا گیا۔ موجودہ گورنمنٹ نے ملک اور اس کے باشندوں کو مفلس اور ذلیل کر ڈالا ہو۔
(فرانسس براؤن: سلکٹ کمیٹی رپورٹ ۱۸۰۱ء)

ہندوستان کا نظارہ، دماغ پر افلاس اور افسردگی کا اثر قائم کر دیتا ہو۔ ملک سے زیادہ اس کے عام باشندے اداس ہیں۔ وہ کمزور اور خستہ نظر آتے ہیں۔ انکے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پرانے ہیں۔ وہ سب غریب معلوم ہوتے ہیں اور محض ایک ٹکڑا روٹی پانے کے لئے جان توڑ محنت کرتے ہیں، وہ لاغر اور مرجھائے ہوئے ہیں۔
(سر فریڈرک ٹریویس ۱۸۲۰ء)

برطانوی ہند کی دیہاتی آبادی کی حالت کیا ہو؟ اب وہ اس مطمئن اور خوش و خرم قوم کی نمائندگی نہیں کرتی جس کا حال ہم قدیم تاریخوں میں پڑھتے ہیں۔ شکستہ روح، پست اور خستہ حال غریب رعیت کی ایک یہی آرزو رہ گئی ہو کہ آئندہ فصل سے پہلے وہ بھوکوں نہ مر جائے۔
(دی تھری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

آج ہندوستان کی عام آبادی اس قدر قلاش ہو رہی ہو کہ اس کے پاس بمشکل قوت لایموت باقی ہو۔ عیش و عشرت تو درکنار، ہندوستانی بمشکل اپنے بال بچوں کی شکم پری کر سکتا ہو"
(لارڈ لارنس ۱۸۶۴ء)

برطانوی صنعت بڑھانے کے لئے ہندوستانی دستکاری کا گلا گھونٹنا بڑے فخر کے ساتھ انگریزی تدبر قرار دیا جاتا ہو۔ حالانکہ یہ برطانوی قساوت کا ایک بہت ہی بڑا ثبوت ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہو کہ اپنے ملک کی ترقی کے لئے انگریزوں نے کس طرح چنگی اور محصول لگا کر ہندوستان کی صنعتی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔
(مسٹر شور)

۱۸ سے ۳۰ سال کی عمر والی ہندوستانی عورتیں بہترین سوت کاتتی ہیں۔ روپیہ بھر وزن کی روئی سے [illegible] سے بھی زیادہ لمبا سوت طیار کر سکتی ہیں۔
([illegible])

وہ انگریزی حملہ ہی تھا جس نے چرخہ ہلاک کر دیا۔ انگلستان نے خود ہندوستان کے بازاروں سے ہندوستانی کپڑا بے دخل کر دیا۔ اسنے اس ملک میں اپنا سوت بھیجنا شروع کیا، یہاں تک کہ دیسی سوت غائب ہو گیا۔ یہ ملک جو روئی کا مرکز تھا، بدیشی سوت کا دست نگر ہو گیا۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۳۶ء تک ہندوستان میں انگریزی سوت کی درآمد ایک سے شروع ہو کر ۵۲۰۰ گنا ہو گئی!
(کارل مارکس: برٹش رول ان انڈیا)

ہمارا تعلق ہندوستان سے بہت گہرا ہو۔ دنیا میں یہ ملک سب سے بڑا بازار ہو۔ ہم وہاں بحیثیت تاجر کے گئے ہیں: باوجود موجودہ زمانہ کی تمام نعاظیوں کے ہماری ہندوستانی حکومت ایک مادی بنیاد پر قائم ہو جسے ان لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہو کہ ہم تمہاری حفاظت کریں؛ تم ہمارا مال خریدو۔ اگر ہم ہندوستان چھوڑ دیں تو اس سے نہ صرف ہندوستانیوں ہی کو نقصان پہونچیگا بلکہ لنکا شائر کے ایک کرور ۲۰ لاکھ آدمی بھوکوں مرجائیں گے اور ہماری تمام صنعتی زندگی ختم ہو جائے گی۔ تمام باتوں کا ہمارے پاس صرف ایک ہی جواب ہو اور وہ یہ کہ "کچھ ہی ہو ہماری قوم کو زندہ رہنا ہو"! بغیر ہندوستان کی تجارت اور دستکاری پر قبضہ رکھے یہ قوم اس تنگ جزیرہ میں کسی طرح بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔
(مسٹر وہائٹ ۱۹۲۲ء)

موافق موسم میں سال بھر خرچ کرنے کے بعد ۱،۴۰،۰۰،۰۰۰ من غلہ ہندوستان میں بچ رہا تھا۔ (قحط کے کمیشن کی رپورٹ ۱۸۸۰ء)

۱۷۴۲ء میں بنگال دنیا کا سب سے زیادہ مالدار، آباد اور زرعی ملک تھا۔
(بنگال کی تحقیقات ۱۸۳۲ء)

گورنمنٹ نے کسانوں پر اتنا زیادہ لگان لگا دیا ہو کہ انکے اور انکے بال بچوں کی سال بھر کی خوراک بھی اکثر نہیں بچتی۔
(سر ڈبلیو ہنٹر ۱۸۷۵ء)

جنگل کٹ جانے کی وجہ سے ہندوستان کے باشندوں پر دو نئی مصیبتیں اور بڑھ گئیں۔ ایندھن کا فقدان اور بارش کی کمی۔
(بیرون ہن بورڈ)

انگریزی سلطنت کے آغاز ہی میں ہندوستان کے جنگل تیزی سے برباد کر ڈالے گئے۔ (پروڈکشن ان انڈیا)

جنگل، قومی دولت کا ایک بہت اہم سرچشمہ ہیں جنگل، بارش پیدا کرتے ہیں اور موسم کا اتار چڑھاؤ روک کر اعتدال قائم کرتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں گرمی اور بارش بہت ہوتی ہو جنگل کی اہمیت کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ (〃)

اکبر کے عہد میں نہروں کا ایک ایسا بڑا سلسلہ قائم کیا گیا تھا جیسا پہلے کبھی نہ تھا۔ (کیپر صفحہ ۲۵۲)

فیروز شاہ نے اپنے عہد میں دریاؤں پر تیس بند قائم کئے تھے، پانی محفوظ رکھنے کے لئے ۳۰ عظیم الشان حوض بنائے تھے اور ایک اتنی بڑی نہر کھدوائی تھی جو اپنے وقت میں سب سے بڑی نہر تھی۔
(〃 〃)

دہلی کی نہر، جسے شہنشاہ شاہجہاں نے بنوایا تھا، نہایت ہی وسیع اور مضبوط تھی۔ (ڈوڈ)

پورے جنوبی ہندوستان میں گنجام سے راس کماری تک ایسے عظیم الشان اور غیر معمولی تالابوں کے نشان ابتک موجود ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (فرانسس براؤن)

ہندوستان کے نام نہاد "وحشی" پرانے حکمران رعایا کی منفعت کے کاموں پر اتنی دولت خرچ کرتے تھے جس سے اس زمانہ میں پوری یورپین جنگی قوت قائم ہو سکتی تھی۔ (تھری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

"بنگال اپنی پیداوار اور ہر چیز کی فراوانی میں، دنیا کے ہر شہر سے مقابلہ کر سکتا تھا۔ یہ علاقہ اس قدر زرخیز تھا کہ انسانی ضروریات اور عیش و عشرت کا جملہ سامان آسانی مہیا کرتا تھا۔ کیونکہ یہاں ہر قسم کے مویشی، بارہ ماسی پھل، بکثرت غلہ، ہر قسم کا کپڑا خصوصاً نفیس ریشم اس قدر زیادہ موجود تھا کہ دنیا کے کسی علاقہ میں بھی نہ ہوگا۔ سنہ ۱۵۰۳ء" (الفنسٹن جلد ۲)

"باشندے عام طور پر نہایت تہذیب اور آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی جان و مال کی طرف سے بالکل مطمئن تھے، کیونکہ بادشاہ اپنی رعایا کو نہ تو جھوٹے الزاموں پر ماخوذ کرتا تھا، نہ اُس کی مال و دولت اور شاندار زندگی پر حسد کر کے اُسے اُس سے محروم کرتا تھا۔"
(باٹر ولڈ ویل سنہ ۱۶۲۳ء)

"بادشاہ کے ذاتی کمرے اور شاہی دربار اپنی چمک دمک میں نگار خانۂ چین ہو رہے تھے۔ محل کی ہر ہر چیز اُس سلیقہ اور ہنرمندی کی زندہ شہادت تھی جو اُسمیں صرف کی گئی تھی۔ عظیم تخت شاہی، جو "کوہِ نور" ہیرے کے ساتھ کئی صدی پہلے ایران سے لایا گیا تھا، ٹھوس سونے کا تھا، اور وہ عظیم الشان طاؤسوں پر قائم تھا، جن کی پھیلی ہوئی دُمیں بیش بہا جواہرات سے مرصع تھیں۔ ... اس طرح شہنشاہی عظمت قلعہ دہلی کے اس کتبہ کو صحیح ثابت کر رہی تھی کہ

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است!

(قدیم و جدید دہلی مصنفہ ایل گینی)

"تمام زمانوں میں سونا خصوصاً چاندی کی برآمد ہندوستان کی حقیقی منفعت تجارت تھی۔ روئے زمین پر کوئی ملک بھی اپنی ضروریات اور لذائذ حیات میں بیرونی ممالک سے اتنا مستغنی نہ تھا جتنا یہ ملک تھا۔ مناسب آب و ہوا، زرخیز سرزمین، اور خود باشندوں کی ذہانت نے وہ سب کچھ مہیا کر دیا تھا جن کی اُنھیں ضرورت تھی۔" (ڈاکٹر رابرٹسن)

"بنگال اپنے لاانتہا خزانوں سے اپنے آقاؤں کو دنیا کا سب سے زیادہ دولتمند بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔" (کلایو کے خطوط سنہ ۱۷۶۹ء)

"نواب شائستہ خاں کے عہد (۹۴-۱۶۸۰) میں ایک روپیہ میں ۸ سیر چاول فروخت ہوتے تھے۔" (جج ٹیلر)

"شہر ڈھاکہ میں ۵۲ بازار اور ۵۳ سڑکیں تھیں۔" (〃)

"شہر مرشدآباد اس قدر وسیع اور دولتمند ہے جس قدر خود شہر لندن۔ فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں لوگوں کی ذاتی جائدادیں آخر الذکر سے بہت زیادہ ہیں۔ اس کی آبادی کئی لاکھ ہوگی۔ اور اگر وہ یورپین باشندوں کو فنا کرنے کا ارادہ کریں تو صرف لاٹھیوں اور پتھروں سے کر سکتے ہیں۔"
(پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے کلایو کی شہادت سنہ ۱۷۶۹ء)

"بنگال کی سلطنت، چھ سو میل لمبی، تین سو میل چوڑی اور دنیا کی ایک نہایت ہی وسیع اور زرخیز میدانی سرزمین کی مالک ہے۔ جہاز رانی کی صلاحیت رکھنے والے متعدد دریاؤں سے سیراب ہوتی ہے، اپنے دامنوں میں ڈیڑھ کرور جفاکش انسانی آبادی رکھتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس سے دُگنی آبادی کے لئے پیداوار کی قابلیت رکھتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے خاص اپنے ہاتھوں سے اسے دنیا بھر سے زیادہ زراعت کے لائق بنا دیا ہے۔" (ڈاو سنہ ۱۷۸۱ء)

"سراج الدولہ کی وفات کے بعد بنگال کے سیاح تصدیق کرینگے کہ یہ دنیا کی سب سے زیادہ مالدار، آباد، اور زرخیز سلطنت تھی۔ تجار اور امرار دولت و ثروت اور عیش و آرام میں غرق تھے۔ دستکار اور صناع، اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کرتے تھے۔" (سنہ ۱۷۸۱ء)

"پبلک کو ہر طرح پریشان کر کے ملک ویران کر دیا گیا تھا۔ چھ سال کے قلیل زمانہ میں دولتمند قلمرو کے نصف بڑے بڑے شہروں کو بالکل اُجاڑ دیا گیا تھا۔ دنیا کی سب سے زیادہ زرخیز زمین تباہ کر ڈالی گئی تھی اور ۵۰ لاکھ بے ضرر اور محنتی انسانوں کو جلاوطن یا برباد کر دیا گیا تھا۔"
(ایسٹ انڈین کمپنی کے عہد میں بنگال سنہ ۱۷۸۱ء)

"جتنی رقمیں بھی دہلی پہلے بھیجی گئی ہوں، وہ سب کی سب بنگال کی وسیع تجارت کے منافع سے وصول ہو جاتی تھیں۔ بنگال کی تجارت پورے ہندوستان کی دولت کا مرکز تھی ... اس صورت حال سے موجودہ زمانہ کے حالات کس قدر مختلف ہیں؟ جب سے بنگال، بہار اور اڑیسہ کی نظامت ہمارے (انگریزوں) ہاتھ میں آئی ہے، یہ صوبے اپنی خوشحال آبادیوں اور دستکاریوں کی قدیم اہمیت سے کس قدر محروم ہو گئے ہیں؟" (ویو آف بنگال)

"ہندوستان کبھی مغلوب نہ ہوتا اگر خود اُس کے فرزندوں کی مدد نہ ہوتی۔" (سر جان میکوم)

"ہندوستان ایک ایسی فوج سے فتح ہوا ہے جس میں تین حصے خود ہندوستانی سپاہی تھے اور صرف ایک حصہ انگریز تھے۔

……

جبکہ ہم یہاں ہندوستان میں ایک اتنی بڑی آبادی کے فتح کرنے میں مصروف تھے، جو پورے یورپ کی آبادی کے برابر تھی، تو اُس وقت انگلستان میں انگریزوں کو اس مقصد کے لئے نہ تو ٹیکس دینا پڑا، نہ قرضہ لینا پڑا، نہ کسی الجھن کا سامنا ہوا، اور نہ ہی کوئی جنگی بھرتی کی ضرورت پڑی۔

……

جو کچھ میں نے کہا اُس کا مقصود یہ ہے کہ ہندوستان کی فتح، صحیح معنی میں ہرگز فتح نہیں ہے، کیونکہ یہ انگلینڈ کی حکومت، فوج، اور روپیہ سے عمل میں نہیں آئی۔ انگلینڈ نے صحیح معنی میں ہندوستان کو فتح ہی نہیں کیا ...." (ایکسپینشن آف انگلینڈ - پروفیسر سیلی)

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جائے اور اُس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی سوجھ نہ بھی ہو، بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کے لئے شرمناک ہے، تو اُسی وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اُس پر فاتحانہ حکمرانی نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہو جائیں گے۔" (〃)

"جنگ پلاسی کے بعد ہی بنگال کی لوٹ، انگلستان پہنچنے لگی اور اس کا اثر فوراً نمودار ہوا۔ تمام مورخ متفق ہیں کہ انگلستان میں جس صنعتی انقلاب نے انیسویں صدی کو تمام پچھلے زمانوں سے ممتاز کر دیا اُس کی بنیاد اسی جنگ کے بعد یعنی سنہ ۱۷۶۰ء میں پڑی تھی۔
(مسٹر بروک آدم)

اکثر موجودہ یورپین قوموں کی خوشحالی، قدیم تہذیب کی نمائندہ مشرقی قوموں کی لوٹ پر قائم ہوئی ہے۔ انگلستان کی صنعتی برتری

احرار اسلام

عہد اموی کی اسلامی ذہنیت

اروی بنت الحارث ابن عبدالمطلب

ایک موسم حج میں ضعیف العمر اروی بنت الحارث بن عبدالمطلب امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دربار خلافت میں حاضر ہوئی۔

"میرے بھتیجے! تو کیسا ہے؟" اروی نے کہا "تو نے خدا کی نعمت سے کفران کیا۔ اپنے بھائی (یعنی امیرالمؤمنین علی علیہ السلام) کے حق کا لحاظ نہ کیا۔ اپنے نام کے سوا ایک نیا لقب اختیار کیا (یعنی امیرالمؤمنین کا لقب) دوسرے کے حق پر قابض ہو گیا (یعنی خلافت پر) حالانکہ اسلام میں نہ تو خود تو نے کوئی خدمت کی، نہ تیرے آبا و اسلاف نے۔ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے اعراض و انکار کیا تھا، پس خدا نے تمھاری قسمتیں بگاڑ دیں۔ تمھیں ذلیل و خوار کیا۔ حق، حق داروں تک پہنچ گیا۔ اللہ کا بول بالا ہوا۔ اگرچہ مشرکوں پر یہ فیروزمندی بہت شاق تھی۔ اس دین میں ہم اہل بیت کا درجہ اور حصہ سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں فوت ہوئے کہ مغفور و مرحوم تھے، خدا کے حضور میں معزز و پسندیدہ تھے۔ آپ کے بعد ہم اہل بیت کے ساتھ تم نے وہ برتاؤ کیا جو قوم موسیٰ کے ساتھ خاندان فرعون نے کیا تھا کہ اُن کے مردوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا شیرازہ بندھ نہ سکا۔ ہم پر کوئی سختی بھی آسان نہ ہوئی۔ ہماری انتہا جنت ہے۔ تمھاری انتہا دوزخ ہے!"

"گمراہ بڑھیا!" عمرو بن العاص جو دربار میں موجود تھے بے اختیار پکار اٹھے "اپنی زبان روک، شرم سے آنکھ نیچی کر۔"

"تو کون ہے؟ تیری ماں مرے!" اروی نے خفگی سے کہا۔

"عمرو بن العاص" لوگوں نے جواب دیا۔

اروی نے کہا "تو مجھ سے بولنے کی جرأت کرتا ہے! اپنے عیب پیچھے سمیٹ لے۔ اپنی خیریت منا۔ واللہ تو قریش میں نہ تو خالص حسب نسب رکھتا ہے نہ اچھی اصلیت کا مالک ہے"

"بیوقوف بڑھیا!" مروان بن الحکم نے کہا "تیری بینائی بھی تیری عقل کے ساتھ جا چکی ہے۔ تیری شہادت معتبر نہیں"

"صاحبزادے تم بھی بولے!" اروی نے کہا "واللہ تم حکم سے زیادہ تو سفیان بن الحارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہو۔"

پھر وہ معاویہ کی طرف مخاطب ہوئیں:

"واللہ ان لوگوں کو تو نے ہی مجھ پر جرأت دلائی ہے، حالانکہ تیری ماں احد کی لڑائی میں حمزہ کے قتل کے بعد کہتی تھی:

نحن جزیناکم بیوم بدر   والحرب یوم الحرب ذات سعر

ہم نے تم سے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا۔ لڑائی، لڑائی کے دن آگ کی طرح شعلے رکھتی ہے۔

ماکان عن عتبۃ لی من صبر   ابی وعمی واخی وصہری

عتبہ (ہندہ کا باپ تھا) پر مجھے صبر نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا باپ، چچا، بھائی، خسر انھیں میں بھول نہیں سکتی تھی (یہ سب جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے)

شفیت وحشی غلیل صدری   شفیت نفسی وقضیت نذری

(اے وحشی (قاتل حمزہ) تو نے میرا دل ٹھنڈا کیا۔ میری منت پوری کر دی۔

فشکر وحشی علی عمری   حتی تغیب اعظمی فی قبری

"وحشی" کا شکریہ عمر بھر مجھ پر واجب ہے، یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں۔

تیری ماں کے جواب میں میں نے کہا تھا:

یابنت رقاع عظیم الکفر   خزیت فی بدر وغیر بدر

اے بیوقوف بڑے کافر کی بیٹی! بدر میں اور ہر دن میں تجھے رسوائی ملے۔

صبحک اللہ قبیل الفجر   بالہاشمیین الطوال الزہر

خدا تجھ پر صبح سے پہلے، دراز قد، خوبصورت ہاشمیوں کی غارت گری نازل کرے۔

بکل قطاع حسام یفری   حمزۃ لیثی وعلی صقری

تیغ براں سے تجھے کاٹے۔ حمزہ، میرا شیر ہے اور علی میرا باز ہے۔

ہتک وحشی حجاب الستر   اللبغایا بعدہا من فخر

وحشی نے بے آبروئی کر ڈالی۔ اب فاحشہ عورتوں کے لئے تیرے بعد کوئی فخر باقی نہیں رہا۔

"تمھارا برا ہو!" امیر معاویہ نے عمرو بن العاص اور مروان بن الحکم سے کہا "تمھیں نے اس خاتون کو مجھ پر خفا کر دیا اور یہ باتیں سنوائیں۔"

پھر اروی سے مخاطب ہوئے:

"پھوپھی! اپنی ضرورت بیان کرو۔ عورتوں کی یہ بکواس بند کرو"

"مجھے دو ہزار، دو ہزار، دو ہزار، پورے ۶ ہزار دینار دو" اروی نے مطالبہ کیا۔

"پہلے دو ہزار کس لئے؟" امیر نے سوال کیا۔

"میں حارث بن عبدالمطلب کے خاندان کے لئے کھیتی کی زمین میں کنواں خریدوں گی" اروی نے جواب دیا۔

"تم نے بہت خوب سوچا" امیر نے کہا "اور دوسرے دو ہزار؟"

"خاندان عبدالمطلب کے نوجوانوں کی شادی کر دوں گی۔"

"بہت خوب! اور تیسرے دو ہزار؟"

"مدینہ کی گرانی اور زیارت بیت اللہ کے خرچ کے لئے"

"بہت خوب خیال ہے۔ میں نے منظور کیا۔ تمھاری خاطر ہمیشہ مدنظر ہے" امیر نے خوشامد سے کہا۔

تھوڑی دیر چپ رہ کر امیر نے پھر سوال کیا:

"بھلا اگر علی موجود ہوتے تو یہ رقم ہرگز منظور نہ کرتے"

"سچ ہے" اروی نے فوراً جواب دیا "علی امانت ادا کرتا تھا خدا کے حکموں پر چلتا تھا۔ مگر تو نے اپنی امانت ضائع کر دی۔ خدا کے مال میں خیانت کی۔ خدا کا مال غیر مستحقوں کو لٹا ڈالا۔ خدا نے اپنی کتاب میں حقداروں کے حق مقرر کر کے بیان کر دیئے ہیں۔ مگر تو نے خدا کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ لیکن علی نے ہمیں اپنے حق لے لینے کے لئے برابر بلایا جو خدا نے ہمارے لئے مقرر کر دیئے ہیں۔ مگر افسوس تمھاری لڑائی نے انھیں پورا انتظام قائم کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ میں نے تیرا مال نہیں مانگا کہ احسان جتاتا ہے۔ میں تو صرف اپنا حق مانگتی ہوں۔ ہم دوسروں کا حق لینا جائز نہیں سمجھتے۔ آہ! تیرے [illegible] اور تیری مصیبت سخت ہو جائے تو اپنی زبان پر علی کا [illegible]

پھر وہ رونے لگیں۔ یہ شعر انکی زبان پر تھا:

الا یا عین ویحک اسعدینا   الا وابکی امیرالمؤمنینا

ہاں اے آنکھ تیرا بھلا ہو ہمارا ساتھ دے۔ ہاں امیرالمؤمنین پر خوب آنسو بہا!

رزینا خیر من رکب المطایا   وفارسہا ومن رکب السفینا

ہم نے اُس سب سے اچھے کو کھو دیا جو کبھی گھوڑوں پر یا کشتیوں پر سوار ہوئے۔

ومن لبس النعال او احتذاہا   ومن قرأ المثانی والمئینا

اور جنھوں نے زمین پر قدم رکھا اور جنھوں نے قرآن پڑھا۔

اذا استقبلت وجہ ابی حسین   رأیت البدر راع الناظرینا

حسین کے باپ کا چہرہ دیکھنا، بدر کامل کا دیکھنا ہے جو دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

ولا واللہ لا انسی علیا   وحسن صلاتہ فی الراکعینا

نہیں! واللہ، علی مجھے بھول نہیں سکتا، نہ رکوع کرنے والوں میں اُس کی اچھی نماز بھول سکتی ہوں۔

أفی الشہر الحرام فجعتمونا   بخیر الناس طرا اجمعینا

تم نے ماہ حرام میں سب آدمیوں سے اچھے آدمی کو مار کر ہمیں مصیبت میں ڈال دیا!

معاویہ نے انھیں ۶ ہزار دینار دیدئے اور کہا:

"پھوپھی! اسے جس طرح چاہو خرچ کرو۔ پھر جب کبھی ضرورت پڑے اپنے بھتیجے کو لکھنا۔ وہ ہر طرح تمھاری مدد کریگا۔"

ہندوستان کے موجودہ حکمرانوں (انگریزوں) نے پرانے ہندوستانی بادشاہوں کی رعایا پروری کی خوب نقل اتاری ہے۔ یہ بھی کبھی کبھی نہریں کھودتے ہیں مگر اپنی تنگ نظری کی وجہ سے مستقبل کو دیکھنے کے بجائے اپنی فوری منفعت پر نظر رکھتے ہیں۔ مگر اس نقالی میں وہ اپنے پیش رو۔ تاتاری حکمرانوں کی فیاضی کی تقلید نہیں کرتے۔ (″)

انگریزوں نے ہندوستان کے لئے ارزاں ذرائع نقل و حرکت اور آب پاشی کی ضرورت تو محسوس کی۔ مگر یہ محسوس نہ کیا کہ ہندوستان میں تیز ذرائع نقل و حرکت سے بھی زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ خشک سالی کے زمانہ میں غلہ فراہم کیا جائے۔ انھوں نے وسیع ریلیں جاری کردیں مگر وہ جہاز رانی کے لائق دریا بنانے کی ہمت نہ کرسکے۔ کیونکہ ایسے دریا، ریلوے کے مد مقابل ہوجاتے اور وہ نفع کم کردیتے جو ریلوں سے حاصل ہوتا ہے اور جس سے انگریز فائدہ اٹھاتے ہیں، قدرت نے ہندوستان کو بڑے بڑے دریا عطا کئے ہیں جو قدیم زمانہ میں تجارت کے راستے تھے۔ اور ان دریاؤں سے نکلی ہوئی نہریں باشندوں کے لئے نہایت ہی مفید ہوسکتی تھیں۔ وہ سستے طرق مواصلات اور نقل و حرکت کا کام بھی دے سکتی تھیں اور پیداوار کو ترقی دیکر فصلوں کی محافظ اور قحطوں کی سد راہ بن سکتی تھیں مگر انگریزوں نے سخت جغرافی غلطی کی۔ چونکہ خود انکے اپنے ملک میں نہروں کی بہت کم ضرورت تھی اس لئے انھوں نے ہندوستان میں بھی نہریں طیار کرنے میں غفلت کی۔ (سر آرتھر کاٹن: بلو بک)

اگر بنگال میں آب پاشی کا کافی انتظام ہو تو وہ تنہا پورے ہندوستان کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ (ڈاکٹر ٹیلی کی شہادت زرعی کمیشن کے سامنے)

چارے کا سوال پورے ہندوستان کے لئے حد درجہ اہمیت حاصل کرتا جاتا ہے۔ ظاہر ہے چارا جس قدر کم ہوگا مویشی اسی قدر کمزور ہونگے اسمیں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حالات میں فوری خوشگوار تبدیلی نہ ہوئی تو بنگال اور آسام کی زراعت کو نہایت سخت نقصان پہنچیگا۔

(سر چارلس الیٹ)

دنیا کا کون ملک بغیر اپنے مویشیوں کے سرسبز ہوسکتا ہے؟ ہم فخر کرتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے محافظ ہیں۔ مگر ہم نے ہندوستانی مویشیوں کی بقا کے لئے کیا کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں کیا۔ مجھے شرم کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ترقی کے بجائے ہم نے مویشی فنا کرنے میں مدد دی ہے! میں بغیر قوم کے مویشیوں کا تصور کرسکتا ہوں مگر بغیر مویشیوں کے قوم کا تصور نہیں کرسکتا۔ (سر ولیم ویڈربرن)

ہر منٹ میں ہندوستان سے ایک گلہ باہر جاتی ہے۔

(بلو بک سنہ ۱۸۸۰ء)

سنہ ۱۸۸۰ء میں تمام بیرونی دنیا سے انگلستان کو ۱۹۸۶۵۷۰۰ من گیہوں گیا۔ برخلاف اس کے صرف ہندوستان سے ۱۱۶۸۳۴۱۰ من گیہوں گیا۔ (رائل اگریکلچر سوسائٹی سنہ ۱۸۸۳ء)

ہر منٹ میں غلہ کی حسب ذیل مقدار ہندوستان سے باہر جاتی ہے:

چاول:	ہر منٹ میں	۱۱۸ من
گیہوں:	″ ″	۶۵ ″
دال مسور:	″ ″	۵۵ ″
دال ارہر:	ہر منٹ میں	۵۰ من
موم پھلی:	″ ″	۵۵ ″

(سرکاری اعداد و شمار کی چوتھی اشاعت)

سیالکوٹ وغیرہ علاقوں میں دل ہلا ڈالنے والی بے شمار موتوں کی وجہ میرے خیال میں صرف یہ ہے کہ افسوسناک قزاقی کے ساتھ غریبوں کی خوراک چھین کر باہر بھیجدی جاتی ہے۔ اس سے ملک کی کسان آبادی دائمی قحط کا شکار رہتی ہے۔

(ایچ، ڈبلو، بیلو سنیٹری کمشنر پنجاب کا خط سنہ ۱۸۹۱ء)

خراب غذا سے صرف اموات کی زیادتی ہی نہیں ہوگئی ہے بلکہ زندہ نسل کی جسمانی قوت بھی تباہ ہوگئی ہے۔ (″ ″)

کلکتہ میں فی روپیہ اناج کا نرخ

سرسوں کا تیل	گیہوں	چاول	زمانہ
۱۲ سیر	۲ من ۲۰ سیر	۲ من ۳۰ سیر	سنہ ۱۸۳۸ء
۱۰ سیر	۲ من ۱۰ سیر	۲ من ۱۰ سیر	سنہ ۱۸۵۰ء
۸½ سیر	۱ من ۱۵ سیر	۱ من ۲۰ سیر	سنہ ۱۸۵۵ء
۷ سیر	۱ من ۵ سیر	۱ من ۵ سیر	سنہ ۱۸۶۲ء
۶ سیر	۳۲ سیر	۳۰ سیر	سنہ ۱۸۷۵ء
۵ سیر	۱۸ سیر	۱۵ سیر	سنہ ۱۸۸۵ء
۴½ سیر	۱۱ سیر	۱۲ سیر	سنہ ۱۸۹۰ء

(ایسٹ انڈین کمپنی کا غیر مطبوعہ ریکارڈ۔ برٹش میوزیم میں)

ہندوستان میں بیماریوں کی کثرت کی اصلی وجہ خراب غذا ہے خراب غذا نے ہندوستانیوں کا جسم کمزور کرکے بیماری کے لئے مستعد کردیا ہے

(لفٹنٹ میکارلین: اگریکلچر کمیشن)

ہندوستان کی ایک تہائی آبادی کو ناکافی کھانا ملتا ہے۔ ۴ کروڑ آدمی تو صرف ایک ہی وقت کھانا پکاتے ہیں۔ دس کروڑ آدمیوں کو کسی قسم کی طبی مدد نہیں پہونچتی۔ (″)

گزشتہ ۵۵ سال میں ۲۶ بڑے بڑے قحط پڑے جن میں ۴ کروڑ سے بھی زیادہ آدمی بھوک سے مرگئے۔ (″)

دنیا کے تمام دوسرے ملکوں کے مقابلہ ہندوستان میں قحط کیوں زیادہ پڑتے ہیں؟ اس کی وجہ بارش یا اوس کی کمی نہیں۔ کیونکہ بہت سے خراب موسم میں بھی بکثرت بارش ہوتی اور زراعت کو بڑھاتی ہے۔ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان روز بروز غریب ہوتا جارہا ہے۔ (ڈبلو، ایس لیلی: انڈیا اینڈ اٹس پرابلم)

نصف ایکڑ زمین پر گزارہ کرنے کے لئے کروڑہا ہندوستانی کسان جد وجہد کررہے ہیں۔ ان کی ساری زندگی ہمیشہ قحط سے دست بدست لڑائی میں گزرتی اور اکثر شکست پر ختم ہوتی ہے۔ ان کی کوشش اس لئے نہیں ہے کہ غریبانہ زندگی بسر کرسکیں۔ یہ تو بہت بڑی چیز ہے۔ وہ بیچارے محض زندہ رہنے کے لئے کوشاں ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ چند علاقوں کے علاوہ تمام ہندوستان، دائمی قحط کی وبا میں مبتلا رہتا ہے۔ (مسٹر جیکسن)

ہندوستان میں شرح اموات بحساب فی منٹ

ہر منٹ میں	۲۳	جوان
″ ″	۴	بچے
″ ″	۲	دق میں
″ ″	۰	ملیریا میں

بنگال میں روزانہ تعداد اموات

۲۰۰	جوان	ملیریا سے
۸۱۶	بچے	″ ″
۲۰۰	مائیں	″ ″

(سرکاری اعداد و شمار کی چھٹی اشاعت)

صحت خریدی جاسکتی ہے، تعلیم خریدی جاسکتی ہے، طبی امداد خریدی جاسکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کے پاس خریدنے کی قوت کہاں ہے؟ یہاں تو ہر ہندوستانی کی آمدنی صرف ایک آنہ ہے۔

(ڈاکٹر مین لی پیچ)

شرح آمدنی

آمریکہ	(فی کس)	۱۴ روپیہ ۹ آنہ۔
فرانس	″	۷ روپیہ ۴ آنہ
انگلینڈ	″	۶ ″ ۹ ″
جاپان	″	۴ ″ ۱۱ ″
ہندوستان	″	ایک آنہ ۶ پائی

(بین الاقوامی اشاعت سنہ ۱۹۲۹ء)

اگر کبھی انگریزوں کو ہندوستان اسی طرح چھوڑنا پڑا، جس طرح رومن نے انگلستان چھوڑا تھا تو وہ ایک ایسا ملک چھوڑ جائینگے جس میں نہ تعلیم ہوگی، نہ حفظان صحت کا سامان ہوگا، اور نہ ہی دولت ہوگی۔ (سر ڈی، ہملٹن)

”لڑاؤ اور حکومت کرو“، کا رومن مقولہ، ہماری ہندوستانی حکومت کا اصل اصول ہونا چاہیے۔ عام اس سے کہ وہ سیاست، تمدن، یا فوج کسی سے بھی متعلق ہو۔

(ایک انگریز افسر کا بیان رسالہ ”ایشیاٹک جنرل“ سنہ ۱۸۲۱ء)

تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ فرقہ وارانہ اور مذہبی تعصب دور ہوجائے گا۔ حالانکہ اسی تعصب کی بدولت ہم ابتک ملک پر قابض ہیں۔ اسی کے ذریعہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے لڑاتے ہیں۔ تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ انکے دماغ روشن اور وسیع ہوجائیں گے اور وہ اپنی عظیم قوت کا احساس کرلیں گے۔

(سر ایل، اسمتھ سنہ ۱۸۳۱ء)

میرے پاس اس خیال کی ہر وجہ موجود ہے کہ مندر سومنات کو پھاٹک ہندوستان واپس لانے سے تمام ہندو ہم سے مطمئن اور خوش ہوگئے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی وجہ سے مسلمان بھی ناراض نہیں ہوئے۔ لیکن میں اس حقیقت سے اپنی آنکھیں بند نہیں کرسکتا کہ یہ قوم (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے۔ بنابریں ہمارے لئے بہترین پالیسی یہ ہوگی کہ ہندوؤں کو خوش رکھیں۔

(لارڈ الینبرو سنہ ۱۸۴۳ء)

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بے نظیر

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپکو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی اعضاء رئیسہ ہے؛ بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتلائے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوے میں سچا ہے مشک آنست، کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے۔ علاوہ اس کے چند قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست مفصل مصور جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

حیرت انگیز رعایت

پچاس روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل ججم گولڈن رسٹ واچ	لیور ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم الیپی ہائی جرمن سیلف
نئے زمانہ کی خوشنما فیشنی [illegible] قیمت [illegible] محصول ڈاک پیکنگ [illegible]	اعلیٰ سلور کیس خوبصورت مضبوط نہایت صحیح ٹائم قیمت [illegible] پانچ روپے آٹھ آنے [illegible] محصول ڈاک پیکنگ بھی [illegible]	دیکھنے میں خوبصورت چلنے میں اچھا پہننے کا مضبوط ٹائم کا سچا [illegible] قیمت [illegible] محصول ڈاک پیکنگ [illegible]

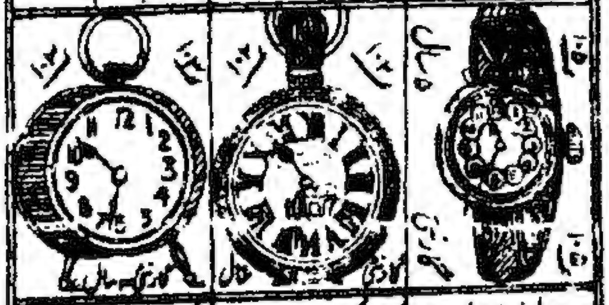

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی غرض سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک ہے جب تک یہ تھوڑا سا اسٹاک موجود ہے اس کے بعد ہم تمیل کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑیوں کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے ان سے پوری قیمت مندرجہ بالا لی جاتی ہیں۔ وی پی محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

پتہ۔ ہندوستان کا مشہور گھڑی ہاؤس اسٹاکسٹ ڈیوٹ اینڈ واچ کمپنی ۸۳ مقام دہلی

اشتہار کے لئے

رنگ دیکھ لو **ڈھائی روپے تولہ سونا** گھسکر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ ان کے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و روغن میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی دیتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں کثیر تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ آٹھ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس چوڑیوں کے دام صرف سات روپے (۷)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۷ لاہور

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل

حال میں سر آرتھر کیتھ نے برطانی اکاڈیمی کی صدارت کرتے ہوئے نظریۂ نشو و ارتقا پر ایک نہایت مبسوط تقریر کی تھی، جس نے از سرِ نو اس بحث پر موافقانہ و مخالفانہ خیالات کو جنبش دیدی۔ اسوقت تک تقریباً تیس چالیس علمارِ فن اس کی موافقت یا مخالفت میں اظہار خیال کر چکے ہیں، اور بحث و نظر کا سلسلہ جاری ہے۔

برطانی اکاڈیمی کے سالانہ اجلاس اور سر آرتھر کی تقریر کا مختصر تذکرہ اُردو اخبارات میں آچکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں سر آرتھر کی تقریر کے بعض اہم حصے اور انکے مخالفین کے ضروری مباحث الہلال کے صفحات پر درج کر دیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ موافق و مخالف خیالات کا ایک ایسا مجموعہ ہوگا، جس کے مطالعہ سے بیک نظر معلوم ہو جائیگا کہ بحالات موجودہ ڈاروِن کا نظریہ کس منزل میں ہے اور موافق و مخالف دلائل کا وزن کیا ہے۔

ہم پہلے سر آرتھر کی تقریر کا ضروری خلاصہ درج کر دیتے ہیں۔ پھر مخالف مباحث کا خلاصہ درج کرینگے :-

سر آرتھر کا خطبہ

"۵۵ برس ہوئے کہ نشوِ انسانی کی تاریخ، عالمِ وجود میں آئی۔ آج میرا موضوعِ بحث بھی یہی ہے۔ اس بحث کیلئے اس شہر لیڈس سے زیادہ موزوں کوئی مقام نہیں۔ کیونکہ ڈاروِن نے توراۃ کے حامیوں پر اپنا پہلا گولہ یہیں پھینکا تھا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ ڈاروِن کا یہ گولہ کیسا خوفناک تھا اور کس طرح اس فاتح نے تمام مخالفوں سے ہتیار رکھوائے۔ تقریباً ۶۹ برس ہوتے ہیں کہ اسی شہر میں اپنے عہد کے مشہور ترین عالم سر رچرڈ اوین نے ایک طولانی خطبہ دیا تھا اور انسان کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ توراۃ نے انسان کی عمر جتنی قرار دی ہے، وہ اُس سے کہیں زیادہ پرانا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس فیلسوف نے اس نظریہ کا مضحکہ بھی اُڑایا تھا کہ انسان ادنیٰ مخلوقات سے ترقی کر کے اپنے موجودہ درجے تک پہنچا ہے۔ اُسی نے دعویٰ کیا تھا کہ انسان اور بندر میں بہت ہی عظیم فرق ہے۔ اتنا فرق کہ دونوں میں کوئی مشترک علاقہ موجود نہیں، دونوں، دو بالکل علیحدہ علیحدہ جنسیں ہیں۔

اوین اور ہکسلے

سر رچرڈ اپنے زمانے میں اس اکاڈمی کا صدر تھا۔ اُس کے سامعین میں ایک علامۂ عصر ٹامس ہنری ہکسلے، سر رچرڈ کا خوفناک حریف بھی تھا۔ ہکسلے اسوقت جوان تھا۔ اُسے سر رچرڈ سے اس قدر مخاصمت تھی کہ وہ اسی تقریر میں مباحثہ پیش آجانے کی اُمید کرتا تھا مگر اتفاق سے یہ معرکہ پیش نہیں آیا۔

اس واقعے کے دو سال بعد ہماری انجمن کا سالانہ جلسہ آکسفورڈ میں ہوا۔ یہاں سر رچرڈ نے پھر نظریۂ نشو و ارتقاء کا مضحکہ اڑاتے ہوئے دعویٰ کیا کہ انسان دوسرے حیوانات سے بالکل علیحدہ مخلوق ہے۔ اور یہ کہ انسان کے دماغ میں بعض خصوصیتیں ایسی موجود ہیں جو انتھروپوئیڈ (وہ بندر جو انسان سے بہت زیادہ مشابہ ہیں) کے دماغ میں پائی نہیں جاتیں۔

ہکسلے نے اس پر اعتراض کیا اور وہ تاریخی مباحثہ پیش آیا جس نے علمی فتوحات کے لئے میدان صاف کر دیا۔ یہ معرکہ دراصل علم اور تھیولوجی کے درمیان واقع ہوا تھا۔ تمام حامیانِ توراۃ جن کی قیادت آکسفورڈ کا لارڈ بشپ کر رہا تھا، سر رچرڈ کی پشت پناہی پر تھے۔ ہکسلے تنہا تھا لیکن دنیا نے تسلیم کر لیا کہ فتح ہکسلے ہی کو حاصل ہوئی!

اس واقعہ کے تین سال بعد ۱۸۶۳ء میں ہکسلے نے اپنی مشہور کتاب "کائنات میں انسان کی مرکزیت پر دلائل" شایع کی۔ یہ کتاب ہمارے اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ انسان، چھاتی رکھنے والے حیوانات ہی کا فرد ہے، اور اُس سے قریب تر مخلوق وہ بندر ہے جس کا نام "انتھروپوئیڈ" ہے۔

اصلِ انسان

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اُس عہد کی عقل انسانی یہ نظریہ (نظریۂ نشو) قبول کرنے کے لئے مستعد نہ تھی۔ مدتوں سے یہ اعتقاد راسخ تھا کہ انسان ایک مستقل مخلوق ہے۔ لیکن آج حالت بدل چکی ہے۔ اسوقت جو لوگ ڈاروِن کے نظریہ پر یقین نہیں رکھتے، وہ بھی اس کے لئے مستعد ہیں کہ جب یہ نظریہ قطعی دلائل کے ساتھ سامنے آجائے تو تعصب سے انکار نہیں کرینگے۔

نظریۂ نشوِ انسانی، انیسویں صدی کی ایک حیرت انگیز پیدائش ہے۔ چارلس ڈاروِن کا دنیا پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُسی کے غیر معمولی دماغ نے یہ نظریہ ظاہر کیا۔ جس وقت سر رچرڈ اپنا مذکورۂ بالا خطبہ لیڈس میں سنا رہے تھے، ڈاروِن اپنی کتاب "اصل انواع" تصنیف کر رہا تھا۔ ۱۸۵۹ء میں یہ کتاب ظاہر ہوئی۔ مگر اُس کا ظہور کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ اُس نے اچانک ایک عظیم فکری انقلاب پیدا کر دیا۔ ڈاروِن نے قدیم افکار و معتقدات سے یہ بغاوت بیٹھے بیٹھے نہیں کر دی تھی۔ کامل ۲۷ برس اُس کے لئے طیاری کی تھی۔ اُس کی یہ کتاب درحقیقت اعلانِ جنگ تھا۔ اُس کا دوسرا خوفناک حملہ، ایک دوسری کتاب کی صورت میں ہوا۔ اس کا نام "حیوانات پر ماحول کی تاثیر" تھا۔ یہ کتاب ابتک علم الحیات کے حقائق کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے۔ لیکن ابھی فیصلہ باقی تھا۔ دشمن ہنوز میدان میں اڑا ہوا تھا۔ ڈاروِن نے ۱۸۷۱ء میں اپنی تیسری کتاب "تسلسل انسان" شایع کی۔ یہ آخری فیصلہ کن حملہ تھا۔ دشمن سراسیمہ ہو کر بھاگا اور آجتک پھر کبھی مقابلہ میں نہ آسکا!

اُسوقت سے ڈاروِن کے قدم ایسے گڑے کہ پھر کبھی اُکھڑ نہ سکے۔ آج ۵۵ برس گزر چکے ہیں۔ بہت سے نئے حقائق ظاہر ہو چکے ہیں مگر ڈاروِن اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح قائم ہے۔ یہ تمام حقائق اُس کے نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔ بلاشبہ بعض تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں لیکن نظریہ بحیثیت مجموعی ثابت و راسخ ہے۔ اور ہمیشہ یونہی سر بلند رہے گا۔

حفریات

میں نے کہا یہ نظریہ ہمیشہ یونہی سر بلند رہیگا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈاروِن کے بعد علماء نے اُس کا نظریہ چھوڑ نہیں دیا بلکہ کسوٹی پر رکھ کر برابر جانچتے رہے۔ اُنھوں نے قدیم انسان کے آثار کی تلاش شروع کی۔ زمین کھود کر وہ اوزار اور ظروف نکالے جنھیں انسان اپنے اولین عہد میں استعمال کرتا تھا۔ یعنی اُس عہد میں جس کا نام اصطلاح میں عہد بلیسٹوسینی ہے (یہی وہ زمانہ ہے جس میں سطح زمین کا تیسرا طبقہ بنا تھا) یہ عہد اب سے دو لاکھ برس یا ۶ لاکھ برس پہلے تھا۔ اسی قدر نہیں بلکہ علماء کی تحقیقات، عہد بلیسٹوسینی تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی اُس زمانے تک جبکہ زمین کا دوسرا چھلکا بنا ہے۔

ڈاروِن کی وفات سے دس برس بعد ڈاکٹر اوجین ڈیبوا کو اولین انسان کی ہڈیاں ملیں۔ اُس نے اس کا نام "پتھکانتھروپس" یعنی بندر انسان رکھا۔ نیز اُسی زمانے میں ڈاکٹر ریڈ مویر نے مشرقی انگلیا میں زمین کے دوسرے طبقے میں حجری ظروف اور اوزار پائے۔ ان تمام حفریات و آثار سے نشوءِ انسانی پر ڈاروِن کے نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

تسلسلِ انسان

بندر سے مشابہ مخلوق سے انسان کا ظاہر ہونا ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ بحث کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ لیکن یہ نشو و ارتقاء اُس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور غیر منضبط تھا جتنا خود ڈاروِن سمجھتا تھا۔ پہلے علماء خیال کرتے تھے کہ ارتقاء، کامل طور پر ہوا ہے یعنی جسم انسانی کے ہر عضو نے یکساں طور پر تدریجی ترقی کی ہے۔ جانا گیا کہ یہ صحیح نہیں۔ ارتقاء، نہایت غیر منتظم طور پر مختلف موثرات کے تحت واقع ہوا ہے۔ قدیم انسان میں ارتقاء کی یہ بے نظمی موجودہ نسلوں سے کہیں زیادہ واضح تھی۔ دقیق مباحث سے اب ثابت ہو چکا ہے کہ ہر عضو نے تدریجی ترقی نہیں کی۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ کھوپڑی، دماغ، جبڑا، دانت، جلد، بازو، پاؤں وغیرہ وغیرہ اعضاء میں سے ہر عضو بتدریج بندر کی شکل سے ترقی کر کے انسان کی عضویت بنتا گیا، بلکہ یہ ہوا کہ بعض اعضاء ترقی کرتے تھے، بعض ترقی نہیں کرتے تھے، بعض بالکل غائب ہو جاتے تھے۔ ذیل کی مثال سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی:

ڈاروِن کی وفات سے ۳۰ برس بعد یعنی ۱۹۱۲ء میں مسٹر چارلس ڈوسن کو انگلستان کے ایک مقام پلٹڈاؤن (یعنی ڈاروِن کی قیام گاہ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر) ایک پتھرائی ہوئی کھوپڑی اور جبڑا ملا۔ سر آرتھر ووڈوارڈ نے دونوں کی جانچ کی اور فیصلہ کیا کہ یہ دونوں عضو ایک ہی جسم کے ہیں اور یہ مخلوق اب سے ۵ یا ۶ لاکھ برس پہلے زمین پر موجود تھا۔ ان آثار میں کھوپڑی، موٹی دیواروں کی تھی اور موجودہ انسان کی کھوپڑی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی لیکن نیچے کا جبڑا، بندر کے جبڑے کی طرح تھا۔ بعض علماء کے لئے یہ اختلاف، سخت حیرت کا موجب ہوا اور اُن سے اس کے سوا کچھ کہتے بن نہ پڑا کہ یہ دونوں چیزیں، دو مختلف جسموں کی ہیں حالانکہ اگر وہ علم تشریح کے ماہر ہوتے، تو اس غلطی کا شکار نہ ہوتے۔ اُنھیں معلوم ہو جاتا کہ جسم کے بعض اعضا جلد ترقی کرتے ہیں اور بعض بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ارتقاء کی یہ بے ضابطگی بندر نما انسان میں زیادہ واضح پائی جاتی ہے۔ مثلاً اس کی ران کی ہڈی بالکل آدمی کی سی ہوتی ہے مگر کھوپڑی، بندر سے مشابہ ہوتی ہے۔ مذکورۂ بالا انکشاف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس قدیم ترین عہد میں انگلستان کی سرزمین پر ایک ایسی مخلوق آباد تھی جو انسان اور بندر کے بیچ میں تھی۔

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شائع
ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجے کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں ہر ہفتہ

نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شائع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجیے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجیے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہی۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہی
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم نے ہی فراہم کیے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجیے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسی

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بہا جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميين کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوهٔ حسنه ــــ امام ابن قيم کي فن سيرت ميں مشهور آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله ــــ لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر ــــ امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى ــــ خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپيه -

ائمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ــــ في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه ' معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے- اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهين
اور نمبر خريداری ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال
في
مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواہی داشتن گر داغہائے سینه را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياسي ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - ان کي مقبوليت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جا سکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوئي هيں - هم اس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقع ديتے هيں که اس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه   " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ
اسوقت
دنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم"
قلم ہو؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدگی
ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام
دے سکتا ہو
(۳) اتنا خوبصورت، سبز سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے
مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں
کوئی نہیں
کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو
"شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا
چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں
تو
یاد رکھئے
کہ
آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما
گائڈ بک
کی ضرورت ہو
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں رقص گاہوں
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کردے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن
کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہو ایسی
مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین
The Dunlop guide
To Great Britain
کا
دوسرا ایڈیشن ہو
ہندوستان کے
تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے
ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہو

جامع الشواہد
طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہو؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہو؟ قیمت بارہ آنے (۱۲/)
(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو
دمہ
ضیق النفس
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت
ہو
تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب تر
دوا فروش کی دکان سے
فوراً
ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا
منگوا کر
استعمال کیجئے

۱۹۲۷

الہلال

۲۱ جلد

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي موائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher .
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وسیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بهت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هوجائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو میووں اور ترکاریوں کو خشک کرکے ان پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۀ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رساله

نمبر ٢١ کلکته : جمعه ١٥ - جمادی الاولی ١٣٤٦ هجری جلد ١
Calcutta : Friday, 11, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین، که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .
الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٥٩٨ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢٤٠	اردو حروف کی حق مین	٤٣٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٥٩٥	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	٢٧٣	نستعلیق هون	١٥٠

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ١١ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(١) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(٢) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(٣) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(٥) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(٧) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(٨) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(هندو)

هندو عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۰۵۸۲۱۸۲۵

هندو بيواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۰۲۵۰۰۷۵

(مسلمان)

مسلمان عورتوں کي مجموعي تعداد : ۳۲۳۸۹۸۴۸

مسلمان بيواؤں کي مجموعي تعداد : ۴۷۱۲۵۹۳

(صوبوں میں بیوائیں)

مدراس	۴۰۴۶۸۱۲
بمبئي	۱۶۸۱۸۴۹
بنگال	۴۴۴۴۰۵۰
يو٬ پي	۳۷۴۹۵۴۳
پنجاب	۱۲۳۷۷۰۵
برما	۷۴۱۷۴۹
بہار اوڑیسا	۳۲۱۱۳۱۰
صوبۂ متوسط	۱۱۵۵۸۹۲
آسام	۵۷۴۳۰۱
کل برطاني هند	۴۱۰۳۰۵۰۰

هندوستان میں اپاهجوں کي تعداد (سنہ ۱۹۲۱ ع) میں

	دیوانے		بہرے گونگے		اندھے		کوڑھي	
صوبہ	مرد	عورتیں	مرد	عورتیں	مرد	عورتیں	مرد	عورتیں
مدراس	۵۰۳۵	۳۵۰۴	۱۱۹۴۷	۹۳۳۷	۱۸۲۳۰	۱۸۲۶۷	۱۱۶۰۹	۳۹۸۹
بمبئي	۵۸۰۲	۳۲۵۸	۶۵۰۲	۴۲۳۰	۱۶۹۶۹	۱۸۰۸۹	۵۵۳۵	۲۴۲۸
بنگال	۱۱۱۰۲	۷۷۹۱	۱۸۹۳۹	۱۲۳۲۵	۱۸۷۰۲	۱۴۷۶۶	۱۱۴۴۸	۴۰۰۳
يو٬ پي	۴۸۳۷	۲۳۳۸	۱۴۳۱۱	۸۳۶۷	۵۰۷۷۹	۵۴۲۹۳	۱۰۱۰۶	۲۱۹۰
پنجاب	۴۱۱۱	۱۸۵۹	۱۱۷۹۳	۹۵۲۱	۲۹۱۶۶	۲۴۴۹	۱۱۸۸	۴۳۹
برما	۹۲۸۵	۵۲۸۸	۹۴۴۷	۵۴۳۰	۱۱۳۲۵	۱۳۱۹۸	۹۵۸۹	۳۱۷۶
بہار اوڑیسہ	۲۳۳۴	۱۲۰۳	۱۱۴۲۳	۷۲۲۴	۱۳۸۵۲	۱۴۳۱۴	۷۸۴۲	۲۷۵۴
سي٬ پي	۲۰۸۵	۱۲۱۸	۷۶۰۵	۵۲۰۲	۱۵۰۱۴	۲۲۴۸۲	۴۴۵۰	۲۷۶۶
آسام	۲۱۸۷	۱۵۶۵	۳۱۱۵	۲۲۵۵	۲۷۴۷	۲۴۵۹	۳۲۰۸	۱۱۰۲
کل برطاني هندوستان میں	۴۴۹۷۳	۲۸۲۳۴	۹۳۶۴۳	۶۱۷۸۳	۱۸۰۹۵۹	۱۸۹۱۷۶	۹۲۱۸۰	۲۲۹۴۲

(بيواؤں کي تعداد عمر کے اعتبار سے)

۵ برس کي				۱۵۱۳۹
۵	برس سے	۱۰	برس تک کي	۱۰۲۲۹۳
۱۰	"	۱۵	"	۲۷۹۱۲۴
۱۵	"	۲۰	"	۵۱۷۸۹۸
۲۰	"	۲۵	"	۹۶۶۹۱۷
۲۵	"	۳۰	"	۱۵۱۶۰۴۷
۳۰	"	۳۵	"	۲۳۵۴۱۲۲
۳۵	"	۴۰	"	۲۲۳۲۵۶۹

(دنیا کے مختلف ملکوں میں شرح اموات هر هزار انسانوں میں)

آبادي	سنہ ۱۹۲۱ میں	سنہ ۱۹۲۵ میں	
امریکا	۱۰۰۰۰۰۰۰۰	۱۲٫۹	۳٫۵
انگلینڈ	۴۵۴۰۰۰۰۰	۱۴٫۶	۹٫۷
فرانس	۳۹۲۰۹۵۱۸	۱۳٫۷	۱۱٫۵
جرمني	۶۰۰۰۰۰۰۰	۱۶٫۴	۱۳٫۲
جاپان	۶۱۰۸۱۹۵۴	۱۹٫۲	۱۴٫۵
هندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۲۴٫۲	۳۰٫۲
ناروے	۲۶۰۰۰۰۰	۱۳٫۲	۱۱٫۸
نیوزیلینڈ	۱۲۰۰۰۰۰	۹٫۵	۹٫۲
سویڈن	۹۰۰۰۰۰۰	۱۳٫۸	۱۱٫۷

(شرح پیدائش سنہ ۱۹۲۱ع میں)

امریکا	۱۹٫۵
انگلینڈ	۲۲٫۴
فرانس	۱۸٫۵
جرمني	۲۳٫۵
جاپان	۲۴
هندوستان	۳۱٫۸۳
نیوزیلینڈ	۲۱٫۹۴

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں اوسط عمر سنہ ۱۹۲۵ع)

	(سال)
انگلینڈ اور ویلس	۵۱٫۵
ولایات متحدۂ امریکا	۵۵٫۵
نیوزیلینڈ	۶۰٫۰
فرانس	۴۸٫۵
جرمني	۴۷٫۴
اٹلي	۴۷٫۰
جاپان	۴۴٫۳
هندوستان	۲۳٫۷

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بچوں کي شرح اموات في هزار)

انگلینڈ اور ویلس	۵۷
فرانس	۸۵
بلجیم	۱۰۷
جرمني	۱۰۸
اسپین	۱۴۵
اٹلي	۱۶۱
جاپان	۱۶۶
هندوستان	۱۹۴
نیوزیلینڈ	۴۵

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنيا ميں جغرافيائي ' عمراني ' اور اقتصادي لحاظ سے
هندوستان کي موجوده حيثيت کيا هے ؟

(۲)

(برطاني شهنشاهي کي قوميں)

(مجموعي آبادي ۴۴۹۲۲۳۰۰۰)

هندوستاني	۲۴۴۳۰۳۰۰۰
عرب	۵۷۵۳۰۰۰
افغان	۱۵۵۰۰۰۰
پارسي	۱۰۰۰۰۰
يهودي	۱۰۸۴۰۰۰
دوسري قوميں	۳۱۵۰۰۰۰

(يورپين)

برطاني' فرانسيسي' کنيڈي ' بوئر ' وغيره	۶۴۲۷۶۰۰۰

(سياه فام)

نيگرو	۴۶۱۶۶۰۰۰
هندوستاني	۶۱۵۰۰۰۰۰
پاپوئس	۹۶۷۰۰۰
آسٹريليا کے ديسي	۶۰۰۰۰

(زرد فام)

ملاير وغيره	۹۵۵۶۰۰۰
برمي	۷۸۹۰۰۰۰
ترک	۶۱۰۰۰
چيني	۲۳۰۸۰۰۰
تبتي	۳۰۰۰۰۰
مولڈ	۵۳۰۰۰
ديسي امريکن	۱۵۶۰۰۰

(دنيا کي آبادي هر مربع ميل کے حساب کے)

انگليند	۳۷۵
جرمني	۳۱۰
جاپان	۲۵۵
فرانس	۱۸۹
هندوستان	۱۷۷
چين	۱۰۵
روس	۶۴
ولايات متحدۂ امريکا	۳۱

(هندوستان کي آبادي مذهب کے اعتبار سے)

	سنه ۱۹۰۱ ميں	سنه ۱۹۱۱ ميں	سنه ۱۹۲۱ ميں
برهمن	۲۰۷۰۵۰۵۵۷	۲۱۷۳۳۷۹۴۳	۲۱۶۲۶۰۶۲۰
آريا سماج	۹۲۴۱۹	۲۴۳۴۴۵	۴۶۷۵۷۸
برهمو	۴۰۵۰	۵۵۰۴	۶۳۸۸
سکهه	۲۱۹۵۳۳۹	۳۰۱۴۴۶۶	۳۲۳۸۸۰۳
جين	۱۳۳۴۱۴۸	۱۲۴۸۱۸۲	۱۱۷۸۵۹۶
بودهه	۹۴۷۶۷۵۹	۱۰۷۲۱۴۵۳	۱۱۵۷۱۲۶۸ -
پارسي	۹۴۱۹۰	۱۰۰۰۹۶	۱۰۱۷۷۸
مسلمان	۶۲۴۵۸۰۷۷	۶۶۶۴۷۲۹۹	۶۸۷۳۵۲۳۳
عيسائي	۲۹۲۳۲۴۱	۳۸۷۶۲۰۳	۴۷۵۴۰۶۴
يهودي	۱۸۲۲۸	۲۰۹۸۰	۲۱۷۷۸
دوسرے مذاهب	۸۷۱۴۰۴۸	۱۰۳۳۶۲۲۹	۹۷۹۲۶۱۵

(هندوستان کي آبادي جنس کے اعتبار سے)

	مرد	عورت
کل هندوستاني صوبوں کي آبادي	۱۶۳۹۹۵۵۵۴	۱۵۴۹۴۶۹۲۶
مدراس	۲۰۸۷۰۷۴۹	۲۱۴۴۸۲۳۶
بمبئي	۱۰۱۷۶۶۶۹	۹۱۷۷۲۵۰
بنگال	۲۴۱۵۱۲۲۲	۲۲۵۴۴۳۱۴
يوپي	۲۳۷۸۷۷۴۵	۲۱۵۸۸۰۴۲
پنجاب	۱۱۳۰۶۲۶۵	۹۳۷۸۷۵۹
برما	۶۷۵۶۹۶۹	۶۴۵۵۲۲۳
بهار اوڑيسه	۱۶۷۶۳۸۹۶	۱۷۲۲۳۸۲۳
صوبۂ متوسط	۶۹۵۱۳۹۹	۶۹۶۱۳۶۱
آسام	۳۹۶۱۱۰۹	۳۶۴۵۱۲۱
صوبه سرحدي	۱۲۲۹۳۱۶	۱۰۲۲۰۲۴

(هندوستان کي آبادي زبانوں کے اعتبار سے)

هندوستاني	۹۶۷۱۴۳۶۹
بنگالي	۴۹۲۹۴۰۰۹
تيلگو	۲۳۶۰۱۴۹۲
مرهٹي	۱۸۷۹۷۸۳۱
تامل	۱۸۷۷۹۵۷۷
پنجابي	۱۶۲۳۳۵۹۶
راجستاني	۱۲۶۸۰۵۶۲
کناري	۱۰۳۷۴۲۰۴
اوڑيا	۱۰۱۴۳۱۶۵
گجراتي	۹۵۵۱۹۹۲
برمي	۸۴۲۳۲۵۶

هندوستان ميں ۱۴۷ - زبانيں بولي جاتي هيں ۔ ۲۳ - زبانيں دس لاکهه آدميوں سے زياده کے استعمال ميں هيں ۔

(هندوستان ميں بيوائيں سنه ۱۹۲۱ ميں)

عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۵۴۹۴۶۹۲۶

بيواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۶۸۳۴۸۳۸

هو سکتي جبتک که مبلغ مشرقي زبانوں خصوصاً عربي میں مهارت حاصل نه کریں - چنانچه سنه ۱۳۱۱ع میں پوپ اکلمنٹس پنجم کي زیر صدارت وائنا میں کانفرنس منعقد هوئي ' اور اُس نے فیصله کیا که فرانس ' انگلستان ' اٹلي ' اور اسپین کے علمي مرکزوں میں ' عربي ' عبراني ' اور سریاني ' زبانوں کي باضابطه تعلیم جاري کي جائے -

(فرانس کا مدرسهٔ طب)

سلوسٹر دي ساسي
جس نے جدید مشرقیات کي بنیاد رکهي

اِس سے پہلے مونپلیه (فرانس) میں ایک طبي مدرسه سنه ۱۲۲۰ع میں قائم هوچکا تها - اُس میں تعلیم کا تمام دار و مدار اندلسي علماء پر تها - عربي زبان کي باقاعده تعلیم هوتي تهي تاکه طبي و عقلي علوم کي تحصیل کامل طور پر هو سکے - سنه ۱۳۶۱ع میں وسطی یورپ کي پهلي یونیورسٹي کراکو (پولینڈ) میں قائم هوئي - اِس کے چارسال بعد وائنا کي یونیورسٹي وجود میں ائي -

(اسلامي فلسفه اور مسیحي کلیسا)

اِس کے بعد جب یورپ میں تعلیم گاهوں کي کثرت هوگئي تو سامي زبانوں ' خصوصاً عربي کي تعلیم بهت عام هوگئي - مگر اب پادریوں کي جماعت عربي سے خوف کهانے لگي تهي - ابن رشد ' ابن سینا ' رازي ' ابن زهر ' وغیره حکماء اسلام کي تصانیف ' اُن کے خیال میں کفر و الحاد کا منبع تهیں - اِس لیے وہ طالب علموں کو بڑي سختي سے اِن تصانیف کے درس و مطالعه سے روکتے تهے -

(اٹلي میں عربي زبان کي مقبولیت)

لیکن پادریوں کي یه مخالفت زیاده کار آمد نهیں هوئي - عربي زبان اور کتابوں کا شوق برابر ترقي هي کرتا گیا - چنانچه اُسي زمانے میں اٹلي کے بعض امراء ' عربي زبان کے اِس قدر دلداده هوگئے تهے که اُسے اپني تحریر و تقریر کي زبان قرار دیدینا چاهتے تهے - اُن کے محلوں میں عربي زبان کے سوا کوئي دوسري زبان سني نهیں جاتي تهي - اُن کے درباروں میں عرب علماء کا هجوم رهتا تها -

(شاہ سسلي اور شریف ادریسي)

اِن امراء میں روجرؔ دوم شاہ سسلي بهت زیاده مشهور هے - یهي وہ پادشاہ هے جسے شریف ادریسي نے چاندي کا کرہ نذر کیا تها - اِس میں زمین کے پهاڑ ' سمندر ' اور اقلیمیں صاف صاف دکهائي گئي تهیں - نیز اِسي کے نام پر ادریسي نے اپني مشهور کتاب " نزهة المشتاق في اختراق الآفاق " تصنیف کي تهي - ادریسي نے اِس پادشاہ کي بهت تعریف لکهي هے ' اور اُسے روم کے بادشاہ سے زیاده عادل اور نیک بتایا هے -

صفدي نے " الوافي بالوفیات " میں لکها هے که " پادشاہ نے ادریسي کو طلب کرکے کها تها - میں زمین کے چشم دید حالات معلوم کرنا چاهتا هوں نه که صرف کتابوں میں لکهے هوئے حالات - چنانچه ادریسي کے مشوره سے بادشاہ نے عقلمند آدمي دنیا کے مختلف ممالک کے مشاهدے کے لیے بهیجے - هر ایک کے ساتهه ایک مصور بهي کردیا تها ' تا که هر جگه کي تصویریں اور نقشے طیار کرتے جائیں - یه تمام معلومات ' تصویریں ' اور نقشے ' ادریسي کے پاس جمع هوتے رهے ' یهاں تک که بادشاہ کي آرزو پوري هوگئي " نیز صفدي نے لکها هے که بادشاہ ' ادریسي کي ازحد تعظیم و تکریم کرتا تها - حتي که اُسے اجازت دے رکهي تهي که وہ اپني سواري هي پر دربار تک چلا آیا کرے اور خود پادشاہ کے ساتهه تخت پر بیٹهے !

(سب سے پهلا مطبوعه قرآن)

اِسي طرح اٹلي کے دوسرے امراء و سلاطین کو بهي عربي زبان سے بهت محبت تهي - فرڈریک دوم (جو چهٹي صلیبي کا سپه سالار تها) عربي میں پوري طرح ماهر تها - اِسي قدر نهیں بلکه مطبع کي ایجاد کے بعد هي اٹلي کے کئي علم دوست امرائي خاندانوں نے مشرقي اور عربي کتابوں کي طباعت بهي شروع کردي - بحر اڈریاٹک پر پهلا مطبع شهر وانو میں قائم هوا (سنه ۱۹۲۴) یه مطبع خاندان منڈیسیس نے قائم کیا تها - اِس میں قران مجید اور عربي زبان کي متعدد طبي و علمي کتابیں چهاپي گئي تهیں -

(عربي کتابوں کے ترجمے)

اٹلي کي تقریباً تمام بڑي بڑي تعلیم گاهوں میں اُس وقت عرب اساتذه درس دیتے تهے - واقعه یه هے که یورپ میں سب سے پہلے اٹلي هي نے عربي زبان کي قدر کي ' اور اُس سے فائده اُٹهایا - لاطیني زبان میں بهت سي عربي کتابوں کے ترجمے کیے گئے - بقراط اور ارسطو وغیره کے عربي ترجمے اور شرحیں ترجمه هوئیں - گروڈو کریمونا نامي ایک اٹالین نے ستر سے زیاده علمي کتابیں عربي سے لاطیني میں منتقل کي تهیں - اصل عربي کتابیں اب مفقود هیں - مگر یه ترجمے موجود هیں -

(پادریوں کا مدرسه)

سنه ۱۵۸۴ع میں پوپ گیریگوري سیزدهم نے روم میں پادریوں کے لیے ایک مدرسه قائم کیا - اِس مدرسه نے عربي زبان کي بهت خدمت کي - اِس کے تعلیم یافته لوگوں میں جبل لبنان کے تین نوجوان ' جبرائیل صیهوني ' ابراهیم حلاقاني ' سمعان سمعاني بهي تهے - اُنهوں نے بهت سي عربي کتابیں ' لاطیني میں ترجمه کیں -

(اسپین اور پرتگال)

یه عجیب بات هے که اسپین اور پرتگال نے عربي زبان سے بهت کم دلچسپي لي - حالانکه اسپین میں کامل آٹهه سو برس تک عربي تمدن قائم رهچکا تها - عربي عهد میں اندلس کي سرکاري اور ملکي زبان عربي تهي - خود اسپیني امراء بهي عربي سیکهنے اور بولنے کو باعث فخر سمجهتے تهے - مگر پهر بهي اسپینیوں کو کوئي خاص شغف عربي سے نهیں هوا - مسیحي اسپین میں پهلا عربي مدرسه طلیطله میں قائم هوا - یه گیارهویں صدي مسیحي کے

ایٹین کاترمیر
جسنے مقدمه ابن خلدون شائع کیا

(برطاني هندوستان میں شرح پیدائش و موت سنه ۱۹۲۴ ع)

تنفس کي بیماریوں سے	چیچک سے	هیضه سے	بخار سے	مجموعي تعداد اموات	بچوں کا تناسب اموات	تناسب اموات	مجموعي تعداد پیدائش	تناسب پیدائش	آبادي	صوبه
۶۴٬۷۸۲	۱۸٬۸۱۰	۵۱٬۹۷۱	۳٬۲۴٬۲۵۹	۱۰٬۰۶٬۰۴۳	۱۷۹٫۰۲	۲۴٫۶۵	۱۴٬۳۰٬۸۵۸	۳۴٫۶۹	۴۱۰۰۲۶۰۶	مدراس
۲۸٬۹۲۶	۱۱٬۱۵۲	۸٬۳۳۶	۲٬۱۴٬۵۶۳	۵٬۲۹٬۵۷۶	۱۹۰٫۳۶	۲۷٫۶۳	۶٬۷۹٬۳۴۱	۳۵٫۶۹	۱۹۱۵۵۶۱۴	بمبئي
۲۶٬۹۴۹	۵٬۵۶۷	۴۸٬۵۱۴	۹٬۱۲٬۴۰۳	۱۲٬۰۳٬۲۴۱	۱۸۳٫۹	۲۵٫۹	۱۳٬۷۰٬۱۱۴	۲۹٫۵	۴۶۵۲۲۲۹۳	بنگال
۲۷٬۴۱۲	۴٬۷۲۴	۶۷٬۰۰۰	۹٬۴۷٬۸۰۷	۱۲٬۸۳٬۸۷۲	۱۹۱٫۶۰	۲۸٫۲۹	۱۵٬۷۳٬۸۱۰	۳۴٫۷۲	۴۵۳۷۵۷۸۷	یو، پي
۵۴٬۴۸۸	۴٬۰۴۰	۳٬۳۵۱	۴٬۵۲٬۱۸۷	۸٬۹۱٬۰۲۶	۲۱۲٫۴۹	۴۳٫۴۳	۸٬۲۱٬۶۸۵	۴۰٫۱	۲۰۵۱۷۶۰۶	پنجاب
۱۱٬۰۹۸	۲٬۵۰۱	۸٬۰۸۳	۷۵٬۲۸۸	۲٬۳۳٬۱۶۴	۱۹۷٫۵۲	۲۱٫۵۱	۲٬۹۳٬۵۸۵	۲۷٫۴۰	۱۰۸۲۲۶۱۸	برما
۶٬۹۰۶	۶٬۹۳۲	۷۷٬۴۸۰	۱٬۱۰٬۶۳۵	۹٬۸۹٬۷۶۳	۱۵۸٫۲۰	۲۹٫۱	۱۲٬۱۴٬۱۴۶	۳۵٫۷	۳۴۰۰۲۱۹۸	بہار اڑیسه
۳۷٬۱۳۶	۹۷۸	۹٬۷۰۴	۲٬۴۰٬۹۴۴	۴٬۵۳٬۳۶۲	۲۳۴٫۵۰	۳۲٫۵۹	۳٬۱۴٬۶۶۸	۴۴٫۱۸	۱۳۹۱۲۷۶۰	سي، پي
۶٬۷۰۸	۱٬۶۴۷	۱۹٬۱۸۲	۱٬۱۳٬۱۹۸	۱٬۸۷٬۱۲۷	۱۸۴٫۳۲	۲۷٫۳۰	۲٬۱۲٬۷۵۵	۳۱٫۰۴	۶۸۵۲۲۴۲	آسام
۳٬۳۳٬۹۳۶	۵۵٬۳۸۰	۲٬۹۳٬۷۰۷	۴۰٬۰۷٬۶۶۲	۶۸٬۷۹٬۲۸۶	۱۸۸٫۳۳	۲۸٫۴۹	۸۳٬۱۷٬۴۰۳	۳۱٫۴۴	۲۴۱۴۶۹۰۲۶	کل برطاني هند

مستشرقین اور استشراق

(عربوں اور اهل یورپ کے علائق)

عربوں کا اهل یورپ سے تصادم اور اتصال اُس وقت سے شروع هوتا هے، جب عربوں نے شام و مصر اور دوسرے رومي مقبوضات پر فاتحانه اقدام کیا تها - اسپین اور پرتگال کي فتح نے عربوں کو خود یورپ میں پہنچا دیا - پھر جب دوسري، تیسري، اور چوتھي صدي هجري میں بنو امیه نے اپني خلافت اندلس میں قائم کرلي، تو یورپ سے تعلقات اور بهي زیاده هوگیے - تیسري صدي میں جزیرۂ سسلي کي فتح اور جنوبي اٹلي میں عربي اثر نے یه تعلقات اور زیاده وسیع کردیے -

اس کے بعد صلیبي جنگوں کے زمانے میں تصادم و اتصال نہایت سخت هوگیا - اهل یورپ مشرق کا تمدن، اخلاق، اور علوم دیکهه کر دنگ هوگئے - مال و جان کے بے شمار نقصان کے ساتهه، تمدني، علمي، اخلاقي فوائد بهي بے شمار حاصل کیے - بہت سے صلیبي مجاهدین نے عربي زبان کي باقاعده تحصیل کي - اُن کے متعدد امراء اور سپه سالار عربي زبان اور عربي تمدن کے دل سے حامي هوگئے -

(یورپ پر عربوں کا علمي اثر)

یورپ میں عربي زبان اور تمدن کی مقبولیت کا آغاز اِس سے پہلے هوچکا تها - یورپ کے مختلف ممالک سے طالب علم اسلامي اسپین میں آتے تھے اور مسلمان اساتذه سے تعلیم حاصل کرتے تھے - خود پوپ سلوسٹر دوم، جو سنه ۹۹۹ ع میں پاپائیت کے منصب پر پہنچا، عربوں کا شاگرد تها - اِس نے قرطبه اور اشبیلیه میں مسلمان علماء سے ریاضي، هیئت، اور جغرافیه کي تعلیم حاصل کي تهي - اِسي طرح شاه لیون اور استوریا نے بهي قرطبه میں علم طب حاصل کیا تها -

والٹیر کا بیان هے که قدیم زمانے میں تمام یوروپین بادشاه، عرب اور اُن کے شاگرد یہودي اطباء اپنے درباروں میں رکھتے تھے - اور اسپین اور اُس کے پڑوسي ممالک کے بکثرت مسیحي باشندے بهي عربي زبان کي تحصیل کرتے تھے، تاکه عربي سلطنت میں ملازمت حاصل کرسکیں یا عربي ممالک میں تجارت کریں -

(مسیحي تبلیغ اور عربي زبان)

چودھویں صدي کے اوائل میں عربي زبان کے لیے یورپ میں ایک خاص سرگرمي پیدا هوگئي - روم کے پوپ نے قرون وسطی میں رهبانیت کا ایک نیا نظام جاري کیا تاکه ایشیا، افریقا، اسپین اور سسلي کے غیر مسیحي باشندوں میں مسیحیت کي تبلیغ کي جائے - لیکن تجربے سے معلوم هوگیا که اِس مقصد میں کامیابي نہیں

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

(۳)

(مزدور اور کمیونسٹ)

تمام پچھلی سوسائٹیوں کی تعمیر ' جیسا کہ بیان ہوا ' ظالم اور مظلوم جماعتوں کی باہمی دشمنی کی بنیادوں پر ہوئی تھی - لیکن کسی جماعت پر ظلم جاری رکھنے کیلیے کم سے کم یہ ضروری ہے کہ اُسے اُن حالات کی ضمانت دیدی جائے ' جو اُسکا غلامانہ وجود برقرار رکھہ سکیں - قدیم سوسائٹی میں یہ بات حاصل تھی ' چنانچہ لگانی اسامیوں نے جاگیرداری کے عہد ہی میں نیابی مجالس کی ممبری کا حق حاصل کر لیا تھا - لیکن موجودہ سرمایہ دار عہد میں مزدوروں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے - وہ صنعت کی ترقی کے ساتھہ ساتھہ بڑھنے اور اونچا ہونے کی جگہ اپنے معاشرتی حالات کے بھنور میں اور بھی زیادہ غرق ہوتے چلے جاتے ہیں - حتی کہ شبینہ تک کو محتاج ہوگئے ہیں - انکی محتاجی کہیں ختم نہیں ہوتی ' بلکہ آبادی اور دولت کی ترقی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھہ بڑہ رہی ہے !

پس یہ بات صاف ہے کہ اب سرمایہ دار نہ تو سوسائٹی کے اندر اپنی حکمراں حیثیت برقرار رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں' اور نہ اپنے جماعتی معاشرتی نظام کو بطور ایک برتر قانون کے اسپر عائد کرسکتے ہیں - اب وہ حکومت کرنے کے قابل ہی نہ رہے :- وہ اپنے غلاموں کو انکے غلامانہ وجود کی بھی ضمانت نہیں دے سکتے اب سوسائٹی ہرگز سرمایہ دار طبقہ کے ماتحت نہیں رہ سکتی - کیونکہ اسکا وجود سوسائٹی کیلیے مفید نہیں رہا -

سرمایہ دار طبقہ اور سرمایہ دار حکومت کی بنیاد اُجرتی محنت پر ہے' اور اُجرتی محنت کا دار و مدار مزدوروں کے باہمی مقابلہ پر ہے - صنعت کی ترقی ' جسکا خود ساختہ اور نا قابل مقابلہ ایجنٹ سرمایہ دار ہے ' مزدوروں کی باہمی پھوٹ کو ایک انقلابی اتحاد سے بدل رہی ہے ' اور وہ انجمنوں کی صورت میں ظہور پذیر ہو رہا ہے -

لہذا موجودہ صنعت کی ترقی کے ساتھہ ساتھہ سرمایہ دار طبقہ کی وہ بنیاد بھی کٹ کٹ کر اسکے پیروں کے نیچے سے نکل رہی ہے جسپر اسکی پیداوار اور تصرف کا نظام قائم ہے - وہ اسکی پیداوار ہی ہے جو اب سب سے زیادہ اسکی دشمنی پر تل گئی ہے اور اسکی لاش کیلیے قبر کھود رہی ہے - سرمایہ داروں کا زوال اور مزدوروں کی فتح دو برابر درجہ کی اٹل چیزیں ہوگئی ہیں -

(٤)

جب جب معاشرتی حالات میں کوئی تاریخی تبدیلی ہوئی ہے ' تو تمام املاکی رشتوں میں بھی مسلسل تاریخی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں - مثلاً انقلاب فرانس نے سرمایہ دارانہ ملکیت کی حمایت میں جاگیر دارانہ ملکیت منسوخ کردی تھی -

کمیونزم کی امتیازی خصوصیت عام ملکیت کی منسوخی نہیں ہے ' بلکہ صرف سرمایہ دارانہ ملکیت کی منسوخی ہے - موجودہ سرمایہ دارانہ ملکیت ایک انتہائی اور کامل ظہور ہے پیداوار اور اسکے استعمال کے اُس نظام کا ' جو سراسر جماعتی نزاع اور باہمی تخریب پر مبنی ہے -

کمیونسٹ اپنے نظریہ کو صرف ایک جملہ میں بیان کر سکتے ہیں - " سرمایہ دارانہ نوع کی ملکیت کی منسوخی "

ہم کمیونسٹوں کو ملامت کی جاتی ہے کہ ہم شخصی ملکیت منسوخ کر دینی چاہتے ہیں جو محنت سے حاصل کی گئی ہے ' اور جسکے متعلق دعوی کیا جاتا ہے کہ شخصی آزادی ' جماعتی جد جہد ' اور قومی خود مختاری کی بنیاد ہے -

" بڑی دشواری سے حاصل کی ہوئی ' خود کمائی ہوئی ' خود جمع کی ہوئی ملکیت ! " کیا اِس قول سے تمہارا مقصود چھوٹے چھوٹے سوداگروں اور کسانوں کی ملکیت ہے جو سرمایہ دارانہ ملکیت کا ہیولی پیش کرتی ہے ؟ ہمیں اسکے منسوخ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں - صنعت کی ترقی نے خود ہی اُسے منسوخ کردیا ہے اور برابر کر رہی ہے -

یا تمہارا مقصود موجودہ سرمایہ دارانہ ملکیت ہے ؟

کیا اجرتی محنت ' یعنی مزدور کی محنت خود مزدور کیلیے کوئی ملکیت پیدا کرتی ہے ؟ ہرگز نہیں - وہ تو صرف " سرمایہ " پیدا کرتی ہے - یعنی " ملکیت " پیدا کرتی ہے جو اجرتی محنت سے فائدہ اٹھاتی ہے ' اور صرف اسی حالت میں بڑہ سکتی ہے جبکہ اجرتی محنت کی نئی نکاس برابر ہوتی رہے - ملکیت اپنی موجودہ شکل میں سرمایہ اور اجرتی محنت کی باہمی نزاع پر قائم ہے - آؤ ہم اِس نزاع کے دونوں پہلوؤں کی جانچ کرلیں !

سرمایہ داری فی نفسہ کوئی شخصی پیداوار نہیں ہے ' بلکہ سرتاسر اجتماعی حیثیت رکھتی ہے - کیونکہ سوسائٹی کے بے شمار ارکان کے متحدہ عمل سے وجود میں آتی ہے -

اسی طرح سرمایہ بھی شخصی نہیں ہے ' بلکہ ایک اجتماعی طاقت کا نام ہے -

لہذا جب سرمایہ ' عام ملکیت کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے ' یعنی سوسائٹی کے تمام ارکان کی ملک بنا دیا جاتا ہے ' تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ شخصی ملکیت عام ملکیت بنا دی گئی - کیونکہ یہاں شخصی ملکیت کا وجود ہی نہیں تھا - البتہ جو چیز بدلی جاتی ہے ' وہ ملکیت کی صرف معاشرتی حیثیت ہے - یعنی ملکیت سوسائٹی میں اپنی انفرادی طاقت کھو دیتی ہے -

اب ہم اجرتی محنت کا مسئلہ لیتے ہیں :

اجرتی محنت کی اوسط شرح کم سے کم ہے - یعنی مزدور کو اتنی رقم ملتی ہے ' جس سے وہ بمشکل اپنی زندگی قائم رکھہ سکتا ہے - پس اسی طرح مزدور اپنی محنت سے جتنی اجرت حاصل کرتا ہے ' وہ اتنی کم ہوتی ہے ' جس سے اسکی نہایت سادہ زندگی کی ضمانت ہو سکتی ہے - ہم کسی طرح بھی محنت کی پیداوار کا یہ شخصی استعمال منسوخ کرنا نہیں چاہتے - ایسا استعمال جو انسانی زندگی کے بقاء اور دوام نسل کیلیے نا گزیر ہے - البتہ ہم اِس استعمال کی وہ افسوسناک حیثیت ضرور مٹا دینی چاہتے ہیں جسکی وجہ سے مزدور صرف سرمایہ بڑھانے کیلیے زندہ رہتے ہیں ' اور صرف اتنے عرصہ تک زندہ رہتے ہیں ' جبتک حکمران طبقہ کے مفاد کو انکی ضرورت رہتی ہے -

سرمایہ دارانہ سوسائٹی میں ہمیشہ ماضی ' حال پر حکومت کرتا ہے - لیکن کمیونسٹ سوسائٹی میں حال ' ماضی پر حکمراں ہوتا ہے - سرمایہ دارانہ سوسائٹی میں سرمایہ ' آزاد اور مستقل

اوائل کا واقعه ہے - پهر سنه ۱۲۵۴ ع میں اشبیلیه میں ایک عربي لاطیني تعلیم گاه بهي جاري هوگئي ، مگر کوئي خاص ترقي نه هو سکي -

(عربي کتابیں یورپ نے کب سے جمع کرنا شروع کیں ؟)

پندرهویں صدي یا چودهویں صدي سے یوروپین قوموں نے عربي کتابیں مشرقي ملکوں سے خریدنا شروع کیں - لویس نهم شاه فرانس نے سب سے پہلے عربي کتب خانے قائم کرنے کي رسم جاري کي - یه خیال اُسے اِس طرح پیدا هوا که صلیبي جنگوں کے زمانے میں بعض یوروپین نے دیکها تها که مسلمان بادشاهوں کے پاس بڑے بڑے کتب خانے هیں ، جن میں بیٹهکر وه به اوقات فرصت کتابوں کا مطالعه کیا کرتے هیں - لویس نهم نے یه سنا تو اُس نے خود بهي اپنے لیے ایک کتب خانه قائم کیا - یه واقعه تیرهویں صدي کا ہے - اِس کے بعد لویس چهاردهم نے ایک آسٹرین عالم کو مشرقي ممالک میں خاص اِس غرض سے بهیجا که اُس کے لیے کتابیں خریدے -

بیرزي
جسنے قاموس کا تتمه مرتب کیا

اِس طرح انیسویں صدي کے وسط هي میں یورپ میں عربي کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیره جمع هوگیا تها - کم سے کم دو لاکهه پچاس هزار قلمي کتابیں کتب خانوں میں داخل هوگئي تهیں -

(یورپ میں عربي کتب خانے)

یورپ اور امریکا میں عربي کے بڑے بڑے کتب خانے بہت سے شهروں میں موجود هیں - ذیل میں صرف چند کے نام ذکر کیے جاتے هیں :

لینن گراڈ ، برلن ، پیرس ، لندن ، لپزیک ، مونیخ ، وائنا ، لیڈن ، آکسفورڈ ، ایڈنبرا ، ڈبلن ، کیمبرج ، نیویارک ، شیکاگو ، کلیفورنیا وغیره -

هر کتب خانے میں مرتب و منضبط فهرستیں موجود هیں - هر کتاب پر مفصل تقریظ لکهي گئي ہے - بعض فهرستیں عام هیں اور اُن سے ایک نظر میں معلوم هو جاتا ہے که کون کون کتاب کس کس کتب خانے میں موجود ہے ؟ یه کتب خانے برابر ترقي کر رہے هیں - نادر سے نادر کتابیں غیر معمولي جد و جهد اور صرف کثیر سے جمع کي جاتي هیں -

(عربي کي باقاعده تدریس)

یورپ کو دیني تعصبات سے جب نجات ملي اور اُس کي جگه ملک گیري کي هوس نے لیلي ، تو عربوں اور دوسري مشرقي قوموں کے علوم و آداب سے واقفیت پیدا کرنے کي عام طور پر ضرورت محسوس هونے لگي - چنانچه اٹهارهویں صدي کے اواخر میں علم المشرقیات نے ایک منظم علم کي صورت اختیار کرلي ، اور اُسکي باضابطه تعلیم و تدریس هونے لگي -

سب سے پہلے سنه ۱۷۵۳ ع میں آسٹریا نے مشرقي زبانوں کا ایک مدرسه قائم کیا - اِس میں حکومت کے سفراء اور ملک کے تاجروں کو تعلیم دي جاتي تهي - سنه ۱۷۹۵ ع میں فرانس نے اِسي مقصد سے ایک تعلیم گاه جاري کي - سنه ۱۸۸۷ ع میں جرمني نے اِس کي تقلید کي - اس کے بعد روس ، انگلستان ، اور اٹلي نے بهي ادهر توجه کي - لیکن یه واقعه ہے که سولهویں صدي سے یورپ کي هر یونیورسٹي میں ، خصوصاً انگلستان ، جرمني ، اور هالینڈ کي درس گاهوں میں عربي زبان داخل نصاب هوچکي تهي -

هرٹوبگ ڈیرنبرگ
جسنے پچاس کتابیں عربي ادب و تاریخ کي شائع کیں

(ائمۂ مستشرقین)

یورپ کو مشرقي زبانوں سے جو شغف رها ہے ، اُس کا ایک نمایاں ثبوت اُن مستشرقین کا وجود ہے ، جنهوں نے اپني پوري زندگي اِن علوم کے لیے وقف کردي ہے - بہت سے مستشرق متعدد مشرقي زبانوں کے عالم تهے - مثلاً جرمن لرتلف مشرق و مغرب کي ۲۵ زبانوں کا عالم تها - سلوسٹر دي ساسي فرنچ مستشرق بیس زبانوں میں ماهر تها - یهي حال سوئٹزر لینڈ کے ولي برسمي اور جرمن محدق هرمل کا تها - ڈچ عالم ڈوزلي سات زبانوں میں اِس طرح انشا پردازي کرتا تها ، گویا اُس کي مادري زبانیں هیں - یهي حال هنگرین پروفیسر ویمبري کا تها - وه هنگرین ، ترکي ، عبراني ، اور لاطیني زبانوں کا مستند عالم تها -

یورپ نے صرف عربي کے مدارس قائم کرنے هي پر اکتفا نهیں کیا ، بلکه مشرقي زبانوں کي بحث و تحقیق کے لیے علمي انجمنیں بهي قائم کیں - سب سے پہلے سنه ۱۷۷۸ ع میں هالینڈ نے بٹاویا (جاوا) میں اِس قسم کي انجمن قائم کي تهي - پهر سنه ۱۷۸۴ ع میں ایشیاٹک سوسائٹي کلکته میں قائم هوئي - سنه ۱۸۰۵ میں ایک ایسي هي انجمن بمبئي میں بنالي گئي -

پیرس کي انجمن سب سے زیاده اهم ہے - یه سنه ۱۸۲۲ ع میں قائم هوئي - اِس کے بانیوں میں یورپ کا مشهور ترین مستشرق اور عربي زبان کا فاضل ، سلوسٹر دي ساسي تها - اسي سے جرمن ، ڈچ ، سواڈش ، اور اٹالین مستشرقین نے استفاده کیا - درحقیقت انیسویں صدي میں عربي زبان کا یورپ میں سب سے بڑا علم بردار یهي شخص تها - اُس نے عربي کي تحصیل علماء یورپ کے لیے نهایت آسان کردي -

* * *

جي - براؤن
مشهور انگریز مستشرق

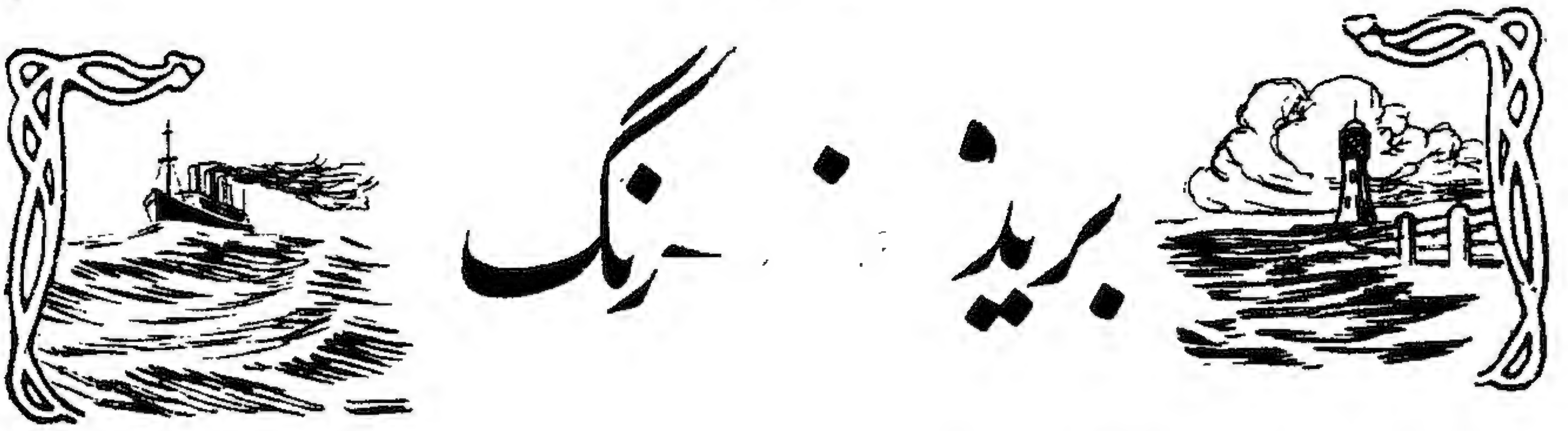

برید فرنگ

یورپ میں ایک مشرقي درویش

علماء و اطباء کي حیراني

طاهر بے جو زمین میں زندہ مدفون ہوجاتا ہے !

قارئین الہلال کو یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ریوٹر ایجنسي نے پیرس سے یہ خبر شائع کي تھي کہ " طاہر بے نامي ایک مشرقي درویش کے اعمال نے تمام پیرس میں دلچسپي پیدا کردي ہے - بڑے بڑے ڈاکٹروں کي ایک جماعت نے اس کے اعمال کا مطالعہ کیا ہے ' اور ان کے بے لاگ ہونے کي شہادت دي ہے "

آج کل یہ شخص انگلستان میں ہے - گریفک کے مقالہ نگار نے ایک مبسوط مقالہ لکھہ کر اس کي شخصیت سے دنیا کا تعارف کرایا ہے اور اس کے مختلف اعمال و غرائب کي تصویریں بھي شائع کي ہیں - مقالہ نگار لکھتا ہے :

" پیرس میں گزشتہ دو سال سے وقتاً فوقتاً ایک پر اسرار شخصیت دیکھنے میں آئي ہے - یہ میانہ قد آدمي جسکے بدن کا رنگ زیتون کا سا اور ڈاڑھي سیاہ ہے ' یوري مغربي نفاست کے ساتھہ ملبوس رہتا ہے - اس کے مطمئن چہرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جوان نے بہت دنوں سے اپنے دل کي صفائي کا راز جان لیا ہے - یہ پر اسرار شخص مشہور درویش طاہر بے ہے " جس نے گذشتہ ڈھائي سال سے یورپ کو اپنے کمالات سے حیرت میں ڈال دیا ہے -

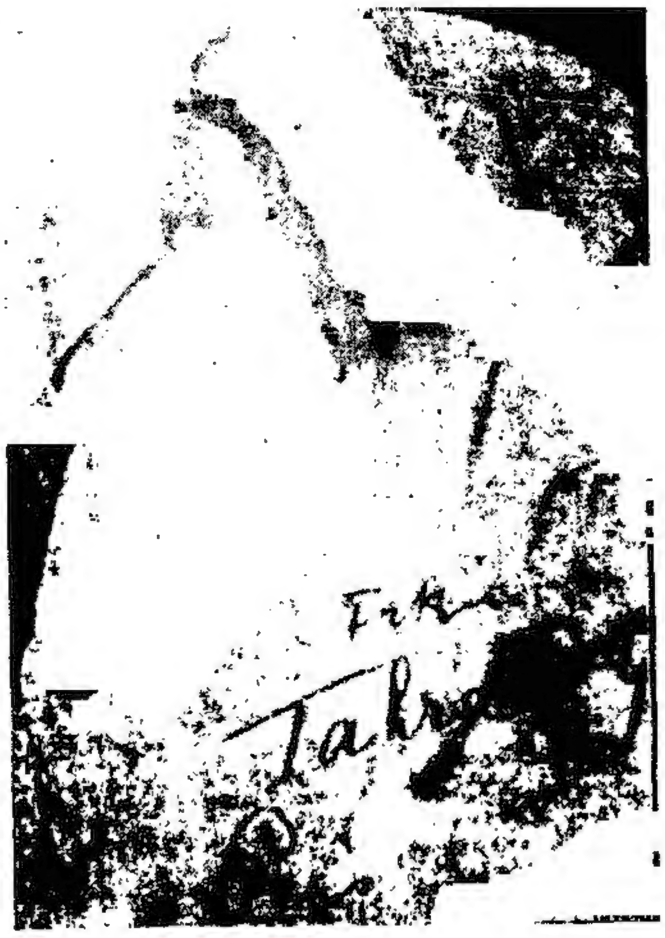

طاہر بے

یہ سنہ ۱۸۹۷ع میں طنجہ میں پیدا ہوا - اسکي پیدائش کے وقت ہي اسکي ماں کا انتقال ہوگیا تھا - اسلیے تعلیم و تربیت کے لئے قدیم دستور کے مطابق فقراء کے گروہ میں رکھدیا گیا ' اور اس طرح ابتدا ہي سے فقیري کي آب و ہوا میں نشو و نما پائي - سنہ ۱۹۰۵ - میں قسطنطنیہ آیا اور ترکي لڑکوں کي طرح معمولي تعلیم حاصل کي - اسکے بعد اس نے علم طب پڑھکر طبیب کي سند حاصل کرلي -

اسکي زندگي خاموش مطالعہ اور غور و فکر میں گزري ہے ' اور جبتک اس نے اپنے ابا و اجداد کا پر اسرار علم حاصل نہیں کر لیا ' لوگوں کو اُس کے کمالات کي کوئي خبر نہیں ہوئي - سنہ ۱۹۱۹ع میں اس نے ایک جمعیت قائم کي جسکا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے تمام ڈاکٹروں اور فلسفیوں کے سامنے روحانیت کے مسائل اور تجارب پیش کرے -

یورپ ' جنوبي امریکہ ' اور انگلینڈ کے بڑے بڑے شہروں میں طاہر بے نے صرف ڈاکٹروں ہي کو نہیں بلکہ عامۃ الناس کو بھي عجیب عجیب اعمال دکھلائے ہیں جنکي کوئي علمي توجیہ ابتک نہیں کي جا سکي -

پہلے پہل جولائي سنہ ۱۹۲۵ میں یہ پیرس میں وارد ہوا - وہ چند ماہ اٹلي میں بھي گزار چکا تھا - روم ' نیپلس ' پیلرمو ' فلورنس ' اور بولونا میں اس نے اپنے تجربے علم کے بڑے بڑے ماہرین کو دکھلائے تھے - کئي ہفتوں تک اطالوي اخبارات اس کے کار ناموں سے لبریز رہے - روم میں ارکان حکومت اور سفارتي عملہ کے سامنے اس نے اپنے فن کے مظاہرے کیے - خود مسولیني نے بھي چند بار چیگي محل میں اس کا استقبال کیا تھا - شاہ وکٹر ایمینوئل نے بھي اپنے حضور میں بلایا - شاہ جارج پنجم نے بھي جو اُن دنوں پیلرمو میں مقیم تھے ' اس کے اعمال دیکھنے کي خواہش ظاہر کي -

پیرس میں پہلے علماء نے ایک خاص جلسہ میں اسکے کمالات کا مشاہدہ کیا تھا جہاں پیرس کے مشہور اخبارات کے نمایندے بھي بلائے گئے تھے - یہ واقعہ ہے کہ فرانسیسي علماء اس کے اعمال دیکھکر حیرت زدہ ہوگئے اور متفقہ طور پر یہ رائے قائم کي کہ " اسکے اعمال شعبدہ بازي سے پاک ہیں " لنڈن کے ایک بڑے تھیٹر میں بھي جہاں کي ایک کرسي بھي خالي نہیں رہي تھي ' اسکے کمالات دیکھے گئے - چونکہ تقریباً تیس آدمي بیہوش ہوگئے تھے ' اسلیے اسکا عام مظاہرہ بند کردیا گیا ؟

خود طاہر بے کا بیان یہ ہے کہ " میرے کام میں کوئي شعبدہ نہیں ہے - میں اپنے اسرار ظاہر کر دینے کے لیے راضي ہوں ' مگر میرا دعوى ہے کہ سوائے خاص خاص فقراء کے اور کوئي شخص یہ کمالات حاصل نہیں کر سکتا "

وہ کہتا ہے " فقیروں کي روحاني قوت بہت مضبوط ہوا کرتي ہے - اُنکي تعلیم تین مہینے کي عمر ہي سے شروع ہو جاتي ہے "

شخصیت رکھتا ہے - لیکن زندہ انسان محکوم ہوتے ہیں اور اپني شخصیت سے محروم رہتے ہیں -

سرمایہ دار اِس صورت حال کي منسوخي کو انفرادي شخصیت اور آزادي کي منسوخي بتاتے ہیں ' بلاشبہ اِس سے انکي مراد سرمایہ دارانہ شخصیت ' سرمایہ دارانہ خود مختاري ' اور سرمایہ دارانہ آزادي کي منسوخي ہے !

موجودہ سرمایہ دارانہ حالات پیداوار کے ماتحت آزادي کے معني " آزاد تجارت " اور " آزاد خرید و فروخت " کے ہیں -

لیکن اگر خود تجارت ہي مٹ جائے ' تو آزاد تجارت کہاں باقي رہتي ہے ؟ ہمارے سرمایہ دار جس طرح دوسري آزادیوں کے متعلق بے معني ڈینگ مارا کرتے ہیں ' اسي طرح آزاد تجارت کے متعلق بھي انکي ڈینگ بالکل بے معني ہے - بلا شبہ جب مقید تجارت کے ساتھہ یا قرون وسطی کے مقید شہریوں کے ساتھہ اُسکا موازانہ کیا جاتا ہے ' تو اسکے کچھہ معني ہوتے ہیں ' لیکن جب سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور خود سرمایہ داروں کے ساتھہ اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے ' تو وہ ایک بالکل بے معني چیز رہ جاتي ہے -

تم خوف زدہ ہو رہے ہو کہ ہم شخصي ملکیت منسوخ کردینگے - مگر یہ تو سوچو ' تمہاري موجودہ سوسائٹي میں ۹/۱۰ حصہ آبادي کي ملکیت پہلے ہي سے منسوخ ہوچکي ہے ' اور اب سوسائٹي کي بقا کے لیے نا گریز ہے کہ یہ باقي ایک حصہ کي ملکیت بھي جلد سے جلد ختم ہوجائے - تم ہمیں ملکیت کے اُس طرز کي منسوخي پر ملامت کرتے ہو ' جس کے وجود کي اولین شرط ہي یہ ہے کہ سوسائٹي کي بہت بڑي اکثریت بلا کسي ملکیت کے باقي رہے ؟

سچ یہ ہے کہ تم ہمیں اس لیے ملامت کررہے ہو کہ ہم تمہاري سرمایہ دارانہ ملکیت منسوخ کردیني چاہتے ہیں - بے شک ہمارا بھي ارادہ ہے !

جس لمحہ سے محنت کي تبدیلي ' سرمایہ ' نقد روپیہ ' اور لگان کي صورت میں نہ ہوسکے ' جس لمحہ سے محنت ایک ایسي اجتماعي طاقت کي صورت میں بدلي نہ جا سکے جو اجارہ داري کے لائق ہو ' جس لمحہ سے شخصي ملکیت کا سرمایہ دارانہ ملکیت میں تبدیل کیا جانا نا ممکن ہوجائے ؛ اُسي لمحہ سے تمہیں واویلا کرنے کا حق ہے کہ کمیونسٹ " فرد " کو مٹا دینا چاہتے ہیں - لیکن اگر ایسا نہیں ہے ' تو پھر تم گویا اعتراف کرتے ہو کہ " فرد " سے تمہاري مراد صرف " سرمایہ دار " ہے - یعني صاحب جائداد - حالانکہ اس قسم کے فرد کو بلا شک مٹا دینا چاہئے !

کمیونزم کسي کو بھي اس کي اجتماعي پیداوار میں تصرف کي طاقت سے محروم نہیں کرتا - البتہ وہ سب کو اُس طاقت سے ضرور محروم کر دینا چاہتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں کي محنت پر قابو حاصل کرتے ہیں -

کمیونزم پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ شخصي ملکیت کي منسوخي کے ساتھہ ہي ہر قسم کي جد و جہد بھي موقوف ہوجائیگي ' اور سوسائٹي پر ایک عام اداسي اور کاهلي چھا جائیگي -

لیکن اگر حقیقت حال ایسي ہوتي تو سرمایہ دار سوسائٹي سستي کي وجہ سے ابتک کب کي برباد ہوچکي ہوتي - کیونکہ جو لوگ اس کے لیے محنت کرتے ہیں ' وہ کچھہ بھي نہیں پاتے ' اور جو لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں ' وہ کچھہ بھي محنت نہیں کرتے -

دراصل تمام اعتراضات کا لب لباب یہ ہے کہ جب سرمایہ باقي نہ رہے گا تو اجرتي محنت بھي موقوف ہو جائیگي ' اور اس طرح سرمایہ داري کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائگا -

جو اعتراض کمیونسٹ طریق پیداوار اور اس کے طریق تصرف پر کیے گئے ہیں ' وہي اس کي دماغي پیداوار اور اس کے استعمال پر بھي کیے گئے ہیں - سرمایہ دار کے نزدیک جس طرح اس کے فرقہ کي ملکیت کا معدوم ہو جانا ' خود پیداوار کي معدومي ہے ' اُسي طرح سرمایہ دارانہ تہذیب کي بربادي پوري تہذیب کي بربادي ہے !

وہ تمدن جس کے زوال پر سرمایہ دار یہ کچھہ ماتم کر رہے ہیں ' کیا ہے ؟ وہ انسانوں کي بہت بڑي اکثریت کے حق میں ایک ایسا تمدن ہے ' جو بے جان مشین کي طرح محنت کرنے کي طرف لے جاتا ہے !

تمہیں اُس وقت تک ہم سے بحث کرنے کا حق نہیں ہے جبتک تم اپني سرمایہ دارانہ ملکیت کي منسوخي کے خلاف اپنے خود ساختہ سرمایہ دارانہ اصول کي بنا پر اعتراض کرتے ہو - کیونکہ تمہارے یہ اصول بھي محض سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور سرمایہ دارانہ ملکیت ہي کے اتنے بچے ہیں - عدل کیا ہے ؟ صرف تمہاري جماعت کي خواہش کا نام ہے جسے قانون بنا دیا گیا ہے ' اور جسے تمہاري جماعتي زندگي کے مادي حالات نے گڑھلیا ہے -

گزشتہ حکمراں طبقوں کي طرح تم بھي اِس خود غرضانہ خیال خام میں پڑے ہوے ہو کہ اپنے معاشرتي اصولوں کو فطرت و عقل کے اٹل قوانین کي صورت میں قائم کردو - تم اپنے معاملہ میں کوئي نکتہ چیني سننے کو طیار نہیں - تم جو کچھہ قدیم ملکیت کے بارے میں سمجھتے ہو ' اس کے تسلیم کرنے کي جرأت سرمایہ دارانہ ملکیت کے معاملہ میں نہیں کر سکتے -

" خاندان کي منسوخي ! " زیادہ سے زیادہ جمہوریت پسند بھي کمیونسٹوں کي اِس عجیب تجویز سے چراغ پا ہو جاتے ہیں -

لیکن یہ تو غور کرو کہ موجودہ خاندان ' یعني سرمایہ دارانہ خاندان کي بنیاد کس چیز پر ہے ؟ سرمایہ پر اور شخصي ملکیت پر - کیا یہ صحیح نہیں کہ اپني پوري ترقي یافتہ شکل میں بھي خاندان کا وجود صرف سرمایہ داروں ہي کے لیے ہے ؟ اور کیا یہ بھي صحیح نہیں کہ اپني ترقي و تکمیل کے لیے اُسے مزدوروں کي خاندانی زندگي کي عام بربادي کي ضرورت ہے ؟

تم ہمیں ملامت کرتے ہو کہ ہم اولاد کا خود غرضانہ استعمال روکنا چاہتے ہیں - ہم اس جرم کا اقبال کرتے ہیں !

تم کہتے ہو کہ ہم خانگي تعلیم کي جگہ معاشرتي تعلیم عام کرکے نہایت ہي پاک خانداني رشتے بھي برباد کر ڈالنا چاہتے ہیں - لیکن کیا تم خود اِس الزام سے بري ہو ؟ کیا تمہاري تعلیم کو بھي تمہاري سوسائٹي نے مقید نہیں کر رکھا ہے ؟ کیا موجودہ تعلیمي نظام میں سوسائٹي بالواسطہ یا بلا واسطہ مداخلت نہیں کر رہي ہے ؟ کیا اسکولوں اور کالجوں کے احاطوں میں تعلیم مقید نہیں ہو چکي ہے ؟ تعلیم میں سوسائٹي کي مداخلت کچھہ کمیونسٹوں ہي کي ایجاد نہیں ہے - وہ تو پہلے سے ہي موجود ہے - کمیونسٹ صرف یہ چاہتے ہیں کہ اِس مداخلت کي نوعیت بدل دیں ' اور تعلیم کو حکمراں طبقہ کے اثر سے آزاد کردیں -

باب التفسير

حجة ابراهيمي

آيۀ كريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

قرآن حكيم كا أسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريق

(از مولانا ابو الكلام)

الهلال نمبر (١٥) ميں جناب مولوي عبد الحق صاحب كا جو استفسار آيۀ مندرجۀ عنوان كي نسبت شائع هوا تها ' أس كا جواب حسب ذيل هے :

(١) قرآن حكيم كے مطالعۀ و تدبر ميں آپ كو جو مشكلات پيش آرهي هيں ' وه أس وقت تك پيش آتي رهينگي ' جب تك كه اس بارے ميں چند بنيادي اصول واضح نہيں هوجائينگے - يه موقعه تفصيل و اطناب كا نہيں هے - مختصراً يوں سمجهيے كه صدر اول كے بعد سے قرآن حكيم كے فهم و تدبر كي راهيں دو هوگئي هيں - ايک " قرآني " هے - دوسري " غير قرآني " قرآن كے فهم و تدبر كے ليے غير قرآني طريقه كيونكر هو سكتا هے ؟ ممكن هے اس پر آپ كو تعجب هو - اس ميں شک نہيں يه معامله فكر انساني كے عجائب تصرفات ميں سے هے - مگر ايسے تصرفات اس كثرت سے هوچكے هيں كه انهيں عجيب سمجهتے هوئے بهي هميں متعجب نہيں هونا چاهيے -

" قرآني " طريقه سے مقصود قرآن كے مطالعۀ و فهم كا وه طريقه هے جو تمام تر قرآن پر مبني تها - قرآن سے باهر كے اثرات كو أس ميں دخل نه تها - عربي لغة كے صاف اور معروف معاني ' عربي بول چال كے بے تكلف اور ساده محاورات ' صدر اول كا بے لاگ ذوق و فهم ' اور انبياء كرام كا فطري اور غير صناعي أسلوب بيان ' اس طريقه كي خصوصيات تهيں - سلف امت كا طريق تفسير يهي تها -

" غير قرآني " طريقه سے مقصود وه تمام طريقے هيں جو قرآن سے نہيں بلكه مفسرين قرآن كے ذوق و فكر سے پيدا هوئے - يه علوم وضعيه كي اشاعت ' ايراني ' رومي ' اور هندي تمدن كے اقتباس ' اور عجمي اقوام كے اختلاط كا قدرتي نتيجه تها - مفسرين كے هر گروه نے قرآن كے مطالب أسي شكل و نوعيت ميں ديكهے ' جيسي شكل و نوعيت كي فكري حالت أن كے اندر پيدا هوگئي تهي - رفته رفته يه حالت هوگئي كه قرآن كے الفاظ ' تراكيب ' أسلوب بيان ' دلائل و براهين ' مواعظ و حكم ؛ سب نے ايک دوسري هي طرح كي نوعيت پيدا كرلي - قرآن كي تعليم و بيان كي تمام تر بنياد فطرية اور فطرية كي سادگي پر تهي - علوم و فنون كي تمام تر بنياد وضعية اور وضعية كے تعمق اور كاوش پر هے - نتيجه يه نكلا كه جوں جوں وضعيۀ كا انهماک بڑهتا گيا ' فطرية كے فهم و ذوق كي استعداد كم هوتي گئي - يهانتک كه وه زمانه آ گيا ' جب لوگوں كے دماغ اسدرجه وضعية اور وضعي طريق بحث كے عادي هوگئے ' كه كسي اهم اور عظيم بات كو اس كي ساده اور سهل صورت ميں ديكهه هي نهيں سكتے تهے - ذهن كي كاوش پسندي جو علوم وضعيه كے اشتغال كا لازمي نتيجه هے ' آسان اور سهل مطالب كي طرف متوجه هي نہيں هوتي تهي - يه صورت حال صرف قرآن هي كو پيش نہيں آئي ' بلكه مختلف صورتوں اور حالتوں ميں تمام صحف سماوي كو پيش آچكي هے ' اور منجمله أن اسباب كے هے جو هميشه كتب و اديان كي تحريف كا باعث هوتے رهے هيں - يهي وجه هے كه داعي قرآن (صلعم) نے اسے " تعمق " اور " تنطع " سے تعبير كيا ' اور فرمايا كه هلاكت كي راهوں ميں سے ايک راه يه بهي هے جيسا كه متعدد موقوفات ميں وارد هے - يه موقعه تشريح كا نہيں - اگر آپ دقت نظر سے كام لينگے تو ان چند جملوں كے اندر اصول تفسير كي ايک اصل عظيم آپ كے سامنے آ جائيگي - يه اصل عظيم نه صرف تفسير قرآن ميں ' بلكه علم و نظر كے بے شمار گوشوں ميں آپكي رهنمائي كر سكتي هے - ذهن انساني " وضعية " ميں جس قدر كاوش پسند هوتا گيا هے ' أتنا هي " فطرية " سے دور هوتا گيا هے -

بهر حال يه دوسرا " غير قرآني " طريقه أن تمام طريقوں پر مشتمل هے جو صدر اول كے بعد پيدا هوئے - متكلمين مفسرين كا طريق تفسير كم و بيش يهي هے - كوئي اس طريقه ميں ايک خاص حد تک گيا هے ' كوئي بهت زياده دور تک - امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه بهي اسي راه كے شهسوار هيں - ان كے بعد اكثر مفسرين نے دانسته يا نا دانسته أنهي كا نقش قدم اختيار كرليا - قاضي ابن رشد كي كشف الادله اور فصل المقال اور شيخ الرئيس كي بعض مختصر تفسيريں امام رازي اور مفسرين متكلمين سے پہلے لكهي گئي هيں - أن كے مطالعه سے هم معلوم كر لے سكتے هيں كه متكلمين اشاعره ' فلاسفۀ اسلام اور معتزله سے كتنا هي انكار كرتے هوں ' ليكن وه خود بهي اسي طريقه كي پيداوار تهے - بهتر قسم كي نهيں - ناقص اور كمزور قسم كي پيداوار -

ايک سخت بنيادي غلطي جو اس طريقه كي مقبوليت كا باعث هوئي ' متاخرين كا يه خيال تها كه وقت كي علمي ضرورتوں كيليے سلف كا طريقه سود مند نہيں هے - يه بات ضرب المثل كي طرح أن كي زبانوں پر جاري هو گئي تهي كه " سلف كا طريقه ايمان كيليے بهتر هے مگر استدلال كيليے مفيد نہيں " حالانكه اگر ايمان كو جهل سے نہيں بلكه علم و بصيرت سے پيدا هونا چاهيے ' تو جو طريقه ايمان و يقين كے ليے سود مند هوگا ' وه استدلال و برهان كيليے كيوں غير مفيد هو ؟ جهانتک نام نهاد علمي ضروريات كا تعلق هے ' واقعه يه هے كه متاخرين كے طريقه سے بڑهكر كمزور اور نا مراد طريقه كوئي نہيں هو سكتا - وه " استدلال " كو فنون وضعيه كے " منطقي استدلال " سے باهر نہيں ديكهه سكے ' اور وجدان و طبيعت كي حقيقي شهادتوں سے آنكهيں بند كرليں - آپنے اپنے استفسار ميں جا بجا لكها هے كه " امام رازي رحمة الله عليه كا طريقه موجوده زمانے ميں سود مند نہيں " ليكن ميں كهتا هوں اس تقيد كي كيا ضرورت هے ؟ يه طريقه تو كسي زمانے ميں بهي سود مند نه تها - كيا يه طريقه أس زمانه ميں سود مند تها جب امام صاحب نے تفسير لكهي هے ؟ اس كا حال خود أنهي

اُسکا دعوی ہے کہ اُنهیں زخم یا ضرب شدید کا احساس نهیں هوتا ' یہ اپنے آپ پر کامل سکتہ کي سي حالت طاري کر دے سکتے هیں - سانس روک لیتے هیں - زندہ دفن کر دیے جاسکتے هیں - اپني زندگي اور اپنے خیالات پر قابو رکھتے هیں ' اور نیک و بد ارواح کو بلا سکتے هیں "

" زندگي کا ابدي معما حل کرنے کے لیے فقراء موت کي عمیق غار میں اترتے هیں - جس طرح غواص سمندر کي تہ تک پہنچ جاتا ہے - ان کي جسماني موت ' غفلت اور نسیان کي نیند کو ایک ایسي حد تک پہونچا دیتي ہے ' جہاں سے جسم کے مرکب حصوں کي تفریق شروع هوجاتي ہے ' اور جہاں روح جسم سے الگ هونا چاهتي ہے "

طاهر بے اپنے ابتدائي اعمال کي نمائش کے بعد اپنے آپ کو زندہ مدفون کرا دیتا ہے جس میں تماشائیوں کي خواهش کے مطابق دس منٹ سے لیکر نصف گھنٹے تک کا وقفہ هوتا ہے - اُس پر ایک سکتہ کي سي حالت طاري هو جاتي ہے - اُس کے کان ' ناک ' اور منہ روئي سے بند کردیے جاتے هیں - اُس کے بعد ایک تابوت میں لٹا کر اُسے بالو سے بھر دیا جاتا ہے ' اور تابوت زمین کے اندر دفن کردیا جاتا ہے - جب وقت پورا هوجاتا ہے تو تابوت نکالا جاتا ہے ' اور چند سکنڈ کے بعد طاهر بے کا سکتہ ختم هوجاتا ہے - تابوت سے نکالے جانے کے وقت وہ اپنے پیروں پر کھڑا نهیں هوسکتا اور جسم کا رنگ دھندلا مٹیالا هو جاتا ہے - طاهر بے کے بیان کے مطابق رنگ کي یہ تبدیلي اس لیے واقع هوتي ہے کہ جتني دیر تک وہ تابوت کے اندر رهتا ہے ' دوران خون بند هوجاتا ہے - اس کا قول ہے کہ اگر اپنے آپ پر سکتہ کي حالت طاري نہ کروں تو هوا کے بغیر دس منٹ کے اندر مرجاؤں - بہت دن گزرے ' دفن کا یہ طریقہ مصر میں بھي مروج تھا - ساحروں نے مجرموں کي سزا کے لیے یہ چیز ایجاد کي تھي - کیونکہ زندگي کي قدر و منزلت جو دیني طور پر ضروري سمجھي گئي تھي ' کسي انسان کیلیے سزائے موت جائز نهیں رکھتي تھي - مجرم صرف عارضي طور پر دفن کرکے پھر باهر نکال دیے جاتے تھے - تجربہ سے اندازہ کیا گیا تھا کہ اگر ایسي سزا متواتر دي جائے اور مجموعي سزا کا وقفہ ایک سال هوجائے ' تو مجرم کي عمر طبیعي دو سال گھٹ جاتي تھي ' کیونکہ اس طویل جمود و سکوت کي حالت میں جسم کے رگ اور پٹھے تھک جاتے تھے ' اور ان کي قوت کم هوجاتي تھي -

لیکن انهیں ساحروں کا یہ مقولہ بھي ہے کہ اگر یہ دوا تھوڑي تھوڑي خوراکوں میں دیجائے تو بہت سے امراض کیلیے مفید هوتي ہے -

ایک مزید انکشاف طاهر بے کے تجربوں کیلیے باقي ہے - وہ یہ کہ جسم جب مٹي کے اندر مدفون هوجاتا ہے تو دماغ کي نشوونما تیزي سے بڑھنا شروع هو جاتي ہے - یہ خیال پیش نظر رکھکر وہ اب مصر جانے والا ہے - وهاں وہ بڑے بڑے وقفوں کیلیے مدفون رهیگا جنکا مجموعي وقفہ تین سال تک کا هوگا - وہ کہتا ہے کہ اس عمل سے جسم آهستہ آهستہ متغیر هو جایگا مگر دماغ سو گنا زیادہ ترقي کر جائے گا !

طاهر کي عمر تیس سال کي ہے مگر علمي تجربوں کیلیے وہ اپني زندگي کے پورے تین سال وقف کردیگا - وہ کہتا ہے کہ اگر دس پانچ برس اور نکل گئے ' تو اس تجربہ کا موقعہ باقي نهیں رهیگا - جواني گذر جانے کے بعد انسان اس طویل جسماني سکون و جمود کي حالت برداشت نهیں کر سکتا -

طاهر بے کے اعمال موجودہ انساني فہم و ادراک سے بالاتر هیں - وہ ایک ایسي راہ کا سالک ہے جسکا مغربي دماغ ادراک نهیں کر سکتا - وہ اپنے چہرے ' گردن ' بازو ' اور پیروں کو لوهے کي سلاخوں یا چھریوں سے چھید دیتا ہے - جب اسکے سینے سے خنجر باهر نکالا جاتا ہے تو نہایت تیزي سے خون کي دھار بہنے لگتي ہے - اور جب تماشائي یقین کر چکتے هیں کہ واقعي خون هي ہے ' تو وہ یکایک خون کا بہنا روک لیتا ہے - وہ اپني نبض کي رفتار تیز اور سست کر سکتا ہے - وہ ایک ایسے تختہ پر جس پر لوهے کي نوکدار کیلیں جڑي هوئي هوتي هیں ' لیٹ جاتا ہے ' اور ایک سو پچھتر پاونڈ کا پتھر اسکے پیٹ پر رکھکر لوهے کے بھاري هتوڑے سے چور چور کردیا جاتا ہے - پھر وہ اٹھا کر کھڑا کردیا جاتا ہے ' اور ایک سکنڈ کے اندر اپني اصلي حالت میں واپس آ جاتا ہے !

کیا پتھر کا ٹکڑے ٹکڑے هو جانا کوئي نظر کا دھوکا یا شعبدہ ہے ؟ بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اس عمل کے دوران میں سب لوگ مسمریزمي عمل سے مسحور کر دیے جاتے هیں ' اور انهیں وهي نظر آتا ہے جو عامل چاهتا ہے !

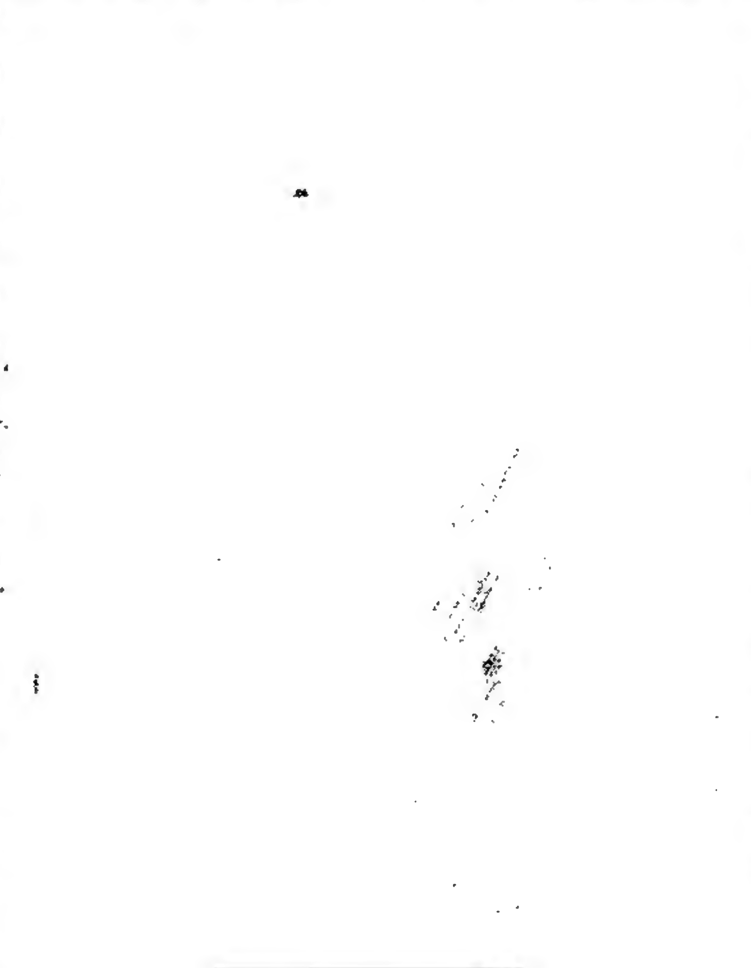

طاهر بے تابوت سے نکالا گیا ہے اور ایک ڈاکٹر اسے کھڑا کر رها ہے

گذشتہ سال لندن تھیئٹر کے منیجر مسٹر شوبرٹ طاهر بے سے ملنے پیرس گئے تھے تا کہ امریکہ جانے کے معاملہ پر اس سے گفتگو کریں - لیکن اُسکے سینے سے خون بہتا دیکھکر انهیں غش آ گیا - وہ بہ مشکل اس لائق هوئے کہ واپس آ کر اُسکے مدفون کر دینے کا عمل دیکھہ سکیں - انهیں یقین هوگیا ہے کہ یہ فقیر ایک ساحر ہے "

اگر یورپ کے علماء ' مشرق کے قدیم نفسیاتي علوم سے واقف هوتے ' اور اُنهیں معلوم هوتا کہ حبس نفس کي مشق علم وظائف اعضا (فزیا لوجي) کے قوانین پر کیسا عجیب اثر ڈال سکتي ہے ' تو وہ طاهر بے کے اِن اعمال پر متعجب نہ هوتے - اب سے تقریباً چار سو برس پہلے شیخ عبد الوهاب شعراني نے قاهرہ میں خود اپني آنکھوں سے یہ تمام اعمال دیکھے تھے ' اگرچہ وہ انکي صحیح تعلیل نہ کر سکے -

* * *

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کا قتل

مدحت پاشا کے رفیق محبس شیخ الاسلام خیر الدین آفندی نے (جو خود بھی قیدخانۂ طائف میں فوت ہوئے) مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا کے ہولناک قتل کا حال اس طرح لکھا ہے:

" مدحت پاشا اور اُن کے رفقاء، طائف کے قلعہ میں تین سال قید رہے۔ تیسرے سال کے آخر میں مدحت پاشا کے ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ فوجی ڈاکٹر کی رائے تھی کہ چاک کر دیا جائے، مگر بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے وہ عمل جراحی پر رضا مند نہ ہوئے۔ پھر یہ سبب بھی تھا کہ موصوف کو ڈاکٹر کی مہارت پر یقین نہیں تھا۔ داماد محمود پاشا نے والی حجاز کو مدحت پاشا کی لاعلمی میں تحریر کیا کہ کسی ماہر طبیب کا انتظام کیا جائے۔ اُس کے مصارف وہ خود ادا کرینگے۔ مگر والی نے اُن کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مدحت پاشا نے اپنا علاج خود کیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ سرکاری طبیب روز معائنہ کرتا تھا اور والی کو اطلاع دیتا تھا۔ والی تاربرقی کے ذریعہ روزانہ سلطان کو خبر بھیجتا تھا۔ کیونکہ سلطان کو مدحت پاشا کی موت کی جلدی تھی۔

ایک دن صوبہ دار ابراہیم آغا کے ساتھ ڈاکٹر مدحت پاشا کے کمرے میں گیا اور بغیر کسی مناسبت کے کہنے لگا " اب یورپ میں سیاسی مدبروں کو علانیہ قتل نہیں کیا جاتا۔ جلادوں کے بجائے یہ کام ڈاکٹر انجام دیتے ہیں۔ مجرم کی ناک پر کلوروفارم رکھ دیتے ہیں۔ جب سو جاتا ہے تو گلا گھونٹ دیا جاتا ہے!" لوگوں نے طبیب کے منہ سے یہ بات سنی، مگر کوئی اُس کا مطلب سمجھ نہ سکا۔

تیسری پلٹن کا کمانڈر بکر آفندی چرکسی، قلعہ کے سیاسی قیدیوں کا محافظ تھا۔ چند مہینے سے وہ موجود نہ تھا۔ مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ مگر اچانک واپس آ گیا اور سیدھا مدحت پاشا کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ڈاکٹر ابراہیم آغا بھی تھے۔ لوگوں نے اُس سے اس اچانک واپسی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا " طائف کی فوج مرتب کرنے اور قریہ کے باشندوں سے سرکاری محصول وصول کرنے آیا ہوں کیونکہ کئی سال سے اُنھوں نے ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا"

- بکر آفندی کی واپسی کے چھٹے دن قیدی پاشاؤں کے خادم، حضرت عبد اللہ بن عباس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے جب عادت اُن کے ساتھ پہرا تھا۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آفندی نماز کو جا نہیں سکا۔ کیونکہ اُس کے آقا کی طبیعت ناساز تھی۔

نماز کے بعد بکر آفندی کمانڈر نے تمام خادموں کو روک لیا قلعہ میں واپس جانے نہیں دیا۔ نیز ایک آدمی بھیجکر عارف آغا کو بھی طلب کیا۔ مگر اُسنے اپنے آقا کے پاس سے ہٹنا منظور نہیں کیا۔ کمانڈر نے پھر آدمی بھیجا کہ عارف کو فوراً لے آؤ۔ اس مرتبہ مدحت پاشا نے قاصد سے کہا کہ کمانڈر سے کہو وہ خود قلعہ میں آئے اور عارف سے جو کچھ کہنا ہو کہہ جائے۔

کمانڈر فوراً آیا اور خیر الدین آفندی کے کمرہ میں گیا۔ اُسنے خیر الدین آفندی سے کہا:

" دار الخلافہ سے حکم آیا ہے کہ تمام نوکر چاکر سیاسی قیدیوں سے علحدہ کر دیئے جائیں۔ اب اُنھیں حکومت کی طرف سے کوئی رقم بھی نہیں دی جائے گی۔ عام قیدیوں کا کھانا کھلایا جائے گا۔ بازار سے بھی خریدنے کی ممانعت ہے۔ قلم، دوات، کاغذ بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ خیر الدین آفندی کی بیوی بھی (جو طائف میں مقیم تھیں) نکال دی جائیں گی"

اس خبر نے تمام قیدیوں کو سخت پریشان کیا۔ محمود پاشا غصہ ور آدمی تھے۔ اُنھوں نے کمانڈر کو بہت سخت سست کہا۔ مگر بے فائدہ تھا۔ سلطانی حکم پر عمل کیا گیا۔ تمام خادم، قلعہ کے باہر ایک گھر میں قید کر دیئے گئے۔ کمانڈر نے چلتے وقت کہا وہ طائف سے باہر جا رہا ہے مگر گیا نہیں۔ رات بھر قلعہ ہی میں رہا۔

مدحت پاشا، دو مرتبہ وزیر اعظم بن چکے تھے اور قوم کی عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں۔ مگر ظالموں نے نہ اُن کی خدمات کا کوئی لحاظ کیا، نہ بڑھاپے ہی پر ترس کھایا۔ اُنھیں بستر مرض پر اکیلا چھوڑ دیا۔ اُن کا خادم زبردستی لے گئے۔ اس وفادار خادم کے عوض ایک جنگلی سپاہی اُن کی تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔ لیکن مدحت پاشا کے رفقاء مصیبت نے اُن کی خدمتگاروں کی طرح خدمت کی۔ رات کو بھی اُنھیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ علی بک اُن کے ساتھ سوتے تھے!

مدحت پاشا، اپنی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہیں۔ ان حالات نے اُن کے حوصلے کمزور نہیں کئے۔ وہ اب بھی خوش تھے۔ پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ وظائف کا ورد رکھتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ تفسیر بیضاوی اور کتاب الشفاء، اُن کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

وہ کہا کرتے تھے " جو کچھ یہ لوگ کر سکتے ہیں، کر گزریں۔ ہم بلحاظ مقدس سرزمین میں موجود ہیں۔ تمام گندگیوں سے دور ہو چکے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قتل کر سکتے ہیں، اور قتل ہمارے لئے دنیا و آخرت میں عزت و سعادت کا ذریعہ ہے!" وہ حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر متوکل نظر آتے تھے۔

ایک دن کمانڈر بکر آفندی نے کہا وہ مارچ کو مکہ معظمہ جائے گا تاکہ خیر الدین آفندی کی بیوی اور قیدیوں کے نوکروں کو پہنچا آئے۔ وہ مدحت پاشا کے پاس بھی گیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ رخصت ہونے آیا ہے مگر مقصود یہ تھا کہ اُن کی زبان سے کچھ سنے اور چغلی کھا کر ظالموں میں مقبولیت حاصل کرے۔ مدحت پاشا نے کہا " میری تقریر سنو۔ حرف بحرف والی حجاز سے کہہ دینا:

" کہنا عبد الحمید نے تمھیں بڑا منصب بخشا ہے۔ مدحت پاشا کی خدمات، آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ آج اُس کی جو حالت ہے دیکھ رہے ہو۔ یہ سلطان، اسی طرح اپنے خیر خواہوں کی خدمات پر انعام دیا کرتا ہے۔ مدحت پاشا کو معلوم ہے کہ سلطان اُس کے قتل پر تلا ہوا ہے۔ تمھیں اس کام پر مقرر کیا ہے۔ اسوقت تمھاری جتنی خاطر مدارات ہے، صرف اسی مطلب سے ہے۔ اس کے بعد تمھارا جو حال ہوگا، وہ دوسروں کی حالت سے معلوم کر سکتے ہو۔ سرور آفندی نے بھی نمبر دی تھی۔ اسپر سلطان نے خوش ہو کر اُسے " قاضی عسکر" کا عہدہ دیا مگر اب سرور آفندی کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ گمنامی میں جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے! جودت پاشا ہمارے گرانے میں سلطان کا دست و بازو تھا۔ مگر آج اُس کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ خود اپنے گھر میں قید ہے اور ذلت کی زندگی بسر کر رہا ہے! ان معاملات پر غور کرو۔ کیونکہ اس سلطان کی طبیعت ہی ایسی ہے۔ تم مسلمان ہو۔ قرآن پڑھے ہو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذاباً عظیماً" (جو کوئی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے، اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اُسپر خدا کا غضب ہوگا۔ خدا کی لعنت ہوگی۔ اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب طیار ہے!)

اس کے بعد مدحت پاشا نے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور کہا:

" دیکھو حضرت حسن بن علی علیہ السلام بھی بعض بادشاہوں کے اشارے سے قتل کئے گئے تھے۔ قیامت تک دنیا اُن کے قاتلوں پر لعنت کرتی رہے گی۔ خدا اُنھیں دوزخ میں ڈالے گا۔ تم والی سے میری تقریر حرف بحرف کہہ دینا"

اسپر بکر آفندی نے کہا:

" جناب عالی! میں بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں مگر میدان جنگ کے باہر آج تک ایک مرغی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں ماری۔ میں ہرگز کوئی جرم نہیں کر سکوں گا!"

سات دن بعد بکر آفندی واپس آیا۔ اُس کے ساتھ قیدیوں کے نوکر بھی تھے۔ اُسنے مدحت پاشا سے کہا " سلطان کا حکم آیا ہے کہ نوکر قیدیوں کے پاس واپس کر دیئے جائیں۔ اُنھیں ہر طرح آرام دیا جائے۔ والی حجاز نے سلام کے بعد معذرت کی ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نوکر ہوں آقا کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں"

اس درمیان میں مدحت پاشا کی صحت اچھی ہو گئی۔ تقریباً شفا حاصل ہو گئی تھی۔

ایک دن مدحت نے ایک سپاہی سے دودھ منگایا۔ ایک افسر نوری آفندی تلوار لے کر اُس کے ساتھ ہو گیا۔ طبیب مستعدی سے دودھ لے آیا۔ لوگوں کو اس نئی بات پر بہت تعجب ہوا۔ یہ شخص کبھی قیدیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ آج کیوں اس قدر مہربان ہو گیا؟ سید بک، مدحت پاشا کے کھانے کی روز جانچ کر لیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے پتیلی کھولی تو دودھ کا رنگ اچھا نہ تھا۔ ایک چمچ لے کر اُنھوں نے اپنی زبان پر رکھا، تمام منہ کڑوا ہو گیا۔ دوسرے قیدیوں کو چکھایا، سبھی نے یہی محسوس کیا۔ جنھوں نے ایک دو قطرے بھی نگل لئے تھے وہ بیہوش ہو گئے اور کئی ہفتے بیمار پڑے رہے۔

سے پوچهه لینا چاهیے - اُن سے بہتر اُن کي نا رسائیوں کیلیے کوئي شاهد نہیں هو سکتا - تفسیر اور اساس التقدیس وغیرہ اُنکے ابتدائي اور درمیاني عہد کي کاوہ کندنیوں میں سے هیں - آخري عهد کي مصنفات میں سے ایک رسالہ مباحث ذات و صفات میں هے - اس کے دیباچه میں مشکلات مباحث کا ذکر کرنے کے بعد لکهتے هیں :

" لقد تأملت الطرق الکلامیه و المناهج الفلسفیه ' فما رأیتها تشفی غلیلاً ' و لا تروی غلیلاً ' و رأیت اقرب الطرق ' طریقة القرآن - أقرأ فی الاثبات : الرحمن علی العرش استوی ' و أقرأ فی النفی : لیس کمثله شیٔ - و من جرب مثل تجربتی' عرف مثل معرفتي "

یعنے میں نے علم کلام اور فلسفه کے تمام طریقوں پر غور کیا ' لیکن معلوم هوا که مشکلات راہ کیلیے کچهه سودمند نہیں هیں - سب سے بہتر طریقه قرآن هي کا طریقه هے !

فن المحبت ما ادق بیانه
متحیر فیه امام الرازی !

إمام صاحب کا یه اعتراف بعینه وهي اعتراف هے جو موجوده اور قدیم عهد کے تمام حکماء کي زبانوں پر بهي طاري هوچکا هے - یه مذهبي مباحث کي راہ سے اِس کوچه میں آئے تے - اسلیے الاهیات کي اصطلاحوں میں اعتراف عجز کر رهے هیں - لیکن لامارک ' هیگل ' اور اسپنسر براہ راست حقائق کائنات کي جستجو میں نکلے تے ' اسلیے وہ اِن مصطلحات کی جگه دوسري طرح کے الفاظ استعمال کرتے هیں ' لیکن اعتراف عجز کي ایک هي طرح کي روح دونوں کے اندر بول رهي هے - لامارک کے اس قول میں که " همارا سارا علم اس سے زیادہ نہیں هے که جہل کا اقرار کریں " یا اسپنسر کے اس اعتراف میں که " اصلیت اور حقیقت کے اِن تمام سوالوں کے جواب میں هم اِسکے سوا کچهه نہیں کہه سکتے که هم کچهه نہیں جانتے " اور إمام رازي کے اس اعتراف میں کیا فرق هے که :

نهایـــة إقدام العقـــول عقال
و اکثر سعی العالمیـــن ضـــلال
و لم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوی أن جمعنا فیه قیل و قالوا !

بہر حال جب تک قرآن حکیم کي تفسیر خالص قرآني طریقه پر نہیں کي جائیگي ' مشکلات راہ حل نہیں هوسکتیں -

(۲) ایک اهم اور بنیادي کام اِس باب میں یه هے که قرآن حکیم کے الفاظ ' تراکیب ' اور اسلوب بیان کو تمام وضعي اور خارجي عوارض سے پاک کر کے اُنکي اصلي صورت و نوعیت میں نمایاں کر دیا جاے - جونہي یه اصلیت نمایاں هوگئي ' تمام اشکال خود بخود دور هو جائینگے -

قرآن حکیم عربي زبان میں نازل هوا - اُسکے الفاظ عربي زبان کے الفاظ تے - وہ اُنهي معاني کیلیے استعمال کیے گیے تے ' جن معاني کیلیے عربي لغت میں مستعمل تے - قران نے خود جابجا اپنے عربي زبان میں هونے ' نہایت کهلے اور دلنشین هونے ' اور مطالب کے سہل اور زود فہم هونے کا ذکر کیا هے - مثلاً سورہ مریم میں کہا که " فانما یسرناہ بلسانک لتبشر به المتقین " هم نے قرآن تمهاري زبان میں سہل کردیا تا که متقي طبیعتوں کیلیے اس میں هدایت کي بشارت هو - ظاهر هے که قرآن کا یه عظیم اور ابتدائي وصف باقي نہیں رهتا ' اگر ایک لمحه کیلیے بهي یه فرض کر لیا جاے که اسکے الفاظ اُن عام اور معروف معاني کے علاوہ کوئي دوسرا مفہوم بهي رکهتے تے جو عرب جاهلیت کي لغت میں نہیں سمجهے جاتے تے - صدر اول میں چونکه مسلمانوں کا ذوق خارجي اثرات سے متاثر نہیں هوا تها ' اسلیے قرآن کے تمام الفاظ اپنے لغوي معاني میں قائم رهے - بلاشبه اُس عهد میں بهي هر انسان جو قرآن کا علم رکهتا تها ' الفاظ قرآني کے مجازات سے واقف تها - لیکن یه زبان اور بول چال کے ویسے هي صاف اور ساده مجازات تے ' جو دنیا کي هر زبان میں هوتے هیں ' اور جنکے معلوم کرنے کیلیے کبهي کسي اهل زبان کو کسي فلسفیانه فن بلاغت و بیان کي ضرورت نہیں هوتي - حضرت عبد الله ابن عباس اور ابن کعب جب " بل یداہ مبسوطان " اور " الیه یصعد الکلم الطیب " پڑهتے تے ' تو بغیر اسکے که فلسفیانه دقیقه سنجیوں سے آشنا هوں اور ید و علو کے نفي و اثبات کي بحثوں میں اُلجهیں ' اسکا وہ سیدها سادها مطلب سمجهه لیتے تے جو هر غیر متکلف عربي داں سمجهه لیگا -

لیکن آگے چلکر جب علوم دخیله کي (یعنے اُن علوم و فنون کي جو باهر سے عربي زبان میں منتقل هوے) اشاعت هوي ' اور وضعي علوم کي اصطلحات اور نظري مباحث کي منطقي تعریفات و حدود کا لوگوں میں مذاق پیدا هوگیا ' تو ایک بڑي جماعت اُن لوگوں کي پیدا هوگئي جنهوں نے قرآن کو اهسته اهسته منطقي و فلسفي جامه پہنانا شروع کر دیا ' اور بہ تدریج اسکے الفاظ عربي لغت سے هٹ کر منطقي تعریفات و حدود کي نوعیت اختیار کرنے لگے - یہانتک که کچهه عرصے کے بعد اُن الفاظ کیلیے وهي معاني سمجهے جانے لگے ' جو علوم وضعیه میں انکے لیے قرار پا چکے تے -

(۳) یه تبدیلي الفاظ اور مطالب ' دونوں میں هوئی - مطالب میں بنیادي چیز قرآن کا اُسلوب بیان و استدلال هے - ایک عظیم اور اصولي غلطي متاخرین سے یه هوئي که وہ قرآن کے فطري اور وجداني اُسلوب بیان کي اهمیت معلوم نه کرسکے - یوناني فلسفه کے اشتغال نے اُن میں منطقي استدلال کا ذوق پیدا کردیا تها - انهوں نے کوشش کي که جہاں کہیں قرآن حکیم میں استدلال اور اثبات مدعا کے قسم کا کوئي بیان هے ' اُسے کهینچ تان کر منطقی استدلال کي شکل دیدیں -

حالانکه انبیاء کرام کے علوم کي راہ وضعي و منطقی طریق استدلال کي راہ سے بالکل مختلف هے - انبیاء کرام کا خطاب علوم سے نہیں بلکه قلوب سے هوتا هے - وہ علماء کے لیے بحث و نظر کا سامان پیدا کرنے نہیں آتے - بلکه عامة الناس کے لیے هدایت و سعادت کي راهیں کهول دینے کے لیے آتے هیں - اُن کا مقصود یه نہیں هوتا که اشیاء کي حقیقت کا سراغ لگائیں - وہ اس لیے آتے هیں که اعمال اور ان کے نتائج کی حقیقت دنیا پر واضح کردیں - پس وہ اپني تعلیم و هدایت میں کوئي ایسا طریقه اختیار نہیں کرتے ' جسے کسي طرح کي بهي مشابهت منطقي طریق بحث و استدلال سے هو - اُن کا طریقه سیدها سادها فطري طریقه هوتا هے ' جسکے لیے نه تو انسان کے بنائے هوئے علوم و فنون کی تحصیل ضروري هوتي هے ' نه پیچیده اور دقیق مقدمات ترتیب دینے پڑتے هیں ' اور نه کسي طرح کي ذهني کاوش اور نظري سلوک کی قید هوتي هے - هر انسان اپنے وجدان کي قدرتي استعداد اور طبعیت بشري کے فطري طلب و داعیه سے اُسے سنتے هي قبول کر لے سکتا هے ' اور ایک فلسفي و حکیم سے لیکر ایک بادیه نشین دهقان تک ' هر درجه ' هر طبقه ' اور هر زمانے کا انسان یکساں طور پر اُس سے یقین و ایمان حاصل کر لیتا هے !

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ۔ عید آستانہ۔ ترکی طبی کانفرنس۔ ٹرکی اور ایران

غازی مصطفےٰ کمال کا خطبہ

اس ہفتہ سب سے اہم واقعہ، انگورہ میں خلق فرقہ سی یا جمہوری جماعت کی مؤتمر ہے۔ مؤتمر میں سب سے زیادہ اہم کارروائی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ تاریخی خطبہ ہے جو کامل ایک ہفتہ تک جاری رہے گا موصوف نے یہ خطبہ، کئی ماہ کی محنت سے طیار کیا ہے۔ اس میں وہ تمام تاریخی اور سیاسی حقائق جمع کر دئیے ہیں جو معاہدہ التوائے جنگ کے بعد سے ابتک ٹرکی میں واقع ہوئے ہیں۔

غازی نے اپنا خطبہ "انجمن طیارات" کو دے دیا تھا۔ اُسی نے چھاپا ہے اور وہی ٹرکی کے طول و عرض میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ تقسیم کرے گی۔ ہر روز جتنا خطبہ غازی سنائیں گے، انجمن، اُتنا حصہ اخبارات کو تقسیم کرے گی۔ ایک جرمنی کمپنی نے دنیا کے اخباروں میں اس کا خلاصہ بھیجنے اور مختلف زبانوں میں اُس کا ترجمہ شایع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ ابتک متعدد زبانوں میں ترجمہ طیار ہو چکا ہے عنقریب بازار میں آجائے گا۔

"عید آستانہ"

آپکے قارئین نے یہ لفظ شاید پہلے نہیں سنا ہوگا۔ حالانکہ یہ لفظ ترکوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا کرتا ہے۔ عید آستانہ، یا آستانہ کی عید ہر سال ۶ر اکتوبر کو بڑی دہوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ پچھلے ہفتے ہم نے چوتھی مرتبہ یہ عید دیکھی تھی۔ تمام پچھلی عیدوں سے زیادہ شاندار تھی۔

یہ عید اتحادی فوجوں سے آستانے کی آزادی کی یادگار ہے۔ جنگ عمومی کے خاتمہ پر دول اتحاد نے ٹرکی سے التوائے جنگ کا معاہدہ طے کیا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکوں نے ہتیار رکھ دئیے۔ ہتیار رکھتے ہی اتحادی فوجیں پایۂ تخت میں گھس پڑیں۔ انگریزوں نے "پیرا" پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسیوں نے استنبول پر، اٹلی نے باسفورس کے ایشیائی ساحلوں پر۔ ان سلطنتوں کے جنگی بیڑے بحر مرمرہ اور باسفورس میں داخل ہو کر لنگر انداز ہو گئے اور اپنی توپیں شہر کی طرف سیدھی کر دیں۔ پھر ان کی بری فوجیں آئیں اور شہر کی وہ حالت کر دی جو خونخوار فاتح، مفتوحوں کی کیا کرتے ہیں۔ ایسا ظلم و ستم شروع کیا جس کا تصور بھی کبھی ترکوں نے نہیں کیا تھا۔ مسلح سپاہی اور مسلح جاسوس ہر طرف پھرتے تھے اور جسے چاہتے تھے، بدبختی میں مبتلا کر دیتے تھے بہت سے مارے گئے۔ بہت سے قید کئے گئے۔ بہت سے جلاوطن کئے گئے کوئی مخلص ترک بھی اتحادیوں کے انتقام سے بچ نہ سکا۔

اس ظلم و جور کے مقابلے میں آستانہ کے ترکوں نے کیا کیا؟ انہوں نے کوئی بغاوت کی؟ نہیں۔ کوئی مظاہرہ کیا؟ نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اتحادی قوتیں سمجھیں ہم نے مرعوب کر لیا۔ دنیا کی یہ سب سے زیادہ جبار قوم ہماری غلامی پر قانع ہو گئی۔ مگر یہ اُن کی غلطی تھی ترکی قوم کی طبیعت سے جہالت تھی۔ ترکی قوم کا خاصہ ہے کہ جب وہ جلال میں آتی ہے تو خاموش ہو جاتی ہے۔ جب ترک کو چُپ سناٹے میں دیکھو تو اُس سے بھاگو۔ کیونکہ وہ غصہ ہو گیا ہے۔ قہر و جلال کی قوتیں اُس کے دل و دماغ میں جمع ہو رہی ہیں۔ آستانہ کے ترک بھی اتحادیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموش ہو گئے۔ مگر اُن کی روح بول رہی تھی۔ اتحادیوں کے لئے وہ اندر ہی اندر اناطولیہ میں بارود بچھا رہے تھے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اناطولیہ میں قومی تحریک کا قیام، زیادہ تر آستانہ کے باشندوں ہی کی سعی و ہمت سے ہوا۔ اتحادیوں کا پہرہ چوکی بہت ہی سخت تھا، مگر آستانہ سے برابر سامان جنگ، توپیں، آدمی اور روپیہ اناطولیہ پہنچ رہا تھا۔ کس راہ سے جاتا تھا؟ کون لے جاتا تھا؟ کس وقت جاتا تھا؟ ان سوالوں کا جواب ابتک تاریخ کے پاس موجود نہیں ہے۔ مگر جاتا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے۔

آستانہ کے ترکوں کی خاموشی نے آخر ۴ سال بعد رنگ دکھایا۔ اتحادیوں کے پروردہ یونان کو اناطولیہ میں ایسی شکست ہوئی کہ موت سے بدتر تھی۔ دیکھتے دیکھتے فتح مند ترکی فوجیں باسفورس کے سامنے پہنچ گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب انگلستان، فرانس اور اٹلی کی تقریباً تمام بحری قوتیں، باسفورس اور مرمرہ میں جمع تھیں۔ اتحادی خیال کرتے تھے یہ قوت دیکھ کر اناطولیہ کے ترک ڈر کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائیں گے۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ خود اتحادیوں ہی کو ڈرنا پڑا۔ مدانیہ کا ذلت آمیز معاہدہ قبول کرنا پڑا۔

اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ ہمنے وہ دیکھا جسے دیکھ کر ہم اپنی آنکھوں کی صحت پر شبہ کرنے لگے۔ مگر وہ واقعہ تھا۔ ہم نے یہ دیکھا کہ اتحادی بیڑے، جو ابتک سلطان کو قید کئے پڑے تھے، اچانک اُن کے جھنڈے، سربلند ترکی جھنڈے کے سامنے جھک پڑے۔ جسوقت ترکی جھنڈا، وزارت جنگ کے بلند مینار پر اُڑایا گیا، تمام اتحادی قوتوں نے اُسے ذلت کے ساتھ جنگی سلام کیا۔

پھر ہمنے کیا دیکھا؟ یہ دیکھا کہ وہی اتحادی فوجیں، جو آستانہ کی سڑکوں پر فاتحانہ مظاہرے کرتی پھرتی تھیں اور ترکوں کو شریفانہ برتاؤ کی مستحق نہیں سمجھتی تھیں، خوف و دہشت سے اپنا اسباب باندھ کر اور بھاگتی نظر آئیں۔ ایک طرف سے یہ فوجیں بھاگ رہی تھیں، دوسری طرف سے مظفر و منصور ترکی فوجیں آ رہی تھیں۔ بیچ سمندر میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اول الذکر نے آخر الذکر کو فوجی سلامی دی!

"عید آستانہ" اسی واقعہ کی یادگار ہے جو ۶ر اکتوبر کو پیش آیا تھا

ترکی طبی کانفرنس

انگورہ میں ترکی طبی کانفرنس منعقد ہوئی۔ عصمت پاشا نے اسکا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں بہت سے اہم طبی مسائل پر بحث ہوئی۔ بیاتزی بک کی رُوداد سے معلوم ہوا کہ آنکھوں کا مرض ترکوں میں بھی عام ہے۔ اسوقت ۵ لاکھ ترک اسمیں مبتلا ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر حصن منصور، دیار بکر، اور [illegible] کے علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

رشاد رضا بک اور موسی کاظم بک نے مرض سل پر بحث کی اور بتایا کہ گذشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں صرف قسطنطنیہ میں اس بیماری سے ۹۹،۰۰۰ آدمی مر چکے ہیں۔ پورے ٹرکی میں سالانہ ۳۲،۰۰۰ آدمی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ یعنی ہر دس ہزار ترکوں میں ۳۰ آدمی اسی بیماری میں مرتے ہیں۔

ٹرکی اور ایران

ادہر کچھ مدت سے ٹرکی اور ایران کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی ہے، جیسا کہ پچھلے مکاتیب میں لکھ چکا ہوں۔ اس ہفتہ میرزا فروغی خاں سابق وزیر جنگ ایران، آستانہ پہنچے ہیں اور انگورہ جا رہے ہیں۔ ان کا سفر اسی نزاع کے دُور کرنے کے لئے ہے۔ موصوف نے اخبارات کے نمائندوں کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"سرکش کرد، ترکی حدود پر تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ ترکی حکومت خیال کرتی ہے کہ یہ مجرم، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ یہ لوگ بعض ترکی افسروں کو بھی پکڑ لے گئے ہیں۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ کرد، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو ہم اُنہیں ہرگز پناہ نہیں لینے دینگے اور ترکی حکومت کو ہر طرح مطمئن کر دیں گے"

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترکی افسر یہ مجرم پکڑ لے گئے تھے، اب رہا ہو گئے ہیں اور اپنی سرحد میں واپس آ گئے ہیں۔

* * *

شمالی افریقہ

مراکش، ٹیونس، اور الجزائر فرانسیسی استعمار کے بعد

(الہلال کے مقالہ نگار مصر کے قلم سے)

مراکش کی آبادی

۴ر مارچ ۱۹۲۶ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانس کے زیر حمایت مراکش کا رقبہ ۴۱۵،۰۰۰ کیلومیٹر مربع میل ہے، اور آبادی ۴،۲۳۰،۰۰۰ ہے۔ اسمیں ۴،۱۲۰،۰۰۰ مسلمان ہیں۔ ۱۰۸،۰۰۰ یہودی ہیں۔ ۶۶ ہزار فرانسیسی ہیں۔ ۴۰ ہزار دوسرے یورپین ہیں۔

اس سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مردم شماری ہوئی تھی۔ اُس کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۵ برس کے قلیل عرصہ میں فرانسیسیوں کی تعداد میں ۱۹ ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مراکش کی دولت

مراکش کے باشندے زراعت پیشہ ہیں۔ زیادہ تر غلہ کی کاشت ہوتی ہے۔ ابتک کوئی قیمتی کان دریافت نہیں ہوئی۔ صرف فاسفیٹ

مدحت پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے محمد آغا کو بلا کر انجان بن کے کہا:

" دودھ والے نے ہمیں بھی دودھ بھیجا تھا جس میں سے کیا مزا کو دیا کرتا ہو۔ لیکن جیسے ہی دودھ کا ایک قطرہ زبان پر رکھا، اُس کا حلق جل گیا۔ معلوم ہوتا ہو زہر، تانبے کے کسائے سے پیدا ہو گیا ہو۔ تم ابھی جا کر کمانڈر کو خبر کر دو۔ ایسا نہ ہو اُنھیں کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

محمد آغا نے واپس آ کر کہا کمانڈر ابھی دودھ والے کے برتنوں کا معائنہ کرینگے۔ اُسے مارینگے۔ قید کرینگے۔ پوری تحقیقات کریں گے۔ قیدیوں نے یہ سنا تو مسکرانے لگے۔ کیونکہ سن چکے تھے کہ کمانڈر اپنے ساتھیوں سے پوچھتا تھا۔ "ان لوگوں نے دودھ تو کھا لیا ہوگا؟ کیا مر گئے؟ کیا زہر کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہو؟"

مدحت پاشا کے بعض رفقاء نے مسموم دودھ کمانڈر کے پاس بھیجا کہ اس کی کیمیاوی تحلیل کی جائے لیکن اُسنے ہنس کر دودھ واپس کر دیا۔ اور کہا "یہاں تحلیل کرنے کے آلات موجود نہیں!"

اس واقعہ کے بعد باورچی خانہ اچھی طرح بند کر دیا جاتا تھا۔ کھانے پینے کے برتنوں پر علامتیں لگا دی جاتی تھیں۔ لیکن دو ہفتے کے بعد ایک دن عارف آغا نے جوں ہی دروازہ کھولا، برتنوں پر سے علامتیں ہٹی ہوئی تھیں۔ اسی کھانے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ تحقیقات سے معلوم ہو گیا کہ زہر ملا دیا گیا ہو۔ بعد میں حسن آغا اور نوری آفندی نے اقرار کیا کہ اُنھوں نے زہر ملایا تھا!

اسی اثنا میں محمود پاشا، دست دینے میں مبتلا ہو گئے۔ پتہ چلا قہوہ میں کوئی زہریلا مادہ ملا ہوا ہو۔ اُنھوں نے قہوہ پینا چھوڑ دیا اور اچھے ہو گئے۔

ایک دن پانی کا رنگ اور مزہ بدلا ہوا تھا۔ اسمیں بھی زہر ملا دیا گیا تھا۔ فوراً صراحی توڑ ڈالی گئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ زہر، مصر سے مہیا کیا جاتا تھا۔ لانے والا ایک شخص اسمٰعیل آغا تھا۔ والی حجاز کو اس پر بہت اعتماد تھا اور اسی کے ذریعہ دشمنوں کو قتل کرایا تھا۔ یہ ایک مدت سے یہاں آیا ہوا تھا مگر تنہا اس خطرناک جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ۲۱ رمارچ سنہ ۱۳۰۰ھ کو رسالدار محمد لطفی دو رجمنٹ فوج اور توپ خانہ لے کر مصر سے آیا اور قلعہ کے محافظوں میں اپنے سپاہی داخل کر دیے۔

محمد لطفی نے آتے ہی مدحت پاشا کے خادم عارف آغا کو طلب کیا کہا "میں زہر لایا ہوں۔ اگر تم مدحت پاشا کو کھلا دو تو تمھیں ایک ہزار پونڈ انعام دیا جائے گا۔ ایک دوسرا شخص، محمود پاشا کو دینے کے لئے تیار ہو گیا ہو۔ اُسے ۹۰۰ پونڈ انعام دیا جائے گا۔"

عارف آغا وفادار نوکر تھا۔ اُسنے بظاہر زہر لے لیا اور وعدہ کیا کہ اپنے آقا کو قتل کر ڈالے گا۔ مگر قلعہ میں واپس آ کر مدحت پاشا اور محمود پاشا کو پورا قصہ سنا دیا۔ اُنھوں نے باقی رفقاء کو مطلع کیا۔ سب نہایت پریشانی میں پڑ گئے۔

محمد لطفی، خاص قتل کے ارادے سے آیا تھا۔ تمام قیدی اس حقیقت سے واقف ہو چکے تھے۔ اسکی آمد کے ایک ہفتہ بعد اُسنے ارتکاب جرم کی پھر کوشش کی۔ پورے قلعے میں فوج لا کر بھر دی اور محاصرہ کر لیا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ مدحت پاشا کے خادم عارف آغا نے بڑی ہی وفاداری سے کام لیا تھا اور راز فاش کر دیا تھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ صبح دلنا براہیم نے عارف آغا کو کئی دوسرے افسروں کی موجودگی میں بلا کر کہا:

"ہم آج رات مدحت پاشا کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ ایک مہینہ ہوا تم نے زہر دینے کا وعدہ کیا، مگر ابتک کچھ بھی نہیں کیا۔ لہٰذا اب یہ کرو کہ تم مدحت پاشا کے ساتھ سوتے ہو۔ رات کو کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دینا۔ دیکھو اگر دروازہ بند کر کے سو گئے تو ہم سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

یہاں قلعہ میں سیاسی قیدی نماز عشاء کے بعد اپنے اپنے کمروں میں جانے کے لئے رخصت ہو رہے تھے کہ عارف آغا نے آ کر کہا:

"آپ لوگ جدا نہ ہوں، کیونکہ آج رات میرے آقا کو قتل کرنا چاہتے ہیں!"

تمام رفقاء گھبرا گئے اور اُنھوں نے طے کر لیا کہ مدحت پاشا کو تنہا نہیں چھوڑینگے۔ ایک افسر نے عارف آغا کی گفتگو سن لی تھی۔ اُس نے محمد لطفی کو خبر پہونچائی۔ محمد لطفی نے فوراً عارف آغا کی گرفتاری اور قیدیوں کے منتشر کرنے کا حکم دے دیا۔ حسن آغا ایک افسر نے آ کر کہا "میرالائی محمد لطفی سلام کے بعد کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یکجا رہنا ممنوع ہو۔ فوراً اپنے کمروں میں چلے جائیے"

مدحت پاشا اور محمود پاشا نے جواب دیا "ہم ہرگز یہاں سے نہ جائینگے۔ تم تلوار کے زور سے ہمیں نکال دو!"

پھر فوراً بکر آفندی کمانڈر نے آ کر کہا "عارف، ایک شریر آدمی ہو۔ وہ ایک ایسا جھوٹ بولا ہو جسے پورے سمندر کا پانی بھی نہیں دھو سکتا۔"

مدحت پاشا نے پوچھا "ہمارے گرد یہ تمام تیاریاں کیسی ہیں؟"

بکر آفندی نے جواب دیا "ہمیں ابتک کوئی خاص حکم نہیں ملا ہو۔ لیکن ہم ہر حکم کی اطاعت ضرور کرینگے۔"

پھر اُسنے قسم کھائی کہ اب تک جتنی خبریں مشہور ہوئی ہیں بالکل جھوٹی ہیں۔ اور قلعہ سے باہر چلا گیا۔

جرم کی رات

۱۰ رجب سنہ ۱۳۰۰ھ کو رات کے پچھلے پہر میں مدحت پاشا اور محمود پاشا قتل کر ڈالے گئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

اس رات میرالائی محمد لطفی اور بکر آفندی کمانڈر، قلعہ کے پھاٹک میں بیٹھے رہے۔ قلعہ کے اندر بہت سی فوج جمع کر دی گئی۔ سپاہیوں کو کافی مقدار میں کارتوس تقسیم کر دیئے گئے۔ آدھی رات کے بعد محمود پاشا کے خادم حاجی شکری کھینچ کر لے گئے۔ پھر قیدیوں کے کمرے کے سامنے دو دو مسلح سپاہی کھڑے کر دیئے گئے۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آغا پہلے ہی سے قید کر دیا گیا تھا۔ مگر موصوف تنہا نہ تھے۔ ناجی پاشا کے لڑکے علی بک اُن کے ساتھ سوتے تھے۔

اچانک مدحت پاشا کے کمرے کا دروازہ توڑ ڈالا گیا۔ علی بک اُٹھا لے گئے۔ اور مدحت پاشا کو قتل کرنا چاہا۔ اُنھوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ صرف خدا کے خوف سے ڈرایا اور نصیحت کی۔ اُنھوں نے کہا "دیکھو، سپاہی کا کام وطن کی حفاظت ہو۔ نہ کہ ارتکاب جرم!" لیکن اُن کا گلا گھونٹ ڈالا، اور وہ ہلاک ہو گئے!

اسی طرح قاتلوں نے محمود پاشا کا دروازہ بھی توڑا۔ وہ جاگ پڑے اور تکیہ اُٹھا کر دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر تھک گئے۔ حسن آغا، ایک افسر نے اُن کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال دیا: وہ زور سے چلائے "امان امراء" اس آواز پر سب لوگ جاگ پڑے۔

خیر اللہ آفندی، پاس کے کمرے میں تھے۔ وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سپاہیوں نے کہا "ڈرئیے نہیں۔ آپکے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہو" مگر وہ اس قدر مرعوب ہو گئے تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور رات بھر اسی حالت میں رہے۔

محمود پاشا کو قتل سے پہلے بہت تکلیف دی گئی، پھر گلا گھونٹ ڈالا گیا۔ مگر یہ ناکافی سمجھا گیا اور لاٹھیوں سے اُن کا ہاتھ توڑ ڈالا گیا!

قتل کے بعد دونوں شہیدوں کو غسل خانے اُٹھا لے گئے۔ رات ہی کو علی بک بردستانی کی دکان توڑ کر کفن کے لئے کپڑا نکالا گیا اور فوج کے امام یونس آفندی کو شہیدوں کے نہلانے کا حکم دیا گیا۔ مگر اُنھوں نے انکار کیا۔ اسپر دونوں کو بغیر غسل اور کفن کے دفن کر دیا گیا۔

دونوں قبروں پر دو پتھر لگا دیئے گئے۔ ایک پر لکھا تھا "مدحت پاشا ۲۶ رمارچ کو فوت ہوئے" دوسرے پر تھا "محمود پاشا ۱۲ رمئی کو فوت ہوئے"

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ کیونکہ دونوں کو ایک ہی دن قتل کیا گیا تھا۔

مدحت پاشا اپنے قتل کے بہت دن سے منتظر تھے۔ واقعے سے دو تین دن پہلے ایک مرتبہ نماز کے بعد سر جھکائے دیر تک بیٹھے رہے۔ ساتھیوں نے فکر کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے:

"میں موت کے بارے میں غور کر رہا ہوں جس کی تکلیف ۵ منٹ سے بھی کم میں ختم ہو جاتی ہو۔ سوچتا ہوں کون سی موت سب سے کم تکلیف دہ ہوتی ہو: گلا گھوٹنے کی موت یا گولی کی موت یا بیماری کی موت؟ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا، مگر یہ معاملہ انسان کے اپنے بس کا نہیں ہو۔ دیکھو میں بیمار ہوا۔ موت سے قریب ہو کر پھر تندرست ہو گیا۔ ہماری وجہ سے کئی مظلوم قید ہیں۔ شاید ہماری موت اُن کی رہائی کا سبب ہوگی"

وفات سے پہلے مدحت پاشا نے خیر اللہ آفندی کو ۴۰ پونڈ دیئے اور کہا "یہ میرے کفن دفن کے لئے ہیں" مگر خیر اللہ آفندی کو اس خدمت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے اُنھوں نے یہ رقم حکومت کے حوالے کر دی۔

مدحت پاشا اور محمود پاشا، گلا گھونٹ کر قتل کئے گئے۔ مگر حکومت نے یہی مشہور کیا کہ وہ بیمار ہوئے تھے اور اپنی قضا سے مر گئے۔ لیکن دنیا نے یہ جھوٹ تسلیم نہیں کیا اور بہت جلد حقیقت مشہور ہو گئی۔

سلطان عبدالحمید ان دونوں شہیدان وطن سے اس قدر خائف تھا کہ بہت دن تک اُن کی موت کا اُسے یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ دو مرتبہ اُسنے اپنے خاص آدمی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے طائف بھیجے اور اُنھوں نے پوری تحقیقات کی۔ مگر سلطان کو برابر یہی شک رہا کہ دونوں کہیں بھاگ گئے ہیں۔ کہا جاتا ہو کہ آخر میں سلطان نے حکم دیا کہ مدحت پاشا کا سر کاٹ کے اُس کے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی، سر کاٹا گیا، اور ایک صندوق میں بند کر کے روانہ کر دیا گیا۔ مگر چونکہ بیچ میں نہر سویز پڑتی تھی اور وہاں کا چنگی خانہ بہت سختی سے تلاشی لیتا ہو، اس لئے صندوق پر یہ عبارت لکھ دی گئی "خاص جلالۃ السلطان کے لئے ہاتھی دانت کی مصنوعات"!

مدحت پاشا اور محمود پاشا کی قبریں کچھ عرصہ موجود رہیں۔ مگر احمد راتب پاشا نے اپنی حکومت کے زمانے میں اُن پر سے پتھر اکھڑوا ڈالے اور قبریں زمین سے برابر کر دیں۔

یہ عجیب بات ہو کہ اس واقعہ قتل کے ایک ہفتہ بعد والی حجاز، مرض فالج میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ گویا خدا کا دنیا ہی میں اُس سے انتقام تھا!

لئے ایک طریقہ دریافت کیا ہو۔ وہ طریقہ یہ ہو کہ کیمیادی انفعال کے لحاظ سے خون کی جانچ کی جاتی ہو۔ خون کی جانچ سے ثابت ہو چکا ہو کہ کیمیادی تفاعل کے لحاظ سے انسان اور بندر نما انسان کا خون بالکل ایک ہی طرح کا ہو۔ دونوں کا خون یکساں طور پر یکساں امراض قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہی، اور دونوں خون اپنی کیمیادی ترکیب میں بھی ایک ہی ہیں۔ پھر اپنی ترکیب میں دونوں کے دماغ بھی یکساں ہیں۔ رحم مادر میں جس طرح انسان کا بچہ نشو و نما پاتا ہو، ٹھیک اُسی طرح اس بندر کا بچہ بھی نشو و نما حاصل کرتا ہو۔ رحم میں دونوں بالکل یکساں حالات سے گزرتے ہیں۔ دونوں کے جسم میں ایک ہی قسم کے اثری اعضا بھی موجود ہیں اور نظریہ نشو و ارتقا کی سب سے بڑی دلیل ہو۔ پھر جس طرح عورت اپنے بچے سے محبت کرتی اور پالتی پوستی ہو، بالکل اُسی طرح اور ویسے ہی جذبات کے ساتھ اس قسم کا بندر بھی اپنے بچے کو پالتا ہو۔

یہ تمام حقائق، اُن کثیر دلائل میں سے صرف چند ہیں جن سے انسان اور اس بندر نما انسان میں کامل مشابہت ثابت ہوتی ہو۔ اگر یہ دونوں مخلوق ایک ہی اصل سے پیدا نہیں ہوئے، تو اس مشابہت کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہو؟

دماغ انسانی کا نشو

بندر کے دماغ میں کوئی جزو ایسا موجود نہیں جس سے مشابہ جزو انسان کے دماغ میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں جو اجزا اور اُن کی ترکیب موجود ہو، بعینہ وہی گوریلا کے دماغوں میں بھی موجود ہو۔ انسان کا دماغ بندر نما انسان کے دماغ سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ فرق صرف کمیت کا ہو۔ انسان کا دماغ کمیت میں زیادہ ہوتا ہو۔ بلاشبہ یہ فرق، معمولی فرق نہیں ہو۔ انسان کے دماغ کے کمیت اور معین اجزا میں اُس کی تقسیم ہی نے انسان کو شعور و ادراک، عمل و کلام، اور تعلیم و تربیت کی قوت بخشی ہو۔

ڈاروین نے انسان اور بندر نما انسان کے دماغوں کی تحقیق کی۔ ثابت ہوا کہ فرق صرف کمیت میں ہو نہ کہ نوعیت میں۔ ڈاروین کے بعد دوسرے بہت سے علماء نے بھی تحقیق کی اور اس رائے کی تائید کی۔ علم وظائف الاعضاء، علم النفس، علم التشریح، اور علم الجنین، وغیرہ علوم کے مباحث سے ثابت ہو گیا ہو کہ انسان کے دماغ نے بندر نما انسان کے دماغ سے ترقی کی ہو، اور اس ترقی کے دوران میں کسی نئی ترکیب کا اُس میں اضافہ نہیں ہوا ہو۔

پیچیدہ مشکلات

ہم یہ دعوی نہیں کرتے کہ ہماری تحقیقات بالکل مکمل ہو چکی ہیں۔ درحقیقت ہم ابھی پہلی ہی منزل میں ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سی ایسی پیچیدہ مشکلات ہیں جنھیں ہم حل نہیں کر سکے ہیں۔

ہم اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم یقین کے ساتھ انسانی دماغ کی ترقی اور گوریلا کے دماغ کی پستی کا سبب بیان کر سکیں گے، ہم ناموس وراثت کی معقول تعلیل کر سکیں گے اور بتا سکیں گے کیوں ایک خاندان زیادہ طاقتور ہوتا ہو اور دوسرا کمزور؟

پھر یہ عجیب بات ہو کہ عہد میوسینی میں صرف انسان کے مورث اعلیٰ کے دماغ ہی نے ترقی نہیں کی، بلکہ دوسرے بہت سے حیوانات کے دماغوں نے بھی ترقی کی ہو۔ شروع میں تمام بندروں کا دماغ بہت ہی چھوٹا تھا۔ پھر اُس میں زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسانی دماغ کا ظہور ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیا موثرات تھے جنھوں نے اس دماغ کے لئے ترقی کی راہ باز کی؟ سردست اِن سوالوں کا ہمارے پاس شافی جواب موجود نہیں۔

افسانہ

فرانس کا آخری مقبول ڈراما

مضحک اور غمناک عناصر کا مجموعہ

ایلین کا شوہر!

ذیل میں اُس ڈرامے کا خلاصہ ایک نقاد تماشائی کی نظر سے قلمبند کیا گیا ہو، جو گذشتہ موسم بہار میں پیرس کا سب سے زیادہ مقبول اور دلچسپ ڈراما تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے چند امور پیش نظر رکھنے چاہئیں:

(۱) "کامیڈی" اور "ٹریجڈی" کی دو قدیم قسمیں معلوم ہیں، لیکن ایک تیسری قسم وہ ہو جس میں دونوں طرح کے جذبات جمع کر دینے کی کوشش کی جاتی ہو۔ یعنے وہ واقعات و احساسات کا ایک ایسا ملا جلا مجموعہ ہوتا ہو، کہ اُسے ایک اعتبار سے مضحک کہہ سکتے ہیں، ایک اعتبار سے غم انگیز۔ اس اشتراک سے مقصود یہ نہیں ہو کہ سلسلۂ واقعات میں بعض حصے غم انگیز آجائیں اور بعض مضحک، جیسا کہ شکسپیر نے ہملٹ جیسی غمناکی میں ایک منظر ہملٹ اور قبر کھودنے والوں کے مضحک مکالمہ کا دکھا دیا ہو، بلکہ مقصود یہ ہو کہ نفس واقعہ اور اُس کے واردات و احساسات کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ اُسے ایک پہلو سے مضحک اور ایک پہلو سے غم انگیز قرار دے سکیں۔ یہ قسم آجکل فرانس میں سب سے زیادہ مقبول ہو، اور مندرجہ ذیل ڈراما اسی قسم کا ایک آخرین نمونہ ہو۔

(۲) سب سے زیادہ قابل غور یورپ کی موجودہ اخلاقی ذہنیت کی نمایش ہو جو اس ڈرامے میں ہمارے سامنے آجاتی ہو۔ یہ واقعہ ہو کہ ایلین اور اُسکے شوہر کی قصصی سیرت یورپ کے اعلیٰ اور متوسط طبقات کے نوّے فی صدی مرد و عورت کی حقیقی سیرت ہو۔ حیات زوجیت کی اخلاقی اور معاشرتی روح فنا ہو چکی ہو۔ محض ایک طرح کا قانونی معاہدہ رہ گیا ہو جس کی پابندی معاشرتی ضروریات کی بنا پر کی جا رہی ہو، بہت ممکن ہو کہ کچھ عرصہ بعد یہ پابندی بھی ضروری نہ رہے۔ موجودہ تمدن کا منتہائے عروج، اخلاق اور اخلاقی حدود کا خاتمہ ہو!

(۱)

میں ہنسنا چاہتا تھا جب یہ ڈراما دیکھنے کے لئے جانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ ہنسوں گا، کیونکہ قصہ کا نام ہی مضحک تھا۔ پھر یہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آیا تھا اور نکتہ چینوں کی نظریں ابتک اس پر نہیں پڑی تھیں جو ایکٹر اس میں حصہ لینے والے تھے، سب فن ظرافت میں مشہور تھے۔ پیرس کے مخلوق کی عادت ہو کہ پہلے ہی سے لطف اٹھانے لگتی ہو۔ میں نے بھی پیشگی ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

ہنستے ہوئے تھیٹر پہنچے۔ پردہ اُٹھنا تھا کہ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ لیکن چند ہی لمحے بعد ہنسی غائب ہو گئی۔ اپنے اندر میں نے ایک عجیب طرح کا احساس پایا۔ الفاظ شاید اسے بیان نہیں کر سکتے کیونکہ وہ احساس نہ تو خالص مسرت تھی نہ خالص رنج۔ یا یوں کہو کہ وہ چیز خالص رنج سے بھی زیادہ قلب کو متاثر کر رہی تھی لیکن ساتھ ہی تبسم پر بھی مجبور کرتی تھی۔ بلکہ شاید ہنسی پر۔ شاید قہقہوں پر! افسردگی میں مسکرانا! رنج میں کھلکھلا کر ہنسنا!

کیوں؟ اس لئے کہ ایکٹر تمہارے سامنے انسان کی ایسی خصلتیں پیش کر رہا ہو جن کا ظاہر ہنسانے والا ہو، ہنسنا چاہو یا نہ چاہو، باطن رلانے والا ہو، رونا چاہو یا نہ چاہو۔

(۲)

پردہ اُٹھتے ہی ایک ادھیڑ عورت تمہارے سامنے موجود ہو۔ ادھیڑ سے بھی زیادہ بوڑھی معلوم ہوتی ہو۔ اُس کا لباس اُس کے سن و سال اور مرتبہ کے مناسب ہو۔ اُس کی گفتگو سنتے ہی تم جان جاتے ہو کہ وہ پیرس کی مخلوق نہیں، اطراف ملک سے آئی ہو۔ اور یہ کہ اُس مبہم طبقہ سے تعلق رکھتی ہو جو متوسط طبقہ تو نہیں ہو مگر اس سے اُتر کر رہنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

عورت، بیوہ ہو۔ شوہر کی یادگار ایک لڑکی ایلین موجود ہو۔ یہ نہایت حسین اور خوش اندام ہو۔ ماں بیٹی زمانہ کے جور سے تنگ آکر پیرس میں پناہ ڈھونڈھتی ہیں۔ فن موسیقی کے ایک ماہر سے ملاقات ہوتی ہو۔ وہ خود بھی اپنے ہنر میں بدقسمت ہو مگر قصباتی دوشیزہ پر فریفتہ ہو جاتا ہو۔ دونوں کو اپنے شکستہ گھر میں جگہ دیتا ہو۔ پھر بیک وقت اس رشک ماہ کا اُستاد، مربی، اور عاشق بن جاتا ہو۔

لڑکی، رقص و سرود میں کامل ہو جاتی ہو۔ پیرس کی ایک تھیٹر کمپنی اُس کی خدمات قبول کر لیتی ہو۔ آج کی رات وہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آنے والی ہو۔ ماں اُسے بڑے ہی تأثر، اضطراب، مسرت، اور کسی قدر خوف کی نظروں سے دیکھ رہی ہو۔ لیکن کامیابی کی امید بھی رکھتی ہو اس لئے خوشی بھی منانا چاہتی ہو۔ چنانچہ اُس نے دعوت کا اہتمام کیا ہو۔ میز پر قسم قسم کے کھانے چنے ہیں جو دولتمندوں کے لئے معمولی مگر غریبوں کے لئے بہت قیمتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی تمام باتیں اپنی کم سن پھرتیلی خادمہ کو سناتی ہو۔ اُس کا لہجہ بالکل ویسا ہی

کی ایک کان ملی ہے۔ البتہ خیال کیا جاتا ہے کہ ملک میں سیسے، زنگ، تانبے کی بھی کانیں موجود ہیں، مگر زیادہ بڑی نہیں سمجھی جاتیں۔

مراکش کی تجارت

سنہ ۱۹۱۳ء سے ابتک کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ مراکش میں برآمد پر درآمد کا بسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا:

سنہ	ملین فرنک کے حساب سے زیادتی
سنہ ۱۹۱۳ء	۱۴۲
سنہ ۱۹۲۲ء	۵۱۴
سنہ ۱۹۲۳ء	۵۰۸
سنہ ۱۹۲۴ء	۳۰۳
سنہ ۱۹۲۵ء	۶۲۶
سنہ ۱۹۲۶ء	۹۸۰

مراکش کی تجارت میں فرانس کا حصہ بہت بڑا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا۔

سنہ	مجموعی تجارت	فرانس کا حصہ
سنہ ۱۹۱۳ء	۲۲۲	۱۵۲
سنہ ۱۹۲۱ء	۱۲۱۹	۷۵۳
سنہ ۱۹۲۵ء	۱۷۵۴	۹۵۳
سنہ ۱۹۲۶ء	۲۳۰۴	۱۳۲۷

برآمد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں مراکش کی کل برآمد ۴۰ ملین فرنک تھی۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ۷۱۲ ملین تک پہنچ گئی۔ لیکن درآمد کے مقابلے میں یہ ترقی بہت معمولی ہے۔ کیونکہ برآمد میں فاسفوٹ بھی داخل ہے جو سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس کی قیمت سنہ ۱۹۲۶ء میں ۰۰۰،۰۰۰،۱۲۵،۱۰ فرنک تھی۔ اسی طرح دوسری کانوں کی آمدنی جو فرانسیسی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہیں، ۶ ملین فرنک تھی۔

اسوقت تک مراکش کی ۶ لاکھ ہکٹار قابل کاشت زمین، ۳۱۰ ہزار فرانسیسیوں کی ملکیت میں جاچکی ہے۔ یہ لوگ اپنی پیداوار فرانس بھیجتے ہیں اور بے شمار نفع حاصل کر رہے ہیں۔

مراکش کا قرضہ

فرانسیسی حمایہ سے پہلے مراکش پر ۱۶۴ ملین قرضہ تھا لیکن سنہ ۱۹۱۴ میں ایک نیا قرضہ اُس کے سر منڈھ دیا۔ اب اُس کی تعداد ۷۴۴ ملین فرنک ہوگئی ہے۔ حکومت مراکش کے سالانہ میزانیہ میں قرض اور سود کی ادائی کے لئے بھی ایک مد ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۲۲ میں حکومت کی آمدنی ۲۶،۷۶،۳۴،۳۴،۴۰ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۳،۶۹،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ سنہ ۲۶ میں آمدنی ۴۰،۶۹،۱۵،۷۶،۲ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۷،۸۴،۰۰،۰۰۰۔

ریلوے

اسوقت مراکش میں ۱،۲۵۵ کیلومیٹر ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے۔ لائن دو قسم کی ہے: چھوٹی اور بڑی۔ چھوٹی لائن، فوجی نقل و حرکت کے لئے ہے اور حسب ذیل مقامات کو متصل کرتی ہے:

خط	درازی
دار بیضا سے مراکش تک	۲۸۴ کیلومیٹر
جدہ سے فاس تک	۴۰۱ ״
قنیطرہ سے وزان تک	۱۵۸ ״

آخر الذکر دونوں خطوں سے جنگ ریف کے زمانے میں فرانس نے بہت فوائد حاصل کئے۔ ان پر مسافر بھی سفر کرتے ہیں، مگر کم۔

بڑی لائن کی دو شاخیں ہیں:

طنجہ۔ فاس لائن۔ یہ ایک فرانسیسی اسپینی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس کی درازی ۳۰۶ کیلومیٹر ہے۔

قنیطرہ۔ رباط لائن۔ یہ دار بیضا اور مراکش ہوتی ہوئی طنجہ۔ فاس ریلوے سے ملجاتی ہے۔ یہ سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔

مراکش میں فرانس کے جنگی مصارف

ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگا کہ فرانس کو اب تک مراکش کے محکوم کرنے کے لئے کتنے مصارف برداشت کرنا پڑے:

سنہ	ملین فرنک
سنہ ۱۹۰۷ سے سنہ ۱۹۱۲ء	۱۲۶
سنہ ۱۹۱۳ ״ سنہ ۱۹۱۸	۵۹۸
سنہ ۱۹۱۹ ״ سنہ ۱۹۱۹	۱۳۱۰
سنہ ۲۰	۳۹۰۸
سنہ ۲۱	۴۷۸۳
سنہ ۲۲	۴۳۶۱
سنہ ۲۳	۳۹۳۵
سنہ ۲۴	۲۳۳۸
سنہ ۲۵	۹۰۴۲
سنہ ۲۶	۱۲۰۵۶

صحرا میں ریل

شمالی افریقہ کے فرانسیسی نظم و نسق کی سرکاری کانفرنس ہر سال منعقد ہوا کرتی ہے۔ حال میں اس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس نے متعدد نئی تجاویز منظور کی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم تجویز یہ ہے کہ صحرا میں ریلوے لائن تعمیر کر کے شمالی افریقہ وسطی افریقہ سے ملا دیا جائے۔ اگر یہ ریلوے خط تعمیر ہوگیا تو افریقہ کی عمرانی اور تجارتی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ صحرا کا تمام غیر آباد حصہ آباد ہو جائے گا، اور مصر سے مراکش تک ایک نیا اندرونی خط

مذاکرہ علمیہ

نظریۂ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل

(۲)

مشکلات

نظریۂ ارتقاء کے محقق کی راہ میں ابتک متعدد مشکلات حائل ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ طبقات الارضی تاثیرات کے ماتحت ارتقائی سلسلے کی بعض کڑیاں گم ہیں۔ ان کڑیوں کا پتہ لگانا ضروری ہے۔

حفریات کی مدد سے ہم نے عہد پلیوسینی (یعنی وہ عہد جبکہ زمین کی سطح کا دوسرا طبقہ طیار ہونا شروع ہوا) کے اواخر تک کی تحقیق کرلی ہے۔ مگر خود اس عہد کی تحقیق پوری طرح مکمل اور یقینی نہیں ہے۔ بلاشبہ اس پلیوسینی طبقات میں پتھرائے ہوئے دانت ملے ہیں ممکن ہے یہ بندر نما انسان، یا انسان نما بندر کے دانت ہوں۔ لیکن اس مخلوق کی تعیین کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔

عہد پلیوسینی کم سے کم ڈھائی لاکھ برس دراز تھا۔ اس سے پہلے کا زمانہ، عہد میوسینی کہلاتا ہے اور کم سے کم چھ سات لاکھ سال دراز تھا۔ اسی عہد میں بندر نما انسان ظاہر ہوا تھا۔ ڈاکٹر پلگرم کو (جو ہندوستان کے شعبۂ طبقات الارض میں کام کرتے ہیں) ایسے پتھرائے ہوئے آثار دستیاب ہوئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بندر نما انسانوں کی بارہ قسمیں موجود تھیں اور عہد میوسینی کے اواسط و اواخر میں ہمالیہ کے جنگلوں کے اندر زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر آج ہم بندر نما انسان کی کم از کم تین ایسی قسموں سے بھی واقف ہیں جو اسی عہد میں یورپ کے جنگلوں کے اندر موجود تھیں لیکن افسوس ہے اُن کے جسم کے صرف وہی اجزا مل سکے ہیں جو زیادہ پائدار تھے۔ یعنی دانت اور جبڑے۔ اُن دانتوں کو اگر قدیم انسان کے دانتوں کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو کوئی شخص اس امر کو انکار نہ کرسکے گا کہ عہد میوسینی کے بندر نما انسان کے دانت موجودہ انسانی دانتوں کی اصل ہیں۔

انسان کب ظاہر ہوا؟

یہ غیر ضروری ہے کہ عہد میوسینی سے پہلے انسان کے ظہور کی تحقیقات کی جائے۔ کیونکہ اس عہد سے پہلے کے ارضی طبقات میں صرف بندر نما انسان ہی کے آثار ملتے ہیں۔ اسوقت جتنے بھی دلائل ہمارے پاس موجود ہیں، اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ انسان نے ایک ایسے بندر سے ظہور کیا ہے جو بندر نما انسان قسم کا تھا۔ یہ قسم شمپانزی قسم کے بندر سے زیادہ ترقی یافتہ نہ تھی۔ اور یہ کہ انسان کی نسل انتھروپوئیڈ سے عہد میوسینی میں جدا ہوئی ہے۔ بنا بریں انسان کی عمر، دس لاکھ برس کی ہے۔

انسان کے تسلسل پر دلائل

طبقات الارضی مباحث سے ابتک قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ انسان کی اصل، بندر نما انسان ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان اپنے ظہور کے کسی عہد میں بندر نما انسان قسم کی ایک مخلوق تھا؟ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ انسان اور بندر میں مختلف حیثیتوں سے بہت فرق ہے۔

میں مختصر جواب دیتا ہوں۔ موجودہ صدی کے اوائل میں پروفیسر نٹیلن نے ہر جنس حیوانی کا تعلق اُس کے افراد سے معلوم کرنے کے

شدید حقارت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ عاشق عاشق اب شوہر کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے جس کی رگوں میں گرم خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے، اور جو اس بات پر راضی ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی، اُس میں اور بیوی کے آشنا میں مشترک رہے!

عاشق رخصت ہوتا ہے۔ ایلین مسکراتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آتی ہے۔ گفتگو جاری ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ شوہر بیوی سے یکایک کہہ دیتا ہے کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ خوف سے کانپنے لگتی ہے مگر وہ سنجیدگی سے کہتا ہے "کوئی حرج نہیں۔ مجھے یہ صورت منظور ہے!" بیوی بے حد حقارت سے بے غیرت شوہر کو دیکھتی ہے۔ دراصل اُس کا دل سخت مجروح ہوا ہے۔ وہ چاہتی تھی، شوہر اُس سے محبت کرتا، اور اس لئے اُس کی خیانت پر غضب ناک ہوتا۔ مگر اب دیکھتی ہے کہ شوہر کو اُس کی ذرا بھی قدر نہیں۔ آہ، وہ اپنی حیثیت کو ٹرہ کرکٹ سے زیادہ نہیں پاتی!

اس بے غیرتی پر شوہر کو سخت سست کہنے لگتی ہے۔ اسپر شوہر کا جام صبر بھی لبریز ہو جاتا ہے۔ جذبات بہت دبائے، اب بے قابو ہوا جاتا ہے۔ یہ دیکھو، آتش فشاں پھٹا۔ غیظ و غضب نے دیوانگی کی شکل اختیار کر لی۔ محبت اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوئی۔ غیرت ہولناک درجہ تک پہنچ گئی۔ اب وہ رُک نہیں سکتا۔ خائن بیوی کو اُس کے غضب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اچانک چلاتا ہے "میری دیوسی دیکھے گی!" عورت لرزہ براندام ہے۔ بید کی طرح تھرتھراتی ہے۔ مگر دل کی گہرائی میں مسرت و سعادت محسوس کر رہی ہے۔ اب اُسنے دیکھ لیا کہ شوہر محبت سے خالی نہیں۔ ابتک آتش عشق میں جل رہا ہے۔ غیرت سے انتقام پر تلا ہوا ہے۔ وہ اُس کے قدموں پر گرنا چاہتی ہے۔ معافی کا ارادہ کرتی ہے۔ توبہ کے لئے آمادہ ہو رہی ہے۔ شوہر غصہ کی دیوانگی میں اسپر ٹوٹ پڑنے کو ہے۔ لیکن افسوس، یہ کیا ہوا؟ شوہر اچانک سنبھل جاتا ہے، رُک کر کھوکھلی آواز میں کہتا ہے "موٹر آتی ہوگی۔ اپنے آشنا کے ساتھ چلی جانا۔" پھر فوراً بھاگ کر گھر سے نکل جاتا ہے۔ عورت رونا دھونا واویلا کرنا شروع کر دیتی ہے!

(۸)

بے غیرت شوہر نے کہا تھا "موٹر آتی ہوگی۔ اُسپر چلی جانا" مگر اب موٹر کہاں؟ ایلین کے آشنا نے محسوس کیا تھا کہ اس کے دل میں شوہر کی دیوسی پر نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہے، حالانکہ اس نفرت و حقارت کی تہ میں ایک دوسری نفرت بھی پوشیدہ تھی؟ کونسی نفرت؟ ایلین سے نفرت! اُس عورت سے نفرت جس کی اب کوئی قیمت عشق باقی نہیں رہی تھی، جو اب کسی شوہر کی محبوبہ نہ تھی، بلکہ خود شوہر کی طرف سے فسق و ہوس کی پیش کش تھی!

ایلین اپنے شوہر اور اپنے آشنائے فسق، دونوں سے محروم ہو گئی۔ یہ اُس کے شوہر کا انتقام تھا۔

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک

بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ منیجر

تاریخ و عبر

آزادی کی راہ میں

تاریخ قرطاجنہ کا ایک عبرت انگیز صفحہ

فینیقیا کے باشندوں نے اپنے بادشاہ بجلیوں کے عہد میں شہر قرطاجنہ آباد کیا۔ قرطاجنہ کے معنی ہیں نیا شہر۔ یہ آبادی، شمالی افریقہ کے ساحل پر ٹیونس کے قریب قائم ہوئی تھی۔ فینیقیا کی کمزوری کے بعد قرطاجنہ نے عروج حاصل کیا اور بتدریج بحر ابیض کی تجارت کا مالک بن بیٹھا۔ اُس کا جنگی بیڑہ، روم کے بیڑے سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ سسلی سے جبل طارق تک اُن کا اقتدار قائم تھا۔ مراکش، الجزائر اور ٹیونس کے اکثر حصے اُن کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اسپین، سسلی، سرڈانیا، کارسیکا مفتوح یا زیر اثر تھے۔ تجارت نے بہت وسعت اختیار کر لی تھی۔ پوری قوم، دولت سے مالا مال ہو رہی تھی۔ لیکن روم کو اس سے سخت حسد تھا اور برابر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ ان میں تین جنگیں سب سے زیادہ اہم ہیں۔

پہلی جنگ

یہ جنگ سنہ ۲۶۴ - سنہ ۲۴۱ ق م میں ہوئی۔ روم نے اسے شروع کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ روم نے سسلی میں شہر مسنی پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر قرطاجنہ کے تابع تھا۔ قرطاجنہ کے بحری اسطول نے روم کو سخت نقصان پہونچایا۔ یہ دیکھ کر روم نے بھی فوراً جنگی بیڑہ طیار کیا اور بحری جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن جزائر ایجیت کے قریب قرطاجنہ والوں کو شکست ہوئی اور پورا سسلی، روم کے قبضہ میں آ گیا۔

دوسری جنگ

اس شکست کے بعد قرطاجنہ کی تنخواہ دار فوج نے سرکشی شروع کی اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ لیکن اُسی زمانے میں ایک عظیم آدمی ہملکار ظاہر ہوا، تمام فتنوں کا سر کچل ڈالا، اور اسپین میں ایک عظیم الشان فوج، روم سے لڑنے کے لئے مرتب کی۔ کیونکہ اب تمام سرڈینیا اور کارسیکا پر بھی قابض ہو چکا تھا۔

یہ جنگ، تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اسی میں ہنیبال نے ظہور کیا تھا جو دنیا کا مشہور ترین سپہ سالار تسلیم کیا گیا ہے۔ ہنیبال نے بچپن ہی میں اپنے باپ سے قسم کھائی تھی کہ عمر بھر روم کا دشمن رہے گا۔ اُس کی قسم سچی ثابت ہوئی۔ پوری زندگی، روم سے جنگ میں گزار دی۔

رومانیوں کو یقین تھا کہ جنگ، اسپین میں ہوگی۔ اسی لئے انہوں نے اسپینی سرحدوں پر جنگی طیاریاں کی تھیں۔ لیکن ہنیبال، کوہ پرنیس کو عبور کر کے فرانس پہونچا اور فرانس سے الپس کے برفانی پہاڑوں کو عبور کر کے اچانک اٹلی کے میدانوں پر جا دھمکا۔ روم والے سخت متعجب ہوئے۔ اُنھیں ہرگز خیال نہیں گزرا تھا کہ اس طرح کوئی فوج حملہ آور ہوگی۔

ہنیبال نے روم کو سخت شکستیں دیں۔ ترازیمین کا معرکہ، جو سنہ ۲۱۷ ق م میں واقع ہوا، بہت ہولناک تھا۔ اس کے ایک برس بعد "کان" میں روم کو اور بھی زیادہ سخت شکست ہوئی۔ پوری فوج کٹ گئی۔ ہنیبال، اٹلی میں ۱۵ برس تک جنگ کرتا رہا۔ روم کے بالکل قریب تھا۔ مگر سخت کوشش کے باوجود بھی اُسے کسی طرح فتح نہ کر سکا۔ مسلسل جنگوں نے خود ہنیبال کو بھی بہت کمزور کر دیا تھا۔ اس نے قرطاجنہ، کمک کے لئے لکھا۔ فوراً اُس کا بھائی ہزدروبال ایک فوج لے کر روانہ ہوا۔ مگر دریائے متورس پر رومانیوں نے اُسے روک لیا۔ جنگ کی۔ اُسے قتل کر ڈالا، اور پوری فوج برباد ہو گئی۔

اس اثنا میں رومانیوں نے ہنیبال کو چھوڑ کر خود قرطاجنہ پر چڑھائی کر دی۔ قرطاجنہ والوں نے ہنیبال کو مدد کے لئے بلایا وہ فوراً چلا۔ مگر سنہ ۲۰۲ ق م میں قرطاجنہ کے قریب ہی اُسے رومی سپہ سالار شیپون نے سخت شکست دیدی۔

اب قرطاجنہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ صلح کی درخواست کرے۔ روم نے صلح کی شرطیں یہ پیش کیں کہ قرطاجنہ اپنا پورا جنگی بیڑا اور بحر احمر میں اپنے تمام جزیرے اور اسپین میں تمام مقبوضات، روم کے حوالے کر دے۔ نیز کبھی کسی سے جنگ نہ کرے۔ قرطاجنہ، یہ ذلت قبول کرنے پر مجبور تھا۔ لیکن ہنیبال نے انکار کر دیا۔ وہ ملک بدر ہو گیا۔ سیریا اور مقدونیا کے بادشاہوں کو روم کے خلاف جا کر کھڑا کر دیا۔ اُن کی فوجوں میں لڑا بھی۔ لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر اُسنے سنہ ۱۸۳ ق م میں زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

تیسری جنگ

(سنہ ۱۴۹ - سنہ ۱۴۶ ق م)

یہ قرطاجنہ اور روم کی آخری لڑائی تھی۔ مگر تاریخ میں اول درجہ کی لڑائی سمجھی جاتی ہے، کیونکہ اس میں مغلوبوں نے ہمت و شجاعت کے ایسے جوہر دکھلائے جو آجتک تمام محبان آزادی کے لئے نمونہ بنے ہوئے ہیں۔

اس جنگ کی وجہ عجیب تھی۔ ظلم و حرص کی آخری حد تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ روم کے ایک شریف کاتو نے قرطاجنہ میں سیاحت کی اور دیکھ کر جل گیا کہ مسلسل جنگوں اور شکستوں کے بعد بھی قرطاجنہ بہت خوشحال اور آباد ہے۔ اُس کی تجارت و ثروت روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ وہ روم واپس آیا اور رومانی مجلس شیوخ کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

"دیوتاؤں کا ہم پر بڑا فضل ہے کہ ہمیں ایسی سرسبز اور دولتمند سرزمینوں کا مالک بنایا ہے۔ ہمارے ملک کا موقعہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ

ہو جیسا دادی کا اپنی پوتی کے مقابلہ میں ہوتا ہو۔ گفتگو کچھ اس طرح کی ہو کہ وہ دونوں اُس میں سنجیدگی سے مصروف ہیں مگر ہم سننے والے ہنسی سے لوٹے جاتے ہیں!

اچانک موسیقی کا اُستاد آتا ہو۔ بہت خوش ہو۔ مگر خوشی نے کچھ اضطراب بھی پیدا کر رکھا ہو۔ وہ تاثر سے بے اختیار رونے لگتا ہو۔ ایسا رونا جو تماشائیوں کو ہنسانے والا ہو۔ ماں کو اُس کی بیٹی کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہو۔ پھر اس کامیابی کی نقل اُتار کر دکھاتا ہو اور وہ نغمے سُناتا ہو جن سے لڑکی نے سامعین کا خراج تحسین وصول کیا تھا۔

ماں خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی غیر مطمئن بھی ہو۔ کیونکہ تھیٹروں کی آب ہوا ناپسند کرتی ہو اور دل سے چاہتی ہو کہ لڑکی کسی اور کام میں لگتی۔ اُستاد موسیقی بھی خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی خوفزدہ بھی ہو۔ کیونکہ ڈرتا ہو، مبادا الین دولتمند مداحوں کے دام میں پھنس کر اُن کی ہو رہے۔

(۳)

ماں اپنی لڑکی کے عاشق کا خوف محسوس کرتی ہو۔ ساتھ ہی اُس کی اخفاءِ راز کی کوشش کو بھی محسوس کرتی ہو۔ دونوں گو مگو حالت میں ہوتے ہیں کہ لڑکی اٹھکھیلیاں کرتی، ہنستی کھیلتی، جوش میں بھری دوڑتی آتی ہو۔ ماں کو پیار کرتی ہو۔ عاشق کے سامنے آتی ہو اور شکریہ ادا کرتی ہو۔

لیکن اِن کی قسمت میں عورت کا لطف تنہا اُٹھانا نہ تھا۔ تھیٹر کا منیجر ایک دولتمند رئیس کے ساتھ آ موجود ہوتا ہو۔ دونوں لڑکی کو اُس کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں اور کھیل کود کے ایک بڑے چائے خانہ میں گھڑی بھر ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُن کی گفتگو کے انداز سے پتہ چلتا ہو کہ [illegible] کی پہلے ہی دعوت قبول کر چکی تھی۔ مگر اب پس و پیش کرتی ہو اور عاشق کو ساتھ نہ لے جانا خلاف مروت خیال کرتی ہو۔ آنے والے ایسے محسوس کرتے ہیں اور فوراً عاشق کو بھی مدعو کرتے ہیں وہ انکار کرتا ہو۔ یہ اصرار کرتے ہیں۔ لڑکی بھی ضد کرتی ہو۔ مجبوراً اقرار کر لیتا ہو۔ آنے والے جلد موٹر بھیجنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔

عاشق معشوق کمرے میں تنہا ہیں۔ اب وہ منظر سامنے آتا ہو جو ہنساتا بھی ہو اور رنج بھی دیتا ہو۔ عاشق، دعوت کا لباس پہنتا ہو مگر کوئی کپڑا بھی درست نہیں۔ سب اتنے پھٹے پرانے ہیں کہ شرم سے عرق عرق ہو جاتا اور دلی رنج محسوس کرتا ہو۔ لیکن بناوٹی خوشی کا اظہار بھی کرتا ہو۔ تکمے جا بجا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ایک تکمہ ملتا ہو تو دوسرے کا پتہ نہیں۔ الین بھی اپنی آرائش میں مصروف ہو۔ تھیٹر کے منیجر نے رقص کا لباس عاریۃً دیدیا ہو۔ اُسی کو پہنتی ہو اور حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہو۔ مگر اُس کی بھی زینت کا تمام سامان موجود نہیں۔ وہ جھنجھلاتی ہو لیکن اپنے عاشق کی اندرونی تکلیف محسوس کر کے مصنوعی تبسم دکھاتی ہو اور تسلی دیتی ہو۔ عاشق وعدہ کرتا ہو کہ آئندہ دونی محنت کرے گا اور اُس کی ضرورت کی تمام چیزیں جلد مہیا کر دے گا۔

موٹر آگئی۔ ماں کو دیکھو کیسی خوش ہو؟ بیٹی کے حسن پر قربان ہوئی جاتی ہو۔ لو، اُس کے پیچھے چلی جاتی ہو۔ لٹکے ہوئے دامن اُٹھائے ہو کہ لڑکی کا لباس سیڑھی کے غبار سے میلا نہ ہو جائے کم سن خادمہ شوق خدمت میں موم بتی لئے آگے آگے چل رہی ہو۔ عاشق کو دیکھو، چہرہ اُترا ہوا ہو مگر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ دل رو رہا ہو مگر لبوں پر مصنوعی تبسم نمایاں ہو!

(۴)

دوسرے وقفے کے بعد انقلاب حال شروع ہو جاتا ہو۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اب ایسے لوگ ہیں جنھیں بمشکل پہچان سکتے ہو۔ دولت و حشمت نے اُنکے اطوار اور انداز بدل دئیے ہیں۔ اب غربت کی مسکینی کہیں نظر نہیں آتی۔ الین کے کمال نے بڑی شہرت حاصل کی ہو۔ ہر جگہ مقبول ہو۔ دنیا اُس کے قدموں سے لپٹ گئی ہو۔ شب و روز زر برس رہا ہو، کسی کو بھی افلاس کی شکایت باقی نہ رہی۔ اب نازنین کی ماں وہ بڑھیا اور پیر عورت نہیں ہو جسے ہم نے پہلی فصل میں دیکھا تھا۔ اب اُس کے چہرہ پر شباب کی رونق لوٹ آئی ہو۔ نئے فیشن میں ملبوس ہو۔ گفتگو کی طرز بھی بدل گئی۔ اب وہ پیرس کی خاتون ہو۔ آواز میں بھی بڑا تغیر ہو گیا۔ اب وہ خوش گلو ہو۔ حرکات و سکنات بھی پہلے سے نہیں ہیں۔ اب پھرتیلی اور چست و چالاک ہو۔ اُستاد موسیقی بھی اب وہ پہلے کا خستہ حال، پژمردہ، گویا نہیں رہا۔ اب وہ ایک خوش حال رئیس ہو، بھاری بھرکم، سنجیدہ، باوقار۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اب اپنی محبوبہ الین کا شوہر ہو۔ صرف یہی لوگ نہیں، بلکہ ان کی غریب خادمہ بھی بالکل بدل گئی ہو۔ ایک نئے نوکر کا بھی اضافہ ہوا ہو۔ پیرس کا وہ حقیر گھر بھی نہیں رہا جو موم بتی سے روشن کیا جاتا تھا اور جس کی زمین دامن میلے کر ڈالتی تھی۔ اب وہ سمندر کے خوش منظر ساحل پر ایک شاندار عمارت میں ہیں۔ ہر موسم گرما میں الین کے دوستوں اور قدر دانوں کا یہاں ہجوم رہتا ہو۔ تمام چوٹی کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔

ہم تھیٹر کے منیجر اور اُس کے مالدار ساتھی کو چند اور دوستوں کے ہمراہ الین کے گھر بار بار آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ وہ بیٹھتے ہیں، کھیلتے ہیں، مذاق کرتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔ الین کا شوہر مطمئن اور خوش ہو۔ اپنے دوست سے شکرگزاری کے لہجہ میں کہتا ہو، "خدا کی مشیت یہی تھی کہ میں مالدار ہو جاؤں۔ میں عنقریب ایک موسیقی آمیز قصہ لکھنے والا ہوں جو ضرور مقبول ہوگا۔ میرا تعلق ایک بڑے اخبار سے بھی ہوگیا ہو جسمیں موسیقی پر نقد کیا کروں گا۔"

گفتگو جاری تھی کہ الین کے دوست آگئے۔ اُستاد موسیقی اپنے دوست کے ساتھ کسی کام سے باہر چلا گیا۔ الین اپنے دولت مند قدر دان کے ساتھ تنہا کمرہ میں ہو۔ باقی احباب ملاقات کے ایوان میں بیٹھے ہیں۔ گھر کے مالک کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ الین اور اُس کے دوست میں گفتگو ہو رہی ہے۔ عجیب صورت حال! دونوں عاشق ہیں! عورت اپنے شوہر سے خیانت کر رہی ہو۔ اب معلوم ہوا اس تمام دولت کا سرچشمہ یہی خیانت ہو!

اسوقت ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہو کہ الین کا آشنا اُس کے غبی شوہر سے تنگ آگیا ہو۔ اس لئے تنگ ہو کہ اپنی آشنا سے دل کھول کر متمتع ہونا چاہتا ہو۔ مگر یہ غبی شوہر بیچ میں سدِ راہ ہو جاتا ہو!

یہ شوہر واقعی غبی ہو، یا غباوت ظاہر کرتا ہو؟ یہ مصنوعی غباوت اس لئے تو نہیں کہ دولت سے فائدہ اُٹھائے؟

مالدار فاسق کا یہی خیال ہو۔ مگر الین اسے ماننے سے انکار کرتی ہو۔

(۵)

دونوں تخلیہ میں ہنسی خلج کر رہے تھے کہ باہر دوستوں کی آواز بلند ہوئی "حضرت آگئے! حضرت آگئے!"

دونوں ہوشیار ہو گئے۔ شوہر گھر میں داخل ہوا۔ احباب رخصت ہوئے۔ اب میاں بیوی تنہا ہیں۔ دونوں میں باتیں ہوتی ہیں۔ شوہر کی اُداسی نمایاں ہو۔ بیوی وجہ پوچھتی ہو وہ پس و پیش کرتا ہو پھر بتاتا ہو کہ لوگ اُسے "الین کا شوہر کہتے ہیں" - اُس کا نام نہیں لیتے یہی نہیں بلکہ اُسے دیکھ کر مسکراتے ہیں، آنکھیں ملاتے ہیں۔ اشارے کرتے ہیں۔ لہذا اُسے کچھ شک ہو۔ بیوی اپنے تمام جلتر اور حسن کی دلفریبیاں کام میں لاتی ہو۔ شوہر کے شکوک دور کرنا چاہتی ہو۔

اب دیکھو، شوہر تنہا ہو۔ بیوی کا بٹوا کھول رہا ہو۔ اُسمیں ایک بڑی رقم موجود ہو۔ اُس کا شبہ اور زیادہ ہو جاتا ہو، وہ سوچتا ہو کل الین جوئے میں بہت روپیہ ہار گئی لیکن اسے خبر تک نہ دی! شبہ اور بھی قوی ہو جاتا ہو۔ دیکھو اُسنے میز کا خانہ کھولا۔ قیمتی جواہرات کا کنٹھا ہاتھ میں لیا۔ یہ کہاں سے آیا؟ بیوی نے اس کا ذکر تک نہ کیا! شک اب یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہو!

لیکن الین چالاک ہو۔ شوہر عاشق ہو۔ آسانی سے دھوکا دے سکتی ہو۔ چند میٹھی میٹھی باتیں تمام شکوک دفع کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ شوہر اپنے نوکر اور خادمہ سے بھی زیادہ غبی ہو۔ یہ دونوں سب کچھ جانتے ہیں۔

(۶)

تیسرے وقفے کے بعد ہم الین کے شوہر کو اپنے دوست سے گفتگو میں مصروف پاتے ہیں۔ اب اُسے کامل یقین ہو گیا ہو۔ بیوی کی خیانت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

اُسے یہ یقین اس طرح حاصل ہوا کہ الین اور اُس کے احباب نے تفریح کے لئے جانا چاہا۔ شوہر نے عذر کیا اور کسی بہانہ سے گھر ہی میں رہ گیا۔ اُن کی روانگی کے بعد خود بھی تعاقب میں پوشیدہ چلا۔ اُسنے احباب کے ساتھ الین اور اُس کے مالدار آشنا کو نہیں پایا۔ دونوں دن بھر کہیں غائب رہے۔

بدنصیب شوہر سخت اُداس ہو۔ لیکن اپنے کو سنبھالے ہوئے ہو دوست سے کہتا ہو "موجودہ شرمناک صورت حال ناقابل برداشت ہو۔ میں اس زندگی سے بیزار ہوں۔ اپنی سابق غریبانہ مگر شریفانہ زندگی کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ لیکن واپسی سے پہلے ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی دردناک کھیل!"

احباب، سیر سے واپس آگئے۔ الین اور اُس کا آشنا بھی ہمراہ ہو۔ سب اپنے اپنے مشاہدے بیان کر رہے ہیں۔ شوہر دل میں کٹا جاتا ہو، مگر ظاہر میں دلچسپی کا اظہار کر رہا ہو۔ ہنسی خوشی سب کی سُنتا ہو۔ سب اُسے بیوقوف بنا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتا!

(۷)

رخصت کا وقت آگیا۔ سب اس قرارداد کے ساتھ جانے لگے کہ ہوٹل میں رات کے کھانے پر جمع ہونگے۔ لیکن الین کے شوہر نے اپنی بیوی کے آشنا سے چند لمحہ ٹھہرنے کی درخواست کی۔ کمرہ میں صرف تین شخص رہ گئے: میاں، بیوی، اور اُس کا آشنا۔ اب وہ مؤثر منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہو جو شوہر سے گہری ہمدردی، بیوی سے شدید نفرت، اور آشنا پر سخت غصہ کے جذبات پیدا کر دیتا ہو۔

غضبناک مایوس شوہر کو دیکھو! وہ اپنا اور اپنی شرافت کا انتقام لینا چاہتا ہو۔ لیکن بالکل نئے قسم کا انتقام! وہ کسی طرح کا تشدد کرنا پسند نہیں کرتا۔ انتقام میں بھی نرم اور بردبار رہنا چاہتا ہو۔

دیکھو، بیوی اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ اب دونوں رقیب رُو در رُو بیٹھے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کے عاشق سے گفتگو کرتا ہو۔ بغیر کسی تمہید کے ظاہر کر دیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" عاشق مبہوت ہو کر رہ جاتا ہو۔ حواس بجا کر کے ڈرتے ڈرتے پوچھتا ہو "تو کیا ارادہ ہو؟" اُسے یقین تھا، جواب میں "مبارزت!" سُنے گا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہو کہ شوہر کچھ نہیں چاہتا موجودہ صورت حال پر رضامندی کا اظہار کرتا ہو۔ حیرت فوراً

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم با مسمی

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بہ نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو، وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اُٹھائیے یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض اُمور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوی میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ اسکے چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست سنہ ۲۸ء مع جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ " منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی "

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

دو روپے تولہ سونا

رنگ دیکھ لو — گھسکر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی آتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے دام مبلغ سات روپئے (عہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۲ لاہور

برص سفید داغ ۱۲ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں۔ اکیس ۲۱ خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۱۲ روز کافی ہوگی قیمت معہ خرچ ۳ روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء سے دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شائع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عہ) طلبہ سے دو روپیہ (عہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

اشتہار کے لئے

ہم بحری تجارتی قوم ہیں اور وہ تمام ممالک جہاں ہم تجارت کرتے ہیں ہمارے زیر اثر رہیں تاکہ ہمارا مال محفوظ رہ سکے۔ ہم نے دیوتاؤں کی مرضی پوری کی اور اپنے اقتصادی و جنگی اقتدار کا دائرہ وسیع کرنے لگے۔ لیکن وہاں دُور افق میں ایک ملک قرطاجنہ موجود ہے۔ اس کے پاس بڑی دولت، بڑی فوج، بڑا بیڑہ ہے۔ اُسنے ہر طرف تجارت پر قبضہ کر رکھا ہے اور ہر جگہ ہماری راہ روک رہا ہے۔ لہذا دیوتاؤں کی مشیت کامل طور پر پوری کرنے کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اس قوم کا بالکل قلع قمع کر ڈالیں۔ ہم نے علاً دو مرتبہ اُسپر سخت ضربیں لگائیں، لیکن میں ابھی ابھی وہاں سے آ رہا ہوں۔ اپنی ان دونوں آنکھوں سے اُس کی حالت دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی بہت مالدار، باحوصلہ، طاقتور اور ہمارے لئے دائمی خطرہ بنی ہوئی ہے۔ لازمی ہے کہ قرطاجنہ کو بالکل پائمال کر دیا جائے!"

مجلس نے مقرر کی تجویز بڑی خوشی سے منظور کر لی اور کسی جائز سبب کی جستجو شروع کر دی۔

اتفاق سے اُسی زمانے میں ایک بربر بادشاہ سے قرطاجنہ کو جنگ کرنا پڑی۔ روم نے یہ جنگ خلاف معاہدہ قرار دی اور قرطاجنہ پر حملہ کر دیا۔ شکست کے بعد قرطاجنہ نے اپنے معززین کے تین سو لڑکے، تمام جہاز، اور تمام ہتھیار، روم کے حوالے کر دئیے۔ کیونکہ صلح کی یہی شرط تھی مگر روم کا ارادہ دوسرا ہی تھا۔ اُسنے دیکھا اب قرطاجنہ بالکل بے بس ہو گیا ہے۔ چنانچہ مطالبہ کیا کہ فوراً شہر خالی کر دیا جائے اور باشندے سمندر سے ۱۰ میل دُور ہٹ کر ایک نیا شہر بنا کے رہیں۔

یہ شرط قرطاجنہ والوں نے منظور نہیں کی اور از سرِ نو جنگ پر تل گئے۔ اُنھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور طیاریاں کرنے لگے۔ ایک مقرر نے بازار میں کھڑے ہو کر تقریر کی:

"دیوتا ہماری قوم پر ہمیشہ مہربان رہے اور ہمیں سرخرو، سربلند اور مالا مال رکھا۔ لیکن روم کے ذلیل النفس اور سنگدل کمینے ہم پر حسد کرتے ہیں اور مدت سے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے خونریزی ختم کرنے کے لئے ایسی شرطیں منظور کر لی تھیں، جنھیں کوئی شریف قوم منظور نہیں کر سکتی۔ لیکن اب وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنا وطن بھی اُن کے حوالے کر دیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ہم مر جائینگے مگر یہ مقدس زمین دشمن کے حوالے نہیں کرینگے!"

قرطاجنہ میں سخت جوش پھیل گیا تھا، مگر ہتھیار موجود نہ تھے۔ باشندے سخت متفکر تھے کہ مقابلہ کا کیا سامان کریں؟ اتنے میں ایک طرف سے شور و غل بلند ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا دشمن گھس آیا مگر وہ دشمن کا شور نہ تھا، خود قوم کے نوجوان، ہتیار بنانے کے لئے لوہا جمع کرتے پھرتے تھے۔ انہیں دیکھکر اور لوگ بھی ساتھ ہو گئے اور عبادت خانوں، عمارتوں، مکانوں میں جتنا لوہا بھی مل سکتا تھا جمع کر لیا، حتیٰ کہ دروازوں سے کیلیں تک نکال لیں۔ پھر فوراً تمام لوہا پگھلا کر تلواریں بنائی گئیں۔ عورتوں نے اپنی چوٹیاں کاٹ دیں تاکہ کمانوں کے لئے کام آئیں۔ لاچار اور بوڑھے عبادت خانوں میں بتوں کے سامنے گر پڑے اور فتح و نصرت کی دعائیں کرنے لگے۔

نئے ہتیار لے کر قرطاجنہ کے باشندے میدان میں نکلے اور رومیوں سے لڑائی شروع کر دی۔ لیکن سخت جدّ و جہد کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ شکست کھائی اور واپس ہو کر شہر کے دروازے بند کر لئے۔ روم والوں نے اب خود شہر پر حملہ شروع کیا اور ایک خونی معرکے کے بعد اندر گھس پڑے۔ مگر شہر اب بھی مفتوح نہیں ہوا کیونکہ باشندے ہر سڑک پر مورچے لگائے کھڑے تھے۔ جب روم والوں نے یہ مورچے بھی چھین لئے تو اب گھروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک ایک گھر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے روم والوں کو خون بہانا پڑا لیکن قرطاجنہ والوں کی شجاعت اور ثابت قدمی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بالکل مغلوب ہو گئے۔ مغلوب ہی نہیں، سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔ تھوڑے ہی آدمی زندہ بچے مگر وہ قید ہو گئے۔

فتح حاصل کرنے کے بعد روم والوں نے قرطاجنہ میں آگ لگا دی کامل سترہ دن تک شہر جلتا رہا۔ اٹھارویں دن، شہر نہ تھا۔ راکھ کے انبار پڑے تھے اور ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

قرطاجنہ کی یہ شکست، تاریخ میں ابتک فتح شمار کی جاتی ہے کیونکہ اُسنے آزادی کی راہ میں موت پسند کی۔ غلامی کی زندگی گوارا نہیں کی

زرقار بنت عدی دربارِ خلافت میں

ایک دن امیر معاویہؓ نے اپنے دربار میں زرقار بنت عدی کا ذکر کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف تھی، اور فوج کو جنگ کی ترغیب دے رہی تھی۔

"زرقار کی تقریر کسے یاد ہے؟" امیر نے اپنے درباریوں سے سوال کیا۔

"ہم سب کو یاد ہے" درباریوں نے جواب دیا۔

"اُس کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے؟" امیر نے پوچھا۔

"اُسے قتل کر ڈالئے" سب نے کہا۔

"بدترین مشورہ ہے" امیر نے کہا "کیا میرے جیسے شخص کے لئے روا ہے کہ حاکم ہو چکنے کے بعد لوگ کہیں اُسنے ایک عورت قتل کر ڈالی؟"

پھر اپنے کاتب کو بلا کر حکم دیا کہ عامل کوفہ کو لکھ بھیجے۔ زرقار کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے پاس روانہ کر دو۔

چنانچہ زرقار دربار میں حاضر ہو گئی۔

"اہلاً و مرحبا!" امیر نے زرقار کو دیکھ کر کہا "خوب آئیں! خالہ کیسا مزاج ہے؟"

"اچھی ہوں۔ راہ میں بڑا آرام ملا" زرقار نے جواب دیا۔

"جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟"

"میں دلوں کا حال کیونکر جان سکتی ہوں؟ وہ خدا ہی ہے جو غیب کا علم رکھتا ہے"

"میں نے تمھیں صرف یہ دریافت کرنے کے لئے بلایا ہے کہ تم جنگ صفین میں سُرخ اونٹ پر سوار تھیں اور دونوں صفوں کے درمیان پکار پکار کر بہادروں کو جوش دلاتی پھرتی تھیں۔ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟"

"اے امیر المومنین! سر مر گیا۔ دُم کٹ چکی۔ زمانہ بدل گیا۔ آنکھ والوں کے لئے عبرتیں ہیں۔ آج کے بعد کل ہے۔ دن کے بعد رات ہے" زرقار نے جواب دیا۔

"سچ ہے" امیر نے کہا "مگر تمھیں اپنی صفین والی تقریر یاد ہے؟"

"نہیں"

"لیکن مجھے یاد ہے" امیر نے کہا "واللہ میں نے سنا تم کہہ رہی تھیں:

"اے لوگو! تم ایک ایسے فتنے میں پڑ گئے ہو جس میں ظلم کی چادریں تم پر پھیل گئی ہیں اور صراط مستقیم سے تمھیں ہٹا دیا ہے۔ یہ ایک اندھا گونگا فتنہ ہے جس میں نہ کوئی کسی کی سنتا ہے نہ کسی کو دیکھتا ہے۔ اے لوگو! چراغ، سورج کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ ستارہ، چاند کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا، خچر، اصیل گھوڑے پر سبقت نہیں کر سکتا۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ جو ہدایت کا طالب ہے، ہم سے ہدایت لے، جو یقین چاہتا ہے ہم سے یقین لے۔ حق گم ہو چکا تھا، مگر اب مل گیا ہے۔ پس اے مہاجرین و انصار ثابت قدم رہو۔ شگاف بھر گئے ہیں، ٹوٹا، جڑ گیا ہے۔ کلمۂ عدل قائم ہو چکا ہے۔ حق، باطل پر غالب ہے۔ کوئی جلد بازی کر کے یہ نہ کہنے لگے کہ کیسے؟ اور کیونکر؟ خدا کی مشیت ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ عورتوں کا رنگ، مہندی ہے، مردوں کا رنگ، خون ہے، صبر و ثابت قدمی کا نتیجہ ہمیشہ محمود ہوتا ہے۔ ہاں بڑھو! جنگ کی طرف بڑھو! سینے تان کر بڑھو! پیچھے قدم نہ ہٹے! آج کے بعد کوئی دن نہیں!"

"اے زرقار!" امیر نے تقریر ختم کر کے کہا "تم ہر خون میں علی کی شریک بن چکی ہو"

"اللہ امیر المومنین کی بشارت صحیح ثابت کرے" زرقار نے کہا۔

"تو کیا یہ بات تمھیں پسند آئی؟" معاویہ نے سوال کیا۔

"ہاں مجھے بہت پسند آئی۔ خدا میرے عمل سے اُس کی تصدیق کر دے"

"واللہ علی کی موت کے بعد تمھاری اُس سے یہ محبت، زندگی میں اُس کی محبت سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہے" امیر معاویہ نے کہا "اپنی حاجت بیان کرو"

"میں نے قسم کھائی ہے کہ کبھی کسی امیر سے کوئی خواہش نہیں کرونگی" زرقار نے کہا۔

معاویہ نے ایک زمین، جاگیر میں دیدی۔ زرقار کو پہلے ہی سال اُس سے دس ہزار درہم آمدنی ہوئی۔

(بلاغات النساء، وعقد الفرید وغیرہ)

خواجہ حسن نظامی
کا
ہفتہ وار انگریزی اخبار
ینگ مسلم دہلی
تبلیغ کا حامی، مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا معاون اور تمام اسلامی مطالبات کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنے والا۔ سالانہ قیمت پانچ روپے طالب علموں سے چار روپے۔ ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو پڑھنا چاہیے،
منیجر ینگ مسلم دہلی

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہین تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو.
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام مَوجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہی

یُورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مُسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے سکّے، اور نقوش، پُرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

برا عظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے اماموں کی ان نادر و اعلیٰ درجہ کی بلند پایہ عربی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے، جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد اڑھائی روپیہ، مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکی تعداد، ذریعہ معاش، طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضا مصری کی تازہ کتاب کا اردو ترجمہ - سوا روپیہ -

ائمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمی، اسلامی، سہ ماہی رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو، عربی، فارسی، انگریزی، اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے - اسکے علاوہ ائمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات، لطائف افسانہ، نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوئے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا - اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں - ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگائی گئی ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " چہارم ۱۰ روپیہ " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزیّن کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجیے

یاد رکھیے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہیئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھیے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کر دے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide To Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں

ریلوے اسٹیشنوں کے بکُ

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب آپ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تامل نہ کیجیے۔ اپنے سے قریب تر

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجیے

١٩٢٧

الہلال

جلد ١

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ انہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات رقت کے جاري اور زیر بحث ادبي مسائل پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کو رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هوجائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين القرآن الحكيم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٢٢ کلکته : جمعه ٢٢ . جمادی الاولی ١٣٤٦ هجری جلد ١

Calcutta : Friday, 18. November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین . الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٦٥٠ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢٤٢	اردو حروف کی حق مین	٤٤٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٦٣٠	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٥٠
پتهر کی چهپائی کی حق مین	٢٧٨		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . الهلال

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع اپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري مراتب (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

متعلق کہا تھا " اُس وقت دنیا میں کوئي دو شخص ایسے خوش نصیب نہ تھے جیسے ہم دونوں تھے - ہم ایک ایسي پاک محبت کے مزے لوٹ رہے تھے ' جیسي خواب میں بھي کسي انسان نے نہ دیکھي ہوگي ... اکثر ہم دونوں باغوں میں چلے جاتے اور درختوں پر چڑھتے اترتے - بارہا ہم دن دن بھر مخلوق کي نظروں اور شہر کے شور و غل سے دور بیٹھے باتیں کیا کرتے تھے ! "

لیکن امتداد زمانہ نے ـ نپولین کے دل سے اِس دو شیزہ کي یاد محو کردي اور اُسے اپني ایک ہم وطن لڑکي سے عشق ہوگیا - نپولین شروع ہي سے مستبد تھا - اُس نے اپني محبوبہ کو سختي سے حکم دیدیا کہ اُس کے سوا کسي کو بھي مسکرا کر نہ دیکھے - لڑکي کے دل میں اِس جابرانہ حکم سے نفرت پیدا ہوگئي ' اور اُس کے پنجہ سے نکلنے کے لیے اُس نے ایک دن شراب میں زہر ملا دیا - اور نپولین مرتے مرتے بچا !

(ادھیڑ عورت سے عشق)

اِس واقعہ سے کچھہ عرصہ بعد نپولین کو ایک ادھیڑ عورت " میڈیم پرمون " سے محبت ہوگئي ' اور اس قدر بڑھي کہ ایک لمحہ بھي اُس کي جدائي گوارا نہ تھي - ایک دن نپولین نے اُس سے باضابطہ شادي کرلینے کي درخواست کي - عورت نے اِس خواہش پر زور سے قہقہہ لگایا " تم بیوقوف ہوگئے ہو ! مضحکہ بننا چاہتے ہو ! بھلا لوگ کیا کہینگے ؟ بیوي ہونے کے بجائے میں تمھاري ماں بننے کے زیادہ قابل ہوں ! " نپولین پر یہ بات بہت ناگوار گزري اور قطع تعلق کر لیا -

(نپولین کا طریق محبت)

ایک مورخ کا بیان ہے کہ نپولین نے بے شمار عورتوں کا دل توڑا ہے - اُس کي عادت تھي کہ تعلقات بڑھائے جاتا تھا ' اور جب عورت اُس کے دام محبت میں پھنس جاتي تھي ' تو بے اعتنائي سے بالکل چھوڑ دیتا تھا - چنانچہ " میڈیم والسکا " پولینڈ کي ایک حسینہ کا واقعہ اِس بات کا کافي ثبوت ہے - نپولین نے اِس عورت کو دیکھا اور لبھانا چاہا - مگر اُس نے سخت نفرت کا اظہار کیا - نپولین نے اُسے قبضہ میں لانے کي بہت کوشش کي ' مگر وہ برابر بیزار رہي - آخر ایک دن غضبناک ہوکر چلایا " تو دیکھہ لیگي - میں تجھے کس طرح زیر کرتا ہوں ! تجھے میرے ارادہ کے سامنے جھکنا پڑیگا ! دیکھہ ' یہ میرے ہاتھہ میں گھڑي ہے ' جس طرح میں یہ گھڑي چور چور کیے ڈالتا ہوں ' اُسي طرح پولینڈ کا ملک بھي پاش پاش کرکے پھینک دونگا ! " اُس نے یہ کہا اور گھڑي زور سے دیوار پر مار دي - اِس حرکت کا عورت پر اِتنا شدید اثر ہوا کہ وہ بے ہوش ہوکر نپولین کے قدموں پر گر پڑي -

لیکن چند دنوں کے بعد ہي نپولین نے اُسے اُکتا کر چھوڑ دیا !

(محبت میں استبداد)

عشق و محبت کے میدان میں بھي اِس شخص کے ظلم و استبداد کے قصے مشہور ہیں - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ غربت کے زمانہ میں جب نپولین اور اُس کا بھائي مارسیلز کے بازاروں میں پھرا کرتے تھے ' اتفاق سے ریشم کے ایک سوداگر " فرانسوا کلاري " کے خاندان سے اُن کا تعارف ہوگیا - اِس تاجر کي دو لڑکیاں تھیں - بڑي کا نام " جولیا " تھا - چھوٹي کا " ڈیزیرا " - نپولین نے شروع میں جولیا کو پسند کیا اور اُس کے بھائي نے ڈیزیرا کو - تھوڑے دن بعد نپولین اپني محبوبہ سے سیر ہوگیا ' اور بھائي کي محبوبہ پر قبضہ جمانا چاہا - چنانچہ ایک موقعہ پر جب یہ چاروں عاشق و معشوق جمع تھے ' نپولین نے تحکمانہ انداز میں کہا " جوزف ! تم اور تمھاري محبوبہ دونوں غیر مستقل مزاج ہیں - لیکن مجھہ میں اور میري محبوبہ میں استقلال ہے - بہتر یہ ہے کہ ہم تم مبادلہ کر لیں تا کہ تمھارا نقص جولیا پورا کر دے ' اور میں ڈیزیرا کي کمي پوري کردوں " یہ عجیب و غریب فلسفہ بیان کرکے اُس نے اپنے بھائي کي محبوبہ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کسي کو بھي مخالفت کي جرأت نہ ہوئي !

لیکن تھوڑے ہي زمانہ کے بعد نپولین نے محسوس کیا کہ عزت و عظمت کي راہیں اُس کے سامنے کھلي ہوئي ہیں - لہذا ڈیزیرا کو یک قلم چھوڑ دیا ' اور اُس کي منتوں اور آنسوؤں کا ذرا بھي خیال نہ کیا -

(جوزیفائن سے عشق)

اُس کي طبیعت کچھہ ایسي بیچین واقع ہوئي تھي کہ ایک ہي حالت پر چلے جانا اُسے پسند نہ تھا - سابق محبت سے دست بردار ہونے کے تھوڑے ہي دنوں بعد وہ جوزیفائن پر فریفتہ ہوگیا - واقعہ یہ ہے کہ اکتوبر ۱۷۹۵ - میں جب نپولین بام عزت کي ابتدائي سیڑھیوں پر تھا ' اُس کے پاس ایک کم عمر لڑکا آیا ' اور اپنے باپ کي تلوار واپس مانگي - یہ لڑکا فرانس کے مشہور سپہ سالار وائکونٹ الکزنڈر کا بیٹا تھا جسے فرانسیسي انقلاب کے زمانے میں پھانسي دیدي گئي تھي - نپولین بچہ کي جرأت و فصاحت سے بہت خوش ہوا اور اُس کي درخواست منظور کرلي - دوسرے دن اُس کي ماں شکریہ ادا کرنے آئي - یہي جوزیفائن تھي - نپولین پہلي ہي نظر میں اس پر عاشق ہوگیا -

مورخین کا بیان ہے کہ دوسرے دن خود نپولین جوزیفائن کے چھوٹے سے مکان پر گیا - جوزیفائن واقعي بہت خوبصورت تھي ' ساتھہ ہي عقلمند بھي تھي - اُس نے محسوس کرلیا کہ نپولین اُس کي چشم و ابرو کا شکار ہوگیا ہے - چونکہ اسراف کي وجہ سے سابق شوہر کي تمام دولت خرچ کرکے مقروض ہوچکي تھي ' اِس لیے اس نے بھي اس نئي دعوت عشق کا پوري سرگرمي سے استقبال کیا اور تعلقات بڑھانا شروع کردیے - چند ماہ کي آمد و رفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارچ سنہ ۱۷۹۶ - میں جنرل بونا پارٹ اور جوزیفائن کي شادي ہوگئي - دلہن کي عمر دولہا سے سات سال زیادہ تھي ' مگر نکاحنامہ میں اُس کي عمر ۲۹ - برس لکھي گئي اور نپولین کي ۲۶ برس !

شادي کے دو دن بعد نپولین کو اٹلي کے حملہ پر جانا پڑا - سخت مصروفیت تھي ' مگر جوزیفائن کي یاد ہر وقت تازہ رہتي تھي - ہر منزل پر سے خط کے ساتھہ قاصد بھیجتا ' اور اپني حالت سے اُسے آگاہ کرتا رہتا تھا - پہلے خط میں لکھا تھا " جب جب اپنے دل پر ہاتھہ رکھتا ہوں ' تم اُس میں موجود ملتي ہو جس سے مجھے بڑي تسکین ہوتي ہے - اِس دنیا میں اگر کوئي غم ہے تو صرف تمھاري فرقت کا "

جوزیفائن کي تصویر ہر وقت اُس کے پاس رہتي تھي - جب کہیں پڑاؤ ڈالتا تھا ' تصویر نکال کر سامنے رکھہ لیتا تھا - جب کوچ کرتا تھا تصویر جیب میں رکھہ لیتا تھا - بیان کیا جاتا ہے کہ نیس میں اُس کے ہاتھہ سے تصویر کا آئینہ چھوٹ کر ٹوٹ گیا - اِسے اُس نے فال بد سمجھا - قریب تھا کہ جوزیفائن کي طرف سے

مطبوعات جدیدہ

نپولین اور اسکي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت ، اور اخلاقي نامرادي)

میدان جنگ اور حجلۂ هوس !

انسان ذهن و جسم کي کتني هي عظمتیں حاصل کرلے ' لیکن روح اور اخلاق کي ادنی سے ادنی پاکیزگي بهي حاصل نہیں کرسکتا ' اگر اُس کا اعتقاد اور عمل روحاني هدایت کي روشني سے محروم هے !

انسان کے لیے یہ سہل هے کہ تمام دنیا فتح کرلے - سکندر نے دنیا کي تمام سلطنتیں تہہ و بالا کرڈالي تهیں - انسان کے لیے یہ بهي دشوار نہیں کہ ذهن و فکر کي ایسي بلندیوں تک پہنچ جائے جہاں تک دوسروں کے قدم نہ پہنچ سکے هوں - ارسطو ' اقلیدس ' سولن ' اور سنیکا جیسے فاتحین علم کي فتح مندیاں لا زوال هوچکي هیں ' اور دنیا منطق ' ریاضي ' قانون ' اور فلسفۂ اخلاق میں آج تک ان کي پس رو هے - انسان کي اولو العزمي ان بلندیوں پر بهي نہیں رکتي - کچهہ مشکل نہیں اگر وہ آگ کے شعلوں میں کود پڑے ' سمندر کي موجوں کي هنسي اڑائے ' پہاڑوں کي صفیں چیر ڈالے - لیکن هاں ' یہ مشکل هے ' بہت هي مشکل هے ' کہ وہ اخلاق اور روحاني پاکیزگي کي راہ میں اپني کسي ایک خواهش نفس کا بهي مقابلہ کرسکے - اس کي ساري اولو العزمي ، اور کوہ همتي جو دنیا کي ساري رکاوٹوں کا تن تنہا مقابلہ کرسکتي ہے ' هوائے نفس کي ایک ادنی سي رکاوٹ بهي اپني راہ سے هٹا دینے پر قادر نہیں هوتي - سکندر تمام دنیا کي تسخیر کي محنت سے نہیں تهکا ' لیکن بابل کي ایک عورت جب اس کے سامنے آئي ' تو اپني خواهش نفس کے اضطراب سے بے بس هوکر گرگیا - سنیکا نے تمام نوع انساني کو اخلاق اور اخلاقي سعادت کي دعوت دي ' لیکن خود اپنے آپ کو ایک دوسرے انسان کي منکوحہ عورت سے باز نہ رکهہ سکا - ارسطو کے دامن علم کے دهبے بهي دنیا گن چکي هے ' اور یونان کي ایک قدیم ضرب المثل همیں بتلاتي هے "بڑا انسان بنو - اگر نیک انسان نہیں بن سکتے " !

في الحقیقت انساني زندگي کي یہي اخلاقي اور عملي نامرادي هے ' جو الهامي هدایت کي کسي بالاتر قوت کي ضرورت تسلیم کرنے پر مجبور کردیتي هے - انسان اپنے ذهن و جسم کي قوتوں سے سب کچهہ کرلے سکتا هے ' لیکن تکلف اور بناوٹ سے بهي اپنے آپ کو نیک نہیں بنا سکتا - اگر انساني زندگي کي سعادت کیلیے اُس عملي صداقت کي کچهہ بهي ضرورت هے جسے نیکي کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا هے ' تو ناگزیر هے کہ علم انساني سطح سے کوئي بلند تر ذریعہ ارشاد و هدایت کا هو - مذهب اور الہام اسي ذریعہ هدایت کا نام هے -

(نپولین اعظم)

اٹهارهویں صدي میں نپولین بونا پارٹ کا ظہور بهي انساني اولوالعزمي کا ایک عظیم ظہور تها - شاید هي یورپ کے کسي انسان کي نسبت دنیا نے اسقدر کہا اور سنا هو ' جسقدر اِس غیر معمولي انسان کي عجیب و غریب دماغي قوتوں کي نسبت کہہ سن چکي هے - تاهم انساني عظمت کي اخلاقي نامرادي کا یہ کیسا عبرت انگیز منظر هے کہ یہي نپولین جب میدان جنگ سے باهر اپنے گهر کي محفوظ زندگي میں دیکها جاتا هے ' تو اِس میں اتني قدرت بهي نظر نہیں آتي کہ نہایت ادنی درجے کي اخلاقي کمزوریوں سے اپنے آپکو باز رکهے !

حال میں جرمني کے ایک اهل قلم گیرٹرڈ ارٹنز Gertrude Aretez نے ایک کتاب " نپولین اور اُسکي دوست عورتیں " لکهي هے ' اور اُس میں مستند تاریخي ذرائع سے وہ تمام شہادتیں جمع کردي هیں جو نپولین کي عاشقانہ بو الهوسیوں سے تعلق رکهتي هیں - اِس کتاب کا انگریزي ترجمہ بهي شائع هوگیا هے ' اور دو تین هفتہ سے انگلستان اور یورپ کے اکثر اخبارات و رسائل کا موضوع بحث هے - هم اُس کي بعض تاریخي داستانیں قارئین الہلال کي عبرت و بصیرت کیلیے درج کرتے هیں -

(سولہ برس کي عمر میں عشق)

محبت کے باب میں نپولین کي طرف یہ قول منسوب کیا جاتا هے کہ " محبت کاهل آدمي کا دل بہلاوا هے " ممکن هے ' نپولین نے یہ اُس وقت کہا هو ' جب وہ پاک دامن تها - لیکن بعد میں — اگر مخالف مورخین کي روایت تسلیم کرلي جاے تو — اُس نے اِس قول کي بنا پر حسن و هوس کي زندگي سے اجتناب نہیں کیا ' وہ همشہ کسي نہ کسي حسینہ سے وابستہ رها -

آغاز شباب میں نپولین مارسیلز اور پیرس کي سڑکوں پر پهٹے پرانے کپڑے پہنے پهرا کرتا تها - نہ تو اُس کي هیئت سے کبهي کو دولتمندي کا شبہ هوسکتا تها ' نہ اُس میں ظاهري حسن و جمال هي کچهہ ایسا غیر معمولي تها کہ کسي کو اپني طرف متوجہ کرلے - تاهم یہ واقعہ هے کہ اُس زمانہ میں بهي بکثرت عورتیں اُس پر عاشق هوگئي تهیں - کیونکہ في الواقع اُس میں کوئي ایسي نامعلوم کشش موجود تهي ' جو دلوں کو لبها لیتي تهي - ممکن هے ' اُس کا شرمگیں انداز اور اُسکے پر غرور چہرہ کي عجیب اداسي اُس کے دیکهنے والوں کے دلوں میں محبت پیدا کردیتي هو -

کہا جاتا هے کہ نپولین سولہ برس کي عمر میں جب والنسا میں رهتا تها ' تو وهاں کي بہت سي حسین عورتیں اُس پر فریفتہ هو گئي تهیں - مگر خود اُسے بجز ایک کے کسي سے دلچسپي نہیں هوئي - اس دوشیزہ کا نام " کارولین کولمبیا " تها - وہ نہایت نازک اندام اور خوبصورت تهي - ایک مرتبہ خود نپولین نے اس لڑکي کے

باب التفسیر

حجة ابراهیمی

* * *

ایۂ کریمہ " الم تر الي الذي حاج ابراهیم " کي تفسیر

* * *

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طرق استدلال

* * *

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(۲)

(۴) انبیاء کرام (علیہم السلام) حکماء کے وضعي طریق استدلال کي جگہ فطري طریق تلقین کیوں اختیار کرتے ہیں ؟ میں اسکی تشریح یہاں نہیں کرونگا ' کیونکہ اول تو یہ تحریر تشریح کي متحمل نہیں ' ثانیاً ایۂ زیر بحث میں بھي اسي حقیقت کي طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اسکي تشریح آگے آئیگي - البتہ ترتیب بیان کیلیے مختصر لفظوں میں یوں سمجھیے کہ :

اولاً ' انبیاء کرام کي تعلیم کا مقصود بحث و نظر نہیں ہوتا ' ایمان و یقین ہوتا ہے - ایمان و یقین کیلیے وضعي علوم کا طریق استدلال کسي حال میں بھي سود مند نہیں - انبیاء کرام کے تمام احکام کا دارومدار ما وراء محسوسات حقائق پر ہے جسے قرآن حکیم نے عالم " غیب " سے تعبیر کیا ہے - عالم " غیب " کے معاملات خلاف عقل نہیں ہیں مگر ما وراء عقل ضرور ہیں ' اسلیے انکا عام نظري استدلال کے ذریعہ نہیں بلکہ صرف وجداني شہادت کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے - وہ وجداني شہادت جو فطرۃ انساني میں ودیعت کردي گئي ہے اور جسکا اذعان قدرتي طور پر ہر انسان کے اندر موجود ہے - پس انبیاء کرام کا طریق ارشاد یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کے وجدان سے خطاب کرتے ہیں ' نہ کہ مجرد ذہن و ادراک سے -

ثانیاً ' ایک اصل عظیم اس باب میں یہ ہے کہ انبیاء کرام کا طریق تعلیم " مقدمات " کا طریقہ نہیں ہوتا - " براہ راست " تلقین کا طریقہ ہوتا ہے -

عام بول چال میں اس کا مطلب یوں سمجھنا چاہیے کہ کسي بات کے ثابت کرنے اور منوا دینے کے طریقے دو ہیں - ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے مخاطب سے چند ایسی باتیں منوالي جائیں جو گو اصل مدعا نہیں ہیں ' لیکن اس کے سمجھنے کیلیے انکا تسلیم کر لینا ضروري ہوتا ہے - یہ طریقہ " مقدمات " کا طریقہ ہے - دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو بات مخاطب کے دل میں اتارني ہو ' وہ ایسی شکل و نوعیت میں بیان کر دي جائے ' کہ بغیر کسی دوسري بات کے سہارے کے ' خود بخود دل نشیں ہوجائے - اس بات کے سمجھنے ' مان لینے ' اور شک و انکار سے محفوظ ہوجانے کیلیے کسي دوسري بات کے سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہي نہ ہو - یہ طریقہ " براہ راست " تلقین کا ہے - کیونکہ اس طریقہ میں اثبات مدعا کیلیے جو کچھہ کہا جاتا ہے ' مقدمات کا محتاج نہیں ہوتا - پہلا طریقہ علوم وضعیہ اور نظار کا ہے - دوسرا طریقہ طریق فطري اور انبیاء کرام کا ہے -

انبیاء کرام اگر اپني تعلیم میں مقدمات کا طریقہ اختیار کرتے ' تو ظاہر ہے کہ اُن کا خطاب عام نوع بشر سے نہیں ہوسکتا تھا - کیونکہ بجز چند افراد کے جنہوں نے علوم وضعیہ کے طریقہ پر مقدمات کے بحث و نظر کي استعداد پیدا کرلي ہو ' عامۃ الناس نہ تو ان کي تعلیم سمجھہ سکتے ' نہ ایمان کے لیے مکلف ہوسکتے - انبیاء کے لیے ضروري ہوتا کہ وہ ایمان کي براہ راست دعوت دینے کي جگہ پہلے مدرسوں میں وضعي علوم کي تعلیم دیتے پھرتے ' پھر تعلیم کے بعد مقدمات ترتیب دیکر اثبات مدعا کي شکلیں بناتے ' پھر اُن مقدمات میں سے ایک ایک مقدمہ پر لڑتے جھگڑتے - پھر جب مخاطب اُن مقدمات کے جال میں اُلجھہ جاتا ' تو اُسے بے بس ہوکے اقرار کرا لیتے - یہ طریقہ حکماء کي بحث و نظر کا ہے - " دعوت " کا نہیں ہے - اور انبیاء کرام " داعي " ہوتے ہیں - " مناظر " اور " نظار " نہیں ہوتے !

ثالثاً ' مقدمات کا طریقہ جیسا کچھہ بھي ہو ' یقین نہیں پیدا کر سکتا ' عجز پیدا کر دیتا ہے ' اور دونوں میں فرق ہے - انبیاء اپنے مخاطبین میں یقین پیدا کرنا چاہتے ہیں - بحث میں عاجز کرکے چپ کرا دینا نہیں چاہتے - مقدمات کا طریقہ پیچ در پیچ اور چند در چند نظري مسلمات پر مبني ہوتا ہے - اگر مخاطب اس پیچ و خم کا شاطر نہیں ہے ' تو بہت جلد لاجواب ہوکر چپ ہوجائیگا - یہ " چپ ہوجانا " نہ کہ " مطمئن ہوجانا " طریق مقدمات میں مناظر کي فتح سمجھي جاتي ہے - لیکن انبیاء کرام زبان نہیں ' دل جیتنا چاہتے ہیں ' اور زبان کے بے بس ہوجانے سے دل میں یقین نہیں پیدا ہوجاتا - تم ایک تیز زبان آدمي سے گفتگو میں بازي نہیں لیجا سکتے ' اس لیے ہار مان لیتے ہو ' مگر اس سے دل کا اعتقاد تو نہیں پیدا ہوجائیگا ؟

رابعاً ' مقدمات کے طریقہ کا تمام تر دار و مدار وضعي علوم کے نظري مسلمات پر ہوتا ہے ' اور یہ مسلمات نہ تو ہر حال میں حقیقي ہیں ' نہ ہر زمانے کي علمي استعداد یکساں طور پر ان کا اعتراف کرسکتي ہے - بہت ممکن ہے کہ کل تک جو بات مسلم طور پر ماني جاتي تھي ' آج اتني کمزور ہوجائے کہ لوگ اس کي

بیوي کے پاس لیجائے - لیکن جب ڈاکٹر ملکہ کے پاس پہنچا ' تو اُسے ایک کانے عہدہ دار سے تعشق کرتے پایا - ملکہ نے نپولین کا پیغام سن کر کہا " میں نے اُسکي محبت کبھي اپنے دل میں محسوس نہیں کي - اگرچہ میں یہ ہمیشہ یاد رکھنے پر مجبور ہوں کہ وہ میرے لڑکے کا باپ ہے "

مذکورۂ بالا عورتوں کے علاوہ اور بھي بہت سي عورتوں سے نپولین کو محبت ہوئي یا انہوں نے اُس سے محبت کي - انمیں سب سے اہم اور قابل ذکر تین عورتیں ہیں - میڈیم پولین ' میڈیم ڈي اسٹایل ' اور مسنر اول - ہم انکے واقعات بالاختصار بیان کرینگے -

بالکل نا امید ہو جاتا - مگر اُس نے فوراً خط لکھا " کاش تمہارے پر ہوتے ، اور تم اُڑ کر میرے پاس آجاتیں ! "

لیکن جوزیفائن اپنی رنگ رلیوں میں مصروف تھی - نپولین کی اُسے ذرا بھی پروا نہ تھی - اب اُسے پایۂ تخت میں بڑی عزت حاصل ہوگئی تھی - اچھے اچھے لوگ اُس کی خوشامد میں لگے تھے - چند ہفتہ کے اندر نپولین نے اٹلی میں عظیم الشان فتوحات حاصل کرلیں اور اطمینان پاکر جوزیفائن کو بلا لینا چاہا - لیکن وہ برابر حیلے حوالے کرتی رہی - آخر نپولین نے سختی سے لکھا کہ فوراً چلی آؤ - اِس مرتبہ اُس نے ایک نیا عذر پیش کیا - اُس نے لکھا کہ میں سفر نہیں کر سکتی کیونکہ حمل سے ہوں - نپولین کو اس جھوٹی خبر سے بڑی ہی خوشی ہوئی - اُس نے فوراً خط لکھا " جوزیفائن ! میں نے سخت غلطی کی - کس طرح اپنے گناہ کا کفارہ کروں ؟ میں نے نا حق شک کیا - حالانکہ تم بیمار تھیں - سچ ہے ، محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے ... کاش ایک ہی دن کیلیے میں تمہارے پہلو میں ہوتا ! "

نیز اپنے بھائی کو لکھا " جوزیفائن کی علالت نے میرے ہوش اڑا دیے ہیں - کاش میں اُسے لکھہ سکتا - اُس کی محبت جنون کے درجہ تک پہنچ گئی ہے - میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا - خدا نخواستہ اگر وہ مرگئی تو زندگی میں میرے لیے کوئی لطف باقی نہیں رہے گا ! "

لیکن چند ہی دن بعد نپولین کو معلوم ہوگیا کہ جوزیفائن نے دھوکا دیا تھا - وہ بالکل اچھی ہے ، اور پیرس میں ضیافتیں دے رہی ہے - اب اُسکے غصہ کی کوئی حد نہ تھی - اُسنے فوراً تلخ لہجہ میں خط لکھا ، اور حکم دیا کہ بلا کسی عذر کے روانہ ہوجائے - جوزیفائن بادل ناخواستہ روانہ ہوگئی - میلان میں نپولین نے بڑی مسرت سے استقبال کیا - مگر چند ہی دن بعد اُسے پھر میدان جنگ میں جانا پڑا - کیونکہ فوج ایک خطرہ میں پھنس گئی تھی - خطرہ دور کرکے اُسنے پھر اُسے طلب کیا - خط میں لکھا تھا " جدائی کے وقت تمہارے آنسوؤں نے میرے دل کو سخت مایوس کر دیا تھا - میری عقل جاتی رہی تھی - اب یہاں میرے پاس آجاؤ ، تاکہ مرنے سے پہلے ہم کہہ سکیں کہ ہم نے بھی چند دن خوشی کے دیکھے ہیں " مورخ میسن کا بیان ہے کہ نپولین ، جوزیفائن کے سامنے اِس طرح کھڑا ہوتا تھا ، گویا کسی مقدس دیوی کے حضور میں کھڑا ہے !

(نپولین کا رقیب)

جوزیفائن اپنے شوہر کے حسب الحکم جنگی پڑاؤ میں آگئی - یہاں چارلس نام فوج میں ایک کم رتبہ افسر تھا - کم عمر اور خوبصورت تھا - حتیٰ کہ کہا جاتا ہے ، نپولین کی فوج میں اُس سے زیادہ حسین آدمی کوئی نہ تھا - جوزیفائن دیکھتے ہی فریفتہ ہوگئی - یا تو فوج میں رہنے سے بیزار تھی ، یا اب فوج سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتی تھی - دونوں میں شناسائی ہوئی ، تعلقات بڑھے ، اور اِتنے بڑھے ، کہ خود نپولین نے محسوس کر لیا - وہ نہایت غصہ ہوا مگر ضبط سے کام لیا - البتہ اِتنا ضرور کیا کہ اپنے رقیب کو فوج سے نکال کر پیرس بھیجدیا اور حکم دیا کہ آئندہ احکام کا منتظر رہے - اپنے شوہر کی اِس کارروائی سے جوزیفائن کو سخت صدمہ ہوا - مگر مجبور تھی - کچھہ کر نہیں سکتی تھی - وہ اپنی پھربھی کو ایک خط میں لکھتی ہے " زندگی سے اُکتاگئی ہوں - موت کی تمنائیں کر رہی ہوں ! "

جنگ اِٹلی سے فارغ ہوکر دونوں میاں بیوی بڑی شان و شوکت سے پیرس لوٹے - لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد نپولین کو پھر جوزیفائن سے علحدہ ہونا پڑا - وہ مصر کی مہم پر روانہ ہوگیا ، اور بیوی سے وعدہ لے لیا کہ جنگ ختم ہوتے ہی مصر چلی آئیگی - مگر ابھی وہ مالٹا ہی پہنچا تھا کہ اِس عیش پسند عورت نے خاوند کو یک قلم بھلا دیا ، اور جلسے شروع کر دیے - نپولین اب فرانس میں اِس قدر ہردلعزیز ہوگیا تھا کہ اُسکی بیوی کی آزادیوں پر تمام پیرس ملامت کر رہا تھا - مگر خود اُسے کچھہ پروا نہ تھی - بہت جلد نپولین کو تمام روداد معلوم ہوگئی - کہا جاتا ہے کہ اِسی زمانہ میں اُسے سب سے پہلے جوزیفائن کو طلاق دینے کا خیال پیدا ہوا تھا -

جوزیفائن سمجھتی تھی کہ نپولین شاید کبھی واپس نہ آئیگا ، یا بہت مدت کے بعد آئیگا - اِسی لیے بالکل بیباک ہوگئی تھی - مگر اچانک اُسے خبر ملی کہ اُسکا شوہر مصر سے آگیا ہے ، اور عنقریب پیرس پہنچنے والا ہے - بہت خوفزدہ اور پریشان ہوئی - ایک طرف اپنی بے اعتدالیوں کا خوف تھا - دوسری طرف سخت مقروض بھی ہوگئی تھی - حیران تھی شوہر کو کیا جواب دے گی ؟ مگر تھی چالاک - فوراً پیرس سے استقبال کیلیے روانہ ہوگئی - نپولین کو بھی اُسکی روانگی کی خبر مل گئی تھی - اُسنے بالکل مختلف راستہ اختیار کیا ، اور محل میں آکر تمام دروازے بند کر لیے - جوزیفائن اپنی تدبیر میں ناکام ہوکر سرعت سے لوٹی ، اور سیدھی محل کی طرف روانہ ہوگئی - مورخ میسن کا بیان ہے " جوزیفائن محل کے دروازہ پر کھڑی دستکیں دیتی رہی - مگر نپولین نے کوئی شنوائی نہیں کی - پھر اُسنے اپنے گھٹنوں پر جھک کر پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کیا ، مگر اِس پر بھی سپہ سالار نے مطلقاً پروا نہ کی - اِس حالت پر پورا دن گزر گیا ، مگر دروازہ نہیں کھلنا تھا نہیں کھلا - اب جوزیفائن بالکل تھک گئی - نا اُمید ہوکر واپس جانے والی تھی کہ اُسکی ایک سہیلی اُسکے دونوں بچوں اوجین اور ہورتانس کو لے آئی - اُنھوں نے رکوع کرکے اپنے سوتیلے باپ کو پکارنا اور اپنی ماں کیلیے رو رو کر سفارشیں کرنا شروع کیا - معصوم بچوں کی آواز سنکر نپولین کا دل نرم پڑگیا اور دروازہ کھول دیا - پھر جوزیفائن کو اُٹھایا ، آنسو پونچھے ، معاف کیا ، اور اُسکا بیس لاکھہ فرنک قرضہ بھی ادا کردیا "

(جوزیفائن کو طلاق)

اِسکے بعد جوزیفائن نپولین کے ساتھہ رہی - جب وہ تخت نشین ہوا ، تو اُسنے ملکۂ فرانس کا تاج پہنا اور شہنشاہی کی عزت و عظمت کے ساتھہ زندگی بسر کرتی رہی - یہانتک کہ نپولین کو اپنے بعد اپنے جانشین کی فکر ہوئی - اِس خیال نے دوسرے سیاسی مصالح کے ساتھہ ملکر اُسے جوزیفائن کی طلاق پر مجبور کر دیا - چنانچہ طلاق دیدی گئی ، اور نپولین نے شہنشاہ آسٹریا کی لڑکی میری سے شادی کرلی -

مشہور ہے کہ آسٹرین بیوی کو اپنے شوہر سے ذرا بھی محبت نہ تھی - بلکہ سخت نفرت کرتی تھی جیسا کہ ابھی بیان ہوگا - نپولین نے جزیرۂ سینٹ ہیلانا میں بستر مرگ پر اپنے ڈاکٹر کو وصیت کی تھی کہ موت کے بعد اُسکا دل شیشہ میں رکھکر اُسکی

فانما يسرناه بلسانک لعلهم يتذكرون (۴۴ : ۵۸) هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات الى النور (۵۷ : ۹) قرانا عربيا غير ذي عوج (۳۹ : ۲۸) فانما يسرناه بلسانک لتبشر به المتقين (۱۹ : ۹۷) وانه لتنزيل رب العالمين - نزل به الروح الامين - على قلبک لتكون من المنذرين - بلسان عربي مبين ! (۲۶ : ۱۹۱) انه لقول فصل و ما هو بالهزل (۸۶ : ۱۴) يعني قرآن صاف اور واضح عربي زبان ميں نازل هوا هے - اُسکي تعليم بالكل كهلي هوئي اور اسكا طريق بيان تمام تر سهل اور دل ميں اُتر جانے والا هے - سچائي اس ميں كهول دي گئي هے - حقيقت كے ليے اُس ميں كوئي نقاب نهيں - اُس كا بيان يكقلم سيدها سادها هے - كسي طرح كي تيڑهه اور پيچيدگي اُس ميں راه نهيں پا سكتي - اُسكے سمجهنے بوجهنے كيليے صرف اس بات كي ضرورت هے كه دل لگنے والا اور كان سننے والا هو - اُسے صرف سن لينا هي اُسے پا لينا هے ' اور اُسے ديكهه لينے سے انكار نه كرنا ' اسكي شيفتگي اور عشق كا اقرار هے !

علاوه بريں قرآن نے جابجا اپنے نام گنائے هيں - وه كهتا هے ميں " موعظة " هوں ' " ذي الذكر " هوں ' " تبياناً لكل شي " هوں ' " تذكره " هوں ' " هدي و رحمه " هوں ؛ اور يه ظاهر هے كه جو بات وعظ هو ' تذكير هو ' نصيحت هو ' هدايت هو ' روح و دل كے روگوں كي شفا هو ' وه منطقي شكلوں كا اُلجهاؤ اور مقدمات در مقدمات طلسموں كا كارخانه نهيں هو سكتي !

(۷) ضرورت هے كه مختصراً اس معامله كي توضيح كے ليے ايک دو مثاليں بهي ديدي جائيں :

متكلمين نے جو طريقه الاهيات ميں اثبات مدعا كا اختيار كيا تها ' اُس ميں سب سے زياده اُن كا اعتماد حدوث عالم كے اثبات پر تها - يعني عالم قديم (مصطلحهٔ فلسفه) نهيں هے - پيدا شده هے - حدوث عالم كے ليے سب سے زياده قوي استدلال حركت اور تغير كا استدلال سمجها جاتا تها - بچپنے ميں هم نے يه شكل رٹي تهي : " العالم متغير ' و كل متغير حادث - فالعالم حادث " (عالم متغير هے ' اور هر چيز جو متغير هے ' حادث هے - پس عالم حادث هے) چونكه متكلمين كے دماغ ميں اثبات مدعا كي يهي شكليں بسي هوئي تهيں ' اسليے اُنهوں نے قرآن كے استدلالات كو بهي كهينچ تان كر يهي جامه پهنا دينا چاها - قرآن حكيم نے جس طرح آيت زير تدبر ميں حضرت ابراهيم (على نبينا و عليه الصلوة والسلام) كي ايک " حجة " كا ذكر كيا هے ' اُسي طرح سورهٔ انعام ميں ايک دوسري " حجة " كا بهي ذكر كيا هے : و تلک حجتنا اتيناها ابراهيم على قومه ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حكيم عليم (۶ : ۸۳) يه " حجة " كيا تهي ؟ يه " حجة " وه تهي جس ميں حضرت ابراهيم كے مشاهدهٔ " ملكوت السماوات و الارض " كے واردات كا ذكر هے : فلما جن عليه الليل ' رءا كوكبا ' قال هذا ربي ' فلما افل ' قال لا احب الافلين ! (۶ : ۷۶) يعني حضرت ابراهيم نے ستاره ' چاند ' اور سورج ديكها ' اور جب اُن ميں سے هر كوكب ڈوب گيا ' تو فرمايا " اني لا احب الافلين " چونكه اس معامله كو قرآن نے " حجة " كے لفظ سے تعبير كيا تها ' اور جيسا كه آگے چل كر معلوم هوگا ' متكلمين نے " حجة " مستعملهٔ قرآن كو وهي حجة قرار دے ليا تها جو اُن كي مصطلحهٔ منطق " حجة " تهي ' اسليے اُنهوں نے اس آيت كي تفسير كرتے هوے اپنے منطقي استدلال كي شكل يهاں بهي چپكا دي - مطلب يه قرار ديا كه حضرت ابراهيم نے حدوث عالم پر حركت و تغير سے استدلال كيا هے - يعني اُن كي حجة بهي يهي تهي كه " العالم متغير و كل متغير حادث " انهوں نے كواكب كے صانع عالم نه هونے پر اس بات سے استدلال كيا هے كه اُن ميں حركت هے - حركت تغير كو كهتے هيں ' اور جس ميں تغير هو وه محدث هے ' اور جو محدث هے ' وه قديم نهيں ' اور جو قديم نهيں ' وه صانع عالم نهيں هو سكتا ! اس تفسير پر همارے متكلمين كو اس درجه وثوق بلكه فخر هے كه حضرت امام رازي تغير سے استدلال حدوث كو " طريق ابراهيمي " قرار ديتے هيں ' اور فرماتے هيں " پهلا حكيم رباني جس نے اس حكمت سے مخلوق كو آشنا كيا ' وه حضرت ابراهيم خليل هيں " !

ابهي اِس سے قطع نظر كيجئے كه اِس استدلال كي كمزوريوں كا كيا حال هے ' اور اسكا صغرى اور كبرى هي كونسا قطعي اور مسلم هے كه نتيجه قطعي الثبوت هو - اِس پر بهي بحث نه كيجئے كه اِس طرح كا استدلال انبياء كرام كي طرف منسوب كرنا طريق دعوت نبوت سے كس درجه نا آشنائي اور حقيقت فراموشي هے - صرف اِس بات پر غور كيجئے كه لغت و عربيت كے لحاظ سے اِس تفسير كا كيا حال هے ؟ آيت كريمه ميں كوكب ' چاند ' اور سورج كا ذكر هے ' اور تينوں كيليے " افل " كا لفظ آيا هے - متكلمين كي يه تفسير " افول " كے معني حركت و تغير قرار ديتي هے ' اور جب تک يه معني قرار نه ديے جائيں ' اُن كے گڑهے هوے استدلال كي ديوار كهڑي نهيں هو سكتي ' ليكن جزم و قطع كے ساتهه كها جاسكتا هے كه عربي لغت ميں كسي ايسے " افول " كا وجود هي نهيں جو حركت و تغير كے معني ميں بولا جاتا هو - جو " افول " عربي زبان ميں مستعمل هے ' اُسكے معني تو كسي چيز كے چهپ جانے اور غائب هو جانے كے هيں - قد أفلت الشمس تأفل و تأفل افولا - اي غابت و احتجبت - اس كے سوا كوئي معني اس لفظ كے مفهوم ميں داخل نهيں - آيت كا صاف مطلب يه هے كه جب چاند ڈوب گيا ' سورج غروب هوگيا ' تو حضرت ابراهيم نے كها " اني لا احب الافلين " ميں چهپ جانے والوں كو دوست نهيں ركهتا - يهاں حركت و تغير كي مصيبت كهاں سے آگئي ؟

پهر قيامت پر قيامت يه هے كه " حركت " سے بهي انكا مقصود حركت لغوي نهيں هے - بلكه حركت مصطلحهٔ فلسفه هے - يعني وه حركت جو ايک حالت سے دوسري حالت ميں انتقال كو كهتے هيں ' خواه مكان ميں هو يا زمان ميں ' اور كم ميں هو يا كيفيت ميں - مثلاً درخت كا نموٗ بهي حركت هے ' اور يه حركت في الكم هے ' اور كسي رنگ كا تغير بهي حركت هے ' اور يه حركت في الكيف هے - ظاهر هے كه اگر " افول " كے مفهوم ميں كسي نه طرح كهينچ تان كر حركت كي دلالة پيدا بهي كرلي جائے ' تو لغت اور قرآن پر يه كيسا صريح اتهام هوگا كه حركت كا يه فلسفيانه مفهوم اُن كے سر تهوپا جائے ؟

علاوه بريں متكلمين اپنے ذوق تفلسف ميں يه حقيقت بهي بهول گئے كه حضرت ابراهيم عليه السلام كا خطاب جن لوگوں سے تها ' وه كواكب كو صانع كائنات نهيں سمجهتے تهے كه اُنكے ليے اِس مزعومه استدلال كي ضرورت هوتي - اُن لوگوں كا اعتقاد اجرام سماويه خصوصاً چاند سورج كي نسبت وهي تها ' جو دنيا كي تمام مشرک عقول كا اپنے اپنے ديوتاؤں كي نسبت رهچكا هے اور اب تک هے - يعني يه ايسي روحاني اور ملكوتي هستياں هيں جنهيں دنيا كي تدبير و

هنسي اڑائيں - ايمان کي بنياد ايسي متغير اور متلون بنياد پر نہيں هو سکتي - وہ تو هر فرد ' هر جماعت ' هر طبقہ ' اور هر زمانہ کے ليے ايک يکساں حقيقت هے - يہ محل تفصيل کا نہيں ' ورنہ مثالوں سے يہ بات بالکل واضح هو جاتي - همارے حکماء اور متکلمين نے حدوث عالم اور اثبات صانع کے کتنے هي استدلال ترتيب ديے تهے ' جن کي بنياد اُس وقت کے مذاهب فلسفہ کے نظري مسلمات پر رکهي گئي تهي ' ليکن آج هم کسي پڑهے لکهے آدمي کے سامنے اُنہيں دهرانے کي جرأت نہيں کرسکتے !

(٥) صرف يہي نہيں کہ قرآن کا يہ طريقہ نہيں هے ' بلکہ اُس نے واضح طور پر اس طريقہ کي مذمت کي هے ' اور اسے بهي اُنهي طريقوں ميں سے قرار ديا هے جو اُس کے نزديک " جدل " کے طريقے هيں ' اور جو طريق " دعوت " و " هدايت " کے ساتهہ جمع نہيں هو سکتے - يہ طريقہ جهگڑنے اور لفظوں اور باتوں کے پيچ ميں مخاطب کو کس دينے کے ليے ضرور مفيد هے - مگر اذعان و يقين کيليے کہ طريق دعوت و هدايت کا مقصد وحيد هے ' کچهہ مفيد نہيں - بلاشبہ اس طريق کا عامل ايک علمي قسم کا جهگڑالو آدمي بن جاتا هے ' ليکن مرشد اور هادي نہيں بن سکتا - اس کي طبيعت کبهي اِس طرف نہيں جاتي کہ سچائي اور حق معلوم کرے - وہ اس کا عادي هو جاتا هے کہ اپنے بنائے هوے قاعدوں ' گڑهے هوے مقدموں ' اور منوائي هوي اصطلاحوں سے کسي نہ کسي طرح مخاطب کو لاجواب کردے - رفتہ رفتہ خود اُسکا قلب بهي حقيقت سے نا آشنا اور اُسي قسم کي باتوں پر قانع هو جاتا هے جسے انگريزي ميں " ٹکنيکل " قسم کي باتيں کہتے هيں (لفظ صناعي اسکا پورا مفهوم ادا کرنے کيليے کافي نہيں ' الا يہ کہ اختيار کرليا جائے) اگر وہ ايک مخاطب کو جو حق کي جستجو اور يقين کي راہ ميں اُس سے نزاع کر رها هے ' صرف ايک لفظ کي غلطي ' يا کسي اصطلاحي قاعدہ کي نا آشنائي ' يا ترتيب مقدمات کے پيچ و خم کے الجهاؤ سے شرمندہ کردے [illegible] لگا دے ' تو وہ اپني بزعم [illegible] فتح منطقي [illegible] هے ' اور اسے " مناظرہ " ميں [illegible] " سے تعبير کريگا - [illegible] [illegible] چاهيے بهي يہ نہيں سوچتے کہ اِس تمام نہاد فتح و شکست سے حقيقت اور سچائي کا فيصلہ کيونکر هوگيا ؟ يہ زيادہ سے زيادہ [illegible] کي حماقت هے - ليکن حقيقت کا فيصلہ تو نہيں هے ؟ اگر وہ اس مخاصمانہ کج انديشي کي مدهوشي سے افاقہ پائے ' اور خود اپنے دل کي گہرائيوں کا حساب لے ' تو اُسے معلوم هو جائے کہ جس بات کے منوانے کيليے وہ ايک عالم کو چپ کراتا پهرتا هے ' خود اُسي کے دل کو اُسپر قرار نہيں هے - قرآن و سنت پر تدبر کرنے سے معلوم هوتا هے کہ يہ ' اور اِس طرح کے تمام طريقے ' نہ صرف حصول مقصد کيليے سود مند نہيں هيں ' بلکہ هدايت و يقين کي راهوں سے دور کر دينے والے هيں - قرآن ان تمام طريقوں کو " خصومت " اور " جدل " يعني لڑنے جهگڑنے کي راہ قرار ديتا هے - اُس نے جا بجا اِس نوعيت کے اعتراضات اور تشکيکات نقل کي هيں - پهر بتلايا هے کہ يہ حق و هدايت کي راہ نہيں هے ' خصومت اور جهگڑنے کي روش هے - سورۂ ياسين ميں منکرين کا يہ استفهام تشکيکي نقل کرنے کے بعد کہ " و يقولون متى هذ الوعد ان کنتم صادقين ؟ " فرمايا " ما ينظرون الا صيحة واحدة ' تاخذهم و هم يخصمون ! " " خصومت " کا لفظ يهاں اِسي حقيقت کي طرف اِشارہ هے - سورۂ زخرف ميں منکرين کا يہ انداز سخن نقل کيا هے کہ " ولما ضرب إبن مريم مثلاً ' اذا قومک منه يصدون - و قالوا : الهتنا خير أم هو ؟ " اِسکے بعد کہا " ما ضربوا لك الا جدلا ' بل هم قوم خصمون ! " يعني منکروں کي يہ فکري حالت کہ وہ بات کي حقيقت پر غور کرنے کي جگہ فرضي اور تخميني صورتيں پيدا کرکے کج بحثي کرني چاهتے هيں ' راستي و حق پرستي کا طريقہ نہيں هے - " جدل " کا ڈهنگ هے -

چنانچہ يہي وجہ هے کہ قرآن حکيم نے دعوت الى الحق کا طريقہ واضح کرتے هوے کہا : ادع الى سبيل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة ' وجادلهم بالتى هى احسن (١٦ : ١٢٦) اِس آيت ميں بالترتيب تين طريقوں کا ذکر کيا هے : حکمت - موعظۂ حسنہ - اور جدل - ليکن جدل کو " بالتى هي احسن " کے ساتهہ مقيد کر ديا هے - يعني ايسا جدل جو اچهے طريقہ پر کيا جائے - اس سے معلوم هوا کہ قرآن کے نزديک " جدل " حکمت و موعظت کي طرح محمود و مطلوب نہيں هے ' الا يہ کہ " بالتى هى احسن " هو -

جس آيت کي نسبت آپنے اِستفسار کيا هے ' دراصل وہ اِسي حقيقت کا ايک بہترين نمونہ پيش کرتي هے - وہ واضح کرتي هے کہ انبياء کا طريق دعوت و هدايت کا هے - جدل کا نہيں هے - اور تشريح اسکي آگے آئيگي -

(٦) ليکن افسوس هے کہ متکلمين کا منطقي ذوق طريق قرآني کي اهميت و حقيقت معلوم نہ کرسکا - اُنہوں نے قرآن کو بهي وهي منطقي جامہ پہنا دينا چاها ' جو خود انهوں نے علم و نظر کے هر گوشے ميں پہن ليا تها - حالانکہ يہ طريقہ قرآن کيليے ايک مصنوعي طريقہ تها ' اسليے قدم قدم پر طرح طرح کي مشکلات پيش آئيں - [illegible] ساتهہ نہيں ديتي تهي ' قرآني اسلوب بيان قطعاً مخالف تها - سياق و سباق کا مقصد کچهہ اور هي کہتا تها - سب سے بڑهکر يہ کہ قرآن کا علم نظم [illegible] اِس طريق کے ساتهہ چل نہيں سکتا تها - تاهم وہ اپني موشگافيوں [illegible] [illegible] برابر بڑهتے هي گئے ' اور کسي [illegible] [illegible] [illegible] ايک [illegible] کارخانۂ استدلال [illegible] [illegible] [illegible] کہ قرآن کي مشکلات حل نہيں هوئيں [illegible] [illegible] [illegible] پيدا هوتي گئيں کہ مشکلات قرآن کي [illegible] [illegible] مفسرين کي پيدا کي هوئي مشکليں هيں - [illegible] [illegible] اور اُس کي زبان ' اُس کے اسلوب ' اور اُس کے [illegible] [illegible] ايک دوسري طرح کي شکل دے دي جائيگي ' اور [illegible] [illegible] نہيں رهيگي ' مشکلات کا ايک معما هي بن جائيگي !

ياد رکهنا چاهيے کہ قرآن کے ساتهہ هم دو هي طرح کا سلوک کرسکتے هيں - يا تو اس کي سچائي تسليم کريں - يا انکار کرديں - اگر هم اس کي سچائي تسليم کرتے هيں تو ضروري هے کہ وہ تمام اوصاف بهي تسليم کرليں جو اُس نے اپني نسبت بار بار بيان کيے هيں - ان اوصاف ميں سب سے پہلا اور بنيادي وصف يہ هے کہ وہ هر اعتبار سے سہل هے - کسي اعتبار سے بهي مشکل نہيں - پس قرآن سب کچهہ هو سکتا هے مگر مشکل اور پيچيدہ نہيں هو سکتا - کوئي تفسير ' کوئي تاويل ' کوئي ايسي بات جس سے اُس کي کوئي ايک سورت ' کوئي ايک رکوع ' کوئي ايک آيت ' بلکہ اُس کا کوئي ايک لفظ بهي مشکل اور مقدمات طلب بن جائے ' قرآن کے ليے سچي تفسير اور سچي بات نہيں هو سکتي - يقيناً وہ سچي نہيں هوسکتي - اس ليے کہ قرآن جيسے سہل هونا چاهيے ' بار بار کہتا هے : ولقد يسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر (٥٤ : ١٧)

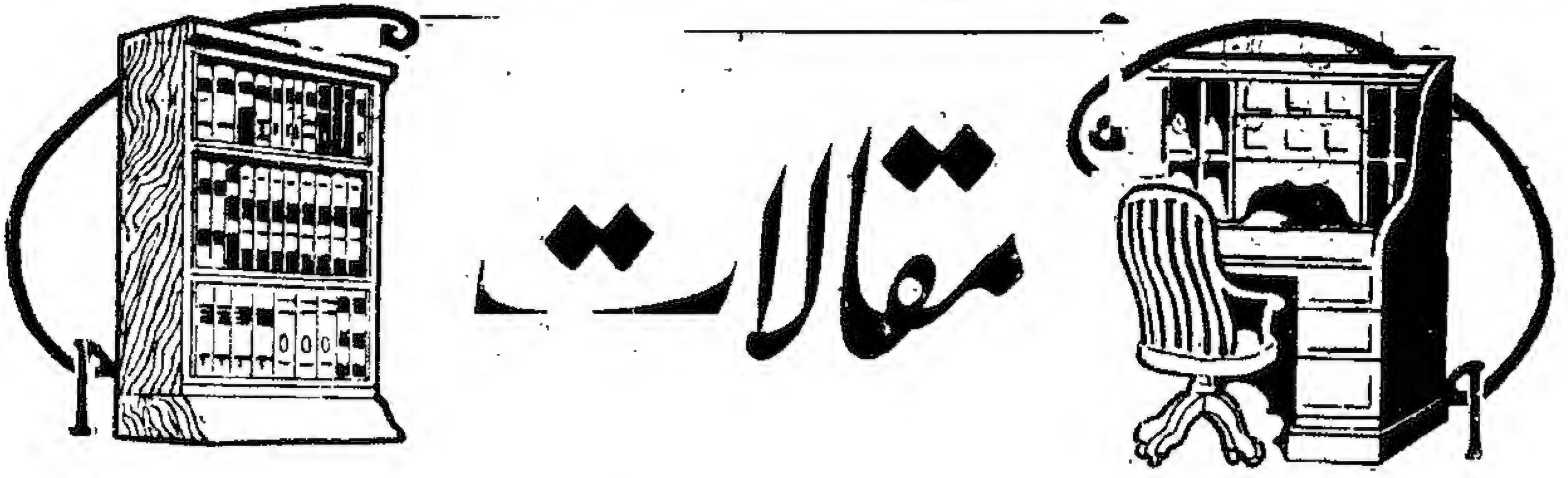

مقالات

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

(کارل مارکس کے مباحث)

(۳)

" لیکن تم کمیونسٹ ' سرمایہ دار عورتوں کی عمومیت بھی رواج دوگے "

ایک ھی طرح کے سر میں تمام سرمایہ دار یہ راگ آلاپ رہے ھیں !

چونکہ سرمایہ دار اپنی بیوی کو بھی پیداوار کا ایک آلہ تصور کرتا ہے ' اس لیے جب کبھی سنتا ہے کہ آلات پیداوار عام ملکیت ھوجانے والے ھیں ' تو قدرتی طور پر خیال کرتا ہے کہ عورتوں پر بھی اس کا اثر پڑے گا !

اُسے کبھی یہ خیال نہیں گزرتا کہ کمیونسٹوں کا مقصود تو صرف اس قدر ہے کہ عورت پیداوار کا محض ایک آلہ نہ سمجھی جائے - وہ عورتوں کی موجودہ حیثیت بدل دینی چاھتے ھیں -

ھمارے سرمایہ داروں کے اس عیارانہ خوف سے زیادہ کوئی چیز مضحکہ انگیز نہیں جس کی وہ اس باطل دعوی میں نمائش کر رہے ھیں - کمیونسٹوں کو عورتوں کے عام بنانے کی کیا ضرورت ہے جب کہ ان کی یہ صورت حال تقریباً ھمیشہ موجود رھی ہے اور آج بھی موجود ہے !

ھمارے سرمایہ دار بزرگ کیا کر رہے ھیں ؟ اپنے مزدوروں کی عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے قبضۂ و تصرف میں رکھنے سے سیر نہ ھوکر نیز باضابطہ عصمت فروشی پر بھی قانع نہ ھوکر ' وہ اب آپس میں ایک دوسرے کی بیویوں سے علانیہ تعلقات پیدا کر رہے ھیں ' اور یہ تعلقات سرمایہ دار سوسائٹی کی بہترین معاشرتی دلچسپی ھیں !

خود سرمایہ دارانہ شادی بھی در حقیقت عورتوں کی عمومیت ھی ہے - کمیونسٹوں کو زیادہ سے زیادہ الزام یہ دیا جاسکتا ہے کہ وہ عورتوں کی موجودہ ریاکارانہ اور خفیہ عمومیت ختم کر دینی چاھتے ھیں - ظاھر ہے کہ پیداوار کے موجودہ نظام کی منسوخی کے ساتھہ اُس کا نتیجہ یعنی عورتوں کی عمومیت بھی معدوم ھو جائیگی ' اور اُس وقت عام عصمت فروشی کا بازار بھی گرم نہیں ھو سکیگا -

کمیونسٹوں پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ وطنی و قومی روح فنا کردینی چاھتے ھیں -

مزدوروں کی نہ تو کوئی قوم ہے نہ وطن - بس جو چیز اُنہیں ملی ھی نہیں ' چھینی بھی نہیں جاسکتی !

مزدوروں کو پہلے سیاسی طاقت حاصل کرنی چاھیے - پھر اپنے تئیں بطور ایک قوم کے قائم کردینا چاھیے - یہ کام بذات خود ایک قومی کام ہے ' اگرچہ سرمایہ دار اُسے کچھہ نہ سمجھیں -

جوں جوں سرمایہ دار ترقی کرتے جاتے ھیں ' آزاد تجارت پھیلتی جاتی ہے ' عالمگیر بازار کھلتے جاتے ھیں ' صنعتی پیداوار میں اضافہ ھوتا جاتا ہے ' قومی اختلافات بھی کم ھوتے جاتے ھیں ' اور حالات زندگی میں ھمرنگی و یکسانیت بڑھتی جاتی ہے -

مزدوروں کی فتحمندی ان اختلافات کو اور زیادہ کم کردیگی ' کیونکہ ان کی تجارت کے لیے تمام دنیا اور کم سے کم مہذب ممالک کا متحدہ عمل اولین شرط ہے -

افراد کے باھمی خود غرضانہ استعمال میں جس قدر کمی ھوتی جائیگی ' اسی قدر قوموں کا باھمی خود غرضانہ استعمال بھی کم ھوتا جائیگا -

جوں جوں فرقہ بندیاں معدوم ھوتی جائینگی ' قوموں کی باھمی دشمنی بھی مٹتی جائیگی -

رہے باقی الزام جو کمیونزم پر مذھبی ' فلسفی ' اور نظری نقطۂ نظر سے لگائے گئے ھیں ' تو وہ اس قدر پوچ ھیں کہ کسی سنجیدہ بحث کے محتاج نہیں -

کیا اِس حقیقت کے سمجھنے کے لیے کسی گہری بصیرت کی ضرورت ہے کہ مادی حالات زندگی اور اجتماعی نظام کی تبدیلی کے ساتھہ انسان کے خیالات ' نظریے ' تصورات ' حتی کہ ضمیر و وجدان تک بدل جاتا ہے ؟

خیالات کی تاریخ بجز اس کے اور کیا ثابت کرتی ہے کہ دماغی پیداوار ' مادی پیداوار کے ساتھہ ھمیشہ بدل جاتی ہے ؟ ھر عہد کے حکمراں خیالات ھمیشہ وھی رہے ھیں ' جو اس کے حکمراں طبقہ کے تھے -

جب لوگ اُن خیالات پر بحث کرتے ھیں جو سوسائٹی میں انقلاب پیدا کردیا کرتے ھیں ' تو یہ حقیقت صاف ظاھر ھو جاتی ہے کہ پرانی سوسائٹی کے اندر ھی نئی سوسائٹی کے عناصر کی تکوین پوشیدہ تھی ' اور یہ کہ قدیم خیالات کے انحلال کے ساتھہ ھی قدیم اجتماعی رشتے بھی پراگندہ ھوجاتے ھیں -

جب قدیم دنیا اپنے زوال کی آخری گھڑیوں سے گزر رھی تھی ' تو قدیم مذاھب بھی ایڑیاں رگڑ رہے تھے - یہاں تک کہ مسیحیت نے ظاھر ھوکر انہیں نگل لیا - اسی طرح جب اٹھارھویں صدی میں مسیحی خیالات کی جگہ عقلیت نے لے لی ' تو جاگیردار سوسائٹی نے اُس وقت کے انقلابی سرمایہ داروں سے فیصلہ کن لڑائی لڑی - پھر مذھبی آزادی اور وجدانی آزادی کے خیالات نے علم کی علمداری اور آزاد مقابلہ کا اصول ظاھر کردیا -

تصرف میں دخل ہے ' اور اسلیے اِنکي پرستش ضروري ہے - پس جب وہ کواکب کو صانع کائنات سمجھتے ھي نہ تھے ' تو اُنکے محدث و مخلوق ھونے کے دلائل پر حضرت ابراھیم کیوں زور دیتے ' اور کیوں قرآن اسے " تلک حجة ایتنا ھا ابراھیم علی قومه " سے تعبیر کرتا ؟ اُنکے علم میں تو کوئي ایسي بات آئي تھي ' جس سے کواکب کے تدبیر و تصرف عالم میں دخیل ھونے کا بطلان ثابت ھوتا ' کیونکہ اُنکے ھم وطنوں کي اصلي گمراھي یہي تھي -

یہ محل مزید تشریح و اطناب کا متحمل نہیں ' ورنہ یہي ایک تفسیر اِس حقیقت کي توضیح کیلیے کافي تھي کہ متکلمین کے طریقہ نے قرآن حکیم کے معارف و حقائق پر کیسے تو بر تو پردے ڈالدیے ھیں' اور اُنکي ذھنیت معارف قرآنیہ کي روح سے کس درجہ مختلف بلکہ متضاد ہے - فی الحقیقت قرآن حکیم کا یہ مقام من جملہ اھم ترین دلائل قرآنیہ کے ہے ' لیکن متکلمین نے ایک دور از کار اور تقریباً بے معني منطقي اِستدلال کا جامہ پہنا کر اُس کي ساري دلاویزي اور خوبي غارت کر دي ہے' جو کسي طرح بھي اُس پر راست نہیں آتا - لطف یہ ہے کہ یہ اِستدلال حضرت ابراھیم کي طرف اِس جوش و سرگرمي کے ساتھہ منسوب کیا جاتا ہے ' گویا انکے لیے ابراھیم خلیل کي جگہ اِمام الحرمین یا اِمام رازي بن جانا کوئي بڑي ھي فضیلت کي بات ہے !

میں نے یہاں ارسطو کي جگہ اِمام الحرمین اور اِمام رازي اسلیے کہا کہ جو بات حضرت ابراھیم کي طرف منسوب کي گئي ہے ' وہ اِتنا وزن بھی نہیں رکھتي ' جسقدر عامۂ حکماء کي عقلیات کا تسلیم کرنا پڑتا ہے - شیخ الاسلام اِبن تیمیہ نے سچ کہا ہے کہ " متکلمین نے طریق قرآني اسلیے ترک کیا ' تاکہ فلاسفۂ و عقلیین کے ساتھہ چل سکیں ' مگر افسوس کہ یہ بھي نہ کرسکے - اِنکي خام خالیوں سے تو پھر حکماء کي باتیں غنیمت ھیں "

یا مثلاً ' قرآن حکیم نے اللہ تعالی کے صفات کا ذکر کرتے ھوے " احد " اور " واحد " کا لفظ استعمال کیا ہے - " احد " اور " واحد " کے معني اُس زبان میں جسمیں قرآن نازل ھوا ہے ' اسکے سوا کچھہ نہیں ھیں کہ یہ صفت ' تعدد کي نفي کرتي ہے - یعني وہ ایک ہے' اکیلا ہے ' اسکا کوئي شریک نہیں - کوئي عرب یا عربي داں انسان " احد " کا لفظ سنکر اس سے زائد کسي مفہوم کا تخیل ھي نہیں کرسکتا ' لیکن متکلمین نے اسکے لیے فلسفیانہ معاني اور التزامات پیدا کر لیے ' اور بلا تکلف اُنہی معاني میں استعمال کرنے لگے - مثلاً وہ کہتے ھیں ' خدا نے اپنا وصف احد قرار دیا ہے - احد وہ ہے جو منقسم نہ ھو سکے ' پس معلوم ھوا کہ وہ جسم نہیں ہے ' کیونکہ اجسام قابل انقسام ھیں - ھمیں بھي اِسکا شوق نہیں کہ خدا کی جسمیت ثابت کي جاے ' لیکن یہ قطعي ہے کہ قرآن نے عربي کا لفظ " احد " اس مصطلحۂ متکلمین مفہوم میں استعمال نہیں کیا ہے ' اور نہ اس انقسام و عدم انقسام کي دقیقہ سنجیوں سے اسے کوئي تعلق ہے -

یا مثلاً ' عربي کا ایک لفظ " مثل " ہے - " مثول " کے اصلي معني کسي چیز کے نصب ھونے کے تھے - مصور صورت بنا دیتا ہے ' اس لیے اُسے ممثل کہنے لگے - مثل الشي - اي انتصب و تصور - سورۂ مریم میں ہے " فتمثل لها بشراً سویا " یعني آدمي کي شکل میں نمایاں ھوا - پھر اسی نسبت سے اِسکا استعمال مشابہت کے معنوں میں بھي ھونے لگا - فلاں چیز فلاں چیز کے مثل ہے - یعني اُس جیسي ہے - تاج محل کے مثل کوئي عمارت نہیں - یعني اُس جیسي کوئي عمارت نہیں - قرآن نے بھي جا بجا مثل کا لفظ اِنہي معنوں میں استعمال کیا ہے -

لیکن جب فلسفیانہ مصطلحات رائج ھو گئیں ' تو " تمثیل " کا استعمال ایک خاص تعریف و حدود کے ساتھہ ھونے لگا - مثلاً مماثلت کے مفہوم میں منطقي اطلاق پیدا کرکے اُسے مماثلة فی الجوھر' مماثلة فی الکیفیة ' مماثلة فی الکمیة ' مماثلة فی القدر و المساحة : وغیرہ میں لے گئے ' اور اسکے بعد " مثل " مستعملۂ قرآن سے بھي وھي استدلال کرنے لگے - مثلاً " لیس کمثله شي " میں " مثل " کو وھي " مثل " مصطلحہ قرار دیتے ھیں ' اور اسپر اپني تمام فلسفہ آرائیوں کي عمارت اُستوار کرتے ھیں - وہ کہتے ھیں - تمام اجسام متماثل ھیں ' اور جسم وہ ہے جو جواھر فرد سے مرکب ھو' یا جسکي طرف اِشارہ کیا جاسکے ' اور جسکي مقدار ھو' پس جب خدا نے فرمایا " لیس کمثله شی " تو اِس سے اُن تمام جسمي (مصطلحہ فلسفہ) مماثلتوں کي نفي ھوگئي جو جواھر میں یا اعراض میں ھو سکتي ھیں - فلو کان جسماً لکان له مثل ' و اذا لم یکن جسماً ' لزم نفي ملزومات الجسم - یقیناً خدا کے مثل کوئي شے نہیں' لیکن سوال یہ ہے کہ " لیس کمثله شي " میں قرآن نے عربي کا جو لفظ استعمال کیا ہے ' اور اسکا جو مطلب دو سو برس تک تمام عرب مخاطبین سمجھتے رہے' وہ کیا تھا ؟ کیا وہ بھي مثلیت مصطلحۂ فلسفہ تھي ؟ حاشا و کلا - عربي میں مثل کا لفظ ٹھیک اُنھي سیدھے سادھے معنوں میں بولا جاتا ہے ' جن معنوں میں ھم آجکل اُردو میں بولا کرتے ھیں - مثلاً ایک شخص کہتا ہے " تاج محل آگرہ کے مثل کوئي عمارت موجود نہیں " تو اِس سے اُسکا یہ مطلب نہیں ھوتا کہ وہ مماثلة في الجوھر یا مماثلة فی الکمیة ' یا مماثلة فی الکیفیة ' یا مماثلة فی القدر و المساحة ' یا مماثلة فی اي معني اصطلاحي فلسفي کي نفي کر رھا ہے - بلکہ یہ مطلب ھوتا ہے کہ ایسي خوشنمائي رکھنے والي کوئي دوسري عمارت موجود نہیں - قرآن نے بھي ٹھیک ٹھیک اِسي سادہ اور لغوي معني میں " مثل " کا لفظ استعمال کیا ہے - یہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیاں یہاں کہاں سے آگئیں ؟

یا مثلاً ' عربي کا ایک لفظ " خلد " اور " خلود " ہے جسکے معني لغت اور زبان میں طول عہد کے ھیں ' اور اِسي نسبت سے وہ ھمیشگي کے معنوں میں بھي بولا جاتا ہے - لیکن یہ ھمیشگي ایسي ھي ھوتي ہے جیسے بول چال میں ھم کہتے ھیں " یہ آدمي ھمیشہ کلکتہ ھي میں رھیگا " اس سے یہ مقصود نہیں ھوتا کہ وہ ابد تک رھیگا اور مستقبل میں کوئي وقت ایسا نہیں آیگا جب وہ کلکتہ میں موجود نہو ' بلکہ یہ مطلب ھوتا ہے کہ وہ یہیں ٹہرا ھوا ہے اور عرصہ تک یہیں ٹہریگا - قرآن نے بھي جا بجا اسي معني میں یہ لفظ استعمال کیا ہے ' لیکن بعد کو جب فلسفیانہ بحثیں پیدا ھو گئیں ' تو " خلود " کے معني ایسي ھمیشگي کے ھو گئے جسکی کوئي نہایت نہ ھو -

یا مثلاً ' عربي میں لفظ " قدیم " کے وھي معني ھیں ' جو اردو میں " پرانے " کے ھیں " یہ مکان بہت قدیم ہے " یعني بہت مدت سے ہے - لیکن متکلمین نے فلسفیانہ مباحث میں " قدم " و " حدوث " کي خاص مصطلحات اختیار کیں ' اور اسلیے " قدیم " کی بھی ایک خاص منطقي تعریف بن گئي - اب کتاب و سنة کا مستعملہ " قدیم " بھي اسي معني میں لیا جانے لگا !

برید فرنگ

مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات

پیرس کے مصور رسالہ نے ایک سلسلۂ مقالات بلاد اسلامیہ کي جدید نسواني تحریکات پر شائع کرنا شروع کیا ہے - مقالہ نگار حال میں قسطنطنیہ اور قاہرہ کے سفر سے واپس آیا ہے - وہ لکھتا ہے :

" سنہ ۱۹۲۷ کي جو فکري لہر قاہرہ اور قسطنطنیہ کي عورتوں کے دماغوں میں دوڑ رہي ہے ' آسے میں لفظوں میں منتقل کر دینا چاهتا هوں "

مقالہ نگار کے تاثرات کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

(۱) ترک اور مصري عورتوں میں نئے خیالات کي نشو و نما اگرچہ گذشتہ صدي کے اواخر سے شروع ہوگئي تھي ' مگر وہ ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھسکي - سنہ ۱۹۰۰ تک قسطنطنیہ اور قاہرہ میں نئي قسم کي خواتین کا مطلب صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ فرانسیسي زبان سے واقف ہیں ' مغربي روش کا لباس مشرقي اصلاحات کے ساتھ پسند کرتي ہیں ' اور ان میں اہل قلم خواتین کي بھي ایک محدود تعداد پیدا ہوگئي ہے "

(۲) لیکن موجودہ صدي کے آغاز سے صورت حال بدلي [illegible] سے زیادہ اہم [illegible] تھیں - ترک اور مصري خواتین کا یورپ کے آزادانہ سفر و قیام ' اور ترک نقاب - چنانچہ سنہ ۱۹۰۵ سے لیکر سنہ ۱۹۰۸ تک ترکي اور مصر کي پچاس سے زیادہ خواتین یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں دیکھي گئیں - ان میں بڑي تعداد آن کم عمر خواتین کي تھي جو تعلیم کي غرض سے یورپ آئي تھیں - ان متعلمات میں مصر کے خاندان خدیوي کي بھي بعض خواتین تھیں -

جدید مصري خاتون
بیگم زغلول اپنے معمولی لباس میں

مصري خواتین کا نقاب جو اب رخصت ہو رہا ہے !

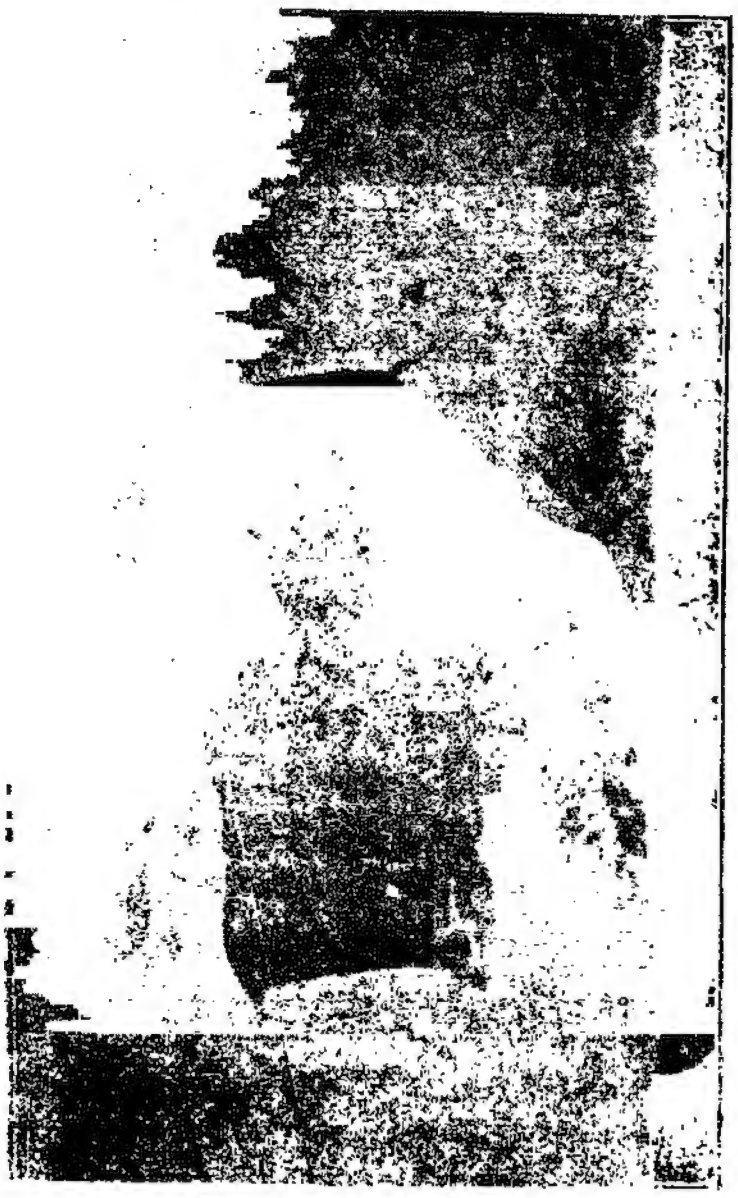

(۳) سنہ ۱۹۰۸ء میں جب ترکي میں انقلاب دستوري ہوا ' تو حالات نے یکایک ایک دوسري ہي صورت اختیار کرلي ' اور ترکي کے خواتین کي معاشرتي زندگي میں انقلاب عظیم ہوگیا - اس وقت تک دار الخلافہ میں خال خال مسلمان عورتوں کے کلب تھے ' اور جتنے بھي تھے ' زیادہ تر امریکن مشنیري جماعتوں کے قائم کیے ہوئے تھے - لیکن اب یکایک زنانہ کلبوں کي تعداد میں عظیم اضافہ ہوگیا - سب سے پہلے انجمن اتحاد و ترقي نے زنانہ کلب قائم کیے - پھر عام تحریک شروع ہوگئي ' اور ایسے ایسے عظیم الشان کلب قائم ہوگئے ' جن کے ارکان کي تعداد سیکڑوں سے بھي متجاوز تھي - اسي وقت سے ترک خواتین نے ملک کي سیاسي و معاشرتي تحریکات میں بھي علانیہ حصہ لینا شروع کردیا - ایک کثیر تعداد مقرروں اور ادیبوں کي بھي پیدا ہوگئي جن میں ایک کافي تعداد ترکي زبان کے اچھے خطیبوں اور اہل قلم کي تھي - چہرہ کا نقاب بھي تمام تعلیم یافتہ خواتین نے تقریباً ترک کردیا - البتہ باہر نکلنے کے لیے ایک خاص طرح کا جسم پوش لباس پہن لیا جاتا تھا جس سے نہ صرف تمام جسم اور لباس کي آرائش چھپ جاتي تھي ' بلکہ سر کے بال بھي پوشیدہ رہتے تھے - صرف نصف پیشاني سے لیکر ٹھڈي تک چہرہ کھلا رہتا تھا -

بلاشبه اعتراض کیا جائیگا که مذهبي ' اخلاقي ' فلسفي ' سیاسي ' اور قانوني خیالات تاریخي ترقي کے دوران میں تبدیل هوتے رهے هیں ' مگر ان تبدیلیوں کے با وجود بهي مذهب ' اخلاق ' فلسفه ' سیاست ' اور قانون کي حقیقت کبهي نهیں بدلي ' بلکه یه چیزیں بدستور باقي رهیں - مزید براں کچهه اٹل سچائیاں بهي هیں ' جو تمام اجتماعي نظاموں میں همیشه قائم رهي هیں اور اُن میں کبهي تبدیلي نهیں هوئي - لیکن کمیونزم یه تمام سچائیاں نئي بنیادوں پر قائم کرنے کي جگه اُنهیں سرے سے مٹا دینا چاهتا هے ' اور یه ایک ایسي بات هے جو تمام تاریخي ترقیوں کے بالکل مخالف هے -

لیکن هم کهتے هیں که تمام پچهلي سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي نزاع کي تاریخ هے جس نے مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کیں - جماعتي نزاع نے کوئي شکل بهي اختیار کي هو ' لیکن یه ایک ناقابل انکار حقیقت هے که هر زمانه میں سوسائٹي کا ایک حصه دوسرے حصوں کو خود غرضانه استعمال میں لاتا رها هے لهذا کچهه عجب نهیں ' اگر اِن تمام زمانوں کا اجتماعي ضمیر همیشه تقریباً ایک هي قسم کے خیالات کا پابند رها هو - ظاهر هے که اِس اجتماعي ضمیر کي تبدیلي اسي وقت ممکن هے جب جماعتي نزاع پورے طور پر خاتمه کر دیا جائے -

کمیونیزم کیا هے ؟ ملکیت کا انقلاب اور اسکے روایتي رشتوں کا ایک براه راست طبعي انفجار ! لهذا کچهه عجیب نهیں ' اگر وه اپنے دوران ترقي میں تمام روایتي نظریوں سے آزادانه قطع تعلق کرلے اور ایک نیا نظام قائم کر دے !

لیکن همیں سرمایه داروں کے اعتراضات کي پروا نهیں کرني چاهئے - اپنے کام میں بدستور منهمک رهنا چاهئے -

هم ابهي بیان کر چکے هیں که مزدوري پیشه طبقه کے انقلاب کا پهلا قدم یه هے که وه حکمراں طبقه کي حیثیت حاصل کرلے - یعني حقیقي جمهوریت کو کامل فتح حاصل هو جائے -

مزدور ' سرمایه داروں سے تمام سرمایه بتدریج چهین لیے اور پیداوار کے تمام آلات حکومت کے هاتهوں میں جمع کر دینے کیلیے اپني سیاسي طاقت استعمال کرینگے ' یعني پیداوار کے تمام ذرائع وه خود اپنے هاتهوں میں لے لینگے - کیونکه وهي حمکراں طبقه هونگے ' اور کوشش کرینگے که جلد سے جلد بار آور طاقتوں کي مجموعي مقدار بڑها دیں -

یه مقصد ظاهر هے که پورا نهیں هوسکتا ' جبتک که حقوق ملکیت اور سرمایه دارانه حالات پیداوار پر علانیه سخت حملے نه کیے جائیں - یه حملے اُن ذرائع سے کیے جائینگے جو گو ابهي اقتصادي حیثیت سے ناقابل حصول معلوم هوتے هیں ' مگر بتدریج بڑهینگے اور ضروري هوجائینگے - اِس سے مقصود وهي ذرائع هیں ' جو پیداوار کے تمام طریقوں میں انقلاب پیدا کر دیں -

یه ذرائع مختلف ممالک میں قدرتي طور پر مختلف هونگے - تاهم ترقي یافته ممالک میں حسب ذیل ذرائع سے بهتر کام لیا جاسکتا هے :

(۱) زمین کي ملکیت کي منسوخي اور زمین کے لگان پر حکومت کا قبضه -

(۲) بهاري اور برابر بڑهنے والا اِنکم ٹیکس -

(۳) سرمایه دارانه وراثت کي منسوخي -

(۴) باغیوں اور جلاوطنوں کے اِملاک کي ضبطي -

(۵) حکومت کے هاتهوں میں قرض کي مرکزیت ' اور یه اِس طرح که ایک قومي بنک قائم کیا جائے جس میں صرف حکومت کا سرمایه هو ' اور جسے بلا شرکت غیرے اجاره داري کا حق حاصل هو -

(۶) ذرائع مواصلات اور برآمد کي حکومت کے هاتهوں میں مرکزیت -

(۷) قومي کارخانوں اور آلات پیداوار کي توسیع ' اور بنجر زمینوں کي ایک عام اجتماعي خاکه کے مطابق اصلاح -

(۸) سب کو محنت کیلیے مجبور کرنا ' اور صنعتي فوجوں کي تنظیم ' خصوصاً زراعت کیلیے -

(۹) زرعي اور صنعتي محنت کي آمیزش ' تا که شهر اور دیهات کي باهمي تفریق مٹ جائے -

(۱۰) تمام بچوں کیلیے عام مفت تعلیم -

جب دوران ترقي میں جماعتي اِمتیازات معدوم هو جائینگے ' اور تمام پیداوار قوم کي بڑي اکثریت کے هاتهوں میں سمٹ آئیگي ' تو عام اجتماعي طاقت اپني سیاسي حیثیت کهو دیگي - سیاسي طاقت درحقیقت ایک منظم طاقت هے تا که دوسري جماعتوں پر مسلسل ظلم کیا جاسکے -

اگر مزدور انقلاب کے ذریعه بر سر اقتدار آجائیں ' اور طاقت کے زور سے پرانے حالات پیداوار برباد کر ڈالیں ' تو اِن حالات کے ساتهه قدرتي طور پر وه موجوده جماعتي نزاعات اور خود جماعتوں کو بهي برباد کر ڈالینگے ' بلکه ساتهه ساتهه خود اپني جماعتي حکمراني کي حیثیت بهي مٹا دینگے -

الهلال کو

اشاعت کي کمي کي شکایت نه هوتي ' اگر مصارف کي زیادتي پیش نه آتي - سنه ۱۹۱۴ع میں الهلال کي یهي قیمت تهي - یعني باره روپیه سالانه ' مگر تمام طباعتي اشیاء کي قیمت موجوده قیمتوں سے آدهي تهي - اِس وقت اگرچه الهلال کا حلقۂ اشاعت اردو کے تمام رسالوں سے زیاده هے ' لیکن مصارف کي زیادتي کي وجه سے اب تک آمدني اور خرچ برابر نهیں هوسکے هیں - کیا آپ اس معامله پر توجه ضروري نهیں سمجهتے ؟ اگر ضروري سمجهتے هیں تو توسیع اشاعت کے لیے کوشش کیجیے -

(منیجر الهلال)

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں

اٹھارویں اور اُنیسویں صدی کے مُدبّروں کی شہادت

(۲)

ہندوستان کی صنعت پارچہ بافی

ہندوستان نے پارچہ بافی کو ہر زمانہ میں بے نظیر کمال اور ناقابل تصور ہنرمندی کے ساتھ برقرار رکھا ہے۔ اُن کے بعض کپڑے تو ایسی حیرت انگیز نفاست سے طیار ہوتے ہیں کہ پرستان کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کمال دراصل، ہندوستانیوں کے بہترین ذوق، نفاست پسندی، اور سلیقہ کا نتیجہ ہے۔ (برنس سنہ ۱۸۳۲ء میں)

ہندوستان کے جنگلی درختوں میں پھلوں کی جگہ اون (سن) پیدا ہوتی ہے جو اپنی نفاست اور خوبصورتی میں بھیڑ کے اون کو بھی مات کرتی ہے۔ ہندوستانی اسی سے اون کے کپڑے بناتے ہیں۔

(ہیروڈوٹس سنہ ۵۰۰ قبل مسیح)

اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ہندوستان اور بابل کے مابین سنہ ۳۰۰۰ قبل مسیح میں تجارتی تعلقات قائم تھے۔ سنہ ۲۰۰۰ قبل مسیح کی مصری ممیا کی ہوئی لاشیں نفیس ہندوستانی تنزیب میں لپٹی ہوئی دستیاب ہوئی ہیں۔ روم میں ہندوستانی پارچہ جات کی بہت بڑی کھپت تھی۔ یہ واقعہ اس طرح محقق ہوتا ہے کہ "ایلڈر پلینی" نے شکایت کی ہے کہ روم کی بہت بڑی رقم ہر سال ہندوستانی کپڑے پر خرچ ہوتی ہے۔ ڈھاکہ کی ململ یونان میں "گنجٹیکا" کے نام سے مشہور تھی۔ (پروفیسر ٹیری)

ہم جانتے ہیں کہ یہودیوں نے اپنی قومیت کے ابتدائی برسوں (یعنی قبل مسیح ۳۰۰۰ سال) میں ہندوستان کا کپڑا استعمال کیا ہے۔

(کیمپر صفحہ ۳۰۶)

نیتی مسیح سے ۲۰۰۰ سال پہلے مصر اور عرب کی درآمد کے تذکرہ میں بنگال کی ململ کا ذکر کرتا ہے۔ (جیمس ٹیلر)

افریقہ سے لیکر شنگھائی تک، ہر بندرگاہ میں ہندوستان کا بنا ہوا ہر طرح کا کپڑا بکثرت دستیاب ہوتا تھا۔ (مارکوپولو سنہ ۱۲۹۰ء)

سنہ ۱۷۰۰ء کے بدنام قانون کی رُو سے انگلستان میں ۲۹ ستمبر سنہ ۱۷۰۱ء سے چین، ایران، ہندوستان کے ہر قسم کے کپڑوں کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اس تاریخ سے جتنا بھی کپڑا آئیگا وہ یا تو ضبط کر لیا جائے گا، یا واپس کر دیا جائے گا۔"

(سر جارج برڈوڈ)

"مسیحی" انگلینڈ میں یہ سخت جرم تھا کہ کوئی عورت ہندوستانی چھینٹ استعمال کرے۔ سنہ ۱۷۶۶ء میں گلڈہال میں ایک انگریز خاتون کو دو ہزار پونڈ جرمانہ اس لئے ادا کرنا پڑا کہ اُس کا رومال ہندوستانی کپڑے کا تھا۔ (پروفیسر لیکی)

سترہویں صدی کے آخر میں نفیس اور عمدہ ہندوستانی چھینٹ اور ململ بہت بڑی مقدار میں انگلینڈ بھیجی گئی اور وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ مقامی اونی ریشمی کپڑے کی تجارت سخت خطرہ میں پڑ گئی۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لئے سنہ ۱۷۰۰ء اور سنہ ۱۷۲۱ء میں پارلیمنٹ نے ایسے قانون پاس کئے جن کی رُو سے انگلینڈ میں ہندوستانی کپڑے کا استعمال قطعاً ممنوع قرار پا گیا۔ (پروفیسر لیکی)

نفیس کپڑا بننے، رنگوں کے چڑھانے، دھات پر نقش و نگار بنانے، جواہرات گڑھنے، عطر کے طیار کرنے، اور جملہ قسم کی دقیق و لطیف صنعتوں میں ہندوستانیوں کا کمال تسلیم نامہ مشہور آفاق ہے۔

(پروفیسر ویبر)

سنہ ۱۷۸۸ء سے سنہ ۱۸۰۳ء تک کا زمانہ انگلستان کی پارچہ بافی کا سبز زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ عین اُسوقت جبکہ انگریزی کپڑے کی برآمد خانگی جہازوں کی طلسمی تیز رفتاری اور میکانیکی ایجادات کی محیر العقول تاثیر کے ماتحت روز افزوں ترقی کر رہی تھی، ہندوستانی کپڑے پر ۷۵ فیصدی چنگی لگا دی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈھاکہ کا نفیس کپڑا اس زبردست چنگی کی وجہ سے انگلستان جانا موقوف ہو گیا اور بالآخر یہ کپڑا بازار سے مفقود ہو گیا۔ (پروفیسر ٹیبر)

سنہ ۱۸۱۳ء تک ہندوستان کا سوتی اور ریشمی کپڑا انگلستان کے بازاروں میں معقول نفع کے ساتھ خود انگریزی کپڑے سے ۵۰ اور ۶۰ فیصدی کم قیمت پر بکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کپڑے کو بچانے کے لئے ہندوستانی کپڑے پر ۷۰ اور ۸۰ فیصدی چنگی لگا دی گئی۔ اگر یہ ظالمانہ چنگی نہ لگائی جاتی اور ممانعت کے قانون نافذ نہ کئے جاتے، تو "پیسلی" اور "مانچسٹر" کے تمام کارخانے شروع ہی میں بند ہو جاتے اور باوجود مشینوں کی قوت سے مسلح ہونے کے ہرگز نہ چل سکتے۔ درحقیقت یہ کارخانے، ہندوستانی کپڑے کی لاش پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ اگر ہندوستان خود مختار ہوتا تو وہ اس زیادتی کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ وہ بھی انگریزی مصنوعات پر بھاری چنگی لگا دیتا اور اس طرح اپنی تجارت کو فنا ہونے سے بچا لیتا۔ مدافعت کا حق ہندوستان کو نہیں دیا گیا۔ وہ بے رحم بدیشیوں کے رحم پر تھا۔ انگریزی مصنوعات بغیر چنگی ادا کئے جبراً اس ملک میں لائی گئیں۔ بدیشی تاجروں نے غیر منصفانہ سیاسی حربے استعمال کئے اپنے اس حریف کا گلا گھونٹ ڈالا جس سے وہ کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ (ہسٹری آف انڈیا از مل)

سنہ ۱۷۸۷ء میں مسٹر تھامسن نامی ایک شخص نے صرف ۵ گھنٹے کے اندر ڈھاکہ میں ۱۲۷ تھان ململ کے خریدے۔ (ڈاکٹر ٹیلر)

اسوقت انگلستان میں ایک شخص موجود ہے جسنے نواب کے زمانہ میں ایک صبح اپنے ہی مکان پر ۸۰۰ تھان ململ کے خریدے تھے جنھیں خود کاریگر لائے تھے۔ پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے گماشتوں کا ظلم و جور بے روک ٹوک تھا۔ لیکن سراج الدولہ کے عہد سے شروع ہوا۔ خود مذکورہ بالا شخص کا عینی مشاہدہ ہے کہ جنگل باڑی کے تقریباً سو نوربافوں نے اپنا پیشہ اور گھر بار محض انہی ظلموں کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اُسوقت یہ ظلم صرف شروع ہوا تھا۔

(بولٹس کے خیالات صفحہ ۹۵-۱۹۱)

نورباف جب کمپنی کے سخت اور جابرانہ معاہدے منظور کرنے سے انکار کر دیتے تھے تو کمپنی کے ایجنٹ اُن کا سامان نیلام کر کے قیمت ضبط کر لیتے۔ مہین ریشم کاتنے والوں پر بھی یہی ظلم کیا جاتا تھا۔ ایسی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کے انگوٹھے محض اس لئے کاٹ ڈالے گئے کہ وہ مہین تاگا نہ بنا سکیں! (ولیم بولٹس)

جب کمپنی کا گماشتہ کسی صنعتی شہر میں پہنچتا تو اپنے لئے آباد جگہ میں کوئی گھر منتخب کر لیتا۔ گماشتہ کا گھر "کچہری" کہلاتا تھا۔ یہاں وہ اپنے ہرکاروں کے ذریعہ سے پیکاروں اور دلالوں کو نوربافوں کے جمع کرنے کا حکم دیتا۔ پھر اُنھیں کچھ پیشگی دیکر عہدنامہ پر دستخط کراتا جسکی رُو سے اُنھیں معین وقت میں خاص قیمت پر مال مہیا کرنا پڑتا۔ عہدنامہ پر دستخط کے لئے غریب بنکر کی رضامندی ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی

سنہ ۱۹۲۱ میں قسطنطنیہ کی مسلمان عورتوں کا مظاہرہ

سب سے زیادہ اہم تبدیلي یہ ہوئي کہ مسلمان خواتین نے سرکاري دفاتر میں کام کرنا شروع کردیا جس کي کوئي سابق مثال موجود نہ تھي - ٹیلي فون اور ٹیلي گراف کے اکثر مراکز میں عورتیں هي عورتیں نظر آنے لگیں - دفاتر میں ٹائپسٹ عورتیں بھي پیدا ہوگئیں - اس صورت حال نے مشرقي ممالک میں بھي اس اسلوب حیات سے عورت کو آشنا کردیا ' جو اس وقت تک صرف یورپ اور امریکہ هي کي مضافات آبادیوں میں محدود تھا -

(۴) ترکي کي اس تبدیلي نے قاہرہ پر بھي اثر ڈالا جہاں مغربیت کہیں زیادہ قوت و وسعت کے ساتھہ نشو و نما پا رہي تھي - سنہ ۱۹۰۱ - میں جب قاسم امین بک نے مسلمان عورتوں کي معاشرتي زندگي میں اصلاح کي ضرورت محسوس کي تھي ' اور پردہ کے خلاف اپني مشہور کتابیں شائع کي تھیں ' تو اس وقت مصر کے اندر بمشکل پچیس مسلمان عورتیں ایسي نکل سکتي تھیں جو بغیر نقاب کے گھر سے باہر نکلنا گوارہ کرتیں ' لیکن اب ایک بڑي تعداد ایسي عورتوں کي پیدا ہوگئي ' جو بغیر کسي جھجھک کے کھلے منہ باہر نکلنے لگي تھیں ' اور انہوں نے پوري طرح مغربي لباس اختیار کرلیا تھا - سنہ ۱۹۱۲ - میں جب میں قاہرہ گیا تھا ' تو مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا تھا کہ نئے تعلیم یافتہ طبقہ کي عورتیں تمام قدیم رسوم و عوائد ترک کرچکي ہیں ' اور بعض خال خال گھرانوں کے قدیم مصري زندگي کا نظارہ کہیں دکھائي نہیں دیتا - بعض گھرانوں کي خواتین سڑکوں پر بالکل کھلے ڈلے نکلنے سے پرہیز کرتي تھیں ' لیکن اپنے گھر میں انہیں اس سے انکار نہ تھا کہ ایک یورپین خاتون کي طرح مہمانوں کي پذیرائي کریں ' اور ان کي صحبتوں میں اپنے شوہروں اور عزیزوں کے ساتھہ شریک ہوں -

(۵) جنگ کے بعد دنیا میں جو تعجب انگیز تغیرات ہوئے ہیں ' شاید ان میں کوئي چیز بھي اس درجہ موثر اور قابل غور نہیں ہے ' جسقدر مشرقي عورت کي کامل مغربیت ہے - اب ہمیں وہ تمام پراسرار اور قصہ نما تذکرے بھلا دینے چاہئیں ' جو کسي زمانے میں مشرقي عورتوں اور مشرقي حرمسراؤں کي داستانوں میں ہماري تعجب آمیز دلچسپي کا ذریعہ ہوا کرتے تھے ' اور ہر مغربي سیاح جو مشرق کا قصد کرتا تھا ' سمجھتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو الف لیلہ کي شاہراہوں میں سرگرداں پائیگا - اب مشرق کي سواري چیزوں کي طرح مشرق کي عورت بھي تقریباً نابود ہوگئي ہے وہ وقت دور نہیں ہے جب اس کا سراغ ڈھونڈنے کیلیے مورخین کو کتابوں کے [illegible] الٹنے پڑینگے - جب [illegible] قسطنطنیہ اور قاہرہ میں [illegible] [illegible] "مشرقي عورت" بغیر ڈھونڈے کے [illegible] گذشتہ سال میں نے بیروت میں بہت کوشش کي کہ کسي ایسے امیر گھرانے کا سراغ لگاؤں جہاں مجھے کامل مشرقي زندگي نظر آئے - کچھہ عرصہ کے بعد ایک دوست نے رہنمائي کي ' اور میں ایک گھرانے میں مدعو کیا گیا - یہ گھرانا بیروت کے ایک قدیم امیر خاندان کا گھرانا تھا - اسکے ارکان مغربیت کے دلدادوں میں " قدامت پرستي " کیلیے بدنام ہیں - یہ مخالفانہ شہرت سنکر مجھے بڑي خوشي ہوئي تھي ' میں نے خیال کیا تھا کہ بیسویں صدي میں کم از کم ایک مرتبہ " الف لیلہ " کے عالم میں واپس جا سکونگا - لیکن آپ میري مایوسي کا اندازہ کر سکتے ہیں ' جو اس وقت مجھپر طاري ہوئي ' جب میں نے اس " قدامت پرست " گھرانے میں اپنے آپکو ایک کامل قسم کے فرانسیسي ایوان ملاقات کے صوفے پر پایا ' اور صاحب مکان نے یہ کہکر اپني دوازدہ سالہ لڑکي کي تقریب کي کہ " یہ میڈ موزیل ...... ہیں ! "

یہ بیروت کا قدامت پرست گھرانا ہے ! بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ اس گھرانے کي ساري قدامت پرستي اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اس کي مسن عورتیں مغربي لباس نہیں پہنتیں ' اگرچہ اپني لڑکیوں کے لیے اسي کو پسند کرتي ہیں !

مقالہ نگار نے آخر میں افسوس کیا ہے کہ مشرق نے مغرب کي تقلید کے شوق میں اسکي بالکل پروا نہ کي کہ مغربي معاشرت کي بے اعتدالیوں سے اپني نگہداشت کرے - وہ کہتا ہے " بلا شبہ مشرقي عورت کو مغرب سے بہت کچھہ حاصل کرنا تھا ' لیکن ساتھہ هي اپني قدیم زندگي کي بہت سي قیمتي چیزیں محفوظ بھي رکھني تھیں جن کے نقدان پر آج مغرب افسوس کر رہا ہے "

قسطنطنیہ میں خواتین کے ایک خیراتي بازار کا افتتاح

(ب) ہندوستانی ہمارے بڑے آدمیوں پر ہماری ہی طرح فخر کرنے لگیں گے۔

(ج) ہماری ہی طرح تعلیم حاصل کرنے، ہماری ہی طرح ایک خاص مقصد سے دلچسپی لینے، ہماری ہی طرح ایک خاص نتیجہ کے لئے کوشاں ہونے سے، وہ ہندوستانی ہونے کے بجائے انگریز ہو جائیں گے۔ ٹھیک اُسی طرح، جس طرح رومیوں کی ماتحت قومیں رومن ہو گئی تھیں!

(د) اس طرح وہ قدیم ہندوستانی بنیادوں پر آزادی حاصل کرنے کی خواہش سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کوئی فوری تبدیلی ناممکن ہو گی۔ ہمارا قبضہ مدتِ دراز تک بے خطر برقرار رہ سکے گا

(ہ) تعلیم یافتہ طبقہ یہ سمجھ کر کہ اُس کے ملک کی بھلائی ہماری ہی سرپرستی میں ہو سکتی ہے، قدرتی طور پر ہم سے وابستہ رہے گا۔

(سرکاری مراسلہ ۱۸۵۳ء)

زمین کی فتح کے بعد ہندوستان کا دماغ بھی فتح کر لیا گیا۔

(ہنٹر)

دماغ ہی سلطنتیں برباد کرتے اور قائم کرتے ہیں، دماغ پر قبضہ کر لو۔ قوم پر بھی حکومت کر سکو گے۔ (لواسٹ ڈکنسن)

بغیر دماغی انقلاب کے سیاسی انقلاب ناممکن ہے۔ پوری ایک فوج کی یلغار بآسانی روکی جا سکتی ہے، لیکن دماغی حملہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا!

(میرس)

کوئی بھی ہندوستانی ذہانت اور زیرکی پر شبہ نہیں کر سکتا۔ مگر یہ حیرت ہے کہ مغربی طریق تعلیم نے اُسے کس طرح اپنا شکار کر لیا ہے اور ہندوستان کی روایتی ذہانت کی مشتعل قوت بالکل افسردہ ہو کر رہ گئی ہے!

(رر)

ہم نے بنگالیوں کو جو تعلیم دی ہے وہ صنعت و حرفت کی طرف راغب کرنے کے بجائے صرف ادبیت سکھاتی ہے۔

(سر ای، سی، بک)

جہاں باشندے خوشحال ہوتے ہیں، وہاں تعلیمی ترقی خطرناک نہیں ہوتی۔ مگر جہاں افلاس اور تعلیم کا ساتھ ہوتا ہے، وہاں آگ لگا دیتی ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے، لیکن کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حقیقت ہندوستان میں کتنی سچی ہے! (ڈبلو۔ ایس۔ بلنٹ)

شروع میں گورنمنٹ کا تعلیمی دستور العمل یہ تھا کہ ملک کے انتظام کے لئے آدمی فراہم کئے جائیں۔ نیز علمی تعلیم کے بجائے صرف ادبی تعلیم کی ہمت افزائی کی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ادبی تعلیم یافتوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی، اور علمی تعلیم تقریباً مفقود رہی۔ (سیڈلر کمیشن)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدیدہ کے ابتدائی نمبر یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ - منیجر

بریدِ شرق

غازی مصطفٰی کمال پاشا کا تاریخی خطبہ

بعد از جنگ حوادث و اعمال کی مستند روداد

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

کامل ایک ہفتہ غازی مصطفٰے کمال پاشا جمہوری مؤتمر میں اپنا تاریخی خطبہ سناتے رہے۔ خطبہ بہت ہی طویل ہے۔ تلخیص کے سوا چارہ نہیں۔

۱۹۱۹ء میں التوار جنگ

موصوف نے بیان کیا:

۱۹ر مئی ۱۹۱۹ء میں وہ بحر اسود کے ساحل سمسون پہنچے۔ یہ وہ وقت تھا جب ترکی کی داخلی حالت از حد ابتر ہو چکی تھی۔ سلطان وحید الدین اور اُن کے وزیر اعظم داماد فرید پاشا، ملک کو اُس قعرِ مذلت سے نکالنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے تھے جس میں وہ التوار جنگ کے بعد گر پڑا تھا۔ اتحادی سلطنتیں، معاہدۂ التوار کی کسی شرط کی بھی پابند نہ تھیں۔ برطانی، فرانسیسی، اور اطالی فوجیں، ترکی کی بہت سی سرزمین پر قابض ہو گئی تھیں۔ پھر انہی اتحادیوں کے اشارے سے ۱۵ر مئی ۱۹۱۹ء میں یونانی فوجیں سمرنا پر قابض ہو گئی تھیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ ترکی سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ تھریس سے دست بردار ہو جائے تاکہ وہاں جمہوری حکومت قائم کر دی جائے۔ کردستان کو خود مختاری دیدے۔ علاوہ بونتوس کو آزاد کر دے اور اُس میں بھی ایک خود مختار حکومت بنجائے، جس کا پایۂ تخت، طرابزون ہو۔

"انجمن محبانِ انگریز"

استانبول، تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ "انجمن محبانِ انگریز" سب سے زیادہ خطرناک سازشی مرکز تھا۔ یہ انجمن خود سلطان کی سرپرستی میں تھی۔ وزیر اعظم اور دوسرے ارکانِ سلطنت، اُس کے ممبر تھے۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ترکی قومی تحریک کو کچل ڈالے۔ فوج کی ابتری، آخری حد سے بھی تجاوز کر چکی تھی، لیکن وہ بدستور سلطان سے وفادار تھی۔ ملک میں یہ تحریک بھی پھیل رہی تھی کہ ترکی اب خود کچھ نہیں کر سکتا، لہٰذا کسی بڑی سلطنت سے امداد حاصل کرنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے تین ذریعے لوگوں کے پیش نظر تھے:

"انگلستان کی سرپرستی قبول کر لی جائے۔ یا امریکہ کی حمایت منظور کر لی جائے۔ یا خود اندرون ملک میں متعدد حکومتیں قائم کر دی جائیں"

غازی کی ابتدائی مساعی

اس کے بعد غازی نے اپنی ذاتی کوششوں کی طرف اشارہ کیا:

"میرے دشمنوں نے مجھے آستانہ سے نکلوانے کی کوشش کی تھی۔ میرے ماتحت پہلے تین فوجیں تھیں۔ نیز انگورہ اور دیار بکر کی فوجوں پر بھی مجھے نگرانی کا حق حاصل تھا۔ میں یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ وطنِ مقدس، کسی اجنبی حکومت کی غلامی میں پڑے۔ اس حالت پر میں موت کو ترجیح دیتا تھا۔ میں نے فوراً یونان سے مقابلہ کی طیاری شروع کر دی۔ جون اور جولائی (۱۹۱۹ء) کے مہینوں میں اماسیا اور ارض روم کے شہروں میں میں نے کانفرنسیں منعقد کیں۔ لیکن میری سرگرمیاں دیکھ کر استنبول کے حکام سخت برہم ہوئے۔ علی کمال بک وزیر داخلیہ نے مجھے طلب کر کے کہا کہ باب عالی میری تجویز کا مخالف ہے۔

۳ر جولائی کو میں نے اپنے دوستوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور صاف لفظوں میں اُن تمام خطروں سے آگاہ کر دیا جو میرے ساتھ قومی تحریک میں شرکت سے اُنھیں پیش آنے والے تھے۔ لیکن اُنھوں نے نہایت بہادری سے سرگرم عمل رہنے پر اصرار کیا اور اخلاص و رفاقت کی قسمیں کھائیں۔

تب میں اپنے فوجی منصب سے مستعفی ہو گیا تاکہ آزادی سے جد و جہد جاری رکھ سکوں۔ لیکن ارض روم میں میرے دوستوں میں باہم ناچاقی پیدا ہو گئی۔ میں نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ تاریخ ثابت کر چکی ہے کہ کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی جبتک ایک کامل، مستقل مزاج، اور چُست سردار کی اطاعت نہ کی جائے۔ ایسے نازک وقت میں اختلاف سے ہرگز کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا"

قومی حرکت کا دوسرا قدم

قومی تحریک نے دوسرا قدم، سیواس کانفرنس سے اٹھایا۔ اس کانفرنس میں تمام ترکی علاقوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے۔ یہیں صاف طور پر یہ بات طے پا گئی کہ اتحادیوں، خصوصاً یونان کی مقاومت کی جائے اور ہر ممکن تدبیر سے ترکی سرزمین، اجنبی فوجوں سے پاک کی جائے۔

اُس موقعہ پر ایک فرانسیسی افسر نے سیواس میں آ کر کہا کہ فرانس عنقریب اس وطنی تحریک کا سر کچل ڈالے گا! میں نے اُسے جواب دیا "سیواس پر تم ہرگز قبضہ نہیں کر سکتے۔ فرانس یا کوئی اور طاقت اگر ہماری تحریک کچلنا چاہتی ہے تو اُسے ایک طویل ہولناک جنگ کے لئے طیار ہو جانا چاہیئے"

اسی کانفرنس میں یہ مسئلہ پیش ہوا تھا کہ امریکہ کی حمایت میں ترکی کو چلایا جانا چاہئے۔ کیپٹن رؤف بے، جنرل علی فؤاد پاشا، خالدہ ادیب خانم زوجہ عدنان بے، اس تجویز کے سرگرم حامی تھے مگر میں نے اور [illegible] نے مجلس سے درخواست کی کہ سردست یہ مسئلہ ملتوی کر دیا جائے۔ میری درخواست منظور کر لی گئی۔

گماشتے جو شرطیں بھی چاہتے، زبردستی منوا لیتے تھے۔ اگر کاریگر کمپنی کا روپیہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا تو اُسے کوڑے لگا لگا کر اُس کے لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ (ولیم بولٹس)

کاریگروں کو کمپنی کے لئے کام کرنے پر زبردستی مجبور کیا جاتا تھا اُن سے ایسے معاہدے لئے جاتے تھے جو اُن کے حق میں سراسر نقصان دہ ہوتے تھے۔ اُن کی فریادوں کی کوئی شنوائی نہیں تھی، اور اُنھیں اپنے ذاتی مفاد اور ضمیر کے خلاف کام کرنے پر بڑی سختی سے مجبور کیا جاتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ کاریگروں کو بھاری جرمانے کام سے انکار کرنے کی وجہ سے ادا کرنے پڑتے .... نوربافوں کو ہولناک اور عبرت انگیز سزائیں دی جاتی تھیں .... جبر و تشدد کی حد یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاریگروں کو مجبوراً اپنا پیشہ ترک کر دینا پڑا تھا۔ (۱۷۹۳ء اور ۱۸۱۸ء کی کمرشل بورڈ کی ڈائری)

غریب ہندوستانی دستکاروں اور کاریگروں پر ایسے ایسے ظلم توڑے گئے ہیں جن کا تصوّر بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ غریب کمپنی کے گویا غلام بنا دیئے گئے تھے۔ جرمانے، قید، جبری معاہدے، اور بید کی مار نے نوربافوں کی نسل معدوم کر دی! (بولٹس صفحہ ۷۲)

صنعت و حرفت اور تجارت کے تنزل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ شہر (ڈھاکہ) کی آبادی تقریباً برباد ہو گئی۔ ۱۸۰۰ء میں اس کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی، مگر اب صرف ۶۸۰۳۸ رہ گئی ہے جیسا کہ ۱۸۳۸ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے... جتنی تیزی سے آبادی گھٹی ہے، اُس سے کہیں زیادہ سرعت سے افلاس بڑھ گیا ہے!
(جیمس ٹیلر)

مسٹر بروکل ہرسٹ کا سوال:

"انگلستان یا ہندوستان، دونوں میں سے کسی ایک کی صنعت و حرفت کا قربان کرنا دوسرے کی ترقی کے لئے لازمی ہے۔ بنا بریں ہندوستانی صنعت و حرفت کی قربانی کر دی گئی۔ کیا تم ہندوستان کو دوبارہ خوشحال کرنے کے لئے انگلستان کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

مسٹر مارٹن کا جواب:

"میں ہرگز ہندوستان کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے نہیں کہتا۔ لیکن میں ہندوستان کو مسلسل نقصان پہنچانے کے خلاف ہوں پھر یہ بھی لازمی نہیں کہ ہندوستانی نوربافوں کی ترقی سے انگلستان برباد ہو جائے گا۔ کیونکہ ہندوستان کے پاس نہ گلاسگو اور منچسٹر کی طرح مشینیں ہیں نہ تجارتی بازار ہیں نہ سرمایہ ہے"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

آپ سے جو سوال کیا گیا ہے اُس کا تعلق اُس نفیس سُوت سے ہے جو مشین میں طیار نہیں ہو سکتا۔ بس سوال یہ ہے کہ کیا اس نفیس سُوت کی صنعت اس ملک (انگلستان) میں باقی رکھی جائے یا ہمیشہ کے لئے اُٹھا دی جائے؟"

مسٹر مارٹن:

"اگر انگلستان میں اس صنعت کا بقا ہندوستان سے ناانصافی پر موقوف ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ انگلستان کو انصاف سے کام لینا چاہیے۔ خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہو۔ کیونکہ انگریزوں کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے اُس ملک کے باشندوں کو تباہ کر ڈالیں جسے اُنھوں نے فتح کیا ہے"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

"۱۸۳۳ء میں جب کمپنی نے ہندوستان کو تاج کے حوالہ کیا تو اُس سے پہلے ہی ہندوستان کی صنعت تباہ ہو چکی تھی۔ لہٰذا اسوقت یہی کا سوال درپیش نہیں ہے جو واقع ہو چکی ہے۔ نیز ہمارے پاس شہادت موجود ہے کہ ہندوستان صنعتی ملک ہونے کے بجائے زرعی ملک ہے۔ اور وہ جماعتیں جو پہلے دستکاری میں مصروف تھیں، اب زراعت میں مشغول ہو گئی ہیں"

مسٹر مارٹن:

"میں اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ ہندوستان صرف زراعتی ملک ہے۔ ہندوستان جس طرح زراعتی ملک ہے اُسی طرح صنعتی ملک بھی ہے۔ اُس کی مصنوعات ہر زمانہ میں نہایت کامیاب رہی ہیں اور کوئی قوم بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکی ہے۔ اب ہندوستان کو محض زراعتی ملک بنا دینا، اُس کے لئے سخت ناانصافی اور ظلم ہے"

(۱۸۴۰ء کی پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ)

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو جو کپڑا بھیجا گیا اُس کی تفصیل یہ ہے:

سنہ	ہندوستان سے	انگلستان سے
۱۸۱۴ء	۱۲۶۶۶۰۸ تھان	۸۱۸۲۰۸ گز
۱۸۲۱ء	۵۳۴۴۹۵ 〃	۱۰۱۳۸۷۲۶ 〃
۱۸۲۸ء	۴۲۲۵۰۴ 〃	۴۲۸۸۲۲۰۷۷ 〃
۱۸۳۵ء	۳۰۶۰۸۶ 〃	۶۱۷۷۷۲۷۷ 〃

(مسٹر لارپنٹ)

ہندوستان کا سُوت

ہندوستان میں انگریزی سُوت سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں آیا اس کے بعد اُس کی مقدار بڑھتی گئی۔ چنانچہ

۱۸۲۴ء	میں	۱۲۰۰۰۰ گز
۱۸۲۵ء	〃	۸۰۰۰۰۰ 〃
۱۸۳۰ء	〃	۴۰۵۰۰۰۰ 〃

(ایسٹ انڈین کمپنی کے حالات ضمیمہ ۸۶)

ڈاکٹر آوبر نے ۱۸۳۶ء میں لکھا ہے کہ "ڈھاکہ میں جیسا سُوت کتتا ہے اور ململ طیار ہوتی ہے اُس کا مقابلہ انگریزی ذہانت اور صنعت کسی طرح بھی نہیں کر سکتی" (براؤن)

ضلع (ڈھاکہ) میں قدیم زمانہ سے ہر گھر کا مشغلہ سوت طیار کرنا تھا۔ لیکن اب ارزاں انگریزی سُوت کی وجہ سے یہ کام بالکل موقوف ہو گیا ہے۔ اس طرح کاتنے اور بُننے کی صنعت، جس سے مدتوں لاکھوں محنتی مخلوق پیٹ پالتی تھی، ۶۰ برس کے قلیل زمانہ میں اجنبی ہاتھوں میں چلی گئی۔ (〃)

سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں انگریزی سُوت ہندوستان آیا۔ ۱۸۲۷ء میں اُس کی مقدار ۳۸۷۹۴ من تک پہنچ گئی۔ ۱۸۳۱ء میں ۸۲۸۱۰ من ہو گئی۔ اور ۱۸۳۸ء کے بعد سے تو اُس نے ہندوستانی سُوت کو بالکل بے دخل کر کے ملک بھر میں اُس کی جگہ لے لی۔
(جیمس ٹیلر)

تعلیم

جب کبھی میں ہندوستان کی بے شمار مخلوق کی جہالت کا خیال کرتا ہوں، تو مجھے کارلائل کا پُر از حسرت مقولہ یاد آ جاتا ہے "علم کی صلاحیت رکھنے والے انسان کا جاہل رہنا میرے نزدیک ایک اندوہناک مصیبت ہے۔" (ڈاکٹر سی ہال)

یہ بالکل یقینی ہے کہ ہندوستان ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جہاں سے یورپ کی قدیم مہذب ترین قوموں نے اپنا علم، صنعت اور ادب حاصل کیا تھا۔ (لائے الیٹ ٹسلر)

جب کبھی کوئی ملک یا قوم کسی زبردست طاقت سے مفتوح ہو جاتی ہے تو یقین کر لینا چاہیے کہ حکمران طاقت سب سے پہلا کام یہی کریگی کہ مفتوح قوم کی تعلیم تباہ کر ڈالے گی یا سختی کے ساتھ اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیگی تاکہ اُس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ کیونکہ یہ مسلّم ہے کہ علم اور غلامی پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ (لائے سیڈی)

۱۷۹۳ء میں تعلیمی کمیٹی کے ایک ڈائرکٹر نے کہا تھا "ہم نے امریکہ محض اپنی حماقت سے اس لئے کھو دیا کہ وہاں اسکول اور کالج قائم کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اب ہمیں ہندوستان میں اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہیے۔ (ایجوکیشن کمیٹی ۱۷۹۳ء)

ہمارے مشرقی مقبوضات میں مشنری بھیجنے کی تجویز ایک نہایت ہی ناعاقبت اندیشانہ، اور مسرفانہ تجویز ہے۔ یہ تجویز نہایت ہی مہلک، مہمل، جاہلانہ، بے فائدہ، مضرت رساں، خطرناک، اور متعصبانہ ہے۔ یہ ہر طرح کے تدبر اور صحیح سیاست کے خلاف ہے۔ یہ ہمارے مقبوضات کی سلامتی اور دوام کو خطرہ میں ڈالنے والی ہے۔ (ہندوستان میں "کیری" کی آمد پر ایسٹ انڈین کمپنی کے ڈائرکٹروں کا رزولیشن ۱۷۹۳ء)

۱۷۹۳ء میں کمپنی کے ڈائرکٹر کہتے ہیں "تم (انگریز) ہندوستانیوں کو تعلیم دینا کیوں چاہتے ہو؟ تعلیم دیکر تم اُنھیں اپنی بے انصافیوں سے آگاہ کر دوگے۔ تم نے اُن کا ملک لُوٹ لیا ہے۔ تم نے اُنکے ہم وطنوں کو برباد اور ذلیل کر دیا ہے۔ تم نے اُنکے بادشاہوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ لہٰذا تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اُنھیں اسی طرح فریب خوردہ خود فراموش، اور جاہل رہنے دو!
(سر تھامس ٹرِٹن ۱۱ر مارچ ۱۸۱۳ء)

ہمیں صرف اُسی حد تک ہندوستانیوں کو تعلیم و تربیت دینی چاہئیے جس حد تک ہم اُن سے اپنی تجارت اور حکومت چلانے میں فائدہ اُٹھا سکیں۔ (کلکتہ جرنل ۱۸۱۹ء)

ہمیں ہندوستانیوں کی ایک ایسی جماعت طیار کرنی چاہیے جو رنگ اور خون میں ہندوستانی ہوں، مگر ذوق، خیال، اور ذہنیت انگریزوں کی رکھیں۔ (میکالے)

ہمیں ہندوستان میں ہندوستانی مدبروں، سپہ سالاروں اور مقننوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمیں محنتی کسان مطلوب ہیں!
(تھیکرے)

ہندوستان میں انگریزوں کے اندرونی تعلیمی مقاصد حسب ذیل ہیں (الف) انگریزی تعلیم کی روح ہمارے تمدن کے لئے مفید بلکہ

کئے۔ ٹرکی میں جو اعلان شائع کیا تھا، وہ اس عبارت سے شروع ہوتا تھا: "آزادی کی اس مقدس جنگ میں خدا ہمارے ساتھ ہو!"

اسی زمانے میں عسکی شہر اور افیون قرہ حصار سے ہم اتحادی فوجیں نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ ریلوے بھی کئی جگہ سے توڑ ڈالی گئی۔ نئی مجلس وطنی بھی منعقد ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۳ر اپریل سنہ ۱۹۲۱ء کا ہے۔

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا "میں نے اُنھیں سمرنا کے میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا۔ مگر اُنھوں نے تعمیل نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ایک فرانسیسی آب دوز پر خفیہ آستانہ چلے گئے۔ آج تک معلوم نہ ہوسکا اس سفر کی غرض کیا تھی؟"

اس کے بعد کاظم قرابکر پاشا کی مذمت کرتے ہوئے غازی نے کہا:

"یہ مجلس وطنی کے سیواس سے انگورہ آنے پر معترض تھے۔ پھر جب آستانہ میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو انھوں نے زور دیا کہ مجلس وطنی توڑ دی جائے۔ لیکن میں نے اُن کے مشورہ کی کوئی پروا نہیں کی"

اس کے بعد غازی نے وہ رُوداد پڑھی جو مشہور خائن سعید ملّا، انگریز راہب فرو کو بھیجا کرتا تھا۔ پھر بتایا کہ نورالدین بک قسطنطنیہ کا پولیس کمشنر انگریز جاسوسوں کو پناہ دیتا تھا۔

اس کے بعد غازی نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ مجلس وطنی کی تاسیس کے بعد موجودہ سیاسی مسلک کیونکر اختیار کیا گیا؟ اُنھوں نے کہا:

"اُس وقت تین سیاسی رجحان ملک میں موجود تھے: پان اسلامزم، پان تورانیزم، ترکی قومیت۔ میری رائے اسی آخری رجحان کی طرف تھی۔ یہ اس لئے کہ جملہ ترکی قوموں کا ایک علم کے نیچے جمع ہوجانا ناممکن ہے۔ اسی طرح تورانی تحریک یا اسلامی تحریک پر بھروسہ کرنا ایک قسم کا جنون تھا۔ لہذا ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راہ باز نہ تھی کہ اپنی خالص قومی تحریک پر تکیہ کریں۔ ہمارے لئے ایک قومی سیاست ضروری تھی۔ قومی سیاست سے مقصود، وہ زندگی ہو جو سب سے پہلے قوم کی قوت پر قائم ہو۔ پھر تمام متمدن دنیا کی ہمدردی حاصل کرسکے"

جب میں نے مجلس وطنی کے سامنے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش کیا، تو یہ بحث شروع ہوئی کہ آخر حکومت کی شکل کیا ہونی چاہیے۔ اُس وقت سلطان اور خلیفہ آستانہ میں موجود تھا۔ بہت سے لوگ اُسے معذور اور بے گناہ سمجھتے تھے۔ لہذا ضروری ہوا کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے جو حالات کے مناسب ہو۔ چنانچہ یہ تجویز منظور کی گئی:

"مجلس وطنی سے بالا کوئی قوت تسلیم نہ کی جائے۔ مجلس وطنی میں تشریعی اور تنفیذی دونوں قوتیں جمع ہیں۔ جب سلطان اور خلیفہ قید سے آزاد ہوگا اُس وقت اُس کی وہ حیثیت ہوجائے گی جو مجلس وطنی طے کرے گی"

فرید پاشا کی وزارت

پھر مجلس وطنی کے انتخابات پیش آئے اور میں اُس کا صدر منتخب کیا گیا۔ عین اُسی زمانے میں سلطان وحید الدین نے ہماری ضد پر فرید پاشا کو دوبارہ وزیر اعظم بنا دیا۔ ہماری قومی حکومت کے خلاف فتوے شائع کئے گئے اور دشمن کے ہوائی جہازوں سے تمام ملک میں تقسیم کئے گئے۔ اب ہر طرف شورش پیدا ہوئی۔ خفیہ اور علانیہ قومی حکومت پر یورش شروع ہوئی۔ بولو، ادا بازار، شرقی انگورہ، توقاد، یوزغاد اودمز، سیورک، ایلغین، قونیہ، غرضکہ تمام علاقوں میں سخت بغاوت برپا ہوگئی۔ پھر فوراً ہی ازمیت میں جیش خلافت نے ظہور کیا اور قومی حکومت مجبور ہوئی کہ ان تمام فتنوں سے بیک وقت جنگ کرے۔ چنانچہ خیانت وطنی کا قانون بنایا گیا اور محاکم استقلال مرتب کر دیے گئے۔

ساتھ ہی یونانی سیلاب کے روکنے کے لئے سمرنا میں اور فرانسیسیوں کی سرکوبی کے لئے اطنہ میں میدان جنگ قائم کئے گئے۔ ہماری کوششیں جلد بار آور ہوئیں۔ اطنہ، طرطوس، اور مرسین میں ہم نے فرانسیسیوں کا محاصرہ کرلیا اور فرانس کو ہماری تمام سرزمین خالی کردینی پڑیں۔

ساتھ ہی مجلس وطنی نے اپنا ایک وفد روس بھی بھیجا۔ پورے ایک برس تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہاں تک کہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء میں ماسکو سے ہمارے دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے۔

جون سنہ ۱۹۲۰ء میں یونانیوں نے حملہ شروع کیا۔ قومی فوج مجبور ہوئی کہ پیچھے ہٹ جائے۔ اُس وقت میں خود میدان جنگ گیا۔ علی فواد پاشا کی زیر قیادت عسکی شہر اور افیون قرہ حصار کے خط پر از سر نو مورچے قائم ہوگئے۔

دو نئی مشکلیں

اسی اثنا میں دو نئی مشکلات پیدا ہوئیں: ایک مشکل "سبز فوج" کی تھی۔ یہ ایک خفیہ انجمن تھی اور ادہم چرکسی کے ماتحت تھی۔ دوسرا معاملہ جلال الدین عارف بک کا تھا۔ انھوں نے چاہا کہ شرقی صوبوں میں اپنے لئے ایک خاص حیثیت پیدا کرلیں۔ مگر ہم ان دونوں مشکلوں پر بھی غالب آگئے۔

ارمنی فتنہ

اُسی دوران میں اتحادیوں کے اشارے سے ارمن قوم نے سر اُٹھایا اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کردیا۔ اب ہمیں اس نئی مصیبت کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ ہماری فوجیں متحرک ہوئیں۔ ارمنوں کی اچھی طرح گوشمالی کی اور قارص پر قبضہ کرلیا۔ پھر ارمنوں کو مجبور کیا کہ صلح کی درخواست کریں۔ اس کا نتیجہ معاہدہ کومرو کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکی سرحدیں وہی ہوگئیں جو سنہ ۱۸۷۶ء میں تھیں۔ اس طرح ارمنی خطرہ بالکل زائل ہوگیا۔ روس نے بھی یہ معاہدہ قبول کرلیا بشرطیکہ باطوم اُس کے حوالہ کردیا جائے۔ اس تدبیر سے ہم مشرق کی طرف سے کلیتہً مطمئن ہوگئے۔

قونیہ کی بغاوت

اس کے بعد قونیہ میں پھر بغاوت ظاہر ہوئی۔ ہم مجبور ہوئے کہ از سر نو ایک فوج مرتب کریں۔ ادہم چرکسی نے اس امر کی مخالفت کی اور جب ہم نے اُس کی پروا نہیں کی تو وہ یونان سے مل گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر قومی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئی۔ ہم نے فوراً علی فواد پاشا کو میدان جنگ سے واپس کرکے ماسکو کی سفارت پر بھیجدیا اور عصمت پاشا اور رأفت پاشا کو سپہ سالار مقرر کیا۔

عین اسی زمانہ میں داماد فرید پاشا پھر معزول ہوگئے اور توفیق پاشا صالح پاشا کے ساتھ برسر حکومت آئے۔ اُنھوں نے اناطولیہ مفاہمت کے لئے ایک وفد بھیجا۔ یہ وفد اُس وقت پہونچا جب عصمت پاشا این آونی میں یونان کو شکست دے چکے تھے۔ یہ قومی حکومت کی پہلی فتح تھی۔ لیکن اس فتح کے بعد [illegible] یونان نے علی ادہم چرکسی کی اعانت سے کوتاہیہ پر حملہ کردیا اور ہماری فوجوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ صورت صرف اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ رأفت پاشا بروقت دشمن کے محاصرہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں پہنچے تھے۔

لندن کانفرنس

اس کے بعد لندن کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں حکومت انگورہ بھی مدعو کی گئی۔ مگر میں نے وزیر اعظم توفیق پاشا سے مطالبہ کیا کہ وہ دول اتحاد سے کہدیں کہ براہ راست حکومت انگورہ کانفرنس میں بلائی جائے، کیونکہ ٹرکی میں تنہا وہی حکومت موجود ہے۔ ساتھ ہی وزیر اعظم کو مجلس وطنی کی حسب ذیل دو تجویزوں سے مطلع کردیا:

(۱) مجلس وطنی، سلطان کی ذات شاہانہ کو تسلیم کرتی ہے۔

(۲) سلطان کا قیام، آستانہ میں رہے، لیکن حکومت اور پارلیمنٹ کا مرکز، انگورہ میں رہے گا۔

لیکن توفیق پاشا اور سلطان نے یہ تجویزیں منظور نہیں کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے لندن میں اپنا علیحدہ وفد بھیجا اور کانفرنس کی شرطیں نامنظور کردیں۔

اسی اثنا میں یونانیوں نے دوبارہ حملہ شروع کیا لیکن پھر عصمت پاشا کے ہاتھوں شکست کھائی۔ گردولومبنا میں رأفت پاشا سے سخت مقابلہ جاری رہا۔ آخر ہم نے رأفت پاشا کو واپس بلالیا اور عصمت پاشا پورے میدان کے سپہ سالار مقرر ہوگئے۔

جعفر طیار اور رأفت پاشا

غازی نے جعفر طیار پاشا کا ذکر کیا جو شرقی تھریس میں قومی تحریک کے علمبردار تھے:

"اُنھوں نے کوئی قابلیت بھی ظاہر نہیں کی۔ اس علاقہ میں تحریک کی ناکامی کے سراسر ذمہ دار وہی ہیں۔ تاریخ اُنھیں ہرگز معاف نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بغیر کسی مقابلہ کے دشمن کے ہاتھ میں قید ہوگئے!"

اس کے بعد مقرر نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا:

"رأفت پاشا نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ فوزی پاشا، وزیر جنگ بنائے جائیں۔ عصمت پاشا، میدان جنگ کے سپہ سالار رہیں اور خود (یعنی رأفت پاشا) جنگی اسٹاف کے صدر مقرر کئے جائیں"

میں نے اُنھیں حسب ذیل جواب دیا:

"آپ جنگی اسٹاف کے صدر بننا چاہتے ہیں؟ جنگی اسٹاف کی صدارت کے معنی یہ ہیں کہ عملی طور پر پورے میدان جنگ کی سپہ سالاری۔ لیکن آپ میں اس کی ہرگز قابلیت نہیں ہے!"

اس کے بعد رأفت پاشا گوشہ نشین ہوگئے اور پھر کچھ بھی نہیں کیا۔

کامل فتح

تین مہینے سکون کے بعد ۱۰ر جولائی سنہ ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے بہت بڑے پیمانہ پر عشاق اور بروسہ کی طرف حملہ شروع کیا۔ سات دن سخت معرکہ جاری رہا۔ آخر ترکی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں اور دریائے سقاریا کے اس پار آکر رکیں۔

مجلس وطنی، ترکی فوجوں کی واپسی سے سخت پریشان ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ خود اپنے ہاتھ میں سپہ سالاری لے لوں۔ میں نے اس شرط پر یہ منصب قبول کرلیا کہ مجلس مجھے وہ تمام اختیارات بھی بخش دے جو اُسے فوج پر حاصل ہیں۔ مجلس نے یہ شرط منظور کرلی اور تین مہینے کے لئے اپنے اختیارات مجھے عطا کردیئے۔

میں نے کمان اپنے ہاتھ میں لے لی، اور سقاریا کا وہ معرکہ پیش آیا، جس نے حملہ آور یونانیوں کی کمر توڑ ڈالی۔ تب مجلس وطنی نے مجھے "مارشل" کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی "غازی" کا لقب بخشا۔ اس فتحمندی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے ۲۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء کو ہم سے معاہدہ کرلیا۔ ٹرکی کی کامل خود مختاری تسلیم کرلی اور اُن تمام علاقوں سے دست بردار ہوگیا جو جنوبی اناطولیہ میں اُس کے قبضہ میں تھے۔

اُنھی دنوں میں یونانیوں نے بحر اسود پر ترکی علاقے میں اپنی جمہوریت قائم کرنا چاہی۔ بعض یورپین سلطنتیں اُن کی ہمت افزائی کررہی تھیں۔ ۲۵ ہزار فوج یونانیوں کی تائید پر تھی۔ مگر ہم نے اس فتنہ کا بھی سر کچل ڈالا۔

سنہ ۱۹۲۱ اور سنہ ۱۹۲۲ء میں خود مجلس وطنی کے اندر مخالفت نے زور پکڑا۔ مخالفت کے سرگروہ رؤف بک اور قرہ واصف بک تھے۔ رأفت پاشا کا میلان بھی اسی جماعت کی طرف تھا جو [illegible]

حکومت آستانہ اور سیواس کانفرنس

حکومت آستانہ، سیواس کانفرنس دیکھ کر گھبرا گئی اور قومی تحریک کا گلا گھونٹ دینے پر کمربستہ ہوگئی۔ اس مقصد کے لئے اُس نے صوبۂ معمورۃ العزیز کے حاکم علی غالب کو منتخب کیا۔ اُسے حکم دیا کہ شرقی صوبوں کے تمام کردوں کو قومی تحریک کے خلاف کھڑا کردے۔ نیز ایک اجنبی افسر اُس کی مدد کے لئے مقرر کیا۔

علی غالب بک کو یقین تھا کہ وہ سیواس تک پہنچ سکتا ہے اور حکومت پر قابض ہو کے قومی تحریک کا خاتمہ کردے سکتا ہے۔ لیکن ہم قومی کارکن پُورے طور پر بیدار تھے۔ ہم نے بروقت ضروری تدابیر اختیار کیں۔ مجرموں کا تعاقب شروع کر دیا۔ جلد ہی اِن کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اجنبی حمایت میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ نیز میں نے عام حکم صادر کر دیا کہ کردستان میں اجنبی افسروں کی موجودگی قطعاً ممنوع ہے۔ الا یہ کہ اُن کے پاس ہماری خاص اجازت موجود ہو۔

پھر میں نے سلطان کو ایک طویل برقی پیغام بھیجا۔ اس میں انتہائی تعظیم و تکریم کے الفاظ استعمال کئے اور درخواست کی کہ موجودہ خائن وزارت کو توڑ دیں اور ایک ایسی وزارت مرتب فرمائیں جو قومی آرزوں کی موید ہو۔

فرید پاشا یہ پیغام دیکھ کر بہت چراغ پا ہوئے۔ اُنھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قومی کارکنوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور بالآخر آستانہ اور اناطولیہ کے مابین گفتگو کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔

سیواس کانفرنس کے بعد ہم نے پارلیمنٹ منعقد کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن آستانہ کی حکومت اسے جمع ہونے دینا نہیں چاہتی تھی تاکہ قوم کی مرضی کے خلاف صلح حاصل کر سکے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اپنے تمام عہدہ داروں کو حکم دے دیا کہ پُوری مستعدی سے انتخابات کی طیاریاں شروع کردیں۔ نیز سیواس کانفرنس کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کمربستہ ہوگئے کہ اندرون ملک میں ایک نمائندہ جماعت، مجلس قومی کے نام سے قائم ہو اور جملہ معاملات وہی انجام دے، یہاں تک کہ ملک میں ایسی حکومت قائم ہوجائے جس پر قوم کو اعتماد ہو۔

اس جد و جہد میں ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ باہمی اختلافات، سوء ظن، رشک و حسد کی کوئی حد نہ تھی۔ ساتھ ہی دشمنوں کی علانیہ عداوت اور خفیہ سازشوں نے اب اور بھی زیادہ زور کیا۔ ضروری تھا کہ اِن تمام مشکلات کا مقابلہ کیا جائے اور سب کا سر کچل ڈالا جائے۔ ہم نے یہی کیا۔

اسی دوران میں ہر طرف سے سلطان پر تار برقیوں کی بارش ہوئی کہ فوراً اس خائن وزارت کو توڑ دیں۔ اسی دوران میں علی نوادیا پاشا مغربی میدان جنگ کے سپہ سالار اور انگریزوں میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ میں نے مداخلت کی اور پُرامن طریقہ پر تصفیہ ہوگیا۔ اس فیصلہ کی بنا پر انگریزی فوجیں، مرزیفون اور سامسون سے ہٹ گئیں۔

اب حکومت آستانہ کو یقین ہوگیا کہ اناطولیہ کی قومی تحریک کا مٹانا ناممکن ہے۔ اُس کے خلاف جتنی کوشش کی جاتی ہے، وہ اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہے، لہذا اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ سختی کے بجائے، نرم تدبیروں سے اُس کا خاتمہ کرے۔ چنانچہ مرحوم عبدالکریم پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے منتخب کیا۔ ۲۷ اور ۲۸ ستمبر کی درمیانی رات کو ہم دونوں تار برقی کے آلہ پر گھنٹے بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مگر کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ اب داماد فرید پاشا کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وزارت کی کرسی خالی کردیں چنانچہ تین دن بعد وہ مستعفی ہوگئے۔

اُسی زمانے میں طرابزون کے بعض لوگ ایک وفد مرتب کر کے بطور خود سمجھوتہ کے لئے آستانہ جانے لگے۔ مگر اُنھیں روک دیا گیا اور طرابزون کے صوبہ دار کو قید کردیا گیا۔

اس کا جواب حکومت آستانہ نے یہ دیا کہ پھوٹ ڈالنے کے لئے بعض منافق اناطولیہ میں بھیجدئے۔ مگر اس میں اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اناطولیہ کی قومی مجلس نے آستانہ کے باشندوں کی اور زیادہ حمایت حاصل کرلی اور سلطانی حکومت کے شر سے اُنھیں باخبر کر دیا۔ ہم نے یہی نہیں کیا بلکہ اُن پُرجوش ناعاقبت اندیش وطن پرستوں کی ناک میں بھی نکیل ڈال دی جو قسطنطنیہ پر حملہ کر دینے اور تلوار کے زور سے فیصلہ حاصل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ ہم نے ہر جگہ اپنی دعوت پھیلادی حتی کہ دول اتحاد کے اہل الحل والعقد کو بھی، جو آستانہ میں موجود تھے، متأثر کردیا۔

علی رضا کی وزارت

ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے ۲ر اکتوبر ۱۹۱۹ء کو علی رضا پاشا کی وزارت قائم کردی۔ علی رضا پاشا کا مسلک، فرید پاشا سے بالکل مختلف تھا۔ نئی وزارت، مفاہمت چاہتی تھی۔ مگر وہ بھی اس مفاہمت میں مخلص نہ تھی۔ وہ چاہتی تھی نرمی سے گلا گھونٹ دے۔

علی رضا پاشا نے مجھے مفاہمت کی دعوت دی۔ میں نے گفتگو کے لئے ۵ شرطیں پیش کیں:

(۱) اگر جدید وزارت، قومی آرزوں کی موید ہوگی تو قومی مجلس بھی اُس کی تائید کرے گی۔

(۲) جدید وزارت، ملک کی قسمت کا کوئی فیصلہ اُس وقت تک نہ کرے، جب تک پارلیمنٹ منعقد نہ ہو اور حکومت پر اُس کی کامل اور آزاد نگرانی قائم نہ ہو جائے۔

(۳) صلح کانفرنس میں جو نمائندے جائیں، وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن پر قوم اعتماد کرتی ہے۔

(۴) جدید وزارت، پُوری صفائی سے اپنا مسلک ظاہر کردے۔

(۵) وہ تمام عہدہ دار، سپہ سالار برطرف کردئے جائیں جو قومی تحریک کے مخالف ہیں۔ اُن کی جگہ وطن پرور آدمی مقرر کئے جائیں۔

کئی دن تک گفت و شنید جاری رہی۔ علی رضا پاشا صرف زبان سے وعدہ کرتے تھے کہ ہماری شرطیں منظور کرتے ہیں۔ وہ ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہمارے طرفدار ہیں۔ جمال پاشا مرسینی کو وزارت میں اسی لئے داخل کیا تھا کہ قوم کو غلط فہمی میں ڈال سکیں۔ کیونکہ جمال پاشا مرسینی، قومی آدمی خیال کئے جاتے تھے۔

لیکن ہم دہوکا نہیں کھا سکتے تھے جب ہم نے دیکھ لیا کہ گفتگو سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو ہماری قومی مجلس بدستور قائم رہی اس کی بیداری اور مستعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پُورے اناطولیہ پر اُس کی حکومت قائم ہوگئی۔ ساتھ ہی ہماری خفیہ انجمنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ خود آستانہ اور سمرنا میں بھی ہم متعدد طاقتور انجمنیں قائم کر سکے۔ ان کوششوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ہم انتخابات میں کامیابی حاصل کرلیں۔ ہم چاہتے تھے پارلیمنٹ، آستانہ کے بجائے اناطولیہ کی سرزمین میں منعقد ہو۔

اُسی زمانے میں امریکن جنرل آربرڈ اناطولیہ میں سیاحت کر رہا تھا۔ اُس نے مجھ سے سیواس میں ملاقات کی اور سوال کیا:

"اگر تمام قربانیوں کے بعد بھی قوم کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکی تو کیا کروگے؟"

میں نے جواب دیا:

"اگر قوم تمام قربانیاں کرے گی تو ضرور وہ کامیاب ہوجائے گی۔ لیکن اگر اس پر بھی کامیاب نہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ قوم مرگئی!"

اس کے بعد غازی نے رؤف پاشا کی مذمت کی۔ کہا:

"میں نے اُنھیں حکم دیا کہ صوبۂ قونیہ کی حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ مگر اُنھوں نے مجھ سے منصب کی ترقی کا مطالبہ کیا۔ پھر میں نے اُنھیں بولو کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہا، مگر اُنھوں نے دوبارہ منصب کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب میں خود تمام مناصب سے برخواست کر دیا گیا تھا اور مجھے پھانسی کی سزا کا حکم مل چکا تھا!"

علی رضا پاشا نے ایک چال اور چلنا چاہی صالح پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے آماسیا بھیجا۔ مگر عین اُسی وقت سیواس میں شورش بھی پیدا کردی۔ یہ شورش انجمن محبان انگریز کی کوششوں سے برپا ہوئی تھی۔ اس علاقے میں انجمن کا روح رواں ایک انگریز راہب "فرو" نام تھا۔ سیواس کی طرح ادابازار، بروسہ میں بھی شورش نے ظہور کیا۔ مگر ہم نے بروقت سب کا خاتمہ کردیا۔

میں اس بات پر مصر تھا کہ پارلیمنٹ، اناطولیہ میں منعقد ہو لیکن احمد عزت پاشا، جمال پاشا مرسینی، احمد عبوقی پاشا اسکے خلاف تھے۔ صالح پاشا کی مجھ سے گفتگو اس سمجھوتہ پر ختم ہوئی کہ طرفین نے اناطولیہ، اطنہ، سمرنا اور آدرنہ کو ترکی قومی وطن تسلیم کرلیا۔ اُس کی تقسیم و تجزی کو ناجائز قرار دیا۔ سلطنت و خلافت کے برقرار رہنے پر اتفاق کرلیا۔ نیز یہ طے پاگیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات پُوری آزادی کے ساتھ جاری ہوں۔

ہم نے علی رضا پاشا کی حکومت سے یہ بھی منوالیا کہ فرانسیسیوں سے جنگ کی جائے جنھوں نے انگریزوں کے بعد اطنہ پر قبضہ کرلیا تھا اور اجنبی جاسوسوں کو قطعی طور پر شرارت پھیلانے سے روک دیا جائے۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ کوئی ایسی صلح قبول نہیں کی جائے جسے مجلس قومی نامنظور کرے۔ اس کے مقابلے میں ہم نے مان لیا کہ پارلیمنٹ آستانہ ہی میں منعقد ہو۔

قومی مجلس انگورہ

۲۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہماری قومی مجلس سیواس سے انگورہ میں منتقل ہوگئی کیونکہ اب ضرورت تھی کہ ہم یونانی میدان جنگ سے قریب ہیں۔

پارلیمنٹ، آستانہ میں منعقد ہوئی، مگر اتحادیوں نے اُسے جبراً بند کردیا۔ میں نے پارلیمنٹ کو انگورہ میں جمع ہونے کی دعوت دیدی۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوگیا تھا کہ اتحادی، پارلیمنٹ کے ممبروں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ممبروں کو متنبہ کر دیا اور فوراً انگورہ چلے آنے پر زور دیا۔ مگر اُنھوں نے میری نصیحت قبول نہیں کی اور قید ہوگئے۔

اُسی زمانے میں جمال پاشا مرسینی نے کوشش کی کہ اناطولیہ کی قومی تحریک پر قابض ہوجائیں۔ قومی فوج پر اپنے طرفدار آدمی مقرر کردیں۔ مگر اُنھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ پھر اُنھوں نے اتحادیوں کے دباؤ سے مجبور ہو کر چاہا کہ ترکی فوج، یونانیوں کے مقابلے سے ہٹ جائے۔ مگر اُن کی یہ کوشش بھی رائگاں گئی۔

جب پارلیمنٹ کے ممبر انگورہ پہنچے تو میں نے اُنھیں باہمی اتحاد کی نصیحت کی۔ میں چاہتا تھا پارلیمنٹ کا صدر مجھے منتخب کیا جائے، تاکہ میں جب چاہوں، اُسے اناطولیہ میں طلب کر سکوں۔ مگر اُس وقت ارکان مجلس، اتحادیوں کے خوف سے اس کی جرأت نہ کر سکے۔

اب بہت سی نئی مشکلات پیدا ہوگئی تھیں۔ ہمیں سب پر غالب آنا تھا۔ میں نے ترکی میں اور تمام اسلامی ممالک میں اعلان شائع

عالمِ مطبوعات و صحائف

تاریخ کا سب سے بڑا سوانگ

نام نہاد "مجلس اقوام" اور چھوٹی قومیں

حال میں امریکن اخبارات کا ایک سربرآوردہ نمائندہ مجلس اقوام کی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے جینوا گیا تھا۔ واپسی کے بعد اسنے امریکن اخبارات میں حسب ذیل تاثرات شایع کیے ہیں:

"یہ انجمن، صرف دول عظمیٰ نے اپنی دلچسپی اور خودغرضی کے لئے بنائی ہے۔ تمام چھوٹی سلطنتیں ان کے جور و استبداد سے فریاد کر رہی ہیں۔ مظلوم قوموں کو یہاں ذبح کیا جاتا ہے اور اُن کی کھال کھینچکر قہقہے لگائے جاتے ہیں۔ کمزور قوموں کی فریادیں، ردی کی ٹوکری میں ڈال دیجاتی ہیں اور وہ مجلس اقوام کو لعنت کرتی، روتی پیٹتی نامراد لوٹ جاتی ہیں۔

"یہ انجمن کچھ مفید ہو سکتی تھی اگر دول عظمیٰ اپنی سازشی طبیعت بدل ڈالتیں۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ سازش اُنکے خمیر میں داخل ہو چکی ہے۔ انجمن کی تمام رکن سلطنتیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اب چھوٹی سلطنتیں بغاوت پر طیار ہو گئی ہیں۔ چنانچہ انجمن کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں انھوں نے اپنے غصے اور نفرت کا علانیہ مظاہرہ کر دیا۔ سویڈن، ہالینڈ، پولینڈ، فنلینڈ، لیتھونیا، استھونیا وغیرہ نے ملکر بڑی لے دے کی۔ اُنھوں نے صاف لفظوں میں کہدیا: "دول عظمیٰ نے امن و امان کی کشتی، جان بوجھکر غرق کر دی ہے۔ وہ تمام اضطراب اور بےچینی واپس لے آئی ہیں جو گزشتہ جنگ کا سبب تھی۔ وہ باہم سازشیں کرتی ہیں۔ خفیہ معاہدے طیار کرتی ہیں اور وہ تمام خطرناک کام کر رہی ہیں جو مجلس اقوام کے مقاصد سے قطعی مخالفت رکھتے ہیں"

"چھوٹی قوموں کی بغاوت کا علم ہالینڈ نے بلند کیا۔ اسنے مطالبہ کیا کہ ۱۹۲۴ء والا جنیوا کا پروٹوکول زندہ کیا جائے جس کی رُو سے جبری تحکیم ہتیاروں کی تقلیل اور چھوٹی سلطنتوں کی زبردست سلطنتوں سے حمایت ضروری ہے۔ ہالینڈ کی اس تجویز کی سویڈن نے تائید کی اور اُس کے نمائندے نے تصریح کی کہ اسوقت بعینہ وہی مسلک، دول عظمیٰ نے اختیار کر لیا ہے جو گزشتہ جنگ کا سبب ہوا تھا اور آئندہ بھی ایک بہت زیادہ ہولناک جنگ کا موجب بنے گا۔

"پولینڈ نے اس کی تائید کرتے ہوئے تجویز کی کہ مجلس اقوام، جنگ کی حرمت کا قطعی فیصلہ صادر کرے۔ لیتھونیا اور فنلینڈ نے تجویز کی کہ تمام سلطنتیں اس بات کا عہد کریں کہ ہر مظلوم سلطنت کو مالی مدد دیں گی تاکہ وہ اپنی مدافعت پوری طرح کر سکے۔ فنلینڈ کے وزیر خارجیہ نے بیان کیا کہ گزشتہ سال یورپ نے اپنے جنگی سامان پر ۲،۹۰۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ خرچ کیے ہیں۔ یہ بعینہ اتنی ہی رقم ہے جتنی ۱۹۱۳ء میں اُسنے خرچ کی تھی، جس سے جنگ عمومی کا ظہور ہوا۔ یورپ کی اسوقت مجموعی جنگی قوت، ۳،۰۱۲،۵۰۰ سپاہی ہیں۔ یعنی ۱۹۱۳ء میں یورپ کے پاس جتنی فوج تھی، اُس سے اسوقت تھوڑی ہی کم ہے۔ حالانکہ معلوم ہے جنگ عمومی میں جن سلطنتوں نے شکست کھائی تھی، اُن کے ہتیار چھین لئے گئے ہیں اور اُن کے پاس کوئی فوج بھی نہیں ہے۔

"خود مجلس اقوام کے صدر سینور اڑیک ولگز کو اعتراف کرنا پڑا کہ تین دول عظمیٰ: برطانیہ، امریکہ، اور جاپان اپنے جنگی جہازوں کے محدود کرنے پر متفق نہیں ہوئیں، لہذا کوئی امید نہیں کہ باقی سلطنتیں باہم کوئی سمجھوتہ کر سکیں گی!"

غرضکہ اب "مجلس اقوام" کی حقیقت کھل گئی ہے اور یورپ میں بھی کوئی اُسپر اعتماد نہیں رکھتا۔

جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ

ڈاکٹر کارل ویکلنڈ، امریکہ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہے اور عقلی امراض میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ حال میں اسنے جنون کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے۔ اس نظریہ کو بہت سے علماء، خود ڈاکٹر کا جنون بتاتے ہیں، مگر وہ اسپر ازحد مصر ہے، اس قدر مصر کہ اسے "نظریہ" نہیں کہتا۔ ایک مسلّم حقیقت بتاتا ہے!

نظریہ یہ ہے کہ "موت جس سے تمام لوگ اس قدر ڈرتے ہیں، محض ایک معمولی حادثہ ہے۔ موت کے معنی یہ ہیں کہ روح ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ، موت کی کوئی حقیقت نہیں۔ خود روح کو بھی اس انتقال کی خبر نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بھٹکتے بھٹکتے روح پھر عالم مادہ کی طرف لوٹ آتی ہے اور کسی زندہ آدمی کے جسم میں حلول کر جاتی ہے۔ جب ایسی صورت پیش آتی ہے تو آدمی مجنون ہو جاتا ہے۔ پس جنون کی علت یہ ہے کہ کوئی گم گشتہ راہ روح، جسم میں حلول کر گئی ہو۔

ڈاکٹر اپنے مضمون میں لکھتا ہے:

"۳۰ برس کی تحقیقات کے بعد ثابت ہو گیا ہے کہ موت کے بعد بھی روح باقی اور زندہ رہتی ہے۔ ہمارے گرد بے شمار روحیں پھرتی ہیں اور ہم سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں۔ لیکن ہم نہ اُنھیں دیکھتے ہیں نہ کسی اور طرح محسوس کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ خود یہ روحیں بھی جاہل ہوتی ہیں۔ نہ اپنی حالت پوری طرح جانتی ہیں نہ ہمارے سکوت ہی کے سبب سے واقف ہوتی ہیں۔ یہی جہالت اُنھیں ایک تاریک عالم میں لیجاتی ہے اور وہ اسمیں سرگرداں رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی روحیں بھٹک کر اس دنیا میں واپس آجاتی ہیں اور بعض جسموں میں داخل ہو کر اُنھیں مجنون بنا دیتی ہیں۔

"ہر انسان کے جسم سے ایک مقناطیسی سیال مادہ نکلتا رہتا ہے یہی مادہ روحوں کو جسم کی طرف کھینچتا ہے۔ بعض جسموں سے یہ مادہ کا خروج زیادہ ہوتا ہے، بعض سے کم۔ اول الذکر اجسام میں کبھی کبھی بیک وقت کئی کئی روحیں حلول کر جاتی ہیں اور وہ صد درجہ جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

آگے چلکر ڈاکٹر نے روحوں سے اپنی کئی گفتگوئیں بھی نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کے دن اُسنے ایک انگریز ایکٹرس "لیلیان" کی روح سے گفتگو کی۔ وہ لکھتا ہے میں نے سوال کیا:

"کاش تم مجھے بتا دیتیں کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے!"

روح نے یوں جواب دیا۔

"بہت سے لوگ تمھاری دنیا سے یہاں آتے رہتے ہیں۔ لیکن میں اُن سے نہیں ملتی۔ حالانکہ وہ ملاقات کے لئے بہت اصرار کرتے ہیں۔ یہ دیکھو ایک شخص مجھے پکار رہا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ عالم فنا میں شاہ ایڈورڈ کے نام سے مشہور تھا اور اُس کی ماں بہت بڑی ملکہ تھی۔ لیکن اب یہاں وہ خود اور اُس کی ماں، محض دو روحیں ہیں اور باقی روحوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتیں۔ ہم یہاں اُسوقت تک ٹھہرے ہیں جبتک ہم پر اس عالم اور وجود و فنا کے تمام راز نہ کھل جائیں!"

حیوانات کی عمر

تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ بری حیوانات اپنی طبعی موت سے کم مرتے ہیں۔ زیادہ تر قبل از وقت موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سردی، گرمی، بھوک پیاس، قتل اور دوسرے بہت سے حادثے اُن کی زندگی ختم کر دیتے ہیں۔

حال میں ایک جرمن ڈاکٹر ٹیمن نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ علماء نے اب تک حیوانات کی عمر کے متعلق جتنے نظریے قائم کئے ہیں، اکثر غلط ہیں۔ اور یہ کہ عمر کی درازی، جسم کے قد و قامت پر موقوف نہیں ہے، بلکہ دوسرے اسباب سے تعلق رکھتی ہے۔ ہویل مچھلی کو مستثنیٰ کر کے، جس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے، بعض دوسرے حیوانوں کی عمریں اس ڈاکٹر کی رائے میں حسب ذیل ہیں:

کچھوا	۳۰۰	برس
طوطا	۳۰۰	″
کوا	۳۰۰	″
بط	۳۰۰	″
ہاتھی	۲۰۰	″
شکرا	۱۶۲	″
گدھ	۱۰۴	″
شترمرغ	۶۰	″
بوم	۶۰	″
بگلا	۹۰	″
اونٹ، گھوڑا، گدھا،	۵۰	″
ریچھ، گرگدن، دریائی گھوڑا،	۵۰	″
مگرمچھ اور مینڈک،	۴۰	″
جنگلی سور،	۳۰	″
شیر، چیتا، دریائی گائے،	۲۵	″
گوریا	۲۰	″
ہرن	۱۶	″
کتا اور بھیڑیا،	۱۵	″
لومڑی	۱۰	″
چوہا	۳	″

[illegible]

اور فتح سے نا امید تھی۔ حالانکہ ایک ہم کافی طاقتور تھی۔ ستمبر ۱۹۲۲ء کا جولائی ابھی آیا بھی نہ تھا کہ ترکی فوج، فیصلہ کن معرکہ کے لئے کربستہ ہو گئی اور دشمن کے مقابلہ پر ۲ فوجوں نے حرکت کی۔ اب ہماری جنگی طاقت، دشمن کے برابر تھی۔ لیکن ہوائی جہاز اور توپیں اُسکے پاس ہم سے زیادہ تھیں۔ مغربی میدان جنگ کے ۲ حصے کر دیئے گئے ایک حصہ نور الدین پاشا کی قیادت میں تھا اور دوسرا یعقوب پاشا کے سپرد کیا گیا۔ عصمت پاشا، سپہ سالار عام تھے۔

چند ہی آدمیوں کو اصلی حالات کا علم تھا۔ عام طور پر مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ہم بالکل مطمئن تھے، کیونکہ اپنی قوت سے واقف تھے۔ اچانک ۲۶ اگست کو ہم نے حملہ شروع کیا اور صرف ۵ دن کے اندر دشمن کا قلع قمع کر ڈالا! تمام دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اب ہماری مظفر و منصور فوجوں نے تھریس اور استنبول کی طرف پیشقدمی شروع کی لیکن اتحادی ہماری مقاومت پر اُٹھیں۔ ہم نے کہا اگر یونان، تھریس اور ادرنہ سے دست بردار ہو جائے تو ہماری فوجوں کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تھریس اور آستانہ بھی آزاد ہو گیا!

دوعملی کا خاتمہ

پھر لوزان کانفرنس منعقد ہوئی لیکن اتحادیوں نے قومی حکومت پر پھر ایک ضرب لگانا چاہی۔ اُنھوں نے صلح کانفرنس میں حکومت آستانہ کو بھی دعوت دی۔ اب میں مجبور ہوا کہ اس دو عملی کا خاتمہ کر دوں۔ چنانچہ میں نے مجلس وطنی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"سیادت، دی نہیں جاتی، لی جاتی ہے۔ آل عثمان نے یہ سیادت، غصب کر لی تھی۔ لیکن اب قوم نے واپس لے لی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اب ہمیں اس کا اعتراف کر لینا چاہئے۔ مجھے یقین ہے یہاں جتنے آدمی جمع ہیں، سب یہ اعتراف کر رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ اعتراف نہ بھی کریں تو حقیقت بہرحال عنقریب روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی"

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس وطنی نے سلطنت کو خلافت سے الگ کر دیا۔ شخصی فرمانروائی کا خاتمہ کر دیا۔ آخری سلطان نے یہ دیکھا تو بدحواس ہو کر اجنبی حمایت میں پناہ لی اور ترکی سے بھاگ گیا۔

اس طرح وحید الدین، منصب خلافت سے ہٹا دیا گیا اور اُس کی جگہ عبد المجید آفندی کا انتخاب ۱۸ر نومبر ۱۹۲۲ء کو عمل میں آیا پھر لوزان میں صلح کانفرنس شروع ہوئی۔

اس اثنا میں میں نے تمام اناطولیہ کا دَورہ شروع کیا۔ اہل علم باشندوں سے طویل گفتگو کی اور تمام داخلی اور خارجی معاملات، کاشتکاروں پر واضح کرنا شروع کئے۔

"شاہ پسندوں کی تحریک"

عین اُسی وقت شاہ پسندوں نے بھی اپنی تحریک پھیلانا شروع کی۔ وہ کہتے تھے خلیفہ، دُنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے۔ ترکی قوم خدا کی تلوار ہے جسے خلیفہ، خلافت کے مقاصد میں استعمال کرتا ہے۔ لیکن میں اس خیال کا مخالف تھا۔ میں کہتا تھا یہ محض اوہام ہیں۔ اگر خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ترکی ہی قوم، اُس کی تلوار بنے۔ پھر ترکی قوم اپنا خون، پوری فیاضی سے صدیوں بہا چکی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنے بقاء و حیات کی فکر کرے اور اوہام سے باز آ جائے۔ یہی مختلف دعاوی، منصب خلافت کی منسوخی کا سبب بنیں"

موجودہ دَورِ حکمرانی

اس کے بعد مقرر نے موجودہ ترکی حکمرانی کی اس طرح تشریح کی: ۲۰ر اپریل ۱۹۲۴ء کے قانون اساسی میں لکھا گیا ہے کہ ترکی سلطنت کا سرکاری دین، اسلام ہے۔ لیکن اب یہ جملہ حذف کر دیا ہو گیا۔ کیونکہ ہماری جدید جماعت کے قانون میں خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، شرعی اُمور کی وزارت، دینی مدارس کی بندش، خانقاہوں کی منسوخی، اور ترکی ٹوپی کی موقوفی، یہ تمام باتیں داخل ہیں۔ شروع شروع اس کا اعلان اس لئے نہیں کیا گیا کہ ہم قول سے پہلے عمل کو پسند کرتے ہیں!

جب عصمت پاشا لوزان سے پہلی مرتبہ واپس آئے تو مخالفین نے اُن پر بڑی سختی سے حملہ شروع کیا۔ لہذا میں نے از سر نو انتخابات کا فیصلہ کر دیا۔

ایک دن رات کو رؤف بک میرے پاس آئے اور مجھ کو اپنے ساتھ رافت پاشا کے مکان پر لے گئے۔ وہاں علی فواد پاشا بھی موجود تھے۔ رؤف بک نے مجھ سے کہا:

"میں آل عثمان اور سلاطین آل عثمان سے وابستہ ہوں۔ میں اُنھی کا پروردہ ہوں۔ سلطنت اور خلافت، وہ درجے ہیں جن تک ہر آدمی پہنچ نہیں سکتا۔ اگر یہ منصب منسوخ کر دیئے جائیں گے تو ملک ہولناک مصائب میں مبتلا ہو جائے گا!"

رافت پاشا نے اُن کی تائید کرتے ہوئے کہا "ہم شاہی فرمانروا کے بغیر اس سرزمین پر زندہ ہی نہیں رہ سکتے!" علی فواد پاشا نے کہا "میں نے اب تک اس معاملے میں کوئی غور نہیں کیا ہے"

میں نے ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کہا اب تک یہ مسئلہ معرض بحث میں نہیں آیا ہے۔ لہذا یہ گفتگو قبل از وقت ہے۔ لیکن جب وہ وقت آیا تو بلا کسی مشکل کے سلطنت اور خلافت میں تفریق کر دی گئی۔ خلیفہ عبد المجید سے ہم نے مطالبہ کیا کہ اپنے نام سے ایک اعلان شایع کریں اور اپنے خائن پیشرو کے اعمال کی مذمت کریں مگر اُنھوں نے اس سے قطعی انکار کیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ اپنے دستخط ان لفظوں میں کرنے پر اصرار کیا "خلیفہ رسول اللہ عبد المجید بن عبد العزیز خاں" اُسی زمانہ میں رافت پاشا نے خلیفہ عبد المجید کو ایک گھوڑا ہدیۃً پیش کیا۔ اُنھوں نے اُسے قبول کر لیا تو رافت پاشا نے اسے "لطف الٰہی" قرار دیا!"

سابق خلیفہ عبد المجید کی فرانسیسی شادی

جنیوا کی خبروں سے معلوم ہوا کہ سابق خلیفہ عبد المجید آفندی عنقریب پیرس کی ایک حسین دوشیزہ سے شادی کرنے والے ہیں۔ اس عورت کا نام "جولیٹ لیبان" ہے۔ ایک فرانسیسی سرمایہ دار کی لڑکی ہے جو سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہے۔ عبد المجید کی عمر آدھی سے زیادہ ختم ہو چکی ہے۔ بڑھاپا آ گیا ہے۔ مگر دوشیزہ کی عمر صرف ۲۲ برس ہے۔

خلیفہ کے محل میں ۵۰۰ عورتیں تھیں۔ مگر شریعت اسلامیہ کے بموجب ان میں سے صرف چار اُن کی شرعی بیویاں تھیں۔ ان چار میں سے دو مر چکی ہیں۔ ایک نے پیرس میں خود کشی کر لی۔ دوسری اٹلی میں ایک ریل کے حادثہ میں مر گئی۔

سلطان عبد المجید اس وقت جنیوا کے مضافات میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں بالکل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے مصاحبوں میں سے صرف گیارہ آدمی ساتھ ہیں۔ اُن کا سالانہ وظیفہ جو ترکی حکومت نے دینا منظور کیا ہے، صرف اٹھارہ ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اُن کی جائداد کی آمدنی اس سے کئی گنی زیادہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی جلا وطنی میں بھی آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

پیرس کی دوشیزہ نے ایک اخبار کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"میں نے اور سلطان نے پوری کوشش کی کہ ہماری منگنی مخفی رہے لیکن یہ راز کسی طرح فاش ہو گیا۔ مجھے یقین ہے ہم دونوں نہایت پُر مسرت زندگی بسر کر سکیں گے۔ بلاشبہ سلطان کی عمر زیادہ ہے، حتیٰ کہ وہ میرے دادا معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس سے میرے دل کے تعلق پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ سلطان نے وعدہ کیا ہے کہ ہنی مون" رویرا کے ساحلوں پر گزار کے پیرس میں ساتھ رہیں گے"

"تمھیں معلوم ہے کہ اب سے پہلے سلطان کے پاس ۵۰۰ عورتیں تھیں؟" نامہ نگار نے سوال کیا۔

"ہاں میں جانتی ہوں" نازنین نے جواب دیا "لیکن مجھے اس سے کیا سروکار؟ عقلمند عورت کبھی اپنے شوہر کے پُرانے حالات نہیں کریدتی۔ یہ عقل اور ادب، دونوں کے خلاف ہے!"

تھوڑے وقفہ کے بعد اُس نے اتنا اور اضافہ کیا:

"جس مرد کے پاس اب سے پہلے ۵۰۰ عورتیں رہ چکی ہیں وہ ضرور جانتا ہو گا کہ ایک عورت کو کس طرح خوش رکھ سکے؟"

عبد المجید آفندی اس شادی کے لئے وسیع پیمانے پر طیاری کر رہے ہیں۔ لیکن اب تک اُس کی تاریخ اور شادی کا مقام کسی کو معلوم نہیں ہے۔

عظیم الشان توام ستارہ

پچھلے دنوں امریکن ڈاکٹر جی۔ ایس۔ پلاسکٹ نے ایک عجیب کوکب دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ توام ہے۔ یعنی جُڑواں ہے۔ ۲ ستارے ایک ساتھ ہیں۔ ملتہب گیس سے مرکب ہیں۔ اس گیس کی حرارت پگھلے ہوئے لوہے کی حرارت سے بارہ گنی زیادہ ہے۔ ایک ستارہ بڑا ہے۔ دوسرا چھوٹا ہے۔ چھوٹے کی روشنی آفتاب کی روشنی سے ۱۲،۵۰۰ گنی زیادہ ہے۔ اور قطر، زمین کے قطر سے ۲،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ دونوں کا حجم، زمین کے حجم سے ۸،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ حرکت کا دائرہ، بیضاوی شکل کا ہے اور دائرہ ۱۷،۳۰،۰۰۰،۰۰۰،۱ میل طویل ہے۔ ایک ہفتہ میں وہ یہ مسافت طے کر لیتے ہیں۔ رفتار کی سرعت ہر منٹ میں ۱،۵۳،۱۲۸ میل ہے۔

خواجہ حسن نظامی
کا
ہفتہ وار انگریزی اخبار
ینگ مسلم دہلی
تبلیغ کا حامی۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا معاون اور تمام اسلامی مطالبات کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنے والا۔ سالانہ قیمت پانچ روپے۔ طالب علموں سے چار روپے
ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو پڑھنا چاہئے
منیجر ینگ مسلم دہلی

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ
"ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

[illegible]

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے۔ یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہو۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوے میں سچا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو علاوہ اسکے چند قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۲۸ء مع جنتری تیار ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ۔ منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی۔

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگت دیکھ لو — گھس کر آزما لو

دو روپے تولہ سونا

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہو۔ انکے اندر نگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ میلا ہی ہوتی ہو۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہو۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہو۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس چوڑیوں کے دام مبلغ سات روپے (معہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس [illegible] لاہور

برص سفید داغ ۱۲ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں۔ ایک خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۱۲ روز کو کافی ہوگی قیمت معہ خرچ سا روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شائع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عـ) طلبہ سے دو روپیہ (عـ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (عـ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

دُکھ درد
زُکام ... بخار کی

بے نظیر گولیاں

جن کے استعمال سے صدہا علی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں اگر بیمار ہو آئے تو کسی کے لئے نظیر کی گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز۔ موگا ضلع فیروزپور پنجاب۔

تاریخ فلسفۂ اسلام۔ [illegible] ٹی۔ جے۔ دی بوئر کی تصنیف کا براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی (برلن) استاذ فلسفہ و تعلیم و ناظم اُردو اکاڈمی جامعہ ملیہ قیمت (عہ)

برہان۔ تفسیر سورۂ نور مصنفہ خواجہ عبد الحی صاحب فاروقی۔ خواجہ صاحب کا سلسلۂ تفسیر الفرقان فی معارف القرآن کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب بھی اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مصنف کی دیگر تفاسیر بھی ہم سے مل سکتی ہیں۔ ہدیہ مجلد عہ، (ایک روپیہ)

مبادی معاشیات۔ ایڈون کینن کی مشہور و معروف تصنیف کا سلیس اُردو میں ترجمہ از ڈاکٹر ذاکر حسین خاں۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی شیخ الجامعہ (عہ)

مطبوعات جامعہ

تاریخ الامت۔ تاریخ اسلام کا وہ سلسلہ جو صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری نے اُردو خوان پبلک اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے تالیف فرمایا ہو۔ طرز تحریر نہایت سادہ اور زبان بہت سلیس ہو۔ علمائے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور محکمہ تعلیم صوبہ متوسط و برار نے اسکو اپنے مدارس کے لئے پسند کیا ہو:-

(۱) حصہ اول سیرۃ الرسول عہ (۲) حصہ دوم خلافت راشدہ عہ
(۳) حصہ سوم خلافت بنی امیہ عہ (۴) حصہ چہارم خلافت عباسیہ عہ
(۵) حصہ پنجم خلافت عباسیہ جلد دوم عہ

دیوان غالب اردو (طبع ثانی) مطبوعہ برلن جرمنی۔ ہندوستان کے مایہ ناز شاعر و ادیب مرزا غالب کے کلام کا مجموعہ بڑی لطافت و نفاست کے ساتھ طبع کرایا ہو۔ پاکٹ سائز۔ ملائم جلد۔ سنہرے نقش و نگار طلائی اوراق اور غالب کی لاثانی عکسی رنگین تصویر جرمن ہنرمندی کا اعلیٰ نمونہ ہو دیوان مکمل ہو جس میں مرزا مرحوم کا خود نوشتہ مقدمہ غزلیات۔ قصائد اور رباعیات ہیں۔ آخر میں بیاض کے لئے حاشیہ دار سادہ اوراق شامل ہیں۔ جلد کا رنگ سرخ۔ نیلا یا سبز قیمت صرف چار روپے (للعہ)

ملنے کا پتہ :- مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی

ہندوستان اور مجموعہ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۳)

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی آبادی مع شرح پیدائش و اموات

نام شہر	آبادی سنہ ۱۹۲۱ء	آبادی سنہ ۱۹۱۱ء	آبادی سنہ ۱۹۰۱ء	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: پیدائش	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: موت
کلکتہ	۹۰۷۸۵۱	۸۹۶۰۶۷	۸۴۷۷۹۶	۱۸٫۹	۳۲٫۷
بمبئی	۱۱۷۵۹۱۴	۹۷۹۴۴۵	۷۷۶۰۰۶	۱۷٫۰	۲۷٫۰
مدراس	۵۲۶۹۱۱	۵۱۸۶۶۰	۵۰۹۳۴۶	۴۳٫۹	۴۷٫۳
ہوڑہ	۱۹۵۳۰۱	۱۷۹۳۸۹	۱۵۷۵۹۴	۲۴٫۹	۲۳٫۸
ڈھاکہ	۱۱۹۴۵۰	۱۰۸۵۵۱	۷۹۷۳۳	۳۳٫۶	۲۷٫۲
پٹنہ	۱۱۹۹۷۶	۱۳۶۱۵۳	۱۳۴۷۸۳	۲۱٫۵	۱۴٫۷
بنارس	۱۹۵۳۷۳	۲۰۸۱۲۱	۲۰۹۳۳۱	۵۰٫۱۵	۴۹٫۱۵
الہ آباد	۱۴۵۹۰۵	۱۵۹۷۰۱	۱۷۲۶۳۲	۴۲٫۰۱	۲۷٫۴۷
آگرہ	۱۸۲۷۵۰	۱۸۲۶۱۹	۱۸۸۰۲۲	۶۰٫۴۷	۲۹٫۰۴
کانپور	۱۹۵۰۸۵	۱۵۷۰۴۰	۱۹۷۱۴۰	۳۶٫۲۱	۴۳٫۶
لکھنؤ	۲۱۷۱۶۷	۲۶۰۶۲۱	۲۶۴۰۴۹	۴۶٫۱۲	۳۶٫۷۵
دہلی	۲۴۶۹۸۷	۲۲۵۴۷۱	۲۰۸۵۷۵	۳۶٫۲۳	۲۹٫۳۷
لاہور	۲۵۷۲۹۵	۲۱۰۲۷۱	۲۰۲۹۰۴	۴۳٫۲۷	۲۷٫۸۴
کراچی	۲۰۶۱۹۱	۱۵۹۲۷۰	۱۱۶۶۶۸	۴۶٫۶۰	۲۶٫۹۴
بڑودہ	۹۱۸۸۰	۹۹۳۷۶	۱۰۳۷۹۰	۳۸٫۱	۳۴٫۰۱
جے پور	۱۲۰۱۹۶	۱۳۶۱۹۹	۱۶۰۵۰۷	۲۲٫۹۷	۳۴٫۹۰
ناگپور	۱۱۳۴۵۳	۱۰۶۳۴۲	۱۲۷۷۳۴	۹۰٫۰۳	۴۷٫۳۶
رنگون	۳۴۵۵۰۵	۲۹۳۳۱۶	۲۳۴۸۸۱	۱۸٫۷۶	۳۵٫۸۱

برطانی ہندوستان میں محنتی آبادی کی بربادی (سنہ ۱۹۲۴ء)

عمر ۲۰ — ۳۰

صوبہ	مرد	عورتیں	مجموعی تعداد
مدراس	۶۹۷۹۰	۷۹۸۶۴	۱۴۹۶۵۴ -
بمبئی	۱۴۱۳۷۳	۴۲۴۴۳	۱۸۳۸۱۶
بنگال	۱۳۹۳۴۷	۱۳۳۳۳۰	۲۷۲۲۸۶
یوپی	۱۰۷۲۲۲	۱۰۷۰۲۳	۲۱۴۲۴۵
پنجاب	۷۲۳۳۲	۷۲۱۲۵	۱۴۵۰۸۷
برما	۲۲۴۹۷	۲۲۴۵۶	۴۴۷۵۳
بہار	۸۳۳۴۹	۸۵۵۲۷	۱۶۴۸۷۶
سی پی	۲۸۳۶۴	۲۹۷۷۳	۵۸۳۳۷
آسام	۲۹۴۳۷	۲۳۱۵۲	۴۳۴۹۹
کل برطانی ہند	۶۰۰۸۹۳	۶۰۶۶۲۸	۱۲۰۷۵۲۱

دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں ہر آدمی کی سالانہ آمدنی

(سنہ ۱۹۲۶ء میں)

امریکہ	۳۳۲۸	روپیہ
برطانیہ	۱۴۵۶	"
فرانس	۱۲۹۲	"
اٹلی	۵۴۰	"
جاپان	۱۱۸۰	"
ہندوستان	۳۰	"

فی کس روزانہ آمدنی

امریکہ	لعہ ۲ر
برطانیہ	للعہ ۱ر
فرانس	سے ۹ر
اٹلی	عہ ۹ر
جاپان	سے ۲ر
ہندوستان	۱ر

ٹیکس کی فی آدمی شرح بحساب روپیہ آنہ

سال	برطانیہ	فرانس	جرمنی	اٹلی	امریکہ	ہندوستان
سنہ ۱۳و۱۴ء	۵۲-۸-۰	۲۸-۳-۰	۲۲-۰-۰	۱۸-۰-۰	۲۱-۰-۰	۲-۱۲-۰
سنہ ۲۰و۲۱ء	۳۲۰-۸-۰	۱۳۱-۰-۰	؟	۸۳-۰-۰	۱۴۵-۰-۰	۳-۸-۰
سنہ ۲۲و۲۳ء	۲۹۱-۷-۰	۱۵۹-۰-۰	؟	۱۰۹-۰-۰	۸۴-۰-۰	۵-۶-۰
سنہ ۲۴و۲۵ء	۲۳۰-۶-۰	۲۲۵-۰-۰	۶۳-۰-۰	۱۲۰-۰-۰	۸۱-۰-۰	۵-۱۰-۰

ہندوستان اور جزائر برطانیہ میں پیشوں کے اعتبار سے آبادی کا تناسب

	ہندوستان	جزائر برطانیہ
مجموعی آبادی	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۴۷۳۰۷۰۰۰
زراعت پیشہ	۷۱٫۸	۱۱٫۶
صنعت پیشہ	۱۱٫۳	۵۱٫۲
تجارت پیشہ	۷٫۳	۱۳٫۳
آزاد پیشہ	۲٫۶	۵٫۶
نیچ کی نوکریاں	۱٫۵	۱۲٫۸
دوسرے پیشے	۵٫۵	۰۰۰
کان کن	۱٫۱۷	۶٫۵

دنیا کی مزدوری پیشہ آبادی

ملک	مجموعی آبادی	مزدوری
امریکہ	۱۰۵۷۱۶۰۰۰	۴۷۶۶۷۰۰۰
برطانیہ	۴۷۳۰۷۰۰۰	۲۵۷۳۳۰۰۰
فرانس	۳۹۲۰۹۰۰۰	۲۰۹۳۱۰۰۰
جرمنی	۵۹۸۵۸۰۰۰	۳۰۲۳۲۰۰۰
اٹلی	۳۸۸۳۶۰۰۰	۱۸۷۱۸۰۰۰
ہندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۹۸۸۶۴۰۰۰
کینیڈا	۸۷۸۸۰۰۰	۳۲۲۱۰۰۰
آسٹریلیا	۵۵۱۰۰۰۰	۲۳۹۷۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۴۲۲۰۰۰	۴۷۴۰۰
نیوزی لینڈ	۱۲۸۴۰۰۰	۵۱۵۰۰۰

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی
اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہی!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں
تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں
ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ
کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے سکّے، اور نقوش، پُرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجیے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دُنیا کے تمام حصّوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ فاتح ترکی کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم ﮐﮯ بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف ﮐﮯ اردو تراجم كا سلسله شروع كيا ﮨﮯ، جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت ﮐﮯ ليے نهايت ضروري و ناگزير ﮨﮯ - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

آسوۂ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق كتاب "زاد المعاد" ﮐﮯ خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ٢ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث ﮐﮯ علاوه امام ابن تيميه نے اسلام ﮐﮯ اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي ﮨﮯ - بلا جلد اڑهائي روپيه، مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد، ذريعهٔ معاش، طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه ﮐﮯ مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق ﮐﮯ درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا ﮨﮯ چهه آنے

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام ﮐﮯ ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه سوا روپيه

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فى العبادات پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي اسلامي، سه ماهي رساله ﮨﮯ جس ﮐﮯ خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو، عربي، فارسي، انگريزي، اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات ﮐﮯ متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا ﮨﮯ- اسكے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دين ﮐﮯ حالات، لطائف افسانه، نظميں اور ممالك اسلاميه ﮐﮯ معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ٨ آنه سالانه ٢ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كي وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين
اور نمبر خريداری ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهي داشتن گر داغهائے سينه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله ﮨﮯ جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها، ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها، اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها- اس ﮐﮯ هر نمبر ميں مختلف ابواب، مذهب، سياست، ادبيات، علوم و فنون، اور معلومات عامه ﮐﮯ هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات ﮐﮯ لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں- اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها، جس ميں هاف ٹون تصاوير ﮐﮯ اندراج كا انتظام كيا گيا، اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں- اس كي جلديں جديد اردو علم ادب ﮐﮯ علمي، مذهبي، سياسي، اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں- ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا ﮨﮯ كه سنه ١٩١٨ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي ﮨﮯ - جن لوگوں نے اس ﮐﮯ پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں- پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال ﮐﮯ پرچوں كا بهي محفوظ ملا، هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب ﮐﮯ لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جائے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں ﮐﮯ چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان ﮐﮯ ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اس قيمتي ذخيره ﮐﮯ حاصل كرنے ميں جلدي كريں، چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي ﮨﮯ اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي- هر جلد مجلد ﮨﮯ اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي ﮨﮯ -

الهلال مكمل جلد دوم ١٠ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ١٠ روپيه

" " " چهارم ١٠ روپيه " " " پنجم ١٠ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ٨ روپيه

علاوه جلد اول ﮐﮯ هر جلد ﮐﮯ متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين ﮐﮯ لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب ﮨﮯ- قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اس ﮐﮯ علاوه ﮨﮯ -

منيجر "البلاغ پريس"

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے!

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹن

The Dunlop Guide To Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک سٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت بارہ آنے (۱۲؍)

(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجئے

۱۹۲۷

الہلال

نمبر ۲۳

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ - آنہ

دنيا كي بهترين كتابوں كيلئے بهترين رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضميمه

يه ضميمه دنيا كي تمام كتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقيع تبصره كرتا هے -

اسكا معتدل نقد علمي حلقوں ميں مسلم هے -

اس ميں چند صفحات وقت كے جاري اور زير بحث ادبي مسائل پر بهي هوتے هيں جنكي اهميت كا عام طور پر اعتراف كيا گيا هے -

اپنے يهاں كے ايجنٹ سے تقاضه كيجئے كه وه ٹائمز لنڈن كا هفته وار ادبي ضميمه آپكے لئے مهيا كرے - ليكن اگر آپ چاهيں تو

The Publisher :

Printing House 'Square

London, E. (J. 4. .

سے براه راست طلب كر سكتے هيں

دنيا كے هر معلم اور ماهر فن تعليم كيلئے

ضروري هے كه

ٹائمز اف لنڈن كا تعليمي ضميمه مطالعه كرے

اگر آپ چاهتے هيں كه فن تعليم كے تمام نظري اور عملي تغيرات و ترقيات سے بے خبر نه رهيں ' تو آپكو يه ضميمه بلا ناغه مطالعه ميں ركهنا چاهيے -

يه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبريں اور مباحث جمع كرديتا هے - ماهرين فن اور مشاهير تعليم كے قلم سے اسكے صفحات مرتب هوتے هيں -

اپنے يهاں كے ايجنٹ سے طلب كيجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب كرسكتے هيں

كيا آپ تجارت كرني چاهتے هيں ؟

اگر آپ چاهتے هيں كه يورپ اور امريكه كے تمام بڑے بڑے كارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم كريں ' نفع بخش ايجنسياں ليں هندوستان سے خام پيدا وار بهيجيں ' نئي نئي ايجادات سے اپنے ملك كو آشنا كريں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمايه ليكر ايك وقيع كار و بار شروع كرديں ' تو آپ كو ابتدا ميں بهت سي باتيں معلوم كرني چاهئيں - اس طرح كي تجارت كے گر اور بهيد سيكهنے چاهئيں - هندوستان كے تمام حلقوں اور يورپ و امريكه كے تمام كارخانوں اور كوٹهيوں كے حالات اور اصول معاملت معلوم كرنے چاهئيں - بغير اس كے آپ كامياب نهيں هوسكتے -

اگر آپ چاهتے هيں كه بهت تهوڑا سا وقت خرچ كركے يه ساري باتيں با قاعده علمي اصول پر معلوم كرليں ' تو آپكو چاهيے كه هم سے خط و كتابت كريں - هم يه كام به حيثيت ايك ماهر فن كے كر رهے هيں - خط و كتابت كے بعد هي آپكو معلوم هو جائيگا كه آپكے مقصد كيلئے هم كس درجه مفيد هيں ؟

همارے تعلقات دنيا كے تمام تجارتي حلقوں سے هيں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اينڈ كو - برلن

پوسٹ بكس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح كي مشينيں جو گرم ملكوں كے ميووں كو خشك كرنے اور پهلوں كو محفوظ ركهنے كيلئے ضروري هيں ' اس كارخانے ميں طيار كي جاتي هيں - تمام دنيا ميں اس قسم كي مشينوں كا يه بهترين كارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و كتابت كيجيے -

ياد ركهيے

ميووں ' تركاريوں ' اور هر طرح كے زرعي مواد كو خشك كرنے كا بهترين طريقه وه هے جو " نئے سسٹم " كے نام سے متمدن ممالك ميں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " كے مطابق كام كرنے والي مشينيں صرف اسي كارخانه سے مل سكتي هيں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين القرآن الحكيم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۳ کلکته : جمعه ۲۹ ـ جمادی الاولی ۱۳٤٦ هجری جلد ۱
Calcutta : Friday, 25, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کرلین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین . الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۷٤۲ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	٤٥۲
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٦۸۰	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق هون	١٦٠

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ١١ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شايع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیه
قیمت في پرچه - - -	پانچ آنه

---

(١) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں أنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(٢) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(٣) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(٤) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں بھیجدي گئي هے -

(٥) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایۓ ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(٧) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(٨) ایسے جواب طلب امور کے لیے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

عکا کے یہاں قیام کرے - رستم نے لکها هے که احمد باشا نے اپني دوستي کا حق اِس طرح ادا کیا که مصري امیر کو زهر دے کر مار ڈالا !

(نپولین تک رسائي)

رستم نے اب اپنے سامنے ایک نئي مصیبت دیکهي - مجبوراً مصر بهاگ گیا - مصر میں ایک دوست نے اُسے مشهور خاندان بکري کے سجاده نشین شیخ السادات کي خدمت میں پیش کر دیا - شیخ اُسے دیکهه کر بہت خوش هوا اور اپنے غلاموں کا افسر بنا دیا -

شام کے حملے سے واپسي پر نپولین کے استقبال کیلیے مصر کے تمام اُمراء شهر کے باهر کهڑے تهے - سید بکري بهي موجود تهے - وه نپولین کي سواري کے لیے ایک گهوڑا بهي لے گئے تهے - گهوڑے کي لگام ' رستم کے هاتهه میں تهي - نپولین نے گهوڑا شکریه کے ساتهه قبول کر لیا - چند دن بعد دو غلاموں کي فرمائش کي - سید بکري نے دو غلام حاضر کر دیے - انهي غلاموں میں ایک رستم تها - نپولین نے اپني خدمت میں لیتے وقت رستم کو ایک مرصع تلوار اور طلائي دستے کے دو طپنچے عطا کیے -

(فرانس میں داخله)

فرانس کي واپسي میں رستم بهي نپولین کے ساتهه تها - راستے میں کوئي خاص واقعه پیش نہیں آیا - البته ایک دن نپولین کے ساتهیوں نے سنانے کیلیے کهدیا که " جنرل تمهیں اِس لیے ساتهه لیے جاتا هے ' تاکه پیرس کے جلسے میں تمهاري بهینٹ چڑهائے " ساده لوح غلام ڈر گیا ' اور واویلا مچانا شروع کر دیا - نپولین نے سنا تو بہت هنسا - اور وه تمام رقم اُسے بخش دي ' جو دوران سفر میں اپنے ساتهیوں سے جوئے میں جیتي تهي !

نپولین نے رستم کو مارسیلز میں چهوڑ دیا - هر طرف لوگوں کي نظریں اُس پر پڑتي تهیں - عورتیں تو اسپر ٹوٹ پڑیں - اسکے عجیب مشرقي اطوار اور چرکسي چشم و ابرو اُنکے لیے نئي قسم کي چیز تهي - چند دن بعد نپولین کا اسباب لیکر وه پیرس روانه هوا - راستے میں ڈاکو مل گئے ' اور تمام اسباب لوٹ لیا - رستم کي مرصع تلوار اور چهه هزار فرنک کي تهیلي بهي چهین لي -

جوزیفائن ' نپولین کي بیوي ' رستم کو دیکهه کر بہت خوش هوئي اور اپني خدمت میں قبول کر لیا - بعد میں لوگوں نے اِس پر طرح طرح کي چه میگوئیاں کیں - کہا گیا که جوزیفائن غلام پر عاشق هے - اِسي قدر نہیں بلکه یہاں تک کہا گیا که نپولین رستم کو محض اِسي نیت سے لایا تها ' تاکه جوزیفائن کیلیے دلچسپي کا سامان مہیا کر دے ' اور خود اُس کي نگراني اور رشک سے آزاد هو جائے -

(رستم اور پیرس)

کچهه هي سبب هو ' لیکن پیرس میں رستم کے ظهور نے نپولین کي عظمت میں غیر معمول اضافه کردیا تها - رستم اپنے بیش قیمت لباس میں " قنصل " (نپولین) کے ساتهه ساتهه پهرا کرتا تها اور پیرس کي مخلوق اُسے دیکهه کر متحیر رهجاتي تهي !

قنصل مقرر هونے کے بعد نپولین اُس محل میں اٹهه گیا ' جو حکومت نے اُسے دیا تها - رات کو اُس کے خاص کمرے کي نگهباني رستم هي کے ذمے تهي - وه رات بهر دروازے پر پڑا رهتا تها ' اور کسي کو اندر جانے نہیں دیتا تها -

ایک دن جوزیفائن کو معلوم هوا که نپولین کے ساتهه ایک عورت موجود هے - وه غصے میں بهري هوئي اٹهي اور کمرے میں گهس پڑنا چاها - مگر رستم دروازے پر سو رها تها - اُس کے خراٹے اِتنے بلند اور خوفناک تهے که جوزیفائن ڈر گئي - شمع هاتهه سے گر پڑي ' اور بدحواس الٹے پاؤں بهاگي !

دن کے وقت رستم کے فرائض یه تهے که صبح اپنے آقا کو حجامت میں مدد دیتا تها - نپولین نہایت تنک مزاج تها - بار بار چلا اٹهتا تها " گدهے ! آئینه سیدها کر - خوش قسمتي سے تیرا آقا مصري نہیں هے ورنه گردن اڑا دیتا ! " حجامت کے بعد اپنے آقا کو نهلاتا تها - پهر اُس کے ساتهه دفتر جاتا تها اور ایک لمحه کیلیے بهي جدا نہیں هوتا تها -

کلیپر کہتا هے :

" نپولین نے کبهي کسي سے محبت نہیں کي - لیکن وه اپني فیاضي سے دوسروں کي محبت خرید لیا کرتا تها - همیشه جوئے میں اپني تمام جیت ' رستم کو دیدیا کرتا - ایک مرتبه پانچ دن کے اندر تین هزار فرنک رستم کو مل گئے - اِس تقرب کي وجه سے تمام خادم رستم پر حسد کرنے لگے تهے - صرف خادم هي نہیں ' بہت سے بڑے بڑے آدمي بهي جلتے تهے - اُن کا خیال تها - رستم کي یه تمام قدرداني صرف اِس لیے هے که وه اُس کے دشمنوں کو خفیه قتل کر ڈالتا هے - رستم نپولین کے ساتهه سایه کي طرح لگا رهتا تها - حتیٰ که فوج کي قواعد کے وقت بهي آقا کے گهوڑے کے پہلو میں اُس کا عربي گهوڑا نمایاں نظر آتا تها - گهوڑے پر چیتے کي کهال کا زین هوتا تها - زین پر سونے کا کام تها - خود رستم کا لباس ' ریشم کا کارچوبي هوتا - دور دور تک اُس کي چمک دمک آنکهوں کو خیره کر دیتي تهي - وه اِس قدر شاندار هوتا تها که رستم ' عرب پادشاه معلوم هوتا تها ' اور نپولین اُس کا فرنگي سپه سالار - تهیٹر میں بهي وه نپولین کے پہلو میں بیٹهتا تها - تمام نظریں غلام کي شان و شوکت کے تماشه میں محو هوجاتي تهیں ! "

جب کبهي وه راستے میں تنها هوتا ' مخلوق هجوم کرکے ساتهه هوجاتي - مسرت کے نعرے بلند هونے لگتے - اپنے فاتح آقا کي طرح یه غلام بهي اپني عظمت و غرور میں مدهوش رهتا تها - وه بالکل پروا نه کرتا که لوگ اُس کي تعریف میں نعرے لگا رهے هیں ' یا تضحیک کر رهے هیں !

شیخ خلیل بکري نقیب السادات مصر
جس کے ذریعه نپولین کو رستم ملا

مطبوعات جدیدہ

رستم بن رضا

(نپولین کا چرکسي غلام اور معتمد)

الہلال کے گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک جرمن اہل قلم کي جدید کتاب کا ذکر کیا تھا جس میں اس نے نپولین کے بعض غیر مشہور گوشہ ہاے حیات پر روشني ڈالنے کي کوشش کي ہے - ابھي اس کتاب کي بہت سي دلچسپ اور عبرت انگیز داستانیں باقي ہیں ' لیکن ہم چاہتے ہیں ' مجلس کے تبدیل ذائقه کیلیے اسکے ایک دوسرے حصه پر قاریین الہلال کو توجه دلائیں - یه حصه بھي تاریخي دلچسپي کے لحاظ سے پچھلي داستانوں سے کمتر نہیں ہے - اس میں نپولین کي درباري زندگي کي ایک عجیب و غریب تاریخي شخصیت سے آنکي تقریب ہوگي - یه شخصیت دس برس تک نپولین کے تمام عجائبات زندگي کي طرح یورپ کي ایک عجیب و غریب هستي کا درجه رکھتي تھي - حالانکه اسکي ابتدائي زندگي اس طرح شروع ہوئي تھي که وہ مصر کا ایک چرکسي غلام تھا !

یورپ کے تمام مورخین نے اس کا نام رستم بن رضا لکھا ہے - فرانس کے قیام کے بعد اس نے فرانسیسي زبان میں اسقدر قابلیت حاصل کرلي تھي که آخري عمر میں اپني یاد داشت حیات قلمبند کي - اس یاد داشت میں اس نے خود اپنے قلم سے اپنے ابتدائي حالات لکھے ہیں - جرمن مصنف ہمیں بتلاتا ہے که یه کتاب اسکے پیش نظر ہے -

(مہیب آقا اور عجیب غلام !)

گزشته صدي کے اوائل میں روئے زمین پر ایک طوفاني آندھي آئي - اس نے بادشاہوں کے تخت الٹ دیے - تاجداروں کے تاج گرا دیے - یه ایک مہیب جبار تھا جس کے سامنے تمام یورپ سر بسجود ہوگیا تھا - اس مہیب آقا کے ساتھه ہمیشه ایک عجیب و غریب غلام بھي دیکھا جاتا تھا - مہیب آقا نپولین تھا ' اور عجیب الہیئت غلام رستم تھا !

رستم بن رضا کوفان سنه ۱۷۸۲ع میں تفلیس (قوقاز) میں پیدا ہوا - اس کا بچپن کوہ قاف کے مرغزاروں میں بسر ہوا تھا لیکن زمانے کے انقلابات نے اس کے دل و دماغ پر اس سرزمین کے حسن و جمال طبیعت کا کوئي اثر باقي نہیں چھوڑا - وہ نه تو شاعر ہوا ' نه مصور - اس کي قسمت میں ایک عجیب انسان کا عجیب غلام بننا تھا !

نپولین کے سکریٹری مینول نے اپنے روز نامچے میں لکھا ہے :

" رستم کا باپ طبیب تھا - بعض مورخین نے اسے تاجر بھي بتایا ہے - اس کے چار اولاد تھي - انمیں ایک رستم تھا - سنه ۱۷۹۵ - تک وہ اپنے والدین کے ساتھه رہا "

رستم بن رضا

خود رستم نے اپني یاد داشتوں میں لکھا ہے که وہ اپني ماں سے از حد محبت رکھتا تھا - یہي محبت اس کي تمام مصائب کا سبب ہوئي - باپ نے اسے گھر سے نکال دیا اور وہ آوارہ گردوں کي طرح گاؤں گاؤں پھرنے لگا - اتفاق سے اسي زمانے میں وہاں کے امراء میں خانه جنگي شروع ہوگئي - رستم اس جنگ میں قید ہوگیا ' اور بہت دنوں تک ایک قلعه میں بند رہا - پھر وہاں سے بھاگا تا که اپني ماں کي کفالت کرے - اب وہ اپنے شوہر سے علحدہ ہوگئي تھي اور چھوٹے چھوٹے بچے ساتھه لے کر کسي طرف چلي گئي تھي - بہت تلاش کے بعد رستم نے ماں کا پته لگالیا اور اس کے ساتھه رہنے لگا - کچھه عرصه کے بعد اس نے اراده کیا که کسي شہر میں جاکر آباد ہو جاے اور اپنے خاندان کي پرورش کا انتظام کرے - وہ سب کو ساتھه لے کر چل دیا ' مگر راستے میں بردہ فروش قزاقوں نے گھیر لیا ' اور پورا قافله گرفتار ہوگیا - بردہ فروشوں سے ایک مالدار عورت نے رستم کو خرید لیا اور اپنا لڑکا بنا کر گھر میں رکھا - لیکن اس کے شوہر کو گھر میں اس خوبصورت نوجوان کي موجودگي ناگوار ہوئي - اس نے مصر کے ایک امیر کے ہاتھه بیچ ڈالا -

مصري امیر رستم کو مصر لایا - پھر اپنے ساتھه مکۂ معظمه لے گیا - حج کے بعد دونوں شام کے راستے واپس ہوئے - مگر ابھي راہ ہي میں تھے که معلوم ہوا ' نپولین نے مصر پر قبضه کرلیا ہے - امیر نے فیصله کیا که مصر نه جائے اور اپنے دوست احمد پاشا جزاروالي

اُس نے کہا " تمھارا فرض ہے کہ اِس نازک وقت میں اپنے مہربان آقا کا ساتھہ نہ چھوڑو " نپولین کو امید نہیں تھی کہ رستم لوٹیگا - مگر دوسرے دن دیکھا تو وہ موجود تھا - اُس نے اپنے بلا اجازت چلے جانے پر افسوس و ندامت کا اظہار کیا اور نپولین کا دل اُسکی طرف سے صاف ہوگیا -

اِسی اثنا میں نپولین نے اپنی ناکامیوں سے مضطرب ہوکر زہر کھا لیا ' مگر ڈاکٹروں نے اُسکی جان بچالی - ایک دن اُس نے رستم سے پستول طلب کیا - رستم نے مارشل برتیبه سے مشورہ کیا - مارشل نے کہا جو جی میں آئے کرو - میں کوئی مشورہ نہیں دونگا - لیکن بعض دوستوں نے کہا - اگر شہنشاہ خود کشی کرلیگا تو دنیا تمھیں کو الزام دے گی - کہا جائیگا ' تم نے دشمنوں سے رشوت لیکر پستول نپولین کے حوالہ کر دیا - تاکہ وہ خود کشی کرلے -

اِس واقعہ کو رستم نے حیلہ بنایا ' اور نپولین سے ہمیشہ کے لیے علحدہ ہوگیا - جلا وطن ہوتے وقت شہنشاہ نے اپنے غلام کی بابت سوال کیا - اور جب اُس کی بے وفائی کا حال سنا تو قدرتی طور پر بہت رنجیدہ ہوا -

رستم کی بے وفائی اِسی پر ختم نہیں ہوگئی ' بلکہ وہ دو مرتبہ انگلستان بھی گیا - وہاں نپولین کے دشمنوں کے سامنے اپنا شاہی خلعت پہنکر جایا کرتا تھا - انگریزوں کے ہاتھہ اُس نے اپنے آقا کی بہت سی یادگاریں بھی بیچ ڈالیں - اِنھی میں سونے کا ایک ٹکڑہ بھی تھا - اِس پر لکھا تھا " نپولین کی یادگار اپنے وفادار غلام رستم کے لیے "

۷ - دسمبر سنہ ۱۸۴۵ع کو اُس کا انتقال ہوا - اُس کی قبر ابتک پیرس میں موجود ہے ' اور اُس پر یہ عبارت کندہ ہے :
" یہاں شہنشاہ نپولین کا غلام رستم رضا سو رہا ہے "

اُس کی زندگی ہی میں اُس کے دونوں لڑکے مر چکے تھے - صرف بیوہ اور ایک لڑکی باقی رہی - لڑکی کی شادی ایک فرانسیسی تاجر سے ہوگئی تھی -

الہلال کو

اشاعت کی کمی کی شکایت نہ ہوتی ' اگر مصارف کی زیادتی پیش نہ آتی - سنہ ۱۹۱۴ع میں الہلال کی یہی قیمت تھی - یعنے بارہ روپیہ سالانہ ' مگر تمام طباعتی اشیاء کی قیمت موجودہ قیمتوں سے آدھی تھی - اِس وقت اگرچہ الہلال کا حلقۂ اشاعت اردو کے تمام رسالوں سے زیادہ ہے ' لیکن مصارف کی زیادتی کی وجہ سے اب تک آمدنی اور خرچ برابر نہیں ہوسکے ہیں - کیا آپ اس معاملہ پر توجہ ضروری نہیں سمجھتے ؟ اگر ضروری سمجھتے ہیں تو توسیع اشاعت کے لیے کوشش کیجیے -

(منیجر الہلال)

بابُ التفسیر

حجة ابراهيمی

ایۂ کریمہ " الم تر الی الذی حاج ابراهیم " کی تفسیر

قرآن حکیم کا اُسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآنی اور غیر قرآنی طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(۳)

افسوس ہے کہ محل اِس کا متحمل نہیں کہ مثالوں کے بیان میں اطناب سے کام لیا جائے - ورنہ آپ دیکھتے کہ تفسیر قرآن کا کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں ہے جو اس غیر قرآنی طریق تفسیر سے متاثر نہ ہو چکا ہو ' اور اصلیت پر بے شمار پردے نہ پڑ گئے ہوں - اگر آپ صرف امام راغب اصفہانی کی مفردات ہی اُٹھا کر دیکھہ لیں جو آج کل کے نئے محققین قرآن میں سے اکثر کا توشۂ عام ہے ' تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ نہ صرف قرآن کے مطالب و دلائل کی صورت بدل دی گئی ہے ' بلکہ اُسکے تمام الفاظ کے لیے بھی ایک نیا فلسفیانہ قاموس ترتیب دیدیا گیا ہے ' اور وہ چیز جسے اپنے " عربی مبین " ہونے پر ناز تھا ' اب ایک مشکل ترین عجمی چیستاں بنکے رہگئی ہے !

(آیۂ زیر تدبر)

اب جب کہ یہ تمہیدی مطالب ایک حد تک واضح ہوگئے ہیں ' آیۂ زیر تدبر کی تفسیر نہایت سہل ہے - چند سطروں کے اندر تمام مشکلات دور ہو جائینگی - البتہ تفسیر سے پہلے چند مبادیات کی مختصراً تشریح اب بھی ضروری ہے :

(۱) اس آیت میں قرآن حکیم نے حضرت ابراهیم علیہ السلام اور اُن کے عہد کے ایک انسان کا مکالمہ نقل کیا ہے - سب سے پہلی اور بنیادی غلطی جس کی وجہ سے تمام مشکلیں پیدا ہوگئی ہیں ' یہ ہے کہ مکالمہ کی نوعیت ہی غلط سمجھہ لی گئی ہے - آیت میں " حاج " کا لفظ آیا ہے : الم تر الی الذی حاج ابراهیم فی ربه - یعنے کیا تمھیں اُس آدمی کا حال معلوم نہیں جس نے ابراهیم سے پروردگار عالم کے بارے میں حجت کی تھی ؟ چونکہ مفسرین متکلمین کے دماغ میں منطقی طریق مناظرہ و حجت بسا ہوا تھا ' اور انبیاء کرام کے حجج و براهین فطریہ کو بھی وہی جامہ پہنانا چاہتے تھے ' اس لیے انھوں نے اس مکالمہ کو " مناظرہ " مصطلحۂ منطق قرار دیدیا ' اور پھر لگے فن مناظرہ کے تمام اصول و اداب اُس پر

(رستمي فيشن)

پيرس کي نازنينوں کے ليے رستم ايک متحرک فتنه بن گيا تھا - وہ اُن کي نظر ميں مشرقي حسن و جمال کا ايک پر اسرار پيکر تھا - يہاں تک کہ اُس کے لباس کي بھي نقل اتاري جانے لگي - پيرس کا سب سے ازيادہ مقبول فيشن " رستمي فيشن " هوگيا - خود جوزيفائن إس لباس پر فخر کرتي تھي - فرانس سے نکل کر يه فيشن جرمني پہنچا ' اور لريزا ملکۂ پروشيا تک نے اختيار کرليا - عورتوں کي طرح مرد بھي اس کي تقليد کرنے لگے تھے - يه بيماري ايسي عام هوئي کہ خود نپولين بھي مبتلا هوگيا - اُس نے بھي رستم کا سا لباس اپنے ليے بنوايا تھا اور بڑے بڑے جلسوں ميں پہن کر جاتا تھا !

اُس عہد کے ماهر مصوروں نے رستم کي تصويريں آتاريں - اخبارات و رسائل نے خاص اهتمام سے شائع کيں - پورے يورپ ميں اُس کي شہرت عام هوگئي -

جب نپولين کي تاج پوشي قريب آئي ' تو اُس نے درباري درزي کو حکم ديا کہ رستم کے ليے بيش قيمت خلعت طيار کرے - يه خلعت اس قدر گرانقدر تھا کہ صرف کوٹ پر سات هزار تين سو فرانک خرچ هوے تھے - جوتے کي قيمت ايک سو بيس فرانک تھي - يه رقم اُس زمانے ميں ايک شاهي لباس هي پر خرچ هوسکتي تھي !

تاج پوشي کے جلوس ميں رستم اپنے خاص لباس ميں ملبوس شہنشاہ کے پہلو به پہلو چل رہا تھا - وہ خود بھي اپنے گھوڑے پر ايک شہنشاہ معلوم هوتا تھا - هر طرف اُس کے اعزاز ميں تاليوں کا شور بلند تھا !

(منتہاے عروج)

رستم نے اپني زندگي کے بہترين ايام شہنشاہ نپولين کے زير سايه بسر کيے - دربار ميں اُسے اتنا عروج حاصل تھا کہ خاص و عام سب حسد کرتے تھے - نپولين جب کوئي شہر فتح کرتا تھا تو شاهي گاڑي ميں مالک کے پيچھے رستم هي بيٹھتا تھا - نا واقف اُسے سلطنت کا رکن اعظم خيال کرتے تھے - بہت سے لوگ اُس کي خوشامديں کرتے ' تا کہ اس کے ذريعه نپولين کي خوشنودي حاصل کرليں !

جب نپولين پيرس ميں هوتا تو رستم کو دو گھنٹے تفريح کي اجازت ملتي - وہ اپنے اُن دوستوں سے ملنے جايا کرتا جن کے يہاں خوبصورت عورتيں هوتيں - ليکن ميدان جنگ ميں اُسے ايک لمحه کي بھي فرصت نہيں ملتي تھي - کيونکه اُس کے فرائض هر لمحه اُسے شہنشاہ کے ساتھ رہنے پر مجبور کرتے تھے - وهي اس کے ليے کھانے کا بھي انتظام کرتا تھا -

نپولين کے کھانے کا کوئي وقت مقرر نه تھا - بسا اوقات وہ کھائے بغير هي سو جاتا - ايک مرتبه ايسا هوا کہ نپولين آدھي رات کو اپنے بستر پر گيا اور کھانا طلب نه کيا - رستم نے خيال کيا ' اب وہ کھانا نہيں کھائيگا - اس نے بھني هوئي مرغي خوشي خوشي کھانا شروع کردي - ليکن ابھي آدھي مرغي بھي کھانے نہيں پايا تھا کہ نپولين نے کھانا مانگا - رستم بہت گھبرايا ' مگر اب کر هي کيا سکتا تھا ؟ وهي بچي هوئي مرغي ليکر حاضر هوگيا - نپولين دير تک مرغي ديکھتا رہا - پھر غلام پر غضبناک نظريں ڈاليں اور کہا " ميں نہيں جانتا تھا کہ بعض مرغيوں کا صرف ايک هي بازو اور ايک هي ٹانگ هوتي هے - مجھے کبھي اِس بات کا وهم بھي نہيں گزرا تھا کہ دوسروں کا جھوٹا کھانا پڑيگا ! "

رستم ڈر گيا - رنگ فق هوگيا - کانپتي هوئي آواز ميں کہنے لگا " مہربان آقا ! ميں بہت بھوکا تھا - پہلے ارادہ صرف ران کھانے کا تھا - مگر افسوس - بازو بھي ميں نے کھا ليا ! " نپولين چپ هوگيا ' اور مرغي کھالي ' صبح اُس نے ايک سپه سالار کو بعض احکام دينے کيليے طلب کيا - رستم بھي سامنے کھڑا تھا - نپولين نے سپه سالار سے کہا " تم نے کچھه سنا ؟ کل رات ميں نے آقائے رستم کا پس ماندہ کھايا تھا ! ملعون ! ادھر آ - ميں تيرے کان ملونگا - خبردار ' پھر کبھي ايسي حرکت نه کرنا ! " يه کہکر نپولين زور سے هنس پڑا -

(شادي)

رستم ' اپنے آقا کو روز پيرس کي عورتوں سے اپنے عشقيه معرکوں کي داستانيں سنايا کرتا تھا - نپولين کو ان واقعات سے بڑي دلچسپي هوتي تھي اور وہ غلام کي همت افزائي کيا کرتا تھا - آخر رستم کا يه شوق رنگ لايا - اور وہ ايک عورت پر عاشق هوگيا - اُس نے شہنشاہ سے شادي کي درخواست کي - نپولين نے پوچھا " وہ کچھه مالدار بھي هے ؟ " رستم نے جواب ديا " جب تک حضور کے قدموں سے لگا هوں ' مجھے مال کي کيوں فکر هو ؟ " نپولين کو يه جواب پسند آيا اور شادي کي اجازت ديدي -

يکم فروري سنه ۱۸۰۶ع ميں الکزندرائن دوويل سے رستم کي شادي هوئي - خود شہنشاہ جلسه ميں شريک هوا ' اور تمام خرچ اپني جيب خاص سے ادا کيا - شادي کے ايک برس بعد لڑکا پيدا هوا - رستم نے اُس کا نام ايشيل رکھا - نپولين کو يه بچه بہت پيارا تھا - اکثر بلا کر اُس سے کھيلا کرتا تھا - جب وہ لوٹتا تھا ' تو اُس کي دونوں مٹھيوں ميں اشرفياں هوتي تھيں !

نپولين کو رستم اِس قدر عزيز تھا کہ سفر اٹلي کے موقعه پر جب وہ بيمار هوگيا تو نپولين نے چلتے وقت اُس سے کہا " رنج نه کرنا - ميں جلد واپس آؤنگا - ميري بيوي تمهاري خبر ليگي - "

خود رستم نے اپني ياد داشت ميں لکھا هے کہ شہنشاہ اُس پر بے حد مہربان تھا - شروع ميں نپولين نے اُس کي کوئي تنخواہ مقرر نہيں کي تھي - ايک دن اتفاق سے ياد آگيا تو فوراً ۱۲۰۰ فرانک مقرر کر ديے - تھوڑي هي مدت بعد يه رقم دوگني کردي گئي - يعني ۲۴۰۰ فرانک ملنے لگے - نيز ۲۴۰۰ فرانک شکار ميں بادشاہ کي بندوق اٹھانے کيليے ' اور ۹۰۰ فرانک دائمي انعام کے طور پر بھي ملتے تھے - اسکے علاوہ کھيل ميں جسقدر روپيه نپولين جيتتا تھا ' سب اسے ديديتا تھا - عيدوں اور جشنوں کے موقعه پر بھي بہت کچھه ديتا تھا - چنانچه ۲۰۰۰ فرانک سنه ۱۸۰۸ع ميں ديے - ۳۰۰۰ سنه ۱۸۱۰ ميں ديے - ۴۰۰۰ سنه ۱۸۱۱ع ميں ديے - ۶۰۰۰ سنه ۱۸۱۳ع ميں ديے - ۶۰۰۰ سنه ۱۸۱۴ع ميں ديے - پھر معزولي سے پہلے ايک مرتبه يکمشت ۵۰۰۰۰ فرانک عطا کيے !

(رستم کا خاتمه)

ليکن افسوس هے کہ مصيبت کے وقت رستم بے وفا ثابت هوا - آقا کے تمام احسانات بھول کر اُس سے رخ پھير ليا !

۶- اپريل سنه ۱۸۱۴ ميں نپولين کو تخت سے دست بردار هونا پڑا تھا - وہ جب جزيرۂ البا کي طرف روانه هونے لگا ' تو رستم ' بلا اجازت اپني بيوي سے مشورہ کرنے چلا گيا - بيوي شريف تھي -

مجيب کے فرائض هيں - جو مدعي هو' اسے دليل پيش کرني چاهيے - جو منکر هو' اسے توڑ کرنا چاهيے - چونکه مقصود اس تمام کارخانه سے اسکات خصم هے - يعني مخاطب کو چپ کرا دينا ' اس ليے تمام اصول و آداب اسي محور کے گرد حرکت کرتے هيں - امام رازي نے جب اسے مناظره قرار ديا ' تو ضروري هوا که پوري بات اسي سانچے ميں ڈهال کر دکها دي جائے - بات اس سانچے ميں ڈهلتي نهيں - بس ساري مشکليں اسي سے پيدا هو گئي هيں -

آپ خود اپنے استفسار ميں لکهتے هيں :

" يه در اصل حضرت ابراهيم عليه السلام اور نمرود کا مناظره هے ' جس ميں نمرود کي حيثيت خدائي کے مدعي کي هے اور حضرت ابراهيم اس کے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هيں "

يه جو آپ نے " در اصل مناظره هے " کهديا' بس يهي تمام فساد کي جڑ هے - " مناظره هے ' تو حضرت ابراهيم کي حيثيت ايک مناظر کي هے - اگر وه مناظر هيں ' تو چاهئے که اُن قواعد کلام سے سر مو تجاوز نه کريں جو فن مناظره کے ساخته پرداخته هيں - يا مثلاً رشيديه ميں درج هيں - اور چاهيے که بد بخت نمرود بهي انهي مقدمات اور مباديات کے مطابق سرگرم ضلالت و شقاوت هو' جو هم شرح مواقف وغيره ميں پڑه چکے هيں ! "

امام رازي اور متکلمين کے اصول تفسير يهي هيں ' اور آپ بهي انهي کے قدم بقدم چلنا چاهتے هيں - سوال يه هے که حضرت ابراهيم " مناظر " مصطلحهٔ قوم کيوں هوں ؟ اور اگر وه مناظر هوں ' تو کيوں اُن تمام گڑهے هوئے قاعدوں کے پابند هوں جو علوم وضيعه کي تدوين کے بعد هم نے اپنے اوپر لازم کر رکهے هيں ؟ کونسي عقل کي قطعيت اور وحي کي تنزيل موجود هے که حضرت ابراهيم کو بهي اُن قواعد کلام کي پابندي کرني چاهيے جو مناظره رشيديه ميں هم رٹ چکے هيں ' يا جنهيں بحر العلوم نے اپنے حواشي ميں لکها هے ؟ " مناظر کے ليے يه جائز نهيں " اور " مستدل کے ليے يه ضروري هے " سوال يه هے که کيوں جائز نهيں ؟ کيوں ضروري هے ؟ اور کيوں ان اصول موضوعه اور قواعد مصنوعه " ما انزل الله بها من سلطان " کے انبياءٔ رسل پابند هوں ؟ کيوں ان کے ليے جائز نه هو که سر مو ان سے تجاوز کريں ؟ کيا مصيبت هے که قرآن عربي زبان ميں اُترتا هے - تمام فصحاء قريش اس کي فصاحت کے آگے سربسجود هو جاتے هيں ' ليکن چار سو برس کے بعد همارے مفسرين بحث کرتے هيں که سيبويه اور کسائي کے بنائے هوئے قواعد کے مطابق وه ٹهيک هے يا نهيں ؟ چار هزار برس پهلے ايک داعي الى الحق فطرت الهي اور وجدان انساني کے مطابق رشد و هدايت کا دروازه کهولتا هے ' اور ايک منکر حق کو شک و انکار کي جگه يقين و ايمان کي راه دکهلاديتا هے' ليکن پانچويں صدي هجري ميں امام رازي آکر بحث کرتے هيں که منطقي طريق مناظره کے مطابق يه مکالمه صحيح هے يا نهيں ؟ اور پهر چودهويں صدي ميں آپ آتے هيں اور کهتے هيں که مشکلات حل نهيں هوتيں - مشکلات حل هوں تو کيسے هوں جب صديوں سے مشکلات هي کو بلاوا دے دے کر سميٹا گيا هے ' اور اصليت کي سادگي وضعيت اور صناعت کي کج انديشيوں اور پيچيدگيوں کے اندر گم هوگئي هے ؟

(۳) ايک دوسري بنيادي غلطي جو يهاں الجهاؤ پيدا کررهي هے ' حضرت ابراهيم کے مخاطب کي اعتقادي حيثيت هے - مفسرين سے ايک سخت تسامح قرآن حکيم کے اُن مقامات کي تفسير ميں هوا هے ' جهاں بابل کے اس پادشاه کا (جسے نمرود کهتے هيں) اور مصر کے فرعون کا (جو کچهه بهي اُس کا نام هو) ذکر کيا گيا هے - قرآن حکيم نے اُن کا ذکر ايسے لفظوں ميں کيا هے ' جن سے معلوم هوتا هے که وه اُس خدا کے اقرار سے منکر تهے جسکي دعوت حضرت ابراهيم اور حضرت موسى عليهما السلام نے انکے سامنے پيش کي تهي ' اور خود اپني خداوندي اور خداوندي کي طاقتوں کا دعوى رکهتے تهے - چونکه مفسرين کے پيش نظر صحيح تاريخي معلومات نه تهيں ' اسليے وه صحت کے ساتهه اس انکار اور ادعا کي نوعيت متعين نه کر سکے - يه خيال پيدا هوگيا که يه دونوں پادشاه اپني خدائي کے اس معني ميں مدعي تهے که وهي صانع کائنات هيں - چنانچه دونوں مقامات کے تمام مکالمات و مخاطبات ميں فريق ثاني کي يهي اعتقادي حيثيت قرار دي گئي هے اور اسيلیے حضرت ابراهيم اور حضرت موسى (عليهما السلام) کے تمام دلائل و ارشادات اسي پهلو سے ديکهے جاتے هيں - چونکه يه بات حقيقت حال کے خلاف هے ' اسليے اس کي وجه سے طرح طرح کے نئے الجهاؤ پيدا هوگئے هيں - واقعه يه هے که نه صرف دنيا کي تاريخي معلومات کي بنا پر ' بلکه خود قرآن حکيم کي تصريحات کي بنا پر کها جاسکتا هے که دنيا ميں آج تک کسي انسان نے بهي اس معني ميں خدا هونے کا دعوى نهيں کيا هے که وهي صانع کائنات هے - ايسا دعوى کرنا ' بلکه ايسے ادعا کا تخيل کرنا فطرت انساني کے اسدرجه خلاف هے که کوئي انساني هستي اِسکي جرأت هي نهيں کرسکتي -

تحرير اندازه سے زياده بڑهتي چلي جاتي هے ' اسليے اس مقام کے دلائل و مباحث درج نهيں کيے جا سکتے - حقيقت حال سمجهنے کيليے حسب ذيل اشارات کافي هونگے :

اولاً ' نوع انساني نے خدا کي صفات کے تصور ميں جو ٹهوکريں کهائي هيں ' من جمله اُن کے ايک عالمگير گمراهي شاهيت و الوهيت کا تشابه هے - يعني شاهيت کے اختيارات نے بهي ما فوق الفطرت اختيارات کي حيثيت اختيار کرلي تهي - جب کبهي کوئي انسان اپني غير معمولي جسماني قوتوں سے مخالفوں کو زير کرکے پادشاه بن جاتا ' لوگ خيال کرتے ' وه ديوتاؤں کا انساني مظهر هے ' بلکه خود بهي ديوتا هے - پهر جب شاهيت نے نسل و خاندان کے سلسله کي صورت اختيار کرلي' تو کسي انسان کا شاهي نسل سے هونا ' اس کے ديوتائي رشتوں کي دليل سمجها جانے لگا - رفته رفته اس خيال نے پوري طرح ايک عام عقيده کي نوعيت پيدا کرلي که پادشاه انسان نهيں هے - انسانيت سے بلند تر هستي هے - اُسکي طاقت بهي الهي طاقت ' اور اُسکا حکم بهي حکم خداوندي هے -

قرآن حکيم نے بابل اور مصر کے جن دو پادشاهوں کا حال بيان کيا هے ' اُنکي اور اُن کے قوم کي گمراهي يهي تهي - وه اپني قوم ميں ايک ديوتا کي طرح مانے جاتے تهے - اس ليے نهيں که ان دو انسانوں نے خصوصيت سے اسکا دعوى کيا تها ' بلکه اس ليے که وه پادشاه تهے ' اور پادشاه کيليے ايسا هي اعتقاد پيدا هو گيا تها -

ثانياً ' اس سے يه بات بهي واضح هو گئي که مفسرين کا يه سمجهنا که فرعون اور نمرود نامي دو انسان خدائي کے مدعي تهے ' صحيح نهيں هے - جس طرح کي خدائي کے يه مدعي تهے ' اُس طرح کي خدائي کا اعتقاد اُس عهد کے بے شمار پادشاهوں اور پادشاهي کے سلسلوں کيليے ره چکا هے - هندوستان ميں بهي پادشاه کے ليے ايسا هي اعتقاد موجود تها - حتى که اُن کا سلسلهٔ نسب چاند سورج سے ملا ديا گيا تها - تاتاريوں کي ابتدائي تاريخ بهي

منطبق کرنے ' اور جب منطبق نه هوسکے تو لا يعني اور دور از کار توجيهيں کرنے لگے - حضرت امام رازي رحمة الله عليه اس آيت کي تفسير ميں سب سے پہلي بات جو کہتے هيں ' يهي هے که " و القصه الاولى مناظرة ابراهيم صلى الله عليه و سلم مع ملک زمانه " (جلد ٢ : ٣١٧) جونهي أنهوں نے اس معامله کو " مناظره " کے لفظ سے تعبير کيا ' حقيقت سے الگ هوگئے ' اور پہلا قدم هي ألٹا پڑگيا - اب جس قدر آگے بڑهتے جاتے هيں ' حقيقت سے زياده دور هوتے جاتے هيں ' اور يکے بعد ديگرے ألجهاؤ پر ألجهاؤ پڑتے جاتے هيں - أنهوں نے اپني عادت کے مطابق " المسئلة الاولى " اور " المسئلة الثانيه " اور " الاشکال الاول " اور " الاشکال الثاني " کا سلسله يہاں بهي پوري قوت اور وضاحت کے ساتهه جاري رکها هے ' ليکن جب جواب کا موقعه آيا هے ' تو پانچ پانچ اور چهه چهه وجوه اشکال بيان کرنے کے بعد ايک شافي جواب بهي نهيں دے سکتے ' اور ايک ايسے طريقه سے جو پڑهنے والے کو حيرت و ارتياب ميں غرق کرديتا هے ' رخصت هو جاتے هيں !

امام رازي کے بعد جس قدر مفسرين پيدا هوئے ' سب نے اس مکالمه پر اسي حيثيت سے نظر ڈالي - البته حافظ عماد الدين ابن کثير جو شيخ الاسلام ابن تيميه کے تلامذه ميں سے هيں ' اس سے مستثنى هيں - وه سلف کے طريق تفسير سے آشنا هوچکے تهے ' اس ليے ان موشگافيوں ميں نهيں پڑے - بلکه صاف صاف کهديا " وهذا التنزيل على هذا المعنى احسن مما ذکره کثير من المنطقيين " (حاشيه فتح البيان جلد ٢ : ١٥٦) يعني يه مطلب اس سے کهيں زياده بهتر هے جو بهت سے منطقيوں نے قرار ديا هے - ليکن افسوس هے که منطقيوں کے طريقه سے الگ رهکر بهي وه پوري طرح أن کي لغزشوں سے محفوظ نه رهسکے - يعني اس الجهاؤ سے وه بهي نه نکل سکے جو حضرت ابراهيم کے ايک دليل چهوڑ کر دوسري دليل اختيار کرنے کے معامله ميں پڑگيا تها -

يه بات معلوم کرنے کيليے که متاخرين کي پيدا کي هوي مشکلات سے متقدمين کس طرح محفوظ تهے ' امام ابن جرير طبري کي تفسير پر نظر ڈاليے جو محدثين کے صاف اور ساده طريق پر روايات جمع کر ديتے هيں - انهوں نے سرے سے يه فتنه انگيز لفظ " مناظره " استعمال هي نهيں کيا هے - وه " حاج ابراهيم في ربه " کا ترجمه " الذي خاصم ابراهيم في ربه " کرتے هيں ' جو في الحقيقت اس محل کيليے خود قرآن کا بتلايا هوا لفظ هے ' اور پهر سيدها سادها مطلب بيان کرکے خاموش هو جاتے هيں -

يه واضح رهے که همیں يہاں مناظره کے لغوي اطلاق سے اختلاف نهيں هے ' بلکه اصطلاحي اور وضعي اطلاق سے اختلاف هے - وضعي علوم کي اصطلاح ميں " مناظره " ايک خاص فن هے جسميں مباحثه کے اصول و آداب وضع کيے گيے هيں ' اور اس کا مقصود إسکات خصم هے - يعني جهگڑنے والے کو چپ کرا دينا - نه يه که اسکے شکوک دور کرديتا - نه صرف يه که انبياء کرام کا طريق بيان يه نهيں هوتا ' بلکه قرآن بتلاتا هے که کسي طالب حق کا بهي طريقه يه نهيں هونا چاهيے - کيونکه يه طلب حق اور علم حقيقت کي راه نهيں هے - " جدل " اور " خصومت " کي راه هے - اب غور کيجيے - يه کيسي مصيبت هے که جس طريق بحث و کلام کو قرآن مذموم ٹهراتا هے - اسي کو همارے مفسرين متفلسفين محمود و مطلوب قرار ديتے هيں ' اور قرآن کے تمام دلائل اور انبياء کرام کے تمام مکالمات و مخاطبات کو أسي شکل و صورت ميں آراسته کرنا چاهتے هيں ' اور پهر ذهن کي اس کجي اور فکر کے إس مرض کو علم و معرفت کي ايک ايسي عظمت سمجهتے هيں ' جيسے ابراهيم خليل عليه الصلوة و السلام کے منه سے نکلوا دينا ' انکي بزرگي کي بڑي هي دليل اور أنکے مرتبۂ نبوت و خلت کي بڑي هي خوبروئی هے !

اس سے بهي بڑهکر اعجب العجائب معامله يه هے که قرآن حکيم اس مقام پر جس حقيقت کا اعلان کر رها هے ' وه يهي هے که انبياء کرام کا طريق دعوت ' " هدايت " کا طريقه هوتا هے - " جدل " و " خصومت " کا نهيں هوتا - چنانچه حضرت خليل نے با وجود اسکے که ايک الد الخصام کج بحثي کرنے لگا تها ' سر رشتۂ هدايت هاتهه سے نه چهوڑا ' اور مجادلانه نزاع کي جگه طريق هدايت نے أسے اعتراف حق پر مجبور کر ديا - ليکن متکلمين هيں که عين اسي مقام کو مجادلانه انداز استدلال کی شکل دے رهے هيں ' اور بڑي کو کندنيوں اور کاه براوردنيوں کے بعد ثابت کر دينا چاهتے هيں که اصل حقيقت يه نهيں هے - بالکل اس سے ألٹي هے - يعني طريق ' طريق جدل اور مناظره هے - نه که ارشاد الى الحق اور هدايت الى المقصود !

تفسير کبير کا يه پورا مقام پڑه جاييے - معلوم هوتا هے ' حضرت خليل اور نمرود کا مکالمه منطقيوں کي ايک اچهي خاصي مجلس مناظره هے - ايک طرف نمرود بيٹها هے ' اور ايک پخته کار فلسفي کي طرح شفا اور اشارات کے تمام مباحث رٹ چکا هے - دوسري طرف حضرت ابراهيم هيں ' اور امام رازي اور قاضی عضد کے علم کلام کا ايک ايک لفظ نوک زبان رکهتے هيں - نمرود ايک سوال کرتا هے - يه أس کا جواب ديتے هيں - وه اِن کے جواب کا توڑ کرتا هے ' اور نئے مقدموں ميں ألجهانا چاهتا هے - يه ايک شاطر مناظر کي طرح فوراً پينترا بدلتے هيں ' اور أنهي مقدمات کے داؤ سے أسے گرا دينا چاهتے هيں - وه سبب اور واسطه کے طرف رخ کرتا هے - يه حرکت افلاک کا پيچ کس ديتے هيں - سبحان الله ! حضرت ابراهيم عليه السلام کي دعوت نبوت نه هوئي - مير زاهد اور سيالکوٹي کا مباحثه هوگيا ! حاشا و کلا که انبياء کرام جو تلاوت آيات اور تعليم کتاب و حکمت کے ليے آتے هيں ' يه مجادلانه انداز سخن اور مخاصمانه طريق مخاطبت رکهتے هوں - اگر ايک لمحه کے ليے بهي يه طريق تفسير تسليم کر ليا جاے تو ساتهه هي يه بهي تسليم کر لينا پڑيگا که دنيا کے سارے نبيوں اور رسولوں کی سب سے بڑي بڑائي يه تهي که وه منطقي اور متکلم هوں - ليکن اگر يهی معيار نبوت هے تو دنيا کا سب سے بڑا نبي ارسطو تها جس نے سب سے پہلے منطق کے اصول و قواعد سے دنيا کو آشنا کيا ' نه که ابراهيم خليل اور محمد بن عبد الله عليهما الصلوة و السلام ' جن کا لکهنے پڑهنے کے طريقے سے آشنا هونا بهي ثابت نهيں !

(٢) اب غور کيجيے - اس مکالمه کو " مناظره " قرار ديکر کس طرح انهوں نے اپنے آپکو مشکلات کے حواله کر ديا هے ؟ اگر يه " مناظره " هے ' اور حضرت ابراهيم کي بڑي فضيلت يهي هے که مناظرين کي طرح مخاطب کو سخن پروري ميں هرا ديں ' تو ضروري هے که مناظره کے جو اصول و آداب وضع کيے گئے هيں ' أنهيں کسي نه کسي طرح اس مکالمه پر منطبق کيا جاے - مصيبت يه هے وه منطبق نهيں هوتے - کيونکه سرے سے يه مناظره مصطلحۂ قوم تها هي نهيں - نتيجه يه هے که مشکلات کا کوئي تشفي بخش حل نظر نهيں آتا - فن مناظرۂ وضعيه کے لحاظ سے پهلي چيز فريقين کي حيثيت کا تعين هے - يعنے أن ميں سے کون مدعي هے کون منکر - کون مثبت هے ' کون منفي - پهر مستدل کے واجبات هيں ' اور

آثار عتیقه

علم الاثار مصر کا جدید ذخیره

فراعنۂ مصر کے عظیم هیکل

رعمسیس ثاني اور اُسکي لڑکي کا مجسمه ' جسکے محل میں
حضرت موسیٰ علیه السلام پیدا هوے تھے !

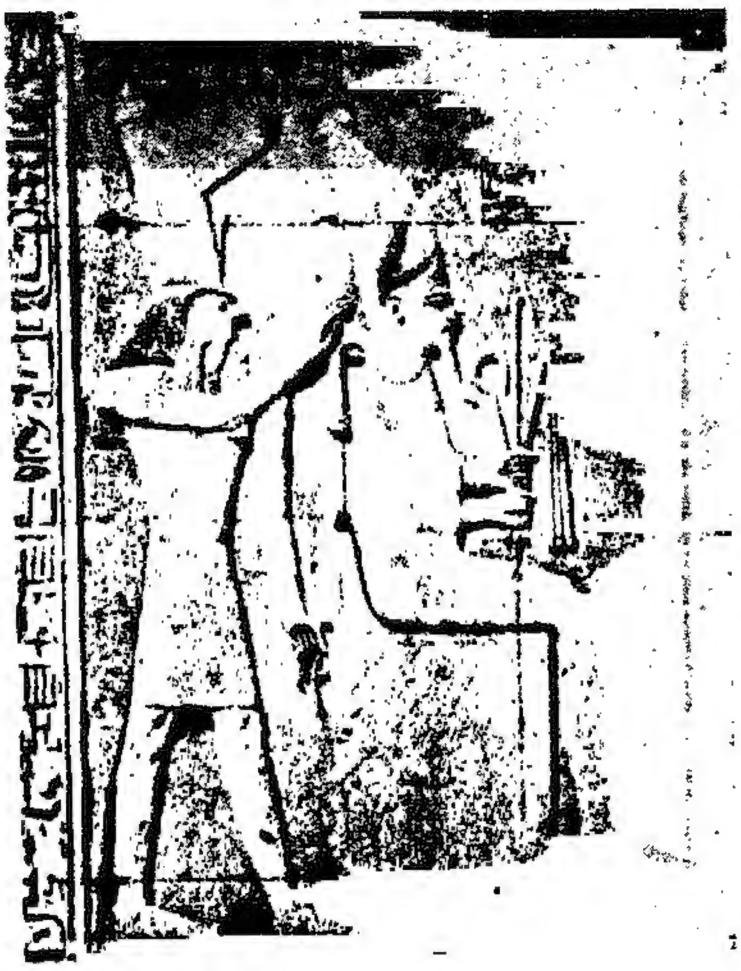

گذشته دس سال کے اندر علم الاثار مصر میں جدید انکشافات کا جو اضافه هوا هے ' وه نهایت قیمتي هے ' اور علماء آثار کا خیال هے ' اس سے مصري اثریات میں تحقیق و نظر کا ایک نیا دور شروع هوجایگا هے - وادي الملوک اور الاقصر کے دو مقبروں کا حال نهایت تفصیل کے ساتھه دنیا کے علم میں آچکا هے ' لیکن ان مقبروں کے علاوه اور بھي بے شمار نئي نئي چیزیں هیں جو تاریخ مصر کے بعض اهم زمانوں سے تعلق رکھتي هیں ' اور اسلیے علماء آثار اُن کے درس و مطالعه میں مشغول هیں -

آج هم قارئین الهلال کي دلچسپي کے لیے ان میں سے بعض اهم آثار کا مرقع شائع کرتے هیں -

سب سے پہلے آپ کي نظر دو چھوٹي چھوٹي تصویروں پر پڑیگي ' جن میں سے ایک پر منقش تصویریں هیں - دوسري میں ایک شکسته مجسمه نظر آ رها هے - پہلي تصویر ابیڈس مندر کي ایک دیوار کا مرقع هے جس میں فرعون " ستي " اول اپنے معبود کے سامنے کھڑا هے ' اور اُسے نذر پیش کر رها هے - مرقع میں فرعون کي صورت اور وضع اتني نزاکت اور خوبي کے ساتھه کنده کي گئي هے که مصر کے تمام حجري مرقعوں میں صرف چند تصویریں هي اس کا مقابله کرسکتي هیں - اس مرقع میں همارے سامنے چار هزار برس پہلے کا ایک انسان اپني اصلي صورت و وضع میں کھڑا هے !

دوسرا مرقع مصري دیوتا " ممنن " کا بت هے - اس کي نسبت یقین کیا جاتا تھا که هر روز طلوع آفتاب کے وقت اس میں سے الهي نغموں کے ترانے بلند هوتے تھے - اب یه بالکل ٹوٹي پھوٹي حالت میں برامد هوا هے - لیکن علم کي خوش قسمتي سے اس کے کتبے محفوظ هیں ' اور پوري طرح پڑھے جا سکتے هیں -

ان کے بعد آپ دو بڑي تصویریں اوپر تلے دیکھه رهے هیں - پہلي تصویر ابیڈیس مندر کي ایک دیوار پر کنده هے - اس میں مصریوں کے دو دیوتا دکھائے گئے هیں - هورس اور اوسائرس - هورس هر طرح کي اچھائیوں کا معبود تھا - اوسائرس سورج دیوتا تھا - مصري یقین کرتے تھے که سورج دیوتا کي بہن اور لڑکي " آئي سس " نے اپنے مقدس آنسوؤں کے چند قطرے ملا کر همیشه کیلیے دریاے نیل کو شیریں اور مقدس بنا دیا هے !

دوسرا مرقع ایک عظیم مجسمه کا نهایت قیمتي ٹکڑا هے جو الاقصر سے بر آمد هوا هے - نقوش کے پڑھنے سے معلوم هوتا هے که یه دراصل فرعون رعمسس دوم کا مجسمه تھا - تصویر میں صرف کمر سے لیکر پانوں تک کا حصه نمایاں هے - پاوں کے پیچھے ایک عورت کا چھوٹا سا مجسمه هے جو کھڑي هے - یه رعمسس کي لڑکي هے - رعمسس دوم وهي فرعون هے ' جس کے محل میں حضرت موسیٰ علیه السلام کي پیدایش هوئي تھي - خیال کیا جاتا هے که یهي لڑکي محل شاهي کي وه عورت هے ' جس نے دریا سے حضرت موسیٰ کو نکالا تھا !

اسکي شهادت ديتي هے - بنو اسرائيل نے جب فلسطين اور شام پر قبضه کيا تو جو قوميں وهاں آباد تهيں ' اُن کا بهي اپنے پادشاهوں کي نسبت ايسا هي خيال تها - خود قرآن اور تورات نے حضرت موسیٰ عليه السلام کي مصري زندگي کے جو واقعات بيان کيے هيں ' اُن کا تعلق بهي ايک پادشاه سے نهيں هے - دو پادشاهوں سے هے جو يکے بعد ديگرے تخت نشين هوئے تهے - ايک فرعون وه هے جس کے محل ميں حضرت موسیٰ پيدا هوئے - دوسرا وه هے جو اُن کا تعاقب کرتا هوا خليج سوئز ميں غرق هوا - اگر فرعون کے ادعاء الوهيت سے مقصود يه هوتا که وه کسي ايک انسان کا شخصي ادعا تها ' تو ظاهر هے ' بغير کسي امتياز کے دونوں کي نسبت ايک هي طرح کي ادعائي ذهنيت قرآن کيوں ظاهر کرتا ؟ دراصل قرآن نے اسي ليے اُن کے ناموں کي جگه اُن کا عام لقب " فرعون " استعمال کيا - کيوں که کسي ايک پادشاه کا تمرد و طغيان دکهلانا مقصود نهيں تها - تمام فراعنه کا طغيان دکهلانا مقصود تها -

بهر حال قرآن حکيم نے اِن دونوں پادشاهوں کا ذکر اس ليے کيا هے که انساني گمراهي کي ايک خاص حالت کا نمونه دکهلا دے - اس نوع کي گمراهي کے ليے يه کامل قسم کے نمونے تهے - اس ليے انهي کو بطور مثال کے چن ليا گيا -

باقي رهے فرعونوں کے وه متکبرانه اور مدعيانه اقوال جو قرآن حکيم نے نقل کيے هيں ' تو اُن ميں ايک جمله بهي ايسا نهيں هے جس کا مطلب يه هو که وه اپنے آپ کو خدا بمعني صانع کائنات سمجهتے تهے - چونکه مفسرين نے يهي مطلب ٹهرا ليا تها ' اس ليے ان کي نظر آيات کے صاف صاف مطلب کے طرف نهيں گئي - دوسري واديوں ميں پهنچ گئے - ليکن يه محل تفصيل کا نهيں هے -

ثالثاً ' آيت زير تدبر ميں جس پادشاه کا ذکر کيا گيا هے ' اُس کي شخصيت بهي صحيح طور پر متعين نهيں کي گئي - عام طور پر مشهور هے که وه نمرود تها - ليکن بابل اور نينوا کے آثار قديمه سے جس قدر معلومات فراهم هوچکي هيں ' اُن سے اس خيال کي تصديق نهيں هوتي - " نمرود " سے مقصود وه پادشاه هے ' جس کے خاندان نے سب سے پهلے بابل پر حکمراني کي تهي - اس خاندان کا سب سے زياده مشهور شخص " اُور " پنجم تها جس کے سوانح حيات کي منقش اينٹيں جرمن وفد کي کوششوں سے سنه ۱۹۰۴ع ميں برامد هوئي هيں - اِن اينٹوں کي عبارت سے جو خط مسماري ميں کنده هيں ' معلوم هوتا هے که نمرود اور اُسکے خاندان کا زمانه دو هزار سات سو برس قبل مسيح تها - اگر تورات کے سنين تسليم کرليے جائيں ' تو حضرت ابراهيم عليه السلام کا زمانه دو هزار تين سو برس قبل مسيح کا زمانه هے - ظاهر هے که اِس حساب سے حضرت ابراهيم کا ظهور نمرود سے کئي سو برس بعد هوا هے - اُن کے زمانه ميں نه صرف نمرود کي ' بلکه اُس کے خاندان کي بهي حکومت باقي نهيں رهي تهي -

خاندان نمرود کے دو سو برس بعد بابل ميں ايک نيا سلسلهٔ شاهي قائم هوا جسے " ايلامي " خاندان سے تعبير کيا جاتا هے - اس خاندان کا ايک پادشاه دو هزار تين سو برس قبل مسيح بابل ميں حکمراں تها جس کا نام " کادرلا اومر " تها - غالباً يهي بادشاه حضرت ابراهيم کا معاصر تها ' اور اسي سے اُن کا يه مکالمه هوا هے - بابل کے آثار ميں اس پادشاه کي تصويريں اور بعض فرامين کي اينٹيں بهي ملي هيں - اِن کتبوں سے معلوم هوتا هے که وه نهايت خود سر اور جبار تها - اُس کي نسبت يقين کيا جاتا تها که آسماني ديوتاؤں کا قهر و جبروت اُس کے اندر مجسم هوگيا هے -

يه اوصاف ٹهيک ٹهيک اُس متکبرانه انداز سخن کے مطابق هيں ' جو اس مکالمه سے ظاهر هوتا هے -

ايسا معلوم هوتا هے که جس طرح عربوں ميں شاهان روم ' قيصر ' شاهان ايران کسریٰ ' اور شاهان مصر فرعون کهے جاتے تهے ' اسي طرح بابل کے پادشاهوں کے ليے " نمرود " کا لفظ بطور لقب کے مشهور هوگيا تها - يه تلقب بے اصل بهي نه تها ' کيونکه جس طرح روم ميں سيزر اور ايران ميں خسرو پادشاهوں کا نام رهچکا تها ' اُسي طرح بابل کے پهلے فرمانروا کا نام نمرود تها - پس ابتدا ميں جب لوگوں نے يه کها هوگا که مکالمه نمرود سے هوا ' تو اُن کا مقصد يه هوگا که بابل کے ايک پادشاه سے هوا - يه مطلب نه هوگا که نمرود نامي انسان سے هوا تها -

رابعاً ' يوناني مورخوں کے بيانات اور علم الآثار کي تحقيقات سے معلوم هوتا هے که اهل بابل کواکب پرست تهے - اسي کواکب پرستي نے اُنهيں علم هئيت کے علمي مباديات سے آشنا کيا تها - اُن کا اعتقاد تها که اجرام سماويه کائنات کي ايسي ملکوتي هستياں هيں ' جنهيں تدبير و تصرف عالم کي تمام قوتيں حاصل هيں - دنيا ميں جو کچهه هوتا هے ' اُنهي کے عمل و تصرف سے هوتا هے - اِن ميں سات ستارے بڑے ديوتا هيں ' اور سورج ان سب ميں بڑا هے - آج کل علم نجوم کے نام سے جو خرافات دنيا ميں پهيلے هوئے هيں ' يه هندوستان اور بابل هي کي کواکب پرستي کا بقايا هيں - اپنے پادشاهوں کي نسبت اُن کا بهي وهي اعتقاد تها ' جو اُس عهد کي تمام قوموں کا رهچکا هے - يعني وه سورج ديوتا کے زنده مظهر سمجهے جاتے تهے - ان کي تقديس بهي اُسي طرح کي جاتي تهي ' جيسي تمام ديوتاؤں کي کي جاتي تهي -

(۳) مکالمه کے آخر ميں هے : " فبهت الذي کفر " يعني جب حضرت ابراهيم نے دوسري دليل پيش کي تو مجادل کچهه نه کهه سکا - هکا بکا هوکر رهگيا - مفسرين نے اس مکالمه کو منطقي مناظره بنا ديا تها - مناظره اور جدل کا ما حصل يه هے که مخاطب کو لا جواب کر ديا جائے - اس ليے انهوں نے " فبهت الذي کفر " کا مطلب يه قرار ديا که حضرت ابراهيم کي دوسري دليل کے جواب ميں وه کوئي بات نه بنا سکا - اس ليے مبهوت هو کر رهگيا - اس ميں کوئي شبه نهيں که حضرت ابراهيم کي بات کا وه کوئي جواب نهيں دے سکا تها - اور شوخ چشمي اور کج بحثي کي جگه اُس پر حيرانگي کي حالت طاري هوگئي تهي ' ليکن يه حيراني محض اس بات کا نتيجه نه تهي که وه سخن پروري ميں لا جواب هو گيا تها - کيونکه ابهي تفصيل کے ساتهه آپ سن چکے هيں که انبياء کرام کي مخاطبت بات ميں لا جواب کر دينے کے ليے نهيں هوتي - يقين و ايمان کے ليے هوتي هے - پس اُس کے مبهوت هو جانے کا سبب يه تها که حضرت ابراهيم کي دوسري بات اُس کے دل ميں اُتر گئي - پهلي بات پر تو اُس نے مجادلانه کج بحثي کرکے جواب ديديا تها - کيونکه اپنے جهل و ضلالت کي وجه سے اُسکي حقيقت سمجهه نه سکا تها - ليکن دوسري بات اُسکي فکري اور اعتقادي استعداد کے مطابق کچهه ايسي دل کو لگتي هوئي تهي ' که سنتے هي متاثر هو گيا ' اور تير نشانه پر لگ گيا - نتيجه يه نکلا که مبهوت هو کر رهگيا - يعني وه سچائي جسے اپني کور چشمي کي وجه سے ابتک نهيں ديکهه سکا تها ' اب يکايک اُس کے سامنے چمک اُٹهي ' اور با وجود کمال تمرد اور ضلالت کے اُس ميں جهٹلانے اور شوخ چشمي سے کج بحثي کرنے کي جرأت باقي نه رهي !

علم اور مسیحی کلیسا

کتاب پیدائش اور تخلیق کائنات

برمنگھم کے بشپ کا کفر اور زندقه !

تھوڑا عرصه گزرا ھے ' لندن سے ریوٹر ایجنسي نے یه خبر تمام دنیا میں مشھور کردي تھي که برمنگھم کے لارڈ بشپ نے ویسٹ منسٹر میں تقریر کرتے ھوئے ایسے خیالات کا اظھار کیا ھے ' جس نے یورپ کے تمام کلیسائي حلقوں میں ھلچل ڈالدي ھے - اُس نے صاف صاف لفظوں میں اعتراف کرلیا ھے که پیدائش کائنات کا قدیم مسیحي اعتقاد (یعنی توراۃ کي کتاب پیدائش کا بیان) قابل ترمیم ھے ' اور اب وقت آگیا ھے که ھم علمي تحقیقات کي مخالفت کرنے یا غلط مذھبي تاویلوں کے ذریعه تطبیق دینے کي ناکام کوششوں سے باز آجائیں - یعني تسلیم کرلیں که توراۃ کي کتاب پیدائش کا بیان ایک کہاني سے زیادہ نہیں ھے !

اس کے بعد ایک دوسرے واقعه کي خبر مشتھر ھوئي - یہي بشپ جب سینٹ پال چرچ میں وعظ کررھا تھا تو اچانک ایک واقعه نے تمام مجلس میں اضطراب پھیلا دیا - ایک طرف سے تیز صدا اٹھي "یه بدعت و زندقه کا معلم ھے " لوگوں نے جب اُس طرف نظر اٹھائي ' تو معلوم ھوا ' پادري کینن ویبسٹر غیظ و غضب کي شدت سے بے قابو ھوکر کھڑا ھوگیا ھے ' اور واعظ کے کفر و زندقه کا اعلان کر رھا ھے - اس پر غضب طریقه سے مجلس کو اپني طرف متوجه کرکے اُس نے بشپ پر لعن و طعن کي بوچھاڑ شروع کردي ' اور پھر یه کہکر که " ایسے زندیق کا وعظ سننا جائز نہیں " اپني جماعت کے ساتھه گرجے سے رخصت ھوگیا !

اب انگلستان کے اخبارات و رسائل میں اس معامله کي تمام تفصیلات آگئي ھیں - در اصل یه معامله بھي اُسي سلسلۂ بحث کي ایک کڑي ھے جو سر آرتھر کیتھه کي تقریر (مندرجۂ الھلال) سے تمام یورپ اور امریکه میں چھڑ گیا ھے - بشپ اف برمنگھم کا نام ڈاکٹر بارنس ھے - اُس نے اسي تقریر کا حواله دیکر اپنے خیالات ظاھر کیے تھے - معامله کا اھم اور دلچسپ پہلو یه ھے که یه اعتراف برطاني کلیسا کے ایک بہت بڑے ذمه دار شخص کي زبان سے ھوا ھے - اُس نے بڑي دلیري کے ساتھه وہ خیال علانیه ظاھر کردیا ' جو آج ھزاروں لاکھوں عیسائیوں کے دلوں پر ثبت ھے !

یقیناً قارئین الھلال خواھشمند ھونگے که بشپ کي تقریر سے واقفیت حاصل کریں - ھم اختصار کے ساتھه اُس کا خلاصه درج کردیتے ھیں -

پادري کینن ویبسٹر بشپ کے زندقه کا اعلان کرکے
سینٹ پال سے واپس جا رھا ھے !

بشپ نے تقریر کرتے ھوئے کہا :

" اِس عہد کے انسانوں سے میں کیا کہوں ؟ کیا یه کہوں که قدیم عقیدہ ھي پر اُستوار رھو ؟ ھرگز نہیں - میں اُن سے جو کچھه کہه سکتا ھوں ' وہ اِس کے سوا کچھه نہیں ھے که حق کي تلاش کرو - خوش ھو ' کیونکه تم ایک ایسي صدي کي مخلوق ھو ' جو اپني علمي ترقیوں کي وجه سے تاریخ کي سب سے زیادہ عظیم الشان صدي ھے - میں اُن سے کہتا ھوں ' جدید انکشافات کا خیر مقدم بجا لاؤ - علماء عصر کي تعظیم کرو - لیکن ساتھه ھي یه بھي یاد رکھو که اِس تمام علمي ترقي کے پیچھے ھم برابر ایک کثیف پردہ پڑا دیکھتے ھیں - یه پردہ ' زندگي کے تمام بنیادي مسائل کو اپنے اندر چھپائے ھوئے ھے ' اور ھماري نظروں کو اُن کي حقیقت معلوم کرنے سے روک رھا ھے - تم پر فرض ھے که اِن مسائل سے قریب تر ھو - تمھارا قلب ایمان سے لبریز ھو جائے - تمھاري رھبر ' عقل ھو ' نه که خوش اعتقادي - اگر تم ایسا کروگے ' تو تمھارا ایمان اُن دونوں جماعتوں سے مختلف ھوگا جن میں سے ایک نے مغرورانه انکار کي اور دوسري نے جاھلانه خوش اعتقادي کي غلطي کي ھے ! "

" سر آرتھر کیتھه کے خطبه کے بارے میں ھمیں کیا کرنا چاھیے ؟ مذھب نشوء و ارتقاء کے مقابله میں ھمارا مسلک کیا ھونا چاھیے ؟ کیا ھم حقیقت کو جدل کے موٹے پردوں میں چھپا دیں ؟ میں تم سے آج یه کہنا چاھتا ھوں که تم اِس روشن زمانے کي مخلوق ھو کر حقائق سے تجاھل نہیں برت سکتے ! "

" کیا ھمارے لیے یه جائز ھے که لوگوں کي عقلوں میں شک پیدا کردیں ' حالانکه یہاں شک کا کوئي موقعه ھي نہیں ؟ کیا یه مناسب ھے که مسیحي عقائد کي تاریخ محض اس لیے بدل دي جائے که ڈارون کا مذھب نیا نہیں ھے ' پرانا مذھب ھے ؟ یا یه مناسب ھے که جدید حقائق تسلیم کرتے ھوے حقیقت کا صاف صاف اعتراف کرلیں ' اور تسلیم کرلیں که مسیحي عقائد کي بعض تقلیدي آراء قابل تبدیل ھیں ؟ "

" میرے خیال میں آخري تجویز بہتر اور مناسب ھے - آؤ ' ھم بے خوف و خطر حقائق کا ویسا ھي خیر مقدم کریں ' جیسا که وہ علمي حلقوں میں اپنا خیر مقدم دیکھه رھے ھیں - تمام اھل علم متفق ھیں که انسان نے بندر کي ایک قسم سے ترقي کي ھے ممکن ھے ' انسان کي یه ترقي دس لاکھه برس پہلے شروع ھوئي ھو - تمام حیواني اصلوں نے مختلف سمتوں میں ترقي کي ھے ' لیکن انسان کي حقیقي ترقي اُس کے دماغ اور فکري مرکزوں میں واقع ھوئي ھے - اسي لیے وہ اپنے ھم جنس حیوانوں پر بازي لیگیا - بندر کي دوسري قسموں نے اور قسم کي ترقي کي - چنانچه

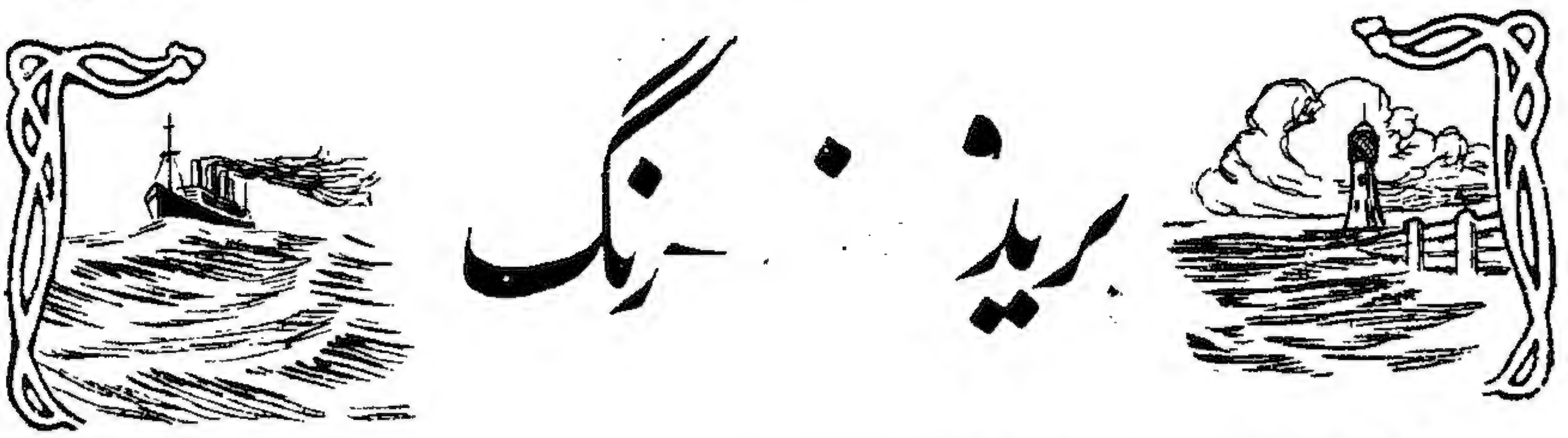

برید فرنگ

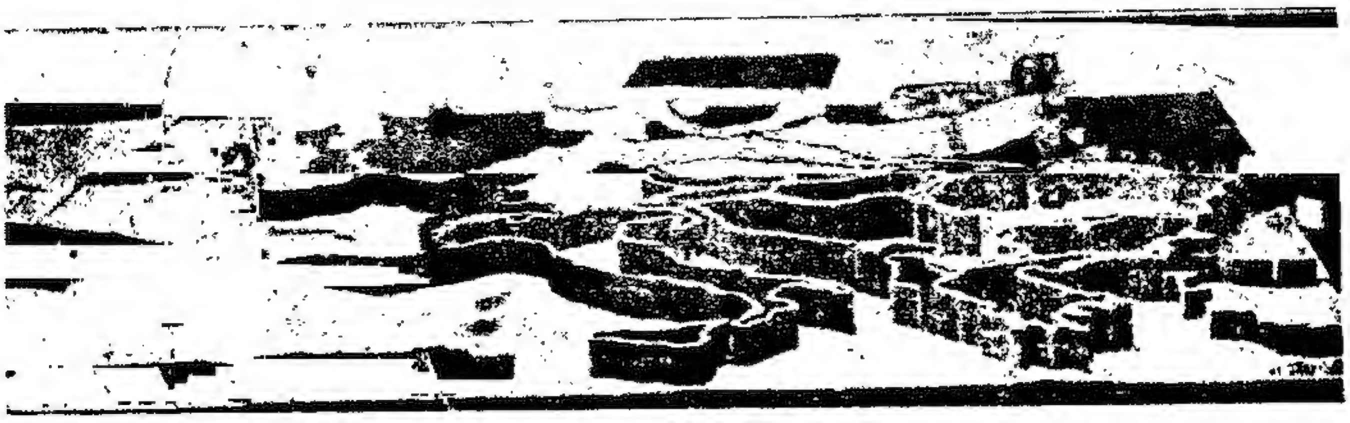

يورپ كا ايك نيا نقشه

تجارت كي حفاظت اور آزادي كا حصار

مطالب كے بيان و تفهيم كا ايك موثر ذريعه

بحث طلب مطالب پر تقرير كرتے هوئے مقرر اور مدرس عموماً شمار و اعداد كي جدولوں يا تناسب كے رنگوں اور نقشوں سے كام ليا كرتے تھے - پھر ميجك لينٹرن استعمال كيا جانے لگا - ايسے مطالب جن كے فهم ميں تصاوير كا معائنه مدد ديتا تھا ' فانوس كي تصويروں كے ذريعه ذهن نشين كيے جاتے تھے - حال ميں سينما كي ايجاد نے بھي ايك زياده موثر اور اصليت نما ذريعه بهم پهنچا ديا هے - امريكه ميں بحث و تقرير كے بے شمار كام ' سينما كا اُسي طرح استعمال كرتے هيں ' جس طرح عام طور پر ميجك لنٹرن استعمال كيا جاتا هے -

ليكن جو طريقه حال ميں سر آرتھر كلاير ماريسن نے مجلس اقوام كے سامنے تقرير كرتے هوئے تمثيل مطالب كے ليے اختيار كيا تھا ' وه ان تمام طريقوں سے جدا گانه قسم كا هے ' اور چونكه نهايت آسان اور ساده قسم كا هے ' اس ليے نهايت درجه پسند كيا گيا هے - اُن كي تقرير كا موضوع يه تھا كه تجارت كي آزادي اور بندش كے لحاظ سے اِس وقت يورپ كي مختلف قوموں كا حال كيا هے ؟ اور كس طرح يهي چيز آينده ايك بين الاقوامي جنگ كا دروازه كھول دينے والي هے ؟ اس حقيقت كي وضاحت كے ليے انهوں نے يورپ كا ايك نقشه اس طرح كا طيار كرايا ' كه سرحد كے خطوط كي جگه حصار كي ديواريں كھڑي كر دي گئيں ' اور تمام يورپ ٹيڑھي سيدھي چار ديواريوں كا مجموعه بن گيا - نقشه كے بننے كے بعد جب اُس پر نظر ڈالي گئي ' تو معلوم هوا ' جو حقيقت ايك بهت بڑي كتاب لكھكر بھي واضح نهيں كي جاسكتي تھي ' اب وه صرف اس نقشه پر ايك نگاه ڈال لينے سے سامنے آجاتي هے - جنيوا كے پچھلے اجلاس كے موقعه پر يه نقشه حاضرين كے معائنه كے ليے ايك نماياں موقعه پر ركھديا گيا تھا -

اِس نقشه كا عكس آپكے سامنے هے - اگر يورپ كا نقشه آپكے كمرے ميں آويزاں هے ' تو پہلے اُس پر ايك نظر ڈال ليجيے - پھر اِسے ديكھيے - يه ٹھيك وهي نقشه هے - فرق صرف اسقدر هے كه اُس ميں حدود كي وضاحت كيليے لكيريں كھينچ دي گئي هيں - اِس ميں لكيروں كي جگه ديواريں كھڑي هيں - يه ديواريں كيا هيں ؟ تجارت كي حفاظت كي ديواريں هيں جنهوں نے هر قوم كو دوسري قوم كا دائمي رقيب بنا ديا هے - فوجي اور ملكي حفاظت كے اعتبار سے بھي ديكھا جائے ' تو يهي ديواريں متقابل دشمنوں اور حريفوں كو ايك دوسرے كے كچل ڈالنے سے روك رهي هيں - يه ديواريں كب تك قائم رهينگي ؟ سر آرتھر كهتے هيں " انهيں توڑ دو " ليكن اگر انسان اِسكے ليے آماده نه هوا ' تو عجب نهيں ' قدرت كي خانه بر اندازياں خود هي انهيں توڑ كر تمام يورپ كو ايك كھلي زمين كي شكل ميں منقلب كر ديں !

خريداران الهـلال

توجـه فـرمائيں

جن جن حضرات سے چھه ماه كي قيمت وصول هوئي تھي ' اُن كا حساب الهـلال نمبر (۲۴) پر ختم هو جايگا - يعنے آئينده نمبر سے بعد كے نمبر پر - اگر وه آئينده بھي الهـلال كا مطالعه جاري ركھنا چاهتے هيں ' تو دفتـر نهايت شكر گزار هوگا اگر وي - پي كي درخواست كي جگه وه بذريعه مني آرڈر قيمت روانه كر ديں - وي - پي كي رقم وصول هونے ميں بهت تاخير هوتي هے ' اور اسليے پرچه كے مسلسل اجراء ميں خلل واقع هو جاتا هے - اگر وه ايك هفته كے اندر قيمت بذريعه مني آرڈر بھيج ديں تو رجسٹر ميں نمبر ۲۴ كے بعد سے اُنكي جديد خريداري كا اندراج هو جائے ' اور پرچه كي ترسيل بغير كسي انقطاع كے جاري رهے -

يه كهنا ضروري نهيں كه نئي شش ماهي جلد سے الهلال كا نيا دور حيات شروع هوگا ' اور وه اس حالت سے بالكل مختلف هوگا ' جس حالت ميں اس وقت تك نكلتا رها هے -

منيجر

تاریخ و عبر

تاریخ جنگ صلیبی کا ایک صفحہ

عربوں کے آتش بار اسلحہ

لوئی نہم کے مؤرخ کا چشم دید بیان

صلیبی جنگوں میں سب سے بڑی جنگ ساتویں جنگ تھی۔ یہ معلوم ہو کہ ان جنگوں میں مصر پیش پیش تھا، بلکہ اُسی پر پورا بار تھا۔ لہذا صلیبی مجاہدوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے خود مصر پر حملہ کردینا چاہیے۔ چنانچہ لوئی نہم شاہ فرانس کی زیر قیادت ایک عظیم فوج یورپ سے روانہ ہوئی اور ساحل "دمیاطہ" پر اُتار دی گئی جہاں دریائے نیل سمندر میں گرتا ہو۔

اس جنگ کی ایک مستند تاریخ انوکل کی یادداشتوں میں ملتی ہو۔ یہ شخص لوئی نہم کا مصاحب اور اُس کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ دمیاط کی جنگ میں یہ ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا۔ اُس کے بیانات چشم دید ہیں۔ بادشاہ کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے لوئی دہم کا بھی مصاحب تھا۔ اُسنے بیوہ ملکہ کے حکم سے یہ کتاب لکھی تھی جیسا کہ دیباچہ میں ظاہر کیا ہو۔

یہ کتاب اُس عہد کی تاریخ کے لئے ایک نہایت قیمتی دستاویز ہو۔ تاریخ کی خوش قسمتی سے یہ ضائع نہیں ہوئی، اور شاہی کتبخانہ میں محفوظ رہی۔

انوکل کے بیان میں سب سے اہم واقعہ، مصری فوجوں کی جنگی استعداد اور آتشی مادوں کی صلیبیوں پر بارش ہو۔ ان آتشی مادوں کو مؤرخ "یونانی آگ" سے تعبیر کرتا ہو۔ اس تعبیر کی بنیاد یہ ہو کہ یہ آگ فی الحقیقت یونانیوں ہی کی ایجاد ہو۔ قسطنطنیہ کی بیزنطینی سلطنت سب سے پہلے اس سے واقف ہوئی، اور صدیوں تک بطور ایک راز کے محفوظ رکھا۔ یہی وہ بے پناہ اسلحہ تھا جس کے ذریعہ اُسنے سنہ [illegible] اور سنہ [illegible] میں عربوں کو شکست دی تھی جنھوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا تھا۔

بیزنطینیوں کو اس آتشی مادے کا پتہ قسطنطین چہارم کے عہد میں لگا۔ یعنی ساتویں صدی عیسوی میں، اور تقریباً ۴۰۰ برس تک تنہا وہی استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گیارہویں صدی کے اواخر میں عربوں نے کسی ذریعہ سے اس کی حقیقت معلوم کرلی اور اپنی جنگوں میں استعمال کرنے لگے۔ جس طرح اس آگ نے بیزنطینیوں کے ہاتھ میں عربوں کو نقصان پہنچایا تھا، اُسی طرح عربوں کے ہاتھ میں صلیبیوں کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ عربوں نے اس اسلحہ کو قدیم یونانی طریقہ سے زیادہ مکمل اور دور رس بنادیا تھا۔

سنہ ۱۲۴۹ع (سنہ ۶۴۷ھ) میں صلیبی، دمیاط کی سرزمین پر اُترے۔ یہ زمانہ، ملک صالح بن کامل کی حکومت کا تھا۔ بادشاہ اُسوقت بیمار تھا۔ لوئی نہم نے اُسے سخت تہدید آمیز خط لکھا، اور مسیحی قوموں کے نام پر مطالبہ کیا کہ مصر اُس کے حوالہ کردے۔ مصری بادشاہ نے قاضی بہاء الدین زہیر سے جواب لکھوایا۔ یہ تاریخی جواب تاریخ کے صفحات میں اب تک محفوظ ہو!

ملک صالح کی بیماری کی وجہ سے دمیاط کی مدافعت نہیں کیجا سکی اور صلیبیوں نے اُسپر قبضہ کرلیا۔ اسلامی لشکر مقام منصورہ میں جمع ہوا، اور بادشاہ کی وفات کے بعد ہی حملہ شروع کردیا۔ اس حملہ میں سب سے زیادہ خوفناک حربہ "یونانی آگ" تھی جس کی ہولناکی کا حال ہم اس مؤرخ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

وہ لکھتا ہو:

"ایک رات جبکہ ہم اپنے برجوں کی حفاظت میں سرگرم تھے مسلمان میدان جنگ میں ایک ایسا آلہ لائے، جسے اب تک اُنھوں نے استعمال نہیں کیا تھا۔ پھر اس آلہ کے ذریعہ یونانی آگ برسانا شروع کردیا۔ آقائے نامدار والٹر دو کیرنی نے، جو میرے قریب ہی کھڑے تھے، یہ دیکھ کر کہا:

"بھائیو! اسوقت ہم ایک ایسے خطرے کے سامنے ہیں، جیسا کبھی پیش نہیں آیا۔ اگر مسلمان ہمارے برجوں میں آگ لگا دینگے تو بڑی ہی مشکل پیش آئیگی۔ اگر ہم یہاں [illegible] رہینگے تو جل کر خاک سیاہ ہوجائیں گے۔ اگر ہٹ جائیں گے تو قلعے دشمن کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے اور بادشاہ تک ہماری ذلت و رسوائی ہوجائے گی۔ لہذا اب ہمیں اسکے سوا چارہ کار نہیں کہ اپنے مہربان خدا کو پکاریں اور اُس سے عزت و سلامتی کی دعائیں کریں۔ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہو"

چنانچہ [illegible] اس دانشمندانہ رائے پر عمل [illegible] پہلی بارش ہوئی اور برج میں [illegible] ہم نے خدا کے حضور سجدہ کیا اور [illegible] زاری کرنے لگے۔ [illegible] کھڑے تھے، اور بڑی مستعدی سے اپنا کام کر رہے تھے۔

یونانی آگ کی [illegible] سیدھی نکلتی ہو۔ جیسے تیر [illegible] کی طرح [illegible] اس کے پیچھے ہوتی ہو۔ اُس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح [illegible] ہوتی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہو۔ جیسے کوئی [illegible] اڑتا چلا آتا ہو۔ روشنی اتنی تیز ہوتی ہو کہ رات کی تاریکی میں دن نکل آتا ہو۔ مسلمانوں نے پھر یہ آگ اُس رات تین مرتبہ بڑے بڑے آلوں سے پھینکی اور چار مرتبہ چھوٹے آلوں سے۔

ہمارا مقدس بادشاہ جب سنتا کہ یونانی آگ آرہی ہو تو اپنے فرش سے اُتر کر زمین پر کھڑا ہوجاتا اور ہمارے نجات دہندہ خداوند مسیح کی طرف ہاتھ اُٹھا کر چلاتا "اے آقا! معبود عظیم! اپنے خادموں کو بچالے!" مجھے یقین ہو کہ بادشاہ کی دعاؤں سے ہمیں بہت فائدہ پہونچا۔ جب جب آگ آکر گرتی تھی، یہ مقدس بادشاہ فوراً آدمی بھیجکر معلوم کرتا تھا کہ آگ نے کیا کیا اور ہماری حالت کیا ہو؟

ایک رات ایسا ہوا کہ آگ اُس برج کے قریب آگری جس کی حفاظت ایک افسر دی کورتنی نامی کے ذمہ تھی۔ فوراً ایک سوار دوڑ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا "اگر آپ فوراً مدد پر نہیں آئیں گے تو ہم سب جل کر راکھ ہوجائینگے۔ کیونکہ مسلمانوں نے بہت بڑی مقدار میں آگ پھینکنا شروع کردی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ہوا میں آگ کا دریا ہم پر اُمڈا چلا آتا ہو!"

میں دوڑ کر گیا۔ واقعی سوار کا بیان بالکل درست تھا۔ ہم نے فوراً آگ بجھادی۔ لیکن ابھی ہم فارغ ہی ہوئے تھے کہ مسلمانوں نے پھر بڑی شدت سے آتش باری شروع کردی۔

بادشاہ کے بھائی، دن کے وقت برجوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ وہ برجوں پر چڑھ گئے تاکہ مسلمانوں پر تیر برسائیں۔ بادشاہ نے یہی طے کیا تھا کہ رات کو برجوں کی حفاظت ہم لوگ کریں اور دن کو شاہ سسلی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ شاہ سسلی پہرے پر تھا۔ اچانک مسلمانوں نے اپنی منجنیقوں سے بہت سخت حملہ کردیا اور تمام برج تقریباً توڑ ڈالے۔ اُنھوں نے یہی نہیں کیا، بلکہ دن دوپہر کو یونانی آگ کے آلے بھی نصب کردیئے۔ حالانکہ اب سے پہلے ہمیشہ رات ہی کو اُن سے کام لیتے تھے۔ اب آگ برسنے لگی۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ پل کے قریب بھی منجنیقیں لگادیں۔ پل، مزدور بنا رہے تھے۔ اب یہ حالت ہوگئی کہ کوئی آدمی نہ پل کے قریب جاسکتا تھا، نہ برجوں کے قریب پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف بہت بڑے بڑے پتھر برس رہے تھے۔ دوسری طرف آگ کا طوفان برپا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برج جل گئے۔ شاہ سسلی غصہ سے کانپنے لگا۔ آگ بجھانے کے لئے وہ خود آگ کے اندر کودنا چاہتا تھا مگر اُسے پکڑ لیا گیا!

بادشاہ نے جب یہ حالت دیکھی، تو تمام سرداروں سے درخواست کی کہ تھوڑی تھوڑی لکڑی اپنے اپنے جہازوں سے منگادیں [illegible] ایک نیا برج طیار کیا جائے، اور نہر کو عبور کیا جاسکے۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ برج اُسوقت چلایا جائے جب شاہ سسلی کی باری ہو، تاکہ پہلی شکست کا غم اُس سے دور ہوجائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ [illegible] برج اُس مقام پر پہنچایا گیا جہاں دوسرے برج جل گئے تھے۔

مسلمانوں نے یہ دیکھ کر اپنی ۱۶ منجنیقیں نصب کردیں، اور بیک وقت سب کے دہانے کھول دیئے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ ہمارے آدمی خوف زدہ ہوگئے ہیں تو فوراً یونانی آگ برسانا شروع کردی، اور نیا برج بھی جل کر راکھ ہوگیا!!"

اسی مؤرخ نے [illegible] تفصیل کو دوسرے [illegible] بھی [illegible] یونانی آگ [illegible] مطابق [illegible] بادشاہ کا خیمہ بھی جلا ڈالا تھا!

مشرق میں بیزنطینیوں کے بعد سب سے پہلے [illegible] مسلمانوں نے یہ آگ استعمال کی۔ پھر دوسری اسلامی [illegible] نے بھی اسے معلوم کرلیا۔ چنانچہ [illegible] [illegible] اس میں بھی سلطان [illegible] اور چودھویں صدی کی جنگوں میں برابر مشہور رہی۔

بتدریج شمپانزی ' گوریلا ' اورانگ ' اور اوتان کی قسموں نے ظہور کیا - یہ تمام بندر انسان کے قریبی عم زاد ھیں - علماء اِس ترقی کی جزئیات میں کتنا ھی مختلف ھوں ' لیکن کوئی دو مستند عالـم بھی اِس معاملہ میں اختلاف نہیں رکھتے کہ انسان نے بندر ھی سے ترقی کی ھے - اور یہ ' کہ یہ ترقی ایک مسلم و ثابت حقیقت ھے - ڈارون کا مذھب پچاس برس سے موجود ھے اور پوری طرح صحیح ثابت ھو چکا ھے ... "

" علم الحیات کے مباحث سے ثابت ھو چکا ھے کہ شر اور برائی کا میلان انسان کی طبیعت میں فطری ھے ' اور یہ اُس نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پایا ھے - یہ بالکل یقینی ھے کہ انسان ' ایک حیوان ھی ھو ' اور اپنے اعضاء اور روح میں بتدریج ترقی کر کے خالص حیوانیت سے اِس درجہ تک پہنچ گیا ھو - وہ کوئی دیوتا نہ تھا ' جو طہارت و تقوی کے لباس میں ملبوس ' آسمان سے زمین پر اتر پڑا ھو - انسان کی روحی ترقی ھی نے اُسے باقی تمام حیوانات سے ممتاز کر دیا ھے "

" ھمیں ھمیشہ حق کی جستجو میں لگے رھنا چاھیے - جب کبھی کسی حقیقت پر سے پردہ اٹھے ' تو قدیم سے قدیم تقلیدی خیال کے بھی ترک کر دینے میں ھمارے اندر کوئی پس و پیش نہیں ھونا چاھیے ' اور نہ اس تبدیلی پر کسی طرح کا رنج محسوس کرنا چاھیے "

جب کبھی کوئی حقیقت ظاھر ھوتی ھے ' تو ایک خاص قسم کے لوگ چلا اٹھتے ھیں : " ایمان خطرے میں پڑ گیا ھے ! "

" لیکن میرا تاریخی مطالعہ مجھے بتاتا ھے کہ ایمان صرف اُس وقت خطرے میں ھوتا ھے ' جب عقل قید کر دی جاتی ھے ' اور دماغ پر مہر لگا دی جاتی ھے - بعض لوگ کہتے ھیں " ھمیں مسیحی حقائق کو اُسی طرح محفوظ رکھنا چاھیے ' جس طرح ھمارے عقائد چلے آتے ھیں " لیکن میں من گھڑت حقائق کے وجود سے اپنی لا علمی کا صریح اعلان کرتا ھوں - بعض لوگ کہتے ھیں " جدید خیالات کفر و الحاد ھیں " لیکن میں کہتا ھوں " آج کا کفر ممکن ھے ' کل کا ایک راسخ دینی عقیدہ بن جائے ! "

" تمام وہ مسیحی جو تقلیدی بندشوں سے آزاد ھیں ' [illegible] عیں نہ مذھب نشو و ارتقاء اور حقیقی مسیحی تعلیم میں [illegible] نزاع نہیں ھے - کیونکہ خدا اپنی قدرت بتدریجی ترقی میں بھی اُسی طرح ظاھر کر سکتا ھے ' جس طرح [illegible] میں "

یہ پہلا موقعہ نہیں ھے کہ اِس موضوع پر اِس [illegible] ھے - اب سے [illegible] پہلے بھی [illegible] قسم کے خیالات [illegible] اُس زمانے میں امریکہ کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

سے ھر ایسی تحریک کو انتہائی رنج و غم سے دیکھتا ھوں ' جو مسیحی دین کو معقول بنیادوں پر استوار کرنے سے روکتی ھے "

" بے شمار دلائل سے ثابت ھو چکا ھے ' اور متمدن دنیا میں ھر مستند عالم اس کا اعتراف کر رھا ھے ' کہ انسان نے ایک ایسی مخلوق سے ترقی کی جو بندر سے مشابہ تھی ' انگلستان میں ھر روشن خیال مسیحی کا اعتقاد یہی ھے - یہاں کے تمام مشاھیر لاھوتی علماء بھی اِس رائے کو خیال صحیح سمجھتے ھیں - یہ اعتراف مسیحیت کو اور بھی زیادہ مستحکم کر دے گا - کیونکہ یہ اُس روحانی اساس کو جو ھم مسیح سے اخذ کرتے ھیں ' اس درجہ معقول بنا دیتا ھے کہ کوئی بھی اُس سے انکار نہیں کر سکتا "

" ھم کتنا ھی انکار و مغالطہ کام میں لائیں ' مگر مسیح کی تعلیمات سے جو عہد جدید میں موجود ھیں ' ھرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ عہد قدیم کی کتاب پیدائش حرف بحرف صحیح ھے - لوگ یہ بھول گئے کہ کتاب مقدس روحی حقائق کا خزانہ ھے ' نہ کہ تعلیم و تدریس کی کوئی علمی کتاب ھے - لوگ یہ مسیحی عقیدہ بھی بالکل بھول گئے کہ " روح القدس برابر لوگوں کی عقلیں وسیع کرتی رھیگی تاکہ وہ حق تک پہنچ سکیں " یہ لوگ حق کے جاننے سے ڈرتے ھیں ' کیونکہ سمجھتے ھیں ' حق کے اعتراف سے مسیحی عقیدہ کمزور ھو جائے گا - مگر یہ اُن کی غلطی ھے - علم کی اِس مقاومت کا نتیجہ اِس کے سوا اور کچھ نہیں ھو سکتا کہ ھزار ھا طالب علم ' مسیحیت کے دائرے سے یہ یقین کرتے ھوے نکل جائیں کہ مسیحیت کی بنیاد سراسر جہل و خرافات پر ھے ! "

کمیونزم یا اشتراکیت

کمیونیزم کے مداحوں کے بعض اقوال

اشتراکیت کا مطمح نظر ' خیر مشترک ھے (نارمن انجل)

اشتراکیت کی سب سے [illegible] مجمل تعریف یہ ھے کہ وہ سوسائٹی کے مادی اقتصادی قوتوں کو منظم کر کے انسانی قوتوں کے [illegible] ([illegible])

اشتراکیت [illegible] کچھ نہیں ھے کہ انسانی [illegible] ایک نیا عالمگیر [illegible] ([illegible])

اشتراکیت [illegible] عملی صورت ھے - ([illegible])

عملی اشتراکیت [illegible] ھے - یعنی عالمگیر انسانی تعاون [illegible] ([illegible])

اشتراکیت [illegible] ھے جسے ایک دنیا کی [illegible] سے نہیں [illegible]

اشتراکیت [illegible] منظم کر دیگی ' کہ [illegible] محسوس [illegible] سے پوری نوع انسانی کی خدمت کر رہا [illegible]

اشتراکیت [illegible] نظام جمہوری کے ساتھ زمین اور سرمایہ کو [illegible] (برٹرنڈ رسل)

	درآمد
مجموعی درآمد:	،،

تفصیل

ریلوے کا سامان X	۱۸۹۱۰۶۰۰۰
ظروف	۶۵۲۹۳۰۰۰
سوتا	۷۱۳۴۲۷۰۰۰
ریشم	۳۳۵۴۰۰۰
خام ریشم	۱۵۷۸۸۰۰۰
شکر	۲۷۵۰۲۸۰۰۰
غلہ اور آٹا	۵۴۳۲۰۰۰
کیمیاوی اجزا، رنگ اور سمیات وغیرہ	۶۲۰۸۸۰۰۰
روغن، سبزی اور مویشی	۹۳۵۱۱۰۰۰
کاغذ	۳۰۳۴۷۰۰۰
شیشہ اور مٹی کا سامان	۵۱۲۷۰۰۰
صابن	۱۳۲۴۸۰۰۰
تمباکو	۲۲۹۱۸۰۰۰
دیاسلائی	۲۲۹۱۸۰۰۰
شراب	۳۵۴۸۷۰۰۰

مجموعی برآمد: برآمد ۲۹۹۱۹۱۹۰۰۰ روپیہ

تفصیل

روئی	۷۱۰۹۹۱۰۰۰
جوٹ	۶۳۱۲۴۰۰۰
سوت	۱۳۱۵۹۳۰۰۰
اون خام	۴۴۱۴۳۰۰۰
غلہ اور آٹا	۵۳۰۰۰۰۰۰
چائے	۲۲۰۳۰۰۰۰۰
خام چمڑا	۵۷۰۶۰۰۰۰
مدبوغ چمڑا	۵۰۵۷۱۰۰۰
بیج	۲۷۳۵۳۸۰۰۰
لیس	۱۰۲۶۵۲۰۰۰
روغن، سبزی وغیرہ	۳۱۹۰۱۰۰۰
کیمیاوی اجزا، سمیات اور دوائیں	۳۵۱۲۰۰۰
ابرک وغیرہ	۵۸۶۴۰۰۰۰

دنیا کے بڑے بڑے تجارتی ملکوں کی تجارت کا تناسب

سنہ ۱۹۲۲ء میں

(بحساب ملین پونڈ۔ ایک ملین، دس لاکھ کا ہوتا ہے)

ملک	برآمد	درآمد	میزان
جنوبی افریقہ	۶۰٫۳	۱۵٫۶	~~۱۱۱٫۹~~ ۷۵٫۹
کوبا	۷۳٫۱	۴۰٫۷	۱۱۳٫۸
برازیل	۶۸٫۶	۴۸٫۶	۱۱۷٫۲
ڈنمارک	۵۸٫۷	۱۷٫۱	~~۱۳۹٫۸~~ ۷۵٫۸
سویڈن	۶۸٫۰	۶۸٫۷	۱۳۶٫۷
آسٹریا	۴۳٫۶	۶۶٫۳	۱۰۹٫۹
زیکوسلاویا	۹۱٫۶	۶۴٫۷	۱۵۶٫۳
اسپین	۵۰٫۸	۱۰۶٫۲	۱۵۷
سوئٹزرلینڈ	۷۶٫۲	۸۲٫۸	۱۵۹
میکسیکو	۹۷٫۰	۴۷٫۶	۱۴۴٫۶
ڈچ ایسٹ انڈیز	۹۹٫۳	۶۵٫۸	۱۶۵٫۱
آسٹریلیا	۱۲۷٫۸	۱۰۳٫۱	۲۳۰٫۹
روس	۸٫۶	۲۹٫۳	۳۷٫۹
بلجیم	۱۰۵٫۰	۱۵۷٫۲	۲۶۲٫۲
ارجنٹائن	۱۲۴٫۷	۱۳۹٫۴	۲۶۴٫۱
اٹلی	۱۰۳٫۸	۱۷۰٫۶	۲۷۴٫۴
آئرلینڈ	۱۰۵٫۴	۱۷۶٫۲	۲۸۱٫۶
چین	۱۲۲٫۸	۱۷۷٫۲	۳۰۰٫۰
کینیڈا	۱۹۸٫۲	۱۷۰٫۸	۳۶۹٫۰
جاپان	۱۷۹٫۵	۲۰۷٫۳	۳۸۶٫۸
جرمنی	۱۹۴٫۳	۳۰۳٫۵	۴۹۷٫۸
فرانس	۳۷۷٫۹	۴۷۳٫۵	~~۸۱۵٫۴~~ ۸۵۱٫۴
ولایات متحدہ امریکہ	۸۶۶٫۰	۸۲۸٫۰	۱۶۹۴٫۰
برطانیہ	۸۲۳٫۲	۱۰۰۳٫۱	۱۸۲۶٫۳
ہندوستان	۱۸۰٫۹	۱۵۷٫۴	۳۳۸٫۳

چاول

دنیا میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۲ء)

ملک	رقبہ بحساب ایکڑ
ہندوستان	۸۰۷۸۷۰۰۰
بلغاریہ	۱۰۰۰۰
مصر	۲۳۱۰۰۰
فارموسا	۱۳۱۰۰۰۰
اٹلی	۳۴۰۰۰۰
انڈو چائنا	۱۱۷۸۲۰۰۰
جاپان	۷۶۹۹۰۰۰
اسپین	۱۱۶۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۸۹۲۰۰۰

برطانی ہندوستان میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۴ء)

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بنگال	۲۰۸۶۸۷۰۰	۴۹۰۸۰۰۰
مدراس	۱۰۸۷۰۲۳۰	۴۹۰۸۰۰۰
بمبئی	۳۰۶۲۵۷۷	۱۳۹۶۰۰۰
یوپی	۷۱۰۵۴۱۷	۲۲۷۵۰۰۰
پنجاب	۷۷۹۶۲۷	۳۲۷۰۰۰
بہار اڑیسہ	۱۴۵۴۲۰۰۰	۶۰۲۳۰۰۰
برما	۱۲۱۱۲۲۹۶	۵۰۶۴۰۰۰
سی پی اور برار	۵۱۷۱۳۰۸	۱۱۷۴۰۰۰
آسام	۴۶۸۳۳۱۷	۱۵۰۷۰۰۰

ہندوستان میں چاول کے کارخانے

برما	۳۱۹	کارخانے
مدراس	۱۳۰	،،
بنگال	۶۲	،،

چاول کی برآمد

ہندوستان سے سالانہ تقریباً ۲ کرور من چاول باہر چلا جاتا ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۴)

برطانی ہندوستان کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴ و ۲۵ء میں

مد	مجموعی آمدنی	مجموعی خرچ
جنگی	۴۵۶۵۳۱۵۱۶	۷۷۱۲۲۹۰
انکم ٹیکس	۱۶۰۱۴۸۲۵۳	۶۰۳۷۵۳۱
نمک	۷۳۹۰۴۸۶۰	۱۲۰۲۰۷۲۰
افیون	۳۷۹۷۶۱۷۷	۲۳۵۵۷۱۲۷
لگان	۳۷۸۰۷۴۸	۱۱۲۶۶۹۵
شراب	۴۱۹۹۲۳۹	۲۲۸۲۰۶
سٹیمپ	۲۶۸۹۶۸۹	۱۱۹۷۸۷
جنگل	۱۹۱۴۶۹۸	۲۱۱۶۱۹۹
رجسٹریشن	۱۶۴۳۹۲	۲۹۰۵۳
ہندوستانی ریاستوں کا خراج	۸۲۴۴۳۸۴	......
ریلوے	۳۶۹۲۶۸۷۱۰	۳۰۴۴۵۳۰۱۵
آب پاشی	۱۰۹۱۹۲۵	۲۱۴۳۷۵۱
ڈاک اور تار	۱۱۳۵۰۸۷	۳۷۷۲۱۸۰
سود	۳۳۱۰۰۲۶۵	۱۸۶۸۲۲۸۵۷
شہری انتظام	۷۳۹۷۵۳۳	۱۰۱۲۵۹۱۰۳
ٹکسال اور شرح مبادلہ	۳۹۹۳۲۸۹۴	۷۱۴۱۰۷۹
رفاہ عام	۱۳۲۱۲۶۳	۱۷۷۷۲۸۷۵
متفرقات	۴۵۸۹۹۷۱	۴۳۵۳۱۸۶۱
فوج	۴۰۳۱۱۶۵۹	۵۹۹۹۵۱۸۷۷
صوبوں کا خراج	۸۷۴۴۶۸۱۳	......
میزان کل	۱۳۷۵۴۶۸۱۱۹	۱۳۱۸۴۹۲۴۴۱

صوبوں کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴ و ۲۵ء میں

صوبہ	آمدنی	خرچ
مدراس	۱۴۷۹۰۳۱۵۸	۱۳۰۸۵۰۴۷۲
بمبئی	۱۴۹۹۱۷۶۷۱	۱۴۷۲۵۹۷۹۱
بنگال	۱۰۳۴۲۳۷۱۰	۹۷۹۰۱۷۳۸
یوپی	۹۹۹۵۳۱۱۵	۱۰۳۲۴۹۰۷۸
پنجاب	۹۷۷۷۱۸۴۰	۷۹۷۳۴۷۹
برما	۹۸۵۷۶۴۲۹	۹۸۹۷۳۵۵۵

صوبہ	آمدنی	خرچ
بہار و اڑیسہ	۵۳۶۵۳۳۶۷	۵۱۳۱۲۳۹۲
سی پی	۵۲۵۳۴۲۱۰	۴۸۲۵۵۵۴
آسام	۲۳۰۴۸۶۶۱	۲۰۰۲۸۷۵۳

ہندوستانی صوبوں کی شراب اور منشی اشیاء میں سرکاری آمدنی، سنہ ۱۹۲۵ء

صوبہ	شراب کی دوکانیں	دیگر منشی اشیاء کی دوکانیں	آمدنی شراب	آمدنی منشیات
صوبہ سرحدی	۷۴	۱۸۲	۲۳۷۵۳۵	۳۰۰۹۹۴
مدراس	۱۶۸۷۸	۱۰۲۸	۴۴۵۸۳۰۹۱	۴۱۰۹۸۷۶
بمبئی	۶۲۱۰	۱۶۰۹	۳۵۰۶۵۷۵۴	۵۹۸۰۴۶۰
بنگال	۳۵۵۸	۲۳۸۹	۱۳۴۴۵۶۲۲	۸۰۵۷۲۳۷
یوپی	۴۳۳۹	۲۹۴۶	۷۵۲۷۵۲۹	۵۹۴۶۲۳۴
پنجاب	۱۵۲۵	۱۱۷۸	۷۴۷۸۸۳۹	۴۴۵۴۳۱۲
برما	۱۲۵۶	۱۲۳	۷۶۹۹۸۶۸	۳۶۸۱۷۳۹
بہار و اڑیسہ	۷۹۳۹	۲۳۰۷	۱۱۷۳۶۴۳۵	۵۸۵۹۲۶۰
سی پی اور برار	۲۳۵۴	۲۰۱۹	۱۰۵۵۸۶۰۷	۴۳۸۱۳۷۱
آسام	۳۰۸	۵۵۵	۱۸۹۸۱۵۴	۴۷۳۳۹۰۱
دہلی	۲۲	۱۹	۱۳۵۰۳۰	۲۵۲۵۰۸
کورگ	۸۱	۱۰	۲۷۲۸۹۱	۱۶۴۲۴

برطانی ہندوستان میں نمک کی سرکاری آمدنی

صوبہ	سنہ ۲۱ و ۲۲	سنہ ۲۲ و ۲۳	سنہ ۲۳ و ۲۴	سنہ ۲۴ و ۲۵
شمالی ہندوستان	۱۸۴۷۶۵۷۲	۱۳۹۳۸۸۲	۳۱۸۰۶۸۶۹	۱۰۷۰۵۳۶۸
بلوچستان	۱۸۵	۱۲۰	۳۱۰	۳۶۲
مدراس	۱۳۹۰۱۷۶۴	۱۵۱۷۵۹۷۵	۲۱۳۶۲۹۹۶	۱۸۹۹۱۷۲۷
بمبئی	۱۲۱۳۵۵۹۶	۱۲۲۲۰۷۴۲	۲۲۶۷۹۷۰۷	۱۷۳۳۳۹۰۲
بنگال	۱۵۵۷۷۵۶۹	۱۸۴۱۰۸۹۲	۱۸۱۶۱۵۲۳	۲۳۵۹۰۸۹۷
برما	۳۲۴۵۷۳۲	۳۰۴۳۰۱۳	۶۱۳۹۱۸۷	۳۲۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۲۹	۴۸۸	۲۷۸	۴۵۰
آسام	...	...	...	۱۱۸۴
میزان	۶۳۴۳۷۸۴۸	۹۸۲۴۶۱۱۲	۱۰۰۱۵۰۸۷۰	۷۳۹۰۴۸۶۰

ہندوستان کا قرضہ سنہ ۱۹۲۴ و ۲۵ء میں

مرکزی حکومت

اندرونی قرضہ:	۳۱۳۶۰۰۵۱۷۵ - روپیہ
انگلستان سے لیا گیا:	۳۴۱۰۴۰۴۳۰ - پاؤنڈ
میزان کل:	۸۲۵۱۶۱۴۶۲۴ - روپیہ

صوبوں پر

۱۲۱۹۳۵۵۲۱۰ - روپیہ

ہندوستان کی تجارت سنہ ۱۹۲۳ء میں

درآمد

مجموعی درآمد: ۲۶۶۳۴۶۳۰۰۰ روپیہ

تفصیل

لوہا اور آہنی مصنوعات	×	۲۱۱۳۳۸۰۰۰
دوسری دھاتیں اور انکی ,,		۵۳۷۵۰۰۰۰
کوئلہ		۲۲۴۴۷۰۰۰
مشین اور بجلی کے آلات		۲۳۴۶۱۱۰۰۰

سخت تکلیف پہنچے گی، جن کا ذکر مخالفانہ طریقہ پر کیا گیا ہو۔ لیکن اب تک صرف تین ہی آوازیں مخالفت میں بلند ہوئی ہیں: ایک اندرون ملک سے۔ دو باہر سے۔ اندرون ملک میں محمود پاشا جو رول عصری کی آواز ہو۔ بیرون ملک سے خالدہ ادیب ہانم نے اعتراض کیا ہو اور اخبار لندن ٹائمس نے شکایت کی ہو جو گویا برطانیہ کی آواز ہو۔

محمود پاشا کی نسبت غازی نے اپنے خطبہ میں کہا تھا کہ انھوں نے سنہ ۱۹۱۹ء میں اخبار "باسفورس" کے نمائندے سے کہا "ٹرکی اپنی سرحدوں میں ایسی تبدیلی کر دینے پر راضی ہو، جس سے آرمنی خوش ہو جائیں"

محمود پاشا نے اس سے انکار کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں "میں نے ۴ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء کو اخبار "استقلال" کے نمائندہ سے بیان کیا تھا کہ ترکی قوم اپنی سرزمین کا ایک بالشت بھی چھوڑنے کے لئے طیار نہیں ہو"

محمود پاشا کے جواب میں "خلق فرقہ سی" کے سکرٹری نے اعلان کیا ہو کہ عنقریب وہ تمام دستاویزیں شایع کر دی جائیں گی، جو غازی کے خطبہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اُسوقت محمود پاشا کو معلوم ہوگا کہ غازی نے اپنے خطبہ میں اُن کی کس قدر رعایت کی ہو۔ ساتھ ہی ترکی اخبارات نے محمود پاشا کا اصلی بیان بھی شایع کر دیا ہو، جو بعینہ وہی ہو جس کا حوالہ غازی نے اپنے خطبہ میں دیا ہو۔ اسی قدر نہیں بلکہ غازی کا وہ برقی پیغام بھی نقل کیا گیا ہو جو انھوں نے ۷ر نومبر سنہ ۱۹۱۹ء کو محمود پاشا کو بھیجا تھا۔ اسمیں لکھا ہو "آپ کی تصریح سے، شرقی صوبوں کے باشندے سخت ناراض ہیں۔ ترکی قوم ہرگز ارمنوں کو اپنی ایک انچ زمین بھی نہیں دے گی، بلکہ اس کے برعکس اپنے خون سے اسکی حفاظت کرے گی!"

خالدہ ادیب ہانم نے اخبار ٹائمس میں اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے غازی کے رد میں لکھا ہو "میں ہرگز امریکن حمایہ کی مؤید نہیں تھی جیسا کہ غازی نے بیان کیا ہو۔ البتہ میں انجمن ولسن کی ایک رکن ضرور تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ ٹرکی کے لئے امریکہ سے مالی اور اقتصادی امداد حاصل کی جائے۔ خود غازی اس انجمن سے اور اس کے مقاصد سے واقف تھے۔ انھوں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا"

لیکن خالدہ ادیب کا یہ جواب صحیح نہیں ہو۔ در اصل انھوں نے غازی کا پورا خطبہ پڑھنے سے پہلے ہی جواب لکھ مارا۔ خطبہ میں وہ تمام خطوط بھی غازی نے نقل کئے تھے جو موصوفہ نے بکر سامی بک اور خود غازی کو لکھے تھے۔ ان خطوط سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ وہ امریکن حکمرداری کو ٹرکی کے لئے ضروری خیال کرتی تھیں۔

برطانیہ بھی غازی کی صاف گوئی سے شاکی ہو۔ لندن ٹائمز شکایت سے پہلے اعتراف پر مجبور ہوا کہ "یہ خطبہ، غازی کی عظمت میں چار چاند لگا دیگا، کیونکہ اُنھوں نے اپنی ذرا بھی تعریف نہیں کی۔ حالانکہ دنیا جانتی ہو، ٹرکی میں جو کچھ ہوا ہو، محض اُنھی کی ہمت و تدبر سے ہوا ہو!" لیکن ساتھ ہی ان لفظوں میں شکایت بھی کرتا ہو:

"غازی نے اپنے خطبہ میں بار بار برطانیہ کا ذکر کیا ہو۔ ٹرکی کے ساتھ جو طرز عمل یورپ نے اختیار کیا تھا، وہ اُس کی ذمہ داری تمام اتحادیوں پر نہیں ڈالتے، بلکہ سراسر الزام برطانیہ ہی کو دیتے ہیں۔ گویا دوسرے اتحادیوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ یہ افسوس کا مقام ہو کہ ترکی دماغ میں اب تک برطانیہ کے خلاف زہریلے افکار موجود ہیں!"

ان تین اعتراضوں کے علاوہ کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ غازی نے جو کچھ کہا، مدلل کہا ہو۔ تمام ملک میں اُن کے خطبے کے بعد ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہو۔ اور ہر طرف سے اُن کے پاس پیغام آ رہے ہیں کہ ترکی قوم، قیامت تک اپنی جمہوریت برقرار رکھے گی۔

جمہوری ترکی کا مسلک

غازی کے خطبہ کے بعد، خلق فرقہ سی کے لئے ضروری تھا کہ اپنے مسلک کا اعلان عام کر دے۔ چنانچہ وزیر اعظم عصمت پاشا اور انجمن کے صدر دوم نے ٹرکی کا آئندہ مسلک، مفصل طور پر شایع کر دیا ہو۔ ذیل میں اُس کا خلاصہ دیا جاتا ہو:

"خلق فرقہ سی" کیا ہو؟

عصمت پاشا نے اپنا بیان، خلق فرقہ سی کی حقیقت کی تشریح سے شروع کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ انجمن جمہوری ہو۔ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ یقین کرتی ہو کہ قوم کی کامیابی کا راز، اُس کی اقتصادی حالت کی درستگی میں ہو۔ یہی باعث ہو کہ اُس کا پورا مسلک، اسی اصل پر مبنی ہو اور اُس کے جملہ قوانین میں اسی کی رعایت کی جاتی ہو"

داخلی امن

"ملک میں امن و امان برقرار رکھنا ہمارا اولین فرض ہو تاکہ قوم کا ہر فرد اپنی سعی و ہمت کا ثمرہ بلا کسی اندیشہ کے حاصل کر سکے"

عدالتی مسلک

"مدنی قوانین کا اجرا، اور ان قوانین کی جمہوری روح کی تعمیم اُس کا عدالتی مسلک ہو۔ وہ چاہتی ہو جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ آسان طریقہ پر عدل و انصاف ہر انسان کے دسترس میں آ جائے"

خارجی مسلک

"ترکی جمہوریت کی عزت کی حفاظت، ترکی قوم کے حقوق کی حمایت وہ حقوق جو قوم نے طویل جہاد کے بعد حاصل کئے ہیں۔ تمام قوموں کے ساتھ مساوات کے دائرے میں دوستانہ تعلقات، اُس کا خارجی مسلک ہو"

تعلیمی مسلک

"ہمارا تعلیمی مسلک یہ ہو کہ تعلیم قومی ہو اور مذہب اس سے الگ رکھا جائے۔ نظام تعلیم ایک ہو۔ نئی نسلوں کی ایسی تربیت کی جائے جس سے ہماری مدنی و اجتماعی برتری قائم ہو اور اقتصادی زندگی مستحکم ہو جائے۔ ہماری کوشش یہ ہو کہ قوم ابتدائی مفت تعلیم سے پوری طرح مستفید ہو۔ غیر تعلیم یافتہ افراد کو شبینہ مدارس کے ذریعہ تعلیم دی جائے ترکی جامعہ کو مزید تقویت دی جائے اور زیادہ سے زیادہ جدید تعلیم گاہیں جاری کی جائیں۔ ہم فنون جمیلہ کے بھی پرجوش حامی ہیں۔ ترکی زبان کی ترقی و تہذیب کا ہمیں از حد اہتمام ہو۔ ترکی حروف کا مسئلہ بہت مشکل ہو۔ اور ہم اس پر بھی غور کر رہے ہیں"

مردم شماری

ٹرکی کی تاریخ میں اب پہلی مرتبہ مردم شماری ہوئی ہو۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ مرحوم حکومت عثمانیہ نے اس کی کوشش کی تھی، مگر تنگ نظر علماء نے اس کی سخت مخالفت کی، اور اسے دین کے خلاف قرار دیا۔ چنانچہ البانیہ اور بعض دوسرے علاقوں میں بغاوت شروع ہو گئی مجبوراً حکومت کو اس "خلاف شرع" فعل سے باز رہنا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کو بھی ملک کی صحیح آبادی معلوم نہ تھی۔ خود ترکی حکومت بھی اپنی آبادی کی قوت سے ناواقف تھی۔ اور اس وجہ سے بے شمار سیاسی، اقتصادی، اور جنگی مضرتیں ملک کو تباہ کرتی تھیں۔

اب ترکی جمہوریت نے یہ اہم مسئلہ قطعی طور پر حل کر دیا۔ چنانچہ ۲۸ر اکتوبر کی تاریخ مردم شماری کے لئے مقرر کی گئی۔ حکم تھا، کوئی شخص بھی اپنے گھر سے نہ نکلے، یہاں تک کہ توپ داغی جائے۔ اس حکم پر اجنبی باشندوں نے یہ اعتراض کیا کہ دن بھر وہ اپنے کام معطل نہیں رکھ سکتے۔ مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں سنا اور مردم شماری پوری ہو گئی۔

ان سطور کی تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ مردم شماری سے ثابت ہوا ہو کہ ٹرکی کی موجودہ آبادی ایک کروڑ ۴۰ لاکھ ہو۔ قسطنطنیہ کی آبادی ۸ لاکھ ۵۰ ہزار ہو۔

میں ایک صحافی کی طرح نقل و روایت کا فرض انجام دیتا ہوں نقد و بحث میرا کام نہیں ہو۔ میں نے غازی کے خطبہ کا خلاصہ اور "خلق فرقہ سی" کا مسلک پیش کر دیا۔ البتہ مجھے یہ کہنے میں تأمل نہیں کہ جماعت خلق کی موجودہ اجتماعی ذہنیت سے اکثر مسلمانان عالم کو اتفاق نہیں ہوگا۔ وہ اپنی جدید اجتماعی زندگی کے عناصر میں مذہب کو کوئی نمایاں جگہ نہیں دینی چاہتے۔ خود ترکوں کی اکثریت اسوقت تک اس پر متفق نہیں ہو۔ یہ دنیا کی عام اسلامی رائے تو یقیناً مخالف ہوگی۔ میں اپنے حدود ... سے ایک دو قدم آگے بڑھ کر، آئندہ تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کی کوشش کروں گا۔

⁂

عالم مطبوعات و صحائف

روسی راہب راسپوٹین کا قتل

پرنس یوسوپوف کا اعتراف

قارئین الہلال روس کے پُراسرار راہب راسپوٹین کے نام اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں: الہلال نمبر (۹) میں اس کی پوری سرگزشت ان کی نظروں سے گزر چکی ہو۔ جو حیرت انگیز اقتدار اور تسلط اسے زار اور ملکہ روس پر حاصل ہو گیا تھا، اُسکی کوئی دوسری نظیر بیسویں صدی کی تاریخ میں موجود نہیں۔ یہ اُن کا مذہبی رہنما تھا۔ پھر روحانی معلم اور مرشد کی طرح مانا جانے لگا، پھر مشیر اور وزیر سب کچھ بن گیا۔ زار اور زارینہ بیجان آلہ کی طرح اس کی انگلیوں میں تھے۔ جس طرح چاہتا تھا، اُنھیں استعمال کرتا تھا۔ ملک میں تھوڑی بہت سیاسی اصلاحات جو ڈوما (روسی پارلیمنٹ) کی شکل میں جاری ہو گئی تھیں، اسی کے اشارے سے غارت ہوئیں، روشن خیال اور اصلاح پسند امرا کو اسی نے قتل اور جلا وطن کرایا، زار کے بہترین دوست اور مدۃ العمر کے وفادار خادم اسی کے حکم سے سائبیریا بھیجے گئے۔ پھر جب عالمگیر جنگ عالم شروع ہوئی۔ تو جرمن نے بے شمار روپیہ خرچ کر کے اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ یہ جرمن جاسوس تھا، لیکن روس کے تمام اسرار جنگ اسی کے قبضہ میں تھے۔ ایک طرف یہ زار کو یقین دلاتا کہ میری روحانی برکتوں اور دعاؤں سے جرمن فوجیں اور روس کے تمام حریت پسند ہلاک ہو جائینگے۔ دوسری طرف جرمن دفتر جنگ کو فوجی نقل و حرکت کی بروقت خبریں بھیجدیتا تاکہ تمام روسی فوج کا خاتمہ کر دیں!

زار پر یہ حیرت انگیز اقتدار اُسے کیسے حاصل ہوا تھا؟ ملکہ کے ذریعہ۔ ملکہ کیوں اُس کے احکام سے سر مو تجاوز نہیں کر سکتی تھی؟ خود راسپوٹین کی لڑکی صوفیا نے اپنی دہشت انگیز یادداشتیں شائع کر کے دُنیا کو بتلایا ہو کہ: "اُس میں اور ملکہ میں ناجائز تعلق تھا۔ راسپوٹین سے اُسے عقیدت ہی نہیں تھی، بلکہ ہوس پرستی کا عشق بھی تھا"

صوفیا کے علاوہ ایک اور شخص بھی یورپ میں موجود ہو، جو روس کے شاہی خاندان سے قریبی تعلق رکھتا ہو، اور اس روسی راہب کی تمام سرگزشت حیات سے واقف ہو۔ یہ پرنس یوسوپوف ہو۔ اسی

بریدِ شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی کے تاریخی خطبہ کا بقیہ حصہ۔ مسئلۂ خلافت۔ خطبہ کا عام اثر۔ جمہوری ترکی کا آئندہ مسلک۔ ترکی کی نئی مردم شماری۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے تاریخی اور ہفت روزہ خطبہ کا بڑا حصہ گذشتہ چٹھی میں بھیج چکا ہوں۔ اب خطبہ کے صرف دو ضروری حصے باقی ہیں۔ "مسئلہ خلافت" اور "خاتمۂ کلام"۔

مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں غازی نے جو کچھ بیان کیا، وہ اُن کی تقریر کا نہایت اہم حصہ ہے۔ کیونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ موجودہ ترکی حکومت کے سب سے بڑے آدمی نے صاف صاف لفظوں میں بیان کر دیا کہ کون کون لوگ موقوفیِ خلافت کے مخالف تھے اور کون موافق تھے۔ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ مخالفین موقوفی میں سب سے زیادہ نامور شخصیت رؤف بے کی تھی۔ اب خود غازی کی زبان سے بھی اسکی تصدیق ہو گئی۔

مسئلہ خلافت کے بعد اُنھوں نے اُن رقوم کے داخل و مصارف کی تفصیلاً بیان کیں جو وطنی تحریک کے شروع ہونے کے بعد سے لیکر اُن کے رئیس جمہوریت منتخب ہونے تک اُن کے اور اُنکے ساتھیوں کے تصرف میں آئی تھیں۔ ممکن ہے، آپکے قارئین خیال کریں کہ ایک عظیم الشان رئیس جمہوریت کے لئے یہ بہت ہی ناموزوں بات تھی کہ کسی سکریٹری اور خزانچی کی طرح ایک ایک پیسہ کا حساب پیش کرے لیکن یہاں ترکی رائے عامہ نے اسے دوسرے ہی نقطۂ خیال سے دیکھا ہے۔ تمام اخبارات نے بالاتفاق اسے خطبہ کا ایک وقیع اور موثر حصہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، اس طرز عمل کے ذریعہ غازی مصطفےٰ کمال نے ہمیں یہ سبق سکھلا دیا ہے کہ قوم کا رہنما قوم کا امین ہے، اور ہر حال میں اُس کا فرض ہے کہ قومی امانت کا حساب، پیسہ پیسہ اور پائی پائی، قوم کے سامنے پیش کرے۔ اس بات سے کہ قوم نے اپنے رہنما کو اپنی حکومت کا بڑا سے بڑا منصب پیش کر دیا ہے، امین قوم ہونے کی ذمہ داریاں معدوم نہیں ہو جاتیں، بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں!

خاتمۂ کلام میں انھوں نے ایک اور حقیقت بھی آشکارا کردی انھوں نے کہا کہ ان کی رہنمائی اور ریاست کے زمانے میں قوم نے اُنھیں جسقدر بھی مکانات اور اراضی دی ہیں، یا جس قدر جائداد اُنھوں نے اپنے جیب خاص سے خریدی ہے، وہ سب کی سب اُنھوں نے "قومی جماعت" کے نام منتقل کردی ہے، اور اب اُنکے پاس قوم کی خدمت اور محبت کے سوا، کوئی جائداد اور ملکیت باقی نہیں!

خلافت کی موقوفی

مسئلہ خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا:

" لوزان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ابھی عصمت پاشا انگورہ پہنچے بھی نہ تھے کہ رؤف بک وزارت سے مستعفی ہو گئے۔ تاکہ عصمت پاشا کو مبارکباد دینے سے بچ جائیں۔ استعفا دینے کے بعد وہ خاموش نہیں رہے بلکہ خلیفہ کا اقتدار بڑھانے کی کوششیں کرنے لگے، حالانکہ ملک میں عام رجحان، جمہوریت کی طرف پیدا ہو چکا تھا۔ رؤف بک کی جگہ فتحی بک وزیر اعظم ہوئے اور طویل مباحثہ کے بعد طے پایا کہ پایۂ تخت، انگورہ ہی رہے۔ مگر مخالف جماعت مُصر تھی کہ آستانہ واپس جانا چاہیے۔

لہذا اب ضروری ہو گیا کہ اس تمام جھگڑے کا ایک مرتبہ فیصلہ ہی کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے ۲۸ر اکتوبر کو اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ اعلان جمہوریت کے لئے تمام تدابیر مکمل ہو گئی ہیں۔ دوسرے دن جمہوریت کا اعلان ہو گیا، اور آدھی رات کو تمام ملک میں خبر مشتہر کر دی گئی۔ عصمت پاشا پہلی جمہوری وزارت کے صدر مقرر ہوئے، اور فتحی بک مجلس وطنی کے رئیس قرار پائے۔

پوری ترکی قوم نے اعلان جمہوریت، انتہائی مسرت کے ساتھ سنا مگر مخالف جماعت سخت برہم ہوئی، اور اخبارات میں اپنی دعایہ وسیع پیمانہ پر شروع کر دی۔ اس جماعت کے سرگروہ رؤف بک، رفعت پاشا، ڈاکٹر عدنان بک، کاظم قرہ بکر پاشا، اور علی فواد پاشا تھے۔ یہ لوگ شب و روز مخالف کوششوں میں سرگرم تھے۔ یہ مشہور کرتے تھے کہ خلافت وہ رفیع مقام ہے، جس کا تمام جہان کے مسلمان احترام کرتے ہیں۔ وہ ترکی قوم کا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے، لہذا اُسکے اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہیں کرنی چاہیے، نیز انھوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ترکستان میں انور پاشا، خلیفہ ہی کے نام پر جنگ کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ ملک میں پھر شاہی دستوری حکومت کی طرف لوٹا دیا جائے۔

ذاتی طور پر رؤف بک کی رائے یہ تھی کہ اقتدار قوم ہی کے ہاتھ میں رہے مگر حکومت کے سر پر آل عثمان کا کوئی فرد ضرور رہنا چاہیے لطف یہ ہے کہ باوجود اس خیال کے وہ ہماری جماعت کے ایک رکن ہونے کے بھی مدعی تھے۔ یقیناً اُن کی نیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ہم میں رہکر ہم میں پھوٹ ڈال سکیں۔

اب یہ واضح ہو گیا تھا کہ آستانہ میں خلافت کا باقی رہنا مشکلات کا موجب ہوگا، لہذا میں سمجھ گیا اور یقین کر لیا کہ منصب خلافت کی منسوخی کا وقت آ گیا ہے۔ پھر میں نے عصمت پاشا، فوزی پاشا، اور کاظم پاشا سے مشورہ کیا۔ یہی رائے قرار پائی کہ منصب خلافت منسوخ کر دیا جائے۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۲۴ء کو مجلس وطنی میں حسب ذیل تجویز پیش ہوئی:

(۱) منصب خلافت منسوخ کیا جائے اور خاندان عثمانی کو ترکی سے باہر قیام کرنے کا حکم دیا جائے۔

(۲) امور شرعیہ اور اوقاف کی وزارتیں توڑ دی جائیں۔

(۳) ملک بھر میں تعلیم کا ایک ہی نظام جاری کیا جائے۔

یہ تجویز، مباحثہ کے بعد منظور ہو گئی۔ لیکن اُسی وقت مجھ سے درخواست کی گئی کہ منصب خلافت میں اپنے لئے قبول کر لوں۔ مگر میں نے ان لفظوں میں انکار کر دیا:

" دوستو! جو لوگ مسلمانوں کو خلیفہ اور خلافت کے نام سے دھوکا دینا چاہتے ہیں، وہ اسلام اور مسلمانوں کے عام طور پر، اور ترکی قوم کے خاص طور پر سخت دشمن ہیں۔ اب خلافت کا کوئی عملی اور حقیقی وجود باقی نہیں رہا ہے۔ ان اوہام پر یقین، سراسر غفلت و ضلالت ہے!"

اس طرح مخالف جماعت کو پوری شکست نصیب ہوئی۔ اُنھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں۔ کئی علاقوں میں شورشیں بھی برپا کرادیں۔ مگر ہم نے سب کا سدباب کر دیا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اُن پر تمام دروازے بند ہو چکے ہیں، تو پھر میرے قتل کی سازش شروع کر دی یہ کہنا ضروری نہیں کہ ان سازشوں میں بھی یکے بعد دیگرے ناکامیاب ہوئے۔

خاتمۂ سخن

غازی نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی:

" نوجوان ترکی! تیرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ترکی استقلال کی حفاظت کر اور ابدالآباد تک جمہوریت برقرار رکھ!"

یہ کہتے ہوئے غازی کی آواز غمناک ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر اُنھوں نے کہا:

" یہی میری زندگی کا اصل الاصول ہے۔ یہی میرے مستقبل کا نصب العین ہے۔ اے نوجوان قوم! یہی تیرا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے۔ ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو مستقبل میں اس خزانہ کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے تاکہ تجھے اُس سے محروم کر دیں۔ اگر ایسی صورت کبھی پیش آئے اور تو اپنی آزادی اور جمہوریت کی حفاظت پر مجبور ہوگا تو ایک لحظہ کے لئے بھی پس و پیش نہ کرنا۔ ممکن ہے، حالات ازحد نازک ہوں، ممکن ہے دشمن دنیا کی بے نظیر فتحمندی حاصل کر چکا ہو، ممکن ہے تیرے تمام قلعے دشمن کے ہاتھوں میں جا چکے ہوں، ممکن ہے تیری تمام فوجیں پراگندہ ہو چکی ہوں، ممکن ہے تیری تمام زمینیں چھن گئی ہوں، بلکہ میں کہتا ہوں، ممکن ہے اس سے بھی زیادہ کوئی بڑی مصیبت تیرے سامنے آ کھڑی ہو۔ لیکن ان تمام مصائب پر بھی تیرا فرض یہی ہوگا کہ ترکی استقلال اور ترکی جمہوریت کی حفاظت میں لگاتار جان دیتی رہے۔ تجھے جس قوت کی ضرورت ہے، وہ کہیں باہر نہیں ہے، خود تیرے خون میں موجود ہے۔ وہ خون جو اے حضرات! آپ سب کی رگوں میں دوڑ رہا ہے!"

اس کے بعد غازی نے اُس تمام روپیہ کا حساب پیش کیا جو اُنکے ہاتھ میں شروع سے ابتک آیا ہے۔ پھر اس عبارت پر تقریر ختم کر دی:

" اس رقم کے علاوہ میرے پاس وہ مکان ہے جو انگورہ کے باشندوں نے مجھے ہدیۃً دیا تھا۔ نیز بروسہ، طرابزون، ارض روم، اناطالیہ، قونیہ، اور سمرنا میں بھی ایک ایک مکان وہاں کے باشندوں نے مجھے دیا ہے۔ نیز وہ زمین بھی ہے جو میں نے انگورہ کے مضافات میں خریدی ہے مگر یہ تمام جائداد، میری نہیں ہے۔ میں اسے "خلق فرقہ سی" (جمہوری پارٹی) کو دے چکا ہوں!"

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے خطبہ کا اثر

بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اس خطبہ سے اُن تمام لوگوں کو

برطانی شہنشاہیت کا تنزل

ایک برطانی مدبر ڈیلی ٹیلی گراف کے ہفتہ وار رسالہ میں لکھتا ہی:

"قوموں کے اُٹھنے اور گرنے کے اسباب زمانے کے ظروف وحالات کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ تاریخ میں کوئی ایک قوم بھی ایسی موجود نہیں جو بام ترقی تک پہنچکر پھر گر نہ پڑی ہو۔

اسوقت برطانی قوم ترقی کے سب سے بلند درجہ پر پہنچگئی ہی لیکن واقعہ ہی کہ اس عالم ترقی میں ہی تنزل اور کمزوری کے آثار بھی پیدا ہوگئے ہیں، اور اگر افراد کے قوانین حیات کی طرح جماعتوں کے قوانین حیات بھی قطعی اور اٹل ہیں، تو وہ وقت دُور نہیں جب دنیا کو تاریخ عالم کی ایک عدیم النظیر قومی عظمت کے زوال کا تماشائی بننا پڑے گا!

فی الحال برطانیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ، آبادی کے مسئلہ میں پنہاں ہی۔ برطانی شہنشاہی، مجموعی دُنیا کی ایک چوتھائی پر پھیلی ہوئی ہی اور آبادی بھی دنیا کی تقریبًا ایک چوتھائی آبادی ہی۔ آخری مردم شماری ظاہر کرتی ہی کہ برطانی شہنشاہیت میں ۴۴۰،۰۰۰،۰۰۰ سے بھی زیادہ آدمی آباد ہیں۔ لیکن اس جم غفیر میں خود خالص انگریزی قوم کی تعداد ۶۰،۰۰۰،۰۰۰ سے زیادہ نہیں۔ یعنی پوری شہنشاہی، صرف اتنی آبادی کی قوت پر قائم ہی، جو جرمنی کی آبادی سے کچھ ہی زیادہ ہی!

خود انگریزی قوم ایک تنگ سرزمین، یعنی جزائر برطانیہ میں محصور ہی۔ حالانکہ اُس کی شہنشاہی کی باقی تمام آبادیاں، دُور دراز وسیع سرزمینوں میں منتشر ہیں۔ اس صورت حال نے برطانی مدبروں کو پریشان کر رکھا ہی۔ وہ آبادی کی مناسب تقسیم اور ہجرت کے عملی نظام پر غور کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں آبادی اس طرح تقسیم کر دی جائے کہ نہ کہیں زیادہ ازدحام ہو، نہ کہیں زمینیں خالی پڑی رہیں۔ بظاہر یہ کام زیادہ مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن درحقیقت بہت مشکل ہی۔ عام طور پر مبصرین کا خیال ہی کہ برطانی مدبروں کو اسمیں کامیابی نہ ہوگی، اور یہی ناکامی اُن کی شہنشاہی تہ و بالا کر ڈالے گی!

یہ کس طرح ہوگا؟

اس کا جواب حسب ذیل ہی:

برطانی جزائر، جو خالص انگریزی قوم سے لبریز ہو چکے ہیں یکقلم صنعتی ملک ہیں، زراعت کا حصہ بہت ہی کم ہی، حالانکہ برطانی شہنشاہی کے باقی ممالک یکقلم زراعتی ملک ہیں۔ آخری اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہی کہ جزائر برطانیہ کی تمام دیہاتی آبادی، شہروں میں اُمنڈ آئی ہی۔ نتیجہ یہ ہی کہ ایک طرف دیہات خالی ہوگئے ہیں، دوسری طرف نسل کی افزائش بھی رُک گئی ہی۔ خیال کیا جاتا ہی کہ جلد وہ زمانہ آجانے والا ہی، جب برطانی دیہات اسباب رزق سے بڑی حد تک محروم ہو جائینگے، اور باشندوں کے لئے وہاں کی واپسی میں کوئی ترغیب باقی نہیں رہے گی۔

پھر جنگ کے بعد شہروں میں صنعت وحرفت کی ترقی پر بھی زیادہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ترقی عارضی ہی، اور مستقبل قریب میں اپنی طبعی حالت پر آجانے والی ہی۔ لہذا شہری آبادی کے لئے بھی اسباب معیشت، محدود ہو جائینگے اور جزائر برطانیہ کے دیہات اور شہر دونوں کی طاقت سے باہر ہوجائے گا کہ اتنی بڑی آبادی کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ یہ واقعہ ہی کہ جنگ کے بعد سے اسوقت تک برطانیہ میں بے روزگاروں کی تعداد ۱۰ لاکھ سے کم نہیں ہوسکی۔ صنعت وحرفت کی ترقی پر جب یہ حالت ہی، تو اُس وقت کیا حالت ہوگی جب جنگ کے پیدا کئے ہوئے حالات دُور ہو جائیں گے اور صنعتی ترقی رُک جائے گی؟

انگریز جو دوسرے ممالک کی ملکگیری میں سب سے زیادہ چست چالاک ثابت ہوئے ہیں، خود اپنے ملک سے منفعت حاصل کرنے میں عاجز ہو رہے ہیں۔ اسوقت بھی جزائر برطانیہ میں وسیع علاقے خالی پڑے ہیں کیونکہ وہ زراعتی علاقے ہیں، مگر زراعت پیشہ آبادی ہجرت کرکے شہروں میں پہنچ گئی ہی اور صنعت پیشہ بن گئی ہی۔

صرف جزائر برطانیہ ہی میں نہیں بلکہ آسٹریلیا کا بھی یہی حال ہی۔ آبادی شہروں میں جمع ہوگئی ہی۔ چنانچہ صرف دو شہروں، یعنی ملبورن اور سڈنی میں اتنی آبادی ہی، جو پورے ملک کی آدھی آبادی کے برابر ہی حالانکہ معلوم ہی، آسٹریلیا میں قابل زراعت زمین کا رقبہ، روس کو چھوڑ کر باقی تمام یورپ کے رقبہ سے بھی زیادہ ہی۔

پس یہ سوال نہایت اہم ہی کہ برطانیہ اتنے آدمی کہاں سے لائے کہ جو ان وسیع اُفتادہ زمینوں کو آباد کریں؟ اس سوال کا جواب برطانیہ کے پاس سردست کوئی نہیں ہی!

یہ سوال انگریزوں کو بہت پریشان کئے ہوئے ہی۔ کیونکہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ اُن کی شہنشاہی، سب سے پہلے برطانی ہونی چاہئے۔ یعنی اُس میں برطانی عنصر سب سے زیادہ نمایاں اور غالب رہنا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ورنہ وہ تاریخ کی دوسری شہنشاہیوں کی طرح درہم برہم ہو جائے گی۔

آخری برٹش امپیریل کانفرنس میں آسٹریلیا کے وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے اس ناقابل حل سوال کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور کہا تھا "میرے خیال میں کوئی شخص بھی برطانی شہنشاہیت کے مستقبل کو اُمید افزا نظروں سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہمارے سامنے ایسی مشکلات درپیش ہیں، جن کا حل مستقبل پر کسی طرح بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔ ان مشکلات میں سب سے زیادہ پیچیدہ ومشکل، آبادی کی تقسیم اور اُفتادہ زمینوں کی زراعت ہی!"

یہاں پر یہ امر بھی قابل غور ہی کہ جزائر برطانیہ میں پیدائش کی شرح بہت گھٹ گئی ہی۔ نسل روز بروز کم ہوتی جاتی ہی۔ ظاہر ہی کہ برطانی شہنشاہی میں اصلی عنصر کی یہ روز افزوں کمی، نہایت خطرناک اور بدترین نتائج پیدا کرنے والی ثابت ہوگی۔ برطانیہ کی موجودہ صنعتی ترقی کے ساتھ اگر نسل کی افزونی بھی ہوتی رہتی تو حالت اتنی خطرناک نہ ہوتی۔

انگریز اس صورت حال میں اپنے آپ کو یہ کہکر تسلی دے رہے ہیں کہ "اگر شرح پیدائش کم ہوگئی ہی، تو شرح اموات بھی گھٹ گئی ہی۔ لہذا ہماری نسل کا عام توازن قائم ہی۔ یہ بہتر ہی کہ ہماری قوم کم تعداد میں ہو، مگر توانا و تندرست ہو"

اُن کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہی لیکن مغالطہ سے خالی نہیں ہی کیونکہ کسی قوم کی عظمت، صرف تندرستی پر قائم نہیں رہ سکتی۔ قوم کو تندرستی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھی ہونا چاہئے۔ ورنہ ظاہر ہی کم تعداد تندرست افراد کسی طرح بھی ایک وسیع سلطنت برقرار نہیں رکھ سکتے۔

یہ حقیقت اب قریب قریب تسلیم کر لی گئی ہی کہ برطانی سلطنت سخت خطرے میں مبتلا ہی، اور اُس کی سلامتی زیادہ تر اسی بات پر موقوف ہی کہ خود جزائر برطانیہ کی آبادی میں اضافہ ہو جائے، اور زائد افراد سلطنت کے دوسرے حصوں میں مناسب طور پر تقسیم کر دئیے جائیں۔ آبادی کی افزونی، سلطنت کی بُنیاد ہی، اور اُس کی تقسیم، تعمیر کا حکم رکھتی ہی۔ موجودہ صورت حال کا اقتضا یہ ہی کہ بیک وقت دونوں کام کئے جائیں مگر ظاہری حالات بتا رہے ہیں کہ برطانی مدبر اس کی قدرت نہیں رکھتے۔

اب یہ امر بہت محتمل معلوم ہوتا ہی کہ برطانی شہنشاہیت کا توازن عنقریب متزلزل ہو جانے والا ہی۔ کیونکہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ محیط اٹلانٹک کی طرح محیط پیسفک بھی صنعت وحرفت کا مرکز بنجائے گی۔ اُس وقت قومیں مجبور ہوں گی کہ صنعتی مرکز سے قریب تر ہونے کے لئے محیط پیسفک کے ساحلوں اور ملکوں میں ہجرت کر جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ خام پیداوار حاصل کر سکیں اور بڑے بڑے بازاروں میں اپنی صنعت آسانی سے پہونچا سکیں۔

بلکہ یہ واقعہ اس وقت بھی پیش آرہا ہی۔ اجنبی عناصر تیزی سے برطانی شہنشاہی کے مختلف ملکوں میں داخل ہو رہے ہیں، اور اصلی باشندوں کو مغلوب کرتے چلے جاتے ہیں اگر فوراً تدارک نہ کیا گیا تو اُن کے قدم مضبوط ہو جائیں گے اور برطانیہ کو یہ ملک اُن کے لئے خالی کر دینے پڑیں گے۔

بعض انگریز مدبر اپنی موجودہ عظمت کے نشہ میں اس قدر مخمور ہیں کہ یہ حقیقت تسلیم کرنے پر بھی اطمینان ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "برطانی تجارت روز بروز زیادہ وسیع ہوتی جاتی ہی، اور دُنیا کی کوئی تجارت بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حالانکہ یہ سراسر غفلت و غرور ہی۔ یہ لوگ، دوسری قوموں کی تجارت کی ترقی پر نظر نہیں ڈالتے خصوصًا امریکہ کی تجارت نہیں دیکھتے جو دُنیا کے تمام بازاروں پر چھا گئی ہی، اور قریب ہی کہ برطانی تجارت کو مغلوب کر ڈالے۔

ان حالات کی روشنی میں گمان غالب ہی کہ برطانی شہنشاہی، خود بخود تہ و بالا ہو جائے گی۔ اس کا توازن، متزلزل ہو چکا ہی۔ قوی امکان ہی کہ اگر کوئی خارجی خطرہ نہ بھی پیش آیا، جب بھی برطانیہ کا اندرونی اختلال اور شہنشاہیت کا عدم توازن ہی اُسے برباد کر ڈالے گا، ٹھیک اُسی طرح، جس طرح تاریخ کی بہت سی دوسری عظیم سلطنتیں برباد ہوگئی ہیں"

جاپان میں اخبارات کی حیرت انگیز ترقی

امریکن رسالہ "ایشیا" میں ایک جاپانی اخبار نویس نے ذیل کا مضمون شایع کیا ہی۔ ہندوستان کی عبرت کے لئے ہم اسے شایع کرتے ہیں۔ اخبار نویس لکھتا ہی:

"میرے لئے یہ نہایت مشکل تھا کہ اپنے امریکن دوستوں کو اس واقعہ کا یقین دلاؤں کہ ہمارے ملک میں بھی ترقی یافتہ اخبار موجود ہیں اور بعض اُن میں روزانہ ۲۰ لاکھ کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ مجھے یہ بھی کہنا تھا کہ بعض جاپانی اخبارات امریکن اخبارات پر کئی اعتبار سے فوقیت بھی رکھتے ہیں۔ مثلًا مضامین کی نوعیت کے اعتبار سے جاپانی اخباروں میں صرف سنجیدہ اور مہذب مضامین ہی شایع ہوتے ہیں۔ علمی، اخلاقی، اقتصادی، سیاسی، ادبی... مباحث کے سوا اُن میں کبھی مجرمانہ قصے اور طلاق کی خبریں شایع نہیں ہوتیں۔ حالانکہ امریکہ اور یورپ کے اخباروں کی رونق ومقبولیت، زیادہ تر انہی مخرب اخلاق خبروں اور قصوں پر مبنی ہی۔ میرے دوست یہ سُنکر نہایت متعجب ہوتے تھے کہ ایک جاپانی اخبار کی سالانہ آمدنی، ۲۷۵۰۰۰۰ روپیہ ہی۔ اور اس کا دسواں حصہ خالص بچت ہوتا!

میرے دوستوں کا تعجب اس لئے تھا کہ جاپان کا رقبہ امریکہ کی صرف ایک ریاست، کلیفورنیا سے زیادہ نہیں ہی۔ آبادی بھی ساڑھے ۶ کروڑ سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ ولایات متحدہ امریکہ کی آبادی تقریبًا بارہ کروڑ ہی۔ وہ کہتے تھے، ایک ایسے چھوٹے سے ملک میں اخباروں کی اتنی عظیم ترقی کیونکر ممکن ہی؟ لیکن واقعہ ایسا ہی ہی۔ اسوقت جاپان میں ۱۱۲۷ روزانہ اخبار ہیں اور ۲۸۵۰ ہفتہ وار اور ماہوار اخبار و رسائل موجود ہیں۔ ان کی روزانہ اشاعت کی تعداد، ایک کروڑ ہی۔ یعنی ہر چھ باشندوں کے لئے اخبار کا ایک نسخہ شائع ہوتا ہی!

اس ترقی کا اصلی راز یہ ہی کہ جاپان میں تعلیم عام ہوگئی ہی۔ اعلا

نے سب سے پہلے اس راہب کی کارستانیوں سے دنیا کو واقف کیا تھا۔ اسی نے ملکۂ روس کے وہ تمام خطوط شائع کئے، جن سے راسپوٹین سے اُس کی حیرت انگیز عقیدت و محبوبیت پر روشنی پڑتی تھی۔

لیکن پرنس یوسوپوف نے اس وقت تک دُنیا کو اس راز سے واقف نہیں کیا تھا کہ راسپوٹین کا خاتمہ کیونکر ہوا؟ اُسنے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ ،، وہ قتل کر دیا گیا،، کچھ دنوں کے بعد جب صوفیا کی یادداشت شائع ہوئی، تو اس سے بھی صرف اتنی بات معلوم ہوئی کہ ،، راسپوٹین قتل کر دیا گیا، اور اُس کی لڑکی (صوفیا) کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل بھاگی،، عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ راسپوٹین بھی انقلاب روس کے قتل عام میں قتل ہوا ہے۔

لیکن اب اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ یعنی پرنس یوسوپوف نے اپنی کتاب کا ایک تتمہ اخبارات میں شائع کرایا ہے۔ اسمیں وہ اعتراف کرتا ہے کہ ،، راسپوٹین کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا!،،

پرنس لکھتا ہے:

،، میں نے اور میرے دوستوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس شیطان کے اقتدار سے روس کو نجات دلائیں۔ مگر ہر کوشش ناکام تھی۔ ملکۂ روس کچھ اس طرح اُس کے جال میں پھنس گئی تھی کہ کوئی بات اُس کے خلاف سُننا گوارا نہیں کرتی تھی، اور زار اپنی ملکہ کا غلام تھا مجبور ہو کر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس شیطان کو قتل کر ڈالا جائے۔ اس کے سوا خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ چونکہ اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی، جب تک اُس سے بظاہر دوستی پیدا کر کے دام میں نہ لایا جائے۔ اس لئے میں نے کئی ماہ باہمدگر تعلقات بڑھانے میں صرف کر ڈالے۔ یہاں تک کہ اُسے پوری طرح مجھ پر بھروسہ ہو گیا، اور ایک دن میں نے اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء کو میرے محل میں آکر ضیافت میں شریک ہوگا،،

اس کے بعد پرنس، قتل کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے:

،، گیارہ بجے رات کو سپر کی (یعنی نصف شب کے کھانے کی) تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں۔ دعوت کی میز پر بہت بڑی بڑی قابیں رکھی گئیں۔ ان میں ہر قسم کے گوشت، جو راسپوٹین کو خاص طور پر مرغوب تھے طیار کرا کے رکھے گئے تھے۔ اور روغنی ٹکیاں اور نفیس کیک بھی موجود تھے۔ نیز ہر قسم کی شرابیں اور نظر فریب جام مہیا کئے گئے تھے...،،

،، میں نے الماری سے ایک صندوق نکالا۔ اس میں کئی قسم کے قاتل زہر مخفی تھے۔ پھر میں نے میز پر سے ایک قاب اُٹھائی۔ اسمیں کیک تھے۔ ڈاکٹر لازوورٹ نے ربڑ کے دستانے پہن لئے پھر ایک خاص زہر ،، سیانڈ پوٹاس ،، لے کر کیکوں پر چھڑک دیا۔ پھر بعض دوسرے قسم کے زہر بھی شراب میں ملا دئیے۔ ڈاکٹر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ زہر اتنی زیادہ مقدار میں ڈال دیا گیا ہے کہ شراب کا ایک گھونٹ کئی آدمیوں کے قتل کے لئے کافی ہے۔ اس ڈاکٹر کی خدمات میں نے خاص اسی غرض سے حاصل کر لی تھیں،،

،، جب راسپوٹین آیا تو میں اسے کھانے کے کمرے میں لے گیا۔ اُسنے اپنی پسند کا گوشت سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے روغنی روٹی کی پلیٹ آگے بڑھائی جس میں زہر نہ تھا۔ نہیں معلوم میں نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن یہ واقعہ ہے کہ بلا قصد مجھ سے ایسا ہی ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے زہر ملے کیک سامنے کئے۔ اُسنے پہلی قاب سے روغنی ٹکیاں لے لیں، لیکن زہر آلود کیک سے انکار کر دیا۔ اس انکار نے مجھ پر سخت رعب طاری کر دیا۔ میں ڈرا، شاید یہ شخص ولی اللہ ہے، اور زہر سے واقف ہو گیا ہے۔ میں نگاہیں خوف سے نیچی کئے تھا، اور دل دھڑک رہا تھا۔ اچانک اُس کے ہاتھوں کو جنبش ہوئی اور یہ کہہ کر اُسنے ایک کیک اُٹھا لیا ،، تمھاری خاطر سے! ،، اور بلا تامل منہ میں رکھ لیا۔ پھر دوسرا لیا اور کھا لیا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ ایک سکتہ کا سا عالم مجھ پر طاری تھا۔ مجھے یقین تھا، اب فوراً زہر کا اثر اُس پر ظاہر ہو جائے گا۔ مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی، جب میں نے دیکھا، کہ وہ پوری طرح تندرست ہے۔ کوئی اثر بھی اُس پر ظاہر نہیں ہوا۔ مجھ سے ہنس ہنسکر باتیں کر رہا ہے!،،

،، پھر اُسنے مسموم شراب جام میں انڈیلی۔ میں فرط اضطراب سے کھڑا ہو گیا۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ فوراً مر جائے گا۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے مزہ لے لے کر پیتا رہا۔ کئی جام خالی کر دئیے۔ پھر وہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ برابر باتیں کئے جاتا تھا۔ اب رات کے تین بج چکے تھے۔ مگر اُس پر زہر کا کوئی اثر نہ تھا!،،

،، ٹہلتے ٹہلتے اُسنے یہ کہہ کر مجھے مبہوت کر دیا ،، باقی رات، جلسۂ رقص میں گزارنی چاہئے! ،، اب میں جیب سے پستول نکال چکا تھا کیونکہ جب زہر کی اتنی بڑی مقدار کارگر نہ ہوئی، تو بجز پستول کی گولی کے اور کونسا ذریعۂ قتل کام دے سکتا تھا۔ اُس کے جلسۂ رقص کے جواب میں میں بے اختیار چیخ اُٹھا ،، خبیث بھوت! کیا یہ بہتر ہوگا کہ جلسۂ رقص کی جگہ تو صلیب دیکھے اور نماز پڑھ لے، کیونکہ ایک لحظہ بعد تو مرا پڑا ہوگا!،،

اُس کی آنکھوں میں ایک ہولناک چمک پیدا ہوئی۔ پھر فوراً ہی ایک قسم کا خشوع و خضوع طاری ہو گیا۔ وہ جلدی سے میرے قریب آیا۔ اپنی چمکیلی آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔ میں نے آہستہ سے اپنا پستول والا ہاتھ پیچھے سے سامنے کر دیا،،

،، پستول دیکھ کر راسپوٹین بھاگا نہیں۔ نہ مقابلہ کی کوشش کی۔ اُسنے اپنی نظریں میرے چہرے سے ہٹا لیں اور صلیب پر جما دیں جو اُس کے گلے میں پڑی تھی۔ وہ اب بھی بالکل خاموش تھا۔ میں نے پستول کی لبلبی دبائی اور گولی اُس کے سینے پر لگی۔ اُسنے بڑے زور سے چیخ ماری اور چت گر پڑا۔ میں نے دوڑ کر زخم کا معائنہ کیا۔ گولی دل چیر کر نکل گئی تھی۔ یہ بالکل یقینی تھا۔ راسپوٹین مر گیا!،،

،، میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اُس کے قریب کھڑا صلیب کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ قریب تھا میں بیہوش ہو کر گر پڑتا۔ راسپوٹین، بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو گیا! بڑے زور سے چلایا۔ تمام مکان اُس کی چیخ سے گونج اُٹھا۔ پھر اُسنے اپنی فولاد سے بھی زیادہ مضبوط انگلیوں سے میرا بازو پکڑ لیا۔ مجھے یقین تھا، میری ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اب اُسنے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ میں اپنی دہشت و خوف کے بیان سے قطعاً قاصر ہوں۔ میں نے خیال کیا ،، یہ بھوت مجھے اب مار ڈالے گا۔ مگر فوراً میرے جسم میں بھی ایک عظیم قوت پیدا ہو گئی۔ میں نے زور لگا کے اپنے آپ کو چھڑایا اور بھاگنے لگا،،

،، راسپوٹین بھی میرے تعاقب میں دوڑا۔ وہ برابر چلائے جاتا تھا اور قتل کی دھمکی دیتا تھا۔ میں زینے پر جا کر رُکا۔ اُسوقت اُس کی صورت بالکل بھوت کی سی ہو گئی تھی۔ تمام لباس خون سے رنگین تھا، اور سینہ سے خون کا فوارہ بہ رہا تھا!،،

،، وہ زینہ کے سامنے پہنچکر رُکا۔ پھر تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ کر صحن میں پہنچ گیا۔ صحن میں تاریکی تھی۔ میرے نوکروں نے مسلسل تین گولیاں اُس پر چلائیں۔ اب وہ لڑکھڑایا اور برف کے ایک ڈھیر کے سامنے پہنچکر گر پڑا،،

،، اب واقعی راسپوٹین، روس کا مہیب بھوت، مر چکا تھا!،،

زہر آلود غذا کے عدم تاثر کی نسبت پرنس نے جو کچھ لکھا ہے، یہ راسپوٹین کا کوئی اعجاز نہ تھا، بلکہ خود پرنس کی ایک ایسی غلطی تھی جس کا ذہنی اضطراب کی وجہ سے اُسے احساس نہیں ہوا۔ اس طرح کی صورت حال میں ایسی غلطی اکثر ہو جایا کرتی ہے۔ دراصل خوف و دہشت اور اعتقادی کمزوری کی وجہ سے اُسوقت پرنس کی ذہنی حالت مختل ہو چکی تھی۔ اُسنے یکے بعد دیگرے جسقدر قاب اُٹھا کر پیش کئے، اُن میں سے کوئی قاب بھی زہر آلود نہ تھا۔ ذہنی پریشانی کی وجہ سے اُسنے جسے زہر آلود سمجھ کر اُٹھایا، وہ زہر آلود نہ تھا، اور جنھیں غیر زہر آلود سمجھ کر چھوڑ دیا، وہی زہر آلود تھے۔ اس طرح کی غلطی ذہنی اضطراب کی حالت میں ہر انسان سے ہو جایا کرتی ہے

فلسطین میں آثار قدیمہ

(ہتیاروں کا قدیم سانچہ)

اخبار السیاسہ راوی ہے کہ جرمن محقق ڈاکٹر رسلین کو بلاطہ (فلسطین) کے کھنڈروں میں مٹی کا ایک سانچہ ملا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے، یہ سانچہ ہتیار ڈھالنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پتھر کی تپائیاں

اب سے پہلے یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ شہر نابلس میں پتھر کی قدیم تپائیاں پائی گئی ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا یہ کسی قدیم تماشہ گاہ کا بقایا ہیں لیکن اب علماء آثار قدیمہ نے معلوم کر لیا ہے کہ یہ یونانی ارتمیس کے مندر کے آثار ہیں۔ یہ مندر، رومن شہنشاہ سپٹیم سویر نے تعمیر کیا تھا۔ (السیاسہ)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدیدہ کے ابتدائی نمبر یعنی نمبر
۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں
وہ
دوگنی
قیمت پر
خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے

منیجر

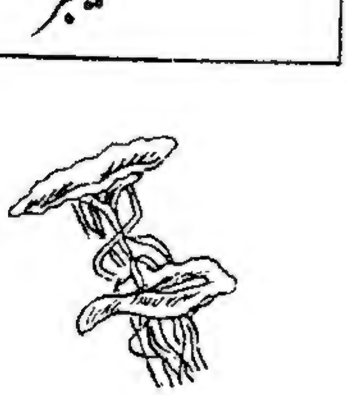

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بر نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے، ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور جوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ گو بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بنظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ اسکے چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۲۷ء مع جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے، کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگ دیکھ لو

دو روپے تولہ سونا

گھسکر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چوڑی دانہ ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی آتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپیہ کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے مبلغ سات روپئے (عہ)

منیجر گولڈن اسٹور پوسٹ بکس ۲۳ لاہور

برص سفید داغ ۲۱ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں ایکیس خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت معہ خرچ [illegible]

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عـہ) طلبہ سے دو روپیہ (عـہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

افیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں

جن کے استعمال سے صدہا علی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ ماہوار کے عملی کے لئے ایک روپیہ کی گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز [illegible] ضلع فیروزپور پنجاب

اشتہار

کے لئے

وشمار سے ثابت ہوتا ہو کہ ابتدائی مدارس کے طالب علموں میں سے ۹۱ فیصدی طالب العلم ثانوی مدارس میں اپنی تعلیم جاری رکھتے ہیں۔ جاپان میں اس وقت ابتدائی ثانوی، اور اعلیٰ تعلیم گاہوں کی تعداد ۴۴ ہزار ہو۔ ان میں طلبہ کی سالانہ تعداد ایک کرور ۵۰ لاکھ سے زیادہ رہتی ہو۔

پھر جاپانیوں کو مطالعہ کا بھی از حد شوق ہو۔ میرے علم میں کوئی قوم اس بارے میں اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ سنہ ۱۹۲۵ کے اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہو کہ جاپان میں مختلف علوم وفنون پر ۱۸۰۸۲ کتابیں شایع ہوئیں۔ علاوہ بریں انگلستان، فرانس، امریکہ، جرمنی اور چین سے ۵۰ لاکھ روپیہ کی کتابیں آئیں، اور فروخت ہوگئیں۔ جاپان کے تمام اخبار نویس جانتے ہیں کہ اخباروں میں سب سے زیادہ اعلان کتابوں ہی کے شایع ہوتے ہیں، اور اُنہی سے زیادہ اُجرت حاصل ہوتی ہو۔

ٹوکیو اور اوساکا کے دس اخباروں کی روزانہ مجموعی اشاعت ۵۰ لاکھ ہو۔ ان میں سب سے بڑے اخبار دو ہیں: "اوساکا مانچی" اور "ٹوکیو نیچی نیچی" دونوں "اوساکا مانچی" کمپنی کی ملکیت ہیں۔ اول الذکر کی روزانہ اشاعت ۱۲ لاکھ ہو اور آخرالذکر کی ۸ لاکھ۔ انکے بعد "اوساکا اساہی" کمپنی کے دو اخبار ہیں: "اوساکا اساہی" اور "ٹوکیو اساہی" دونوں کی مجموعی اشاعت ۲۰ لاکھ ہو۔ میرے خیال میں دُنیا بھر میں کوئی اخبار بھی "اوساکا مانچی" کے برابر اشاعت نہیں رکھتا۔ ہاں صرف لندن کا ڈیلی میل، اور پیرس کے "جرنل" اور "پتی باریزان" اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان چار اخباروں کے علاوہ ۶ اور اخبار ایسے ہیں جن کی روزانہ اشاعت ۵ لاکھ سے ۱۰ لاکھ تک ہو!

جاپان میں کئی انگریزی اخبار بھی نکلتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اخبار "اوساکا مانچی" کمپنی کی ملکیت ہو اور ۸ بڑے صفحوں میں نکلتا ہو۔

جاپان کی صحافتی ترقی کے سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہو کہ اخباروں میں باہم سخت رقابت ہو۔ بلکہ کہنا چاہئے ایک پُرامن جنگ جاری ہو۔ اس رقابت سے باشندوں کو بہت نفع حاصل ہوتا ہو۔ ذیل میں چند واقعات ملاحظہ ہوں:

سنہ ۱۹۲۴ میں اخبار "مانچی" نے اپنا بحری طیارہ جزائر جاپان کے گرد دورہ لگانے کے لئے روانہ کیا۔ اس کا جواب اخبار "اوساکا اساہی" نے یہ دیا کہ فوراً ایک دوسرا طیارہ خرید کر ٹوکیو سے پیرس تک کے سفر پر روانہ کردیا!

اس کے بعد اول الذکر اخبار نے یہ جدت کی کہ ۵ ہوائی جہاز اس غرض سے خریدے کہ اپنے ٹوکیو اور اوساکا کے مرکزی دفتروں کے مابین اتصال پیدا کرے، اور جلد سے جلد کتابیں، اخبارات، نقشے، تصویریں، ایک دفتر سے دوسرے دفتر میں پہنچ جائیں۔ اسپر اخبار اوساکا اساہی نے بھی فوراً کئی جہاز خرید لئے اور اوساکا ٹوکیو اور سنڈائی ٹوکیو کے مابین حکومت کے لئے مفت ہوائی ڈاک کا سلسلہ جاری کردیا۔

اس رقابت نے اب یہ صورت اختیار کرلی ہو کہ تمام بڑے بڑے اخبار ہر روز کئی کئی ضمیمے شایع کرتے رہتے ہیں اور اپنے خریداروں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً اخبار "مانچی" روزانہ ۱۳ ضمیمے شایع کرتا ہو۔ یہ ضمیمے عموماً قصبوں اور دیہاتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مگر اہتمام کیا جاتا ہو کہ ہر علاقے کے ضمیمے میں وہی خبریں ہوں، جو وہاں کے باشندوں کے لئے ضروری ہیں۔

اس رقابت کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہو کہ اخبار، خبریں جمع کرنے میں زیادہ سے زیادہ روپیہ خرچ کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ "اوساکا مانچی" کمپنی نے سنہ ۱۹۲۳ کے جاپانی زلزلے کی خبریں حاصل کرنے پر ۴۴ ہزار پونڈ خرچ کئے تھے۔ اسی طرح سنہ ۱۹۲۶ میں جب مشہور ہوا کہ شہنشاہ جاپان، حالت نزع میں ہو، تو اخباروں کی رقابت آخری حد تک پہنچ گئی۔ دونوں اخباری کمپنیوں نے شاہی محل کے قریب ہی دو مکان کرایہ پر لے لئے، اور اپنے اپنے دفتر کھول دئے۔ ان دونوں میں ہر وقت خبریں لانے والوں اور کام کرنے والوں کا اتنا ہجوم رہتا تھا کہ دو فوجی بارکیں معلوم ہوتی تھیں۔ ہر کمپنی کی کوشش تھی کہ شہنشاہ کے متعلق سب سے پہلے وہی خبریں معلوم کرکے شایع کرے!

جاپان کے اخباروں کا ایک امتیاز یہ بھی ہو کہ وہ خبریں جمع کرنے میں صرف، ریل، تار، اور ہوائی جہازوں ہی پر بھروسہ نہیں کرتے کیونکہ ان میں سے ہر چیز ٹوٹ سکتی ہو، بلکہ قدیم طریق خبر رسانی یعنی پیغامبر کبوتروں کی ڈاک کا بھی انتظام کر رکھا ہو۔ بڑے بڑے نامہ نگاروں کے ساتھ ہمیشہ کبوتر جاتے ہیں، تاکہ اگر کبھی ریل، یا تار، یا ہوائی جہاز بے کار ہوجائے، تو ان کبوتروں کے ذریعہ خبریں وقت پر پہنچا دی جائیں"

ہنسی

ایک علمی اور نفسیاتی بحث

تازہ ڈاک کے ایک علمی رسالہ میں ہنسی کی حقیقت پر دلچسپ بحث کی ہو:

"ہنسی کیا ہو؟

موجودہ علم کی روشنی میں ہنسی، ایک عصبی تشنجی حالت ہو جو انسان کے مختلف اعضاء پر طاری ہوتی ہو۔ یہ حالت اس طرح شروع ہوتی ہو کہ پہلے آنکھیں کسی قدر بند ہوتی ہیں، پھر منہ کے بعض عضلات اوپر چڑھ جاتے ہیں، اور بعض نیچے لٹک جاتے ہیں۔ پھر وہ کھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ دانت ظاہر ہوجاتے ہیں۔ پھر نبض اور تنفس پر اثر پڑتا ہو۔ اُن میں بھاری پن پیدا ہوجاتا ہو۔ ساتھ ہی آواز بھی پیدا ہوتی ہو، اور یہی آواز اپنے آخری درجہ میں قہقہہ کہلاتی ہو۔ پھر تشنجی حالت، جسم کے دوسرے اعضاء تک پہنچتی ہو۔ انسان بےخود ہوکر ہاتھ پاؤں ہلانے لگتا ہو، یا اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہو۔ کبھی آدمی تالیاں بھی بجانے لگتا ہو۔ مگر یہ تمام حرکات، ہنسی کے اصلی اجزاء نہیں ہیں۔ اگرچہ اکثر حالتوں میں طاری ہوتے ہیں۔

پس ہنسی جسم انسانی کا ایک اندرونی عمل ہو۔ لیکن اگر انسان اپنی قوت ارادہ مضبوط کرلے، اور ہنسی روکنا چاہے، تو بڑی حد تک روک بھی سکتا ہو۔

ہنسی، عموماً مسرت انگیز موثرات کا نتیجہ ہوتی ہو۔ ٹھیک گریہ کی طرح جو رنج والم سے پیدا ہوتا ہو۔ یا چہرہ اور جسم کی بعض عضلی حرکات کی طرح جو غصہ یا خوف سے واقع ہوتی ہیں۔

کبھی ہنسی، اندرونی عوامل کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ صناعی طور پر پیدا کردی جاتی ہو۔ مثلاً ہم گدگدا کر آدمی کو ہنسا دیتے ہیں۔ جسم میں گدگدی کا اثر اس امر کی علامت ہو کہ جسم، زندہ اور حساس ہو۔ لیکن کبھی جسم پر ایسے عوارض بھی طاری ہوجاتے ہیں کہ گدگدی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

غیر حقیقی ہنسی کی ایک قسم وہ بھی ہو جو محض محاکات سے ظاہر ہوتی ہو۔ ہم لوگوں کو ہنستے دیکھتے ہیں، اور خود بھی ہنسنے لگتے ہیں، حالانکہ ہمیں اُن کی ہنسی کا سبب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ محاکاتی ہنسی انسان کی اجتماعی طبیعت کی ایک علامت ہو۔ اس میں وراثت کو بھی دخل ہو۔ علمی تحقیقات سے ثابت ہوا ہو کہ ہنسی صرف انسان ہی کا خاصہ نہیں ہو، جیسا کہ قدما خیال کرتے تھے، بلکہ بہت سے حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ اپنی ابتدائی حیوانی حالت میں بھی انسان ہنسا کرتا تھا۔ اُس وقت اس میں کلام کی قوت نہ تھی، اس لئے ہنسکر اپنی خوشی ظاہر کرتا تھا۔ ہنسی درحقیقت چہرہ، آنکھوں اور کانوں کی طرف سے احساس مسرت میں شرکت کی ایک دعوت ہو!

ٹھیک انسان کی طرح بہت سے بندر بھی ہنستے یا مسکراتے ہیں۔ وہ خاص حالات میں اپنا منہ اور دانت کھول دیتے ہیں، اور ایسی آوازیں نکالتے ہیں، جو بالکل انسان کی ہنسی سے مشابہ ہوتی ہیں۔

پروفیسر جارج بولانگیر موجودہ زمانہ کا ماہر علم الحیوانات ہو۔ اُسکا بیان ہو کہ لندن کے زندہ عجائب خانے میں اُسنے متعدد شیانزی بندروں کو ہنستے ہوئے دیکھا ہو۔ یہ ہنسی بالکل آدمی کی ہنسی کی طرح ہوتی ہو۔ بندر پروفیسر موصوف سے جان پہچان رکھتے تھے۔ وہ لوگوں کے ہجوم میں بھی اُسے دیکھ کر ہنسنے یا مسکرانے لگتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ پروفیسر مذکور کا بیان ہو کہ اُسنے بہت سے بندروں کی بغل میں اسی طرح گدگدایا، جس طرح آدمی آدمی کو گدگداتا ہو۔ اُس کا وہی اثر ہوا، جو آدمی پر ہوتا ہو۔ یعنے وہ ہنسنے لگے اور بعض تو ہنستے ہنستے لوٹ گئے!

بعض علماء کا خیال ہو کہ کتے بھی ہنستے ہیں۔ لیکن کتوں کی ہنسی میں آواز نہیں ہوتی۔ صرف منہ کھلتا ہو اور دانت نکل آتے ہیں۔

مدبرین انگلستان کے بعض اقوال

ہندوستان کی نسبت

اس کے بغیر چارہ نہیں کہ اسلام کو مغلوب کردیا جائے۔

(لارڈ ڈلہوزی سنہ ۱۸۴۸ء)

"ڈوائڈ اور حکومت کرو" قدیم رومن مقولہ ہو اور یہی ہندوستان میں ہمارا بھی اصول ہونا چاہئے ... مجھے یقین ہو کہ ہماری ہندوستانی سلطنت بالکل محفوظ ہوجائے گی اگر ہم اسی اصول پر ایک ہندوستانی فوج مرتب کریں۔ اسی مقصد کے لئے میں مختلف فرقوں اور زبانوں کی پھوٹ سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ ممکن ہو میں اس باب میں اپنا نقطۂ نظر پوری قوت سے بیان نہ کرتا اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ ڈیوک آف ولنگٹن اس خیال میں مجھ سے بالکل متفق ہیں۔

(لارڈ الفنسٹن گورنر بمبئی سنہ ۱۸۵۸ء)

ہماری بہترین حکمت عملی یہ ہوگی کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ سے ہمیشہ دست بگریباں رکھیں!

(ویسٹ منسٹر ریویو سنہ ۱۸۵۸ء)

ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہندوستان کے مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات پوری قوت سے برقرار رکھیں اور کبھی باہم اتحاد قائم نہ ہونے دیں۔ "ڈوائڈ اور حکومت کرو" ہماری حکومت کا حکومت کا اصل الاصول ہونا چاہئے۔ (کرنل جان کوک سنہ ۱۸۵۹ء)

ہندوستانی مسلمانوں کا مفاد، ہندو جذبات پر قربان کردیا گیا۔

(ہنٹر سنہ ۱۸۶۸ء)

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، [illegible] چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے، بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الہـــلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بها جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ڈھائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ڈھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ـــ في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۳ روپیه پیشگي -

منیجر الہـــلال بک ایـــجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهیں
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال في مجلدات الہلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الہـــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نهیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوباره چهپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهنچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " چهارم ۱۰ روپیه " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر "البلاغ پریس"

صرف ایک دن کیلئے رعایتی اعلان
نصف قیمت

یہ رعایت صرف ایک دن کیلئے ہی ہے ۲۹- نومبر ۱۹۲۷ء کو درخواستیں لکھیں اور رعایتی درخواست ڈاکخانہ میں ضرور ڈال دیں ۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء کے بعد کسی درخواست کنندہ کو رعایت نہ دیجائیگی عـــہ روپے کے رعایتی خریدار کو محصولڈاک معاف ہوگا۔ [illegible] روپے سے رعایتی قیمت۔ اور [illegible] روپے کے اصل قیمت کے خریدار کو رسالہ انتخاب لاجواب جسکی قیمت سالانہ چھ روپے ہے مفت دیا جائیگا۔ [illegible] روپے کے رعایتی خریدار کو رسالہ انتخاب لاجواب چھ ماہ کیلئے مفت [illegible] روپے کے رعایتی خریدار کو ایک روپیہ کی اصل قیمت کی کوئی کتاب جو وہ چاہیں مفت دیجائیگی۔ یا ایک چاقو جرمنی کا بنا ہوا دیا جائیگا۔ مینیجر

دنیا میں کامیاب اور دولتمند بنانیوالی کتابیں

سیل دولت یہ کتاب ان تجارتی تجربوں کا نچوڑ ہے جو سالہا سال تک بڑے بڑے تجارتی کارخانوں دوکانوں اور دفتروں کا اصول ہیں۔ ترجمہ۔ قیمت ۸ر

طریق دولت جسمیں ہر دو شخص کے واسطے کے مفید مطلب نسخے ہیں۔ دنیا میں عزت سے دولت کمانے کی گر جو ہر ایک کو کام آسکتے عملی تجربات درج ہیں۔ قیمت صرف ۱۲ر۔ مطالعہ باطن ۱۲ر

شاہراہ دولت امریکہ کے مشہور [illegible] کی کتاب [illegible] کا ترجمہ۔ اس میں دولت کمانے کے عملی طریقے تفصیل سے بتائے گئے ہیں جن کی پیروی سے وہ خود امیر آدمی بن گیا۔ بالتصویر ۸ر

امریکہ کے کامیاب لوگ - بالتصویر۔ ایسے لوگ دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب اور دولتمند لوگ امریکہ نے پیدا کئے ہیں۔ اس میں امریکہ کے تمام چوٹی کے کامیاب لوگوں کا حال اور ان کی کامیابی کے وسائل وضاحت سے درج کئے گئے ہیں عــہ۔ توجہ کی کیسوئی عــہ

- دنیا کا روشن رخ عــہ
- عمدہ حافظہ کا راز ۱ر
- آہنی ارادہ لہ ر
- دم فرصت [illegible]
- قوت الحیات ۸ر
- تحریک لہ ر
- سطان نفس ۳ر

صنعت و حرفت کی نایاب کتابیں

ذخیرہ صنعت و حرفت کامل گویا سیکڑوں کتابوں کا حاصل

یہ نادر اور لاثانی کتاب دراصل سیکڑوں کتابوں کا خلاصہ ہے اور ایسے مطالعہ سے آپ بے انتہا فائدہ اٹھا سکتے ہیں ہندوستان کے اہل ملک کا سب سے بڑا عیب ملکی صنعت و حرفت ہے۔ امریکہ جاپان۔ جرمنی۔ آسٹریا۔ فرانس سوئٹزرلینڈ وغیرہ تمام ترقی یافتہ ممالک کی صنعت و حرفت کا لب لباب ان آٹھ جلدوں میں جمع کردیا گیا ہے۔ اردو زبان میں اس پایہ کی کتاب ملنی ناممکن ہے۔ اب تک کئی ایڈیشنوں میں چھپ چکی ہے۔ یہی اس کی پسندیدگی کا زندہ ثبوت ہے۔ کل حصوں کا مجموعہ (۳۰۰۰) صفحہ۔ قیمت حصہ اول [illegible] حصہ دوم [illegible] حصہ سوم [illegible] حصہ چہارم [illegible] حصہ پنجم [illegible] حصہ ششم [illegible] حصہ ہفتم [illegible] حصہ ہشتم ۸ر

کمل مرغیخانہ ہماری کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ اسمیں مرغیوں بطخوں۔ ترکیوں اور دیگر انگریزی و دیسی جانوروں کی پیدائش پرورش بذریعہ مشین بیماریوں کا علاج وغیرہ مکمل درج ہے۔ قیمت مجلد [illegible]

ہر قسم کے روغن وارنش۔ ہر قسم کے روغن وارنش بنانے اور پکانے کے طریقے قیمت ۸ر

مصنوعی دوائیں اور ٹانکے لگانا اور دیگر مصنوعی دوائیں بنانے کی کل ترکیبیں اور ہر قسم کے ٹانکے لگانا۔ قیمت ۸ر

آتشبازی - انگریزی اور دیسی آتشبازی بنانے کی عملی طریقے بالتصویر ۱۲ر

مٹی کے برتنوں پر پالش چڑھانا ۶ر

کلید صنعت - انجن کے کل پرزوں کی شناخت و حالات جو ہر شخص انجن کے انجینئر کو جاننا ضروری ہیں درج ہیں۔ عــہ

- رنگائی چھپائی ۸ر
- جلد دار سازی ۸ر
- آئینہ جواہرات عــہ
- موم بتی بنانا ۶ر
- بسکٹ کا کارخانہ ۶ر
- لوہا ڈالنا لہ ر
- دباغت چمڑا رنگنا لہ ر
- رنگریز لہ ر
- گھر کا درزی لہ ر
- بھیڑ بکری کی پرورش عــہ
- آلہ مقیاس لہ ر
- دیاسلائی بنانا ۸ر
- رسالہ گلٹ سازی ۸ر
- سینٹ ۸ر
- ترقی النتاج ۸ر
- گنجینہ جواہرات لہ ر
- اینٹیک ناچ [illegible] عــہ
- کمل فوٹوگرافی ۸ر
- کمل کھر یاسازی عــہ
- کارخانہ دیاسلائی عــہ
- داغ دھبے دور کرنا ۱ر
- ورنش پالش بنانا عــہ
- حالات کشمیری لہ ر
- محب المویشی ۶ر
- علاج المویشی ۸ر
- حالات انقلاب لہ ر
- کمل دندان سازی عــہ

باورچی خانہ کے متعلق بہترین کتابیں

ہدایت نامہ باورچیاں - ہر قسم کے انگریزی اور دیسی کھانے پکانے کے عملی طریقے - قیمت عــہ

مربے حلوے اچار چٹنیاں - مزیدار اور لذیذ مربے۔ خوشنما اور خوشگوار اچار خوشبودار حلوے اور چٹ پٹی چٹنیاں بنانے کے عجیب غریب نسخے درج ہیں - لہ ر

خوان یغما - مسلمانوں کے انواع و اقسام کے صدہا لذیذ کھانے۔ پلاؤ۔ زردہ۔ قورمہ۔ گوشت۔ کوفتے وغیرہ بنانے کے دوران میں مصالحہ ڈالنے اور پکانے کی پوری تراکیب اس میں درج ہیں - ۸ر

بھوجن پرکاش - اس میں لذیذ اور پرمزہ نمکین اور شیریں کھانوں انواع و اقسام کی مٹھائیوں۔ حلوے۔ پوریاں۔ کچوریاں وغیرہ درج ہیں - ۸ر

- ڈیکم بریک ۸ر
- کاغذ سازی لہ ر
- غذا کی حقیقت بالتصویر عــہ
- نیلاری یا کپڑے رنگنا عــہ
- چھریاں چاقو بنانا عــہ
- عملی صابون سازی عــہ
- روشنائی بنانا ۸ر
- چینی کے مصنوعات عــہ

زراعت و باغبانی کے متعلق مفید کتابیں

کتاب الاثمار مصنفہ جناب شمس العلماء نواب سید امداد امام رئیس پٹنہ۔ باغبانی اور میوہ جات کی یہ مشہور کتاب کئی ایڈیشنوں میں چھپکر فروخت ہوچکی ہے۔ حجم پونے چار سو صفحہ ہے۔ اس میں تمام میوہ جات کی کاشت اور تجربہ باغبانی کی ترکیبیں و تدبیریں بیان کی گئی ہیں پھلدار درختوں کو کیڑا لگنا۔ ان کی عام بیماریاں جن سے نقصان ہونے کا اندیشہ ہو تمام حالات مفصل درج ہیں۔ اردو زبان میں اس فن پر اس سے بہتر کتاب اور کوئی موجود نہیں ہے۔ عــہ

میوہ جات اس کتاب میں تمام میوہ دار درختوں کے حالات مع ان کے بونے اور ان پر درخت سے عمدہ پھل پیدا کرنیکی عملی تدابیر

پھلواڑی یہ تیسری کتاب پھولوں کے باب میں ہے۔ اس میں صدہا قسم کے ہندوستانی اور ولایتی پھولدار پودوں کا ذکر ہے۔ باغوں کے شوقین اس کی مدد سے اچھا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت عــہ

- زراعت کی پہلی کتاب بالتصویر عــہ
- سبزی ترکاریاں بالتصویر عــہ
- کیمیائے زراعت عــہ۔ کاشت آلو ۸ر

۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو درخواستیں ارسال کریں ایسا نہ ہو کہ آپ رعایت سے محروم رہجائیں یہ رعایت صرف ایکدن ہی کیلئے ہے

اسلامی کتابیں

- مذاہب اسلام عــہ
- شرح عقاید نسفی عــہ
- آئینہ اسلام عــہ
- دلیل الحیران ۶ر
- فیض الرحمٰن فی کلام [illegible] عــہ
- تسہیل القرآن ۳ر
- علم الکلام امام غزالی عــہ
- پنج بنائے اسلام ۸ر
- شریعت اسلامیہ / خفقان صحت ۸ر
- روایات اسلام ۳ر
- مسلمانوں کے سبق / حکمت کے سبق ۳ر
- نصف کی [illegible] ۸ر
- تجارت العرب قبل الاسلام عــہ
- دیوان حافظ کی تاریخی [illegible]
- اسلام کی پہلی کتاب ۳ر
- ” ” دوسری ” ۶ر
- ” ” تیسری ” ۸ر
- ” ” چوتھی ” ۱۰ر
- فلسفہ عبادات عــہ
- تقسیم میراث ۸ر
- ہدایت الحجاج لہ ر
- مفصل سورۃ فیل / علم حرف جسم ۸ر
- [illegible]

حفظ صحت و علم طب کی کتابیں

مجربات حفظ صحت کے آٹھ حصے ان آٹھ حصوں میں ہزاروں قیمتی اور مجرب نسخے درج ہیں جو چالیس سال کی کوشش سے آج تک جمع ہو سکے ہیں۔ ہر مرض کے متعلق کوئی نہ کوئی مجرب نسخہ اس میں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی ان کے مطالعہ سے کمل حکیم بن سکتا ہے قیمت ہر ایک حصہ ایک روپیہ آٹھ حصوں کی قیمت آٹھ روپے اکٹھا

- رہنمائے فن عطاری ۱۰ر
- ذخیرۃ الاطبا عــہ
- قوت سامعت اور کان ۱ر
- نکدر موگر یاں عــہ
- فاد زہر ۲ر
- لکنت اور اسکا علاج ۶ر
- جڑی بوٹی عــہ
- کشتہ جات عــہ
- حسن و صحت بڑھانیکے طریقے لہ ر
- قلب اور اس کے افعال ۸ر
- مینا [illegible] / قارورہ کی تشخیص لہ ر
- علم جلاب بتھے امراض ۸ر
- حسن و صحت بڑھانیکے نسخے ۸ر
- رسالہ تپ دق ۸ر
- مادر و نوزاد کی تعلیم / دوران کی تفہیم لہ ر
- صحت الابدان ۱۲ر
- خوبصورتی و تندرستی عــہ
- درازی عمر کے اسرار عــہ
- طب نفسی حصہ اول / ” ” دوم ۱۰ر
- طب یونانی متقی [illegible]
- اسرار و آثی ۸ر
- طاعون اور اس کا علاج ۸ر
- بازاری ادویات عــہ

سوانح عمریاں

- سوانح علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی عــہ
- حیات النعیم / ذکر نبی کریم ۸ر
- پیغمبر اسلام ۸ر
- الفاروق شبلی ۸ر
- ابوبکر صدیق عــہ
- علی ابن ابی طالب ۱۲ر
- خالد بن ولید عــہ
- حالات سعدی عــہ
- سلطان علاؤالدین خلجی ۱۲ر
- سلطان صلاح الدین عــہ
- البیرونی لہ ر
- سلطان فاتح ۵ر
- سلطان الشہید ٹیپو لہ ر
- سلطان سلیمان عالیشان لہ ر
- حیات زیب النساء ۶ر
- نپولین بوناپارٹ ۳ر
- جنرل گارفیلڈ ۸ر
- سٹرابینڈ ریو کارنیگی عــہ
- نواب وقارالملک ۸ر

بول چال کی کتابیں

- اردو بول چال ۶ر
- لغات الخواتین ۶ر
- عربی بول چال عــہ
- انگریزی بول چال عــہ
- فارسی بول چال عــہ
- ترکی بول چال ۳ر
- قواعد ترکی لہ ر
- انگلش ٹیچر عــہ
- مفتاح البلاغت ۶ر
- اردو زبان [illegible]
- ایشیا و یورپ کی تہذیب [illegible]
- ہندو [illegible]
- نجم الاشبال ۶ر
- تضمین نعتیہ بکلام حافظ لہ ر

سفرنامے اور تاریخ

- سفرنامہ بغداد عــہ
- رہنمائے کشمیر عــہ
- تاریخ انگورہ عــہ
- ہندوستان پر مغرب کا اثر عــہ
- تاریخ مراکش عــہ
- تاریخ سیالکوٹ عــہ
- قوانین عثمانی عــہ
- تاریخ جنگ سمالی لینڈ عــہ
- اقوام ترکی ۶ر
- حالات ایران ہر دو حصہ ۶ر
- ترکوں کے ساتھ طرابلس میں عــہ
- کارنامہ راجپوتان عــہ
- نادر خسرواں عــہ
- محسنان اسلام ۳ر
- تاریخ دربار امرتسر عــہ

متفرق کتابیں

- محبوب الاخلاق ۸ر
- نقطہ بے نقطہ ۸ر
- جنگ روس و جاپان کی تفصیلی حالات لہ ر
- دنیا کی مشہور عورتیں عــہ
- ترکوں کے شیخ چلی ۳ر
- جادو کی پہلی دوسری ۸ر
- نوشتہ تقدیر ۱۰ر
- خط تقدیر ۱۲ر
- رہنمائے پولیس ۶ر
- آئینہ سیر بزم ۳ر
- علم بیناٹزم ۸ر
- زنانہ تعلیم عــہ
- مرقع نسواں ۶ر
- علم قیافہ سر ۳ر
- لطائف ظرائف آٹھ حصے ہر ایک حصہ میں پانچسو لطیفے درج ہیں اور ہر ایک حصہ کی قیمت ۱۲ر
- چہ بنستان رسمے ۶ر

ناول ڈرامے و فسانے

- شعر دریا عــہ
- تماشا گاہ عالم عــہ
- ہنگامہ ڈرامہ عــہ
- داستان عجائب عــہ
- واربرٹن نامہ ۶ر
- سرگذشت۔ رینلڈس کے ناول میری، پولیس کی نوکری نہال پرانی ہے۔ کمل سٹ کی قیمت عــہ
- فلسفہ محبت عــہ
- قدیم لندن کے اسرار کمل دو حصوں میں عــہ
- تماشا ویں صدی عــہ
- محبوبہ فرنیس عــہ
- دو حریف سلطان عــہ
- بدا انجام عــہ
- فریبی عورت عــہ
- سند بادجہازی لہ ر
- اکبرو زہرہ عــہ
- امریکہ کی نازنین عــہ
- قدر کی سیر عــہ
- چلتا پرزہ عــہ
- زن مرید ۶ر
- پرستان بغداد ۸ر
- تحفہ بدری ۸ر
- چار چمن ۸ر
- پریوں کا جزیرہ ۶ر
- شمع شبستان ۹ر
- آلات کیمیا کام / نیلگوں کمرہ لہ ر
- دلفگار ۸ر
- اسرار کلیسا ۱۲ر
- سیر عشقہ لکا ڈلی ۸ر
- مطلوب حسیناں ۸ر
- سلسلہ مقبول / یا فیلسوف لہ ر
- دس لینڈ کالونٹ عــہ
- نقلی نواب عــہ
- منزل مقصود عــہ
- انقلاب یورپ عــہ

ناول مصنفہ عبدالحلیم شرر

- درگیش نندنی عــہ
- فردوس بریں عــہ
- حسن بن صباح ۸ر
- فلورا فلورنڈا عــہ
- ملک العزیز ورجنا عــہ
- حسن انجلینا عــہ
- شہید وفا عــہ
- منصور موہنا عــہ
- بابر و بکٹر عــہ
- آئینہ رزم و غیر عــہ

متفرق دلچسپ ناول

- معشوقہ فرانس ۸ر
- مشیر الشباب ۶ر
- خضر شباب ۶ر
- خوبصورت ناگن ۳ر
- فیروز محمودہ عــہ
- برق غضب ۱۲ر
- عصمت کا انجم عــہ
- ذبیح فاطمہ ۱۰ر
- قدسیہ پاکدامن ۸ر
- ظالم عشاق ۸ر
- سلیمان عذرا ۸ر
- جوان بی بی محسن ستمگر لہ ر
- محسن بی بی محسن لہ ر
- حمیدہ بانو ۸ر
- بوالہوس نواب ۱۰ر
- معشوقہ غدر ۸ر
- چھلاوہ ۸ر
- پیرس کا گنبدہ ۳ر
- اسمٰعیل صفیہ ۸ر
- ولایتی بھوت عــہ
- شہید حسرت ۳ر
- نقاب پوش ڈاکو ۸ر
- جوری آنکھیں ۱۲ر
- دلیر عاشق ۶ر
- کھلاڑ

ملنے کا پتہ مینیجر انتخاب لاجواب لاہور

١٩٢٧

الہلال

جلد ١

نمبر ٢٤

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت

٥ ـ آنہ

ضمیمہ ،،

۶۴۳

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C. 4. .

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے غله پیداوار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35.

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وہ هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۲٤ — کلکته : جمعه ٦ . جمادی الثانی ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱
Calcutta : Friday, 2, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .
الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۸٤۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۵۰۲
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۷۲۰	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱٦۸
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۹۰		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . **الهلال**

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - - باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - - سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - - سات روپیه
قیمت في پرچه - - پانچ آنه

---

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

اب غريب فوريس کے ليے بجز اطاعت کے کوئي چارہ کار نہ تھا۔ وہ ۱۸ - دسمبر سنہ ۱۷۹۸ - کو اسکندريہ پہنچا اور فرانسيسي جہاز " شاسور " نامي پر سوار ہو گيا - اِس جہاز کا کپتان لارنس تھا -

ليکن فوريس يہ ديکھکر نہايت متعجب تھا کہ اُس کا جہاز سيدھا راستہ اختيار کرنے کي جگہ کچھہ عجيب پيچ و خم کے ساتھہ جا رہا ہے - اُس نے کپتان سے پوچھا ' تو اُس نے کہا " انگريزي بيڑہ ہر طرف منڈلا رہا ہے - اُس سے بچ کر چلنا ضروري ہے "

کپتان دراصل سکھايا پڑھايا ہوا تھا - اُس سے کہديا گيا تھا کہ جہاز انگريزوں کے ھاتھہ قصداً گرفتار کرا ديا جائے - چنانچہ ايسا ہي ہوا - چند دنوں کے بعد فوريس انگريزي بيڑہ ميں قيد تھا - انگريزي جنگي جہاز " ليون " نے فرانسيسي جہاز ديکھہ ليا تھا اور گرفتار کر ليا تھا !

(۵)

يہ کہنا غير ضروري ہے کہ اِس حادثہ سے غريب فوريس کو کس درجہ صدمہ ہوا ؟ ايک طرف اپني رفيق حيات کي جدائي کا صدمہ مارے ڈالتا تھا - دوسري طرف اپني سرکاري مہم کي ناکامي کا داغ تھا - وہ انگريزي جہاز " ليون " کے ايک کمرے ميں مقيد تھا ' اور رہ رہکر کپتان لارنس کو کوس رہا تھا - اگر اس نے سمندر ميں غلط راستہ اختيار نہ کيا ہوتا تو يہ روز بد نہ ديکھنا پڑتا - بڑي مصيبت يہ تھي کہ اب ايک بڑي مدت تک کے ليے وہ آزادي سے محروم ہوگيا تھا - کيونکہ وہ جنگي قيدي تھا - اسليے اس کي رہائي صرف دو ہي صورتوں ميں ہوسکتي تھي - يا تو دونوں حکومتوں ميں صلح ہوجائے ' يا باھمدگر جنگي قيديوں کا مبادلہ کيا جائے - ليکن يہ دونوں صورتيں قريب الوقوع نہ تھيں !

فوريس اپنے غم انگيز خيالات ميں مصروف تھا - يکايک اُس کي کوٹھري کا دروازہ کھلا ' اور ايک انگريز داخل ہوا - يہ اُس عہد کا مشہور انگريز جاسوس جان بارنت تھا ' جسے نپولين نلسن سے کم خطرناک نہيں سمجھتا تھا -

فوريس نے اُس کي صورت ديکھتے ہي خيال کيا کہ غالباً يہ اِس مہم اور اس کے مقاصد کے نسبت سوالات کريگا - جو سرکاري مراسلت ليکر فوريس فرانس جا رہا تھا ' وہ گرفتاري کے وقت ہي اُس سے ليلي گئي تھي - سب سے زيادہ صدمہ اُسے اسي مراسلت کے دشمنوں کے ھاتھہ پڑجانے کا تھا - وہ اپنے دل ميں کہنے لگا " نہيں معلوم اس مراسلت ميں کيسے کيسے اہم راز ہونگے جو افسوس کہ دشمنوں کے علم ميں آگئے - بہر حال خواہ کچھہ ہي کيوں نہ ہو ' ميں اِن کم بختوں کے سوالات کا کوئي جواب نہيں دونگا "

ليکن شدت حيرت سے وہ مبہوت ہو گيا ' جب اُس نے ديکھا کہ جان بارنت نے وہي مراسلت جيب سے نکالي ' اور فوريس کو ديتے ہوئے کہا :

" ميرے دوست ! يہ تمہارا سر بہ مہر لفافہ موجود ہے - ديکھہ لو ! ہم نے کھولنے کي بالکل کوشش نہيں کي - اِس کي تمام مہريں اپني اصلي حالت ميں قائم ہيں - ہميں کوئي ضرورت نہ تھي کہ اِس کے مضامين سے واقف ہوں - يہ مراسلت تمہيں واپس ديدي جاتي ہے - اسے ليلو - شاہي حکم کي رو سے اب تم آزاد ہو - تمہيں عنقريب مصر کے ساحل پر پہنچا کر رخصت کر ديا جائيگا "

يہ بات صورت حال کے اِس درجہ خلاف تھي ' کہ کئي لمحہ تک فوريس باور نہ کرسکا - آخر اُس نے کہا :

" کيا آپ کا واقعي يہي مطلب ہے کہ يہ مراسلت ميں ليلوں ' اور مجھے مصر کے ساحل پر اُتار ديا جائيگا ؟ "

" يقيناً " انگريز جاسوس نے مسکراتے ہوئے کہا " اس ليے کہ ميرے دوست ! جب تم قاہرہ واپس جاؤگے ' تو ديکھہ لوگے کہ تمہاري بيوي بونا پارٹ کي آغوش ميں ہے ! "

(۶)

اصل واقعہ يہ ہے کہ نپولين اور ميڈم فوريس کے تعلقات کي پوري سرگزشت انگريزي جاسوس نے معلوم کرلي تھي - اسکندريہ اور دمياط ميں اُن کے آدمي موجود تھے ' اور الفي بک مملوک کي اعانت سے تمام مصر کي خبريں معلوم کرتے رہتے تھے - جب جان بارنت کو معلوم ہوا کہ نپولين نے فوريس کو اس ليے روانہ کرديا ہے تاکہ مصر سے دور ہوجائے اور وہ خود اُس کي بيوي کے ساتھہ بے غل و غش عيش کرے ' تو اُس نے انگريزي بيڑہ کے افسروں کو اِس کي اطلاع ديدي - جب فرانسيسي جہاز کي گرفتاري کے بعد فوريس کا نام معلوم ہوا تو فوراً پہچان ليا گيا کہ ميڈم فوريس کا شوہر يہي ہے - وہ اُسے گرفتار رکھنا نہيں چاہتے تھے - کيونکہ اِس طرح وہ نپولين کے دلي مقصد کي تکميل کر ديتے - اُنہوں نے فيصلہ کرليا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو ' اُسے مصر واپس کر ديا جائے ' تاکہ نپولين کے سر پر مسلط ہو جائے - انگريزوں کو يقين تھا کہ فوريس جوش انتقام ميں اپنے رقيب کو قتل کر ڈاليگا ' اور اِس طرح اِس بلا سے اُنہيں نجات مل جائيگي -

(۷)

اُدھر مصر ميں يہ ہوا کہ فوريس کے روانہ ہوتے ہي اُس کي بيوي نپولين کے قبضہ ميں آگئي اور شب و روز ساتھہ رہنے لگي - نپولين کا اب اُس سے تعلق بالکل علانيہ تھا - چند دن بعد تمام فوج ميں يہ خبر پھيل گئي ' اور سپاہي ميڈم کو " ہماري مشرق کي ملکہ " کہکر پکارنے لگے !

ليکن ابھي چند ہفتے بھي اِس حالت پر نہيں گزرے تھے کہ اچانک فوريس قاہرہ پہنچ گيا - انگريزي جہاز نے نہ صرف اُسے مصر پہنچا ديا ' بلکہ اسکندريہ ميں ايک انگريزي جاسوس نے تمام ضروري معلومات بھي بہم پہنچا ديں - اُسے معلوم ہوگيا کہ نپولين نے قاہرہ ميں ايک خاص مکان اُسکي بيوي کيليے مخصوص کر ديا ہے ' اور وہ بڑے اميرانہ ٹھاٹھہ سے وہيں رہتي ہے -

وہ سيدھا اُس مکان کي طرف چلا - واقعي اُسکي بيوي قيمتي لباس ميں ملبوس موجود تھي - شوہر کو اِس طرح اچانک ديکھہ کر ڈرگئي ' اور صاف صاف نپولين کے تعلقات کا اقرار کرليا - اب فوريس کيليے غيظ و غضب ضبط کرنا ناممکن تھا - اُس نے بے تحاشا مارنا شروع کرديا - يہانتک کہ مارتے مارتے تھک گيا - اور عورت بے دم ہو کر گر پڑي -

اِسکے بعد کيا واقعات پيش آئے ؟ اُنکي تفصيلات تاريخ تک نہيں پہنچ سکيں - ليکن دو باتوں کا نپولين کے وقائع نگاروں نے ذکر کيا ہے - ايک يہ کہ فوريس نے طلاق کي درخواست پيش کرکے اپني بيوي سے عليحدگي کرلي تھي - دوسري يہ کہ فوريس مصر سے فرانس واپس آ کر عرصہ تک زندہ رہا تھا -

جان بارنت کا خيال تھا کہ فوريس نپولين کو قتل کر ڈاليگا ' ليکن نپولين ايسي ہستي نہ تھي جو اُس آساني سے قتل کر ڈالي جاتي - ابھي اُسے زندہ رہنا تھا اور تمام يورپ کو منقلب کر دينا تھا !

مطبوعات جدیدہ

نپولین اور اسکي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي نامرادي)

میدان جنگ اور حجلهٔ هوس !

(میڈم پولین سے محبت)

اِس عورت سے نپولین کو مصر میں عشق هوا تها -

گیرٹرڈ اریٹز Gertrüde Aretez جسکي جدید الشیوع کتاب کا ذکر اِن صفحات پر هو چکا هے ' میڈم پولین کي نسبت لکهتا هے :

اس معامله کي تفصیل یه هے که ۹ - مئي ۱۷۹۸ ع کو نپولین مصر کي فتح کیلیے روانه هوا - وہ اپنے دو دشمنوں سے بہت زیاده خائف تها ' اور انکي آنکهه بچا کر نکل جانا چاهتا تها - یعني انگریزي امیر البحر نلسن ' اور انگریزي جاسوس جان بارنف -

اِس سفر میں نپولین نے چند خاص عورتوں کے سوا عورتوں کي رفاقت ممنوع قرار دیدي تهي - جن عورتوں کو چلنے اجازت دي گئي تهي ' اُن میں خود اُسکي داشتهٔ میڈم وردیا بهي تهي جسے وہ اٹلي سے اپنے ساتهه لے لایا تها -

(۲)

اِس فوج میں لیو فوریس نامي ایک فوجي افسر تها - اُسنے حال هي میں شادي کي تهي - اُسکا دل اپني بیوي کي جدائي پر کسي طرح راضي نہیں هوتا تها - مگر مشکل یه تهي که عورتوں کو ساتهه لیجانے کي ممانعت تهي - آخر اُسنے یه ترکیب نکالي که بیوي کو سپاهي کي وردي پہنا کر اپنے ساتهه لے لیا تا که دونوں بے روک ٹوک ساتهه رہ سکیں !

اُس وقت کے اکثر مورخین کا بیان هے که ماہ اگست میں نپولین نے قاهره کے باهر ایک جلسه کیا تها ' جس میں اُسکا پورا جنگي اسٹاف اور تمام عورتیں شامل تهیں - اِسي جلسه کے موقعه پر نپولین نے میدان میں اپني فوج کا ایک دسته گهوڑوں پر سوار دیکها - سپاهیوں میں ایک شخص غایت درجه خوش آواز ' خوبصورت ' اور دلربا تها - نپولین نے جنرل برتیه کو حکم دیا که اِس شخص کا پته لگالے - اُسي دن شام کو جنرل نے یه عجیب خبر سنائي که " وہ سپاهي مرد نہیں هے - عورت هے - اور بائیسویں رساله کے ایک افسر کي بیوي هے "

دوسرے دن نپولین نے جنرل کو ایک دعوت منعقد کرنے کا حکم دیا - اِس میں بڑے بڑے جنرل ' افسر ' اور اُنکي عورتیں مدعو کي گئي تهیں - خصوصاً میڈم فوریس بهي خصوصیت کے ساتهه بلائي گئي تهي !

(۳)

چنانچه دعوت کا جلسه منعقد هوا - میڈم بغیر اپنے شوهر کے بلائي گئي تهي - اُس کے شوهر نے شروع میں تو جانے سے منع کیا - لیکن پهر ڈرا ' اور اجازت دیدي - چنانچه تمام مہمان جمع هوئے - حسب معمول نپولین برامد هوا - سب تعظیماً کهڑے هوگئے - وہ لوگوں سے هنستا بولتا جنرل تک پہنچا ' جسکے پاس میڈم فوریس اور متعدد ممتاز سپه سالار کهڑے تهے - جنرل قائد اعظم کا خیر مقدم بجا لایا ' تشریف آوري پر شکریه ادا کیا ' اور ایک پیالي چائے نوش کرلینے کي درخواست کي - درخواست منظور هوئي ' اور نپولین بیٹهه گیا - میڈم بالکل اُسکے مقابل کهڑي تهي -

میڈم فوریس نے دیکها ' سپه سالار اُسے پر معني نظروں سے دیکهه رها هے - وہ بہت کم عمر تهي - شرما گئي - نپولین اُسکي حالت کا بغور مطالعه کرتا رها - مگر بالکل خاموش رها - چائے جلدي سے پيلي ' اور بغیر ایک لفظ کہے جلسه سے اٹهه گیا -

مہمانوں نے رات کا کهانا کهایا ' اور کافي پینے لگے - میڈم فوریس جس میز پر تهي ' اس کے ایک طرف جنرل دي بوي بیٹها تها - دوسري طرف جنرل جونو - آخر الذکر نے کافي کي بهري هوئي پیالي جان بوجهه کر اس طرح میڈم فوریس پر گرا دي ' که سب نے اسے اتفاقي حادثه سمجها - لوگ لپکے اور خاتون کا لباس صاف کرنے لگے - جنرل جونو نے اپني غفلت پر بڑي فصاحت سے ندامت کا اظہار کیا - فوراً کافي کا دهبه پاني سے دهلوایا گیا جس سے میڈم کا لباس اور زیاده بهیگ گیا - اِس پر جنرل نے کہا " آپ کپڑا خشک کرنے کے لیے مکان کي بالائي منزل پر چلي جائیے " میڈم چلي گئي - وهاں نپولین منتظر بیٹها تها !

(٤)

دعوت کے تیسرے دن میڈم کے شوهر فوریس کو حکم ملا که جنرل برتیه سے ملاقات کرے - جنرل نے بڑي بشاشت سے افسر کا خیر مقدم کیا ' اور کہا " دوست ! تم بڑے هي خوش نصیب هو - کیونکه فرانس جا رهے هو - سپه سالار تمهیں ایک خفیه مہم پر پیرس بهیج رها هے - ایک گهنٹه کے اندر روانه هو جاؤ - یه لو ' اسکندریه کے سپه سالار کے نام حکم هے که تمهارے سفر کیلیے هر طرح کي سہولتیں بہم پہنچا دے "

فوریس بد حواس هوگیا - حیران تها ' کیا جواب دے ؟ آخر کار افسردگي سے جنرل کا شکریه ادا کیا اور کہا " اگر مجهے فوراً هي روانه هو جانا هے تو میں اپني بیوي کو بهي ساتهه لے جاؤنگا "

جنرل نے غصه سے کہا " بیوي ! کیا تم یه سمجهتے هو که ایک ایسے نازک کام میں اپنے ساتهه اپني بیوي کو لیجا سکتے هو ؟ خصوصاً جب که راسته میں انگریزي بیڑہ موجود هے اور تمهیں قید کرلے سکتا هے ؟ "

چراغ بيان هو رہے هيں - ليکن انهيں معلوم نهيں ' انبياء کرام کا طريق دعوت تو يه هے که اگر نو سو ننانوے باتيں کهکر چهوڑ ديني پڑيں ' اور هزارويں بات سے مخاطب کے اندر فهم و بصيرت پيدا هو سکے ' تو انهيں ايسا کرنے ميں بهي کبهي تامل نه هوگا - وه ايک کے بعد ايک ' سينکڑوں باتيں چهوڑتے چلے جائينگے - يهانتک که مخاطب کے دل کا دروازه کهل جاے اور حقيقت اور سچائي کي جهلک ديکهه لے !

(طبيب اور داعي)

افسوس ' قرآن کهاں ليجانا چاهتا تها ' اور دنيا نے اسے سر پر رکهکر کدهر کا رخ کيا ! همارے مفسرين متکلمين ارسطو کي منطق اور يونانيوں کي دانش فروشيوں ميں ايسے گم هوگئے که انهيں دوسري راهوں کي خبر هي نه رهي - حالانکه دنيا ميں صرف مناظر اور منطقي هي نهيں هوتے - طبيب اور معالج بهي هوتے هيں - طبيب کا فرض کيا هوتا هے ؟ کيا يه هوتا هے که مريض سے اس کي جهالت اور نا داني کي ايک ايک بات پر لڑے اور مناظره کرے ؟ نهيں ' هزار بار نهيں - اگر طبيب ' طبيب صادق هے ' تو اس کي ساري قابليت صرف اسي ايک نقطه ميں مرکوز رهيگي که کسي طرح مريض کو شفا حاصل هوجاے ' اور کسي طرح موت کي جگه زندگي کا دروازه اس پر کهل جاے - بسا اوقات ايسا هوگا که وه مريض کے ليے ايک غذا تجويز کريگا - اصول طب کے لحاظ سے غذا بهترين غذا هوگي - ليکن طبيب بهتر نسخه اور بهتر غذا تجويز کرسکتا هے - بهتر معده خلق نهيں کردے سکتا - بهت ممکن هے ' مريض کا معده اتنا قوي نه هو' که اس درجه کي مقوي غذا کا متحمل هوسکے - جونهي طبيب کو معلوم هوگا که ميري تجويز کي هوئي غذا اسے پچ نهيں سکتي ' وه فوراً اسے ترک کر ديگا ' اور دوسري غذا تجويز کر ديگا - اگر دوسري غذا بهي مريض هضم نه کرسکا ' تو عجب نهيں تيسري غذا تجويز کردے - بلکه هوسکتا هے ' چوتهي اور پانچويں تک نوبت پهنچے - جب تک مريض غذا هضم نه هوسکنے کي شکايت کرتا رهيگا ' طبيب غذا بدلتا رهيگا - وه کبهي يه نهيں کريگا که ايک هي غذا تجويز کرکے اس پر اڑ جاے ' اور خواه بدبخت مريض هضم کرسکے يا نه کرسکے ؟ يه وهي زبردستي اسکے حلق ميں ٹهونستا رهے - اگر ايسا کريگا ' تو يقيناً وه طبيب نه هوگا ' نوع انساني کا سب سے زياده جاهل فرد اور سب سے بڑا قاتل هوگا !

انبياء کرام کے اعمال دعوت کے ليے اگر انسانوں کے کسي عمل سے مشابهت پيدا کي جا سکتي هے ' تو وه حکماء کي حکمت اور مناظرين کا مناظره نهيں هے - اطباء کا معالجه هے - طبيب جسم کا علاج کرنا چاهتا هے - انبياء روح و دل کے روگ دور کرنا چاهتے هيں - ان کا سلوک بهي اپنے مريضوں کے ساتهه هميشه ويسا هي هوتا هے - جيسا ايک طبيب کا هونا چاهيے - وه مريض سے مناظره کرنا نهيں چاهتے - اسے تندرست کرنا چاهتے هيں - وه بسا اوقات علم و يقين کي ايک دماغي غذا مريض کے سامنے رکهتے هيں - غذا هر طرح مفيد اور بهتر سے بهتر هوتي هے - ليکن انهيں معلوم هوجاتا هے که جهل و ضلالت نے مريض کي فکري حالت اس درجه خراب کردي هے ' که يه غذا اس کا دماغ هضم نهيں کرسکتا - يعنے اس کي سمجهه کي کجي اور دل کي گمراهي ساتهه نهيں ديتي - جونهي انهيں اس حالت کا احساس هوتا هے ' ايک طبيب حاذق کي طرح فوراً غذا بدل ديتے هيں ' اور کوئي دوسري غذا جو اس کا معدهٔ فکر هضم کرسکے ' سامنے رکهديتے هيں - انهيں اس بات کي بالکل پروا نهيں هوتي که پهلي غذا کيوں بدلني پڑي ؟ اس ليے کہ مقصود کسي خاص غذا کا کهلادينا نهيں هے ' بلکه ايسي غذا کا کهلانا هے جو مريض ٹهيک طور پر هضم کر سکے - هضم کي استعداد کے لحاظ سے هر مريض کي حالت يکساں نهيں هوتي - ايک مريض کے ليے دوده سے زياده زود هضم غذا کوئي نه هوگي - ليکن يهي دوده دوسرے مريض کے ليے ناقابل هضم هوگا - جو حال جسم کے ليے معده کا هے - وهي حال دماغ کے ليے فکر کا هے - ذهن و فکر کا ايک بيمار ايسا هوگا جو ايک خاص طرح کي دانائي قبول کرلے سکتا هے ' ليکن ايک دوسرے بيمار دل کے ليے وهي بات ناقابل فهم و تاثر هوگي - انبياء کرام علم و يقين کي بهتر سے بهتر دانائي رکهتے هيں ' ليکن دماغ و فکر پيدا نهيں کردے سکتے - دوده کے بهتر غذا هونے پر کون حرف لا سکتا هے ؟ ليکن اس کا کيا علاج که بد نصيب مريض نے اپنا معده کهو ديا هے يهاں تک که دوده جيسي معده اور زود هضم غذا بهي هضم نهيں کرسکتا ؟ يهي معني هيں اس آيت کريمه که : انك لا تهدى من احببت ' و لكن الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم ! (۲۸ : ۵٦) حالانکه انبياء کرام کے هادي هونے پر خود قرآن بار بار شهادت دے چکا هے که : و انك لتهدى الى صراط مستقيم ! (٤۲ : ۵۲) تو مطلب يهي هے که پهلي قسم کي آيات ميں استعداد اور قابليت خلق کرنے کي نفي هے ' اور دوسري ميں استعداد رکهنے والوں پر سچائي کي راه کهولدينے کا اثبات هے -

(بابل کا طبيب حق)

کتني هزار برس گزرے ' اس بيمارستان هستي ميں ايک طبيب حق ابراهيم خليل بهي تهے - ان کا سابقه بابل کے ايک مريض سے پڑا - يه پادشاهي کے گهمنڈ کا روگي ' اور جهل و طغيان کي بيماريوں سے بد حال تها - انهوں نے اس کے سامنے علم و بصيرت کي ايک غذا رکهي : " ربى الذي يحيي و يميت " ميرا تو اس پروردگار پر ايمان هے جس کے قبضهٔ و تصرف ميں هماري موت و حيات هے - يه بهتر سے بهتر غذا تهي جو شک اور انکار کے کسي مريض کے ليے هوسکتي هے - ليکن مريض اپنے معده کي صلاحيت بالکل کهو چکا تها - وه اتني هلکي اور ساده غذا بهي هضم نه کرسکا - جهل و طغيان کے هيجان ميں بول اٹها " انا احيي و اميت " اگر تمهارے پروردگار کي يهي صفت هے تو يه بات تو مجهے بهي حاصل هے - لاکهوں انسانوں کي جان ميرے قبضهٔ اختيار ميں هے - جسے چاهوں هلاک کر ڈالوں - جسے چاهوں ' زندگي بخش دوں - يه جواب سن کر حضرت ابراهيم کو معلوم هوگيا که غذا گو بهتر تهي ' ليکن مريض کے معدے ميں اتني بهي صلاحيت نهيں که اسے هضم کر سکے - انهوں نے فوراً پهلي غذا هٹالي ' اور ايک دوسري غذا پيش کردي : " فان الله ياتي بالشمس من المشرق ' فأت بها من المغرب ! " اچها ' اگر ايسا هي هے ' تو ديکهو ' يه سورج همارے سروں پر چمک رها هے - يه هر روز پورب سے نکلتا هے اور پچهم کي طرف ڈوب جاتا هے - تم اسے ايک مرتبه پچهم سے نکال دکهاؤ ! يه غذا ٹهيک اسکے معده کي استعداد کے مطابق تهي - حلق سے اتري ' اور هضم هوگئي : " فبهت الذي کفر " اب اس ميں کج بحثي کا دم خم نه رها - دم بخود هو کر رهگيا !

خدا را غور کيجيے - بات کتني صاف اور دلاويز تهي ' اور مفسرين نے اسے کس طرح مشکلوں اور پيچيدگيوں کا گورکهه دهندا بنا ديا هے ؟ اگر حضرت ابراهيم کا طريق بيان مجادلانه هوتا - هدايت کا نه هوتا - تو وه اپني پهلي بات هي پر مخاصم سے الجهه پڑتے '

باب التفسير

حجۃ ابراھیمی

ایۂ کریمہ " الم تر الي الذي حاج ابراھیم " کي تفسیر

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(٤)

(ایۂ زیر تدبر کي تفسیر)

اب آیت زیر تدبر پر غور کیجیے :-

الم تر الی الذی حاج ابراھیم فی ربہ أن اتاہ اللہ الملک ، اذ قال ابراھیم : ربی الذی یحیي و یمیت ـ قال : انا احی و امیت ـ قال ابراھیم : فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فأت بہا من المغرب ! فبہت الذی کفر ، و اللہ لا یھدی القوم الظالمین ! (۲ : ۲٦۰)

اے پیغمبر ! کیا تمھیں اس شخص کا حال نہیں معلوم جس نے محض اس وجہ سے کہ خدا نے اسے پادشاھت دے رکھي تھي ' جہل و غرور میں سرشار ھوکر ابراھیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں حجت کي ؟ جب ابراھیم نے کہا : میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے - تو اس نے کہا ' یہ تو میں بھي کر سکتا ھوں - میں جسے چاھوں ' ماردوں - جسے چاھوں زندگي بخش دوں -

اس پر ابراھیم نے کہا : اچھا ' اگر ایسا ھي ہے تو خدا ھمیشہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے - تم مغرب سے نکال دکھاؤ ! یہ سنکر وہ ھکا بکا رھگیا - اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ ظلم کرنے والوں پر ھدایت کي راہ کبھي نہیں کھلتي !

(۱) سب سے بڑا الجھاؤ جو اس آیت کي تفسیر میں پڑگیا ہے ' وہ حضرت ابراھیم کا انداز سخن ہے - جب مخاطب نے ایک ایسي بات کے جواب میں جو اثبات مدعا کیلیے قطعي اور نہایت درجہ واضح تھي ' جہل و غرور سے ایک نہایت لغو بات کہدي ' تو حضرت ابراھیم نے نہ تو اپني بات کي مزید تشریح کي ' نہ مخاطب کو اس کے جہل و نا فہمي پر متنبہ کیا ' بلکہ فوراً پہلي بات چھوڑکر ایک دوسري بات کہدي - " فان اللہ یاتي بالشمس - الخ " مفسرین نے طرح طرح کي توجیہیں کي ھیں ' مگر سر رشتۂ تفسیر میں کچھہ ایسی گرہ پڑگئي ہے کہ کوئي ناخن تاویل بھي اسے نہیں کھول سکتا - بڑي تحقیق کي بات جو حضرت امام رازي نے ڈھونڈھہ نکالي ہے ' یہ ہے کہ یہ دو مختلف دلیلیں نہیں تھیں - ایک ھي دلیل کي مختلف مثالیں تھیں - لیکن اول تو دونوں دلیلوں میں ربط و مناسبت پیدا کرنے کے لیے سبب و واسطہ اور حرکت افلاک کي بحثیں پیدا کي گئي ھیں ' اور وہ اس قدر دور ازکار اور بے معني ھیں کہ انھیں تسلیم کرلینا قرآن کو قرآن کي جگہ کوئي دوسري چیز بنا دینا ہے - ثانیاً ' خود امام صاحب چار سطر پہلے معترض کي زباني ھمیں سنا چکے ھیں کہ رجوع خواہ دلیل سے کیا جائے خواہ مثال سے ' لیکن مستدل کے لیے ضروري ہے کہ معارض کے جواب کي غلطي ظاھر کردے ' ورنہ اس کا عجز ثابت ھوجایگا - پس اگر دلیل کو مثال بنانے کي یہ ساري مصیبت گوارا بھي کرلي جائے ' جب بھي بات بنتي نہیں - اعتراض جوں کا توں باقي رھجاتا ہے -

اصل یہ ہے کہ یہ ساري مصیبت اسي لیے پیش آئي ہے کہ اس مکالمہ کو منطقي " مناظرہ " قرار دیدیا گیا ہے - مناظرہ کا مقصود انکشاف حق نہیں ھوتا - إسکات خصم ھوتا ہے - اس لیے مناظر کا فرض ھوتا ہے کہ ایک بات پیش کرکے اس پر اس طرح جم جائے ' کہ خواہ زمین و آسمان اپني جگہ سے ٹل جائیں ' لیکن وہ اپني جگہ سے نہ ھلے - اگر مخاطب کي سمجھہ ساتھہ نہیں دیتي ' تو ھزار مرتبہ نہ دے - اس کي بلا سے - وہ اس کا جہل ثابت کردیگا ' اور مخاطب کا جہل ثابت کرکے اسے ذلیل اور لا جواب بنا دینا ھي اس کي بڑي سے بڑي جیت ہے - باقي رھي یہ بات کہ جو بات مخاطب کے ذھن نشین کرني تھي ' وہ اس کے دل میں اتر سکي یا نہیں ؟ تو مناظر کو نہ تو اس کي پروا ھوتي ہے ' نہ فن مناظرہ کا یہ مقصود ہے - مناظر صرف یہ چاھتا ہے کہ مخاطب کو میدان سخن میں ھرا دے - یہ مقصود جس طرح بھي حاصل ھوجائے ' اس کي جیت ہے - ھمارے متکلمین کي نظر میں چونکہ انبیاء کرام کي بھي سب سے بڑي فضیلت یہي تھي کہ وہ مناظر اور منطقي ھوں ' اس لیے اسي اعتبار سے اس مکالمہ پر بھي نظر ڈالتے ھیں ' اور قدرتي طور پر چاھتے ھیں کہ ایک شاطر مناظر کي طرح حضرت ابراھیم بھی اپني بات پر اڑ جاتے ' اور خواہ ان کا مخاطب سمجھہ سکتا یا نہ سمجھہ سکتا ' یہ اسي پر لڑتے جھگڑتے رھتے - اگر اس نے جہل و غرور سے ایک لغو بات کہدي تھي ' تو چاھیے تھا کہ یہ اس کی لغویت اور جہالت پر ایک لمبي چوڑي تقریر فرماتے - پھر اگر وہ اس کے جواب میں بھي کوئي بکواس کر دیتا - تو یہ اس کے جواب الجواب میں آستینیں چڑھا لیتے - یہاں تک نہ صرف اپني دلیل کي شرح و توضیح اور رد و جواب ھي میں تمام کردیتے !

لیکن ھمارے مفسرین بھول گئے - انھیں یاد نہیں رھا کہ ابراھیم خلیل ' داعي حق تھے - مناظر و مجادل نہ تھے - اور اِسي ایک بنیادي فرق نے انکي راہ مناظرہ و مجادلہ کي ساري راھوں سے الگ کردي تھي - انکا کام یہ نہ تھا کہ کسي خاص دلیل پر اڑ جائیں ' یا مخاطب کے إظہار جہل و عجز کا کوئي موقعہ ھاتھہ سے نہ دیں - ان کا کام یہ تھا کہ برگشتہ دلوں کو سچائي کي راہ دکھلا دیں - وہ دلیلوں کے تحفظ کیلیے بلکہ حق اور ایمان کي حفاظت کیلیے لڑتے تھے - اِس مکالمہ میں تو حضرت ابراھیم نے صرف اِتنا ھي کیا کہ ایک بات چھوڑ کر دوسري بات کہدي ' اور اِسي پر ھمارے مفسرین

هدايت يهي هے كه جن لوگوں نے ظلم و طغيان كي راه اختيار كرلي هے ' أن پر هدايت و سعادت كي راه نهيں كهلتي !

(منطقي شبهات)

(٤) همارے مفسرين كو صرف اسي كي فكر نهيں هے كه حضرت ابراهيم كو منطقي اور مناظر ثابت كر دكهائيں ' بلكه وه نمرود كے ليے بهي بهت متفكر هيں - أن كي كوشش يه هے كه أس كي كوئي بات بهي فلسفيانه دقيقه سنجي سے خالي نه جائے - چنانچه أس كے اس قول كي توجيه ميں كه " انا احي و اميت " حضرت امام رازي نے بڑي بڑي كاوشيں كي هيں ' اور بالآخر اسے واسطه اور سبب كے جهگڑوں ميں لے گئے هيں - ليكن اب آپ سمجهه گئے هونگے كه يه تمام كاوشيں قطعاً دور از كار اور بے معني هيں - قرآن حكيم اس جاهل متمرد كا جهل و غرور دكهلا رها هے - همارے متكلمين كي طرح أسے فيلسوف ثابت كرنا نهيں چاهتا - يه تمام توجيهيں بهي كه أس نے ايك واجب القتل قيدي كو چهوڑ ديا تها اور ايك كو قتل كرديا تها ' قطعاً غير ضروري اور مكالمه كي حقيقت سے دور ليجانے والي هيں - " انا احي و اميت " كا صاف مطلب وهي هے جو ايك مغرور اور بر خود غلط پادشاه كا هميشه ايسے متكبرانه دعووں سے هوا كرتا هے -

(٥) اب آپ نے سمجهه ليا هوگا كه جس قدر شبهات پيدا هوئے تهے ' في الحقيقت أن ميں سے كسي شبه كي بهي يهاں گنجايش نهيں - بڑے شبهات امام صاحب كے اور آپ كے پيدا كيے هوئے يه تهے كه نمرود اگر مدعي تها تو دليل أسے پيش كرني تهي ' نه كه حضرت خليل كو ' اور جب حضرت خليل نے ايك دليل پيش كردي تو أس سے رجوع كيوں كيا ؟ ليكن يه تمام شبهات غير متعلق هوجاتے هيں جب واضح هوجاتا هے كه نه تو يه مناظره مصطلحهٔ فن تها ' نه مخاصم كي حيثيت مدعي كي تهي ' اور نه انبياء كرام مناظرانه طريقه سے رد و كد كرتے هيں - باقي رها يه شبه كه جب مخاصم نے پهلي بات كے جواب ميں ايك جاهلانه دعوى كرديا تها ' تو دوسري بات كے جواب ميں بهي كوئي نه كوئي بات كهدے سكتا تها ' تو اس شبه كي بهي اب كوئي گنجايش نهيں رهي - يه شبه اس ليے پيدا هوا تها كه " فبهت الذي كفر " كے معني مناظره ميں لا جواب هوجانے كے سمجهے گئے تهے - ليكن جب واضح هوگيا كه " بهت " سے يهاں مقصود بات بنانے ميں لا جواب هوجانا نهيں هے ' بلكه ايك سچي بات سے متاثر هو كر هكا بكا رهجانا هے ' تو ظاهر هے ' يه شبه كيوں وارد هو ؟ جب ايك حقيقت جس كے جهٹلانے اور نه ديكهنے كي وه كوشش كر رها تها ' اس كے سامنے بے نقاب هوگئي ' تو أس ميں كچه بحث كا دم خم باقي نه رها - لاچار اور دم بخود هوكر رهگيا -

* * *

جديد مذهب روحي

تاريخ ظهور ' موافقين و مخالفين ' اور نقد و تبصره

تقريباً تين ماه گزرے ' مطبوعات جديده كے سلسله ميں ايك كتاب كا ذكر ان صفحات پر كيا گيا تها ' جس ميں سر كونن ڈائيل كے بعض مضامين يورپ كے جديد مذهب روحي كي تائيد ميں شائع هوئے تهے - اس تحرير كے آخر ميں هم نے وعده كيا تها كه آينده اس موضوع پر تفصيل كے ساتهه نظر ڈالينگے -

اس تحرير كي اشاعت كے بعد ' قارئين الهلال ميں سے متعدد حضرات نے اس موضوع سے اپني غير معمولي دلچسپي ظاهر كي ' اور بار بار اصرار كيا كه اس بارے ميں تفصيل كے ساتهه بحث كي جاے - آج هم چاهتے هيں ' ايك سلسلهٔ مقالات اس موضوع پر شروع كريں - اس سلسله ميں حسب ذيل امور يكے بعد ديگرے بحث و بيان ميں آئينگے :

(١) جديد مذهب روحي كے ظهور و اشاعت كي مختصر تاريخ
(٢) موافق اور مخالف علماء كے آراء
(٣) بعض مشهور اور علمي نوعيت كے تجارب اور عمليات
(٤) موافقين و مخالفين كي رائيوں كا موازنه اور تبصره

(ظهور و اشاعت كي تاريخ)

سنه ١٨٥٦ - ميں نيو يارك امريكه كے ايك گاؤں هيڈس ويل نامي ميں ايك عجيب واقعه پيش آيا - جان فاكس نامي ايك شخص كا خاندان هر روز اپنے گهر ميں ايك خاص قسم كي كهٹ كهٹ سنا كرتا تها - ايك دن مسز فاكس نے جرأت كركے اس آواز كو مخاطب كيا :

" كيا تم كوئي روح هو؟ "

پهر أس سے طے كيا كه جواب ميں اثبات كي علامت ايك خاص طرح كا كهٹكا هے ' اور نفي كي علامت ايك خاص طرح كا - چنانچه سوال و جواب هوتے رهے ' اور عورت كو معلوم هوگيا كه آواز واقعي ايك روح كي هے جو اسي گهر ميں رهتي هے - پڑوسيوں نے ايك آدمي اس مكان ميں قتل كركے دفن كرديا تها اور أس كا مال لوٹ ليا تها - يه أسي كي روح هے -

عورت نے فوراً پوليس كو خبر پهنچائي - حكام نے آكر اسي طريقے پر روح كا بيان اپنے كانوں سے سنا - پهر وه مقام كهودا گيا جهاں روح نے لاش مدفون بتائي تهي - لاش مل گئي ' اور بالآخر قاتلوں كا پته بهي چل گيا !

وہ کہتے ' میرا مطلب جلانے مارنے سے یہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو - نتیجہ یہ نکلتا کہ اصل مدعا کي جگہ ایک خاص دلیل اور اس کے مفہوم کي بحث چھڑ جاتي ' اور مخاصم کے لیے حقیقت کے فہم و بصیرت کا موقعہ ھي نہیں آتا - لیکن اُن کي راہ ہدایت و دعوت کي راہ تھي - اُنھوں نے ایک دقیقہ کے لیے بھي اپني نظر اصل مدعا سے نہیں ہٹائي - جونہي معلوم ہوا کہ پہلي بات اپنے جہل و غرور کي وجہ سے وہ نہیں سمجھہ سکا ہے ' تو بغیر کسي تامل کے اُسے چھوڑدیا - ایک دوسري بات پیش کر دي - یہ بات اس کي فکري استعداد کے ٹھیک مطابق تھي - نتیجہ یہ نکلا کہ تیر نشانہ پر لگ گیا - اگر حضرت ابراھیم کو ایک بات چھوڑنے کي جگہ ایک ہزار باتیں چھوڑني پڑتیں ' جب بھي انھیں اس میں تامل نہ ہوتا !

(مکالمہ کي تفسیر)

(٣) میں نے سب سے پہلے مکالمہ کے اسي پہلو پر نظر ڈالي ' کیونکہ بغیر اسکے اُس کي حقیقي نوعیت واضح نہیں ہو سکتي تھي - اب آیات کي ترتیب بیان کے مطابق پورے مکالمہ کي تفسیر سمجھہ لیجیے

" أن اتاہ اللہ الملک " کي تفسیر اور اس کي ضمیر کے مرجع کے تعین میں مفسرین نے بیکار دماغ سوزي کي ہے - حالانکہ مطلب بالکل صاف تھا - یہ قرآن حکیم کا معجزانہ ایجاز بلاغت ہے کہ صرف ایک جملہ کہکر معاملہ کي پوري نوعیت آشکارا کر دي - جس انسان نے حضرت ابراھیم سے اُن کے رب کے بارے میں کج بحثي کي تھي ' قرآن واضح کر دینا چاھتا ہے کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تھا ؟ کونسي چیز تھي جس نے اُسکے اندر گمراھي کا ایسا طغیان اور سرکشي کا ایسا ہیجان پیدا کر دیا کہ پروردگار عالم کا نام سنکر بھي اپنے تکبر اور خود پرستي کے دعووں سے باز نہیں آیا ؟ " أن اتاہ اللہ الملک " ! - یہ سب کچھہ اسلیے تھا کہ وہ پادشاہ تھا - یعني یہ تاج و تخت کي بڑائي اور حکومت کے فاني اختیارات کا گھمنڈ تھا ' جس نے اُسے اس درجہ مغرور اور برخود غلط بنا دیا تھا - اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہو گئي کہ قرآن حکیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شخص شخصاً خدائي کا مدعي تھا - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیوں کہا جاتا کہ " ان اتاہ اللہ الملک " پس معلوم ہوا ' یہ پادشاہت کا گھمنڈ تھا ' اور پادشاہت کے گھمنڈ سے گمراھي کي ایسي ھي فکري حالت پیدا ہو جایا کرتي ہے -

" حاج ابراھیم في ربہ " سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراھیم نے جب اُس پادشاہ کو ظلم و استبداد اور فساد و طغیان پر سرزنش کي ' اور پروردگار عالم کے احکام سے سرکشي کرنے کے نتائج سے ڈرایا ' تو وہ حضرت ابراھیم سے کج بحثي کرنے لگا - یعني اُس خدا کے بارے میں کج بحثي کرنے لگا جس کي مدد و نصرت کے بھروسہ پر وہ تن تنہا ایک جابر و قاہر پادشاہ کا مقابلہ کر رہے تھے ' اور ڈرنے کي جگہ ڈرا رہے تھے ! چونکہ وہ اپنے دیوتاؤں کي پرستش کرنے کے سوا اور کسي طریق عبادت سے آشنا نہ تھا ' اس لیے اُس نے کہا : وہ تمھارا خدا کون ہے اور کہاں ہے جس کي مدد کے بھروسے پر میرے سامنے آ کھڑے ہو لیے ہو ' اور مجھہ جیسے طاقتور پادشاہ کو بے باکانہ سر زنش کرنے کي جرأت کرتے ہو ؟ حضرت ابراھیم نے اس کے جواب میں کہا : " ربي ' الذي یحي و یمیت " - تمھارے دیوتاؤں کي طرح میرا کوئي خاص دیوتا نہیں ہے - میرا ایمان تو اُس پروردگار عالم پر ہے جس کے قبضہ و تصرف میں تمام مخلوقات کي موت و حیات ہے -

حضرت ابراھیم کا یہ ارشاد کوئي فلسفیانہ استدلال نہ تھا - اُنھوں نے ایک ایسي سیدھي سادي بات کہدي تھي ' جس کا فطري طور پر ہر انسان کے دماغ میں اذعان موجود ہے - بشرطیکہ اُس نے اپني خلقي بصیرت بالکل ضائع نہ کردي ہو - ہر انسان وجداني طور پر محسوس کرتا ہے کہ موت و حیات ایک ایسي چیز ہے ' جس کا اختیار صرف اُسي ذات کے ہاتھہ میں ہے جو اِس تمام کارخانۂ ہستي کي خالق ہے - اُس کے سوا کوئي نہیں جو زندگي کا بخشنے والا اور پھر زندگي پر موت طاري کر دینے والا ہو - بات بالکل صاف اور واضح تھي - لیکن بابل کا متکبر پادشاہ جو اپني پادشاھي کي طاقتوں کے نشہ میں چور تھا ' حضرت ابراھیم کو زک دینے کے لیے اور ان کي دعوت ایماني کي تحقیر کے لیے بول اُٹھا " انا احي و امیت " واہ ' یہ تمھارے خدا کي کونسي بڑي طاقت ہوئي کہ مارتا ہے اور جلاتا ہے - یہ بات تو مجھے بھي حاصل ہے - ہزاروں لاکھوں انسانوں کي جان میرے قبضۂ و تصرف میں ہے - میں پادشاہ ہوں - جسے چاھوں قتل کر ڈالوں ' جسے چاھوں بخشدوں -

بلا شبہ یہ جواب انتہا درجہ جہل و ضلالت کا جواب تھا - حضرت ابراھیم نے کیا بات کہي تھي ' اور اس مغرور نے اُس کا مطلب کیا سمجھا - لیکن چونکہ حضرت ابراھیم کا طریق مخاطبت " ہدایت " کا طریقہ تھا - " جدل " کا نہ تھا ' اسلیے اُسکي جاھلانہ بات پر بالکل متوجہ نہ ہوے - وہ سمجھہ گئے - غذا اگرچہ نہایت عمدہ غذا تھي ' لیکن اس بیمار کا معدہ ہضم نہ کر سکا - اسے دوسري غذا دیني چاھیے - چنانچہ انھوں نے فوراً دوسري بات فرما دي " فان اللہ یاتي بالشمس الخ " یہ بات سنکر اس متمرد کي ساري کج بحثي ختم ہو گئي ' اور اچانک حقیقت کي جھلک سامنے آ گئي - موت اور حیات والي بات اگرچہ ایک حق پسند انسان کیلیے نہایت واضح بات تھي ' لیکن اس مغرور و جاھل کي فکري حالت شدت طغیان و غفلت سے اس قدر مسخ ہو چکي تھي ' کہ کج بحثي کي ایک راہ نکال ھي لي - لیکن یہ دوسري بات اُس کي فکري حالت کے مطابق اس درجہ اوقع في النفس تھي ' کہ حقیقت کي طرف سے آنکھہ بند کر لینے کا کوئي موقعہ باقي نہ رہا - سورج سر پر چمک رہا تھا - اور وہ ہر روز کي طرح آج بھي مشرق ھي سے نکلتا ہوا دکھائي دیا تھا ' اور مغرب ھي کي طرف غروب ہونے کیلیے ڈھل رہا تھا - صدیوں سے ' ہزاروں برس سے ' ھمیشہ سے ' ایساھي ہوتا چلا آیا ہے - کبھي ایسا نہیں ہوا ہے کہ اُسکي مقررہ رفتار میں یا طلوع و غروب کي جہتوں میں فرق پڑا ہو - پھر کیا دنیا کا کوئي حکمران ' دنیا کا کوئي شہنشاہ ' دنیا کي کوئي بڑي سے بڑي طاقت بھي ایسي ہے جو ایک دن کیلیے اُس کا رخ بدل دے ؟ ایک دن کے لیے نہیں ' ایک گھنٹہ کیلیے ' ایک دقیقہ کیلیے ' اُسکي رفتار میں اپني مرضي سے فرق ڈال دے ؟ یہ حقیقت تھي جو اُس جاھل و مغرور کے سامنے نمایاں ہو گئي - اگرچہ اُس کي غفلت و شقاوت اس درجہ تک پہنچ چکي تھي کہ وہ اب بھي سر جھکانے کیلیے طیار نہیں تھا ' لیکن حقیقت کے سامنے آ جانے کے بعد شوخ چشمي سے کج بحثي کرنے کا دم خم بھي نہیں رہا تھا : " فبہت الذي کفر " - اور چونکہ باوجود حقیقت کے نمایاں ہو جانے کے وہ اعتراف حق پر آمادہ نہیں ہوا ' اسلیے فرمایا " و اللہ لا یہدي القوم الظالمین " خدا کا قانون

پهر جب يهي عالم رائل سوسائٹي کا صدر منتخب هوا ، تو اُس نے اپني صدارتي تقرير ميں اِس مذهب کي طرف اشارہ کرتے هوے کها :

" ميں نے مسلسل ۳۵ - سال اِس مذهب کي تحقيق کي هے - بهت سي نئي معلومات بهي حاصل کي هيں - ميں عنقريب ايک نئي کتاب شايع کرنے والا هوں "

اِس مذهب کے ابتدائي ماننے والوں ميں ايک جليل القدر نام الفرڈ رسل ويلس کا بهي هے - يهي وہ مشهور عالم هے جس نے ٹهيک اُسي زمانه ميں مذهب نشؤ و ارتقاء کا اکتشاف کيا تها ، جبکه ڈاروين کو اُس کا سراغ ملا تها - اِس نے اِس مذهب کے بارے ميں دو مستند کتابيں " دور جديد کے معجزات " اور " مذهب روحي کي مدافعت " کے نام سے شايع کيں - اول الذکر کتاب ميں لکهتا هے :

" ميں سراسر ملحد تها - اپنے مادي مذهب کے سوا کسي بات پر بهي يقين نهيں رکهتا تها - ميں تصور بهي نهيں کر سکتا تها که اِس عالم ميں مادہ اور اس کي قوت کے سوا کوئي روحاني زندگي بهي موجود هے - ليکن ميں نے بے شمار تجربوں اور مشاهدوں کے بعد اپنے آپ کو مجبور پايا که اِس جديد مذهب کي تصديق کروں - ...... يه اُس وقت کي بات هے جب ميں روح کے وجود کا قائل نه تها - بهت مدت کے بعد مجهے مان لينا پڑا که يه امور واقعي روح هي کے ذريعه واقع هوتے هيں ، کيونکه اُن کي کوئي دوسري تعليل ممکن هي نهيں هے "

مشاهير علماء ميں ايک اٹالين عالم لومبروزو Lombroso هے - يه علم الجرائيم کا باني هے - پہلے يه اِس مذهب کا سخت مخالف تها اور اس کے ماننے والوں کو مجنون قرار ديتا تها - ليکن تحقيقات اور ذاتي تجربه کے بعد اُس کا پر جوش حامي بن گيا - اُس نے مشهور فرنچ عالم فلکيات فلا مريون Camille Flammarean اور فرنچ اکاڈيمي کے پروفيسر چارلس ريشيے کے ساتهه ملکر اِس مذهب کا طويل مطالعه کيا اور اپني تحقيقات کے نتائج ايک کتاب کي صورت ميں شائع کيے - اس کتاب کے مقدمه ميں وہ لکهتا هے :

" اپني خاص علمي تربيت اور نفسي ميلان کي بنا پر ميں مذهب روحي کا سب سے بڑا دشمن تها - مجهے يه بات بالکل بديهي معلوم هوتي تهي که هر قوت مادہ هي کا ايک خاصه هے ، اور هر فکر ، دماغ هي کا ايک فعل هے - اس کے سوا ميں کچهه تصور هي نهيں کر سکتا تها - ميں اِس مذهب کے ماننے والوں کا مضحکه اڑايا کرتا تها - ليکن حق و حقيقت پر ميري فريفتگي بالآخر ميرے ميلان نفس پر غالب آگئي - مسلسل تجربوں اور مشاهدوں کے بعد اب مجهے اس پر پورا يقين هے "

اِن کے بعد پروفيسر هاڈسن ، پروفيسر ميرس (کيمبرج) سڈنون مورس (آکسفورڈ) سر جان کاکس ، پروفيسر پارکس ، مسٹر گلاڈسٹون ، مسٹر بالفور وغيرہ انگريز علماء اور مدبروں نے بهي اِس کي تحقيقات کي ، اور اعتراف پر مجبور هو گئے -

اِسي طرح فرانسيسي علماء ميں قابل ذکر چارلس ريشيے کيميل فلا مريون ، ڈاکٹر مکسويل ، پيير کانيه ، پير دورو ، پاراتوک وغيرہ هيں - جرمني اور امريکا کے بهت سے اقطاب علم بهي اِس کے معتقد هو چکے هيں - اُن کے نام اور مباحث آئندہ اپنے محل ميں آئينگے -

مشهور فرانسيسي عالم فلسفه ، جان وينو نے سنه ۱۸۹۵ع ميں کها تها :

" يه فرض نهيں کيا جاسکتا که يه تمام علماء فريب اور تدليس کے ذريعه ، اوهام و خرافات کي برباد شدہ حکمراني پهر قائم کر ديني چاهتے هيں - اِس خيال کي بهي گنجائش نهيں که يه لوگ بالکل سادہ لوح هيں ، اور اپني حماقت کي وجه سے اِن امور پر يقين لے آئے هيں ، کيونکه علمي تجارب ميں ان اکابر علم کي دقت نظر معلوم و مسلم هے "

عالم نفسييات کا مشهور ماهر پيير جاني اپني کتاب ميں جو اِسي موضوع پر هے ، لکهتا هے :

" مذهب روحي ، هر اعتبار سے دقيق مطالعه اور اصولي بحث کا مستحق هے - اِس ميں شک اور تضحيک کي بالکل گنجائش نهيں هے - هميشه فريب ، فريب ، پکارتے رهنا بهي صحيح نهيں هے - کيونکه يه تحريک جس نے يورپ ميں اپنے بے شمار مراکز قائم کرليے هيں اور عقلاء و علماء کا ايک جم غفير اُس کا علم بردار بن گيا هے ، سراسر دهوکا اور فريب نهيں هوسکتي - ضرورت هے که منکرين ايمانداري کے ساتهه اُس کا مطالعه کريں "

پروفيسر چارلس ريشيے (رکن فرانسيسي اکاڈيمي اور مدرس طبي يونيورسٹي) اپنے ايک مقاله ميں جو اُسکے مقالات کے مجموعه مطبوعۂ سنه ۱۸۹۳ ميں شايع هوا هے ، لکهتا هے :

" يه ناممکن هے که انگلستان ، امريکا ، فرانس ، جرمني ، اٹلي کے يه تمام علماء و فلاسفه فريب خوردہ هوں - منکرين ، روحي مذهب پر جتنے بهي اعتراض کرتے هيں ، سب کے سب اِن علماء کے پيش نظر تهے - فريب سے بچنے کے ليے بهي يه پوري احتياط برتتے تهے - ميں هرگز تسليم نهيں کرسکتا که يه تمام عقلاء سراسر وهم و مکر کا شکار هوگئے هوں "

مشهور فرانسيسي عالم گبريل دولاں اپني کتاب ميں جو محاضرات ارواح پر لکهي هے ، لکهتا هے :

" جب رابرٹ هير ، موابس ، اور اڈمون کے درجه کے لوگ امريکا ميں ، اور کروکس ، ويلس ، لواج ، انگلستان ميں ، اکزاکوف ، بٹرولوف ، روس ميں ، فيشنر ، زولنر ، جرمني ميں ، کسي بات کي صحت پر زور ديں ، تو هم يه تسليم کرلينے پر مجبور هو جائينگے که يه بات ضرور کوئي علمي حقيقت هے ، اور هر لحاظ سے بحث و نظر کي مستحق هے - مذهب روحي کا بهي يهي حال هے - يه علماء اُس کے معتقد هيں - لهذا اُسے سراسر خرافات قرار دينا ، عقلمندي سے بعيد هے "

يه عجيب بات هے که اِس مذهب کے تقريباً تمام ماننے والے مشاهير علماء ، شروع شروع ميں اِس کے سخت مخالف تهے ، اور اِس کي تحقيق پر محض اِس ليے مستعد هوئے تهے که روحانيات کا فريب طلسم توڑ کر ضعيف الاعتقاد انسانوں کو نجات دلائيں ، مگر تحقيقات کے بعد اُن کي رائے بدل گئي ، اور خود معترف و مصدق هوگئے !

* * *

روح کا ابتدائی ظہور
جیسا کہ استحضار ارواح کے معتقدوں کا خیال ہے

اِس واقعہ کے بعد روح کی بے قراری دور ہوگئی' لیکن مسٹر جان فاکس کی دونوں لڑکیوں کے پاس وہ برابر آتی جاتی رہی - یہاں تک کہ یہ لڑکیاں اُس سے از حد مانوس ہوگئیں - پھر اُس کے ساتھہ کئی دوسری روحیں بھی آنے لگیں' اور بات چیت کا طریقہ بھی زیادہ صاف اور معین ہوگیا - صورت یہ ہوئی کہ ایک بہن حروف ابجد ایک ایک کرکے پڑھتی جاتی تھی' اور ہر حرف پر روح ایک یا دو مرتبہ کھٹکھٹا دیتی تھی - اِس طرح تمام حروف کی علامتیں طے پاگئیں' اور گفتگو آسانی سے سمجھی جانے لگی -

ایک دن روح نے آکر دونوں بہنوں سے درخواست کی کہ وہ ایک اعلان عام کے ذریعہ نیویارک کے کسی بڑے ایوان میں لوگوں کو جمع کریں اور روح کے وجود و بقا کا ثبوت پیش کردیں - مگر بہنوں نے اِس سے انکار کیا - وہ ڈرتی تھیں' لوگ اُنھیں جادوگر خیال کرینگے - لیکن روح نے اصرار کیا " میں انسانوں کو یقین دلانا چاہتی ہوں کہ روح کبھی فنا نہیں ہوتی - محض اِسی غرض سے میں نے تم سے تعلقات قائم کرنے کی یہ سخت تکلیف برداشت کی ہے - اب اگر تم میری درخواست منظور نہیں کروگی' تو تم سے قطع تعلق کرلونگی " بہنوں نے اب بھی انکار کیا - اِس پر روح نے اپنی آمد و رفت موقوف کردی !

دونوں بہنیں روح کی ناراضگی سے نہایت غمگین ہوئیں - کیونکہ وہ اُس سے حد درجہ مانوس ہوچکی تھیں - مجبوراً اُنھیں روح کا کہنا ماننا پڑا' مگر اِس شرط پر کہ پہلے وہ تھوڑے آدمیوں کے روبرو یہ بات پیش کرینگی - پھر بتدریج عام مجمعوں کے سامنے ظاہر ہونگی - روح نے یہ شرط منظور کرلی' اور دونوں بہنوں نے نیج کے مکانوں میں خاص خاص علماء کے سامنے یہ حیرت انگیز امور ظاہر کرنا شروع کردیے - پھر بتدریج جرأت پاکر عام اجتماعوں میں بھی تقریریں کیں - لوگوں نے یہ تمام امور دیکھے' اور ہر طرح کی احتیاطیں کی گئیں' مگر کسی فریب کا پتہ نہ لگا سکے - تھوڑی ہی مدت میں یہ خبریں تمام ملک میں مشہور ہوگئیں' اور ہر جگہ اُن کا چرچا ہونے لگا -

سب سے پہلے مسٹر اڈمونڈس امریکن مجلس خواص کے صدر کو اِس معاملہ کی تحقیقات کا خیال پیدا ہوا - اُس نے علمی طور پر ہر پہلو سے جانچ کی - لیکن بالآخر اُس کی صحت پر ایمان لے آیا' اور اپنی تحقیقات کے نتائج اخبارات میں شائع کردیے - اس تحریر کے شایع ہوتے ہی تمام امریکہ میں ہلچل پڑگئی - اخبارات نے بری طرح اُس پر لے دے شروع کردی - بالآخر وہ مجبور ہوا کہ اپنے عہدے سے دست بردار ہوجائے اور آزادی کے ساتھہ اُس حقیقت کی مزید تحقیق و تجربہ میں مشغول ہوجائے - چنانچہ اُس کی سعی و ہمت سے اِس نئے مذہب کو بہت شہرت حاصل ہوگئی -

اُس کے بعد پروفیسر مابس' جو امریکن اکاڈیمی میں علم کیمیا کے ماہر تھے' اِس جانب متوجہ ہوئے - اُنھوں نے بھی اس کی تصدیق کی' اور اپنے نتائج بحث پوری جرأت سے شایع کردیے -

اِن کے بعد پروفیسر روبرٹ ہیر اِس میدان میں آئے - طویل بحث و نظر کے بعد یہ بھی اُس کے قائل ہوگئے - اور ایک نفیس کتاب " نفسی ظواہر پر مباحث " کے نام سے شایع کی -

اِن تحریروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام بحث شروع ہوگئی - امریکا میں کوئی عالم بھی ایسا نہ تھا جس نے موافقت یا مخالفت میں کچھہ نہ کچھہ نہ لکھا ہو -

امریکا سے یہ مذہب انگلستان پہنچا - یہاں سب سے پہلے مشہور کیمیاوی ولیم کروکس نے اُس پر نظر ڈالی - بعض انگریز وسیطوں کے ذریعہ خود بھی تجربے کیے بالآخر اس کی صداقت کا معترف ہوگیا' اور ایک کتاب بھی اسکی تائید میں لکھکر شایع کی - اِس کتاب کا نام بھی " نفسی ظواہر پر مباحث " تھا - اِس میں وہ ایک مقام پر لکھتا ہے :

" چونکہ میں اِن واقعات کی پوری طرح تحقیق کرچکا ہوں' اِس لیے یہ میری سخت اخلاقی بزدلی ہوگی اگر اپنی شہادت محض اِس خوف سے مخفی رکھوں' کہ لوگ اُس کا مضحکہ اڑائیں گے - یہ وہ لوگ ہیں جو اِس بارے میں کوئی علم نہیں رکھتے - اُن کے پاس کوئی یقین اور برہان نہیں ہے - لیکن میں نے اِس معاملے کی پوری طرح تحقیق کرلی ہے' اور اُس کی حقانیت پر پختہ یقین رکھتا ہوں "

روح کا تمثل اور تشکل
جیسا کہ اِس مذہب کے معتقدین کا خیال ہے

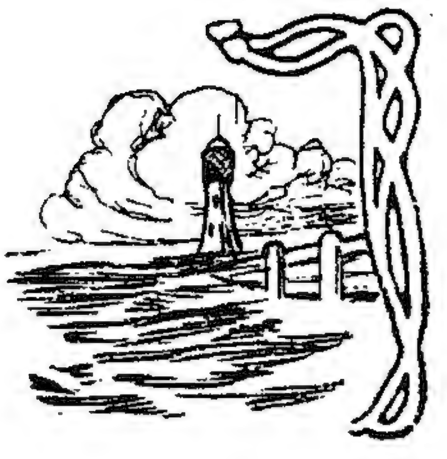

بریدِ فرنگ

حجاز اور سمرقند!

به بین تفاوت ره از کجاست تا بکجا ؟

پچھلي ڈاک کے انگریزي رسائل کے بعض مصور مضامین نہایت دلچسپ هیں - ممکن ہے ' بعض نگاهوں کیلیے عبرت انگیز بھي هوں !

ایک مصور رساله نے دو تصویریں بالمقابل شائع کي هیں ' اور اُن کے لیے یه سرخي تجویز کي ہے ” حجاز سے سمرقند تک ! “

ایک طرف سلطان عبدالعزیز ابن سعود کي تصویر ہے - اُس کے نیچے حکومت حجاز کے نئے احکام درج کیے هیں جن میں احکام شرع کے اتباع و عمل پر زور دیا گیا ہے ' اور وہ تمام باتیں قانوناً لائق تعزیر قرار دي هیں جو اخلاق و آداب شرع کے خلاف هوں - حتی که باشندگان حجاز کے لیے داڑھي منڈانا بھي حکماً روک دیا ہے -

دوسري طرف ترکستان کے مشہور تاریخي شہر سمرقند کے ایک اجتماع کا مرقع ہے - یه اجتماع مردوں کا نه تھا - خانه نشین عورتوں کا تھا ' اور ایک جلوس کي صورت میں اس لیے ” بازار سراے “ میں جمع هوا تھا ' تاکه ” آینده کے لیے نقاب اور برقع کے استعمال سے عورتیں انکار کر دیں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

اِس واقعه کي اِطلاع خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعه دنیا میں مشتہر هوچکي ہے ' لیکن اب تفصیلات بھي یورپ کے اخبارات میں آگئي هیں -

قارئین الہلال کي دلچسپي کیلیے دونوں تصویریں نقل کر دي جاتي هیں - پہلي تصویر میں دراز قد صورت سلطان ابن سعود کي ہے - دوسرے مرقع میں سمرقند کي خواتین کا هجوم نمایاں ہے ' جو ایک جلوس کي صورت میں بازاروں سے گزر رہا ہے -

میڈونا کیلیے
هندوستاني نمونه

” سنیتا اور “ انور ”

انگلستان کا امریکن نژاد سنگ تراش جیکب ایسٹین Jacob Epstein کچھه عرصه سے ” میڈونا “ کا ایک نیا مجسمه طیار کرنے میں مشغول تھا جسکي شہرت نے نه صرف بر اعظم یورپ کي بلکه امریکه کے ماهرین فن کي بھی توجه اور دلچسپي حاصل کرلي تھي -

رفته رفته یه شہرت یہاں تک بڑھي که ابھي صناع اپنے کام سے فارغ بھي نہیں هوا تھا که امریکه کے قدر شناسان فن نے مجسمه اپني سرزمین کے لیے حاصل کرلیا - اب مسٹر جیکب مجسمه لیکر نیو یارک جا رہے هیں ' تا که وهاں پہلي مرتبه اس کي نمایش کریں - تازہ ڈاک کے اخبارات و رسائل میں کوئي پرچه ایسا نہیں ہے جس نے اس معامله سے اپني دلچسپي ظاهر نه کي هو -

معامله کا نہایت دلچسپ پہلو یه ہے که صناع نے ” میڈونا “ اور اسکے بچے کیلیے ایک هندوستاني خاتون اور اس کے دہ ساله بچے کا چہرہ بطور نمونه کے استعمال کیا ہے - خیال کیا جاتا ہے که اس یوناني دیوي اور مسیحیت کي ” مقدس کنواري “ کا یه پہلا مجسمه ہے ' جسکے خال و خط میں هندوستاني چشم و ابرو کا عنصر آمیز کیا گیا ہے - یه آمیزش فن کے لحاظ سے کہاں تک قابل تحسین ہے ؟ اِس پر انگلستان اور امریکه کے ماهرین فن نے ایک طول طویل سلسلۂ نزاع جاري کر دیا ہے - اُمید کي جاتي ہے که نیو یارک کي نمایش کے بعد یه نزاع اور زیادہ وسعت اور اهمیت پیدا کرلیگي !

آثار عتیقه

فرانس کی نئی اثری دریافت

عهد حجري کي عجیب و غریب آشیاء

حال میں فرانس کي ایک جدید اثري دریافت نے علماء آثار کي غیر معمولي توجه حاصل کرلي هے ۔

فرانس کے وسطي حصه میں ایک غیر معروف قریه گلوزل Glozel نامي واقع هے ۔ یہاں ایک کاشتکار اپني زمین کا ایک حصه کسي ضرورت سے کهدوا رها تها ۔ یکایک اس طرح کي علامتیں نمایاں هوئیں ' جیسے یہاں کبهي پتهر کي دیواریں ره چکي هوں ۔ زیاده کهودنے سے ایک ایسي راه پیدا هوگئي ' جو کسي مصنوعي غار کے دهانے سے مشابهه تهي !

جب یه خبر مشهور هوئي تو حکام نے موقعه پر پہنچکر تحقیقات کي ۔ کهدائي کا کام جاري رکها گیا ' اور غار میں اُتر کر اُس کي اندروني ساخت اور حالت کا پته لگایا گیا ۔ مختصر یه که معلوم هوگیا ' یه حصه کسي قدیم زمانه کي انساني یادگاروں کا ذخیره هے جسے انقلابات زمانه نے زیر زمین دفن کردیا ۔ یہاں نه صرف پتهر کي دیواروں کے آثار ملے ' بلکه تاریخي اشیاء کا ایک عجیب و غریب مجموعه بهی برآمد هوا ۔ یه پتهر کي بني هوئي بےشمار چیزیں هیں جن میں سے کچهه تو اوزار هیں جن کي نوعیت اچهي طرح سمجهه میں آجاتي هے ' لیکن بڑي تعداد اس قسم کي چیزوں کي هے ' جن کي وضع و شکل سے ان کي اصلیت کا پته لگانا دشوار هے ۔ بعض مدور هیں ۔ بعض مربع هیں ۔ بعض پر اس طرح کے نقوش هیں که معلوم هوتا هے ' شاید اِن کے ذریعه کسي عجیب الهئیت انسان یا حیوان کے سر کا نقشه دکهلانا مقصود تها ۔ بعض پتهر کے ٹکڑے ایسے هیں جنهیں کسي خاص وضع و هئیت کي شکل نہیں دي گئي هے ' مگر اُن پر مختلف قسم کے خطوط کنده هیں ۔

گلوزل کے آثار کا ایک حصه ' جسمیں منقش پتهر دکهائے گئے هیں ۔

یه تمام چیزیں بعض محققین علم الآثار کے سامنے پیش هوئیں اور انهوں نے علمي نظر سے ان کا مطالعه شروع کردیا ۔

علماء آثار میں سے ایک گروه کي رائے میں یه چیزیں قبل از تاریخ عهد کي هیں ۔ یعني دس سے تیره هزار برس پیشتر تک کي پراني هیں ۔ وه اسے نیولیتهک (Neolithic) عهد کا بقایا قرار دیتے هیں ۔ یعنے ابتدائي انسان کے حجري عهد کا ' جب که وه اپني ضروریات زندگي کے لیے صرف پتهر هي استعمال کرنا جانتا تها ۔

لیکن ایک دوسرا گروه انهیں اس قدر اهمیت نہیں دیتا ۔ وه کہتا هے ' یه زیاده سے زیاده سوله سترہ سو برس کي پراني چیزیں هیں جب سر زمین گال پر رومیوں کا قبضه هوا تها ۔ وه اپني اس رائے کے ثبوت میں دو چیزوں سے استدلال کرتا هے ۔ پتهر کي بني هوئي عجیب الهئیت مورتوں سے ۔ اور پتهروں کے حروف و نقوش سے ۔ اٹلي اور ایشائے کوچک سے بکثرت رومي عهد کي ایسي هي عجیب الهئیت مورتیں نکل چکي هیں ' اور ان کي نسبت طے پاچکا هے که یه رومي ساحروں کے آلات سحر تهے ۔ وه ان مورتوں کے ذریعه اپنے سحري عملیات انجام دیا کرتے تهے ۔ حروف جو ان پتهروں پر کنده هیں ' فینیقي خط کے هیں ' اور ظاهر هے که یه خطوط صرف رومیوں هي کے ذریعه فرانس پهنچ سکتے تهے ۔ ان اشیاء میں مچهلي کے شکار کي ایک بنسي بهي نکلي هے جو هرن کي هڈي کي بني هوئي هے ۔ اس سے بهي دوسرے گروه کے خیال کي تصدیق هوتي هے ۔

لیکن پہلے گروه کا استدلال پتهر کے اُن بے شمار آلات سے هے ' جن کي نوعیت اُن کے حجري عهد سے تعلق رکهنے کا پوري طرح یقین دلاتي هے ۔

حال میں ایک مشهور اور مستند اثري محقق ڈاکٹر کیمیلے جولیان نے ان آثار کي نسبت اپني تحقیقات کا خلاصه شائع کیا هے ۔ یه تحقیقات ایک حد تک دونوں جماعتوں کے لیے تشفي بخش هوسکتي هے ۔ ڈاکٹر موصوف کا خیال هے که دونوں رائیں اپني اپني جگه صحیح هیں ۔ اس لیے که دونوں کا استدلال برآمد شده اشیاء هي پر مبني هے ۔ پہلا گروه حجري آلات و اسلحه کي نوعیت اور قدامت سے استدلال کرتا هے ۔ دوسرا اُن مورتیوں اور نقوش سے جو بلا شبه رومي ساحروں کے آلات سحر هیں ۔ لیکن کیا یه ممکن نہیں که قدیم زمانے کے کسي حادثه نے یه دونوں قسم کي چیزیں اس محل میں یک جا کردي هوں ؟ حجري آلات و اسلحه عهد حجري هي کا بقایا هوں ' اور مورتیاں اور نقوش رومي عهد کي هوں ؟

تاریخ و عبر

عرب خلفاء و سلاطین کے مختصر جواب

عرب خلفاء و سلاطین کی فصاحت و بلاغت مشہور ہے۔ یہ بلاغت سب سے زیادہ اُن کے مختصر جوابات میں ظاہر ہوا کرتی تھی جو وہ [illegible] عرضیوں پر لکھ دیا کرتے تھے۔ ذیل میں چند نمونے ملاحظہ ہوں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص کے جواب میں لکھا:

"اپنی رعیت کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو، جیسا سلوک تم اپنے حاکم سے چاہتے ہو"

[illegible] کے بعض لوگوں نے مروان بن الحکم کی شکایت لکھ بھیجی۔ [illegible] میں یہ آیت لکھ دی:

"فإن عصوك فقل إني بريء مما تعملون" (اگر [illegible] نافرمانی کریں تو کہدے کہ میں تمہارے کاموں سے بری ہوں)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے لئے [illegible] بنانے کی اجازت [illegible] آپ نے جواب دیا:

"ایسا گھر بنا [illegible] جو تجھے بادِ سموم اور دھوپ سے چھپا سکے"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

[illegible] نے اپنے [illegible] کی شکایت [illegible] آپ نے جواب دیا:

"[illegible] بہتر [illegible] دیا ہے۔ [illegible] [illegible] نہیں"

حضرت علی علیہ السلام

[illegible] نے لکھا کہ [illegible] قتل [illegible] بہت [illegible] آپ نے جواب دیا:

"بقیۃ السیف [illegible] زیادہ فراوانی ہوتی ہے"

اشتر نخعی نے ایک شخص کی شکایت کی۔ آپ نے جواب لکھا:

"[illegible] کامل آدمی اس دنیا میں کہاں ہے؟"

امیر معاویہ بن ابی سفیان

زیاد [illegible] نے لکھا کہ "میں بصرہ میں گھر بنانا چاہتا ہوں۔ آپ [illegible] بارہ ہزار تنے دیکر میری مدد کیجئے"

امیر معاویہ نے جواب لکھا:

"تمہارا گھر بصرہ میں ہوگا یا بصرہ تمہارے گھر میں ہوگا؟"

عبد الملک بن مروان

حجاج بن یوسف والی عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ عبد الملک نے اُس کی پشت پر لکھ دیا:

"نرمی کر، کیونکہ نرمی میں بھلائی ہے، سختی میں برائی ہے"

ایک مرتبہ حجاج نے اجازت طلب کی کہ عراقی سرداروں کو قتل کر ڈالے۔ عبد الملک نے لکھا:

"مبارک حاکم وہ ہے جس سے مخالفوں کو بھی اُنس ہو جائے۔ منحوس حاکم وہ ہے جس سے موافق بھی بددل ہو جائیں"

ابن الاشعث کے خط کی پشت پر یہ شعر جواب میں لکھا:

فما بال من اسعى لاجبر عظمه حفاظا وينوي من سفاهته كسري

(اُس شخص کو کیا ہو گیا ہے جو حماقت سے مجھے توڑنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ میں اُس کی ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کی فکر میں ہوں!)

عمر بن عبد العزیز

حاکم عراق نے [illegible] کی [illegible] لکھی۔ آپ نے جواب دیا:

"[illegible] [illegible] ان کے لئے پسند کرو۔ پھر انھیں جرم پر سزا دو"

ایک مظلوم نے [illegible] لکھی۔ آپ نے جواب دیا:

"انصاف تیرے سامنے ہے"

ایک قیدی نے درخواست بھیجی۔ جواب لکھا:

"توبہ کر، [illegible]"

ایک شخص نے [illegible] کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"تم [illegible] خیال رکھو"

ایک [illegible] نے [illegible] کی شکایت کی۔ جواب دیا:

"[illegible]"

ایک شخص نے [illegible] کی۔ جواب دیا:

"اگر میں [illegible] تیری فریاد [illegible] ظالم ہوں"

ظلم [illegible] جواب دیا:

"[illegible] تیرا [illegible]"

سفاح (ابو العباس خلیفہ عباسی)

[illegible] لکھا:

"[illegible] مددگار [illegible] نہیں [illegible]"

[illegible] شکایت کی کہ حکومت کی عمارت میں اُن کی زمین [illegible] [illegible] نہیں دی گئی۔ جواب دیا:

"یہ عمارت تقویٰ پر قائم نہیں ہوئی"

پھر زمین کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیدیا۔

ابو جعفر منصور

ایک شخص نے [illegible] کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"خدا کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا"

حاکم مصر نے لکھا کہ اس سال دریائے نیل میں طغیانی نہیں آئی۔ جواب لکھا:

"اپنی فوج کو پاک کر، نیل میں برکت آجائے گی"

حاکم حمص نے خط لکھا۔ اسمیں عبارت غلط تھی۔ اس کو جواب دیا

"اپنی تحریر بدل، ورنہ میں تجھے بدل دوں گا"

سندھ کے حاکم نے لکھا کہ فوج نے شورش کردی ہے اور بیت المال کے قفل توڑ ڈالے ہیں۔ خلیفہ نے جواب لکھا:

"اگر تو نے انصاف کیا ہوتا تو شورش نہ ہوتی۔ اگر حقوق ادا کئے ہوتے تو قفل نہ ٹوٹتے"

ہارون الرشید

حاکم خراسان کو لکھا:

"اپنے گھاؤ کا علاج کر، ورنہ بڑھ جائے گا"

خزیمہ بن حازم نے لکھا کہ میں نے ارمینیا میں داخل ہو کر قتل عام کر دیا۔ خلیفہ نے لکھا:

"تیرا بُرا ہو، بے گناہوں کو کیوں؟"

شاہ روم نے لکھا:

"میں اپنی سلطنت کی ہر صلیب اور ہر بہادر کو لے کر تیرے مقابلے پر آتا ہوں"

خلیفہ نے جواب دیا:

"عنقریب جان لے گا کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟"

ایک دوسرے خط میں لکھا:

"خط کے پیچھے میں آتا ہوں۔ فتح، خدا پر ہے"

ایک اور خط کے جواب میں لکھا:

"جواب، پڑھے گا نہیں، آنکھ سے دیکھے گا"

مامون الرشید

ایک شخص نے علی بن ہشام کی شکایت کی۔ مامون نے علی کو لکھا:

"شریف کی علامت یہ ہے کہ بالادستوں پر ظلم کرتا ہے اور زیردستوں [illegible] [illegible] ہے"

ایک [illegible] سے خط کے جواب میں لکھا:

"میں تجھے [illegible] تک اپنے قریب آنے نہیں دوں گا جب [illegible] یاد [illegible]"

[illegible] پر لکھا:

"یہ [illegible] کہ تیرے برتن سونے چاندی کے [illegible] ہی بہت [illegible] پڑوسی [illegible] ہے"

[illegible] نے [illegible] کے جواب میں لکھا:

"[illegible] کی عمارت [illegible] سے تمام [illegible]"

[illegible] کی شجاعت [illegible] آیت لکھ بھیجی:

"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ (جب صور پھونکا جائیگا [illegible] رشتے ناطے باقی نہیں رہیں گے)"

[illegible] نے لکھا:

"اگر آپ [illegible] کردیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا، اگر سزا دیں تو [illegible] کا حق ہے"

خلیفہ نے جواب لکھا:

"مقام کی قدرت، کینہ کو دور کردیتی ہے۔ خدا کا عفو سب سے بڑا ہے"

ایک مرتبہ کسانوں نے شکایت کی کہ ٹڈی نے کھیت کھالئے۔ انہوں نے لکھا:

"[illegible] زیادہ ٹڈیوں کی مہمان نوازی ہم پر واجب ہے، آدھا محصول [illegible] کردیا جائے"

بهر حال همارے لیے فنون لطیفه کي اس سنجیده نزاع میں تو کوئي دلچسپي نهیں هے' البته یه سوال یقیناً دلچسپي سے خالي نهیں که "مقدس کنواري" کے اس نئے مجسمه کے لیے جس هندوستاني خاتون کا چهره بطور نمونه کے استعمال کیا گیا هے' وه کون هے؟ رساله اسفیر ایک مرقع شائع کرتے هوئے همیں بتلاتا هے که یه ایک هندو خاتون مقیم انگلستان هے جس کا نام سنیتا Sunita هے' اور اُس کے دس ساله لڑکے کا نام "انور" هے - اگر اسفیر نے ناموں کے نقل کرنے میں کوئي غلطي نهیں کي هے تو "سنیتا" کے ساتھه "انور" کا نام بجائے خود ایک دلچسپ واقعه هے' اور یقیناً قارئین الهلال کے لیے یه کوئي ناپسندیگي کي بات نه هوگي' اگر وه ان دونوں صورتوں کا نظاره کر سکیں - هم اسفیر کا مرقع بجنسه نقل کر دیتے هیں - یه اُس موقعه کي تصویر هے جب صناع امریکه کے لیے روانه هو رها هے' اور اسفیر کے لفظوں میں "هندوستاني لیڈي اور اُس کا لڑکا انور" اس کے ساتھه کھڑے هیں -

دوسرا طوفان نوح

اور

کشتي جس کا نام "بدس داؤن" هے !

مرجوده زمانه میں یه بات کس درجه عجیب سمجھي جائیگي که انسانوں کي ایک جماعت کرۂ ارضي کي تمام خشکیوں سے الگ هوکر دریا میں آباد هوجانا چاهتي هے - کیونکه "قدیم طوفان نوح کي طرح ایک دوسرا طوفان تمام دنیا کي بربادي کے لیے عنقریب ظهور میں آنے والا هے !"

جیکب اپستین ' سنیتا ' اور انور

ایک اسرائیلي فرقه کا رهنما جو ایک عالمگیر طوفان کے ظهور کا انتظار کر رها هے !

بات کتني هي عجیب سمجھي جائے' لیکن واقعه یه هے که یورپ میں ایک جماعت ایسي موجود هے' اور وه نهایت خوف و اضطراب کے ساتھه اس' دوسرے عالمگیر طوفان کا انتظار کر رهي هے !

یه یهودیوں کا ایک فرقه هے - اس نے اپنا یه هولناک اعتقاد عهد عتیق کي بعض پیشین گوئیوں سے اخذ کیا هے - انگلستان میں اس فرقه کي کافي تعداد موجود هے - اس فرقه کے سردار نے حال میں ایک نئي کشتي بھي طیار کرائي هے جس کا نام "هاؤس اف ڈیوڈ" یعنی "بیت داؤد" هے - یه کشتي آجکل دریاے ٹیمس میں موجود هے - یه فرقه یقین کرتا هے که آنے والے طوفان میں محفوظ رهنے کے لیے نئي دنیا کے ترقي یافته جهاز اس قدر مفید ثابت نهیں هونگے' جسقدر قدیم وضع کي یه کشتي مفید هوگي - کیونکه یه "اُن تفصیلات کے ٹھیک ٹھیک مطابق طیار کي گئي هے' جو حضرت نوح علیه السلام کي کشتي کي نسبت عهد عتیق میں موجود هیں"

جو مرقع آپ کے سامنے هے' اس میں آپ اس محتاط اور دور اندیش فرقه کے سردار اور اسکے رفقاء کو مشغول اهتمام دیکھه رهے هیں !

* * *

الهلال

نمبر ۱ - سے نمبر ۵ - تک کو

جو حضرات فروخت کرنا چاهیں دفتر الهلال کو اطلاع دیں -

منیجر

دُنیا میں روئی کی پیداوار بحساب ہنڈرویٹ

مجموعی پیداوار: ۶۶۶۰۰۰۰۰ ہنڈرویٹ

تفصیل

ملک	سنہ ۱۹۱۳ میں		سنہ ۱۹۲۲ میں	
ہندوستان	۲۱۴۰۰۰۰۰	ہنڈرویٹ	۱۵۶۰۰۰۰۰	ہنڈرویٹ
برازیل	۱۲۰۰۰۰۰	"	۲۶۰۰۰۰۰	"
مصر	۶۸۰۰۰۰۰	"	۳۲۰۰۰۰۰	"
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۱۴۰۰۰۰۰	"	۴۱۶۰۰۰۰۰	"
دوسرے ممالک	۴۶۰۰۰۰۰	"	۵۱۰۰۰۰۰	"
میکسیکو	۹۰۰۰۰۰	"	۱۵۰۰۰۰۰	"

برطانی ہندوستان میں روئی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۲ء میں

صوبہ	ایکڑ	ہر ایکڑ میں پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۲۶۲۷۸۹۰	۷۸
بمبئی	۴۸۸۸۹۹۱	۱۰۲
بنگال	۵۵۰۰۰	۱۵۵
سی پی اور برار	۴۹۳۲۸۷۷	۸۶
یوپی	۶۳۸۶۹۸	۱۷۰
پنجاب	۱۷۴۹۳۲۸	۱۲۸
آسام	۳۹۲۹۹	۱۵۳
برما	۳۰۰۷۹۰	۹۰

ہندوستان میں روئی کے کارخانے

	روئی دھننے اور دبانے والے کارخانے	کاتنے اور بننے والے کارخانے
بمبئی	۵۲۱	۱۸۴
سی پی اور برار	۴۲۶	۱۴
یوپی	۱۵۶	۱۸
مدراس	۱۴۹	۲۶
بنگال	۰۰۰	۱۲
پنجاب	۱۲۰	۰۰۰
سنٹرل انڈیا	۱۰۷	۰۰۰
حیدرآباد	۱۴۷	۰۰۰
بڑودہ	۸۳	۰۰۰

ہندوستان میں روئی کی درآمد برآمد

درآمد

سوت	۹۶۶۳۱۰۰۰	روپیہ
سوتی کپڑے	۷۲۶۶۳۰۰۰۰	"

برآمد

خام روئی	۹۱۴۷۰۳۰۰۰	روپیہ
سوت	۳۷۰۱۱۰۰۰	"
سوتی کپڑے	۷۵۷۳۶۰۰۰	"

دنیا کی ۱/۴ روئی صرف ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدیدہ کے ابتدائی نمبر یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے تیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجیے (منیجر)

افسانہ

خط استوا کے افریقی قبائل

ملک نم نم

ایک افسانہ نما تاریخی سرگذشت

اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کے زمانے میں مصری فوجیں، فتح کرتی ہوئی خط استوا تک پہنچگئی تھیں یہ سرزمین ایسی تھی کہ مصریوں سے پہلے وہاں کوئی متمدن انسان کبھی نہیں پہونچا تھا۔ صرف حبشی بردہ فروش کبھی کبھی اُس کی سرحدوں تک پہنچ جاتے اور غلامی کے لئے آدمی پکڑ لاتے۔

اس سرزمین کی تمام قومیں اُسوقت (اور اب بھی) ز حد وحشی تھیں۔ فاتح فوجوں کو ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا! ایک طرف موسم اور آب ہوا برداشت سے باہر تھی۔ شب و روز پانی برستا رہتا تھا۔ ہر طرف کیچڑ اور دلدلیں تھیں۔ دوسری طرف بری و بحری درندے حملے کرتے تھے۔ مچھروں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ ایسے قاتل مچھر شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں ہوتے ہوں جیسے کہ اُس [illegible] زمین میں تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر خود وہاں کے باشندوں کا خطرناک وجود تھا۔ وہ کسی نظام جنگ سے واقف نہ تھے منظم فوجیں، باقاعدہ لڑائیوں کی عادی تھیں۔ مگر وہاں کے باشندے بے قاعدہ لڑائی میں ماہر تھے۔ تیر انداز ایسے تھے کہ بندوقوں اور توپوں سے مسلح فوجوں کو بھگا دیتے تھے۔ اگر قیدی اُن کے ہاتھ پڑ جاتے تھے، تو اُن سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ ایسا وحشیانہ سلوک جس کا متمدن دُنیا تصور بھی نہیں کر سکتی!

(۲)

کامل ۱۰ ماہ کی ہولناک جدوجہد اور خونریز جنگوں کے بعد مصری فوجیں خط استوا کے ایک بیرونی علاقے میں پہنچیں۔ اُنھوں نے باشندوں کو اپنے مقابلے کے لئے مستعد پایا۔ فوجوں نے فوراً کانٹے جمع کر کے مورچے بنائے اور رات بسر کرنا چاہی۔ مگر آدھی رات کو وحشی باشندوں نے حملہ کر دیا، تمام مورچے جلا دئے، اور پوری تین پلٹنیں کاٹ کر ڈال دیں۔ بقیۃ السیف قید کر لئے گئے۔

تمام قیدی راستے ہی میں مر گئے تھے۔ صرف تیس آدمی نیم جان حالت میں اُنکے لشکرگاہ تک پہنچ سکے۔ ان میں سے دو شخصوں کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

ایک قیدی، مصری تھا۔ اُس کا نام "شعبان عدوی" تھا۔ دوسرا سوڈانی تھا۔ اُس کا نام "بخیت کوکو" تھا۔ ان دونوں میں ایسی محبت اور دوستی تھی کہ اس کی نظیریں دنیا میں کم ملیں گی۔ دوستی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک مرتبہ بخیت کوکو خرطوم میں تھا اور دریائے نیل میں نہا رہا تھا۔ اچانک دریا کی موجوں نے اُسے کھینچ لیا اور غرق ہونے لگا۔ فوج کے بہت سے آدمی موقع پر موجود تھے مگر کسی کو مدد کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن شعبان عدوی فوراً کود پڑا، اور اپنی جان خطرے میں ڈال کر ڈوبتے ہوئے سوڈانی کو بچا لیا۔ اس خدمت کے صلے میں بخیت کوکو نے قسم کھائی کہ عمر بھر اُس کا دوست رہے گا۔ اور ہمیشہ اُسی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا۔ بخیت کوکو کا کوئی عزیز یا قریب مصر میں موجود نہ تھا۔ وہ دراصل ایک غلام تھا اور حکومت نے اُسے آزاد کر دیا تھا۔ اُس کا خاندان خط استوا ہی کے ایک علاقے میں موجود تھا۔ مگر وہ وہاں واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد پھر کبھی کسی نے ان دونوں دوستوں کو جُدا ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ساتھ ہی رہتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو بھی ساتھ ہی سوتے تھے۔ اتفاق سے وہ دونوں ساتھ ہی قید بھی

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۵)

گیہوں

دنیا کے مختلف ملکوں میں گیہوں کی پیداوار ایکڑ کے حساب سے سنہ ۱۹۲۳ء میں

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۳۰۳۰۴۰۰۰
ارجنٹائن	۱۷۷۸۵۰۰۰
کینڈا	۲۲۰۴۹۰۰۰
مصر	۱۳۱۵۰۰۰
فرانس	۱۳۶۱۴۰۰۰
اٹلی	۱۱۲۷۹۰۰۰
جرمنی	۳۶۲۲۰۰۰
جاپان	۱۱۴۹۰۰۰
رومانیہ	۷۸۳۵۰۰۰
برطانیہ	۱۵۹۹۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۴۴۸۶۰۰۰
الجزائر	۳۴۹۱۰۰۰

ہندوستان میں گیہوں کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
مدراس	۳۷۹۲	۰۰۰۰۰
بمبئی	۴۸۷۱۶۲	۳۷۸۰۰۰
بنگال	۱۲۹۰۸	۲۵۰۰۰
یوپی	۲۹۱۹۱۲۲	۲۴۱۹۰۰۰
پنجاب	۴۷۲۸۱۵۴	۵۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۹۰۶۳۴	۴۶۳۰۰۰
سی پی	۳۶۴۶۰	۱۰۹۸۰۰۰
صوبۂ سرحد	۳۱۹۱۲۵	۱۹۵۰۰۰

دنیا میں جوار کی پیداوار

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
ہندوستان	۷۸۵۰۰۰۰	۲۲۰۷۱۰۰
الجزائر	۱۴۰۰۰	۰۰۰۰
ارجنٹائن	۹۱۵۲۰۰	۳۶۱۰۰۰۰
آسٹریلیا	۱۴۷۰۰	۰۰۰۰

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بلغاریہ	۱۴۶۴۰۰۰	۹۹۱۰۰۰
کینڈا	۲۹۵۰۰۰	۰۰۰۰
فرانس	۸۴۵۰۰۰	۳۴۱۰۰۰
اٹلی	۳۸۰۵۰۰۰	۲۰۶۹۰۰۰
ہنگری	۲۴۷۸۰۰۰	۰۰۰۰۰
پولینڈ	۱۹۰۰۰۰	۰۰۰۰۰
رومانیہ	۸۹۴۵۰۰۰	۲۳۱۸۰۰۰
اسپین	۱۱۶۲۰۰۰	۶۷۶۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۴۰۰۰	۰۰۰۰
ٹیونس	۴۱۰۰۰	۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۱۰۴۹۹۸۰۰۰	۷۱۸۵۹۰۰۰
جاوا	۴۷۸۴۰۰۰	۲۹۳۰۰۰۰
مصر	۱۹۳۰۰۰۰	۱۹۵۸۰۰۰
جنوبی افریقہ	۳۳۵۰۰۰۰	۹۴۱۰۰۰

ہندوستان میں جوار کی پیداوار سنہ ۱۹۲۳ء میں

صوبہ	ایکڑ	پیداوار	ہر ایکڑ میں بحساب پونڈ
مدراس	۱۰۳۸۵۱۶	۴۵۰۰۰	۶۳۶
بمبئی	۲۰۷۹۳۷	۷۶۰۰۰	۰۰۰۰
بنگال	۸۱۹۰۰	۲۷۰۰۰	۸۲۰
یوپی	۱۸۳۸۲۲۴	۸۸۶۰۰۰	۱۱۰۰
پنجاب	۱۰۵۰۲۸۴	۴۰۲۰۰۰	۹۶۲
بہار اوڑیسہ	۱۶۷۹۸۰۰	۵۳۹۰۰۰	۸۲۰
سی پی اور برار	۱۵۴۶۹۷	۰۰۰۰۰	۰۰۰
برما	۸۸۴۱۲	۴۸۰۰۰	۷۰۰
صوبۂ سرحد	۴۳۸۴۲۴	۱۶۰۰۰	۱۱۱۰

ہندوستان میں شکر کی پیداوار سنہ ۱۹۲۳ء

صوبہ	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن	ہر ایکڑ کی پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۱۱۱۹۰	۲۳۲۳۰۰	۶۴۲۰
بمبئی	۷۳۰۴۹	۲۴۸۱۰۰	۶۹۵۰
بنگال	۲۰۷۹۰۰	۲۴۵۷۰۰	۳۰۰۳
یوپی	۱۵۴۳۹۰۲	۱۲۲۰۳۰۰	۲۶۰۰
پنجاب	۴۸۳۱۹۱	۳۱۳۰۰۰	۲۱۹۱
بہار اوڑیسہ	۳۰۷۳۰۰	۲۹۰۷۰۰	۲۳۶۰

ہندوستان میں شکر کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار	قیمت	مقدار	قیمت
سنہ ۲۲ء	[illegible]۵ ٹن	۱۶۱۳۰۰۰ روپیہ	۵۱۰۰۸۶ ٹن	۱۵۲۱۹۸۰۰۰ روپیہ
سنہ ۲۳ء	۲۱۳۳۷ 〃	۵۲۴۷۰۰۰ 〃	۷۲۹۰۰۸ 〃	۲۰۹۰۲۴۰۰۰ 〃

ہندوستان میں چائے کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار بحساب پونڈ	قیمت بحساب روپیہ	مقدار	قیمت
سنہ ۲۲ء	۳۵۹۱۸۹۲۳۲	۱۷۹۷۳۹۰۰۰	۹۳۳۹۰۱۵	۶۰۸۳۰۰۰
سنہ ۲۳ء	۳۴۰۱۰۹۹۳۵	۳۳۳۹۲۴۰۰۰	۷۸۸۵۰۹	۶۲۸۳۰۰۰

دنیا میں روئی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۲ء میں بحساب ایکڑ

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۲۲۰۹۴۰۰۰
برازیل	۱۵۷۳۰۰۰
مصر	۱۸۵۵۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۴۱۲۴۲۰۰۰

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رُخ

کئی ہفتے گزرے، الہلال میں ایک امریکن مصنف کی جدید تصنیف کے بعض حصوں کا ترجمہ شائع کیا گیا تھا جو غدر ۱۸۵۷ء کے حوادث پر تاریخی حیثیت سے لکھی گئی ہے۔ یہ ترجمہ چودھری محمد علی صاحب [illegible] کے قلم سے نکلا تھا۔ اب انھوں نے کتاب کے بعض دیگر حصوں کا ترجمہ بھی بغرض اشاعت بھیجا ہے۔ آج ہم پھر یہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ پہلی قسط حسب ذیل ہے۔

جن [illegible] یہ وحشیانہ مظالم ہو رہے تھے بعض [illegible] انگریزوں نے ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی جرأت بھی کی۔ ہم آج تک اس بات پر فخر کرتے ہیں [illegible] جماعت نے انگریزوں کی وحشیانہ حرکات کے خلاف [illegible] لارڈ کیننگ گورنر جنرل ہند [illegible] آدمیوں کو سزائیں دینے سے بھی [illegible] وحشیانہ [illegible] [illegible]

[illegible] کہ ہرگز [illegible] کھاتا ہوں۔ میں ایسا سنگدل ہو گیا ہوں کہ مجھے ان [illegible] پر مطلق رحم نہیں آتا۔ جب کوئی قیدی گرفتار کر کے پیش کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے [illegible] چلا کر کہتا ہوں" فی الفور پھانسی پر لٹکایا جائے"

دہلی کے محاصرے کے دوران میں ایک افسر لکھتا ہے:

"دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریز بغیر قتل کئے اور کسی شرط پر راضی نہیں ہونگے اور ان کا خیال بالکل درست ہے"

گریٹ ہیڈ ایک خط میں اس افسر کے رائے کی تاکید کرتا ہے۔ سر جان کیمبل اپنی سوانح عمری میں اس بات پر بڑا زور دیتا ہے کہ

سپاہیوں نے درحقیقت بغاوت کر کے سخت نمک حرامی کا ثبوت دیا لیکن جب [illegible] انگریزی [illegible] تھی [illegible] ان کی وفاداری پر قطعاً امید [illegible] تھی کیونکہ وہ ہمارے ہم وطن نہ تھے [illegible] ہماری طاقت معدوم ہو چکی ہو تو پھر انکا باغیوں سے [illegible] جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ ایسا ہم ہیں حیرت [illegible] تھوڑی [illegible] نے بغاوت میں حصہ لیا۔ جہاں کہیں کوئی [illegible] افسروں کو قتل [illegible] امداد کرلے [illegible] انھوں نے انگریزوں [illegible] لیکن ہم نے [illegible] سپاہیوں [illegible] خطوط [illegible] غدر کے [illegible] متعلق [illegible]

[illegible] ہم لوگوں کے ہمدردانہ جذبات کو جرم نہیں قرار دے سکتے۔ ہمیں چاہئے تھا کہ اپنے دشمنوں کو جنگ کے [illegible] علاقے کو محض اس [illegible] ہمیں کچھ جرم واقع ہوئے تھے، یا باغی [illegible] نے انہیں ڈیرا [illegible] ایک ایسا شنیع فعل ہو کہ [illegible] سمجھدار آدمی اس سے نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو قوموں کے درمیان ایسی سخت نفرت قائم ہو گئی ہو کہ اس کے دور کرنے کے واسطے بہت عرصہ چاہیے۔ باہمی اعتبار بالکل زائل ہو گیا ہو۔ اور اُمید نہیں کہ وہ پھر عود کر سکے"

ہومز ایک جگہ لکھتا ہو:

دہلی کے باشندوں نے باغیوں کے جرائم کا کفارہ کئی گنا دیا۔ ہزارہا مرد اور عورتیں شہر کے مضافات میں آوارہ پھر رہے تھے۔ نہ انکے پاس سامان خورد و نوش تھا۔ نہ ہی انکے قیام کے لئے کوئی مکان تھا جو کچھ ان کا اثاث البیت تھا، وہ انگریزی سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا۔ انھوں نے دہلی کی فتح کے بعد ہر ایک مکان کی تلاشی لی تھی اور جو کچھ وہاں ملا تھا، لوٹ لے گئے تھے۔ عورتوں کی بڑی تعداد نے اپنے آپکو ہمارے رحم پر چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے انہیں ایک محفوظ جگہ پر پہونچا دیا تھا۔ ہمیں ان دنوں ایسی شریف زادیوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا تھا، جو بڑی مشکل سے اپنے بچوں کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے رستوں پر ڈگمگاتی پھرتی تھیں کیونکہ وہ اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر چلنے کی عادی نہ تھیں!"

رومیش دت ہندوستان کی تاریخ کے صفحہ ۲۲۴ پر لکھتا ہے:

"ہر ایک سمجھدار انگریز اور ہندوستانی اس بات کا خواہاں ہے کہ بغاوت کے افسوسناک حوادث کو مدارس کی تعلیمی کتابوں سے خارج کر دیا جائے تاکہ بچوں کے دماغ میں یہ زہر سرایت نہ کرے۔ جب انگریزوں نے ہندوستان پر تسلط جمانا شروع کیا، ان کی راجوں اور نوابوں سے ہمیشہ لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ ماننا پڑتا ہے کہ ان [illegible] فریقین نے اس قدر ظلم [illegible] نہیں کئے جیسے کہ غدر کے دنوں میں ہوئے۔ باغیوں نے اس خیال سے بغاوت کا علم [illegible] تھا کہ وہ اپنے مذہب اور قومیت [illegible] تھے۔ لیکن [illegible] عورتوں اور بچوں [illegible] اپنی قوم [illegible] کی سخت توہین کی۔ دوسری طرف سے [illegible] سپاہیوں کے [illegible] کا خون [illegible] انھوں نے [illegible] کا قتل عام کیا [illegible] شہر کھو کر [illegible] انگریزی کمشنروں نے [illegible] پھانسی پر لٹکا دیا [illegible]

[illegible] میری رائے میں انصاف [illegible] دیانت داری کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو دونوں فریق [illegible] یا پھر دونوں کو اپنا اپنا نقطہ خیال ظاہر کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

لارڈ [illegible] کے وہ خطوط جو [illegible] میں انھوں نے لکھے تھے، [illegible] میں چھاپ کر شائع کئے گئے ہیں۔ اگر برطانیہ کو ہندوستان سے ذرا بھی ہمدردی ہوتی تو یہ کتاب اب ہرگز شائع نہیں کی جاتی۔ ہندوستانیوں کے خلاف سخت زہر اگلا ہو۔ میں نے جان بوجھ کر نیل (Neill) کی سفاکانہ حرکات کا (جو کانپور کے حادثہ سے بھی دہشتناک تھی) ذکر نہیں کیا ہو۔ نہ ہی میں نے ہڈسن کے شنیع افعال کو (جسنے ہمایوں کے مقبرے کے قریب دو مغل شاہزادوں کو بلاوجہ قتل کیا تھا) اس کتاب میں درج کرنا مناسب سمجھا ہو۔ میں نے

ہوئے، اور ایک ہی رسی میں باندھ دئے گئے۔ وحشی فاتح جب انھیں اپنے لشکر میں لے جا رہے تھے، تو بخیت کوکو نے اپنے دوست شعبان عدوی سے کہا "میں ان قبیلوں کی زبان اور عادات سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ لوگ قیدیوں کو سخت تکلیف دینے کے بعد زندہ جلا دیتے ہیں۔ اگر تم منظور کرو تو ان سے میں درخواست کروں کہ ہم دونوں کو ساتھ ہی جلائیں۔ لیکن میں کوشش کروں گا کہ کسی تدبیر سے انھیں دہوکہ دیدوں" مصری از حد خائف تھا۔ تقریباً مجنون ہو چکا تھا اُسنے اپنے دوست کی تائید کی۔

(۴)

وحشی فاتحوں نے اپنے لشکر میں پہنچکر جشن شروع کیا۔ تقریب کا آغاز اس کو ہوا کہ دو قیدی افسروں کو برہنہ کرکے ایک درخت کے تنہ سے باندھ دیا گیا اور نوجوانوں نے اُن پر تیر اندازی شروع کی۔ ہر تیر پر مظلوم قیدیوں کی فریاد بلند ہوتی تھی اور وحشی فاتحوں کے پُر مسرت نعرے ہوا میں گونج اُٹھتے تھے۔ ایک قیدی تو فوراً مر گیا مگر دوسرا ۵ دن تک زندہ رہا۔ روز صبح سے شام تک اُس کے زندہ جسم پر تیر افگنی کی مشق کی جاتی تھی!

اس تماشہ کے بعد جتنے قیدی خوف و دہشت سے [illegible] چکے تھے زندہ جلا دئے گئے۔ پھر ان دونوں دوستوں [illegible] شعبان عدوی اور بخیت کوکو کی [illegible] آئی۔ بخیت نے قبیلے کے سردار [illegible] کی زبان میں کہا "ہم دونوں ترک نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو ہم ملک کردوفان کے رہنے والے ہیں۔ ترکوں نے پکڑ لیا تھا اور زبردستی تم سے لڑنے پر مجبور کیا۔ مگر ہم نے کوئی ہتیار نہیں چلایا اور قید کر دئے گئے تا کہ تمھارے ساتھ لیکر ترکوں سے [illegible] نہیں تو ہمارے قبیلے بھی تمھاری مدد [illegible]"

بڑی حجت و تکرار کے بعد سردار نے دونوں قیدیوں کو زندہ رکھنا منظور کر لیا۔ زیادہ تر اس خیال سے کہ ان سے بطور ترجمان کے کام لیا جا سکے گا۔

(۵)

اس کے بعد [illegible] ان کی وحشیانہ رسموں میں شریک ہونے لگے [illegible] شعبان عدوی [illegible] تھا بخیت کوکو [illegible] غنیمت سمجھا۔ درخت میں [illegible] گیا۔ درخت پر بلبلیں اور [illegible] اتفاق سے بخیت کوکو [illegible] اُٹھائی تو اپنے دوست کو [illegible] درخت پر چڑھ گیا، اور اپنے تیر [illegible] شعبان نیچے گرا بخیت بھی [illegible] دوست کی لاش پر نوحہ کرنے لگا!

بخیت کوکو ابھی نوحہ و فغاں کر ہی رہا تھا کہ شعبان نے آنکھ کھول دی۔ وہ مرا نہیں تھا۔ صرف بے ہوش ہو گیا تھا۔ بخیت بہت خوش ہوا اور بتایا کہ "میں نے قبیلے کے سردار کو راضی کر لیا ہے کہ ہم دونوں، وحشیوں کو بندوق چلانا سکھا دیں۔ جب ہتیار ہمارے ہاتھ آجائیں گے تو میں تمھیں لے کر ملک نم نم کی طرف بھاگ جاؤں گا۔ وہ یہاں سے صرف ۲۰ دن کے فاصلے پر ہے۔ مجھے راستہ اچھی طرح معلوم ہے"

"میں نم نم میں نہیں جاؤں گا کیونکہ وہاں آدمیوں کا گوشت کھایا جاتا ہے!" شعبان نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

"دوست! یہ تم سے کس نے کہدیا؟" بخیت کوکو نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نم نم میں صرف دو قبیلے، آدمی کھاتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر طرح کا آدمی نہیں۔ صرف بیمار آدمیوں کا گوشت کھا لیتے ہیں۔ اُن میں کسی ایک قبیلے میں جب کوئی بیمار ہو جاتا ہے اور اچھا نہیں ہوتا، تو اُسے دوسرے قبیلے میں بھیج دیتے ہیں تاکہ اُسے بھون کر کھالیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو دفن کرنا یا جلانا، انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں!"

(۶)

یہ سنکر شعبان بھاگنے پر راضی ہو گیا۔ کچھ مدت بعد لوٹ کی بندوقیں اور کارتوس [illegible] گئے۔ ایک رات جبکہ وحشی ناچ گانے میں مصروف تھے، دونوں دوستوں نے بندوقیں اُٹھائیں، کارتوس کی پیٹیاں کمر میں باندھیں، اور اندھیرے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

رات بھر چلنے کے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہونچے جہاں ہر طرف دلدلیں تھیں۔ پورا ایک دن [illegible] دلدلوں کے عبور کرنے میں [illegible] گیا۔ اب وہ بہت تھک گئے تھے اور بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ جوں ہی [illegible] سستانے بیٹھے [illegible] بخیت کوکو چلایا [illegible] درخت پر چڑھ جاؤ [illegible] شعبان [illegible] بدحواس ہو گیا۔ مگر بخیت [illegible] درخت پر چڑھا دیا، اور خود بھی اوپر پہنچ گیا۔ فوراً ہی انھوں نے دیکھ کر ایک عظیم الشان [illegible] اُسنے ترس [illegible] ایک درخت [illegible] دیا۔ دونوں دوستوں [illegible] بندوقیں [illegible] فیر کیا اور [illegible] خوش خوش اتر کر اور اس کا گوشت بھون بھون کر کھانے لگے۔

مسلسل [illegible] میں سفر [illegible] کا [illegible] وہ [illegible] کیونکہ [illegible] انصاف پسند [illegible] میں [illegible] ہتیار [illegible]

[illegible] اس نظارہ [illegible] ترتیب سے درخت سے گرتے [illegible] خیال کیا [illegible] کوئی مسافر تھا [illegible] اور گٹھری سر سے نیچے رکھ کر [illegible] لئے بیٹھا ہوگا [illegible] کسی درندہ نے اُسے مار ڈالا۔ پھر انھوں نے گٹھری کھولی تو سپید ریشمی اور کلابتونی کپڑے رکھے تھے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "بادشاہ کے لئے یہ اچھا تحفہ ہے۔ گدہا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوگا۔ کیونکہ اس ملک میں گدہا ناپید ہے"

اب انھوں نے چاہا یہ مال غنیمت لے کر آگے بڑھیں! مگر فوراً ہی پاس کی جھاڑی سے ایک شیر مہیب آواز سے چلاتا باہر نکلا۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ فوراً بندوق چلائی اور شیر کو مار ڈالا۔

(۷)

شاہ نم نم کا پایۂ تخت سامنے تھا۔ بندوق کی آواز وحشی باشندوں کے لئے بالکل نئی تھی۔ بہت سے آدمی گاؤں سے نکل آئے اور آواز کی طرف دوڑے۔ خود بادشاہ، سب سے آگے تھا۔ بخیت کوکو نے بادشاہ کو دیکھا تو شاہانہ آداب و کورنش بجالایا، اور اپنا اپنے دوست کا پورا قصہ کہہ سنایا۔ پھر اُسنے کہا:

"میرا یہ دوست، اپنے وقت کا رستم ہے۔ خود اعلیٰ حضرت ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اسنے کس آسانی سے شیر مار ڈالا، اور اس عجیب مخلوق (یعنی گدھے) کو اپنی سواری بننے پر مجبور کر دیا!"

بادشاہ بہت متحیر ہوا۔ گدھے کی صورت دیکھ کر اُس کی تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پھر بخیت کوکو نے بادشاہ سے کہا "گدہا اصل میں میرے اس دوست کے بھائی کی سواری ہے۔ وہ اسپر سوار ہو کر تمام دنیا میں [illegible] کرتا رہا۔ وہ اپنے اس گم شدہ بھائی کو تلاش کر رہا تھا جسے [illegible] لوگوں نے قید کر لیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت کے لئے یہ [illegible] بھی لایا تھا۔ مگر افسوس کہ درندے نے اُسے سوتے میں [illegible] اب میرا دوست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یہ کپڑے [illegible] جس سے اُسنے چشم زدن میں شیر کو مار ڈالا، ہدیۃً [illegible]"

بادشاہ از حد مسرور ہوا اور ہدیے قبول کر لئے۔ [illegible] نے بادشاہ کی اجازت سے شعبان کو حکم [illegible] گدھے پر [illegible] بادشاہ کے [illegible] اُسے دوڑائے۔ شعبان گدھے پر [illegible] مگر سواری [illegible] سے گدھا چلانے لگا [illegible] وحشی [illegible] سے اور خود بادشاہ پر سخت دہشت طاری [illegible] بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ بخیت کوکو نے دوڑ کر [illegible] روکا، اور [illegible] کیا "یہ حیوان سفر [illegible] کی وجہ سے [illegible] گیا ہے اور [illegible] آرام کرنے کے [illegible] ٹھیک ہو جائے گا"

بادشاہ نے اپنے کاہن سے مشورہ کیا کہ [illegible] مخلوق [illegible] الشان [illegible] اور بادشاہ کے [illegible] دیا گیا ہے"

تب [illegible] اُس کی آنکھوں میں غصہ ظاہر ہوا۔ بخیت [illegible] شعبان [illegible] بادشاہ کے [illegible] [illegible] کو اپنے [illegible] پھر ان کے [illegible] [illegible]

شعبان [illegible] [illegible] انھوں نے [illegible] صرف [illegible] ہو جاتے ہیں تو [illegible] لیتی ہیں۔ تعدد ازدواج کی عادت عام ہے [illegible] محل میں [illegible] بیویاں تھیں۔ باشندے بہت مطمئن زندگی [illegible] ہیں۔ غذا وافر ہے۔ ہر گھر میں شہد با فراط موجود ہے۔

(۸)

چند ماہ قیام کے بعد دونوں دوست بادشاہ کی اجازت سے روانہ ہوئے۔ وہاں سے مصر پہنچے۔ شعبان عدوی نے اپنے [illegible] کی لڑکی سے شادی کر لی اور اپنے دوست بخیت کوکو سے اپنی [illegible] بیاہ دی۔

* * *

---

[1] کرکوریا قورقرہ، خط استوا پر بحر غزال کے ممالک کا ایک جزء ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہاں کے باشندے بہت سرخ سفید ہوتے ہیں۔ اُن کے بال بھورے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ بالکل یورپین معلوم ہوتے ہیں۔

بريدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم حجاز کے قلم سے)

لجنۂ تفتیش مدینۂ منورہ میں

قارئین الہلال لجنۂ تفتیش کے نام اور مقاصد سے واقف ہوچکے ہیں۔ مکہ معظمہ اور جدہ کے انتظامات و اصلاحات سے فارغ ہوکر اب یہ مجلس گزشتہ ہفتہ مدینۂ منورہ گئی ہو۔ شیخ حافظ وہبہ اس کے صدر ہیں۔ مجلس نے مدینۂ طیبہ میں پہنچتے ہی علماء و فضلاء اور شہر کے سربرآوردہ آدمیوں کو جمع کیا اور صدر مجلس نے اُن کے روبرو حسب ذیل تقریر کی:

"میں تمھیں جلالۃ الملک کا سلام پہونچاتا ہوں۔ سلطان تمھارے لئے اور تمھارے پاک شہر کے لئے اپنے دل میں بہترین آرزوئیں رکھتے ہیں۔ سلطان نے ہمیں یہاں اس لئے بھیجا ہو کہ رعایا کے حالات اور حکومت کے معاملات کی تفتیش کریں۔ جتنی اچھائیاں ہمیں نظر آئیں گی، برقرار رکھیں گے جتنی برائیاں دکھائی دیں گی، دور کردیں گے۔ تم جانتے ہو آدمی اپنی انفرادی حالت میں کمزور ہو، لیکن جماعت کے ساتھ طاقتور ہو۔ پس ہم چاہتے ہیں تم اس مجلس میں شریک ہو۔ اس کی مدد کرو۔ اس کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرو۔ اپنے مشوروں سے اس کی رہنمائی کرو۔ ہم ہر معقول بات سننے اور کرنے کے لئے طیار ہیں۔ ہم ہر ظالم کو گرادینے پر تلے ہوئے ہیں۔ تم ہرگز کسی کا خوف اپنے دل میں نہ رکھو۔ بڑے سے بڑے حاکم نے بھی اگر زیادتی کی ہو، تو صاف صاف کہدو۔ ہم فوراً اس کا تدارک کریں گے۔ ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس مقدس شہر کو ترقی اور اس کے باشندوں کو خوش حالی حاصل ہو۔ اس پیغام کے بعد سلطان کی ذمہ داری دور ہوگئی ہو۔ اگر تم اب بھی خاموش رہوگے اور اپنی شکایتیں پیش نہیں کروگے تو اس کی ذمہ داری سراسر تمھارے ہی سر ہوگی۔ پھر حکومت کو ملامت نہ کرنا، خود اپنی بزدلی اور غفلت پہ تاسف کرنا۔"

اس کے بعد مجلس نے حکومت کے تمام شعبوں اور دفتروں کی جانچ کی۔ پھر اپنی تحقیقات قلم بند کرکے خفیہ طور پر سلطان کو بھیجدی۔ سلطان نے فوراً مدینۂ منورہ کے حاکم اور سپہ سالار کو طلب فرمایا اور انھیں معزول کرکے اپنے تیسرے بیٹے شاہزادہ محمد کو حاکم اعلیٰ، شیخ عبد العزیز ابراہیم کو ان کا نائب، اور شیخ یاسین رواف کو مساعد مقرر کردیا۔

نئے حاکم نے آتے ہی باشندوں کو جمع کیا اور سلطان کا حسب ذیل فرمان سنایا:

"اے اہلِ مدینہ! تم اور تمھارے حاکم باہم نیکی اور تقویٰ میں مددگار بنجائیں۔ ہوا و ہوس اور گمراہیوں سے پرہیز کریں۔ باہم اتحاد رکھیں۔ شقاق سے بچیں۔ قیل و قال چھوڑدیں۔ خدا ہماری اور تمھاری ہدایت کرے، اور سب کو نیکی کی توفیق بخشے۔"

پھر سلطان کا وصیت نامہ پڑھا گیا جو انھوں نے حاکم مدینہ کے لئے لکھا ہو۔ وہ حسب ذیل ہو،

"امن و امان قائم کرنے میں پوری کوشش کرنا۔ تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرنا، کیونکہ سب آدمی برابر ہیں۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہو، نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ ہاں، اگر کوئی امتیاز ہو تو وہ صرف تقویٰ کا امتیاز ہو۔ میرا مطالبہ یہ ہو کہ تمام رعایا تجھ سے خوش رہے۔ شہری باشندے بھی خوش رہیں، بدوی باشندے بھی خوش رہیں۔ کوئی معاملہ بھی اپنی رائے سے انجام نہ دینا ہمیشہ شرعی حاکم سے مشورہ کرو۔ کیونکہ اس میں اللہ کی اطاعت زیادہ ہو اور مخلوق کی رضامندی بھی اسی ذریعہ حاصل ہوسکتی ہو۔ اپنے بارے میں لوگوں کا خیال بدل دو۔ تمھیں سب سخت گیر کہتے ہیں۔ نرم دل بنجاؤ۔ میری سب سے بڑی وصیت یہ ہو کہ شعائرِ دین قائم کرو، اوامرِ الٰہی جاری کرو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم ہوجاؤ۔ شریعت کے نفاذ میں لومۃ لائم کی پروا نہ کرو۔ اپنے ماتحت عہدہ داروں کی نیکی میں مدد کرو۔ اگر اُن کی کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو عوام و خواص میں اُن کی مذمت شروع نہ کردو، بلکہ اُنھیں اپنے پاس بُلاکر نصیحت کرو۔ اگر اسپر بھی اُن کی اصلاح نہ ہو تو مجھے یا میرے نائب عام کو اطلاع دو۔ عہدہ داروں کو اپنا جاسوس نہ بنانا۔ سب کو دور سے اپنا دوست بنائے رکھو!"

سلطان کا سفرِ نجد

سلطان اپنے نجدی پائے تخت ریاض کو روانہ ہوگئے ہیں۔ سفر سے پہلے حرم میں نماز پڑھی اور طواف الوداع کیا۔ یہ سفر نجد میں بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ہو۔

عسیر کے لئے طبی وفد

عسیر کا علاقہ جس وقت سے سلطان ابن سعود کے زیر حکومت آیا ہو، سلطان اصلاح و ترقی کی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ اس علاقہ میں اسوقت تک نہ تو کوئی باقاعدہ معالج تھا، نہ شفاخانہ۔ اب سلطان کے حکم سے ایک طبی وفد بھیجا جارہا ہو تاکہ وہاں ایک شفاخانہ قائم کرے۔ ڈاکٹر [illegible] بے اس وفد کے رئیس ہیں جو مکہ معظمہ کے محکمۂ حفظان صحت کے مہتمم تھے۔

عدل و امان

اس ہفتہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اگرچہ حجاز میں اب کوئی غرابت نہیں رکھتا، لیکن بیرونی دنیا کے لئے وہ ضرور قابل ذکر ہو۔ واقعہ یہ ہو کہ مکہ معظمہ کا ایک صراف جدہ سے آرہا تھا۔ گھر پہنچکر اُسنے دیکھا کہ پندرہ ہزار روپیہ کی تھیلیاں اسباب سے غائب ہیں! وہ سخت پریشان ہوا دوستوں نے مشورہ دیا کہ پولیس کو خبر کرے۔ مگر اُسنے انکار کردیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہیں تھا، یہ رقم کہاں ضائع ہوگئی؟ اچانک اُس کے بچہ

عالمِ مطبوعات و صحائف

کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہو؟

امریکہ سے یورپ تک دو گھنٹے میں!

امریکہ اور یورپ میں اب تک مشہور فضائی سیاح لنڈبرگ کا چرچا ہورہا ہو۔ یہی وہ شخص ہو جو نیویارک سے پیرس تک بغیر کہیں رُکنے کے اُڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

لیکن اب یورپ اور امریکہ کے ہوائی سفر کے ماہرین، اس کامیابی پر متعجب نہیں ہیں۔ اُن کا خیال ہو، بہت جلد یہ بات ممکن ہوجائیگی کہ امریکہ سے یورپ تک کی مسافت صرف دو گھنٹے میں طے کرلی جائے!

اسوقت جرمنی میں تین شخص ایسے موجود ہیں جو چاند تک پہنچنے کے لئے عملی جد وجہد شروع کرچکے ہیں۔ یہ سب کے سب علوم کے بھی اُستاد ہیں اور اُن تدابیر پر علمی طریقہ سے غور کرچکے ہیں جن کے ذریعہ ہوائی جہاز کا چاند تک پہنچ جانا ممکن ہو۔

حال میں پروفیسر اکس ولیر نے (جو ان تین میں سے ایک ہو) ایک بیان بعض علمی رسائل میں شائع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو:

"انسان اب اپنی ایجادات کے زور سے مسافت کی دُوری پر غالب آگیا ہو۔ مثلاً سو میل کی مسافت پہلے ۴ دن میں طے کیجاتی تھی۔ بائسکل نے اسے ایک دن کی مسافت کردیا۔ ریل نے اسے ایک گھنٹہ کا سفر بنادیا۔ اور اب ہوائی جہاز کے لئے یہ صرف چند منٹوں کی بات ہو۔ پھر اگر توپ کے گولہ کی رفتار پر نظر ڈالی جائے، تو وہ سو میل کی مسافت ۳ منٹ میں طے کرلیتا ہو۔"

"بلاشبہ موجودہ ہوائی جہاز توپ کے گولہ کی سی رفتار نہیں پیدا کرسکتے ہیں۔ کیونکہ جہاز جوں جوں فضا میں بلند ہوتا جاتا ہو، ہوا لطیف ہوتی جاتی ہو، اور جہاز کی قوت میں کمی آتی جاتی ہو۔ لیکن اس سے ہماری کوششوں میں فرق نہیں آسکتا۔ ہمیں اپنی سعی برابر جاری رکھنی چاہیے۔ ہم ضرور کوئی ایسا طریقہ پیدا کرلیں گے کہ توپ کے گولہ کی طرح ہوائی جہاز بھی فضا میں بغیر کسی رُکاوٹ کے بلند ہوسکے۔"

"بعض لوگوں کا خیال ہو کہ اگر ہوائی جہازوں میں ایسے محرک (موٹر) لگادئے جائیں جو بلندی پر جاکے ہوا میں کثافت پیدا کرسکیں تو یہ مشکل حل ہوجائے گی لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہو۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ میل تک جہاز پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد محرک بے کار ہوجائے گا۔"

"یہ مشکل صرف اس طرح حل کی جاسکتی ہو کہ محرک، خود جہاز میں نہیں بلکہ اُس کے باہر ہو۔ یعنی ایسے آلات ایجاد کئے جائیں جو جہاز کو بلندی پر اُسی طرح پہنچادیں، جس طرح توپ اپنا گولہ اُڑادیتی ہو۔ اس صورت میں ہوا کی لطافت کا اُسپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

ایک اور پروفیسر برتسویل کا خیال ہو۔

"اگر ہوائی جہاز، ۱۵ میل کی بلندی پر پہنچ سکے۔ اور اُس کا محرک ۵۰ ٹن وزن کا ہو، اور خود جہاز کا وزن ۹½ ٹن سے زیادہ نہ ہو، تو وہ برلن سے نیویارک کا فاصلہ ۲۸ گھنٹے میں طے کرسکتا ہو۔ لیکن اگر جرمن پروفیسر کے نظریہ کے مطابق یہ جہاز، توپ کے گولے کی طرح، درجہ ۸۰ کے زاویہ پر، ہوا میں پھینکا جائے، تو ۱۷ منٹ کے

کئی چشم دید گواہوں کے بیانات بھی حذف کر دیئے ہیں جن کا بیان ہو کہ سیکڑوں دیہات جلا دیئے گئے اور ان میں بوڑھے مرد اور پردہ نشین عورتیں بھی جلکر راکھ ہو گئیں۔

غدر کے تاثرات جنوبی ہند اور بنگال تک نہیں پھیلے لیکن بہار سے لے کر شمال مغربی سرحد تک غدر کی یاد ابتک تازہ ہو۔ اس علاقہ کے ہندوستانیوں اور انگریزوں دونوں نے ابھی تک فراموش نہیں کیا ہو۔ اس لئے اس کی یاد ان دونو قوموں کے باہمی تعلقات میں رخنہ اندازی کرتی رہتی ہو۔ جب کبھی کہیں ذرا سا فساد ہوتا ہو تو ہندوستان کے انگریز باشندے چلا اُٹھتے ہیں "مارشل لا فی الفور نافذ کیا جائے" کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ رہتا ہو اگر غدر کے افسانے انگریزی تواریخ میں ایسے خوفناک طریقہ سے درج نہ کئے جاتے تو انگریزوں کے دلوں میں اس قسم کا ہیجان ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ جب کبھی انگریز یہ جھوٹے قصے پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف ایک عالمگیر نفرت پیدا ہوجاتی ہو۔ اور خواہ مخواہ کوئی بہانہ پیدا کرکے انتقام لینے پر تل جاتے ہیں میں ذیل میں تین ایسے واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے عہد غدر کے بعد خیالات کا اندازہ لگ سکتا ہو:

تین واقعات

کوکوں کی بغاوت

(۱) "۱۴ر جنوری ۱۸۷۲ء کو تقریباً ایک سو انتہا پسند سکھوں نے (جنھیں پنجابی زبان میں کوکہ بھی کہتے ہیں) مالیر کوٹلہ کے شہر پر دھاوا ماردیا۔ فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اور دونو طرف سے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ سکھوں کی طرف سے ۶۸ آدمی (جن میں ۲۲ مجروح بھی تھے) بھاگ کر ریاست پٹیالہ میں پناہ گزین ہوگئے۔ لیکن دوسرے ہی دن انھوں نے انگریزوں کے سامنے ہتیار ڈال دیئے اور اُنھیں شیرپور کے قلعہ میں قید کردیا گیا۔ کووَن نے جو لدھیانہ کا ڈپٹی کمشنر تھا، ان قیدیوں کو کوٹلہ میں بلوایا (جہاں وہ خود ۱۶ر تاریخ کو پہنچ گیا تھا) اسنے اپنے کمشنر کو اسی وقت اطلاع بھیجی کہ اب امن و امان ہوگیا ہو اور کل صبح قیدیوں کو توپ کے ذریعے اُڑا دیا جائے گا۔ ۱۷ر جنوری کو کمشنر نے کووَن کو حکم دیا کہ قیدی فی الحال شیرپور کے قلعہ ہی میں رکھے جائیں، لیکن کووَن نے تعمیل حکم سے گریز کیا اور اسی روز بغیر کسی تحقیقات کے ۴۹ قیدی توپ سے اُڑا دیئے گئے۔ شام کے ۷ بجے کمشنر کا ایک اور حکم ملا۔ اسوقت ۱۶ قیدی توپ کے سامنے بندھے ہوئے تھے۔ کمشنر نے لکھا تھا کہ تمام قیدی بلا تاخیر اس کے پاس بھیجدیئے جائیں تاکہ وہ انکے مقدمہ کی سماعت کرے۔ لیکن کووَن نے اس حکم کی بھی مطلق پروا نہ کی۔ اور اس گروہ کو بھی توپ سے اُڑا دیا۔ جب گورنمنٹ نے اس کی نافرمانی کے متعلق باز پرس کی۔ تو اسنے جواب دیا "جب مجھے کمشنر کا حکم ملا تھا تو میں نے سوچا، اگر اسوقت ان ۱۶ آدمیوں کو (جو توپوں سے بندھے ہوئے ہیں) قتل نہ کیا گیا تو حاضرین پر بُرا اثر پڑیگا۔ اور اس تاخیر سے ہماری کمزوری ثابت ہوگی۔ اس لئے میں نے انہیں قتل کرادیا" ایک قیدی اپنے محافظوں سے بھاگ نکلا تھا اُسنے آتے ہی کووَن پر حملہ کرکے اس کی داڑھی پکڑلی۔ لیکن ہندوستانی افسروں نے اسے تلواروں سے ڈھیر کردیا۔ فارستھ (کمشنر) نے کووَن کو کئی دفعہ حکم دیا تھا کہ قانون کے مطابق کارروائی کرنی چاہئے مگر اسنے نافرمانی کی۔ علاوہ ازیں کمشنر نے گورنمنٹ کو تار بھی دیدیا تھا کہ میں موقع پر موجود ہوں۔ اور میں ان قیدیوں کے مقدمات کا بغیر کسی تاخیر کے فیصلہ کر سکتا ہوں۔ مجھے اسوقت کسی فوری کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہو اس سے جوش زیادہ پھیل جائے۔ لیکن جب ڈپٹی کمشنر نے اسے اطلاع دی کہ اسنے بہت سے قیدی قتل کرا دیئے ہیں۔ تو کمشنر نے اس کا جواب یوں دیا۔ "میرے پیارے کووَن۔ جو کچھ آپنے کیا ہو۔ بہت اچھا کیا ہو۔ میں نے آپ کا طرزِ عمل نہایت پسند کیا۔ میں بھی آپکی تقلید کروں گا" چنانچہ جب بقیہ قیدی اس کے پاس بھیجے گئے تو اُسنے بھی انہیں سزائے موت دے دی۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا کو ان واقعات کا علم ہوا تو اسنے ایک بڑا لمبا چوڑا حکم لکھا۔ اور کووَن کے فعل کی سخت مذمت کی۔ اور اسے وحشیانہ حرکت سے منسوب کیا۔ بالآخر کووَن برخاست کیا گیا۔ کمشنر کو بھی سخت ملامت کی گئی اور اسے ایک دوسرے صوبے میں اسی عہدے پر تبدیل کردیا گیا۔ جب لارڈ نارتھ بروک وائسرائے ہوئے تو فارستھ نے اس حکم کے خلاف اپیل کی۔ وائسرائے نے اسے کاشغر ایک سیاسی وفد کا سرکردہ بناکر بھیجدیا جہاں اسے سیاسی خدمات کے عوض سر کا خطاب دیا گیا۔

اُسوقت تمام انگریز افسروں اور اخباروں نے کووَن اور فارستھ سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا وحشتناک واقعہ نہیں دیکھا ہو۔ میری رائے میں گورنمنٹ نے ان دو افسروں کو برائے نام سزا دی۔ حالانکہ وہ سنگین سزا کے مستحق تھے"

میں نے یہ تمام واقعہ حرف بحرف کاٹن کی کتاب "یادِ ایام" (Indian & Home memories) سے اخذ کیا ہو۔ کیونکہ میں اس سے بہتر اس واقعہ کی تفصیل نہیں لکھ سکتا تھا!

فارستھ اپنی سوانح عمری میں اسی واقعہ کی متعلق یوں لکھتا ہو، "چونکہ میں کمشنر تھا اس لئے مجھے قتل کرنے کے کلی اختیار تھے لیکن کووَن کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اسے لدھیانہ سے لکھ دیا تھا کہ وہ ان باغیوں کے مقدمہ کی سماعت کرے لیکن جب تک میں اس کے پاس نہ پہنچ جاؤں، وہ کسی صورت میں ان قیدیوں کو سزا نہ دے۔ لیکن اسنے میرے اختیارات چھین کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بغیر میرے حکم کے قتل کرادیا۔ ناچار اسکے فعل کی ذمہ داری مجھے اپنے سر لینی پڑی۔ اور اس سے متفق الرائے ہونا پڑا۔ کیونکہ میں اُسے غلطی کے نتائج سے بچانا چاہتا تھا۔ جب اسے ملازمت سے برطرف کیا گیا۔ تو میں نے اس کی ہر طرح سے امداد کی اور اسکے واسطے ہندوستان میں ہی ایک نہایت عمدہ ملازمت مہیا کردی"

جنگ افغانستان

(۲) دوسرا واقعہ افغانستان کی دوسری جنگ سے تعلق رکھتا ہو میں اسوقت اس جنگ کے واقعات دُہرانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ بڑی لمبی چوڑی داستان ہو۔ جب افغانستان اور برطانیہ کی آپس میں صلح ہوگئی۔ تو کیوگنری کو برطانیہ کی طرف سے بطور سفیر کابل میں متعین کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد کیوگنری مع اسٹاف کے خود پٹھانوں کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ جرنیل رابرٹس نے کابل پر چڑہائی کی۔ اور بڑی بہادری دکھاکر اکتوبر ۱۸۷۹ء میں فتح کرلیا۔ بعد ازاں انتقامانہ کارروائیاں شروع ہوگئیں۔ کیونکہ پٹھانوں نے ہمارے سفیر کو قتل کرکے ہمارے جھنڈے کی بڑی توہین کی تھی۔ کاٹن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ میں لکھتا ہو کہ مارشل لا (جنگی قانون) فوراً نافذ کیا گیا۔ لوگوں کو گروہ در گروہ پھانسی دی جاتی تھی۔ امیر یعقوب خاں کو جلاوطن کرکے ہندوستان بھیجا گیا۔ گرد و نواح کے علاقے سامان خورد و نوش کی خاطر تباہ کئے جاتے تھے۔ دیہاتوں کا جلانا تو ایک روزمرہ کی کارروائی تھی!

سر چارلس میگگریگر جو لارڈ رابرٹس کا چیف آف سٹاف تھا اپنی سوانح عمری کے صفحہ ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل فقرات لکھتا ہو۔

"جب تک مجھے افغان قیدیوں کے جرم کا یقین نہ ہوجائے تب تک میں انہیں بے فائدہ سزا نہیں دوں گا۔ دفتر امور خارجہ کی رائے ہو کہ ایسی سزائیں دی جائیں جو عبرتناک اور جارحانہ ہوں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہر ایک مقدمہ میں پوری تفتیش کرنی چاہئے۔ میں بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے بُرے نتائج نکلتے ہیں"۔

یہی جرنیل اپنے روزنامچہ میں ۲۲ر اکتوبر کا یہ واقعہ لکھتا ہو۔

"میں نے آج ۵ آدمیوں کی زندگی بچائی ہو۔ یعنی اگر میں ان کے مقدمات میں پوری طرح غور و خوض نہ کرتا۔ تو انہیں یقیناً پھانسی دی جاتی۔ ان ملزموں میں سے ایک کا نام ابو بکر تھا۔ جو سوداگر تھا۔ اسکے خلاف مقدمہ صریحاً بناوٹی تھا۔ کیونکہ اس کے جانی دشمن نے اسکے خلاف جھوٹی شہادت دی تھی"

ہاورڈ ہنسن جو اخبار پائنیر الہ آباد کا اس جنگ میں نامہ نگار تھا ایک جگہ کابل کا نقشہ یوں کھینچتا ہو۔

"کابل شہر خموشاں بنا ہوا ہو۔ وہ بازار اور کوچے جہاں ہر وقت خونریزی اور فساد کا بازار گرم رہتا تھا اب قبرستان کی مانند چپ چاپ ہیں۔ شہر کے باشندوں نے پہلے پہل ہماری نرمی سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ لیکن جب سے ہم نے انتقام لینا شروع کیا ہو، اُنھیں ہماری وحشیانہ طاقت کا پوری طرح احساس ہوگیا ہو"

جب ہماری فوجوں کی ظالمانہ حرکات کی اطلاع انگلستان پہنچی۔ تو عوام الناس نے بڑا شور مچایا۔ افغانستان میں اب تک ہمارے وحشیانہ افعال کی یاد تازہ ہو۔ یہی وجہ ہو کہ وہ ہمارا قدیمی دشمن چلا آتا ہو۔

خریدارانِ الہلال
توجہ فرمائیں

جن جن حضرات سے ۶ ماہ کی قیمت وصول ہوئی تھی، اُن کا حساب الہلال نمبر (۲۴) پر ختم ہوجائے گا۔ یعنی آیندہ نمبر سے بعد کے نمبر پر۔ اگر وہ آیندہ بھی الہلال کا مطالعہ جاری رکھنا چاہتے ہیں، تو دفتر نہایت شکرگذار ہوگا اگر وی۔ پی کی درخواست کی جگہ وہ بذریعہ منی آرڈر قیمت روانہ کردیں۔ وی۔ پی کی رقم وصول ہونے میں بہت تاخیر ہوتی ہو، اور اس لئے پرچہ کے مسلسل اجرا میں خلل واقع ہوجاتا ہو۔ اگر وہ ایک ہفتہ کے اندر قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں تو رجسٹر میں نمبر ۲۴ کے بعد سے اُن کی جدید خریداری کا اندراج ہوجائے، اور پرچہ کی ترسیل بغیر کسی انقطاع کے جاری رہے۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ نئی شش ماہی جلد سے الہلال کا نیا دورِ حیات شروع ہوگا، اور وہ اس حالت سے بالکل مختلف ہوگا، جس حالت میں اسوقت تک نکلتا رہا ہو۔ (مینجر)

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم با مسمّٰی

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

[illegible]

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو، وہ ظاہر ہو۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو دانہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی اعلیٰ ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو بن کا ڈالنا اس کی خاصیت ہو۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی اس کا معمولی کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا اہدہ کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی بھی ہمدردی کے اظہار کا ی موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوی میں سچا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو علاوہ چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست مشتملہ ۶۴ مع جنتری تیار ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ۔ منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی ہ

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

رنگت دیکھ لو — **دو روپے تولہ سونا** — گھس کر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی آتی صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہو۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہو۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے ۴ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس چوڑیوں کے بلغ سات روپئے (عـہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس ۱۲۸ لاہور

فیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں جن کے استعمال سے صدہا علی آسانی سے افیم چھوٹ چکے ہیں اگر روپیہ ہوا کے علاج کے لئے ۴ عدد کی گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اسسٹنٹ سرجن موگا ضلع فیروز پور پنجاب

برص سفید داغ ۲۱ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھالیں اکسیر خوراک معجون مسیحا اور ملہمیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت عـہ پانچ روپیہ آٹھ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر [illegible] دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شائع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عـہ) طلبہ سے دو روپیہ (عـہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (عـہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

جمعیۃ علمائے ہند کے اخبار الجمعیۃ

کا

حبیب نمبر

رجب میں شائع ہوگا

مشتہرین اور ایجنٹوں کے لئے نادر موقع

بیس اخباروں میں علیحدہ علیحدہ بیس اشتہار دینا او

کے

حبیب نمبر

میں ایک دفعہ ایک اشتہار دے دینا برابر ہے۔ تمام اشتہا
شروع دسمبر میں موصول ہو جانے چاہئیں۔ ایجنٹوں کو چاہئے
دفتر سے فوراً خط و کتابت شروع کر دیں۔

خط و کتابت کے لئے پتہ

منیجر "الجمعیۃ" دہلی

بعد وہ تین ہزار میٹر کی بلندی پر پہنچ جائیگا۔ اُس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۴۰۰ میٹر ہو جائے گی۔ ۲۵ سکنڈ کے بعد وہ ۲۰ ہزار میٹر بلندی پر ہوگا اور اس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۸۰۰ میٹر زیادہ ہوتی جائے گی۔ پھر ۴۵ سکنڈ کے بعد ۵۰ ہزار میٹر کی افقی بلندی پر پہنچ جائے گا۔ اور اُسکی افقی سرعت ہر سکنڈ میں دو ہزار میٹر ہو جائے گی۔ اس صورت میں یہ جہاز برلن سے نیویارک صرف ½ ۱ گھنٹے میں پہنچ جائے گا!"

ایک دوسرے جرمن پروفیسر اوبرتھ کا خیال ہے:

"دس پندرہ برس کی مدت میں ایسے ہوائی جہاز بنجائیں گے، جو ہر سکنڈ میں ۲۸۰۰ میٹر مسافت طے کرلیں گے۔ اُس وقت یہ ممکن ہوگا کہ انسان چاند اور دوسرے کواکب تک پہنچ سکے"

لیکن بہت سے علماء یہ نظریہ تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کے دو ٹیڑھے اعتراض ہیں جن کا اب تک کوئی شافی جواب نہیں ملا ہے۔ ایک یہ کہ جو جہاز اس قوت سے توپ کے گولے کی طرح فضا میں پھینکا جائے گا، وہ ایک معین حد پر پہنچکر ضرور مشتعل ہو جائے گا یعنی جل جائے گا۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی تدبیر ایسی کر دی جائے کہ جہاز مشتعل نہ ہو، جب بھی اُس کے اُترنے کی صورت کیا ہوگی؟ یقیناً وہ اُسی تیزی سے نیچے گرے گا جس تیزی سے اوپر پھینکا گیا ہوگا!

جرمن ہواباز یہ اعتراض تسلیم کرتے ہیں مگر پھر بھی اُمید رکھتے ہیں کہ ہم جلد ان مشکلات پر غالب آجائیں گے۔

صناعی آنکھ جو تاریکی میں دیکھتی ہے!

Noctovision

جب آفتاب کا نور کسی منشور شیشے میں سے ہو کر گزرتا ہے تو رنگ کا ظہور ہوتا ہے۔ سب رنگ علیحدہ علیحدہ اوپر نیچے صفوں کی صورت میں ہو جاتے ہیں۔ سُرخ رنگ سب سے نیچے ہوتا ہے۔ اُس کے اوپر نارنجی، پھر زرد، پھر سبز، پھر اودا، پھر نیلا، پھر بنفشئی۔ بنفشئی سب سے اوپر ہوتا ہے، سُرخ سب سے نیچے۔ قوس قزح میں بھی یہی سات رنگ دکھائی دیتے ہیں۔

لیکن تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آفتاب کا نور صرف ان سات رنگوں ہی میں تحلیل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی بہت سے رنگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ رنگ غیر مسلح آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔ ان غیر مرئی رنگوں میں بعض رنگ سُرخ رنگ کے نیچے ہوتے ہیں، بعض بنفشئی کے اوپر۔ سُرخ شعاعوں کے نیچے جو شعاعیں ہیں، [illegible] آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں لیکن جلد پر محسوس ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں تاریک شعاعیں کہلاتی ہیں۔ آفتاب کی جو قوت ہم تک پہنچتی ہے، اسکے اجزا میں غالب حصہ انہی تاریک شعاعوں کا ہوتا ہے۔

بنفشئی شعاعوں کے اوپر جو شعاعیں ہیں، اُنکی موجیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ البتہ فوٹوگراف کی تختی پر ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ ان کا نام ہے "شعاع ماوراء بنفشئی" یا "شعاع کیمیاوی"

انسان کی آنکھ آفتاب کی اُنھی شعاعوں سے متاثر ہوتی ہے جو سُرخ اور بنفشئی رنگوں کے درمیان ہیں۔ جب یہ تمام شعاعیں یا ان میں سے کوئی ایک شعاع کسی جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ متاثر ہوتی ہے، اور دیکھنے لگتی ہے۔ لیکن اگر ان ساتوں رنگوں کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کی شعاع جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ اُس سے متاثر نہیں ہوتی، اس لئے وہ دیکھ بھی نہیں سکتی۔

لیکن اب انسان کی یہ مجبوری دُور ہو جائے گی۔ کیونکہ انگلستان میں جان بیرڈ نامی ایک عالم نے ایک ایسی کہربائی آنکھ ایجاد کرلی ہے جو تاریکی میں بھی بخوبی ہر چیز دیکھ سکتی ہے۔ یہ صناعی آنکھ اس درجہ حدید البصر ہے کہ تاریک شعاعیں یعنی وہ شعاعیں جو سُرخ رنگ کے نیچے ہیں، اُسے متاثر کر دیتی ہیں۔ اس آنکھ کے فعل کا نام Noctovision (یعنی رات میں دیکھنا) تجویز کیا گیا ہے۔

قارئین الہلال شاید واقف ہونگے کہ یہ موجد وہی نوجوان ہے جو پچھلے دنوں ایک نہایت مفید ایجاد کے سلسلہ میں مشہور ہو چکا ہے۔ اُسنے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا جس سے دُور کی چیزیں بھی ویسی ہی دکھائی دیتی ہیں، جس طرح قریب کی چیزیں انسان دیکھ لیتا ہے۔

لیکن یہ جدید ایجاد پہلی ایجاد سے زیادہ حیرت انگیز اور مفید ہے۔ یہ آلہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس میں سُرخ رنگ کے نیچے کی شعاعیں جمع ہو جاتی ہیں، وہ اُسی طرح نمایاں ہوتی ہیں جس طرح چراغ سے روشنی نکلتی ہے۔ [illegible] سُرخ شعاعیں [illegible] جسم پر [illegible] آنکھ [illegible] باقی ہے، [illegible] منعکس [illegible] جس طرح سینما کے پردے پر تصویریں نمایاں ہوتی ہیں!

برطانی حکومت نے سرکاری طور پر اس ایجاد کا امتحان کیا تھا۔ [illegible] ثابت ہوئی [illegible]

زلزلے سے پہلے اُس کا اعلان

[illegible] زلزلے [illegible]

[illegible]

[illegible]

چنانچہ انگریزی کے مشہور علمی رسالہ "نیچر" میں ایک مقالہ نگار لکھتا ہے:

"یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے سے پہلے زمین کی سطح میں کجی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کجی بتدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ زلزلے پر پہنچکر ختم ہو جاتی ہے۔ کجی آنکھ سے بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے کیونکہ زمین کی ہموار سطح، نمایاں طور پر خم ہو جایا کرتی ہے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ثابت ہو جائے، تو بآسانی ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جا سکتا ہے جو زمین کی خفیف سے خفیف کجی بھی محسوس کرلے اور ایک گھنٹی کے ذریعہ خطرہ کا اعلان ہو جائے"!

گزشتہ ماہ ہمبرگ میں علم مساحت ارض کے ماہرین کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں جاپان کا ایک مشہور ماہر طبقات الارض ڈاکٹر اِمامورا بھی شریک تھا۔ "نیچر" کے مقالہ نگار نے اُس سے ملاقات کی اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ جاپانی ڈاکٹر نے اس کی تائید کی اور بتلایا کہ ۷ مارچ سنہ ۱۹۲۷ء میں ٹانگو کے مہیب زلزلے سے ڈھائی گھنٹے پہلے زمین کی سطح تیتو اور سونا کاٹا نامی دو مقاموں میں بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے بھی زیادہ دیکھی گئی تھی۔

نیز ڈاکٹر نے بیان کیا کہ اُسنے سنہ ۱۷۹۳ سے سنہ ۱۹۲۷ تک کے ۵ ہولناک جاپانی زلزلوں کی تفصیلات جمع کرلی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زلزلے سے پہلے زمین کی سطح بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے دو میٹر تک نمایاں تھی۔ بعض حالتوں میں یہ حالت زلزلے سے ۵ گھنٹے پیشتر پیدا ہوگئی تھی۔ بعض حالتوں میں ایک دو گھنٹے پیشتر۔

ایک دوسرے جاپانی پروفیسر اچیمورا نے ایک آلہ ایجاد کرلیا ہے اس کا نام "کلینو گراف" ہے۔ یہ وہی آلہ ہے جس کا ذکر "نیچر" کے مقالہ نگار نے کیا ہے۔ اس آلہ سے سطح زمین کی ہر بلندی اور کجی معلوم ہو جاتی ہے۔

صناعی آفتاب

[illegible] آفتاب [illegible] رات [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مدت سے [illegible] نوجوانوں [illegible] کی تحصیل کے لئے یورپ بھیجیں [illegible] لی تھی کہ اس [illegible] کام [illegible] سفر سے پہلے ارکان حکومت [illegible] طے پایا کہ ایک کافی تعداد طلبہ کی اس غرض سے منتخب کی جائے۔ چنانچہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اور جدہ سے ایک جماعت بالفعل شام بھیجی جا رہی ہے، تاکہ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرکے اس قابل ہو جائے کہ یورپ کی مشہور درسگاہوں میں داخل ہو سکے۔ اُمید ہے، اب یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں
شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ
کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر بھی حال میں ہم ہی نے فراہم کیے تھے

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دینی علوم کے بیش بہا جواهر ریزی

اس سلسله میں هم نے اماميں کی ان نادر و اعلی درجه کی بلند پایه عربی تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی هے - بلا جلد اڑھائی روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکی تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصری کی تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمی ' اسلامی ' سه ماهی رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربی ' فارسی ' انگریزی ' اور دوسری زبانوں کی تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگی -

منیجر الهـــلال بك ايـــجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال

فی

مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را

تازہ خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

◆

اردو صحافت کی تاریخ میں الهلال هی وہ رساله هے جو اپنی تمام ظاهری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الهـــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاهتا تھا ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادراق کا مجموعه تھا - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاسی ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اُسکا هر باب اپنی مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ هوتا تھا - پھر اس کی ظاهری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کی وجه سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی ' مذهبی ' سیاسی ' اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے کہ سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدی هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البـــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا ' هم نے کوشش کی که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی هیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی هو اُنهیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل هوگئی هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخری موقعه دیدیے هیں که اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں ' چونکه جلدوں کی ایک بہت هی محدود تعداد مرتب هوسکی هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کی تعمیل هوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس به ترتیب حروف تہجی لگادی گئی هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه — " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـــلاغ" (جب دوسری مرتبه الهـــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البـــلاغ پریس"

کیا آپ کو معلوم نہیں
کہ
اسوقت
دنیا کا بہترین فاونٹین قلم
امریکن کارخانہ "شیفر"
کا
"لائف ٹائم"
قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا
(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے
(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹے سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں
کم از کم تجربہ کیجئے
یاد رکھئے
جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا
چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں
تو
یاد رکھئے
کہ
آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما
گائڈ بک
کی ضرورت ہے
جو
انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کردے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹن
The Dunlop guide
To Great Britain
کا
نئے دوسرا ایڈیشن ہے
ہندوستان کے
تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد
طبع ثانی
مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جبکہ وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت بارہ آنے (۱۲/)
(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو
دمہ
ضیق النفس
یا
کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے
تو تأمل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب تر
دوا فروش کی دکان سے
فوراً
ایک ٹین
HIMROD
کی
مشہور عالم دوا کا
منگوا کر
استعمال کیجئے

١٩٢٧

جلد ١

نمبر ٢٥

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ - انہ

دنيا کي بهترين کتابوں کيلئے بهترين رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضميمه

يه ضميمه دنيا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفيع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں ميں مسلم هے -

اس ميں چند صفحات رقص کے جاري اور زير بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هيں جنکي اهميت کا عام طور پر اعتراف کيا گيا هے -

اپنے يهاں کے ايجنٹ سے تقاضه کيجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضميمه آپکے لئے مهيا کرے - ليکن اگر آپ چاهيں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هيں

دنيا کے هر معلم اور ماهر فن تعليم کيلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعليمي ضميمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هيں که فن تعليم کے تمام نظري اور عملي تغيرات و ترقيات سے بے خبر نه رهيں ' تو آپکو يه ضميمه بلا ناغه مطالعه ميں رکهنا چاهيے -

يه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبريں اور مباحث جمع کرديتا هے - ماهرين فن اور مشاهير تعليم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هيں -

اپنے يهاں کے ايجنٹ سے طلب کيجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هيں -

کيا آپ تجارت کرني چاهتے هيں ؟

اگر آپ چاهتے هيں که يورپ اور امريکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کريں ' نفع بخش ايجنسياں ليں ' هندوستان سے خام پيدا وار بهيجيں ' نئي نئي ايجادات سے اپنے ملک کو آشنا کريں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمايه ليکر ايک وسيع کار و بار شروع کرديں ' تو آپ کو ابتدا ميں بهت سي باتيں معلوم کرني چاهئيں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهيد سيکهنے چاهئيں - هندوستان کے تمام حلقوں اور يورپ و امريکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهيوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئيں - بغير اس کے آپ کامياب نهيں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هيں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے يه ساري باتيں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرليں ' تو آپکو چاهيے که هم سے خط و کتابت کريں - هم يه کام به حيثيت ايک ماهر فن کے کر رهے هيں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائيگا که آپکے مقصد کيلئے هم کس درجه مفيد هيں ؟

همارے تعلقات دنيا کے تمام تجارتي حلقوں سے هيں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اينڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشينيں جو گرم ملکوں کے ميوؤں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کيلئے ضروري هيں ' اس کارخانے ميں طيار کي جاتي هيں - تمام دنيا ميں اس قسم کي مشينوں کا يه بهترين کارخانه هے - مندرجۀ بالا پته سے خط و کتابت کيجيے -

ياد رکهيے

ميوؤں ' ترکاريوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترين طريقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک ميں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشينيں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هيں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۵ — کلکته : جمعه ۱۳ . جمادی الثانیه ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱
Calcutta : Friday, 9, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .
الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۲۰۲۱ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۵	اردو حروف کی حق مین	۵۳۵
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۸۰۲	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱۹۰
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۳۲۰		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .
الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي - - -	سات روپیہ
قیمت في پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے ۔

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا ۔

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے ۔

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں ۔ ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا ۔

(٦) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں ۔

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں ۔

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا ۔

بہ حکومت ہی

لا متناہی اور سراسر مجہول عالم پر سرسری نظر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے "

سر اولیور لاج اپنی کتاب " روح انسانی کی ابدیت " میں لکھتا ہے :

" بہت سے عجیب و غریب حوادث کی صحت ثابت ہو چکی ہے۔ یہ حوادث ہر قوم اور ہر زمانے میں پیش آتے رہے ہیں - ممکن ہے ان کا بڑا حصہ اوہام و خواطر پر محمول کرکے رد کر دیا جائے - مگر اُن سب کا رد کر دینا ناممکن ہے - موجودہ علمی ترقی کی روشنی میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ انسانی روح کے تمام اعمال و خواص سے ہم واقف ہو چکے ہیں ' یا انسانی روح کا علم ہم نے اِس درجہ منضبط اور آسان کر دیا ہے کہ ہر کس و ناکس اُسے سمجھ لے - لیکن عجیب بات یہ ہے کہ بعض لوگ ایسا ہی یقین رکھتے ہیں - وہ ہر روز بغیر کسی اظہار حیرت کے علم الحیات ' کیمیا ' اور علم الالات کے زیادہ سے زیادہ محیر العقول اکتشافات پر ایمان لاتے رہتے ہیں' اور کبھی یہ نہیں کہتے کہ ہم قدرت کے تمام رازوں سے واقف ہو گئے اور اب کوئی نیا اکتشاف قبول نہیں کرینگے - لیکن مذہب روحی کا نام آتے ہی ان میں انکار اور تحدی کا جوش پیدا ہو جاتا ہے - وہ بغیر کسی تامل کے مدعیانہ انکار کر بیٹھتے ہیں ' یہ یقیناً ایک سادہ لوح ایمان ہے - یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ لوگ بلا دلیل عقیدہ قائم کرنے کی کتنی زیادہ استعداد رکھتے ہیں ؟ لیکن یاد رہے ' اُن کا یہ دعویٰ ' سراسر اساس علم کے خلاف ہے - وہ صرف اُسی حال میں کیا جا سکتا ہے جبکہ اپنے مخالف دلائل و براہین سے بلا کسی بحث کے اعراض کر لیا جائے "

پروفیسر سڈگوک صدر " انجمن مباحث نفسیہ " اپنے سنہ ۱۸۸۲ کے خطبۂ صدارت میں کہتا ہے :

" اب یہ سخت فضیحت کی بات ہوگی کہ اِن روحی حوادث کی صحت میں جھگڑا کیا جائے جن کی تصدیق بڑے بڑے مسلم علماء کر چکے ہیں - یہ شرم کی بات ہے کہ مذہب روحی کے خلاف علمی دنیا اپنے احمقانہ انکار پر مصر رہے ... اب سے تیس برس پہلے لوگ خیال کرتے تھے کہ مسمریزم اور متحرک میزوں کا اعتقاد ' عملی تہذیب کے نقص و نقدان کا کافی ثبوت ہے - لیکن جب مشہور حکماء نے یکے بعد دیگرے اپنے تجارب و مشاہدات کی بنا پر اِن امور کی تصدیق کر دی ' تو منکروں نے اپنا انکار جاری رکھنے کیلیے نئے وجوہ کی تلاش میں مضحکہ انگیز مہارت کا ثبوت پیش کیا - اِنہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ علماء ' علماء نہیں ہیں ' بلکہ دجال ہیں - یا صرف علم کی بعض شاخوں میں دخل رکھتے ہیں - لہذا اُن کی شہادت معتبر نہیں - پھر جب اسکے بعد ایسا ہوا کہ ایسے ایسے لوگوں نے شہادت دی ' جن کی فضیلت عالمگیر طور پر مسلم ہے ' تو اِن لوگوں نے رنج و الم کا اظہار شروع کر دیا ' اور اِسے ایک افسوسناک واقعہ قرار دیا ! "

اِس مجمل بیان سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مذہب روحی نے اِس قلیل مدت میں کتنی ترقی حاصل کر لی ہے - پروفیسر رسل ویلس اپنی کتاب " عصر جدید کے معجزات " میں کہتے ہیں کہ اِس مذہب کے معتقد صرف یورپ میں اِس وقت دو کرور سے بھی زیادہ آدمی ہیں !

* * *

آخری مملوک سلطان مصر

ساڑھے چار سو برس پہلے ایک مغربی سیاح مشرق میں

ایک سیاح کی چشم دید شہادت اور اہم تاریخی فوائد

یورپ میں چھاپہ خانے کی صنعت کا رواج چودھویں صدی مسیحی سے شروع ہوا ہے - چودھویں صدی سے لیکر سترھویں صدی کے وسط تک مطبوعات کی رفتار بہت سست رہی - تاہم اِس ابتدائی زمانے میں بھی ایک کافی تعداد ایسی کتابوں کی شائع ہوتی رہی ہے' جو علمی اور تاریخی حیثیت سے موجودہ زمانے میں بھی اپنی قدر و قیمت رکھتی ہیں -

جنیوا کی ایک علمی انجمن کچھ عرصہ سے اس قسم کی قدیم اور نا پید مطبوعات کا سراغ لگا رہی ہے - اس سلسلہ میں کئی نادر اور قیمتی چیزیں گوشۂ گمنامی سے نکل چکی ہیں - ازانجملہ مشرقی ممالک کے سفر نامے ہیں جو چودھویں اور پندرھویں صدی مسیحی میں لکھے گئے تھے ' اور جن میں مشرقی ممالک کے امراؤ سلاطین اور وہاں کے آداب و رسوم کے متعلق بعض ایسی چشم دید تفصیلات موجود ہیں ' جو کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں - آج ہم ان میں سے ایک خاص سفر نامہ کا مختصراً ذکر کرنا چاہتے ہیں -

یہ سفرنامہ کئی اعتبار سے مخصوص تاریخی اہمیت رکھتا ہے - سنہ ۱۵۱۱ ع میں وینس کی جمہوری حکومت نے (جو اُس وقت یورپ کی ایک طاقتور حکومت تھی) ایک سفارتی وفد مصر بھیجا تھا جس کا رئیس اُس عہد کا مشہور مدبر ترمینکو تریویزان تھا - یہ سفارت مصر پہنچی ' سلطان مصر کے دربار میں باریاب ہوئی ' اور ایک کافی عرصہ کے قیام کے بعد وینس واپس گئی - سفارت کا سکریٹری وینس کا ایک امیر جاکو باگانی نامی تھا - اِس شخص نے واپسی کے بعد اپنے سفر کی یادداشتیں سفرنامہ کی صورت میں مرتب کر لیں' اور وہ تمام قلمی تصاویر بھی شامل کر دیں جو سلاطین و امراء مصر کی اُس نے طیار کی تھیں - سفر نامہ کچھ عرصہ تک وینس کے سرکاری کتب خانہ میں محفوظ رہا - پھر سنہ ۱۵۳۵ع میں سفارت کے سفر سے تقریباً بائیس برس بعد ' حکومت نے اُسے سرکاری مطبع میں چھپوا کر شائع کر دیا - اس مطبوعہ نسخہ کے ساتھ وہ تمام تصاویر بھی چھاپی گئی تھیں جو اصل نسخہ میں محفوظ تھیں -

(سفرنامہ کی اہمیت)

یہ سفرنامہ فی الحقیقت ایک نہایت قیمتی تاریخی شہادت ہے - یہ اب سے ساڑھے چار سو برس پیشتر کی ایک اسلامی حکومت کے اُن چشم دید حالات کا ذخیرہ ہے جن کا علم کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا - مورخ اور سیاح میں یہی فرق ہے ' اور اسی لیے مورخ کی کتاب سے کہیں زیادہ ایک مستند سفرنامہ کا بیان قیمتی ہوتا ہے - مورخ کی نظر جزئیات پر نہیں جاتی - وہ صرف علمی ترتیب بیان کے ساتھ بڑے بڑے واقعات جمع کر دیتا ہے - لیکن سیاح زیر سیاحت شہر کے ایک ایک کوچہ کی سیر کرتا ہے ' اور ایک ایک جزئی معاملہ میں دلچسپی لیتا ہے - وہ بسا اوقات بہت سی ایسی جزئیات بیان کر دیتا ہے ' جن سے

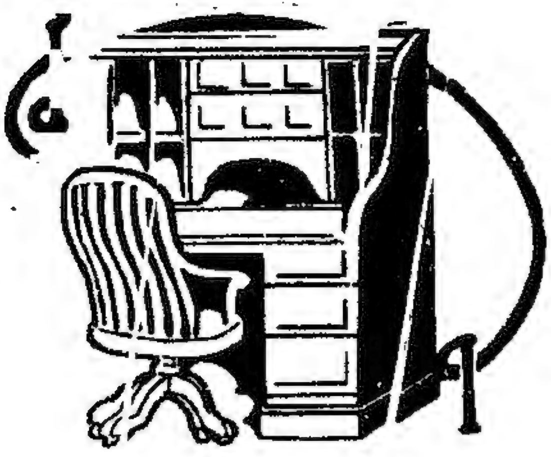

مقالات

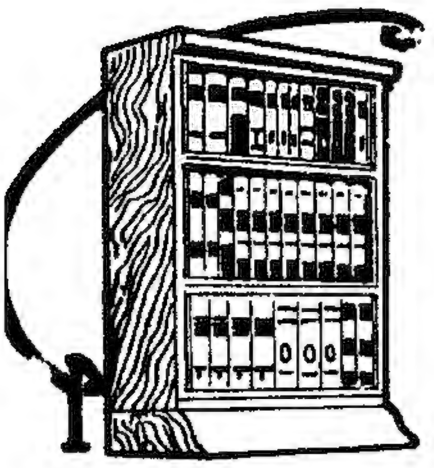

جدید مذهب روحی

تاریخ ظہور - موافقین و مخالفین - اور نقد و تبصرہ

(۲)

جب انگلستان میں پہلے پہل یہ دعوت پہنچي ، تو علماء میں سخت بیچیني پیدا ہوگئي - وہ ڈرے کہ صدیوں کے جہاد علم کے بعد خرافات و اوہام کي جس سلطنت کا انہوں نے خاتمہ کردیا تھا ، وہ اب پھر نئے ہتیاروں سے مسلح ہوکر علم کے مقابلے میں آرہي ہے - لہذا انہوں نے چاہا ، قدم جمنے سے پہلے ہي اس کا خاتمہ کر دیں - چنانچہ بے شمار علماء نے رائل سوسائٹي سے درخواست کي کہ اس مذہب کے متعلق اپني رائے ظاہر کرے - انجمن نے درخواست منظور کرلي ، اور تحقیقات کے لیے تیس علماء کي ایک منتخب مجلس قائم کردي - اس مجلس میں رسل ویلس ، ولیم کروکس ، ٹنڈل ، لارڈ اویبري ، اور ہکسلے جیسے ، ائمۂ علم و حکمت بھي شامل تھے - مسلسل اٹھارہ مہینے تک یہ مجلس تحقیقات کرتي رہي - چالیس جلسے منعقد کیے ، اور ایک ضخیم کتاب میں انکي روداد شایع کي - یہ روداد دنیا کي اکثر زبانوں میں ترجمہ ہوچکي ہے - اس کي ذیل کي عبارت قابل غور ہے :

" مجلس نے اپنے جلسے ارکان کے خاص مکانوں میں منعقد کیے تاکہ مخفي آلات کے ذریعہ فریب و بہانے کا احتمال باقي نہ رہے - نیز ان وسیطوں سے بھي کام نہیں لیا جو پیشہ ور وسیط سمجھے جاتے ہیں - خود ارکان ہي میں سے ایک شخص وسیط بنایا گیا تھا - یہ شخص سوسائٹي میں بہت عزت و احترام رکھتا ہے - اپني ایمانداري اور اخلاق میں غیر مشتبہ ہے - مال و دولت کي بھي اسے کوئي طمع نہیں - کیونکہ خود مالدار ہے - ہم نے وہ تمام احتیاطیں بھي برتلیں ، جو ہمارے خیال میں فریب سے بچنے کے لیے ضروري تھیں - بار بار تجربے اور مشاہدے کیے - اس روداد میں ہم نے صرف انہیں مشاہدات کا ذکر کیا ہے جو حواس کے ذریعہ واقع ہوئے ، اور جن کي صحت پر ہمیں کامل یقین ہے "

" مجلس کے بہت سے ارکان نے خود تجربے کیے - یہ سب کے سب اس مذہب کے سخت مخالف تھے ، اور کامل یقین رکھتے تھے کہ یہ عجیب امور یا تو تدلیس کا نتیجہ ہیں یا وہم کا ، اور یا پھر عضلات و اعصاب جسم میں کسي غیر معمولي حرکت پیدا ہو جانے کي وجہ سے اس طرح کي حرکات ظہور میں آجاتي ہیں - یہ حد سے زیادہ منکر اس وقت تک قائل نہ ہوئے ، جبتک کہ بکثرت مشاہدات انہوں نے اس طرح نہ دیکھہ لیے ، کہ کسي قسم کا شک و شبہ وارد نہیں ہوسکتا تھا - بالآخر انہیں تسلیم کرلینا پڑا کہ جو کچھہ انہوں نے بار بار دیکھا ہے ، وہ حقیقت ہے ، اور اس کي صحت میں کلام کي گنجائش نہیں ... "

اسي قدر نہیں بلکہ سنہ ۱۸۸۲ - میں ایک انجمن لندن میں قائم ہوئي - اس کا نام " انجمن مباحث نفسیہ " رکھا گیا - اس کا مقصد یہ تھا کہ مذہب روحي کو رسمي علم سے قریب تر کیا جائے اور علمي اصول پر اسے اس طرح مرتب کردیا جائے کہ لوگوں کے لیے زیادہ قابل قبول بن جائے - اس انجمن میں انگلستان ، امریکا ، اور فرانس کے مشاہیر علماء و فلاسفہ داخل ہیں - اس وقت تک وہ بے شمار ضخیم جلدیں شایع کرچکي ہے -

نمونہ کے طور پر اس انجمن کے بعض ارکان کي چند تحریروں کا ترجمہ دیا جاتا ہے - اس سے معلوم ہوگا کہ ان کا طریق بحث کیا ہے :

پروفیسر میرس (پروفیسر کیمبرج یونیورسٹي) جو اس انجمن کا ممتاز رکن ہے ، لکھتا ہے :

" سنہ ۱۸۷۳ع میں جبکہ مذہب مادي ہمارے ملک کي عقلوں پر پوري طرح حاوي ہوچکا تھا ، کیمبرج میں احباب کي ایک مجلس منعقد ہوئي ، اور طے کیا گیا کہ مذہب روحي ، جس پر اس قدر بحث و نزاع جاري ہے ، ہماري توجہ و تدقیق کا مستحق ہے - میري رائے تھي کہ اس مذہب کي بحث میں نہ تو اساطیر اولین کي ورق گرداني مفید ہوسکتي ہے ، نہ معتقدین کي روایات کي تحقیق ، اور نہ منکرین کي تضحیک و انکار ہي کارآمد ہے - اس کي بحث و تحقیق کي صرف یہي صورت ہے کہ ہم خود تجربے کریں ، اور اپني آنکھوں کے مشاہدات پر بھروسہ رکھیں - اگر عالم روحاني واقعي کوئي اصلیت رکھتا ہے ، تو تمام دوسري حقیقتوں کي طرح اس کا ثبوت بھي تجربۂ و مشاہدہ پر مبني ہونا چاہیے - چنانچہ اسي اصول پر ہماري اس انجمن نے اپني بحث و تحقیق کا سلسلہ جاري کر دیا "

اس کے بعد مصنف منکرین کو مخاطب کرکے کہتا ہے :

" میں اس عقیدے کو کیوں صحیح نہیں سمجھتا ؟ یہ سوال ہے جو ہر علمي بحث کے وقت ہر ایمان دار آدمي کے سامنے ہونا چاہئے - مذہب روحي کي بحث میں اس کي اور بھي زیادہ ضرورت ہے - مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ میرا علم اور میري معلومات جو یقیني نہیں ہیں ، بلکہ مرجح یا غیر مرجح ہیں ، کائنات کے رموز و اسرار کے فہم سے قاصر ہیں - ان میں کوئي بھي علمي یا منطقي دلیل موجود نہیں ہے جس کي بنا پر میں اپنے مشاہدات کي تردید کردوں - خصوصاً ایسي حالت میں جب کہ دیکھتا ہوں ، یہ تمام مشاہدات ، دوسرے یقیني مشاہدات و اصول سے کوئي تناقض نہیں رکھتے - علمي دلائل و براہین کا دائرہ کتنا ہي وسیع اور یقیني ہو ، مگر پھر بھي تمام مستند علماء کے اعتراف کے مطابق ، وہ ناموس قدرت کے

Le Grand Caire ' جيسا كه خود اس سفر نامه ميں جا بجا يهي نام استعمال كيا گيا هے -

مصر اور يورپ كے تعلقات كي يه ابتدائي تاريخ بيان كر دينے كے بعد هم اُن واقعات كي طرف متوجه هوتے هيں جو اس سفر نامه كے مصنف نے بيان كيے هيں -

سنه ١٥٠٥ - ع ميں كئي سال كي پادشاه گردي كے بعد سلطان ابو النصر ملك الاشرف قانصوه غوري تخت نشين هوا - اِس پادشاه كے زمانے ميں يكے بعد ديگرے ايسے حوادث پيش آئے ' كه يورپ اور مصر كے تعلقات پھر منقطع هوگئے -

جيسا كه پہلے اشاره كيا جاچكا هے ' اُس زمانے ميں مصر ' هندوستان اور يورپ كي تجارت كي درمياني كڑي تها - سواحل عرب اور مصر كے عرب جهازران هندوستاني مصنوعات مصر لے جاتے تھے - وهاں سے وينس ' جنيوا ' اور فرانس كے تاجر بيش قرار قيمتيں ديكر اپنے اپنے ملكوں كيليے حاصل كرليتے تھے - خود مصري حكومت كے بھي بے شمار جهاز تھے - يه سوئز سے ليكر كالي كٹ اور چٹاگاوں تك سفر كرتے رهتے - سنه ١٥٠٣ع ميں ايسا هوا كه واسكو ڈي گاما كا بيڑه بحر هند ميں پهنچ چكا تها - مصري جهازوں سے اس كي مڈ بھيڑ هوگئي - يه جهاز هندوستان سے مال تجارت سوئز ليجا رهے تھے - پرتگالي بيڑه نے ان كا تمام مال و اسباب لوٹ ليا ' آدمي گرفتار كرليے ' اور جهاز ڈبو ديے -

يه خبر جب سلطان غوري كو پهنچي تو قدرتي طور پر نهايت برهم هوا - اُس نے اراده كيا كه تمام يورپين تاجروں كو مصر و شام سے نكال دے - ليكن اس سفر نامه كا مصنف لكهتا هے كه " اُس غير معمولي عقل و بصيرت سے كام ليكر جو مشرق كے اس عظيم الشان پادشاه كے حصے ميں آئي هے ' اُس نے اس كار روائي ميں جلدي نهيں كي ' اور خيال كيا كه پہلے اصلاح حال كي كوشش كرلي جاے " چنانچه اس نے ايك سفير يورپ روانه كيا تا كه اٹلي ' فرانس ' اور جنيوا ' جائے ' اور ان ملكوں كي حكومتوں كو حكو كي ان زيادتيوں پر توجه دلائے - يه مصري سفير بيت المقد مسيحي خانقاهوں كا رئيس اعظم تها - سفير پہلے وينيس گيا - وينيس نے اس كے استقبال كے ليے ايسے انتظامات كيے ' پادشاهوں كے استقبال كے كيے جاتے هيں - پهر جمهوريت ـ ممبر جمع هوئے ' اور سفير كے پيام پر غور كيا - سفير كا پيام " اگر حكومت پرتگال نے اس طرز عمل كي تلافي نه كي ' مصري جهازوں كو كسي طرح كا نقصان پهنچا ' تو سلطان مصر ـ كرليا هے كه بيت المقدس كا كنيسه بند كرديگا ' اور تمام يورپين تا اپني مملكت سے نكال ديگا " حكومت جمهوريه نے مصر كي شـ كے حق بجانب هونے كا اعتراف كيا ' ليكن چونكه اُسے پرتگال پر اقتدار حاصل نه تها ' اس ليے سفير كو پوپ جوليس دوم كے پاس جانے كا مشوره ديا ' اور اپنے سفرا بھي ساتھ كر ديے - پوپ نے سفير سے مل كر جب تمام حالات معلوم كيے ' تو بهت خائف هوا - وه سلطان مصر كي ناراضي كے نتائج سے بے خبر نه تها - اس نے حكومت پرتگال كے نام ايك تهديدي مراسلت روانه كي - اسكے بعد مصر كا سفير اسپين اور فرانس هوتا هوا مصر واپس آ گيا -

ليكن ابھي مصري سفارت يورپ سے واپس پهنچي هي تھي كه اچانك بعض حوادث ايسے پيش آگئے ' جنكي وجه سے سلطان كا غيظ و غضب پھر يورپ كے برخلاف بھڑك اُٹھا ' اور اصلاح حال كي وه تمام كوششيں ضائع گئيں ' جو مصري سفارت كے ذريعه انجام پائي تھيں - اِن حوادث ميں سب سے زياده اهم حوادث چار هيں ' جنهيں اس سفر نامه كے مصنف نے بڑي تفصيل كے ساتھ لكها هے :

سب سے پہلا حادثه پرتگاليوں كي دوباره تعدي تھي جو مصري جهازوں پر كي گئي - يه جهاز كالي كٹ سے سوئز واپس جا رهے تھے -

دوسرا حادثه يه پيش آيا كه جزيرهٔ روڈس كے نائٹوں كا ايك بيڑه اسكندريه كے قريب پهنچ گيا - اُنهوں نے سلطان مصر كے اُن جهازوں پر حمله كر ديا جو مراكش كے حاجي واپس ليجا رهے تھے -

اِسي اثنا ميں ايك تيسرا واقعه بھي پيش آ گيا - مصر اور تركوں ميں مخالفت جاري تھي - سلطان مصر كو معلوم هوا كه كمال پاشا فوجي سامان و اسلحه كا ايك بهت بڑا ذخيره اناطول سے قسطنطنيه لے جانے والا هے - اس نے اپنے تيس جهاز گيلي پولي كي طرف روانه كر ديے ' تاكه اِس ذخيره پر قبضه كرليں - اتفاق سے روڈس كے بحري نائٹوں كے ايك بيڑه سے اُنكا مقابله هوگيا - مقابله ميں مصري جهازوں كو شكست هوئي ' اور كئي جهاز بالكل تباه هوگئے -

چوتھے حادثه كي نوعيت ان تمام حوادث سے مختلف قسم كي تھي ' ليكن سلطان كي طبيعت پر اُس كا سب سے زياده اثر هوا - عراق كے بعض سرحدي اضلاع ميں مصري حاكم نے ايك يوناني كو مشتبه حالات [illegible] اور گرفتار كرليا - گرفتاري كے بعد تلاشي لي گئي ' اُس كے كپڑوں ميں سے ايك مخفي كاغذ نكلا - يه شاه [illegible] صفوي كا خط تها ' جو ٹامس كونٹرين قنصل وينيس متعينهٔ [illegible] كے نام لكها گيا تها - حاكم نے يوناني قاصد مع خط كے [illegible] بھجوا ديا - جب سلطان نے يه خط پڑھا ' تو اسے معلوم هوگيا حكومت ايران ' يورپ كي حكومتوں سے مل كر اُس كے خلاف سازش [illegible] رهي هے ' اور وينيس ميں اور ايران ميں عرصه سے سلسلهٔ مراسلت جاري هے -

ان تمام واقعات نے سلطان كو يورپين حكومتوں كے برخلاف اس درجه غضب ناك كرديا ' كه اُس نے حكم ديا - بيت المقدس كا كنيسه بند كرديا جائے ' تمام يورپين قنصل اور تاجر گرفتار كرليے جائيں ' اور آئنده كوئي فرنگي حدود مملكت ميں قدم نه ركھے - اُس نے بيت المقدس اور شام كي مسيحي خانقاهوں كے تمام راهبوں كي گرفتاري كا بھي

تاریخي مسائل کي عظیم کلیات طیار کرلي جاسکتي هیں۔ هندوستان کے عهد تغلق کي متعدد تاریخیں خود أسي عهد میں یا اس کے بعد لکهي گئي هیں ' لیکن ابن بطوطه کي زباني همیں جیسي چلتي پهرتي تصویر اُس عهد کي نظر آجاتي هے ' وہ برني اور فرشته کے صفحات پر نظر نہیں آسکتي !

(سفرنامه کا عهد)

اِس کے علاوہ اُس عهد کي مخصوص اهمیت نے بهي اس سفر نامه کي قدر و قیمت بڑها دي هے - یه وہ وقت تها ' جب في الحقیقت دنیا آنے والے انقلاب کے لیے پہلي کروٹ بدل رهي تهي - مشرق کا دور اقبال رو به تنزل تها ' اور یورپ کا عهد عروج طلوع هو رها تها - اسپین میں اسلامي عهد تمدن کا آخري نقش قدم بهي مٹ چکا تها ' اور غرناطه میں مسلمانوں کا قتل عام هو رها تها - یورپ اور مشرق بعید کي راہ تجارت بهي ایک نئے انقلاب کي طیاریاں کر رهي تهي ' اور پرتگالیوں کے بیڑے هندوستان کي بحري راہ دریافت کرنے کے لیے ایک کے بعد ایک روانه هو رهے تهے - ٹهیک ٹهیک یهي زمانه تاریخ تجارت عالم کا وہ عظیم الاثر زمانه هے ' جب واسکو ڈي گاما نے ایک عرب معلم کے ذریعه راس امید عبور کرکے سواحل مالابار کا رخ کیا تها ' اور اس ایک واقعه نے تمام دنیا کي سیاسي اور اقتصادي عظمت کي تاریخ پلٹ دي تهي !

(سفارت کا مقصد)

مصنف نے اِس سفارت کے مقاصد شرح و بسط سے بیان کیے هیں - مختصر لفظوں میں اُن کي توضیح همارے لیے بهي ضروري هے - کیونکه اس سے وقت کے بعض اهم تاریخي حالات پر روشني پڑیگي -

لیکن قبل اسکے که مصنف کے بیان کردہ اسباب پر متوجه هوں ' اُس عهد کے اُن سیاسي و تجارتي تعلقات کي مختصر تاریخ بیان کردینا ضروري هے جو یورپ اور مصر میں قائم تهے -

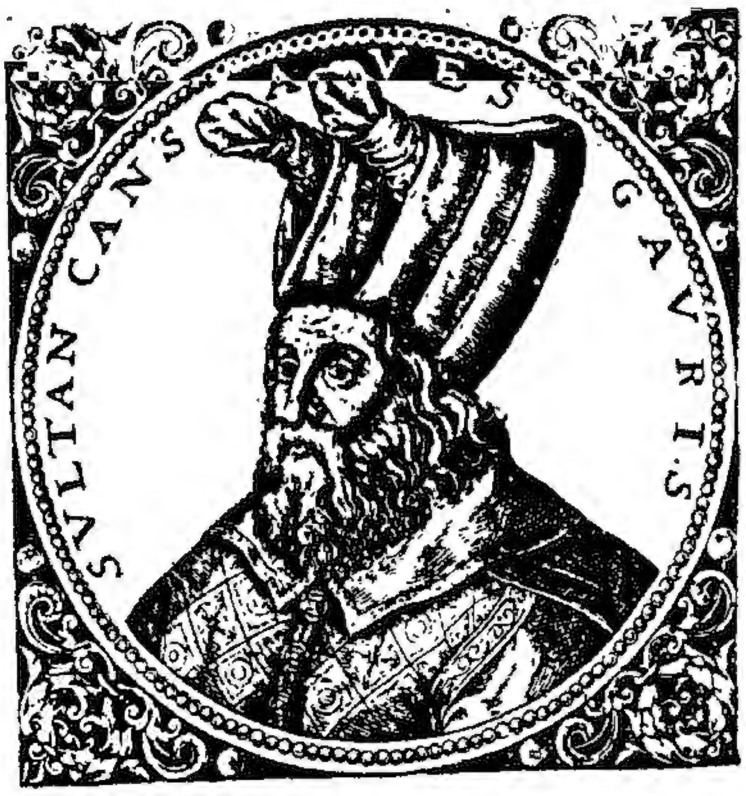

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوري
(آخري مملوک سلطان مصر)

صلیبي لڑائیوں کا سلسله تیرهویں صدي مسیحي تک جاري رها - یورپ کا آخري صلیبي حمله وہ تها ' جو فرانس کے لوئس نهم نے مصر پر کیا تها - اس کا خاتمه منصورہ کي لڑائي پر هوا جس میں توران شاہ نے لوئس کو گرفتار کر لیا - اسکے بعد سلطان بیبرس ' سلطان منصور قلاؤن ' اور ملک اشرف خلیل ' یکے بعد دیگرے تخت مصر کے فرمانروا هوے ' اور پے در پے جنگوں کے بعد سنه ۱۲۹۰ میں تمام بلاد شام سے صلیبي خارج کر دیے گئے۔ آخري جائے پناہ جو انکے هاتهه باقي رهگئي تهي ' عکا کا ساحلي شهر تها - اسي کو انهوں نے اپني مشرقي تجارت کا برزخي محل قرار دیا تها - لیکن یه بهي سنه مذکور میں انکے هاتهه سے نکل گیا - اسکے بعد کچهه عرصه تک تخت مصر اپنے اندروني مناقشات میں مشغول رها - لیکن سنه ۱۳۴۰ - میں جب ملک الناصر کي حکومت استوار هوئي ' تو اُس نے محسوس کیا که یورپ کے صلیبي ولولے اس وقت تک فرو نہیں هو گئے هیں - وہ رهکر اس طرح کے واقعات ظهور میں آتے رهتے هیں جن سے اُنکي معاندانه سرگرمیوں کا پته چلتا هے - چنانچه اس نے حکم دیا که شام اور مصر سے تمام یورپین تاجر اور یورپین حکومتوں کے وکلاء چلے جائیں - اس سال کے بعد سے یورپ اور مصر کے تمام علائق منقطع هو گئے -

یهي وہ صورت حال هے جس نے یورپ کے دو مختلف تجارتي حلقوں میں یه خیال پیدا کر دیا تها که قدیم عرب جغرافیه نویسوں اور ملاحوں کے اشارات کے مطابق مشرق بعید کا براہ راست بحري راسته ڈهونڈه نکالیں اور مصر کے محتاج نه رهیں - چنانچه کولمبس نے بحر اطلانطک میں عرب رویه جا کر ' مشرق کي جهت سے هندوستان پهنچنا چاها ' اور پرتگالي بیڑوں نے افریقه کے گرد طواف کرتے هوے بحر هند کا نقطۂ اتصال دریافت کرنا چاها - کولمبس هندوستان کي جگه امریکه پهنچ گیا - لیکن بر تام دیاز نے سنه ۱۴۸۶ - میں راس امید کا سراغ پا لیا - پهر سنه ۱۴۹۷ - میں واسکو ڈي گاما اسے عبور کرکے مالا بار پهنچ گیا !

بهر حال تقریباً نصف صدي تک مصر اور یورپ کے علائق (بلکه کهنا چاهیے مشرق اور یورپ کے علائق کیونکه تمام مشرق اور یورپ کے تجارتي علائق مصر هي کے ذریعه تهے) منقطع رهے - یه صورت حال یورپ کیلیے ناقابل برداشت تهي - اُسکے تمام بازار بے رونق هو گئے - بڑي بڑي منڈیاں بند هو گئیں - یورپ اُس وقت تجارت اور مصنوعات میں مشرق کا اسي طرح محتاج تها - جس طرح آج مشرق یورپ کا محتاج هے - بے شمار روز مرہ کي ضرورتوں کي مصنوعات تهیں ' جو مشرق هي سے جاتي تهیں اور یورپ کے هر امیر و غریب گهر میں برتي جاتي تهیں - اب انقطاع تجارت سے ایک عالمگیر تجارتي قحط کي مصیبت پیدا هو گئي - یه صورت حال دیکهکر یورپ کي تمام بڑي بڑي حکومتیں مجبور هوئیں که کبهي نه کسي طرح مصر کا بند دروازہ پهر کهلوایا جائے - ان حکومتوں میں سب سے پیش پیش وینس کي جمهوریت تهي : یه اُسوقت یورپ کي بحري تجارت کا سب سے بڑا طاقتور مرکز تهي - حکومت وینس نے پے در پے سفارتیں بهجوائیں - عثماني اور صفوي حکومتوں کو درمیان ڈالا ' قیمتي تحائف سے لبریز جهاز پر جهاز بهیجے ' پوپ کي طرف سے بهي پیام امن و صلح بهجوایا گیا - یورپ کي تجارت کے کهل جانے میں مصر و شام کے وطني تاجروں کا بهي عظیم الشان نفع تها ' اِسلیے اُنهوں نے بهي کوششیں کیں - غرضکه ایک مدت کي سعي اور تدبیر کے بعد مصر اور یورپ کے تجارتي اور دوستانه تعلقات پهر از سر نو قائم هو گئے -

یهي زمانه هے جب مصر دنیا کا سب سے بڑا تجارتي مرکز بن گیا تها - هندوستان اور یورپ کي تجارتي کڑي یهیں آکر ملتي تهي - اُس کے باشندوں کي خوشحالي اور تاجروں کي شاهانه دولت کے افسانے جنیوا اور وینس کے بازاروں میں قصوں کي طرح سنائے جاتے تهے - یورپ میں عام طور پر قاهرہ کا نام " قاهرہ عظیم " تها - یعني

سلطان نے تمام حالات معلوم کیے - لیکن اسکے بعد کیا ہوا ؟ اِس کی کوئی تفصیل تاریخ میں نہیں ملتی - قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصر کا جو سلطان اپنے جہازوں کی حفاظت اور اپنے تجارتی مال و متاع کے فوائد کا اس درجہ خیال رکھتا تھا ' کہ جب کبھی یورپ کی کوئی قوم شرارت کرتی تھی ' تو بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دینے اور یورپین تاجروں کو نکال باہر کر دینے کی دھمکی دیکر فوراً راہ راست پر لے آتا تھا ' اُس نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کیلیے جو آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد مسیحیوں کے مجنونانہ تعصبات کا شکار ہوگئے تھے اور زندہ جلائے جارہے تھے ' کیا کارروائی کی ؟

اِس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رہے کہ ابو البقاء صالح بن شریف الرندی کا وہ زہرہ گداز تاریخی مرثیہ جو در اصل مسلمانان عالم کے نام مسلمانان اندلس کا ایک مایوس استغاثہ تھا ' اِسی زمانہ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ مقری نے تصریح کی ہے ' اور خود یورپ کے مورخین ہمیں بتلاتے ہیں کہ سلطان مراکش نے اسکی نقلیں تمام مسلمان سلاطین عالم کے نام بھیج دی تھیں :

لکل شئی اذا ما تم نقصان
فلا یغر بطیب العیش انسان
أصابها العین فی الاسلام فارتزأت
حتی خلت منه أقطار و بلدان
علی دیار من الاسلام خالیة
قد اقفرت و لها بالکفر عمران
حیث المساجد قد صارت کنائس ما
فیهن الا نواقیس و صلبان
بالامس کانوا ملوکا فی منازلهم
والیوم فی بلاد الکفر عبدان
فلو تراهم حیاری لا دلیل لهم
علیهم فی ثیاب الذل ألوان
لمثل هذا یذوب القلب من کمد
ان کان فی القلب اسلام و ایمان !

بعد کے آخر میں یہ اشعار فی الحقیقت مسلمانان عالم کے نام لوگوں کا پیام الغیاث تھا :

یا راکبین عتاق الخیل ضامرة
کانها فی مجال السبق عقبان
و حاملین سیوف الهند مرهفة
کانها فی ظلام النقع نیران
و راتعین وراء البحر فی دعة
لهم باوطانهم عز و سلطان
أعندکم نبأ من اهل اندلس ؟
فقد سری بحدیث القوم رکبان
کم یستغیث بنا المستضعفون و هم
قتلی و أسری فما یهتز انسان
ماذا التقاطع فی الاسلام بینکم
و انتم یا عباد الله اخوان
الا نفوس أبیات لها همم ؟
أما علی الخیر أنصار و أعوان ؟

لیکن اس پیام کا جواب اُن مسلمان قوموں اور فرماں رواؤں نے کیا دیا جو بقول ابو البقاء کے " خوبصورت گھوڑوں پر سوار تھے ' ہندی تلواروں کی چمک دمک سے اُنکے ہاتھ شعلہ بار رہتے تھے ' اور اُپنے آزاد وطنوں میں عزت و فرمانروائی کی پر عیش زندگی بسر کر رہے تھے " ؟ تاریخ کے اوراق ہمیشہ اس واقعہ پر ماتم کرینگے کہ تمام عالم اسلامی میں ایک صدا بھی انکی حمایت میں بلند نہ ہوئی !

بہر حال جہانتک مصری حکومت کا تعلق ہے ' اس سفر نامہ سے بعض ایسی تفصیلات روشنی میں آجاتی ہیں ' جو اس وقت تک تاریکی میں تھیں - بلاشبہ یہ ایک قیمتی فائدہ ہے جو اس کتاب سے حاصل کیا جاسکتا ہے - سفر نامہ کا مصنف اُن حالات کی تفصیل کرتا ہوا جو سلطان غوری کے تخت نشین ہونے کے بعد پیش آئے تھے ' لکھتا ہے :

" یہ وہ وقت تھا کہ اسپین نے تمام موروں (مسلمانوں) اور یہودیوں کو ملک سے نکال دیا تھا ' اور سیکڑوں برس کے بعد پھر یہ سر زمین صرف مسیحیوں ہی کیلیے مخصوص ہوگئی تھی - یہ حالت دیکھکر مراکش ' تیونس ' اور الجزائر کے مسلمان امیروں نے سلطان مصر کی خدمت میں وفود بھیجے ' تاکہ اسپین کے مقابلہ میں اُنکی مدد کی جاے ' اور اُنھیں اس قابل کر دیا جاے کہ یہ ملک دوبارہ مسلمانوں کیلیے حاصل کر لیں - جب یہ وفود قاہرہ پہنچے تو سلطان غوری نے اُن کا بہت اچھی طرح استقبال کیا اور اس معاملہ میں پوری دلچسپی ظاہر کی - پہلے اُس نے ارادہ کیا کہ اسپین سے انتقام لینے کیلیے اور تمام شاہان یورپ پر اثر ڈالنے کیلیے بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دے ' اور یورپ کے تاجروں کو اپنی مملکت سے نکال دے - لیکن پھر جب اس کارروائی کے نتائج پر نظر ڈالی ' تو اُس پر ظاہر ہوگیا کہ ایسا کرنا دانشمندی کے خلاف ہوگا - اسی اثنا میں ایسا ہوا کہ حکومت اسپین بھی امراء مراکش کی کوششوں پر مطلع ہوگئی - شاہ فرڈنی نند اور ملکہ ازابیلا کو خبر ملگئی کہ اُمراء مراکش مصر کو اپنی اعانت پر اُبھارنا چاہتے ہیں - انھوں نے بھی فوراً ایک سفیر مصر بھیج دیا تاکہ سلطان سے ملکر اسے مسلمانان اندلس کی اعانت سے باز رکھے - اس سفیر کا نام کونٹ پیٹر ڈینکر تھا - یہ اسکندریہ پہنچا ' اور فلپ دی پیریٹز کے یہاں اُترا جو اُس وقت مصر میں فرانس اور اسپین کا مشترک قنصل تھا - قنصل نے سفیر کی آمد کی باقاعدہ اطلاع سلطان کو بھیج دی ' اور درخواست کی کہ اسکے لیے قاہرہ جانے کا پروانۂ راہداری مرحمت ہو "

" سلطان کو جب اِس معاملہ کی اطلاع ملی ' تو اُس نے امراؤ علماء سے مشورہ کیا - علماء چونکہ مراکشی وفد کے ذریعہ مسلمانان اسپین کے مصائب کے واقعات معلوم کرچکے تھے ' اسلیے قدرتی طور پر اسپین کے خلاف اُنکے جذبات مشتعل ہو رہے تھے - انھوں نے بالاتفاق یہ راے دی کہ سلطان کا اس سفارت سے ملاقات کرنا بہتر نہیں - اسے واپس کر دیا جاے - سلطان نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا ' اور سفیر کیلیے پروانۂ راہداری نہیں بھیجا -

حکم دیدیا تھا ' لیکن سفر نامه کا مصنف لکھتا ھے کہ " انھوں نے خزائن بیت المقدس کی بڑی مقدار دیکر اپنی جانیں بچا لیں "

اس واقعه نے تمام یورپ میں اضطراب پیدا کردیا - واسکو ڈي گاما نے اگرچه ھندوستان کا براہ راست بحری راسته معلوم کرلیا تھا ' لیکن ابھی اس راہ سے ھندوستانی مال کی آمد و رفت شروع نہیں ھوئی تھی ' اور یورپ کی مشرقی تجارت کا دار و مدار بدستور مصر پر تھا - جونہی مصر کا دروازہ بند ھوا ' یورپ نے محسوس کیا کہ تمام مشرق کا دروازہ اس پر بند ھوگیا ھے - ایک سال کے اندر وینیس اور جنیوا کی تمام تجارتی منڈیاں بند ھوگئیں ' اور یورپ میں مشرقی مصنوعات کا پھر قحط شروع ھوگیا -

یه حالت دیکھکر وینیس اور فرانس کی حکومتیں مجبور ھوئیں کہ کسی نہ کسی طرح حکومت مصر سے از سر نو دوستانه تعلقات پیدا کریں - وینیس کی یه سفارت (جس کی سیاحت مصر کی روئداد اس سفر نامه میں قلمبند کی گئی ھے) اسی مقصد سے روانه کی گئی تھی - قریب قریب اسی زمانے میں فرانس کی سفارت بھی روانه ھوئی - سفر نامه میں جا بجا فرانسیسی سفارت کے معاملات کا بھی ذکر کیا گیا ھے ' اگرچه انداز بیان مخالفانه جذبات سے خالی نہیں ھے - فرانسیسی سفارت شویلیر کونت انڈری کی زیر ریاست بھیجی گئی تھی -

وینیس کی یه سفارت ٢٣ - جنوری سنه ١٥١٢ع - کو وینیس سے روانه ھوئی ' اور بے شمار مقامات میں ٹھہرتی ھوئی ' ٢٠ - مئی سنه مذکور کو اسکندریه پہنچی -

(سفرنامه کے تاریخی فوائد)

سفر نامه اس عہد کی ملکی اور معاشرتی حالات کے بے شمار فوائد و معلومات سے مملوٴ ھے - ان کا استقصاء ایک تحریر میں ممکن نہیں - ھم مختصراً بعض اھم فوائد کا ذکر کرینگے -

(سلطان غوری اور وزراء کی تصاویر)

مصنف نے جا بجا لکھا ھے کہ اسے مصوری میں کافی دخل تھا - اس کا ثبوت ان تصاویر سے ملتا ھے جو اس نے سفر نامه کے ساتھه شامل کی ھیں - ھم ان میں سے دو تصویروں کی نقل اس تحریر کے ساتھه شائع کرتے ھیں - پہلی تصویر سلطان قانصوہ غوری کی ھے - دوسری اس کے وزراء کی ھے - مصنف لکھتا ھے " میں نے سلطان سے اس کی اور اس کے درباریوں کی تصویر کھینچنے کی اجازت حاصل کرلی تھی "

ان تصاویر میں سلطان اور وزراء مصر کی جو وضع و ھئیت نظر آرھی ھے ' یه اس عہد کے تمام ترک اور چرکس امراء کی عام وضع تھی - سلاطین و امراء عثمانیه کا لباس اور عمامه بھی تقریباً ایسا ھی تھا - یه عمامه جو اسقدر بلند اور عریض ھوتا تھا ' ایسے باریک کپڑے اور ھلکے مواد سے طیار کیا جاتا تھا ' کہ کوئی غیر معمولی وزن سر پر محسوس نہیں ھوتا تھا - ھندوستان میں یه بات دلچسپی کے ساتھه معلوم کی جائیگی کہ اکثر حالتوں میں یه کپڑا ھندوستانی ساخت کا ھوتا تھا !

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوری جسکی تصویر آپکے سامنے ھے ' دراصل مصر کے چرکسی مملوکوں کا آخری فرمانروا ھے - سنه ٩٢٢- ھجری مطابق ١٥١٦- ع میں جب سلطان سلیم اول نے مصر و شام پر حمله کیا ' تو تخت مصر پر یہی سلطان متمکن تھا - یه " مرج دابق " کے معرکه میں پوری شجاعت اور پامردی کے ساتھه لڑا ' لیکن بالاخر شکست کھائی ' اور میدان جنگ میں گھوڑے سے گرکر مارا گیا - اسکے بعد ملک اشرف طومان بائی نے کچھه عرصه تک لڑائی جاری رکھی ' لیکن مصر کی آخری لڑائی میں اس نے بھی شکست کھائی ' اور ھمیشه کیلیے چرکسی مملوکوں کا سلسلۂ حکومت ختم ھوگیا -

سلطان غوری سنه ٩٠٦- ھجری مطابق ١٥٠١- ع میں تخت نشین ھوا تھا - اس حساب سے تقریباً پندرہ برس تک حکمراں رھا

سفرنامه کے مصنف نے اس سلطان کے غیر معمولی اوصاف شاھانه کی بہت تعریف کی ھے ' اور اسے " حزم راے اور دقت نظر " میں اپنے عہد کا بہترین فرمانروا قرار دیا ھے - مصر کے عام مورخین بھی اس کے بعض اوصاف کا اعتراف کرتے ھیں -

(سقوط غرناطۃ اور مصر)

من جمله تاریخی فوائد کے ایک نہایت اھم اور عبرت انگیز واقعه اس سفارت کا ھے ' جو غرناطه اور مراکش کے امراء نے مصر بھیجی تھی ' اور جسکی تفصیلات سے مصر کی تمام تاریخیں خاموش ھیں -

اسپین سے مسلمانوں کا آخری اخراج سنه ١٤٩١- ع میں ھوا ھے - یہی سنه ھے جب تمام اسلامی حکومتوں کی اعانت سے مایوس ھوکر ابو عبد اللہ نے غرناطه فرڈنیند کے حواله کردیا - اسکے بعد پچاس برس تک مسلمانوں پر ایسے ایسے وحشیانه مظالم ھوتے رھے ' جنکی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں - غرناطہ کے بقیۃ السیف مسلمانوں کے خلاف محکمۂ انکویزیشن Inquisition نے قتل و احراق کا آخری حکم سنه ١٥٠٩ - میں صادر کیا تھا ' اور کارڈنیل فرانسسکو زیمینس اور فرڈینند ڈي ٹالاویرا نے سرزمین اسپین میں اسلامی تمدن و آبادی کا آخری نقش بھی مٹا دیا تھا - یه زمانه ٹھیک ٹھیک وھی زمانه ھے ' جب مصر میں سلطان محمد بن قائتبائی کے بعد بادشاہ گردی شروع ھوگئی ھے ' اور کئی سال کی طوائف الملوکی کے بعد اعیان سلطنت نے سلطان قانصوہ غوری کو تخت نشین کیا ھے -

تاریخ میں دو واقعات کا اجمالی ذکر ھم پڑھچکے تھے - ایک یه کہ جب سلطان ابو عبد اللہ ' فرڈیننڈ کے مقابله سے عاجز ھوگیا ' تو اس نے دو سال کیلیے عارضی صلح کرلی ' اور تمام مسلمان سلاطین عالم کی طرف سفارتیں روانه کیں تاکہ انھیں مسلمانان اندلس کی نصرت و حمایت پر آمادہ کیا جاے - مسلمانان اندلس کو خصوصیت کے ساتھه سلطان عثمانی اور سلطان مصر سے اعانت کی توقع تھی - لیکن دو سال کی مدت گزر گئی ' اور کسی نے بھی انکی خبر نہیں لی - دوسرا واقعه سقوط غرناطه کے بعد کا ھے - جب ابو عبد اللہ کی جلا وطنی کے بعد اسپین کی حکومت نے وہ تمام عہد و پیمان بھلا دیے ' جو مسلمانوں کی آزادی و حفاظت کیلیے کیے گئے تھے ' اور انکا قتل عام شروع ھوگیا ' تو یه حالت دیکھکر مراکش اور تیونس کے سلاطین مضطرب ھوگئے - انھوں نے تمام مسلمان سلاطین عالم کے پاس وفود بھیجے ' اور انھیں مسلمانان اندلس کی بے بسی اور مظلومیت پر توجه دلائی - ایک خاص سفارت جو مراکش کے بعض اکابر علماء و امراء سے مرکب تھی ' قاھرہ بھیجی گئی تھی - یه سلطان قانصوہ غوری ھی کا زمانه تھا - تاریخ کے صفحات ھمیں بتلاتے ھیں کہ سفارت قاھرہ پہنچی ' اور

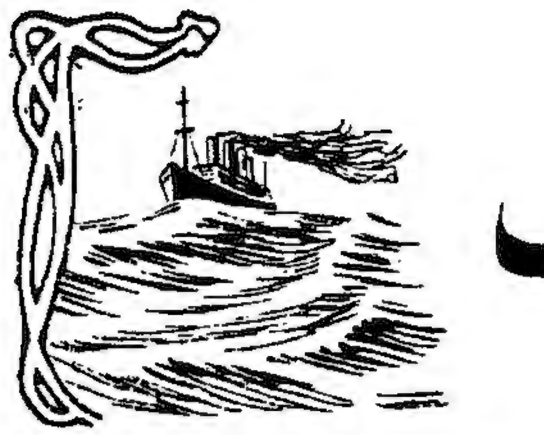

بريد فرنگ

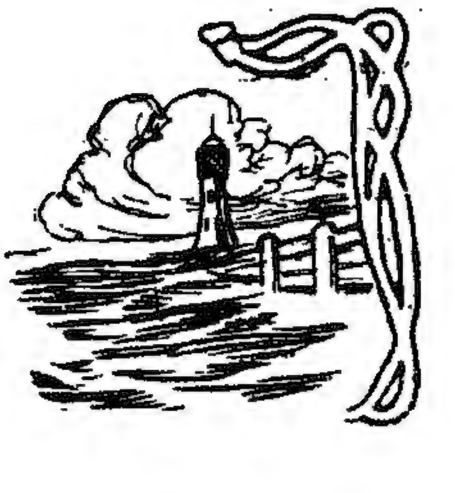

روسی انقلاب کی جوبلی

(دسويں سالگرہ کا جشن)

قارئين الہلال کو اخبارات کے ذريعہ معلوم ہو چکا ہے کہ گذشتہ اکتوبر ميں روس کي سوويٹ حکومت نے آخري انقلاب روس کي دسويں سالگرہ منائي تھي ' اور اس تقريب کو " کميونيزم کي دہ سالہ جوبلي " سے تعبير کيا تھا - اس تقريب ميں شرکت کيليے بعض ہندوستاني رہنماؤں کو بھي دعوت دي گئي تھي ' ليکن اُن ميں سے کوئي شخص بھي نہ جا سکا - وقت کي کمي ' حالات کي ناموافقت ' اور زيادہ تر ہندوستاني حکومت کے پروانۂ راہداري دينے کے اشتباہ سے کسي شخص نے قصد ہي نہيں کيا -

اب يورپ کي پچھلي ڈاک کے اخبارات ميں اس تقريب کي نہايت دلچسپ اور موثر تفصيلات آ گئي ہيں - معلوم ہوتا ہے کہ موسکو کا يہ اجتماع دنيا کے عظيم الشان اجتماعات ميں سے تھا - نہ صرف تمام روسي صوبوں سے ' بلکہ دنيا کے دور دراز حصوں سے بھي نمايندوں کي بے شمار تعداد شريک ہوئي تھي - وسط ايشيا کي تمام حکومتوں اور قوموں کے وکلاء موجود تھے - قفقاز اور ارمينيا نے علاوہ اسميں حصہ ليا تھا - ايران سے بھي ايک وفد گيا تھا - چين اور جاپان کے بھي نمايندے موجود تھے -

تقريب کے رسوم و اعمال نہايت طول طويل تھے جو کئي دن تک متصل جاري ہے - سب سے زيادہ اہم اور عظيم اجتماع بين الاقوامي جلوس کا تھا جس سے جوبلي کي تقريب کا افتتاح ہوا - اس جلوس کي عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کيا جا سکتا ہے کہ اسکے شرکاء کي تعداد دس لاکھ آدميوں سے بھي زيادہ تھي ' اور بيس گھنٹہ سے زيادہ وقت اسکے گذرنے ميں لگ گيا تھا - جو لوگ جلوس نکلتے وقت شريک ہوے تھے ' انھوں نے پورا ايک دن اور ايک رات سڑکوں پر بسر کر دي - جلوس کا ايک سرا شہر کے ايک کنارہ سے شروع ہوا تھا ' اور دوسرا سرا کئي چکر کھا کر دوسرے سرے پر ختم ہوا تھا !

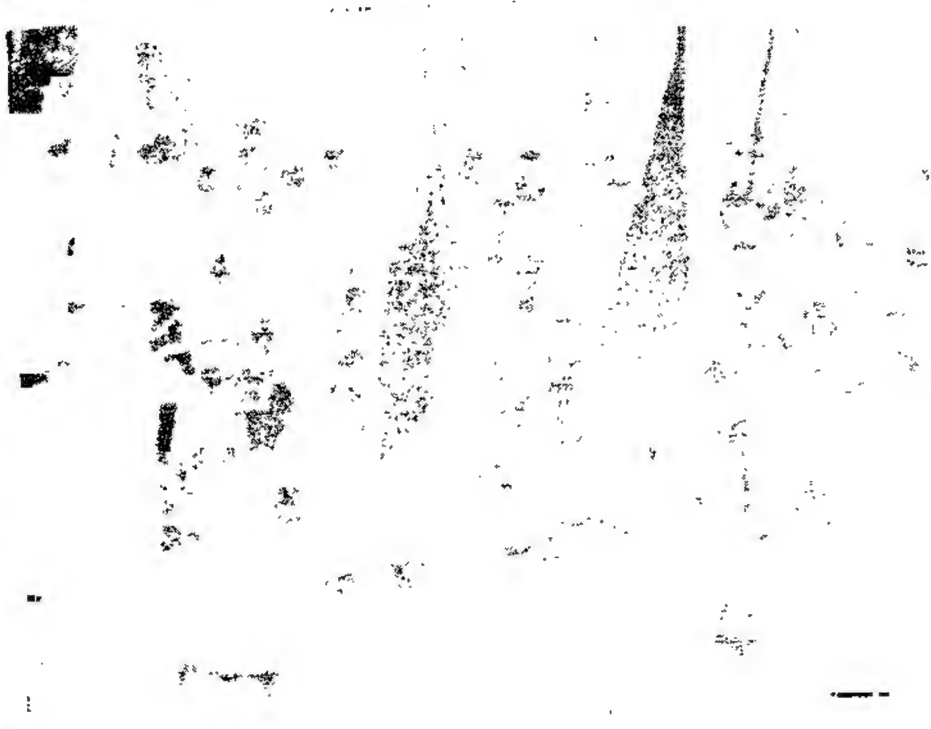

اس موقعہ پر يہ بات ياد رہے کہ موسکو کي آبادي عرض کي جگہ زيادہ تر طول ہي ميں واقع ہوئي ہے - وہ دنيا کے اُن شہروں ميں سے ايک ہے جو سب سے زيادہ لنبے واقع ہوئے ہيں -

جلوس کے بعد سوويٹ کي بين الاقوامي مرکزي

ليكن ساتهه هي صاف لفظوں ميں انكار بهي نهيں كيا - جب كبهي قنصل كي جانب سے عرضداشت پہنچهي ' اسي نه كسي طرح تالديا گيا " ۔

" ليكن كچهه عرصه كے بعد سلطان نے محسوس كيا كه علماء و امراء كا مشوره مصالح حكومت كے مطابق نهيں هے - يه مصلحت كے خلاف هوگا كه حالات نے جو موقعه يورپين حكومتوں سے مطلب برازي كا پيدا كرديا هے ' اُسے ضائع كرديا جائے - چنانچه اُس نے اسپيني سفير كے ليے پروانۂ راهداري بهيجوا ديا - وه اسكندريه سے چل كر ١٦ - جنوري سنه ١٥٠٢ع - كو قاهره پہنچا - قاهره ميں سركاري ترجمان اُس كے استقبال كے ليے موجود تها - حسب معمول شاهي مهمانسرائے ميں اُتارا گيا - اور ايک هفته كے بعد دربار شاهي ميں پيش هوا "

" اس موقعه پر اس عظيم الشان مشرقي فرمانروا نے جو طرز عمل اختيار كيا ' وه اُس كي سياسي مهارت اور شاهانه حكمت عملي كا بهترين نمونه هے - وه علماء و اعيان سلطنت كو اپنا مخالف بنا لينا پسند نهيں كرتا تها ' جو قدرتي طور پر مسلمانان اسپين سے همدردي ركهتے تهے اور اُن كي حمايت و اعانت كے دل سے خواهشمند تهے - دوسري طرف اس كے ليے بهي طيار نه تها كه ايک دور دراز ملک كے مسلمانوں كے ليے، خواه مخواه جنگ و خونريزي كے خطرات ميں مبتلا هو' اور اپنے مصالح و فوائد كو نقصان پہنچائے - پس اُس نے ايسا طريقه اختيار كيا ' جس سے ايک طرف علماء و امراء سلطنت كو بهي شكايت كا موقعه نهيں ملا - دوسري طرف يورپ سے بهي اچهے تعلقات قائم هوگئے - اُس نے اسپيني سفير كو پهلي مرتبه بر سر دربار بلوايا - اس موقعه پر تمام امراء و علماء سلطنت موجود تهے - جب اُس نے اپنے پادشاه كا سلام عرض كيا ' تو سلطان نے نهايت غضب ناک لهجه ميں اُس كا سلام قبول كرنے سے انكار كرديا ' اور كها ' ميں ايسے پادشاه كا سلام نهيں سن سكتا جس نے مسلمانوں كے ساتهه ظالمانه سلوک كيا هے اور جس كي حكومت ميں اس وقت تک مسلمانوں كا خون بهايا جا رها هے - ليكن پهر دو دن بعد پوشيده محل ميں بلا كر دوباره ملاقات كي ' اور اس ملاقات ميں نه صرف پادشاه اسپين كا سلام پوري بشاشت و مرحمت كے ساتهه قبول كرليا ' بلكه اُس كے جواب ميں اپني جانب سے بهي دوستانه تعلقات كا پوري طرح يقين دلايا - اس كے بعد سفير اور سلطان ميں اور بهي كئي پوشيده ملاقاتيں هوئيں - بالاخر اس سفارت كا جو مقصد تها وه حاصل هوگيا - يعنے سلطان نے اسپين سے دوستانه معاهده كرليا ' اور كچهه عرصه كے بعد تمام يورپ سے بهي از سر نو معاهدات كي تجديد هوگئي - مراكش كا وفد كئي سال تک قاهره ميں پڑا رها - آخر مايوس هوكر واپس چلا گيا "

اس بيان پر كسي اظهار رائے اور بحث كي ضرورت نهيں هے - جو معاهده اسپين اور سلطان غوري ميں اس سفارت كے ذريعه هوا تها ' اور سفارت نے جو تحرير سركاري طور پر سلطان كے سامنے پيش كي تهي ' اس كا اصلي نسخه اس وقت تک اسپين كے شاهي كتب خانه واقع اسكوريال ميں موجود هے -

◆

مذاكرۂ علميه

قدماء كي مفقود صنعتيں

يه مسلم هے كه قديم قوميں بهت سي ايسي صنعتوں سے واقف تهيں جو اب مفقود هو چكي هيں - حال ميں امريكه كے ايک محقق علوم قديمه نے ايک مقاله ميں اُن پر نهايت دلچسپ بحث كي هے - وه لكهتا هے :

بعض قديم مصري قبروں ميں قرمزي رنگ كا نهايت شفاف شيشه پايا گيا هے - علماء عصر حيران تهے كه يه كيونكر بنايا جاتا تها ؟ بيان كيا جاتا هے كه پندرهويں صدي ميں چينيوں كو اس صنعت كا طريقه معلوم تها - خوش قسمتي سے اب سر هربرٹ جيكسن نے اسے معلوم كرليا هے ' اور لندن كي رائل سوسائٹي كے سامنے پيش كركے اُس كي تصديق بهي حاصل كرلي هے -

يوناني اب سے دو هزار برس پهلے بهيڑ كي اون سے ايک خاص قسم كا تيل بناتے تهے - يونان كي بربادي كے بعد يه صنعت مفقود هوگئي - يهاں تک كه انيسويں صدي كے علماء اس كا كچهه پته نه لگا سكے - يه روغن " لانولين " كے نام سے مشهور هے -

روم كے معمار ايک ايسا روغن جانتے تهے ' جو ديوار پر لگاتے هي فوراً خشک هوجاتا تها - صديوں تک مفقود رهنے كے بعد يه راز سنه ١٩٠٨ع ميں ايک انگريز رنگ‌ساز نے از سر نو معلوم كرليا -

روم كے صناع ايک ايسا شيشه بهي بناتے تهے جو لچكدار هوتا تها - سنه ١٩١٢ ع ميں فلورنس كے ايک باشندے نے اس شيشے كا ذكر كيا هے - وه لكهتا هے " شهنشاه تيبرس كے عهد ميں روم والوں نے ايک لچكدار شيشه ايجاد كيا تها - مگر اب يه راز گم هوچكا هے - اگر يه هميں معلوم هوجائے ' تو شيشه كي قيمت ' چاندي سونے سے بهي زياده هو جائيگي "

ليكن عين اُسي زمانے ميں جبكه فلورنس كا باشنده يه سطور لكهه رها تها ' ايران ميں يه صنعت موجود تهي - چنانچه سنه ١٦١٠ ع ميں شاه ايران نے فليپ سوم شاه اسپين كو لچكدار شيشے كے چهه جام بهيجے تهے - يه جام كسي طرح بهي ٹوٹ نهيں سكتے تهے !

يه راز صنعت بالاخر گم هوگيا - يهانتک كه كئي صدي كے بعد اب پچهلے سال ايک اسٹرين عالم نے اسے دوباره معلوم كرليا هے - اس شيشے كا خاصه يه هے كه شيشے كي طرح شفاف هوتا هے ' مگر لچک اتني زياده هوتي هے كه ايک پورا قاب انگلي پر ركهه دو ته كرلے سكتے هيں ! قاب ته كر لينے كے بعد گيند كي طرح گول هو جاتا هے - يه گيند اگر زمين پر زور سے مارا جائے تو ٹوٹتا نهيں ' بلكه اس طرح اچهلتا هے ' جيسے ربڑ كا گيند اچهلتا هے -

خيال كيا جاتا هے كه موجوده دنيا اس صنعت سے بهت فائده اٹهائيگي - اس سے موٹريں بنائي جائينگي ' اور اُنكے ٹوٹ جانے كا خطره دور هو جائيگا -

اسي طرح قديم زمانے ميں تانبے كے اُسترے بنائے جاتے تهے جو لوهے كے اُستروں سے زياده اچها كام ديتے تهے - مدتوں كے بعد اب معلوم هوا هے كه امريكا كے ايک قيدي نے يه صنعت زنده كرلي هے - اُسے قيد سے رها كر ديا گيا هے تاكه اسے مكمل كر لے -

سنہ ۱۹۰۸ع میں جب دستوري انقلاب هوا ' تو تمام قسطنطنیه میں ایک مسلمان عورت بھي ایسي نہیں تھي جسے قسطنطنیه کي سڑکوں پر بغیر یشمک (هلکے نقابؔ) کے نکلنے کي جرأت هو - لیکن پانچ سال کے اندر هي اندر یه حالت هوگئي که في صدي پچھتر نوجوان لڑکیاں ایسي تھیں جنھوں نے یشمک کي جگه ایک ایسا بالائي لباس اختیار کرلیا تھا جو اُن کے چہرہ کے کناروں کو ڈھانپ لیتا تھا ' اور درمیاني حصه بالکل کھلا رهتا تھا - چند سالوں تک یه وضع نہایت مقبول رهي - بڑے بڑے باشاؤں کے گھرانے میں بھي اسي وضع کا لباس ڈرائینگ روم کي ملاقاتوں کے لیے پہنا جاتا تھا - لیکن سنہ ۱۹۱۴ع میں جب عالمگیر جنگ شروع هوئي ' تو بہت سي نوجوان ترک عورتیں اس پوشش سے اُکتا چکي تھیں - ایک بڑي تعداد ایسي لڑکیوں کي موجود تھي جس نے اسے ترک کردیا تھا - وہ اپنے سروں کو ایک خاص طریقه سے اچھي طرح ڈھانپ لیتیں ' لیکن چہرہ ٹھڈي کے پاس پوشیدہ نہیں کیا جاتا - وہ پوري طرح کھلا رهتا تھا "

" جہاں تک عام لباس کا تعلق ہے ' ترکي کي شہري عورتیں ' خصوصاً دارالحکومت کي عورتیں ایک عرصہ سے یوروپین لباس کے غالب اجزاء اختیار کرچکي تھیں - لیکن سنہ ۱۹۰۸ع تک ایسي عورتیں زیادہ نہ تھیں ' جنھوں نے کامل طور پر یوروپین لباس اختیار کر لیا هو - عموماً اس طرح کا لباس پہنا جاتا تھا ' جو یوروپین لباس هونے پر بھي بعض مشرقي قسم کي خصوصیات رکھتا تھا - سنہ ۱۹۰۸ع کے انقلاب کے بعد یه خصوصیات رخصت هونے لگیں - یہاں تک که سنہ ۱۹۱۴ع میں دار الحکومت کے تمام گھرانوں میں نئي نسل کي لڑکیوں نے کامل فرانسیسي لباس اختیار کرلیا - ترکي زبان میں بھي لباس اور فیشن کے ترکي رسائل اُسي طرح نکلنے لگے ' جس طرح فرانس اور انگلستان میں نکلتے هیں - دارالحکومت سے باهر بھي تمام بڑے بڑے شہروں میں کامل قسم کا یوروپین لباس رائج هوگیا - گذشته سال مجھے ایک دوست نے جو عرصه سے سمرنا میں مقیم ہے ' بتلایا تھا که سمرنا کے ترک گھرانوں میں پیرس کے تازہ ترین زنانه فیشن سے ویسي هي دلچسپي لي جاتي تھي ' جیسي دلچسپي یورپ کے کسي شہر میں لي جاسکتي ہے - فرق صرف اتنا تھا که پیرس کا جو فیشن ایک هفته کے اندر لنڈن اور برلن کے درزیوں کے یہاں پہنچ جاتا تھا ' اُسے سمرنا تک پہنچتے پہنچتے کئي هفتے لگ جاتے تھے ! "

" تاهم یه ساري تبدیلیاں گھر کي چار دیواري کے اندر هي هوتي رهیں - یه ممکن نه تھا که کوئي ترک عورت گھر سے باهر بھي اُسي لباس میں نکل سکے ' جس لباس کے اندر وہ گھر میں اپنے دوستوں کا استقبال کرتي تھي - باهر نکلنے کیلیے ایک خاص وضع کا بہت عریض فرغل استعمال کیا جاتا تھا ' جسے کمر کے پاس پیٹي سے کس لیا جاتا تھا ' اور وہ همارے ملک کے پادریوں کے گاؤن کي سي هیئت پیدا کرلیتا تھا - فرغل پہن لینے کے بعد نه صرف جسم هي کامل طور پر چھپ جاتا تھا ' بلکه لباس کي تمام آرائش بھي پوشیدہ هو جاتي تھي - امیر هو یا غریب ' جوان هو یا بوڑھي ' تعلیم یافته هو یا غیر تعلیم یافته ' لیکن گھر سے باهر هر ترک عورت ایک هي طرح کے لباس میں نظر آئیگي - سنہ ۱۹۱۲ - میں جب نوجوان

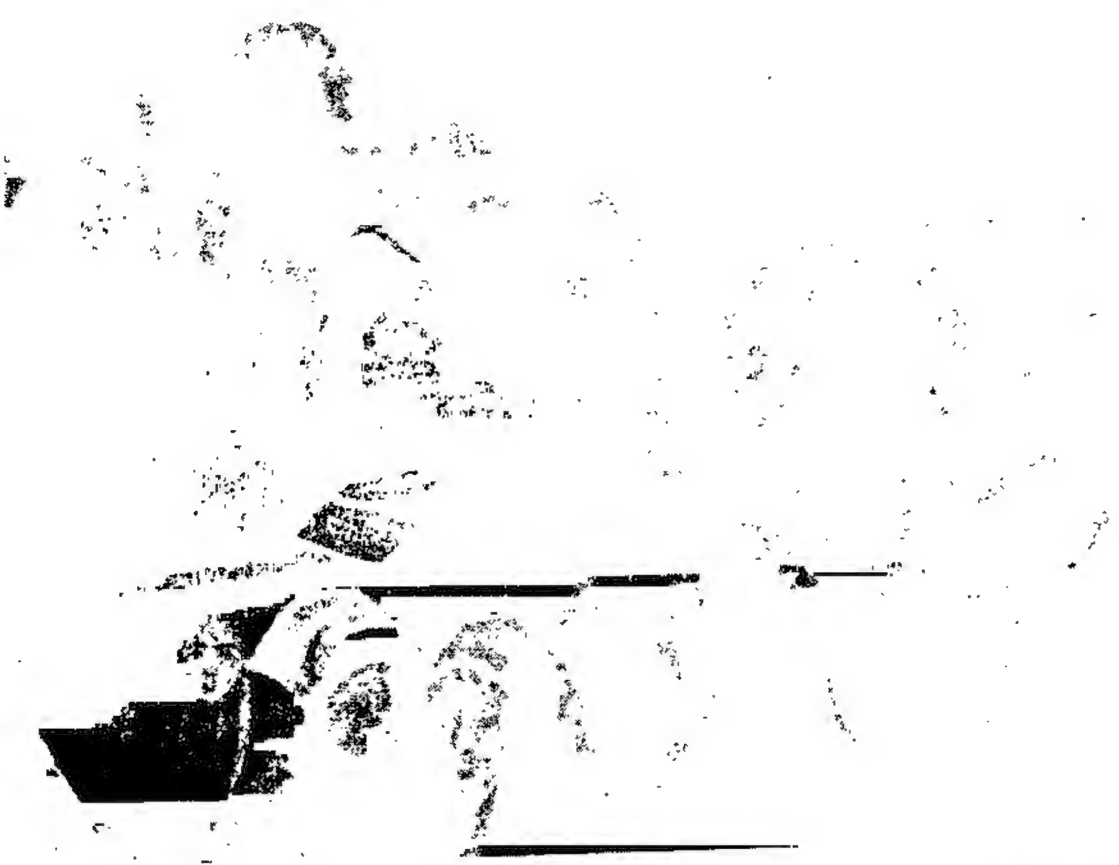

سنہ ۱۹۱۳ - میں ترک خواتین کي ایک انجمن کا اجلاس

غازي مصطفے کمال پاشا اور اُنکي سابق بیوي لطیفه هانم

مجلس کا اجلاس شروع هوا - ممکن نه تها که کوئي عمارت اتني بڑے اجتماع کي گنجایش رکهتي - اس لیے ایک کهلے میدان میں منعقد هوا - اجتماع کئي ٹکڑوں میں تقسیم کردیا گیا تها ' اور هر ٹکڑے کے وسط میں لینین کا ایک مجسمه رکها گیا تها - لینین کا ایک بهت بڑا مجسمه میدان کے دروازه پر بهي نصب کیا گیا تها ' جو روس کے ایک بهت بڑے صناع نے سنه ۱۹۲۴ میں بنایا تها - یه ایک بهت بڑے قطر کا کرۂ ارضي هے ' اور اس کے قطبي حصه پر لینین کهڑا هے - مجسمه کي یه صورت اس رمز کي طرف اشاره کرتي هے که کمیونزم کي دعوت تمام کرۂ ارضي کي سرمایه پرستي پر غالب آگئي هے !

هم نے صفحات الهلال کے لیے دو مرقعوں کا انتخاب کیا هے - پهلا مرقع اس موقعه کا هے جب سوویت کے اعلی حکام جلوس میں شریک هونے کي طیاري کر رهے هیں - بائیں جانب سیاه استر خاني ٹوپي اوڑهے هوئے صدر سوویت کهڑا هے جسے آج کل تمام یورپ "کمیونزم کے زار" سے تعبیر کرتا هے - اس کے ساتهه جدید کمیونسٹ فوج کي وردي پهنے هوئے ' سوویت ارکان حکومت هیں -

دوسرا مرقع جلوس کا ایک خاص حصه هے - اس میں زیاده تر یورپ اور انگلستان کے نمایندے هیں - اگر آپ بائیں جانب غور سے دیکهیں تو مسٹر سکلت والا کا چهره صاف دکهائي دے رها هے -

ترکی کی نسوانی تحریکات

الهلال نمبر (۲۳) میں عنوان مندرجۂ صدر سے هم ایک فرانسیسي اهل قلم کے مقالات کا خلاصه درج کر چکے هیں - اب اس سلسلۂ مقالات کي تیسري قسط بهي شائع هوگئي هے - اس میں زیاده تر ترکي کي موجوده نسواني تحریکات اور انکے مقاصد پر نظر ڈالي هے -

بلاد اسلامیه کے جدید معاشرتي تغیرات کے متعلق وقتاً فوقتاً جو مضامین مشرق و مغرب کے اخبارات میں شائع هوتے رهتے هیں ' اکثر حالتوں میں صورت حال کي معتدل اور حقیقي نوعیت پیش کرنے سے قاصر رهتے هیں - عموماً ایسا هوتا هے که مضمون نگار کوئي خاص نقطۂ خیال رکهتا هے ' اور اسي کے مطابق صورت حال کا نقشه کهینچنا چاهتا هے - مثلاً جب کبهي موجوده عهد کا کوئي یوروپین سیاح ترکي اور مصر کي سیر کریگا ' اور وهاں کي جدید معاشرتي تحریکات پر نظر ڈالیگا ' تو چونکه پیشتر سے اس بارے میں ایک خاص نقطۂ خیال قائم کر چکا هے ' اسلیے تغیر و اصلاح کي هر حرکت کو اسي روشني میں دیکهیگا ' اور مجموعي حیثیت سے ایک ایسي تصویر طیار کر دیگا ' گویا ترکي اور مصر کي جدید جماعتوں نے به یک دفعه اراده کرلیا هے که مشرقیت اور اسلامیت کے تمام عقائد و افکار سے دست بردار هو جائیں !

دوسري طرف بعض مسلمان اهل قلم هیں ' جو هندوستان کے قدامت پسند مسلمانوں کے افکار و جذبات کي رعایت کرني چاهتے هیں - اسلیے پسند نهیں کرتے که نئي تحریکات کي حد سے بڑهي هوئي آزادانه صورت انکے سامنے عریاں هو - وه همیشه ان تحریکات کے متعلق ایسي مبهم اور گول مول باتیں کهه جاتے هیں ' جن سے صورت حال مشتبه هوجاتي هے ' اور لوگ خیال کرنے لگتے هیں که ترکي اور مصر کي جدید تحریکات کي نسبت جو کچهه کها جاتا هے ' صداقت سے یک قلم خالي هے -

جدید ترکي نسبت کئي سال سے ایسا هي هو رها هے - ایک طرف وه بیانات هیں جو دنیا کو یقین دلانا چاهتے هیں که جدید ترکي اپنے آپکو مسلمان کهنے کے لیے بهي طیار نهیں - دوسري طرف وه خوش عقیده مسلمان هیں جو اردو اخباروں کے مضامین پڑهکر خیال کرنے لگتے هیں که ترکي کے نئي معاشرتي انقلاب کي نسبت جو کچهه کها جاتا هے ' محض یوروپین نامه نگاروں کا سیاسي پروپگنڈا هے - حقیقت سے اسے کوئي لگاؤ نهیں -

اس فرانسیسي مقاله نگار کي یه خصوصیت قابل ذکر هے که اس نے اپنے تاثرات کو کافي حد تک اس طرح کي بے اعتدالیوں سے محفوظ رکها هے ' اور کوشش کي هے که بلاد اسلامیه کي موجوده انقلابي ذهنیت کا صحت نظر و تشخیص کے ساتهه مطالعه کیا جائے -

هم اس مقاله کا مختصر خلاصه یهاں درج کرتے هیں ' تاکه مسلمانان هند جدید ترکي کے فکري تغیرات صحت کے ساتهه معلوم کرسکیں -

مقاله نگار لکهتا هے :

"گذشته دس سال کے اندر ترکي کي معاشرتي زندگي میں جو انقلاب رو نما هوا هے اس کا اندازه کرنے کے لیے همیں نوجوان ترک عورت کي نئي تاریخ حیات پر نظر ڈالني چاهئے -

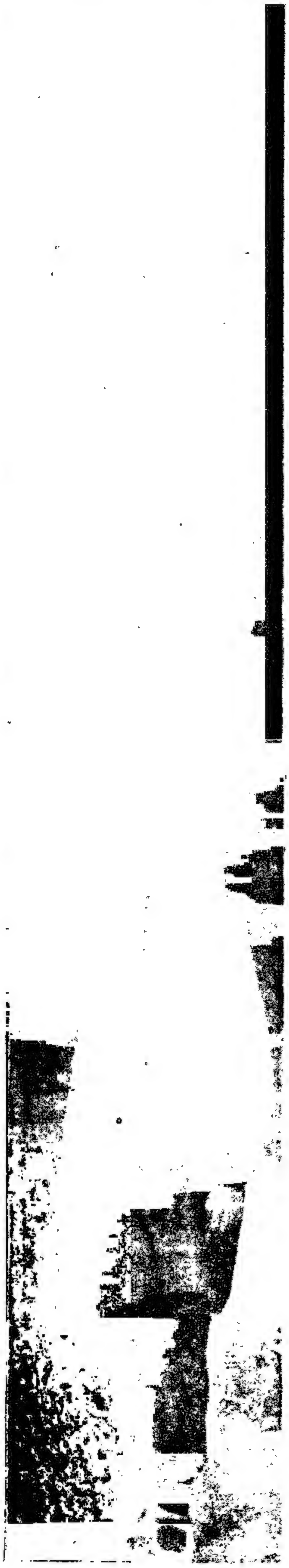

جدید ترکي خواتین
سنه ۱۹۱۲ - سے ۱۹۲۵ - تک !

تاریخ وعبر

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رخ

(۲)

تین واقعات میں سے تیسرا واقعہ

جلیانوالہ باغ کا قتل عام

(۳) تیسرا واقعہ جلیانوالہ باغ کا قتل عام ہے۔ جو غدر سے ڈرے ہوئے حاکموں کے طفیل عالم وجود میں آیا تھا۔ یہ حادثہ جانگداز اپریل ۱۹۱۹ء میں واقع ہوا۔ ہندوستانی اسے اس وقت تک فراموش نہیں کرسکے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ جنرل ڈائر کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا تھا۔ کیونکہ امرتسر میں (جو اکالی سکھوں کا صدر مقام ہے) فساد قابو سے باہر ہوچکا تھا۔ لوگوں نے کئی انگریز قتل کر دیئے تھے۔ اور عیسائی لڑکیوں کی قیامگاہ جلانے کی بھی کوشش کی تھی۔ جلیانوالہ باغ میں جو ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا، وہ امن پسند نہیں کہا جاسکتا۔ اگرچہ ان کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ جب ڈائر موقع پر پہنچا، تو ایک شخص تقریر کر رہا تھا۔ ڈائر نے آتے ہی سپاہیوں کو فائر کرنے کا حکم دے دیا، اور دس منٹ کے اندر سیکڑوں آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ قریبا ایک ہزار آدمی زخمی بھی ہوئے تھے (لیکن ہندوستانی مقتولین اور مجروحین کی تعداد اس سے زیادہ بتاتے ہیں) جب سپاہیوں کے کارتوس ختم ہوگئے تو یہ قتل عام خود بخود بند ہوگیا۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ڈائر نے مارشل لا کی تحقیقاتی کمیشن کے روبرو جو شہادت دی تھی، اس سے اسنے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا۔ کیونکہ وہ خود مانتا ہے کہ عبرتناک سزا دیکر لوگوں کے دلوں میں خوف اور دہشت پیدا کرنی چاہتا تھا!

چونکہ مارشل لا کی وجہ سے لوگوں کو شام کے بعد گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے اس شام کو کوئی شخص جلیانوالہ باغ کے مردوں اور زخمیوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کرسکا، اور نہ ہی فوجی حکام نے ان کی طرف توجہ کی۔ میں اس وقت تمام خوفناک واقعات از سر نو بیان کرنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجائے اسکے کہ انگریز ڈائر کے فعل کے خلاف اظہار نفرین کرتے، انھوں نے ہر ممکن طریقے سے اس کی [illegible]۔ امرتسر میں بھی انگریزوں نے ہندستانیوں سے وہی سلوک کیا جو غدر کے ایام میں کیا تھا۔ انھوں نے علانیہ طور پر یہ بات ثابت کردی کہ وہ محض تلوار کے زور سے ہندوستان کو غلام رکھنا چاہتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ سخت گھبرا گئی لیکن اسے بھی مصلحتہً ڈائر کی حرکات کی تائید ہی کرنی پڑی۔ اس وحشتناک واقعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ہندوستان میں اتحاد کی ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں نے باہمی نفاق بالائے طاق رکھکر ایک متحدہ تحریک گورنمنٹ کے خلاف جاری کردی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اسنے ایسی عظیم طاقت حاصل کرلی کہ تمام انگریز گھبرا گئے۔ انھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا کو بڑے زور سے مشورہ دیا کہ یہ تحریک بالکل کچل ڈالی جائے۔ انہی دنوں میں انگریزوں نے (جو ہندوستان میں مقیم تھے) جنرل ڈائر کے واسطے ۲۰ ہزار پونڈ جمع کرکے بھیجدیا۔ کیونکہ اسے گورنمنٹ نے ملازمت سے برطرف کردیا تھا۔ مجھے یقین ہے ان میں سے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے۔ جو ضرور خیال کرتے ہونگے کہ ان کی قوم نے ڈائر کی تائید کرکے اپنی حماقت کا ثبوت دیا ہے جب تک ہم ہندوستانی معاملات کو ٹھنڈے دل سے نہ سوچیں گے۔ ہم فوراً ایک معمولی بات پر بھی مشتعل ہوجایا کرینگے۔ جس طرح کہ ہماری قوم کے ایک نمائندے (ڈائر) نے امرتسر میں مشتعل ہوکر قتل عام کردیا!

غدر کی انگریزی تاریخیں

میں حیران ہوں، میری قوم نے اس وقت تک تاریخی کتابوں میں غدر کے یکطرفہ افسانوں کا اندراج کیوں جاری رکھا ہے؟ ان میں ہندوستانیوں کے خلاف اس قدر زہر اُگلا ہے کہ کوئی انگریز پڑھکر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ کتابیں محض اس غرض سے لکھی گئی تھیں کہ انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف نفرت پیدا کی جائے انگریز مورخوں نے بعض جرنیلوں کی شجاعت و ہمت کی اس قدر تعریف کی ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے فاتحوں کی بھی اس قدر تعریفیں نہیں کی گئی ہونگی۔ میں بچپن میں نکلسن کا نہایت مداح تھا میں نے اس کی سوانح حیات جو ٹراٹر نے لکھی ہے کئی دفعہ پڑھی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اسمیں اصلی نکلسن کا خاکہ نظر نہیں آسکتا۔ اس کی موہوم بہادری کے قصوں نے اس کی حقیقی زندگی چھپا دی ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اس کی حقیقی سیرت دکھائی جاتی۔ اسمیں شک نہیں، نکلسن ایک بہادر سپاہی تھا۔ وہ اپنی قوم کی خاطر بڑی بہادری سے لڑا۔ لیکن اسے دنیا کے عظیم سپہ سالاروں کے زمرہ میں شامل کرنا انصاف سے بعید ہے، سر جارج فارسٹ نکلسن کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ وہ ایک تند خو آدمی تھا۔ اور عام طور پر بدزبانی کیا کرتا تھا۔ اس کی بہادری مسلمہ تھی۔ لیکن وہ نافرمان بھی تھا۔ اُسنے لارنس کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا تھا۔ کیمبل بھی ان افسانوں کو جو نکلسن کے متعلق مشہور تھے، بے بنیاد قرار دیتا ہے۔ اسی طرح تواریخ میں نیل، ہیولاک اور ہڈسن کے کارہائے نمایاں کے متعلق بے شمار لغو کہانیاں مورخانہ جرأت و سنجیدگی کے ساتھ درج کردی گئی ہیں!

نیل کی کارگذاری کے متعلق ہومز لکھتا ہے:

"بنارس کے باشندوں میں یہ ڈر پیدا ہوگیا تھا کہ نیل شہر پر گولہ باری کرنے والا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے باشندے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شہر سے بھاگ گئے"

فارسٹ بھی ہومز کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"نیل نے لوگوں پر ایسے مظالم برپا کئے تھے کہ اگر وہ زندہ رہتا، تو اس کی قوم بھی ضرور اسے لعن طعن کرتی۔ لیکن موت نے جلد ہی اس کے عیب ڈھانپ لئے۔ میں نیل کو اس کے مظالم کی وجہ سے ہرگز معاف نہیں کرسکتا۔ اگر وہ ظلم نہ کرتا تو لدھیانہ کی پلٹن کبھی تباہ نہ ہوتی۔ الہ آباد میں بھی اسنے فیروز پور کی پلٹن کو اپنے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے مخالف بنالیا تھا۔ حالانکہ مجھے اس پلٹن کی وفاداری پر پورا اعتماد تھا۔ نیل کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا تھا، اور لوگوں سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا تھا"

مجھے یقین ہے کہ مورخین کی آئندہ نسل اس شخص کو بے شمار وحشیانہ مظالم سے بری الذمہ ثابت کرنے کی جرأت نہ کریگی!

برطانوی راست بیانی!

جنگ یورپ میں بھی ہمارے اخباروں نے یہ افواہیں مشہور کر رکھی تھیں کہ جرمنی کے سپاہیوں کو انکے افسر مار مار کے میدان میں بھیجتے تھے۔ کیونکہ وہ ایسے ڈرپوک تھے کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن یہ غلط بیانی جنگ کے واقعات نے جھوٹی ثابت کردی۔ جرمنی کی فوجیں ایسی جانفشانی سے لڑیں کہ انکے دشمن بھی عش عش کر گئے۔ اس قسم کی جھوٹی خبروں کے پھیلانے سے مدعا یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کی تضحیک کی جائے، اور انکے خلاف نفرت کا جوش پیدا کردیا جائے، اسی طرح غدر کے دنوں میں بھی انگریزوں نے اس قدر جھوٹے افسانے تاریخوں میں درج کر ڈالے۔ کہ انھوں نے اصلی واقعات پوشیدہ کردیئے!

بعض حقائق کا اعتراف

ہمارے غدر کے مورخ کبھی کبھی کسی ہندوستانی کی تھوڑی بہت تعریف کردیتے ہیں۔ مثلاً جھانسی کی رانی کے متعلق تقریباً سب متفق ہیں کہ وہ ایک عظیم شخصیت تھی۔ سر ہیو روز نے (جسنے رانی موصوفہ کو شکست دی تھی) ایک دفعہ کہا تھا:

"وہ سب سے زیادہ بہادر، رانی تھی جرنیل بھی۔ اسنے لڑائی میں ایسے کارنامے دکھلائے کہ انگریز بھی تحسین کئے بغیر نہ رہ سکے۔"

انگریزوں نے اسے زندہ پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ کیونکہ اسنے لڑائی کے میدان میں اپنی جان دے دی۔ ہندوستانی اسے بجا طور پر ہندوستان کی جون آف آرک کہتے ہیں۔ ایک دن

جنگ سے پہلے ایک زمانہ اسکول کي ترک لڑکیاں

خالدہ ادیب خانم

عہد حاضر کي مشہور اهل قلم جو آجکل امریکہ میں مقیم هے

لڑکیوں نے یشمک کا استعمال ترک کر دیا ' اور غریب خاندانوں کي تعلیم یافتہ لڑکیاں تار اور ٹیلي فون کے مرکزوں میں کام کرنے لگیں ' تو اُس وقت بھي اُنھیں اس بات کي جرأت نہیں ھوئي تھي ' کہ یورپین عورتوں کي طرح اپنے آرائشي لباس میں باھر نکلیں - دولت مند گھرانوں کي بے شمار عورتیں ھیں ' جو پیرس کے مشہور درزیوں کے یہاں اپنے کپڑے سلواتي ھیں ' اور اپني بالوں کي آرایش اور لباس کي دیکھہ بھال کیلیے بیش قرار تنخواھوں پر فرانسیسي خادمائیں رکھتي ھیں ' تاھم وہ بھي جب گھر سے باھر نکلتي ھیں ' تو اپنا حسین اور فیشنیبل فرانسیسي لباس سیاہ و عریض فرغل کے اندر چھپا لیتي ھیں - یہ فرغل اُس وقت تک اُنکے جسم سے الگ نہیں ھوتا ' جب تک کہ وہ گھر کي چاردیواري کے اندر واپس نہ آجائیں "

اسکے بعد مقالہ نگار نے اُن تغیرات کا ذکر کیا ھے جو جنگ کے بعد جدید قومي تحریک کے ساتھہ ساتھہ ظہور پذیر ھوئے ' اور جو اب نہایت تیزي کے ساتھہ عام ھو رھے ھیں :

" اِن تغیرات میں سب سے زیادہ اھم چیز ترک عورتوں کي معاشرتي ذھنیت ھے - یہ واقعہ ھے کہ گذشتہ چند سالوں کے اندر اُنھوں نے تغیر و انقلاب کي بہت بڑي مسافت طے کرلي ھے - سنہ ۱۹۱۴ع کي نوجوان ترک خاتون اگرچہ اپني آزاد خیالي اور ذھني استعداد کے لحاظ سے قدیم مشرقي عورتوں سے بالکل مختلف قسم کي ذھنیت رکھتي تھي ' تاھم اُس میں موجودہ عہد کي وہ بے خوف روح نہیں پائي جاتي تھي جو قدامت کے دائرۂ اثر سے پوري طرح آزاد ھو چکي ھے - اُس میں ایک ایسا محسوس تذبذب اور اضطراب باقي تھا ' جس کے اندر روح قدامت کي ایک دھندلي سي تصویر نظر آجاتي تھي - لیکن سنہ ۱۹۲۷ع کي ترقي یافتہ ترک عورت کامل معنوں میں آزاد خیال ھے - اُس کا تذبذب مٹ چکا ھے - اُس میں اضطراب فکر کي جگہ عزم اور فیصلہ پیدا ھوگیا ھے - وہ وقت کي روح سے لبریز ھے ' اور صرف مستقبل ھي کي طرف نگاہ رکھتي ھے - بلا شبہ یہ صورت حال اس وقت تک صرف اونچے طبقہ ھي میں محدود ھے - متوسط طبقہ کي عورتیں عموماً پچھلي حالت ھي میں باقي ھیں - لیکن اگر ترکي کي موجودہ حکمران جماعت کو فوري زوال پیش نہ آگیا ' تو یہ بات یقیني ھے کہ بہت جلد یہ روح تمام ترکي میں پھیل جائیگي "

" اب نوجوان عورتیں وہ پرانا فرغل بھي ترک کرتي جاتي ھیں " جو باھر نکلنے کیلیے اُنکي لازمي پوشش تھي - اسکي جگہ ایک ایسا لباس وضع کرلیا گیا ھے جو گھر اور گھر سے باھر ' دونوں حالتوں میں کام دیسکتا ھے - گزشتہ سال انگورہ میں یہ دیکھکر مجھے نہایت حیرت ھوئي تھي کہ ارکان حکومت کي بیویاں بغیر فرغل پہنے ھوئے باھر نکلتي تھیں اور مجلس (پارلیمنٹ) کي گیلریوں میں بیٹھي نظر آتي تھیں - بعد کو مجھے بتلایا گیا کہ یہ طریقہ اب روز بروز مقبول ھوتا جاتا ھے ' اور اعلی طبقہ کي کوئي ترک عورت ایسی نہیں ھے جو قدیم فرغل استعمال کرتي ھو "

◆

"کیا ٹیگور وفادار ہے؟"

میرا ایک دوست کسی پادری سے ٹیگور کے متعلق بات چیت کر رہا تھا وہ اسکی ادبی شہرت کا بہت معترف تھا۔ پادری نے بات کاٹ کر پوچھا "آیا وہ وفادار بھی ہے؟" اگر اسوقت سینٹ پال بھی برٹش گورنمنٹ کی رعیت ہوتا تو غالباً یہ پادری اس کے متعلق بھی یہی سوال کرتا۔ البتہ مجھے یقین ہے، وہ اسٹریلیا یا کینیڈا کے کسی باشندے کے متعلق یہ سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک انگریزوں کی ہندوستانی سیرت کے متعلق یہ رائے رہے گی، تب تک فریقین میں ہمیشہ غلط فہمی قائم رہے گی اور ان کی باہمی مخالفت روز بروز بڑھتی جائے گی۔

پنجاب کے فسادات میں سب سے زیادہ قبیح فعل امرتسر میں ہوا تھا۔ وہاں ایک کوچہ کے باشندوں کو حکم دیا گیا کہ گھر سے باہر نکلتے وقت یا گھر کی طرف جاتے وقت پیٹ کے بل رینگ کر چلیں۔ کیونکہ حکام کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس کوچہ کے بعض باشندوں نے ایک میم پر حملہ کیا تھا۔ شہروں پر ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری کرنا بھی اس سے کم خوفناک واقعہ نہیں ہے۔ ہندوستانی کہتے ہیں کہ اگر لورپول یا مانچسٹر میں فساد ہو جائے۔ تو بلاشبہ حکام حفظ عامہ کی خاطر مفسدوں پر گولی چلانے سے دریغ نہیں کرینگے لیکن وہ کسی حالت میں بھی یہ نہیں کر سکتے کہ اس شہر پر آسمان سے بم کے گولے پھینکیں۔ اس قسم کے مظالم صرف اس صورت میں روا رکھے جا سکتے ہیں۔ جب قوموں کے درمیان جنگ چھڑ جائے۔

نجنٹ نے ایک کتاب "غدر کی کہانی" میں مندرجہ ذیل سطور لکھی ہیں:

"ایشیائی دماغ کو سمجھنا ایک نہایت مشکل کام ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی اس کے اسرار نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن یہ مسلم امر ہے۔ کہ غدر کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہر وقت تازہ رہتی ہے۔ مجھے ایک پادری نے بتایا کہ اسنے ایک دفعہ اسکول کے طالب علموں کو غدر پر جواب مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر تمام لڑکوں نے خالی کاغذ پیش کر دئیے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ یہ واقعہ اس قدر محسوس کرتے تھے۔ کہ ہمیں اپنے اندرونی خیالات سے آگاہ کرنا نہیں چاہتے تھے"

بعض واقف کار انگریزوں کی رائے ہے۔ کہ غدر کی یادداشتیں کچھ عرصے کے بعد معدوم ہو جائیں گی۔ لیکن میرے خیال میں جب تک ہماری کتابوں میں غدر کے افسانے درج رہیں گے، تب تک کوئی شخص بھی انھیں نہیں بھول سکتا۔ اس اسپرٹ کو زائل کرنے کے صرف دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ یا تو تمام اسکول اور کالج بند کر دئیے جائیں تاکہ آئندہ نسلوں کو پچھلی صدی کے واقعات کے متعلق کچھ علم نہ ہو۔ یا ہمیں چاہئیے کہ ان واقعات کو ان کی اصلی صورت میں لکھائیں اور اپنی طرز تحریر یکسر تبدیل کر دیں۔

ساورکار نے غدر کو آزادی کی جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اسنے ایک مکمل تاریخ ہند لکھی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس کی اشاعت بند کر دی کیونکہ گورنمنٹ کو یقین دلایا گیا تھا کہ اسمیں غلط واقعات درج کئے گئے ہیں جن سے انگریزوں کے خلاف نفرت پھیلنے کا اندیشہ ہے!

چونکہ ہم تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ہم سے انتقام لینے کی خاطر ہمارے خلاف ہر قسم کی غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہندوستانی اخبارات اور رسائل اٹھا کر دیکھئے ان میں ہمارے خلاف کس قدر زہر اگلا جاتا ہے۔

خاتمۂ سخن

ہمیں بلیک ہول والا حادثہ بالکل بھول جانا چاہئیے جس طرح کہ ہم ستر موپلہ قیدیوں کا ریل گاڑی میں دم گھٹ کر مر جانے کے واقعہ فوراً بھول چکے ہیں۔ ہمیں کانپور کے مظالم پر بھی شور مچانا نہیں چاہئیے۔ جس طرح ہم دہلی۔ بنارس۔ الہ آباد وغیرہ میں اپنی کارگذاریاں فراموش کر چکے ہیں۔ جب ہم اپنے مظالم بھول چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستانی ان کی زیادتیاں ہر دم یاد رکھیں!

سر چارلس ایچین نے لارنس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ اسنے اس کے بت کا بھی جو لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر استادہ ہے، ذکر کیا ہے اس بت پر یہ حروف کندہ ہیں "کیا تم ہماری حکومت تلوار کے زور سے تسلیم کروگے۔ یا قلم کے زور سے"؟ ان الفاظ سے ہندوستانی قوم کو دو رستے دکھائے جاتے ہیں۔ یا تو وہ خوشی سے ہماری اطاعت قبول کرے یا تلوار کے زور سے محکوم رہے۔ اسمیں شک نہیں کہ آجکل قلم کے زور سے حکومت کی جا رہی ہے۔ لیکن تلوار بھی ہر وقت برہنہ رہتی ہے۔ اس قسم کے کتبوں سے ہندوستانیوں کے دلوں میں غصہ کی آگ دہکتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بت کی شب و روز حفاظت کی جاتی ہے تاکہ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔

رومیش دت نے تاریخ ہند میں کیا خوب لکھا ہے کہ غدر کے خوفناک مظالم کو اسکول کی کتابوں سے مٹا دینا چاہئیے۔ کیونکہ جب ہندوستانی طلبا کو نیل جیسے ظالم انگریزوں کے کارنامے نہیں پڑھائے جاتے۔ تو پھر انہیں کانپور کے کنوئیں کا افسانہ کیوں سنایا جائے؟ میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت ہماری قوم ماضی کو فراموش کر دینے کے لئے طیار ہے۔ اگر انگریزوں کی موجودہ نسل کو یقین دلایا جائے کہ ان کے بزرگوں نے ہندوستانیوں پر کس قدر ظلم و ستم ڈھائے تھے، تو وہ ان کی تلافی کے لئے یقیناً طیار ہو جائے۔

(مترجمہ چودھری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد)

* * *

بريد شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا ازسرنو انتخاب۔ سازشیوں کو سزا۔ ٹرکی کی آبادی۔ ٹرکی اور امریکہ۔ ترکی میزانیہ۔

غازی کا ازسرنو انتخاب

گذشتہ ہفتہ مجلس وطنی (پارلیمنٹ) کا ازسرنو افتتاح ہو گیا غازی کمال پاشا، دوبارہ، صدر جمہوریت منتخب کئے گئے عصمت پاشا بدستور وزیر اعظم رہے۔ مجلس وطنی کے سابق صدر، کاظم پاشا بھی نئے انتخاب میں کامیاب ہوئے۔

مجلس وطنی کے تمام ارکان نے ایک ایک کر کے، صدر مجلس کے سامنے حسب ذیل قسم کھائی:

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ کسی ایسے مقصد کے لئے کوشش نہیں کروں گا جو وطن کی سعادت، قوم کی سلامتی، اور اُس کی بے قید و شرط سیادت کے منافی ہو۔ نیز میں جمہوریت کے اصول سے برابر وفادار رہوں گا"

خلق فرقہ سی نے جمہوریت کی صدارت کے لئے کوئی نام پیش نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے ارکان کو آزادی دیدی تھی کہ جس شخص کو پسند کریں اس منصب کے لئے منتخب کر لیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی غازی مصطفےٰ کمال پاشا ہی بالاتفاق صدر قرار دیے گئے۔ تب صدر مجلس وطنی نے انھیں قسم کھانے کے لئے طلب کیا۔ انھوں نے ان لفظوں میں قسم کھائی۔

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ صدر جمہوریت ہونے کی حیثیت سے جمہوریت کے قوانین اور قومی سیادت کے اصول کی حفاظت و مدافعت کروں گا۔ میں اپنی پوری قوت سے اور پورے اخلاص سے ترکی قوم کی بھلائی کے لئے کوشش کروں گا۔ میں پوری شدت سے ہر اُس خطرے کی مقاومت کروں گا جو ترکی حکومت کو لاحق ہوگا۔ ترکی شرافت کی حفاظت، اُس کی برتری اور اپنے فرائض ادا کرنے پر میں اپنی پوری زندگی وقف کر دوں گا"

جب غازی قسم کھا رہے تھے تو انکے ہر جملہ پر تالیوں کا ایک شور بلند ہو جاتا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض سلطنتوں کے سفیر بھی تالیاں بجانے میں شریک تھے۔

قسم کے بعد غازی نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

"یہ منصب، صدر جمہوریت کا منصب، درحقیقت قوم کی پوری فضیلت استقامت، اور معصومیت کا مظہر اور نمائندہ ہے۔ اس حقیقت سے میرا قلب و ضمیر پوری طرح باخبر ہے۔ میں اُن تمام اہم فرائض اور نازک ذمہ داریوں سے کما حقہ آگاہ ہوں جو صدارت کی اس کرسی نے مجھ پر عائد کر دی ہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ اس جدید اعتماد کو بھی سچا ثابت کر دوں جس سے قوم نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ یہ اعتماد اس امر کا ثبوت ہے کہ قوم ہماری خاکسارانہ کوششیں پورے اطمینان سے پسند کرتی ہے۔ میری مسلسل کوشش رہیگی کہ قوم کی زیادہ سے زیادہ بڑی خدمتیں انجام دیتا رہوں"

اس کے بعد غازی نے کہا:

"یہ جمہوریت، جو خود مختاری، قومیت، اور ہنرمندی پر قائم ہوئی ہے، اور جسنے گزشتہ برسوں میں اپنی اصلاحات و انقلابات سے اپنی قوت قاہرہ ثابت کر دی ہے، قوم کی امیدوں اور آرزوؤں کے بالکل

ہمیں یہ تحقیق کرنی پڑے گی کہ کیا وجہ تھی کہ ہندوستانی عورتیں بھی ہمارے خلاف لڑنے پر آمادہ ہو گئی تھیں؟ جھانسی میں کئی انگریز اور عورتیں قتل کر دی گئی تھیں۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ رانی نے یہ خونریزی پسند نہ کی ہوگی۔ جب جھانسی فتح ہو گیا، تو اس کے باپ کو سیکڑوں آدمیوں کے ساتھ پھانسی دی گئی۔

شہزادہ فیروز کے متعلق بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ بڑا بہادر اور جرار آدمی تھا۔ اسنے دہلی میں ہمارے آدمیوں کو بچانے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جنگ کے میدان میں بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے لڑتا رہا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اگر ہمارے ہاتھوں میں پھنس گیا تو اسے فوراً پھانسی دے دی جائے گی۔ خود ہمارے آدمی بھی خفیہ طور پر خوش تھے کہ وہ پکڑا نہیں گیا۔ اس کی شہسواری اور اس کا سیکڑوں دفعہ موت کے منہ سے بال بال بچ جانا ایک افسانہ بن گیا ہے۔ بعض شعرا نے بھی اپنے اشعار میں اس کی بہادری کے تذکرے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سنہ ۱۸۶۴ء تک ہندوستان کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ بعد ازاں سنہ ۱۸۶۶ء میں وہ عرب میں آخری دفعہ دیکھا گیا[لہ] کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہندوستانی روایات بھی تاریخ کی کتابوں میں درج کی جائیں گی۔ اور صحیح واقعات کی طرح مستند سمجھی جائیں گی۔ وہ داستانیں کس قدر دل ہلا دینے والی ہونگی!

ہمارے مورخین لکھتے ہیں کہ یہ غدر ہندوستان کو آزاد کرانے کی خاطر برپا نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ محض چند فوجوں کی بغاوت تھی۔ اچھا، اگر ایسا ہی تھا تو پھر بے گناہ آبادیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا اور غیر محارب جماعتوں کو بھی بلا تمیز قتل کر ڈالنا کسقدر انسانیت سوز حرکات تھیں! اگر اس قسم کے دردناک مظالم کسی دوسرے ملک میں ہوتے تو یقیناً پورا ملک متحد ہو کر برسرپیکار ہو جاتا۔ گو یہ وبا زیادہ تر آگرہ کے صوبہ ہی میں رہی۔ لیکن پھر بھی اس صوبہ کے عام لوگوں نے اسمیں کسی طرح کا حصہ نہیں لیا۔ ہمیں ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہی لوگوں نے بہت سے انگریزوں کی جانیں بچا کر اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے حالانکہ ہندی سپاہی انکے مخالف ہو گئے تھے۔

فارسٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر لکھتا ہے:

"۱۰ دن کے اندر اودھ کے صوبہ میں انگریزی راج خواب کی مانند غائب ہو گیا تھا۔ سپاہیوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا۔ اور عوام الناس نے اطاعت کا جوا اتار کر پھینک دیا تھا۔ لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ پھر بھی کوئی ظلم برپا نہ ہوا۔ نہ ہی کسی نے انتقام لینے کی کوشش کی۔ انھوں نے انگریزوں کے ساتھ نہایت اعلیٰ درجہ کا برتاؤ کیا۔ بلکہ لکھنؤ کے نواب بھی ان کے ساتھ کمال شرافت سے پیش آتے رہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض نوابوں کو انگریزوں سے لگاتار نقصان پہنچا تھا"

میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہماری بے رحمی بلا وجہ نہ تھی کیونکہ غدر کے ابتدائی مرحلوں میں ہمیں اشتعال دلایا گیا تھا۔ باغی سپاہ نے قتل کی ابتدا کی تھی۔ سب سے پہلے میرٹھ کی ہندوستانی فوج کے ایک دستے نے اپنے افسروں کو قتل کر ڈالا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کی بے عزتی گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ بعد ازاں دہلی میں انہی باغیوں کے ایما سے فرنگیوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ اس کے بعد بغاوت کا اثر دور دور پھیل گیا اور ۲۲ انگریزی چھاؤنیاں اس سے متاثر ہو گئیں۔ اسوقت دونوں طرف سے باقاعدہ خونریزی شروع ہو گئی تھی اور جنگ کا میدان گرم ہو گیا تھا۔ جھانسی اور کانپور میں انگریزوں کو سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ لیکن جب انگریزوں کی باری آئی تو انھوں نے تمام علاقے زیر و زبر کر دیئے۔ جھانسی اور کانپور کے واقعات تو بعد میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔

اسمیں کچھ شک نہیں، کہ فریقین کے پاس ایسی غلط افواہیں پہنچائی جاتی تھیں جن سے خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہو جاتا تھا۔ مثلاً باغیوں کو یقین دلایا گیا تھا، کہ انگریزی گورنمنٹ تمام ہندو مسلمانوں کی تباہی پر آمادہ ہے، اور ان کا مذہب بگاڑنے کی تدابیر کر رہی ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی ہندوستانیوں کی بے رحمی کے فرضی قصے سنائے جاتے تھے جس سے ہمارا جام صبر لبریز ہو جاتا تھا۔ جنگ کے ایام میں عموماً جھوٹی خبریں محض اس غرض سے پھیلائی جاتی ہیں تاکہ دشمنوں کے خلاف سخت نفرت پھیل جائے۔ اسوقت کسی کو ٹھنڈے دل سے خبروں کی چھان بین کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ یہی حال امرتسر کے فسادات میں بھی ہوا۔ وہاں ایک میم پر حملہ کئے جانے سے تمام انگریز بھڑک اٹھے اور انکے غصے کی کچھ انتہا نہ رہی۔

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو ایک خط میں مفصل ذیل فقرات لکھے تھے جو قابل غور ہیں:

"اگر وہ انگریز جن کے اہل و عیال کو باغیوں کے ہاتھوں کچھ نقصان پہنچا ہے، انکے خلاف نفرت کا اظہار کریں، تو وہ حق بجانب ہیں۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ شور و واویلا وہ لوگ مچا رہے ہیں جو بڑے آرام سے غدر کے حلقۂ اثر سے دور اپنے اپنے گھروں میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ مثلاً کلکتہ کی انگریزی آبادی فسادات کے علاقے سے بہت دور تھی۔ بایں ہمہ وہ ہندوستانیوں کے خلاف بڑا زہر اگل رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ انکے معاندانہ خیالات امن قائم کرنے میں سد راہ ہونگے۔ انگریزوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستانیوں کو حقارت سے دیکھتی ہے اور ان سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ اگر برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرنی ہے تو ہندوستانیوں کو دیوانی اور فوجی ملازمتیں دیکر ان پر اعتبار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان کے بغیر حکومت کا انتظام ایک دن بھی نہیں چل سکتا۔ میں مبالغہ نہیں کرتا۔ یہ صحیح بات ہے کہ اگر ہم تمام ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمت سے برطرف کر دیں تو بہت سے انگریز اسے بہ نظر تحسین دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ صاف طور پر اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ انگریز اور ہندوستانیوں کے درمیان مستقل نفرت کی دیوار قائم کی جائے۔ بعض انگریز ہندوستانیوں کی وفاداری پر مطلق اعتبار نہیں کرتے حالانکہ انہی فسادات میں بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے انگریزوں کو باغیوں کے مظالم سے بچایا ہے"

پنجاب کے فسادات کے دوران میں انگریزوں میں بہت جوش پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کی فکر لگی رہتی تھی لیکن تعجب کی بات ہے کہ شور مچانے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے۔ جو صحت افزا پہاڑی مقامات پر یا بڑے بڑے شہروں میں امن و امان سے مقیم تھے۔ اور ان کی حفاظت کے واسطے مکمل فوجی انتظام موجود تھا۔ علاوہ بریں وہ خود بھی خاصی تعداد میں ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ برخلاف اس کے اضلاع کے حکام یا چائے کے کھیتوں کے مالکوں یا پادریوں کی جماعت نے کبھی چیخ و پکار نہ کی۔ حالانکہ انھیں ہر وقت اپنی جان کا خطرہ ہونا چاہیے تھا۔ وہ ایسے مقامات پر متعین تھے جہاں کسی قسم کی بروقت امداد کا پہنچنا تقریباً ناممکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مقدم الذکر لوگوں کو اپنے اوپر بھروسہ نہ تھا۔ وہ پہاڑوں اور شہروں میں ہندوستانیوں سے بالکل الگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی طرز معاشرت بالکل علحدہ ہے۔ ہندوستانیوں سے انہیں کسی قسم کی یگانگت یا ہمدردی نہیں ہے۔ وہ اپنے حلقۂ احباب میں ایسی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح انکے بھائی بند انگلستان میں کرتے ہیں۔ وہ اس ملک کے واقعات بھی ولایت ہی کے اخبارات میں پڑھنے کے عادی ہیں۔ لیکن اضلاع کے افسروں یا پادریوں کو اپنے آپ پر کلی اعتماد ہوتا ہے وہ اپنی برادری سے علحدہ رہتے ہیں۔ بدیں وجہ انہیں ہندوستانیوں سے معاشرتی تعلقات پیدا کرنے پڑتے ہیں، اور اپنے ساتھ ایسے احباب اکٹھے کر لیتے ہیں۔ جو فسادات کے موقع پر بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں

جب ہم ہندوستان آتے ہیں تو ہم اس کے باشندوں کے متعلق براہ راست تجربہ حاصل کرنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ ہمارے مصنفوں نے لکھ دیا ہے، وہی ہمارے دماغوں میں گونجتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ہر ہندوستانی کو یا تو بھیک مانگنے والا اچھوت آدمی یا دغاباز سمجھنے لگتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس ملک کے باشندوں سے راہ و رسم پیدا کریں۔ تاکہ ان کے اصلی اخلاق و عادات سے واقف ہو سکیں۔

ایک ناقابل فراموش شہادت

پنجاب کے فسادات میں ہندوستانیوں نے سب سے زیادہ یہ بات محسوس کی کہ انگریز عورتوں نے بھی مارشل لا کے مظالم کی بڑی زور سے تائید کی تھی۔ حالانکہ یہ قدرتی امر ہے کہ عورتیں دہشتناک واقعات سے نفرت کرتی ہیں۔ اور ان کے رقیق جذبات قتل و خونریزی کی سختیوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ میں ذیل میں ایک ہندوستانی عورت کا بیان جو اوڈوائر بنام سنکرن نائر کے مقدمہ میں دیا گیا تھا، درج کرتا ہوں۔ اس سے جلیانوالہ باغ کے حادثہ کی نوعیت ظاہر ہوگی:

"سوال:- تمھیں اپنے خاوند کے قتل کی کب اطلاع ملی؟

جواب: جب جلیانوالہ باغ میں گولی چلی۔ میں نے اپنے کوچہ کے باشندوں سے سنا کہ ہزاروں آدمی مارے گئے ہیں۔ مجھے سخت تشویش ہوئی۔ کیونکہ میرا خاوند بھی اسی جگہ گیا ہوا تھا، میں فی الفور باغ میں چلی گئی۔ اسوقت شام ہو گئی تھی۔ تمام جگہ لاشوں سے اٹی ہوئی تھی۔ میں نے ہر جگہ اپنے خاوند کی لاش تلاش کی۔ بالآخر اس کی لاش کئی لاشوں کے نیچے سے برآمد ہوئی۔ زخمیوں کے دردناک نالوں اور قریب الموت انسانوں کی چیخوں سے آسمان گونج رہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی شخص میرے خاوند کی لاش اٹھا کر گھر تک پہونچا دے لیکن کسی نے شام کے بعد باہر نکلنے کی جرات نہ کی۔ کیونکہ حکام نے شام کے بعد باہر نکلنا ممنوع قرار دیدیا تھا۔ ناچار میں نے تمام رات اسی باغ میں اپنے خاوند کی لاش کے پاس جاگتے گذار دی۔ کیونکہ کتے بڑی تعداد میں ادہر ادہر منڈلا رہے تھے۔ اور مجھے ہر وقت انھیں چھڑی سے بھگاتے رہنا پڑتا تھا۔ رات کے ۲ بجے مجھے ایک سکھ زخمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے اس کی زخمی ٹانگ سیدھی کر دی۔ وہاں ایک ۱۲ بارہ برس کا بچہ بھی زخمی تھا جو تمام رات درد کی وجہ سے چیختا رہا تھا۔ ایک اور زخمی بھی پیاس کے مارے بلبلا رہا تھا۔ چونکہ وہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا اسواسطے میں لاچار تھی۔ میں تمام رات زخمیوں کے کراہنے کی آواز سنتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو سندر داس چارپائی لے کر آیا پھر میں اپنے خاوند کی لاش گھر لے گئی"

امرتسر کے حوادث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ غدر کے تاثرات دو پشتوں تک بھی نہیں مٹ سکے۔ جب ہمیں کوئی شخص کہتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کر رہے ہیں۔ تو ہم بڑے زور سے اس کی تردید کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے باہمی تعلقات کو غور سے دیکھا جائے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو غلاموں سے بہتر نہیں سمجھتے۔ جب ہماری آپس میں کسی ہندوستانی کے متعلق بات چیت ہوتی ہے، تو سب سے پہلے دریافت کرتے ہیں "آیا وہ وفادار اور نمک حلال بھی ہے"؟ ہمیں اس بات کی مطلق پرواہ نہیں۔ اگر وہ ایک نہایت لائق مدبر یا مشہور سیاست داں ہو۔

[لہ] در اصل شہزادہ فیروز کابل کے راستے قسطنطنیہ چلا گیا تھا۔ سنہ [illegible] میں جب مولانا ابوالکلام کے والد قسطنطنیہ گئے تو وہاں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ سلطان نے بیش قرار وظیفہ مقرر کر دیا تھا (الہلال)

برطانی ہندوستان میں مدرسہ جانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (۱۹۲۵ء)

۶ سے ۱۰ برس کی عمر	مدراس	بمبئی	بنگال	یو پی	پنجاب	سی پی	بہار اوڑیسہ	آسام	برما
لڑکے	۱۹۰۷۱۵۵	۷۴۲۰۰۸	۱۳۱۰۰۶۴	۹۲۱۰۹۴	۳۵۸۲۵۸	۲۳۶۲۵۶	۷۹۷۴۹۰	۱۸۴۱۴۱	۱۴۷۵۱۶
لڑکیاں	۲۰۱۴۸۱	۱۱۵۵۱۸	۳۰۵۳۹۰	۴۷۴۷۰	۵۱۱۵۳	۱۹۱۱۶	۶۶۶۸۱	۱۱۹۲۸	۲۸۵۷۴
۱۱ سے ۱۵ برس کی عمر لڑکے	۱۵۰۸۲۹	۱۶۷۲۰۰	۳۵۲۹۰۴	۱۱۰۱۱۳	۳۳۷۷۹۰	۷۰۲۵۷	۷۴۸۱۰	۳۰۳۷۱	۱۵۱۲۹۹
لڑکیاں	۱۷۱۹۶	۱۱۴۹۷	۱۵۶۱۶	۲۰۹۷۷	۱۵۴۱۶	۴۷۹۵	۳۰۴۷	۳۷۱۷	۲۲۵۲۵

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہیں ۲۵-۱۹۲۴ء میں

	کالج	خاص فنون کے مدرسے	قانون	ڈاکٹری	انجنیری	ٹرننگ	زراعتی	بیطری	تجارتی	جنگلوں کی تعلیم	ہائی اسکول	انگریزی ٹل اسکول	دیسی ٹل اسکول	ابتدائی مدارس	تعلیم یافتہ آبادی کا فیصدی
آرٹس اور سائنس	۲۱۱	۷۷۰۴	۱۴	۸	۷	۲۱	۵	۳	۱۴	۲	۲۶۰۴	۳۲۲۰	۴۲۹۰	۱۷۵۵۹۶	....
مردانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۲۷۰	۲۹۶۸	۳۸۵۳	۱۵۰۹۱۹	.....
زنانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۳۴	۲۵۲	۴۴۶	۲۴۹۷۷	....
مدراس	۳۰	۳۸۱	۱	۲	۱	۵	۱	۱	۱	۱	۳۸۰	۲۵۰	...	۴۳۳۱۱	۶٫۲
بمبئی	۱۴	۴۲۲	۲	۱	۲	۱	۱	...	۱	...	۲۱۳	۲۶۵	...	۱۲۸۹۲	۷٫۶
بنگال	۳۰	۲۶۸۲	۳	۳	۱	۹	...	۱	۵	...	۹۰۶	۱۵۷۵	۱۱۶	۵۰۴۵۰	۹٫۵
یوپی	۸	۴۵۱	...	...	۱	۳	۱	...	۸	۱	۱۹۰	۱۱۲	۶۸۵	۱۸۷۹۴	۶٫۴
بہار اوڑیسہ	۶	۴۵۲	۱	...	۱	۲	...	...	...	...	۱۲۷	۲۸۷	۲۱۹	۲۹۴۵۷	۵٫۲
پنجاب	۱۱	۲۴۴۵	۱	۱	۱	۳	۱	۱	...	...	۲۷۳	۲۱۱	۱۲۷۴	۶۵۹۱	۴٫۸
سی پی	۵	۵۰	۱	...	...	۱	۱	...	...	...	۵۰	۱۶۴	۳۵۰	۴۲۹۵	۴٫۳
آسام	۳	۱۲۰	۱	...	...	...	...	...	...	...	۴۷	۱۵۲	۱۵۳	۴۵۹۷	۵٫۵
برما	...	۵۴۵	...	...	...	...	...	...	...	...	۱۴۳	...	۱۴۳۳	۴۱۶۸	۲۳٫۲

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہوں کی آمدنی ۲۵-۱۹۲۴ء میں

صوبے	سرکاری امداد	بورڈ فنڈ سے	میونسپل فنڈ سے	فیس سے	دوسرے ذرائع سے	مجموعی رقم
مدراس	۱۶۱۳۸۵۴۸	۳۳۰۹۶۴۴	۱۲۲۳۴۹۱	۸۴۳۲۹۹۱	۸۸۲۳۱۱۸	۳۹۰۳۸۶۵۲
بمبئی	۱۸۴۳۷۱۶۵	۱۲۳۸۰۹۳	۳۹۱۸۷۱۳	۶۰۱۳۹۶۹	۴۲۵۷۸۵۴	۳۳۹۸۵۷۶۳
بنگال	۱۳۳۸۲۹۶۲	۱۵۴۵۸۰۵	۳۰۵۹۸۸	۱۳۶۳۶۱۲۶	۵۷۷۵۰۵۸	۳۵۶۳۵۹۳۹
یوپی	۱۷۲۲۸۴۹۰	۲۷۱۶۳۲۰	۹۸۶۲۴	۴۲۱۴۳۵۴	۵۲۴۰۲۲۰	۳۰۳۸۵۵۹۶
پنجاب	۱۸۴۳۳۶۴	۲۲۲۵۷۰۰۰	۹۲۶۱۰۵	۵۲۸۷۴۴۴	۳۱۲۱۵۹۳	۲۳۴۰۵۲۶۶
برما	۹۸۳۸۰۱۱	۱۵۱۵۰۳۲	۹۰۶۸۰۲	۲۹۲۰۱۲۵	۲۷۷۳۵۸۵	۱۴۵۷۱۰۵۳
سی پی	۵۰۰۶۱۱۳	۱۴۹۸۰۵۹	۶۷۳۰۳۶	۱۱۰۸۸۳۶	۷۵۴۳۵۰	۹۰۴۰۴۴۴
بہار اوڑیسہ	۴۹۹۱۵۳۰	۳۲۵۲۸۷۵	۲۳۴۸۷۰	۲۹۸۸۲۷۸	۲۲۳۱۳۲۷	۱۲۳۹۹۰۰۰
آسام	۲۳۶۲۳۲۶	۴۴۴۹۶۲	۴۱۲۸۷	۶۳۹۰۲۲	۳۲۸۸۲۵	۳۸۱۶۴۴۴
میزان کل	۹۹۸۰۱۵۹۳	۱۸۰۵۷۶۴۰	۹۲۶۸۴۵۶	۴۹۸۶۳۱۸۲	۳۴۵۷۴۴۷	۲۰۸۷۴۸۳۱۹

تحریری مقابلہ - انجمن اتحاد (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے طے کیا ہے کہ اس سال ایک تحریری مقابلہ کیا جائے جس میں بہترین مضمون نویس کو جناب عبدالعزیز صاحب انصاری - ایم - اے، ایل ایل - بی، وکیل بارہ بنکی کی جانب سے اُنکے مرحوم دوست اور ملک کے مشہور انشا پرداز جناب ولایت علی صاحب بمبوق کی یادگار میں ایک ۵۰ روپیہ کا طلائی تمغہ دیا جائے - عنوان حسب ذیل ہے: "۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانان ہند کی تعلیمی جدوجہد اور اس کے نتائج" شرائط - (۱) مضمون تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ہو - (۲) مضمون ۱۵ مارچ ۱۹۲۸ء تک ناظم انجمن اتحاد جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کے پتہ سے آجانا چاہیے - (۳) طلباء اور دیگر تمام حضرات اس میں حصہ لے سکتے ہیں - مندرجہ ذیل حضرات سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بہترین مضمون نویس کا فیصلہ کریں: مولوی عبدالحق صاحب بی - اے، ناظم انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد، دکن - مولانا عبدالماجد صاحب، بی اے، مدیر سچ، لکھنؤ - ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب ایم - اے - پی - ایچ - ڈی (برلن)، شیخ الجامعہ -

مضمون کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اُمید ہے کہ ملک کے اکثر ادیب اور طلباء اس طرف توجہ فرمائیں گے -

"ناظم انجمن اتحاد"

مطابق ہو۔ ہماری حکومت کا آئندہ سالوں میں بھی یہی مسلک ہوگا کہ ہماری جمہوریت کی عزت، قوت، استقامت میں اضافہ ہو، ہماری قوم کی تمام قوتیں، خود اُس کی ترقی اور خوشحالی میں خرچ ہوں۔ ہمارے پیش نظر ہمیشہ یہی رہے گا کہ جمہوریت کی زندگی اور قوت بڑھتی جائے، ہر داخلی وخارجی خطرے سے قوم کے مفاد کی حفاظت کی جائے، سب سے ہماری دوستی رہے۔ امن وامان کی کوششیں ہم کو ہر طرح کی امداد حاصل کرتی رہیں گی۔ ہم چاہتے ہیں ہماری قوم امن وسلامتی کے ساتھ ترقی کرے"

غازی کے انتخاب کے بعد ملک بھر میں مسرت کے مظاہرے برپا ہوئے اور ہر جگہ ۲۱-۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پھر غازی نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شایع کیا:

" عزیزان وطن! جمہوریت نے ترکی قوم کو خوشحالی اور برتر بنانے کی کوششوں میں جو عظیم کامیابی حاصل کی ہے، اُس کی نظیر صدیوں کی تاریخ میں بھی موجود نہیں۔ قوم کی آرزوئیں، ضرورتیں، اُس کی ترقی وسعادت کے اسباب کی تحقیق وبحث کے بعد جن نتائج پر جمہوریت پہنچی ہے، وہ قوم کے لئے ایک نہایت درخشاں مستقبل کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اس جمہوریت کے زیر سایہ بہت جلد آنے والا ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ عہد جمہوری کی آئندہ نسلیں، ہم سے کہیں زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونگی۔

" عزیزان وطن! میرا اس دور جدید میں سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ ملک میں ہر طرف امن وسکون اور زیادہ عام کردوں۔ قومی وحدت کو قوی کروں۔ جمہوریت کی عزت بڑھاؤں۔ ہمارے لائحہ عمل کی بنیادی اصل یہ ہے کہ ہم مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ ہی میں ہر طرح کی بہتری تصور کرتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ صدر جمہوریت، جو اس ملک کا ایک باشندہ ہونے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا، اپنے منصب کے جملہ عظیم اختیارات پورے عزم وحزم کے ساتھ قوم کی بہتری اور مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ میں صرف کردے گا"

غازی کے اس آخری جملہ کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ کیونکہ اس اعلان سے اُنھوں نے ظاہر کردیا ہے کہ وہ ترکی قوم کے ڈکٹیٹر نہیں ہیں، جیسا کہ یورپ میں خیال کیا جاتا ہے، بلکہ وہ سراسر مجلس وطنی کے قوانین کے پابند اور اُن کی تنفیذ کرنے والے ہیں، حالانکہ ڈکٹیٹر شپ کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کسی بھی قانون کی پابند نہیں ہوتی۔ اُس کی زبان، ہی اُس کی نظر میں قانون ہوتی ہے۔

نیز اپنی اس تقریر سے غازی نے اُن تمام لوگوں کو بھی جواب دیدیا ہے جو موجودہ جمہوریت کو ملوکیت کا ایک زینہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا یہ تمام سوانگ صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا، ترکی قوم کے بادشاہ بننے والے ہیں۔ اب اس تقریر کے بعد کسی کو یہ خیال کرنے کی جرأت باقی نہیں ہوگی

سازشیوں کو سزا

اپنے ایک پچھلے مکتوب میں اُس سازش کا ذکر کرچکا ہوں جو یونان میں پناہ گزیں چند ترکی مجرموں نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے قتل کے لئے کی تھی۔ یہ لوگ، حاجی سامی بک کی زیر قیادت، یونان سے ترکی اس لئے آئے تھے کہ غازی جب آستانہ سے انگورہ واپس جائیں تو اُن کی گاڑی، ڈائنامیٹ سے اڑادیں۔ پھر سابق خلیفہ عبدالمجید کے نام پر انگورہ کی حکومت پر قبضہ کرلیں۔

لیکن اُن کی سازش، بروقت کھل گئی۔ پولیس سے ایک معرکہ میں حاجی سامی مارا گیا۔ مگر اُس کے رفقاء قید ہوگئے۔ عدالت نے تحقیقات کے بعد انھیں پھانسی کی سزا کا حکم سنا دیا۔ عنقریب اس کا اجرا ہونے والا ہے۔

ہندوستان اور مجموعہ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۶)

کانیں

ہندوستان کی معدنی دولت (سنہ ۱۹۰۹ء سے سنہ ۱۹۱۹ء تک کے اعداد وشمار)

معدنیات	مقدار		قیمت	
نمک	۱۴۹۲۸۰۶	ٹن	۱۰۵۷۴۴۴۴	روپیہ
کوئلہ	۱۵۷۳۰۵۲۷	"	۵۵۵۷۴۴۴۴	"
سونا	۵۸۵۰۵۲	اونس	۳۲۷۵۳۰۰۰	"
پٹرول	۲۶۱۴۹۹۰۰۰	گیلن	۱۵۰۱۲۰۰۰	"
قلعی	۱۳۸۰۰	ٹن	۱۸۳۰۰۰	"
تانبا	۵۷۴۴	"	۱۳۳۰۰۰	"
کالسا	۲۰۹۱	"	۱۱۵۰۰۰	"
لوہا	۴۳۳۴۷۰	"	۵۹۸۰۰۰	"
سیسا	۱۱۹۴۸	"	۳۶۳۶۰۰۰	"
مقناطیس	۶۴۳۶۰۰	"	۱۵۷۵۵۰۰۰	"
ابرک	۳۸۵۰۰	ہنڈریڈ ویٹ	۱۴۲۰۷۰۰	"
یاقوت وزمرد	۲۵۴۰۰۰	"	۷۸۸۰۰۰	"
شورہ	۲۷۳۰۰۰	"	۵۴۰۷۰۰۰	"
چاندی	۶۰۳۰۰۰	اونس	۱۰۸۹۰۰۰	"
ٹین	۶۴۰۰	ہنڈریڈ ویٹ	۴۸۵۰۰۰	"

دنیا بھر میں سونے کی پیداوار

مجموعی مقدار سنہ ۱۹۲۳ء میں: ۵۳۶۲۲۹ کیلو

ملک	وزن بحساب کیلو
ٹرانسوال	۲۸۴۰۹۸
رہوڈیسیا	۲۰۱۲۴
برطانی مشرقی افریقہ	۶۵۳۲
آسٹریلیا	۲۴۱۰۵
ہندوستان	۱۱۸۳۲
کینیڈا	۳۹۵۷۸
ولایات متحدہ امریکہ	۷۷۲۹۲
میکسیکو	۲۴۲۶۱

* * *

دنیا بھر میں کوئلے کی پیداوار سنہ ۱۹۲۲ء میں

مجموعی پیداوار: ۱۱۶۸۵۲۵۰۰۰ ٹن۔

ملک	بحساب ٹن
برطانیہ	۲۷۴۹۲۳۰۰۰
ہندوستان	۱۹۰۱۰۹۸۶
جرمنی	۱۱۸۸۲۹۰۰۰
فرانس	۴۴۰۱۰۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۵۰۵۸۴۶۰۰۰

دنیا بھر میں پٹرول کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

مجموعی مقدار: ۱۴۲۳۶۴۳۵۰۰ میٹرک ٹن

ملک	وزن بحساب میٹرک ٹن
ولایات متحدہ امریکہ	۹۹۶۲۲۰۰۰
میکسیکو	۲۱۹۲۲۰۰۰
روس	۶۶۵۳۴۳۰
ایران	۴۶۰۳۲۰۰
رومانیہ	۱۸۱۱۴۰۰
ہندوستان	۱۱۵۷۰۰۰
فرانس	۵۶۰۰۰
جرمنی	۴۵۷۰۰
کینیڈا	۲۲۳۰۰
جاپان	۲۲۰۱۰۰

دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیم یافتہ آبادی (سنہ ۱۹۲۴ء)

ملک	مرد فی صدی	عورت فی صدی	
انگلینڈ	۹۳٫۴	۹۱٫۵	
ولایات متحدہ امریکہ	۹۵٫۵	۹۳	۱٫۵
ڈنمارک	۱۰۰	۱۰۰	
جرمنی	۱۰۰	۱۰۰	۲٫۵
جاپان	۹۸	۹۶	
فلپائن	۷۰٫۵	۶۱	ہندوستان
فرانس	۹۶٫۵	۹۴	

ترکی کی آبادی

ترکی کی پہلی مردم شماری کے سرکاری اعداد وشمار اب شایع ہوگئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ آبادی، ۱،۳۶،۰۰،۰۰۰ سے بھی زیادہ ہے۔ یقیناً یہ اعداد، ترکی کے تمام دوستوں کے لئے موجب مسرت واطمینان ہیں کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پچھلی مسلسل اور طویل جنگوں کے بعد ترکی آبادی صرف ۸۰ لاکھ رہ گئی ہے۔

ترکی اور امریکہ

قارئین الہلال واقف ہوچکے ہیں کہ امریکہ نے معاہدہ لوزان قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ترکی اور امریکہ کے مابین سابق حالت جنگ بدستور قائم تھی۔ لیکن اب یہ یقین کرلینے کے بعد کہ ترک ان سیاسی چالاکیوں سے فریب کھانے والے نہیں ہیں، امریکہ نے از سر نو دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کی ہے۔ چنانچہ اُس نے مسٹر گرو کو اپنا سفیر بناکر انگورہ بھیجا ہے۔ ترکی نے بھی امریکہ کی دوستی طلبی کا خیر مقدم کیا ہے اور مختار بک کو سفیر مقرر کرکے واشنگٹن روانہ کررہی ہے۔

ترکی میزانیہ

ترکی کا جدید میزانیہ، ۲۰۶۲۴۱۶۱۹ پونڈ (ترکی) ہے۔ پچھلا میزانیہ ۱۹۴۳۹۹۶۱۹ پونڈ (ترکی) تھا۔ اس میزانیہ میں دینی شعبہ کے لئے

اسپر ہمنے اس دوست سے ملاقات کی اور دیر تک بحث کرتے رہے۔ اُسنے آخری سوال یہ کیا: "اگر ظالم قوت اس حرکت کا فوراً سر کچل ڈالے گی تو پھر کیا ہوگا؟" ہم نے فوراً جواب دیا "تم چلے جاؤگے تو ہم تمھاری جگہ کھڑے ہو جائینگے!"

ہمارے جواب پر شخص مذکور مطمئن ہوگیا۔ اُسے یقین آگیا کہ ہم اپنے ارادے میں سچے ہیں۔ تب اُسنے ہمیں بتایا کہ تمھاری یہ تجویز نئی نہیں ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے یہی تجویز پیش کی ہے، اور سعد باشا سے گفتگو جاری ہے۔

۱۰ر نومبر ۱۹۱۸ء کو ہمیں ایک ذریعہ سے معلوم ہوا کہ انگریزی ہائی کمشنر کو خبر پہنچ گئی ہے کہ سعد باشا کے گھر خفیہ جلسے ہو رہے ہیں اور وہ فوراً کوئی کارروائی کرنے والا ہے۔ ہم نے فوراً اپنی جماعت کو جمع کر دیا۔ سب نے طے کیا کہ کل ہی ہائی کمشنر کے سامنے علانیہ اپنے مطالبات پیش کر دیں۔ یہ ۱۱ر نومبر کا دن تھا، اور التوائے جنگ کا معاہدہ اسی دن منعقد ہوا تھا، لہذا یہی دن مصر کے مطالبات پیش کرنے کے لئے نہایت موزوں بھی تھا۔

ہائی کمشنر نے اس دن ملاقات سے انکار کر دیا اور ۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ سعد باشا، علی شعراوی باشا، اور عبد العزیز فہمی بک، انگریزی مستقر میں پہنچے۔ ہائی کمشنر کو مطلق خبر نہ تھی، یہ لوگ کیا کہنے والے ہیں۔ اُسنے خیال کیا تھا یہ چاپلوس اس لئے آئے ہیں کہ فاتح برطانیہ کے حضور مبارکباد کا خاکسارانہ تحفہ پیش کرینگے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ یہ لوگ مصر کی کامل خود مختاری کا دعوی لیکر آئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ انھیں یورپ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ اپنے حق کے لئے کوشش کریں۔ ہائی کمشنر بہت چیں بجبیں ہوا، اور یہ کہہ کر انھیں رخصت کر دیا کہ اپنی حکومت سے گفت و شنید کرکے جواب دونگا۔

مصری وفد کی تشکیل

چند دن بعد ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہائی کمشنر وہ حیثیت معلوم کرنا چاہتا ہے جسنے انھیں اس مطالبہ کا حق بخشا ہے۔ جواب دیا گیا کہ سعد باشا، مجلس تشریع کے سکرٹیری ہیں، اور اُن کے باقی دونوں رفیق اس مجلس کے رکن ہیں۔ تینوں قوم کے منتخب نمائندہ ہیں، اور انھیں ملک کی طرف سے بولنے کا پورا استحقاق ہے۔

لیکن سعد باشا نے مناسب سمجھا کہ اس حیثیت کے ساتھ خاص اس مطالبہ میں بھی قوم کی طرف سے نمائندگی کا صریح حق حاصل کرلیں۔ چنانچہ سات آدمیوں کا ایک وفد مرتب کیا گیا، اور قوم کے نام اعلان شائع کیا کہ اس وفد کو آزادی کی جد و جہد میں اپنا نمائندہ قرار دے۔ قوم نے اس دعوت پر اتنی گرم جوشی سے لبیک کہا، کہ انگریز حکام خوف زدہ ہوگئے، اور باشندوں کو نمائندگی کے کاغذ پر دستخط کرنے سے جبراً روکنے لگے۔

انگریز حکام کی اس خلاف قانون حرکت پر سعد باشا نے وزیر اعظم حسین رشدی باشا کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی: وزیر اعظم نے ۲۵ر نومبر ۱۹۱۸ء کو جواب دیا کہ وزارت داخلیہ کے انگریز مشیر نے یہ کارروائی کی ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ بے امنی پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔

لیکن یہ ظالمانہ حرکت کچھ مفید نہ ہوئی۔ وفد بالآخر بن ہی گیا۔

قوم کی نمائندگی

وفد کی تشکیل کے بعد سعد باشا نے وفد کے نام سے از سر نو مطالبہ کیا کہ اُسے سفر یورپ کی اجازت دیجائے۔ اسپر ہائی کمشنر نے یکم دسمبر کو لکھا کہ وہ مصر کے نظام حکومت کے متعلق تمام تحریری تجاویز پر غور کرنے کے لئے طیار ہے، بشرطیکہ یہ تجویزیں اُس مسلک کے خلاف نہ ہوں جو برطانی حکومت، مصر کے لئے پہلے سے متعین کر چکی ہے!

۳ر دسمبر کو سعد باشا نے جواب دیا۔

"اس کا نہ مجھے اختیار ہے، نہ وفد کے کسی رکن کو، کہ ایسے معاملات پر گفت و شنید کریں جو قومی مطالبہ کے خلاف ہیں۔ قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے۔ ہم اُس کی مرضی کے خلاف کچھ کر نہیں سکتے۔"

سعد باشا کا ایک خطبہ

اس جواب پر ہائی کمشنر نے خاموشی اختیار کرلی اور وفد نے اپنی جد و جہد شروع کر دی۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے حمد باسل باشا کے مکان میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا:

"خود مختاری کا خیال، مصر میں کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ یہ جذبہ مصر کے دل میں قدیم زمانے سے موجود ہے۔ جب جب حالات مساعد ہوئے، اس جذبے نے ظہور کیا، اور جب جب ظلم و قہر نے تسلط پالیا، یہ جذبہ دب گیا۔ مگر وہ کبھی مرا نہیں۔ موجودہ وقت اس جذبہ کے پورا ہونے کے لئے بہترین وقت ہے، کیونکہ ترکی سیادت، ختم ہو چکی ہے۔ پس انگریزی سیادت کا بھی اب خاتمہ ہو جانا چاہیے۔ یہی وقت ہے جس میں لارڈ سالسبری کی یہ آرزو پوری ہو سکتی ہے کہ "ہم اس کے سوا اور کوئی آرزو نہیں رکھتے کہ مصر سے عزت کے ساتھ واپس چلے آئیں!"

"یہ انگریزی جنگی قبضہ جو سراسر نامنصفانہ تھا، حمایت (پروٹیکٹریٹ) کی صورت میں بدل دیا گیا۔ یہ تبدیلی، برطانیہ نے صرف اپنی رائے سے کر دی، مصر سے استمزاج نہیں کیا گیا۔ لہذا سابق قبضہ کی طرح یہ حمایت بھی لغو و باطل ہے۔ بین الاقوامی قوانین کے رو برو اُس کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ جدید اصول و مبادی جو اس جنگ کے بعد پیدا ہوگئے ہیں اُن کی نظر میں یہ حمایت بالکل بے معنی ہے۔ ہم انسانی قانون کی نظر میں ہر اجنبی تسلط و اقتدار سے آزاد ہیں۔ ہم کسی اجنبی کی قانونی ماتحتی میں نہیں ہیں۔ ہمیں اب جس چیز کی ضرورت ہے، وہ صرف یہ ہے کہ صلح کانفرنس بھی ہماری قانونی آزادی اور خود مختاری تسلیم کرلے۔ اسکے بعد ہم عملاً اپنے حق آزادی سے متمتع ہونے لگیں گے۔ اسی بلند مقصد کے لئے، جو تمام مصریوں کی دلی آرزوئیں اپنے اندر رکھتا ہے، میں نے اور میرے رفقاء نے "مصری وفد" مرتب کیا ہے تاکہ مصر کی خود مختاری کا دنیا سے اعتراف کرائیں۔ اسی مقصد کے لئے قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے!"

یہ خطبہ، مصر کی جدید تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا، کیونکہ جنگ کے بعد سے کسی کو صاف صاف بولنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ سعد باشا نے انگریزی رعب کا باطل طلسم توڑ ڈالا، اور تمام مصری پوری جرات کے ساتھ بولنے لگے۔

سعد باشا کی ایک اور تقریر

۷ر فروری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے ایک اور یادگار تقریر کی مسٹر بریڈ نے جدید فوجداری قوانین پر ایک خطبہ سنایا تھا۔ اس جلسہ میں وزیر عدالت اور بہت سے ارکان حکومت موجود تھے۔ خطبہ کے بعد سعد زغلول باشا کھڑے ہوگئے اور اپنی تقریر کے دوران میں کہا:

"برطانیہ نے مصر پر حمایت اپنی رائے اور ارادے سے قائم کر دی ہے، مصر سے کبھو رائے نہیں لی گئی۔ لہذا یہ حمایت سراسر باطل ہے اور قانوناً اس کا کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک جنگی ضرورت بتائی گئی تھی۔ اب چونکہ جنگ ختم ہوگئی ہے، اس لئے اُس کی تمام ضرورتوں کے ساتھ یہ ضرورت بھی ختم ہوگئی۔ ناممکن ہے کہ جنگ کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی یہ صورت حال گوارا کی جاسکے۔"

سعد باشا کو تنبیہ

اس تقریر نے ملک میں سخت جوش پیدا کر دیا، اور ہر طرف سے آزادی کا اعلان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ۸ر مارچ ۱۹۱۹ء کو انگریزی سپہ سالار نے (کیونکہ اب تک مارشل لا ملک میں جاری تھا) سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو طلب کرکے تنبیہ کی کہ "تم انگریزی حمایت کو اپنی گفتگو کا موضوع نہ بناؤ۔ ورنہ سخت جنگی سزا دی جائے گی!" سعد باشا نے جواب دینا چاہا، مگر متکبر سپہ سالار نے فوراً یہ کہہ کر اُن کا منہ بند کر دیا: "بس خاموش"! سعد باشا چلے آئے اور اس نامہذب برتاؤ پر بڑی سختی سے احتجاج کیا۔

سعد باشا کی جلا وطنی

اس واقعہ کے دوسرے ہی دن بعد انگریز سپہ سالار نے سعد باشا، حمد باسل باشا، اور اسمٰعیل صدقی باشا کو گرفتار کرکے مالٹا بھیجدیا۔

اس واقعہ نے تمام ملک میں سخت غیظ و غضب پیدا کر دیا۔ ہر طرف شورشیں برپا ہوگئیں۔ بہت سے فدائیوں نے اپنی جانیں تک قربان کر ڈالیں۔ انگریزی فوج نے دیکھ لیا کہ وہ اب قوم کو مرعوب نہیں کر سکتی۔ اب انگریزی سپہ سالار نے وفد کے باقی ارکان کو دھمکانا شروع کیا۔ ۱۶۔ مارچ کو یہ لوگ طلب کئے گئے اور انھیں کہا گیا کہ اس تمام شورش کے ذمہ دار تم ہی ہو۔

ہمنے جواب دیا کہ اس بے چینی کی ذمہ داری انگریز سپہ سالار پر ہے کیونکہ مصری وفد کو سفر سے روک دیا گیا ہے، اور سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو جلا وطن کر دیا گیا ہے۔

قوم کی پہلی فتح

ملک بھر میں سخت ہیجان تھا۔ عین اسوقت لارڈ النبی مصر پہنچے، اور اُنھوں نے یقین کر لیا کہ قوم کا یہ جوش مصنوعی نہیں ہے۔ اُسے کسی طرح دبایا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ ۷ر اپریل کو ظلم و قہر کی قوت نے اپنی پہلی شکست تسلیم کی۔ جلاوطن قومی نمائندوں کو آزاد کر دیا گیا اور مصریوں کو سفر کی اجازت دیدی گئی۔ اس اولین فتح مبین پر قوم کی مسرت بے حساب تھی۔ لیکن وہ اسپر قانع نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ ۱۱۔ اپریل کو مصری وفد، صلح کانفرنس کے سامنے مصر کا دعوی پیش کرنے کے لئے روانہ ہوگیا۔

جب ہم مالٹا پہنچے، تو سعد باشا اور اُن کے رفقاء ہمارے ساتھ ہوگئے۔ سعد باشا نے سب سے پہلی بات جو مجھ سے کہی، یہ تھی:

"ہماری جلاوطنی تو ختم ہوگئی۔ مگر اس کی خوشی نے ہمیں اُس ذمہ داری سے غافل نہیں کیا ہے جو اب ہم پر قوم کی جانب سے عائد ہوگئی ہے!"

اتحادیوں کے اخلاقی دعووں کی حقیقت

ہم پیرس پہنچے تو معلوم ہوا، دول اتحادی کے مدبر، صلح کانفرنس کے دروازے پہلے ہی سے بند کئے بیٹھے ہیں۔ ہم نے لاکھ لاکھ کوشش کی، مگر صلح کانفرنس کے ایوان تک ہماری پکار نہیں پہنچ سکی۔ اسی قدر نہیں بلکہ اخبارات کے صفحات بھی ہمپر بند کر دئے گئے تھے۔ کوئی اخبار بھی ہماری فریاد شائع کرنے پر طیار نہ تھا۔ اُسوقت ہمنے محسوس کیا کہ حق، عدل، آزادی، اخوت، یہ تمام الفاظ محض بے معنی ہیں۔ ان الفاظ سے دول متحدہ کی غرض صرف یہ ہے کہ دنیا کو دھوکہ دیا جائے۔ چنانچہ جنگ جیت لینے کے بعد حق و انصاف کے تمام دعوے پس پشت ڈال دئے گئے اور ظلم و جور کا دور دورہ شروع ہوگیا!

ہماری مصیبت یہیں پر ختم نہیں ہوگئی، بلکہ "پیغمبر صلح و انسانیت" مسٹر ولسن صدر جمہوریت امریکہ نے مصر پر انگریزی حمایت تسلیم کرکے ہماری مصیبت میں ایک نیا اضافہ کر دیا۔ اسپر بھی ہم ناامید نہیں ہوئے۔ برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر ہماری کوششوں سے ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ برطانیہ کو ہماری آواز سننے پر مجبور ہو جانا پڑا۔ اُسنے پھر فریب دینا چاہا تھا، اور ملنر کمیشن کا کھلونا ہمارے کھیلنے کے لئے بھیجدیا تھا۔ لیکن اب ہم سیاست میں طفل مکتب نہ تھے کہ اس لچپ کھلونے سے کھیلنے لگتے۔ ملنر کمیشن نے مصر میں آکر وہ منظر دیکھا، جس کی اُسے

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

مصر کی موجودہ سیاست پر ایک نظر

مصر کے تازہ اہم واقعات، شاہ مصر اور وزیر اعظم کی یورپ سے واپسی ہے، اور مصری پارلیمنٹ کے تیسرے دور کا افتتاح ہے۔

قارئین الہلال واقف ہیں کہ شاہ مصر، یورپ کے مختلف ممالک کی سیاحت پر وہاں کے بادشاہوں اور حکومتوں کی دعوت پر گئے تھے۔ سب سے پہلے شاہ انگلستان کی دعوت آئی، پھر صدر جمہوریہ فرانس، شاہ اٹلی، اور شاہ بلجیم کی دعوتیں پہنچیں۔ اسی اثنا میں پوپ کی طرف سے بھی پیام دعوت روانہ کیا گیا۔

شاہ مصر کی یہ سیاحت، بے ضرورت نہ تھی۔ مصر کی موجودہ بیداری مطالبہ کر رہی ہے کہ ملک صحیح معنی میں آزاد ہو جائے۔ لیکن اُس کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی روک، برطانیہ ہے۔ پھر وہ مختلف دُوَل یورپ بھی ہیں جو قدیم معاہدوں کی بنا پر مصر میں حاکمانہ امتیازات رکھتی ہیں۔ شاہ مصر کی سیاحت کا اصلی مقصد یہی تھا کہ ان ممالک میں جا کر مصر کے موافق عام رائے پر اثر ڈالیں۔

بادشاہ کے ساتھ وزیر اعظم، عبدالخالق ثروت پاشا بھی تھے۔ ثروت پاشا نے جس تدبر و لیاقت سے یورپ کے مدبروں سے گفت و شنید کی، اس کا اعتراف خود یورپین اخبارات بھی کر رہے ہیں۔ ثروت پاشا کے لئے سب سے پہلی اور سب سے بڑی مشکل، انگلستان میں تھی۔ انگلستان کی فطرت یہ ہے کہ طاقت کے سوا کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا، اور ایک مرتبہ جب کوئی شکار پکڑ لیتا ہے، تو کسی طرح بھی چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ مصر تقریباً ۴۵ برس سے اُس کے چنگل میں ہے، اور وہ اس سے ہرگز دست بردار ہونا نہیں چاہتا۔

لیکن اب معلوم ہوتا ہے، انگلستان کو مصر سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔ ہتیاروں کی قوت سے زیادہ مؤثر، قوم کی معنوی قوت ہوتی ہے۔ مصری قوم پوری طرح بیدار ہو گئی ہے اور انگلستان کی غلامی سے قطعی طور پر انکار کر رہی ہے۔

مسٹر میکڈانلڈ کی مزدور حکومت کے زمانے میں خود سعد زغلول پاشا انگلستان گئے تھے کہ معاملات مصر کے متعلق کوئی منصفانہ تصفیہ ہو جائے مگر انھیں کامیابی نہیں ہوئی، کیونکہ اُس وقت مصر کی بیداری مکمل نہ تھی۔ اب حالات میں عظیم تبدیلی ہو چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، ان جدید حالات میں ثروت پاشا ناکام نہ رہیں گے اور کوئی گوارا صورت مفاہمت کی نکل آئے گی۔

اس گفت و شنید کے نتائج پر پیشین گوئی کرنا قبل از وقت ہے۔ لیکن حالات اُمید افزا ضرور ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے برطانیہ اور مصر، دونوں کے سرکاری بیان موجود ہیں۔ مسٹر بالڈوین نے اپنی ایک تقریر میں مصر کے متعلق حسب ذیل تصریح کی ہے:

"ہز اکسیلنسی ثروت پاشا کی انگلستان میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر ہم نے دونوں ملکوں کے آئندہ تعلقات پر بحث کی ہے۔ اُمید ہے اس گفت و شنید نے ہمیں اُس مرحلہ تک پہونچا دیا ہوگا جہاں مصر اور انگلستان کی دوستی کی ایسی مستحکم عمارت کھڑی ہو سکتی ہے جس سے ایک طرف برطانوی سلطنت کے اساسی مصالح بھی محفوظ رہیں، اور دوسری طرف مصر کو اپنی آزادی اور خود مختاری سے متمتع ہونے اور قوموں کے مجمع میں پسندیدہ مقام حاصل کرنے کا موقع بھی مل جائے۔"

دوسرا بیان خود مصر کا ہے۔ پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہوئے شاہ مصر کی تقریر میں حسب ذیل اعلان کیا گیا ہے:

"ہمارے وزیر اعظم نے اپنی لنڈن میں موجودگی سے فائدہ اٹھا کر نہایت دوستانہ فضا میں انگریزی حکومت کے وزیر خارجیہ سے طویل طویل گفت و شنید کی۔ اس گفت و شنید نے دونوں ملکوں پر عمدہ اثر ڈالا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ برطانی اور مصری، دونوں حکومتیں مصر اور سوڈان کے بارے میں ایک دوسرے کے نقطہ نظر سے واقف ہو جائیں، تاکہ اگر دونوں نقطہ ہائے نظر میں توافق ممکن ہو، تو ایک ایسے محالفہ (حلفیہ عہد نامہ) کے لئے گفت و شنید جاری کی جائے جس سے ہمارے ملک کی خود مختاری مکمل ہو جائے اور انگلستان کے علائق بھی متعین ہو جائیں۔ لیکن یہ محالفہ اس شرط سے ہوگا کہ ہماری پارلیمنٹ بھی اسے منظور کر لے۔"

"میں نہایت مسرت سے اُس محبت آمیز روح کا ذکر کرتا ہوں جو اس نازک گفتگو میں جاری و ساری تھی۔ فریقین نے اخلاص سے کوشش کی کہ دونوں کے نقطہ ہائے نظر زیادہ سے زیادہ قریب کر دیا تاکہ دونوں قوموں کی یہ آرزو پوری ہو سکے کہ اُن کے درمیانی دوستی کا ایک نیا عہد قائم ہو، دونوں اُس سے مرتبط ہو جائیں، اور باہمی اعتماد سے فائدہ اُٹھائیں۔"

ان دونوں بیانوں کی روشنی میں امید بندھتی ہے کہ جلد برطانیہ اور مصر کے مابین کوئی ایسا معاہدہ ہو جائے گا جس سے مصر کی آزادی زیادہ محفوظ اور نمایاں ہو جائے گی، سوڈان کا معاملہ اگر طے ہو جائے اور نہر سویز کی طرف سے برطانیہ کو اطمینان حاصل ہو جائے، تو پھر مصر کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ انجام پا سکا، تو یقیناً یہ مصر کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ لیکن یہ کامیابی، ہندوستان کے لئے ایک سخت تازیانۂ عبرت ہوگی۔ کیونکر ایک مٹھی بھر مشرقی قوم، جس کی آبادی سوا کروڑ سے بھی کم ہے، اپنی سچی وطنیت اور صادق استقامت کے زور سے برطانیہ جیسے جبّار سے اپنی آزادی تسلیم کرا سکتی ہے۔ مگر ہندوستان، جو ایک پورے براعظم کا درجہ رکھتا ہے، اور ۳۲ کروڑ انسانوں کا وطن ہے، بدستور برطانیہ کی شرمناک غلامی پر قانع رہتا ہے!

ہندوستان کو دھوکا دینے کے لئے ایک شاہی کمیشن انگلستان سے آ رہا ہے۔ ایک ایسا ہی کمیشن مصر میں بھی آیا تھا۔ یہ "ملنر کمیشن" کے نام سے مشہور ہے۔ مصریوں نے اس مضحکہ انگیز کمیشن کا مقاطعہ کیا۔ یہی دانشمندانہ مقاطعہ، اُن کی سیاسی زندگی کا اصلی سرچشمہ ہے۔ اب ایک ایسا ہی موقعہ ہندوستان کو بھی حاصل ہو رہا ہے۔ دیکھا چاہئے، وہ اس آزمائش سے کیونکر عہدہ برا ہوتا ہے؟

شاہ مصر کی سیاحت یورپ کی ایک غرض، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہ بھی تھی کہ دُوَل یورپ کو اُن حاکمانہ امتیازات سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا جائے، جو اُنھیں مصر میں حاصل ہیں۔ اس مقصد میں بھی کامیابی ہوئی ہے۔ شاہ مصر نے پارلیمنٹ کی تقریر میں اعلان کیا ہے کہ "ہماری کوششیں کامیاب ہوئی ہیں۔ میری حکومت عنقریب ایک کانفرنس میں دُوَل یورپ کو مدعو کرنے والی ہے تاکہ اس مسئلہ کا آخری تصفیہ ہو جائے۔"

مصری پارلیمنٹ کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مصطفےٰ نحاس پاشا اُس کے بالاتفاق صدر قرار پا گئے۔ مصطفےٰ پاشا جماعت وفد کے بھی صدر ہیں یعنی مرحوم سعد پاشا زغلول کی جگہ پر قوم کے رہنما منتخب کئے گئے ہیں۔ اب پارلیمنٹ کی صدارت کے بعد وہ مرحوم رہنما کے دونوں منصبوں میں جانشین ہو گئے۔ یعنی جماعت وفد میں بھی اور قومی پارلیمنٹ میں بھی۔

مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ

مصطفےٰ النحاس پاشا مصری رہنما کی زبانی

۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کا دن مصر کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ یہی تاریخ ہے جب پہلے پہل مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی بنیاد پڑی تھی۔ یہ دن ہر سال، ایک قومی عید کی طرح منایا جاتا ہے۔ اس سال بھی یہ عید منائی گئی۔ مرحوم سعد پاشا زغلول کے جانشین مصطفےٰ نحاس پاشا نے اس موقع پر ایک نہایت اہم خطبہ دیا۔ مصری ڈاک میں یہ ہم تک پہونچا ہے۔ اسمیں موصوف نے مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی تاریخ بیان کی ہے۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہے:

سیاسی بیداری کا آغاز

"مصر پر ایسے سخت دَور گزر چکے ہیں، جب پرستاران طاقت کو یقین ہو گیا تھا کہ اُن کا جبر و تشدد، قومیت کا شرارہ بجھا سکتا ہے اور دلوں پر نا اُمیدی کی موت طاری کر سکتا ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں کوئی قوت کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو، کسی زندہ قوم کی آرزوئیں مٹا نہیں سکتی، اور نہ قوم کا اتحاد شکست کر سکتی ہے۔ ایسی قوت کی یہ کوششیں کسی زمانے میں بھی بار آور نہیں ہوئیں۔ کیونکہ یہ کوششیں قانون الٰہی کے خلاف ہیں، مشیت الٰہی کے برعکس ہیں، خدا کی ٹھہرائی ہوئی فطرت میں تبدیل کرنے والی ہیں: ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا!

مصر میں یہ اجتماعی حقیقت ہم نے پوری طرح واضح مشہود میں دیکھ لی۔ ظلم و جور، اگرچہ بے حساب تھا، مگر قوم میں آزادی کا جذبہ برابر زندہ رہا۔ ظلم جتنا زیادہ ہوتا جاتا تھا، یہ جذبہ بھی اُتنا ہی زیادہ راسخ ہوتا جاتا تھا۔

جنگ عمومی کا جب صُور پھونکا گیا، تو مصر، دول اتحاد کی صف میں کھڑا ہوا، حالانکہ اُس پر سخت قزاقی کی گئی تھی۔ برطانیہ نے اُس پر پورا قبضہ کر لیا تھا اور اس قبضہ کو جنگی ضرورت سے تعبیر کیا گیا تھا۔ جنگ میں مصر نے جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں کیں اور اتحادیوں کا پلہ بھاری کر دیا۔ پھر جب جنگ کی آگ ٹھنڈی ہوئی، تو مصر نے اپنا حق مانگا۔ مگر اتحادی، حق لینے کے عادی تھے، حق دینے کا اُنھیں کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اُنھوں نے مصر کی آواز سننے سے انکار کر دیا!

اُنھوں نے صرف انکار ہی نہیں کیا، بلکہ مصر کی زبان بھی بند کر دی گئی۔ پھر اُس کی ہر ممکن تذلیل کی گئی۔ اُس کی قومیت کا گلا گھونٹ ڈالنے کے لئے وہ ہاتھ آگے بڑھے جو فاتحانہ جنگ میں خون آلود ہو چکے تھے۔

اُس وقت ہم چند دوستوں نے باہم مشورہ کے بعد طے کیا کہ ملک کی نجات کے لئے ایک عام حرکت کی ضرورت ہے۔ مگر یہ حرکت شروع کیونکر ہو؟ یہی سوال بنیادی سوال تھا۔ ہمیں ایسے رہنماؤں کی ضرورت تھی، جن کی شخصیت مسلم ہو۔ ایسی شخصیت صرف مرحوم احمد سعد زغلول پاشا ہی کی تھی۔ ان میں وہ تمام صفتیں جمع تھیں جو ہماری سرداری کے لئے ضروری تھیں۔ وہ اُس وقت مجلس تشریع (لیجس لیٹو اسمبلی) کے سکریٹری بھی تھے۔

ہمنے اس مجلس کے ایک رُکن سے درخواست کی کہ وہ سعد پاشا سے اُن کے کسی معتبر دوست کے ذریعہ گفت و شنید کرے۔ دوسرے دن اس رُکن نے ہمیں اطلاع دی کہ سعد پاشا کا دوست اس تجویز کے خلاف ہے

اسلام اور سزائے قتل

ایک ناتمام بحث کی تکمیل

(از مولانا ابوالکلام)

اب کہ ایک عرصہ کی علالت کے بعد اس قابل ہوا ہوں کہ الہلال کے لئے وقت نکال سکوں، سب سے پہلے مجھے ان صفحات کی ایک ناتمام بحث مکمل کر دینی چاہیے۔ یہ ایک طالب حق کے استفسار کا جواب تھا، جو گو مستفسر کو مختصراً لکھ کر بھیج دیا گیا تھا لیکن الہلال میں ناتمام رہ گیا۔

استفسار حسب ذیل سوالات کی شکل میں تھا:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہے کہ جو شخص بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کر دینا چاہیے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سنا ہوگا) اسکو برا بھلا نہ کہیں، تمام قوم کا بائیکاٹ کر دینا چاہیے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہیے؟

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہیے جیسا کہ مولنا محمد علی صاحب نے فرمایا ہے؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہیے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اسپر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہیے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہیے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اسمیں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح کی سزا کے مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں ان کے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟

فقہ اسلامی کے تعزیری قوانین

قبل اس کے کہ اصل سوال کا جواب دیا جائے، دو باتیں بطور مقدمہ کے صاف کر دینی ضروری ہیں:

(۱) جب کبھی تعزیر و سیاست کے بھی ایسے معاملہ میں جیسا کہ یہ معاملہ ہے، اس طرح کی تعبیر بیان اختیار کی جاتی ہے کہ "اسلام کا قانون یہ ہے" اور "شریعت اسلامی کا حکم یہ ہے" تو قدرتی طور پر اُن تمام لوگوں کو جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، ایک سخت غلط فہمی واقع ہو جاتی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح اسلام نے اپنے پیرؤں کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، اُسی طرح تعزیر و سیاست کے بھی یہ احکام دیدئے ہیں۔ مثلاً جب ایک غیر مسلم سنتا ہے کہ "اسلام کے قانون میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنے والے کی سزا قتل ہے" تو وہ خیال کرتا ہے، اسلام نے اپنے پیرؤں کو حکم دیدیا ہے کہ جہاں کوئی غیر مسلم ایسی بات منہ سے نکالے جس سے اُنکے خیال میں توہین ہوتی ہو، تو فوراً چاقو نکالیں اور اُس کا گلا کاٹ کے رکھ دیں!

حالانکہ اسلام کی نسبت ایسی مجنونانہ تعلیم کا تصور بھی کرنا، اُس کے خلاف سخت سے سخت اتہام ہے۔ نعوذ باللہ اگر اسلام کی ایسی تعلیم ہو، اور اُسنے اپنے پیرؤں کو قتل انسانی کا عام پروانہ دیدیا ہو۔ اسلام کے نزدیک تو انسان کی زندگی سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز بھی محترم نہیں۔ وہ قتل نفس کو انسان کی سب سے بڑی شقاوت قرار دیتا ہے۔ اُس کی کتاب اپنے معجزانہ انداز بلاغت میں اعلان کرتی ہے کہ نوع انسانی کے کسی ایک فرد کا قتل، فرد کا قتل نہیں ہے، نوع کا قتل ہے:

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض، فکانما قتل الناس جمیعا، ومن احیاها، فکانما احیا الناس جمیعا، ولقد جاءتهم رسلنا بالبینات، ثم ان کثیراً منهم بعد ذالک فی الارض لمسرفون! (۵ : ۳۵)

جس کسی نے کسی انسان کو بغیر اِن دو حالتوں کے کہ قصاص لینا ہو یا قتل و خونریزی اور ظلم و فساد روکنا ہو، قتل کر ڈالا، تو وہ صرف ایک جان ہی کا قاتل نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کا قاتل ہے۔ اور اسی طرح جس کسی نے ایک انسان کو ہلاکت سے بچا لیا، تو اُسنے صرف ایک فرد انسانی ہی کی جان نہیں بچائی۔ بلکہ تمام نوع انسانی کو زندگی بخشی!

بلاشبہ اسلام نے خاص خاص صورتوں میں قتل کی اجازت دی ہے۔ صرف اجازت ہی نہیں دی ہے بلکہ بغیر کسی جذبۂ اعتذار کے کہا جا سکتا ہے کہ ترغیب دی ہے، لیکن وہ صورتیں وہی ہیں جن میں نہ صرف اسلام نے بلکہ دنیا کے عالمگیر اخلاق و انسانیت نے بھی قتل انسانی کے ناگزیر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ قتل انسانی کی یہ ناگزیر صورتیں اس لئے گوارا نہیں کی گئی ہیں کہ انسانوں کو قتل کیا جائے، بلکہ اس لئے کہ انسانوں کو بچایا جائے:

ولکم فی القصاص حیاة یا اولی الالباب! (۲ : ۱۷۹)

ایسا قتل جو قاتلوں سے انسانوں کو بچانے کے لئے ہو، اگرچہ بظاہر خون بہانا ہو، لیکن فی الحقیقت اسی میں انسانی زندگی کی حفاظت پوشیدہ ہے!

قرآن بتلاتا ہے کہ یہ ناگزیر صورتیں تین ہیں: جنگ، قصاص، اور ایسے جرائم کا انسداد جن کا انسداد بغیر انتہائی سزا کے ممکن نہ ہو۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی حال میں بھی اسلام خدا کی اُس بنائی ہوئی مخلوق کا خون بہانا برداشت نہیں کر سکتا جس کا نام انسان ہے۔ جو شخص اس سے زیادہ قتل انسانی کا جواز اُس کی طرف منسوب کرتا ہے، وہ یا تو اسلام سے قطعاً بے خبر ہے، یا اسلام پر تہمت لگانے میں اُسے عار نہیں!

بہرحال تعزیری احکام و قوانین کی یہ تعبیر اُن لوگوں کے لئے جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، سخت غلط فہمی کا باعث ہو جاتی ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ انکے اسلامی قانون ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اور ان کی نوعیت عقائد و عبادات کے شرعی احکام سے کس درجہ مختلف ہے؟ بلاشبہ تعزیر و سیاست کے بے شمار احکام ہیں جو فقہاء اسلام نے یعنے مسلمان قانون سازوں نے وقتاً فوقتاً وضع کئے، اور مختلف عہدوں میں اُن وقتوں کے احوال و ظروف کے مطابق اُن کا اجراء و نفاذ ہوتا رہا۔ یہ تمام قوانین آج بھی قانون اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں، اور اُنھیں اسلامی قانون ہی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اسلام کے اصولی اور اجمالی مبادیات ہی سے نکالے گئے ہیں۔ لیکن اُن کے "اسلامی قانون" ہونے کی نوعیت وہ نہیں ہے، جس نوعیت کے قوانین عقائد و عبادات کے ہیں۔ دونوں کا فرق کئی حیثیتوں سے واضح ہے:

اولاً، تعزیر و سیاست کے تفصیلی قوانین کا بڑا حصہ براہ راست شریعت کا ٹھہرایا ہوا نہیں ہے، بلکہ قانون سازی کے طریقوں پر شرعی اصول و مبادیات سے استنباط کیا ہوا ہے۔ اس بارے میں اسلام نے جو نظام تشریع اختیار کیا تھا، وہ یہ نہیں تھا کہ نپولین کے فرانسیسی مجموعہ قوانین یا تعزیرات ہند کی طرح اُسنے تمام تفصیلی اور جزئی قوانین کا ایک مجموعہ بنا کر نافذ کر دیا ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا، تو دنیا کا عالمگیر مذہب نہ ہوتا۔ محض کسی ایک قوم اور عہد ہی کا مذہب ہو سکتا تھا۔ پس اُسنے جو طریقہ اختیار کیا وہ یہ تھا کہ تفصیلات و جزئیات سے قطع نظر کر لی گئی، اور صرف ایسے اصولی اور اجمالی مبادیات وضع کر دئے گئے، جن سے حسب ضرورت ہر طرح کے تفصیلی قوانین کا استخراج کیا جا سکتا ہے۔ اصل شرعی اس بارے میں یہ تھی کہ جمعیت بشری کی استعداد و ضرورت کے مطابق عدل و سعادت کا نظام قائم رہے، اور مفاسد کے روک تھام اور مصالح کے حصول کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت ہو، وہ صحیح طریقہ پر کام میں لائے جا سکیں۔ اسلامی حکومت کی ابتدا ایک محدود رقبہ اور محدود احوال و ظروف میں ہوئی تھی۔ اس لئے تعزیر و سیاست کی تفصیلات میں بھی زیادہ پھیلاؤ نہیں ہوا تھا۔

پھر جوں جوں دائرۂ اقتدار وسیع ہوتا گیا اور تعزیر و سیاست کی نئی نئی ضرورتیں پیش آتی گئیں، مقننین اسلام تفصیلی قوانین کا استنباط بھی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ہر طرح کے تعزیری قوانین کا ایک مکمل ذخیرہ مدون ہو گیا۔ پس اگرچہ یہ تمام تفصیلی قوانین بھی اپنی اصل کی بنا پر شرعی قوانین ہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسلام کے براہ راست احکام نہیں ہیں، اور اسلام کے براہ راست احکام میں اور قانون سازوں کے استنباط کئے ہوئے احکام میں جو بنیادی فرق ہے، اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اسلام کی طرف دونوں کی نسبت، ایک طرح کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ پہلے قسم کے احکام اس کے براہ راست ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ دوسری قسم کے قوانین مقننین کے استنباط کئے ہوئے ہیں اور بسا اوقات اُن میں اور اسلامی اصول و مبادیات میں بہتیری کڑیاں نظر و تفریع اور قیاس و استخراج کی واقع ہو گئی ہیں۔

ثانیاً، یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ یہ قوانین تعزیر و سیاست کے قوانین تھے، اور تعزیر و سیاست کے قوانین سلطنت کے لئے ہوتے ہیں، عام افراد اُمت کے لئے نہیں ہوتے۔ یعنے نماز روزہ کے احکام کی طرح اِن کا خطاب افراد سے نہیں تھا۔ اسلامی سلطنت سے تھا۔ نماز روزہ کے احکام واجبات و فرائض ہیں، اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ انھیں ادا کرے۔ لیکن یہ احکام تعزیر و سیاست کے قوانین ہیں۔ واجبات و فرائض نہیں ہیں۔ اس لئے

ہرگز توقع نہ تھی۔ اُسنے دیکھا کہ پوری قوم متحد و متفق ہو، اور بیک زبان "مقاطعہ" کا اعلان کر رہی ہو!

ملنر کمیشن نے بہت کوشش کی۔ بہت پچکارا۔ مگر قوم کا صرف یہی ایک جواب تھا کہ "وفد سے باتیں کرو۔ ہم کچھ نہیں سُنیں گے" کمیشن ناکام ہو کر لوٹا اور وفد کو گفتگو کے لئے لندن میں دعوت دینی پڑی۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ہی معلوم ہو گیا کہ برطانیہ اب تک اپنی طفل تسلیاں ہی کافی سمجھتا ہو۔ اُس کے نقطۂ نظر میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی ہو۔ حالانکہ خود لارڈ ملنر نے اپنی روداد میں تسلیم کر لیا تھا کہ مصر کی موجودہ حرکت، ایک حقیقی ملکی حرکت ہو، اور یہ کہ وفد مصری، پورے ملک کا صحیح نمائندہ ہو۔ مگر برطانی حکومت نے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔

قوم کی دوسری فتح

جد و جہد جاری رہی۔ حالات سخت سے سخت ہوتے گئے۔ اب برطانیہ نے دیکھا کہ نیا قدم اُٹھائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، چنانچہ نہایت مجبوری سے اعلان کر دیا کہ "مصر اور برطانیہ کے مابین حمایت ایک ناپسندیدہ علاقہ ہو!" یہ قوم کی دوسری فتح مبین تھی!

نا اتفاقی نے حالت بدلدی

اس اعلان کے بعد برطانیہ اُس منزل میں اُتر آیا تھا جہاں مفاہمت کی اُمید ہو سکتی تھی۔ چنانچہ سرکاری گفت و شنید کے لئے عدلی پاشا کی وزارت مرتب ہوئی۔ اُس وقت سعد پاشا یورپ سے لوٹ آئے تاکہ اپنے مفید مشوروں سے حکومت اور قوم کی رہنمائی کریں۔ مگر افسوس اس نازک گھڑی میں نا اتفاقی کے شیطان نے ہمارے اندر سر اُٹھایا! قوم میں پھوٹ پڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برطانیہ جتنے قدم آگے بڑھا تھا، اُتنے ہی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مصر کی آواز سننے سے دوبارہ کان بند کر لئے گئے۔ ظلم و قہر کا از سر نو دور دورہ شروع ہو گیا۔

ایک اور برطانی وفد

جس زمانے میں مصری حکومت کا سرکاری وفد گفت و شنید کے لئے لندن گیا تھا، اُسی زمانے میں برطانی پارلیمنٹ کا ایک دوسرا وفد مصر آیا تاکہ اصلی حالات کی تحقیقات کرے۔ اس وفد نے آتے ہی حقیقت معلوم کر لی، کیونکہ وہ اس قدر روشن تھی کہ کوئی آدمی بھی اُس سے لاعلم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وفد نے واپس جا کر اپنی روداد شایع کر دی۔ اسمیں لکھا تھا کہ مسئلۂ مصر کا ایک ہی حل ہو۔ اور وہ یہ ہو کہ مصر کی کامل خود مختاری تسلیم کر لی جائے۔ اس وفد نے مصر کو بہت فائدہ پہونچایا، کیونکہ انگلستان کی عام رائے حقیقت حال سے واقف ہو گئی تھی۔

علی گڑھ میگزین کا کانووکیشن نمبر

ہندوستان کے مشہور اور ممتاز علمی رسالہ علی گڑھ میگزین کا کانووکیشن نمبر خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری ۱۹۲۷ء میں شایع ہوگا۔ اس پرچہ میں تصاویر کے علاوہ ملک کے ممتاز انشا پردازوں کے مضامین اور بلند پایہ شعرا کے افکار عالیہ شایع ہونگے۔ اس پرچہ کی ضخامت بھی غیر معمولی ہوگی اور اردو کتابت و طباعت کا بہترین منظر فریب نمونہ ہوگا۔ تمام اہل علم و ادب اور خصوصاً ان ارباب علم سے جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی سے بحیثیت اولڈ بوائز رہا ہو استدعا کی جاتی ہو کہ اپنے مادر علمی کے اس رسالہ کے خاص نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ مضامین اور چندہ بنام اڈیٹر صاحب علی گڑھ میگزین مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے پتہ پر ۱۵ دسمبر ۱۹۲۶ء سے قبل پہنچ جانا چاہئیں۔ خریداری رسالہ و اجرت اشتہارات کے واسطے منیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے خط و کتابت کیجئے۔ منیجر علی گڑھ میگزین

عالم مطبوعات و صحائف

مشتری کے متعلق تازہ معلومات

مشتری، نظام شمسی میں سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ چمکنے والا ستارہ ہو۔ وہ آفتاب سے ۴۸۳۰۰۰۰۰۰ میل دور ہو۔

ایک امریکن ہیئت داں نے حال میں ایک رسالہ لکھ کر مشتری کے متعلق تازہ ترین معلومات جمع کر دی ہیں۔ وہ کہتا ہو، مشتری کی اہمیت صرف اسی لحاظ سے نہیں ہو کہ وہ سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ روشن ستارہ ہو، بلکہ اُس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہو کہ وہ اجرام سماوی کے متعلق سدیمی نظریہ کا سب سے زیادہ واضح ثبوت پیش کرتا ہو۔

مشتری کا فلک ۲۷۱۰۰۰ میل کے دائرے میں ہو۔ وہ اپنے محور کے گرد ہر ۹ گھنٹے ۵۰ منٹ میں گردش کرتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ اُس کی رفتار غایت درجہ تیز ہو۔ اُسکے خط استوا پر اُس کی حرکت ۲۶ ہزار میل فی گھنٹہ ہو جاتی ہو۔ مشتری کے مادہ کی کثافت زمین کے مادے کی کثافت کے مقابلے میں ¼ کا درجہ رکھتی ہو۔ لیکن اُس کی قوت جاذبہ زمین کی قوت جاذبہ سے کہیں زیادہ ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشتری میں چیزوں کا وزن، زمین میں چیزوں کے وزن سے بہت زیادہ ہوگا۔

مشتری کے اقمار

مشتری کے چاند، نو ہیں۔ ان اقمار کو علم ہیئت کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہو۔ کیونکہ:

(۱) اُس کے ۴ بڑے چاند، اجرام فلکی میں سب سے پہلے انسان نے معلوم کئے۔ گلیلو نے اپنی کمزور دوربین سے یہ چاند دیکھے تھے۔

(۲) ان چاندوں کے گرہن کے اختلاف نے پروفیسر رومر کو موقع دیا کہ ۱۶۷۵ء میں نور کی سرعت دریافت کرے۔

(۳) ان چاندوں کی حرکت کے ذریعہ، مشتری کے مادہ اور اُس کی کثافت کی تحقیق میں بہت سہولت ہوئی۔

۱۸۹۲ء میں پروفیسر برنارڈ نے مقام لیک کے رصد خانہ سے مشتری کا پانچواں چاند دیکھا۔ یہ پہلے چار چاندوں سے بہت چھوٹا تھا۔ باقی ۴ چاند، ابھی حال میں فلکی عکاسی کی ترقی کے بعد دریافت ہوئے ہیں۔

دُمدار ستارے

مشتری کے قریب ۳۰ سے زیادہ دُمدار ستارے بھی موجود ہیں۔ ان ستاروں کے فلک، مشتری کے فلک سے تقریباً متصل ہیں۔ خیال کیا جاتا ہو کسی قدیم ترین زمانے میں یہ ستارے مشتری کے قریب حرکت کرتے تھے، بتدریج اُسنے اُنھیں جذب کر لیا، یہاں تک کہ اب قریب ہو کہ بالکل جذب کر جائے، اگرچہ یہ ستارے ابتک آفتاب ہی کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔

مشتری کے خطوط

دوربین سے مشتری کو دیکھنے سے اُس کے قرص پر کچھ خطوط یا مختلف رنگوں کے مساوی مسافت کے رتبے نظر آتے ہیں۔ یہ خطوط، زمین کے فرضی خطوط العرض کے بالکل مشابہ ہیں۔ یہ خطوط ہمیشہ نظر نہیں آتے۔ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے ہیں اور چند ہفتے، چند مہینے، اور کبھی کبھی چند سال باقی رہ کر غائب ہو جاتے ہیں۔ ان کے ظہور و غیبت کی اب تک کوئی تعلیل نہیں کی جا سکی۔ علماء کا خیال ہو کہ آفتاب کو اس بارے میں کوئی دخل نہیں۔ یہ تبدیلی کسی خاص وقت کی پابند نہیں ہو۔ یہ بھی عجیب بات ہو کہ مشتری کا قرص، مرکز کے بعد سے سیاہ ہونا شروع ہوتا ہو۔ یعنی اپنے قطبین پر مشتری کا رنگ مرکز کے مقابلہ میں کہیں زیادہ دھندلا بلکہ تاریک ہو۔

مشتری کی حرکت

مشتری کی اس درجہ چمک، اس امر کی دلیل ہو کہ اُس کی سطح، در اصل ایک کثیف ابر ہو۔ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ ابر آفتاب کی قوت سے نہیں بلکہ خود مشتری کی قوت سے بنتا ہو۔ مشتری کی یہ خصوصیت بھی عجیب ہو کہ اُس کا پورا جسم ایک ساتھ اپنے محور پر گردش نہیں کرتا، بلکہ اُس کے بعض اجزا بہت تیزی سے حرکت کرتے ہیں، بعض سست رفتار ہیں!

مشتری کی حرارت، باوجود اسکے کہ وہ آفتاب سے اس قدر دوری پر ہو، بہت ہی عظیم ہو۔ علماء کا خیال ہو کہ یہ حرارت آفتاب سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ خود مشتری ہی سے پیدا ہوتی ہو۔

انسان کا مستقبل

سر فلپ گبز، انگلستان کا مشہور عالم اہل قلم ہو۔ پچھلے دنوں اُسنے مذکورہ بالا عنوان پر ایک مضمون شایع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو:

"انسان، قدرت کی خفتہ قوتیں بیدار کر کے سخت خطروں میں پڑ گیا ہو۔ اب اُس کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یا ان قوتوں کو آخری طور پر مغلوب کر کے مسخر کر لے، یا خود مغلوب ہو کر برباد ہو جائے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ انسان، علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ قدرت کی قوتوں پر برابر غالب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ زمین کا مطلق العنان حاکم بن جائے گا۔ اسی غرض سے بعض علماء نے تجویز پیش کی ہو کہ قدرت سے جنگ کا یہ طویل سلسلہ دس برس کے لئے منقطع کر دیا جائے یعنی التوائے جنگ ہو جائے، تاکہ اس دوران میں انسان اس وقت کی تمام علمی فتوحات اچھی طرح استعمال میں لا سکے۔ اگر انسانی فتوحات کی یہ تیز رفتاری کچھ مدت کے لئے روکی نہ جائے گی، تو بہت جلد انسان کے دماغ کو مختل کر ڈالے گی۔ وہ مبہوت ہو کر رہ جائے گا اور فتح تباہ کن شکست بن جائے گی۔"

"لیکن یقین نہیں کہ دنیا اس تجویز پر عمل کر سکے۔ کیونکہ انسانی دماغ اب روکنے سے بھی رُکتا نظر نہیں آتا۔ ہزاروں برس کی قید کے بعد اب وہ آزاد ہو گیا ہو۔ اور برابر بے قید ہی رہنا چاہتا ہو۔"

"اب انسان کی کوشش یہ ہو کہ قدرت کا وہ سب سے بڑا اختیار بھی چھین لے جس پر ابتک نظر اُٹھانے کی اُسنے اجازت نہیں دی تھی۔ اب انسان چاہتا ہو کہ خود اپنی قسمت کا بھی حاکم بن جائے۔ اُسے شرم آتی ہو کہ خود اُس کی تکوین و تخلیق اور اُسکے نفس کی تکییف کا معاملہ، قدرت کے ہاتھ میں ہو، چنانچہ اب وہ چاہتا ہو کہ اپنی پسند کے مطابق اپنی نسل پیدا کرے، اور اپنی خواہش و ارادے سے اپنے اخلاق و اطوار بنائے۔"

"انسان نے اب معلوم کر لیا ہو کہ جسم اور اخلاق کی تکوین کا معاملہ سراسر ان غدود یا گلٹیوں سے وابستہ ہو، جو ہر جسم میں موجود ہوتی ہیں۔ اگر مادہ کے جسم سے وہ خاص گلٹیاں نکال دی جائیں جنھوں نے اُسے مادہ بنا دیا ہو، اور اُن کی جگہ وہ گلٹیاں لگا دی جائیں جن کی وجہ سے ذی روح نر ہوا کرتا ہو، تو فوراً جنسیت بدل جائے گی یعنی مادہ، نر بن جائے گی۔ اسی طرح نر کو مادہ بنایا جا سکتا ہو۔ اب معلوم ہو چکا ہو کہ سر کی ایک گلٹی سے جو مادہ خارج ہوتا ہو، اُس کی کمی بیشی سے انسان لانبا اور پست قد ہو جاتا ہو۔ اگر عمل جراحی کے ذریعہ اس گلٹی کے عمل میں ترمیم کر دی جائے، تو حسب مرضی بلند قد دراز اور پست ہو جا سکتا ہو۔ اب قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہو کہ تمام چوروں کے جسم میں بعض خاص قسم کی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ اُنھیں کے اثر سے وہ چوری کرتے ہیں۔ یہی حال تمام نیک و بد خصلتوں کا ہو کہ مخصوص گلٹیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر ان گلٹیوں میں تبدیلی کر دی جائے تو آدمی کے اخلاق بدل جا سکتے ہیں۔ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہو جب مجرموں کو قید اور پھانسی کی ضرورت نہیں رہ جائے گی، بلکہ [illegible] * اُنھیں نیک بنا دیا جائے گا"

"بلاشبہ یہ تحقیقات، ابھی ابتدائی مرحلوں میں ہیں مگر علماء کی کوششیں جاری ہیں۔ قوی اُمید ہو کہ وہ جلد مکمل ہو جائیں گی۔ اُس وقت انسان اپنی نسل پر پوری طرح حکمراں ہو جائے گا"، اس میں شک نہیں، انسان کی بلند پروازیوں کے لئے کوئی حد نہیں نظر آتی، لیکن ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ قدرت کی فضا بھی لا انتہا ہے [illegible] فضائے قدرت اتنی ہی بلندی پر رہیگی جتنی بلندی پر ہمیشہ سے چلی آتی ہو!

حقوق سے محروم ہوگئی!

لیکن اسلام نے مذہب اور اعتقاد کی آزادی کا اعلان کیا۔ اُسنے مذہبی رواداری اور انسانی حقوق کی ایک ایسی فضا پیدا کردی جس کا اُسوقت تک دنیا میں کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ ۵۰ برس کے بعد جب اسلامی حکومت کا دائرہ اقتدار وسیع ہوا، تو یہ ایک ایسی مملکت تھی جو اگرچہ خاص ایک مذہب کے پیرؤں کی تھی، لیکن اُس میں حکمران قوم کے دوش بدوش ہر مذہب و ملت کے لوگ آباد تھے، اور سب کو بلا امتیاز ایک ہی طرح کے شہری و ملکی حقوق حاصل تھے۔ مذہب و اعتقاد کے اختلاف کی بنا پر کوئی انسان دوسرے انسان کے انسانی و ملکی حقوق تلف نہیں کرسکتا تھا!

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے، اسلام کا طریق عمل یہ تھا کہ اُسنے فتح مکہ کے بعد عرب کی قدیم بت پرستی کے اقتدار سے تو انکار کردیا۔ کیونکہ فی الحقیقت اب فعلاً اُس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا تھا۔ تمام قبائل عرب بہ رضا و رغبت مسلمان ہوگئے تھے۔ لیکن باقی تمام غیر مسلم اقوام کے لئے یہ حکم دیا کہ وہ اسلامی حکومت کے ماتحت اُسی طرح زندگی بسر کرسکتے ہیں، جس طرح خود مسلمان رہتے سہتے ہیں۔ بحیثیت شہری ہونے کے اُنھیں وہ تمام حقوق حاصل ہونگے، جو خود مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں اُنھیں "ذمّی" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اسلامی حکومت نے اُن کی حفاظت جان و مال اور مذہبی آزادی و حقوق کے قیام کا ذمّہ لیا تھا۔ اصل اس بارے میں وہ طرز عمل ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں کے ساتھ وقتاً فوقتاً اختیار کیا تھا، اور اُنکے بعد خلفاء راشدین اُس پر عامل رہے تھے۔ ایران، شام اور مصر کی فتح کے بعد وہاں کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ جو معاہدے کئے گئے، وہ آجتک تاریخ و فقہ میں موجود ہیں۔ فقہاء نے اُنھیں سے ذمیوں کے حقوق کے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

اسلامی احکام کی رُو سے غیر مسلم باشندوں کے جن حقوق کا بطور عہد و میثاق کے ذمّہ لیا گیا تھا، وہ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہیں:

(۱) اُنھیں پوری مذہبی آزادی ملے گی۔ اُن کی مذہبی عبادتگاہیں اور ہر طرح کی مذہبی عمارتیں محفوظ رہیں گی۔ صلیبیں اور مورتیوں کو نقصان نہیں پہونچایا جائے گا۔ وہ سنکھ بجانے سے نہیں روکے جائینگے۔ وہ اپنے تہواروں میں اپنے جلوس نکال سکیں گے۔ تمام مذہبی عہدے اور انتظامات اُسی طرح قائم رکھے جائیں گے، جس طرح پیشتر سے موجود ہیں۔ "لا یغیّر ما کانوا علیہ"۔

(۲) اُنھیں اُنکے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا (بلاذری نے فتوح البلدان میں یہ الفاظ لکھے ہیں: "لا یفتنوا عن دینھم")

(۳) ان کی جان، مال اور ہر طرح کی جائداد محفوظ رہے گی۔ اُنہیں اُس میں تصرف کے تمام حقوق حاصل ہونگے۔ اگر اُن کا کوئی دشمن اُن پر حملہ کرے گا تو مسلمان ان کی طرف سے لڑیں گے۔

(۴) اُن کا کوئی حق چھینا نہیں جائے گا۔

(۵) اُنھیں اُن کے مذہبی احکام کے خلاف کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قانون کی نظر میں اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح، ہوگی اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح سمجھا جائے گا۔

(۷) تجارت، کاروبار، اور معیشت میں کسی طرح کی روک عائد نہیں کی جائے گی۔ اُنکے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا، جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہوگا۔

(۸) وہ اُن تمام ٹیکسوں سے معاف رکھے جائینگے جو مسلمانوں کے لئے قرار دئے گئے ہیں ان سے عُشر بھی نہیں لیا جائے گا۔

(۹) وہ فوجی خدمت سے بھی معاف رکھے جائیں گے۔

یہاں اُن معاہدات کا خلاصہ ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں سے کئے تھے۔ مثلاً نجران کا معاہدہ جو سنہ ۹ ہجری میں ہوا تھا، اور جس کے پورے الفاظ فتوح البلدان اور کتاب الخراج وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن خلفاء راشدین کے زمانے میں جب مشرق کے بڑے بڑے متمدن ممالک فتح ہوئے، اور مجوسیوں اور عیسائیوں کی بے شمار آبادیاں اسلام کے ماتحت آگئیں، تو ان مجمل شرائط میں اور زیادہ تفصیل ہوئی، اور مذہبی، ملکی، اور معاشرتی آزادی و حقوق کی وہ تمام باتیں پوری صراحت کے ساتھ تسلیم کرلی گئیں، جو آزاد باشندگی شہر کے لئے اُس عہد میں ہوسکتی تھیں۔

یہ محض معاہدہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک ایسا قطعی اور واضح طرز عمل تھا جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجایش نہ تھی۔ مسلمان خلفاء جس درجہ غیر مسلموں کے حقوق کا احساس رکھتے تھے، اُس کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر خلیفۂ اوّل سے لیکر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) تک، چاروں خلیفوں کے وہ کلمات وصیت دیکھ لیے جائیں جو مرتے وقت اُن کی زبان پر طاری ہوئے تھے۔ اُن میں سب سے پہلے یہ جملہ نظر آئے گا "غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھنا، کیونکہ ہم نے اُن کا ذمّہ لیا ہے" ذمّیوں کے مذہبی و ملکی حقوق کے عام اعتقاد و اعتراف کا یہ حال تھا، کہ فی الحقیقت اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح محفوظ تھا۔

آج اسلام کی نسبت علانیہ کہا جارہا ہے کہ اُس کی نظروں میں ایک غیر مسلم انسان کی زندگی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان ایک غیر مسلم کو اس لئے مار ڈالے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح اپنا مذہب پھیلانا چاہتا ہے، تو یہ اسلام کی نظروں میں ایک مقدس جہاد ہوگا۔ لیکن کاش اِن معترضوں کو معلوم ہوتا کہ یہی اسلام ہے جسنے اپنے عروج سلطنت کے زمانے میں، جب دنیا انسانی جان و مال کے مساویانہ حقوق کا تخیل بھی نہیں کرسکتی تھی، اس قانون کا اعلان کیا تھا کہ "من کان لہ ذمتنا، فدمہ کدمنا، ودیتہ کدیتنا" [۱] ایک غیر مسلم ذمّی کا خون بھی ویسا ہی محترم ہے جیسا ہمارا خون، اور اُس کا خون بہا بھی ویسا ہی ہے جیسا ہمارا۔ یہ صرف زبان ہی کا اعلان نہیں تھا، بلکہ قانون کا دائم و جاری عمل بھی تھا۔ خلفاء راشدین کے زمانے سے لے کر اسلام کی آخری سلطنتوں تک، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ذمّیوں کا قتل اس لئے جائز رکھا گیا ہو کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ خلفاء راشدین سے بڑھ کر اسلامی تعلیم کے کون پیکر ہوسکتے ہیں؟ لیکن ایک نہیں بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) نے ایسے مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جنھوں نے کسی عیسائی یا مجوسی باشندے کو قتل کردیا تھا۔

بہرحال اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری اور انسانی مساوات کا سلوک کیا، اُس کی کوئی مثال نہ تو اس سے پہلے مل سکتی ہے اور نہ اُسکے عہد میں۔ ایک یورپین مورخ (سیدیو) نے ان لفظوں میں اس کا اعتراف کیا ہے "اسلام نے ذمیوں کو بجز ایک حق کے اور تمام حقوق دیئے ہوئے تھے۔ یعنے وہ بادشاہ نہیں ہوسکتے تھے"۔

ان تمام حقوق کے معاوضہ میں اسلامی حکومت اُن سے کیا چاہتی تھی؟ اس پہلو سے بھی معاملہ پر غور کرلینا چاہیے۔ اسلامی حکومت قدرتی طور پر اُن سے اس سلوک کی توقع رکھتی تھی:

وہ حکومت کو اپنی حکومت تصور کرینگے، اور اس کے خلاف کسی بغاوت یا سازش میں حصہ نہیں لیں گے۔

مسلمان ہم وطنوں کے ساتھ شرافت اور رواداری کا برتاؤ کریں گے جس طرح وہ اُن کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتے ہیں۔

وہ کوئی بات ایسی علانیہ نہیں کرینگے جس سے حکومت کی توہین و تذلیل ہو یا حکومت کے مذہب کی توہین و تذلیل ہو۔

کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص ان توقعات کو بے اعتدالانہ قرار دے سکتا ہے؟ چھٹی صدی مسیحی کی دنیا میں جب اسلام نے ان حقوق کا اعلان کیا تھا، اگر اسلامی حکومت غیر مسلموں کو ہر طرح کے مساویانہ حقوق دیکر اُن سے اس طرز عمل کی متوقع رہتی تھی، تو یقیناً یہ کوئی ظالمانہ طرز عمل نہ تھا۔ آج دنیا میں کون قوم اور مذہب ہے جو اپنی تاریخ کے صفحات میں اس طرح کے طرز عمل کی ایک مثال بھی دکھلا سکتا ہے؟

مسئلہ کی نوعیت

یہ اسلامی حکومتوں کا طرز عمل تھا، اور یہ ذمّی اور اُن کا ذمّہ تھا، جن کی نسبت سوال پیدا ہوا کہ اگر وہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں علانیہ اور صریح گالیاں بکنے لگیں، اور عدالت میں قطعی شہادت و دلائل سے یہ بات ثابت ہوجائے، تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے؟ فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس پر بھی اُنھیں قتل نہیں کرنا چاہیئے۔ کوئی ایسی سزا دینی چاہیے جس سے اس شرارت کے بڑھنے اور پھیلنے کا سدباب ہوجائے۔ امام ابو حنیفہ اور فقہاء شافعیہ و حنبلیہ میں سے ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ گذشتہ ۶ صدیوں میں جسقدر بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، انکا عمل فقہ حنفی ہی پر تھا۔ مثلاً ہندوستان کی حکومت مغلیہ اور قسطنطنیہ کی حکومت عثمانیہ۔ اس لئے تاریخ میں کئی واقعات ایسے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی مذہب کے مطابق عمل کیا گیا۔ سلطان مصطفیٰ خاں چہارم کے زمانہ میں ایک ارمنی پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اُسنے مسلمانوں کے ایک مجمع کے سامنے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی لیکر سبّ و شتم کیا۔ معاملہ شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے سامنے پیش ہوا، اور اُنھوں نے مقدمہ کی سماعت کے بعد قید کرنے کا حکم دیا۔ سلطان کو جب اس معاملہ کا حال معلوم ہوا تو اُسنے شیخ الاسلام سے دریافت کیا "کیا اس سے زیادہ سخت سزا نہیں دی جاسکتی تھی؟" شیخ الاسلام نے کہا "شرعاً میں یہی سزا تجویز کرسکتا ہوں۔ اگر آپ کوئی دوسری سزا دینی چاہتے ہیں تو اپنے حکم سے دیجیے"۔ سلطان خاموش ہوگیا!

لیکن فقہاء کی دوسری جماعت اس طرف گئی کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہیے۔ امام مالک، امام احمد، اور امام شافعی سے ایسا ہی منقول ہے۔ اُن کی نظر اس طرف گئی تھی کہ اسلامی حکومت نے ذمیوں کو ہر طرح کے مذہبی، ملکی، اور معاشرتی حقوق دیئے ہیں، اور باشندۂ ملک ہونے کے اعتبار سے اُن میں اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا ہے۔ اس طرز عمل کے بدلے وہ صرف اتنی بات چاہتی ہے کہ جس طرح انکے مذہب کا لحاظ رکھا گیا ہے، وہ بھی اسلام کا لحاظ رکھیں، اور کوئی بات علانیہ ایسی نہ کریں جس سے توہین و تذلیل مقصود ہو۔ لیکن اگر اس پر بھی ذمیوں کی ایک جماعت ایسی ہے جو اسلام کا اتنا لحاظ رکھنا بھی گوارا نہیں کرتی کہ اُسکے پیغمبر کو خود مسلمانوں کے منہ پر صریح گالیاں نہ دی جائیں، تو ایسی جماعت کسی رعایت کی مستحق نہیں ہے۔ اُسے قتل کردینا چاہیے۔

خلاصۂ بحث

یہاں تک جسقدر بیان کیا گیا ہے، اس سے واضح ہوگیا ہوگا کہ

(۱) فقہ اسلامی کے جس قانون کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اسلام کا کوئی براہ راست منصوص قانون نہیں ہے، بلکہ تدبیر و سیاست کا ایک فروعی حکم

---

[۱] حافظ زیلعی نے ہدایہ کی تخریج میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول اور ایک فیصلہ نقل کیا ہے جو اُنھوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں صادر کیا تھا، اور مسلمان قاتل کے قتل کا حکم دیا تھا۔

صرف اُسی حالت میں قابلِ عمل ہو سکتے ہیں جبکہ کوئی اسلامی حکومت موجود ہو، اور وہ اپنی عدالتوں میں انہیں نافذ کرے۔ اسلام نے احکام قضاء پر (جسے آج کل کے اُردو اخباروں کی زبان میں "عدالتی کارروائی" کہنا چاہیے) اس قدر زور دیا ہے کہ شاید ہی اُس عہد میں دُنیا کی کسی قانونی حکومت نے اس قدر زور دیا ہو۔ اسلام کا نظم سیاست یہ ہے کہ "جرم" اور "تعزیر" ایک ایسی چیز ہے جس کی تشخیص اور حکم ہر حال میں صرف عدالت ہی کے ہاتھ میں ہے۔ عدالت کے سوا کوئی نہیں جسے کسی انسان کو "مجرم" قرار دینے، اور "سزا" دینے کا اختیار ہو۔ عدالت سے بھی مقصود محض کوئی خاص عدالتی منصب نہیں ہے۔ بلکہ سماعت، شہادت، اور تحقیق و حکم کے وہ تمام مراتب ہیں، جن کے مطابق حاکم عدالت کو کارروائی کرنی چاہیے۔ اگر کسی معاملہ میں یہ تمام عدالتی کارروائی نہیں ہوئی ہے، تو خلیفۂ وقت کو بھی اختیار نہیں ہے کہ اپنے علم اور مشاہدہ کی بنا پر کسی مجرم کو سزا دیدے۔ اگر خلیفۂ وقت کے ذاتی علم و مشاہدہ میں کسی شخص کا کوئی جرم آگیا ہو، تو اُس کی حیثیت محض ایک مدعی یا گواہ کی ہوگی۔ اسی حیثیت سے اُسے عدالت کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔ یہ عدالت کا کام ہے کہ اُسکے دعوے یا گواہی کی نسبت رائے قائم کرے۔

موجودہ زمانے کی قانونی اصلاحات میں بہت زیادہ زور اس اصل پر دیا جاتا ہے کہ عدالتی اختیارات انتظامی اختیارات سے علیٰحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی جو قوت "سزا" کے نافذ کرنے کا اقتدار رکھتی ہو، اُسے "مجرم" قرار دینے کا اختیار نہیں ہے، اور اس ایک بنیادی اصلاح نے حاکمانہ اور شخصی ناانصافیوں کی بے شمار راہیں بند کر دی ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم اصلاح ہے لیکن دنیا کو معلوم نہیں کہ ساتویں صدی مسیحی میں جبکہ دنیا کے سب سے بڑے متمدن ملک روم کے قوانین کا یہ حال تھا کہ ایک ہی شخص بہ حیثیت مجسٹریٹ کے ملزم پر الزام بھی عائد کرتا تھا اور بہ حیثیت جج کے اُسے سزا بھی دیدیتا تھا اسلامی حکومت میں نہ صرف عدالت کے اختیارات انتظامی مناصب سے الگ تھے، بلکہ اسلامی عدالتوں کو وقت کے حاکموں، گورنروں اور خود بادشاہوں پر بھی حکم دینے اور بلا رُو رعایت سزا تجویز کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ ویسا ہی اختیار، جیسا اختیار وہ ایک عام باشندۂ ملک کے لئے سزا تجویز کرنے کا رکھتے تھے!

اسلام نے تعزیر و سیاست کے باب میں عدالت کے نظام کو جس قدر اہمیت دی ہے، اُس کا اندازہ صرف اس بات سے کر لیا جا سکتا ہے کہ مسلمان قانون سازوں میں ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ کوئی آقا اپنے نوکر اور غلام کو بھی بطور خود سزا نہیں دے سکتا، اگرچہ قصور کتنا ہی بڑا اور سزا کتنی ہی ہلکی ہو۔ اُسے چاہیے کہ باقاعدہ عدالتی چارہ جوئی کرے!

ظاہر ہے کہ تعزیر و سیاست کے بارے میں جس قانون کا یہ حال ہو، کیونکر [illegible] ہے کہ وہ عدالتی اور آئینی نظم کے علاوہ کسی حال میں بھی سزا [illegible] جائز رکھ سکتا ہے۔ خصوصاً قتل کی سزا جیسا انتہائی سزا ہے؟ آج اگر ہندوستان میں اسلامی حکومت موجود ہوتی، اور بغیر کسی ادنیٰ تغیر کے وہی قوانین سیاست نافذ ہوتے جو ساتویں اور آٹھویں صدی مسیحی میں دمشق اور بغداد کی عدالتوں میں نافذ تھے، اور ایسا ہوتا کہ ایک مسلمان ایک ذمّی (غیر مسلم شہری) کو قتل کر ڈالتا تو یقیناً وہ اُسی طرح قتل عمد کا مجرم قرار دیا جاتا، جس طرح دُنیا کی تمام عدالتوں کے نزدیک قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی مسلمان یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اُسنے ایک غیر مسلم انسان کا خون بہا کر اسلام کا کوئی مقدس فرض انجام دیا ہے۔

غرضکہ تعزیر و سیاست کے قوانین کا "اسلامی قانون" ہونا اُس نوعیت نہیں رکھتا، جو نوعیت اسلام کے شرعی واجبات و فرائض کی ہے، اور چونکہ اس طرح کی تعبیر طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کر دیتی ہے، اس لئے چاہیے کہ تعبیر و بیان میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ بہتر اور واضح تعبیر اس طرح کے قوانین کے لئے یہ ہے کہ اُنھیں اسلامی حکومت کے قانون سے تعبیر کیا جائے۔ یا یوں کہا جائے کہ فقہاء اسلام نے اس طرح کا قانون قرار دیا تھا۔

(۲) دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے قوانین اس بارے میں کچھ ہی کیوں نہ ہوں، لیکن کیا بحالت موجودہ اُن کا ذکر موزوں اور برمحل ہو سکتا ہے؟ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے کہ اس قسم کے مواقع پر اُن کا حوالہ دیا جائے اگرچہ وہ حوالہ حکومت کے مقابلہ ہی میں کیوں نہ ہو؟ مجھے بغیر کسی تامّل کے اس کا جواب نفی میں دینا ہے۔ میرے خیال میں جن لوگوں نے اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دیا، اُنھوں نے نہ صرف ایک غیر ضروری بات کہی، بلکہ بے محل اور غیر متعلق بات کہی، اور جب کبھی کوئی بات بے موقعہ اور غیر متعلق کہی جائے گی، تو یقیناً طرح طرح کی غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں ہی کا باعث ہوگی۔ صلاحِ کار اور مصلحتِ وقت کے مطابق نہ ہوگی۔ خود اسلام کے شرعی آدابِ حکم و افتا کے بھی یہ خلاف ہے کہ غیر عملی اور غیر وقوعی صورتوں کا ذکر کیا جائے۔ یہ جو آئمہ سلف کی نسبت جا بجا منقول ہے کہ بعض دقیقہ سنجانِ فقہ کی ایسی کاوشیں ناپسند کرتے تھے جن میں غیر وقوعی صورتیں پیدا کر کے بحثیں کی جاتی تھیں، تو اس کا بھی مطلب یہی تھا۔ کہنے کے لئے ہر موقعہ پر ہزاروں باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ ایک اسی قانون پر کیا موقوف ہے؟ سیکڑوں قوانین دوسرے وقتوں اور حالتوں کے کتابوں میں بھرے پڑے ہیں لیکن یہ تو نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ہندوستان کی موجودہ زندگی میں اُن کا بغیر کسی مناسبت کے حوالہ دیتے پھریں۔ خود اسلام کا نظم شرع یہ ہے کہ ہر موقعہ اور حالت کا جو حکم ہو، وہی وقت کا اصلی حکم ہوگا۔ اُسکے خلاف جو کچھ ہے، وہ وقت کا حکم نہیں ہے۔ پس جب ایک بات موجود حالت سے شرعاً تعلق ہی نہیں رکھتی، تو اُس کا ذکر کرنا اور اُسے بنائے کار قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

یہ ظاہر ہے کہ فقہ اسلامی کے جس قدر تعزیری قوانین غیر مسلموں سے متعلق ہیں، وہ سب ایک خاص قسم کی صورتِ حال سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی یہ کہ اسلامی حکومت ہو، اُسنے غیر مسلموں کی حفاظتِ جان و مال کا ذمہ لیا ہو، اور ذمیّوں کے متعلق جو معاملات پیش آئیں، اُن میں اسلامی عدالتیں اپنے احکام نافذ کر سکیں۔ لیکن اب سرے سے وہ صورتِ حال باقی ہی نہیں ہے۔ نہ تو ہندوستان میں اسلامی حکومت ہے۔ نہ شرعی ذمہ ہے۔ اور نہ ذمّی ہیں۔ پس فی الحقیقت اُن قوانین کا موجودہ حالت سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ غیر مسلموں کو کس معاملہ میں سزا دینی چاہیے اور کس میں نہیں دینی چاہیے؟ یہ بات تمام تر اس اصل پر مبنی تھی کہ اسلامی حکومت نے فتح یا معاہدہ کے بعد غیر مسلموں کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، اور اُنھیں خاص شرائط پر ہر طرح کے شہری حقوق عطا کر دیئے تھے۔ چونکہ حکومت نے ذمہ لیا تھا، اس لئے یقیناً اُسے یہ حق بھی حاصل تھا کہ اپنے قوانین و عدالت کے ذریعہ اُنکے معاملات کا فیصلہ کرے، اور اگر وہ ظلم و تعدی پر اُتر آئیں تو اُنھیں سزا دے۔ لیکن اگر اسلامی حکومت موجود نہیں ہے، اور نہ غیر مسلموں کا ذمہ باقی رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ تمام قوانین یک قلم غیر متعلق ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اب وہ ذمہ ہی باقی نہ رہا جس پر تعزیر و سیاست کے تمام قوانین مبنی تھے، اور نہ حکومت ہی باقی رہی جسے عدالتی نظام کے ذریعہ سزائیں نافذ کرنے کا حق تھا۔ پس موجودہ حالت میں ان قوانین کا ذکر کرنا، اور انھیں اسلامی قانون، اسلامی قانون کہکر پکارنا کس قدر بے معنی بات ہے؟ ایسی ہی غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی صورت غیروں کی نظروں میں مشتبہ ہو گئی ہے۔ اور اُس کی صاف اور روشن تعلیم پر طرح طرح کی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے پردے پڑ گئے ہیں۔

اصل سوال کا جواب

اصل مسئلہ کے متعلق جن لفظوں میں سوال کیا گیا ہے، اُس کا جواب بغیر کسی تامّل کے یہ ہے کہ نہ تو اسلام کا یہ قانون ہے اور نہ کوئی ایسا قانون اسلام کا قانون ہو سکتا ہے۔

سوال کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا واقعی اسلام کا یہ قانون ہے کہ جو شخص حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہیے، اور جس مسلمان کے سامنے وہ ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُسکا سر اُڑا دے"؟

جواب یہ ہے کہ قطعاً نہیں، اور تفصیل اسکی اوپر گزر چکی۔

البتہ مسئلہ کی ایک بالکل دوسری قسم کی صورت ہے، اور وہ بلاشبہ فقہ اسلامی کے قوانین میں موجود ہے۔ وہ صورت یہ تھی کہ اگر ایک ذمّی (غیر مسلم باشندہ) اپنے مذہب کے مجنونانہ تعصب کی وجہ سے، یا مسلمانوں کے بغض و عداوت کی وجہ سے، یا حکومت کی تحقیر و تذلیل کے لئے ایسا رویہ اختیار کرلے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں سب و شتم کرنے لگے۔ یعنے گالیاں بکنے لگے۔ یا اس طرح کی بدزبانی کرنے لگے جو صریحاً سب و شتم کا حکم رکھتی ہو، تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ فقہا کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ ایسا طرزِ عمل کے بعد اُس کا ذمہ و عہد باقی نہیں رہا۔ یعنے اسلامی حکومت نے اُسے جس باہمی سلوک کے معاہدہ پر ہر طرح کے شہری حقوق اور مذہبی آزادی دی تھی، اور اُس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہوئی تھی، وہ خود اُسی کے طرف سے شکست ہو گیا، اس لئے اُسکو قتل کرنا چاہیے۔ دوسری جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کی وجہ سے عہد و ذمہ شکست نہیں ہوتا۔ اس لئے قتل کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ البتہ عدالت کو اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے مطابق ایسی کارروائی کرے جس سے اس کا سدِّ باب ہو جائے۔ پہلی رائے حضرت امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور امام شافعیؒ کی (کتاب الام میں) ہے۔ دوسری رائے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ہے اور حنبلیہ و شافعیہ میں سے بھی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔

جو فقہاء اس طرف گئے کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہیے، اُنھوں نے جن حالات میں اور جن وجوہ کی بنا پر ایسا حکم تجویز کیا، ضروری ہے کہ ٹھیک طور پر اُسے سمجھ لیا جائے۔ لیکن اُسکی وضاحت اُس وقت تک نہیں ہو سکے گی، جب وقت تک کہ یہ بات واضح نہ ہو جائے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کی حیثیت کیا قرار دی گئی تھی، اور شرعاً "ذمہ" اور "ذمّی" سے مقصود کیا ہے؟ مختصر لفظوں میں اس کی تشریح حسب ذیل ہے۔

اسلامی حکومت اور غیر مسلم

چھٹی صدی مسیحی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو مذہب و اعتقاد کا اختلاف انسانی قتل و خونریزی کا سب سے بڑا باعث تھا۔ دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہ تھی جو حکومت کا اقتدار حاصل کر کے دوسرے مذہب کے پیرؤں کے ساتھ انصاف کر سکتی ہو۔ جس مذہب کے پیرو طاقت و حکومت حاصل کر لیتے تھے، وہ اپنے مذہب کے سوا اور کسی مذہب کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ رومیوں کی قوم اُس عہد کی سب سے بڑی متمدن قوم تسلیم کی گئی ہے لیکن اُس کا بھی یہ حال تھا کہ جب وقت تک اپنے قدیم مذہب پر قائم رہی، یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے امن نہ تھا۔ جب مسیحی مذہب قبول کر لیا، تو تمام غیر مسیحی رعایا زندگی اور معیشت کے

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبولِ خاص و عام اسم بامسمّٰی

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بہ تخفیف

ندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے، ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو شہ کیا جاڑا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے۔ یہ امر تسلیم ہو چکا ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیرِ فرتوت کو جوان اور جوان کو نوجوان بنا دیتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر مغفور کی بیاض خاص کا ہے جو خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا یکھیے۔ فائدہ فوراً ہی اس کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے مگر معتدبہ اور پائیدار فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی بھی ہمدردی کے [illegible] تیجہ طبیں لیتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

م کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے! تجربہ بتا دے گا کہ ہم کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ س قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست

مع سو صفحہ جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

مستورات کے لئے بہترین تحفے

نئے نمونے

ی ایجاد

یاں: یہ نہایت خوبصورت نازک اور منقش چوڑیاں حال ہی میں تیار ہو کر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک لی کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ ان کے اندر رنگین ریشمی چوڑیاں آ جاتی ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد ت نیلم اور پکھراج کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے۔ لیکن رنگ روپ میں مطلق فرق نہیں ا یہی دیتی ہیں۔ مستورات کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ صرف ایک روپیہ میں ۵۰ روپیہ کا کام نکالا جا سکتا ہے رے لوگ یہی چوڑیاں ڈھائی روپے کی ۸ - ۸ فروخت کرتے ہیں لیکن ہم زیادہ بکری اور تھوڑے منافع صول کو مد نظر رکھتے ہوئے قیمت بہت کم کر دی ہے۔ یعنی بارہ چوڑیوں کا سٹ قیمت صرف ایک روپیہ شرطیکہ آپ ایک سٹ ضرور منگائیے کہ اگر ناپسند ہوں تو واپس کر کے دام لے لیجئے۔ ہر سائز کی موجود سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔

ی انگوٹھیاں: ہیرا یہ کی نگدار نہایت نفیس اور خوبصورت انگوٹھیاں حال ہی میں تیار ہو کر آئی ۔ خالص سونے کی انگوٹھی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ ایک انگلی میں یہ انگوٹھی پہنئے اور ایک خالص سونے کی۔ اگر پہچان لے۔ تو ہمارا ذمہ۔ کسی بڑے سے بڑے سنار کے پاس لے جائیے۔ وہ بھی فوراً شناخت کر سکے گا۔ اگر آپ کو انگوٹھی کی ضرورت ہے۔ تو آپ کیوں ناحق ۲۵ - ۳۰ روپئے ضائع کرتے ہیں، کیوں صرف ایک روپیہ میں کام لیتے ہیں۔ قیمت فی عدد ایک روپیہ۔ تین کے لئے ڈھائی روپیہ ([illegible])

خط و کتابت کا پتہ۔ منیجر زمانہ کاروبار لاہور

ص سفید داغ ۲۱ یوم میں جڑ سے غائب، ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں کہ ۲۱ یوم یک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کافی ہوگی قیمت مع خرچ سات روپیہ تیرہ آنہ ([illegible])

-: دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار) :-

فیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں: جن کے استعمال سے ہزارہا افیمی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ بھر کے لئے چار کی گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ حکیم محمد عمر اینڈ سنز۔ موگا ضلع فیروزپور پنجاب

جلد آرڈر دیجئے

جلد آرڈر دیجئے

سونے کی چوڑیاں

زبردست رعایت

یعنی

تین روپے کے بجائے سوا روپیہ میں

ہم نے مال کی نکاسی کی غرض سے ان چوڑیوں کی قیمت میں خاص رعایت کر دی ہے۔ کیونکہ ہم براہ راست مال منگاتے ہیں اس لئے یہ رعایت کی گئی ہے یعنی بجائے تین روپیہ فی سٹ کے سوا روپیہ فی سٹ۔ یہ چوڑیاں نالی کی صورت میں بنائی گئی ہیں انکے اندر ریشمی رنگین چوڑیاں آ جاتی ہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین ہیرے جواہرات کے نگینے انکے اندر جڑ دیئے گئے ہیں صنف نازک کے لئے عجیب تحفہ ہے اور سوا روپیہ میں ڈھائی سو روپیہ کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ برسوں استعمال کیجئے خراب نہیں ہوتیں۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ آپ ضرور [illegible] کریں۔ قیمت فی سٹ، ۱ عدد سوا روپیہ ([illegible]) محصول ۹؍ ایجنٹ جلد خط و کتابت کریں۔ نمونے کے لئے دو آنے (۲) کا ٹکٹ آنا چاہیے۔ ملنے کا پتہ۔ بی۔ کے برادرس اینڈ کو نمبر ۹۵ دہلی

ہو جسمیں خود فقہاء کی رایوں میں اختلاف ہوا۔ ایک جماعت نے اُسے تجویز کیا ہو۔ دوسری کو اس سے اختلاف ہو۔ پس یہ فقہاء کا بھی کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہو۔

(۲) جو جماعت اس رائے کی طرف گئی کہ قتل کرنا چاہیے، اُسنے جن حالات میں یہ بات تجویز کی تھی، اُنھیں پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی منصف مزاج انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مذہبی تعصب کا کوئی مجنونانہ حکم تھا۔ یا اس سے مقصود یہ تھا کہ محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے خدا کے بندوں کا خون بہایا جائے۔

(۳) علاوہ بریں یہ بھی ٹھیک نہیں ہو کہ اس قانون کا ذکر کرتے ہوئے "توہین" کا لفظ استعمال کیا جائے۔ "توہین" کا لفظ بہت زیادہ عام ہو۔ بہت سی باتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن سے ایک شخص کے خیال میں توہین نکلتی ہو۔ دوسرے کے خیال میں نہ نکلتی ہو۔ اسی لئے فقہاء نے اسے "سب" کے لفظ سے تعبیر کیا ہو۔ "سب" کے معنی صریح گالی دینے کے ہیں، یا ایسے الفاظ کہنے کے ہیں جو بمنزلہ دشنام ہوں۔

(۴) پھر جو کچھ بھی ہو، یہ قطعی ہو کہ اس قسم کے قوانین اور اُن کی بحثوں کو موجودہ حالت سے کوئی دُور کی مناسبت بھی نہیں، جیسا کہ مقدمات میں گزر چکا۔

(۵) باقی رہی وہ صورت حال جو اس قانون کے تذکرہ کا باعث ہوئی، تو اُس کا حال یہ ہو کہ موجودہ زمانہ قلم اور پریس کی آزادی کا زمانہ ہو۔ بسا اوقات اس آزادی کا استعمال غلط طریقہ پر کیا جاتا ہو۔ ہندوستان میں سب سے پہلے بعض بدزبان مسیحی مشنریوں نے اسلام و پیغمبر اسلام کے خلاف اس قسم کی کتابیں لکھ کر شائع کیں جن کی ایک سطر بھی مہذب اور سنجیدہ نکتہ چینی نہیں کہی جا سکتی۔ اُنکے بعد آریا سماج کے نئے مشنری آئے۔ اُن میں سے بھی بہتوں نے مذہبی تحقیق اور سنجیدہ نکتہ چینی کی جگہ اُنہی کا نقش قدم اختیار کیا۔ "رنگیلا رسول" نامی رسالہ بھی اسی قسم کی ایک اخلاقی موت تھی۔ یقیناً حکومت اور قانون وقت کا فرض ہو کہ اس قسم کی دلآزار تحریروں کی اشاعت جائز نہ رکھے، اور جائز نکتہ چینی اور مذہبی دلآزاری میں امتیاز کرے۔ لیکن میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کر سکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت کا یہ انداز کی بنالیں، کہ جہاں کسی ٹٹ پونجیے نے ایک چار ورقی رسالہ چھاپ کر شائع کر دیا، ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور و اویلا مچانا شروع کر دیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہو گئی، اور "تحفظ ناموس رسول" کا سوال پیدا ہو گیا۔ نعوذ باللہ، اگر چند جاہل اور کوتہ چشم انسانوں کے بکواس کر دینے سے "ناموس رسول" کی حفاظت کا سوال پیش آ سکے۔ یا اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ کوئی مصیبت ہو۔ ایسا سمجھنا اسلام کی عزت و شرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کو اس درجہ خلاف ہو کہ میں سمجھ نہیں سکتا، کیونکر ایک مسلمان اس کا تصور بھی کر سکتا ہو؟ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنی اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دئے جائیں جب بھی نعوذ باللہ اسلام اور داعیٔ اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو کہ جس طرح ہمیشہ بُری زبان اور بُرے اخلاق کے لوگ موجود رہے ہیں، اب بھی موجود ہیں۔ اگر اُن کی تحریروں میں کوئی ایک سطر بھی ایسی موجود ہو جسمیں کوئی سنجیدہ اعتراض کیا گیا ہو، تو چاہیے کہ اُس کا جواب دیدیا جائے۔ باقی جس قدر بدزبانی ہو، وہ بحکم "کالائے بد بریش خاوند" اُنہی کے لئے چھوڑ دینی چاہیے۔

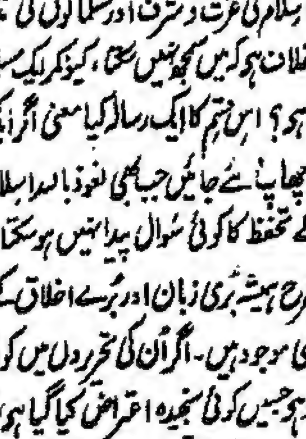

اعلان-۱

قارئین الہلال کے لئے

(۱) پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ نمبر ۲۴ پر الہلال کی پہلی ششماہی جلد ختم ہو جائے گی۔ لیکن بعد کو خیال ہوا کہ اگرچہ مہینوں کے حساب سے یہ اعلان غلط نہ تھا، لیکن نمبروں کی تعداد کے لحاظ سے اسمیں مزید وسعت کی گنجائش ہو۔ اگر سال کی دو تعطیلیں وضع کر دی جائیں (جیسا کہ ہمیشہ دفتر الہلال کا قاعدہ تھا) تو اس صورت میں بھی سال بھر کے ۵۰ نمبر ہونے چاہئیں۔ نہ کہ ۴۸۔ بہرحال دفتر نے ارادہ کر لیا کہ پہلی جلد کا اختتام نمبر ۲۴ پر نہیں بلکہ ۲۵ پر کیا جائے، اور اس طرح خریداران الہلال کی حق تلفی کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ یہ نمبر بھی پچھلی ششماہی جلد کے سلسلہ میں بھیجا جا رہا ہو۔ جن حضرات نے نئی جلد کے لئے وی۔ پی کی درخواست کی ہو، اُن کا نیا حساب اس نمبر سے نہیں بلکہ آئندہ نمبر سے شروع ہوگا۔

(۲) لیکن الہلال کی نئی ششماہی جلد کے آغاز کے لئے یہ صورت موزوں نہیں معلوم ہوئی کہ دسمبر کی ایک درمیانی تاریخ سے اس کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس طرح مہینوں کا حساب ہمیشہ بے ترتیب رہتا، اور بجائے سال کی ابتدا یا سال کے وسط کے، ایک درمیانی تاریخ سے جلد شروع ہوا کرتی۔ پس یہی مناسب معلوم ہوا کہ آئندہ جلد کی ابتدا جنوری سے کی جائے۔ جنوری سے جون تک، اور پھر جولائی سے دسمبر تک، ہمیشہ ششماہی اختتام و آغاز ہوتا رہیگا، اور حساب میں کسی طرح کی بے ترتیبی باقی نہیں رہے گی۔

دسمبر میں ۵ جمعہ واقع ہوئے ہیں۔ آخری جمعہ تعطیل کا تھا۔ اس لئے اگر یہ وقفہ اختیار نہیں کیا جاتا تو دو نمبر اور نکلتے۔ اب یہ دو نمبر نہیں نکلیں گے۔ جنوری کے پہلے جمعہ سے جو ۶ر کو واقع ہوگا، نئی ششماہی جلد کا سلسلہ شروع ہوگا۔

(۳) اس وقفہ کے اندر مطبع کو مزید انتظامات کی تکمیل کا بھی موقعہ مل جائے گا جو پیش نظر ہیں، اور جن کی وجہ سے نئی ششماہی سے الہلال کے ترتیب مضامین اور حسن طباعت میں متعدد نئی تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ ادہر چند نمبروں سے الہلال کی طباعت خصوصاً تصاویر کی تعداد و طباعت میں جو ترقی ہوئی ہو، اُمید ہو کہ قارئین الہلال نے محسوس کر لی ہوگی۔ یہ اب مطبع الہلال کا ذاتی انتظام ہو جسکی وجہ سے بلاک بہ لحاظ قسم و نوعیت کے بھی بہتر بننے لگے ہیں، اور اُنکی چھپائی بھی خاص طریق طباعت اختیار کر لینے کی وجہ سے زیادہ نمایاں اور خوشنما ہو گئی ہو۔ اُمید ہو کہ عنقریب بقیہ انتظامات کی تکمیل ان تمام چیزوں میں مزید رونق و اہتمام پیدا کر دیگی۔ "مینجر الہلال"

اعلان-۲

(۱) مجھے ندامت کے ساتھ اس کا اعتراف ہو کہ الہلال کی اشاعت کے وقت صورت حال کا جو اندازہ کیا تھا، وہ کئی اعتبار سے صحیح ثابت نہیں ہوا۔ سب سے زیادہ مجبوری صحت کی طرف سے پیش آئی۔ میں نے جب جب ارادہ کیا کہ الہلال کے کافی وقت نکالوں، صحت کی فوری ناموافقت دامنگیر ہوئی، اور قدم اُٹھا کر پھر رک جانا پڑا۔

(۲) میں اُن دوستوں کا خصوصیت کے ساتھ شکر گذار ہوں جو زیادہ تر میرے خاص مضامین کے شوق میں الہلال کی ورق گردانی کرتے تھے، تاہم اُنھوں نے رشتۂ انتظار ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور برابر مطالعہ جاری رکھا۔ اگر میرے خاص مضامین کی قلت نہ رہی ہوتی تو بہ حیثیت مجموعی الہلال کے مضامین کی کثرت اور تنوع کا جو انداز یکساں طور پر برابر قائم رہا ہو، وہ اس کے لئے کافی تھا کہ میں اس موقعہ پر معذرت کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔

(۳) بہرحال اُن دوستوں نے محسوس کر لیا ہوگا کہ جونہی پچھلی بیماری سے مجھے تھوڑی بہت مہلت ملی، میں نے الہلال کے لئے لکھنا شروع کر دیا، اور اب اُمید ہو کہ توفیق الٰہی سے یہ سلسلہ مزید ترقی و توجہ کے ساتھ جاری رکھ سکوں گا۔ افسوس ہو کہ وقت کے حالات و مسائل کے متعلق بے شمار ضروری باتیں شرح و بسط کے ساتھ لکھنی تھیں جو نہ لکھی جا سکیں۔ اب اس کے سوا چارۂ کار نہیں کہ جو کچھ ماضی میں نہ ہو سکا، اس کے لئے مستقبل کی طرف نظر اُٹھائی جائے!

(۴) مجھے چند الفاظ الہلال کی موجودہ قیمت کی نسبت بھی کہنے ہیں۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں الہلال کی قیمت بارہ ۱۲ روپیہ سالانہ اور سات روپیہ ششماہی تھی۔ سنہ ۱۶ء میں البلاغ نکلا، تو اُس کی قیمت بھی یہی تھی۔ یہی قیمت اس مرتبہ بھی رکھی گئی۔ لیکن دونوں حالتوں میں جو عظیم فرق ہو چکا ہو، وہ شاید بہت کم لوگوں نے محسوس کیا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں مختصر طور پر اس کی تشریح کر دوں۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں (یعنی جنگ سے پہلے) چھپائی کے تمام مصارف، موجودہ مصارف کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم تھے۔ جنگ کے بعد سے جس طرح تمام چیزوں کی قیمت دوگنی سہ گنی ہو گئی ہیں، سامان طباعت کی بھی ہو گئی ہیں۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں الہلال جس مشین پر چھپتا تھا، اُس کی قیمت ۶ ہزار روپیہ تھی۔ اب بارہ ہزار ہو۔ سنہ ۱۴ء میں الہلال کے لئے جو کاغذ استعمال کیا جاتا تھا، اُسکی قیمت تین روپیہ فی ریم تھی۔ اب اُسی کاغذ کی سات روپیہ ہو۔ روشنائی جو اُسوقت لگائی جاتی تھی، ڈیڑھ روپیہ فی پونڈ سے زیادہ کی نہ تھی۔ اب وہی روشنائی ۴ روپیہ میں آتی ہو۔ اُسوقت سینیر کمپوزیٹروں کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ۲۰ روپیہ ماہوار تھی۔ اب اس تنخواہ میں کوئی جونیر بھی نہیں مل سکتا۔ تصویروں کے بلاک اُسوقت ۴ر اسکوائر انچ میں بنتے تھے اب اُنہی کی اُجرت آٹھ آنہ سے بھی زیادہ ہو۔ لیتھو کی چھپائی میں کتابت کی اُجرت اُسوقت ۴۔۵ روپیہ جزء سے زیادہ نہ تھی۔ اب دس روپیہ کی اُجرت بھی اچھے خوشنویسوں کے لئے زیادہ نہیں ہو۔

ایسی حالت میں بہ آسانی اندازہ کیا جا سکتا ہو کہ الہلال کی جو قیمت سنہ ۱۴ء میں قرار دی گئی تھی، وہ سنہ ۲۷ء میں کیونکر موزوں ہو سکتی ہو؟ بیجا نہ تھا اگر اب بارہ روپیہ کی جگہ ۲۴ روپیہ قیمت رکھی جاتی لیکن مناسب معلوم نہ ہوا کہ سابق قیمت میں کسی طرح کا اضافہ کیا جائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اتنی وسیع اشاعت رکھنے پر بھی جو اسوقت کسی اُردو رسالہ کی نہ ہوگی، اب تک اُس کے مصارف اور آمدنی کی میزان مساوی نہ ہو سکی!

یہ بھی یاد رہے کہ سنہ ۱۴ء میں اس کی ضخامت عام طور پر ۱۶ صفحوں کی ہوتی تھی۔ اور اب کم از کم ۲۴ ہو۔

یہ چند سطریں اس لئے لکھی گئیں کہ اگر بعض حضرات خیال کرتے ہوں کہ وہ ۱۲ روپیہ سالانہ یا ۵ر فی پرچہ قیمت دیکر الہلال کے ساتھ کوئی فیاضانہ سلوک کر رہے ہیں، تو اُمید ہو کہ اپنے اس خیال میں نظر ثانی کرنے سے انکار نہ فرمائیں گے!

ابوالکلام

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سی گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہی!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہی

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہی!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہی

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندستان، الجزائر، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميين کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه ــــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله ــــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ــــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سید محمد رشید رضا مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ــــ في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازه معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهلال بك ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال

في

مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را

تازه خواهي داشتن گر داغهائے سینه را

* * *

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - ان کي مقبولیت و قدر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " چهارم ۱۰ روپیه   " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوه هے -

منیجر "البلاغ پریس"

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدگی
ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام
دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے
مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں
کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجیے

یاد رکھیے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو
"شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا
چاہیے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھیے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں
قابل دید مقامات،
اور
آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپکو مطلع کر دے
نیز
جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن
کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسی
مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹن

The Dunlop guide
To Great Britain

کا
دوسرا ایڈیشن ہے
ہندوستان کے
تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے
ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہونیکا
رانچی میں نظر بند تھے - موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی
رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے
کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ
مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت مجلد آنے
(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکا
ہے
تو تامل نہ کیجیے۔ اپنے سے قریب تر
دوا فروش کی دکان سے
فوراً
ایک ٹین

HIMROD

کی
مشہور عالم دوا کا
منگوا کر
استعمال کیجیے

دنيا كي بهترين كتابوں كيلئے بهترين رهنما:

ٹائمز اف لنڈن كا ادبي ضميمه

يه ضميمه دنيا كي تمام كتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقيع تبصره كرتا هے -

اسكا معتدل نقد علمي حلقوں ميں مسلم هے -

اس ميں چند صفحات رقس كے جاري اور زير بحث ادبي نوالد پر بهي هوتے هيں جنكي اهميت كا عام طور پر اعتراف كيا گيا هے -

اپنے يہاں كے ايجنٹ سے تقاضه كيجئے كه وه ٹائمز لنڈن كا هفته وار ادبي ضميمه آپكے لئے مهيا كرے - ليكن اگر آپ چاهيں تو

The Publisher :

Printing House Square
London, E. C 4.

سے براه راست طلب كر سكتے هيں

دنيا كے هر معلم اور ماهر فن تعليم كيلئے

ضروري هے كه

ٹائمز اف لنڈن كا تعليمي ضميمه مطالعه كرے

اگر آپ چاهتے هيں كه فن تعليم كے تمام نظري اور عملي تغيرات و ترقيات سے بے خبر نه رهيں ' تو آپكو يه ضميمه بلا ناغه مطالعه ميں ركهنا چاهيے -

يه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبريں اور مباحث جمع كرديتا هے - ماهرين فن اور مشاهير تعليم كے قلم سے اسكے صفحات مرتب هوتے هيں -

اپنے يہاں كے ايجنٹ سے طلب كيجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب كرسكتے هيں -

كيا آپ تجارت كرني چاهتے هيں ؟

اگر آپ چاهتے هيں كه يورپ اور امريكه كے تمام بڑے بڑے كارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم كريں ' نفع بخش ايجنسياں ليں ' هندوستان سے خام پيدا وار بهيجيں ' نئي نئي ايجادات سے اپنے ملك كو آشنا كريں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمايه ليكر ايك وقيع كار و بار شروع كرديں ' تو آپ كو ابتدا ميں بهت سي باتيں معلوم كرني چاهئيں - اس طرح كي تجارت كے گر اور بهيد سيكهنے چاهئيں - هندوستان كے تمام حلقوں اور يورپ و امريكه كے تمام كارخانوں اور كوٹهيوں كے حالات اور اصول معاملت معلوم كرنے چاهئيں - بغير اس كے آپ كامياب نهيں هوسكتے -

اگر آپ چاهتے هيں كه بهت تهوڑا سا وقت خرچ كركے يه ساري باتيں با قاعده علمي اصول پر معلوم كرليں ' تو آپكو چاهيے كه هم سے خط و كتابت كريں - هم يه كام به حيثيت ايك ماهر فن كے كر رهے هيں - خط و كتابت كے بعد هي آپكو معلوم هو جائيگا كه آپكے مقصد كيلئے هم كس درجه مفيد هيں ؟

همارے تعلقات دنيا كے تمام تجارتي حلقوں سے هيں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اينڈ كو - برلن

پوسٹ بكس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح كي مشينيں جو گرم ملكوں كے ميوؤں كو خشك كرنے اور پهلوں كو محفوظ ركهنے كيلئے ضروري هيں ' اس كارخانے ميں طيار كي جاتي هيں - تمام دنيا ميں اس قسم كي مشينوں كا يه بهترين كارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و كتابت كيجيے -

ياد ركهيے

ميوؤں ' تركاريوں ' اور هر طرح كے زرعي مواد كو خشك كرنے كا بهترين طريقه وه هے جو " نئے سسٹم " كے نام سے متمدن ممالك ميں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " كے مطابق كام كرنے والي مشينيں صرف اسي كارخانه سے مل سكتي هيں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.